وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

مفہوم القرآن

الحمد سے والناس تک مسلسل

قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کا بالکل نیا انداز

از پرویز

یہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے نہ تفسیر بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح مسلسل مربوط اور دل کش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آجاتے ہیں

جلد اول ——— پارہ ——— ۱ تا ۱۰

طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

نام کتاب	مفہوم القرآن (جلد اول)
مصنف	پرویز
ایڈیشن	اول 1961ء
	دہم جنوری 2002ء
ناشر	طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
	25 بی گلبرگ II لاہور پاکستان
	فون: 5753666,5764484

Web: www.toluislam.com

مطبع	عالمین پریس

طلوع اسلام ٹرسٹ کی کتب سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

مفہوم القرآن میں قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

انسانی تاریخ کی عبرت سامانی

تاریخ انسانیت پر نگاہ ڈالئے۔ یہ 'تعمیر و تخریب کی عبرت انگیز داستان' اور آبادی و ویرانی کی حدیث خونچکاں نظر آئے گی۔ ہر دور کے انسان کی جدوجہد اور سعی و کاوش کا ملخص یہ دکھائی دے گا کہ وہ اپنے لئے ایک عظیم الشان نظام تمدن تعمیر کرتا ہے۔ اس فلک بوس و کہکشاں گیر عمارت کے لئے انواع و اقسام کے نوادرات جمع کرتا ہے۔ وہ عمارت' اُس کے حسین تصورات کی مرکز۔ اس کی شاداب آرزوؤں کی محور اور گل پوش تمناؤں کی آماجگاہ بنتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس ایوانِ رفیع الشان کی تکمیل میں ارتقائے انسانیت کا راز پوشیدہ ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا وجود دُنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے پناہ گاہ ہے جو اسے ظلم و استبداد کے پنجہ آہنی کی گرفت سے بچا کر امن و سکون عطا کر دے گا۔ وہ ایک عرصہ تک ان تصورات کی دُنیا میں محو اور اس قصر عظیم المرتبت کی تکمیل و تزئین میں سرگرداں رہتا ہے' اور جوں جوں اُس کی دیواریں اوپر کو اُبھرتی ہیں' اُس کی نگاہوں میں چمک اور مسرتوں میں بالیدگی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے ____ لیکن وہ عمارت ہنوز تکمیل تک بھی نہیں پہنچنے پاتی کہ دنیا اس عبرت انگیز تماشے کو بصد حیرت دیکھتی ہے کہ وہی انسان' اُس عظیم و حسین عمارت کو خود اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا دیتا ہے' اور یوں اُس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا وہ شگفتہ و شاداب مرقع' خاک کا ڈھیر بن جاتا ہے' اور اُس کے بعد' اُس کے کھنڈرات 'ایک حسین خواب کی پریشاں تعبیر' کی نشاندہی کے لئے باقی رہ جاتے ہیں۔ بابل اور نینوا۔ مصر اور یونان۔ چین اور ترکستان۔ روم اور ایران کی تہاذیب کے کھنڈرات کو دیکھئے اور پہچانئے کہ وہ کیسے کیسے عظیم المرتبت تمدنوں کے مدفن ہیں' جن میں انسانی ناکامیوں اور نامرادیوں کی تاسف انگیز اور جگر پاش داستانیں محو خواب ہیں ____ وہ داستانیں جو ہر قلب حساس سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا (16/92)

دیکھنا! تمہاری مثال اُس بڑھیا کی سی نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اگر آپ کو تاریخ کی ان کہنہ داستانوں کی ورق گردانی اور اقوام سابقہ کے اُجڑے ہوئے کاشانوں کی عبرت سامانی سے انسانی سعی و کاوش کے اس مآل و انجام تک پہنچنے کی فرصت نہیں، تو ایک نظر خود اپنے زمانے کے قصرِ تہذیب و تمدن پر ڈالئے جس کی چمک دمک نے اقوامِ عالم کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر رکھی ہے۔ ہمارا دور تہذیبِ مغرب کا دور کہلاتا ہے۔ اِس تہذیب کی سطوت و ثروت اور دبدبہ و طنطنہ کا یہ عالم ہے کہ انسان نے فطرت کی بڑی بڑی ہیبت قوتوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اسبابِ رسل و رسائل اور ذرائعِ آمد و رفت کی محیرالعقول برق رفتاری سے زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں۔ سمندر اس کے تابع فرمان ہے۔ پہاڑ اس کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ زمین اس کے پاؤں کی ٹھوکروں سے اپنے دبے ہوئے خزانے اُگل رہی ہے۔ آسمان کی بجلیاں اس کے اشاروں پر ناچتی ہیں۔ ایٹم کی غیر مرئی جناتی توانائیاں اس کی مٹھی میں بند ہیں۔ وہ چاند اور سورج کو اپنے زیرِ دام لا رہا ہے۔ وہ کہکشاں پر کمندیں پھینکنے کی سوچ رہا ہے۔ انسان کو، اپنی ساری تاریخ میں، کبھی اس قدر کائنات گیر قوت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

تہذیبِ حاضر

لیکن ابھی اس تہذیب کی عمر، نصف صدی سے بھی زیادہ ہونے نہیں پائی کہ ان بے پناہ قوتوں کا حامل انسان پکار اٹھا ہے کہ

> ہم نے زندگی کی ابتدا سائنس کی کاریگری سے کی، اس وثوق کے ساتھ کہ ہماری کامرانیاں زندگی کے عقدوں کو حل کر دیں گی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم غلطی پر تھے۔ زندگی کے مسائل اتنے آسان نہیں[1]۔

بلکہ یہاں تک کہ

> ہماری موجودہ تہذیب، اپنے قومی، معاشی، عائلی، اخلاقی، مذہبی اور ذہنی نظام کے ہر شعبہ میں، حماقت، جہالت، فریب اور ظلم کا مستقل مظاہرہ ہے[2]۔

چنانچہ اس قصرِ فلک بوس کی بنیادیں بری طرح سے کھوکھلی ہو رہی ہیں، اور ہر قلبِ حساس متوحش ہے کہ اگر گذشتہ دو عالمگیر لڑائیوں کے بعد ایک اور دھچکا لگا، تو نہ صرف یہ کہ اس کاخِ بلند کا نام و نشان تک مٹ جائے گا بلکہ اس کے سائے کے نیچے بیٹھی ہوئی انسانیت بھی کچل کر رہ جائے گی۔

---

[1] J. W. T. MASON — in — CREATIVE FREEDOM.

[2] G. A. DORSEY — in — CIVILISATION

۲- سوال یہ ہے کہ انسان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ دورِ قدیم کے تمدن کے ایوانات ہوں یا عصر حاضر کی تہذیب کے محلات' نہ انہیں پاگلوں نے بنایا تھا' نہ انہیں دیوانوں نے تعمیر کیا ہے- یہ نظامہائے تہذیب و تمدن' ہر دور کے انسانوں کی عقل و دانش کا ماحصل' اور اُن کی تدبیری اور انتظامی صلاحیتوں کا نچوڑ تھے- اِس سے ظاہر ہے کہ انسانیت کی تاریخ کے مُطالعہ کے بعد' ہر صاحب علم و بصیرت' لامحالہ اِس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ

ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

> ہم نے تلخ تجارب کے بعد یہ سیکھا ہے کہ معاشرتی زندگی کی گتھیاں تنہا عقل کی رُو سے نہیں سُلجھ سکتیں..... اس لئے ہمیں تنہا عقل کو اپنا خدا نہیں بنا لینا چاہیئے- اس خدا کے عضلات (MUSCLES) تو بہت مضبوط ہیں لیکن اس کی ذات (personality) نہیں ہے- عقل' اسباب و ذرائع پر تو خوب نگاہ رکھتی ہے لیکن مقاصد و اقدار کی طرف سے اندھی ہوتی ہے[۱]-

یعنی' انسانی عقل' فطرت کی قوتوں کو تو مسخر کر سکتی ہے لیکن انسانی معاملات کا اطمینان بخش حل دریافت نہیں کر سکتی- یہ اس کے دائرۂ منصب سے باہر کی چیز ہے- انسانی معاملات کے حل کے لئے ضروری ہے کہ یہ متعین کیا جائے کہ انسانی زندگی کا مقصد اور نصب العین کیا ہے- افراد اور اقوام کے مفاد میں تصادم کیوں ہوتا ہے اور اسے کس طرح روکا جا سکتا ہے- کونسی چیز عالمگیر انسانیت کے لئے منفعت بخش ہے اور کون سی مضرت رساں- نوع انسان میں مشترک اقدار کونسی ہیں اور ان کا باہمی تعلق کیا ہے- ان اقدار کی حفاظت کیوں ضروری ہے- انسان کے بنیادی حقوق کیا ہیں اور ان حقوق کا تحفظ کس طرح ممکن ہے- ان امور کا تعین' عقل' اور اس کے مظاہر' علوم سائنس' کے بس کی بات نہیں-

> سائنس صرف یہ بتا سکتی ہے کہ "کیا ہے" وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ "کیا ہونا چاہیئے"- اِسلئے 'اقدار' کا تعین کرنا اسکے دائرے سے باہر ہے- سائنس کے علمبردار دنیا اکثر اوقات اس امر کی کوشش کی ہے کہ وُہ' سائنس کی رُو سے' اقدار کے متعلق قطعی فیصلہ نافذ کر دیں- (لیکن یہ اُنکی غلطی ہے)...... سائنس کے نزدیک بس ایک "شے" ہوتی ہے- اسکی دُنیا میں آرزو- اقدار- خیر و شر' نصب العین جیسا کا کوئی وجود نہیں ہوتا- سائنس اقدار متعین کر سکتی ہے اور نہ ہی انہیں انسانی سینے کے اندر داخل کر سکتی ہے[۲]-

۳- سوال یہ ہے کہ اگر انسانی معاملات کا حل انہی امور پر منحصر ہے اور ان کا تعین عقل انسانی کے بس کی بات نہیں' تو کیا' عقل کے علاوہ' کوئی اور سرچشمۂ علم بھی ہے جس سے ان امور کا تعین ہو سکے اور کاروانِ انسانیت' راستے کے خطرات سے محفوظ و مصئون' اپنی منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھاتا جائے؟

---

[۱] ALBERT EINSTEIN — OUT OF MY LATER DAYS

[۲] EINSTEIN (IBID)

ہدایت خداوندی ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب عقل انسانی کی رو سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ عقل، اپنے علاوہ کسی اور سرچشمۂ علم کو جانتی ہی نہیں۔ اس کا جواب ہمیں ایک اور گوشے سے ملتا ہے، جو پورے حتم و یقین سے کہتا ہے کہ

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ○ (۲۰/۵۰)

یعنی جس خدا نے کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا ہے، اسی نے یہ انتظام بھی کر رکھا ہے کہ ان اشیاء کو بتائے کہ ان کی منزل مقصود کونسی ہے اور وہ اس منزل تک کس طرح پہنچ سکتی ہیں۔ اس راہ نمائی کو وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو خدا کی طرف سے براہ راست ملتی ہے۔

وحی کا سلسلہ اشیائے کائنات میں، وحی (یعنی خدا کی طرف سے براہ راست راہ نمائی ملنے) کا یہ سلسلہ از خود جاری و ساری ہے۔ ہر شے کی تخلیق کے ساتھ، اس کے اندر اس حقیقت کا علم رکھ دیا گیا ہے کہ اس کی نشو و نما کے ذرائع کونسے ہیں اور اس نے انہیں کس طرح حاصل کرنا ہے۔ اس کے فرائض زندگی کیا ہیں، اور انہیں کس طرح سرانجام دیا جائے گا۔ خارجی کائنات میں، اس راہ نمائی (ہدایت) کو قوانین فطرت کہا جاتا ہے، اور حیوانات کی دنیا میں اسے جبلت (INSTINCT) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر شے، ان قوانین (یا جبلت) کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (۱۶/۴۹)۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب قوانین خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ کسی کو ان سے یارائے سرکشی و مجال سرتابی نہیں۔ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (۱۶/۴۹)۔ یہی وجہ ہے کہ یہ محیر العقول کارگہ کائنات، اس نظم و نسق اور حسن و زیبائی سے سرگرم عمل ہے کہ اس میں کہیں انتشار و اختلال نہیں۔ کسی قسم کا فتور یا فساد نہیں۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (۶۷/۳)۔

انسان کی راہ نمائی لیکن انسان کی کیفیت اس سے مختلف ہے۔ اس کی راہ نمائی (دیگر اشیائے کائنات کی طرح) پیدائش کے ساتھ، اس کے اندر ودیعت نہیں کی گئی۔ بکری کا بچہ پیدائشی طور پر جانتا ہے کہ اس کے لئے گھاس "حلال" ہے اور گوشت "حرام"۔ شیر کو از خود علم ہوتا ہے کہ اس کے لئے گوشت "جائز" ہے اور گھاس "ناجائز"۔ لیکن انسانی بچہ کو کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق بھی اتنا علم نہیں ہوتا کہ اس کے لئے کونسی شے نفع بخش ہے اور کونسی مضرت رساں۔ چہ جائیکہ اسے خیر و شر کی تمیز اور صحیح اور غلط اقدار کی تعیین کی استعداد از خود حاصل ہو۔

آدمی اندر جہان خیر و شر   کم شناسد نفع خود را از ضرر
کس نداند زشت و خوب کار چیست   جادۂ ہموار و ناہموار چیست

۴۔ انسان کے اندر یہ راہ نمائی (وحی) اس لئے نہیں رکھی گئی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو یہ بھی (دیگر

انسانی اختیار و ارادہ اشیائے کائنات کی طرح) اس راہ نمائی کے مطابق چلنے پر مجبور ہو جاتا — صاحب اختیار

وارادہ نہ رہتا — اس کا اختیار وارادہ وہ شرفِ عظیم ہے جس سے یہ دیگر اشیائے کائنات سے ممتاز ومتمیز ہے۔ یہی اس کی سرفرازی وسربلندی کا باعث ہے اور اسی سے یہ مسجودِ ملائکہ اور مخدومِ خلائق ہے۔ اگر انسان کو قوتِ انتخاب حاصل نہ ہوتی تو یہ پتھر کا بت ہوتا یا زندانِ فطرت میں محبوس وپابجولاں قیدی۔ اگر اس میں سرکشی وسرتابی کی استعداد نہ ہوتی تو اس کی اصول پرستی کبھی وجۂ شرف اور باعثِ تحسین وتبریک نہ ہوتی۔ اس لئے کہ نیکی وہی نیکی ہے جو بدی کی قدرت رکھتے ہوئے کی جائے۔ اطاعت وہی اطاعت ہے جو سرکشی کی استطاعت کے باوجود اختیار کی جائے۔ اُس سر کے جھکنے میں خوبی ہے جس کی پیشانی میں سرفرازیاں جھلک رہی ہوں۔ جس میں انتقام کی قوت نہیں‘ اس کے عفو میں کیا خوبی ہے۔ جس میں ہمسری کی ہمت نہیں اس کا کسی کو جھک کر سلام کرنا خوئے غلامی ہے۔ اختیار رکھتے ہوئے‘ اپنے آپ پر کنٹرول رکھنا ہی وجۂ شرفِ انسانیت ہے۔ اسی سے اس کی ممکنات مشہود ہوتی ہیں اور زندگی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل بنتی ہے۔ اس کے اختیار وارادہ کا تقاضا تھا کہ خدا کی طرف سے راہ نمائی اس کے اندر ودیعت کرکے نہ رکھی جاتی۔

تو کیا انسان کو اس راہ نمائی کے بغیر چھوڑ دیا گیا؟ نہیں۔ اسے بھی یہ راہ نمائی دی گئی لیکن اس کے لئے طریق دوسرا اختیار کیا گیا۔ یہ راہ نمائی‘ مشیّتِ خداوندی کے پروگرام کے مطابق‘ ایک فرد کی طرف وحی کی جاتی جو اسے دوسرے انسانوں تک پہنچاتا اور اسے اُن کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ اسے‘ علیٰ وجہ البصیرت‘ قبول کرلیں‘ یا اس سے انکار کردیں۔ انہیں بتا دیا جاتا کہ اگر وہ اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو ہر قسم کی شادابیاں اور سرفرازیاں ان سے ہمکنار رہوں گی۔ اگر اس کے خلاف چلیں گے تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا۔

خدا کی یہ وحی‘ ان مقدس ہستیوں کی وساطت سے جنہیں انبیاء کرامؑ کہا جاتا ہے‘ مختلف ادوار میں ملتی رہی‘ لیکن زمانہ کے حوادث اور انسانی تحریف کے ہاتھوں‘ وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہ رہی۔ یہ وحی‘

قرآن کریم | آخری اور مکمل شکل میں‘ اب سے قریباً چودہ سو سال پہلے‘ محمد رسول اللہؐ کی وساطت سے‘ انسانوں تک پہنچی۔ اس کے مجموعہ کا نام القرآن العظیم ہے۔

۵۔ قرآن کریم‘ خدا کی طرف سے بتدریج نازل ہوتا رہا اور قریب تیئیس سال کے عرصہ میں تکمیل تک پہنچا۔ نبی اکرمؐ نے اس کی کتابت اور حفاظت کا پورا پورا اہتمام وانتظام کیا۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے وقت یہ اپنی مکمل شکل میں‘ کتابی صورت میں بھی موجود تھا اور سینکڑوں حفاظ کے سینوں میں بھی محفوظ۔ یہی کتاب اپنی اصلی شکل اور ترتیب کے ساتھ‘ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اور تاریخی شہادات سے ثابت ہے کہ ان چودہ صدیوں میں‘ اس میں ایک حرف کا بھی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے جلیل نے لے رکھا ہے۔ یہ عظیم المرتبت کتاب‘ ابدی حقائق کا مجموعہ اور مستقل اقدار کا صحیفہ ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کے لئے مکمل راہ نمائی موجود ہے۔

انسانی تصنیف' اپنے ماحول کی پیداوار' اور ایک خاص مقصد کی ترجمان ہوتی ہے' اس لئے اس کی زندگی ہنگامی اور وقتی' اور اس کی افادیت محدود ہوتی ہے۔ لیکن آسمانی کتاب کی کیفیت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ فضا اور ماحول کے اثرات سے بلند اور زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہوتی ہے۔ نہ اس کی تعلیم کبھی پرانی اور فرسودہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی مقام پر انسان سے یہ کہتی ہے کہ میں اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ وہ ہمیشہ زمانے کی امامت کرتی ہے اور انسانی زندگی کے ہر تقاضے کا اطمینان بخش حل بتاتی ہے۔ اس میں' افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما اور ارتقاء کے اصول بھی ہوتے ہیں اور اقوام کے عروج و زوال سے متعلق قوانین بھی ——— قرآن کریم ان تمام خصوصیات کی حامل' آسمانی کتاب ہے' اور نوع انسان کے لئے آخری ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے' ہر حیثیت سے مکمل اور ہمہ گیر ہے۔

۶۔ ربِّ جلیل کی اس کتاب عظیم نے بتایا کہ انسان کی ناکامیوں اور نامرادیوں۔ تباہیوں اور

انسانی ناکامیوں کی وجہ

بربادیوں۔ خوں ریزیوں اور فساد انگیزیوں کی بنیادی وجہ وہ تصورِ حیات ہے' جو اس نے' غلط نگہی اور کج فہمی کی بنا پر' انسانی زندگی کے متعلق قائم کر رکھا ہے۔ یہ نظریہ وہ ہے جسے عصرِ حاضر کی اصطلاح میں' مادی تصورِ زندگی (MATERIALISTIC CONCEPT OF LIFE) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کی رُو سے سمجھا جاتا ہے کہ انسان' حیوانات ہی کی بڑھی ہوئی شکل ہے اور اس کی ہستی' اس کے مادی پیکر (جسم) سے وابستہ ہے' اور بس۔ اس کی زندگی' حیوانات کی طرح' طبیعی قوانین کے تابع سرگرم عمل رہتی ہے' اور انہی قوانین کے مطابق' ایک دن اس کے جسم کی مشینری بند ہو جاتی ہے۔ اس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس فرد کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا' انسان کے سامنے نہ حیوانی تقاضوں سے بلند کوئی تقاضا ہے' نہ طبیعی مقاصد کے علاوہ کوئی اور مقصد۔ عقل کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان تقاضوں کی تسکین کا سامان بہم پہنچائے اور اس کے لئے جو وسائل و ذرائع اختیار کرے' ان کے جواز کے دلائل تراشے۔ اس نظریہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کے سامنے' "جنگل کے قانون" (یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس) سے بلند کوئی اور قانون ہو نہیں سکتا ——— اور اس کا نتیجہ ظاہر ہے ——— اس سے مختلف افراد کے مفاد میں تصادم ہوتا ہے' اور جب یہی تصادم' افراد سے آگے بڑھ کر' اقوام تک پہنچتا ہے تو اس کی زلزلہ خیزیوں اور آتش فشانیوں سے انسانی دنیا کا گوشہ گوشہ ویران ہو جاتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ انسان نے اپنی تمدنی زندگی کے لئے جس قدر راستے اختیار کئے' وہ اسے' سکون و اطمینان کی جنت کے بجائے' تباہی اور بربادی کے جہنم کی طرف لے گئے' اور اس کے قصرِ حیات کی کوئی منزل بھی اپنی بنیادوں پر قائم نہ رہ سکی۔ اس لئے کہ

> انسانی ہیئتِ اجتماعیہ کا کوئی نظام جس کی بنیاد باطل اصولوں پر ہو کبھی قائم نہیں رہ سکتا' خواہ اس باطل نظام کو کیسے ہی حسنِ تدبر اور دانش اطواری سے کیوں نہ چلایا جائے۔ اس کی بنیاد

کمزوری، خارجی نظم و ضبط اور ادھر اُدھر کی جزئی مرمت سے، کبھی رفع نہیں ہوسکتی۔[1]

دوسرا تصورِ حیات

اس کے برعکس قرآنی تصورِ حیات یہ ہے کہ انسان صرف اس کے طبیعی جسم سے عبارت نہیں۔ اسے جسم کے علاوہ ایک اور شے بھی عطا ہوئی ہے جسے انسانی ذات (Human personality) کہا جاتا ہے۔ انسانی ذات نشوونما یافتہ شکل میں نہیں ملتی بلکہ مضمر اور خوابیدہ صورت میں ملتی ہے۔ اس کی مضمر صلاحیتوں کو نشوونما دے کر اس کی ممکنات کو مشہود کرتے جانا انسانی زندگی کا مقصود ہے۔ اگر انسانی ذات کی مناسب نشوونما ہوجائے تو اس سے انسانی زندگی موت کے بعد مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہوجاتی ہے۔ اسے جنتی زندگی کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کی جسمانی زندگی کی پرورش کیلئے قوانین مقرر ہیں، اسی طرح اس کی ذات کی نشوونما کے لئے بھی قوانین متعین ہیں۔ یہ قوانین وحی کے ذریعے عطا کئے گئے ہیں اور قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں۔

۷۔ انسانی ذات کی نشوونما انفرادی طور پر نہیں ہوسکتی بلکہ معاشرہ کے اندر رہتے ہوئے ہوسکتی ہے۔

انسانی معاشرہ کی تشکیل

اس لئے انسانی ذات کی نشوونما کے لئے جو قوانین قرآن کریم میں درج ہیں ان سے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے بھی راہ نمائی ملتی ہے۔ جو معاشرہ اِن قوانین کے مطابق متشکل ہوتا ہے، اس کے پیشِ نظر پوری کی پوری انسانیت کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس میں نہ افراد کے مفاد میں باہمی تصادم ہوتا ہے، نہ اقوام کے مقاصد میں تزاحم۔ اس لئے کہ انسانی ذات کی نشوونما کا بنیادی اُصول یہ ہے کہ جو شخص، جس قدر دوسروں کی نشوونما کرے گا، اسی قدر اس کی ذات کی نشوونما ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرہ میں ہر فرد کی کوشش یہ ہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ دوسروں کی منفعت کا کام کرے (تاکہ اس سے اس کی ذات کی نشوونما ہو) اُس میں مفاد کے ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ اور جب باہمی مفاد میں تصادم نہیں ہوگا تو وہ الجھنیں خود بخود ختم ہوجائیں گی جن کی وجہ سے انسانی تاریخ یفسد فی الارض ویسفك الدماء (عالمگیر فساد انگیزیوں اور خونریزیوں) کا عبرت آنگیز صحیفہ اور اس کا ہر ورق انسانی چیرہ دستیوں اور ستم کوشیوں کا بھیانک مرقع بن رہا ہے۔ ان قوانین کو جو خدا کی اس عظیم المرتبت کتاب میں منقوش ہیں، مستقل اقدار یا غیر متبدل اصولِ حیات کہا جاتا ہے۔ یہ اصول انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں اور عالمگیر انسانیت کی ابدی راہ نمائی کے لئے کافی۔ ان میں نہ کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے، نہ حک و اضافہ کی گنجائش۔ یہ ساحلِ حیات پر روشنی کے مینار کی طرح استادہ ہیں اور زندگی کی تلاطم خیزیوں اور زمانے کی طوفان انگیزیوں میں انسانی کشتی کے ناخداؤں کی منزلِ مقصود کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ عقلِ انسانی کو ان روشنی کے میناروں کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح انسانی آنکھ کو سورج کے نور کی احتیاج۔

[1] ROBERT BRIFFAULT —— The MAKING OF HUMANITY.

ان مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کے مطابق، آج سے چودہ سو سال پہلے سرزمین حجاز میں نبی اکرمؐ اور حضورؐ کے رفقائے کارؓ کے مقدس ہاتھوں قرآنی معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس معاشرہ نے جس قدر انسانیت ساز اور جنت بداماں نتائج مرتب کئے، انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

جنتی معاشرہ

دُنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون اور سلطنتیں پیدا کیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر سکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان (محمدؐ) نے صرف جیوش و عساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں ہی کو حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں (کے قلوبؔ) کو بھی جو اس زمانے کی آباد دُنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے تھے.... اس نے ایک ایسی کتاب کی اساس پر، جس کا ایک ایک لفظ قانون کی حیثیت رکھتا ہے، ایک ایسی قومیت کی بنیاد رکھی جس نے دُنیا کی مختلف نسلوں، اور زبانوں کے امتزاج سے ایک "امتِ واحدہ" پیدا کر دی — یہ لافانی امت۔ باطل کے خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور خدائے واحد کے لئے والہانہ جذب و عشق — یہ ہیں دُنیا میں اس عظیم ہستی کی یادگاریں۔ بہت بڑا مفکر۔ بلند پایہ خطیب۔ پیغامبر۔ مقنن۔ سپہ سالار۔ معتقدات کا فاتح۔ صحیح نظریۂ حیات کو علیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کا ذمہ دار۔ اس نظام کا بانی جسے باطل خدا، ذہنوں کی دنیا تک میں بار نہ پاسکیں۔ بیس دنیاوی سلطنتوں اور اس کے اوپر ایک آسمانی بادشاہت کا بانی۔

دنیاوی سلطنتوں کے اوپر یہ "آسمانی بادشاہت" انہی مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولوں کی فرمانروائی تھی جن کی حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآنی معاشرہ اپنا نظم و نسق سرانجام دیتا ہے، اور جس سے انسانیت کے ہر گوشے سے، حیاتِ نو کے چشمے اُبلتے اور اس کی کشت امید کو سیراب کرتے ہیں۔ جب تک یہ نظام قائم رہا، نوعِ انسان اس کی منفعت بخشیوں سے متمتع ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب انسانوں نے اس کا دامن چھوڑ دیا، تو حیوانی سطحِ زندگی کے تقاضے پھر غالب آ گئے اور انسانی ذات کا تصور ان کے نیچے دب گیا۔ نتیجہ یہ کہ تباہیوں اور بربادیوں کے جس عذاب میں باقی اقوام عالم مبتلا تھیں، اسی میں یہ قوم بھی ماخوذ ہو گئی، اس لئے کہ قانونِ خداوندی کی نگاہ میں نہ کوئی قوم چہیتی ہے نہ سوتیلی۔

اس کے بعد

LAMARTINE — HISTORY DE LA TURQUIE (VOL. II)

جو قوم، قرآن کی مستقل اقدار کے مطابق زندگی بسر کرے گی، خوشگواریوں اور سرفرازیوں کی جنت سے بہرہ یاب ہوگی۔ جو ان کے خلاف جائے گی، نکبت وزبوں حالی کے جہنم میں جا گرے گی۔

9- اُس دورِ ہمایوں کے بعد، قرآنی نظام دنیا میں کہیں قائم نہیں ہوا لیکن خدا کا کائناتی قانون دنیا کو بتدریج "آہستہ آہستہ" قرآنی اقدار کے قریب لا رہا ہے۔ "آہستہ آہستہ" اسلئے کہ کائناتی قانون کی رفتار بڑی سُست ہوتی ہے۔ قرآن کے الفاظ میں، اس کا ایک ایک دن ہمارے حساب وشمار سے، ہزار ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ دنیا کس طرح ان اقدار کے قریب آرہی ہے، اس کا اندازہ دو چار مثالوں سے لگایئے۔

چند مثالیں

نزولِ قرآن سے پہلے، ذہنِ انسانی کا فیصلہ یہ تھا کہ ملوکیت، عین "انسانی فطرت" کے مطابق نظامِ جہاں بانی ہے۔ قرآن کریم نے اس تصور کی تردید کی اور کہا کہ انسانوں کو اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرنے چاہئیں۔ کسی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں کہ دوسرے انسانوں سے اپنا حکم منوائے۔ قرآن نے یہ تصور دیا اور نبی اکرمؐ نے اس کے مطابق نظامِ مملکت قائم کر کے دکھا دیا۔ اُس وقت عام انسانی ذہن کے لئے یہ تصور نامانوس تھا، اس لئے اس نے اسے نہ اپنایا۔ لیکن آپ دیکھئے کہ وہی ذہن کس طرح اپنے سابقہ تصور کو چھوڑ کر قرآنی تصورِ مملکت کی طرف آرہا ہے۔

انسانی ذہن کا اُس وقت فیصلہ یہ تھا کہ غلاموں کا وجود معاشرہ کا جزو لاینفک ہے اور فطرت کی صحیح تقسیم کا نتیجہ۔ قرآن نے یہ انقلابی تصور دیا کہ تمام افرادِ انسانیہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے یکساں واجب التکریم ہیں، اس لئے کسی فرد کا دوسرے کو غلام بنا لینا، خلافِ انسانیت ہے۔ اُس وقت کے ذہن کی عام سطح نے اس تصور کو ناقابلِ قبول سمجھا لیکن اس کے بعد انسان نے خود اس تصور کے خلاف بغاوت کی اور غلامی کو انسانیت کے لئے لعنت قرار دیا۔

اُس وقت یہ تصور عام تھا کہ رنگ اور نسل کے اعتبار سے، ایک انسان کو دوسرے انسان پر فضیلت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے کہا کہ یہ محض توہم پرستی ہے۔ انسان کی قدر وقیمت اس کے جوہرِ ذاتی سے ہے، نہ کہ انتسابات نسبی کی بنا پر۔ اُس زمانے نے اس تصور کو اپنے لئے نا آشنا پایا، لیکن اب دیکھئے کہ دنیا سے یہ قدیم تصور کس طرح اُٹھتا جا رہا ہے، اور قرآنی تصور اس کی جگہ لے رہا ہے۔

اُس زمانے میں جاگیرداری۔ زمینداری۔ سرمایہ داری کا نظام عین مطابقِ فطرت سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے یہ انقلاب انگیز تصور پیش کیا کہ رزق کے سرچشموں کا مقصد نوعِ انسانی کی نشوونما ہے، اس لئے وسائلِ پیداوار تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلے رہنے چاہئیں اور معاوضہ محنت کا ہونا چاہیئے، نہ کہ سرمایہ کا۔ اُس زمانے کے انسانی ذہن نے اس عظیم انقلابی تصور کو ٹھکرا دیا۔ لیکن اب دنیا، رفتہ رفتہ، اپنے نظامِ کہن سے تنگ آکر قرآنی نظام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔

اُس زمانے میں' دنیا مختلف قبائل اور اقوام میں بٹی ہوئی تھی' اور عالمگیر انسانیت کا تصور کسی کے سامنے نہیں تھا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ نوعِ انسان ایک ہمہ گیر برادری ہے اور اس کی عملی تشکیل کا طریق یہ ہے کہ ساری دنیا کا نظامِ حکومت ایک ہو' اور یہ نظام وحی کی عطا کردہ مستقل اقدار کے مطابق قائم ہو۔ یہ بات اُس زمانے کے محدود ذہن میں سما نہ سکی' لیکن اب دیکھئے' دنیا کس طرح اقوام کی تفریق و تقسیم سے تنگ آکر' ایک عالمگیر نظام کی تلاش میں مضطرب و بیقرار ہے۔ اگرچہ اُسے اس کی بنیاد نہیں ملتی ۔۔ اس کی بنیاد صرف قرآنی اقدار سے مل سکے گی۔

اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' لیکن ہم' بغرضِ اختصار' انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ زبانِ وحی نے صدیوں پہلے بتا دیا کہ نوعِ انسان کے لئے صحیح نظامِ زندگی کونسا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی صداقت پر یقین کیا' انہوں نے اس نظام کو متشکل کر دیا' اور اسکے زندگی بخش' تعمیری نتائج نے وحی کے دعوے کو سچا ثابت کر دکھایا۔ دوسرے لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اپنے لئے تنہا عقل کی راہ نمائی کو کافی سمجھا۔ عقل نے بھی بالآخر اسی سمت کو صحیح پایا جس کی نشاندہی وحی نے کی تھی' لیکن اُسے اس نتیجہ تک پہنچنے میں ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ لگ گیا' اور اس کے لئے انسان کو جن جانکاہ مشقتوں اور جگر پاش مصیبتوں سے گزرنا پڑا' اس کی شہادت تاریخ کے رنگین اوراق دیتے ہیں۔

عقل کا تجرباتی طریق

عقل کا طریق تجرباتی ہے۔ یہ' کسی عقدہ کے حل کے لئے ایک تدبیر سوچتی ہے۔ اس پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن صدیوں کے تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدبیر غلط تھی۔ اس پر' عقلِ انسانی دوسری تدبیر سامنے لاتی ہے۔ پھر اس پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یوں پیہم ناکام تجارب کے بعد' کہیں ہزاروں سال میں عقلِ انسانی صحیح نتیجہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن انسان کو اس کی جس قدر قیمت ادا کرنی پڑتی ہے' اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کے برعکس' وحی' پہلے ہی دن' حقیقت کو بے نقاب کر کے سامنے لے آتی ہے اور اس طرح' ایک طرف انسان کا اِس قدر قیمتی وقت بچا دیتی ہے اور دوسری طرف' اسے ان تمام ہلاکتوں اور تباہیوں سے محفوظ رکھتی ہے جو عقل کے تجرباتی طریق کا لازمی نتیجہ ہیں۔ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ انسان' آخر الامر' اس نظامِ زندگی کو اختیار کرے گا جسے قرآن کریم نے پیش کیا تھا ۔۔۔ اس کے سوا اسے کوئی چارہ ہی نہیں ۔۔۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ انسان نے (الف لیلہ کی روایتی بوتل کا کارک کھول کر) تباہی اور بربادی کی جن ہیبت عفریتی قوتوں کو فضا میں منتشر کرنا شروع کر دیا ہے' اور وہ جس تیزی سے انسانی زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں' کیا اس سے اِسے اتنی مہلت ملے گی کہ یہ عقل کے تجرباتی طریق سے' قرآنی نظامِ زندگی کی پناہگاہ تک صحیح و سلامت پہنچ جائے؟ واقعات اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت' دنیائے تہذیب و تمدن کی حالت کیا ہو چکی تھی' اس کا نقشہ' ایک

مغربی مؤرخ نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے۔

> اُس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصرِ مشیّد جس کی تعمیر میں چار ہزار سال صرف ہوئے تھے، منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوعِ انسانی پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں
>
> **نزولِ قرآن کے وقت دُنیا کا نقشہ**
>
> ہر قبیلہ، دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور آئین و ضوابط کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ . . . .
>
> غرضیکہ وقت وہ آچکا تھا جبکہ ہر طرف فسادہی فساد نظر آتا تھا۔ تہذیب کا وہ بلند و بالا درخت جس کی سرسبز و شاداب شاخیں کبھی ساری دُنیا پر سایہ فگن تھیں، اور آرٹ، سائنس اور لٹریچر کے سنہری پھلوں سے لدی ہوئی تھیں، اب لڑکھڑا رہا تھا۔ عقیدت و احترام کی زندگی بخش نمی اسکے تنے سے خشک ہو چکی تھی اور وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا۔ جنگ و جدال کے طوفان نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے جو صرف پرانی رسموں کے بندھن سے یکجا کھڑے تھے اور جن کے متعلق خطرہ تھا کہ اب گرے یا اب۔

اس کے بعد یہ مؤرخ یہ سوال سامنے لاتا ہے کہ،

> کیا ان حالات میں کوئی ایسا جذباتی کلچر پیدا کیا جاسکتا تھا جو نوعِ انسان کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کر دے؟

اور خود ہی اس سوال کا جواب اِن الفاظ میں دیتا ہے کہ

> یہ اَمر مُوجبِ حیرت و استعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سرزمین سے پیدا ہوا۔ اور اُس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کی اشد ضرورت تھی۔[1]

آج دُنیا کی حالت اُس سے کہیں زیادہ نازک اور تشویش انگیز ہو چکی ہے جو زمانہ نزولِ قرآن کے وقت

قرآن اَب بھی سنبھال سکتا ہے

تھی۔ لیکن جس طرح قرآن کریم نے انسانیت کو تباہی اور بربادی کے جہنم میں گرنے سے اُس وقت بچالیا تھا، آج بھی اس میں اتنی قوت اور صلاحیت ہے کہ وہ گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھال لے، اور راستے کی پُرخطر گھاٹیوں سے بچا کر اسے صحیح و سلامت منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ اور دُنیا ایک بار پھر اس عظیم حقیقت کو بے نقاب دیکھ لے کہ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (۲/۳۸)۔ جو قوم قوانینِ خداوندی کا اتباع کرے گی، وہ خوف و حزن سے مامون رہے گی۔

---

[1] QUOTED BY IQBAL IN HIS LECTURES.

قرآن پریشاں خاطر افسردہ حال، حیران و سرگرداں، راہ گم کردہ انسانیت کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۳/۱۳۹)۔ تم تباہی و بربادی کی مہیب قوتوں سے مت خوف کھاؤ۔ تاریک مستقبل کی اندوہناکیوں اور ہلاکت سامانیوں سے مت گھبراؤ۔ جی نہ چھوڑو۔ حوصلہ نہ ہارو۔ مایوس نہ ہو۔ میں جو نظام پیش کرتا ہوں اس کی صداقت پر بھروسہ کر کے، اسے عملاً آزماؤ۔ اور پھر دیکھو کہ تم شکست و ریخت کی ان تمام قوتوں پر غلبہ پا کر، کس طرح، خاک کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچتے ہو۔ یہ نظام اس کے سوا کیا ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے، ان کے ماحصل کو وحی کی عطا کردہ اقدار کے مطابق، نوع انسان کی نشو و نما کے لئے صرف کیا جائے اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے کہ

مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (۱۳/۱۷)

دُنیا میں وہی نظام حیات باقی رہ سکتا ہے جو تمام نوع انسانی کیلئے منفعت بخش ہو۔

اِس کا عملی طریق

اس کا عملی طریق یہ ہے کہ ایک خطۂ زمین کو اس نظام کی تجربہ گاہ بنا کر، اس کے درخشندہ و تابناک، حیات بخش و انسانیت ساز نتائج کو دُنیا کے سامنے لایا جائے اور یوں مضطرب و پریشان اقوام عالم کو بتایا جائے کہ ان کے لئے امن و سلامتی کا راستہ کونسا ہے۔ ان سے کہا جائے کہ

چارہ این است کہ از عشق کشادے طلبیم
پیش او سجدہ گذاریم و مرادے طلبیم

تم نے تنہا عقل کی راہ نمائی کو آزما کر دیکھ لیا۔ اب ذرا وحی کی شمع نورانی کو دلیل راہ بنا کر دیکھو!

لیکن یہ عملی طریق وہی قوم اختیار کر سکتی ہے جو ایک طرف قرآنی نظام کو اچھی طرح سمجھے اور دوسری طرف عصر حاضر کے تقاضوں پر اس کی نگاہ ہو۔ میں گذشتہ پچیس تیس سال سے قرآن کو اسی انداز سے قوم کے سامنے پیش کرتا چلا آ رہا ہوں۔ مفہوم القرآن، جس کا تعارف آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے آئے گا، اسی جہد پیہم اور سعی مسلسل کی ایک اہم کڑی ہے جو میرے مدت العمر کے تدبر فی القرآن کا ماحصل ہے۔ مقصد اس سے اس عظیم حقیقت کا واشگاف کرنا ہے کہ قرآن کریم، نوع انسانی کے لئے کس قسم کا نظام زندگی تجویز کرتا ہے اور وہ مستقل اقدار کونسی ہیں جن کی بنیادوں پر اس فلک بوس و کہکشاں گیر نظام کی حسین و جمیل عمارت استوار ہوتی ہے۔ اور وہ کس طرح، غلط نظامہائے زندگی کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے انسان کے لئے گوشۂ عافیت اور مرکز حیات بنتی ہے۔ جب نوع انسانی کا یہ آخری ملجا و ماویٰ وجود میں آئے گا تو نوامیس فطرت اس کی طرف آنے والے انسانوں کا استقبال لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ[1] ○ (۴۱/۳۱) کی نشاط آور بشارتوں سے کرینگے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ[2] ○ (۳۶/۵۸) کی نوید جاں فزا و نشید دل نواز ان کے لئے فردوس گوش

---

[1] اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جسے تمہارا جی چاہے اور جس کی تم آرزو کرو۔ [2] خدائے رحیم کی طرف سے امن و سلامتی کی نوید جاں فزا۔

بنے گی۔ اور ندائے جمال 'جنت سے نکلے ہوئے آدم سے' بکمال شفقت و محبت کہے گی کہ

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؀ (۷۲/۴۳)

یہ ہے وہ جنت جس کے تم اپنے اعمال کی بدولت وارث بنائے گئے ہو۔

(اب تمہیں اس سے کوئی نہیں نکال سکے گا۔)

اور 'کامیاب و شادکام 'انسان' ہزار مسکراہٹوں سے 'آسمان کی طرف دیکھ کر کہے گا کہ

دیدۂ آغازم ——— انجامم نگر۔

قرآن عظیم یہ کچھ کر کے دکھا سکتا ہے۔

گر زمینی! آسماں سازد ترا	آنچہ حق می خواہد آں سازد ترا
خستہ باشی؛ استوارت می کند	پختہ مثلِ کوہسارت می کند
صیقلش آئینہ سازد سنگ را	از دلِ آہن رباید زنگ را
نوعِ انساں را پیامِ آخریں	حاملِ اُو رحمۃٌ للعالمینؐ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (۹/۱۷)[1]

۲۵۔ بی ——— گلبرگ
لاہور

پرویز
جولائی ۱۹۶۱ء

---

[1] یقیناً یہ قرآن 'سفرِ زندگی میں' اُس راہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی' ہموار اور محکم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

چوں مسلماناں اگر داری جگر — در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست — عصرہا پیچیدہ در آناتِ اوست

خدائے جلیل کی کتاب عظیم کا مختصر سا تعارف' سابقہ صفحات میں کرایا جا چکا ہے۔ وہیں یہ حقیقت بھی سامنے آچکی ہے کہ انسانی زندگی کے معاملات' تنہا عقل کی رُو سے حل نہیں ہو سکتے۔ اِن کا حل اسی صورت میں مِل سکتا ہے جب عقل' وحیِ خداوندی کی روشنی میں کام کرے۔ یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں' قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے' اور تمام نوعِ انسان کے لئے' ہمیشہ کیلئے' ضابطۂ ہدایت ہے۔ یہ کتاب عظیم' ہر فرد اور ہر قوم کو' ہر زمانے میں' زندگی کے دوراہے پر بتاتی ہے کہ صحیح راستہ کونسا ہے اور غلط کونسا۔ انسانیت کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے' نہ اِس کتاب کی راہ نمائی سے مفر ہو سکتا ہے' نہ ہی اس کا کوئی بدل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقائق و معارف کے اِس بے بہا خزینہ اور رشد و ہدایت کے اس بے مثال گنجینہ سے' عصرِ حاضر میں کس طرح راہ نمائی حاصل کی جائے۔

قرآن فہمی کی اہمیت

۲- یوں تو دُنیا کی ہر کتاب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اُسے سمجھا نہ جائے اس سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا' لیکن جس کتاب کی پوزیشن یہ ہو کہ انسان کو' زندگی کے ہر معاملہ میں' اُس سے راہ نمائی حاصل کرنی ہے' اُسے کما حقہٗ سمجھنے کی اہمیت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ کتاب، زندگی کے مسائل کے لئے عملی اُصول (فارمولے) دیتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عملی اُصول (فارمولا) اُسی صورت میں صحیح نتیجہ پیدا کر سکتا ہے، جب اس کے ہر جزو، مختلف اجزا کی ترتیب اور اس کے مجموعی طریقِ عمل کا صحیح صحیح علم ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک عنصر کے سمجھنے میں بھی غلطی ہو جائے، تو وہ اُصول کبھی صحیح نتائج مُرتب نہیں کرے گا اور انسان کی ساری محنت رائگاں جائیگی۔ اِس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کی صداقت پر ایمان رکھتے اور اسے ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں، اُن کے لئے، اِس کتاب کا صحیح طور پر سمجھنا کس قدر ضروری ہے۔ اُن کی تو زندگی، اور زندگی کی کامیابیوں کا دارومدار ہی اِس پر ہے۔

۳۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایک عرصہ تک اِس کتاب عظیم کی یہ حیثیت، اور اس کے سمجھنے کی اہمیت، ہماری نگاہوں سے اوجھل رہی (اور اس کا خمیازہ بھی ہم نے بھگتا۔ اور ابھی تک بھگت رہے ہیں)۔ اسے ایک "مقدس صحیفہ" سمجھا جاتا رہا، جس کا مطلب یہ تھا کہ اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر، اونچے طاق پر رکھا جائے، تاکہ اُس کی جانب پُشت ہو جانے سے اس کی بے ادبی نہ ہو۔ یا، اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے، اس کی قسم کھائی جائے۔ اور اگر اسے پڑھا جائے تو محض بغرضِ "ثواب" ——— خواہ وہ ثواب اپنے لئے ہو یا مُردوں کو بخشنے کے لئے۔ لیکن مقامِ مسرت ہے کہ اب، رفتہ رفتہ، اس بلند و بالا کتاب کا صحیح مقام سامنے آرہا ہے، اور اسے سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت نمایاں ہو رہی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا رجحان اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کے حقائق کو بے نقاب دیکھنے کی تڑپ ان کے دل میں پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن اسے شکایت ہے کہ مروجہ ترجموں سے قرآن کریم سمجھ میں نہیں آتا، اور تفاسیر کا یہ عالم ہے کہ کثرتِ تعبیر سے، خواب پریشاں سے پریشاں تر ہو جاتا ہے۔ اِس سے نوجوان گھبرا اُٹھتا ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔

نوجوان طبقہ کی مُشکلات

اِس کے شوق کا یہ عالم ہے کہ وہ بار بار قرآن کریم کی تلاوت شروع کرتا ہے، لیکن اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ ذوق اور عقیدت کی بنا پر، پہلے پارہ کے رُبع یا نصف تک بمشکل پہنچتا ہے، اور اس کے بعد اسے مجبوراً بند کر دیتا ہے۔

۴۔ میں قرآن کریم کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں جس نے اپنی عمر اس کے سمجھنے اور سمجھانے میں صرف کی ہے۔ قرآنی فکر کو دوسروں تک پہنچانے کے سلسلہ میں میرا اوّلین مخاطب طبقہ، قوم کا یہی نوجوان، تعلیم یافتہ گروہ رہا ہے (اور اب تک ہے)۔ میں نے نوجوانوں کی نفسیات کا مطالعہ کیا ہے۔ اِن کے دِل کی گہرائیوں میں اُتر کر، اِن کے جذبات و احساسات، اور رجحانات و میلانات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اِن کے ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات پر بنظرِ تعمق غور کیا ہے اور اُن اسباب و علل کی تحقیق کی ہے جن کی وجہ سے یہ، اکثر، "مذہب" سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ میں ہزارہا نوجوانوں سے ملا ہوں جن کے سینے میں، عدمِ یقین اور تذبذب کی آتشِ خاموش

سلگ رہی تھی لیکن ہنوز بھڑکی نہیں تھی۔ اوران ژولیدہ مو' آشفتہ مغز' بیباک سرپھروں سے بھی' جن کی یہ آگ 'شعلہ بن کر اٹھی' اور جوالہ مکھی کی طرح پھٹ پڑی تھی' اور جنہیں مذہب' اور اس کی طرف منسوب کردہ ہر شے سے بیزاری ہی نہیں بلکہ چڑسی ہو گئی تھی۔ میں نے 'نہ کبھی اوّل الذکر گروہ کے تذبذب اور ڈھلمل یقینی کو "لاحول" پڑھ کر ٹھکرایا' اور نہ ہی ثانی الذکر کے سرکش جذبات کو ماتھے کی شکنوں سے دھتکارا۔ میں نے ان کے لئے 'ہمیشہ' اپنے سینے کو کھلا رکھا اور انہیں سمجھنے اور قریب لانے کی کوشش کی۔ اس کے لئے میں نے 'قرآن کریم کے ابدی حقائق کو' اپنے دور کی علمی سطح کے مطابق' عقل و بصیرت کی روشنی میں ان کے سامنے پیش کیا' اور ان کے شکوک و شبہات کی خلشوں کو' دلائل و براہین سے دُور کرنے کی کوشش کی۔ اِس کا نتیجہ بالعموم یہ نکلا' کہ جو مذہب کو گالیاں دیتے ہوئے آتے وہ دینِ خداوندی کے گرویدہ بن کر جاتے۔ میں' اس طرح' آہستہ آہستہ' اِس طبقہ کو قرآن کریم تک لے آتا' اور اُس کے بعد اِن سے کہتا کہ وہ اسے خود سمجھنے کی کوشش کریں ——— وہ اِس کے لئے کوشش کرتے' اور نہایت نیک نیتی سے ایسا کرتے' لیکن (جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں)' ہار تھک کر پکار اٹھتے' کہ مروّجہ ترجموں سے قرآن کریم ان کی سمجھ میں نہیں آتا!

میں نے جب ان کی مشکلات پر غور کیا تو ان کی شکایت کو دُرست پایا۔ وہ ایسا کہنے میں حق بجانب تھے کہ قرآن کریم مروّجہ تراجم سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اِن میں سے جنہوں نے' تراجم سے آگے بڑھ کر' کسی تفسیر کو دیکھا تھا' ان کا کہنا یہ تھا کہ اس سے' قرآن کریم کا سمجھ میں آنا تو ایک طرف' انسان کے ذہن میں مزید الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ اجمال تھوڑی سی تفصیل چاہتا ہے۔

روایات کی رُو سے تفسیر

۵۔ کہا یہ جاتا ہے کہ قرآن کریم نبی اکرمؐ پر نازل ہوا اور حضورؐ نے اسے صحابہؓ کی جماعت کو سمجھایا۔ ظاہر ہے کہ اس آسمان کے نیچے اِس ذات اقدس و اعظمؐ سے بہتر نہ تو کوئی قرآن کو سمجھانے والا ہو سکتا ہے' اور نہ قدسیوںؓ کی اس جماعت سے بہتر سمجھنے والا ——— اِس لئے ہمیں قرآن فہمی کے سلسلہ میں کسی اور طرف رُخ کرنے کی ضرورت ہی نہیں"۔ یہ بالکل بجا اور درست ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ نے سمجھایا تھا وہ اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں ہم تک نہیں پہنچا۔ اِس کا واضح اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم کی جس تفسیر کو نبی اکرمؐ کی ذات گرامی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' وہ زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ وہ حضورؐ کی حقیقی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً' صحیح بخاری کو احادیث نبویؐ کا مستند ترین مجموعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اِس میں ایک حصّہ کِتَابُ التَّفْسِیْر کا ہے۔ یعنی اس میں قرآنی آیات کی وہ تفسیر درج کی گئی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ نے بیان فرمائی تھی یہ تفسیر کس قسم کی ہے' اِس کے لئے آپ سورۂ بقرہ کی اُس آیت کو لیجئے جو اُس میں سب سے پہلے درج ہے۔ یعنی' وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

كُلَّهَا (آیہ)۔ "آدم کو خدا نے تمام چیزوں کے نام بتا دیئے"۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ رسولِ خداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سب مسلمان جمع ہو کر مشورہ کریں گے کہ آج ہم کسی کو اپنا شفیع بنائیں۔ اور آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ سب کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ نے ملائکہ سے سجدہ کرایا ہے اور آپ کو تمام نام سکھائے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کریں تاکہ ہم آج اس جگہ کی تکلیف سے راحت پائیں۔ وہ کہیں گے کہ آج میں اس قابل نہیں۔ اور اپنا گناہ یاد کریں گے (خلاف حکم درخت کا پھل کھا لیا تھا) اور اللہ سے شرمائیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ ان کو اللہ نے سب سے پہلا نبی بنا کر زمین پر بھیجا تھا۔ سب آدمی ان کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے کہ آج میں اس قابل نہیں اور اپنا گناہ یاد کر کے شرمائیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ سب ان کے پاس آئیں گے۔ یہ بھی ایسا ہی کہیں گے اور کہیں گے کہ تم موسٰےؑ کے پاس جاؤ۔ اللہ نے ان سے باتیں کی ہیں اور توریت عطا فرمائی ہے۔ وہ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں آج کے دن تمہارا شفیع نہیں ہو سکتا' اور اپنا گناہ یاد کر کے اللہ سے شرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم عیسٰےؑ کے پاس جاؤ۔ وہ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ جب ان کے پاس آئیں گے یہ بھی ایسا ہی کہدیں گے اور کہیں گے کہ تم محمدؐ کے پاس جاؤ جن کے اللہ نے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔ وہ اس وقت میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کو اللہ کے پاس بخشوانے لے جاؤں گا اور اللہ کے حضور (داخلہ کی) اجازت طلب کروں گا تو مجھ کو (آنے کی) اجازت ملے گی۔ تو جس وقت میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا اور اللہ جو بات میرے دل میں ڈالے گا وہ کہوں گا۔ پھر اللہ کی طرف سے کہا جائے گا (اے محمدؐ) سر کو اُٹھا اور سوال کر تاکہ عطا کیا جائے۔ اور کہہ تیرا کہنا سنا جائے گا اور تیری شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ اس وقت میں سر اٹھاؤں گا اور جیسے اللہ نے مجھے تعلیم دی تھی ویسے ہی اس کی تعریف بجا لاؤں گا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ اس وقت ایک گروہ بخشا جائے گا (یعنی مہاجرین و انصار اور بڑے بڑے نیک بندے۔ اولیاء، شہداء) اور ان کو جنت میں بھجوا دوں گا۔ پھر اللہ کی طرف آؤں گا اور دیکھ کر سجدے میں جاؤں گا اور شفاعت کروں گا۔ اس مرتبہ بھی ایک گروہ بخشا جائے گا۔ اسی طرح تیسری دفعہ۔ پھر چوتھی دفعہ ایسے ہی شفاعت کروں گا۔ پھر اللہ سے کہوں گا کہ کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جن کو قرآن نے روکا ہے اور ان پر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے کا حکم ہے۔ ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں' جن کے بارے میں

یہ آیت (خَالِدِیْنَ فِیْهَا) ہے۔
(ترجمہ مرزا حیرت دھلوی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۱۹)۔

ظاہر ہے کہ یہ روایت وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تشریح نہیں کرتی۔ اور اس کا مضمون بتا رہا ہے کہ نبی اکرمؐ کی بیان فرمودہ تفسیر کا صحیح ریکارڈ نہیں ہو سکتی۔

ایک اور آیت لیجئے۔ سورۂ مائدہ میں ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ... (۵/۸۷)۔ "اے ایمان والو! جس کو اللہ نے تمہارے لئے حلال اور پاک کر دیا ہے اس کو تم حرام مت بناؤ"۔ اس کی تفسیر میں صحیح بخاری میں حسب ذیل روایت مذکور ہے۔

> عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ہم رسولؐ خدا کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (اور عورتوں سے جدائی کی برداشت نہ ہوتی تھی بوجہ حرارت اور قوت کے) تو ہم نے عرض کیا۔ آیا ہم خصّی ہو جائیں۔ آپ نے منع فرمایا، اور پھر اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے، جس میں وہ عورت راضی ہو نکاح کر لو (تاکہ اس فعل یعنی خصّی ہونے سے بچو اور نگاہ بد کسی پر نہ پڑے)۔ پھر یہ آیت پڑھی (ایضاً صفحہ ۴۶۰)

آیت کا مطلب صاف تھا، لیکن اس تفسیر نے ذہن میں جو اُلجھاؤ پیدا کر دیا وہ ظاہر ہے۔ (اس سے چند دنوں کے لئے عارضی نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے)۔ لہذا، یہ تفسیر نبی اکرمؐ کی نہیں ہو سکتی۔

میں ان دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ تفصیل میں جانا چاہتے ہوں تو صحیح بخاری (یا صحاح ستہ میں سے کسی اور کتاب) میں تفسیری روایات ملاحظہ فرمالیں۔ بات واضح ہو جائے گی کہ ان روایات کی رُو سے، جنہیں نبی اکرمؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور جن کا مضمون بتاتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ کے ارشادات گرامی نہیں ہو سکتے، قرآن کریم سمجھ میں نہیں آسکتا۔

تفسیر ابنِ کثیر

۶۔ کتب احادیث کے بعد، ہمارے سامنے کتب تفاسیر آتی ہیں۔ ان میں اس تفسیر کو معتبر ترین سمجھا جاتا ہے جس کی تائید میں کوئی حدیث یا صحابہؓ میں سے کسی کا قول درج ہو۔ ان تفاسیر میں، تفسیر ابن کثیر بڑی قابل اعتماد سمجھی جاتی ہے۔ اس میں آیت (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

> فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے۔ یعنی ان کی تمام اولاد کے، سب جانوروں کے، زمین آسمان، پہاڑ، تری، خشکی، گھوڑے، گدھے، برتن بھانڈے، چرند پرند فرشتے تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے نام...... صحیح قول یہی ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے۔ ذاتی نام بھی اور صفاتی نام بھی۔ اور کاموں کے نام بھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ گوز کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ (ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی۔ پارہ اول، صفحہ ۲۲)

(اس کے بعد صحیح بخاری کی وہ روایت مذکورہ ہے جسے اوپر درج کیا جا چکا ہے۔)۔

ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ

۷۔ کتب احادیث و تفاسیر کے بعد تراجم کی طرف آئیے۔ اردو کے موجودہ تراجم میں شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ مستند ترین سمجھا جاتا ہے۔ اس ترجمہ کا انداز اس قسم کا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ○ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ (۲/۱۷-۱۹)

مثال ان کی جیسے مثال اس شخص کی جلا دے آگ۔ پس جب روشن کیا جو کچھ گرد اس کے تھا لے گیا اللہ روشنی ان کی اور چھوڑ دیا ان کو بیچ اندھیروں کے نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں پھر آتے۔ یا مانند مینہ کے آسمان سے بیچ اس کے اندھیرے ہیں اور گرج ہے اور بجلی۔ کرتے ہیں انگلیاں اپنی بیچ کانوں اپنے کے، کڑک سے ڈر موت کے سے۔ اور اللہ گھیرنے والا ہے کافروں کو۔

اس ترجمہ پر تنقید مقصود نہیں، لیکن یہ تو واضح ہے کہ جب ایک تعلیم یافتہ نوجوان اس کی شکایت کرے کہ اس ترجمہ سے قرآن کا مفہوم اس کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کی یہ بات ایسی نہیں جس پر اُسے جھڑک دیا جائے۔ اس پر توجہ دینا ضروری ہے۔

ترجمہ مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ، خواہ وہ دُنیا کی کسی زبان میں بھی کیوں نہ ہو، قرآنی مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا ——— حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے الفاظ کی جگہ، خود عربی زبان کے دوسرے الفاظ رکھ دیئے جائیں، تو بھی بات کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔ قرآن کریم کا انداز اور اسلوب بالکل نرالا ہے۔ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ الفاظ تو اس کے عربی زبان ہی کے ہیں، لیکن ان میں جامعیت اس قدر ہے کہ نہ ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ترتیب میں رَدّ و بدل کرنے سے، وہ بات باقی رہ سکتی ہے۔ اسی لئے، قرآن کریم کے ترجمہ میں اس کا پورا پورا مفہوم آ نہیں سکتا۔ اس بات

امام ابن قتیبہ کی رائے

میں، امام ابن قتیبہؒ (متوفی ۲۷۶ھ) ،کتاب القرطین میں عربوں کے مختلف اسالیب بیان کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

ہیں:-

قرآن کریم کا نزول' ان تمام اسالیب کلام کے مطابق ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ترجمہ کرنے والا' قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں (کما حقہٗ) نہیں کر سکتا' جیسا کہ ترجمہ کرنے والوں نے' انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے' حبشی یا رُومی زبان میں کر لیا تھا' ایسے ہی زبور اور تورات کے تراجم اور باقی کتب الٰہیہ کے تراجم عربی زبان میں کر لئے گئے تھے۔ کیونکہ عجمی زبانوں میں مجاز کی وہ وسعت نہیں جو عربی زبان میں ہے[1]۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ اگر آپ قرآن کریم کی اس آیت کا ترجمہ کرنا چاہیں —

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (۸/۵۸)

تو آپ قیامت تک ایسے الفاظ مہیا نہیں کر سکتے جو ان معنوں کو ادا کر دیں جو اس آیت میں ودیعت ہیں' بجز اس کے کہ آپ اس نظم و ترتیب کو توڑ کر الگ الگ چیزوں کو ملائیں اور جو چیزیں اس میں ودیعت کی گئی تھیں' انہیں اس طرح ظاہر کر دیں' اور یوں کہیں کہ "اگر تمہارے درمیان اور کسی قوم کے درمیان صلح اور معاہدہ ہو' اور تمہیں ان سے خیانت اور نقضِ عہد کا اندیشہ ہو' تو پہلے انہیں بتا دو کہ جو شرائط تم نے ان کے لئے منظور کی تھیں' تم نے انہیں توڑ دیا ہے' اور اس کے ساتھ ہی ان کے خلاف اعلانِ جنگ بھی کر دو تاکہ تم اور وہ دونوں نقضِ عہد کو جان لینے میں برابر سرابر ہو جاؤ۔"

ایسے ہی قرآن کریم کی ایک دوسری آیت ہے۔

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا (۱۸/۱۱)

اگر آپ چاہیں کہ اس مضمون کو کسی دوسری زبان کے الفاظ میں منتقل کر دیں تو اس سے وہ مضمون قطعاً نہیں سمجھا جا سکے گا جو ان الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہم نے انہیں چند سال تک سُلائے رکھا" تو اب بھی آپ نے مضمون کا ترجمہ تو کر دیا' مگر الفاظ کا ترجمہ نہیں کر سکے۔

ایسے ہی قرآن کریم کی تیسری آیت ہے

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (۲۵/۷۳)

---

[1] اس میں شبہ نہیں کہ عجمی زبانوں میں' عربی زبان کی سی وسعت نہیں' لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ' عربی زبان کے علاوہ' اس میں قرآن کریم کے خاص اسلوب کو بنیادی دخل ہے۔ اور یہ خصوصیت ہر آسمانی کتاب کی ہوتی ہے۔ وحی کا انداز ہی نرالا ہوتا ہے خواہ اس کی زبان کوئی بھی ہو۔ آج ہمارے سامنے' قرآن کریم کے علاوہ' کوئی اور آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں' ورنہ ہم دیکھتے کہ وحی کی زبان کا ترجمہ (کما حقہ) ہو نہیں سکتا' خواہ وہ کوئی آسمانی کتاب ہو۔ انجیل اور تورات کے جو تراجم ہمارے سامنے ہیں' اوّل تو وہ اصل کتابوں کے براہ راست تراجم نہیں۔ اور اگر (بفرضِ محال) یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ اصل کتابوں کے تراجم ہیں' تو کون کہہ سکتا ہے کہ اصل کیا تھا اور وہ ترجمہ میں آکر کیا ہو گیا؟

اگر آپ اس آیت کا ترجمہ' اس کے الفاظ کے مطابق کریں گے تو وہ ایک مغلق بات بن جائیگی۔
اور اگر آپ یوں کہیں گے کہ "وہ لوگ اس سے تغافل نہیں برتتے" تو اس سے آپ نے مضمون
کو دوسرے الفاظ میں ادا کر دیا ہے۔ ترجمہ نہیں کیا۔ (قرطین جلد دوم۔ صفحہ ۱۶۳)۔

ایک مستشرق کی رائے

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ غیروں میں سے بھی جس نے قرآن کریم کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا ہے' وہ اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ (کما حقہ') کسی زبان میں نہیں ہوسکتا۔ مشہور مستشرق گب (H.A.R. GIBB)' اپنی کتاب (Modern Trends in Islam --1945 ed.) میں لکھتا ہے۔

> حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا ــــــ جس طرح کسی بلند شاعری کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ وحی کی زبان ہی مختلف ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن کریم کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر دو تو اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اس کے' عربی زبان کے 'ترشے ہوئے نگینوں کے گوشوں کو جامع طور پر سامنے لانے کے بجائے' مترجم اپنے وضع کردہ ایسے الفاظ استعمال کریگا جو اصلی الفاظ کی وسعت اور جامعیت کو مقید کردیں گے۔ ایسی آیات میں' جن میں عام واقعات یا قوانین و احکام مذکور ہوں' ترجمہ کا یہ نقص شاید زیادہ نقصان رساں نہ ہو' لیکن' بایں ہمہ' جو مدوجزر' جو نشیب و فراز' جو بلندیاں اور گہرائیاں' جو لطافتیں اور باریکیاں' اور اس کے ساتھ جو جوش و خروش' اصل کتاب میں جلوہ فرما ہے' وہ ترجمہ میں کیا آسکے گا! ذرا اس صاف اور سیدھی سی آیت کو لیجئے۔
>
> اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝ (۵۰/۴۳)
>
> اور انگریزی ہی نہیں' دنیا کی کسی زبان میں اس کا ترجمہ کرکے دکھائیے۔ اس کے چھ الفاظ میں' جو پانچ مرتبہ "ہم" (WE) کی تکرار ہے' اسے کونسی زبان ادا کر سکے گی؟
>
> (صفحہ ۴ ترجمہ رواں)

اس مشکل کا حل

۹۔　میں قرآن کریم کے ترجمہ کی ان مشکلات پر ایک مدت تک غور کرتا رہا' اور اس کے بعد' اس نتیجہ پر پہنچا کہ کرنے کا کام یہ ہے کہ

(i) عربی زبان کی مستند کتب لغت و تفاسیر کی مدد سے' قرآن کریم کے تمام الفاظ کے معانی' پوری وسعت اور جامعیت کے ساتھ متعین کئے جائیں' اور اس کے لئے جہاں تک پیچھے جاسکتے ہوں' جائیں' تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ نزولِ قرآن یا اس سے قریب تر زمانہ میں ان الفاظ سے' بالعموم کیا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(ii) پھر یہ دیکھا جائے کہ قرآن کریم نے ان الفاظ کو کن کن معانی میں استعمال کیا ہے۔ اسکا انداز یہ ہے کہ وہ ایک بات کو مختلف مقامات پر بیان کرتا ہے' اور ان تمام مقامات کو بیک وقت سامنے لانے سے ان الفاظ کا مفہوم نمایاں طور پر سامنے آجاتا ہے۔ یہ کام میرے لئے آسان تھا' اس لئے کہ میں اس سے پہلے سالہا سال کی محنت سے قرآن کریم کی تبویب (CLASSIFICATION) کا کام مکمل کر چکا تھا۔

(iii) علاوہ ازیں جن الفاظ کو قرآن کریم نے بطور اصطلاحات استعمال کیا ہے' ان کا مفہوم بھی قرآن کریم سے متعین کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ان جامع اصطلاحات سے' اپنی تعلیم کے کس قسم کے تصورات (concepts) پیش کرتا ہے۔ یہ نکتہ بڑا اہم ہے۔ اسے ذرا آگے چل کر تفصیلاً بیان کیا جائیگا۔

لغات القرآن اس پروگرام کے مطابق میں نے قرآنی مفردات کے معانی متعین کرنے کے لئے تحقیق شروع کی' اور مدتِ دراز کی مسلسل محنت کے بعد' ایک ایسا جامع لغت مرتب کیا جس میں ہر لفظ کا مفہوم' نہایت وضاحت سے سامنے آجاتا ہے۔ بعض مقامات پر ایک لفظ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے' دس دس' بارہ بارہ' صفحات درکار ہوئے ہیں۔ یہ لغت قریب ساڑھے اٹھارہ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

اِس کے بعد اگلا مرحلہ سامنے آیا۔ یعنی قرآنی الفاظ کے جو معانی اِس طرح متعین کئے

مفہوم القرآن گئے ہیں' ان کی رُو سے' آیاتِ قرآنی کا مفہوم متعین کیا جائے اور اس طرح (اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاس تک) پورے قرآن کریم کا (مسلسل) مفہوم سامنے آجائے۔ کافی غور و خوض کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کے لئے وہی انداز اختیار کیا جائے جس کی طرف امام ابن قتیبہؒ نے اشارہ کیا ہے۔ یعنی قرآنی آیات کا ترجمہ نہ کیا جائے (کیونکہ ترجمہ سے بات واضح نہیں ہوسکتی)۔ بلکہ ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے خواہ یہ کتنی ہی جگہ کیوں نہ گھیر لے۔ چنانچہ میں نے اس کام کو بھی ہاتھ میں لے لیا' اور اپنی استعداد اور بصیرت کے مطابق' جو کچھ کرسکا' وہ "مفہوم القرآن" کی شکل میں احباب کے سامنے ہے۔

قرآنی اصطلاحات

۹۔ جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے' قرآن فہمی کے سلسلہ میں' سب سے اہم سوال' قرآنی اصطلاحات کے صحیح مفہوم کی تعیین ہے۔ کوئی فن یا موضوع ہو' اس میں اصطلاحات کی حیثیت بنیادی اور کلیدی ہوتی ہے' اور جب تک ان اصطلاحات کا صحیح تصور سامنے نہ آئے' متعلقہ موضوع یا فن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اصطلاحات کے الفاظ تو اسی زبان کے ہوتے ہیں جس میں باقی کتاب لکھی گئی ہو' لیکن ان کا مفہوم بڑا جامع اور مخصوص ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو الفاظ' اصطلاحات کے لئے استعمال کئے جائیں' اُن کے معانی کا اصطلاحات کے معانی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' ایسا نہیں ہے۔ اصطلاحات کے معانی کی بنیاد' ان الفاظ کے معانی ہی پر رکھی جاتی ہے' البتہ ان کے مفہوم میں وسعت

پیدا ہوجاتی ہے' قرآن کریم نے بھی اپنی اصطلاحات اسی طرح وضع کی ہیں' اور ان کے معانی کی خود ہی وضاحت کردی ہے۔ ان معانی کے سمجھنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے ان الفاظ کے بنیادی معانی کو سمجھا جائے جن سے وہ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کے ان تمام مقامات کو سامنے لایا جائے جن میں وہ اصطلاحات آئی ہیں۔ ایسا کرنے سے ان کے معانی واضح طور پر سامنے آجائیں گے۔ میں نے لغات القرآن میں' ان اصطلاحات کے معانی اسی طرح متعین اور بیان کئے ہیں' اور وہی معانی اب مفہوم القرآن میں پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً

صَلٰوۃ قرآن کریم کی ایک خاص اصطلاح "اقامتِ صلوٰۃ" ہے جس کے عام معنی نماز قائم کرنا یا نماز پڑھنا کئے جاتے ہیں۔ لفظ صلوٰۃ کا مادہ (ص-ل-و) ہے' جس کے بنیادی معنی کسی کے پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ اس لئے صلوٰۃ میں' قوانینِ خداوندی کے اتباع کا مفہوم شامل ہوگا۔ بنابریں' اقامتِ صلوٰۃ سے مفہوم ہوگا ایسے نظام یا معاشرہ کا قیام جس میں قوانین خداوندی کا اتباع کیا جائے۔ یہ اس اصطلاح کا وسیع اور جامع مفہوم ہے۔ نماز کے اجتماعات میں' قوانین خداوندی کے اتباع کا تصور محسوس اور مجسمی ہوئی شکل میں سامنے آجاتا ہے' اس لئے قرآن کریم نے اس اصطلاح کو ان اجتماعات کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ قرآنی آیات پر تھوڑا سا تدبر کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ کس مقام پر اقامتِ صلوٰۃ سے مُراد اجتماعاتِ نماز ہیں اور کس مقام پر قرآنی نظام یا معاشرہ کا قیام۔ مفہوم القرآن میں یہ معانی' اپنے اپنے مقام پر واضح کردیئے گئے ہیں۔

زکوٰۃ اسی طرح' مثلاً زکوٰۃ کی اصطلاح ہے۔ اس لفظ کا مادہ (ز-ک-و) ہے۔ جس کے بنیادی معنی' بڑھنا۔ پھولنا۔ پھلنا۔ نشو ونما پانا ہیں۔ قرآن کریم نے اسلامی نظام یا مملکت کا فریضہ ایتائے زکوٰۃ بتایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام قائم اس لئے کیا جاتا ہے کہ نوعِ انسان کو سامانِ نشو ونما فراہم کیا جائے۔ زکوٰۃ کا مروجہ مفہوم یہ ہے کہ اپنی دولت میں سے ایک خاص شرح کے مطابق روپیہ نکال کر' خیرات کے کاموں میں صرف کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس میں بھی زکوٰۃ کے قرآنی مفہوم کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اسے' ان خاص معانی میں استعمال نہیں کیا۔ اس لئے اس اصطلاح کو انہی معانی کے لئے مخصوص کردینا قرآنی مفہوم کی وسعت اور ہمہ گیری کو مقید کردینا ہوگا۔

دیگر اصطلاحات یہی صورت قرآن کریم کی دیگر اصطلاحات کی ہے ——— مثلاً کتاب۔ حکمت۔ ملائکہ۔ دین۔ دُنیا۔ آخرت۔ قیامت۔ ساعت۔ جنّت۔ جہنّم۔ ایمان۔ کفر۔ نفاق۔ فسق۔ اثم۔ عدوان۔ تقویٰ۔ عبادت۔ وغیرہ۔ مروجہ تراجم میں ان اصطلاحات کے صرف وہی معنی دیئے گئے ہیں جو ہمارے ہاں متداول ہیں۔ لیکن مفہوم القرآن میں ان کے وہ وسیع اور ہمہ گیر معانی دیئے گئے ہیں جو مذکورہ بالا طریق سے متعین کئے گئے ہیں۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ ان اصطلاحات کے مروجہ مقید مفہوم سے قرآنی تعلیم کس طرح

سمٹ جاتی ہے' اور ان کے قرآنی مفہوم سے اس کی وسعتیں کس طرح حدود فراموش ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی کتاب کو' جو زمان و مکان کے حدود سے ماوراء' اور تمام نوع انسان کے لئے' ہمیشہ کے لئے' ضابطہ ہدایت ہو' ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔

مروجہ مفہوم سے اختلاف؟

اس نکتہ کی وضاحت کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی ہے کہ (میرا تجربہ بتاتا ہے کہ) یہی وہ مقامات ہیں جہاں اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں نے قرآن کریم کو بالکل نئے معنی پہنا دیئے ہیں۔ بعض حضرات تو جوش مخالفت میں یہاں تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے "دین میں تحریف" قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے دلیل یہ دیتے ہیں کہ میں نے ان مقامات میں مروجہ مفہوم سے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے' یہ مروجہ مفہوم سے اختلاف نہیں' بلکہ مروجہ مفہوم کی محدودیت کو قرآن کی وسعت سے ہمکنار کر دینا ہے۔ ان مقامات میں دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو مفہوم میں نے پیش کیا ہے' وہ ان الفاظ کے بنیادی معانی اور قرآن کریم کی کلی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ اس کے لئے لغات القرآن کے متعلقہ مقامات کا مطالعہ ضروری ہوگا' جہاں سے آپ کو میرے پیش کردہ مفہوم کی تشریح' دلیل اور سند مل سکے گی (مروجہ تراجم سے اختلاف کا ذکر ذرا آگے چل کر کیا جائیگا)۔

مذہب اور دین

(۱۰) قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے "مذہب" اور "دین" کے بنیادی فرق کا سامنے رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلام' دین ہے — مذہب نہیں۔ مذہب سے مفہوم یہ ہے کہ انسان، خدا کے ساتھ اپنا پرائیویٹ رشتہ جوڑے۔ اپنی نجات کی فکر کرے۔ اس کے لئے خدا کی "پرستش" کرتا رہے۔ باقی رہے دنیاوی امور اور اجتماعی مسائل حیات' سو انہیں اپنی صوابدید کے مطابق خود حل کرے۔ مذہب کا ان سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس کے برعکس' دین سے مقصود یہ ہے کہ

(۱) خارجی کائنات اور انسانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اٹل قوانین مقرر کئے ہیں۔ ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کاروان انسانیت اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

(۲) خارجی کائنات کے قوانین، علوم سائنس کی رو سے معلوم کئے جا سکتے ہیں' لیکن انسانی دنیا سے متعلق قوانین' وحی کی رو سے عطا ہوئے ہیں جو اب اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں۔

(۳) ان قوانین کا پورا پورا اتباع' انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر' ایک نظام اور معاشرہ کے اندر ہو سکتا ہے۔ اسی کا نام نظام خداوندی یا قرآنی معاشرہ (مملکت) ہے۔ جو معاشرہ' اپنا تمام کاروبار قرآن کریم کے غیر متبدل اصول و احکام کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے سر انجام دے گا' وہ قرآنی معاشرہ کہلائے گا۔ اس معاشرہ کا قیام اور استحکام' جماعت مومنین کا فریضہ ہے۔

(۴) اس نظام کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ

(ل) افراد کی ذات کی نشوونما ہوگی جس سے وہ' اس زندگی کے بعد' حیات اُخروی میں' زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(ب) اس قوم کو' اس دنیا میں' سرفرازیاں اور سربلندیاں نصیب' اور ایسی بین الاقوامی پوزیشن حاصل ہوگی جس سے وہ اقوامِ عالم میں عدل و مساوات کا آئین قائم کرنے کے قابل ہو جائے گی- اور
(ج)' دنیا میں عدل و احسان اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا-

مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اس معاشرہ میں انسان کو' دنیا اور آخرت دونوں میں جنت کی زندگی نصیب ہوگی۔

دین کے اس تصوّر کو سامنے رکھنے سے' قرآنی تعلیم بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

متشابہات

۱۱- اسی سلسلہ میں ایک اور اہم نکتہ کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں جو کچھ خارجی کائنات یا انسانی دنیا (انفس و آفاق) کے متعلق کہا گیا ہے' یا جن امور کو تشبیہات اور تمثیلات کے انداز میں بیان کیا گیا ہے' ان کا مفہوم انسانی علم کی وسعت کے ساتھ زیادہ نکھر کر سامنے آتا جائے گا- اِن مقامات کو' ہر زمانے کے انسان' اپنے زمانے کی علمی سطح کے مطابق سمجھ سکتے ہیں- لہٰذا ان مقامات میں قرآنی فہم' ہر دور میں بدلتا (اور انسانی علم کی بلندی کے ساتھ بلند ہوتا) جائے گا- جو شخص ان مقامات کو آج سمجھنا چاہتا ہے اس کے سامنے انسانی علم کی موجودہ سطح کا ہونا ضروری ہے۔ پھر بھی' اسے یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے وہ اس باب میں حرفِ آخر ہے- حرفِ آخر' کا حق تو' آخری انسان کے لئے ہی چھوڑنا ہوگا' اور وہ بھی ان میں سے بعض امور کی کنہ و حقیقت کے متعلق اتنا ہی سمجھ سکے گا جتنا' شعور کی موجودہ سطح پر انسان کے لئے سمجھنا ممکن ہے۔ اس کی تفصیل لغات القرآن میں ملے گی-

انسانیت کے نئے مسائل

علاوہ ازیں' جوں جوں انسان کی تمدنی اور عمرانی زندگی پھیلے گی' زندگی کے نئے نئے مسائل اور انسانیت کے نئے نئے تقاضے سامنے آئیں گے- قرآن کریم کے بیان کردہ اصولوں میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ان تقاضوں کا آخری حل اپنے اندر رکھتے ہیں- لیکن یہ حل معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف انسان کے سامنے قرآن کریم کے جامع' عالمگیر اور غیر متبدل اصول ہوں' اور دوسری طرف زندگی کے نئے نئے تقاضے بھی اس کے پیشِ نظر ہوں- اپنے دور سے الگ ہٹ کر' نہ قرآنی تعلیم کو کما حقہٗ سمجھا جا سکتا ہے' نہ اس سے مطلوبہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اقوامِ سابقہ

۱۲- یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ اقوامِ سابقہ' یا خود زمانۂ نزولِ قرآن کے مخاطبین کے متعلق کہا ہے' اس سے ان کی تاریخ پیش کرنا مقصود نہیں- ان سے یہ بتانا مطلوب ہے کہ جب انسان' قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا نتیجہ کس قدر تباہ کن اور ہلاکت انگیز ہوتا ہے' اور جب وہ اپنے معاشرہ کو ان قوانین کے مطابق متشکل کرتا ہے تو اس سے اس قوم کو کس قدر شادابیاں اور سرفرازیاں نصیب ہوتی ہیں- اس اعتبار سے دیکھئے تو اقوامِ گذشتہ کی داستانیں' قوانینِ خداوندی کے اٹل نتائج کی زندہ شہادتیں بن کر ہمارے سامنے آتی ہیں- لہٰذا ان واقعات کا تعلق ماضی سے نہیں' بلکہ خود ہمارے حال سے ہے- قرآن فہمی کے سلسلہ میں اس حقیقت کا سامنے رکھنا بھی ضروری ہے-

مروّجہ مسالک

۱۳- ہمارے مروّجہ عقائد اور مسلک میں بہت کچھ ایسا بھی ہے جو قرآن کریم کے خلاف یا اس سے خارج ہے- چونکہ مفہوم القرآن سے مقصد' قرآن کریم کا مفہوم بیان کرنا ہے' اس لئے اس میں خارج از قرآن کسی بات کو نہیں آنے دیا گیا- یہ بھی یاد رہے کہ میرے نزدیک یہ شرک ہے کہ انسان اپنے ذہن میں' پہلے سے کوئی خیال لے کر قرآن کریم کی طرف آئے' اور پھر قرآن سے اس کی تائید تلاش کرنا شروع کر دے- قرآن سے صحیح راہ نمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر اس کی طرف آئے' اور اس کے ہاں سے جو کچھ ملے' اسے من و عن قبول کرے' خواہ یہ اس کے ذاتی خیالات' رجحانات' معتقدات اور معمولات کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو- ہمارا مقصد ہے اپنے ایمان و عمل کو قرآن کے مطابق بنانا- نہ کہ (معاذ اللہ) قرآن کو اپنے ایمان و عمل کے قالب میں ڈھالنا- میں نے قرآن کریم سے اسی انداز سے راہ نمائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے- یہ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں میرے فہم نے کہیں غلطی کی ہو- لیکن میں نے قرآنی تعلیم کو اپنے کسی خیال یا رجحان کے تابع رکھنے کی جسارت کبھی نہیں کی- اللہ اس سے محفوظ رکھے-

فردِ واحد کی کوشش

۱۴- میں جانتا ہوں کہ تبویب القرآن' معارف القرآن (قرآنی انسائیکلوپیڈیا)' لغات القرآن اور مفہوم القرآن جیسے کام تنہا افراد کے کرنے کے نہیں ہوتے- یہ کام جماعتوں کے کرنے کے ہوتے ہیں ——— لیکن میرا شروع ہی سے انداز یہ رہا ہے کہ اگر کسی ایسے کام کے لئے' جس کا کرنا ضروری ہو' کوئی جماعت میسر نہ آئے' تو انسان کو یہ کہہ کر خاموش نہیں بیٹھ جانا چاہیے کہ میں تنہا کیا کر سکتا ہوں- اسے چاہیئے کہ وہ جو کچھ کر سکتا ہے' ضرور کرے- اگر اس کام میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے تو وہ زندہ رہے گا- اس کے بعد جب دیگر افراد' یا جماعتیں' اس کی طرف توجہ دیں گی تو اس کی یہ محنت "بنیادی ذرّہ" (FIRST CRYSTAL) کا کام دے گی- میں نے ہمیشہ اسی اصول کے مطابق کام کیا ہے' جس کا نتیجہ ——— سلسلۂ معارف القرآن ——— من و یزداں' ابلیس و آدم' جوئے نور' برق طور' شعلۂ مستور' معراج انسانیت (یعنی صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ خود قرآن کی روشنی میں)' اسباب زوال اُمّت' اسلامی معاشرت' نظام ربوبیت' فردوس گمگشتہ' سلیم کے نام خطوط' طاہرہ کے نام خطوط' انسان نے کیا سوچا' لغات القرآن اور مفہوم القرآن کی شکل میں ہمارے سامنے ہے- "تبویب القرآن" کا مبسوط سلسلہ (جو ابھی شائع نہیں ہوا) اس سے الگ ہے- اس میں قرآن کریم کی آیات کو' سینکڑوں عنوانات کے تابع تقسیم کیا گیا ہے تاکہ جس عنوان کے متعلق آپ چاہیں' تمام آیات بیک وقت آپ کے سامنے آجائیں - ماہنامہ طلوع اسلام کے ہزارہا صفحات پر پھیلے ہوئے میرے مضامین اس پر مستزاد ہیں-

۱۵- مفہوم القرآن کی اشاعت سے پہلے سورۂ بقرہ کی چند ابتدائی آیات کا مفہوم' بطور نمونہ شائع کیا گیا تھا' اور احباب سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اپنی آراء اور مشوروں سے مجھے سرفراز فرمائیں- بللہ الحمد کہ ان کی طرف سے مجھ تک یہ آواز متفقہ طور پر پہنچی ہے کہ یہ کوشش' مقصد پیش نظر کے لئے کامیاب ہے

اور اِس سے قرآن کریم کا مفہوم، بغیر کسی دقت اور کاوش کے 'بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ لیکن بہرحال یہ خشتِ اوّل ہے۔ بعد میں آنے والے اس بنیاد پر اس سے کہیں بہتر عمارت استوار کرسکینگے۔

۱۵۔ مفہوم القرآن کے متعلق یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ اکثر مقامات پر مروجہ تراجم سے مختلف ہے۔

مُروّجہ تراجم اور مفہوم القرآن

اس ضمن میں سب سے پہلے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ یہ قرآن کریم کی آیات کا مفہوم ہے' اِن کا ترجمہ نہیں۔ اور ترجمہ اور مفہوم میں جو فرق ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو مفہوم دیا گیا ہے وہ عربی لغت اور قرآن کریم کے مُطابق ہے یا نہیں۔

دوسرے یہ کہ مروجہ تراجم بھی سب کے سب ایک دوسرے کے مطابق نہیں۔ ان میں بھی باہمی اختلاف ہے۔

تراجم میں اختلاف

مثال کے طور پر دو (مستند) تراجم کو لیجئے۔ شاہ عبدالقادرؒ کے مشہور ترجمہ قرآن کریم میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم نے ترمیم کی اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس پر حواشی لکھے۔ گویا یہ ترجمہ' اتنے بڑے پایہ کے تین علماء کرام کے نزدیک صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ اس میں سورۂ بقرہ کی آیت

وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ (۲/۱۰۲)

کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

(اور اس علم کے پیچھے ہولئے) جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں۔

اس ترجمہ کی رو سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ ہے کہ بابل میں دو فرشتوں پر کچھ نازل ہوا تھا۔

دوسرا ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا لیجئے۔ اِس میں اِس آیت کا ترجمہ یہ دیا ہے۔

یہ بھی صحیح نہیں کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اس طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی۔

اس ترجمہ سے ظاہر ہوا کہ بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر کچھ نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ دونوں ترجمے ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں' بلکہ ان میں باہمی تضاد ہے۔ اگر اس تضاد کے باوجود' ان پر اعتراض نہیں

اختلاف مبنی بر تدبّر فی القرآن

ہوسکتا تو' مفہوم القرآن کے بعض مقامات کا موجودہ تراجم سے اختلاف موجب اعتراض کیوں سمجھا جائے؟ متقدمین اور متاخرین نے جو کچھ قرآن کریم کے متعلق لکھا ہے' میں نے' بقدر استطاعت اُس سے استفادہ کیا ہے۔ وہ ہمارے بزرگوں کا علمی سرمایہ ہے جس کے ہم وارث ہیں۔ اِس لئے اس سے کیوں نہ استفادہ کیا جائے؟ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے کسی بات میں اختلاف کرنا جُرم یا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں غور و تدبر کا حکم ہر دور کے انسانوں کو دیا ہے۔ اگر آج کسی کے غور و تدبر کا نتیجہ کسی سابقہ دَور کے حضرات (یا موجودہ دور کے دیگر حضرات) کے غور و تدبر سے مختلف ہو' تو محض یہ اختلاف باعث اعتراض کیوں سمجھا جائے؟ اختلاف کا حق

کسی سے نہیں چھینا جا سکتا۔ (جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے) دیکھنا یہ چاہیئے کہ جو کچھ کہا گیا ہے' وہ عربی زبان اور قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ میں ارباب بصیرت سے درخواست کروں گا کہ وہ مفہوم القرآن کا غائر نگاہ سے مطالعہ کریں' اور اگر ان کی دانست میں کوئی مقام ایسا ہو جو عربی لغت یا قرآنی تعلیم کے خلاف جاتا ہے' تو مجھے مطلع فرمائیں۔ میں ان کا شکر گذار رہوں گا اور ان کے اعتراض پر پوری توجہ دوں گا۔ لیکن جو حضرات یہ کہیں کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (۲۳/۲۴)۔ تو وہ مجھے معذور سمجھیں۔

۱۶۔ چند الفاظ حروفِ مقطعات (الٓمّٓ وغیرہ) کے سلسلہ میں ضروری ہیں۔ میں نے لغات القرآن میں ان کے معانی بیان نہیں کئے۔ اس لئے کہ اس میں' قرآنی مفردات کے معانی ان کے مادوں کی روشنی میں متعین کئے گئے ہیں' اور مقطعات درحقیقت مفردات ہیں ہی نہیں۔ مقطعات کے متعلق' متقدمین سے لے کر متاخرین تک نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس باب میں مختلف اربابِ تحقیق کی آراء مختلف ہیں۔ اس حد تک قریب قریب سب کا اتفاق ہے کہ عربوں میں الفاظ کو مخفف کر کے بولنے کا رواج تھا۔ مخفف کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ اہم الفاظ کا ایک ایک حرف لے لیا جائے اور ان حروف کے مجموعہ کو' ان الفاظ کا مجموعہ تصوّر کر لیا جائے۔ قرآن کریم کے مقطعات کے متعلق میرا بھی یہی خیال ہے۔ یہ بالعموم اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کے مخففات ہیں۔ مثلاً الٓمّٓ' "اللہ۔ علیم وحکیم" کا مخفف ہے۔ وقس علیٰ ذالک۔ میں نے ان کے مفہوم کے متعلق یہی انداز اختیار کیا ہے۔

حروف مقطعات

۱۷۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ وہ ایک مضمون کو مختلف مقامات پر بیان کرتا ہے اور اس طرح تصریف آیات (یعنی آیات کو پھیر پھیر کر لانے) سے اپنے مفہوم کی وضاحت کر دیتا ہے۔ مفہوم القرآن میں قرآن کریم کے اس انداز کو التزاماً سامنے رکھا گیا ہے اور ہر متعلقہ مقام پر اُس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے وہ مفہوم لیا گیا ہے۔ مثلاً آپ کو' سورۂ بقرہ کی آیت ۲/۲ (ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) کا مفہوم یوں ملے گا:۔

تصریف آیات

تم جس ہدایت کی آرزو رکھتے ہو (۱/۵) وہ ہمارے اس ضابطۂ قوانین کے اندر محفوظ ہے (۱۵/۹)۔ جس میں نہ بے یقینی اور تذبذب ہے' نہ کوئی نفسیاتی الجھن۔

(۱/۵) کا مطلب یہ ہے کہ یہ مضمون آپ کو پہلی سورہ (الفاتحہ) کی پانچویں آیت میں ملے گا۔ وہاں دیکھئے۔ اسی طرح (۱۵/۹) سے مراد یہ ہے کہ یہ مضمون پندرھویں سورہ (الحجر) کی نویں آیت میں ملے گا۔ یہ ضروری ہے کہ آپ ان آیات کو جن کا اس طرح حوالہ دیا گیا ہے' ساتھ کے ساتھ دیکھتے جائیں۔ چونکہ قرآن کریم کے تمام نسخوں میں آیات کے نمبر یکساں نہیں' اس لئے اگر کسی وقت متعلقہ آیت نمبر کے مطابق نہ ملے' تو ایک دو آیات آگے پیچھے دیکھ لی جائیں۔

باقی رہا یہ کہ مندرجہ بالا آیت (۲/۲) میں' لفظ ریب کا مفہوم بے یقینی' تذبذب' اور نفسیاتی الجھن'

کس طرح ہے' تو اس کے لئے لغات القرآن دیکھئے۔ اگر آپ نے مفہوم القرآن کو اس طریق سے سمجھنا شروع کیا تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم کس طرح آپ سے خود باتیں کرنے لگتا ہے۔

۱۸- آخر میں' پھر اس حقیقت کو دہرا دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ مفہوم القرآن میں پیش کیا گیا ہے' وہ

انسانی کوشش

فہم قرآن کی انسانی کوشش ہے' اور انسانی کوشش کبھی سہو و خطا سے منزہ نہیں ہو سکتی' نہ ہی اسے کبھی حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے۔ میں نے قرآن فہمی کے سلسلہ میں' اپنی بصیرت کے مطابق' ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ اگر میری یہ کوشش نتیجہ خیز ہوئی' تو مجھ سے بہتر صلاحیتیں رکھنے والے' اسے واضح سے واضح تر کرتے جائیں گے' اور یوں یہ سلسلہ' قانونِ کائنات کے مطابق' اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ قرآن فہمی کا سلسلہ نہ کسی دور میں ختم ہو سکتا ہے' نہ کسی انسان تک پہنچ کر رک سکتا ہے۔ یہ ایک جوئے رواں ہے جو لامتناہی وسعتوں کا امکان رکھتی ہے۔ جوں جوں انسانی علم وسیع ہوگا' قرآنی حقائق' بیش از بیش بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا' حتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْر۔

۱۹- مفہوم القرآن کا اولین مخاطب قوم کا تعلیمیافتہ طبقہ ہے۔ یہ بنیادی طور پر انہی کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر میری اس کوشش سے ایک سوچنے والا ذہن بھی قرآن کریم کے قریب آگیا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ثمر بار ہوگئی' اور مجھے میری دیدہ ریزیوں اور جگر کاویوں کا صلہ مل گیا ——— اور سب سے بڑا صلہ تو اس بارگاہ صمدیت سے مل سکتا ہے' جس کے قانونِ حیات کے مطابق چلنے سے' انسانی کوششیں صحیح نتائج مرتب کرتی ہیں۔ اس لئے جب میں اپنی محنت کا یہ ماحصل' اپنی کوتاہ دامنی کے اعتراف کے ساتھ' اربابِ فکر و نظر کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں' اس کے ساتھ ہی میرے دل کی گہرائیوں سے ابھرنے والی آرزوئیں یہ دعا بن کر میرے لب تک آجاتی ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲/۲۸۶)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (۲/۱۲۷)

۲۵- بی گلبرگ
لاہور

پرویز
جولائی ۱۹۶۱ء

مفہوم اور لغات کا تعلق

(ایک مثال)

سابقہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ مفہوم القرآن' آیاتِ قرآنی کے الفاظ کے اُن معانی پر مبنی ہے جو از روئے لغت متعین کئے گئے ہیں' اور جن کی مزید وضاحت خود قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ہوتی ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ سُورۂ فاتحہ کے الفاظ کے معانی' لغات القرآن کی رُو سے حسب ذیل ہیں:۔

حمد۔ کسی نہایت حسین اور نادر شاہکار کو دیکھ کر' انسان کے دل میں تحسین وستائش کے جو جذبات پیدا ہوں' ان کے اظہار کا نام حمد ہے' (APPRECIATION) جس سے مقصد اُس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جس شاہکاری کی ستائش کی جارہی ہے وہ محسوس شے ہو اور تحسین کرنے والے کو اُس کا ٹھیک ٹھیک علم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز' خالق کائنات کی اسکیموں پر غور و فکر سے پیدا ہوگی جو زندگی کے مختلف گوشوں میں کارفرما ہیں۔

رب۔ کسی شے کی بتدریج نشوونما کرتے ہوئے اسے تکمیل تک پہنچا دینا' ربوبیت کہلاتا ہے۔ مثلاً بچے کا نشوونما پاکر جوان ہو جانا۔ بیج کا درخت بن جانا۔ ایسا کرنے والے کو ربّ کہتے ہیں۔

عالمین۔ وہ شے جس کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے' عَالَمٌ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع عَالَمِیْن ہے۔ چونکہ خالق کائنات کا علم' کائنات سے حاصل ہوتا ہے' اِس لئے کائنات اور نوعِ انسان' عالمین میں شامل ہیں۔

رحمٰن و رحیم۔ وہ سامان نشوونما (خواہ یہ نشوونما جسم کی ہو یا شرفِ انسانیت کی) جو خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملے رَحْمَۃٌ کہلاتا ہے۔ جیسے بچہ کی رحم مادر میں پرورش۔ سائنس کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ کائنات میں ارتقاء (نشوونما پاکر آگے بڑھتے جانے) کا ایک طریق یہ ہے کہ ہر شے کی اگلی کڑی سلسلۂ علت و معلول (CAUSE AND EFFECT) کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ اسے تدریجی عملِ ارتقاء (PROGRESSIVE EVOLUTION) کہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شے' کئی کڑیاں پھاند کر آگے بڑھ جاتی ہے۔ اسے ہنگامی یا انقلابی ارتقاء (Emergent Evolution) کہتے ہیں۔ عربی زبان

کے قاعدے کی رُو سے اوّل الذکر کے لئے رَحِیْم کا لفظ آئے گا اور ثانی الذکر کے لئے رحمٰن کا۔
الفاظ قرآنی کے ان معانی کو سامنے رکھ کر' آپ سورۂ فاتحہ کی پہلی دو آیات کے مفہوم کو دیکھئے (جو آگے دیا گیا ہے)۔ بات سمجھ میں آجائے گی۔

مَالِك - وہ جسے کسی شے پر پورا پورا اختیار' اقتدار اور کنٹرول حاصل ہو۔

یوم - وقت۔ زمانہ۔ دن۔ سب کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

دین - اس کے ایک معنی' خدا کا وہ قانون ہے جس کی رُو سے انسان کا ہر عمل اپنا ٹھیک ٹھیک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ یوم الدین سے مراد' انسانی اعمال کے نتائج کے ظاہر ہونے کا وقت ہوگا۔

اِن معانی سے تیسری آیت کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ اِس میں قرآن کریم کی جن دیگر آیات کا حوالہ دیا گیا ہے' وہاں سے اس مفہوم کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نعبد - عبادت کے بنیادی معنی ہیں کسی کی محکومیت اختیار کرنا' کسی کے قوانین و احکام کے مطابق چلنا۔ اپنی قوتوں کو کسی پروگرام کے مطابق صرف کرنا۔

نستعین - استعان کے معنی ہیں اپنی ذات کیلئے اعتدال (BALANCED DEVELOPMENT) کی خواہش کرنا اور اس کے لئے کسی کی مدد طلب کرنا۔ اِن معانی کے پیشِ نظر' چوتھی آیت کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

صراط المستقیم - صراط۔ سیدھا راستہ۔ اور مُستقیم وہ جس کا توازن (EQUILIBRIUM) بھی درست ہو۔

انعام - انسانی زندگی کے ہر پہلو کا خوشگوار' کُشادہ' ملائم' آسودہ' بلند اور اذیت سے دور ہونا' نِعمۃ کہلاتا ہے۔ مُنعم علیہ' وہ قوم ہے جسے یہ سب کچھ میسر ہو۔ اس میں اِس دنیا اور آخرت' دونوں کی نعماء شامل ہیں۔

مغضوب و ضالین - بعض قومیں اپنے جرائم میں اس حد تک آگے بڑھ جاتی ہیں کہ اِن میں زندہ رہنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ انہیں مَغضُوبِ عَلَیہِمْ کہا جائے گا۔ لیکن بعض قومیں ایسی ہوتی ہیں کہ صحیح راستہ ان کے سامنے نہیں ہوتا۔ وہ کبھی اپنے قیاس کے مطابق' ایک طرف چل نکلتی ہیں' کبھی توہم پرستی کے پیچھے دوسری طرف۔ اس طرح وہ چلتی تو رہتی ہیں' لیکن ان کی کوششیں رائگاں جاتی ہیں۔ وہ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتیں۔ انہیں ضالین کہا جائے گا۔

۲- الفاظ قرآنی کے ان معانی کی رُو سے' سورۂ فاتحہ کا جو مفہوم مرتب کیا گیا ہے'

اسے آپ سامنے کے صفحے پر ملاحظہ فرمایئے۔ اُس کے ساتھ ہی آپ اس سورہ کے مروجہ ترجموں کو دیکھئے۔ "مفہوم" اور "ترجمہ" کا نمایاں فرق آپ کے سامنے آجائے گا۔ مثلاً شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

سب تعریف واسطے اللہ کے جو پروردگار ہے عالموں کا۔ بخشش کرنے والا' مہربان۔ خداوند دن جزا کا۔ تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہم۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر اُن کے۔ سوائے ان کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر ان کے۔ اور نہ گمراہوں کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم' جو پُرشکوہ الفاظ میں قرآن کریم کا رواں ترجمہ کرتے ہیں' سورۂ فاتحہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں۔

ہر طرح کی ستائش اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات خلقت کا پروردگار ہے۔ جو رحمت والا ہے اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالامال کر رہی ہے۔ جو اُس دن کا مالک ہے جس دن کاموں کا بدلہ لوگوں کے حصّے میں آئے گا۔ (خدایا!) ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے (اپنی ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں۔ (خدایا!) ہم پر (سعادت کی) سیدھی راہ کھول دے۔ وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہوئی جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے۔ اور نہ ان کی جو راہ سے بھٹک گئے۔

آپ ان تراجم کا مقابلہ "مفہوم" سے کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ترجموں میں جو بات مجمل یا مبہم رہ گئی ہے' "مفہوم" میں اسکی وضاحت بھی ہو گئی ہے' اور قرآن کریم جو تصوّرات پیش کرتا ہے' وہ بھی سامنے آگئے ہیں۔ یہی "مفہوم القرآن" سے مقصود ہے۔

۳- تصریحات بالا سے یہ بھی واضح ہے کہ اگر آپ یہ سمجھنا چاہیں کہ فلاں آیت کا یہ مفہوم کس طرح متعین کیا گیا ہے تو اسکے لئے ضروری ہوگا کہ آپ اس آیت کے الفاظ کے معانی لغات القرآن میں دیکھیں' اور جن دیگر آیات کا حوالہ دیا گیا ہے' انہیں بھی سامنے رکھیں۔ اس کے لئے آپ کو کچھ محنت تو کرنی پڑے گی لیکن اس سے جو کچھ حاصل ہوگا وہ اس کے مقابلہ میں بڑا گراں بہا ہے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (۱۰:۵۸)

۴- اب بسم اللہ کیجئے' اور مفہوم القرآن کی طرف آیئے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَان ◆

مفہوم القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدائے رحمٰن و رحیم نے اس کتاب عظیم کو اس لئے نازل کیا ہے کہ اُس نے اشیائے کائنات اور نوعِ انسان کی نشو و نما کی جو ذمہ داری لے رکھی ہے، وہ پوری ہو جائے۔ (۶/۱۲ ؛ ۶/۵۴)۔ یہ نشو و نما، وحی کی راہ نمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ (۱۰/۵۸-۵۷ ؛ ۱۷/۸۲)۔

چونکہ انسانی دنیا میں خدا کی ذمہ داریاں انسانوں کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں، اس لئے خدا کے بندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس کام کا بھی ارادہ کریں اُس سے مقصد خدا کے اِس پروگرام کی تکمیل ہو۔ (۶/۱۶۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ① الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ② مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ③ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ

۱-۲ جب انسان اس کارگہ کائنات کے نظم و نسق پر غور کرتا ہے تو اس کے سامنے یہ حقیقت بے نقاب ہو کر آجاتی ہے کہ اس میں ہر شے کو وہ سامانِ نشو و نما کس طرح بلا مزد و معاوضہ ملتا چلا جاتا ہے جس سے وہ اپنے نقطۂ آغاز سے بتدریج مقامِ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ اس حیرت انگیز نظامِ ربوبیت کو دیکھ کر ہر صاحبِ بصیرت کی زبان پر بے اختیار کلماتِ تحسین و آفرین آجاتے ہیں اور وہ بلا ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ: "اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو نے اس کائنات کی کسی شے کو نہ بیکار پیدا کیا ہے اور نہ ہی تخریبی نتائج کے لئے" (۳/۱۹۰-۱۸۹)۔ یہی وہ اربابِ علم و ایقان ہیں جو صحیح معنوں میں خدا کی حمد کرنے والے ہیں (۳۵/۲۸-۲۷؛ ۹/۱۱۲)۔

خدا کے اس پروگرام کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ جو مستبد قوتیں دوسروں کی نشو و نما کی راہ میں حائل ہوں انہیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔ یہ حمدیت کا قدمِ اوّل ہے (۶/۴۵)۔

۳ ان مستبد قوتوں کو راستے سے ہٹانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ایسا نظام قائم ہو جائے گا جس میں نہ کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج ہوگا نہ محکوم۔ اس میں تمام امور کے فیصلے خدا کے قوانین کے مطابق ہوں گے (۱۹-۴۲/۱۸؛ ۱۲/۴۰؛ ۳/۸۴)۔ یہی وہ نظام ہے جسے آخر الامر انسانوں کے تمام خود ساختہ نظامہائے حیات پر غالب آکر رہنا ہے (۹/۳۳)۔

۴ یہ نظام ان افراد کے ہاتھوں متشکل ہوگا جو اس حقیقتِ کبریٰ کا اعلان اور عملاً

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

اس اعلان کی تصدیق کریں گے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی اطاعت اور محکومیت اختیار نہیں کرتے (۱۲/۴۰)؛ (۳۱/۸۲)۔ اس کا عملی طریق اس کی کتاب عظیم (قرآن مجید) کے احکام و اصول کی اطاعت ہے (۴۸/۴۳)

۵ یہ افراد (جماعت مومنین) جب سفرِ حیات کے لئے قدم اٹھاتے ہیں تو یہ حسین تمنائیں اور مقدس آرزوئیں، دعا بن کر ان کے لبوں تک آجاتی ہیں کہ: بارِ الٰہا! زندگی کا وہ سیدھا اور ہموار راستہ ابھر اور نکھر کر ہمارے سامنے آجائے جو ہمیں بلا خوف و خطر، ہماری منزلِ مقصود تک لے جائے۔

۶ یعنی وہ راستہ جس پر چل کر سعادت مند امم سابقہ، زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے بہرہ یاب ہوئیں۔ اس سے انہوں نے کائنات کی قوتوں کو مسخر کر کے اپنی ہم عصر اقوام میں امتیازی حیثیت حاصل کر لی (۳۱/۲۰ ؛ ۲/۴۷)۔

۷ جب تک یہ قومیں تیرے متعین کردہ راستے پر چلتی رہیں، زندگی کی شادابیوں سے بہرہ یاب رہیں۔ جب ان کے نظریۂ حیات میں تبدیلی آگئی تو یہ نعمتیں ان سے چھن گئیں (۸/۵۳) اور وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئیں (۲/۶۱ ؛ ۳/۱۱۲)۔ ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس کر راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ اور چونکہ صحیح راستہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اس لئے ان کا کاروانِ حیات اپنی قیاس آرائیوں کے پیچ و خم میں کھو کر رہ گیا۔ وہ کبھی آنکھیں بند کر کے، اپنے آباد اجداد کی فرسودہ راہوں پر چلتے رہے (۷/۲۸ — ۶۹) اور کبھی انہوں نے خود اپنے جذبات ہی کو اپنا راہ نما بنا لیا (۴۵/۲۳)۔ جب اس سفر بے منزل کی بھول بھلیوں میں کھو کر مایوس ہو گئے تو یہ کہہ کر اپنے آپ کو فریب دے لیا کہ خدا کو منظور ہی نہ تھا کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا (۶/۱۴۹)

بارِ الٰہا! ہم تجھ سے تیرے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے کی توفیق طلب کرتے ہیں تاکہ ہمارا حشر بھی ان سوختہ ساما نوں کا سا نہ ہو جائے، کہ ہم جانتے ہیں کہ جو قوم تیری راہ نمائی سے منہ موڑے اسے کوئی صحیح راستہ نہیں دکھا سکتا (۵/۶۱)۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ راستہ انہی کے سامنے آسکتا ہے جو اس کی تلاش کے لئے جدوجہد کریں (۲۹/۶۹) —— ہم تجھ سے اس جدوجہد کی بھی توفیق طلب کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

---

① خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

② تم جس ہدایت کی آرزو رکھتے ہو (۵/۲) وہ ہمارے اِس ضابطۂ قوانین کے اندر محفوظ ہے (۹/۴) جس میں نہ بے یقینی اور تذبذب ہے اور نہ کوئی نفسیاتی اُلجھن۔

یہ ضابطۂ قوانین، سفرِ زندگی میں، اُن لوگوں کو انسانیت کی منزلِ مقصود کی طرف لے جانے والی راہ بتاتا ہے جو غلط راستوں کے خطرات سے بچنا چاہیں۔

③ یہ وہ لوگ ہیں جو اُن حقیقتوں پر یقین رکھتے ہیں جو نگاہوں سے اوجھل ہیں، اور صحیح روش کے اُن نتائج پر بھروسہ رکھتے ہیں جو اگرچہ ابتداءً اُن کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن جن کا آخرالامر سامنے آجانا یقینی ہوتا ہے۔

اِس مقصد کے لئے یہ لوگ اُس نظام کو قائم کرتے ہیں جس میں تمام افراد قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے جائیں۔ اور جو سامانِ نشو و نما اُنھیں دیا جاتا ہے، اُس میں سے اپنی ضروریات کے بقدر لے کر (۲۱۹/۲) باقی نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔

④ یہ وہ لوگ ہیں جو اُن تمام صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو (اے رسول!) تجھ پر بذریعہ وحی نازل کی گئی ہیں، اور جو تجھ سے پہلے پیغمبروں کو اُن کے اپنے اپنے وقت میں دی گئی تھیں (اور جو اَب قرآن کریم کے اندر محفوظ ہیں) —— اِن صداقتوں پر ایمان رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صحیح تاریخی شہادتوں سے اِس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ اِس پروگرام پر اِس سے پہلے بھی کئی بار عمل ہو چکا ہے اور اِس سے ہر بار وہی نتائج پیدا ہوئے ہیں جنکا اب وعدہ کیا جاتا ہے، اس لئے اب بھی وہی نتائج مرتب ہوں گے —— وہ اِس طرح اِس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اِس ضابطۂ خداوندی پر عمل کرنے سے ایک نئی زندگی کی نمود

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾ ع

ہو جاتی ہے اور یوں حال کی جدوجہد سے اِنسان کا مستقبل روشن ہو جاتا ہے — وہ مستقبل جس کا سلسلہ اِسی دنیا تک محدود نہیں بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی آگے چلتا ہے۔

۵ یہ وہ سعادت مند لوگ ہیں جو اپنے نشو و نما دینے والے کے قانونِ ربوبیت کی راہ نمائی میں سفرِ زندگی طے کرتے جاتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی کھیتیاں آخرالامر پروان چڑھتی ہیں۔ (۲۳/۱۱ ؛ ۳۱/۵-۲)

۶ یہ گروہ اُن لوگوں کا ہے جو غلط روشِ زندگی کے تباہ کن نتائج سے بچنا چاہتے ہیں اور اُن کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ صحیح راستہ اُن کے سامنے آجائے۔

اِن کے برعکس، دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے کہ زندگی کا صحیح راستہ نمایاں طور پر اُن کے سامنے آجاتا ہے لیکن وہ ضد، حسد، تکبر، سرکشی اور اپنی مفاد پرستیوں کی بنا پر اُسے اختیار نہیں کرتے (۲/۱۰۹ ؛ ۹۰ ؛ ۸۹ — ۲۷/۱۴ — ۳۵/۴۲-۴۳ — ۴۴/۳۲)۔ وہ خود بھی اِس راستے پر نہیں چلتے اور دُوسروں کو بھی اِس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ (۶/۲۶ ؛ ۴۱/۲۶ ؛ ۴۴/۳۲)

اِن لوگوں کو اُن کی اِس روِش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کیا جائے یا نہ کیا جائے اِن کے لئے برابر ہے۔ یہ صحیح راستہ کبھی اختیار نہیں کریں گے۔ (جو شخص خودکشی پر تُلا بیٹھا ہو اُس سے یہ کہنا کہ سنکھیا مُہلک ہوتا ہے، اِس سے بچنا، بے سُود ہوتا ہے)۔ ایسی نصیحت اُسی کے لئے نفع بخش ہو سکتی ہے جو زِندہ رہنا چاہے۔ (۳۶/۷۰)

۷ اِن لوگوں کی اِس روِش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن میں دیکھنے بھالنے اور سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی (جس طرح غصّے میں اِنسان پاگل ہو جاتا ہے)۔ اِن کی آنکھوں پر جذبات پرستی کے ایسے گہرے پردے پڑ جاتے ہیں کہ وُہ نشاناتِ راہ کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اِن کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگ جاتے ہیں کہ وہ آوازِ جرس سے بھی کارواں کا سُراغ نہیں پا سکتے۔ اِن کے قلب و دماغ پر اِس قسم کے غلاف چڑھ جاتے ہیں کہ وہ گرد و پیش پر غور کرنے سے بھی صحیح سمت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ سب اِن کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے جو خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل کے مطابق مرتّب ہوتا ہے (۴۵/۲۹ ؛ ۸۸/۳-۵ ؛ ۱۶/۲-۵ ؛ ۲۵/۲۳ ؛ ۸۳/۱۴)

یہ لوگ اِس طرح اپنے آپ کو زندگی کی حقیقی شیرینیوں سے محروم کر لیتے ہیں اور تباہی و بربادی کے جہنم میں گر جاتے ہیں۔ کس قدر الم انگیز ہے اِن کا یہ انجام!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

---

۸ یہ دو گروہ تو وہ ہیں جو' یا کُھلے بندوں حقیقت کا اقرار کرتے ہیں' یا کُھلے بندوں اِس سے انکار کرتے ہیں۔ تیسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اِس ضابطۂ خداوندی کی صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں اور قانون مکافات اور اُخروی زندگی پر ہمارا ایمان ہے' لیکن وہ درحقیقت اِن پر ایمان نہیں رکھتے۔ (یہ لوگ یا تو سطحی جذبات پرست ہوتے ہیں اور یا ابن الوقت اور موقعہ پرست۔ اِس لئے اِن لوگوں کی رفاقت پر کبھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا)۔

۹ یہ لوگ نظامِ خداوندی اور اُس کے قائم کرنے والی جماعتِ مومنین سے دوُرخی چالیں چلتے ہیں اور بزعمِ خویش سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں فریب دے رہے ہیں' حالانکہ اگر یہ عقل و شعور سے کام لیتے تو اِن پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی کہ وہ خود اپنے آپ کو فریب میں رکھ رہے ہیں۔

۱۰ اِس قسم کی جذبات پرستانہ اور فریب کارانہ زندگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن کا قلب و دماغ صحت مندانہ توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ غیر متوازن ذہن جس قدر مصروفِ کار رہے گا اُسی قدر اُس کا توازن اور بگڑتا جائے گا۔
اِس رَوِش کو نبھانے کے لئے اِنہیں قدم قدم پر جھوٹ بولنا اور ہر موقعہ پر نیا بہروپ بدلنا پڑتا ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ اِس سے اِن کی جان کس قدر الَم انگیز عذاب میں رہتی ہے۔

۱۰ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ ناہمواریاں پیدا کرکے معاشرہ کے نظام کو تباہ مت کرو' تو یہ نہایت ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ ہم معاشرہ کو بگاڑتے کب ہیں' ہم تو اِسے سنوارنے والے مُصلِحین ہیں —— یاد رکھو! یہی لوگ تباہ کاریاں اور ناہمواریاں پیدا کرنے والے ہیں۔ (اِس لئے کہ جن کی اپنی داخلی زندگی میں ہمواریاں نہ ہوں وہ معاشرہ میں کس طرح ہمواریاں پیدا کرسکتے ہیں!)

۱۲

أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا
قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ
بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت
تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

حیرت ہے کہ یہ لوگ اِس کا بھی احساس نہیں کرتے کہ اِن کے قول وفعل کا یہ تضاد' اِن کی اصل و حقیقت کو کس طرح بے نقاب کر دیتا ہے!

۱۳ جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اِس ضابطۂ زندگی کو اسی طرح مانو اور اختیار کرو جس طرح جماعتِ مومنین کے افراد اِسے صحیح تسلیم کرتے اور اِس کے مُطابق چلتے ہیں' تو یہ اِس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ تو بے وقوف ہیں جنھیں اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہیں' اور مفت ہاتھ آجانے والے فائدوں کو چھوڑ کر "اُصُول پرستی" کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں! کیا ہم بھی اِنہی جیسے احمق بن جائیں؟

یاد رکھو! نفع نقصان سے بے خبر اور احمق خود یہ لوگ ہیں جو اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ عارضی مفاد کی خاطر مستقل منافع کو چھوڑ دینا' اچھی تجارت نہیں کہلا سکتی۔

۱۴ اِن کی دو رُخی زندگی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ اُن لوگوں کے سامنے آتے ہیں جو اِس ضابطۂ خداوندی کو اختیار کئے ہیں' تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح اِس کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ اپنی پارٹی کے سرغنوں سے تنہائی میں ملتے ہیں' تو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم اندر سے تو تمھارے ہی ساتھ ہیں' صرف ظاہرا طور پر اِن لوگوں سے ملتے اور انھیں بے وقوف بنا کر ان کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں۔

۱۵ اے کاش! یہ اِس کا اندازہ کر سکتے کہ یہ دوسروں کو بیوقوف بنا کر اُن کا مذاق کیا اُڑائیں گے' خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے (حقائق کی دُنیا میں) خود اپنا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ لوگ' اپنی قوّت و اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر غلط راستے پر پڑ جاتے ہیں اور پھر حیران و سرگرداں مارے مارے پھرتے ہیں' اور جوں جوں آگے بڑھتے ہیں' منزل سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

۱۶ یہ لوگ اپنے آپ کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو دھوکا دے کر ناجائز فائدے حاصل کر رہے ہیں' اور خوش ہیں کہ ہمارا کاروبار بڑا نفع بخش ہے۔ حالانکہ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾

حقیقت یہ ہے کہ اِن جیسا نادان ہی کوئی نہیں کہ اِنہوں نے زندگی کی صحیح رَوِش کے بدلے میں غلط راستہ خرید لیا ہے۔ اِن کی یہ تجارت کبھی نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتی، اِس لئے کہ یہ غلط راستے پر چل کر زندگی کی منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

۱۷ اِن عارضی اور عاجلہ مفاد کے پیچھے پھرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص جنگل کی تاریک رات میں راستہ معلوم کرنے کے لئے آگ سلگائے جس سے اُس کے اِردگرد کی فضا روشن ہو جائے۔ لیکن اِس کے فوری بعد آگ بجھ جاتے اور اِس طرح خدا کا قانون اُسے تاریکیوں میں اِس طرح چھوڑ دے کہ اُسے کچھ دکھائی نہ دے۔ (یعنی مفادِ عاجلہ کی تابناکیاں ایک دفعہ تو نگاہوں میں چکاچوند پیدا کر دیتی ہیں لیکن اِس کے بعد ایسا اندھیرا چھا جاتا ہے کہ اِس میں) صرف نگاہیں ہی بیکار نہیں ہوتیں بلکہ سوجھ بوجھ کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اور انسان

۱۸ بہرا، گونگا اور اندھا۔ یعنی عقل و فکر سے عاری (۲۲/۴۶) اور جذبات سے مغلوب ہو کر نفع و نقصان کی تمیز سے محروم ہو جاتا ہے (۲۵/۴۴)۔ اور اُس کے لئے صحیح راستے کی طرف لوٹنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

۱۹ یا (اِن کے تمدنی اور معاشی نظام) کی مثال، جو اِن کے خود ساختہ قوانین سے مرتب ہوتا ہے، ایسی ہے جیسے، وقت پر مینہ برسانے والا بادل، لیکن اُس کے ساتھ گھٹاٹوپ اندھیرا، گرج اور بجلی کی چمک بھی۔ (یعنی سامانِ زیست کے ساتھ اسبابِ ہلاکت ملے ہوئے ۲۲/۴۳)۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ بارش کی منفعت بخشیوں سے تو فائدہ اُٹھالیں لیکن رعد و برق کی تباہ کاریوں سے بچ جائیں۔ اِس کا طریقہ اِن کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لی جائیں ——— نہ یہ ہیبت ناک آوازیں سُنائی دیں، نہ وہ موت کے مُنہ میں جائیں ——— اِن نادانوں کو اتنا معلوم نہیں کہ بجلی کی تباہ کاریاں کانوں کے راستے ہی اندر نہیں جایا کرتیں۔ وہ تو پوری کی پوری فضا میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تدبّر کی فسوں سازی سے اُن رخنوں کو بند کر دیا جائے جن کے راستے اِن کی دانست میں، تباہیاں آتی ہیں تو غلط نظامِ زندگی کے

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾

عواقب سے محفوظ رہا جا سکتا ہے لیکن اِن کا خیالِ خام ہے۔ خدا کا قانونِ مکافات اُس قوم کو چاروں طرف سے گھیرے رہتا ہے جو حقائق سے انکار کرتی ہے۔ (۳/۱۸۳ ؛ ۳۹/۵۲ ؛ ۴۹/۳۹ ؛ ۳۲/۹) -

٢٠ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کڑک کے ڈر سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں (اور اِس طرح بزعمِ خویش اپنے آپ کو اس خطرہ سے محفوظ خیال کریں)، تو بجلی کی چمک اِن کی بینائی اُچک کر لے جائے۔ یعنی سامانِ زیست کی فراوانی اِن کی نگاہوں میں ایسی خیرگی پیدا کر دے کہ اِن کی آنکھیں خطرہ کے مقامات کو بھانپنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ یا یہ ایک خطرہ کی روک تھام کا انتظام کریں تو دوسرا خطرہ، کسی غیر متوقع مقام سے اُبھر کر انھیں تباہ کر دے (۶/۱۸۳) -

مختصراً یوں سمجھو کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو قوم بھی فطرت کی قوتوں کو مسخر کر لے وہ اُن سے نفع یاب ہو جاتی ہے (۱۱/۱۸-۱۵) لیکن صرف طبیعی زندگی کے مفاد پر نگاہ رکھنے والوں کی یہ نفع یابیاں عارضی ہوتی ہیں، اور بلندات دار کو سامنے رکھنے والوں کی مستقل اور پائیدار۔ (۲/۲۰۱ ؛ ۱۵/۱۱ ؛ ۴۲/۲۰) اوّل الذکر کی حالت یوں سمجھو جیسے کوئی شخص بادلوں سے گھری ہوئی تاریک رات میں صحرا میں راہ گم کردہ کھڑا ہو۔ جب بجلی کی چمک سے ذرا راستہ روشن ہو جائے تو وہ اُس میں چار قدم چل لے، لیکن جب پھر اندھیرا چھا جائے تو کھڑے کا کھڑا رہ جائے۔

ہم چاہتے تو ایسا بھی کر سکتے تھے کہ ان لوگوں کے ذرائع علم (سماعت و بصارت) سلب ہو جاتے اور اس طرح اُنھیں قدرتی سامانِ نشو و نما سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ہی نہ دیا جاتا لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ ہم نے ہر بات کیلئے اندازے اور پیمانے مقرر کر دیئے، اور قوانین و ضوابط ٹھیرا دیئے ہیں۔ کائنات کی کوئی شے اِن پیمانوں سے باہر نہیں جا سکتی۔ اِن پر ہمارا پورا پورا کنٹرول ہے۔

٢١ لہٰذا، اے گروہِ نسلِ انسانی! تمھیں اِن اقوام کے خود ساختہ نظام کی نگاہ فریب جگمگاہٹ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ تمھیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو، اپنے نشو و نما دینے والے کے قوانین کے تابع لے آؤ۔ وہ نشو و نما دینے والا جس نے تمھیں اور تمھارے

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾

آباد اجداد کو پیدا کیا، اور کائنات کی اِس قدر تخریبی قوتوں کے باوجود، نسلِ انسانی کو مختلف مراحل میں سے گذارتے ہوتے اِس مقام تک لے آیا (۴/۱)۔ بس یہی ایک طریق ہے جس سے تم راستے کے خطرات سے محفوظ رہ سکو گے۔

(۲۱) یہ حفاظت تمھیں خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیّت کی رُو سے مِل سکے گی جس کے مطابق اُس نے تمھارے لئے زمین میں ٹھکانے کا سامان پیدا کر دیا۔ اُوپر فضائیں کرّے بکھیر دیتے تاکہ باہمی کشش و جذب سے یہ اپنی اپنی جگہ برقرار رہیں۔ پھر ایسا انتظام کر دیا کہ آسمان سے پانی برسے جس سے تمھارے لئے سامانِ رزق پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام سامانِ زیست تمھیں خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملا ہے۔ اِس پر ملکیت خدا ہی کی ہے، تمھیں صرف اِس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ لہٰذا تم نے ایسا نہ کرنا کہ انسانوں کو اِس کا مالک بنا دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ، جانتے بوجھتے خدا کے ساتھ شرک ہوگا۔

(۲۳) اگر تم اِس قدر محکم دلائل و شواہد کے باوجود، اِس باب میں کسی شک و شبہ یا نفسیاتی اُلجھن میں مُبتلا ہو کہ جو ضابطۂ زندگی ہم نے، اپنے بندے کی وساطت سے، تمھیں دیا ہے، وہ واقعی حقیقت پر مبنی ہے یا نہیں، تو اِس کے دُور کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ انسانی زندگی کے لئے جو نقشہ یہ ضابطہ پیش کرتا ہے، اُس کے بجائے کوئی متبادل نقشہ تم مُرتّب کر کے دِکھاؤ ——— پُوری کی پوری عمارت کا نہیں تو اِس کی کسی ایک منزل ہی کا سہی ——— یعنی اِس ضابطہ کی کسی ایک شق جیسی شق بنا کر لاؤ۔ (۱۰/۱۳ ; ۳۸/۱۱) - اِس کے لئے کسی ایک شخص پر ذمّہ داری ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جتنے ادیب و مفکّر اور تمدّنی اور سیاسی مقنّن تمھارے معاشرہ میں پائے جاتے ہوں، اِن سب کی ایک کمیٹی بنا لو، بس ایک اللہ کی وحی کو الگ چھوڑ دو، اور اُن سے کہو کہ ایسا کر کے دکھائیں۔ اگر تم واقعی اپنے اِس وعدے میں سچّے ہو کہ تم اِس کا فیصلہ نہیں کر پاتے کہ یہ ضابطہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں، اور محض اپنی مفاد پرستیوں سے چمٹے رہنے کی خاطر شکوک و شبہات کا ساز نہیں بجا رہے،

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۵﴾

تو تمھیں اس چیلنج کو ضرور قبول کر لینا چاہیئے۔

(۲۴) لیکن اگر تم نے ہمارے چیلنج کو قبول نہ کیا —— اور ہم بتائے دیتے ہیں کہ تم اِسے ہرگز قبول نہیں کرو گے —— اور عقل و بصیرت کی رو سے بات سمجھنے کی کوشش نہ کی بلکہ اپنی مخالفت میں اندھا دھند آگے بڑھتے گئے اور حق کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو گئے، تو اس کا نتیجہ وہ تباہی و بربادی کا جہنم ہو گا جس میں تمھارے عوام اور خواص، اور چالاک لیڈر اور ان کے متبعین، سب اپنی دولت و حشمت کے ساتھ، جا گرینگے۔ —— خواہ یہ جنگ کی صورت میں ہو، جس کی آگ انسانوں کے ہاتھوں سے اور معدنی آلاتِ حرب و ضرب کے ذریعے بھڑکائی جاتی ہے۔ اور خواہ غلط نظامِ زندگی کے تباہ کُن انجام کی شکل میں ہو۔ بہرحال، یہ وہ جہنم ہے جو صحیح ضابطۂ زندگی سے اِنکار اور سرکشی برتنے والوں کے اعمال نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

(۲۵) اس ٹکراؤ میں اُس جماعت کے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں جو قوانینِ خداوندی اور زندگی کی بلند اقدار کی صداقتوں پر یقین رکھتی ہے، اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتی ہے۔ اے رسول! تو اِنھیں خوشخبری دیدے کہ اِن کے لئے ایک ایسا معاشرہ متشکل ہو جائے گا جس کی شادابیاں سدا بہار، اور جس کی آسائشیں زوال ناآشنا ہوں گی (۱۴/۲۵)۔ اِس زندگی میں بھی خزاں نادیدہ بہاریں، اور بعد کی زندگی میں بھی حیاتِ جاوید۔

یہ چیزیں صرف اِنہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جب اور جہاں بھی کسی جماعت نے ایسی رَوِش اختیار کی اُس کا یہی نتیجہ نکلا (۲۴/۵۵ ؛ ۳۹/۷۴)۔ اِن اعمال کے نتائج ہمیشہ ایک جیسے ہوتے ہیں، البتہ اِن کے پیکر زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ملتے جلتے ہیں۔

اِس معاشرہ میں اِن کے ساتھ اور لوگ بھی ملتے جائیں گے اور اِن کے رفیق بنتے جائیں گے۔ یہ بھی اِن ہی جیسی پاکیزہ سیرتوں کے حامل ہوں گے۔ جب تک

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾

یہ معاشرہ قوانینِ خداوندی کی بنیادوں پر استوار رہے گا' یہ اپنے پھل اِسی طرح دیتا جائے گا۔ اِس میں فساد اور تغیّر واقع نہیں ہوگا۔

(۲۶) ہم نے اِس معاشرہ کو ایک سرسبز و شاداب باغ (جنّت) کہہ کر پکارا ہے' اور اور اِن کے اعمالِ حسنہ کے نتائج کو لذیذ پھلوں سے تشبیہ دی ہے' تو اِس لئے کہ بلند حقیقتیں، محسوس تشبیہات سے سمجھائی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات شانِ خداوندی کے منافی نہیں کہ وُہ حقائق کو تمثیلات کے ذریعے بیان کرتا ہے۔ یہ تو خیر پھر بھی باغات اور پھلوں کی مثالیں ہیں' اگر ضرورت پیش آئے تو اُسے اِس میں بھی کسی قسم کا باک نہیں ہوگا کہ وُہ مچھّر جیسی حقیر شے' یا اُس سے بھی کسی کمتر چیز کی مثال دے کر بات واضح کر دے۔ جو لوگ اِس پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے (وحی کے ذریعے) بیان ہورہا ہے' وہ اِن مثالوں سے سمجھ جائینگے کہ یہ' اُن کے نشو و نما دینے والے کی طرف سے حقیقتِ ثابتہ ہے۔ لیکن جو لوگ اِس بنیادی حقیقت ہی سے اَنکار کرتے ہیں وہ ان تمثیلات اور تشبیہات میں بھی ہزار نقص نکالیں گے' اور کہیں گے کہ اِس قسم کی مثالوں سے بالآخر مقصد کیا ہے؟ اِس سے تم سمجھ لو کہ ایک ہی بات سے کس طرح دو متضاد نتیجے اخذ کئے جاسکتے ہیں' فرق زاویۂ نگاہ کا ہوتا ہے۔ ایک اندازِ نگاہ سے دیکھو تو اُسی سے گمراہی کے راستوں پر جا پڑو۔ اور دوسری نگاہ سے دیکھو تو اُسی سے کامیابیوں اور کامرانیوں کی راہیں کشادہ ہو جاتیں۔ لیکن غلط راہوں پر صرف وہ لوگ چل نکلتے ہیں جو قوانینِ خداوندی کے قالب کے اندر زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے' بلکہ اِن سے گریز کی راہیں نکال کر' اپنے لئے الگ راستے اختیار کر لیتے ہیں۔

(۲۷) یہ وہ لوگ ہیں جو اُن تمام ذمّہ داریوں کے قبالہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالتے ہیں جو اُن پر خدا کی ربوبیتِ عالمینی کی رُو سے عائد ہوتی ہیں' نیز اُس عہد کو بھی توڑ ڈالتے ہیں جو اُنھوں نے نظامِ خداوندی سے باندھا تھا (۹/۱۱۱)۔ اور اِس طرح' انسانیت کے تمام رشتوں کو منقطع کر کے (۱۳/۲۱ ؛ ۱۳/۲۵) انفرادی مفاد پرستی کو زندگی کا نصب العین

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

بنا لیتے ہیں' حالانکہ خدا کے قانونِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اِن رشتوں کو جوڑ کر' تمام نوعِ انسان کو ایک برادری کے افراد اور ایک درخت کی شاخیں سمجھا جائے ([illegible] ; [illegible] ; [illegible])۔ اِس روش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور آخرالامر تباہی اور بربادی کے سوا اِن کے حصّے میں کچھ نہیں آتا۔

۲۸ اِن لوگوں سے (جن کی روشِ زندگی کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) کہو کہ تم قانونِ خداوندی کا اِنکار کس دلیل سے کر سکتے ہو' جبکہ خود تمھاری اپنی ہستی اِس کی زندہ شہادت ہے۔ تم کسی انداز سے بھی غور کرو' اِس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ تم زندگی سے محروم تھے۔ (زندگی تو ایک طرف' تم کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہیں تھے۔ ([illegible])۔ پھر تم میں زندگی آگئی۔ ظاہر ہے کہ زندگی تمھاری پیدا کردہ نہیں' اِسے خدا ہی نے عطا کیا ہے۔ اِس کے بعد جب تم طبیعی قانونِ خداوندی کے مطابق مر جاؤ گے تو خدا کیلئے کونسی مشکل ہوگی کہ تمھیں پھر زندہ نہ کر سکے ([illegible] ; [illegible] ; [illegible])۔ لہٰذا' موت سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ زندگی آگے چلتی ہے' اور آگے چلتی ہے مکافاتِ عمل کیلئے۔ اِس لئے تم اِس قانون کی گرفت سے باہر جا ہی نہیں سکتے۔ تم اِس سے ہزار بھاگنے کی کوشش کرو' تمھیں آخرالامر اِس کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا — بلکہ یوں سمجھو کہ اب بھی تمھارا ہر قدم اِسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

۲۹ یہ قانون اُس خدا کا متعین کردہ ہے جس نے تمھیں اِس زمین پر پیدا کیا تو تمھارے لئے سامانِ نشو و نما بھی ساتھ ہی مہیّا کر دیا۔ پھر تم کائنات کی پہنائیوں میں غور کرو کہ اُس میں متعدد اجرامِ فلکی کس توازن و اعتدال کے ساتھ اپنے اپنے فرائض کی سرانجامدہی میں سرگرمِ عمل ہیں ([illegible])۔ یہ بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ اُس خدا کے قانون کے مطابق جو ہر شے کی مضمر قوتوں اور تقاضوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

ارض و سما کا یہ کائناتی نظام اِس لئے سرگرمِ عمل ہے کہ انسانوں کے اعمال کے ٹھیک ٹھیک نتائج مرتب ہوں ([illegible] ; [illegible])۔ اِس حقیقت کے سمجھنے کے لئے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

ضروری ہے کہ پہلے انسانی خصوصیات اور کائنات میں اِس کے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اسے قصۂ آدم کے تمثیلی انداز میں بیان کیا جاتا ہے، جو درحقیقت خود انسان ہی کی سرگذشت ہے۔

(۳۰) جب زندگی اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی پیکر انسانی میں پہنچی، اور مشیت کے پروگرام کے مطابق وہ وقت آیا کہ انسان، اپنے سے پہلی آبادیوں کی جگہ زمین میں آباد ہو (ﷺ)، تو کائناتی قوتوں کو اِس پر تعجب ہوا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کائنات میں کوئی ایسی مخلوق نہیں تھی جسے قوانینِ خداوندی سے مجالِ سرتابی ہو (۱۶/۴۹-۵۰)، لیکن اِس جدید مخلوق کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا جارہا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی بھی کرسکتا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے عرض کیا کہ بار الٰہا! یہ کس قسم کی مخلوق ہے جسے اب زمین میں بسایا جارہا ہے؟ یہ تیرے قانون سے سرکشی برتے گا جس کا نتیجہ ناہمواریاں اور خون ریزیاں ہوگا۔ اِس کے برخلاف ہم ہیں کہ جو فرائض ہمارے سپرد کئے گئے ہیں ہم اُن کی سرانجام دہی میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہتے ہیں اور تیرے پروگراموں کو وجۂ حمد و ستائش بنانے کے لئے جہاں تک جانا پڑے جاتے ہیں۔ اِس پر خالقِ کائنات نے کہا کہ ہمارے اِس جدید پروگرام کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں۔

(۳۱) اِنسان میں اس امر کی امکانی استعداد رکھ دی گئی تھی کہ یہ اُن قوانین کا علم حاصل کرسکے جن کے مُطابق مختلف اشیائے کائنات سرگرمِ عمل ہیں۔ چنانچہ اُن کائناتی قوتوں سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے اِس خیال میں سچے ہو کہ یہ جدید مخلوق تمھارے مقابلہ میں فروتر ہے، تو بتاؤ کیا تمھیں بھی یہ استعداد حاصل ہے؟

۱؎ انسانی زندگی کے ارتقائی منازل کے لئے حسبِ ذیل آیات دیکھئے۔

۳/۲ ؛ ۶/۱۰۹ ؛ ۲۲/۵ ؛ ۲۳/۱۲-۱۳ ؛ ۲۵/۵۴ ؛ ۳۲/۷-۹ ؛ ۳۵/۱۱ ؛ ۳۷/۱۱ ؛ ۷۱/۱۷

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

---

۳۲ اِس پر اُنھوں نے عجز سے اپنی گردن جھکا دی اور کہا کہ تیرے پروگرام ہماری حدِ نگاہ سے بہت آگے ہوتے ہیں۔ ہم تو صرف اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا ہمیں علم دیا گیا ہے۔ اِس سے زیادہ اکتساباً کچھ معلوم کر لینے کی ہم میں استعداد ہی نہیں۔ تجھے کائنات کا کُلّی علم ہے اور تو ہی اپنے پروگرام کی غرض و غایت سے باخبر ہے۔

۳۳ جب اِس طرح انسانی ممکنات کی یہ پہلی جھلک اُن کے سامنے آگئی تو اُن سے کہا گیا کہ ہم کائنات اور اِس میں پیدا کی جانے والی مخلوق کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں جو تمھاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم سے سَرزد کیا کچھ ظہور میں آرہا ہے اور تمھاری مضمر صلاحیتیں کیا ہیں (جن کی نمود انسان کے ہاتھوں ہوگی)۔

۳۴ اس پر کائناتی قوتیں سب انسان کے سامنے جھک گئیں، لیکن ایک چیز ایسی بھی تھی جس نے اِس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے سرکشی اختیار کی۔ یہ تھے انسان کے خود اپنے جذبات جن کے غالب آجانے سے اس کی عقل و فکر ماؤف ہو جاتی ہے اور اتنی بڑی قوتوں کا مالک، خود اپنے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے، اور اس کے چاروں طرف سے مایوسیاں چھا جاتی ہیں۔

۳۵ اِن صلاحیتوں کے ساتھ انسان کو دُنیا میں بسایا گیا۔ اِس کی ابتدائی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ اِسکی ضروریات بہت محدود تھیں اور سامانِ نشو و نما کی بڑی فراوانی تھی (۲۰/۱۱۸)۔ اِس لئے اِن میں نہ باہمی تصادم تھا، نہ تزاحم۔ نہ اختلاف تھا، نہ افتراق۔ تمام انسان ایک برادری کی طرح رہتے تھے (۲/۲۱۳ ، ۱۰/۱۹)۔ چنانچہ اِن سے کہہ دیا گیا کہ اگر تم نے باہمی اختلافات شروع کر دیئے تو یہ جنّتی زندگی تم سے چھن جائے گی اور تم (زندگی کے بلند مقاصد تو ایک طرف) سامانِ زیست کے حصول کیلئے بھی جانکاہ مشقتوں میں مُبتلا ہو جاؤ گے (۲۰/۱۱۷)، اور اِس طرح خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھو گے۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِينٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيٰتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٣٩﴾

---

٣٦ لیکن اِنسان پر اُس کی انفرادی مفاد پرستیوں کے جذبات غالب آ گئے اور اس نے اپنے خود ساختہ نظام کے مُطابق تمدّنی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اس سے اسکی وُہ جنتی زندگی چھن گئی۔ انسان مختلف گروہوں میں بٹ گیا، اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہو گیا۔ اِن میں مفادِ خویش کی پچرّیں حائل ہو گئیں۔

لیکن دُنیا میں انسانی زندگی کوئی ایک آدھ دن کی بات نہ تھی کہ یوں بھی گذر ہو جاتا۔ اِس نے یہاں ایک مدّت تک رہنا اور سامانِ زیست سے ہر ایک نے فائدہ اٹھانا تھا۔ تو کیا انسان کیلئے اُسکی خود پیدا کردہ مصیبت کا کوئی حل نہیں تھا؟

٣٧ اس کا حل تو تھا لیکن یہ اُس کے عقل کے بس کی بات نہیں تھی۔ عقلِ انسانی ہر فرد کو اُس کے مفاد کے تحفظ کی راہیں تو بتا سکتی ہے، عالمگیر انسانیت کے امن و سلامتی کا طریق نہیں بتا سکتی۔ یہ اُس نظریۂ زندگی اور نظامِ حیات کی رو سے مُمکن تھا جو خدا کی طرف سے بذریعہ وحی مل سکتا تھا، اور جسے اختیار کرنے سے اسے پھر سے وہی جنتی زندگی حاصل ہو سکتی تھی۔

٣٨ چنانچہ جب وہ جنّت کی زندگی اِس سے چھن گئی تو اس سے کہہ دیا گیا کہ تمھارے لئے مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں — خواہ تم سب کے سب غلط راستے پر چل نکلو پھر بھی مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ ہماری طرف سے ہمارے رسولوں کی معرفت (ﷺ) تمھاری طرف راہ نمائی آتی رہے گی۔ جو لوگ اُس راہ نمائی کے مُطابق زندگی بسر کریں گے وہ ہر قسم کے خوف و ہراس سے محفوظ رہیں گے (۲۰/۱۲۲–۱۲۳)

٣٩ لیکن جو لوگ اس راہ نمائی کے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور اس کی صداقتوں کو جھٹلائیں گے، تو ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق وہ مستقل عذاب کی زندگی جئیں گے — — اِس دنیا میں بھی اور اس کے بعد بھی ——

کائناتی قوتوں کو مُسخر کر لینا مقامِ آدم ہے (یعنی کائنات میں انسان کا صحیح مقام) اور ان قوتوں کو وحیِ خداوندی کے مُطابق، عالمگیر انسانیت کی بہبُود کی خاطر استعمال کرنا، مقامِ مومن ہے۔ اگر ان قوتوں کو مختلف قومیں اپنی خواہشات اور ذاتی مفاد کیلئے استعمال کریں تو اسکا نتیجہ عالمگیر فساد ہے۔

یہ ہے سرگذشتِ آدم کا تمثیلی بیان اور اس کا ماحصل۔

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾
وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ
وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

---

(۴۰) جو اُصول اوپر بیان کیا گیا ہے (یعنی یہ کہ جو قوم قوانینِ خداوندی کے مُطابق زندگی بسر کرے گی' وہ سرسبز و شاداب رہے گی اور جو اِن کے خلاف چلے گی' وہ تباہ و برباد ہو جائے گی) اُس کی زندہ مثال قوم بنی اسرائیل ہے' جو اِسوقت (اے رسول!) اِن قوانین کی اِس شدّت سے مخالفت کر رہی ہے۔ تم اِن سے کہدو کہ تم اپنی تاریخ کے اُس عہد کو سامنے لاؤ جب تم قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ تم نے دیکھ لیا تھا کہ اُس دَور میں تمہیں کس قدر آسائشیں اور راحتیں' سرفرازیاں اور سربلندیاں نصیب تھیں۔
پھر تم نے اُس رَوِش کو چھوڑ دیا' تو اِس کا نتیجہ بھی تمہارے سامنے ہے۔ یعنی دُنیا بھر کی ذِلّت و رُسوائی (۲/۶۱)۔
اب پھر ایسا موقعہ آیا ہے کہ تم چاہو تو اپنی گم گشتہ جنّت کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہو۔ تم (میرے قوانین کے اتّباع سے) اپنے عہد کو پورا کرو' اور پھر دیکھو کہ میں کس طرح اُن تمام ذمّہ داریوں کو پورا کرتا ہوں جن کا میں نے تم سے' اِس کے بدلے میں' وعدہ کیا تھا (۵/۱۲)۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم' تمام غیر خدائی قوتوں کا خوف اپنے دِل سے نکال ڈالو' اور صِرف میرے قوانین کے سامنے جھکو' اور اِن کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے ڈرو' اور محتاط رہو۔

(۴۱) اِس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ تم اُس ضابطۂ قوانین (قرآن) پر ایمان لاؤ جسے ہم نے (اِس رسول پر) نازل کیا ہے۔ یہ (علاوہ اور باتوں کے) اُن تمام دعاوی کو بھی سچ کر دکھائے گا جو تمہارے ہاں نظری طور پر موجود ہیں۔ چونکہ اِس کی تعلیم بنیادی طور پر وہی ہے جو کبھی تمہیں بھی دی گئی تھی (اور جو اب اپنی اصلی شکل میں تمہارے پاس نہیں)' اِس لئے تمہیں چاہیئے تھا کہ تم لپک کر اِسکی طرف آتے۔ لیکن' اس کے برعکس' تم نے اوروں سے بھی پہلے اِس کی مخالفت شروع کر دی۔ ایسا نہ کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں' مذہبی پیشوائیت کی بنا پر کچھ دُنیاوی مفاد حاصل ہیں (۹/۳۴)' اور تمہارے خود ساختہ عقائد و رسومات

وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

تمہاری قومی گروہ بندی کا موجب بن رہے ہیں جس کا چھوڑنا تم پر گراں گذرتا ہے (۲۹/۲۳)، لیکن اِس ضابطہ کے اتباع سے جو کلّی مفاد حاصل ہوں گے، وہ اِن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں گے۔ لہٰذا تم اِسی کے مطابق زندگی بسر کرو۔

۴۲ تمہاری موجودہ رَوِش یہ ہے کہ کہیں تم حقیقت پر یکسر پردہ پوشی کرکے، اُسے لوگوں کے سامنے آنے ہی نہیں دیتے (۲/۱۵۹)، اور کہیں (وحی کے ساتھ اپنی خودساختہ شریعت کو ملاکر) حق اور باطل کو اِس طرح خلط ملط کر دیتے ہو کہ باطل، حق بن کر دکھائی دیتا ہے—اور تم یہ سب کچھ، اپنے مفاد کی خاطر دیدہ و دانستہ کرتے ہو۔

۴۳ تم اپنی اِس رَوِش کو چھوڑ دو، اور (قرآن کو اپنی زندگی کا ضابطہ بنانیکے بعد) نظامِ صلوٰۃ قائم کرو، اور نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان فراہم کرو، اور اِسطرح تم بھی اُن کے ساتھی بن جاؤ جو قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے ہیں (۹/۱۱۹ : ۵۹/۲۹)۔

۴۴ اِس کتمانِ حقیقت اور تلبیسِ حق و باطل کی رَوِش کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ تمہاری اپنی زندگی میں عجیب تضاد اور منافقت پیدا ہو چکی ہے۔ تم دوسروں کو تو تاکید کرتے ہو کہ وہ بھلائی اور رُشد کی راہ اختیار کریں (۲/۱۷۷) لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو تمھیں یہ سب وعظ و نصیحت بھول جاتی ہے۔ اور اِس کے ساتھ تم اِسکے بھی مدعی ہو کہ تم کتاب اللہ کا اتّباع کرتے ہو! ذرا عقل و فکر سے کام لے کر سوچو کہ کیا خدا کی کتاب اِس قسم کی رَوِش اختیار کرنے کی تعلیم دے گی؟

۴۵ یاد رکھو! تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما، اور تمھاری زندگی میں صحیح توازن اُسی صورت میں پیدا ہو سکے گا کہ تم نہایت استقامت اور استقلال سے نظامِ صلوٰۃ پر کاربند رہو (۲/۱۵۳)۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ راستہ تمھیں بڑا دشوار گذار، اور یہ منزل بڑی کٹھن نظر آئے گی (اس لئے کہ تم دوسروں کی کمائی پر تن آسانی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہو (۵۶/۱۶ ؛ ۹۰/۱۱ تا ۱۴)۔ لیکن اگر تمھیں اِس کا خیال رہے کہ تم نے خدا (کے قانونِ مکافات) کا سامنا کرنا ہے۔ تم اُس

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿٤٦﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ
عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا
شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾

---

۴۶ قانون کی زد سے باہر نہیں جا سکتے۔ تمھارا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے' تو پھر تمھارے دل میں یقیناً وہ جھکاؤ پیدا ہو جائے گا جس سے انسان' اپنے ذاتی میلانات کو چھوڑ کر' قوانینِ خداوندی کے سامنے سر جھکا دیا کرتا ہے۔

۴۷ تمھیں تو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ ان قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے۔ تم اِس کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو' جب تمھیں' اِن کی بدولت' زندگی کی ہر قسم کی آسائشیں نصیب ہو گئی تھیں' اور تم اپنی ہم عصر اقوام میں' ایسی ممتاز حیثیت کے مالک ہو گئے تھے کہ کوئی اور قوم تمھارا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی (۲/۱۲۲)۔

۴۸ اِس نظام کو چھوڑنے کے بعد' تمھاری حالت یہ ہو گئی کہ آئین و قوانین کا احترام اور عدل و انصاف کی پاسداری' تمھارے ہاں سے بالکل اُٹھ گئی —— لیکن اب یہ دھاندلی زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتی۔ اب (قرآنی نظام کے قیام سے) وہ دور جلد آنے والا ہے جس میں کوئی شخص کسی مجرم کا ذرا سا بوجھ بھی نہیں بٹا سکے گا۔ ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا خود بھگتنی پڑے گی (۶/۱۶۵)۔ نہ ہی کسی کی سفارش کسی کے کام آسکے گی۔ نہ ہی کسی سے' اُس کے جرم کے معاوضہ میں کچھ (رشوت) لے کر اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی شخص' کسی مجرم کی مدد کو پہنچ سکے گا۔

یہ اِس دنیا میں بھی ہو گا جب (قرآن کا) نظامِ عدل قائم ہو گا' اور آخرت میں بھی' جب تمام فیصلے خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے ہوں گے۔

۴۹ تمھیں یاد ہے کہ جب تم قومِ فرعون کی محکومی میں تھے تو وہ تم پر' ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر طرح طرح کے عذاب وارد کیا کرتے تھے۔ اُن میں' بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمھارے اندر پارٹیاں پیدا کرتا رہتا تھا (۲۸/۴) اور اِس طرح کرتا یہ تھا کہ تمھاری قوم کے معزز افراد کو' جن میں اُسے جوہرِ مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور جن سے اُسے خطرہ کا امکان نظر آتا تھا' ذلیل و خوار کر کے غیر مؤثر بنا تا رہتا تھا' بالخصوص اُنھیں

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

وَإِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

جو موسٰے پر ایمان لاتے تھے۔ (۲۸/۴)، اور جو طبقہ اِن جوہروں سے عاری ہوتا، اُسے اپنا معزز و مقرب بنا کر، آگے بڑھاتا رہتا تھا۔ اِس طرح مجموعی حیثیت سے تمھاری قوم کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی تھی (۲۸/۵)۔ [سیاستِ ملوکیت کا انداز ہی یہی ہوتا ہے۔ ۲۷/۳۴]۔

تم نے قوانینِ خداوندی کا اتباع کیا تو اُس نے تمھیں سب سے پہلے فرعون کے اِس عذاب سے نجات دلائی۔ یہ چیز، تمھارے نشوونما دینے والے کی طرف سے، تمہارے لئے ایک عظیم نعمت تھی، کیونکہ اِس سے تمھیں اپنی باز آفرینی کے مواقع حاصل ہوگئے (۷/۱۴۱)۔

۵۰ اور پھر (قومِ فرعون کے ساتھ کشمکش کے بعد) وہ وقت آگیا کہ تم مصر کو چھوڑ کر چل نکلے اور فرعون کا لشکر تمھارے تعاقب میں آیا، تاآنکہ تم اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں سامنے سمندر (یا دریا) کا حصہ تھا اور پیچھے فرعون اور اُس کی فوج۔ تم اِس طرح گھر چکے تھے کہ ہماری راہ نمائی سے تمھیں سمندر (یا دریا) میں خشک راستہ مل گیا، اور اِسطرح، ہم نے تمھیں فرعون کے لشکر کی دستبرد سے بچا لیا، اور وُہ، اور اُس کا لشکر، سب غرق ہوگئے۔ اور یہ کچھ تمھاری آنکھوں کے سامنے ہوا (۷/۱۳۸؛ ۱۰/۹۰؛ ۲۰/۷۷؛ ۲۶/۶۳؛ ۴۴/۲۴)۔

۵۱ اور سینا کی وادی میں پہنچ کر، (جہاں تمھاری تربیت ہو رہی تھی)، موسٰے ہمارے حکم کے مُطابق چالیس راتوں کے لئے تم سے الگ ہوا (۷/۱۴۲)، تو تم نے اتنے ہی عرصہ میں، (خدا کو چھوڑ کر، مصریوں کے دیوتا) بچھڑے کی پرستش شروع کر دی، اور اِس طرح، قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر لی۔

۵۲ لیکن ہم نے، اِس پر بھی، تمھیں راندۂ درگاہ نہیں کر دیا، بلکہ (جیسا کہ آگے چل کر مذکور ہے۔ (۲/۵۴)، تمھاری اِس غلط رَوِش کے مُضر اثرات کو مٹا دیا، اور تمھیں پھر موقعہ دیا کہ تم اپنی صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما کر لو۔

۵۳ اِس مقصد کے لئے، ہم نے موسٰے کو ایسا ضابطۂ قوانین دیا، جو حق و باطل کو نکھار کر، الگ کر دینے والا، اور مستقل اقدار کا پیمانہ تھا۔ یہ اِس لئے دیا کہ تم، اُس کی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

روشنی میں، اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔

۵۴ جب موسیٰؑ (چالیس راتوں کے بعد)، اپنی قوم کی طرف واپس آیا، اور اُس نے دیکھا کہ قوم گوسالہ پرستی میں مصروف ہے، تو اُس نے اُن سے کہا کہ تم نے اِس بچھڑے کو اپنا معبُود بنا کر، اپنا ہی نقصان کیا ہے، کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ تم اِس سے، اِنسانی سطح سے بہت نیچے گر گئے ہو (۲/۵۴)۔ اب پھر اُس مقام کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنی غلطی کا اعتراف کرو، اور نہایت عجز و انکسار سے، قوانینِ خداوندی کے سامنے اپنی گردنیں جُھکا دو۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے تم قوانینِ خداوندی کے اُن خوشگوار اور زندگی بخش نتائج سے پھر مستفید ہو سکتے ہو، جو اِس وقت تم سے مُنہ موڑ چکے ہیں۔ اِن قوانین میں یہ خصوصیت ہے کہ جب بھی کوئی اِن کی طرف رجوع کرتا ہے، تو یہ 'ربوبیّت کے تمام سامان اپنے ساتھ لئے' اپنا رُخ اُس کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

۵۵ ہم نے تمھیں ایک واضح ضابطۂ قانون دیا تھا جس کے نتائج نے تمھیں خود بخود بتا دیا تھا کہ وہ (واقعی) خدا کا قانون ہے، کسی انسان کا خود ساختہ نہیں۔ لیکن بجائے اِس کے کہ تم اُس پر عمل پیرا ہو کر اُس کے نتائج سے خدا کو پہچانتے، تم اِس قدر محسُوسات کے خوگر ہو چکے تھے، کہ تم موسیٰ سے یہ کہنے لگے کہ ہم تیری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں جب تک ہم اُس خدا کو (جس کی طرف سے، تم کہتے ہو کہ، یہ قانون نازل ہوا ہے) خود اپنی آنکھوں سے بے نقاب نہ دیکھ لیں۔ (حالانکہ ظاہر ہے کہ خدا کوئی مادّی پیکر نہیں جسے آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ اُس کا تو، اُس کی خدائی اور اُس کے قوانین کے نتائج سے، بچشمِ بصیرت ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے)۔

تقاضا تمھارا خدا کو بے نقاب دیکھنے کا تھا، اور ہمّت کا یہ عالم کہ زلزلہ کی گرج دار آواز، اور ارتعاش سے (۲/۵۵) تمھارے ہوش اُڑ گئے، حالانکہ تم دیکھ رہے تھے کہ وہ زلزلہ ہی ہے۔ (یہ اِس لئے کہ تمھاری توہّم پرستیوں نے،

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۱۳/۶

جن کی وجہ سے تم نے بچھڑے تک کو دیوتا بنالیا تھا ' اِن مظاہر فطرت کا خوف تمہارے دِل میں پیدا کر رکھا تھا۔ شرک کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے)۔

۵۶ ہم نے اِس کے بعد بھی تمھیں اٹھا کھڑا کیا اور اِسکا موقعہ دیا کہ تمہاری صلاحیتوں کی پوری پوری نشو و نما ہو سکے اور تمہاری کوششیں ثمر بار ہو سکیں۔

۵۷ اِس کے لئے تمہیں ' بلا مزد و معاوضہ ' سامانِ معیشت کی فراوانیاں عطا کی گئیں۔ اُس بیابان میں ' پانی سے بھرے ہوئے بادل تمہارے سَروں پر سایہ فگن تھے ' اور کھانے کے لئے نہایت خوشگوار غذا ——— پرندوں کا گوشت اور نباتاتی شیرینی ——— تمہارے لئے وجہ سکون و اطمینان بنتی تھی۔
لیکن تم اِس پر بھی ہمارے قوانین کے اتباع پر قائم نہ رہے! اِس سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا ' تم نے اپنا ہی نقصان کیا ' اور خود اپنے ہاتھوں سے ایسا کیا۔

۵۸ ہماری تجویز یہ تھی کہ تم فلسطین کی سرزمین میں فاتحانہ حیثیت سے رہو (۵/۲۱) اور اس طرح ' اپنے اِختیار و ارادہ سے ' جیسے اور جب جی چاہے ' سامانِ رزق سے فائدہ اُٹھاؤ ' فقط اِس ایک شرط کے ساتھ کہ تم ہمارے قوانین کے سامنے اپنا سر جھکائے رکھو۔ اِس طرح ' تمھاری صحرا نوردی اور خانہ بدوشی کی زندگی بھی ختم ہو جاتی ' اور تم سے جو غلطیاں ہو چکی تھیں اُن کے مُضر اثرات سے تمہیں سامانِ حفاظت بھی مل جاتا۔ اور ' اگر تم اُس کے بعد بھی حُسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ' تو اُن فتوحات کا سلسلہ اور بھی آگے بڑھتا چلا جاتا۔

۵۹ لیکن تم نے سپاہیانہ اور مجاہدانہ زندگی کے مقابلہ میں آرام طلبی اور تساہل انگیزی کی زندگی کو پسند کیا (۵/۲۴) ' اور اِس طرح ' ہمارے تجویز کردہ راستے

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۗ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۗ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۗ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

کو چھوڑ کر' ایک الگ راہ اختیار کرلی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے سَمادی قانونِ مکافات کے مطابق تم میں کمزوری آتی چلی گئی اور تمہاری ٹانگیں بُری طرح لڑکھڑانے لگ گئیں۔ تم میں جرأت و ہمّت باقی نہ رہی (۵/۲۲ ـ ۲۴)۔ [اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی سرزمین' جس کی ملکیت کا قبالہ تمہارے نام لکھا جا چکا تھا' (۵/۲۱)' چالیس سال تک تمہارے قبضے میں نہ آسکی۔ (۵/۲۶)]۔

۶۰ تم اپنی تاریخ کے اُس واقعہ کو بھی یاد کرو جب تمھیں پانی کی دقت ہوئی' اور موسیٰؑ نے اِس کے لئے ہم سے درخواست کی' تو ہم نے اُس کی راہ نمائی اُس مقام کی طرف کردی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے۔ وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا' چٹان پر سے مٹی ہٹائی' تو اُس میں سے' ایک دو نہیں لِکھٹے' بارہ چشمے پھُوٹ نکلے۔ اُس نے اُن چشموں کو نامزد کردیا اور ہر قبیلہ کو بتا دیا کہ اُن کا چشمہ کونسا ہے۔ اِس طرح ہم نے تمھیں سامانِ معیشت کی فکر سے نجات دلادی اور کہدیا کہ دیکھو! اب جبکہ تمھاری مَعاشی ضروریات پوری ہو رہی ہیں' تم نے معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرکے اِس کا شیرازہ منتشر نہ کردینا۔

۶۱ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ۵۵/۲) تم نے 'سپاہیانہ زندگی پر شہری زندگی کو ترجیح دی۔ اِس کے لئے موسیٰؑ سے کہا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم (اِس صحرائی زندگی میں) صبح و شام ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے رہیں۔ اِس لئے تم اپنے نشوونما دینے والے سے ہمارے لئے زمینی پیداوار طلب کرو ـــــ سبزیاں ترکاریاں ککڑیاں' لہسن (یا مختلف قسم کے اناج)' مسُور' پیاز (وغیرہ) ـــــ حالانکہ صحرائی زندگی تمہاری عسکری تربیت گاہ تھی اور وہاں کی خوراک ایسی تھی جو تم میں زندگی کی حرارت

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

پیدا کر دی۔

موسیٰؑ نے کہا کہ (کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ) تم اُس بہترین زندگی کی بجائے جو تمہارے لئے تجویز کی جا رہی تھی، اس قسم کی ادنیٰ زندگی اختیار کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو جاؤ شہر کی زندگی اختیار کر لو۔ وہاں تمھیں یہ سب کچھ مل جائے گا۔

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن میں عسکریت اور کشورکشائی کی صلاحیتیں مفقود ہو گئیں اور محکومیت اور تساہل انگیزی کی خصلتیں پیدا ہو گئیں۔ اور اِس طرح اُن پر ذلت و خواری کا عذابِ خداوندی مستولی ہو گیا۔ یہ سب اِس لئے ہوا کہ اُنھوں نے قوانینِ خداوندی کے مُطابق زندگی بسر کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے انبیاء کی عزت وتوقیر کے بجائے، اُنہیں ناحق ذلیل کرنے کی تدبیریں کرنے لگے؛ نیز بعض کی جان تک کے لاگو ہو گئے۔ یہ سب کچھ اُن کی سرکشی اور حدُود فراموشی کا نتیجہ تھا۔

۶۲ یہ تو تمہاری رَوش رہی ہے، اور اس کے باوجود تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو (۵/۱۸) اور جنّت تمہاری نسل کے لئے مخصوص ہے (۲/۱۱۱) ـــــ یہ تمہاری خام خیالی ہے ـــــ جنّت کسی نسل کے لئے مخصوص نہیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ، یہودی ہوں یا نصرانی۔ صابی ہوں یا وہ لوگ جو بغیر رسمی گروہ میں داخل ہوئے ویسے ہی خدا کو مانتے ہیں ـــــ یا خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے ـــــ غرضیکہ کوئی بھی ہو، جو بھی خدا کے اقتدارِ اعلیٰ، زندگی کے تسلسُل، اور اُس کے قانونِ مکافات پر اُس طرح ایمان رکھے جس طرح اِس قرآن میں بتایا گیا ہے (۴/۱۳۶)، اور اِس کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق صَلاحیت بخش کام کرے، تو اُن کے نشوونما دینے وَالے کے قانون مکافات کے مُطابق، اُن کا اجر ملے گا، (جسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ) نہ کسی قِسم کا خوف اُن کے دامنگیر ہو گا، نہ حزن، وجۂ افسردگی بنے گا۔

۶۳ (اِس ضمنی گوشہ کے بعد تم پھر اپنی تاریخ کی طرف پلٹو) اور اس حقیقت کو سامنے لاؤ کہ تمہاری طبیعی حفاظت کا سَامَان اِس طرح کر دیا گیا تھا کہ تمھارے سر پر پہاڑ کھڑا تھا اور تم اِس کے دامن میں تھے ـــــ اور تمہاری انسانیت کی حفاظت کے لئے

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾

تمہیں ضابطۂ قوانین دیا گیا تھا — اِس کے بعد ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم نے اِس ضابطۂ ہدایت کو نہایت مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ یعنی جو کچھ اس میں کہا گیا ہے اُسے ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھنا، تاکہ تم زندگی کے ہر خطرے سے محفوظ رہ سکو۔ تم نے اِسکا محکم عہد کیا تھا۔

۶۴ لیکن اِس محکم عہد و پیمان کے بعد، تم اِس سے پھر گئے۔ یہ تو ہمارا قانونِ مہلت تھا جس کی وجہ سے تم پر فوراً گرفت نہ کی گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سے زندگی کی وہ خوشگواریاں اور سامانِ نشوونما کی فراوانیاں، جو تمہیں حاصل تھیں، فوراً چھن جاتیں اور تم بالکل تباہ و برباد ہو جاتے۔

۶۵ ضابطۂ خداوندی کو مضبوطی سے تھامنا تو بہت بڑی چیز تھی، تمہاری ناپختگیٔ سیرت اِس حد تک پہنچ چکی تھی کہ تم سے کہا گیا کہ ہفتے میں ایک دن اپنا کاروبار بند رکھو، اور مچھلیاں نہ پکڑو (۷/۱۶۳)۔ لیکن تمہاری حرص و ہوس اتنی سی پابندی کی متحمل بھی نہ ہو سکی (۴/۱۵۴ ؛ ۱۶/۱۲۴)۔ اور تم نے اُس نظم و ضبط کو توڑ ڈالا۔ (اِس سے ہمارا تو کچھ نہ بگڑا) تم خود ہی ذِلت و مسکنت کے چلتے پھرتے پیکر بن گئے۔ سرکش قوتوں کی محکومی کے شکنجے میں جکڑے گئے ([illegible] ؛ ۷/۱۶۷)۔ اور زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ گئے ([illegible])۔

۶۶ تمہاری یہ ذِلت و خواری، ہر اُس قوم کے لئے جو تباہیوں سے بچنا چاہے، عبرت و موعظت کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اُن کے لئے بھی جو اُس وقت تمہارے ہم عصر تھے، اور اُن کیلئے بھی جو اُن کے بعد آئے، اور اُنھوں نے تاریخی نوشتوں سے تمہارے حالات کو پڑھا۔

۶۷ پھر، تمہاری خوئے بہانہ سازی کا یہ عالم ہو چکا تھا، کہ جب تمہیں خدا نے حکم دیا کہ ایک سانڈ ذبح کر ڈالو تاکہ تمہارے دل سے گوسالہ پرستی کا وہ جذبۂ عقیدت نکل جائے جو تم نے قبطیوں کی دیکھا دیکھی اپنے اندر پیدا کر لیا تھا (۲/۵۴ ؛ ۷/۱۵۲)۔ تو پہلے تو تم نے اِس حکم ہی کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا، حالانکہ تمہیں معلوم تھا

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

کہ تمہیں وہ حکم خداوندی' ایک پیغمبر کی وساطت سے ملا ہے' اور یہ بات ایک پیغمبر کے شایانِ شان نہیں ہوتی کہ وہ جہالت آمیز باتیں کرے۔

۶۸ جب تمہیں بتایا گیا کہ یہ خدا کا حکم ہے اور اس کی تعمیل ضروری' تو تم نے تو اُلٹی موشگافیاں شروع کر دیں' اور کہنے لگے کہ خدا سے کہو کہ وہ ذرا واضح طور پر بتلائے کہ وہ سانڈ کس قسم کا ہونا چاہیئے۔

جب تم نے خود اِن جزئیات کا تعین چاہا تو تم سے کہا گیا کہ وہ سانڈ نہ بوڑھا ہونا چاہیئے نہ بچہ' بلکہ اس کے بین بین اَدھیڑ عمر کا ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اَب تم اِس حکم کی تعمیل میں لیت و لعل مت کرو۔

۶۹ تم نے کہا کہ نہیں' بات اب بھی واضح نہیں ہوئی۔ اپنے رب سے پوچھ کر یہ بتاؤ کہ اُس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا گیا کہ گہرے زرد رنگ کا سانڈ' جو دیکھنے والوں کی نگاہوں میں اچھا جچے۔

۷۰ اِس پر بھی تم آمادۂ عمل نہ ہوئے' اور مزید حجت بازی کے لئے کہا کہ بات اب بھی کچھ مشتبہ ہی سی رہی۔ ذرا اور وضاحت سے بیان کیجئے تاکہ ہم صحیح بات تک پہنچ جائیں اور جو کچھ خدا کا منشاء ہے ٹھیک اُسی کے مطابق کریں۔

۷۱ کہا گیا کہ ایسا سانڈ جسے نہ ہل میں جوتا گیا ہو اور نہ کنوئیں پر چلایا گیا ہو' ہر طرح سے صحیح و سالم اور بے داغ ——— کہا کہ ہاں! اب تم نے ٹھیک ٹھیک پتہ بتایا۔

سو تم نے ایک معمولی سی بات میں بھی اِس قدر موشگافیاں شروع کر دیں۔ یہ کچھ تم نے اِس لئے نہیں کیا تھا کہ پہلے بات واضح نہ تھی۔ تمہیں شروع ہی سے معلوم تھا کہ ہم تمہارے ہاتھوں سے سانڈ (دیوتا) اِس لئے ذبح کرانا چاہتے تھے کہ تم نے اُسے

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

معبود بنا رکھا تھا، اور ہم چاہتے تھے کہ تمہارے دل سے یہ جذبۂ عقیدت نکل جائے۔ لیکن تمہارا جی نہیں چاہتا تھا کہ تم اُسے ذبح کرو۔ اُس کی محبّت تمہارے دل کی گہرائیوں تک اُتر چکی تھی (۲/۹۳)۔ لیکن تم اِس کا اِظہار بھی نہیں کرنا چاہتے تھے، اِس لئے تم نے حیلہ سازیاں کرنی شروع کر دیں، اور اِس قدر لمبی چوڑی باتوں کے بعد اِس حکم کی تعمیل کی۔

یاد رکھو! تعمیلِ احکام میں وہ باتیں کُرید کُرید کر نہیں پوچھنی چاہئیں جو خدا نے خود نہ کہی ہوں (۵/۱۰۱)۔

۷۲ ایک طرف تو تمہاری یہ حالت کہ ایک جانور کے ذبح کرنے میں اس قدر حیل و حجت، اور دوسری طرف یہ عالم کہ ایک انسانی جان ناحق لے لی۔ اُسے (خفیہ طوریر) مار دیا، اور جب تفتیش شروع ہوئی تو لگے ایک دوسرے کے سر الزام دھرنے۔ یعنی تم میں اِتنی اخلاقی جرأت بھی نہ تھی کہ جُرم ہو گیا ہے تو کھلے بندوں اُس کا اِقرار کر لو۔ لیکن جس بات کو تم چھپانا چاہتے تھے خدا اُسے ظاہر کر دینا چاہتا تھا، تاکہ جُرم بلا قصاص نہ رہ جائے۔

۷۳ مشرکانہ توہم پرستیوں سے، جن میں تم مبتلا ہو چکے تھے، انسان کی نفسیاتی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اُسے کسی ذرا سی خلافِ معمول بات کا سامنا کرنا پڑے تو اُس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے (۲/۶۳)۔ چونکہ خدا تمہاری اِس نفسیاتی کیفیت سے واقف تھا، اِس لئے اُس نے قاتل کا سُراغ نکالنے کے لئے ایک نفسیاتی ترکیب بتائی (جو اِنسان کی اُس زمانے کی ذہنی سطح کے اعتبار سے 'بڑی خلافِ معمول تھی)۔ اُس نے کہا کہ تم میں سے ایک ایک جاؤ اور مقتول کے کسی حصّۂ جسم کو اُٹھا کر، لاش کے ساتھ لگا دو۔ (چنانچہ جو مجرم تھا جب وہ لاش کے قریب پہنچا تو خوف کی وجہ سے اُس سے ایسے آثار نمایاں ہو گئے جو اُس کے جُرم کی غمازی کرنے کے لئے کافی تھے)۔ اِس طرح اللہ نے اُس قتل کے راز کو بے نقاب کر دیا اور مجرم سے قصاص لے کر موت کو زندگی سے بدل دیا۔ کیونکہ قصاص میں قوم کی حیات کا راز پوشیدہ ہوتا ہے (۲/۱۷۹)۔

اللہ اِس طرح تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے تاکہ تم، عقل و شعور سے کام لے کر، ایسے معاملات کو سُلجھا لیا کرو، اور اِس حقیقت کو سمجھ لو کہ نفسیاتی تغیّر

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾

(افراد سے آگے بڑھ کر) کس طرح خود قوموں کی حالت بدل جاتی ہے (۱۳/۱۱)۔

۷۴ غرضیکہ' تمہارے ساتھ یہ کچھ ہوتا رہا۔ تم بگڑتے اور بنتے رہے۔ آخر الامر تم نے ضابطۂ خداوندی سے یکسر منہ موڑ لیا۔ اس سے تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے' بلکہ اُس سے بھی زیادہ سخت۔ اس لئے کہ' بعض پتھر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن سے ندیاں پھوٹ نکلتی ہیں' اور بعض ایسے کہ وہ پھٹ جاتے ہیں تو ان کے اندر سے (ندیاں نہ سہی) پانی کے چشمے ضرور بہ نکلتے ہیں۔ اور ایسے پتھر بھی ہوتے ہیں کہ وہ قانون خداوندی کے سامنے سختی کو چھوڑ کر اپنے مقام سے نیچے اُتر آتے ہیں یعنی نرم پڑ جاتے ہیں —— ایسے نرم کہ انہیں آسانی سے پیسا جاسکتا ہے اور بعض کو پگھلایا بھی۔ لیکن تمہارے دل ہیں کہ نہ وہ انسانیت کی غمخواری میں نرم ہوتے ہیں اور نہ قانونِ خداوندی کے سامنے جھکتے ہیں!

لیکن اس سے خود تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔ تمہاری کوئی حرکت ہمارے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ اِن میں سے ایک ایک کا نتیجہ مرتب ہو کر رہیگا۔

(اے جماعت مومنین! دیکھنا! تم نے بھی کہیں اِن جیسا نہ ہو جانا۔ (۵۷/۱۶))۔

۷۵ اے قرآنی انقلاب کی طرف دعوت دینے والی جماعت! ہم جانتے ہیں کہ تم دل سے چاہتے ہو کہ یہود بھی اس انقلاب میں تمہارا ساتھ دیں' اور اس طرح' وہ خود بھی اس ذلّت و خواری کی زندگی سے نجات حاصل کرلیں اور انسانیت بھی اِن کی دسیسہ کاریوں سے خلاصی پائے۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ اس قسم کی قوم' جس کی قلبی کیفیت وہ ہو چکی ہو جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے' کبھی تمہارا ساتھ دے سکتی ہے؟ بالخصوص' جب اِن کی حالت یہ ہے کہ وہ یہ کچھ لاعلمی سے نہیں کرتے۔ اِن میں (مذہبی پیشواؤں کا) گروہ موجود ہے جو قوانین خداوندی کو سنتے ہیں' سمجھتے ہیں' اور پھر جان بوجھ کر اُس میں تغیر و تبدل کر دیتے ہیں' اور اُس کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جن سے بات کچھ سے کچھ بن جاتی ہے —— باقی لوگ اِنہی کا اتباع کرتے رہتے ہیں۔

جو لوگ دیدہ دانستہ یہ کچھ کریں' اُن سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ حق کو

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

قبول کرلیں گے؟

(۷۶) تم اِنہیں ایماندار سمجھتے ہو، حالانکہ اِن کی حالت یہ ہے کہ جب تمھارے پاس آتے ہیں تو اپنے آپ کو ایماندار ظاہر کرتے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اِس جماعت سے خلا ملا رکھنا تو اچھا ہے، لیکن ہمیں اِس کی احتیاط برتنی چاہیئے کہ اِن سے اپنی کتابوں کی وہ باتیں نہ کہہ دی جائیں جنہیں یہ ہمارے خلاف بطور دلیلِ خداوندی لاکر، ہمارا منہ بند کردیں۔ اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

(۷۷) لیکن یہ اتنا نہیں سوچتے کہ جس خدا کی طرف سے اِنہیں وہ باتیں ملی تھیں، یہ، اُسی خدا سے اِن باتوں کو چھپانا چاہتے ہیں! اِن سے پوچھئے کہ کیا خدا سے یہ باتیں چھپی رہ سکتی ہیں؟ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ لوگ ظاہر کیا کرتے ہیں اور چھپا کر کیا رکھتے ہیں۔

(۷۸) یہ لوگ دوسروں کے ساتھ ہی اِس قسم کی فریب کاری نہیں کرتے، خود اپنوں کے ساتھ بھی یہی کچھ کرتے رہتے ہیں۔ (مثلاً) اِن میں بعض لوگ ایسے ہیں جو پڑھے لکھے نہیں۔ وہ، خوش عقیدگی کی پیدا کردہ جھوٹی آرزوؤں کو پلے باندھے رکھتے ہیں، اور توہم پرستیوں اور قیاس آرائیوں میں مست رہتے ہیں۔ اور شریعت کے متعلق جو کچھ اُنھوں نے پوچھنا ہو، اُس کے لئے اپنے احبار و رہبان (علماء و مشائخ) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۷۹) اِن کے علماء کرتے یہ ہیں کہ شریعت کے احکام خود اپنے ذہن سے، اپنی مرضی کے مطابق، وضع کر لیتے ہیں اور اِن اَن پڑھ لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب ارشادات خداوندی ہیں۔ اور اِس طرح اُن سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ اُن کی یہ خود ساختہ شریعت، اور اُس کے ذریعے کمائی ہوئی دولت، سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔

اِن کی یہ خوئے فریب دہی اِس حد تک بڑھ چکی ہے کہ، اور تو اور، یہ خود اپنے آپ

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْۗــــَٔــتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْـنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

---

۸۰ کو بھی دھوکا دینے سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم جو جی میں آئے کریں، ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہم، زیادہ سے زیادہ، چند دنوں تک جہنم میں رہیں گے (یعنی صرف اُتنے وقت کے لئے جب تک ہمارے شفاعت کرنیوالے ہمیں خدا سے بخشوا نہیں لیں گے)۔ اِن سے پوچھو کہ کیا تم نے اِس کے متعلق خدا سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم ٹھیک کہتے ہو۔ اِس لئے کہ خدا اپنے عہد سے پھرا نہیں کرتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ تم خدا کے متعلق اِس قسم کی باتیں کرتے ہو جن کے لئے تمہارے پاس کوئی علم و دلیل نہیں۔

۸۱ (تم سے کس نے کہہ دیا کہ خدا کے ہاں سفارشیں چلتی ہیں؟ وہاں کسی کی سفارش نہیں چل سکتی، نہ ہی اُس کی کوئی چہیتی قوم ہے)۔ اُس کا غیر متبدل قانون یہ ہے کہ جس قوم نے بھی قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کی، اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا معاشرہ خطاکاریوں سے بھر گیا اور ہر سمت فساد ہی فساد رونما ہو گیا، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کھیتیاں جھلس کر رہ جائیں گی، اور وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

۸۲ اِن کے برعکس، جو قوم خدا کے قانون پر یقین رکھتے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوگی، تو اِن لوگوں کو جنتی زندگی نصیب ہوگی۔ اور اِن کی کھیتیاں ہمیشہ لہلہاتی رہیں گی۔

۸۳ (تمہارا خدا سے یہ عہد نہیں تھا کہ تم جو کچھ بھی کرتے رہو گے، تم سے اِسکی بازپرس نہیں ہوگی)۔ تمہارا عہد یہ تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کے قوانین و احکام کی اطاعت نہیں کرو گے۔ (ضعیف) ماں باپ سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ گے۔ نیز اپنے رشتہ داروں سے، اور اُن لوگوں سے جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک جائے اور اُنکی زندگی کی گاڑی کھڑی ہو جائے۔ اِن سب سے ایسا برتاؤ کرو گے کہ اُن کی کمیاں پوری ہو جائیں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾

اور اِس طرح معاشرہ کا توازن بگڑنے نہ پائے۔

تم نے یہ عہد بھی کیا تھا کہ تم لوگوں سے ہمیشہ خوش معاملگی سے پیش آؤ گے' اور انھیں اچھی باتوں کی تلقین کرو گے۔ نیز یہ کہ تم ایسا نظام قائم کرو گے جس میں تمام افراد قوانینِ خداوندی کا پورا پورا اتباع کریں۔ اور اُن کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچتا رہے ــــ لیکن تم نے اِس عہد کے بعد' گریز کی راہیں نکالنی شروع کر دیں اور' معدودے چند کے سوا' سب کے سب' سیدھا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف چل نکلے ــــ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں تھی۔ تمہاری نفسیاتی کیفیت ہی ایسی ہو چکی تھی کہ تم قانونِ خداوندی کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چل نکلتے!

(۸۴) تم نے یہ عہد بھی کیا تھا کہ تم باہمی خونریزی نہیں کرو گے' اور اپنے میں سے کمزوروں اور غریبوں کو اُن کے گھروں سے نکال باہر نہیں کرو گے۔ تم نے اِس کا اقرار کیا تھا' اور سب کچھ دیکھتے بھالتے' سوچتے سمجھتے اقرار کیا تھا ــــ تم اب بھی اسے تسلیم کرتے ہو ــــ

(۸۵) لیکن تم ہو کہ ایسے محکم قول و اقرار کے بعد' باہمی خونریزیاں کرتے ہو اور' اپنے غریب بھائیوں کو اُن کے گھروں سے نکال باہر کرتے ہو۔ اور بجائے اِس کے کہ تمہاری سوسائٹی' اِن مجرمین کے خلاف' کوئی کارروائی کرے' تم اُلٹے اِن غریبوں کے خلاف ظلم و استبداد میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو ــــ کہیں کمزوروں کو کمزور تر بنانے سے اور کہیں اِن سرکشوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے ــــ اور ستم ظریفی یہ کہ جب اِن گھروں سے نکالے ہوئے غریبوں کو دوسرے لوگ پکڑ کر لے جاتے ہیں' تو تم بڑے خدا ترس بنتے ہوئے آگے بڑھتے ہو' اور اُن کا زرِ فدیہ ادا کر کے انھیں چھڑا لیتے ہو' اور اِس سے سمجھتے یہ ہو کہ تم نے بڑا نیکی کا کام کیا! حالانکہ خود اِن لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکالنا وہ سنگین جرم تھا جس سے تمہیں منع کیا گیا تھا۔ سو تمہاری حالت یہ ہے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾

کہ تم ضابطۂ خداوندی کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے دوسرے حصّے سے اِنکار کرتے ہو۔ (حالانکہ جس طرح انسانی زندگی کے حصّے بخرے نہیں کیٔے جا سکتے' اُسی طرح اِس ضابطۂ خداوندی کو بھی ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا جا سکتا۔ اِسے مانا جائیگا' تو سب کا سب مانا جائے گا۔ اور اِنکار کیا جائے گا تو پورے کے پورے سے اِنکار کیا جائے گا۔ جس طرح جسم کے دو ٹکڑے کر دینے سے کوئی ٹکڑا بھی زندہ نہیں رہ سکتا' اُسی طرح جو قوم ضابطۂ خداوندی کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے' اور جو حصّہ مفید مطلب ہو اُس پر عمل کرتی ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیتی ہے' تو) اِس کا نتیجہ اِس کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسی قوم کے حال کی زندگی بھی ذلت اور رسوائی کی زندگی ہو' اور مستقبل کی زندگی بھی اندوہناک تباہیوں سے لبریز۔ دُنیا میں بھی ذِلّت اور آخرت میں بھی رُسوائی۔

ضابطۂ خداوندی سے اِس قسم کا برتاؤ کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یاد رکھو! خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

(۸۶) یہ لوگ محض ذاتی مفاد کی خاطر' ضابطۂ خداوندی کے ساتھ اِس قسم کا سلوک کرتے ہیں' اور طبیعی زندگی کی آسائشوں کے لئے مستقبل کی سرفرازیوں کو بیچ ڈالتے ہیں (لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے' اِن کی یہ زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے' اور آخرت کی زندگی بھی خراب۔) اور یہ تباہی بڑھتی چلی جاتی ہے' اور کوئی ایسا نہیں ہوتا جو اِس حال سے نکلنے میں اِن کی مدد کر سکے۔

(۸۷) تمہاری طرف قوانین خداوندی بھیجنے کا سلسلہ موسٰیؑ تک ہی نہیں رہا' بلکہ اُسکے بعد بھی' تمہارے پاس' مختلف رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ آخر میں عیسٰیؑ ابن مریم آیا۔ اُسے بھی ہم نے واضح دلائل و براہین دیئے تھے۔ یعنی ہم نے اُسے اُس وحی کی رُو سے تائید و تقویت عطا کی تھی جو ہماری طرف سے بلا آمیزش اُس تک پہنچی تھی — اور تمہارے پاس انبیائے سابقہ کی جو وحی رہ گئی تھی اُس میں تم نے اپنی طرف سے ہزار ملا دئیں کر رکھی تھیں۔

لیکن تمہاری روش ہمیشہ یہ رہی کہ جب کبھی کسی رسول نے ایسی بات کہی جو تمہارے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

مفاد و رجحان کے خلاف جاتی تھی' اور اس لئے تمہارا دِل اُسے پسند نہیں کرتا تھا' تو تم وہیں اکڑ گئے۔ پھر اِن رسولوں میں سے بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کے قتل تک کے درپے ہو گئے۔

یہی کچھ اب تم اِس کتاب کے متعلق کر رہے ہو' تا کہ اِس میں تمہاری منشاء کے مطابق تبدیلی کر دی جائے۔ (۵/۱۵ ؛ ۱۱/۱۱۳ ؛ ۴/۴۶ ؛ ۵/۹)۔

(۸۸) قرآنی تعلیم سے ان کی بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ اِس پر غور کرنا تو ایک طرف یہ اِسے سننا تک بھی نہیں چاہتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر اِس کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ (اِن سے کہو کہ یہ کوئی خوبی اور فخر کی بات نہیں کہ تمہارے دِل اِس کا اثر قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ دِل کا فِطری فریضہ تو ہر بات پر غور و فکر کر کے سچی بات کو قبول کرنا ہے۔ جو دل ایسا نہیں کرتے' سمجھ لو کہ) وہ اپنی اِس فِطری استعداد اور صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں ——— اور دلوں کی یہ حالت اِس طرح ہو جایا کرتی ہے کہ جو بات سامنے آئے' اُس پر غور و فکر کرنے کے بجائے' پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم نے اسے ماننا ہی نہیں۔ (۲/۶)۔

اِس قسم کی ذہنیت والوں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں کہ صحیح بات کو سمجھ سوچ کر اُسے تسلیم کر لیں۔

(۸۹) اِن کی یہ حالت اُس وقت ہو رہی ہے جب اِن کے پاس اللہ کی طرف سے وُہ ضابطۂ قوانین آ چکا ہے جو اُن اخلاقی اقدار اور دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو تعلیم خداوندی میں سے اِن کے ہاں موجود ہیں' اور جس کے لئے یہ خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ وہ آئے تو یہ کفار پر غلبہ پا سکیں۔ یہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ ضابطۂ قوانین خدا ہی کی طرف سے نازل ہوا ہے' لیکن' اِس کے باوجود' یہ اِس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن اِس انکار سے انہوں نے اِس ضابطۂ خداوندی کا کیا بگاڑا؟ اِس سے ہوا یہ کہ یہ خود اُس کی برکات سے محروم رہ گئے۔

تمہیں معلوم ہے کہ اِن کے اِنکار کی اصلی وجہ کیا ہے؟ صرف یہ حسد کہ یہ

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾

---

۹۰ رسول غیر اسرائیلی کیوں ہے! (انہوں نے از خود یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ دنیا بھر کی برکات وسعادات بنی اسرائیل کے لئے مخصوص ہو چکی ہیں، حتیٰ کہ نبوت بھی انہی کی قومیت کے دائرے میں محدود ہے)۔ حالانکہ نبوّت ایک ایسی موہبت ہے جو خدا کے قانون مشیت کے مطابق اُسے دی جاتی ہے جسے اُس کا اہل سمجھا جائے۔ (اس میں 'قوم اور وطن اور زبان اور رنگ کی کوئی خصوصیت نہیں)۔

بہرحال، ان کی اس ضد سے اس کے سوا اور کیا ہوا کہ یہ زندگی کی تمام خوشگواریوں سے محروم رہ گئے۔ ان کی امیدوں کی کھیتی جل کر راکھ ہو گئی اور ان کا انکار اور سرکشی ان کے لئے ایسی ذلت آمیز تباہی کا موجب بن گئی جس نے ان کی ساری اجتماعی قوت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کتنا بُرا ہے یہ سودا جو انہوں نے اپنی زندگی کے عوض کیا ہے!!

اور یہ انجام ہر اُس قوم کا ہوتا ہے جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کرے۔

۹۱ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ 'آؤ! اِس ضابطۂ خداوندی کی صداقت پر ایمان لاؤ' تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو صرف اُسی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوا تھا۔ اُس کے سوا ہم کسی اور تعلیم پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ یہ قرآن (اُن کی طرف بھیجی ہوئی سچی تعلیم کے خلاف نہیں، بلکہ) اُن اقدار اور دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو تعلیم خداوندی میں سے اُن کے پاس موجود ہیں۔

اِن سے کہو کہ (اگر تمہارا اعتراض یہی ہے کہ ہم اِس قرآن کو اِس لئے نہیں مانتے کہ یہ ایک غیر اسرائیلی کی طرف نازل ہوا ہے تو) بتاؤ کہ، اِس سے قبل، جو اسرائیلی انبیاء تمہاری طرف آتے رہے تھے، تم اُن کی تذلیل و تحقیر پر کیوں اُتر آیا کرتے تھے اور اُن کی جان تک کے دشمن کیوں بن جایا کرتے تھے؟ تمہارا یہ دعوےٰ کہ تم اسرائیلی انبیاء پر ایمان لایا کرتے تھے، خود تمہاری اپنی تاریخ کی رُو سے جھوٹا ثابت ہو رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

---

۹۲ دیگر انبیائے بنی اسرائیل کو تو چھوڑو، تم نے خود موسیٰؑ کے ساتھ کیا کیا؟ وہ تمہارے پاس ایک واضح ضابطۂ قوانین لایا تھا (جس کی بنیادی تعلیم توحید تھی)، لیکن تم نے اُسے چھوڑ کر، گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ کہو! یہ ایمان تھا یا کفر؟ یہ اطاعت تھی یا سرکشی؟

۹۳ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے (۶۴/۲) جب ہم نے تم سے ' دامنِ کوہ میں ' اِس بات کا پختہ عہد لیا تھا کہ تم اُس ضابطۂ خداوندی کو پوری قوت سے تھامے رہو گے ' تو تم سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم اِس بات کو دِل کے کانوں سے سُن لو! اور اچھی طرح سمجھ لو۔ تم نے جواب دیا تھا کہ ہم نے اِسے اچھی طرح سُن اور سمجھ لیا ہے۔ لیکن اُس کے بعد کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ تم نے اُن قوانین کی اطاعت کے بجائے اُن سے سرکشی اختیار کر لی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (توحید کا اثر تمہارے دلوں سے زائل ہو گیا اور) گوسالہ کی محبت اُن کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔

اِن سے کہو کہ یہ ہے تمہارا سابقہ ریکارڈ! لہٰذا ' تمہارا یہ کہنا کہ ہم اِس لئے قرآن پر ایمان نہیں لاتے کہ ہم اُس ضابطۂ خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوا تھا ' خود فریبی اور فریب دہی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر تمہارا ایمان تمہیں یہی کچھ سکھاتا ہے ' اور اِس قسم کی زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے تو ہزار افسوس ہے ایسے ایمان پر!

۹۴ اِن سے کہو کہ تمہارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو (۱۸/۵)۔ اور آخرت کا گھر ' یعنی جنت ' تمہارے لئے مخصوص ہے (۲/۸۰) ' اور غیر اسرائیلیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں (۲/۱۱۱)۔ اگر تم اپنے اِس دعوے میں سچے ہو تو تمہیں موت سے کبھی نہیں ڈرنا چاہیئے ' بلکہ اُس کی تمنا کرنی چاہیئے۔ (تمہیں نکھر کر میدانِ جنگ میں سامنے آنا چاہیئے۔ چُھپ چُھپ کے سازشیں نہیں کرنی چاہئیں۔ موت تو حُسنِ عمل کا پہلا امتحان ہے ' (۶۷/۲ : ۶۲/۶))

۹۵ لیکن تم دیکھو گے کہ یہ لوگ مرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے ' اِس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی مستقبل کی زندگی کیلئے کیا کمائی کر کے آگے بھیجی ہوئی ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

(۱۱ / ۴۰ / ۱۱)

اللہ اِس قسم کے فریب کار سرکشوں کی ابلہ فریبیوں سے خوب واقف ہے۔

۹۶ مرنے کی تمنا تو ایک طرف! تم دیکھو گے کہ یہ لوگ، زندہ رہنے کے لئے، مشرکینِ عرب سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ اِن میں سے ایک ایک کی تمنا یہ ہے کہ اُسے ہزار سال کی عمر مِل جائے۔ لیکن، یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ اس درازیٔ عمر سے کیا ہو گا؟ کیا اِس سے یہ اپنے غلط اعمال کے تباہ کن نتائج سے بچ جائیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ خدا کا قانونِ مکافات اِن کے ایک ایک کام پر نگاہ رکھتا ہے۔ اِس لئے اِن کے ہر عمل کا نتیجہ اِن کے سامنے آکر رہے گا۔

۹۷ یہ لوگ جبریل سے ناراض ہو رہے ہیں کہ اُس نے ایک غیر اسرائیلی کو وحی کیوں دیدی (ﷺ)۔ اِن سے کہو کہ اِس میں جبریل سے ناراض ہونے کی کونسی بات ہے؟ اِس لئے کہ وہ از خود کسی کی طرف وحی نہیں لے جاتا۔ اُس نے اِس قرآن کو قلبِ محمدیؐ پر، خدا کے حکم کے مطابق نازل کیا ہے۔ اور جو کچھ نازل کیا ہے اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اُن دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو خود تمہارے ہاں موجود ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ، یہ وحی، ہدایت وسعادت کو بنی اسماعیل میں محدود نہیں کرتی (کہ تمہیں شکایت ہو کہ تم اِس سے محروم کر دیئے گئے ہو)۔ یہ تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کھلی ہے، اور اُن لوگوں کو، جو اِس کی صداقتوں پر ایمان لائیں، زندگی کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور حال ومستقبل کی خوشگواریوں کی خوشخبری دیتی ہے (خواہ وہ کسی نسل سے کیوں نہ ہوں)۔

۹۸ (اِن سے کہو کہ) تمہارے اِس اعتراض کی نشتر، صرف جبریل تک ہی نہیں پہنچتی۔ یہ تو خود خدا پر اعتراض ہے۔ اور اُس کے تمام نظامِ وحی پر، اور ان وسائط پر جو، اُس کے حکم سے، تدبیر امور کرتے ہیں —— یعنی جبریل و میکائیل سمیت تمام ملائکہ پر اعتراض —— اِس قسم کا اعتراض، درحقیقت، خدا اور اُس کے نظام سے کھلا ہوا انکار ہے۔ سوچو، کہ جو لوگ اِس قسم کی روش اختیار کئے ہوں، خدا اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے!

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۹۹﴾ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۲﴾

---

۹۹ (ان سے کہدو کہ تمہاری تمام مخالفت' اور حسد و عناد کے علی الرغم) خدا نے یہ واضح تعلیم تیری طرف نازل کی ہے۔ اس سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو زندگی کے صحیح راستے کو چھوڑ کر' غلط راہوں پر چل نکلے ہوں۔

۱۰۰ (یہ تو ہے ان کی اعتقادی زندگی کا عالم۔ باقی رہی ان کی عملی زندگی' سو اُس کی کیفیت یہ ہے کہ) جب یہ کسی سے عہد و پیمان کرتے ہیں تو (اگرچہ وہ عہد و پیمان پوری کی پوری قوم کی طرف سے ہوتا ہے لیکن) ان میں سے ایک جماعت اُس معاہدہ کو' ردی کاغذ کا ٹکڑہ سمجھ کر پھینک دیتی ہے' اور اُس کا کوئی احترام نہیں کرتی ـــــ یہ اس لئے کہ یہ لوگ کسی مستقل قدر اور غیر متبدل اصول پر ایمان ہی نہیں رکھتے' (مصلحت کوشی ان کا شیوہ' اور مفاد پرستی ان کا شعار ہے۔ وہ کسی طریق سے بھی حاصل ہو!)

۱۰۱ (اے رسول! یہ جو اس طرح تمہاری مخالفت کر رہے ہیں' تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ ہمیشہ یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً تم سے پہلے) جب ان کی طرف ایک رسول (عیسےٰؑ) آیا ـــ وہ رسول جو (تمہاری طرح) اُن اقدار و دعاوی کو سچ کر کے دکھانے والا تھا جو تعلیم خداوندی میں سے ان کے پاس موجود تھے۔ (اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھا' اور انکی کتابوں میں اُس کا صریح ذکر بھی موجود تھا) لیکن' اس کے باوجود' ان لوگوں کے ایک گروہ نے جو کتاب الٰہی اپنے پاس رکھتے تھے' اُس کتاب کو یوں پس پشت ڈال دیا' گویا وہ اُسے جانتے تک نہ تھے (اور اُس رسول کے قتل تک کے درپے ہو گئے)۔

۱۰۲ (ان لوگوں کا شیوہ ہی یہ رہا ہے کہ یہ خدا کی سچی تعلیم کو ٹھکراتے رہے) اور

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اپنے خود ساختہ افسانوں کے پیچھے لگے رہے۔ اُن افسانوں میں ایک یہ بھی تھا کہ (انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر) سلیمانؑ حقائقِ خداوندی کو چھوڑ کر سحر آفرینیوں اور شعبدہ بازیوں کو ماننے لگ گیا تھا۔

سلیمانؑ خدا کا پیامبر اور اِس قسم کی کافرانہ روش کا حامل! یہ یکسر افتراپردازی تھی، جو اُس کی نبوت کے خلاف اِن شیاطین نے تراش رکھی تھی۔ اِس باطل روش کا اتباع سلیمانؑ نے نہیں کیا تھا، خود ان کے فتنہ پرداز سرغنوں نے کیا تھا۔ وہ لوگوں کو جادو ٹونے سکھاتے تھے (اور اُسے منسوب کرتے تھے سلیمانؑ کی طرف)۔

پھر ایک افسانہ یہ بھی تھا (جو انہوں نے مشہور کر رکھا تھا) کہ بابل میں دو فرشتے تھے ـــ ہاروت و ماروت ـــ اُن پر خدا نے اِس علم (جادو) کو نازل کیا تھا۔ لوگ اُن کے پاس جا کر اِس قسم کے تعویذ گنڈے سیکھتے جن سے میاں بیوی میں افتراق پیدا ہو جائے۔ لیکن وہ (فرشتے) یہ کچھ سکھانے سے پہلے لوگوں سے (صاف صاف) کہہ دیتے کہ بھائی! ہم تو ایک فتنہ ہیں۔ تم یہ کچھ سیکھ کر کیوں کافر بنتے ہو۔ (لیکن اِس کے باوجود لوگ اُن سے یہ باتیں سیکھتے ـــ اِن باتوں میں لذت ہی ایسی ہوتی ہے)۔

لیکن یہ سب افسانہ ہی افسانہ ہے۔ نہ بابل میں اِس قسم کے کوئی فرشتے تھے۔ اور نہ ہی خدا نے اُنھیں کوئی باطنی علم سکھایا تھا۔ یہ سب ان لوگوں کی خود ساختہ کہانیاں ہیں۔

باقی رہے یہ گنڈے، تعویذ۔ سو یہ، اِن کے ذریعے کسی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نفع و نقصان، سب قوانینِ خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ تعویذ گنڈے سیکھنے (اور کرنے) والوں کو، اِس سے کچھ دنیاوی مفاد ضرور حاصل ہو جاتے ہیں لیکن (ذرا بہ نظرِ تعمق دیکھا جائے تو یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ) اِس میں اِن کا نقصان ہی ہے، نفع نہیں۔ اِس لئے کہ اِس سے اِنہیں دنیاوی مفاد حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں اِن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ (اور یہ حقیقت ہے کہ مستقبل کی خوشگواریوں کے مقابلہ میں، عاجلہ مفاد کچھ وزن نہیں رکھتے) ـــ جو شخص جان دے کر، جسم کی لذتیں خریدتا ہے، اُس کی تجارت، نفع کا سودا کس طرح قرار پا سکتی ہے؟ اے کاش! یہ اِس قدر کھلی ہوئی بات کو سمجھ سکتے۔

اگر یہ لوگ اِن افسانوں کے پیچھے لگنے کے بجائے، قرآنی حقائق پر ایمان لے آتے اور قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے، تو خدا کے ہاں سے اِنہیں اِس کا بہت اچھا بدلہ (نتیجہ) ملتا ـــ کاش، یہ عقل و فکر سے کام لیتے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾

۱۰۴ اے جماعتِ مومنین! اِس مقام پر ایک اہم حقیقت کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ یہودیوں کی ذہنیت یہ تھی کہ وہ موسیٰؑ سے بار بار اِس قسم کے مطالبے کرتے تھے کہ ہمارے لئے یہ مہیا کر دو تو ہم تمہاری بات مانیں گے۔ یہ رَوش زندگی غلط ہے۔ تم نے یہ نہ کرنا کہ اپنے نظام سے اِس قسم کی سودے بازی شروع کر دو۔ تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ تم اپنے رسول (نظامِ خداوندی کے مرکز) سے یہ کہو کہ آپ ہم پر نگاہ رکھیں کہ ہم بے راہ نہ ہونے پائیں' اور ہم آپ کی اطاعت کرتے جائیں گے۔

نیز باہمی گفتگو میں' ذومعنی الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ نہ ہی بات کو توڑ مروڑ کر کرنا چاہیئے۔ یہودیوں کی یہ بھی عادت ہے (۴/۴۶)۔

یاد رکھو! یہ باتیں یوں تو بڑی عام سی دکھائی دیتی ہیں' لیکن اِن کے اثرات بڑے دُور رس ہوتے ہیں۔ جو لوگ اِن حقیقتوں سے اِنکار کرتے ہیں وہ الم انگیز عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۱۰۵ اِن اہلِ کتاب' اور مشرکینِ عرب میں سے جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے' وہ اِسے دیکھ ہی نہیں سکتے کہ تمہاری طرف خدا کی وحی آئے (۳/۷۲ ؛ ۱۶/۳۰)۔ اور اُس کی بنا پر تمہیں زندگی کی خوشگواریاں حاصل ہوں۔ لیکن اِس میں اِن کے چاہنے یا نہ چاہنے کا کیا سوال ہے؟ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا ہے' وہ جس فرد کو چاہتا ہے وحی کے لئے چُن لیتا ہے' اور پھر جو چاہے اُس وحی کی خیر و برکت سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اُس کی نعمتوں کا دسترخوان ہر شخص کیلئے کُھلا ہے۔ جو ہاتھ بڑھا کر اُٹھانا چاہے' اُٹھا لے۔

۱۰۶ اِن (اہلِ کتاب) کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جب خدا کی کتابیں پہلے سے موجود تھیں' تو پھر ایک نئی کتاب (قرآن) کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ نیز یہ بھی کہ اگر یہ کتاب خدا ہی کی طرف سے ہے تو اِس میں ایسے احکام کیوں ہیں جو خدا کی پہلی وحی (تورات) کے خلاف ہیں۔

اِن سے کہہ دو کہ ہماری طرف سے وحی کا انداز یہ ہے کہ کسی سابقہ رسول کی وحی کے ایسے احکام' جو وقتی طور پر نافذ العمل رہنے کے لئے دیئے گئے تھے' اُنھیں' بعد میں آنے والے

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۰۷﴾ أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۰۸﴾

رسول کی وحی سے کے احکام سے بدل دیا جاتا ہے' اور یہ نئے احکام' پہلے احکام سے بہتر ہوتے ہیں۔ جن سابقہ احکام کے متعلق اُس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اُنہیں علیٰ حالہ رہنے دیا جائے' یا جنہیں سابقہ رسولوں کی قومیں ترک یا فراموش کر دیتی ہیں' یا اُن میں اپنی طرف سے آمیزش کر دیتی ہیں (۲۲/۵۲)۔ اُن کی جگہ' اُنہی جیسے احکام' جدید وحی میں دیدیئے جاتے ہیں (۱۶/۱۰۱)۔ اور یہ سب کچھ ہمارے مقرر کردہ اندازوں کے مطابق ہوتا ہے جن پر ہمارا پورا پورا کنٹرول ہے۔

اِنہی اندازوں کے مطابق اب یہ آخری ضابطۂ حیات دیا گیا ہے' جس میں تمام سابقہ سچائیاں آگئی ہیں (۵/۴۸)۔ جو ہر طرح سے مکمل ہے (۶/۱۱۶)' اور جو ہمیشہ محفوظ رہے گا (۱۵/۹)۔ اس لئے یہ ضابطہ' اب تمام سابقہ ضوابط کی جگہ لے لیگا' اور ہمیشہ نافذ العمل رہے گا۔

۱۰۷ اِن سے کہو کہ اِس بارے میں کوئی شخص خدا پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ اُس نے وحی کا انتظام ایسا کیوں رکھا ہے؟ کیا اِنہیں اس کا علم نہیں کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں سب اقتدار اُسی کا ہے' اِس لئے وہی جانتا ہے کہ کونسا قانون کب نافذ کرنا چاہیئے۔ (اِن سے کہہ دو کہ)' اِسکے باوجود اگر تم اِس ضابطۂ قوانین کی اطاعت سے اِنکار کرتے رہو گے تو تم خود دیکھ لو گے کہ کوئی دوسرا ضابطہ' زندگی کی مشکلات دور کرنے میں تمہارا کارساز اور مددگار نہیں ہو سکے گا۔

۱۰۸ اِس سلسلہ میں (اے جماعتِ مومنین!) تم بھی ایک بنیادی حقیقت کو سمجھ لو۔ اور وہ یہ کہ جس قدر احکام و قوانین کا دیا جانا خدا کو مقصود ہے' وہ سب' از خود' قرآن میں دیدیئے جائیں گے' اور جن امور کے متعلق کچھ نہیں کہا جائے گا' اُن کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسا دانستہ کیا گیا ہے' خدا سے بھول نہیں ہو گئی۔ لہٰذا اِن امور کے متعلق' تم نے اپنے رسول سے اُس قسم کے سوالات نہ شروع کر دینا جس قسم کے سوالات' اِس سے پہلے بنی اِسرائیل' اپنے رسول' موسیٰؑ سے کیا کرتے تھے۔ (اِس کرید کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے لئے غیر متبدل شریعت بنا لیا جن کا ہمیشہ کے لئے نباہنا مشکل تھا۔ آخر الامر اُنہیں اُن سے اِنکار کرنا پڑا۔ سو تم نے بھی ایسا نہ کرنا۔ (۵/۱۰۱)۔ جو قوم بھی ایمان

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ
الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ
وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ
الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾

سے بہرہ یاب ہو کر پھر کفر کی روش اختیار کرلے' تو فلاح و بہبود کی راہ اس سے گم ہو جاتی ہے۔

۱۰۹ اِن اہلِ کتاب میں سے اکثر چاہتے ہی یہ ہیں کہ تمہارے اِس ایمان کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ اِس لئے نہیں کہ حقیقت اِن پر واضح نہیں ہوئی۔ حقیقت تو انکے سامنے نکھر کر آچکی ہے' لیکن یہ اپنے قومی تعصب کی بنا پر اِس دین کو اختیار کرنے کیلئے تیار نہیں' اور نہ ہی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اِس نظامِ زندگی کی برکات سے تم فیضیاب ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ اِس کا علاج کیا ہے؟ تم ابھی اپنے نظام کے ابتدائی دَور سے گذر رہے ہو' اِس لئے اِن سے اُلجھ کر اپنا وقت اور توانائی ضائع مت کرو۔ اُس وقت تک کہ فیصلہ کن انقلاب کا مرحلہ سامنے نہ آجائے' تم اِن سے اعراض برتو' اور اِن کا خیال کئے بغیر اپنے پروگرام کی تکمیل میں آگے بڑھتے جاؤ' اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اُس سے درگذر کرو (۱۳/۵ : ۵۲/۱۵ ، ۱۱/۴۴ ، ۱۰/۴۳)۔ خدا ہر بات کے اندازے سے واقف ہے اور حالات پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔ اِس لئے وہ جانتا ہے کہ کس موقعہ پر کونسی روش اختیار کرنی چاہیئے۔

۱۱۰ اِس پروگرام کی تکمیل' اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے ہو گی۔ یعنی ایسا معاشرہ قائم کرنے سے جس میں ہر فرد قوانین خداوندی کے پیچھے چلتے ہوئے' اُن کی رُو سے عائد شدہ فرائض کو ادا کرتا جائے' اور نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتا رہے (۳/۲)۔ اِس ابتدائی مرحلہ میں ایسا محسوس ہوگا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو' اُس کا کوئی نتیجہ مُرتب نہیں ہو رہا۔ لیکن یقین رکھو کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں جائیگی۔ تم اپنی محنتوں کا نتیجہ خدا کے قانون مکافات کے مطابق' وقتِ مقررہ پر' اپنے سامنے دیکھ لوگے۔ (۳/۲)۔ کسی کا کوئی عمل' اُس کے قانون مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا۔

۱۱۱ اِن (اہلِ کتاب) کا دعوے ہے کہ جنت بس اِنہی (یہود و نصاریٰ) کے لئے مخصوص ہو چکی ہے' اِن کے علاوہ' اِس میں کسی اور کا داخلہ نہیں ہو سکتا۔ (۱۳۵/۲)

بَلٰی مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىۡءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيۡسَتِ الۡيَهُوۡدُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُمۡ يَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ مِثۡلَ قَوۡلِهِمۡ ۚ فَاللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

یہ اِن کی خوش فہمی ہے جو اِن کے فریبِ نفس اور جہالت نے پیدا کر رکھی ہے۔ اِن سے کہو کہ ذرا جذبات سے الگ ہٹ کر علم و بصیرت کی رو سے بات کریں، اور اگر یہ اپنے اِس دعوے میں سچے ہیں، تو اِس کی تائید میں دلائل و براہین پیش کریں۔ حقائق کے فیصلے خوش آیند جذبات کی رُو سے نہیں ہوا کرتے، علم و برہان سے ہوتے ہیں۔

۱۱۲ اور علم و برہان کا فیصلہ یہ ہے کہ زندگی کی خوشگواریاں اور کامرانیاں، قومی گروہ بندیوں اور دل خوش کن آرزوؤں سے وابستہ نہیں۔ ان کے لئے ایک ابدی اور غیر متبدل قانون ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے آپ کو قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکا دیا، جس نے اپنا رُخ اُس منزل کی طرف کر لیا جو اللہ نے انسانوں کے لئے مقرر کی ہے — اور اس کے بعد (افراط و تفریط کو چھوڑ کر (۲۰۸ : ۲ ؛ ۱۴۳ : ۲)، حسن کارانہ انداز سے (قرآن کے مطابق) زندگی بسر کی، تو اُس کے اِس ایمان و عمل کا نتیجہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق، اُسے مل جائے گا۔ ایسے لوگوں کی نشانی یہ ہوگی کہ نہ اُن کیلئے کسی قسم کا خوف و خطر ہوگا، اور نہ ہی افسردگی اور غمگینی۔

۱۱۳ حق کی مخالفت کرنے والوں کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے۔ اِن کے باہمی اختلافات خواہ کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں، دینِ خداوندی کی مخالفت میں یہ سب متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں۔ یہی کیفیت اِن یہود و نصاریٰ کی ہے۔ تمہاری مخالفت میں یہ سب ایک ہو جاتے ہیں، لیکن باہمی اختلافات کا یہ عالم ہے کہ یہودی، عیسائیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا مذہب کچھ نہیں۔ عیسائی، یہودیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ سچائی پر نہیں۔ اور لُطف یہ کہ دونوں اِس کے مُدّعی ہیں کہ وہ اُس کتاب کی پیروی کرتے ہیں جس کا سرچشمہ ایک ہے (یعنی عہدنامۂ عتیق و جدید)۔ یہی حالت اِن (مشرکینِ عرب) کی ہے جنہیں کتاب (وغیرہ) کا کوئی علم نہیں۔ وہ بھی اپنے معتقدات کو حق پر مبنی قرار دیتے ہیں اور دوسروں کی مخالفت کرتے ہیں۔ پارٹی بازی کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ اِن کے یہ اختلافات (جو خدا کا عذاب ہیں ۳ : ۱۰۴) اُس وقت تک نہیں مٹ سکتے جب تک قرآن کی رُو سے انسانی معاشرہ میں انقلابِ عظیم واقع نہیں ہو جاتا (۱۱ : ۱۱۸-۱۱۹)۔ اُس وقت عالمگیر انسانیت، اور وحدتِ اقتدار و قانون کا تصوّر غالب آجائے گا، اور یُوں اختلافات

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

مٹ جائیں گے —— یا پھر مرنے کے بعد' ہرایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حق پر تھا یا باطل پر—

۱۱۴ قرآن کے اِس اِنقلاب آفریں نظام کی بنیاد' مومنین کی جماعت کے ہاتھوں رکھی جارہی ہے' اور وہ اِس کی ابتدا اُس مقام سے کر رہی ہے' جہاں صرف خدا کے قانون کے سامنے جھکنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی مقامات (مساجد) اِن کے نظام کے مراکز ہیں۔ (اِن مراکز کی آبادی صرف اِس جماعت کے ہاتھوں سے ہوگی' نہ کہ اُن ہاتھوں سے جو خدا کے قانون کے ساتھ' انسانوں کے خودساختہ قوانین بھی شامل کرلیں (۹/۱۷—۱۰)' یا جو جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا موجب بنیں (۹/۱۰۷)۔

اب سوچو کہ اُن لوگوں سے زیادہ سرکش اور اِنسانیت کا دشمن اور کون ہوسکتا ہے' جو اِس نظام کی تخریب کیلئے کوشاں ہوں' اور ہر قسم کی رُکاوٹیں ڈالیں کہ دین کے اِن مراکز میں' خالص قانون خداوندی کا چرچا نہ ہونے پائے (۲۲/۲۵)۔

انہیں چاہیئے تھا کہ اِن مراکز کی طرف آتے تو' سرکشی کے جذبات لئے ہوئے نہیں' بلکہ' اپنی تخریبی کارروائیوں کے تباہ کن نتائج سے ڈرتے ہوئے آتے۔ بہرحال اِن کی موجودہ رَوِش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اِنھیں دنیاوی زندگی میں ذِلت ورسوائی نصیب ہوگی اور آخرت کی زندگی میں تباہی وبربادی۔

۱۱۵ اِنہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ لوگ اگر اِس نظام کو' اِس مقام (مکہ) میں سردست قائم نہ بھی ہونے دیں گے' جسے ہم نے انسانیت کا "پہلا گھر" کہہ کر پکارا ہے (۳/۹۶)' تو اِس سے اِس نظام کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ نظام کسی خاص مقام کے ساتھ وابستہ نہیں۔ یہ اُس خدا کا نظام ہے جو جہت اور سمت' اور زمان ومکان کی نسبتوں سے بلند ہے۔ وہ کائنات کی تمام پہنائیوں پر چھایا ہوا ہے۔ اِس لیئے (اے جماعت مومنین!) تم جہاں بھی اُسکی طرف متوجہ ہوگے' اسکی طرف لے جانیوالا راستہ تمہارے سامنے ہوگا۔ خدا کا نظام بڑی وسعتوں کا مالک اور سرتاپا علم وبصیرت پر مبنی ہے۔

۱۱۶ یہودیوں سے ہٹ کر' ذرا اِن عیسائیوں سے پوچھو کہ تم کس منہ سے خدا پر

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ لَوۡلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوۡ تَاۡتِيۡنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡ ؕ تَشَابَهَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

ایمان کے مدعی بنتے ہو جبکہ خدا کے متعلق تمہارا تصور اس قدر پست ہے کہ تم کہتے ہو کہ اُس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ تم نے' اِس طرح' خدا کو انسانوں کی سطح پر لاکر رکھ دیا۔ وہ اِس سطح سے بہت اونچا اور اِس تصور سے بہت دُور ہے۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ سب اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وجود میں لایا گیا ہے' اور سب اُس کے قوانین کے اطاعت گذار ہیں۔ اِس لئے وہ' انسانوں کی طرح' بیٹوں کا محتاج نہیں۔

(۱۱۷) تمہارا محدود ذہن تمہیں یہی بتا سکا ہے کہ خدا کا طریقِ آفرینش بھی تولید کا ہے۔ یعنی وہ طریق جس کی رُو سے ایک باپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا وہ ہے جو ساری کائنات کو پہلی مرتبہ (عدم سے) وجود میں لایا ہے۔ اُس کا اندازِ تخلیق یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے' تو اِس کے ساتھ ہی اُس شے کی تخلیق کا آغاز ہو جاتا ہے۔

ایسی قوتوں کے مالک' خدا' کو بیٹے کی کیا احتیاج ہے؟

(۱۱۸) اِن میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ (خدا کو اگر ہماری راہ نمائی مقصود ہے تو وہ) ہم سے براہِ راست باتیں کیوں نہیں کرتا۔ یا کوئی ایسی محسوس نشانی ہمارے سامنے کیوں نہیں لے آتا جس سے ہم پہچان لیں کہ یہ واقعی خدا کی طرف سے وحی ہے؟ اِن کی یہ باتیں وحی کی ماہیت سے لاعلمی پر مبنی ہیں' اور پہلی مرتبہ نہیں کہی گئیں۔ اِن سے پہلے بھی' اِس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگ' یہی کچھ کہا کرتے تھے۔

انہیں کون بتائے کہ ہماری کتنی نشانیاں اِن کے سامنے نمایاں طور پر موجود ہیں۔ لیکن یہ نشانیاں اُنہی کو نظر آسکتی ہیں جو علم و بصیرت سے کام لے کر اعترافِ حقیقت کے لئے آمادہ ہوں۔

اگر یہ عقل و فکر سے کام لیتے تو یہ حقیقت اِن کی سمجھ میں آجاتی کہ صاحبِ اختیار و ارادہ مخلوق (یعنی انسانوں) کی راہ نمائی کے لئے طریقہ یہ ہے کہ خدا اپنی باتیں کسی

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۲۰﴾ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿۱۲۱﴾

ایک شخص (رسول) کی وساطت سے انسانوں تک پہنچاتا ہے (۲۴/۱۵) اور اِسے پھر انسانوں پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ جی چاہے تو اُس راہ نمائی کو قبول کرلیں اور جی چاہے تو اُس سے اِنکار کردیں (۱۸/۲۹ ؛ ۷۶/۳)

۱۱۹ یہی وہ اُصول ہے جس کے مطابق ہم نے 'اے رسول' تجھے حق کے ساتھ انسانوں کی راہ نمائی کے لئے بھیجا ہے "تاکہ تو لوگوں کو بتادے کہ خدا کی وحی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا نتیجہ کس قدر خوشگوار ہوگا اور اِس کی خلاف ورزی سے کس طرح ہلاکت اور تباہی آجائیگی۔ تو اِن تک یہ پیغام پہنچادے اور پھر انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دے کہ جس کا جی چاہے اِس سے انکار کردے۔ جو انکار کرے گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا' اور اُس کی اِس ہلاکت کی ذمہ داری تمہارے سر پر نہیں ہوگی۔ تمہارا فریضہ اِس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے (۱۳/۴)۔

۱۲۰ اصل یہ ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ ' اِس قسم کی باتیں حق کی جستجو کے لئے نہیں کرتے' انہوں نے تو پہلے ہی فیصلہ کر رکھا ہے کہ تم جس راستے پر چل رہے ہو' یہ اُسے کبھی اختیار نہیں کریں گے۔ اِس لئے یہ تم سے کسی صورت میں راضی نہیں ہوسکتے جب تک تم (اے رسول) اپنا راستہ چھوڑ کر اِن کا مسلک نہ اختیار کرلو۔

اِن سے کہہ دو کہ 'سوال میرے راستے یا تمہارے راستے کا نہیں۔ راستہ وہی صحیح ہوسکتا ہے جس کی طرف خدا کی وحی راہ نمائی کرے۔ (اور وہ وحی اپنی اصلی شکل میں تمہارے پاس نہیں۔ قرآن کے اندر ہے۔)

اب ظاہر ہے کہ اگر' اِن حالات کے ماتحت' جبکہ خدا کی وحی تمہاری طرف آچکی ہے' تم (اے رسول' بفرضِ محال) اِن لوگوں کے پست خیالات اور خواہشات کا اتباع کرنے لگ جاؤ' (تو تم بھی اِنہی جیسے ہو جاؤ گے) اور اِس غیر خداوندی راستے پر چلنے سے جو تباہی آئے گی' اُس سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی چارہ ساز اور مددگار نہیں ہوسکے گا۔ (۴/۶ ؛ ۱۰/۹ ؛ ۱۳/۴۲)۔

۱۲۱ تمہاری جماعت کے لوگ' جنہیں ہم نے یہ ضابطہ قوانین (قرآن) دیا ہے' اُسکا

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

پورا پورا اتباع کرتے ہیں' یہی خدا کے مقرر کردہ معیار کے مطابق' سچے مومن ہیں۔ ان کے برعکس' جو لوگ اِس کی صداقتوں سے انکار کرتے ہیں (وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکینِ عرب)' تو ایسے لوگ تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔

۱۲۲ جو کچھ ہم نے اوپر کہا ہے وہ کس قدر حقیقت پر مبنی ہے' اِس کے لئے اِن یہودیوں (بنی اسرائیل) سے کہو کہ تم اپنی تاریخ پر ایک مرتبہ پھر غور کرو' اور دیکھو کہ (جب تم نے خدا کی راہ نمائی اختیار کی تھی تو اُس کی بدولت) تمہیں کس طرح زندگی کی خوشگواریاں نصیب ہو گئی تھیں' اور کس طرح تمہیں' تمہاری ہم عصر اقوام پر فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔

۱۲۳ لیکن (جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ (۲/۴۸)۔ اُس ضابطہ ہدایت کو چھوڑ دینے سے دنیا بھر کی خرابیاں تمہارے اندر پیدا ہو گئیں۔ تم میں نہ آئین و قوانین کا احترام باقی رہا اور نہ ہی عدل و انصاف کا کوئی خیال ـــــ لیکن اب یہ دھاندلی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ اَب وہ دَور آنے والا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کے جُرم کا ذرا سا بوجھ بھی نہیں بٹا سکے گا۔ ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا خود بھگتنی پڑے گی (۶/۱۶۵)۔ نہ ہی کسی کی سفارش کسی کے کام آسکے گی۔ نہ ہی کسی سے' اُس کے جُرم کے عوض' کچھ (رشوت وغیرہ) لے کر اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی کسی مجرم کی مدد کو پہنچ سکے گا۔

یہ اِس دُنیا میں بھی ہو گا جب قرآن کا نظامِ عدل قائم ہو گا' اور آخرت میں بھی' جب ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا۔

۱۲۴ اِس میں شبہ نہیں کہ اِس قسم کے نظامِ حق و صداقت کی اقامت لئے کھڑے ہونے میں بڑی ہمت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے' لیکن تاریخ اِس پر شاہد ہے کہ جو اِس ہمت اور استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے' اُسے کس قدر مقام بلند نصیب ہو جاتا ہے۔ تمہیں اپنے مورثِ اعلیٰ' ابراہیمؑ کے کوائفِ حیات کا تو علم ہی ہے۔ اُسے' مملکت کی بلند ترین پیشوائیت کا منصب وراثت میں مل سکتا تھا۔ لیکن اُس نے اُسے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا' اور نظامِ خداوندی کی اِقامت کے لئے

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾

پورے عزم و استقلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا (۳۷/۸۲–۹۷ ; ۶۰/۴)۔ اِس کے بعد اُسے کتنے ہی صبر آزما اور جانگسل مراحل سے گذرنا پڑا۔ لیکن یہ تمام مراحل اُس کی نمودِ ذات کے مواقع بن گئے۔ وہ اِن سب میں پورا اُترا، اور اِس طرح اُس نے ثابت کر دیا کہ اُس کی صلاحیتوں کی کس قدر نشو و نما ہو چکی ہے۔

اِس کا نتیجہ کیا ہوا؟ وہ نوعِ انسان کی امامت (لیڈر شپ) کا مستحق قرار پا گیا، اور اُس کا مسلک، انسانی معاشرہ کی سیدھ اور ٹیڑھ کے پرکھنے کا معیار بن گیا۔

یہ سب ابراہیمؑ کی سعی و عمل کا نتیجہ تھا۔ لیکن تم ہو کہ محض اولادِ ابراہیمؑ ہونے کی بنا پر اپنے آپ کو نوعِ انسان کی امامت کا مستحق سمجھے بیٹھے ہو، حالانکہ اِس حقیقت کو اُسی وقت واضح کر دیا گیا تھا کہ اولادِ ابراہیمؑ میں سے بھی جو اِس راستہ سے ہٹ کر، ظلم اور سرکشی کی راہ اختیار کرلے گا، تو وہ مقامِ بلند اُس سے چھین لیا جائے گا۔ (چنانچہ جب تم نے اُس مسلک کو چھوڑ دیا، تو وہ امامت بھی تم سے چھن گئی)۔

۱۲۵ ابراہیمؑ کا قائم کردہ یہی وہ نظام تھا جس کا مرکز کعبہ قرار دیا گیا تھا، تاکہ تمام نوعِ انسان، اپنے اختلافات دُور کر کے، ایک نقطہ پر جمع ہو جائے اور اِس طرح ہر قسم کے خطرات سے (جو گروہ بندیوں اور قومیت پرستی کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں) محفوظ و مامون ہو جائے ——— یہی وہ مرکز ہے جس پر نوعِ انسان نے آخر الامر جمع ہونا ہے۔ اِسی سے انسانیت اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے قابل ہو سکے گی (۳/۹۶ ; ۵/۹۷ ; ۱۴/۳۵ ; ۲۲/۲۵)۔

اگر تم بھی مقامِ ابراہیمی کو حاصل کرنا چاہتے ہو، تو اُس کے مسلک و منہاج کے پیچھے پیچھے چلو۔

ہم نے (معمارانِ حرم) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے تاکید کی تھی کہ وہ اِس مقام کو عالمگیر نظامِ انسانیت کا مرکز بنائیں، اور اُسے، انسانوں کے خود ساختہ تصورات و معتقدات سے پاک و صاف رکھ کر، اُس جماعت (۲/۱۴۳) کی تنظیم و تربیت کے لئے مخصوص کر دیں جس کا شیوۂ زندگی یہ ہے کہ وہ قوانینِ خداوندی کے سامنے جھک کر اور اُن کی پوری پوری اطاعت کر کے، ایسی پوزیشن اختیار کرلے کہ وہ تمام اقوامِ عالم کی نگران و پاسبان ہو، اُن کے اُلجھے ہوئے معاملات کو سنوارے، اور اُنکے بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کرے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنْ ءَامَنَ مِنْهُم بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٢٦﴾ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ ٱلْقَوَاعِدَ مِنَ ٱلْبَيْتِ وَإِسْمَـٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَٱجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾

---

(۱۲۶) ابراہیمؑ نے اِس مرکزیت کی بنیاد رکھ دی اور خدا سے التجا کی کہ' اے وہ جو تمام کائنات کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانے والا ہے! تو ایسا کر دے کہ یہ مقام' ساری دنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے' امن اور پناہ کی جگہ بن جائے (۹۵/۳)۔ اور اُن میں سے جو لوگ تیرے قوانین کی صداقتوں پر یقین' اور مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھیں' خواہ وہ کہیں کے رہنے والے بھی کیوں نہ ہوں (۲۲/۲۵)' اُنہیں زندگی کی آسائشیں اور سامانِ زیست کی فراوانیاں عطا کر دے۔ (۲۸/۵۷)۔

خدا نے کہا کہ بیشک اِن لوگوں کو یہ کچھ ملے گا۔ باقی رہے وہ جو اِس سے اِنکار کرینگے' تو ہمارے طبیعی قوانین کے مطابق' اُنھیں بھی زندگی کے عاجلہ مفاد ضرور حاصل ہوں گے (۱۷/۱۸ ، ۲۰) ' لیکن انجام کار وہ نہایت بے بسی کی حالت میں مصیبت کی زندگی کی طرف کھنچے چلے جائیں گے ——— کس قدر سوختہ بخت ہے وہ قوم جس کا مآل یہ ہو!

(۱۲۷) اِن حسین تمناؤں اور مقدس آرزؤں کے ساتھ' ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے اِس مرکزِ نظامِ خداوندی کی بنیاد رکھی تھی۔ اُن کے ہاتھ اِسکی تعمیر میں مصروف تھے' اور لب پر یہ وجد انگیز دعائیں تھیں کہ' اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو ہماری اِن ناچیز کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرما دے' کہ تو' دِل میں مچلنے والی آرزوؤں کو جانتا اور لب تک آنے والی تمناؤں کو سُنتا ہے' اِس لئے تو خوب جانتا ہے کہ ہم کن اِرادوں کے ماتحت اِس مرکز کی تعمیر کے لئے کوشاں ہیں۔

(۱۲۸) اور وہ ارادے اِس کے سوا کیا ہیں کہ' اِس مرکز کے ساتھ وابستہ رہ کر' ہم تیرے ضابطۂ قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہمارے سر اِس کے سامنے جھکے رہیں ——— نہ صرف ہم ہی' بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اِسی طرح' تیرے قوانین کی اِطاعت کرنے والے ہوں۔

اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو ہمیں وہ طور طریق بتا دے جن سے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾

ہم اِس مقصدِ عظیم کے حصول میں کامیاب ہو جائیں' اور تیری عنایات و انعامات کا رُخ ہماری طرف رہے۔ اِس لئے کہ تیرا ہی قانون وہ قانون ہے کہ جو بھی کسی نے اُس کی طرف رُخ کیا' وہ اپنے سامانِ رحمت و ربوبیت کو لئے' خود اُس کی طرف بڑھ آیا (۲/۱۸۶)۔

(۱۲۹) اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں یہ سلسلہ اِسی طرح قائم رہے' تاآنکہ اُن میں سے' اِس دعوتِ انقلاب کو لے کر وہ رسول اُٹھ کھڑا ہو جو تیرے ضابطہ قوانین کو اُس کی آخری اور مکمل شکل میں اُن کے سامنے پیش کر دے (۶۲/۲)۔ اُنہیں اِس ضابطہ (کتاب) کی تعلیم بھی دے اور یہ بھی بتائے کہ اِن قوانین کی غرض و غایت کیا ہے اور اِن پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے (۲/۲۳۱ ؛ ۴/۱۱۳ ؛ ۳۳/۳۴)۔ اور (صرف نظری طور پر ہی تعلیم نہ دے' بلکہ عملاً ایسا نظام متشکل کر دے جس میں) لوگوں کی صلاحیتوں کی برومندی اور اُن کی ذات کی نشو و نما ہوتی جائے۔

اِس قسم کی نشو و نما' قوت اور حکمت' دونوں کے امتزاج سے ہو سکتی ہے' اور اِن دونوں کا امتزاج تیرے متعین کردہ نظام ہی کے اندر ممکن ہے (۵/۴۸)۔

(۱۳۰) یہ تھا وہ مسلکِ زندگی جس پر ابراہیمؑ گامزن تھا —— وہ مسلک جس سے اُسے اِس دنیا میں بھی ممتاز اور برگزیدہ زندگی حاصل ہو گئی تھی' اور جس سے آخرت میں بھی اُس کا شمار اُن خوش بخت لوگوں میں ہو گا جو اُس بلند و بالا زندگی کے بسر کرنے کی صلاحیتیں اپنے اندر رکھتے ہیں۔ (۱۶/۱۲۰—۱۲۲)۔

اب غور کرو کہ جو شخص ایسے مسلکِ حیات سے روگردانی کر کے' دوسرے راستوں پر چل نکلے' وہ اگر فریبِ نفس میں مبتلا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ روش وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جس نے کبھی اپنے متعلق غور و فکر سے کام ہی نہ لیا ہو۔ جس نے کبھی سوچا ہی نہ ہو کہ انسانی ذات کی قدر و قیمت کیا ہے اور اِس کی صلاحیتوں کی برومندی کس قدر ضروری ہے۔

(۱۳۱) یہ تھا مسلکِ ابراہیمیؑ —— یعنی اُس ابراہیمؑ کا مسلک کہ جب اُس کے نشو و نما دینے والے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

نے اُس سے کہا کہ ہمارے قوانین کے سامنے جھک جاؤ، تو وہ اِس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اُن قوانین کے سامنے پوری طرح جھک گیا —— اُن قوانین کے سامنے جن کی رُو سے تمام کائنات کی نشوونما ہو رہی ہے۔

۱۳۲ وہ خود بھی اِس مسلک پر قائم رہا، اور اپنے بیٹوں کو بھی اِسی پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اِسی طرح، (اِن یہودیوں کے جدِ امجد، اسرائیل، یعنی) یعقوبؑ نے بھی اِسی مسلک کی تلقین کی۔ اِس نے اپنی اولاد سے کہا کہ یہی وہ نظامِ زندگی ہے جسے خدا نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے۔ لہذا تمہیں اپنی تمام زندگی اِس کے مطابق بسر کرنی چاہئے، اور مرتے دم تک اِس کی اِطاعت کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۳۳ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوبؑ نے مرتے وقت اپنی اولاد سے کیا کہا تھا؟ اُس نے اُن سے پوچھا تھا کہ تم، میرے بعد، کس کی محکومیت اختیار کرو گے؟ اُنہوں نے کہا کہ اُس خدا کے قوانین کی جو تیرا بھی خدا ہے اور تیرے آباء، ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کا بھی خدا۔ وہ خدا جس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار و اختیار نہیں۔ ہم اُس کے قوانین کے سامنے سربسجود رہیں گے۔

۱۳۴ یہ تھے (اِن) یہودیوں کے اسلاف، جن میں سے ہر ایک نے قانونِ خداوندی کے مطابق اپنی عمر بسر کی۔ اب اُن کے یہ اخلاف ہیں جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ محض، اُن کی اولاد ہونے کی بنا پر، زندگی کی اُن تمام خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہو جائیں گے جو اِنکے بزرگوں کو، اُن کے حسنِ عمل کی بدولت ملی تھیں۔ اِن سے کہو کہ اعمال کے نتائج اپنے اپنے ہوتے ہیں۔ اِس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو کچھ اُنہوں نے کیا، اُسکے ثمرات و برکات اُن کے حصے میں آئے۔ جو کچھ تم کرو گے اُس کا پھل تمہیں ملے گا۔ تم سے، تمہارے اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے اسلاف کے اعمال کس قسم کے تھے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

---

۱۳۵ یہ کہتے ہیں کہ تمہیں ہدایت کی راہ اُسی صورت میں مل سکتی ہے کہ تم (موجودہ) یہودیوں یا عیسائیوں کا مسلک اختیار کرو۔ اِن سے کہو کہ تم مسلکِ ابراہیمیؑ کی طرف دعوت کیوں نہیں دیتے؟ ابراہیمؑ نہ یہودی تھا نہ عیسائی (۳/۶۷)۔ وہ خالص دینِ خداوندی کا متبع تھا اور اِس میں کسی غیر خدائی تصور کو شریک نہیں کرتا تھا۔ (اِس کے برعکس تم ہو کہ تم نے کہیں انسانوں کی خود ساختہ شریعت کو احکامِ خداوندی قرار دے رکھا ہے اور کہیں خدا کے رسول کو خود خدا بنا دیا ہے!)۔

۱۳۶ اِن سے کہو کہ آؤ! تمہیں بتائیں کہ وہ کونسا مسلک ہے جسے اختیار کرکے ہم تمہاری خود ساختہ گروہ بندی اور نسل پرستی سے بلند ہو چکے ہیں۔ وہ مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُس ضابطۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں جو اُس نے (اِس رسول کے ذریعے) ہماری طرف بھیجا ہے۔ (یہ اپنی اصل کے اعتبار سے اُسی قسم کا ضابطۂ حیات ہے جس قسم کا' اِس سے پہلے) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ' اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی طرف نازل ہوا تھا۔ ہم اِس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اُنھیں بھی (اپنے اپنے وقت میں) خدا کی طرف سے ضوابطِ حیات ملے تھے نیز موسیٰؑ کو بھی اور عیسیٰؑ کو بھی۔ بلکہ تمام انبیاءؑ کو۔ ہم اِن تمام انبیاءؑ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور "نبی ہونے کی جہت سے" اُن میں سے کسی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔

یہ ہے وہ مسلک جس کی رُو سے ہم (خالص) قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔

۱۳۷ اِن سے کہو کہ یہ ہے ہماری دعوت۔ اگر یہ لوگ بھی اُسی طرح اِس ضابطۂ حیات پر ایمان لے آئیں جس طرح تم لائے ہو' تو اُس وقت یہ خدا کے متعین کردہ صحیح راستہ پر ہوں گے۔ اور اگر یہ اِس سے اعراض برتیں گے' تو اُن کا یہ اعراض اُس راستے سے ہٹ جانے کے مرادف ہوگا جس پر تمام انبیاءؑ سابقہ چلتے رہے ہیں۔

اگر انہوں نے اِس راستے کو اختیار نہ کیا اور اپنی ضد پر قائم رہے' تو اِن کی مخالفت بدستور رہے گی۔ لیکن تمہیں اِس کی قطعاً پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارے

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

نظام میں' جس کی تم اطاعت کرتے ہو' اتنی قوت موجود ہے کہ وہ تمہیں ان کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رکھ سکے۔ اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا نظام ہے جو سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۱۳۸ ان (نصاریٰ) سے کہو کہ نجات و سعادت' رنگ چھڑکنے (بچوں کو بپتسمہ دینے) سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہ قانونِ خداوندی سے یک رنگ و ہم آہنگ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس رنگ سے زیادہ حسین رنگ اور کونسا ہو سکتا ہے؟

ان سے کہو کہ ہم نے اپنے لئے یہی رنگ تجویز کیا ہے۔ یعنی ہم نے خالص قانونِ خداوندی کی اِطاعت اختیار کی ہے۔ اُس کے سوا ہم کسی کی محکومیت کو تسلیم نہیں کرتے۔

۱۳۹ یہ کہیں گے کہ جب ہم پہلے ہی خدا کو مانتے ہیں تو پھر' تم ہمیں خدا پر ایمان لانے کی دعوت کیوں دیتے ہو؟ اِن سے کہو کہ آؤ' ہم بتائیں کہ تمہارے خدا کے ماننے اور ہمارے ماننے میں کیا فرق ہے؟

تم اُس خدا کو مانتے ہو جس کی رحمت صرف بنی اسرائیل (کی کھوئی ہوئی بھیڑوں) تک محدود ہے' اور ہم اُس خدا کو مانتے ہیں جس کی رُبوبیت' ہمارے' تمہارے (اور تمام نوعِ انسان کے) لئے عام ہے۔ (۱/۲–۱)

تم اُس خدا کو مانتے ہو جو کسی انسان (مسیحؑ) کی جان کا کفارہ لے کر' دوسروں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور ہم اُس خدا کو مانتے ہیں جس کے قانونِ مکافات کے مطابق' ہر ایک کو اُس کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اِس میں نہ کسی کی سفارش کام دیتی ہے' نہ کفارہ اور فدیہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ (۲/۴۸)

اب تم نے سمجھا کہ تمہارے اور ہمارے خدا کے ماننے میں کیا فرق ہے؟ اِس کے بعد بھی اگر تم اِس باب میں ہم سے جھگڑتے ہو' تو تمہاری مرضی۔ ہم تم سے' اور تمہارے جیسے اور لوگوں سے' قطع نظر کر کے' خالصتہً خدا لئے رب العالمین کے قوانین کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔

۱۴۰ اس قدر وضاحت کے بعد بھی اگر یہ لوگ' اپنی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ ابراہیمؑ' اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل' یہودی

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

یا نصرانی تھے' تو ان سے کہو کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں' خدا کی طرف سے عطا شدہ علم (وحی) کی بنا پر کہتے ہیں۔ لہذا بتاؤ کہ حقیقت کا علم تمہیں زیادہ ہو سکتا ہے یا خدا کو؟

حقیقت یہ ہے کہ تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو' اور پھر دانستہ غلط بیانی کرتے ہو۔ لیکن سوچو کہ جو شخص اُس حقیقت پر پردہ ڈالے جو اُسے خدا کی طرف سے ملی ہو' اُس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے؟

لیکن تم ہم سے تو یہ باتیں چھپا سکتے ہو' اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تمہاری ایک ایک حرکت سے باخبر ہے۔

بہرحال' اگر اس کے باوجود تم اصرار کرتے ہو کہ تمہارے اسلاف ایسے نہیں تھے' ایسے تھے' تو اِس سے اصل بات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ جیسے بھی تھے' اُن کے اعمال اُنکے لئے تھے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے اسلاف کس روش پر چلتے تھے اور کیسے کام کرتے تھے۔ تم سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کس قسم کے کام کئے تھے ——— یہ ہے دین کی اصل جس میں کسی جھگڑے کی گنجائش نہیں۔

ختم پارۂ اوّل

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي
كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ
أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ
عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ
هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

---

۱۴۲ اِن لوگوں (یہودیوں) کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ' جب سابقہ اہلِ کتاب کا قبلہ (مرکز) بیت المقدس چلا آرہا تھا' تو مسلمانوں نے' اُس سے رُوگردانی کرکے' کعبہ کو اپنا قبلہ (مرکز) کیوں بنا لیا؟ یعنی اُس کے بجائے اِسے کیوں اپنا قبلہ قرار دیا؟

یہ اعتراض بھی جہالت اور نادانی پر مبنی ہے' ورنہ بات واضح ہے۔ بیت المقدس' بنی اسرائیل کا قومی مرکز ہے' اور اسلام' تمام نوعِ انسان کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ اِس عالمگیر دعوت کا مرکز وہی ہونا چاہیئے جو مشرق و مغرب (ساری دنیا) کو محیط ہو' نہ وہ جو کسی خاص قوم یا نسل کا منتہائے نگاہ ہو۔ اِس مقصد کے پیشِ نظر' خدا نے' اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق' اِس مِلّت (جماعتِ مومنین) کی راہ نمائی انسانیت کی صحیح راہ کی طرف کر دی ہے۔

۱۴۳ (سو' اے جماعتِ مومنین! تم اِن کے اِس اعتراض کا قطعاً خیال نہ کرو)۔ اِس پروگرام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہیں ایک ایسی قوم بنا دیا جائے جسے تمام دُنیا میں بین الاقوامی پوزیشن حاصل ہو۔ جس سے دُنیا کی ہر قوم یکساں فاصلہ پر ہو۔ وہ نہ کسی کی طرف جھکی ہوئی ہو' نہ کسی سے کھنچی ہوئی۔ اور اُس کا فریضۂ زندگی یہ ہو کہ وہ تمام اقوامِ عالم کے اعمال کی محاسب و نگران ہو۔ (وہ دیکھے کہ کوئی قوم' ظلم اور زیادتی پر تو نہیں اُتر آئی)۔ اور اُن کے اپنے اعمال کا محاسب و نگران' اُن کا رسول ہو' جسے اِس نظامِ خداوندی کی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

بنا بریں' تعیّنِ قبلہ (مرکز) کا سوال بڑا اہم تھا۔ یہ سوال' درحقیقت' قومی مرکز

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

کی جگہ انسانیت کے عالمگیر مرکز کے اختیار کرنے کا سوال تھا۔ اِس لئے جس قبلہ کو (اے رسول!) تو نے اختیار کیا ہے' اُسے ہم نے اِس لئے قبلہ بنایا ہے تاکہ دونوں قسم کی ذہنیتیں الگ الگ ہو جائیں اور یہ واضح ہو جائے کہ وہ کون ہے جو رسول کے اتباع میں' اپنا رُخ پھیر کر' ہر قسم کی قومی نسبتوں کو چھوڑ کر خالص انسانیت کی نسبت اختیار کرتا ہے' اور وہ کون ہے جو قومی نسبت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

یہ تبدیلی' فی الواقعہ' ان لوگوں پر گراں گذرتی تھی جن کے دِل ابھی تک قومیتوں کے تنگ دائرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ اِن تنگنائوں سے نکلنا اُسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنے ذاتی رجحانات کے بجائے قانونِ خداوندی کو اپنا راہ نما بنالے۔

قومیت کے تنگ دائرے میں رہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ انسانیت کی وسعتوں میں پھیل جانے سے اس کا جتھہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس سے بڑا نقصان پہنچتا ہے ($\frac{۲۹}{۲۵}$)' لیکن تم نے ان کی باتوں میں نہ آجانا۔ عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود پر تمہارا ایمان کبھی رائگاں نہیں جائے گا۔ خدا کے قانون کے مطابق چلنے سے اِنسان' تخریبی قوتوں سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اسے سامانِ نشوونما بھی بافراط ملتا ہے۔

(۱۴۴) ہمیں اِس کا بھی علم ہے کہ تمہارے دِل میں بار بار یہ آرزو اُبھر رہی ہے کہ جس مقام (مکّہ) کو ہم نے اپنے نظام کا مرکز قرار دیا ہے' اس پر قبضہ و تصرّف بھی ہمارا ہی ہونا چاہیئے۔ یہ ٹھیک ہے۔ ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ (تمہارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ) تم اپنی تمام توجہات' اسی نقطہ (یعنی خانہ کعبہ کو غیر خداوندی قوتوں سے آزاد کرانے) پر مرکوز کر دو۔ تم دنیا کے کسی گوشے میں ہو (اور زندگی کے کسی شعبہ میں مصروف تگ و تاز ہو)' تم اپنی توجہات کا رُخ اسی سمت کو رکھو۔

اصل یہ ہے کہ یہ اہلِ کتاب بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری یہ دعوت' اُن کے نشوونما دینے والے کی طرف سے' ایک حقیقت ہے (اِس لئے کہ خود اِن کے یہاں اِس کا ذکر موجود ہے)' لیکن' اِس کے باوجود' یہ محض ضد اور تعصب کی بنا پر اِس کی مخالفت کئے جا رہے ہیں۔ ہم ان کی ایک ایک حرکت سے باخبر ہیں۔

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم
بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾
الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾
الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤٧﴾ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا
يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾

---

(۱۴۵) یہ ظاہر ہے کہ جہاں ضد اور تعصب کارفرما ہو' وہاں دلیل و برہان کچھ اثر پیدا نہیں کرسکتی۔ اِس لئے اگر تو ان کے سامنے دنیا جہان کی دلیلیں بھی پیش کردے' یہ پھر بھی تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی تم (علم و بصیرت کے خلاف) ان کے قبلہ کی پیروی کرسکتے ہو۔ اِن کی تو خود اپنی حالت یہ ہے کہ (تمہاری مخالفت میں تو ایک دوسرے کے ساتھ ہیں لیکن) اپنے اپنے قبلے الگ رکھتے ہیں' اور ایک مرکز پر جمع ہی نہیں۔

بہرحال' ایک عالمگیر انسانیت کی طرف دعوت دینے والا' اُن لوگوں سے مفاہمت کرہی نہیں سکتا جو قومیتوں کے تنگ دائرے میں مقید ہوں۔ اگر (بفرضِ محال)' وحی کی رُو سے حقیقتِ حال کا علم ہوجانے کے بعد بھی' تو ان کی خواہشات کا اتباع کرنے پر آمادہ ہوجائے' تو تیرا شمار انہی میں سے ہوگا جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۴۶) یہ لوگ اِن تمام حقائق سے اچھی طرح باخبر ہیں' اور تمہاری اِس دعوت کو اُسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح انسان اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے (اِس لئے کہ یہ سب اِن کے نوشتوں میں موجود ہے۔ لیکن) اِن کے احبار و رہبان' دیدہ و دانستہ اِن حقائق کو چھپاتے ہیں۔

(۱۴۷) بہرحال' یہ وہ حقیقت ہے جو تیرے نشو ونما دینے والے کی طرف سے تم پر واضح ہوچکی ہے۔ اب اِس معاملہ میں اِن سے بحث و جدل کی ضرورت نہیں۔

(۱۴۸) لیکن' تعیینِ مرکز کی اِس قدر اہمیت کے باوجود' اِس حقیقت کو نظرانداز نہ کردینا کہ کسی خاص مقام کو مرکز بنالینا مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ اِس طرح تو ہر قوم نے اپنے لئے کوئی نہ کوئی مرکز تجویز کر رکھا ہے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ تم نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں' اور اپنی ذات کی وسعتوں میں دیگر اقوام سے کس قدر آگے بڑھتے ہو ([illegible]) —— محض طبیعی زندگی کی عیش سامانیوں میں نہیں ([illegible] ; ۱۰۲/۱)' بلکہ حقیقی فوز و فلاح کے کاموں میں ([illegible]) —— اگر تم نے اِس مقصد کو سامنے رکھا تو پھر تم' دنیا کے کسی گوشے اور

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾

زندگی کے کسی شعبے میں بھی ہو' خدا کا قانون تم میں حقیقی اجتماعیت پیدا کردے گا (کیونکہ حقیقی اجتماعیت کا مدار' وحدتِ مقصد' آئیڈیالوجی' پر ہے' نہ کہ وطن اور نسل کے اشتراک پر)۔ یاد رکھو! خدا کا قانون ہر شے کے اندازوں سے واقف ہے اور اُن پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔

(۱۴۹) اس اجتماعیت کا عملی طریق یہ ہے کہ تم کسی مقام سے بھی آگے بڑھنے کے لئے قدم اُٹھاؤ' اپنی توجہات اسی مرکز کی طرف مرکوز کرلو۔ یہ تیرے نشو ونما دینے والے کی طرف سے مبنی برحقیقت پیغام ہے۔ اس کی خلاف ورزی کبھی نہ کرنا۔ یاد رکھو! تمہارا کوئی کام بھی خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۵۰) پھر سن لو کہ تمہارے لئے سفرِ حیات میں بنیادی اُصول کیا ہے؟ یہ کہ تم دُنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو' اور وہاں سے کسی طرف بھی قدم اُٹھانے کا ارادہ کرو (تمہارے سامنے کوئی پروگرام بھی ہو)' اپنی نگاہ ہمیشہ اپنے مرکز کی طرف رکھو —— اے رسول! تم بھی ایسا ہی کرو' اور تمہاری یہ جماعت بھی ایسا ہی کرے —— اگر تم ایسا کرتے رہے' تو تمہاری سعی وعمل کے درخشندہ نتائج' تمہارے نظام کی صداقت کی دلیل بنتے جائیں گے' اور کسی کو اس کے خلاف ایک لفظ تک کہنے کی جرأت نہیں ہوگی' سوائے اُن لوگوں کے جو (اپنے ضد اور تعصب میں) حق وانصاف کی راہوں سے بہت دور نکل چکے ہوں۔ لیکن ان لوگوں سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنا تمہیں صرف اس بات سے چاہیئے کہ کہیں قانونِ خداوندی کا دامن تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔

ہم نے تو یہ ضابطۂ حیات دیا ہی اس لئے ہے کہ تمہیں زندگی کی تمام خوشگواریاں حاصل ہوں (ﷺ) اور تمہارا ہر قدم منزلِ مقصود کی طرف اُٹھتا جائے۔

(۱۵۱) اسی مقصد کے لئے ہم نے تمہاری طرف اس رسول کو بھیجا ہے۔ یہ ہمارا پیغام تم تک پہنچاتا ہے۔ تمہیں بتاتا ہے کہ قانونِ خداوندی کیا ہے اور اس کی غرض وغایت

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

کیا ـــــ یعنی وہ کچھ بتاتا ہے جس سے تم (وحی سے پہلے) قطعاً واقف نہ تھے۔ (اگر واقف ہوتے تو پھر وحی کی ضرورت ہی کیا تھی؟)۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایسا عملی نظام قائم کرتا ہے جس میں تمہاری ذات کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی جائے۔

(۱۵۲) اگر تم نے اِس قانونِ خداوندی کو اپنے پیشِ نظر رکھا' تو خدا تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا اور تمہیں شرف اور عظمت عطا کر دے گا ($\frac{۲۱}{۱۰}$ ؛ $\frac{۲۱}{۲۴}$ ؛ $\frac{۲۳}{۷۰}$ ؛ $\frac{۴۳}{۴۴}$)۔

لہٰذا تمہیں جو ایسی عظیم نعمت دی گئی ہے' اِس کی قدر کرو۔ اِس ضابطہ کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دو۔

(۱۵۳) لیکن اِس نظام کی اقامت کی راہ میں (جو محدود گروہوں اور قوموں کے مفاد کے خلاف عالمگیر انسانیت کے مفاد کا علمبردار ہے)' بڑی بڑی رکاوٹیں پیش آئیں گی اور سخت مشکلات کا سامنا ہوگا (مفاد پرست گروہ اسے آسانی سے قائم نہیں ہونے دیں گے)۔ اِن مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک تو یہ کہ' کچھ بھی کیوں نہ ہو' استقامت اور ثبات کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور دوسرے یہ کہ مخالفین خواہ کوئی راہ کیوں نہ اختیار کریں' تم اُسی راستے پر چلو جو تمہارے خدا نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے۔

اِس سے تمہیں' ہمارے قانون کی رو سے' بڑی قوت حاصل ہوگی۔

(۱۵۴) یاد رکھو! دنیا میں نظام خداوندی متشکل کرنا پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں کی راہ ہوتی ہے۔ اِس میں' اور تو اور' جان تک بھی دے دینی پڑتی ہے۔ لیکن جو اس جدوجہد میں جان دیتا ہے' وہ مرتا نہیں ـــ اُسے مردہ سمجھنا ہی نہیں چاہیئے ($\frac{۳}{۱۶۸}$)۔ وہ حیاتِ جاوداں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ لیکن' جس طرح تم اِس طبیعی زندگی کا ادراک' حواس کے ذریعے کر سکتے ہو ـــــ یعنی تم دیکھ سکتے ہو کہ فلاں شخص زندہ ہے یا نہیں ـــــ اُس زندگی کا ادراک اِس طرح نہیں کر سکتے۔ وہ محسوسات کی دُنیا سے باہر کی چیز ہے۔ (البتہ اُسکے امکان کو سمجھ سکتے ہو)۔

(۱۵۵) اِس جدوجہد میں بیشتر مواقع ایسے آئیں گے جن میں تمہیں اِس امر کا اندازہ ہو سکے گا کہ تمہاری صلاحیتوں کی کس حد تک نشو و نما ہو چکی ہے۔ (ٹکراؤ کے بغیر انسان اپنی صلاحیتوں کا

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؁ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ؁ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَاۗىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ؁

صحیح اندازہ کر ہی نہیں سکتا (۲۶)۔ اس میں کہیں جنگ و قتال اور دیگر خطرات کا اندیشہ ہوگا۔ کہیں سامانِ خورد و نوش کی کمی ہوگی۔ کہیں مال اور جان کا نقصان ہوگا۔ کہیں کھیت اور باغ اجڑیں گے۔ یہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن آخر الامر، فتح و کامرانی کی خوشخبریاں

۱۵۶ اُن کے لئے ہوں گی جو اِس جدوجہد میں ثابت قدم رہیں گے، اور مصائب و مشکلات کے ہجوم میں اُن کی نگاہیں اِس نقطہ سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹیں گی کہ ہمارا مقصدِ زندگی نظامِ خداوندی کا قیام ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو اِس کے لئے وقف کر رکھا ہے (۱۱۱)۔ مشکلیں آتی ہیں تو آئیں، ہمارا ہر قدم اِسی نصب العین کی طرف اُٹھے گا (۹/۱۵)۔ وہی ہمارا مقصود و منتہیٰ ہے اور ہم ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کریں گے۔

۱۵۷ یہی وہ انقلابی جماعت ہے جو اپنے نشوونما دینے والے کے نزدیک مستحق ہزار تبریک و تہنیت ہے۔ انہیں اُس کے قانون کی تائید حاصل ہے (۳۳/۴۳ ؛ ۳۳/۵۶)۔ اِنہی کے لئے سامانِ نشوونما کی فراوانیاں اور الطاف و اکرام کی بارشیں ہیں۔ اور اُنکا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جانا یقینی ہے۔

۱۵۸ اِس تگ و تاز کے بعد وہ نظام قائم ہوگا جس کا مرکز، کعبہ قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ نظام قائم ہوگا تو متعدد مسائل ایسے سامنے آتے رہیں گے جن کا فیصلہ ملّت کے باہمی مشورہ سے ہوگا (۴۲/۳۸)۔ اِس کے لئے ضروری ہوگا کہ سال میں ایک مرتبہ (حج) یا عند الضرورت کئی بار (عمرہ کی شکل میں) ملّت کا اجتماع ہو۔ اِن اجتماعات سے مقصد تو وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، لیکن ایسی تقاریب پر جو باتیں ملی شعار کے طور پر چلی آ رہی ہوں یا اختیار کی جائیں، اُن کی ادائیگی میں کوئی ہرج نہیں ہوتا (بشرطیکہ وہ دین کے کسی اصول سے نہ ٹکرائیں) —— مثلاً صفا اور مروہ کی درمیانی وادی میں چکر لگانا۔ لیکن اِن رسوم کو اصل مقصد نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ اصل مقصد تو "مسابقت فی الخیرات" ہے —— یعنی انسانیت کے فلاح و بہبود کے کاموں میں آگے بڑھنا (۲/۱۴۸) —— سو جو شخص، دل کی پوری رضامندی سے، اِن کاموں میں حصہ لے تو اُس کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں گی، اِس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات ظواہر سے آگے بڑھ کر نیتوں تک سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۱۶۲﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۳﴾

بھی واقف ہوتا ہے۔ (…)۔

۱۵۹ یہ ہے مقصد حج کے اجتماع سے۔ یعنی اُس ضابطۂ ہدایت کو' جسے خدا نے اپنی کتاب (قرآن) کے الفاظ میں واضح طور پر بیان کیا ہے' عملاً دنیا کے سامنے پیش کرنا' تاکہ اُسکے نتائج مشہود طور پر سامنے آجائیں (…)۔ لیکن اگر تم نے اِن بلند مقاصد کو رسومات کے پردے میں چھپائے رکھا تو تم اِس ضابطۂ خداوندی کے ثمرات سے محروم رہ جاؤ گے' اور ان قوتوں کی تائید و نصرت سے بھی جو اِس کے نتائج مرتب کرنے میں ممد و معاون بن سکتی ہے۔

۱۵۹ لیکن اگر تم کسی وقت ایسا کر بیٹھو' تو یہ نہ سمجھ لینا کہ بس' اب یہ محرومی ابدی ہے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں۔ تم جب بھی اُس مقام پر واپس آجاؤ جہاں سے تمہارا قدم غلط سمت کو اُٹھ گیا تھا' اور صحیح راستے پر چل پڑو' اور اِس طرح' اِس نظام کو پھر سے عملاً متشکل کرکے نمایاں طور پر دُنیا کے سامنے لے آؤ' تو اِس کی برکات پھر تمہاری طرف لوٹ آئینگی۔ اِس لئے کہ خدا کا قانون' اپنی برکات و ثمرات کو لئے' اُس قوم کی طرف تیزی سے بڑھ آتا ہے جو اُس کی طرف رُخ کرتی ہے' اور اُس کے لئے برومندی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔

۱۶۰ لیکن جو قوم ایسا نہیں کرتی' اور عمر بھر غلط روش پر ہی چلے جاتی ہے' تو وہ یقیناً اِس ضابطۂ قانون کی برکات سے' فطرت کی قوتوں کی تائید سے' اور اُن تمام انسانوں کے تعاون سے محروم رہ جاتی ہے' جنہوں نے اِس باب میں اُن کا ساتھ دینا تھا۔

۱۶۲ اُس قوم کی یہی حالت رہتی ہے اور اُن کی تباہیوں اور بربادیوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ نہ ہی اُنھیں پھر مہلت ملتی ہے (اس لئے کہ اعمال کے نتائج کا ظہور ہوتا ہی مہلت کے وقفہ کے بعد ہے۔ لہذا' ظہورِ نتائج کے وقت' مہلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔

۱۵۹ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے' وہ ٹھیک اِسی طرح ہو کر رہتا ہے' اِس لئے کہ کائنات میں قانون صرف ایک ہی کا جاری و ساری ہے۔ یعنی خدا کا قانون جس کے سوا کوئی

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَ
مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ
الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن
دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ
الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

صاحب اختیار و اقتدار نہیں۔ اُس کی مشیّت کا پروگرام یہ ہے کہ کائنات، نشوونما حاصل کرتے ہوئے، ارتقائی مدارج طے کرتی چلی جائے (۲/۱)۔ اِس لئے جو تخریبی قوتیں اُس کے راستے میں روڑے اٹکاتی ہیں، اُنہیں راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام قوموں کی تباہی ہے۔ (۳۴/۷)۔

(۱۶۴) تم نے یہ دیکھنا ہو کہ کائنات میں کس طرح خدائے واحد کا قانون کارفرما ہے، اور وہ قانون کس طرح تعمیری نتائج مرتب کرتا ہے، تو، اس کے لئے، کائنات کی حیرت انگیز مشینری پر غور کرو اور دیکھو کہ اس کی پستیوں اور بلندیوں کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی ہے۔ دن اور رات کی گردش مدام کس نظم و ضبط سے جاری ہے۔ اتنے اتنے بڑے جہاز منفعت بخش سامان سے لدے ہوئے، کس طرح سینۂ بحر پر تیرتے پھرتے ہیں (اور وہ کونسا قانون ہے جو انہیں اس طرح تھامے ہوئے ہے)۔ اُس صاف اور شفاف پانی کو دیکھو جو بادلوں سے برستا ہے اور زمینِ مُردہ کو حیاتِ تازہ عطا کرتا ہے۔ نیز، اس حقیقت پر بھی غور کرو کہ صفحۂ ارض پر انواع و اقسام کے چلنے پھرنے والے ذی حیات، کس طرح پھیل رہے ہیں۔ ہوائیں کس طرح، خاص خاص موسموں میں، اپنی سمت بدلتی ہیں۔ بادل کس طرح زمین اور آسمان کی درمیانی فضا میں، قانونِ فطرت کی زنجیروں میں جکڑے، اِدھر سے اُدھر کھنچے چلے جاتے ہیں۔

اِن تمام مظاہرِ فطرت پر غور کرنے سے انسان ایک ہی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کائنات کا نظم و ضبط ایک ہی ذی اقتدار ہستی کے کنٹرول میں ہے۔ لیکن اس نتیجہ پر وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو عقل و فکر سے کام لیں۔

(۱۶۵) لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو، خدا کے علاوہ اور ہستیوں کے متعلق یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی اقتدارات و اختیارات کی مالک ہیں جو خدا کو حاصل ہیں۔ وہ اُن کے احکام و

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾

ارشادات کی اُسی طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح خدا کے احکام کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ لیکن جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں' وہ نہایت شدت سے اِن قوانین کی اطاعت کرتے ہیں اور کسی انسان کو خدائی قوتوں میں شریک نہیں سمجھتے۔ وہ قوانین خداوندی کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرتے ہی نہیں (۴۸)۔

لیکن یہ بات' اِن (اوّل الذکر) لوگوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آسکتی۔ جب اِن کی اِس غلط روش کے نتائج اِن کے سامنے آئیں گے تو اُس وقت یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ فی الواقعہ کائنات میں اقتدار و اختیار صرف خدا کو حاصل ہے۔ اُسکے سوا اور کسی کو نہیں۔ اُس کے قوانین کو چھوڑ کر' دیگر قوانین پر عمل پیرا ہونے' اور اِس طرح انسانوں کو خدا کا درجہ دیدینے' کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

۱۶۶ یہ بات اِن کی سمجھ میں اُس وقت آئے گی جب یہ دیکھیں گے کہ جن (حکمرانوں اور مذہبی پیشواؤں) کی یہ پیروی کیا کرتے تھے' وہ کس طرح اِن کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ وہ سہارے کس طرح ٹوٹ رہے ہیں جو اِنہوں نے اُن سے وابستہ کر رکھے تھے۔ اور اِن کے باہمی رشتے کس طرح منقطع ہو رہے ہیں!

۱۶۷ اُس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ اگر وقت کا دھارا ایک بار پیچھے کی طرف مُڑ جائے تو ہم بھی اِن حاکموں اور پیشواؤں سے اِسی طرح آنکھیں پھیر کر بتائیں جس طرح انہوں نے ہم سے آنکھیں پھیری ہیں۔ یوں ان کے اعمال کے نتائج بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آجائیں گے۔ اور یہ دیکھ لیں گے کہ جن ہستیوں کو وہ اپنے لئے اس قدر قوت کا موجب سمجھتے تھے' اُنہوں نے اِنھیں کس قدر عاجز و ناتواں بنا ڈالا ہے۔ ایسا عاجز و ناتواں اور افسردہ و وَاماندہ کہ ان میں اِس تباہی سے نکلنے کی سکت ہی باقی نہیں رہی۔

کس قدر حسرتناک ہے اِن کا یہ انجام!

۱۶۸ ۱۶۵ یہ اپنے آپ بن بیٹھنے والے حاکم' اور مذہبی پیشوا' لوگوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ

إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾

معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرو اور صرف اپنے مفاد کا خیال رکھو اور زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرتے چلے جاؤ ——— اور لُطف یہ کہ اِس خود ساختہ مسلک کے متعلق کہتے یہ ہیں کہ یہ فرمودۂ خداوندی ہے۔ شریعتِ حقّہ ہے۔

اے نوعِ انسان! دیکھنا ' تم نے اِن ' قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتنے والے ' مفاد پرستوں کے پیچھے نہ لگ جانا۔ اِن کی کوئی بات نہ ماننا۔ یہ تمہارے بھلے کی نہیں کہتے۔ یہ تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ خدا کا فرمان یہ نہیں کہ تم سب کچھ سمیٹ کر اپنے ہی لئے رکھ لو اور اِس طرح معاشرہ میں ایسی شکل پیدا کر دو کہ کسی کے ہاں انبار کے انبار لگے ہوئے ہیں اور کسی کو ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ اُس کا فرمان یہ ہے کہ تم رزق کے سرچشموں کو تمام نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھو۔ اِس میں سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق ' نہایت خوشگوار طریق سے ' کھاؤ پیو (۲/۲۱-۲۲ ؛ ۷/۳۲) - اور خدا کی طرف ایسی باتوں کو منسوب نہ کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو۔

ان لوگوں کے پاس اپنے غلط نظام کی سند صرف یہ ہے کہ یہ نظام اُن کے اسلاف سے متوارث چلا آ رہا ہے۔ سوچئے کہ یہ بھی کوئی سند ہے؟ یاد رکھو! غلط اور صحیح۔ حق اور باطل کی سند اور معیار صرف یہ ہے کہ خدا کی کتاب کا کیا فیصلہ ہے۔ لیکن یہ کبھی اُسے معیار تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ خدا نے (قرآن میں) نازل کیا ہے اُس کا اتباع کرو ' تو یہ کہیں گے کہ نہیں! ہم اُسی کا اِتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو چلتے دیکھا ہے ——— یعنی خواہ ان کے اسلاف نہ عقل و بصیرت رکھتے ہوں اور نہ ہی وحی کے صحیح راستے پر گامزن ہوں ' یہ پھر بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے! (۵/۱۰۴ ؛ ۸/۵۸ ؛ ۱۱/۶۲ ؛ ۱۱/۷۸ ؛ ۲۱/۵۳ ؛ ۲۳/۲۴ ؛ ۳۴/۴۳ ؛ ۳۷/۶۹ ؛ ۴۳/۲۳)۔

تقلید کی یہ راہ انسان کو حیوانوں کی سطح پر پہنچا دیتی ہے جو عقل و فکر سے کام لینے کی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۱۷۲) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۷۳)

صلاحیت ہی نہیں رکھتے (۷/۱۷۹)۔ اِن کی، اور اِن کے پیشواؤں کی مثال یوں سمجھئے کہ بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جس کے پیچھے چرواہا ہے۔ چرواہے نے اپنے بڑے بوڑھوں سے کچھ آوازیں سیکھ رکھی ہیں، بلا الفاظ۔ اور کچھ الفاظ یاد کر رکھے ہیں، بلا مطلب۔ وہ یہ آوازیں نکالتا اور اِن الفاظ کو دہراتا رہتا ہے، اور بھیڑ بکریاں، اِن اشاروں پر اِدھر اُدھر مڑتی رہتی ہیں۔ نہ چرواہے کو اِس کا علم ہوتا ہے کہ اِن آوازوں اور الفاظ کا مطلب کیا ہے، اور نہ ہی وہ بھیڑ بکریاں اُن آوازوں کے علاوہ کچھ اور سمجھنے کے قابل ہوتی ہیں۔

یہ ہیں آباء کی تقلید کرنے والے۔ بہرے، گونگے، اندھے۔ عقل و فکر سے کچھ کام نہ لینے والے۔ انہیں انسان کون کہہ سکتا ہے؟

(۱۷۲) اے جماعتِ مومنین! تم نے کہیں یہ راہ اختیار نہ کر لینا۔ تم تو علم و بصیرت کی روشنی میں، ابدی حقائق پر ایمان لائے ہو۔ تم نے یہ نہ دیکھنا کہ ہوتا کیا چلا آ رہا ہے، یا دوسری قومیں کونسی روش اختیار کر رہی ہیں۔ مثلاً اِن قوموں کو تم دیکھو گے کہ اسلاف کی اندھی تقلید نے انہیں قدم قدم پر غیر فطری زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے —— یہ حرام ہے، وہ حلال ہے۔ یہ جائز ہے، وہ ناجائز ہے —— یہ سب اِن کی خود ساختہ پابندیاں ہیں۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ اُس نے جو سامانِ زیست تمہارے لئے پیدا کیا ہے، اُس میں سے، اُن چیزوں کو چھوڑ کر جنہیں اُس نے حرام قرار دیا ہے، باقی سب، نہایت خوشگوار طریق سے کھاؤ پیو، اور اُنہیں خدا کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق صرف میں لاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سمجھ لیا جائے گا کہ تم واقعی خدا کے احکام و قوانین کی اطاعت کرتے ہو۔ اُس کے سوا کسی اور کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۱۷۳) اب یہ سُن لو کہ خدا نے حرام کس کس چیز کو قرار دیا ہے —— مُردار۔ بہتا ہوا خون (۶/۱۴۵)۔ خنزیر کا گوشت۔ اور، ہر وہ شے جسے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

پھر اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ کھانے کے لئے اور کچھ نہ ملے، اور تم (جان بچانے کے لئے) مجبور ہو جاؤ، تو ایسی حالت میں، اِن چیزوں کو بھی کھا سکتے ہو جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے، بشرطیکہ تم واقعی مجبور ہو جاؤ اور تمہاری نیت قانون شکنی یا ہوس پرستی کی نہ ہو۔ ایسی حالت میں، اِن چیزوں کے کھانے سے تمہاری ذات پر جو مضر اثرات مرتب

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ﴿۱۷۶﴾

ہوں گے، قانون کے احترام کا محکم احساس، تمہیں اُن اثرات سے محفوظ رکھے گا اور تمہاری صلاحیتوں کی نشو و نما بدستور ہوتی رہے گی۔

(۱۰۴) حرام و حلال کے متعلق خدا کا قانون یہی ہے (۵/۳ ؛ ... ؛ ۵/۸۷ ؛ ۶/۱۱۹-۱۲۰ ؛ ۶/۱۲۲ ؛ ۶/۱۴۶ ؛ ۱۰/۵۹ ؛ ۱۶/۱۱۵-۱۱۶ ؛ ؛ ۳۳/۳۰ ؛ ۶۶/۱)۔ جو لوگ اِس قانون کو چھپا کر، اپنی طرف سے حرام و حلال کی فہرستیں مرتب کرنے لگ جائیں، اور خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لے کر، انھیں دنیاوی مفاد حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیں، تو وہ بظاہر کتنے ہی مرفہ الحال اور مقدس کیوں نہ دکھائی دیں، یوں سمجھو کہ وہ آگ کے شعلوں سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ظہورِ نتائج کے وقت، قانونِ خداوندی کی رُو سے ملنے والی سعادتیں اور خوشگواریاں اُن سے بات تک نہیں کریں گی، اور اُن کی صلاحیتوں کی کبھی نشو و نما نہیں ہو سکے گی۔ یہ بڑا ہی الم انگیز عذاب ہوگا۔ اُس وقت اِنہیں اِس کا اندازہ ہوگا کہ انھوں نے شرفِ انسانیت کو جن داموں بیچا تھا، وہ کس قدر حقیر اور کم مایہ تھے۔

(۱۰۵) اِس لئے کہ اِنہوں نے خدا کی متعین کردہ سیدھی راہ کو بیچ کر، غلط راستوں کو خرید لیا۔ خدا کی حفاظت کے بدلے میں تباہیاں مول لیں —— ذرا سوچو کہ، سب کچھ دیکھتے بھالتے، اِس طرح تباہیوں کے جہنم کی طرف بڑھے چلے جانا، کتنی بڑی جسارت کا کام ہے! یہ اپنی قوتِ برداشت کے متعلق کس قدر غلط اندازہ لگا رہے ہیں! یہ اُس تباہی کا مقابلہ ہی نہیں کر سکیں گے۔

(۱۰۶) اِن کا یہ انجام اِس لئے ہوگا کہ خدا نے جو کتاب نازل کی ہے وہ اٹل حقیقت ہے جس میں اختلاف کا شائبہ تک نہیں (۴/۸۲)۔ لیکن جب اِنسان اپنے ذہن سے شریعتیں وضع کر کے اُس کتاب میں اختلافات پیدا کرنے لگ جائیں، تو پھر وہ صحیح راستے سے بہت دُور ہٹ جاتے ہیں۔ اِس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہوتا ہے۔

یہ لوگ، اِس طرح دین کے مقصد سے بیگانہ ہو جاتے ہیں، اور چند رسوم و مناسک

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾

۱۷۷ کو اصل دین سمجھ کر اُن کی پابندی کو اُس کی غایت سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن، تم نے کہیں اِس فریب میں نہ آجانا۔ تم اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے، وسعت وکشادگی کی راہ (جس سے انسان معیارِ خداوندی پر پورا اُترتا ہے) یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرتے ہو یا مغرب کی طرف [اگرچہ اُمّت میں وحدت اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے اِس قسم کے محسوس شعائر کی پابندی بھی ضروری ہوتی ہے۔ لیکن یہ مقصود بالذات نہیں ہوتے۔] مقصود اُس نظام کا قیام ہے جس کے اُصولِ اساسی یہ ہیں:

اللہ پر ایمان، قانونِ مکافات اور حیاتِ اُخروی پر ایمان، اُن کائناتی قوتوں پر ایمان جو مشیّت کے پروگرام کو بروئے کار لانے میں واسطہ بنتی ہیں۔ انبیاء کرامؑ پر ایمان جن کی وساطت سے خدا کا پیغام انسانوں تک آتا رہا ہے۔ اور اُن کی وساطت سے ملی ہوئی کتابوں پر ایمان (۲/۲۸۵)۔

اِس ایمان (آئیڈیالوجی) کے بعد عملی دنیا میں یہ روِش کہ مال و دولت کی محبّت کے باوجود، اُسے دوسروں کی پرورش کے لئے عام کر دینا (۳/۹۱) —— وہ رشتہ دار ہوں یا ایسے لوگ جو معاشرہ میں لاوارث اور تنہا رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک جائے، یا ان میں کام کاج کی استعداد باقی نہ رہے۔ یا ایسے مسافر جو کسی طرح زادِ سفر سے محروم رہ جائیں۔ یا وہ لوگ جن کی کمائی اُن کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ اِن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی دولت کو وقف کر دینا۔ مختصر الفاظ میں، نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرنا تاکہ تمام ضرورتمندوں کو سامانِ نشو و نما مہیا ہوتا رہے۔ اپنے عہد و پیمان کا احترام کرنا اور قول و اقرار کا پکا ہونا۔ لیکن اگر مخالف قوتیں آمادۂ پیکار ہو جائیں تو پھر مصائب و مشکلات کا نہایت ثابت قدمی اور استقامت سے مقابلہ کرنا، اور خوف و ہراس کو پاس نہ پھٹکنے دینا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۸﴾

جو لوگ اِس رَوش پر استقامت سے گامزن رہتے ہیں' وہی اپنے دعوئے ایمان میں سچے ہوتے ہیں اور انہی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ وہ قانون خداوندی کی نگہداشت کرتے ہوئے خطرات کی گھاٹیوں سے بچتے ہیں (نہ وہ جو چند رسومات کے مجموعہ کا نام دین رکھ کر' اُن کی ادائیگی سے جنّت کے وارث بننے کا دعوے کرتے ہیں)۔

۱۶۳ یاد رکھو! جس اصول کے مطابق' مستبد قوم سے اجتماعی طور پر جنگ کرنا ضروری ہو جاتا ہے (یعنی حقوق انسانیت کے تحفظ کی خاطر) اُسی اُصول پر' اپنے معاشرہ میں' انفرادی طور پر' جرم قتل کی سزا دینی بھی ضروری قرار پاتی ہے' کیونکہ اِس کے بغیر کسی کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی' اور انسانی جان کی قیمت بہت بڑی ہے (۵/۳۲)۔ لہٰذا اِس باب میں قانون یہ مقرر کیا جاتا ہے کہ قاتل کو معاشرہ کی طرف سے سزا ضرور دی جائے (یعنی اسے خود معاشرہ یا نظام کے خلاف جرم سمجھا جائے' افراد متعلقہ کے خلاف نہیں)۔

سزا کے سلسلہ میں' عدل اور مساوات کے بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ یعنی اِس میں بڑے اور چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں ہوگی۔ سوال مقتول یا قاتل کی پوزیشن کا نہیں۔ اصل سوال تقاضائے عدل کا ہے' جس کی رُو سے ہر انسانی جان یکساں قیمت رکھتی ہے۔ (مثلاً) اگر قاتل آزاد مرد ہے تو وہی آزاد مرد سزا پائے گا۔ اگر قاتل غلام ہے تو اُسی غلام کو سزا دی جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے' تو اُس کا عورت ہونا اُسے سزا سے نہیں بچا سکے گا' اُسے بھی سزا بھگتنی پڑے گی۔

جرم قتل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قتل بالارادہ (قتل عمد) یا سہواً (نادانستہ) قتل۔ اوّل الذکر کی صورت میں سزائے موت ہے (زر فدیہ نہیں) ——— یا جرم کی نوعیت کے لحاظ سے' انتہائی سزا سے کم تر کوئی اور سزا (۵/۴۵) ——— لیکن سزا کو جرم کی حد سے بڑھ نہیں جانا چاہیئے (۱۶/۱۲۶ ؛ ۴۲/۴۰)۔

لیکن اگر قتل' عمداً نہیں کیا گیا۔ یونہی سہواً ہو گیا ہے' تو اِس صورت میں (۴/۹۲ کے مطابق)' دیت (معاوضہ) کی سزا دی جائے گی۔ اس دیت (کی رقم سے) اگر مقتول کا وارث' برضا و رغبت کچھ چھوڑنا چاہے' تو اُسے اِس کا اختیار دیا گیا ہے (۲/۱۷۸)۔ اِس صورت

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾

میں مجرم کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ طے ہوگیا ہے کہ اُس کی پابندی کرے اور حسن کارانہ انداز سے اِس کی ادائیگی کرے۔ (قتل سہو کی سزا مقرر کرنے میں) تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے قانون میں رعایت رکھ دی گئی ہے تاکہ اس سے تم سب کی صلاحیتیں مناسب نشوونما پاتی رہیں۔

لیکن جو شخص، اِس طرح معاملہ طے ہوجانے کے بعد زیادتی کرے تو اُسے سخت سزا دی جائے۔

۱۷۹ اگر تم، سطحی جذبات سے ہٹ کر، عقل وفکر کی رُو سے غور کرو گے تو تم پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ قصاص کے اِس قانون میں تمہاری اجتماعی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ اِس سے تم لاقانونیت کے خطرات سے محفوظ رہ سکو گے۔

۱۸۰ جان کی حفاظت کے بعد، معاشرہ میں مال کی حفاظت کا سوال سامنے آتا ہے (جب مال انفرادی تحویل میں ہو)۔ اِس کے لئے قانون یہ مقرر کیا جاتا ہے کہ جب تم دیکھو کہ تمہاری موت قریب ہے، اور تم اپنے پیچھے کچھ مال و دولت چھوڑ رہے ہو، تو تم اپنے والدین اور اقربین کے لئے، قاعدے کے مطابق وصیت کرجاؤ۔ ایسا کرنا تمام متقین (مسلمانوں) پر فریضہ خداوندی ہے۔ (ترکہ کی تقسیم، وصیت پوری کرنے کے بعد ہوگی۔ (۴/۱۲))

۱۸۱ وصیت دو عادل گواہوں کے سامنے ہونی چاہیئے (۵/۱۰۶)۔ اگر کوئی شخص وصیت سُننے کے بعد اُس میں ردوبدل کر دے، تو ایسے لوگ (قانون کی نگاہ میں) مجرم ہوں گے (انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ بات زبانی ہوئی تھی، اِس لئے کسے معلوم کہ متوفی نے کیا کہا تھا اور ہم نے کیا بیان دیا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ) اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

۱۸۲ لیکن اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ وصیت کرنے والے نے انصاف سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ کسی کی طرف بیجا طور پر جُھک گیا ہے، تو اُسے چاہیئے کہ متعلقین میں مصالحت کی صورت پیدا کردے (وصیت کرنے والے کی زندگی میں یا اِس کے بعد)۔ یہ وصیت بدلدینے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ ۚ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

کے جرم کے مرادف نہیں ہوگا۔ بلکہ اِس سے قانونِ خداوندی اُن لوگوں کو حق تلفی سے محفوظ کردے گا جن سے انصاف نہیں ہوا تھا۔ اور یہی اُس کے قانونِ مرحمت کا تقاضا ہے۔

۱۸۳ لیکن میدانِ جنگ میں ثبات واستقامت کا سوال ہو' یا معاشرتی اور معاشی دنیا میں نظامِ عدل ومُساوات کا قیام' یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہیں اپنے آپ پر ضبط ہو۔ یعنی جب کبھی ایسا ہو کہ تمہارے کسی جسمانی (حیوانی) تقاضہ اور بلند انسانی قدر میں ٹکراؤ ہو' تو تم اس قدر کو جسمانی تقاضہ پر ترجیح دو۔ نیز تم جفاکشی اور مشقت طلبی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہوجاؤ۔ اِس مقصد کے لئے تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں' جس طرح تم سے پہلی اقوام پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرنے کے قابل ہوسکو' اور زندگی کے سفر میں راستے کے خطرات سے محفوظ رہو۔

۱۸۴ یہ روزے گنتی کے دنوں کے ہیں (گنتی کا تعین' بجائے خویش' ڈسپلن پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے)۔ پھر' جو کوئی تم میں سے مریض ہو' یا سفر میں ہو' تو وہ دوسرے اوقات میں اِس گنتی کو پورا کرلے۔ لیکن اگر شکل یہ ہو کہ ایک شخص نہ تو بیمار ہے اور نہ ہی حالتِ سفر میں' لیکن اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزے کو بہ مشقت نباہ سکتا ہے (تو اُس کے لئے دوسرے اوقات میں روزے پورے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔ اُسے چاہیئے کہ روزے کے عوض' کسی حاجتمند کی روٹی کا انتظام کردے۔ (اس سے کم از کم' معذور اشخاص کا قلبی تعلق' اِس اجتماعی فریضہ کے ساتھ قائم رہے گا۔)

یہ ظاہر ہے کہ اس بات کا فیصلہ قانونی طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ تم روزہ بہ مشقت نباہ سکتے ہو۔ یہ چیز تمہارے اپنے فیصلہ کرنے کی ہے۔ لہٰذا اپنی حالت کا جائزہ تم خود لو۔ اگر تم دیکھو کہ صورت بین بین ہے' تو پھر تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے' خواہ اِس میں (مقابلۃً) تھوڑی سی تکلیف بھی کیوں نہ ہو۔ اِس لئے کہ جو مقصد روزے سے حاصل ہوسکتا ہے وہ اُس کے فدیہ سے نہیں ہوسکتا ——— بشرطیکہ تم روزے کی حکمت سے واقف ہو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

---

(۱۸۵) یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اجتماعی اور عسکری ٹریننگ (اور تربیتِ نفس) کے لئے رمضان کے مہینے کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی تھی ـــــــ وہ قرآن جو تمام نوعِ انسانی کو اس کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کی ایسی راہ بتاتا ہے جو واضح اور اُبھری ہوئی ہے' اور جو مستقل اقدار کے پیمانے پیش کرتا ہے تاکہ حق اور باطل میں تمیز ہوتی رہے۔ روزوں کا نظم و ضبط' اس عظیم پروگرام کے لئے مستعد رہنے کی سالانہ ٹریننگ ہے۔ سو جو شخص' اس مہینے میں' اپنے گھر پر موجود ہو' تو اُسے چاہیئے کہ اِس مہینے کے روزے رکھے۔ لیکن جو مریض ہو' یا حالتِ سفر میں' تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ (اور جو بہ مشقت روزہ رکھ سکتا ہو اس کے متعلق پہلے کہا جا چکا ہے۔ یہ رعایتیں اس لئے ہیں کہ) خدا تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے۔ سختی اور تنگی پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے تم دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لیا کرو۔

پھر سن لو کہ روزے محض رسم پوری کرنے کے لئے نہیں۔ ان سے مقصد یہ ہے کہ تم اس قابل ہو جاؤ کہ' خدا نے جو تمہیں راہ نمائی عطا کی ہے' اُس کے ذریعے تم قانونِ خداوندی کو ساری دنیا کے قوانین سے بلند کر سکو (۹/۳۳)۔ اور اس مقصد کے لئے تم جو کوشش کرو' وہ بھرپور نتائج کی حامل ہو۔

(۱۸۶) نہ ہی روزوں کے حکم سے' تمہارے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ' مادی لذتوں اور جسمانی ضرورتوں کے ترک کر دینے سے انسان خدا کا مقرب بن جاتا ہے (جیسا کہ مسلکِ خانقاہیت میں' مختلف ریاضتوں اور مشقتوں کے متعلق سمجھا جاتا ہے)۔ (اے رسولؐ!) جب میرے بندے تم سے میرے متعلق دریافت کریں تو اُن سے کہہ دو کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ (وہ اس طرح کہ) جب بھی کوئی شخص' اپنی راہ نمائی کے لئے

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾

مجھے پکارتا ہے تو میرا قانونِ ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے' اُس کی پکار کا جواب دیتا ہے (اور اُبھر کر اُس کے سامنے آجاتا ہے)۔ لہٰذا' اِن سے کہہ دو کہ قربِ خداوندی کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ میرے قانون کی صداقت پر یقینِ محکم رکھتے ہوئے' اُس کی پوری پوری اطاعت کریں (۴۸/۴ ؛ ۲۲/۴ ؛ ۳۲/۱۵ — ۱۹ ؛ ۳۰/۴ ؛ ۲۲/۲۹)۔ یہ ہے وہ طریق جس سے یہ زندگی کے صحیح راستے پر پختگی سے چلتے رہیں گے۔ یہ سب کچھ اِن کے اپنے اعمال سے ہوگا (۳/۱۹۴)۔

(۱۸۷) یہ بھی سمجھ لو کہ روزہ دن ہی دن کا ہے۔ رات کے وقت نہ کھانے پینے کی ممانعت ہے نہ ہی بیویوں کی طرف رجوع کرنے کی —— بیویوں سے جنسی اختلاط' "قربِ خداوندی" کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا (یہ بھی مسلکِ خانقاہیت کا پیدا کردہ تصور ہے)۔ میاں بیوی کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے' اور ایسا قریبی رشتہ کہ اِن کے درمیان کوئی تیسرا حائل نہیں ہو سکتا۔ اللہ جانتا ہے کہ نفسِ انسانی کے تقاضے کیا ہیں اور مسلکِ رہبانیت میں انسان کے دِل میں کس کس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن سے وہ خود اپنے آپ سے خیانت کرتا رہتا ہے (۲۷/۵۷)۔ لہٰذا' خدا کا قانون' اِس بارے میں' انسانوں کی خود ساختہ حدود سے آگے بڑھتا ہے' اور تمہارے دِل میں جو وساوس پیدا ہو رہے تھے' اُن سے درگذر کرتے ہوئے اِس کی وضاحت کرتا ہے کہ تم' رات کے وقت' منشائے قانونِ خداوندی کے مطابق' اپنی بیویوں کے پاس بھی جا سکتے ہو اور کھا پی بھی سکتے ہو' تاآنکہ صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے نمایاں ہو جائے۔ اِس کے بعد' رات تک روزہ پورا کرو۔ لیکن اگر تم' اِس ٹریننگ کے کسی خاص کورس کے لئے' تربیت و اطاعت کے مراکز (مساجد) میں رُکے ہوئے ہو' تاکہ تم اُلجھے ہوئے معاملات کو اچھی طرح سلجھا سکو' تو پھر تم اِن راتوں میں بھی بیویوں سے اختلاط نہ کرو (اور اپنی توجہ کو پوری یکسوئی سے معاملاتِ پیشِ نظر پر مرکوز رکھو)۔

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

بس یہ ہیں وہ حدود جو اِس باب میں قانون خداوندی نے مقرر کر دی ہیں۔ اِن کی نگہداشت کرو۔ اِس طرح اللہ اپنے احکام و قوانین کو نمایاں طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ لوگ اِن کی پوری پوری نگہداشت کر سکیں۔

۱۸۸ اِس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) روزے سے مقصد یہ ہے کہ تم میں ایسا ضبطِ نفس پیدا ہو جائے کہ تم' زندگی کے ہر گوشے میں' جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکو' اور' خواہ تمہاری مفاد پرستی کا تقاضا کچھ ہی کیوں نہ ہو' ناجائز کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ (مثلاً) آپس میں ایک دوسرے کا مال' ناجائز طریق پر نہ کھاؤ۔ یا اگر معاملہ عدالت تک جا چکا ہے' تو ایسا نہ کرو کہ حکام کو رشوت دے کر ایسا فیصلہ لے لو جس سے دوسروں کا کچھ مال ناجائز طور پر تمہیں مل جائے' حالانکہ تم جانتے ہو کہ جو مال اِس طرح حاصل کیا جائے اس کے نتائج کیا ہوا کرتے ہیں؟

روزوں سے تمہاری اِس قسم کی تربیت ذات مقصود ہے۔

۱۸۹ ہم نے اوپر کہا ہے کہ روزے رمضان کے مہینے کے ہیں۔ اِس سے اِن لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بعض مہینے مبارک ہوتے ہیں اور بعض منحوس' اِس لئے انہوں نے اے رسول! تم سے اِس کی بابت دریافت کیا ہے۔ اِن سے کہہ دو کہ مہینوں (یا دنوں) میں سعد و نحس کا خیال تو وہم پرستی ہے۔ اِن کی حقیقت اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اِن سے اوقات کا تعین ہو جاتا ہے ــــــ اور اِس کے فوائد ظاہر ہیں ــــــ اسی طرح' یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حج کب ہو گا۔

اِن سے واضح طور پر کہہ دو کہ دین میں تو وہم پرستی کو کوئی دخل نہیں مثلاً یہ جو تم سمجھتے ہو کہ حج کے دوران' مکانوں میں سامنے کے دروازے سے نہیں آنا چاہیئے' پچھواڑے سے آنا چاہیئے (تو یہ محض توہم پرستی ہے)۔ سعادت اور کشاد کی راہیں اِس قسم کی توہم پرستانہ رسوم سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ کشاد کی راہ صرف ایک ہی ہے'

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٢﴾

اور وہ یہ کہ تم کس حد تک قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہو' اور تم میں کیریکٹر کی کتنی بلندی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا' تم اِن جہالت آمیز باتوں کو چھوڑ دو' اور جس طرح ' اور دنوں' گھروں میں دروازوں کے راستے آتے ہو اسی طرح حج کے دنوں میں بھی آؤ جاؤ۔

قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو اور معمول کے مطابق زندگی بسر کرو۔ یہی کامیابی کا طریقہ ہے۔

۱۹۰ بعض مہینوں میں البتہ جنگ کی اجازت نہیں (۹/۳۶ ؛ ۲/۲۱۷)۔ لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ باقی مہینوں میں تم جس کے خلاف چاہو یونہی جنگ چھیڑ دو۔ جنگ اور صلح' تمہاری ذاتی مصلحتوں اور مفاد پرستیوں کے مطابق نہیں ہوگی' یہ بھی قانونِ خداوندی کے مطابق ہوگی۔ اِس باب میں سب سے پہلا اور بنیادی اُصول یہ ہے کہ تم اُنہی سے جنگ کرو جو تمہارے خلاف جنگ پر اُتر آئیں اور اِس طرح تمہارے لئے لڑائی کے علاوہ کوئی اور راستہ باقی نہ رہنے دیں (۲۲/۳۹)۔ یہ جنگ "خدا کی راہ" میں ہوگی ——— یعنی انسانیت کے تحفظ کی خاطر ——— اور اِس میں بھی قانون کی حد سے کبھی آگے نہیں بڑھا جائے گا۔ حدود شکنی' قانونِ خداوندی کی رُو سے بڑی ناپسندیدہ بات ہے۔

۱۹۰ جب تم اِن حالات میں جنگ کے لئے مجبور کر دیئے جاؤ' تو پھر دشمن کو جہاں پاؤ' اُن کا مقابلہ کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے' تم بھی اُنہیں وہاں سے نکال دو۔ یہ اِس لئے کہ انسانی دنیا میں ظلم اور فساد' جنگ سے بھی زیادہ تباہیوں اور خرابیوں کا موجب ہوتا ہے۔ اِس کا البتہ خیال رکھو کہ ہم نے کعبہ کو امن کا مقام قرار دیا ہے (۲/۱۲۵)' اِس لئے تم اِن سے' اُس کے قرب و جوار میں جنگ نہ کرو۔ لیکن اگر دشمن وہاں بھی جنگ سے باز نہ آئے' تو پھر تم بھی اُن سے جنگ کرو۔ اِس لئے کہ جو لوگ اِس قسم کے (بین الاقوامی) آئین و ضوابط کا بھی احترام نہ کریں تو اُن کا علاج اِسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُن کے حملے کا جواب دیا جائے۔

۱۹۰ لیکن اگر وہ وہاں جنگ سے رُک جائیں' تو تم بھی رُک جاؤ۔ (روزوں کی ٹریننگ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

سے مقصود ہی یہ تھا کہ تم میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ جہاں بڑھنے کا حکم دیا جائے 'بڑھ جاؤ' اور جہاں رکنے کے لئے کہا جائے 'رک جاؤ' خواہ آگے بڑھنے میں کتنا ہی فائدہ کیوں نہ دکھائی دے۔ یاد رکھو! اگر تم قانون خداوندی کی اس طرح نگہداشت کرتے رہے تو وہ تمہاری حفاظت کے اسباب بھی پیدا کر دے گا اور سامانِ نشو ونما بھی (بے حد و شمار) بہم پہنچائے گا۔

۱۹۳ بہرحال' اِن حدود و شرائط کے ساتھ تم اِن کے خلاف جنگ کرو' تا آنکہ جو فتنہ انھوں نے اُبھار رکھا ہے' وہ فرو ہو جائے' اور ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ دین کے معاملہ میں کسی پر کسی قسم کا جبر و اکراہ نہ ہو (۲/۲۵۶)' جو چاہے اسے خالصتہً للہ اختیار کر سکے۔ سو جس مقام پر بھی تم دیکھو کہ یہ لوگ اِس قسم کی فساد انگیزیوں سے باز آ گئے ہیں' تم جنگ روک لو۔ (اِس لئے کہ جنگ سے مقصد یہی ہے کہ مستبد اور سرکش قوتوں کو حد سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ لہذا) جو سرکش نہ رہے اِس کی سرکوبی کیسی؟

۱۹۴ جنگ کو اگر مسلسل جاری نہ رکھا جائے' بلکہ اِس میں وقفہ پڑ جائے تو اِس سے صلح اور امن کے امکانات روشن ہو سکتے ہیں۔ اِس مقصد کے لئے سال میں کچھ مہینے ایسے رکھے جانے ضروری ہیں جن کے احترام میں جنگ روک دی جائے۔ لیکن جنگ دو مخالف فریقوں میں ہوتی ہے' اِس لئے یہ التوا اُسی صورت میں ممکن ہے کہ دونوں فریق اِس معاہدہ کا احترام کریں۔ ایسی باتیں ادلے بدلے کے طریق پر ہی ممکن ہوتی ہیں۔ لہذا اگر فریق ثانی اِس کا احترام نہ کرے اور زیادتی پر اُتر آئے' تو تم بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا وہ تمہارے ساتھ کرتا ہے۔ (یعنی اُس کا مقابلہ کرو۔ حرمت کے خیال سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے رہو) لیکن ان تمام امور میں تم قوانین خداوندی کی ہمیشہ نگہداشت کرو اور اِس حقیقت کو یاد رکھو کہ قانون خداوندی کی تائید و نصرت انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو اِن حدود کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۱۹۵ حق کے نظام کے قیام اور باطل کی سرکش قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ بھی

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ضروری ہے کہ تم اپنے مال و دولت کو، اس مقصد میں صرف کرنے کے لئے کھلا رکھو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہی میں ڈال لوگے — غرضیکہ تم زندگی کے ہر شعبے میں حسن کارانہ انداز سے، مصروف جدوجہد رہو۔ مستقل اقدار کی حفاظت کے لئے جہاں مال کی ضرورت ہو، مال خرچ کرو۔ جہاں جان دینے کی ضرورت پیش آجائے، بلا توقف جان دیدو۔ یہی روش معیار خداوندی پر پوری اترتی ہے اور اسی سے انسانیت کا حسن نکھرتا ہے۔

(۱۹۶) تم نے دیکھا کہ نظام عدل و مساوات کے قیام اور استحکام کے لئے کس قدر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً تمہارے اجتماعات ہوتے رہیں جن میں باہمی مشوروں سے اس عظیم پروگرام کی تکمیل کے طریقے سوچے جائیں — انہی اجتماعات کا نام حج اور عمرہ ہے۔

ان اجتماعات کا مقام، تمہارے نظام کا مرکز یعنی کعبہ ہے۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ تم وہاں پہنچنے سے روک دیئے جاؤ، تو تم سے جو کچھ آسانی سے ہو سکے، تحفۃً وہاں بھیج دو (تاکہ وہ اُن لوگوں کے کام آئے جو اس مقصد کے لئے وہاں جمع ہوئے ہیں) جب تک یہ تحائف اپنی منزل تک نہ پہنچ جائیں، تم، (اُن لوگوں کے ساتھ قلبی ہم آہنگی قائم رکھنے کے لئے) حجامت نہ بنواؤ۔ جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو پھر تم (اُن لوگوں کی مطابقت کرتے ہوئے) اپنے سر کے بال منڈواؤ۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی مریض ہو، یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو، تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ لے۔ یا کوئی عطیہ دیدے۔ یا کوئی اور عمل خیر کرے جسے وہ اپنے اوپر واجب قرار دے لے۔ پھر جب تم حالت امن میں ہو، (اور ان اجتماعات میں خود شریک ہو سکو)، تو تم میں سے جو شخص حج اور عمرہ، دونوں سے مستفید ہونا چاہے، تو جو تحفہ میسر آئے ساتھ لے جائے۔ جسے کوئی تحفہ نہ مل سکے تو وہ حج کے دوران میں تین دن کے

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور واپسی پر سات دِن کے' روزے رکھلے' اور یوں دس دن کے روزے پورے کرلے۔ یہ اُس کے لئے ہے' جس کے اہل وعیال اُس کے ساتھ' کعبہ میں' موجود نہ ہوں۔

یاد رکھو! اِن اجتماعات سے اصل مقصد تو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرنا ہے' لیکن اِن تقریبات پر بعض رسوم بطور ملی شعائر اختیار کرلی جاتی ہیں۔ اِن سے مقصود' باہمی یک رنگی اور ہم آہنگی ہوتا ہے جس کا مظاہرہ محسوس شکلوں میں ہی ہو سکتا ہے۔ سو تم اپنی نگاہ اصل مقصود پر رکھو۔ یعنی قوانین خداوندی کی نگہداشت پر۔ اگر ایسا نہ کرو گے (اور محض رسومات ہی کو اصل مقصود سمجھنے لگ جاؤ گے) تو اِس کا نتیجہ سخت تباہی ہو گا۔

(۱۹۷) حج کے اجتماعات کے مہینے معلوم و متعین ہونے چاہئیں۔ پھر جو شخص اِس فریضہ کو اپنے ذمے لے' تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ اِس کی تمام شرائط پوری کرے۔ اَزاں جُملہ' یہ بھی کہ اِس اجتماع میں کوئی بات پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی نہیں ہونی چاہیئے ۔ نہ فحش کلامی یا دیگر جنسی میلانات کی باتیں۔ نہ درشت کلامی یا کوئی اور معیوب حرکت۔ نہ' باہمی مشاورت میں' دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے یونہی باتیں بڑھاتے جانا اور مناظرانہ جنگ و جدل پر اُتر آنا— اِن میں سے کوئی بات بھی نہیں ہونی چاہیئے — مختصراً یوں سمجھو کہ یہ اجتماعات نوعِ انسان کی منفعت بخشیوں کی تجاویز سوچنے کے لئے ہیں (۲۲/۲۸)۔ سو اِن میں کوئی بات ایسی نہ ہو جو تمہیں اِس مقصد سے دور لے جائے۔ یاد رکھو! تمہارا ہر عمل خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہ میں ہوتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اِس سفر کے لئے تمہارے پاس زادِ راہ بھی ہو۔ اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ تم وہاں بھیک مانگنے کی ذِلت سے محفوظ رہو گے۔

نیز' اِن اجتماعات میں شریک اُنہی کو ہونا چاہیئے جو عقل و بصیرت کی رُو سے سوچ سکیں کہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کس طرح کی جا سکتی ہے' (اور اُنہیں عملاً نافذ کرنے کی صورتیں کیا ہیں)۔

(۱۹۸) اِس حقیقت کو بھی فراموش نہ کرو کہ یہ اجتماعات' کوئی "یاترا" کی قسم کی چیز نہیں کہ وہاں

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

"دُنیاداری" کے دھندوں کی کوئی بات نہ ہوسکے۔ اِس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اِن اجتماعات میں (ملّت کے لئے) سامانِ نشوونما اور معاشی وسائل کے اخذ وطلب کے لئے جدوجہد کرو۔ پھر جب تم 'اِن مسائل کے طے کر لینے کے بعد عرفات کے میدان سے واپس آجاؤ (جہاں تمہارا باہمی تعارف ہو چکا ہے)' تو مشعر الحرام کے قریب آکر' پھر جمع ہو' اور قانونِ خداوندی کی راہ نمائی میں' نظامِ خداوندی کے مختلف گوشوں کو سامنے لاؤ۔

ممکن ہے تمہارے دِل میں یہ خیال گذرے کہ ہم توحج کو محض ایک "مذہبی فریضہ" سمجھتے تھے لیکن مذکورہ بالا احکام وہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ 'نظامِ خداوندی کا ایک اہم گوشہ ہے جس کا تعلق ہماری معاشرتی اور تمدّنی دنیا سے ہے۔ تو تمہارا پہلا نظریہ غلط تھا۔ صحیح بات وہی ہے جو تمہیں اب بتائی گئی ہے۔

﴿۱۹۹﴾ اِن تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد' تم عام لوگوں کی طرح اپنے اپنے ہاں واپس آجاؤ (یہ نہ سمجھو کہ تم اِن سے الگ کچھ اور بن گئے ہو) اور جو پروگرام وہاں طے ہوا ہے اُس کے مطابق' اپنی حفاظت کے سامان کی طلب وجستجو میں سرگرمِ عمل رہو۔ یقیناً اِس طرح اللہ کا قانون تمہاری حفاظت کا سامان بھی کر دے گا اور پوری پوری نشوونما کا بھی۔

﴿۲۰۰﴾ وہاں سے واپسی کے بعد' تم یہ نہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم پر واجب تھا' سب ادا ہو گیا اور اب تم پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہی۔ وہاں سے واپسی پر بھی تم قوانینِ خداوندی کو ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھو' اُسی طرح جیسے تم' اِس سے پہلے' اپنے اسلاف کے مسلک کو اپنے سامنے رکھا کرتے تھے ——— بلکہ اُس سے بھی زیادہ شدّت اور گہرائی کے ساتھ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اِن اجتماعات میں تم اپنے دنیاوی مفاد کے متعلق بھی غور وفکر کرو اور اس کے حصول کی راہیں سوچو' تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے دین کا منتہیٰ' دنیاوی مفاد کا حصول ہے' اور بس۔ بالکل نہیں۔ اِس حقیقت کو سمجھ لو کہ جو لوگ محض دنیاوی مفاد کو منتہائے نگاہ قرار دے لیتے ہیں' اُنہیں یہ مفاد تو حاصل ہو جاتے ہیں' لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔ (۱۸—۱۶/۲۱)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

---

۲۰۱ اِن کے برعکس، دوسرے لوگ وہ ہیں جن کی طلب و آرزو یہ ہوتی ہے کہ انہیں دُنیاوی زندگی کی خوشگواریاں بھی حاصل ہوں اور اُخروی زندگی کی خوشگواریاں بھی۔ اور وہ ہر قسم کی تباہیوں سے محفوظ رہیں۔

۲۰۲ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں، اُن کے عمل کے مطابق، دنیا اور آخرت دونوں کی خوشگواریوں سے حصّہ مل جاتا ہے۔ خدا کا قانونِ مکافات کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ وہ ہر عمل کا نتیجہ ساتھ کے ساتھ مُرتب کرتا جاتا ہے۔ (البتہ نتائج کے ظہور کا وقت الگ ہوتا ہے)۔

۲۰۳ یہ اِجتماعات (جن کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے اور) جن کا مقصد قوانینِ خداوندی کو سامنے لانا ہے، ایک متعین مُدت تک رہنے چاہئیں۔ اگر کسی کو جلد واپس آجانا ہو تو وہ دو دن کے بعد چلا جائے۔ جو زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے، وہ واپسی میں تاخیر کر دے۔ نہ اُس میں کوئی ہرج کی بات ہے، نہ اِس میں۔ اصل چیز تو قانونِ خداوندی کی نگہداشت ہے۔ لہٰذا تمہاری نگاہ اِس مقصد پر رہنی چاہیئے اور اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ تمہارے اجتماع کی آخری منزل اور غایت وہ ہے جو تمہارے خدا نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔ تمہارا ہر قدم اُس کی طرف اُٹھنا چاہیئے۔

۲۰۴ یاد رکھو! دُنیا میں تمہیں دو قسم کے انسان ملیں گے۔ ایک وہ جن کے پیشِ نظر صرف دنیاوی (طبیعی) زندگی کا مفاد ہوگا۔ جب یہ لوگ دنیاوی معاملات کے متعلق گفتگو کریں گے تو وہ تمہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے۔ وہ اپنے سچے ہونے کے ثبوت میں، قدم قدم پر، خدا کو گواہ ٹھہرائیں گے۔ (بات بات پر اُس کی قسم کھائیں گے)۔ حالانکہ ان کے دِل، دشمنی اور خصومت کے جذبات سے لبریز ہوں گے۔

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا
قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ
نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً
وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾

---

۲۰۵ جب اِن لوگوں کو حکومت اور اقتدار مل جائے، تو اِن کی ساری کوشش یہ ہو گی کہ ملک میں تباہیاں اور ویرانیاں عام ہو جائیں۔ فصلیں تباہ ہو جائیں۔ نسلِ انسانی ہلاک ہو جائے ـــــ نہ معاشی نظام میں توازن رہے، نہ عمرانی نظام میں ـــ انہیں صرف اپنی مفاد پرستی کا خیال ہوتا ہے۔ اِس کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ملک پر کیا گذر رہی ہے ـــــ حالانکہ جس خدا کو یہ بات بات پر بطور گواہ پیش کرتے ہیں، وہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں تباہی اور ویرانی پھیلائی جائے۔

۲۰۶ جب اِن لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، تو نشۂ حکومت کی بدمستیاں اور جھوٹی عزت کا خیال، اِنہیں اور خرابیوں کے لئے اُکساتا ہے۔ اِن کا مقام تباہی اور بربادی کا جہنم ہے جہاں اِنسانیت ذبح ہوتی ہے ـــــ کتنا بُرا ہے یہ مقام!

۲۰۷ دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو منشائے خداوندی کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں اور اس کے لئے اگر اُنہیں اپنی جان تک بھی دینی پڑے تو اُسے بخوشی قربان کر دیتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہیں قانونِ خداوندی کی رُو سے ہر قسم کی حفاظت اور نشوونما کا سامان حاصل ہوتا ہے۔

۲۰۸ لہٰذا اے جماعتِ مومنین! تم یہی رَوش اختیار کرو، اور اِس نظامِ خداوندی میں، جو امن و سلامتی کا ضامن ہے، اجتماعی طور پر، پورے کے پورے، داخل ہو جاؤ اور چند قدم چل کر رُک نہ جاؤ، بلکہ اس کی آخری حد تک پہنچو۔ اپنے اُن (حیوانی سطحِ زندگی کے) جذبات کے پیچھے نہ لگ جاؤ جنہیں اگر بے باک چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان کو بلند اقدار کی سطح تک آنے نہیں دیتے۔ یہ رَوش انسان کی سخت دشمن ہے اس سے بچنا۔

۲۰۹ ہم نے زندگی کے اُصول و قوانین، واضح طور پر تمہارے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اگر

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾

اِس کے بعد تمہارے پاؤں میں لغزش آ گئی تو یہ نہ سمجھ لو کہ تم سے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوگا۔ ہمارا قانونِ مکافات بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ ہر ایک پر غالب آکر رہتا ہے۔ لیکن اُس کا غلبہ اندھی قوتوں کا غلبہ نہیں ہوتا' قاعدے اور قانون۔ اور حکمت و بصیرت کے مطابق ہوتا ہے۔

(۲۱۰) یہ تمہارے مخالفین ابھی تک اُنہی خیالات میں مست ہیں جو اِن کی توہم پرستیوں نے پیدا کر رکھے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قوموں کی تباہی کے لئے' خدا خود بادلوں (کے رتھ) میں بیٹھ کر' فرشتوں کے جلو میں' آیا کرتا ہے' اور یوں آخری فیصلہ ہو جاتا ہے۔

اِن سے کہو کہ قوموں کی تباہی اور بربادی اِس طرح نہیں ہؤا کرتی۔ وہ خدا کے مقرر کردہ قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ تمہارا ہر عمل تمہیں' خدا کے قانونِ مکافات کی طرف کشاں کشاں لئے جاتا ہے۔ تم اُس کی گرفت سے کہیں باہر نہیں جا سکتے۔ تباہی اور بربادی اِس طرح آتی ہے۔

(۲۱۱) اِس کی شہادت چاہتے ہو تو ان یہودیوں (بنی اسرائیل) سے پوچھو (جو تمہارے گردوپیش بستے ہیں)۔ انہیں (قوموں کی زندگی اور موت کے متعلق) واضح قوانین دیئے گئے تھے۔ اِنہوں نے اُن قوانین کا اتباع کیا تو اِن پر خدا کی نعمتوں کے دروازے کھل گئے۔ پھر انہوں نے ایسے کام کئے جن سے وہ نعمتیں' ذلتوں اور خواریوں میں بدل گئیں۔ اور یہ سب کچھ خدا کے اُس قانونِ مکافات کی رُو سے ہوا جس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔

(۲۱۲) یہ اِس طرح ہوتا ہے کہ لوگ' زندگی کی بلند سطح کا انکار کر کے' محض طبیعی زندگی کو اصل حیات سمجھ لیتے ہیں۔ اِس زندگی کی عیش سامانیاں اُن کا مقصود بن جاتی ہیں اور یہ چیزیں بڑی حسین بن کر دکھائی دیتی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں' جو بلند اقدار پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنے پروگرام کے ابتدائی دور میں یہ لوگ کمزور اور ناتواں

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۖ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۗ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

دکھائی دیتے ہیں کیونکہ یہ مادی مفاد کے حصول کے لئے (فریقِ مخالف کی طرح) ہر حربہ استعمال نہیں کرتے۔ لیکن آخرالامر معاشرہ میں جب آسمانی انقلاب نمودار ہو جاتا ہے' تو اُس وقت ساری دُنیا دیکھ لیتی ہے کہ جو لوگ مستقل اقدار کی نگہداشت کرتے تھے' وہ اُن لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں جو محض دُنیاوی مفاد کو مقصدِ حیات سمجھتے تھے اور اُس کے حصول میں کسی قاعدے اور اُصول کی پَرواہ نہیں کرتے تھے۔ اُس وقت یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ جو قوم قانونِ خداوندی کے مُطابق رزق حاصل کرنا چاہتی ہے' اُسے کس طرح بلا حد و حساب رزق کی فراوانیاں نصیب ہو جاتی ہیں (یہ انسان کی بھول ہے جو ابتدائی محنت سے گھبرا کر' غلط راستے اختیار کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اِس سے اُسے بڑی کامیابی حاصل ہوگی)۔

یہ حقائق قومِ بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں۔ نوعِ انسان کی ساری تاریخ اِن کی آئینہ دار ہے۔ انسانی زندگی کا پہلا دَور وہ تھا جب (وہ تمدّنی زندگی سے ناآشنا تھا۔ قدرتی پیداوار پر اُس کا گذارہ تھا اور وہ ہر ایک کو بافراط مل جاتی تھی اِس لئے اِن کے باہمی مفاد میں ٹکراؤ نہیں ہوتا تھا) سب ایک برادری کی شکل میں رہتے تھے۔ اِس کے بعد' اُنھوں نے تمدّنی زندگی شروع کی تو باہمی مفاد میں ٹکراؤ ہوا (۲/۳۶) اور اِس طرح' اُن میں اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے (۱۰/۱۹)۔ اِن اختلافات کا مٹانا تنہا عقلِ انسانی کے بس کی بات نہ تھی' کیونکہ ہر فرد اور ہر گروہ کی عقل اُس کے ذاتی مفاد کا تحفّظ چاہتی ہے۔ دوسروں کا مفاد اُس کے سامنے ہوتا ہی نہیں۔ اِس مقصد کے لئے اللہ نے انبیاء کو اپنی وحی دے کر بھیجا وہ انہیں اختلافی زندگی کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے اور ایک برادری بن کر رہنے کی زندگی کے خوشگوار ثمرات کی خوش خبری سُناتے۔ ہر نبی اپنے ساتھ قوانینِ خداوندی کا ضابطہ (الکتاب) لاتا جو حق پر مبنی ہوتا' تاکہ وہ لوگوں کے اختلافی امور کا فیصلہ کرے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾

ہر نبی' اِس ضابطہ کی رُو سے' وحدت پیدا کر کے چلا جاتا' لیکن' اِس کے بعد' وہ لوگ جنہیں وہ ضابطہ دیا گیا تھا' باوجود ایسی واضح تعلیم کے' باہمی ضد اور مخالفت' اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے خیال سے' پھر اختلافات شروع کر دیتے (۱۶/۹۲ ; ۵۴/۲۰)۔ لیکن اِن میں سے جو لوگ اِس ضابطہ کی صداقت پر یقین رکھتے' انہیں خدا' اپنے قانون کے مطابق' اختلافات سے بچنے کی راہ دکھا دیتا۔ یہی وہ طریق ہے جس سے اللہ' ہر اُس قوم کو جو اختلافات سے بچنا چاہتی ہے زندگی کی توازن بدوش' سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کر دیتا ہے۔

۲۱۴ وحی کی راہ نمائی' تمام اِنسانوں کو ایک برادری میں منسلک کر دینا چاہتی ہے لیکن چونکہ اِس سے اِنفرادی مفاد چاہنے والوں کے مقاصد پر زد پڑتی ہے' اِس لئے وہ اِسکی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ لہذا' اِس جنتی معاشرہ کے قائم کرنے کے لئے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے —— سو' اے جماعتِ مومنین! تم نے یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اِس معاشرہ کو یونہی قائم کر لوگے' اور 'مفت میں' جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ تمہیں بھی اُن جاں گداز مراحل سے گذرنا پڑے گا جن سے وہ لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اِس سے پہلے' اِس انقلاب آفرینی کی کوشش کی۔ سختیاں اور مصیبتیں اُنہیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں۔ اُن کی شدت سے اُن کے دِل دہل جاتے۔ یہاں تک کہ وہ' اور ان کا رسول' پکار اُٹھتے کہ بارالہا! ہماری کوششوں کی بار آوری کا وقت کب آئے گا (۳/۱۴۲ ; ۹/۱۹ ; ۲۹/۲ ; ۳۳/۱۰)۔ ایسے ایسے ہمت شکن اور صبر آزما مراحل کے بعد کہیں جا کر اُن کی کوششیں کامیاب ہوتیں اور تائیدِ ایزدی اُن کی سعی و عمل کو ثمر بار کرتی۔

تمہیں بھی انہی مراحل میں سے گذرنا ہوگا۔

۲۱۵ اِس کے لئے' سب سے پہلا مرحلہ' مالی قربانی کا ہے۔ اے رسول! تمہارے ساتھی تم سے پوچھتے ہیں کہ اِس کے لئے کس قدر مال کی ضرورت ہوگی اور اُسے کہاں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۱۷﴾

خرچ کرنا ہوگا۔ ان سے کہو کہ اس پروگرام کی ابتدا معاشرہ کے محدود دائروں سے کی جائے گی۔ اس لئے سرِ دست تم یہ دیکھو کہ ان دائروں میں وہ کون کون سے افراد ہیں جو دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں۔ مثلاً سب سے پہلے، اپنے گھروں میں اپنے والدین کو دیکھو۔ پھر اپنے گھر کی چار دیواری کو وسیع کر کے، اپنے گرد و پیش میں بسنے والے اقربا کو دیکھو۔ پھر اور آگے بڑھو تو انہیں دیکھو جو معاشرہ میں بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ نیز انہیں جن کا چلتا ہوا کاروبار رک گیا ہے۔ پھر اس سلسلہ کو اپنی بستی سے آگے بڑھاؤ اور باہر سے آنے والوں کے متعلق دیکھو کہ انہیں تمہاری مدد کی کس قدر ضرورت ہے۔ (اس کی آخری حد وہ ہے جسے (۲/۲۱۹) میں بیان کیا گیا ہے)۔

تم ان لوگوں کی ضروریات کو پورا کرو، اور اس پر یقین رکھو کہ جو کچھ بھی تم دوسروں کی بھلائی کے لئے کرو گے، وہ سب اللہ کے علم میں رہے گا۔ اس میں سے ایک ذرہ برابر بھی بے نتیجہ نہیں رہنے پائے گا۔

۲۱۶ مال کے بعد، جانوں کی قربانی کا مرحلہ آئے گا۔ یعنی تمہیں مخالفین سے جنگ بھی کرنی پڑے گی یہ مرحلہ تم پر گراں گذرے گا، کیونکہ تم لوٹ مار کی خاطر جنگ کرنے کے عادی ہو۔ انسانیت کی بہبود کیلئے جس میں ایثار ہی ایثار ہو، ذاتی منفعت کوئی نہ ہو، جنگ کرنا کا ہے وارد۔ لیکن ان معاملات میں تم اپنی انفرادی عقل اور جذبات سے فیصلہ نہ کراؤ۔ اس لئے کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ عقلِ خود بیں تمہیں ایک بات کو سخت ناپسندیدہ بنا کر دکھائے، لیکن وہ (تمہاری ذات کی بہبود کے نقطۂ نگاہ سے) تمہارے لئے بڑی خیر و برکت کی موجب ہو۔ اسکے برعکس، عقل و جذبات کے سطحی تقاضے کسی چیز کو بڑا خوش آیند بنا کر دکھائیں لیکن وہ درحقیقت (تمہاری ذات کی نشو و نما کے لئے) بڑی مضرت رساں ہو۔ اسلئے ان امور کا فیصلہ وحی کی روشنی میں کرو، کیونکہ وحی کی نگہ دور رس حقیقت کو دیکھتی ہے، اور تمہاری جذبات کے تابع چلنے والی عقل کی نگاہ محدود ہوتی ہے۔ وہ حقیقت کو نہیں جان سکتی۔

۲۱۷ لیکن صلح ہو یا جنگ، قانونِ خداوندی کی پاسداری ہر حالت میں لازمی ہے مثلاً

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

جس مہینے میں تمہیں جنگ سے روکا گیا ہے' اُس میں جنگ کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ دوسری طرف' اِس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھو کہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکنا۔ اُس کے قوانین کی صداقت سے انکار و سرکشی برتنا۔ مسجد حرام تک میں جنگ کرنے سے باز نہ رہنا اور جو لوگ اُس میں پناہ لے چکے ہوں' اُنہیں وہاں سے نکال باہر کرنا۔ یہ جرائم بہت زیادہ سنگین ہیں۔ یہ فتنہ پردازی ہے' اور فتنہ پردازی قتل سے بھی زیادہ ہلاکت انگیز نتائج کا موجب ہوتی ہے۔

اسے بھی یاد رکھو کہ یہ لوگ جو تم سے برسرپیکار ہیں' کبھی جنگ سے ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے جب تک ـــــ اگر ان میں اس کی استطاعت ہو ـــــ تمہیں' تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دیں۔ (جنگ سے اِن کا مقصد ہی یہ ہے)۔ لیکن' اسے سمجھ لو کہ تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور حالتِ کفر میں اُس کی موت واقع ہو جائے' تو یہ وہ لوگ ہوں گے کہ دُنیا اور آخرت' دونوں میں اِن کے اعمال اِن کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اِن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جُھلس کر رہ جائیں گی۔ (۱۸/۱۴) ۔ یہ بات کہ یہ کسی وقت دین کے صحیح راستے پر تھے' انہیں اس تباہی سے نہیں بچا سکے گی۔

۲۱۸ اِن کے برعکس' جو لوگ اِس نظام کی صداقت پر یقین رکھیں۔ اور اس کے قیام کی راہ میں جو چیز بھی حائل ہو' اُس سے اپنا دامن چھڑا کر' آگے بڑھ جائیں۔ حتّٰی کہ اگر اس کے لئے وطن بھی چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیں۔ اور اِس کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں۔ (اور مرتے دم تک اسی روش پر قائم رہیں۔ ۱۳۲/۲) ۔ تو یہی لوگ ہیں جو رحمتِ خداوندی کے صحیح معنوں میں امیدوار ہیں۔ خدا کا قانونِ ربوبیت' اِن کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کے مضرت رساں اثرات سے' اِن کی حفاظت کر دیتا ہے (۵۳/۳۲) اور ان کی نشوونما کا پورا پورا سامان مہیا کر دیتا ہے۔

۲۱۹ اِس مقام پر یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ نظامِ خداوندی کے قیام کی راہ میں کون کون سی چیزیں حائل ہوتی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ اِس سلسلہ میں پہلی اُصولی بات یہ ہے کہ جو چیز بھی انسان کی عقل و خرد کو ماؤف کر کے' اِس کے قوائے عملیہ کو

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۰﴾

مضمحل کر دے، وہ اِس نظام کی راہ میں موانعات سے ہے ــــــ ہر نشہ آور چیز اور وہ دولت جو بلا محنت و مشقت مِل جائے (جس میں قمار بازی بھی شامل ہے) اِس کی تین مثالیں ہیں۔ اِن میں اضافی طور پر، منافع بھی ہیں، لیکن اِن سے انسانی ذات میں ایسی افسردگی، سہل انگاری، سستی اور اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے جو اُسے زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا۔ یہ نقصان اِن چیزوں کے عارضی نفع کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے۔

لہٰذا مفت میں ہاتھ آجانے والی دولت کے پیچھے نہ پڑو۔ اپنی محنت سے کماؤ (۵۳/۳۹)۔ اِس میں سے بقدر اپنی ضروریات کے اپنے لئے رکھو، اور جس قدر ان سے زائد ہو، سب کا سب، نوعِ انسان کی پرورش کے لئے، کھلا رکھو (تاکہ نظامِ خداوندی اُسے ضروری مصرف میں لاسکے)۔

اِس طرح خدا اپنے احکام و قوانین کو تمہارے لئے واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو، اور سوچو کہ تمہارا حال اور مستقبل (دنیا اور آخرت) دونوں کس طرح روشن ہو سکتے ہیں۔

یہ نظام ہر ضرورتمند کی دستگیری کرے گا۔ اِن میں خصوصیت سے وہ لوگ سامنے آتے ہیں جو دُنیا میں بے یار و مددگار رہ جائیں ــــــ اِن میں وہ بچے بھی شامل ہیں جن کے ماں باپ مر جائیں ــــــ اِن کے معاملات کو سلجھانا موجبِ خیر ہے۔ اگر تم اِن سے مل جل کر رہتے ہو، یا اِن کے معاملات میں شرکت کرتے ہو، تو ہمیشہ اِس کا خیال رکھو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ یاد رکھو! ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے کون اصلاح چاہتا ہے اور کس کی نیت میں فتور ہے۔ تمہیں یہ واضح ہدایات اِس لئے دی گئی ہیں کہ تمہارے لئے اصلاح کا راستہ آسان ہو جائے۔ اگر اِس کا قانونِ مشیت ایسا نہ ہوتا تو وہ تمہیں اِس قسم کی ہدایات نہ دیتا اور اِس سے تم مشکل میں پھنس جاتے۔ لیکن خدا تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے (۲/۱۸۵)۔

لیکن آسانیوں کے یہ معنی نہیں کہ تم جو کچھ چاہو کرو۔ تم پر کسی کا کنٹرول ہی نہ ہو۔ خدا کا قانونِ مکافات، ہر بات پر پورا پورا غلبہ رکھتا ہے، اگرچہ اِس کا یہ غلبہ عین حکمت پر مبنی ہے۔

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

---

۲۲۱ تم جس جنتی معاشرہ کے قیام کی فکر میں ہو، اُس کی ابتدا تمہاری گھر کی زندگی سے ہوتی ہے۔ لہذا سب سے پہلے ضروری ہے کہ تم اپنے گھر کو جنت بناؤ۔ اِس کے لئے بنیادی سوال یہ ہے کہ میاں بیوی کا انتخاب کس معیار کے مطابق ہونا چاہیئے؟ اسی معیار کے مطابق، جسکی رُو سے تمہاری اُمت کی تشکیل ہوتی ہے۔ یعنی آئیڈیالوجی کے اشتراک کی بنا پر۔ تمہاری آئیڈیالوجی یہ ہے کہ اطاعت صرف ایک خدا کے قوانین کی ہے۔ اِس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا، میاں بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اِس آئیڈیالوجی میں متفق ہوں۔

بنابریں، تم کسی مشرک عورت سے شادی نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئے۔ مشرک آزاد عورت سے، مومن لونڈی[1] بہتر ہوتی ہے، خواہ اول الذکر تمہیں کتنی ہی جاذبِ نگاہ دکھائی کیوں نہ دے۔ اسی طرح، مومن عورتیں مشرک مردوں سے شادی نہ کریں، تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں۔ مشرک آزاد مرد سے مومن غلام بہتر ہے، خواہ اول الذکر کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے۔ یہ اِس لئے کہ متضاد آئیڈیالوجی رکھنے والوں کا یک جا جمع کر دینا، جہنم پیدا کر دے گا۔ اِس لئے خدا کا قانون تمہیں اِس سے روکتا ہے۔ وہ تمہارے گھر کی زندگی کو جنت کی آسودگیاں عطا کرنا چاہتا ہے اور تمہیں ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔

خدا، اِس طرح اپنے احکام کو لوگوں کے لئے واضح کر دیتا ہے تاکہ وہ حقیقت کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لیں۔

۲۲۲ نکاح کے بعد، مقاربت کا سوال آتا ہے۔ سو ایامِ حیض میں اِس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

---

[1] یہ اسلام کے ابتدائی ایام کا ذکر ہے، جس میں ہنوز زمانۂ جاہلیت کی لونڈیاں اور غلام مسلمانوں کے ہاں موجود تھے۔ اسلام نے اُن غلاموں اور لونڈیوں کو آہستہ آہستہ اپنے معاشرہ کا جزو بنا لیا اور آئندہ کے لئے غلامی کا دروازہ بند کر دیا۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾

اِس لئے کہ حیض' عورت کے لئے ایک قسم کی دَرماندگی کا موجب ہوتا ہے اور اس میں مجامعت نقصان کا باعث۔ لہٰذا' اِن ایّام میں عورتوں سے الگ رہنا چاہیئے تاوقتیکہ وہ اِس سے فارغ نہ ہو جائیں۔ جب یہ عرصہ ختم ہو جائے تو' جس طرح خدا کے طبیعی قانونِ تولید کا اشارہ ہے[1]' تم اُس طرح اِن سے مقاربت کر سکتے ہو۔

اگر تم' اِس سے پہلے' ایسا نہیں کرتے تھے' تو اب صحیح راستے کی طرف لوٹ آؤ۔ قانونِ خداوندی کی رُو سے' پسندیدہ لوگ وہی ہیں جو غلط راستہ کو چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کر لیں اور ناخوش آیند امور سے دُور رہیں۔

(۲۲۳) میاں بیوی کے جنسی اختلاط کے معاملہ میں اس اُصول کو یاد رکھو کہ اِس سے مقصود افزائشِ نسل (اولاد پیدا کرنا) ہے۔ اِس اعتبار سے تمہاری بیویوں کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ جس طرح کسان اُس وقت تخم ریزی کرتا ہے جب اُسے فصل اُگانا مقصود ہو' اسی طرح تم بھی اُس وقت اپنی "کھیتی" میں جاؤ جب تم (اولاد پیدا کرنا) چاہو۔

لیکن اِس کے ساتھ اِس حقیقت کو بھی سمجھ لو کہ انسانی زندگی کا مقصود و منتہیٰ' اولاد پیدا کرنا ہی نہیں۔ اصل مقصود اپنی ذات کی نشوونما کرنا ہے۔ حیاتِ جاوید بقائے ذات سے حاصل ہوتی ہے' اولاد کے ذریعے نہیں۔ اِس لئے تم یہ بھی دیکھو کہ تم نے بقائے ذات کیلئے کیا کیا ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو کہ تم خدا کے قانونِ مکافات کی زد سے بچ نہیں سکتے۔ تمہیں اُس کا سامنا کرنا ہے ــــ زندگی کی خوشگواریاں انہی کے لئے ہیں جو اِس حقیقت پر ایمان رکھیں۔

(۲۲۴) عائلی زندگی کے سلسلہ میں دوسری بات یہ یاد رکھو کہ بعض لوگ' یونہی کوئی لغو سی قسم کھا لیتے ہیں (کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا)۔ پھر جب اُن سے' بھلائی اور تقویٰ اور لوگوں میں اِصلاح کے کاموں کے لئے کہا جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ایک قسم

---

[1] قرآن کریم نے طبیعی قوانین کے فطری طریق کو بھی تعلیم خداوندی سے تعبیر کیا ہے۔ دیکھئے (۳۰/۳۰ ؛ ۴۵/۹۲ : ۲/۲۸۲)۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

۲۸ ع ۱۴

کھا رکھی ہے اِس لئے ہم اِن کاموں میں حصّہ نہیں لے سکتے۔

(۲۲۵) یاد رکھو! خدا اِس قسم کی لغو قسموں پر گرفت نہیں کرتا جو تم 'یونہی' بلا سوچے سمجھے کھا لو۔ وُہ اُن قسموں پر گرفت کرتا ہے جو تم دِل کے ارادے سے کھاؤ (۵/۸۹)۔ وہ سب کچھ سُننے والا جاننے والا ہے۔ نیز' اُس کا قانون ایسا نہیں جو یونہی ذرا ذرا سی باتوں پر بھڑک اُٹھے۔ اِس میں بڑی سہار ہے اور مقصد تمہاری حفاظت ہے' نہ کہ تباہی۔

(۲۲۶) اِس تمہیدی اُصُول کے بعد' اب تم معاملہ کی بات کی طرف آؤ۔ جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیں' تو عورت کو اِس معلق حالت میں غیر متعین عرصہ کے لئے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اُنہیں' زیادہ سے زیادہ' چار ماہ تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اِس عرصہ میں باہمی تعلقات کی طرف رجوع کر لیں' تو اُنہیں اِس کی اجازت ہے' کیونکہ قانونِ خداوندی میں اِس قسم کی لغزشوں سے حفاظت اور مرحمت کی گنجائش رکھی گئی ہے (۵/۸۹ ؛ ۲۴/۳۳ ؛ ۲۴/۵۰)۔

(۲۲۷) لیکن اگر وہ معاہدۂ نکاح سے آزاد ہو جانے کا فیصلہ کر لیں (جسے طلاق کہتے ہیں) تو اُنہیں ایسا کر لینا چاہیئے۔ اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو ہر بات کا سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (اُسے معلوم ہے کہ جب نباہ کی شکل باقی نہ رہے تو پھر الگ ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے)۔

(۲۲۸) طلاق یافتہ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ' اپنے آپ کو' (نکاحِ ثانی سے) اِتنا عرصہ روکے رکھیں جتنے میں اُن کے تین حیض پورے ہوں۔ [جنہیں کسی وجہ سے حیض نہ آتا ہو' اُن کی عدت تین ماہ کی ہے (۶۵/۴)۔ اور جس عورت کی طلاق' مقاربت سے پہلے ہو جائے' اُس کی کوئی عدت نہیں (۳۳/۴۹)]۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو اُنہیں اِس امر کا اظہار کر دینا چاہیئے۔ اِن کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ اِن کے رحم میں پیدا کر دیا ہے وہ اُسے چھپائے رکھیں۔ خدا کے قانون (اللہ اور آخرت) کو مان لینے کے بعد' اِس قسم کی جزئیات تک کی پابندی بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ [حمل کی صورت میں اِن کی عدت وضعِ حمل تک

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا
افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

ہوگی۔ (۶۵/۴)]۔

عدّت کے دوران میں عورت کسی جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ لیکن اگر اِس دوران میں' اُن کے خاوند اِس امر کا احساس کرلیں کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے اور وہ آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کا ارادہ کرلیں' تو وہ اپنی مطلقہ بیوی سے' عدّت کے دوران میں بھی نکاح کرسکتے ہیں [بشرطیکہ بیوی بھی اِس کے لئے رضامند ہو (۳۲/۱۹)]۔ بس یہ ایک بات ہے جس میں عورت کے مقابلہ میں' مرد کو فوقیت حاصل ہے (یعنی عورت کے لئے عدّت ہے اور مرد کے لئے عدّت نہیں)۔ ورنہ' قانونِ خداوندی کی رو سے' مرد اور عورت کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔ اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو ہر معاملہ کی حکمت سے واقف ہے' اور ہر ایک کو اُس کے صحیح مقام پر رکھنے پر قادر اور غالب۔

۲۲۹ یاد رکھو! ایک مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ طلاق کے بعد' عدّت کے دوران میں' پھر سے قانون کے' مطابق' آپس میں نکاح کرلیں' یا حُسن کارانہ انداز سے الگ ہوجائیں۔ [لیکن اگر تیسری مرتبہ طلاق کی نوبت آجائے' تو اُس کے بعد وہ ایسا نہیں کرسکیں گے (۲/۲۳)]۔ طلاق کی صورت میں' اِس کی اجازت نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو اُس میں سے کچھ بھی واپس لے لو۔ ہاں اگر کسی وقت ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ ایک طرف یہی چیز اُن کی علیحدگی کے راستے میں حائل ہو رہی ہو' اور' دوسری طرف' میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں اُنہیں خدشہ ہو کہ (تعلقات کی کشیدگی کی بنا پر) وہ حقوق و واجبات ادا نہیں کرسکیں گے جو قانونِ خداوندی نے اُن پر عائد کر رکھے ہیں ——— اور معاشرہ کا نظامِ عدالت بھی اِسی نتیجہ پر پہنچے اور سمجھے کہ خاوند کو واقعی کچھ معاوضہ ملنا چاہیئے' تو اِس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے' اور معاہدۂ نکاح سے آزادی حاصل کرلے۔

یہ قانونِ خداوندی کی حدود ہیں جن کی نگہداشت ضروری ہے۔ جو کوئی اِن حدود سے تجاوز کرے گا' وہ قانون کی نگاہ میں مجرم ہوگا۔

۲۲۹ اگر کسی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق (اور تین مرتبہ کی

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٣١﴾

نکاح) کے بعد تیسری مرتبہ طلاق ہو جائے ' تو اُس کے بعد یہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ہاں! البتہ' اگر وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے اور اُس سے بھی طلاق ہو جائے ' تو پھر اِس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرلے ' بشرطیکہ اُنہیں توقع ہو کہ وہ اب قانون خداوندی کی حدود کی نگہداشت کرسکیں گے۔

یہ ہیں عائلی زندگی سے متعلق وہ قوانین جنہیں اللہ ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہے جو معاشرتی زندگی کی مصلحتوں کا علم رکھتے ہیں۔

(۲۳۱) عدت کے دوران میں عورت کا نان نفقہ ' رہنا سہنا ' سابقہ خاوند کے ذمے ہو گا (۶۵/۴) - اُس کے بعد جب مطلقہ عورت کی عدت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے تو (جیساکہ ۲/۲۲۸ میں کہا گیا ہے) یا اُسے نکاح میں لے آؤ یا قاعدے کے مطابق رخصت کردو۔ [اور یہ فیصلہ دو معتبر گواہوں کے روبرو کرو تاکہ بات واضح ہو جائے (۶۵/۲)]۔

اور یاد رکھو! اِن عورتوں سے دوبارہ نکاح اِس نیت سے نہ کرو کہ اُن پر زیادتی کرکے اُنہیں تکلیف پہنچائی جائے۔ جو ایسا کرے گا ' وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ لہذا قانون خداوندی کو یونہی مذاق نہ سمجھو۔ اِس کے نتائج دعواقب بڑے دوررس ہوتے ہیں۔ یہ تو اللہ کی نوازشات میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں ایسا واضح ضابطۂ قوانین عطا کردیا ہے ——— اور صرف قانون ہی نہیں بتایا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ قانون کی غرض و غایت کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے نتائج کیا نکلیں گے ———

لہذا ' تم اِن قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو اور اِس حقیقت پر یقین رکھو کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔

(۲۳۲) جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں ' اور یہ سابقہ میاں بیوی پھر از دواجی زندگی بسر کرنے پر رضامند ہوں اور آپس میں قانون کے مطابق

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

نکاح کرنا چاہیں، تو (اے افرادِ معاشرہ!) تم ان عورتوں کو اس سے مت روکو۔ یہ تلقین ہر اُس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اِن قوانین کی اطاعت میں تمہاری ذات کی نشو و نما کا سامان اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا راز پوشیدہ ہے۔ یاد رکھو! یہ قوانین اُس خدا کے عطا کردہ ہیں جو اُن باتوں کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ (اس لئے تم اِن کی اطاعت کرو۔ اِن کے نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ یہ کس قدر حقیقت اور حکمت پر مبنی ہیں)۔

۲۳۳ اگر طلاق کی صورت میں، ماں کی آغوش میں دودھ پیتا بچہ ہو، اور باپ چاہے کہ وہ اس بچے کو پوری مدت تک دُودھ پلائے تو ماں کو چاہیئے کہ وہ پورے دو سال تک بچے کو دودھ پلائے (۳۱/۱۴ ؛ ۴۶/۱۵)۔ اِس صورت میں، قاعدے اور قانون کے مطابق اِس عورت کے روٹی کپڑے کا انتظام، اُس مرد کے ذمے ہوگا۔ یہ انتظام اُس مرد کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اِس باب میں اصول یہ ہے کہ کسی شخص پر اُس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ (فیصلہ کرنے والی عدالت کو چاہیئے کہ اِس چیز کو پیشِ نظر رکھے کہ) نہ تو اُس بچے کی وجہ سے ماں کو ناحق تکلیف پہنچے اور نہ ہی اُس کے باپ کو۔ اگر اُس بچے کا باپ (اِس اثنا میں) فوت ہو جائے تو اِس کی ذمہ داری اُس کے وارث کے سر پہ ہوگی۔

اگر وہ دونوں، باہمی رضامندی اور مشورہ سے، (قبل از وقت) دودھ چھڑا کر (کوئی اور انتظام کر لینا چاہیں) تو اِس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر تم بچہ کے لئے کسی اور دودھ پلانے والی کا انتظام کرنا چاہو تو اِس میں بھی کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ جو کچھ تم نے بچے کی ماں سے

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾

طے کیا تھا وہ اُسے پورا پورا دیدو۔

بہر حال، تم ہمیشہ قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو اور اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو کہ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل اور نیت پر نگاہ رکھتا ہے۔ (اِس لئے نہ تو قانون کی محض رسمی پابندی کرو اور نہ ہی اِس سے گریز کی راہیں تلاش کرو)۔

۲۳۴ (یہ تو تھی طلاق کی وجہ سے مفارقت کی صورت۔ دوسری شکل یہ ہے کہ) تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور اپنے پیچھے اپنی بیوہ چھوڑ جائیں، تو اُنہیں چار ماہ اور دس دن تک (نکاحِ ثانی کے لئے) انتظار کرنا چاہیئے۔ جب اُن کی عدّت ختم ہونے کو آئے، تو وہ اپنے لئے، قاعدے اور قانون کے مطابق، جو فیصلہ بھی کرنا چاہیں، اُنہیں اِس کا اختیار ہے۔ تم پر اِس بارے میں کوئی الزام نہیں ہوگا (کہ اُنہوں نے یوں کیوں کیا اور یوں کیوں نہ کیا)۔ یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے خبردار ہے۔

۲۳۵ اِن عورتوں کی عِدّت کے دوران میں، اگر تم اِن سے نکاح کی بابت کچھ اشارۃً کنایۃً کہدو، یا اپنے دِل میں اِس کا ارادہ پوشیدہ رکھو، تو اِس میں کوئی مضائقہ نہیں —— خدا کو اِس کا علم ہے کہ تمہیں اِن سے نکاح کرنے کا خیال آئے گا —— لیکن اِن سے خفیہ خفیہ نکاح کا وَعدہ مت لے لو۔ ہاں! (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) قاعدے قانون کے مطابق اِن سے بات چیت کرو۔ لیکن عدّت کے دوران میں نکاح کی گرہ کو پختہ مت کرو۔ اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھو کہ (ظاہرا اعمال تو ایک طرف) خدا تمہارے دل میں گذرنے والے خیالات تک سے بھی واقف ہے —— اور یہ بھی سمجھ لو کہ اِن حدود و قیود سے خدا تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ تمہارا معاشرہ غلط روی کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ خدا ایسا نہیں کہ وہ تمہاری غلط روی پر بھڑک اُٹھے اور تمہیں سخت توانین کی زنجیروں میں جکڑ دے۔ —— یہ کچھ مستبد حکمران کیا کرتے ہیں۔ خدا ایسا نہیں کرتا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿٢٣٨﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾

---

(۲۳۶) اور اگر ایسی صورت ہو کہ تم نے ابھی اپنی منکوحہ بیوی کو چھوا نہیں۔ اور نہ ہی اُس کا مہر مقرر ہوا تھا۔ اور طلاق کی نوبت آجائے' تو' اِس صورت میں بھی' قانون کے مطابق' طلاق دینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن چاہیئے کہ اُس مطلّقہ کو کچھ ساز و سامان دے دیا جائے۔ صاحبِ وسعت اپنی حیثیت کے مطابق' اور تنگدست اپنی بساط کے مطابق — تاکہ مطلّقہ ہونے کی وجہ سے' اُس عورت کو جو نقصان پہنچا ہے' اُس کی کچھ تلافی ہو جائے۔ اِس قسم کا حسن کارانہ سلوک تم پر واجب ہے۔

(۲۳۷) اور اگر ایسا ہو کہ تم نے اپنی منکوحہ سے مقاربت نہیں کی' لیکن اُس کا مہر مقرر ہو چکا تھا' اور طلاق کی نوبت آجائے' تو اُس صورت میں اُس کے مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔

لیکن اگر صورت وہ ہو جسے (۲/۲۲۹) میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی مرد کو کچھ معاوضہ دلایا جانا مقصود ہو' تو عورت اپنا حق چھوڑ سکتی ہے۔ اور اگر شکل یہ ہو کہ' نکاح کی گرہ کو مرد کھولنا چاہتا ہے (یعنی طلاق کا مطالبہ اُس کی طرف سے ہے) تو وہ' نصف کے بجائے پورا مہر ادا کر دے تو زیادہ اچھا ہے۔ اِس قسم کا باہمی مراعات کا برتاؤ قانونِ خداوندی کے منشاء سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے تم آپس میں حسنِ سلوک کو کبھی نہ بھولو — الگ بھی ہو تو فراخ دلی کا ثبوت دے کر الگ ہو۔ اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے۔

(۲۳۸) (۲۳۹) یہ ہیں (عائلی زندگی کے سلسلہ میں) تمہارے فرائضِ منصبی جن کی محافظت ضروری ہے۔ لیکن تمہارا مرکزی فریضہ' جس کی محافظت اشد ضروری ہے' یہ ہے کہ تم' زندگی کے ہر گوشے میں' ہمیشہ' قوانینِ خداوندی کی اطاعت میں کمربستہ کھڑے رہو — خوف کی

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۟ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

حالت میں' پیادہ چل رہے ہو یا سواری پر- اور حالتِ امن میں' اُٹھتے' بیٹھتے- لیٹتے- (۳/۱۹۰ - ۴/۱۰۳)' ہر حال میں قوانینِ خداوندی کو اس طرح سامنے رکھو جس طرح اُس نے تمہیں بتایا ہے— تم' اِس سے پہلے' اِن امور سے واقف نہیں تھے-

۲۴۰ اِس اُصولی نقطہ کو سمجھ لینے کے بعد' پھر اُنہی عائلی قوانین کی طرف آجاؤ جن کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا تھا- تم میں سے جو لوگ بیوہ عورتیں چھوڑ کر مرجائیں' اُنہیں چاہیئے کہ اپنی بیویوں کے متعلق وصیت کرجائیں کہ' سال بھر تک' اُنہیں گھر سے نہ نکالا جائے اور اُنہیں سامانِ زندگی دیا جائے' لیکن اگر وہ از خود چلی جائیں' اور قاعدے قانون کے مُطابق' اپنے لئے کچھ اور فیصلہ کرلیں' تو اِس سے تم پر کوئی الزام نہیں آتا- یاد رکھو! اللہ کا قانون بڑی قوت کا لاؤ لیکن' اُس کے ساتھ ہی حکمت پر مبنی بھی ہے-

۲۴۱ اسی طرح مُطلّقہ عورتوں کو بھی' قاعدے قانون کے مطابق' عدّت کے دوران میں' سامانِ زندگی مہیا کرو (۶۵/۶)- یہ اُن لوگوں پر واجب ہے جو قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں-

۲۴۲ اِس طرح اللہ اپنے قوانین کو تمہارے لئے واضح طور پر بیان کردیتا ہے تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر' اِنہیں سمجھ سکو-

۲۴۳ بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ' جو قوتیں تمہارے نظام کی راہ میں حائل ہوں گی تمہیں اُن کا مقابلہ کرنا ہوگا (۲/۲۱۶--۲۱۸)- لیکن خارجی قوتوں کا مقابلہ وہی قوم کرسکتی ہے جس کا داخلی نظام پُرسکون اور اطمینان بخش ہو- اِس کے لئے تمہیں عائلی زندگی کے متعلق قوانین دیئے گئے (۲/۲۲۱ — ۲۴۲)- اب تم پھر اصل موضوع کی طرف آؤ- یعنی اِس موضوع کی طرف کہ تمہاری اجتماعی زندگی میں استحکام کس طرح پیدا ہوسکتا ہے- اِس مقصد کے لئے تم قوم بنی اسرائیل کے ایک اور واقعہ پر غور کرو- یہ لوگ

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ

ہزاروں کی تعداد میں تھے' لیکن جب دشمن کا سامنا ہوا' تو وہ اپنا گھربار' سب کچھ' چھوڑ چھاڑ' بھاگ کھڑے ہوئے ـــــ اُنہوں نے اِس قدر بزدلی کا ثبوت کیوں دیا؟ محض اِس لئے کہ وہ موت سے ڈرتے تھے- لیکن وہ زندگی کے اِس اُصول کو بھول گئے کہ زندہ وہی رہتا ہے جو موت سے نہیں ڈرتا (۲۴۳)- جو موت سے بھاگتا ہے' اُسے موت آگے بڑھ کر دبوچ لیتی ہے- ـــــ جب اُنہوں نے اِس راز کو پالیا تو اُنہیں حیات نو عطا کردی گئی- وہ دشمنوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور آخرالامر فتحمند ہوئے-

یہی وہ قانونِ حیات ہے جس سے اقوامِ عالم کو افضلیت و فوقیت حاصل ہوتی ہے' لیکن اکثر لوگ اِس قانون کی قدر دانی نہیں کرتے-

۲۴۴ ہم نے اُن سے کہا تھا کہ تم' موت سے ڈر کر بھاگنے کے بجائے' حق و انصاف کی راہِ خداوندی میں' دشمنوں کا جم کر مقابلہ کرو- اُن سے ڈٹ کر لڑو- یاد رکھو! تمہاری کوئی قربانی ضائع نہیں ہوگی- اِس لئے کہ اللہ ہر ایک بات کو سُنتا اور سب کچھ جانتا ہے-

۲۴۵ اِس کے ساتھ ہی اُن سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ' تمہاری اجتماعی قوت کے لئے مال کی بھی ضرورت ہوگی- اِس کے لئے نہایت حسن کارانہ انداز سے "قرض" دو- اسے "قرض" اِس لئے کہا جاتا ہے کہ' بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ' یہ دولت تمہارے ہاتھ سے نکل کر' کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے- لیکن' درحقیقت' یہ روپیہ کسی اور کے پاس نہیں جاتا- یہ چند در چند (کئی گنا ہو کر) تمہارے پاس واپس آ رہا ہوتا ہے-

یاد رکھو! دولت کا بڑھنا اور گھٹنا' خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے- تم اپنے لئے جس قسم کے قوانین جی چاہے بنالو' آخرالامر نتیجہ خدا کے قانون کے مطابق ہی مرتب ہوگا- تم اُس سے ہٹ کر کہیں اور جا نہیں سکتے- تمہارا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے-

اور وہ قانون یہ ہے کہ دولت جس قدر' نظامِ حق و انصاف کے قیام' اور عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کی جائے' وہ اُسی قدر بڑھتی ہے-

هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾

---

(۲۴۶) اِس ضمن میں وہ واقعہ بھی غور طلب ہے جو موسٰیؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سردارانِ قوم کو پیش آیا۔ انہوں نے' اپنے نبی سے' کہا کہ ہمارے لئے کوئی کمانڈر مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اُس کے زیرِ کمان' اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ اِس وقت تو تم جنگ کے لئے اِس قدر شوق اور آمادگی کا اظہار کر رہے ہو' لیکن (تمہاری جو نفسیاتی کیفیت ہو چکی ہے اُس سے) کچھ بعید نہیں کہ جب تمہیں جنگ کا حکم دیا جائے تو تم اُس سے گریز کرو۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں جنگ نہ کریں' درآنحالیکہ ہم اپنے گھروں سے نکال باہر کئے گئے ہیں اور اپنے بچوں تک سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔

لیکن ہوا وہی جو اُن کے نبی نے کہا تھا۔ جب اُنہیں جنگ کا حکم دیا گیا تو اُن میں سے' بجز معدودے چند' سب گریز کی راہیں نکالنے لگے۔ لیکن یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی۔ جو لوگ قانو شکنی اور نافرمانی کے عادی ہو چکے ہوں' اُن میں نظم و ضبط کے ساتھ' دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور صلاحیت کہاں رہ سکتی ہے؟ اللہ اُن کی اِس نفسیاتی کیفیت سے واقف تھا' اور اسی لئے اُن کے نبی نے اُن سے کہا تھا کہ جب جنگ سامنے آئے گی تو تم بھاگ کھڑے ہو گے۔

(۲۴۷) بہرحال' جب اُنہوں نے کمانڈر مقرر کرنے کی درخواست کی' تو اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ اللہ نے اُن کے لئے طالوت کو کمانڈر مقرر کر دیا ہے۔ انہوں نے چھٹتے ہی اس پہ اعتراض کر دیا کہ وہ ہم پہ کیسے کمان کر سکتا ہے۔ اُس کے مقابلہ میں' اِس منصب اور اقتدار کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ وہ غریب آدمی ہے۔ اُس کے پاس مال و دولت کہاں ہے؟ اس نے اُن سے کہا کہ جنگ کی کمان کے لئے مال و دولت معیار نہیں ہوا کرتا۔ اِس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص کا علم کس قدر ہے اور جسمانی توانائی کا کیا حال ہے۔ طالوت کو یہ کچھ فراوانی سے میسّر ہے اور' سب سے بڑی بات یہ کہ' وہ اپنی ان صلاحیتوں اور قوتو

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

کو اپنے ذاتی فائدے کے لئے ہی صرف نہیں کرتا' دوسرے لوگ بھی اِن سے نفع اندوز ہوتے ہیں- اللہ کا یہی قانون ہے جس کے مطابق کسی کو منصب و اقتدار کے لئے منتخب کیا جاتا ہے- اور' اُس کا یہ قانون' کشادہ نگہی اور علم و حقیقت پر مبنی ہے- تمہارے خود ساختہ معیاروں کا پابند نہیں-

(۲۴۸) اُن کے نبی نے اُن سے یہ بھی کہا کہ خدا نے جو اقتدار و اختیار طالوت کو سونپا ہے' اُس کا (پہلا) نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں' تمہارے موجودہ قلوب کی جگہ (جو خوف اور اضطراب کے نشیمن ہیں) ایسا قلب عطا ہوگا جو سکون و اطمینان سے لبریز ہوگا- نیز وہ تمہیں' اُن تمام بہترینؑ اور باقی رہنے والی خصوصیات اور تعلیمات کا وارث بنا دے گا جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متبعین نے چھوڑی ہیں' اور جن کی حفاظت' خدا کی کائناتی قوتیں کرتی چلی آ رہی ہیں-

اگر تم خدا کے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہو' تو تمہارے لئے یہ بات اس امر کا پختہ نشان بن جائے گی کہ طالوت کا انتخاب فی الواقعہ صحیح تھا-

(۲۴۹) بہر حال' طالوت کمانڈر مقرر ہوگیا- جب وہ' لشکر کے ساتھ' دشمن کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا تو اُس نے' یہ دیکھنے کے لئے کہ اُن میں کس قدر ڈسپلن پیدا ہو چکا ہے' اُن سے کہا کہ دیکھو! راستے میں ایک ندی آئے گی- اُس سے پانی نہ پینا- جو اُس سے پانی پیئے گا وہ سمجھ لے کہ وہ ہمارے لشکر میں رہنے کے قابل نہیں- جو اُس سے پانی نہ پیئے گا' بجز اس کے کہ یونہی' حلق تر کرنے کے لئے' چلو بھر پانی پی لے' تو اُس کا کچھ مضائقہ نہیں- وہ ہمارا ساتھی ہوگا-

لیکن وہ اِس پہلی آزمائش میں ہی فیل ہو گئے- اِن میں سے سوائے چند ایک کے'

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾

سب نے پانی پی لیا۔ (لیکن اس کے بعد انہوں نے یقین دلایا کہ وہ آیندہ ایسا نہیں کریں گے)۔

چنانچہ جب طالوت 'انہیں' اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان پر پکے رہے تھے 'ساتھ لے کر' پار ہوا' تو اُن بزدلوں نے (جنہوں نے پہلے معافی مانگی تھی) کہہ دیا کہ ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر سے لڑنے کی ہمت نہیں۔ اس پر اِن لوگوں نے 'جنہیں خدا کے سامنے جانے کا خیال (فلہذا' اُس کے قانونِ مکافاتِ عمل پر پورا پورا یقین تھا) اُن سے کہا کہ دشمن کی تعداد کی کثرت سے مت گھبراؤ۔ خدا کے قانون میں یہ بھی ہے کہ تعداد کی کمی' سیرت و کردار کی قوت سے پوری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اِس اُصول کے مطابق (تاریخ میں) کئی واقعات ایسے سامنے آتے ہیں جن میں' کم تعداد کے لوگ' گروہِ کثیر پر غالب آ گئے تھے۔ اصل چیز استقلال و استقامت ہے۔ جو حق پر ثابت قدم رہے' خدا کے قانون کی تائید اُس کے شاملِ حال رہتی ہے۔

۲۵۰ چنانچہ جب یہ باہمت لوگ' جالوت اور اُس کے لشکر کے سامنے صف آرا ہوئے' تو اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! (تو دیکھتا ہے کہ ہم تھوڑے ہیں' اور دشمن جمِ غفیر لے کر ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ سو) تو ہمارے دلوں کو ہمت اور استقلال سے لبریز کر دے۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات عطا فرما دے۔ اور ہمیں اِن لوگوں پر غلبہ عنایت کر دے جو تیرے قوانین سے انکار کرتے اور ان سے سرکشی برتتے ہیں۔

۲۵۱ چنانچہ اُنہوں نے خدا کے اِس قانون کے مطابق (کہ فتح و ظفرمندی' حق پر جم کر کھڑے ہو جانے سے وابستہ ہوتی ہے) اپنے دشمن کو شکستِ فاش دے دی اور داؤد کے ہاتھوں (جو اُن کے لشکر میں تھا)' جالوت مارا گیا۔ اور خدا نے (اُس کے بعد) اُسے حکومت و اقتدار' اور فہم و فراست عطا فرما دیا' اور اُسے' اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق (وحی کا) علم بھی دیا۔

یہ ہے طالوت کا واقعہ۔ مقصد اِس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اگر اللہ' مستبد لوگ

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۵۲﴾

سرکش قوتوں کی روک تھام کا انتظام نہ کرے' تو دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہو جائے۔ اُس نے یہ انتظام اِس لئے کر رکھا ہے کہ وہ انسانیت کی تباہی اور بربادی نہیں چاہتا' اُس کی تعمیر اور ترقی چاہتا ہے (۲۲/۳۹)۔

لیکن یاد رہے کہ مستبد قوتوں کی روک تھام' انسانی جماعتوں کے ہاتھوں ہی سے ہوتی ہے۔ خدا براہ راست ایسا نہیں کیا کرتا۔ اِس لئے دنیا میں ایسی جماعت کا رہنا بڑا ضروری ہے۔

(۲۵۲) یہ ہیں وہ قوانین' جنہیں ہم' اے رسول! حق و صداقت کے ساتھ تمہیں دے رہے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم اِس قسم کے قوانین اپنے تمام پیغمبروں کو دیتے چلے آئے ہیں' اور تو بھی اُنہی میں سے ہے۔

دوسرا پارہ ختم ہوا

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

---

۲۵۳ یہ تمام رسول منصبِ رسالت کے اعتبار سے تو ایک جیسے تھے (۲/۲۸۵)، لیکن انکی تعلیم کے دائرۂ اثر و نفوذ کے لحاظ سے، اِن میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل رہی ہے۔ اِن میں وہ بھی ہیں جن سے خدا نے (جبریل کے واسطے کے بغیر) براہِ راست باتیں کیں (مثلاً موسےٰؑ۔ (۴/۱۶۴))۔ بعض کے درجے (دیگر امور میں) بلند کئے۔ اِنہی میں عیسےٰؑ ابن مریم بھی ہے، جسے ہم نے واضح دلائل دیئے اور مقدس وحی سے اُس کے لئے سامانِ تقویت بہم پہنچایا۔

اگر ہمارا قانونِ مشیّت یہ ہوتا کہ انسان بھی، دیگر اشیائے کائنات کی طرح، مجبور زندگی بسر کرے، تو اِن رسولوں کی اِس قدر واضح تعلیم کے بعد اِن کے متبعین، آپس میں جنگ وجدال اور اختلافات نہ کرتے، لیکن چونکہ انسان کو اِس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے منتخب کرلے (۱۸/۲۹)، اِس لئے، اُنہوں نے آپس میں اختلاف کیا —— بعض نے ایمان کی راہ پسند کی۔ بعض نے کفر کا راستہ اختیار کر لیا —— پھر سن لو، کہ اگر مشیت کا قانون یہ ہوتا کہ انسان کو جبراً ایک ہی راہ پر چلایا جاتے، تو یہ کبھی آپس میں جنگ وقتال نہ کرتے۔

(ممکن ہے تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خدا نے انسان کو صاحبِ اختیار بنایا ہی کیوں؟ نہ اِسے اختیار دیا جاتا، نہ دنیا میں جنگ وقتال ہوتے۔ لیکن اِن امور کے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ
وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۵۴﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا
يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿۲۵۵﴾

فیصلے تمہاری منشاء کے مطابق نہیں ہو سکتے) - یہ سب خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق ہوتا ہے' جو تمام نظامِ کائنات کو اپنے محیطِ کُل ارادے (پروگرام) کے مطابق چلا رہا ہے - انسان کا صاحبِ اختیار ہونا بھی اسی پروگرام کی ایک کڑی ہے -

(۲۵۴) اے جماعتِ مومنین! انبیائے سابقہ اور اقوامِ گذشتہ کے یہ تمام احوال و کوائف اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ زندگی کی خوشگواریاں حاصل کرنے کا راز نظامِ خداوندی قائم کرنے میں پوشیدہ ہے. اِس کے لئے ضروری ہے کہ تمہیں جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے' اُسے اِس مقصد کے لئے کھلا رکھو. اِس وقت تم ایسا کرنے پر قادر ہو - لیکن اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر (دنیا اور آخرت کی) اِن خوشگواریوں کا حصول ممکن نہیں ہوگا اِس لئے کہ یہ وہ جنس نہیں جسے تم جس وقت چاہو بازار سے خرید لو - نہ ہی یہ کسی دوست سے اِحساناً مل سکتی ہے. اور نہ ہی کسی کی سفارش سے حاصل ہو سکتی ہے -

جو اِس حقیقت سے انکار کرتا ہے' وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے -

(۲۵۵) یاد رکھو! نظامِ خداوندی' اُس خدا کا نظام ہے جس کے سوا' کائنات میں کوئی صاحبِ اقتدار نہیں - جو سب کو زندگی عطا کرتا ہے' لیکن اپنی زندگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں - وہ ہر شے کو قیام اور توازن عطا کرتا ہے' لیکن اُسے' اپنے قیام کے لئے' کسی سہارے کی ضرورت نہیں. وہ کائنات کی حفاظت سے نہ کبھی غافل ہوتا ہے' نہ بے خبر - کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب اُس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے. کوئی ایسا نہیں جو' کسی کا ساتھی بن کر' (قانونِ خداوندی کے خلاف) اُس کی مدد کر سکے - یہ مدد بھی قانونِ خداوندی کے مطابق ہی ہو سکتی ہے - جو کچھ اِس کائنات میں سامنے ہے' اور جو کچھ اِس کے پیچھے ہے' وہ سب کا علم رکھتا ہے - اور اس کے علم میں سے کسی کو

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾

ذرہ برابر بھی نہیں مل سکتا، بجز اُس طریق کے جو اُس کے قانونِ مشیت نے مقرر کر رکھا ہے (یعنی وحی اور بصیرت وغیرہ)۔ اُس کا علم و اقتدار، کائنات کی پستیوں اور بلندیوں، سب پر چھایا ہوا ہے، اور اِن کی حفاظت و نگہبانی سے وہ کبھی تھکتا نہیں۔ یہ اُس پر قطعاً گراں نہیں گزرتا۔ اُس کا علم و اقتدار، اور غلبہ و تسلط، کائنات کی بنیادوں سے لے کر انتہائی بلندیوں تک کو محیط ہے۔

(۲۵۶) اِس قدر عظیم قوتوں کا مالک خدا، اگر چاہتا تو جس طرح خارجی کائنات میں اس کا نظام ازخود قائم ہے، انسانی دنیا میں بھی ازخود قائم ہو جاتا، اور انسان اُس کے مطابق چلنے پر مجبور ہوتا۔ لیکن ہم اِس باب میں، زبردستی نہیں کرنا چاہتے۔ اِسے انسانوں کو، اپنے دل کی رضامندی سے، قائم اور اختیار کرنا چاہیئے۔ اِس کے لئے ہم نے کیا یہ ہے کہ (وحی کے ذریعے) صحیح اور غلط راستے واضح کر دیئے ہیں اور انسان سے کہہ دیا ہے کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے اختیار کر لے۔

سو جو قوم، غیر خداوندی نظام سے منہ موڑ کر اِس نظام کی صداقت پر ایمان لے آئیگی اور اِسے اپنی زندگی کا نصب العین بنالے گی، تو سمجھ لو کہ اُس نے ایسے محکم سہارے کو تھام لیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اِس لئے کہ یہ نظام اُس خدا کا تجویز کردہ ہے جو ہر بات کا سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

(۲۵۷) اِس نظام کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اللہ کا قانون اُس جماعت کا نگران و محافظ اور یار و مددگار ہوگا، جو اِس کی صداقت پر یقین رکھ کر اِسے قائم کرنے کی کوشش کریگی۔ وہ اُنہیں غلط راستوں کی تاریکیوں سے نکال کر، صحیح راہ کی روشنی میں لے آئے گا۔ اِن کے برعکس جو لوگ اِس نظام کی صداقت سے انکار کرتے ہیں، اُن کے معاملات دنیا کی سرکش (غیر خداوندی) قوتوں کے سپرد ہو جاتے ہیں، جو اُنہیں صحیح راستے کی روشنی سے ہٹا کر غلط راہوں کی تاریکیوں کی طرف لے جاتی ہیں — اُن تاریکیوں میں جہاں انسانیت کی کھیتی جھلس کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہے، اور اِس تباہی سے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ

---

۲۵۸ (اے جماعت مومنین! اِس نظام کے قائم کرنے کی راہ میں' تمہیں بڑی بڑی مشکلات نظر آتی ہیں' اور بظاہر اس کے قیام کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن تاریخ کی شہادات سے' جن میں سے کچھ پہلے بیان ہو چکی ہیں' اور دو ایک اب سامنے لائی جا رہی ہیں' تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی' کہ ایسا ہونا' ناممکن نہیں)۔ پہلی مثال ابراہیمؑ کی ہے جو اس دعوت کو لے کر اُٹھا' تو' اور تو اور' وہاں کا بادشاہ تک اُس کا مخالف تھا۔ اُس کی مخالفت علم و بصیرت اور دلیل و بُرہان کی بناء پر نہیں تھی' محض حکومت اور طاقت کے گھمنڈ پر تھی۔ جب اُن میں بحث شروع ہوئی تو ابراہیمؑ نے اُس سے کہا کہ جس نظام کی طرف میں دعوت دیتا ہوں' اُس میں زندگی اور موت کے فیصلے' قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں (۳۶/۳)۔ کسی فرد کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتے۔ اُس نے کہا کہ یہاں زندگی اور موت کے فیصلے میری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ میری مملکت میں' میرے اوپر کسی کا اقتدار نہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر تمہاری مملکت میں اقتدارِ اعلیٰ تمہارا ہی ہے' اس کے اوپر کسی کا اقتدار نہیں' تو دیکھو کہ خدا کے قانون کے مطابق' سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ تم اسے حکم دو کہ وہ تمہاری مملکت پر مغرب کی طرف سے نمودار ہوا کرے۔

یہ' قانونِ خداوندی کے اقتدارِ اعلیٰ کی' ایسی مُسکت دلیل تھی کہ اسے سُن کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ سیدھی راہ پر نہ آیا۔ اس لئے کہ جو لوگ حدود شکنی اور سرکشی کو اپنا شیوہ بنا چکے ہوں' وہ آئین و قانون کی راہ کب اختیار کرتے ہیں؟

۲۵۹ (دوسری مثال بنی اسرائیل کی نشأۃ ثانیہ کی ہے۔ وہ بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی اور بربادی کے بعد قریب سو سال تک' غلامی اور محکومی کی ذلت آمیز زندگی بسر کرتے رہے' اور اس کے بعد' جب وہ اپنی حیاتِ اجتماعی سے یکسر مایوس ہو چکے تھے' کیخسرو نے انہیں پھر بیت المقدس میں آباد کر دیا۔ تمثیلی انداز میں اسے یوں سمجھو کہ) ایک شخص کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات مسمار ہو کر کھنڈر بن چکے تھے۔ اُس نے کہا کہ کیا اس قسم کی

يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

ع ۳

ویران بستی کو' اس کی موت کے بعد پھر سے زندگی مل سکتی ہے؟ اللہ نے اُسے ایک سو سال تک موت کی حالت میں رکھا اور اس کے بعد اُسے دوبارہ زندگی عطا کر دی۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تم بھلا کتنی مدت تک اِس حالت میں رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ بس' ایک آدھ دن۔ اللہ نے کہا کہ تم سو سال تک اِس حالت میں رہے ہو! بایں ہمہ' دیکھو' کہ تمہارا کھانا اور پانی تک خراب نہیں ہوا۔ اسی طرح تمہارا گدھا بھی (ویسے کا ویسا) کھڑا ہے۔ یہ اِس لئے کیا گیا ہے کہ تم' لوگوں کیلئے اِس بات کی نشانی بن جاؤ (کہ قانون خداوندی کی رُو سے' مُردہ اقوام کو بھی زندگی مل سکتی ہے)۔ کیا تم جنین کی حالت پر غور نہیں کرتے کہ ہم' کس طرح' خون کے لوتھڑے سے' ہڈیاں اُبھارتے ہیں۔ اُنہیں سخت کرتے ہیں۔ اور پھر اُن پر گوشت پوست چڑھا کر' اُنہیں ایک جیتا جاگتا بچہ بنا دیتے ہیں۔

جب اِس مثال کے ذریعے اُس پر بات واضح ہو گئی تو اُس نے کہا کہ ہاں! اب میں نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن پر' اُس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔ موت اور حیات کے فیصلے بھی اُنہی پیمانوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ جب تک ہم اِن پیمانوں کو نہیں سمجھتے' ایک بات کو مستبعد تصور کر لیتے ہیں۔ جب وہ سمجھ میں آجاتے ہیں' وہی ناممکن بات' ممکن نظر آنے لگ جاتی ہے۔

بنی اسرائیل کو قریب سو سال کے بعد حیاتِ نو' اُنہی پیمانوں کے مطابق ملی تھی۔

۲۵۹ یہ خیال کہ جب قوموں پر اس طرح مُردنی چھا جائے' تو پھر اُنہیں حیاتِ نو کس طرح مل سکتی ہے' خود ابراہیمؑ کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ' جب اُس نے اپنی قوم کی حالت پر غور کیا اور دیکھا کہ اُن میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آتی' تو اللہ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اِس قسم کی مُردہ قوم بھی' ازسرِنو' زندہ ہو جائے؟ اور اگر یہ ممکن ہے تو مجھے بتا دیجئے کہ اس کے لئے کیا طریق

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اختیار کیا جاتے ! اللہ نے کہا کہ پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارا اس پر ایمان ہے کہ نہیں کہ مُردہ قوموں کو حیاتِ نو مل سکتی ہے ؟ ابراہیمؑ نے کہا کہ اس پر تو میرا ایمان ہے' لیکن میں اس کا اطمینان چاہتا ہوں کہ یہ کس طریق سے ہوگا' تاکہ میں پوری جمعیتِ خاطر سے اُس پروگرام پر عمل پیرا ہوں۔ اللہ نے کہا کہ (اس طریق کو سمجھنے کے لئے یوں کرو کہ) تم چار پرندے لو۔ وہ شروع میں تم سے دُور بھاگیں گے۔ انہیں اِس طرح' آہستہ آہستہ سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوس ہو جائیں۔ آخرالامر اُن کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر تم انہیں' الگ الگ' مختلف پہاڑیوں پر چھوڑ دو' اور انہیں آواز دو تو وہ اُڑتے ہوئے تمہاری طرف آجائیں گے۔ بس یہی طریقہ ہے اِن (حق سے نامانوس) لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا۔ تم انہیں اپنے قریب لاؤ اور نظامِ خداوندی سے اچھی طرح مانوس کراؤ۔ یہ نظام اپنے اندر اتنی قوت اور حکمت رکھتا ہے کہ اُسے چھوڑ کر یہ کہیں نہیں جا سکیں گے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بڑا صبر آزما مرحلہ ہے۔ "وحشی جانوروں" کا رام کرنا بڑا حوصلہ' بُردباری اور استقامت چاہتا ہے۔ ایک داعیٔ انقلاب کے لئے یہ خصوصیات لاینفک ہیں (۳/۱۵۸ ؛ ۱۵/۰۰ ؛ ۲۶/۲۱۵)۔

(۲۶۱) اِن تاریخی شہادات کے بعد' پھر اُسی مقام کی طرف لوٹ آؤ جہاں سے نظامِ خداوندی کی تشکیل کی بات شروع ہوئی تھی (یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی طرف۔ ۲/۲۵۴)۔ اِس نظام کے قیام کے لئے اپنی محنت کی کمائی کو کھلا رکھنا' درحقیقت بیج ڈال کر کھیتی اگانا ہے۔ ظاہر بیں نگاہیں دیکھتی ہیں کہ بیج کا دانہ مٹی میں مل کر ضائع ہو گیا۔ لیکن کسان کی دوررس نگاہوں کو نظر آتا ہے کہ اُس ایک دانے سے کس قدر بالیں پیدا ہوں گی' اور ہر بال میں کس طرح سینکڑوں دانے ہوں گے۔ اس طرح' اللہ کا قانونِ مشیّت' ہر اُس قوم کے لئے جو اُس پر عمل پیرا ہو' ایک ایک کے' سو سو کر کے دیتا ہے۔ اِس لئے کہ خدا کا قانون' بڑی فراخیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور کثیر علم و حقیقت پر مبنی ہے۔

(۲۶۱) جو لوگ نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے ——— جو نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے ——— اپنی کمائی کو کھلا رکھتے ہیں' اور' اس کے بعد انہیں اِسکا خیال تک بھی نہیں آتا کہ اس سے انہوں نے کسی پر احسان کیا ہے' اور نہ ہی وہ اِس سے دوسروں کے لئے خواہ مخواہ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

کی مصیبت بن جاتے ہیں' (وہ شکریہ تک کے متمنی نہیں ہوتے ۔ ۷۶/۹) تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنتوں کا معاوضہ اور قربانیوں کا صلہ' اس نظام کے قیام کی شکل میں بایں نمط ملتا ہے کہ انہیں نہ کسی خارجی خطرہ کا خوف ہوتا ہے' اور نہ داخلی کشمکش یا احتیاج کے خیال سے غمگینی اور افسردگی۔

جس دینے کے بعد انسان' احسان جتا جتا کر' دوسروں کے لئے مصیبت بن جائے' اس سے کہیں اچھا یہ ہے کہ وہ قاعدے کے مطابق' اچھے انداز سے' جواب دیدے' اور اس طرح دوسروں کو اذیت رسانی سے محفوظ رکھے۔ یاد رکھو! خدا کا نظام ایسی کمزور بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا کہ ذرا ذرا سی کمی سے اس میں زلزلہ آجائے۔ یہ اس خدا کا نظام ہے جو تمام کائنات سے بے نیاز' اور اپنی قوتوں میں بڑا مستحکم اور بُردبار ہے۔

اے جماعت مومنین! اگر تم نظام خداوندی کے قیام کے لئے کچھ دیکر احسان جتلاتے پھرو اور دوسروں کے لئے مصیبت بن جاؤ' تو اس سے تمہارا انفاق' تعمیری نتائج کے بجائے' تخریبی نتائج پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ دیکھنا! تم نے ایسا نہ کرنا۔ یہ کچھ تو وہی شخص کرسکتا ہے جسے قوانین خداوندی کی صداقت اور مستقبل کی زندگی پر یقین نہ ہو' لیکن اس خیال سے کہ میں نے انہی لوگوں میں رہنا ہے' اس لئے ان سے بنا کر رکھنا ضروری ہے' اس مد میں کچھ دیدے۔ اس انفاق کی مثال یوں سمجھو' جیسے کسی سخت چٹان پر یونہی ذرا سی مٹی جم جائے (اور یوں دکھائی دے کہ وہ بڑی عمدہ زمین ہے جس میں اچھی کھیتی اُگے گی۔ لیکن) جب اس پر بارش کا ایک تیز سا چھینٹا پڑے' تو سب مٹی بہہ جائے' اور نیچے چٹان کی چٹان باقی رہ جائے۔ اس طرح (ایک ایک دانہ سے سینکڑوں دانے ملنا تو ایک طرف) فصل کاشت کرنے میں جس قدر محنت صرف ہوئی تھی' وہ بھی اکارت چلی جائے۔ (۵۹/۲۶—۲۶)

یاد رکھو! جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر ایمان نہ رکھیں (اور محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے "نیک کام" کریں تو) ان پر فلاح وسعادت کی راہیں کشادہ نہیں ہوتیں۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۶۵﴾ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۶۶﴾

(اعمال کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے ایمان — صحیح مقصد — کا ہونا اشد ضروری ہے)

۲۶۵ اِن کے برعکس، جو لوگ اپنی محنت کی کمائی کو کھلا رکھتے ہیں تاکہ اُسے قوانینِ خداوندی کے مطابق صرف کیا جائے، اور اِس سے (نوعِ انسانی کی پرورش اور) اُن کی اپنی ذات کا استحکام و ثبات ہو جائے، اُن کی مثال ایسی ہے کہ کسی اونچی زمین پر (جس تک سیلاب نہ پہنچ سکے) ایک باغ اُگایا جائے۔ اُس پر اگر زور کی بارش ہو تو دُگنا پھل دے۔ اور اگر یونہی، ہلکی سی پھوار بھی پڑ جائے تو وہ بھی اُس کی شادابی کے لئے کافی ہو۔

خدا کا قانونِ مکافات، جو علم و بصیرت پر مبنی ہے، ان لوگوں کے اعمال کے خوشگوار نتائج مرتب کرتا ہے۔

۲۶۵ ذرا سوچو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اِس بات کو پسند کرے گا کہ اُس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں پانی کی ندیاں رواں ہوں (تاکہ وہ سرسبز و شاداب رہے)۔ اُس میں کثرت سے پھل آئے۔ (اور یوں اُس شخص کی اپنی اور اُس کی اولاد کی زندگی خوشحالی میں گذرے)۔ لیکن، اُس کے بعد، جب وہ بوڑھا ہو جائے، اور اُس کے بچے چھوٹے ہوں، عین اُس وقت، جھلسا دینے والی آندھی کا ایک بگولہ اُٹھے اور سارے باغ کو تباہ کر کے رکھ دے۔ سوچو کہ اس سے اُس کا اور اُس کی اولاد کا کیا حشر ہو گا!

(بعینہ یہی حالت ہے اُن لوگوں کی جو صرف انفرادی مفادِ عاجلہ پر نگاہ رکھتے ہیں اور مستقبل کے متعلق کچھ نہیں سوچتے۔ خدا کا نظامِ ربوبیت قائم ہی اِس لئے کیا جاتا ہے کہ معاشرہ میں ایسی حالت کبھی نہ پیدا ہونے پائے، اور کوئی خاندان کسی وقت بھی اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے)۔

یوں اللہ، مختلف مثالوں سے، اپنے قوانین کو وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر سے کام لو اور سوچو کہ کیا، نوعِ انسان کو، محتاجی اور مفلسی، اور تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کیلئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿۲۶۷﴾ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

کوئی اور نظام بھی ہوسکتا ہے؟

۲۶۷ لہٰذا' اے جماعت مومنین! تم زمین کی پیداوار میں سے بھی' اور اپنی صنعت و حرفت سے جو کچھ کماؤ' اس میں سے بھی' بہترین حصہ کو نظامِ ربوبیت کے قیام کے لئے کھلا رکھو۔ اِس قسم کا بھولے سے بھی ارادہ نہ کرو کہ اِس مد میں' ایسی نکمی چیزیں دیدی جائیں جنہیں تم اُن کی اصلی قیمت پر خریدنے کیلئے تیار نہ ہو' بلکہ ان میں نقص کی وجہ سے' اُن کی قیمت کم کراؤ۔ یاد رکھو! خدا کا نظام ایسا نہیں کہ وہ بھیک مانگتا پھرے اور تم اس کی جھولی میں بچے کھچے ٹکڑے ڈال دو۔ وہ اس قسم کی خیرات سے بےنیاز اور ہر قسم کی ستائش کا سزاوار ہے۔ (وہ تم سے جو کچھ مانگتا ہے' تمہارے فائدے کے لئے مانگتا ہے۔ اپنے لئے نہیں مانگتا)۔

۲۶۸ اِس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ تمہارے انفرادی مفاد کے خیالات تمہیں یہ کہہ کر ڈرائیں گے کہ اگر تم نے' سب کچھ' دوسروں کے لئے دیدیا تو تم مفلس اور نادار ہو جاؤ گے۔ کل کو تم پر بُرا وقت آگیا تو کیا کرو گے؟ اس لئے تم اپنا پیسہ اپنے پاس رکھو۔

لیکن یاد رکھو! خدا کا نظامِ ربوبیت' تمہیں' ہر قسم کی احتیاج سے محفوظ رکھنے اور خوش حالی کی زندگی بسر کرانے کی ضمانت دیتا ہے۔ اور یہ ضمانت اِس بنا پر دیتا ہے کہ یہ نظام اُس خدا کا ہے جو بڑی وسعتوں کا مالک ہے اور اس کی ہر بات علم و حقیقت پر مبنی ہے۔

۲۶۹ لیکن یہ باتیں اُس عقل کی رُو سے سمجھ میں نہیں آسکتیں جس کا کام ایک فرد کے ذاتی مفاد کا تحفظ' اور اُس کے سطحی جذبات کی تسکین ہو (۲۵/۵ ، ۳۰/۲۹)۔ یہ وحی پر مبنی حکمت کی رُو سے سمجھ میں آسکتی ہیں' جو خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق انبیائے کرام کو ملتی ہے (۴۷/۲۹)' اور' اُن کی وساطت سے' دوسرے انسانوں کو جس قوم کو یہ حکمتِ ربانی مل جائے' اُسے زندگی کی خوش حالیاں اور اختیارات کی وسعتیں بےحد و حساب مل جاتی ہیں (۱۶/۲۳)۔ لیکن اِس بات کو وہی لوگ اپنے پیشِ نظر رکھ سکتے ہیں' جو جذبات

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

سے الگ ہو کر عقل و بصیرت سے کام لیں۔

۲۷۰ جو کچھ تم خرچ کرنے کی چیزوں سے خرچ کرتے ہو۔ یا جو کچھ تم (مالی امداد کے علاوہ دیگر امور میں) اپنے اوپر واجب قرار دے لیتے ہو' تو' اُن میں سے ہر بات' خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں میں ہوتی ہے۔ اور وہی تمہارا مؤیّد اور مددگار رہوتا ہے۔ وہ' اُن کا حامی و ناصر نہیں ہوتا جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتیں۔

۲۷۱ جو کچھ تم اجتماعی ضروریات کے لئے دیتے ہو' اُسے کُھلے بندوں دو' تو بھی اچھا ہے۔ اور (اگر نظام کے ابتدائی مراحل میں اُسے) اہلِ حاجت تک چپکے سے پہنچا دو' تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ چیزیں' ہر صورت میں' تمہاری ناہمواریوں اور کمزوریوں کو دور کر دیں گی ——— اور ایسا ضرور ہو کر رہے گا' کیونکہ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔

۲۷۲ اے رسول! تم اِن لوگوں کو' نظامِ خداوندی کی یہ راہ دکھا دو۔ تمہارے ذمّے اتنا ہی ہے۔ انہیں اِس راستے پر چلا دینا تمہارے ذمّے نہیں (۵/۹۹ ؛ ۲۸/۵۶)۔ کسی کا صحیح راستے پر چلنا' خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق ہوتا ہے' جس کی رُو سے' اُس نے' انسان کو اپنے لئے آپ راستہ منتخب کرنے کا اختیار دے رکھا ہے ——— تم اِن لوگوں کو اتنا بتا دو کہ تم جو کچھ بھی اِس ضمن میں' خرچ کرو گے' اُس کا فائدہ خود تمہاری اپنی ذات کو ہوگا' بشرطیکہ یہ کچھ' قانونِ خداوندی کے مطابق' نظامِ خداوندی کی تشکیل کیلئے خرچ کیا جائے۔ اِس کا جذبۂ محرکہ کچھ اور نہ ہو۔ یوں جو کچھ تم خرچ کرو گے' وہ تمہیں پورا پورا واپس مل جائے گا۔ اِس میں ذرّہ برابر کمی نہیں ہوگی۔

۲۷۳ یہ بھی یاد رکھو کہ اِس روپیہ کو' پیشہ ور بھک منگوں پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۴﴾ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۷۵﴾

یہ اُن حقیقی ضرورت مندوں کے لئے ہوگا جو' اِس نظام کی تشکیل کے سلسلہ میں' کہیں رُک دیئے گئے ہوں۔ وہ نہ وہاں سے کسی اور جگہ جا سکیں اور نہ ہی وہاں رہتے ہوئے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ اُن میں (سیرت کی پختگی کی وجہ سے استغناء کا یہ عالم ہو کہ) ناواقف یہی سمجھے کہ اُن کے پاس بہت کچھ ہے۔ اُنہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ البتہ جاننے والے' اُنہیں' اُن کے چہروں پر نمودار ہو جانے والے اثرات سے پہچان لیں۔ یہ لوگ لپٹ لپٹ کر مانگنے والے گداگر نہیں ہوتے۔

اِن لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے تم جو کچھ دو گے' اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہوگا۔ یعنیٰ اُسے دینے والوں کی نیت کا بھی علم ہوتا ہے اور لینے والوں کی ضروریات کا بھی۔

اس انداز سے دینے والے' وہ لوگ ہیں جو اپنا مال دن رات' کھلے بندوں اور خاموشی سے' اِس مقصد کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ اِنہی کی قربانیوں سے وہ نظام قائم ہوتا ہے جس میں نہ کسی کو کسی قسم کا خوف و خطر رہتا ہے' نہ افسردگی اور غمگینی۔

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو' اپنا پیٹ کاٹ کر' ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں (۲۷۱/۲)۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو قرض دیتے ہیں تو' اُن کی احتیاج سے فائدہ اُٹھا کر جتنا دیتے ہیں اُس سے زیادہ وصول کرتے ہیں۔ اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کی حالت یوں سمجھو جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ دیوانہ وار' اِدھر اُدھر بھاگتا پھرے۔ (یعنی ہوسِ زر' ان کے سینے میں آگ لگا دیتی ہے جس سے وہ ہر وقت مضطرب و بیقرار رہتے ہیں)۔ یہ لوگ اپنی اِس روش کے جواز میں' دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ربٰو (روپے پر زیادہ وصول کرنا) تجارت کی مثل ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں (جس طرح تجارت میں' دوکاندار' گاہک سے' اپنے اصل زر سے زائد لیتا ہے' اسی طرح ربٰو میں' روپیہ دینے والا' اپنے اصل سے زیادہ وصول کرتا ہے)۔ یہ ان کی کٹ حجتی ہے۔ تجارت میں انسان روپیہ بھی

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

لگاتا ہے اور اُس کے ساتھ محنت بھی کرتا ہے۔ جو کچھ وہ زائد لیتا ہے وہ اُس کے رُوپے کا منافع نہیں ہوتا' اُس کی محنت کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ اِس کے برعکس' رِبٰو میں' محنت کچھ نہیں کی جاتی۔ محض رُوپے پر منافع لیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ (اِس ضمن میں اس اُصول کو یاد رکھو کہ جائز صرف محنت کا معاوضہ ہے۔ (۵۳/۳۹) خالی سرمایہ لگا کر دوسروں کی محنت کا ماحصل خود لے لینا جائز نہیں ہے۔ اِس کو رِبٰو کہتے ہیں)۔

سو جس شخص تک خدا کا یہ قانون پہنچ جائے' اور وہ اپنی سابقہ روش سے رُک جائے' تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے' وہ اُس کا ہے۔ نظامِ خداوندی کی رُو سے اُس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن جو اِس سے نہ رُکے۔ یا دوبارہ یہی روش اختیار کرلے۔ تو یہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی اور ان کے لئے اِس عذاب سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

(۲۷۶) یاد رکھو! رِبٰو' جس کے متعلق انسان بظاہر یہ سمجھتا ہے کہ اس سے سرمایہ بڑھتا ہے' درحقیقت خود بھی مٹتا ہے اور اُس قوم کو بھی مٹا دیتا ہے۔ اِس کے برعکس' جو کچھ دوسروں کی نشوونما کے لئے دیا جاتا ہے' اور جس کے متعلق بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے سرمایہ میں کمی آجاتی ہے' خود بھی بڑھتا ہے اور اُس قوم کے بڑھنے' پھولنے' پھلنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

رِبٰو سے یہ ذہنیت عام ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے سامانِ زیست کو لوگوں سے چھپا کر رکھا جائے تاکہ وہ اُس کے لئے محتاج ہوں' اور قرض لینے پر مجبور۔ اور قرض دینے والا' اُن کی محنت کی کمائی پر عیش اُڑائے۔ اِس سے انسان کی قوتِ عمل مفلوج ہو جاتی ہے' اور وہ سفرِ زندگی میں آگے بڑھنے کے قابل نہیں رہتا۔ لہٰذا' نظامِ سرمایہ داری کی حامل قوم' تباہ و برباد ہو کر رہتی ہے۔

(۲۷۷) خدا پر ایمان رکھنے' اور اُس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہنے والے' بھلا ایسا انسانیت سوز نظام کس طرح قائم کر سکتے ہیں؟ وہ ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس میں ہر فرد قوانینِ خداوندی کا اتباع کرے' اور' اس طرح' نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان فراہم کرتا چلا جائے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے حسنِ عمل کا صلہ' نظامِ ربوبیت کی شکل میں سامنے آتا ہے اور اس طرح انہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ

نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوتا ہے' نہ غمگینی ستاتی ہے۔

۲۷۸ لہذا' اے جماعتِ مومنین! تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو' اور ربٰو میں سے جو کچھ کسی کے ذمے باقی رہ گیا ہے' اُسے معاف کر دو۔ تمہارے ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

۲۷۹ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھو! تمہاری اس روش کو نظامِ خداوندی کے خلاف اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا (اس لئے کہ دینِ خداوندی' نظامِ سرمایہ داری کا کھلا ہوا دشمن ہے' اور ان دونوں میں کبھی مفاہمت نہیں ہو سکتی)۔ اگر تم اس روش سے باز آ جاؤ' تو تم اپنا اصل زر واپس لے سکتے ہو' تاکہ نہ تم پر کوئی زیادتی ہو' نہ مقروض پر۔

۲۸۰ اگر مقروض تنگدست ہے' تو اُسے اتنی مہلت دو کہ وہ قرض بسہولت ادا کر سکے۔ اور اگر تم اُسے بالکل ہی معاف کر دو' تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے' بشرطیکہ تم' دوررس نگاہ سے' دیکھ سکو کہ اس میں کس قدر اجتماعی مفاد مضمر ہیں۔

۲۸۱ تم ہمیشہ اس (آنے والے انقلاب کے) زمانے کو اپنے سامنے رکھو جس میں تمہارے ہر معاملہ کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہوگا۔ ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور کوئی کسی کی محنت کو چھین کر نہیں لے جائے گا۔

(یہ اس دُنیا میں بھی ہو گا' اور مرنے کے بعد بھی)۔

۲۸۲ (جب تک نظامِ ربوبیت قائم نہیں ہو جاتا' تمہیں ایک دوسرے سے انفرادی طور پر قرض لینے کی ضرورت پڑ گی۔ سو) جب تم کسی سے' ایک مقررہ مدت کے لئے' کچھ قرض لو' تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور چاہیئے کہ ایک لکھنے والا' تمہارے اس باہمی معاملہ کو عدل کے ساتھ لکھ دے۔ وہ اس سے انکار نہ کرے۔ جب اُسے اللہ نے علم عطا کیا ہے' تو اُسے چاہیئے کہ اُس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ قرض لینے والا اس تحریر کو لکھوائے۔ کاتب کو چاہیئے کہ وہ قانونِ خداوندی کی

يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ
بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا
مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَا
دَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا
تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ
بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۸۲﴾

نگہداشت کرے اور جو کچھ لکھوایا جائے اُس میں کسی قسم کی کمی (بیشی) نہ کرے۔

اگر قرض لینے والا کم عقل ہو۔ یا ضعیف ہو۔ یا اِس تحریر کو لکھوانے کی بھی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اسکی طرف سے، اُس کا کوئی دوست یا سرپرست، عدل و انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔

اور ایسے معاملات کے وقت، اپنے میں سے دو مرد بطور گواہ بھی بلا لیا کرو۔ اگر کسی وقت، دو مرد موجود نہ ہوں، تو ان میں سے جن پر فریقین رضامند ہوں، ایک مرد اور دو عورتیں، بطور گواہ بلالیا کرو —— دو عورتیں اس لئے کہ اگر اُن میں سے کسی کو کچھ اشتباہ ہو جائے تو اُسے دوسری یاد دلا دے (۳۴/۴)۔ اور جب گواہ بلائے جائیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ انکار نہ کریں۔

قرض تھوڑا ہو یا بہت، اُس کی میعاد کے اندر، دستاویز لکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔ قانون خداوندی کی رُو سے، یہ چیز تقاضائے انصاف کے زیادہ قریب ہے، اور شہادت کو محکم بنانے کا طریق، اور شکوک و شبہات کے ازالہ کی عمدہ تدبیر۔

لیکن اگر تم آپس میں کوئی نقد سودا کرو، جس کے لئے تم عام طور پر لین دین کرتے رہتے ہو، تو اِس میں کچھ حرج نہیں کہ اُسے تم ضبطِ تحریر میں نہ لاؤ۔ البتہ ایسی خرید و فروخت کے وقت بھی گواہ ضرور رکھ لیا کرو۔

یہ بھی یاد رکھو، کہ کاتب یا گواہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے۔ اگر تم ایسا کرو گے

وَإِنْ كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۸۴﴾

تو یہ قانونِ خداوندی سے سرتابی ہوگی۔ تم ہر معاملہ میں قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اللہ تمہیں اِن قوانین کا (وحی کے ذریعے) علم عطا کرتا ہے ——— اور وہ ہر شے کا عِلم رکھتا ہے۔

(۲۸۳) اگر تم حالتِ سفر میں ہو' اور تمہیں کاتب نہ مل سکے' تو قرض لینے والے کی کوئی چیز' بطورِ ضمانت اپنے پاس رکھ لو۔ اور اگر تم ایک دوسرے پر اعتماد کرو' تو جس شخص پر اعتماد کیا گیا ہے' اُسے چاہیئے کہ اپنی امانت کو (پوری پوری دیانت سے) واپس کر دے۔ اور' اِس طرح اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرے۔

اور تم شہادت کو کبھی نہ چھپاؤ۔ جو ایسا کرتا ہے' (تو اگر' لوگوں کو اس کا پتہ نہ بھی چلے' اور وہ اُن میں معتبر بنا رہے' پھر بھی) اُس کا دل ضرور مجرم ہوتا ہے اور اُس کی ذات کی نشوونما کی قوتیں مضمحل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اِس لئے کہ خدا کے قانونِ مکافات سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اسے ہر بات کا علم ہوتا ہے۔

(۲۸۴) یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے (اور مقصد اس تگ و تاز سے' یہ ہے کہ انسان کا کوئی کام بلا نتیجہ نہ رہنے پائے (۳۴/۴-۳ ؛ ۴۵/۲۲ ؛ ۵۳/۳۱)۔ لہذا' اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ تم دِل میں چھپائے رکھتے ہو اور ظاہر کیا کرتے ہو۔ خدا کے قانونِ مکافات کی نظروں میں دونوں یکساں ہیں۔ وہ تمہارے ہر عمل کا محاسبہ کرتا ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ کونسے اعمال ہیں جن کے مضر اثرات سے تم محفوظ رہ سکتے ہو اور کون سے ایسے جن کی تباہی سے تم بچ نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا ہے' جس کی رُو سے' اُس نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن پر اسے پورا پورا کنٹرول ہے۔

یہ تمام قوانین واقدار' اس وحی کی رُو سے واضح کر دی گئی ہیں جو اس رسول پر نازل کی گئی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۲۸۵

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ

---

(۲۸۵) رسول، اور اس کے ساتھ جماعتِ مومنین، سب اس ضابطۂ حیات کی صداقت پر یقینِ محکم رکھتے ہیں۔ ——— یہ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، ملائکہ پر، اُس کی طرف سے بھیجے ہوئے قانونی ضابطوں پر۔ اور اُن رسولوں پر جن کے ذریعے یہ ضوابط دوسرے انسانوں تک پہنچتے رہے۔ یہ سب ایک ہی سلسلۂ رشد و ہدایت کی کڑیاں تھیں۔ اس لئے، جماعتِ مومنین کا مسلک یہ نہیں ہوتا کہ وہ، ان میں سے کسی ایک کو مان لیں اور باقیوں کو چھوڑ دیں۔ وہ ان سب کو خدا کے سچے رسول مانتے ہیں اور منصبِ رسالت کے اعتبار سے ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

وہ اس طرح ایمان لاتے ہیں، اور اس کے بعد ان کی عملی زندگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ انہیں جو حکم ملتا ہے اسے دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور بطیبِ خاطر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے اُن کی ذات میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ، خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق، ہر قسم کے تخریبی عناصر کی ضرر رسانی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور یوں، رفتہ رفتہ اُس منزل تک پہنچ جاتے ہیں جو اُن کے خدا نے ان کے لئے تجویز کر رکھی ہے۔

(۲۸۶) یاد رکھو! ان قوانین و احکام کی اطاعت اس لئے نہیں کرائی جاتی کہ اس سے خدا کا کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تمہاری ذات میں وسعتیں پیدا ہوتی جائیں (۶/۱۵۳ ؛ ۲۳/۶۲)۔ انسانی ذات کی تعمیر و تخریب کا دار و مدار، انسان کے اپنے اعمال پر ہے۔ اس کے لئے اُصول یہ ہے کہ ہر وہ کام، جس میں، تمہارے اپنے فائدے کے ساتھ، دوسروں کا فائدہ بھی مقصود ہو، انسانی ذات کی تقویت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کام جس سے صرف اپنا ذاتی فائدہ مقصود ہو (اور دوسروں کے مفاد کا خیال نہ رکھا جائے) اس کے لئے نقصان رساں ہوتا ہے۔

یہ جماعتِ مومنین، اسی راستے پر گامزن رہتی ہے ——— نگاہیں منزلِ مقصود پر، اور دل میں مچلتی ہوئی یہ آرزو، کہ ———

بارالہا!

اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے، یا نشانہ خطا ہو جائے، تو یہ چیز ہماری نشو و نما کے راستے میں حائل نہ ہو۔

اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ع

ہم جہالت اور استبداد کے اُس بوجھ تلے نہ دب جائیں جس کے نیچے اقوامِ سابقہ دب گئی تھیں، (اور جس سے نوعِ انسان کو آزاد کرانے کے لئے تیرا یہ رسول آیا ہے (۱۵۷/۷))۔

ہم پر ایسی ذمہ داریاں عائد نہ ہوں جن کے ہم متحمل نہ ہو سکیں۔ (یعنی ہمیں ہر ذمہ داری کے متناسب قوت حاصل رہے)۔

اگر ہم سے کہیں لغزش ہو جائے تو ہمیں اِس کی توفیق ہو کہ ہم اپنے حسنِ عمل سے، اُس کے مضر اثرات کو مٹا سکیں (۱۱۴/۱۱)۔

ہم تمام تخریبی عناصر کے حملوں سے محفوظ رہیں۔

ہماری نشو و نما کے لئے ضروری سامان و ذرائع 'تیرے قانونِ ربوبیت کے مطابق' ملتے رہیں۔

اِس لئے کہ تیرا قانونِ ربوبیت ہی ہمارا سرپرست اور کارساز ہے۔ اور اسی کی تائید و نصرت سے ہم حق کے مخالفین پر غلبہ اور کامیابی چاہتے ہیں۔

بارالٰہا!

ہماری ان آرزوؤں کو شرفِ تکمیل عطا فرما!

ختم سورۂ بقرہ

سُورَةُ اٰلِ عِمْرٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۞ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۞ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۞ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۞ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۞ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞

---

(۱) خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

(۱) اُس کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جسے یہ حق حاصل ہو کہ کسی سے اپنے قانون اور فیصلوں کی اطاعت کرائے۔ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ اسی کا ہے۔ وہ زندہ ہے اور زندگی بخش۔ خود قائم ہے اور ہر ایک کو قیام عطا کرتا ہے۔

(۱) اُس نے (اے رسول!) تمہیں یہ ضابطہ عطا کیا ہے جو سراپا حق ہے' اور اُن تمام حقائق دعاوی کو سچ کر دکھانے والا ہے جو اِس سے پہلے خدا کی طرف سے آچکے ہیں۔ (مثلاً) تورات و انجیل' جو اس سے پہلے' نوعِ انسان کی راہ نمائی کے لئے اُس نے بھیجی تھیں۔ اُن کے بعد اب یہ ضابطۂ ہدایت آیا ہے جو حق اور باطل کو نکھار کر الگ کر دے گا (۳/۴۹)۔

جو لوگ ایسے کھلے ہوئے قوانین خداوندی کی صداقت سے انکار کریں گے' اور ان سے سرکشی برتیں گے تو (خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق) اُن کی اس روش کا نتیجہ' سخت تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا — یہ خالی دھمکی نہیں۔ یہ اُس خدا کا قانونِ مکافات ہے' جو اتنی قوت رکھتا ہے کہ ہر عمل کو اُس کے آخری نتیجہ تک پہنچا کر رہے۔

(۱) اِس قدر عظیم قوت کے ساتھ' اُس کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کوئی شے نہیں جو اُس سے پوشیدہ ہو۔

(۱) اُس کے قانونِ مشیت کی ہمہ گیری کی یہ کیفیت ہے کہ وہ' انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے' رحمِ مادر میں اُسے موزوں پیکر عطا کر دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷

یہ ہے وہ خدا جس کے علاوہ کائنات میں کسی کا قانون کارفرما نہیں۔ اُس کا قانون' بڑی قوت کا مالک ہے' لیکن اندھی قوت کا نہیں ـــــــ ایسی قوت کا جو یکسر حکمت پر مبنی ہے۔

۱

اُس خدا نے' جس کا قانون' کائنات میں اِس طرح کارفرما ہے' انسانوں کی راہ نمائی کے لئے یہ ضابطۂ حیات بھیجا ہے۔ اِس میں ایک حصّہ تو وہ ہے جو مستقل اقدار' قوانین اور احکام پر مشتمل ہے۔ یہ حصّہ' اِس ضابطہ کی اصل و بنیاد ہے۔ ان امور کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر لفظ اپنے متعین معانی سامنے لے آتا ہے۔

دوسرا حصّہ وہ ہے جو اُن حقائق پر مشتمل ہے جو مادی کائنات سے ماوراء ہیں (مثلاً خدا کی ذات یا حیاتِ اُخروی وغیرہ)۔ ان حقائق کو سمجھانے کے لئے' انہیں تشبیہات اور استعارات کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سو جن لوگوں کے دِل' حق کی راہ چھوڑ کر' دوسری طرف جھک جاتے ہیں۔ جو کجروی اختیار کرتے ہیں۔ وہ محض فتنہ پیدا کرنے کے لئے' اِن الفاظ کو پکڑ لیتے ہیں جن سے اِن حقائق کو تشبیہ دی گئی ہے (مثلاً خدا کے اقتدار اور کنٹرول کے لئے عرش کا لفظ' اور اُس کے علم کی وسعت کے لئے کرسی کا لفظ)۔ وہ یا تو ان الفاظ ہی کو اصل و حقیقت قرار دیدیتے ہیں (مثلاً یہ کہ خدا سچ مچ ایک تخت کے اوپر بیٹھا ہے)۔ اور یا یونہی قیاسات کی رُو سے' اِن کی کنہ و حقیقت متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں (مثلاً یہ کہ خدا کی ذات کی اصل و حقیقت کیا ہے) اور ایسا کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یاد رکھئے! ان میں بعض حقائق تو ایسے ہیں جن کی ماہیت اور حقیقت صرف خدا ہی جانتا ہے۔ البتہ یہ بات' عقل و بصیرت کی رُو سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اُن کے بیان کرنے سے مقصود کیا ہے۔ اور بعض حقائق ایسے ہیں' جن کی حقیقت انسانی علم کی سطح کے بلند ہونے سے سامنے آسکتی ہے ([illegible]) ـــــــ لیکن اُنہی لوگوں کے سامنے جو مسلسل غور و تدبر اور محنت شاقہ سے علم میں پختگی حاصل کرتے جائیں۔

ان لوگوں کی بھی یہ کیفیت ہے کہ وہ اِن تشبیہی امور کے متعلق ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب خدا کی طرف سے حقیقت کا بیان ہے' اور' اس کے بعد' غور و فکر سے' علیٰ حدِ بشریت' ان حقائق کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ([illegible])۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۰

یہ وہ لوگ ہیں جن کی (علمی تحقیقات اور حقیقت فہمی کی کوششوں میں) ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ اُن کے قلوب (قرآن کی صحیح) راہ نمائی کے بعد کسی اور طرف نہ جُھک جائیں' اور اُن کی قلبی اور ذہنی صلاحیتیں اسی کی روشنی میں برومند ہوں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ انسان کو اُس کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی' تنہا عقل کی رُو سے نہیں مل سکتی۔ یہ صرف وحی کی رُو سے ممکن ہے جو خدا کی طرف سے (حضرات انبیائے کرامؑ کو) وہبی طور پر ملتی تھی۔ کسب وہنر سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

یہی وہ خدا کی راہ نمائی ہے جس کی رُو سے انسان' اپنے اختلافات چھوڑ کر ایک نقطہ پر جمع ہو سکیں گے۔ یہ اُس انقلابی دور میں ہوگا جس کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں — اس لئے کہ یہ خدا کے قانون کے مُطابق ہوگا' اور خدا کے قوانین اٹل ہیں۔

اس دُنیا کے علاوہ' انسانوں کا اجتماع' اُخروی دنیا میں بھی ہوگا' جس کا تشبیہی بیان قرآن میں آیا ہے' لیکن انسان اپنے شعور کی موجودہ سطح پر اُس کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتا —— لیکن اس کی کیفیت اور حقیقت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے' اُس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

جو لوگ' اس راہ نمائی کی صداقت سے انکار کر کے' اپنے لئے دوسری روش اختیار کر لیں' تو اس سے انہیں کتنے ہی مفاد عاجلہ (مال اور اولاد وغیرہ کی کثرت) کیوں نہ حاصل ہو جائیں' غلط روش کے تباہ کن نتائج سے وہ کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ اُن کی یہ روش' فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کا موجب بنتی ہے' جس میں وہ خود بھی جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور اُن کے ساتھی بھی۔

اس حقیقت پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں (مثلاً) تم قوم فرعون' اور اُس سے پہلی قوموں کے طور طریق پر غور کرو' اور اُن لوگوں کے انجام کو دیکھو۔ انہوں نے ہمارے قوانین کو جھٹلایا اور اپنے لئے دوسری راہیں اختیار کر لیں' تو اُن غلط راہوں کے عواقب نے انہیں آن پکڑا' اور دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا کا قانونِ مکافات' مجرمین کا پیچھا کس شدت سے کیا کرتا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭

---

۱۱ لہٰذا یہ لوگ' جو اِس نظام کی اِس طرح مخالفت کر رہے ہیں' اُن کے سامنے تاریخ کے یہ واقعات دُہراؤ اور اُن سے کہو کہ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب تم سب مغلوب ہو جاؤ گے اور تباہی و بربادی کے جہنم کی طرف ہنکائے جاؤ گے۔

سوچو کہ وہ زندگی کتنی بری زندگی ہوگی!

۱۱ اس کی ہلکی سی جھلک' تم اُس تصادم میں دیکھ چکے ہو جو (ابھی ابھی' بدر کے میدان میں) تم دونوں جماعتوں کے درمیان ہو چکا ہے —— ایک گروہ' نظامِ خداوندی کی اقامت کے لیے شمشیر بکف تھا' اور دوسرا گروہ مخالفین کا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے مخالفین کی جماعت بہت زیادہ تھی' (لیکن چونکہ جماعت مومنین' ایک عظیم مقصد کے لئے میدانِ جنگ میں آئی تھی' اس لئے اس کے حوصلے بڑے بلند تھے۔ وہ دشمن کے اس گروہ کثیر کو زیادہ سے زیادہ) اپنے سے' دُگنا محسوس کرتے تھے۔ (اس لئے کہ اپنے سے دُگنی تعداد پر کامیابی کا انہیں بہرحال یقین تھا (۸ : ۶۶)۔

چنانچہ انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اِس طرح' قانونِ خداوندی کی تائید ان لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہے جو صحیح روش پر چل کر اُس کی تائید کو حاصل کر لینا چاہیں۔

جو لوگ آنکھیں رکھتے ہیں' انہیں اسی ایک واقعہ سے سبق حاصل کر لینا چاہیئے کہ اُن کی مخالفت کا آخر الامر نتیجہ کیا نکلے گا؟

۱۴ اِن دونوں جماعتوں میں جو بنیادی فرق ہے' اُس کے لئے ایک اُصولی بات کا سمجھ لینا ضروری ہے —— انسانی زندگی کی حالت یہ ہے کہ یہاں بے شمار پسندیدہ اور خوشنما چیزیں ہیں جو انسان کے لئے وجۂ جاذبیت ہیں۔ مثلاً بیوی بچوں کی محبت۔ چاندی' سونے (مال و دولت) کے ذخیرے۔ چُنے ہوئے عمدہ گھوڑے۔ مال' مویشی' کھیتی باڑی۔ وغیرہ۔ انسان ان کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ بُری بات نہیں۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۵﴾

لیکن' انہی چیزوں کو مقصودِ حیات اور منتہائے زندگی سمجھ لینا غلط ہے۔ یہ صرف انسان کی طبیعی زندگی کا ساز و سامان ہیں۔ (جو لوگ انہی کو مقصودِ حیات سمجھ لیتے ہیں' وہ کسی بڑی قدر اور اصول کی خاطر جان دینا تو ایک طرف' ذراسی تکلیف گوارا کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس کے برعکس' جماعتِ مومنین ہے' جس کا ایمان یہ ہے کہ دنیاوی زندگی اور اس کا ساز و سامان مقصودِ حیات نہیں' ایک بلند مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ بلند مقصد ہے' انسانی ذات کی نشو و نما جو مستقل اقدار کے تحفظ سے ہوتی ہے۔ اس لئے' جب دنیاوی مفاد اور بلند اقدار میں تصادم ہوتا ہے' تو وہ بلند اقدار کی حفاظت کے لئے دنیاوی مفاد کو بطیب خاطر قربان کر دیتے ہیں' اور یوں) اس بلند مقام کو پا لیتے ہیں جو حقیقی زندگی کے لئے بڑا ہی خوشگوار اور حسین ہے۔

۱۴ لہٰذا' جو لوگ دنیاوی سامانِ زیست ہی کو حاصل و مقصود سمجھ رہے ہیں' اُن سے کہو کہ آؤ! میں تمہیں ایک ایسی چیز کا پتہ نشان بتاؤں جو اس تمام ساز و متاع سے کہیں بہتر ہے ——— یعنی شگفتگی اور شادابی کی ایسی زندگی جس کی بہاروں پر کبھی خزاں نہیں آ سکتی۔ جس میں تمام رفقاء (انہی کی طرح) پاکیزہ سیرت اور بلند کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ اُس میں ہر قدم' قانونِ خداوندی کی ہم آہنگی میں اٹھتا ہے۔

یہ زندگی' اُن سعادتمند لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو قانونِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں۔ یہ انہیں' ان اعمال کے بدلے میں ملتی ہے جو خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں۔

۱۵ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نشو و نما دینے والے کے ضابطہ قوانین کو اپنا نصب العین حیات قرار دے لیتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کی کوشش اور آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ ان تمام غلط باتوں کے اثرات سے محفوظ رہیں جو مخالفین اُن کے پیچھے چپکا دیتے ہیں' تاکہ اُن کا دامن ان خار دار جھاڑیوں میں اُلجھ کر نہ رہ جائے۔ اور وہ اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو تعمیری مقاصد میں صرف کر کے' زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہیں۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

۱۷ یہ لوگ، اپنے نصب العین پر ثبات و استقامت سے جمے رہتے ہیں اور ہر مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

اپنے دعوئے ایمان کو عملاً سچ کر کے دکھاتے ہیں۔

ہر وقت قوانین خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں، اور اپنی صلاحیتوں کو انہی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔

اپنی محنت کے ماحصل کو نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔

اور اپنے ہر پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے اس امر کا اطمینان کر لیتے ہیں کہ اُن کے پاس پورا پورا سامانِ حفاظت موجود ہے ——— دشمن سے بچاؤ کے لئے بھی اور خود اپنے دل میں پیدا ہونے والے خدشات کی مدافعت کے لئے بھی۔

۱۸ بات یہاں سے شروع ہوئی تھی (۳/۲) کہ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اِس حقیقت کبریٰ کی شہادت ایک تو خود ذاتِ خداوندی کا صحیح تصور مہیا کرتا ہے (کہ اگر کائنات میں ایک سے زیادہ صاحبِ اقتدار قوتیں ہوتیں تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جاتا (۲۱/۲۲)۔ اِس کے بعد، اِس کی شہادت کائناتی قوتیں بہم پہنچاتی ہیں جن کے مطالعہ اور مشاہدہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ساری کائنات ایک "وحدت" ہے اور اس میں ایک عالمگیر قانون کارفرما ہے۔

پھر اس کی شہادت وہ صاحبانِ علم و بصیرت بہم پہنچاتے ہیں جو عدل و مساوات کی بنیادوں پر معاشرہ کا نظام قائم کرتے ہیں۔ اِس نظام کے زندہ نتائج، اُن کی شہادت کی دلیل بنتے ہیں۔

یہ تمام شہادات، انسان کو اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہیں کہ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ صرف ذاتِ خداوندی کو حاصل ہے۔ اور یہ تمام سلسلہ، اس کے بے مثال غلبہ و قوت، اور بے نظیر حکمت کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔

۱۹ اسی کا نام اسلام ہے۔ اور یہی وہ نظامِ حیات ہے جو تمام کائنات اور نوعِ انسان کے لئے قانونِ خداوندی کے مطابق تجویز ہوا ہے۔ یہ کوئی نیا نظام نہیں۔ تمام انبیائے سابقہ اسی نظام کو لے کر آتے رہے۔ لیکن اُن کے بعد، اُن کے متبعین، باہمی ضد اور سرکشی کی بنا پر اس میں اختلافات

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۱﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نّٰصِرِينَ ﴿۲۲﴾

کرنے لگ جاتے۔ اس طرح یہ نظام' اپنی اصلی شکل میں اُن کے پاس نہ رہتا' اور وہ دوسری راہوں پر چل نکلتے ـــــــ اور اس کا نتیجہ بھی بھگتتے۔ اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات نتائج مرتب کرنے میں دیر نہیں لگایا کرتا۔

۲۰ یہی حالت' اِس وقت' اُن لوگوں کی ہے جو اِس نظامِ خداوندی کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ سو اگر یہ تم سے اس باب میں جھگڑا تنازعہ کریں' تو اِن سے کہہ دو کہ (تم اپنے لئے جو فیصلہ کرنا چاہتے ہو کر لو) جہاں تک میرا اپنا' اور اُس جماعت کا تعلق ہے جو میرے پیچھے چلتی ہے' ہم نے اپنی تمام توجہات اسی نظام کی تشکیل پر مرکوز کر رکھی ہیں۔

اس کے بعد تم ان لوگوں سے' جو اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں' اور اُن سے بھی جو کسی آسمانی کتاب کے مدعی نہیں' پوچھو کہ وہ اِس نظام کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ اس کی اطاعت کریں گے تو زندگی کی کامرانیوں کی راہیں ان پر کھل جائیں گی۔ لیکن اگر یہ اِس سے روگردانی کریں گے تو تم پر اِس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ تمہارا فریضہ اِن تک پیغام پہنچا دینا ہے۔ (ماننا نہ ماننا ان کے اپنے اختیار کی بات ہے)۔

اِس کے بعد جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ خدا کا قانونِ مکافات' تمام انسانوں کے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔

۲۱ جو لوگ اِس ضابطۂ حیات کی صداقت سے انکار کرتے ہیں' اور ناحق' اِس کی طرف دعوت دینے والے انبیاؑ کی تخریب کے درپے ہو جاتے ہیں' اور اُنہیں قتل کرنے پر اتر آتے ہیں' اور اُن کے ساتھ اُن لوگوں کو قتل کرنے پر بھی جو قوانینِ خداوندی کے مطابق' عدل و مساوات کا نظام قائم کرتے ہیں' تو اِن لوگوں کو آگاہ کر دو کہ اِن کی سب کوششیں رائگاں جائیں گی اور آخر الامر ان پر سخت تباہی آئے گی۔

۲۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ یہ کرتے ہیں' نہ دنیا میں اِن کے کسی کام آسکے گا' نہ آخرت میں

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۶﴾

—— اور نہ ہی کوئی ایسا ہوگا جو ان کی کسی قسم کی مدد کرسکے۔

یہ 'اہلِ کتاب' وہ ہیں جنہیں اس ضابطہ خداوندی کا (جواب مکمل شکل میں قرآن میں میں آیا ہے) ایک حصہ دیا گیا تھا۔ انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس مکمل ضابطہ کی طرف لپک کر آتے (۲/۱۴۶)۔ لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں اس ضابطہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس سے ان کے باہمی معاملات کا فیصلہ کرے تو ان میں کا ایک گروہ (بالخصوص ان کے مذہبی پیشوا) اس سے روگردانی کرتا ہے —— ان لوگوں کی مفاد پرستیوں نے ان کی ذہنیت ہی ایسی بنا دی ہے کہ انہیں جب بھی حق کی طرف دعوت دی جائے یہ اس سے روگردانی کریں۔

یہ اس لئے کہ خدا کے قانون مکافات پر ان کا ایمان ہی نہیں۔ یہ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ہمیں جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔ اور اگر ہمیں وہاں جانا بھی پڑے گا تو محض چند دنوں کے لئے (۲/۸۰)۔ اس کے بعد جنت کے وارث ہم ہی ہوں گے۔

یہ عقیدہ ان کا خود ساختہ ہے۔ اور اس نے انہیں ان کے دین کے بارے میں، سخت فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

لیکن ان کی یہ خود فریبی انہیں خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے نہیں بچا سکتی۔ اس قانون کی رُو سے ہر ایک کو اُس کے عمل کا پورا پورا بدل مل جاتا ہے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوتی۔

اس کا مظاہرہ ایک تو ابھی ہو جائے گا جب یہ میدان جنگ میں سامنے آئیں گے اور ذلت و خواری سے یہاں سے نکالے جائیں گے (۵۹/۲)۔ اور پھر حیاتِ اخروی میں بھی اسی قسم کی رسوائیاں ان کے حصے میں آئیں گی۔

ان سے کہدو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی خدا کی چہیتی اولاد نہیں۔ ہر قوم کے ساتھ خدا کے قانون مشیت کے مطابق برتاؤ ہوتا ہے —— اور وہ قانون یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی سعی و عمل کا پھل ملتا

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

ہے (۵۳/۳۹)- ہرایک کے درجات اُس کے اعمال کے مطابق متعین ہوتے ہیں (۴۶/۱۹) ـــــ اس قانون کے مطابق' عزت وعظمت اور غلبۂ اقتدار اُسے ملتا ہے جس میں اُس کی صلاحیت ہوتی ہے (۲۴/۲۷ ؛ ۲۱/۱۰۵)- اور جب وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرلے جس سے یہ صلاحیت باقی نہ رہے' تو اُس سے عزت واقتدار چھن جاتا ہے (۱۳/۱۱ ؛ ۸/۵۳)- اس قانون کا سر رشتہ خدا کے اپنے ہاتھ میں ہے' اِس لئے' اُسے اس پر پورا پورا کنٹرول حاصل ہے کہ اس کے خلاف کچھ نہ ہونے پائے۔

۱۴ یہ حقیقت کہ خدا کے فیصلے اُس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق ہوتے ہیں' اور اُن کے خلاف کچھ نہیں ہوتا' خارجی کائنات کے نظم ونسق سے واضح ہے۔ تم دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے مقرر کردہ قانون کے مطابق' رات کی تاریکی کو دن کے اُجالے میں داخل کرتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی میں لے جاتا ہے۔ موت اور حیات کا سلسلہ کس طرح اُس کے قانون کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب زمین مردہ میں نشوونما دینے کی صلاحیت بیدار ہو جاتی ہے' تو اُس سے نباتات اُگتی ہے جو زندگی کا لہلہاتا نشان ہے۔ لیکن جب وہی پودا' اپنا رشتہ زندگی بخش عناصر سے منقطع کر لیتا ہے' تو اُس کی زندگی موت سے بدل جاتی ہے۔

لہٰذا' یہاں اُصول یہ کارفرما ہے کہ جب اور جہاں بھی' نظامِ زندگی' قانونِ خداوندی کے مطابق ہو جائے' تو اِس سے سامانِ زیست اِس قدر فراوانی سے ملتا ہے جو تمہارے حساب وشمار سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

۱۳ ظاہر ہے کہ اِس نظام کی رُو سے دنیا کے انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ـــــ ایک وہ جو اِس نظام کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیں گے' انہیں مومنین کہا جائے گا- دوسرے وہ جو اُس کی مخالفت کریں گے ـــــ یہ 'کفار' یعنی نہ ماننے والے' کہلائیں گے ـــــ اِن دونوں گروہوں میں اُصولی اختلاف اور مخالفت ہوگی-

اب ظاہر ہے کہ جماعتِ مومنین کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں ہوگا کہ وہ جماعتِ کفار کو اپنا دوست اور رفیق بنالے- انہیں یہ تعلقات' صرف مومنین کے ساتھ وابستہ رکھنے ہوں گے- جو اِن (مخالفین

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣١﴾

کو اپنا) دوست بنائے گا' اُس کا نظامِ خداوندی سے کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہے گا (۱۹ — ۳/۱۱۴ ؛ ۴/۲۲ : ۶/۴۴)۔ (لہٰذا اے جماعتِ مومنین!) تمہیں (ان مخالفین سے) بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے اور اپنی حفاظت کا پورا پورا سامان تیار رکھنا چاہیئے۔ تمہیں بڑی شدت سے خدا کے قانونِ مکافات کی احتیاط اور نگہداشت کرنی چاہیئے۔ وہی تو تمہارا آخری مقام اور پناہ گاہ ہے۔

(۲۹) ہم نے بات بالکل واضح کر دی ہے۔ اس کے بعد جو تم میں سے سمجھتا ہے کہ وہ ان (مخالفین) سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کر سکتا (یا کرنا نہیں چاہتا) تو وہ ادھر سے ہٹ کر کھلے بندوں اُن کے ساتھ جا ملے۔ یہ غلط ہے کہ تمہارے دل میں کچھ اور ہو اور ظاہرا روش کچھ اور — اس روش سے' بالآخر' حاصل کیا ہو گا' جبکہ حالت یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے' تم اُسے چھپاؤ یا ظاہر کرو' وہ خدا کے قانونِ مکافات سے کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ تمہارے دل کے پردے کیا شے ہیں' کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' وہ ان سب سے باخبر ہے۔ اور' صرف باخبر ہی نہیں' سب پر کنٹرول بھی اُسی کا ہے۔

(۳۰) اسی قانونِ مکافات کے مطابق' ہر شخص' ظہورِ نتائج کے وقت' اپنے اپنے کام کے نتیجہ کو — خواہ وہ خوش آیند ہو یا ناپسند — اپنے سامنے موجود پائے گا' اگرچہ وہ ہزار جان سے چاہے گا کہ اُسکے اعمال کا ناپسندیدہ نتیجہ اس سے کوسوں دور رہے۔ (لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا)۔ اس لئے خدا کے قانونِ مکافات سے ہر وقت محتاط رہنا چاہیئے۔

انفرادی طور پر' تمہیں اس قانون کی سخت گیری کچھ اچھی نہیں لگے گی' لیکن اگر تم' انسانیت کے مفادِ کلی کو سامنے رکھو' تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قانونِ مکافات کی سخت گیری نوعِ انسان کے لئے باعثِ رافت و رحمت ہے۔ اس لئے کہ اگر قانونِ عدل کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے' یا وہ رعایتیں برتنے لگ جائے' تو انسانوں کے لئے جینا محال ہو جائے۔

(۳۱) اب اس نظام کی عملی تشکیل کی طرف آؤ۔ اس کے لئے' ان (مومنین) سے کہہ دو کہ اگر تم اس

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣١﴾ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٢﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾

نظامِ خداوندی کو واقعی دل سے پسند کرتے ہو' تو تم اس کی پوری پوری اطاعت کرو اور میرے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ۔ خدا کا نظام تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما کرے گا۔ اور تمہاری کوششوں کو ثمربار۔ تمہاری کوتاہیوں اور نادانستہ لغزشوں کے مضر اثرات سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔ اس لئے کہ اس کا قانون تخریبی قوتوں کے خلاف سپر کا کام بھی دیتا ہے اور انسانوں کی نشوونما کا سامان بھی بہم پہنچاتا ہے۔

پس یہ ہے' نظامِ خداوندی کی تشکیل و استحکام کا عملی طریقہ ـــــــ یعنی قانونِ خداوندی کی پوری پوری اطاعت۔ لیکن اپنے اپنے طور پر نہیں' بلکہ اجتماعی حیثیت سے' (اس نظام کے مرکز یعنی) رسول کے فیصلوں کے مطابق' قانونِ خداوندی کی اطاعت۔

جو لوگ اس نظامِ اطاعت سے روگردانی کریں' تو یہ کفر ہو گا' اسلام نہیں ہو گا۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ کفر کی رَوش خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے (۳/۱۳) یہ نظام پہلی بار نہیں بھیجا گیا۔ اس مقصد کے لئے' مختلف زمانوں میں' مختلف حضرات اور اقوام کو منتخب کیا جاتا رہا ہے ـــــ مثلاً انسان کی تمدنی زندگی کا ابتدائی دور جسے "داستانِ آدم" کے تمثیلی انداز میں بیان کیا جا چکا ہے (۲/۳۰-۳۹)۔ پھر دعوتِ نوحؑ کا دور۔ آلِ ابراہیمؑ کا دور۔ اُسی کی ایک شاخ' آلِ عمران (یعنی سلسلۂ موسیٰؑ و ہارونؑ) کا دَور ـــــ اور اب' آلِ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ آلِ اسمٰعیلؑ کا دور آیا ہے ـــــ

یہ سب ایک دوسرے کی نسل سے تھے۔ اُن کا یہ انتخاب یونہی عمل میں نہیں آ گیا تھا۔ اُس خدا کی طے کردہ اسکیم کے مطابق ہوا تھا جو سب کچھ سننے والا اور تمام حالات کا جاننے والا ہے۔

(دورِ آلِ عمران کی آخری شخصیت' عیسیٰؑ کی تھی۔ اس کے متعلق' اُسکے متبعین اور یہودیوں نے عجیب عجیب قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ـــــ خود اُس کی ذات کے متعلق۔ اُسکی والدہ کے متعلق۔ اُس کے مشن اور تعلیم کے متعلق اور اُس کی جماعت کے متعلق ـــــ ایسی غلط فہمیاں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ' اس نظامِ خداوندی کا داعی نہیں تھا' بلکہ کچھ اور ہی تعلیم دینے آیا تھا ـــــ اس لئے آگے بڑھنے سے پیشتر' ان غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٥﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ

اِس داستان کا آغاز اُس واقعہ سے کیا جاتا ہے جب آلِ عمران کی ایک عورت نے اپنے رَب کی منّت مانی کہ میں اپنے پیدا ہونے والے بچّے کو' تمام دُنیاوی علائق سے آزاد کر کے' تیرے لئے وقف کرتی ہوں (کہ وہ تیرے مقدس گھر' ہیکل' کی خدمت کرے)۔ اے میرے پروردگار! تو میری اِس نذر کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔ تو سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ اِس لئے تجھے معلوم ہے کہ میں نے کس حُسنِ نیت سے یہ منّت مانی ہے۔

(۳۵) اِس نے اپنے دِل میں خیال کیا تھا کہ پیدا ہونے والا بچّہ' لڑکا ہوگا جو ہیکل کا راہب بن جائے گا۔ اور اپنی پوری عمر' اُس کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا[1]۔ لیکن اُس کے ہاں پیدا ہوئی لڑکی! اِس سے اُس کے دل میں خیال گذرا کہ لڑکا پیدا ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔

لیکن خدا کو خوب معلوم تھا کہ اُس کے ہاں جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ کن خوبیوں کی مالک تھی' اور اُس نے آگے چل کر' خانقاہیت کی غیر خداوندی قیود کو توڑنے میں' کتنے بڑے انقلاب کا موجب بننا تھا۔ لہٰذا اگر وہ لڑکا ہوتا تو' اِس لڑکی کے برابر نہیں ہو سکتا تھا۔

بہرحال' اُس کی ماں نے کہا کہ میں اِس کا نام مریم رکھتی ہوں - اور اسے ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں۔ میں دُعا کرتی ہوں کہ خدا اِسے' اور (جب یہ بعد میں شادی کرے تو) اِس کی اولاد کو' شیطانِ مردود کے وَسَاوِس سے محفوظ رکھے۔

[1] یہودیوں کے ہاں شروع میں خانقاہیت کا رواج نہیں تھا - یہ بہت بعد کی اختراع ہے۔ اُنکی تاریخ بتاتی ہے کہ اُن کے ہاں' یہ رواج' حضرت عیسٰیؑ سے کچھ ہی پہلے شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ہیکل کی خانقاہیں صرف مرد راہب تھے۔ پھر راہبات کا سلسلہ شروع ہوا تو انہیں صرف زمانۂ قبل از حیض تک وہاں رہنے کی اجازت تھی۔ پھر اِس میں یہ ترمیم ہوئی کہ اِن راہبات کی شادی ہیکل کے پیشواؤں کی جماعت کے اندر ہو سکتی تھی۔ آخر کار یہ راہبات' عیسائی (NUNS) کی طرح ساری عمر تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مریم کی والدہ نے منّت مانی ہے تو اُس وقت راہبہ کے لئے شادی کا دَروازہ کھلا تھا لیکن اُسے شادی صرف ہیکل کے پیشواؤں کے اندر کرنی ہوتی تھی۔ حضرت مریم نے اسی (غیر خداوندی) رَسمِ خانقاہیت کو توڑا تھا۔

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۸﴾

فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢـا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا

وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۴۰﴾

---

۳۷ سو اُس کے رب نے' اُس کی منّت کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور مریم کی پرورش کا نہایت عُمدہ اِنتظام کر دیا۔ یعنی اُسے زکریاؑ (جیسے نیک انسان) کی کفالت میں دے دیا۔ مریمؑ اپنے زہد و ریاضت کی بنا پر اِس درجہ مرجعِ اَنام بن گئی کہ اس کے پاس نذر و نیاز کی چیزیں آنی شروع ہو گئیں۔ چنانچہ جب کبھی زکریاؑ عبادت گاہ (قربان گاہ) میں آتا تو مریمؑ کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھتا۔ وہ (بربنائے احتیاط) اُس سے پوچھتا کہ اے مریم! تجھے یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں۔ (کیونکہ اُس کی کفالت تو زکریاؑ کے ذِمّے تھی)۔ وہ' اِس کے جواب میں کہہ دیتیں کہ (اُنہیں یہ چیزیں ہیکل کا کوئی آدمی نہیں دیتا بلکہ) یہ اللہ کی طرف سے آجاتی ہیں۔ (یعنی جو لوگ اللہ کی نذریں مانتے ہیں' وہ دے جاتے ہیں)۔ اللہ اپنی مشیّت کے پیمانوں کے مطابق اِس طرح رزق کا سامان مہیا کر دیتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے خیال میں نہیں ہوتا۔ (مریمؑ کا مقبولِ خلائق ہو جانا اِسکا ذریعہ بنا)۔

۳۸ اُس وقت تک زکریاؑ کے ہاں' اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔ اُس لڑکی کی پرورش سے اُس کے دل میں اولاد کی خواہش بیدار ہوئی' اور یہ دُعا بن کر اُس کے لب تک آگئی کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! مجھے بھی اپنے ہاں سے اچھی اولاد عطا فرما۔ تو دعاؤں کا سننے والا ہے (۱۹/۵ـ۱)۔

۳۹ وہ ابھی قربانگاہ میں کھڑا' محوِ دُعا تھا کہ ملائکہ نے اُسے آواز دی اور کہا کہ اللہ تمہیں (ایک بیٹے) یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے۔ وہ قانونِ خداوندی کو سچ کر دکھانے والا ہوگا۔ ایک بڑی جماعت کا لیڈر' صاحبِ نظم و ضبط اور بلند ترین صلاحیتوں کا مالک۔

۴۰ (زکریاؑ اِس خوشخبری سے خوش تو ہو گیا' لیکن جب اُسے اپنے طبیعی موانعات کا خیال آیا تو اُس نے کہا کہ) اے میرے پروردگار! میرے ہاں اب لڑکا پیدا ہونے کا کونسا وقت ہے' جبکہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں' اور میری بیوی بانجھ ہے۔ (کیا مجھے وہ بیٹا اِسی طرح ملے گا جس طرح یہ بیٹی' مریمؑ مل گئی ہے' یا وہ میرے اپنے ہاں پیدا ہوگا؟)۔ اللہ نے کہا کہ (نہیں۔ مریمؑ کی طرح نہیں بلکہ) اِسی

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

طرح جیسے میرے قانونِ مشیت کے مطابق اولاد پیدا ہوا کرتی ہے۔ (بوڑھے مرد اور عقیم عورت میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا بیدار ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں۔ چنانچہ اُن کی صورت میں یہی ہوا تھا (۲۱/۹۰)۔

اُس نے کہا کہ اِس ضمن میں کوئی خاص حکم ہو تو ارشاد فرما دیجئے۔ خدا نے کہا کہ اِس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تم تین شب و روز، تندرست ہونے کے باوجود، لوگوں سے بات نہ کرو، سوائے اشارہ کے[۱] (۱۹/۱۰)۔ قانونِ خداوندی کو شدت سے اپنے سامنے رکھو۔ اور (باقی، جس طرح تمہارا معمول ہے) اپنے فرائض کی تکمیل میں صبح شام مصروفِ سعی و عمل رہو۔

زکریا کے اِس ضمنی تذکرہ کے بعد پھر مریم کی بات شروع کی جاتی ہے۔

(اب مریم جوان ہو چکی تھی۔ خانقاہیت کی زندگی میں راہبہ کنواریوں کی طرف عام پجاریوں کی للچائی ہوئی نظریں جس بری طرح اٹھتی ہیں، تاریخ اِس پر شاہد ہے، بالخصوص جب انہوں نے یہ قانون بھی وضع کر رکھا ہو کہ راہبات اُن پیشواؤں کے اندر ہی شادی کر سکتی ہیں (زکریا تو مردِ صالح تھے لیکن دوسرے پجاری ان جیسے نہیں تھے)۔ لیکن مریم بڑی پاکباز تھی اور پاکباز رہنا چاہتی تھی۔ وہ، اِن پیشواؤں کی آلودہ نگہی سے سخت متنفر تھی۔ اِس لئے، اُسے اب ہیکل کی زندگی بڑی مخدوش نظر آتی تھی۔ چنانچہ وہ دن رات اسی کشمکش میں مبتلا رہنے لگی) تا آنکہ اس کے دل میں، خدا کی طرف سے، یہ اطمینان پیدا کر دیا گیا کہ وہ گھبرائے نہیں۔ ایسے سامان پیدا کر دیئے جائیں گے کہ وہ ہیکل کی ہوس کارانہ فضا سے نکل کر، اپنی مرضی کے مطابق، گھر کی پاک اور صاف زندگی بسر کرے اور اس طرح (رسمِ خانقاہیت کے خلاف جہاد کر کے) اپنے دور کی تمام عورتوں سے ممتاز ہو جائے۔ [اُسے یہ اطمینانِ قلب ملائکہ کے ذریعے اسی طرح دلایا گیا تھا جس طرح مومنین کو ملائکہ کے ذریعے بشارتیں ملتی ہیں (۴۱/۳۰) اور اُن کے سکونِ قلب کا سامان پیدا کر دیا جاتا ہے۔ (۸/۱۲ ؛ ۹/۲۶)]

اُس سے کہا گیا کہ وہ اپنے اندر ہمت اور حوصلہ پیدا کرے اور خانقاہیت کی غیر خداوندی پابندیوں

[۱] یہودیوں میں روزہ رکھا جاتا تھا جس میں بولنا بھی منع تھا (۱۹/۲۶)۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

کو توڑ کر اپنی فطری صلاحیتوں کو قانونِ خداوندی کے مطابق صرف کرنے کا تہیہ کرلے۔ اور یوں' اُس تجرّد اور علیحدگی کی زندگی کو چھوڑ کر' اُسی طرح توانین خداوندی کی پابندی کرے جس طرح دُنیا کے دوسرے لوگ کرتے ہیں۔

(۴۴) مریمؑ کے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ پجاریوں نے فیصلہ کیا کہ اب اُسے زکریاؑ کی کفالت میں نہیں رہنے دیا جائے گا۔ لیکن چونکہ اس باب میں خود ان کے اپنے اندر بھی اختلاف تھا (اور ہر ایک چاہتا تھا کہ مریمؑ، اسکی کفالت میں آجائے) اسلئے انہوں نے کہا کہ اسکا فیصلہ قرعہ اندازی سے کرلیا جائے۔

یہ واقعات وہ ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ ہم تمہیں (اے رسولؐ!) ان کا علم وحی کے ذریعے دے رہے ہیں۔ (اس لئے یہ حقیقت پر مبنی ہیں' اور اُن بے بنیاد باتوں کے ازالہ کا موجب ہیں جو لوگوں نے اس سلسلہ میں خواہ مخواہ پھیلا رکھی ہیں)۔

(۴۵) اسی سلسلہ میں' ملائکہ نے مریمؑ سے کہا تھا کہ خدا تمہیں' اپنی طرف سے ایک بات کی خوشخبری دیتا ہے۔ یعنی ایک بیٹے کی جس کا نام مسیحؑ (اور) عیسےٰؑ ابن مریم ہوگا۔ دُنیا میں صاحبِ وجاہت اور آخرت میں خدا کے مقربین میں سے۔

(۴۶) تندرست و توانا۔ چھوٹی عمر میں خوب باتیں کرنے والا اور پختہ عمر تک پہنچنے والا ($\frac{۵}{۱۱۰}$) نہایت عمدہ صلاحیتوں کا مالک' پاکباز انسان۔ (اس سے اُن توہمات کا دُور کرنا مقصود تھا جو ایک راہبہ کے دل میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے ہیں کہ وہ' خانقاہیت کی شریعت کے علی الرغم' متاہل زندگی اختیار کر رہی ہے۔ اس سے کہیں وہ یا اس کا بچہ کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ بعض اوقات اس قسم کے توہمات کا ایسا نفسیاتی اثر ہوتا ہے کہ سچ مچ ایسا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا' اُس کے دل سے ان خیالات کا دُور کرنا ضروری تھا)۔

(۴۷) اس پر مریمؑ نے (زکریاؑ کی طرح - $\frac{۳}{۳۹}$) تعجب سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں ایک

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۬ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

کنواری راہبہ ہوں ـــــ راہبہ کے ہاں اولاد کا کیا سوال؟ ـــــ اس کے جواب میں اُس سے وُہی کچھ کہا گیا جو زکریا سے کہا تھا (۳/۴۰) کہ یہ خدا کے اُس قانونِ مشیت کے مطابق ہوگا جس کی رو سے عام تخلیق ہوتی ہے ـــــ وہ قانون جو اِس اُصول پر مبنی ہے کہ خدا جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے ساتھ ہی اُس اسکیم کا آغاز ہو جاتا ہے (۲/۱۱۷)-

۴۷ مریمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ تمہارا بیٹا، عام لڑکوں جیسا نہیں ہوگا۔ خدا اسے کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا ـــ یعنی توریت و انجیل کا علم عطا کرے گا۔ اور یوں اُسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔

۴۸ وہ اِس مُردہ قوم سے کہے گا کہ میں تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے زندگی بخش پیغام لے کر آیا ہوں۔

میں، اِس وحی کے ذریعے، تمہیں ایسی حیاتِ نو عطا کر دوں گا جس سے تم اپنی موجودہ پستی (خاک نشینی) سے اُبھر کر، فضا کی بلندیوں میں اُڑنے کے قابل ہو جاؤ گے، اور اس طرح تمہیں فکر و عمل کی رفعتیں نصیب ہو جائیں گی (۶/۱۲۲)-

یہ آسمانی روشنی، تمہاری بے نور آنکھوں کو ایسی بصیرت عطا کر دے گی جس سے تم زندگی کے صحیح راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ گے۔

اس سے تمہاری قوم کی ویران کھیتی، جس پر تر و تازگی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا، پھر سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔ تمہاری وہ کمینہ خصلتیں دور ہو جائیں گی جن کی وجہ سے تمہیں کوئی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔

مختصراً یہ کہ ذِلت و خواری کی وہ موت، جو اِس وقت تم پر چاروں طرف سے چھا رہی ہے (۳/۱۱۱) ایک نئی زندگی میں بدل جائے گی (۶/۱۲۳)-

وَأَطِيعُونِ ﴿٤٩﴾ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥٠﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ

وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥١﴾

میں، (تمہارے موجودہ نظام سرمایہ داری کی جگہ) ایسا نظام قائم کروں گا جو اس کا جائزہ لیتا رہے گا کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں سے کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کسقدر ذخیرہ (HOARDING) کرتے ہو کہ اس سے ناجائز نفع کمایا جائے۔

اس قانون اور نظام میں تمہارے لئے باز آفرینی (ایک نئی زندگی حاصل کر لینے) کی بہت بڑی نشانی ہے، بشرطیکہ تم اس کی صداقت پر یقین کرو۔

۴۹ وہ، بنی اسرائیل سے یہ بھی کہے گا کہ یہ قانون، جو مجھے وحی کے ذریعہ ملا ہے، کوئی نیا قانون نہیں۔ یہ اُن باتوں کو سچا کر دکھائے گا جو، اس سے پہلے تورات میں آ چکی ہیں۔ اور جو خود ساختہ پابندیاں تم نے (شریعت کے نام سے) خواہ مخواہ اپنے اوپر عائد کر رکھی ہیں، ان سے تمہیں آزاد کرے گا۔

غرضیکہ وہ ان سے کہے گا کہ میں تمہارے نشوونما دینے والے کا قانون حیات لایا ہوں۔ تم اس قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ تم اس طرح کرو جس طرح میں کہتا ہوں۔ (اس سے تم میں وہ اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جو دین کا مقصود ہے)۔

۵۰ اُس نظام کی بنیاد اس ایمان پر ہے کہ تمہاری اور میری، سب انسانوں کی نشوونما کا ذمہ دار خدا ہے، اس لئے محکومیت صرف اسی کی اختیار کی جا سکتی ہے۔

یہ ہے وہ سیدھی اور متوازن راہ جو تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیگی۔

۵۰ (یہ باتیں ہم نے مریمؑ سے کہی تھیں۔ اُس کے بعد عیسٰیؑ پیدا ہوئے اور اپنے وقت پر انہیں خدا کی طرف سے نبوت ملی۔ اُنہوں نے اُسی انقلابی پروگرام کو، جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، بنی اسرائیل تک پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ اس پیغام کی مخالفت، ہیکل کے مذہبی پیشواؤں اور نظام سرمایہ داری کے دیگر علمبرداروں کی طرف سے ہوتی تھی، اور ہوئی)۔ چنانچہ جب عیسٰیؑ نے محسوس کیا کہ قوم اُس پیغام کو ماننے کے لئے تیار نہیں تو اُس نے اُن لوگوں کو الگ کر لینا چاہا جو اُس پر ایمان لا چکے تھے۔ اس مقصد کے لئے، اُس نے آواز دی اور کہا کہ بتاؤ! اس نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے کون میرا مددگار بنتا ہے؟ اس پر قوم کے مخلص انسانوں نے کہا کہ نظامِ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

خداوندی کے قیام کے لئے ہم آپکے رفیق کار بنیں گے۔ ہم اس نظام کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں گے کہ ہم اس کی کس طرح اطاعت کرتے ہیں۔

۵۰ چنانچہ انہوں نے اپنے نشو ونما دینے والے سے اس کا اقرار کیا کہ ہم اس ضابطۂ ہدایت پر ایمان لاتے ہیں جسے تو نے نازل کیا ہے۔ ہم اس مقصد کے لئے تیرے اس رسول کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ سو تو ہمیں اُن میں شمار کر لے جن کی زندگیاں اس نظام کی صداقت کی جیتی جاگتی شہادت ہوتی ہیں۔

۵۳ یوں وہ قوم دو جماعتوں میں بٹ گئی۔ ایک حق کی حمایت کرنے والوں کی۔ دوسری اُس کے مخالفین کی۔ مخالفین نے عیسٰیؑ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے بڑے بڑے خفیہ طریقے اور تدبیریں شروع کر دیں۔ اُن کے مقابلے میں خدا نے (انہیں بچانے کے لئے) پوشیدہ اسباب و ذرائع پیدا کر دیئے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے تجویز کردہ طریقے بہر نوع بہتر ہوتے ہیں۔

۵۰ (اُن کی آخری تدبیر یہ تھی کہ عیسٰیؑ کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیا جائے اور اس طرح اُسے بزعم خویش "ذلت و رسوائی کی موت مار دیا جائے)۔ خدا نے عیسٰیؑ سے کہہ دیا کہ تم اطمینان رکھو۔ ان کی یہ سازش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی ـــ تم اپنی طبیعی موت مرو گے۔ میری طرف سے تمہارے مدارج بلند ہوں گے۔ میں تمہیں ان مخالفین کی دسترس سے بہت دُور لے جاؤں گا اور جو الزامات یہ تمہارے خلاف تراشتے ہیں، ان سے تمہاری بریت کروں گا۔ (اس وقت تمہاری جماعت کے افراد کمزور نظر آتے ہیں، لیکن آخرالامر) میں اُن لوگوں کو جو تیرا اتباع کریں گے، ہمیشہ کے لئے اُن پر فوقیت دوں گا جو تیرا انکار کر رہے ہیں۔

یاد رکھو! اس قسم کی کشمکش کے فیصلے، لوگوں کی اپنی اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کے مطابق نہیں ہوا کرتے۔ یہ ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے ہوتے ہیں جس کی طرف ہر ایک کھنچے چلا آ رہا ہے۔ جس کے دائرے سے کوئی بھی باہر نہیں رہ سکتا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۵۵﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۵٦﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۷﴾ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۵۸﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۵۹﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿۶۰﴾

---

۵۵ اِس قانون کی رُو سے' اُن لوگوں پر' جو قوانین خداوندی سے انکار کرتے ہیں' اِس دُنیا میں بھی (آخر الامر) سخت تباہی آتی ہے' اور آخرت میں بھی بربادی —— ایسی تباہی اور بربادی جس سے کوئی شخص اُنہیں بچا نہیں سکتا۔ کوئی ان کا یار و مددگار نہیں ہو سکتا۔

۵٦ اِن کے برعکس' جو لوگ اِن قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارے مقرر کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' انہیں' اُن کی محنت کا پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی کمی نہیں کی جاتی —— حقیقت یہ ہے کہ اللہ انہیں پسند ہی نہیں کرتا جو کسی کے حقوق میں کمی کریں۔

۵۷ یہ ہیں وہ پر از حکمت تاریخی حقائق اور قوانین جو تمہیں (اے رسول!) بذریعہ وحی دیئے جا رہے ہیں۔

۵۸ یہاں تک بات یہودیوں کے متعلق تھی۔ اب آؤ عیسائیوں کے اِس دعوے کی طرف کہ "عیسٰی بن باپ پیدا ہوتے تھے اور اس لئے وہ خدا کے بیٹے ہیں" سو ان سے کہہ دو کہ یہ تمہارے ذہن کی تراشیدہ باتیں ہیں۔ خدا کے نزدیک عیسٰی کی پیدائش کی بھی وہی کیفیت ہے جو ہر آدمی کی پیدائش کی ہوتی ہے —— انسان کے سلسلۂ پیدائش کی ابتداء مٹی (جمادات) سے ہوتی ہے' اور پھر وہ' خدا کی مقرر کردہ سکیم کے مطابق' مختلف مراحل طے کرتا ہوا' پیکرِ بشریت میں آ جاتا ہے (۲۲/۵ ؛ ۳۰/۲۰) —— اسی طرح عیسٰی کی پیدائش ہوئی تھی۔ (اس لئے نہ وہ' عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق خدا ہے' نہ خدا کا بیٹا)۔

۵۹ یہ ہے اِس باب میں اصلی اور حقیقی بات جو تیرے رب نے بیان کر دی ہے۔ سو تیرے لئے اِس معاملہ میں بحث و جدل کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

۵۹ اگر اِس علم و حقیقت کے بعد بھی' فریقِ ثانی جھگڑنے پر مصر ہو' تو اِن سے کہہ دو کہ میں' بس

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦١﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٢﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٣﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٤﴾

معاملہ میں جھگڑنا نہیں چاہتا۔ اگر تم دلائل و براہین اور علم و بصیرت کے باوجود حق کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے' تو ایسی صورت میں ہماری روش یہ ہوا کرتی ہے کہ ہم کنارہ کشی اختیار کر لیا کرتے ہیں۔ لہذا' ہم اپنے آپ کو' اپنے آدمیوں اور عورتوں کو اپنی طرف الگ کر لیتے ہیں' اور تم اسی طرح' اپنے آپ کو اور اپنے مردوں اور عورتوں کو لے کر ہم سے الگ ہو جاؤ۔ پھر ہم ایک دوسرے کے معاشرہ میں دخل نہ دیں (۱۵/۹۵ ؛ ۴۳/۱۰)۔ ہر ایک کو اپنے حال پر چھوڑ دیں' اور اپنے اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جائیں۔ نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ ہم میں سے کون جھوٹا ہے (۶/۱۳۶)۔

۶۱ یہ چیلنج تم پوری شد و مد سے دیدو۔ اس لئے کہ حقیقت وہی ہے جو تم سے بیان کی گئی ہے کہ کائنات میں خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ کوئی اس کی شانِ الوہیت میں شریک نہیں۔ سارا غلبہ و اقتدار' جو سراسر حکمت و بصیرت پر مبنی ہے' اسی کا ہے۔ اس لئے' عیسٰیؑ یا کسی اور کے الٰہ ہونے کا عقیدہ یکسر باطل ہے۔

۶۲ اگر یہ لوگ' عدم مداخلت کے اس قول و اقرار کے بعد' اس سے پھر جائیں' اور خواہ مخواہ فساد پر اتر آئیں' تو اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کرنا چاہیئے۔

۶۳ تم ان یہود و نصاریٰ (دونوں) سے کہو کہ ان جزئی باتوں کو چھوڑو' اور اس اصل الاصول کی طرف آؤ جس کے ماننے کے تم بھی دعویدار ہو' اور جس کی طرف ہم بھی دعوت دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ

اللہ کے سوا کسی اور (کے قوانین) کی محکومی اختیار نہ کی جائے۔

اس کے اس اقتدار و اختیار میں کائنات کی کسی شے کو شریک نہ کیا جائے۔ نہ ہی اس کے سوا' ہم ایک دوسرے میں سے کسی (انسان) کو خدائی اختیارات کا حامل سمجھیں۔

اگر یہ لوگ توحید کے اس مرکزی نقطہ پر جمع ہو جائیں تو ہو المراد۔ اور اگر اس سے روگردانی کرنا چاہیں' تو ان سے کہہ دو کہ تم جس طرف جانا چاہتے ہو جاؤ۔ ہم صرف ایک خدا کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اسے تم خود دیکھ رہے ہو۔

۶۴ ان سے کہو کہ تم (کم از کم) ابراہیمؑ کے بارے میں (جسے تم اپنا مورثِ اعلیٰ مانتے ہو)

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ حَٰجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٥﴾ مَا كَانَ إِبْرَٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ أَوْلَى ٱلنَّاسِ بِإِبْرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا ٱلنَّبِىُّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَدَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٨﴾ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٦٩﴾

یہ جھگڑے تو نہ نکالو کہ وہ یہودی تھا یا نصرانی (۳/۶۶) - وہ یہودی یا نصرانی کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تورات اور انجیل اس کے (بہت) بعد نازل ہوئی ہیں. کیا تم ایسی بدیہی بات سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے؟

۶۵ تم نے اُن باتوں کے متعلق جھگڑا کر کے دیکھ لیا جن کی بابت تمہیں پھر بھی کچھ نہ کچھ علم تھا (اور اُن میں بھی مُنہ کی کھائی) - اِس کے بعد سوچو کہ تم اُن معاملات میں کیا جھگڑ سکو گے جن کے متعلق تمہیں سرے سے کوئی علم ہی نہیں - (بتاؤ کہ مسلک ابراہیمی کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟) تمہیں اس کی بابت کچھ علم نہیں اور جھگڑتے ہو تم اُس خدا کے ساتھ جسے اس کا پورا پورا علم ہے -

۶۶ یاد رکھو! ابراھیمؑ نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی - یہ تمہاری خود ساختہ نسبتیں ہیں - وہ خالص مُسلم تھا - وہ دین میں گروہ بندیاں پیدا کرنے والے مشرکین میں سے نہیں تھا (۳۰/۳۱-۳۲) - یہ کچھ تم ہی کرتے ہو -

۶۷ پھر تمہارا ابراہیمؑ سے بھی کیا تعلق ہے؟ (محض اُس کی نسل سے ہونا اُس کے ساتھ کوئی تعلق پیدا نہیں کر سکتا) - اُس کے ساتھی اور قریبی وہ لوگ تھے جنہوں نے اُس کی ملت کا اتباع کیا (۱۶/۱۲۳) - اور اب اُس کا قریبی یہ نبیؐ ہے اور جماعت مومنین، جو اُس مسلک توحید کے علمبردار ہیں جس کی طرف ابراہیمؑ دعوت دیتا تھا - یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا کی رفاقت اور سرپرستی حاصل ہے -

۶۸ اِن اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم تھوڑی سی مداہنت اختیار کر لو (۶۸/۹) اور قرآن میں اُنکے مطلب کے مطابق کچھ تبدیلی کر دو (۱۰/۱۵) تو یہ تم سے مصالحت کر لیں - لیکن یاد رکھو! حق اپنے مقام پر قائم ہوتا ہے اور وہ اُس سے نیچے اُتر کر کسی سے مفاہمت نہیں کر سکتا - اس لئے اِن لوگوں کی یہ خواہش درحقیقت تمہیں حق سے روگردان کر دینے کی کوشش ہے. لیکن اِس قسم کی ناکام کوششوں سے یہ خود اپنے آپکو حق سے روگرداں کرتے ہیں، اور نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں -

۶۹ اِن سے کہو کہ تم قانون خداوندی سے کیوں انکار کرتے ہو، حالانکہ اُس کے سچے ہونے کی

يَاهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

اس قدر نشانیاں تمہارے سامنے موجود ہیں۔

۷۰ یہ صرف حق سے انکار ہی نہیں کرتے۔ ان کا اس سے بھی سنگین جرم یہ ہے کہ یہ حق اور باطل کو خلط ملط کر دیتے ہیں جس سے حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور حق کو چھپاتے بھی ہیں —— اور یہ کچھ دیدہ و دانستہ کرتے ہیں —— ان سے پوچھو کہ اس سے بالآخران کا مقصد کیا ہے؟

۷۱ (اے جماعت مومنین! آؤ، تمہیں بتائیں کہ ان لوگوں کی سازش کیا ہے؟) یہ اپنے لوگوں سے کہتے ہیں کہ جاؤ! صبح کے وقت، مسلمانوں کے دین میں (منافقانہ طور پر) شامل ہو جاؤ (لو اس طرح، ان میں گھل مل کر، دین کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کرتے رہو) اور شام کو اس سے انکار کر دو۔ اس سے یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ، اس دین کو ترک کر کے تمہارے ساتھ واپس آجائیں۔

۷۲ اور (یہ) اپنے لوگوں سے اس کی بھی تاکید کرتے ہیں کہ سوائے اُن لوگوں کے، جو تمہارے مسلک کا اتباع کریں، اور کسی کی بات پر اعتماد نہ کرو۔ نیز اُن سے کہتے ہیں کہ (اس کا تو تصور تک بھی دل میں نہ لاؤ کہ)، جو دین تمہیں دیا گیا تھا، اُس جیسا دین کسی اور کو بھی مل سکتا ہے، یا خدا کے حضور، تمہارے خلاف کسی کی حجت چل سکتی ہے۔ (یہ اپنے لوگوں کو اس طرح پکا کرتے رہتے ہیں)۔

ان سے کہو کہ

(۱) جہاں تک کسی کی بات ماننے کا تعلق ہے، اس میں ہماری بات یا تمہاری بات کا سوال ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ زندگی کا صحیح راستہ کونسا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صحیح راستہ وہی ہو سکتا ہے جو اللہ نے بتایا ہو۔ تم بتاؤ کہ وہ راہ نمائی تمہارے پاس موجود ہے؟

(۲) اب رہا یہ کہ جس قسم کا دین تمہیں ملا تھا، ویسا دین کسی اور کو نہیں مل سکتا سو

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۷۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۷﴾

اِس بات کا اختیار کسی انسان کو حاصل نہیں۔ اِس کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے۔ وہ اپنی مشیت کے مطابق جسے چاہتا ہے وحی سے نوازتا ہے۔ خدا کی نگہِ انتخاب تمہاری گروہ بندیوں میں گھر کر نہیں رہ سکتی۔ وہ بڑی وسعتوں کا مالک ہے اور لامحدود علم رکھتا ہے۔

۷۴ اِس وسعتِ علم کی بنا پر وہ خوب جانتا ہے کہ وحی کی امانت سونپنے کے لئے کونسا قلب سب سے زیادہ موزوں ہے۔ وہ صاحب فضلِ عظیم ہے۔ تمہارے جیسا تنگ نظر نہیں۔

۷۵ اِن اہلِ کتاب کے ہاں چونکہ دین ایک اجتماعی نظام کی شکل میں نہیں، محض انفرادی ضابطۂ اخلاق کی صورت میں ہے، اِس لئے ان میں، انفرادی طور پر ایسے لوگ مل جائیں گے کہ اگر اُن کے پاس چاندی سونے کا ڈھیر بھی بطور امانت رکھ دو، تو وہ، جوں کا توں، واپس کر دیں۔ اور ایسے بھی کہ اگر اُن پر ایک روپے کا بھی بھروسہ کرو تو وہ اُسے کبھی واپس نہ کریں، بجز اس کے کہ تم اُن کے سر پر (ڈنڈا لے کر) سوار رہو۔ یہ اس لئے کہ (جیسا کہ ہر گروہ بندی میں ہوتا ہے) اِن کے دل میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا گیا ہے کہ تم غیر اہلِ کتاب کے ساتھ جو جی میں آئے کرو، اس سے تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا۔ اور تماشا یہ کہ انہیں بتایا جاتا ہے کہ اِس بات کی اجازت خود خدا نے دے رکھی ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کے خلاف صریح کذب افترا ہے۔ اور (اِن کے مذہبی پیشوا جو عوام سے ایسا کہتے ہیں) خوب جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔

۷۶ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون، اس باب میں، انسان اور انسان میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ اُس کا قانون یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اپنا عہد پورا کیا، اور اس طرح قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کی، تو یہی لوگ ہیں جو خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں۔

۷۷ اس کے برعکس جو لوگ اپنے عہد معاہدہ، اور قول اقرار کو، جن کی پابندی کی تاکید قانونِ خداوندی

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

اِس شدت سے کرتا ہے' دنیاوی مفاد کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں' تو انہیں مفاد عاجلہ تو حاصل ہو جاتے ہیں' لیکن مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہو سکتا —— اور یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا کا فائدہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو' مستقبل کے مفاد کے مقابلہ میں اس کی کچھ قیمت نہیں ہو سکتی —— مستقبل کی خوشگواریوں کے سلسلہ میں قانونِ خداوندی ایسے لوگوں سے بات تک نہیں کریگا ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ اُن خوشگواریوں میں حصّہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی صلاحیتیں دب کر رہ جائیں گی۔ ان کی ذات کی نشو و نما نہیں ہوگی۔ اور اِس طرح یہ دردانگیز عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۷۸ ان میں (مذہبی پیشواؤں کا) گروہ ایسا ہے جو اپنی طرف سے باتیں وضع کرتے ہیں اور پھر انہیں وحیٔ خداوندی کے ساتھ اس طرح بٹ دیتے ہیں کہ وہ دونوں مل کر ایک ہی نظر آئیں' اور یوں انسانوں کی باتیں خدا کی شریعت بن جائیں۔ جب ان سے پوچھو تو پوری دیدہ دلیری سے کہدیتے ہیں کہ وہ باتیں بھی خدا ہی کی طرف سے ہیں حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ اِس طرح یہ لوگ دیدہ دانستہ' خدا کے خلاف جھوٹ بولتے اور افتراپردازی کرتے ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی باتیں منوائیں اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔

۷۹ لیکن یہ چیز دین کے بنیادی اُصول کے خلاف ہے۔ دین کا اُصول یہ ہے کہ محکومیت خدا کے قانون کے سوا اور کسی کی اختیار نہیں کی جا سکتی۔ اِس باب میں اُس کا فیصلہ یہ ہے کہ کسی انسان کو اِس کا حق حاصل نہیں کہ' خدا اُسے ضابطہ قوانین' حکومت اور نبوّت عطا کرے' اور وہ لوگوں سے

ملہ خدا کی طرف سے عطا شدہ ضابطہ قوانین (کتاب) میں رسول اور اس کے متبعین دونوں شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ کتاب' رسول کی وساطت سے دوسرے انسانوں کو بھی ملتی ہے۔ اسی طرح حکومت میں بھی۔ لیکن نبوّت میں نبی کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں ہوتا۔ اس لئے کتاب۔ حکومت اور نبوت کہنے سے نبی اور غیر از نبی' سب آگئے۔ دیکھئے ($\frac{6}{90}$ ؛ $\frac{45}{16}$)۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ۗ قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۰﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

یہ کہنا شروع کردے کہ تم خدا کے احکام کی جگہ میرے احکام کی اطاعت کرو۔ اس کی تعلیم یہی ہوگی کہ تم سب اُس کتاب خداوندی کی اطاعت سے' جس کی تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو اور' جس پر غور و تدبر سے اس کے مغز تک پہنچتے ہو' ربانی (یعنی اُس کے نظام ربوبیت کے علمبردار) بن جاؤ۔

وہ یہ بھی نہیں کہے گا کہ تم ملائکہ کی پرستش شروع کردو' یا نبیوں کو خدا بنالو' اور اس طرح اشخاص پرستی میں اُلجھ کر رہ جاؤ۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ تم تو قوانین خداوندی کے سامنے جھکنے کا عہد کرو اور وہ تمہیں کفر کی تعلیم دے؟

یہ سلسلۂ ہدایت کوئی نئی چیز نہیں' بلکہ ایک ہی پیغام ہے جو شروع سے اخیر تک مسلسل چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ انبیاءؑ کے ذریعے' اُن کی امتوں سے عہد لیا کرتا تھا کہ تمہیں یہ کتاب و حکمت دی گئی ہے' لیکن اس کے بعد' جب ہم (عند الضرورت) کوئی دوسرا رسول بھیجیں' جو اُس تعلیم کو سچا کر دکھائے جو تمہیں دی گئی تھی' تو تم نے گروہ بندانہ تعصب کی بنا پر اُس کی مخالفت نہ شروع کر دینا' بلکہ اس کی صداقت پر ایمان لانا' اور اُس کی مدد کرنا۔

یہ اس قدر اہم اُصول تھا کہ اللہ اُن سے بتاکید پوچھتا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور مجھ سے اس کا عہد کرتے ہو (کہ ایسا ہی کروگے)؟ وہ کہتے کہ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں (یعنی یہ چیزیں ان کا جزو ایمان ہوتی تھیں)۔ اس پر اللہ ان سے کہتا کہ اب تم نے اپنے اس عہد و اقرار کی نگرانی کرنا۔ اور میں بھی اس کی نگرانی کروں گا (کہ تم اسے نباہتے ہو یا نہیں)۔

یہ اقرار اُمم سابقہ سے لیا جاتا تھا۔ (ایک اقرار خود انبیاءؑ سے بھی لیا جاتا تھا جس کا ذکر (۳۳/۷) میں آئے گا)۔

اسی سلسلۂ رشد و ہدایت کے مطابق' اب یہ خدا کا آخری نبی آیا ہے۔ اس کی آمد کا اقرار بھی اِن (یہود و نصاریٰ) سے لیا گیا تھا۔ لیکن یہ اس عہد و اقرار سے رُوگردانی کرتے ہیں۔ سو

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾

ظاہر ہے کہ جو بھی اِس قسم کے عہد و پیمان سے روگردانی کرے گا' وہ یقیناً سیدھی راہ سے منحرف ہوگا۔

۸۳ یہی ہے وہ دین جو انسانوں کو شروع سے ملتا چلا آرہا تھا' اور اب' اس قرآن کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ (یعنی اطاعت صرف قوانین خداوندی کی ہے' اور بس!)۔ تو کیا یہ لوگ اِس دین (نظامِ زندگی) کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کوئی بھی ہے' قانونِ خداوندی کے سامنے جھکا ہوا ہے' اور اُسے اس قانون کی اطاعت سے مفر نہیں (۱۳/۱۵)۔ خارجی کائنات کی ہر شے' قانونِ خداوندی کی اطاعت' طوعًا (بطیب خاطر) کر رہی ہے (۴۱/۱۱)۔ اُن کی تخلیق ہی اِس طرح ہوئی ہے۔ باقی رہے انسان' سو انہیں خدا کے قوانینِ طبیعی کی اِطاعت تو بہرحال کرنی ہوتی ہے۔ اِس میں یہ مجبور ہیں۔ جہانتک اخلاقی قوانین کا تعلق ہے' بعض لوگ طوعًا (دل کی رضامندی سے) ان کی اطاعت کرتے ہیں (انہیں مومن کہا جاتا ہے) اور دوسروں کو زمانے کے تقاضے مجبور کر کے' اِن قوانین کی طرف لے آتے ہیں' اِس لئے انہیں اِن کی اطاعت کرہًا (مجبورًا) کرنی پڑتی ہے اِس طرح' کائنات کی ہر شے کی گردش قانونِ خداوندی کے محور کے گرد ہوتی ہے' اور جو لوگ اوّلاً اِس سے روگردانی کرتے ہیں انہیں بھی بالآخر اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوتا ہے۔

۸۴ اِن سے کہہ دو کہ ہم اِس دین (نظامِ زندگی) کو طوعًا (بطیب خاطر) اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اِس کے لئے ہم' خدا کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ وحی' جو اب ہماری طرف نازل ہوئی ہے' اساسًا اور بنیادًا وہی ہے جو اِس سے پہلے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد (میں سے انبیاءؑ) پر نازل ہوئی تھی۔ اور جو موسٰےؑ اور عیسٰےؑ اور دیگر انبیاء کو دی گئی تھی (۲/۱۳۶)۔ ہم اِن تمام انبیاء کو دینِ خداوندی کا پیامبر سمجھتے ہیں اور اس اعتبار سے ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

یہ ہے وہ طریق جس سے ہم قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکتے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

---

۸۴ اِس نظام کا نام ہے الاسلام۔ اور یہی نظام، خدا کی طرف سے، تمام عالم اِنسانیت کے لئے تجویز ہوا ہے۔ سو جو قوم اِس نظام کے علاوہ، زندگی کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہے، تو میزانِ خداوندی میں اُس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اِس سے اُس قوم کو مفاد عاجلہ تو حاصل ہو سکتے ہیں، لیکن مستقبل میں وہ سخت نقصان میں رہیگی۔

۸۵ اب رہے وہ (بدنصیب) جو ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لیں۔ یعنی صحیح اسلامی نظام قائم ہو جانے کے بعد، پھر غیر اسلامی نظام کی طرف لوٹ جائیں، درانحالیکہ (اِس نظام کے درخشندہ نتائج نے) یہ بات واضح کر دی تھی کہ اُن کے رسول نے جو کچھ کہا تھا وہ کس قدر حقیقت پر مبنی تھا!

سو ظاہر ہے کہ جو قوم، صداقت کو اِس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد بھی اِس نظام سے سرکشی اختیار کر جائے، تو اُس پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کس طرح کھل سکتی ہے؟

۸۶ یاد رکھو! ان لوگوں کی رَوِش کا نتیجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ نظامِ خداوندی کے خوشگوار ثمرات سے بھی محروم رہیں۔ کائناتی قوتوں کی برکات بھی اِن کے حصّے میں نہ آئیں۔ اور اقوامِ عالم بھی انہیں ذلیل و خوار سمجھ کر اپنے سے دُور دُور رکھیں، اور یوں اُنہیں ہر طرف سے محرومی و نامرادی کی پھٹکار پڑے۔

۸۶ یہ ذلت و خواری ان پر مسلّط رہے گی، اور (خدا اور رسول کا زبانی اقرار) ان کی سزا میں ذرا سی تخفیف نہیں کر سکے گا، اور نہ ہی ان کے اعمال کے نتائج کے ظہور میں تاخیر کی جائے گی۔ وہ اسی دنیا میں ان کے سامنے آ جائیں گے۔

۸۸ اب سوال یہ ہے کہ ان کے لئے اِس ذلت و محرومی کے عذاب سے نکلنے کی کوئی صورت بھی ہوگی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿۸۹﴾
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿۹۰﴾

یا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو جائیں گے؟ ان کے بچ نکلنے کا امکان ہے۔ اور اس کی شکل یہ ہے کہ جس دوراہے پر ان کے قدم غلط راستے کی طرف اُٹھ گئے تھے، یہ پلٹ کر پھر وہیں جائیں۔ وہاں سے سیدھا راستہ اختیار کریں، اور خدا کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اِس طرح یہ ہلاکت سے بھی محفوظ رہ جائیں گے اور انہیں سامان نشو و نما بھی مل جائے گا۔

۸۹ لیکن اگر یہ ایسا نہ کریں، اور زبان سے توبہ توبہ کہتے لیکن عملاً اُسی غلط راستے پر چلتے رہیں، اور اس میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں، تو ظاہر ہے کہ غلط راستے پر چلنے والا صحیح منزل پر کس طرح پہنچ سکتا ہے؟

۹۰ پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اِس بازآفرینی کا امکان اسی زندگی تک ہے۔ اِس کے بعد اگر یہ چاہیں کہ زندگی کی سرفرازیاں نصیب ہو جائیں تو ایسا ہونا ناممکن ہوگا خواہ یہ اس کے بدلے میں، دنیا بھر کی دولت بھی کیوں نہ دینا چاہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب کی زندگی ہوگی اور کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اِس حالت میں ان کی کوئی مدد کرسکے۔

ختم تیسرا پارہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۱﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ
عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۲﴾
فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۳﴾

---

۹۱ اِس کے بعد سوال یہ سامنے آتا ہے کہ جو لوگ دنیا اور آخرت' دونوں میں کامیاب زندگی بسر کرنا چاہیں' وہ کیا کریں؟ بات سیدھی ہے۔ تم زندگی کی وسعتیں اور کشاد چاہتے ہو۔ اس کے لئے کرنا یہ ہوگا کہ (مال و دولت میں سے) جو چیزیں تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہوں' انہیں' صرف اپنے لئے سمیٹ کر نہ رکھو' بلکہ (نوعِ انسان کی عالمگیر ربوبیت کے لئے) کھلا رکھو۔ جو کچھ تم اِس طرح ربوبیت عامہ کے لئے' صرف کروگے' خدا کو اِس کا علم ہوگا' اِس لئے تمہارا کوئی عمل نظر انداز نہیں ہو پائیگا۔

۹۲ اس ضمنی سوال کے بعد پھر سابقہ موضوع کی طرف آؤ۔ یہود کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن میں بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے جو اُن کے ہاں حرام ہیں' اس لئے اِس کا یہ دعوے کس طرح صحیح قرار پاسکتا ہے کہ یہ اُسی دین کا پیامبر ہے جو انبیائے سابقہ کو دیا گیا تھا؟ (۲/۱۰۹)۔

ان سے کہو کہ تم ابراہیمؑ کو اپنا مورثِ اعلیٰ مانتے ہو۔ جو چیزیں اُس کی ملت میں حرام تھیں اُنہی کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے (۳/۹۳)۔ باقی چیزوں کے متعلق ہوا یہ تھا کہ نزولِ تورات سے پہلے' یعقوبؑ (اسرائیل) نے بعض چیزوں کو اپنی ذات پر حرام قرار دے لیا تھا۔ سو یہ چیزیں' خدا کی طرف سے' ابدی طور پر حرام قرار نہیں دی جا سکتیں۔ نیز بعض چیزوں کو' یہودیوں پر' بطورِ سزا حرام قرار دیا گیا تھا (۶/۱۴۶ ؛ ۴/۱۶۰)۔ تم تورات لاؤ اور اُس میں یہ دکھاؤ کہ کونسی چیزیں تھیں جو ملتِ ابراہیمیؑ میں ابدا حرام قرار دی گئی تھیں اور انہیں اب حلال قرار دے دیا گیا ہے؟ یہ سب باتیں تم نے خود وضع کی ہیں' اور انہیں منسوب کرتے ہو خدا کی طرف!

۹۳ یاد رکھو! جو اِس طرح حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی' خدا پر بہتان باندھے تو یہ لوگ'

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۵﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

عدالتِ خداوندی میں' مجرمین کی صف میں کھڑے ہوں گے۔

۹۴ اِن سے کہو کہ سچی بات وہی ہے جسے خدا نے بتا دیا ہے۔ اِس لئے' تمہیں چاہیئے کہ اپنی کٹ حجتی چھوڑ کر' ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرو۔ (ہماری دعوت بھی وہی ہے)۔ ابراہیمؑ نے' ہر طرف سے مُنہ موڑ کر' خالص خدا کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ مشرکین میں سے نہیں تھا (کہ خدا کے قانون کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی ملا لیتا)۔

۹۵ اِن کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن نے 'بیت المقدس کی بجائے' کعبہ کو کیوں مرکز قرار دیا ہے؟ (۲/۱۴۴)۔ اِن سے کہو کہ' دنیا میں سب سے پہلے جس مقام کو نوعِ انسان کا مرکز تجویز کیا گیا تھا' وہ مکہ تھا۔ اسی مرکز سے' اقوامِ عالم کو ثبات و استحکام اور نشو و نما کا سامان ملنا تھا' اور اسی کو وہ روشنی کا مینار بننا تھا جس سے عالمگیر انسانیت کے سامنے زندگی کا صحیح راستہ آسکے۔

۹۶ یہ راہ نمائی بڑی بیّن اور واضح ہے۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں سے ابراہیمؑ کو اقوامِ عالم کی امامت کا بلند مقام حاصل ہوا تھا (۲/۱۲۴ - ۲/۱۲۵)۔ اِس کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ' جو شخص بھی اِس مرکز میں داخل ہو جائے' اُسے ہر طرف سے امن و سلامتی حاصل ہو جائے گی۔ اِس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں (۲۲/۲۵)۔ سو جو لوگ بھی اِس تک پہنچنے کی استطاعت رکھیں' وہ یہاں جمع ہوں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جس نظام کا یہ مرکز ہے وہ نوعِ انسان کے لئے کس قدر منفعت بخش ہے (۲۲/۲۸)۔ بشرطیکہ' اُن کا اِس طرح جمع ہونا خالص خدا کے لئے ہو' گروہ بندانہ مصلحتوں کے پیشِ نظر نہ ہو۔

یہ ہیں اِس مرکزِ نظامِ خداوندی کی خصوصیات۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ اِس قسم کے نظام' اور اُس کے مرکز سے انکار کریں' وہ اپنا ہی نقصان کریں گے۔ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ خدا تو تمام اقوامِ عالم سے بے نیاز ہے۔

۹۷ اِن اہلِ کتاب سے کہو کہ تم (اِس قسم کے منفعت بخش) قوانینِ خداوندی سے کیوں انکار کرتے ہو؟

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ کا قانونِ مکافات اُس کی پوری پوری نگرانی کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آکر رہے گا۔

۹۸ ان سے کہو کہ تم' اِس نظام میں داخل ہونا نہیں چاہتے تو نہ ہو' لیکن' جو شخص اِس کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے' اُسے اِس کی طرف آنے سے کیوں روکتے ہو؟ نیز' تم یہ بھی چاہتے ہو کہ' خدا کی طرف لے جانے والی اُس سیدھی راہ میں' اُلجھاؤ پیدا کرو تاکہ لوگ' اُس کے پیچ و خم میں کھو کر رہ جائیں اور منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں' حالانکہ تم حقیقتِ حال سے اچھی طرح باخبر ہو۔ بہر حال' جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

۹۹ جو لوگ اِس نظام کی صداقت پر ایمان لا چکے' اور اِسے' اپنی زندگی کا نصب العین بنا چکے ہیں' انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ' اگر وہ' اِن اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی باتوں میں آکر ان کے پیچھے لگ گئے' تو وہ انہیں' اِن کے ایمان کے بعد' پھر حالتِ کفر کی طرف لوٹا دیں گے۔

۱۰۰ اے جماعتِ مومنین! تم حالتِ کفر کی طرف کس طرح لوٹ سکتے ہو؟ اِس لئے کہ ایمان کے راستے پر قائم رہنے کے لئے' دو بنیادی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ قوانینِ خداوندی (اپنی اصلی شکل میں) انسان کے سامنے ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ اُن قوانین پر عملی طور پر چلانے کے لئے' ایک زندہ اتھارٹی موجود ہو۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے ہاں موجود ہیں —— خدا کی کتاب اور اُس کا رسول۔

یاد رکھو! جس نے اِس کتاب' اور نظامِ خداوندی کے مرکز کو' محکم طور پر تھام لیا' اور اسے اپنی حفاظت کا ذریعہ بنا لیا' تو اُسے یقیناً' زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف راہ نمائی مل گئی۔ (جب تک تم میں قرآن' اور قرآن پر چلانے والا نظام باقی رہیگا تم گمراہ نہیں ہوگے)۔

۱۰۱ لہذا' تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اِس ضابطۂ خداوندی کی نگہداشت کرو' جیساکہ

وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾

نگہداشت کرنے کا حق ہے۔ اور یہ نگہداشت' محض ہنگامی اور وقتی طور پر نہ کرو' بلکہ اپنی ساری زندگی اِسی نہج پر گذار دو۔ اور جب تمہیں موت آئے' تو وہ بھی اِس عالم میں کہ تم قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکے ہوئے ہو۔

(۱۰۳) یاد رکھو! دین نہ انفرادی مسلک کا نام ہے' نہ گروہ بندیوں کے طریقے کا۔ لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم' سب کے سب' بلا استثناء' اجتماعی طور پر' اِس نظام کے ساتھ' محکم طور پر' وابستہ رہو اور امت میں فرقہ پرستی اور پارٹی بازی کو مت آنے دو (کہ فرقہ پرستی شرک ہے، (۳۰/۳۱—۳۲) اور پارٹی بازی' خدا کا عذاب (۶/۶۵)۔ تم ذرا اپنی پچھلی حالت کو یاد کرو' جب تم اجتماعی زندگی کے بجائے' فرقوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ خدا نے اُس حالت میں' تمہیں ایسا نظامِ زندگی عطا کیا جس سے (تم میں صرف ظاہرا اتحاد ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ) تمہارے دل ایک دوسرے سے جڑ گئے' اور تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے —— تمہارا اِس طرح' ایمان کے رشتے میں منسلک ہو کر' ایک برادری بن جانا' کتنا بڑا انعامِ خداوندی تھا —— تم' اِس سے پہلے' ہلاکت اور تباہی کے جہنم کے کنارے پہنچ چکے تھے' کہ اِس (نظامِ خداوندی) نے تمہیں' اُس میں گرنے سے بچا لیا۔

اللہ اِس طرح' اپنے قوانین و ضوابط' اور اُن کے نتائج و ثمرات' واضح طور پر بیان کرتا ہے' تاکہ زندگی کا صحیح راستہ تمہارے سامنے رہے۔

(۱۰۴) اِس نظام کے قیام سے مقصد یہ ہے کہ تم ایسی جماعت بن کر رہو (۹/۱۰۴ : ۲/۱۴۳) جس کا فریضہ یہ ہو کہ وہ تمام نوعِ انسان کو قرآن کی طرف دعوت دے (۳۳/۴۱)۔ اُن امور کو عملاً نافذ کرے جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرے' اور اُن سے رُکے جو اِس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں اور جو نہایت کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں (۲۳/۱)۔

(۱۰۵) یاد رکھو! تم نے کہیں اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو واضح قوانینِ خداوندی آ جانے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾

کے بعد فرقوں میں بٹ گئے ([illegible]) اور باہمدگر اختلافات کرنے لگ گئے۔ یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اس سے قومیں ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

۱۰۳ یہ دونوں گروہ ہمارے سامنے ہیں ——— ایک وہ جو نظامِ خداوندی کے رشتے میں منسلک ہو کر اُمّتِ واحدہ کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ دوسرے وہ جو فرقوں میں بٹ کر کفر و شرک کے مسلک پر چل نکلیں ——— پہلا گروہ وہ ہے جن کے چہرے کامیابیوں اور کامرانیوں سے چمک رہے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ذلّت اور رسوائیوں کی وجہ سے رُوسیاہ ہے۔

یہ روسیاہ وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی حالت کی طرف لوٹ گئے۔ یعنی فرقوں میں بٹ گئے۔ اُن کے اس کافرانہ مسلک کی وجہ سے اُن پر ذلّت اور تباہی کا عبرت انگیز عذاب چھا گیا۔

۱۰۳ جن کے چہرے روشن ہیں وہ خدا کی رحمتوں کے سائے میں ہیں (۱۱۹-۱۱۸/۱۱)۔ جب تک یہ وحدت اور اخوّت کی زندگی بسر کریں گے، خدا کی رحمتوں کے بادل ان پر سایہ فگن رہیں گے۔

۱۰۳ یہ ہیں قوموں کی موت و حیات کے متعلق وہ قوانین و ضوابط جنہیں خدا ایک حقیقتِ ثابتہ کے طور پر بیان کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو بڑا ظلم ہوتا کہ جن اصولوں کے تابع چلنے سے انسانی زندگی نے کامیاب ہونا تھا، وہ اُصول انسان کو نہ بتائے جاتے۔

۱۰۳ خدا نے یہ انداز کچھ تمہارے ہی لئے اختیار نہیں کیا۔ خارجی کائنات میں بھی اسی قسم کے قوانین و ضوابط کارفرما ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ اور ہر تدبیر کا قدم اُس کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ کائنات کی ہر اسکیم اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہی ہے۔

۱۰۳ فرق یہ ہے کہ خارجی کائنات میں خدا کے قوانین از خود کارفرما ہیں، اور انسانی

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

دُنیا میں' انہیں نافذ کرنے کے لئے' انسانوں کی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے ہم نے اُسے جماعتِ مومنین! تمہیں اُٹھا کھڑا کیا ہے تاکہ تم اس نظام قائم کرو جو عالمگیر انسانیت کے لئے نفع رساں ہو۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ تم اُن باتوں کا حکم دو جسے قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے' اور اُن سے روکو جو اِس کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں — لیکن' تم دوسروں سے یہ کچھ اُسی صورت میں کہہ سکتے ہو جب تم خود ان قوانین کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھو۔

اگر یہ اہلِ کتاب بھی' اِس نظام کی صداقت پہ ایمان لاکر' اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیں' تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ اِن میں سے کچھ لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں' لیکن اکثریت اُن کی ہے جو غلط راستوں پر چل رہے ہیں۔ (اور اِس نظام کی سخت مخالفت کرتے ہیں)۔

۱۱۱ لیکن یہ لوگ' اِس مخالفت سے تمہیں' بجز ذرا سی تکلیف اور پریشانی کے' اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اگر یہ' میدانِ جنگ میں' تمہارے مدِ مقابل آئیں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے اور ان کا کوئی یار و مددگار اور پشت پناہ نہیں ہوگا۔

۱۱۲ تم دیکھتے نہیں کہ یہ کس قدر ذلّت و خواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ دنیا میں اِن کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ انہیں کہیں پناہ نہیں ملتی۔ بجز اِس کے کہ کسی نے اِنہیں آسمانی کتاب کے حامل سمجھ کر پناہ دیدی۔ یا کسی قوم سے اِنہوں نے کوئی عہد و پیمان کر لیا اور اُس کی وجہ سے اُنہوں نے ان کی حفاظت کا ذمّہ لے لیا۔ ورنہ' ان کی عام حالت یہی ہے کہ' خدا کا عذاب اِن کے پیچھے لگا ہوا ہے اور یہ سخت محتاجی اور بدحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ اِس لئے کہ' اِنہوں نے قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتی — اِس حد تک سرکشی کہ نبیوں تک کو ناحق قتل کر دیا۔

سوچو کہ جو قوم' اِس درجہ سرکش اور بے باک ہو جائے' وہ دنیا میں ذلیل و خوار نہیں ہوگی' تو اور کیا ہوگا؟

۱۱۳ لیکن' اِس کے یہ معنی نہیں کہ اب اِن کی ساری نسل میں صحیح راستے کی طرف آنے کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے۔ اِن میں ہنوز صلاحیت موجود ہے' اور یہی وجہ ہے کہ' ان میں سے جو لوگ اسلام

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ۭ وَ
اُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ
حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

لے آئے ہیں (۵۹ / ۸) اُن میں مومنانہ صفات کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہ لوگ حق پر قائم رہتے ہیں۔ راتوں کو اُٹھ کر قوانینِ خداوندی کا مطالعہ کرتے ہیں' اور پھر اُن کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں۔

۱۱۳ یہ ہیں اِن میں سے' وہ لوگ جو صحیح معنوں میں اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اُن باتوں کا حکم دیتے ہیں جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے اور اُن سے روکتے ہیں جنہیں وہ ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں تیزی سے قدم اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین (مومنین) کے زمرے میں شامل ہو چکے ہیں۔

۱۱۴ خدا کا قانونِ مکافات' اِن کے حسنِ عمل کو اِس لئے نہیں ٹھکرا دے گا کہ یہ بنی اسرائیل کے گھروں میں پیدا ہو گئے تھے۔ اسلام کا دروازہ' ہر انسان کے لئے کھلا ہے۔ اِس لئے جو اِس کے دائرہ میں آجائے' اُسے اُس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے' اِس میں شرف و سعادت کا معیار صرف ایک ہے' اور وہ یہ کہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کون کرتا ہے' اور کس حد تک کرتا ہے (۴۹ / ۱۳)۔

۱۱۵ اِس کے برعکس' جو لوگ قوانینِ خداوندی سے انکار کر کے' دوسری روش اختیار کرتے ہیں' اُن کے پیشِ نظر صرف ذاتی مفاد کا خیال ہوتا ہے' لیکن' ان کی یہ مفاد پرستی — خواہ کثرتِ اولاد کی صورت میں ہو یا مال و دولت کی شکل میں — نظامِ خداوندی کے مقابلہ میں' اُن کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ اُن کی غلط روش' انہیں اِس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی کہ وہ پھر اُٹھنے کے قابل ہی نہیں رہیں گے — اِس دنیا میں بھی تباہ و برباد' اور آخرت کی زندگی میں بھی ذلیل و خوار۔

۱۱۶ اُن کے پیشِ نظر صرف طبیعی زندگی کی آسائشیں ہوتی ہیں۔ اِس مقصد کے حصول کے لئے جو کچھ صرف کیا جائے' اس کی مثال ایسی ہے' جیسے شدت کی سرد ہوا چلے اور اُن لوگوں کی کھیتی تک جا پہنچے جنہوں نے' قوانینِ خداوندی کے مطابق' اُس کی حفاظت کا سامان نہیں کر رکھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾

تو یہ ہوا اُن کی کھیتی کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔

یادرکھو! اُن کی یہ تباہی' خدا کی طرف سے زیادتی نہیں ہوتی۔ یہ نتیجہ ہوتی ہے اس بات کا کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو غصب کر کے' خود اپنے آپ پر زیادتی کرتے ہیں۔

۱۱۰ تصریحاتِ بالا سے واضح ہے کہ انسانوں کی تقسیم' خون۔ رنگ۔ زبان۔ وطن۔ قومیت کے بجائے آئیڈیالوجی (ایمان) کی بنا پر ہوگی۔ جو لوگ وحی کی رُو سے عطا شدہ مستقل اقدار پر ایمان رکھیں' اور نظامِ خداوندی کے قیام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں' وہ ایک جماعت۔ اِن کے برعکس' جو لوگ' اِن اقدار سے انکار کر کے' اپنے لئے کوئی اور نظام تجویز کریں' وہ دوسری جماعت کے افراد۔ چونکہ' وحدت اور یگانگت کے لئے' نصب العین کا اشتراک بنیادی شرط ہے' اس لئے ظاہر ہے کہ ان دو متضاد آئیڈیالوجی رکھنے والوں میں قلبی تعلقات کبھی قائم نہیں ہو سکتے۔

لہذا' اے جماعتِ مومنین! تم نے' اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا کسی کو اپنا رازدان بنا۔ یہ (دوسرے) لوگ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تم ایسی جانکاہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ جن سے تمہاری قوت ٹوٹ جائے۔ تمہارے خلاف بغض و عداوت کی بعض باتیں تو ان کی زبان پر بے اختیار آجاتی ہیں' لیکن جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا رہتا ہے' وہ اِس سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ ہم نے یہ باتیں اس لئے واضح طور پر بیان کر دی ہیں کہ تم عقل و ہوش سے کام لے کر' ان کی طرف سے محتاط رہو۔

۱۱۸ دیکھو! ایسا کبھی نہ کرنا کہ تم انہیں اپنا دوست بنا لو۔ اگر تم ایسا کرو گے بھی' تو وہ تمہیں کبھی اپنا دوست نہیں بنائیں گے' حالانکہ تم اُن تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور اُن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو ان (تمہارے مخالفین) کے انبیاء کی طرف نازل ہوئی تھیں' تم یہ کچھ خلوصِ قلب سے کرتے ہو' لیکن اِن کی یہ حالت ہے کہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی (قرآن پر) ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب تم سے الگ ہوتے ہیں' تو شدتِ عداوت سے' تمہارے خلاف' غصہ میں' اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اِن سے کہو کہ جاؤ! اپنے غصے میں مر مٹو۔ اللہ جانتا

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١١٩﴾ وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٠﴾ إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢١﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٢﴾

ہے کہ تم ظاہر کیا کرتے ہو اور تمہارے سینے میں کیا چھپا ہوا ہے۔ تمہاری نفسیاتی کشمکش اور دوزخی زندگی تمہارے لئے سامانِ ہلاکت بن جائے گی۔

(۱۱۹) اِن کے خبثِ باطن کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی اچھی بات تمہیں چھُو کر بھی گزر جائے' تو انہیں سخت ناگوار گذرتی ہے۔ اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے' تو یہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن تم اِن کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ اگر تم اپنے پروگرام میں ثابت قدم رہے' اور قوانینِ خداوندی کی پوری نگہداشت کرتے رہے' تو اِن کی تدبیریں اور سازشیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اللہ کا قانونِ مکافات انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اِس لئے نتائج اس کے مطابق مرتب ہوں گے' نہ کہ اِن کی خواہشات کے مطابق۔

(۱۲۰) (اِس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ صبر و تقویٰ کا پھل کیا ہوتا ہے اور استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینے کا نتیجہ کیا' تم اُس جنگ —احد— کا واقعہ سامنے لاؤ) جب تو (اے رسول!) صبح سویرے اپنے گھر سے نکلا تھا تاکہ جماعتِ مومنین کو لڑائی کے مرکزی مقامات پر متعین کردے۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا تھا۔

(۱۲۱) (اُس دن مقابلہ ایسا سخت تھا کہ) تم میں سے دو گروہوں کے دل میں ہمت ہار دینے کا خیال پیدا ہو گیا' حالانکہ انہیں قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی حاصل تھی —— اور مومن کی تو خصوصیت ہی یہ ہے کہ اُسے قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی پر پورا پورا بھروسہ ہوتا ہے —— (اِس خیال کا نتیجہ' اور عین میدانِ جنگ میں نظم و ضبط چھوڑ دینے کا مآل کیا ہوا' اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو —— (۳/۱۵۱ — ۱۵۲)۔

(۱۲۲) حالانکہ' اِس سے پہلے' جنگِ بدر میں تم یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ' دشمن کے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے' کم ہونے کے باوجود اللہ نے کس طرح تمہاری مدد کی تھی (۸/۹) —— وہ نتیجہ تھا استقامت اور تقویٰ کا —— اِس لئے تمہیں' ہمیشہ تقویٰ شعار رہنا چاہئے (یعنی قوانینِ خداوندی

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٣﴾ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٤﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٥﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٦﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٧﴾

کی پوری پوری نگہداشت کرنی چاہیئے) تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔

۱۲۳ (جنگ احد میں) جب تو (اے رسول!) اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ اُن تین ہزار ملائکہ سے تمہاری مدد کرے جو تمہارے دِل کی گہرائیوں میں اُتر کر تمہارے لئے ثبات و طمانیت کا موجب بنیں۔ (۳/۱۲۵ ؛ ۸/۱۰ ؛ ۸/۱۲ ؛ ۲/۲۴۹)۔ [تین ہزار ملائکہ اس لئے کہ دشمن کی تعداد بھی اسی قدر تھی]۔

۱۲۴ اور جب کبھی ایسا ہو کہ دشمن تم پر پورے جوش و خروش سے حملہ کرے، اور تم اُس حملے کا جواب پوری استقامت سے دو، اور قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو تو (اگر دشمن کی تعداد پانچ ہزار ہوگی) تو وہ تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے کریگا جو دشمن کو تباہ کر دیں گے۔

۱۲۵ اِن ملائکہ کی امداد سے مفہوم یہ ہے کہ (اِس یقین سے کہ تم حق و صداقت کی راہ میں لڑ رہے ہو اس لئے خدا کی کائناتی قوتوں کی تائید تمہارے شامل حال ہے) تمہارے دِلوں میں پوری پوری طمانیت پیدا ہو جائے گی اور فتح و ظفر کی خوش خبریاں تمہارے لئے باعثِ تقویت بن جائیں گی۔ یہ ہے وہ حقیقی تائید و نصرت جو خدا کے قانون کے علاوہ اور کسی سے نہیں مل سکتی ـــــ وہ خدا جو ہر شے پر غلبہ و اقتدار رکھتا ہے اور نظامِ کائنات کو اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق چلا رہا ہے۔

۱۲۶ یہ اِس لئے کہ نظامِ خداوندی کی مخالفت کرنے والوں کی ایک جماعت کو (اِن کے اعمال کی وجہ سے) ہلاک کر دیا جائے (اور باقیوں کو) اِس طرح شکست دے کر کمزور کر دیا جائے کہ وہ خاسر و ناکام واپس چلے جائیں۔

۱۲۷ اِن مخالفین میں سے کون کون اپنی سرکشی کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوگا اور کسے (سرزنش کے بعد) معاف کر دیا جائے گا، اِس کا فیصلہ (اے رسول!) تیرے (یا کسی اور انسان کے ذاتی طور پر) کرنے کا نہیں۔ یہ فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق کیا جائے گا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

---

(۱۲۸) یعنی خدا کے اُس قانون کے مطابق جس کی رُو سے ساری کائنات اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہے۔ اُسی کے مطابق قوموں کو تباہیوں اور بربادیوں سے حفاظت کا سامان ملتا ہے' اور اُسی کے مطابق ان کی گرفت اور ہلاکت ہوتی ہے ([illegible])۔ جو قوم اپنے آپ کو جس سلوک کا مستحق بنالے' اس سے ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اُس کے قانون میں (گرفت اور سزا کے ساتھ) حفاظت اور پرورش کا سامان بھی موجود ہے۔ (لہٰذا' اُس میں کسی کے ذاتی انتقام کو کوئی دخل نہیں ہو سکتا)۔

(۱۲۹) لیکن تم نے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ میدانِ جنگ میں فتح حاصل ہو گئی تو دین کا مقصد پورا ہو گیا۔ وہاں کی فتح سے صرف اُن تخریبی قوتوں کی مدافعت ہوتی ہے جو تمہارے نظام کی راہ میں حائل ہوں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ تمہارا معاشرہ صحیح خطوط پر متشکل ہو۔ (۲ — ۱۹، ۲۱۶)۔
جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے (۲ — ۹، ۲۷۵)' معاشرتی تباہی میں سب سے بڑا حصہ ربٰو کا ہے (یعنی محض سرمایہ سے نفع کمانا)۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس سے دولت بڑھتی ہے۔ (انفرادی طور پر تو ایسا ہی نظر آتا ہے) لیکن درحقیقت اس سے (قومی دولت میں) کمی اور کمزوری واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا' اے جماعتِ مومنین! تم نے ربٰو کے (سرمایہ دارانہ) نظام کو اختیار نہ کر لینا۔ تم ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یہی کامیابی کی صحیح راہ ہے۔

(۱۲۹) اگر تم نے محنت سے دولت پیدا کرنے کے بجائے سرمایہ کے زور پر دوسروں کی محنت کی کمائی غصب کرنی شروع کر دی' تو' ہر اُس قوم کی طرح جو نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتی ہے' تمہارا معاشرہ بھی جہنمی معاشرہ بن جائے گا۔

(۱۳۰) لہٰذا' تم غلط نظامِ زندگی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو' اور خدا کے اُس نظام کی اطاعت کرو جسے اس کے رسولؐ نے متشکل کیا ہے۔ اس سے تمہاری انسانی صلاحیتوں کی صحیح نشوونما ہو سکے گی۔

(۱۳۱) اور (اس طرح) اپنے نشوونما دینے والے کے سایۂ حفاظت میں جلدی سے پہنچ جاؤ'

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾

اور ربوبیتِ خداوندی کی اُس جنت کو حاصل کرلو جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے (۲۱/۵۷)۔ یہ جنت اُن لوگوں کے لئے تیار رکھی ہے جو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۱۳۴ یعنی اُن لوگوں کیلئے جو (دوسروں کی کمائی پر نگاہ رکھنے کے بجائے) زندگی کی ہر حالت — غم و مسرت اور تنگی اور آسودگی — میں اپنی محنت کی کمائی کو نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ جو اپنی زائد قوت اور حرارت کو (خواہ مخواہ مشتعل ہوکر تباہ و برباد کردینے کے بجائے) تعمیری کاموں کی طرف منتقل[1] کردیتے ہیں اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں کرتے کہ دوسروں کی طرف سے اُن کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔ اُن کا مقصد اپنی ذات اور معاشرہ میں حسن پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ روش نظامِ خداوندی کے نزدیک بڑی پسندیدہ ہے۔

۱۳۵ اگر اُن سے کبھی (غلطی سے) کوئی معیوب حرکت سرزد ہوجاتی ہے یا وہ اپنے آپ پر (یا ایک دوسرے پر) زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو اُس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے لے آتے ہیں اور اُس کے مطابق اپنی اصلاح کرکے اپنی غلطی کے مضر اثرات سے حفاظت کا سامان طلب کر لیتے ہیں — اور حقیقت یہ ہے کہ غلط اقدامات کے مضر اثرات سے قانونِ خداوندی کے علاوہ اور کہاں سے حفاظت مل سکتی ہے؟

۱۳۶ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی اصلاح کا صلہ یہ ملتا ہے کہ خدا کا قانونِ ربوبیت اُن کی سابقہ غلطی کے مضر اثرات سے اُن کی حفاظت کردیتا ہے اور اُنہیں زندگی کی سدا بہار خوشگواریاں نصیب ہوجاتی ہیں — اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔
کام کرنے والوں کا یہ معاوضہ کس قدر حسین و خوشگوار ہے!

۱۳۷ (اس ضمنی بیان کے بعد پھر اُسی موضوع کی طرف آؤ جو مسلسل چلا آرہا تھا — اصول یہ بیان

---

(1) Sublimate

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

کیا جا رہا تھا کہ حق و باطل کے ٹکراؤ میں، باطل کی قوتیں شکست کھا کر خاسر و نامراد رہ جاتی ہیں۔ یہ کوئی نیا اُصول نہیں جو پہلی بار وضع کیا گیا ہو۔ یہ خدا کا ابدی قانون ہے جو شروع سے اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ تم سے پہلے، بہت سے نظام اور بہت سی اقوام گذر چکی ہیں۔ تم تاریخ کے اوراق پر غور کرو، اور اِن برباد شدہ قوموں کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھو۔ تمہیں نظر آ جائے گا کہ قوانینِ خداوندی کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

(۱۳۷) یہ اندازِ تذکیر (یعنی تاریخی شہادتوں سے نتائج اخذ کرنے کا طریق) اِس لئے بتایا گیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے حقیقت اُبھر کر آ جائے، اور اُن میں سے جو غلط روش کی تباہیوں سے بچنے کے آرزو مند ہوں انہیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کی سیدھی راہ، اور اخلاقی اقدار کے نشانات مل جائیں۔

(۱۳۸) (خدا کے اِس ابدی قانون کے مطابق) اگر تم بھی غلبہ و تسلّط کی زندگی چاہتے ہو، تو اِس کیلئے ایک اُصول یاد رکھو۔ اور وہ یہ کہ جب فتح و کامرانی سے، سامانِ زیست کی فراوانی حاصل ہو، تو اِس سے تمہارے اندر سُستی اور کسلمندی نہ پیدا ہو جائے۔ اور، اگر کسی وقت حالات ناساز گار ہو جائیں، تو اِس سے تم پر افسردگی نہ چھا جائے۔ اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب تمہیں قوانینِ خداوندی کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو۔

جب تم مومن ہو تو غمگینی اور افسردگی کے کیا معنی؟ جب تک تم اس روش پر قائم رہو گے، تم پر کوئی غالب نہیں آ سکے گا۔ (۴/۱۴۱)۔

(۱۳۹) یہ بھی یاد رکھو کہ مخالفین کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ضروری ہے۔ ٹکراؤ میں ایسا ہوتا ہے کہ آج تمہیں کوئی تکلیف پہنچ گئی۔ کل فریقِ مقابل کو شکست ہو گئی ۔۔۔ اِنسان کی ساری تاریخ اِسی گردشِ دولابی کا ریکارڈ ہے۔ اِس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اِس امر کی ہر وقت جانچ پرکھ ہوتی رہے کہ تمہارا ایمان کس قدر قوی ہے اور تم میں سے کون اپنے ایمان کی عملی شہادت پیش کرتا ہے۔

اِس شکست و فتح میں جو لوگ قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر جاتے ہیں وہ اُس کی نگاہ میں مستحسن قرار نہیں پا سکتے۔

(۱۴۰) یہی وہ ٹکراؤ ہے جس سے، وہ جماعت جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتی ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ
كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ
إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ
وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

نامساعدتِ حالات کی کٹھالی میں سے نکل کر کندن بن جاتی ہے۔ اُسے ثبات و استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اِن قوانین سے انکار کرتے ہیں' کمزور ہوتے ہوتے مٹ جاتے ہیں۔

۱۴۲ یہ ہے محو و ثبات کا وہ محکم اصول جس کے مطابق قومیں مٹتی اور باقی رہتی ہیں۔ اس کے بعد' تم سوچو کہ اگر تم اِس خیالِ خام میں مگن رہو کہ تمہیں 'یونہی بیٹھے بٹھائے' کامرانیوں اور خوشگواریوں کی جنتی زندگی مل جائے گی' تو یہ تمہاری کتنی بڑی بھول ہوگی۔ یہ جنت حاصل کرنے کے لئے تمہیں اپنے کردار سے بتانا ہوگا کہ تم میں سے کون مسلسل جدوجہد کرتا ہے اور' باطل کے ساتھ ٹکراؤ میں ثابت قدم رہتا ہے۔ (۲/۲۱۴)

۱۴۳ تمہیں یہ محکم اصول بھی بتایا گیا تھا کہ جیتا وہی ہے جو (حق کی راہ میں) مرنے کے لئے تیار رہتا ہے (۲/۹۴ ؛ ۲/۱۵۴)۔ اِس اصول کے مطابق تم' ہمیشہ مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اُس وقت اِس کا موقع نہیں آیا تھا۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے۔ اب تمہارا باطل کے ساتھ ٹکراؤ ہوگا جس میں موت تمہارے سامنے کھڑی ہوگی' اور تم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوگے۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کس کی تمنا خام تھی اور کس کی پختہ!

۱۴۴ موت اور مقاتلہ کا ذکر آگیا ہے تو' اس ضمن میں ایک اور اہم اصول کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ تم اپنی زندگی اور قوت کا راز' اپنے نظام کے استحکام میں سمجھو۔ اسے شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو۔ چھوٹی چھوٹی شخصیتیں تو ایک طرف' اس باب میں تو محمدؐ جیسی بلند ترین شخصیت کا بھی یہ عالم ہے کہ وہ صرف خدا کا پیغام پہنچانے والا ہے۔ اُس سے پہلے' اسی طرح' بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے اور اپنا فریضہ ادا کر کے چلے گئے۔ لہٰذا اگر یہ پیغام رساں (محمدؐ) بھی کل کو مر جائے' یا قتل کر دیا جائے' تو کیا تم سمجھو گے کہ اس کی موت سے یہ سارا نظام ختم ہو گیا؟ اور اُس کے بعد تم اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو' ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا' خود اپنا ہی نقصان کرے گا۔ لیکن جو

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِينَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِينَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۴۷﴾

ایمان کی روش پر قائم رہے گا اور اس نظام کی قدرشناسی کرے گا' تو اُسے اس کی کوششوں کا پورا پورا صلہ ملے گا۔

(۱۴۵) اگر اشخاص کی موت سے تمہارا نظام بگڑنے لگا' تو پھر یہ نظام کسی صورت میں بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ موت تو ہر شخص کو آنی ہے۔ (۳/۱۸۵) ۔موت' خدا کے (طبیعی) قانون کے مطابق واقع ہوتی ہے' اور اُسی کے مطابق انسان کی عمر گھٹتی بڑھتی ہے (۳۵/۱۱)۔ لہذا' نظام کو اشخاص کی زندگی اور موت کے ساتھ وابستہ نہیں رہنا چاہیئے۔

اب رہا اِس نظام کا نصب العین' سو دنیا میں دو قسم کے لوگ ملیں گے۔ ایک وہ جو محض دنیاوی زندگی کے مفاد کو اپنا مقصود اور منتہیٰ سمجھیں۔ اور دوسرے وہ جو' دنیاوی مفاد کے علاوہ' اُخروی زندگی کے مفاد کو بھی سامنے رکھیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو شخص (یا قوم) جس مفاد کے حصول کیلئے کوشش کرے اسے وہی مل جاتا ہے (۱۷/۱۸-۲۰)۔ تمہارا نظام وہ ہے جس میں اِس زندگی اور اِس کے بعد کی زندگی' دونوں کی خوشگواریاں مل جاتی ہیں (۲/۲۰۱)۔ لہذا' جو تم میں سے اِس نظام سے وابستہ رہے گا' اُس کی کوششوں کے نتائج' بہت جلد' اُس کے سامنے آجائیں گے (۵۵/۲۴)۔

(۱۴۶) یہ بات کہ تمہیں' اپنے نظام کے مخالفین کا مقابلہ کرنا ہوگا' کوئی نئی بات نہیں۔ تم سے پہلے کتنے ہی نبی گذرے ہیں' جن کی معیت میں' نظامِ ربوبیت کے علمبرداروں نے' مخالفین سے جنگ کی۔ اِس راہ میں اُنہیں جو تکالیف پیش آئیں اُن سے نہ تو اُن کے عزائم میں لغزش آئی۔ نہ اُن میں کمزوری پیدا ہوئی۔ نہ ہی وہ مسلسل محنت سے تھک کر ہمت ہار گئے اور انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے۔ وہ ان تمام مشکل مراحل میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہے' اور اسی لئے خدا کا قانون اُن کا ساتھ دیتا رہا ——— اُسکے ہاں' ثبات اور استقامت بڑی پسندیدہ خصلت ہے۔

(۱۴۷) یہ لوگ اپنے آہنی عزم کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ اُن کی زبان' پر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

اے ہمارے نشوونما دینے والے! اگر ہم سے کوئی لغزش یا کوتاہی ہو جائے' یا کسی معاملہ میں ہم حد سے بڑھ جائیں' تو ہمیں' ہماری اِن غلطیوں کے مُضر اثرات سے محفوظ رکھنا۔ ہمیں ثابت قدم رہنے کی توفیق دینا' اور مخالفین پر غلبہ اور کامیابی عطا کرنا۔

۱۴۷ یہ تھے وہ لوگ جنہیں ہم نے' اُن کے حسنِ عمل کے بدلے' دنیا کی خوشگواریاں بھی عطا کیں اور آخرت کی زندگی کی نعمتیں بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ قانونِ خداوندی کے نزدیک وہی لوگ پسندیدہ قرار پاتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے' بلند کردار کا ثبوت دیں۔

۱۴۸ اے جماعتِ مومنین! تم اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ نظام' کسی شخص کی موت سے درہم برہم نہیں ہو سکے گا ($\frac{۳}{۱۴۴}$)۔ اِس میں خرابی واقع ہوگی تو اِس طرح کہ تم اُن لوگوں کی بات ماننے لگ جاؤ (اور اُن جیسے کام کرنے لگ جاؤ) جو اِس نظام کے مخالف ہیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ لوگ تمہیں پھر اُسی راستے کی طرف لے جائیں گے' جس پر تم' اِس سے پہلے چلتے تھے۔ اِس سے تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

۱۴۹ تمہیں اطاعت صرف قوانینِ خداوندی کی کرنی چاہیئے۔ وہی تمہارا مربی اور دمساز ہے' اور وہی حامی و ناصر۔

۱۵۰ اگر تم قوانینِ خداوندی کی اِطاعت کرتے رہے تو تمہارے دل بے خوف اور بے باک ہو جائیں گے ——— کیونکہ توحید کا لازمی نتیجہ بے خوفی ہے ($\frac{۲}{۳۸}$)۔ اِس کے برعکس' جو لوگ توحید سے انکار کر کے شرک کرنے لگ جاتے ہیں' وہ مقامِ آدمیت سے گر جاتے ہیں۔ میزانِ زندگی میں اُن کا کوئی وزن نہیں رہتا ($\frac{۲۲}{۳۱}$)۔ اور اُن کے سینے خوف کے نشیمن بن جاتے ہیں۔ شرک' انسان کا خود تراشا عقیدہ اور ذہن کی پستی کی علامت ہے۔ خدا کی طرف سے' اس کے لئے کوئی سند نازل نہیں ہوئی۔ شرک کا نتیجہ خوف' اور خوف کا نتیجہ وہ جہنم کی آگ ہے جس کے شعلے دلوں کو لپیٹ لیتے ہیں۔ ($\frac{۱۰۴}{۷}$)۔ سو دیکھو کہ جو لوگ قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کریں ان کا ٹھکانہ کس قدر المناک اور

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

ناخوشگوار ہوتا ہے!

(۱۵۱) صرف دُنیاوی مفاد پر نگاہ رکھنے سے کس قدر اجتماعی نقصان ہوتا ہے' اِس کا تجربہ تم خود (ایک جنگ میں) کر چکے ہو۔ تم' قانونِ خداوندی کے مطابق' دشمن کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ تمہیں غلبہ حاصل ہو رہا تھا' اور اِس طرح خدا کا وہ وعدہ پورا ہو رہا تھا جو اُس نے تم سے کر رکھا تھا۔ لیکن عین اُس وقت' تمہارے پاؤں میں لغزش پیدا ہو گئی۔ معاملۂ پیشِ نظر میں تم نے باہمی تنازعہ شروع کر دیا۔ اور (تمہارے کمانڈر نے جو حکم تمہیں دے رکھا تھا) تم نے اُس کی نافرمانی کی' حالانکہ فتح و کامرانی' جو تمہارا محبوب مقصد تھا' تمہاری آنکھوں کے سامنے تھا — تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوا تھا؟ اِس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ قریبی مفاد پر ٹوٹ پڑے' اور کچھ ایسے رہ گئے جن کی نگاہیں مستقبل کے مفاد پر تھیں۔ یوں تمہارا رُخ' دشمن سے ہٹ کر' دوسری سمت کو پھر گیا' (تمہیں شکست ہو گئی اور) اِس طرح تم پر اپنی حقیقت واشگاف ہو گئی۔

بہرحال' (اِس کے بعد تم نے اپنی غلطی کو محسوس کیا۔ پھر اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ تمہیں کامیابی حاصل ہو گئی اور یوں) تمہاری لغزش کے اثرات مٹ گئے۔ اللہ کا قانون یہی ہے کہ ایک بار کی لغزش سے انسان' ہمیشہ کے لئے کامرانیوں سے محروم نہیں ہو جاتا۔ وہ جب بھی غلطی کا احساس کر کے صحیح راستے پر آ جائے' خدائی نوازشات سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔

(۱۵۲) اِس شکست میں' بدحواسی سے تمہاری حالت یہ ہو رہی تھی کہ تم منہ اُٹھائے بھاگے چلے جا رہے تھے اور کوئی' ایک دُوسرے کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھتا تھا (کہ اُس پر کیا گذر رہی ہے) حالانکہ تمہارا رسول' تمہیں پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا۔ یوں تمہیں نقصان پر نقصان ہوا۔ اِس سے مقصد یہ تھا کہ تم آیندہ کے لئے نصیحت پکڑو کہ اپنے مقام سے' از خود' کبھی نہیں ہلنا چاہیئے۔ اگر تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی چیز تمہارے ہاتھوں سے نکلے جا رہی ہے' تو تم' اِس خیال سے کہ اگر میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑا رہا تو یہ چیز جاتی رہے گی' اپنی جگہ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے نہ لپک پڑو۔ یا اگر کوئی سخت مصیبت آ رہی ہے تو اُس سے گھبرا کر اپنا مقام نہ چھوڑ دو۔ تم اپنی جگہ پر جمے رہو۔ خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟

ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۵۴﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵۵﴾

(۵۳) رسول کی اِس آواز میں چھپے ہوئے عزم وثبات نے میدانِ جنگ کا نقشہ بدل دیا' اور اِس طرح شکست کے غم وحُزن کے بعد تم پر اطمینان وسکون کی فضا طاری ہوگئی (۳/۱۵۴)۔ لیکن اطمینان وسکون کی یہ کیفیت صرف انہی پر طاری ہوئی جن کے ایمان پختہ تھے' اور ان سے محض یہ عارضی لغزش ہوگئی تھی۔ اِن کے برعکس' دوسرا گروہ منافقین کا تھا جنہیں اب بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے' اور اُن کا دِل' خدا کے متعلق' جہالت کی بنا پر' عجیب قسم کے خیالات کی آماجگاہ بن رہا تھا —— ایسے خیالات جو زمانۂ جاہلیت میں تو عام تھے لیکن انہیں اسلام نے دور کر دیا تھا —— کبھی وہ کہتے کہ جنگ کے معاملہ میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہونا چاہیئے تھا۔ اِس بات کا فیصلہ کہ جنگ کرنا چاہیئے یا نہیں' اور اگر کرنا چاہیئے تو اُسکا پروگرام کیا ہونا چاہیئے' ہماری مرضی کے مطابق ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اِس قسم کے فیصلے کسی فرد یا گروہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا کرتے۔ یہ معاملات' نظامِ خداوندی کے طے کرنے کے ہوتے ہیں اور اُسی کو اِس کا کُلّی اختیار ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اِس قسم کی باتیں محض دکھانے کے لئے کر رہے ہیں۔ جو کچھ اِن کے دل میں ہے اُسے ظاہر نہیں کرتے۔ (اُن کے دل میں دین ہی کی طرف سے شک ہے)۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں ہمیں کچھ اختیار دیا جاتا تو ہم اِس مقام (پر آکر) کبھی قتل نہ ہوتے۔ (ہم اپنے گھروں میں رہتے)۔ اِن سے کہدو کہ اگر تم اپنے گھروں میں رہنے کا فیصلہ بھی کر لیتے' تو جماعتِ مؤمنین تمہاری تقلید نہ کرتی۔ جب اِن پر جنگ واجب قرار دی جاتی تو یہ خود بخود میدانِ جنگ کی طرف آجاتے۔

اِس شکست سے ہوا یہ کہ جو کچھ کسی کے دل میں تھا' اُبھر کر سامنے آگیا۔ منافقین کی منافقت ظاہر ہوگئی اور پختہ ایمان والے' مصائب کی اِس بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اِس لئے کہ اللہ تو دلوں میں گذرنے والے خیالات تک سے واقف ہے۔

(۵۴) جب (اُس دن) دونوں لشکر آمنے سامنے آئے ہیں' تو تم میں سے جو لوگ لڑائی سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۵﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۶﴾

منہ موڑ کر بھاگ نکلے تھے' اُس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اُن کے ایمان میں فرق آگیا تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اُنکی بعض کمزوریوں کے باعث پیش پا افتادہ مفاد کی کشش نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اِس قسم کی ہنگامی لغزشوں سے خدا کا قانون درگذر کرلیتا ہے اور ملت کا اجتماعی حسنِ عمل' افراد کی ایسی لغزشوں کے مُضر اثرات کی روک تھام کردیتا ہے۔ خدا کا قانون ذرا ذرا سی باتوں پر بھڑک نہیں اُٹھتا۔ وہ بڑا بھاری بھرکم ثقہ اور وزنی ہے۔

(۱۵۵) اے جماعت مومنین! دیکھنا۔ تم نے کہیں اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کرلی۔ یعنی یہ ذہنیت پیدا کرلی کہ اگر اُن کے بھائی بندِ باہر سفر میں گئے ہوں' یا جنگ میں مصروف ہوں' تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہماری طرح گھروں میں رہتے' تو کاہیکو مرتے' یا قتل ہوتے! یہ اندازِ فکر' انسان کے سامنے یہ محکم اصول آنے ہی نہیں دیتا کہ زندگی' خطرات میں جینے کا نام ہے۔ اِس قسم کے لوگوں کی زندگی' جو مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں' اور اُن کی اِس زندگی کے قابلِ رشک نتائج' ایسے لوگوں کے دل میں داغِ حسرت بن کر رہ جاتے ہیں جو چوڑیاں پہن کر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ زندگی محض سانس لینے' اور موت' سلسلۂ تنفس کے منقطع ہوجانے کا نام نہیں۔ حقیقی موت اور حیات کا تصور اِس سے مختلف ہے۔ اور وہ خدا کے قانون سے وابستہ ہے' جو انسان کے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے۔ اِس قانون کی رو سے' حیات' مرگِ باشرف کو کہتے ہیں اور موت' حیاتِ بے شرف کا نام ہے۔ زندگی' مجاہدانہ تگ و تاز سے عبارت ہے اور بے عملی کا دوسرا نام موت ہے۔

(۱۵۶) لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے ذاتی مفاد اور نفس پروری کی خاطر خطرات مول لے اور اس طرح جان دیدینے کو "مرگِ باشرف" قرار دے لے۔ "مرگِ باشرف" اُنہی کی ہے جو نظامِ خداوندی کے قیام اور بقا کے لئے (جس کا مقصد نوعِ انسان کی عالمگیر ربوبیت ہے) خطرات کا مقابلہ کریں اور عند الضرورت اپنی جان تک دیدیں۔ ایسا کرنے والے اگر اِس کوشش میں مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں' تو ان کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کے مُضر اثرات سے اِن کی حفاظت ہوجاتی

وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾ إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾

ہے اور اُنہیں' اُن کی ذات کی نشوونما کا سامان بھی مل جاتا ہے۔ یہ چیز اُس تمام سرمایہ سے بہتر ہے جسے انسان ذاتی مفاد کیلئے جمع کرتا ہے۔

(۱۵۸) اِس لئے کہ طبیعی موت یا قتل ہو جانے سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ زندگی' گروہ دَر گروہ' کارواں در کارواں' اُس منزل کی طرف بڑھے جا رہی ہے جو خدا نے اُس کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔ اِس طرح' رفتہ رفتہ' سب اُس نقطہ کے گرد جمع ہونے والے ہیں۔

(۱۵۹) چونکہ مرکزِ جماعتِ مومنین (یعنی رسول اللہ) کی ذات میں خدائی صفات (علیٰ حدِ بشریت) منعکس ہیں (اور ایسی ہی ذات کو اِس نظام کا مرکز ہونا چاہیئے)' اِس لئے یہ رسول' مستبد اور سخت گیر نہیں' بلکہ اپنے اندر نرمی اور لچک رکھتا ہے۔ اے رسول! اگر تم سخت مزاج اور سنگدل ہوتے' اور انسانی کمزوریوں کی رعایت کے لئے تمہارے دل میں نرم گوشہ نہ ہوتا' تو تمہاری جماعت کے افراد تم سے الگ ہو کر' منتشر ہو چکے ہوتے۔ اِس لئے (جس حد تک قانونِ خداوندی اجازت دے) تم ان کی نادانستہ کوتاہیوں سے درگذر کرو' اور ان کیلئے سپر بن جاؤ ——— ان کی حفاظت کا سامان طلب کرو ——— اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو۔

لیکن نرم دل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ تم ذرا ذرا سی بات سے متاثر ہو کر' کبھی کچھ اور کبھی کچھ کرنے لگ جاؤ۔ تمہارا عزم پختہ ہونا چاہیئے۔ ایسا پختہ کہ جب باہمی مشاورت کے بعد' تم کسی بات کا فیصلہ کر لو تو پھر قانونِ خداوندی پر پورا پورا بھروسہ کر کے' اپنے فیصلے پر کاربند رہو۔ یہی روش ہے جو قانونِ خداوندی کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔

(۱۶۰) یہ ہے وہ قانونِ خداوندی جس کے مطابق فتح اور کامرانی نصیب ہوتی ہے ——— اور یہ یاد رکھو کہ جس کے ساتھ خدا کے قانون کی تائید شامل ہو' اُس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن جس کا ساتھ' خدا کا قانون چھوڑ دے' اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اِسلئے' جماعتِ مومنین کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ قانونِ خداوندی پر پورا پورا بھروسہ رکھے' اور اُس کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦١﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٢﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١٦٣﴾

---

۱۶۰ لیکن قانون پر اس قسم کا بھروسہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اُس کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو۔ جو قانون کسی نبی کے ذریعے ملے اُس کی صداقت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا اِس لئے کہ نبی سے ایسا ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنی وحی میں کسی قسم کی خیانت کرے (انبیاءؑ کے بعد ان کے نام لیوا البتہ ایسا کر دیتے ہیں۔ لیکن) جن لوگوں نے انبیائےؑ سابقہ کی وحی میں ایسا کیا ہے اب ان کی قلعی کھل جائے گی۔ جب قرآنی انقلاب کے دور میں خدا کی خالص وحی سب کے سامنے آجائے گی اور خیانت کے مجرمین کو ان کے کئے کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہو گی۔

جو اِس سے یہاں بچ جائے گا' اِس کے ساتھ یہی کچھ مرنے کے بعد کی زندگی میں ہو گا — زندگی تو مسلسل آگے چلتی ہے' اِس لئے یہاں اور وہاں ایک ہی بات ہے۔

۱۶۰ یاد رکھو! جو شخص وحیٔ خداوندی سے پورا پورا ہم آہنگ ہو جائے۔ اُس کی کامل اطاعت کرے۔ اُس کی حالت کبھی اُس شخص جیسی نہیں ہو سکتی جو اُس کے خلاف چلے اور یوں عذاب خداوندی کا مستوجب بن جائے (جو قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے کا فطری نتیجہ ہے)۔ ایسے شخص کا مقام جہنم ہے۔ کیسی بُری ہے یہ منزل جہاں اِنسان کی بے راہ رَوی اُسے پہنچا دیتی ہے!

۱۶۲ اِس کے برعکس قوانین خداوندی کے مطابق چلنے والوں کے درجات' اُن کی سعی و عمل کی نسبت سے متعین ہوتے ہیں (۶/۱۳۲)۔ وہ شرف انسانیت کے ارتقاء کی سیڑھیاں چڑھتے' بلند سے بلند تر مقامات پر پہنچتے جاتے ہیں (۴۶/۱۹)۔ خدا کے قانون مکافات کی نگاہوں سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں رہتا۔

۱۶۳ جب کامیابی اور ناکامی' صحیح اور غلط روش' کا دار و مدار قانون خداوندی پر ٹھہرا جو وحی کے ذریعے ملتا ہے' تو نوع انسان کے پاس' اِس قانون کا' اپنی حقیقی شکل میں رہنا نہایت ضروری تھا۔ اِس مقصد کے لئے' خدا نے' انہی میں سے' اِن کی طرف اپنا ایک رسول بھیجا۔

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۴﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۵﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿۱۶۶﴾

یہ ایمان والوں پر خدا کا احسان ہے' اس لئے کہ وحی کسب و ہنر سے نہیں مل سکتی۔ خدا کی طرف سے وہبی طور پر مل سکتی تھی۔ وہ رسول' ان کے سامنے' قوانینِ خداوندی پیش کرتا ہے۔ ایک ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو جاتی ہے۔ انہیں قانون اور اس کی غرض و غایت کی تعلیم دیتا ہے یعنی وہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت اندھا دھند نہیں کراتا۔ ہر بات کو اچھی طرح سمجھا کر ذہن نشین کرا کر علیٰ وجہ البصیرت اطاعت کراتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے ایسا انتظام نہ ہوتا تو لوگ اسی طرح' حیران و سرگرداں راہ گم کردہ کھوئے کھوئے پھرتے' جس طرح اس سے پہلے پھرتے تھے۔

۱۶۴ تمہیں' اس وحی کے مطابق نظام قائم کرنے میں' دنیا بھر کی مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس مقابلہ میں کامیابی اور ناکامی کا مدار اس پر ہے کہ تم کس حد تک قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہو۔ (جنگِ بدر میں تم نے کامل اطاعت کی تو دشمن کو شکستِ فاش دیدی۔ دوسری جنگ میں تم سے لغزش ہوگئی تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑا)۔ ہر چند' یہ نقصان' اس نقصان سے کہیں کم تھا جو اس سے قبل دشمن تمہارے ہاتھوں اٹھا چکا تھا' لیکن پھر بھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ نقصان کس کی وجہ سے ہوا؟

اِن سے کہہ دو کہ خود تمہاری اپنی وجہ سے! اگر تم پوری پوری اطاعت کرتے تو ایسا کیوں ہوتا؟ یاد رکھو! اللہ نے ہر چیز کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ سب کچھ ان پیمانوں کے مطابق ہوتا ہے۔ ان کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان پر خدا کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

۱۶۵ اسی قانون کے مطابق تمہیں (اس جنگ میں) نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مومن اور منافق' نکھر کر الگ الگ ہو گئے۔

۱۶۶ جب اِن (منافقین) سے کہا گیا کہ چلو! نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے دشمن سے جنگ کرو' یا (حسبِ موقعہ) مدافعت کرو' (تو یہ بہانے بنا کر ادھر اُدھر کھسک گئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ تمہیں کامیابی ہوئی ہے) تو اب کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا یقین نہیں تھا کہ وہاں

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۷۰﴾

جنگ ہوگی۔ اگر ہمیں اس کا یقین ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ہم تمہیں اکیلا چھوڑ دیتے؟ ان کا یہ انداز ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہے۔ یہ لوگ زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ——— اور اللہ پر خوب روشن ہے کہ یہ ظاہر کیا کرتے ہیں اور چھپاتے کیا ہیں۔

(۱۶۸) اِن کی کیفیت یہ ہے کہ یہ خود بھی میدانِ جنگ میں نہ گئے' اپنے گھروں میں بیٹھے رہے' اور جو لوگ جنگ میں شریک ہوئے' ان کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے ناحق جان گنوائی۔ اگر وہ ہماری بات مانتے تو کبھی قتل نہ ہوتے۔ اِن سے کہو کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ جو جنگ میں نہ جائے وہ موت سے محفوظ رہتا ہے' تو تم ذرا ایسا کر کے دکھاؤ کہ جب تمہارے سامنے موت آکھڑی ہو' تو اُسے نکال باہر کرو' اور اس طرح ہمیشہ زندہ رہو!

(۱۶۹) اِن کوتاہ اندیشوں کو کیا خبر کہ موت اور زندگی کسے کہتے ہیں؟ اِن سے کہو کہ جو لوگ نظامِ خداوندی کی راہ میں قتل ہو جائیں' اُن کے متعلق یہ گمان تک بھی نہ کرو کہ وہ مر گئے (۲/۱۵۴)۔ اُن کی موت' حیاتِ باشرف ہے (۲/۱۵۵)۔ اُنہیں' ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے' زندگی اور ارتقاء کے تمام سامان میسر ہوتے ہیں۔ (زندگی' موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی)[۱]۔

(۱۷۰) وہ اپنے بلند مقامات کو دیکھ کر' جو انہیں عنایاتِ خداوندی سے ملتے ہیں بہت خوش ہوتے

---

[۱] طبیعی موت' ہر ذی حیات کے لئے ہے (۳/۱۸۴)۔ اس میں کسی کی استثناء نہیں (۳۹/۳۰)۔ اِسی طرح مرنے کے بعد' زندگی بھی ہر انسان کے لئے ہے (۲/۲۸)۔ یہاں مقتولین فی سبیل اللہ کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ مخالفین نے کہا تھا کہ اگر وہ جنگ میں نہ جاتے تو مارے نہ جاتے۔ ویسے بھی اہلِ جنت کی زندگی اور جہنمیوں کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جہنم والے نہ زندہ ہوتے ہیں نہ مردہ (۲۰/۷۴)۔ انہیں چاروں طرف سے موت آتی دکھائی دیتی ہے لیکن وہ مرتے بھی نہیں (۱۴/۱۷)۔ اہلِ جنت کی زندگی بشارتوں کی زندگی ہے (۳/۱۷۰)۔ یہ خصوصیت بھی صرف انہی کیلئے نہیں جو میدانِ جنگ میں قتل ہو جائیں۔ جو اس جدوجہد میں قتل ہو جائے یا ویسے مر جائے' اس میں سب شامل ہیں (۳/۱۵۶ ؛ ۴/۱۰۰ ؛ ۹/۱۱۱-۱۱۲)۔ یہ بھی واضح رہے کہ جو اس دنیا سے چلا جائے اس کا اس دنیا والوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ (۳۵/۱۳-۱۴ ؛ ۴۶/۵-۶)۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۞ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۞ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۞ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۞ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۞

ہیں، اور اس احساس سے کہ ان کی اس قربانی سے' اُن لوگوں کے لئے جو ابھی دُنیا میں موجود ہیں' ایسا معاشرہ قائم ہوگیا ہے جس میں وہ ہر طرح کے خوف و حزن سے مامون ہیں' ان کی خوشی دو بالا ہوجاتی ہے۔

(۱۷۰) وہ اِن آسائشوں اور راحتوں سے' جو نوازشاتِ خداوندی سے انہیں حاصل ہوتی ہیں' بےحد خوش ہوتے ہیں۔ نیز اس حقیقت سے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ خدا کسی ایمان والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اُسکا پورا پورا بدلہ دیتا ہے۔

(۱۷۰) اُن مومنین کے اعمال کا بدلہ جو مصائب و مشکلات کے زخم خوردہ ہونے کے باوجود' اللہ اور رسول (نظامِ خداوندی) کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے' سرفروشانہ باہر نکل آتے ہیں۔ (اسی سے وہ حقیقی زندگی کے مستحق قرار پاتے ہیں ۳۔۲۳)۔

یہ ہے قانونِ خداوندی کی نگہداشت کا وہ حسن کارانہ شعارِ زندگی جس کا ایسا عظیم اَجر ملتا ہے۔

(۱۷۰) یہ وہ صاحبانِ عزم و یقین ہیں کہ جب اِن سے لوگ کہتے ہیں کہ دشمن نے تمہارے خلاف لشکرِ جرار جمع کر رکھا ہے' اس لئے تمہیں اُس سے ڈرنا چاہیئے' تو اس سے ان کا ایمان اور بھی مضبوط ہوجاتا ہے اور وہ دل کے پورے اطمینان سے کہتے ہیں کہ دشمن کا لشکر بڑا ہے تو ہوا کرے' ہمارے ساتھ قانونِ خداوندی کی تائید و نصرت ہے۔ اور یہ وہ قوت ہے جس کے بعد کسی اور قوت کی حاجت نہیں رہتی' اور جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۷۳) یہ اِس عزم و یقین کے ساتھ کارزارِ حیات میں مردانہ وار آگے بڑھتے ہیں' اور کسی قسم کا نقصان اٹھائے بغیر' خدا کی عطا کردہ آسودگیوں اور خوش حالیوں سے جھولیاں بھر بھر کر واپس آتے ہیں۔ یہ سب اِس لئے کہ انہوں نے قوانینِ خداوندی کا پورا پورا اتباع کیا تھا۔ اور قانونِ خداوندی اپنے نتائج کے اعتبار سے بڑا پُرثمر اور بارآور واقع ہوا ہے۔

(۱۷۴) یاد رکھو! اِن سرکش قوتوں کی (جو تم سے برسرِ پیکار رہیں) چال یہ ہوتی ہے کہ اپنی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پارٹی کی طرف سے دوسروں کے دل میں ڈر اور خوف پیدا کرتے رہتے ہیں (۳۹/۳۹)۔
لیکن تم جب مومن ہو تو تمہارے لئے اِن سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ڈرنا تو صرف قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی سے چاہیئے۔

(۱۷۶) اے رسول! جو لوگ کفر کی راہ میں اِس تیزی سے بڑھے جا رہے ہیں، تمہارے لئے، اِن کی وجہ سے افسردہ خاطر ہونے کی کوئی بات نہیں۔ وہ اپنے اِس انکار و سرکشی سے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اِس سے اُنکا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ (وہ کچھ قریبی مفاد حاصل کرلیں تو کرلیں، لیکن) مستقبل کی خوشگواریوں میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہوسکتا۔ اُن کے لئے گُھل گُھل کر مرجانا اور تباہ ہوجانا ہے۔

(۱۷۷) یہ چیز کچھ انہی سے مخصوص نہیں۔ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی کو چھوڑ کر، دوسری راہیں اختیار کرلیتے ہیں، تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اِن کا انجام بڑا المناک اور درد انگیز ہوتا ہے۔

(۱۷۸) اِن لوگوں کو جو کچھ سستے مفاد حاصل ہوجاتے ہیں تو یہی چیز انہیں مغالطہ میں ڈال دیتی ہے۔ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ خدا کا قانونِ مکافات کوئی شے نہیں۔ اِس کی یونہی دھمکی دی جاتی ہے۔ یہ اِن کی غلط نگہی ہے۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ فوراً سامنے نہیں آجاتا۔ ایک وقت کے بعد ظہور میں آتا ہے (جس طرح بیج کو پھل بننے کیلئے ایک مدت درکار ہوتی ہے)۔
یہ قانونِ مہلت، اُن لوگوں کے لئے نفع بخش ثابت ہوسکتا ہے جو آخری تباہی سے پہلے اپنی رَوش میں اصلاح کرلیں۔ لیکن جو لوگ اپنی کفر کی رَوش میں آگے بڑھتے جائیں، اُن کیلئے یہ مہلت کا وقفہ، نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ اُن کے جرائم کا وزن بڑھتا جاتا ہے۔ اور اِسی نسبت سے اُن کی انسانی صلاحیتیں مضمحل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تاآنکہ وہ ذلت و خواری کے جہنم میں جاگرتے ہیں۔

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

۱۰۸ اس کا بھی یقین رکھو کہ خدا کا قانون ایسا نہیں کہ وہ تمہارے معاشرے کو اس حالت میں رہنے دے جس میں وہ اب ہے۔ کوئی تحریک بھی ہو، اس میں ابتداءً ہر قسم کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد مصائب اور مشکلات کی بھٹیاں آہستہ آہستہ کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کرتی جاتی ہیں یہ بات شروع ہی میں 'از خود' نہیں بتا دی جاتی کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔ آزمائشوں سے ان کی چھانٹ ہوتی جاتی ہے اور (اس طرح) کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں ملتا کہ مجھے محض بدگمانی کی بنا پر اپنے اندر شامل نہیں ہونے دیا گیا یا الگ کر دیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں غیب سے یہ بات نہیں بتا دی (کہ فلاں منافق ہے اور فلاں مومن)۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم' اپنے قانونِ مشیت کے مطابق' اپنے رسول کو بذریعہ وحی بعض امورِ غیب کا علم دیدیتے ہیں (۲۶-۲۷/۷۲)' لیکن اس بات کا علم رسول کو بھی نہیں دیا گیا۔ وہ بھی منافقین کو اُن کے انداز ہی سے پہچان سکتا ہے۔ (۲۹-۳۰/۴۷)

اندریں حالات' تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم خدا کے قانون' اور اُس کے لانے والے کی صداقت پر یقینِ محکم رکھو (اور یہ نہ خیال کرو کہ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو اس نے شروع ہی میں کیوں نہ بتا دیا کہ منافق کون کون ہے)۔ اگر تم نے اس یقین کو محکم کر لیا اور ان قوانین کی نگہداشت کی تو تمہارے لئے اس کا اجر بہت بڑا ہوگا۔

۱۰۹ اس نظام کا مقصد ہے نوعِ انسان کی عالمگیر پرورش۔ سو جو لوگ' اُس سامانِ معیشت کو' جسے اللہ نے انہیں دے رکھا ہے' اُن لوگوں سے روک لیں جنہیں اس کی ضرورت ہے' تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش اُن کے حق میں بہت اچھی ہے۔ نہیں! یہ روش اُن کے لئے بڑی خرابی کا موجب ہے۔ جب نظامِ ربوبیت کے انقلاب کا وقت آئے گا' تو یہی سامان اُن کے گلے کا ہار ہو جائے گا۔ اسی طرح مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی یہ اُن کیلئے عذاب کا موجب ہوگا۔

انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اشیائے کائنات' جن سے اِن کا جمع کردہ مال اور اسباب ترکیب پاتا ہے' خدا کی ملکیت ہیں (اور اُس نے اُنہیں تمام انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے (۵۵/۱۰)۔ اس لئے' کسی کا اُنہیں صرف اپنے فائدے کے لئے سمیٹ کر رکھ لینا منشا خداوندی کے خلاف ہے۔ (اِن سے کہدو کہ) تم جو کچھ کرتے ہو' اللہ اُس سے باخبر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۳﴾

---

۱۸۰ ہمیں اُن کا بھی علم ہے جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ کسی کے محتاج نہیں' اور خدا کا یہ نظام' جو اِن سے مال و دولت طلب کرتا ہے' اُن کا محتاج ہے۔ ہم اِن کی اِن تمام باتوں کو' ایک ایک کر کے' نوٹ کر رہے ہیں۔ یہی لوگ تھے جو اِس زعم باطل میں کہ وہ کسی کے محتاج نہیں —— انہیں کسی کی کیا پرواہ ہے —— اِس نظام کی طرف دعوت دینے والے انبیاءؑ کی تخریب اور قتل کے ناحق درپے ہو گئے۔

وہ دن آنے والا ہے جب اِن کا سرمایہ اور اندوختہ' اِن کے کسی کام نہیں آئے گا' اور زندگی کی تمام لذتیں اِن کے لئے زہر کا گھونٹ بن جائیں گی۔

۱۸۱ ان سے یہ کچھ ظلم اور زیادتی کی بنا پر نہیں ہو گا —— خدا کے قانون میں ظلم اور زیادتی کا کیا کام؟ —— یہ نتیجہ ہو گا اُن کے اپنے اعمال کا۔

۱۸۲ یہ (یہودی) یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ تم نے کسی رسول پر ایمان نہ لانا جب تک وہ تمہارے پاس سوختنی قربانیوں کا حکم نہ لائے۔ (یہ سب اِن کی من گھڑت باتیں ہیں۔ اللہ نے اِن سے کہیں ایسا نہیں کہا تھا)۔ اِن سے کہو کہ اگر تمہارا اعتراض یہی ہے تو یہ بتاؤ کہ مجھ سے پہلے' تمہاری طرف بہت سے رسول آئے جو اپنے ساتھ واضح احکام و دلائل لائے۔ اور (بقول تمہارے) انہوں نے سوختنی قربانی کا بھی حکم دیا۔ تو تم' اُن پر ایمان لانے کے بجائے' اُن کی تخریب اور قتل تک کے درپے کیوں ہو گئے؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو اِس کا جواب دو؟

۱۸۳ سو (اے رسولؐ!) اگر یہ لوگ' اس قدر واضح دلائل کے باوجود' تمہیں جھٹلاتے ہیں' تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایسا ہوتا ہی چلا آیا ہے۔ تم سے پہلے بھی رسولوں کی اِسی طرح تکذیب ہوتی رہی ہے' جو واضح دلائل اور آسمانی صحیفے' یعنی (انسانی عقل کو) روشنی عطا کرنے والے قوانین' لائے تھے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝۱۸۵ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۗ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۱۸۶ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۖ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝۱۸۷

---

۱۸۵ (ان سے کہو کہ ہو سکتا ہے کہ تم اس قسم کی کٹ حجتیوں اور فریب کاریوں، اور اپنی موجودہ غلط روش سے دُنیاوی مفاد حاصل کر لو لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) ہر ذی حیات کو ایک دن مرنا ہے، اور جن اعمال کے نتائج اس زندگی میں سامنے نہیں آسکے ان کا پورا پورا بدلہ اُخروی زندگی میں سامنے آکر رہتا ہے۔ اُس زندگی میں جو شخص تباہ کن عذاب سے دُور رکھا گیا، اور جنت کی خوشگوار زندگی کا مالک بنایا گیا، تو وہ درحقیقت کامیاب ہوا۔ (۹/۶۱)۔ اس کے برعکس جو شخص صرف دنیاوی زندگی کے مفاد کو مقصدِ حیات سمجھتا ہے (اور مستقبل کی زندگی کو نظر انداز کر دیتا ہے) اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑے دھوکہ میں رکھے ہوئے ہے۔ کامیاب وہ ہے جسے اس دُنیا کی خوشگواریاں بھی حاصل ہوں اور اُخروی زندگی کی کامرانیاں بھی۔ (۲/۲۰۱ ؛ ۹۲/۱۰—۹۴ ؛ ۱۴/۲۸)۔

۱۸۶ تمہارا مقابلہ انہی لوگوں سے رہے گا، اور اس ٹکراؤ میں، تم پر ایسی گردشیں آئیں گی جن میں تمہارے مال اور جان کا نقصان ہوگا (۲/۱۵۵)۔ اور ان اہلِ کتاب اور مشرکین عرب سے، بڑی دکھ دینے والی باتیں سننی پڑیں گی۔ سو اگر تم نے ان مشکلات کا مقابلہ ثابت قدمی سے کیا اور قانونِ خداوندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، تو یہ تمہارے عزمِ بلند کی دلیل ہوگا، اور بڑی ہمت کی بات۔

۱۸۷ (یہ اہلِ کتاب جواب کہہ رہے ہیں کہ ہم سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا اور وہ عہد لیا تھا۔ ان سے اِس قسم کا کوئی عہد نہیں لیا گیا تھا)۔ ان سے عہد یہ لیا گیا تھا کہ "جو کچھ تمہیں (وحی کے ذریعے) دیا گیا ہے اُسے چھپا کر نہ رکھنا، لوگوں کے سامنے کھول کھول بیان کرنا"۔ لیکن انہوں نے، اُسے پسِ پشت ڈال دیا۔ (اور عمل درآمد اپنی خود ساختہ شریعت پر کرنے لگے کیونکہ) انہیں اس سے دنیاوی مفاد حاصل ہوتے تھے ——— اگر یہ ذرا عقل و فکر سے کام لیتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ ان کا یہ سودا کس قدر خسارے کا ہے (۲/۱۶)۔

یہ تھا وہ عہد جو ان سے لیا گیا تھا، اور یہ ہے وہ انداز جس سے انہوں نے اپنے اس عہد کو

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

پورا کیا تھا!

(۱۸۸) یہ لوگ (اہلِ کتاب کے مذہبی پیشوا) اپنی اِس رَوش پر بہت خوش ہیں' اور چاہتے یہ ہیں کہ یہ' جو باتیں لوگوں سے (بطور وعظ نصیحت) کہتے ہیں' لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتے' اُن کی وجہ سے ان کی تعریف کی جائے۔ (حالانکہ تعریف' کام کی ہوتی ہے' باتوں کی نہیں)۔

یہ لوگ اپنے ذہن میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ (جس طرح ہم دنیا والوں کو دھوکا دے لیتے ہیں اِسی طرح خدا کو بھی دھوکا دے لیں گے)۔ تم اِن کے متعلق خیال تک بھی نہ کرو کہ یہ خدا کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اُس کے قانونِ مکافات کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ اُس سے کوئی نہیں چھوٹ سکتا۔ اِن لوگوں کی تباہی بڑی دردانگیز ہوگی۔

(۱۸۹) اِس لئے کہ تمام کائنات میں اقتدار اور اختیار خدا ہی کا کارفرما ہے۔ یہ سلسلۂ کائنات اِس لئے سرگرمِ عمل ہے کہ ہر ایک کام کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب ہوتا رہے (۱/۴ ؛ ۳۴/۴—۳ ؛ ۵۳/۴۱)۔ ہر شے پر خدا کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

(۱۹۰) لیکن یہ بات غور و فکر سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ عقل و بصیرت سے کام لیتے ہیں' اُن کے لئے کائنات کی پیدائش اور دن اور رات کی گردش میں' قوانینِ خداوندی کی محکمیت اور ہمہ گیری کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

(۱۹۱) اُن صاحبانِ عقل و بصیرت اور اربابِ فکر و نظر کیلئے' جو زندگی کے ہر گوشے میں' کھڑے بیٹھے۔ لیٹے' قانونِ خداوندی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہیں' اور کائنات کی تخلیقی ترکیب (اندازِ پیدائش) پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی تحقیقات کے بعد علیٰ وجہ البصیرت پکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو نے اس کارگۂ ہستی کو نہ تو عبث اور بیکار پیدا کیا ہے اور نہ ہی تخریبی نتائج مرتب کرنے کے لئے۔ تیری ذات' اِس سے بہت بعید ہے کہ تو کسی شے کو بے مقصد

رَبَّنَآ إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُۥ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿١٩١﴾ رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِى لِلْإِيمَٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿١٩٣﴾

اور بلا غرض و غایت یا تخریبی نتائج مرتب کرنے کیلئے پیدا کر دے۔ (یہ ہماری کم علمی اور کوتاہ نگہی ہے کہ ہم تحقیق سے کام نہیں لیتے اور اس طرح اشیائے کائنات کے نفع بخش پہلوؤں سے بے خبر رہ کر، عذاب کی زندگی بسر کرتے ہیں)۔ تو ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم (علمی تحقیقات اور عملی تجربات کے بعد اشیائے کائنات سے صحیح صحیح فائدہ اٹھائیں اور اس طرح) تباہ کن عذاب کی زندگی سے محفوظ رہیں۔

۱۹۱ جو قومیں، اس قسم کی تحقیقات نہ کرنے سے اشیائے کائنات کی نفع بخشیوں سے محروم رہتی ہیں، ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس کر رہ جاتی ہیں اور وہ ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ —— اور ظاہر ہے کہ ایسی ذلیل و خوار قوموں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا۔

۱۹۲ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے، انہیں دنیا کی تباہی کے لئے استعمال نہ کیا جائے، بلکہ نوعِ انسان کی ربوبیتِ عامہ کیلئے صرف میں لایا جائے۔ یہ وہی قوم کر سکتی ہے جو خدا کی رہنمائی پر ایمان رکھے۔

لہٰذا، اِن اربابِ عقل و بصیرت کی پکار یہ بھی ہوتی ہے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم نے ایک پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آؤ! اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کی صداقت کو تسلیم کرو، اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بناؤ —— ہم نے اِس دعوت پر لبیک کہا، اور خدا کے قانون کی صداقت پر ایمان لے آئے۔

اِس کے بعد اِن صاحبانِ عقل و ایمان کے سینے میں اِس قسم کی آرزوئیں بیدار ہوتی ہیں کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم سے اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو اُس کے مضرت رساں نتائج سے ہمیں محفوظ رکھنا۔ (۲/۲۸۶)۔

ہماری چھوٹی موٹی کوتاہیوں اور تدبیری ناہمواریوں کے اثرات مٹاتے رہنا۔

اور ہمارا انجام ان لوگوں کی رفاقت اور معیت میں کرنا، جن کے سامنے زندگی کی وسعت اور کشاد کی راہیں کھل چکی ہیں۔

۱۹۳ اے ہمارے نشوونما دینے والے!

تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے، جن خوشگواریوں اور سرفرازیوں کا وعدہ کیا ہے (۲۴/۵۵) اُن سے ہمیں بہرہ یاب کرنا۔ اور ایسا نہ کرنا کہ اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت ہم ذلیل و خوار ہو جائیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۴﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۵﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۶﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۷﴾

ہمیں یقین ہے کہ تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ تیرا ہر قانون صحیح صحیح نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔

۱۹۴ اُنہوں نے اِن حسین آرزوؤں کے ساتھ خدا کی دعوت پر لبیک کہا، اور خدا کے قانون نے آگے بڑھ کر ان کی پکار کا جواب دیا (۲/۱۸۶) اور کہا کہ تم میں سے جو بھی ہمارے قانون کے مطابق عمل کرے گا — وہ مرد ہو یا عورت، کہ تم ایک دوسرے کے جزو ہو الگ الگ نہیں ہو — اس کی محنت کبھی رائگاں نہیں جائیگی۔

لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارے قوانین کے مطابق معاشرہ کی تشکیل میں تمہیں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں تمہیں اپنی ہر عزیز متاع کو چھوڑنا پڑے۔ تم گھر سے بے گھر ہو جاؤ۔ بُری طرح سے ستائے جاؤ۔ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جانیں دینی پڑیں — سو جو لوگ اِس پروگرام میں پورے اُتریں گے ان کے حسنِ عمل کی بدولت ان کی چھوٹی موٹی ناہمواریوں کو مٹا دیا جائے گا اور انہیں زندگی کی ایسی شادابیاں عطا ہوں گی جن پر کبھی افسردگی اور پژمردگی نہیں چھائے گی۔ وہ ہمیشہ ترو تازہ رہیں گی۔ یہ خدا کی طرف سے اُن کے اعمال کا بدلہ ہوگا — اور حقیقت یہ ہے کہ اعمال کا ایسا حسن کارانہ بدلہ قانونِ خداوندی کی رُو ہی سے مل سکتا ہے۔

۱۹۵ اِس نظام کی مخالفت کرنے والوں کی چہل پہل۔ بستیوں میں ان کی گہما گہمی تمہاری نگاہ کو فریب نہ دیدے، اور تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ اس قانون کے خلاف چلنے سے بھی زندگی کی خوشگواریاں مل سکتی ہیں؛

۱۹۶ یہ خوشگواریاں بڑی بے حقیقت ہیں اور اِن سے محض تھوڑی سی مدت کے لئے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد تباہی اور بربادی کا جہنم ہوگا اور یہ ہوں گے ——— اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

۱۹۷ ان کے برعکس، جو لوگ خدا کے قانونِ ربوبیت کی نگہداشت کرتے ہیں اور وحیِ خداوندی کے مطابق، بلند کردار زندگی بسر کرتے ہیں، تو اُن کے لئے خوشگواریوں کی سدا بہار جنتیں ہیں۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

خدا کے ہاں اُن کی ایسی قدر و منزلت ہوگی جیسی معزز مہمانوں کی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بلند کردار اور راست باز انسانوں کے لئے خدا کے ہاں جو کچھ بھی ہے یکسر خیر ہے۔ اس میں خرابی کا شائبہ تک بھی نہیں آسکتا۔

(۱۹۹) اور خدا کی اِس جنت کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں — اِن اہل کتاب (یہودیوں) کے لئے بھی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علاوہ کوئی اور جنت میں جا ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اہلِ کتاب میں سے بھی جو لوگ (اِس طرح) اللہ پر ایمان لے آئے ہیں (جس طرح تم لاتے ہو)۔ اور اپنی سابقہ کتابوں پر ایمان لانے کے بعد اِس کتاب (قرآن) پر ایمان لائے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اور انہوں نے' اِس طرح' قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے' اور اپنی سابقہ روش کو چھوڑ دیا ہے جس میں وہ احکامِ خداوندی کو دنیاوی مفاد کے عوض بیچ دیا کرتے تھے۔ تو (اِن کا بنی اسرائیل کے گھرانے میں پیدا ہونا' اِن کے راستے میں حائل نہیں ہوگا)۔ اِن کے ایمان و اعمال کا اجر اِن کے ربّ کے قانونِ مکافات کی رُو سے ملے گا۔ وہ قانون جو انسان کے ہر عمل کا حساب بلا تاخیر کر دیتا ہے۔ (۳/۱۱۳—۱۱۴)۔

(۲۰۰) لیکن یہ سب کچھ اُس معاشرہ میں ہو سکتا ہے جس میں تمام افراد کی کیفیت یہ ہو کہ وہ اپنے نظام پر نہایت ثابت قدمی سے قائم رہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کی استقامت کا موجب بنیں اور اِس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کریں۔ مخالفین کے مقابلہ میں استقامت دکھائیں۔ اپنی حفاظت کا پورا پورا انتظام رکھیں۔ ایک دوسرے سے جڑ کر رہیں۔ مقصدِ پیشِ نظر کے حصول میں مسلسل کوشش کریں۔ اور ہر قدم پر قانونِ خداوندی کی نگہداشت کریں۔

اے جماعتِ مومنین! تم نے یہی روش اختیار کرنا تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②

(۱) اے نوعِ انسان! اپنے نشو و نما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جرثومۂ زندگی[1] سے کی ([illegible]) - ازاں بعد یہ جرثومہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا[2] جس سے نر و مادہ کی تقسیم وجود میں آئی - اور یوں نر و مادہ کے اختلاط سے اُس نے کرّۂ ارض پر کثیر آبادی پھیلا دی جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہے۔

(جب نوعِ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی درخت کی شاخیں ہے تو انسانوں کی خود ساختہ تقسیم و تفریق کے کیا معنی ہیں؟ تم تمام انسانوں کو ایک برادری سمجھو) اور اِس طرح خدا کے نظامِ ربوبیت کی نگہداشت کرو جس کے ذریعے تمہاری وہ ضروریات پوری ہوتی ہیں جن کیلئے تم ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہو ([illegible])۔

خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کی ابتدا اپنے خاندانی رشتے استوار کرنے سے کرو (جب یہ ہو جائے تو پھر اِس حلقہ کو وسیع کرتے چلے جاؤ تا آنکہ پوری کی پوری انسانیت اِس کے دائرہ کے اندر آجائے) - اگر تم نے ایسا کیا تو قوانینِ خداوندی تمہاری ہر طرح سے نگرانی اور نگہبانی کرتا جائے گا۔

(۲) اِس قانون کی رُو سے تمہارے اپنے بچوں اور یتیموں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اِس لئے اُن کے مفاد اور حقوق کی بھی اسی طرح نگہداشت کرو جس طرح تم اپنی اولاد کے مفاد کی نگہداشت کرتے ہو - اُن کا مال و اسباب بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھو، ایسا نہ کرو کہ اُن کی اچھی

1. Life-cell 2. Spermatazoon & Ovum

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿۳﴾ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۵﴾

اچھی چیزیں' اپنی نکمّی چیزوں سے بدل لو۔ اُن کا مال الگ رکھو' اپنا الگ۔ اُن کے مال میں خرد برد کرنا بڑی بے انصافی کی بات ہے۔ (جو بچارا معاشرہ میں تنہا رہ جائے' اُس کی مدد کرنی چاہیئے' نہ کہ اُلٹا اس کا حق تلف کر لینا چاہیئے)۔

۳ (لیکن یتیموں کا مسئلہ ان کے مال و اسباب کی حفاظت ہی سے طے نہیں ہو جاتا۔ بات اِس سے آگے بھی چلتی ہے۔ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں — مثلاً جنگ کی وجہ سے — کہ معاشرہ میں مرد ضائع ہو جائیں اور بیوہ عورتیں اور یتیم بچے (لڑکے' لڑکیاں) زیادہ رہ جائیں — بالخصوص بے شوہر عورتیں – ۴/۱۲۷)۔ اور اس مسئلہ کا کوئی خاطر خواہ منصفانہ حل نہ ملتا ہو یا کہیں انفرادی طور پر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں تمہیں اجازت دیجاتی ہے کہ ان یتیموں اور بیواؤں کی حفاظت اور پرورش کی خاطر تم اِن بے شوہر عورتوں سے' حسب پسند (جو تمہارے نکاح میں آنا چاہیں' ۴/۱۹) نکاح کر لو۔ (اِس مقصد کیلئے "ایک مرد ایک بیوی" کے قانون میں استثنا کی جاتی ہے۔ اس صورت میں' جیسا بھی حالات کا تقاضا اور معاشرہ کا فیصلہ ہو تم) دُو دُو۔ تین تین۔ چار چار بیویاں تک (نکاح میں لا سکتے ہو)۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ تم' اِس طرح' مختلف افراد خاندان میں عدل قائم نہیں رکھ سکو گے' تو پھر اُسی "ایک بیوی" والے قانون پر کاربند رہو۔ یا وہ لونڈیاں جنہیں تم' اِس سے قبل' اپنے نکاح میں لا چکے ہو (کیونکہ اِسکے بعد تو غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ ہی ختم کر دیا گیا ہے)۔ بے انصافی (یا کثرتِ اولاد کے بوجھ) سے بچنے کیلئے "یہ" راہ زیادہ قرینِ صواب ہے۔

(یاد رکھو۔ یہاں جس عدل کا مطالبہ کیا گیا ہے' اس سے مراد مختلف بیویوں میں سلوک و برتاؤ کا عدل ہے' نہ کہ جذبات کا عدل۔ اِس لئے کہ جذبات میں مساوات اور یکسانیت رکھنا نفسیاتی محال ہے جس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ ۴/۱۲۹)۔

۱ اور اپنی بیویوں کا مہر کسی معاوضہ کا خیال کئے بغیر' اِس طرح دیدیا کرو جس طرح شہد کی مکھی' شہد دیتی ہے (اِس میں کسی قیمت یا بدل کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ اِس لئے کہ مہر تو ایک تحفہ ہے' نہ کسی چیز کا بدلہ)۔ ہاں! اگر وہ اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں' تو اسے بلا تامّل اپنے صرف میں لا سکتے ہو۔

۵ یہ بھی یاد رکھو کہ مال کو' خدا نے' تمہاری قومی معیشت کا ذریعہ (قیام کا موجب)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوْهَآ
إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ
بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ⑥ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ⑦

بنالیا ہے۔ اِس سے قومیں اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے قابل ہوتی ہیں۔ اِس لئے، اِسے ایسے لوگوں کی تحویل میں نہ دو جو اِس کے انتظام کی سوجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے روٹی کپڑے اور صحیح تربیت کا انتظام کردیا کرو۔

۴ اور یتیموں کی بھی صحیح تربیت کرو اور اُن کی جانچ پڑتال کرتے رہو کہ ان کی صلاحیتوں کی کس حد تک نشوونما ہوتی ہے، حتّٰی کہ وہ نکاح کی عمر (سنِ بلوغت ۶/۱۵۳ ؛ ۵/۳۴ ؛ ۳/۵۴) تک پہنچ جائیں۔ پھر اگر اُن میں عقل کی پختگی نظر آئے، تو اُن کا مال اُنہیں واپس دیدو (اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر ۵/۴ کے مطابق کرو)۔ اور اِس خیال سے کہ وہ اب سنِ بلوغت کو جلدی پہنچ جائیں گے اور اُن کا مال انہیں واپس دینا ہوگا، فضول خرچی کرکے ان کا مال ہڑپ نہ کرجاؤ۔ باقی رہا ان کے مال کی حفاظت اور اُن کی پرورش کا معاوضہ، سو تم میں سے جو ضرورتمند نہ ہو اُسے کچھ نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن جو ضرورت مند ہو (یعنی ان کی جائیداد کے انتظام کیلئے اُسے جو وقت صرف کرنا پڑے اُس سے اس کی اپنی آمدنی پر اثر پڑتا ہو اور اِس طرح وہ تنگدست ہوجائے) تو وہ قاعدہ اور قانون کے مطابق حق الخدمت لیا کرے۔ پھر جب تم اُن کا مال ان کے سپرد کرنے لگو تو اس پر گواہ کیا کرو۔ اور حساب فہمی کے وقت اِس حقیقت کو سامنے رکھو کہ تم یہ حساب خدا کو دے رہے ہو جو ظاہر اور پوشیدہ ہر بات سے واقف ہے، اِس لئے ٹھیک ٹھیک حساب لینے والا ہے۔

۱ اب قانونِ وراثت کی تفصیل سنو۔ مَردوں کیلئے حصہ ہے اُس مال میں سے جو اُن کے والدین یا دوسرے قریب ترین رشتے دار (جن کا ذکر آگے آتا ہے) چھوڑ کر مریں۔ اِسی طرح عورتوں کے لئے حصہ ہے اس مال میں سے جو ان کے والدین یا قریب ترین رشتے دار[1] چھوڑ کر جائیں۔ خواہ وہ تھوڑا سا مال ہو یا زیادہ۔ اِس میں ہر ایک کا حصہ مقرر ہے۔ (اِن حصوں کا ذکر آگے آتا ہے۔ لہٰذا، عورتیں اپنا حق ملکیت الگ رکھتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ہر چیز کا مالک مرد ہوتا ہے۔ عورت مالک ہی نہیں ہوسکتی (۴/۳۴)۔

[1] اقرب کے معنی ہیں، وہ متوفی جس کے، اور اُس کے وارث کے درمیان اُن کی لائن میں کوئی اور حصہ دار حائل نہ ہو۔ مثلاً (زید / بکر / عمر) میں زید بکر کا اقرب ہے۔ لیکن اگر بکر (اپنے باپ زید کی زندگی میں) فوت ہوچکا ہو تو زید (اپنے پوتے) عمر کا اقرب ہوجائے گا۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۞ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۞ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۞ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

---

(۸) اگر تقسیم وراثت کے وقت، ایسے رشتہ دار بھی موجود ہوں جن کا ترکہ میں حصّہ نہ ہو، یا دوسرے یتیم اور مساکین، تو انہیں بھی اِس میں سے کچھ دیدو، اور سمجھا دو کہ ترکہ کی تقسیم قانون اور قاعدے کے مطابق ہوگی، جس کی رُو سے انہیں بطورِ حق کچھ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ انہیں دیا گیا ہے، محض اُن کی دل جوئی کی خاطر ہے۔

(۹) ترکہ کی تقسیم صحیح قاعدے کے مطابق کرنی چاہیئے، اور اِس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر تم بھی اپنے پیچھے ناتواں اولاد چھوڑ جاؤ، تو تم کبھی نہیں چاہو گے کہ اُن سے بے انصافی ہو۔ لہٰذا تم قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو، اور اِن معاملات میں ایسی بات کرو جو بالکل صاف سیدھی اور محکم ہو۔

(۱۰) یاد رکھو! جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں، اُن کے متعلق یوں سمجھو گویا وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں جس سے اُن کے جذبات حرص و ہوس اور بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اُن کی نیت نہیں بھرتی اور وہ ناجائز دولت کے پیچھے پاگلوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ اِس سے اُن کی صلاحیتیں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جاتی ہیں۔

(۱۱) اِس اُصولی تمہید کے بعد قانونِ وراثت تمہارے سامنے آتا ہے۔ اِس باب میں، اولاد کے متعلق خدا کا حکم یہ ہے کہ

(۱) لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ہے — یعنی لڑکی۔ $\frac{1}{3}$ اور لڑکا۔ $\frac{2}{3}$ (اِس لئے کہ کنبے کے اخراجات کا کفیل مرد ہے، عورت نہیں۔ $\frac{4}{34}$)۔

(۲) اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا $\frac{2}{3}$ حصّہ ہے۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو، نصف۔

(۳) اور متوفی کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا ($\frac{1}{6}$) حصّہ ہے بشرطیکہ متوفی کی اولاد بھی

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ
فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ
لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

ہو۔ لیکن اگر اُس کی اولاد نہ ہو' اور صرف ماں باپ اُس کے وارث ہوں' تو اس کی ماں کا حصّہ تیسرا ($\frac{1}{3}$) ہے (اور باپ کا $\frac{2}{3}$)۔ اور اگر اس کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا حصّہ چھٹا ($\frac{1}{6}$) ہے۔ یاد رکھو! یہ تقسیم متوفّی کی وصیّت (جو فرض ہے $\frac{4}{11}$) پوری کر دینے اور قرضہ چکا دینے کے بعد ہوگی۔ (یعنی ترکے سے سب سے پہلے متوفّی کا قرضہ ادا کرو۔ پھر دیکھو کہ اُس کی وصیّت کیا ہے۔ اگر وصیّت پورے مال پر حاوی نہ ہو۔ یا وہ وصیّت کر ہی نہ سکا ہو۔ تو اُس صورت میں ترکہ کی تقسیم مذکورہ بالا حصّوں کے مطابق کرو)۔ اِس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ یا تمہاری اولاد میں سے کونسا رشتہ نفع رسانی کے لحاظ سے تم سے قریب تر ہے۔ اِس لئے یہ حصّے خدا نے خود مقرّر کر دیئے ہیں' کیونکہ اُس کا ہر فیصلہ علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

اب عقدی رشتوں (میاں بیوی) کے متعلق سنو۔

(۱) جو کچھ تمہاری بیویاں چھوڑ مریں' اُس میں سے تمہارا حصّہ نصف ($\frac{1}{2}$) ہے' بشرطیکہ اُن کی اولاد نہ ہو۔ لیکن اگر اُن کی اولاد ہو' تو پھر اُن کے ترکہ میں سے تمہارا حصّہ چوتھا ($\frac{1}{4}$) ہے۔

یہ تقسیم اُس وصیّت کے پورا کرنے کے بعد ہوگی جو انہوں نے کی ہو۔ یا اُن کے قرضہ کی ادائیگی کے بعد۔

(۲) تمہارے ترکہ میں' تمہاری بیویوں کا چوتھا حصّہ ($\frac{1}{4}$) ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ

اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہاری بیویوں کا حصہ آٹھواں (۱/۸) ہے —— تمہاری وصیت پوری کرنے یا قرضہ ادا کرنے کے بعد۔

[لہٰذا قاعدہ یہ ٹھہرا کہ پہلے قرضہ اور وصیت کو دیکھ لیا جائے۔ اُس کے بعد اگر کچھ بچے تو پہلے عقدی رشتوں (میاں بیوی) کے حصّوں کی تقسیم کر دی جائے (۴/۱۲) - اور باقیماندہ نسبی رشتہ داروں میں تقسیم کیا جائے۔ "اولاد" میں اولاد در اولاد' اور والدین میں دادا' نانا' دادی، نانی سب شامل ہیں' جب متوفی ان کا اقرب ہو]۔

تیسرا قانون یہ ہے کہ متوفی لاولد ہو اور اس کے بھائی بہن بھی ہوں اور ماں باپ بھی۔

اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ (۱/۶)۔

اور اگر بھائی بہنوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی (۱/۳) میں شریک ہوں گے۔

(جب ایسے متوفی کے ماں باپ بھی نہ ہوں تو اسکے ترکہ کی تقسیم (۴/۱۷۶) کے مطابق ہوگی)۔

یہ تقسیم بھی وصیّت اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد ہوگی - بشرطیکہ یہ وصیّت کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے نہ کی گئی ہو (جس کا فیصلہ نظامِ معاشرہ کرے گا)- یہ اللہ کی طرف سے مقررہ حکم ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے - جذبات میں بہ جانے والا نہیں۔

۱۳

یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں - سو جو لوگ اس نظامِ خداوندی کی اطاعت کریں گے جس کی تشکیل رسول اللہؐ کے ہاتھوں سے ہوئی ہے' اُن کے لئے ایسا جنّتی معاشرہ پیدا ہو جائیگا جس کی شادابیاں سدا بہار ہوں گی - اور یہ بہت بڑی کامرانی ہے۔

اور جو اِس نظام کی نافرمانی کرے گا - یعنی اِن حدود اللہ سے تجاوز کرے گا - تو اُسکی زندگی ایسے ذلت آمیز عذاب میں گذرے گی جو اُس کی اِنسانی صلاحیتوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔

۱۵

(حفاظتِ مال کے بعد' تحفظ عصمت کی طرف آؤ' جو تمہاری معاشرتی زندگی میں ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتی ہے' اِس لئے اُس کی نگہداشت ضروری ہے)۔

أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ
لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾ وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿١٦﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ
فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ
حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا
بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ

اگر تمہاری عورتوں میں سے کسی سے ایسی بیحیائی کی حرکت سرزد ہو (جو زنا کی طرف لے جانے کا موجب ہو سکتی ہے) تو اُن کے خلاف، اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔ اگر وہ اِس کی شہادت دیں (اور جرم ثابت ہو جائے) تو، اِن عورتوں کو باہر آنے جانے سے روک دو تا آنکہ انہیں موت آجائے یا خدا کا قانون اُن کے لئے ایسی صورت پیدا کر دے جس سے وہ اِس قسم کی حرکات سے رک جائیں — مثلاً اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اُن کی شادی ہو جائے۔ (زنا کی سزا کا ذکر ۲۴/۲ میں ہے اور تہمت لگانے کا ۲۴/۴ میں)۔

۱۶ اور اگر دو مرد اِس قسم کی حرکت کے مرتکب ہوں تو انہیں (مناسب) سزا دو۔ لیکن اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو کر اِس سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کرو۔ اللہ کے قانون میں معافی کی گنجائش بھی ہے (جو اکثر حالات میں جرم کی روک تھام کا موجب بن کر باعث) رحمت بن جاتی ہے۔

۱۶ لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ معافی اُن کے لئے ہے جو غلطی سے کوئی جرم کر بیٹھیں اور پھر اِس کا احساس بیدار ہونے پر فوراً اصلاح کی طرف لوٹ آئیں۔ خدا کے قانون میں معافی انہی کے لئے ہے۔ اِس لئے کہ اُس کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۶ اُن کے لئے معافی نہیں جو عادی مجرم ہوں اور اپنی حرکات پر اُس وقت نادم ہوں جب موت ان کے سامنے آکھڑی ہو۔ نہ ہی ان کے لئے جو قانون کو سرے سے تسلیم ہی نہ کریں اور ساری عمر اسی سرکشی میں بسر کر دیں۔ انہیں دردناک سزا دینی چاہیئے۔

۱۶ اب معاشرہ کی اگلی شِق (عائلی زندگی) کی طرف آؤ۔ اس باب میں یہ بنیادی نقطہ سمجھ لینا چاہیئے کہ (جیسا کہ مردوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ بیوی کا انتخاب اپنی مرضی سے کریں۔ ۴/۳)۔

أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

۳ ع ۱۳

اُسی طرح نکاح کے لئے عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اگر وہ تمہارے نکاح میں نہ رہنا چاہیں' تو انہیں اِس نیت سے روک رکھو کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو' اس میں سے کچھ ہتیا لو۔ ایسا قطعاً جائز نہیں' بجز اس کے کہ ان سے کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب ہوا ہو۔ (اِس صورت میں عدالت تمہیں اُس میں سے کچھ دلا سکتی ہے)۔ تم اپنی بیویوں سے قاعدے اور قانون کے مطابق حسن سلوک سے رہو سہو۔ اگر ان کی کوئی بات تمہیں ناپسند ہو (تو یونہی بے قابو ہو کر جھٹ سے قطع تعلق پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔ تحمل اور برداشت سے کام لو)۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں (بنظر بظاہر) ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں تمہارے لئے بہت سی خوش گواریاں رکھ دی ہوں۔ (اِس لئے' فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہ لو)۔

۲۰ اور اگر تم یہ فیصلہ کر لو کہ ایک بیوی کو طلاق دے کر کسی اور جگہ نکاح کرنا ہے —— اِس کا یہ مطلب نہیں کہ محض نئی عورت سے شادی کرنے کا شوق' طلاق کے لئے وجۂ جواز ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اُن شرائط کے مُطابق' جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا' طلاق تک کی نوبت پہنچ جائے —— اور تم اپنی بیوی کو سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو' تو اُس سے کچھ واپس نہ لو (البتہ اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو' تو پھر اِس میں سے کچھ لیا جا سکتا ہے (۲۲۹/۲)۔ یا اگر اس سے بے حیائی کا ارتکاب ہوا ہو تو۔ ۱۹/۴) لیکن جب ایسی صورت نہ ہو' اور تم اِس (بیچاری) کے خلاف ناحق تہمتیں لگا کر کچھ وصول کرنا چاہو' تو یہ ایک کھلا ہوا گناہ ہے —— یعنی ایسی معیوب حرکت جس کے مذموم ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

۲۱ جو کچھ تم نے اُسے دیا تھا' وہ کیسے واپس لے سکتے ہو' درانحالیکہ تم میں زناشوئی کے تعلقات رہ چکے ہیں' اور تمہاری بیویاں نکاح کے وقت تم سے اپنے حقوق کے تحفظ کا پختہ عہد بھی لے چکی ہیں۔ لہٰذا تمہارے لئے اِس معاہدہ کا احترام ضروری ہے۔

۲۲ اب یہ دیکھو کہ کون کون سی عورتیں ہیں جن سے تمہارا نکاح جائز نہیں۔ سب سے پہلے یہ کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو' انہیں اپنے نکاح میں مت لاؤ۔ جو کچھ تم' اِس سے پہلے کر چکے ہو' وہ کر چکے۔ اب ایسا نہ کرنا۔ یہ بڑی بے حیائی کی بات' مکروہ اور مردود رسم اور بہت بُرا دستور تھا

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۲۳)

جو تم میں رائج تھا۔ اِسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔

(۲۳) علاوہ ازیں، تم پر حسب ذیل رشتوں کی عورتیں بھی نکاح کے لئے حرام قرار دی گئی ہیں۔

تمہاری —— (۱) مائیں۔ (۲) بیٹیاں۔ (۳) بہنیں۔ (۴) پھوپیاں۔ (۵) خالائیں۔ (۶) بھتیجیاں۔ (۷) بھانجیاں۔ (۸) وہ عورتیں جن کا تم نے دودھ پیا ہو۔ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں۔ (۹) تمہاری دودھ شریک بہنیں۔ (۱۰) تمہاری بیویوں کی مائیں۔ (۱۱) تمہاری بیویوں کی (سابقہ شوہر سے) لڑکیاں جو تمہاری حفاظت میں پرورش پاتی ہیں اس لئے بمنزلہ تمہاری اولاد کے ہیں۔ اِس میں شرط یہ ہے کہ تم اِن بیویوں سے خلوت کر چکے ہو۔ اگر خلوت نہ کی ہو تو پھر اِن لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱۲) تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ (مُنہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے ۳۳/۳۷)۔

(۱۳) نیز یہ بھی حرام ہے کہ (جب ۴/۳ کے مطابق تعدد ازدواج کی ضرورت پڑ جائے تو) تم بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں لے آؤ۔[1]

اِن احکام سے پہلے جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا۔ اب ان کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ یاد رکھو! تمہاری ذات کی حفاظت اور نشوونما صرف قوانین خداوندی کی اطاعت سے ہو سکتی ہے۔

چوتھا پارہ ختم ہوا

[1] نکاح کے متعلق مزید اور مسلسل احکام، اگلے پارہ کی ابتدائی آیات میں ملیں گے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

۲۴ اِن کے علاوہ وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں۔ بجز اُن کے جو اِس سے پہلے تمہارے نکاح میں آچکی ہوں — اِن میں لونڈیاں بھی شامل ہیں' اور وہ عورتیں بھی جن کی اجازت (۴:۳/۱۰) میں دی گئی ہے — یہ تمہارے خدا کی طرف سے عاید کردہ قانون ہے۔

اِن عورتوں کے علاوہ' اور سب تمہارے لئے حلال ہیں' لیکن صرف اُسی صورت میں کہ تم اِن سے باقاعدہ نکاح کرو' اور اِس طرح زوجین اُن پابندیوں میں گھِر جائیں جو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں ایک دوسرے پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہ تم اِن سے محض شہوت رانی کے لئے تعلقات پیدا کرو' (خواہ اِس کے لئے نکاح کی رسم بھی کیوں نہ ادا کر لی جائے)۔

نیز نکاح کی ایک شرط مہر بھی ہے۔ اِس لئے تم (حلال عورتوں میں سے جس سے نکاح کر کے) منفعت کے طالب ہو — یعنی بہ حیثیت میاں بیوی رہنا چاہتے ہو — تو اُن کے جو مہر مقرر کئے گئے ہیں اُنہیں دیدو۔ البتہ اگر تم' باہمی رضامندی سے اِس میں کمی بیشی کر لو' تو اِس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ (۴/۴) یاد رکھو! خدا کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۲۵ اگر تم میں سے کسی میں اِس کی اِستطاعت نہ ہو کہ وہ آزاد مومن عورت سے شادی کرے' تو وہ کسی ایسی مومن عورت سے شادی کر لے جو کسی کی لونڈی ہو (تاکہ وہ لونڈیاں جو اِس وقت تمہارے معاشرہ میں موجود ہیں' رفتہ رفتہ معاشرہ کا جزو بنتی جائیں اور اِس طرح غلامی کا خاتمہ ہو جائے)۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ لونڈی سے شادی کرنا باعثِ ذلت ہے۔ جب وہ ایمان لے آئی اور تمہارے نکاح میں آگئی' تو مرتبہ میں برابر ہو گئی۔ اللہ کی نگاہ تمہارے

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِهِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَي الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؀۲۵

ایمان پر ہے۔ یہی معیارِ فضیلت ہے۔ اسی کی بنا پر تم ایک دوسرے کے اجزاء بنتے ہو۔ کوئی غیر نہیں رہتا۔

لیکن لونڈیوں کے ساتھ اُن کے مالک کی اجازت سے نکاح کرو اور قاعدے اور قانون کے مطابق اُن کے مہر ادا کردو۔ وہ ایک پاکباز منکوحہ بیوی کی حیثیت سے رہنے کیلئے نکاح کرے۔ محض تمہاری شہوت رانی کا ذریعہ بننے کے لئے نہیں خواہ اسکے لئے رسم نکاح ادا کرلی گئی ہو یا ان تعلقات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ دونوں شکلیں ناجائز ہیں (۵/۵)۔ جائز صورت یہی ہے کہ باقاعدہ میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے کے لئے ان سے نکاح کیا جائے —— یہ بھی یاد رکھو کہ جنسی اختلاط سے مقصد جائز طریق سے افزائشِ نسل ہے۔ محض جنسی تسکین اور لذت کشی نہیں۔ جو اختلاط محض حصولِ لذت کیلئے ہو وہ منشائے فطرت کے خلاف ہے خواہ معاشرہ اسے معیوب سمجھے یا نہ۔

جب یہ لونڈیاں تمہارے نکاح میں آجائیں اور اسکے بعد بےحیائی (زنا) کی مرتکب ہوں تو انکی سزا آزاد عورتوں کی سزا (۲۴/۲) سے نصف ہے۔ (اس لئے کہ ان کی تربیت اچھے ماحول میں نہیں ہوئی اور ان کی پہلی زندگی میں اس قسم کی حرکات معیوب تصور نہیں کی جاتی تھیں اس لئے ان سے اخلاق کا وہ بلند معیار متوقع نہیں ہوسکتا جو شریف گھرانے کی عورتوں سے متوقع ہوتا ہے۔ سزا کے تعین میں ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے)۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جس انداز سے لونڈیوں کی تربیت ہوتی ہے اس سے ان کی ذہنیت پست رہتی ہے۔ لہٰذا لونڈیوں سے شادی انہی کو کرنی چاہیئے جو سمجھتے ہوں کہ نکاح کے بغیر وہ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ اگر تم خیالات کی بلندی بھی چاہتے ہو تو پھر ضبط سے کام لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ خدا کا قانون جو تمہیں عفت و پاکبازی کی تعلیم دیتا ہے تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہاری سیرت کی نشوونما کا ذریعہ بنے گا —— یاد رکھو! ضبطِ نفس ناممکن نہیں (۲۴/۳۳)۔ جنسیات کے معاملہ میں بھوک پیاس کی طرح اضطراری حالت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ بھوک کی

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

اضطراری حالت میں تو حرام کھا لینے کی اجازت ہے (۲/۱۷۳)' لیکن جنسی اختلاط کے لئے ناجائز فعل کی کسی حالت میں اجازت نہیں۔

۲۶ عائلی زندگی کے یہ احکام' اس وضاحت سے' اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں بتائے کہ اقوام سابقہ میں سے جنہوں نے معاشرتی اور ازدواجی زندگی کو صحیح قوانین کے تابع رکھا' اُن کی زندگی کس قدر خوشگوار تھی' اور جنہوں نے اس میں توازن برقرار نہیں رکھا' وہ کس طرح تباہ ہو گئیں۔ اللہ کا قانون' جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے' تم پر اپنی توجہات مرکوز رکھنا چاہتا ہے (تاکہ تم تباہ اور برباد نہ ہو جاؤ)۔

۲۷ پھر سن لو کہ خدا کا قانون چاہتا ہے کہ تم تباہیوں سے بچ جاؤ۔ اس لئے وہ بار بار لوٹ کر تمہاری طرف آتا ہے۔ لیکن جو لوگ محض اپنے جذبات کے پیچھے چلتے ہیں' وہ یہی چاہیں گے کہ تم بھی (اُن کی طرح) اعتدال چھوڑ کر' افراط و تفریط کی راہ اختیار کر لو۔

۲۸ خدا کو اِس کا علم ہے کہ اگر انسان کو علیٰ حالہٖ چھوڑ دیا جائے تو یہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ خدا نے یہ قوانین و ضوابط اس لئے عطا کر دیئے ہیں کہ وہ انسانوں کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے ——— وہ نہ اُن کے جذبات کو رہبانیت کے شکنجوں میں کسنا چاہتا ہے (۵۷/۲۷)۔ اور نہ ہی اُنہیں بدلگام چھوڑ کر انسان کے لئے سامانِ ہلاکت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

۲۹ انسان کا جذبات سے مغلوب ہو جانے کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ دوسرے کا مال بھی اُس کے پاس آ جائے' خواہ اِس کے لئے اُسے کیسے ہی حربے کیوں نہ استعمال کرنے پڑیں۔ یہ بڑی تباہ کن ذہنیت ہے۔ لہٰذا' اے جماعتِ مومنین! تم نے ایسا نہ کرنا کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھا جاؤ۔ معاشرہ میں' ضروریاتِ زندگی کی چیزوں کا مبادلہ ہوتا ہے

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْــَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

(جسے تجارت کہتے ہیں) - اس کا انتظام باہمی رضامندی سے ہونا چاہیئے' اس اصول کے مطابق کہ ہر شخص کو اس کی محنت کا معاوضہ مل جائے (۵۳/۳۲) - یہ نہیں کہ ایک شخص محض سرمایہ کے زور پر دوسروں سے زیادہ سے زیادہ بٹور لینے کی کوشش کرے (۲/۲۷۵) - اگر ایسا کرو گے تو تم اپنے آپ کو تباہ کرلو گے - خدا یہ چاہتا ہے کہ تم سب کی نشوونما ہوتی رہے - لہذا جس معاشی نظام میں یہ مقصد فوت ہو جائے' وہ جائز نہیں قرار پا سکتا۔

۳۰ ایسی کھلی کھلی تاکید کے بعد بھی' جو قوم اپنا کاروبار اس انداز پر رکھے گی کہ ہر شخص دوسرے کے حق میں کمی کرے اور اپنی حد سے تجاوز کر جائے' تو وہ معاشرہ بہت جلد تباہیوں کی آگ سے جھلس کر رہ جائے گا - قانون خداوندی کی رُو سے ایسا نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے - اس لئے کہ جو نظام' منفعت عامہ کے خلاف قائم ہو اس کی تباہی کے سامان خود اس کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

۳۱ جن باتوں سے تمہیں روکا جا رہا ہے' یہ معمولی باتیں نہیں۔ یہ انسانیت کے خلاف سنگین جرائم ہیں - اگر تم ان سے بچتے رہے تو تمہاری چھوٹی چھوٹی ناہمواریاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور تمہیں عزت اور مرفہ الحالی کی زندگی نصیب ہو جائے گی (۴۲/۱۴ ؛ ۵۳/۳۲)۔

۳۲ ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں' اس غلط تصور کا ازالہ بھی ضروری ہے جس کی رُو سے سمجھا جاتا ہے کہ حقوقِ ملکیت مرد کو حاصل ہوتے ہیں' عورت کو نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے (۴/۷)' عورت اپنے مال و جائداد کی آپ مالک ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ کمائی کرنا صرف مرد کا کام ہے' عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ مرد اور عورت' دونوں اکتساب رزق کر سکتے ہیں - جو کچھ مرد کماتے وہ اس کا حصہ ہے۔ جو عورت کمائے وہ اس کا حصہ - یہ ٹھیک ہے کہ جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے بعض باتوں میں مردوں کو برتری حاصل ہے اور بعض میں عورتوں کو - لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں اپنے آپ کو اپاہج بنا کر مردوں کی کمائی کو تکتی رہیں اور خود کچھ نہ کریں۔ انہیں چاہیئے کہ خدا سے زیادہ سے زیادہ معاشی اکتساب کی توفیق طلب کرتی رہیں۔ خدا خوب

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿٣٤﴾

جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ کر سکتی ہیں۔

(۳۳) مردوں اور عورتوں کے جداگانہ حقوقِ ملکیت کا فطری تقاضا یہ کہ مرنے والے کے ترکہ میں ان سب کا حصّہ ہو ـــــ صرف مردوں ہی کا نہ ہو ـــــ چنانچہ جو کچھ کسی کے والدین یا اقربا چھوڑ جائیں، ہم نے اس کے لئے حصّے دار مقرر کر دیئے ہیں۔ یہ صرف نسبی رشتوں تک محدود نہیں۔ عقدی رشتے (میاں بیوی) بھی اس میں شامل ہیں۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ عقدی رشتہ داروں کا حصّہ پہلے نکال کر پھر نسبی رشتے داروں کے حصّے تقسیم کرو۔ (اس طرح بیوہ کو اپنے مرحوم خاوند کے ترکہ سے سب سے پہلے حصّہ ملے گا)۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ خدا کی نگاہ ہر بات پر رہتی ہے۔

(۳۴) جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے، مردوں اور عورتوں کی بعض صلاحیتوں میں فرق ہے۔ کسی میں مردوں کو برتری حاصل ہے کسی میں عورتوں کو۔ ان فرائض کی سرانجام دہی کا نتیجہ ہے کہ عورت، بیشتر وقت کے لئے کسبِ معاش سے معذور ہو جاتی ہے اور اسکی ضروریات کا کفیل مرد ہوتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے مرد کو عورت پر کوئی خاص حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض دونوں برابر کے ہیں (۲/۲۲۸؛ ۳۳/۳۵)۔

جب صورتِ حالات یہ ٹھہری کہ بعض فطری فرائض ایسے ہیں جنہیں عورت ہی سرانجام دے سکتی ہے، مرد نہیں دے سکتے۔ اور ان فرائض کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں، عورت کو جو عارضی معذوری پیش آتی ہے اس کی وجہ سے مرد کو اس پر کوئی خاص فوقیت حاصل نہیں ہو جاتی، تو نہ مرد کے دل میں کسی قسم کا احساسِ برتری پیدا ہونا چاہیئے نہ عورت کے دل میں احساسِ کمتری۔ لہٰذا اللہ نے عورتوں کو جو مضمر صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں، انہیں چاہیئے کہ ان کی حفاظت کریں اور (جب تک کوئی خاص عذر لاحق نہ ہو) اس مقصد کو پورا کریں جس کے لئے وہ صلاحیتیں

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾

دی گئی ہیں۔ اور یوں قانونِ فطرت کی اطاعت کریں۔

لیکن، اس کے باوجود، اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عورتیں (بلا کسی معقول وجہ کے) اس سے سرکشی اختیار کرلیں، تو اربابِ حل و عقد کو چاہیئے کہ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔ اگر وہ اس سے بھی صحیح راستے پر نہ آئیں، تو اگلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے خاوندان سے علیحدگی اختیار کرلیں اور اس نفسیاتی اثر سے ان میں ذہنی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ اس پر بھی سرکشی سے باز نہ آئیں تو عدالت انہیں بدنی سزا بھی دے سکتی ہے۔

لیکن جس وقت وہ قانون کی اطاعت کرلیں، تو پھر اُن کے خلاف کوئی راہِ عقوبت تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ یاد رکھو! نظامِ خداوندی میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ قانون سے سرکشی برتنے والوں کو سزا دے سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس میں اتنی بلند نگہی بھی ہوتی ہے کہ سرکشی چھوڑ دینے والوں کے خلاف انتقام کے جذبات نہ اُبھریں۔ اُن سے درگزر کرلیا جائے۔ (مردوں کی طرف سے سرکشی کا ذکر (۴/۱۲۸) میں آتا ہے۔)

۳۵ یہ تو رہا عام مردوں اور عورتوں کا معاملہ۔ اگر کسی خاص میاں بیوی میں ناچاقی کا خدشہ ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کردو۔ اس طرح، اگر میاں بیوی باہمی مصالحت کا ارادہ کرلیں (یا یہ دونوں ثالث اُن میں اصلاح کی نیت سے موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں) تو قانونِ خداوندی اُن میں موافقت پیدا کردے گا۔ اس لئے کہ اس کا قانون علم و آگہی پر مبنی ہے۔

۳۶ میاں بیوی کے بعد دوسرے رشتہ داروں کا سوال سامنے آتا ہے۔ لیکن معاملہ کسی کا بھی ہو اصول ہر جگہ یہی کارفرما رہے گا کہ تم نے صرف قانونِ خداوندی کی اطاعت کرنی ہے۔ اس کے ساتھ نہ اپنے ذاتی جذبات کو شامل کرنا ہے، نہ کسی دوسرے انسان کے فیصلے کو۔ خدا کے قانون کا فیصلہ یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اسی طرح دوسرے رشتے داروں کے ساتھ۔ رشتے داروں سے آگے بڑھ کر، اُن تمام لوگوں کے ساتھ جو (والدین کے

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿٣٨﴾

فوت ہوجانے سے' یا ویسے ہی) معاشرہ میں ناکارہ ہو جائیں۔ یا جو حرکت سے معذور ہو جائیں (اور ان کا چلتا ہوا کاروبار رک جائے)۔ اور ہمسایہ کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ' خواہ وہ قریب کا ہمسایہ ہو یا دُور کا ــــ وہ اپنا ہو یا بیگانہ ــــ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار ــــ نیز اپنے رفقائے کار کے ساتھ بھی' اور ان مسافروں کے ساتھ بھی' جن کے پاس زادِ راہ نہ رہا ہو' یا وہ ویسے ہی تمہارے حُسنِ سلوک کے متمنی ہوں ــــ ہر مسافر حسن سلوک کا متمنی ہوتا ہے ــــ اور ان لوگوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ جو تمہارے ماتحت کام کریں۔

دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے وہی پیش آسکتا ہے جس کا سینہ جوہرِ انسانیت سے معمور ہو۔ جو اخلاقِ کریمانہ کا پیکر ہو۔ جو دوسروں کی امداد میں خوشی محسوس کرے۔ لیکن جو لوگ اپنے متعلق خودسری میں مبتلا ہوں۔ کوئی جوہر اُن میں ہو نہ' اور وہ باتیں بڑی بڑی کریں' شیخی بہت بھگاریں' لیکن دیں کسی کو کچھ نہ۔ تو ایسے لوگ' قانونِ خداوندی کی نگاہوں میں کس طرح مستحقِ ستائش ہوسکتے ہیں۔

۳۷ ان لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ سب کچھ اپنے لئے سمیٹ کر رکھتے ہیں' اور کسی کو کچھ نہیں دینا چاہتے۔ پھر ایسے قوانین وضوابط بناتے ہیں جس سے معاشرہ کی عام رَوِش یہی ہوجائے اور بخل کو معیوب ہی نہ سمجھا جائے۔ اور یوں ہر شخص' اُن چیزوں کو اپنے لئے چھپا چھپا کر رکھتا چلا جائے جو اسے خدا کے فضل و کرم سے عطا ہوئی ہوں۔

یاد رکھو! جو لوگ خدا کی نعمتوں کی ناسپاس گزاری کرتے ہیں ــ اور ناسپاس گزاری یہ ہے کہ انہیں چھپا چھپا کر رکھا جائے اور نوعِ انسان کی پرورش کے لئے صرف نہ کیا جائے ــ اُن کی اس رَوِش کا نتیجہ دردانگیز تباہی ہے۔

۳۸ یہ تو اُن لوگوں کا حال ہے جو مال و دولت کو اپنے مفاد کیلئے چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو اسے خرچ تو کرتے ہیں' لیکن اس لئے نہیں کہ وہ خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیت کی صداقت' قانونِ مکافاتِ عمل' اور موت کے بعد' زندگی کے مسلسل آگے بڑھنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ محض لوگوں میں اپنی نمود و نمایش کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اسکا

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِـيْمًا ۝۳۹
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْھَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝۴۱ۭ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲

جذبۂ محرکہ اپنے انَغو[1] کی تسکین ہوتا ہے اور بس۔ سو ظاہر ہے کہ جس عمل کی بنیاد اس قسم کے پست جذبات پر ہو' اسکا نتیجہ کس طرح خوشگوار ہو سکتا ہے؟

۳۹ یہ محض نگاہ کا پھیر اور پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ اگر یہ لوگ خدا کی متعین کردہ مستقل اقدار کی صداقت' اور قانونِ مکافات پر یقین رکھتے' اور دولت کو انہی مقاصد کے لئے صرف کرتے' نہ کہ اپنی نمود کی خاطر' تو ان پر کونسی قیامت ٹوٹ پڑتی؟ لیکن خدا کو خوب علم ہے کہ انسان کس جذبہ کے ماتحت کوئی کام کرتا ہے۔

۴۰ اور چونکہ ہر عمل اُس مقصد کے مطابق نتیجہ پیدا کرتا ہے جس کے لئے وہ کیا جائے' اس لئے جو لوگ اپنی نمود و نمائش کے لئے دولت خرچ کرتے ہیں' اگر میزانِ خداوندی میں اُن کے اِس عمل کا کوئی وزن نہیں ہوتا' تو یہ اُن پر ظلم و زیادتی نہیں ہوتی۔ اللہ کسی پر ذرہ برابر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا۔ انہوں نے لوگوں کو دکھانے' اور اُن میں بڑا بننے کے لئے یہ کچھ کیا۔ اُن کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اگر ان کا مقصد قانونِ خداوندی کی اطاعت ہوتا' تو یہ ایسا حسنِ عمل تھا جس کا بدلہ اُن کے صرف کردہ مال سے کئی گنا زیادہ ملتا۔ اس سے معاشرہ میں خوشگوار نتائج پیدا ہوتے اور ان کی اپنی ذات کی نشو و نما ہوتی۔ یہ ہے وہ اجرِ عظیم جو قانونِ خداوندی کی رُو سے ملتا ہے۔

۴۱ ان لوگوں نے یہ رَوش اس لئے اختیار کر رکھی ہے کہ ان کا خیال ہے کہ معاشرہ کا نقشہ ہمیشہ اسی انداز پر رہنا ہے جس میں فریب اور تصنع سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ خیال خام ہے۔ اس نے ایسی شکل اختیار کر کے رہنا ہے جس میں مختلف جماعتوں کے سربراہ نمائندے اکٹھے ہوں گے اور رسول اللہ اُن سب پر نگران کار ہوں گے (۲/۱۴۳ ؛ ۱۶/۸۹ ـــــ ۸۴)۔

۴۲ اُس وقت یہ لوگ' جو اب قوانینِ خداوندی سے انکار' اور رسول کے فیصلوں سے سرتابی

---

[1] حیوانی سطح زندگی کے جذبات کو ہم ــ ایغو (EGO) سے تعبیر کیا ہے' اور جو جذبات خدا کی متعین کردہ مستقل اقدار انسانیت کے لئے بروئے کار آئیں' وہ انسانی ذات (PERSONALITY) کی نمود ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

اختیار کر رہے ہیں' سخت پشیمانی اور ندامت سے اِس کی تمنا کریں گے کہ اے کاش! ہم اس سے پہلے نسیاً منسیا ہو چکے ہوتے۔ اس لئے کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' خدا پر خوب روشن ہے۔

اگر ان میں سے کسی پر یہ وقت یہاں نہ آیا' تو موت کے بعد ایسا ہوگا۔ اس لئے کہ خدا کے قانونِ مکافات کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک برابر پھیلا ہوا ہے۔

(۴۳) اِس معاشرہ کے قیام و استحکام کے لئے صلوٰۃ کے اجتماعات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان اجتماعات میں شرکت کے سلسلہ میں چند ضروری ہدایات یہ ہیں کہ۔

(۱) جب تم ہوش کی حالت میں نہ ہو۔ یعنی تمہیں معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو' خواہ اس کی وجہ کوئی بھی ہو)، تو اجتماعِ صلوٰۃ میں شریک نہ ہو۔ اُس صلوٰۃ سے فائدہ کیا جس میں تم سمجھو ہی نہیں کہ کیا کہہ رہے ہو!

(۲) جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کئے بغیر اس اجتماع میں شریک نہ ہو۔ (اگر ایسی حالت میں پانی نہ ملے تو اس کے لئے آگے ہدایت دی گئی ہے)۔ البتہ ایسی حالت میں اگر تمہیں اِس اجتماع میں سے یونہی گذرنا پڑے' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) اگر تم مریض ہو —— اور پانی سے تکلیف پہنچنے کا احتمال ہے۔

یا حالتِ سفر میں ہو۔
یا۔ جائے ضرور سے فارغ ہو کر آئے ہو } اور پانی نہیں ملتا۔
یا عورت سے ہم آغوش ہوئے ہو

تو ان حالات میں' وضو کرنے کے بجائے (۵:۶) تیمم کر لیا کرو۔ یعنی پاک مٹی سے آلائش صاف کر لی اور ہاتھ منہ ویسے پونچھ لئے۔

یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ خدا کا قانون' مجبوری کی حالت پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس لئے ان مخصوص حالات میں' عام حکم کی پابندی سے درگذر کر دیتا ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ ان اجتماعات میں شریک

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

نہ ہونے سے تمہیں جو نقصان پہنچ سکتا تھا' اس سے تمہاری حفاظت ہو جائے۔

۴۴ اس ضمنی گوشے کے بعد' پھر انہی لوگوں کی کیفیت کو سامنے لاؤ' جو نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں (اور جن کا ذکر ۴/۴ میں کیا جا رہا تھا)۔ ان میں' ان لوگوں کی حالت خاص طور پر قابلِ غور ہے' جنہیں اس ضابطۂ ہدایت کا' جس کی تکمیل اب قرآن میں ہوئی ہے' ایک حصہ دیا گیا تھا۔ یہ لوگ اپنی ساری کوششیں گمراہی خریدنے میں صرف کر رہے ہیں' اور چاہتے یہ ہیں کہ تم بھی صحیح راستے سے بھٹک جاؤ۔

۴۵ اللہ تمہارے ان تمام دشمنوں سے واقف ہے (تم ان سے مت ڈرو)۔ تمہارے لئے قانونِ خداوندی کی سرپرستی اور نصرت کافی ہے۔

۴۶ ان میں سے یہودی تو بہت ہی پست سطح پر اتر آتے ہیں۔ یہ' وحی کے الفاظ تک کو ان کے اصلی مقام سے ہٹا کر ان میں ردّ و بدل کر دیتے ہیں (۲/۷۵) ۔ اور عام گفتگو میں عجیب انداز سے ذومعنی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً بجائے اس کے کہ "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہیں۔ (یعنی ہم نے آپ کی بات سُن لی ہے اور ہم اس کی اطاعت کریں گے)۔ یہ "سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا" کہیں گے۔ (یعنی ہم نے اسے سنا ہے اور ہم اس کی نافرمانی کریں گے)۔ یا کہیں گے "اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" (تو ہماری بات سن' اگرچہ تیری بات نہیں سنی جائے گی۔ یا طنزاً کہیں گے کہ تو بہرہ ہو جائے)۔ یا یوں کہیں گے کہ تم ہمیں خلاں رعایت دو تو پھر ہم تمہاری بات سنیں گے (۲/۱۰۴)۔ غرضیکہ یہ عجیب انداز سے' زبان کو توڑ مروڑ کر باتیں کریں گے —— اور مطلب اس سے یہ ہے کہ دینِ خداوندی کو ہدفِ طعن و تشنیع بنایا جائے۔ اس کا مذاق اڑایا جائے —— اگر ان کی نیت نیک ہوتی اور یہ سیدھی طرح کہتے کہ "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" (ہم نے سنا اور ہم اس کی اطاعت کریں گے)۔ یا "اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا" (ہماری بات سنئے اور ہم پر نگہِ التفات رکھئے) تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور بات صاف اور سیدھی ہو جاتی۔ لیکن انکار و سرکشی کی وجہ سے'

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ یہ عام معاشرتی حسنِ آداب سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو ایمان لے آئیں ——— جن لوگوں کی ذہنیت اس حد تک پست ہو چکی ہو، وہ ایسی بلند تعلیم کو کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں!

(۴۷) ان اہلِ کتاب سے کہو کہ تم اس ضابطۂ ہدایت پر ایمان لاؤ جو تمہارے دعاوی کو سچ کر دکھانے والا ہے (کہ آنے والا آئے گا ——— باطل کو شکست ہو گی۔ حق کا غلبہ ہو گا۔ زمین پر خدا کی مرضی چلے گی۔ وغیرہ) ——— اس پر ایمان لے آؤ، قبل اس کے کہ دونوں فریقوں کے آخری ٹکراؤ کی نوبت آ جائے۔ اُس وقت یاد رکھو، تمہارے ان بڑے بڑے لوگوں کا نام و نشان تک مٹ جائے گا، اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ یا وہ زندگی کی خوشگواریوں سے اس طرح محروم رہ جائیں گے جس طرح تمہارے اسلاف میں سے "اصحابِ سبت" محروم رہ گئے تھے (جن کا ذکر ۲/۶۵ میں آ چکا ہے)۔

یاد رکھو! یہ تنبیہ یونہی دھمکی نہیں۔ یہ قانونِ خداوندی کا اعلان ہے اور خدا کے قانون کے نتائج سامنے آ کر رہا کرتے ہیں۔ اس کی کوئی اسکیم ناکام نہیں رہ سکتی۔

(۴۸) یاد رکھو! سہو و خطا سے کوئی لغزش ہو جانا اور بات ہے۔ اُس کے نقصانات سے انسان، قانونِ خداوندی کے مطابق، محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن جو شخص خدا کے قوانین کے ساتھ انسانوں کے خود ساختہ قوانین کو شامل کر لے۔ یا اُن کے علی الرغم اپنے جذبات ہی کی اطاعت شروع کر دے (۲۵/۴۳)۔ یا جو صفات اور قوتیں صرف خدا کے لئے مخصوص ہیں، ان میں دوسروں کو بھی شریک سمجھ لے تو اس روش کے تباہ کن نتائج سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اس لئے کہ یہ تصور کہ کائنات میں خدا کے علاوہ اور بھی صاحبِ اقتدار ہو سکتے ہیں۔ یہاں، اُس کے علاوہ کسی اور کا قانون بھی چل سکتا ہے، ذہنِ انسانی کا خود ساختہ تصور ہے جو بڑی غلط بنیادوں پر اٹھایا ہوا ہے۔ اِس سے انسان کا دل، خوف کا نشیمن بن جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے ذہن کے تراشیدہ "خداؤں" سے ڈرتا رہتا ہے اور اس طرح اس کی جرأت و بیباکی کی قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں ——— ایسا شخص ان تباہیوں سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے؟

(۴۹) جو لوگ اس باطل تصور کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہیں، ذرا اُن کی حالت پر غور کرو۔ انکا یہ

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
سَبِيْلًا ۝۵۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝۵۲ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ
الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۵۳ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ
اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ
مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

دعوے ہے کہ ہم جس نہج پر چل رہے ہیں اس سے ہماری ذات کی نشو و نما ہو رہی ہے۔ اس سے ہم "روحانیت کی منزلیں" طے کر رہے ہیں۔

۵۰ یاد رکھو! انسانی ذات کی نشو و نما صرف اُس ضابطۂ خداوندی کی رُو سے ہو سکتی ہے جسے اُس نے اپنی مشیت کے مطابق، بذریعہ وحی عطا کیا ہے۔ اُس کے مطابق، جو چاہے اپنی ذات کی نشو و نما کر سکتا ہے۔ اس کی سعی و عمل میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی۔ وہ اپنا نتیجہ ٹھیک ٹھیک مرتب کئے جاتے ہیں۔

۵۱ دیکھو! (یہ "روحانیت" کے مدعی) کس طرح اپنے خود ساختہ مشرب و مسلک کو، خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور اس طرح کتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ لیکن اس سے خدا کا کیا بگڑتا ہے۔ ان کی اپنی ذات میں (تقویت اور نشو و نما کے بجائے) ضعف و اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی چیز ان کی تباہی کے لئے کافی ہے ایسا کھلا ہوا جھوٹ۔ اتنا واضح جرم۔ اور دعویٰ یہ کہ ہم خدا کے مقرب ہیں!

۵۲ (یہ ان کے "اہل طریقت" کا حال ہے۔ دوسری طرف) اِن اہل کتاب کے ارباب شریعت کو دیکھو! یہ چند بے جان رسومات اور بے حقیقت معتقدات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور غیر خدائی قوتوں (مذہبی پیشواؤں اور حکمرانوں) کے بنائے ہوئے قوانین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ضد کا یہ عالم ہے کہ قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں، کافر زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔ (حالانکہ تم اِن اہل کتاب کو کفار پر ترجیح دیتے ہو)۔

۵۳ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے صحیح اور سچے ضابطۂ ہدایت کی برکات سے محروم رہ گئے۔ اور جو اس ضابطہ کی برکات سے محروم رہ جائے، اس کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔

۵۴ یہ تو غنیمت ہے کہ انہیں ملک میں اقتدار و اختیار حاصل نہیں، ورنہ یہ لوگوں کو تل کے برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

۵۵ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر سخت حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کے فریق مقابل

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا
لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ
ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿۵۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ
أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۸﴾

(جماعتِ مؤمنین) کو اس قدر خوشگواریاں کیوں عطا کردی ہیں؟ ان سے کہو کہ خدا کے فضل و کرم کی یہ بارش کسی قومی طرفداری کی بنا پر نہیں ہوئی۔ یہ قانونِ خداوندی کی اطاعت کا فطری نتیجہ ہے۔ اسی طرح' اس سے پہلے' خود ان کے اسلاف' یعنی آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت عطا ہوئی تھی۔ اور اسکے ساتھ ایک عظیم مملکت بھی۔

اُسی آلِ ابراہیمؑ میں ایک گروہ وہ ہے جو اس ضابطۂ خداوندی پر ایمان لے آیا ہے (لہذا' اسکی برکات سے متمتع ہو رہا ہے) اور دوسرا گروہ وہ ہے جو اس کی طرف نہیں آیا۔ ان کی غلط روش' ان کی سعی و کاوش کو نذرِ آتش کر رہی ہے۔ اور یہ (بجائے اسکے کہ صحیح راہ اختیار کر کے ان خوشگواریوں میں برابر کے حصّہ دار ہو جائیں) جل بھن کر' اُن سے حسد کرتے ہیں۔

۵۶ ان سے کہدو کہ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی کی صداقت سے انکار کریں گے اور ان سے سرکشی اختیار کریں گے' وہ تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ ایک دفعہ مقابلہ کیلئے اٹھیں گے تو انہیں ایسی شکست ملے گی جس سے انکی قوت ٹوٹ جائے گی۔ یہ پھر قوت فراہم کر کے سامنے آئیں گے اور پھر شکست کھائیں گے۔ اس طرح پیہم شکستوں اور ناکامیوں سے ان کی سختی اور شدّت' قوت اور صلاحیت ختم ہو جائے گی۔ ایسا ہو کر رہے گا' اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات' بڑی قوتوں کا مالک' اور اپنی جگہ محکم ہے۔ سنکھیا کھانے والا ہلاکت سے کیسے بچ جائے گا؟

۵۷ اس کے برعکس' جو لوگ ہمارے قانونِ حیات کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور اسکے متعین کردہ' صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے' تو وہ ایسی شادابیوں کی زندگی بسر کریں گے جو کبھی پژمردہ نہیں ہوں گی' وہ' اور ان کے رفقاء جو انہی کی طرح پاکباز ہوں گے' سب اس جنتی زندگی میں شریک ہونگے اور انہیں خدا کی حفاظت اور سایۂ عاطفت نصیب ہو گا۔

۵۸ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ یہ عظیم ذمّہ داریاں اُنہی کے سپرد کی جائیں جو ان سے عہدہ برا ہونے کے اچھی طرح اہل ہوں۔ انہیں' نااہلوں کے سپرد نہ کرو۔ یہ ذمّہ داریاں'

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

درحقیقت نظامِ خداوندی کی امانتیں ہیں جن میں کبھی خیانت نہیں ہونی چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ جب تم لوگوں کے معاملات میں فیصلہ دو، تو یہ فیصلہ عدل کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جو حکومت (فیصلے کرنے کی مشینری) عدل کی بنیادوں پر قائم نہیں ہوتی، تباہ ہو کر رہتی ہے۔ یاد رکھو! یہ بڑی اہم بات ہے جو تم سے کہی گئی ہے۔ امورِ حکومت کو سرانجام دیتے وقت ہمیشہ اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ جب کوئی اور سننے والا نہ ہو، اُس وقت بھی ایک سننے والا، اور جب کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو، اس وقت بھی ایک دیکھنے والا (اللہ) موجود ہوتا ہے۔

۵۹ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ تم اس نظام کی پوری پوری اطاعت کرو، جسے قوانینِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے، رسول نے قائم کیا ہے۔ اور اس نظام کے مرکز کے مقرر کردہ نمایندگانِ حکومت (افسرانِ ماتحت) کی بھی اطاعت کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں اور ان افسرانِ ماتحت میں کسی بات میں اختلاف ہو جائے، تو اس کے لئے مرکز کی طرف رجوع کرو ــــ یعنی افسرانِ ماتحت کے فیصلوں کے خلاف، مرکزی اتھارٹی سے اپیل کرو، جو اس معاملہ کا، قوانینِ خداوندی کے مطابق فیصلہ کرے گی (۴۲/۱)۔ مرکزی اتھارٹی کے فیصلہ کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہو سکتی۔ اس کا فیصلہ، آخری ہوگا۔ اور چونکہ وہ فیصلہ قانونِ خداوندی کے مطابق ہوگا، جس پر تم ایمان رکھتے ہو، اس لئے اُس فیصلہ کو بطیبِ خاطر تسلیم کرو۔ اُس کے خلاف دل میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ کرو (۴/۶۵)۔

یہ شہادت ہوگی اس بات کی کہ تم واقعی خدا کے ضابطۂ ہدایت، اور قانونِ مکافاتِ عمل اور حیاتِ اُخروی پر یقین رکھتے ہو۔ یہ روش نہایت عمدہ، اور انجام کار معاشرہ کا صحیح صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہوگی۔

۶۰ یہ تو سچے مومنین کا شیوہ ہے۔ ان کے برعکس، اُن لوگوں کی حالت قابلِ غور ہے جن کا دعوےٰ یہ ہے کہ وہ قرآن پر اور کتبِ سابقہ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کے فیصلے انسانوں کے خودساختہ قوانین کی رُو سے کرائیں، حالانکہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ قرآن پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ ہر غیر خدائی قانون سے انکار کر دیا جائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿۶۲﴾ أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿۶۳﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿۶۴﴾

اِن کی یہ رَوِش اس لئے ہے کہ یہ قانونِ خداوندی کے اتباع کے بجائے' اپنے مفاد پرستانہ جذبات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں' حالانکہ یہ چیز انہیں راہِ راست سے بھٹکا کر کہیں کا کہیں لے جاتی ہے۔

۶۱ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے معاملات کے فیصلے کے لئے 'خدا کے قانون' اور اسے عملاً نافذ کرنے والے رسول' کی طرف آؤ' تو جیسا کہ (اے رسول) تم دیکھتے ہو' یہ لوگ تم سے اعراض برتتے ہیں اور معاملات کے فیصلے کے لئے تمہاری طرف آنے سے رکتے ہیں —— یہ ایمان نہیں' منافقت ہے۔ کفر ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ قرآن کے مطابق فیصلے نہیں کرتے' انہی کو کافر کہا جاتا ہے (۵/۴۴)۔

۶۲ ذرا سوچو کہ اُس وقت ان کی کیا حالت ہوگی' جب ان پر' ان کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت آئے گی' تو یہ تیرے پاس' خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ دوسروں کی طرف رجوع کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ آپس میں میل ملاپ رہے اور حسن کارانہ طور پر زندگی بسر ہو۔ ورنہ ہمارا ایمان بڑا مضبوط ہے۔

۶۳ لیکن خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے دل میں کیا ہے اور یہ زبان سے کیا کہتے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹے ہیں (۶۳/۲)۔ سو تم انہیں اپنی جماعت میں شامل نہ کرو۔ ان سے اعراض برتو۔ البتہ انہیں حق و صداقت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے رہو' اور اس انداز سے تلقین کرو کہ بات ان کے دل کی گہرائیوں تک اتر جائے —— حق و صداقت کی زندگی اُسی وقت بسر ہو سکتی ہے جب انسان میں داخلی انقلاب پیدا ہو جائے۔ جب تک دل نہ بدلے' انسان کی رَوِش نہیں بدل سکتی۔ اِس وقت ایمان محض ان کی زبانوں تک ہے۔ اِن کے قلب کے اندر جاگزیں نہیں ہوا۔

۶۴ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا سلسلۂ ہدایت محض نظری عقائد اور رسومات کے لئے نہیں آتا۔ نہ ہی دین' خدا اور بندے کے درمیان پرائیویٹ تعلق کا نام ہے کہ زبان سے خدا کا اقرار کر لیا اور پھر جس طرح جی چاہا' اپنے اپنے طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔ دین' ایک اجتماعی نظام کا نام ہے جو' سب سے پہلے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾

خود رسول کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے' اور اُس میں' اِس کی حیثیت مرکزی اتھارٹی کی ہوتی ہے۔ قانون خداوندی کے مطابق' اِس کی اطاعت' خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔ اپنے اپنے طور پر' اپنے اپنے ذہن کے مطابق "خدا کی اطاعت" اطاعتِ خداوندی نہیں کہلا سکتی۔ اس اطاعت کی عملی شکل وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ توانین خداوندی کے ساتھ' رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے۔

اِن تصریحات کی روشنی میں دیکھو کہ خدا کی اطاعت' اور خدا اور بندے کے تعلق کی عملی شکل کیا بنتی ہے۔ اگر کوئی شخص' خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی سے اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھے' اور اُس کے بعد اِس پر نادم ہو' تو (خدا اور بندے کے پرائیویٹ تعلق کے نظریہ کے ماتحت) وہ' اپنے گھر میں بیٹھا' توبہ کرے گا اور خدا سے معافی مانگ لے گا۔ لیکن دین کے نظام میں اس کی شکل مختلف ہوگی۔ اِس میں' اُس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ (اے رسول!) تمہارے پاس آئے اور اپنی لغزش کی سزا سے بچنے کے لئے قانون خداوندی سے حفاظت طلب کرے (اسے معافی مانگنا کہتے ہیں)۔

یہ معافی تم' (اے رسول!) ذاتی طور پر نہیں دے سکتے۔ اُس کی معافی قانونِ خداوندی کی رُو سے ہوگی۔ اِس کے لئے تم دیکھو کہ قانون خداوندی میں اس معافی کی گنجائش ہے یا نہیں۔ اگر گنجائش ہو تو تم اسے معافی دیدو۔

اِس معافی کا حکم اگرچہ تمہاری طرف سے صادر ہوگا' لیکن یہ درحقیقت خدا کی طرف سے معافی ہوگی کیونکہ قانون خداوندی میں اس کی گنجائش نہ ہوتی تو تم معافی نہیں دے سکتے تھے۔

تم نے دیکھا کہ دین کے نظام میں' مجرم۔ رسول۔ اور خدا کا باہمی تعلق کیا ہوتا ہے۔ نہ مجرم' براہ راست خدا سے معافی طلب کر سکتا ہے' نہ خدا اسے براہ راست معافی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس نظام کی وساطت سے ہوتا ہے جو توانین خداوندی کے نفاذ کے لئے قائم ہوتا ہے۔ اور جب یہ نظام اسے معافی دیتا ہے' تو یہ معافی اُس نظام کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ یہ اُس کے قانون کے مطابق ملی تھی۔

۶۵ یہ ہے خدا پر ایمان کا عملی مفہوم۔ لہذا' اے رسول! تم ان لوگوں کو ہماری طرف سے کہدو کہ خدا کا قانون اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے اختلافی معاملات میں تمہیں حَکَم (فیصلہ کرنے والا ثالث) نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ تم صادر کرو' اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم نہ کر دیں کہ اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی اُس کیخلاف

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾

گرانی اور کبیدگی محسوس نہ کریں (۳۳/۳۶ ؛ ۲۴/۵۱)۔ دل میں گرانی اور کبیدگی محسوس نہ کرنے کا اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ کسی مستبد حاکم کا فیصلہ نہیں جسے طوعاً و کرہاً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ فیصلہ اُس قانون کا ہے جس کی صداقت پر یہ بہ طیب خاطر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اس ایمان کا فطری نتیجہ ہے کہ اس فیصلہ کو دل کی رضامندی سے تسلیم کیا جائے۔ اگر اس کے خلاف دل میں کبیدگی پیدا ہو تو یہ اس بات کی شہادت ہوگی کہ انہوں نے اس قانون کو بہ طیب خاطر قبول نہیں کیا تھا۔ ان کا اس پر ایمان نہیں تھا۔ رسول قرآن کے مطابق ہی فیصلے کرتا ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کرتا (۱۰/۱۵ ؛ ۶/۵۰)۔

۶۶ جن لوگوں کی عام معاملات میں یہ حالت ہے کہ اگر غیر خدائی قانون میں ذرا زیادہ فائدہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑے دوڑے جاتے ہیں' اگر کہیں ایسا وقت آجائے کہ نظامِ خداوندی کی خاطر انہیں جان دینی پڑے یا گھر بار چھوڑنا پڑے' تو ان میں بہت تھوڑے ایسے نکلیں گے جو ان احکام کی تعمیل کریں۔ حالانکہ اگر یہ اپنی زندگی کو اُس نہج پر ڈال لیں جس کی انہیں تلقین کی جاتی ہے' تو یہ ان کے لئے ہزار خیر و برکت کا موجب ہو' اور مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ثبات و استقامت کا باعث بنے۔

۶۷-۶۸ اگر یہ ایسا کر لیتے تو انہیں' ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق' بہت بڑا معاوضہ ملتا اور یہ اُس توازن بدوش سیدھی راہ پر چلتے رہتے جو انہیں زندگی کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی۔

۶۹ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو انعاماتِ خداوندی سے نوازے جاتے ہیں (۱/۶) — انبیاء صدیق۔ شہداء اور صالحین کی راہ ——— انبیاء' جنہیں یہ قانون منجانب اللہ ملتا ہے۔ صدیق' جو اس قانون کے دعاوی کو عملاً سچ کر دکھاتے ہیں۔ شہداء' جو اس نظام کے بقاء و استحکام کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور صالحین' وہ افراد معاشرہ جن کی صلاحیتیں اس نظام کے مطابق نشوونما پاتی ہیں اور وہ ان صلاحیتوں کو اس نظام کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے صرف کرتے ہیں۔

لہٰذا جو شخص بھی خدا و رسول کی اس طرح اطاعت کرتا ہے جس طرح اوپر کہا گیا ہے' وہ مذکورہ بالا جماعتوں کا رفیقِ سفر بن جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سفرِ زندگی میں ان سے بہتر رفیق اور

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝۷۲ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۳ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۗ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۷۴

کون ہو سکتے ہیں۔

۷۰ یہ اللہ کی عنایات اور نوازشات ہیں جنہیں جو شخص چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ یہ یونہی نہیں کہا جا رہا۔ علمِ خداوندی کی رو سے کہا جا رہا ہے جس کے بعد کسی اور سند اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

۷۱ اس نظام کے استحکام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تم اپنی حفاظت کا پورا پورا سامان' ہر وقت تیار رکھو۔ اور عند الضرورت' جنگ کے لئے نکلو —— الگ الگ ٹولیوں میں' یا سب کے سب اکٹھے۔ جیسا بھی حالات کا تقاضا ہو۔

۷۱ اور (ہم جانتے ہیں) کہ تم میں اکا دکا ایسا بھی ہے جو جنگ کی آواز پر (مختلف بہانوں سے) خود بھی سستی کر کے پیچھے رہ جاتا ہے اور دوسروں کو بھی سست بنا دیتا ہے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ اس جنگ میں تمہیں نقصان پہنچے تو کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے اور اس کا احسان کہ میں ان کے ساتھ نہ گیا' ورنہ مجھ پر بھی مصیبت آجاتی۔

۷۳ اور اگر تمہیں بفضلِ خدا' کامیابی نصیب ہو تو کہتا ہے کہ اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تاکہ ان کامرانیوں میں' میرا بھی برابر کا حصہ ہوتا۔

یہ اس قسم کی باتیں یوں کرتا ہے گویا' اس میں اور تم میں کبھی کوئی تعلق اور رابطہ ہی نہ تھا۔ (حالانکہ یہ تمہاری جماعت کا فرد ہونے کا مدعی ہے!)۔

۷۴ یہ درحقیقت وہ لوگ ہیں جو مفادِ عاجلہ کو مستقبل کے مفاد پر' اور اپنی طبیعی زندگی کو آخرت کی حیاتِ جاوداں پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں جماعتِ مومنین ہے کہ جب دنیاوی زندگی کے کسی تقاضے اور مستقل اقدار میں ٹکراؤ ہوتا ہے' تو وہ اول الذکر کو قربان کر دیتے ہیں اور مستقل قدر کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے' چاہیئے کہ وہ (بلا کسی حیل و حجت کے) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اس میں دونوں طرح فائدہ ہے۔ اگر انہیں کامیابی ہو جائے تو بھی اجرِ عظیم'

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ
يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا
مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿۷۶﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ
لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ
يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا

اور اگر میدانِ جنگ میں مارے جائیں تو بھی صلہ جزیل۔

۷۵ اسوقت حالات کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ تمہاری جماعت کے جو افراد پیچھے (مکہ میں) رہ گئے ہیں' اُن پر سخت مظالم توڑے جارہے ہیں۔ اُن کے بے بس اور ناتواں مرد۔ عورتیں۔ بچے' سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے اِس قدر ظالم اور سفاک ہیں۔ اور ہمارے لئے' اپنی جناب سے کوئی محافظ و نگران' کوئی سرپرست اور مددگار بھیجدے۔ اِن مظلوموں کی امداد کے لئے پہنچنا "اللہ کی راہ میں" جنگ کرنا ہے۔

اِن سے پوچھو کہ اِس کے بعد اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے جس کے انتظار میں یہ بیٹھے ہیں' اور اِن مظلومین کی امداد کے لئے نہیں اٹھتے؟ یہی تو وہ حالات تھے جن میں تمہیں جنگ کی اجازت دیگئی تھی! ($\frac{۲۲}{۳۹}$)۔

۷۶ بعض حالات میں جنگ ناگزیر ہوجاتی ہے۔ اور جنگ دو فریقوں میں ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ کون' کس مقصد کے لئے جنگ کرتا ہے۔ ایک جنگ دُنیا سے ظلم و استبداد مٹانے کے لئے ہوتی ہے۔ اِسے اللہ کی راہ میں" جنگ کہا جاتے گا۔ دوسری جنگ' مظلوموں اور کمزوروں کا گلا گھونٹنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ "طاغوت کی راہ میں" جنگ ہے۔ (طاغوت' ہر وہ قوت یا نظام ہے جو' قوانینِ حق و صداقت سے سرکشی اختیار کرکے' دنیا میں اپنی من مانی کرے)۔

ایمان والے ہمیشہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ کفار' طاغوت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ سوائے جماعتِ مومنین! تم اُن قوتوں کے خلاف جنگ کرو جن کا مقصد ہی قوانینِ حق و عدل سے سرکشی اختیار کرنا ہے۔ اور اِس کا یقین رکھو کہ' یہ لوگ تمہارے خلاف کتنی ہی خفیہ تدبیریں اور سازشیں

إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿۷۷﴾

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿۷۸﴾

کیوں نہ کریں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جو تدبیریں ظلم و استبداد کے لئے کی جائیں' اُن میں قوت کہاں سے آسکتی ہے؟ ریت کی بنیادوں پر قلعے تعمیر نہیں ہوا کرتے!

۷۷ تم ان لوگوں کی حالت پر غور کرو کہ جب "اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ" کے نظام کا ابتدائی دور تھا' جس میں اس تصور کو محض فکری طور پر پیش کیا جاتا تھا' اور کسی سے ٹکراؤ کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی' (تو یہ لوگ کس مستعدی کا ثبوت دیتے تھے۔ یوں نظر آتا تھا کہ وقت آنے پر یہ اپنا سب کچھ اس نظام کی خاطر قربان کر دیں گے)۔ لیکن جب امتحان کا وقت آیا' اور انہیں جنگ کا حکم دیا گیا' تو ان میں سے ایک گروہ کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ فریقِ مقابل کے اپنے ہی جیسے انسانوں سے یوں ڈرنے لگ گئے جیسے اللہ (کے قانونِ مکافات) سے ڈرنا چاہیئے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ۔ اور کہنے لگے کہ یا اللہ! تو نے یہ جنگ ہم پر کیوں فرض قرار دیدی؛ اسے کچھ وقت کے لئے اور ملتوی کیوں نہ رکھا (تا کہ ہم کچھ اور دنیاوی مفاد حاصل کر لیتے)۔ ان سے کہو کہ طبیعی زندگی کے مفاد' خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں' اُخروی زندگی کے مفاد کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں رکھتے۔ جو لوگ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ مستقبل کے مفاد کس قدر خیر و برکت لئے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کے معاوضہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

۷۸ باقی رہا یہ خیال کہ میدانِ جنگ میں جانے سے موت آجائے گی۔ سو موت کو تو بہرحال آنا ہے۔ اگر تم نہایت محکم اور مضبوط قلعوں کے اندر بھی ہو' وہ (ایک دن) وہاں بھی آکر رہے گی۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر ذلّت کی زندگی پر عزّت کی موت کو کیوں ترجیح نہ دی جائے — طبیعی موت ایک بے اختیار عمل ہے' اور حق کے خاطر جان دیدینا' عمل باختیار۔ اسی میں رازِ حیات ہے۔

ان کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی کامیابی ہوتی ہے اور اس سے حالات خوشگوار ہو جاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ (اس میں رسول کے حسنِ تدبر کا کیا دخل ہے) ہمیں یہ سب خدا کی طرف سے ملا ہے۔ اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جھٹ کہدیتے ہیں کہ یہ تمہاری (رسول اللہؐ کی غلط تدبیروں کا نتیجہ ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۚ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

ان سے کہو کہ اگر تم دھاندلی سے اپنی ہی بات پر جمے رہنا چاہتے ہو اور کچھ سننا سمجھنا نہیں چاہتے تو اور بات ہے' ورنہ اصل حقیقت کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے ہر عمل کا نتیجہ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مُرتب ہوتا ہے — اچھے کا اچھا' بُرے کا بُرا —— لہٰذا' اس اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سب کچھ خدا کی طرف سے ہوتا ہے)۔

۷۹ دوسری بات یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو قوانینِ خداوندی کے مطابق ہوگا' اس کا نتیجہ ہمیشہ خوشگوار ہوگا' اور جو کام تم' قوانینِ خداوندی کے خلاف' اپنے ذاتی فیصلوں کے مطابق کرو گے' اس کا نتیجہ ناخوشگوار ہوگا —— یعنی مصیبتیں تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہیں (۴۲/۳۰)۔ (اس قسم کی باتیں پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ اور انہیں بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جاتا تھا کہ لوگوں کے اعمال اور خدا کے قانونِ مکافات میں کیا تعلق ہے۔ ۶/۱۳۱)۔ باقی رہا یہ رسول۔ سو یہ چونکہ ہمارا رسول ہے اس لئے یہ ہمارے احکام کے مطابق کام کرتا ہے (۶/۱۰۷)۔ لیکن چونکہ یہ تمام نوعِ انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے اس کے پیشِ نظر' عالمگیر انسانیت کا مفاد ہوتا ہے۔ کسی خاص گروہ یا پارٹی کا مفاد نہیں۔ لہٰذا' عالمِ انسانیت کے لئے' اسکے پروگرام کا نتیجہ ناخوشگوار ہو نہیں سکتا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر خود خدا شاہد ہے۔ اس شہادت کے بعد' اور کس بات کی ضرورت باقی رہ سکتی ہے؟

۸۰ لہٰذا' جو شخص اس رسول کی اطاعت کرتا ہے' وہ قانونِ خداوندی ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو شخص (اپنے مفاد کی خاطر) اس سے روگردانی کرتا ہے' تو وہ اس کا نتیجہ خود بھگتے گا۔ (اے رسول!) تمہارا کام یہ نہیں کہ تم انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح گھیر گھیر کر' باڑے میں روکے رکھو تاکہ یہ تباہیوں سے محفوظ رہیں۔ (انہیں' اپنے لئے خود فیصلہ کرنے دو۔ اس نظام میں وہی لوگ شامل رہ سکتے ہیں جو دل کی رضامندی سے اس کی اطاعت اختیار کریں)۔

۸۱ تمہاری طرف سے جبر کی اطاعت تو ایک طرف' جو لوگ اپنی کسی مصلحت کی خاطر تمہارے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں (اور یوں ان کی اطاعت' دل کی رضامندی سے نہیں بلکہ اپنی منفعت کی

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿۸۲﴾ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿۸۴﴾

خاطر ہوتی ہے) ان کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اطاعت قبول کی' لیکن جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو راتوں کو چپکے چپکے اُن باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں جو تم کہتے ہو (اور جی میں سمجھتے ہیں کہ اسکا کسے پتہ چل سکتا ہے؟ حالانکہ) خدا کا قانونِ مکافات' ان کی تمام باتوں کا ریکارڈ محفوظ رکھتا ہے۔

سو تم ان لوگوں سے قطع نظر کرو' اور قانون خداوندی کی محکمیت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے' اپنے پروگرام پر کاربند رہو۔ یہ قانون تمہارے لئے کافی کارساز ثابت ہوگا۔

۸۲ (ضمناً) اِن لوگوں کی اس روش سے' غور و تدبر کرنے والوں پر' یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ انسانی جذبات اور ضابطہ خداوندی میں کیا فرق ہے؟ انسانی جذبات کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ ابھی کچھ کہتے ہیں' ابھی کچھ دن کو کچھ کرتے ہیں' رات کو کچھ۔ زبان پر کچھ ہوتا ہے' دل میں کچھ۔ لیکن خدا کا ضابطہ (قوانین قرآن) ہے کہ اس میں کہیں کوئی بات ایک دوسرے کے خلاف نہیں ملے گی۔ یہاں سے وہاں تک ایک ہی حقیقت ہے جسے مختلف پہلوؤں سے سامنے لایا گیا ہے۔ اگر یہ خدا کے بجائے کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پائے جاتے۔

۸۳ اِن کے دعوئے اطاعت کوشی کی یہ کیفیت ہے کہ جب یہ کہیں سے امن یا خوف کی کوئی اُڑتی ہوئی سی بات سُن پاتے ہیں تو اُسے لے دوڑتے ہیں اور خوب پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ نظام سے وابستگی اور اطاعت کا تقاضا ہے کہ ایسی باتوں کو رسول (مرکزی اتھارٹی) یا اپنے افسرانِ ماتحت تک پہنچایا جائے' تاکہ وہ لوگ جو بات کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلیں۔

یہ تو اس نظامِ خداوندی کی برکات و رحمت ہے کہ ان لوگوں کی اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ اور سازشانہ حرکات سے تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو تم میں سے اکثر اس قسم کی افواہوں کے پیچھے لگ کے تباہیاں لے آتے۔

۸۴ سو (اے رسول!) تم اس کی پرواہ کیے بغیر کہ یہ لوگ تمہارا ساتھ دیتے ہیں یا نہیں'

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ

نظامِ خداوندی کے قیام و بقا اور مظلومین کی امداد و حفاظت کے لئے مخالفین کا میدانِ جنگ میں مقابلہ کرو۔ تم صرف اپنی ذات کی ذمہ داری لے سکتے ہو، اوروں کی نہیں۔ البتہ تم، مناسب تعلیم و تربیت اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما سے اپنی جماعت کے افراد کی کمزوریوں کو رفع کرتے جاؤ تاکہ وہ بھی زندگی میں مردانہ وار شریک ہونے کے قابل ہو جائیں۔ اگر تم ایسا کرتے رہے، تو وہ وقت دُور نہیں جب خدا، تمہارے مخالفین کی پیدا کردہ مشکلات و مصائب کی روک تھام کا انتظام کر دیگا۔ اس لئے کہ خدا کا قانون، بڑی قوتوں کا مالک اور ایسا محکم ہے کہ وہ ان سرکشوں کو جکڑ کر رکھ دے گا۔

(۸۵) تم صرف اپنی ذات پر اور اپنے مخلص رفقاء کے بھروسے پر اپنا پروگرام بناؤ۔ اس کے بعد اگر کوئی اور بھی اس نظامِ حسنہ کے قیام کے لئے تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے گا تو اسے بھی اس کے خوشگوار نتائج سے حصہ مل جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص فریقِ مخالف کا ساتھ دے گا اور غلط نظام کی تائید میں کوشش کرے گا، تو اس کے تباہ کن عواقب میں وہ بھی شریک ہوگا۔

خدا کے قانونِ ربوبیت کی رُو سے سامانِ نشوونما سب کو ملتا ہے —— انگور کے بیج کو بھی، اور ببول کے تخم کو بھی —— انگور کا بیج اس سامانِ نشوونما سے انگور بن جاتا ہے، ببول کا تخم، ببول۔ اس کے ساتھ ہی اس کا قانون یہ بھی ہے کہ جو مٹی انگور کے بیج کا ساتھ دے گی اور اس میں جذب ہو جائے گی وہ انگور بن جائے گی۔ جو ببول کے تخم کے ساتھ رہے گی وہ ببول کے کانٹو کی شکل اختیار کرے گی۔ لہٰذا، کسی کام کی ابتدا کرنے والا، اور اس کے بعد، اس کا ساتھ دینے والا، دونوں اس کے نتائج میں شریک ہوتے ہیں۔

(۸۶) جو (تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر) تمہارے لئے زندگی اور سلامتی کا سامان بہم پہنچاتے، تم اس کے لئے، اس سے بہتر اور حسین تر حیات بخش سامان بہم پہنچاؤ۔ اور اگر ہنوز حالات ایسے سازگار نہ ہوں کہ تم اسے، اس کی پیشکش سے زیادہ دے سکو، تو کم از کم اُسے اتنا ہی لوٹا دو۔ نظامِ خداوندی ان تمام امور کا پورا پورا حساب رکھتا ہے۔

(۸۷) بہرحال کوئی تمہارا ساتھ دے یا نہ دے، تم اس آواز کو بلند کئے جاؤ کہ کائنات میں خدا

حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُھَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْھُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

واختیار صرف ایک خدا کا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کا قانون ایسا نہیں جس کے سامنے جھکا جائے اور اس کی محکومی اختیار کی جائے۔ انسانوں کی دنیا میں بھی صرف اُسی کا قانون رائج ہونا چاہیئے۔ اس آواز کی مخالفت ہوگی اور سخت مخالفت۔ لیکن اس مخالفت کا فیصلہ اُس وقت ہوگا جب آنے والے انقلاب کے وقت، تم اور تمہارے مخالفین میدانِ جنگ میں ایک ساتھ جمع ہونگے۔ یہ ٹکراؤ ہو کر رہے گا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ بات خدا کی طرف سے کہی جارہی ہے، اور ظاہر ہے کہ خدا سے زیادہ سچی بات کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟

۸۸ باقی رہے یہ منافقین، جن کا دعوائے رفاقت اپنی مصلحت کوشیوں پر مبنی ہے، وہ بظاہر تمہارے دوست بنتے ہیں لیکن بباطن تمہاری تخریب چاہتے ہیں۔ ان کی پوزیشن ایسی واضح ہے کہ ان کی بابت دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ اس لئے ایسا کیوں ہو کہ تم میں سے کچھ لوگ ان کے بارے میں، ایک خیال کے ہو جائیں، اور کچھ لوگ دوسرے خیال کے، درانحالیکہ وہ اپنی غلط روش اور بدعملی کی وجہ سے راہ حق سے پھر چکے ہیں۔

تم یہ سوچو کہ جو لوگ اس طرح صحیح راستے سے ہٹ کر، دوسری راہیں اختیار کر چکے ہوں، تم انہیں کس طرح صحیح راستے پر لا سکتے ہو؟ یاد رکھو! جو شخص قانونِ خداوندی کی رُو سے، غلط راستے پر جا پڑے، اس کے لئے (بجز قانونِ خداوندی کے اتباع کے) صحیح راہ کی طرف آنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی ——— اور قانونِ خداوندی یہ ہے کہ انسان، بطیب خاطر، پوری دیانتداری سے، صحیح راستہ اختیار کرے۔ لوگوں کو فریب دینے کے لئے منافقت نہ برتے۔

۸۹ (تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں اپنے ساتھ ملا لوگے۔ اور) ان کے ارادے یہ ہیں کہ جس طرح یہ خود کفر اختیار کر چکے ہیں، اسی طرح تم بھی دینِ حق کو چھوڑ دو تاکہ اس طرح یہ اور تم، دونوں، ایک سطح پر آجاؤ۔ لہٰذا، ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور دمساز نہ بناؤ تاآنکہ یہ اپنے دعوئے ایمان کی صداقت کا عملی ثبوت نہ دیں۔ اور وہ ثبوت یہ ہے کہ یہ نظامِ خداوندی کی خاطر، وہ سب کچھ چھوڑ دیں جس کا چھوڑنا ضروری قرار دیا جائے ——— گھربار۔ اعزہ۔ رفقاء۔ مال و دولت وغیرہ ——— ان سے

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَن يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ

یہ بات واضح طور پر کہہ دو- اگر یہ اس کے بعد گریز کی راہیں نکالیں تو انہیں گرفتار کر لو (تاکہ یہ اس فتنہ پردازی سے رک جائیں)- اور اگر یہ تم سے جنگ کریں' تو تم بھی ان سے جنگ کرو' اور جہاں پاؤ انہیں قتل کرو- اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا دوست اور حمایتی تصور نہ کرو-

۹۰ لیکن اگر یہ لوگ (تمہارے دشمنوں کا ساتھ چھوڑ کر) ایسے لوگوں سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارے عہد و پیمان ہو چکے ہیں (تو پھر یہ بھی اس حلیف قوم کے افراد سمجھے جائیں گے)- یا یہ جنگ سے تنگ آکر تمہارے پاس آجائیں' اور نہ تم سے جنگ کریں اور نہ تمہارے ساتھ مل کر' اپنی قوم کے خلاف جنگ کریں (غیر جانبدار رہنا چاہیں- تو اس صورت میں بھی ان سے کچھ مواخذہ نہیں کرنا چاہیئے)- اس لئے کہ اگر ان کے پاس' خدا کے قانون مشیت کے مطابق' تم پر غالب آجانے کی قوت ہوتی تو یہ ضرور تم سے جنگ کرتے. لہذا' اگر یہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں' صلح کی درخواست کریں' تو پھر تمہیں' ان کے خلاف کچھ کرنے کی اجازت نہیں —— اس لئے کہ نظام خداوندی میں مقصود کسی سے انتقام لینا نہیں' بلکہ اُن سرکش لوگوں کا زور توڑنا ہے جو دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی مخالفت کریں- سو جب ان کا زور ٹوٹ جاتے تو پھر ان کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں-

۹۱ لیکن تم ایسے لوگ بھی دیکھو گے کہ وہ (یوں تو) تمہاری طرف سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے بھی- لیکن جب کبھی ان کی قوم' انہیں تمہارے خلاف فتنہ برپا کرنے کے لئے بلائے تو وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ اس فتنے کی آگ میں' اندھا دھند کود جاتے ہیں- سو اگر یہ لوگ' اس قسم کی فتنہ پردازی کے بعد' نہ تو تم سے کنارہ کش ہوں' نہ صلح کی

إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا۟ ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَٰقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۹۲﴾ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾

درخواست کریں۔ اور نہ ہی اپنی دست درازیوں سے باز آئیں۔ تو انہیں گرفتار کرو (تاکہ یہ فتنہ رک جائے)۔ لیکن اگر وہ تم سے جنگ کریں تو ان سے جنگ کرو اور جہاں پاؤ انہیں تہ تیغ کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف اس قسم کی کارروائی کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔

۹۲ لیکن اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں، تو پھر انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ کسی مومن کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے، اِلّا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اگر کسی کے ہاتھوں، کوئی مومن غلطی سے مارا جائے تو وہ اس کے بدلے میں، ایک مومن غلام آزاد کرے۔ نیز مقتول کے وارثوں کو اس کا خوں بہا ادا کرے (۲/۱۷۸)۔ اگر وہ خوں بہا معاف کر دیں تو پھر اور بات ہے۔

لیکن اگر ایسا ہو کہ کوئی قوم تم سے برسرِ پیکار ہے اور ان میں کوئی مومن فرد ہے جو تمہارے ہاتھوں غلطی سے مارا جاتا ہے، تو اس کے کفارہ کے طور پر ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔ (خوں بہا نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ جنہیں تم خوں بہا دو گے وہ تو تم سے جنگ کر رہے ہیں)۔ لیکن اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدۂ صلح ہے، تو اس صورت میں اسکے وارثوں کو خوں بہا بھی دینا ہو گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا بھی۔ لیکن اگر قاتل کے پاس غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہ ہو۔ یا ایسی صورت ہو کہ غلام ملے ہی نہیں۔ تو وہ دو مہینے کے متواتر روزے رکھے۔ یہ چیز، قانونِ خداوندی کی رُو سے عفوِ خطا کا موجب بن جائے گی، اُس قانونِ خداوندی کی رُو سے جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۹۳ لیکن اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو —— خونِ ناحق کی سزا موت تو ہو گی ہی (۵/۳۲) —— مرنے کے بعد بھی وہ جہنم میں جائے گا جہاں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ قانونِ خداوندی کی نگاہوں میں وہ معتوب ہو گا۔ ایسے حقوقِ شہریت وغیرہ سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور سخت قسم کی سزا دی جائے گی[1] —— قتلِ عمد میں خوں بہا یا کفارہ نہیں ہو گا۔

[1] ان تصریحات سے مترشح ہوتا ہے کہ قتلِ عمد میں بھی، جرم کی نوعیت کے اعتبار سے، موت سے کم سزا دی جا سکتی ہے۔ مثلاً کسی نے فوری جذبۂ غیرت سے مشتعل ہو کر کسی کو قتل کر دیا تو اسے دوسری قسم کی سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

---

۹۴ اے جماعتِ مومنین! جب تم خدا کی راہ میں (جنگ کرنے کے لئے) باہر نکلو تو پہلے تحقیق کر لو کہ کون دوست ہے اور کون دشمن۔ یونہی ہر ایک کو دشمن تصوّر کرکے اس پر حملہ نہ کر دو۔ اگر کوئی تمہاری طرف امن و سلامتی کا پیغام بھیجے تو اس کے متعلق تمہارا پہلا ردِّ عمل یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایمانداری سے ایسا نہیں کر رہا ـ منافقت برتتا ہے۔ اس کے متعلق تحقیق کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچو۔ یونہی ہر ایک سے لڑائی کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم خدا کی راہ میں جنگ کی غرض سے باہر نہیں نکلے دنیاوی مفاد (مالِ غنیمت وغیرہ) کی خاطر نکلے ہو۔ تم نے ایسا خیال تک بھی دل میں نہ لانا۔ تم توانین خداوندی کے مطابق چلتے رہو اور پھر دیکھو کہ تمہیں کس قدر ساز و سامان جائز طریق سے ملتا ہے۔ اسلام سے پہلے تمہاری یہی حالت تھی کہ تم محض مالِ غنیمت کی خاطر لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ لیکن اللہ نے زندگی کا یہ نیا ضابطہ دیکر تم پر بڑا کرم کیا اور تمہارے مقاصدِ حیات اور نقاطِ نظر کو بدل دیا۔ اس لئے اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ معاملہ کی پوری پوری تحقیق کرو اور صرف انہی سے جنگ کرو جن کے خلاف حق و صداقت کی خاطر جنگ کرنا ضروری ہو۔ یاد رکھو! اللہ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اس لئے تم اپنی نیت کو اُس سے نہیں چھپا سکتے۔

۹۵ مومنین میں سے بھی جو لوگ بلا عذر سست روی سے کام لیں اور جو نہایت ذوق و شوق سے خدا کی راہ میں مصروفِ جد و جہد رہیں اور اس میں مال اور جان تک کی پرواہ نہ کریں تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ قانونِ خداوندی کی میزان میں جان و مال سے جد و جہد کرنے والوں کے مدارج سہل انگاروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔

اسکے یہ معنی نہیں کہ نظامِ خداوندی کی خوشگواریوں میں سست رو افراد کا کوئی حصہ نہیں۔ وہ تو سب کے لئے ہیں۔ لیکن جب سوال فرقِ مراتب کا آئیگا تو مجاہدین کے مدارج بہرحال سست رفتاروں سے بڑھ کر ہوں گے۔

۹۶ یہ مدارج وہ سیڑھیاں ہیں جن سے انسانی ذات اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿۹۷﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿۹۸﴾

فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۹۹﴾

(۹۶/۹۵) - ان لوگوں کی مجاہدانہ سعی وعمل ان کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت کرتی ہے اور قانونِ خداوندی کی رُو سے ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جاتی ہے۔ خدا کے قانون میں حفاظت اور پرورش کے سب سامان موجود ہیں۔

۹۷ یہ تو ہوا مجاہدین اور قاعدین (یعنی تیز گام اور سُست رَو مومنین) کے متعلق۔ اب رہے وہ جو غیر خداوندی نظام کے ماتحت اطمینان سے بیٹھے زندگی بسر کرتے اور اس طرح اپنی ذات کا نقصان کرتے رہیں۔ اگر اسی حالت میں ان کی موت آجائے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم غیر خداوندی نظام کی محکومی میں پڑے رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم بہت کمزور و ناتواں اور بے بس و معذور تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ (یہ ٹھیک ہے کہ تم میں اتنی قوت نہیں تھی کہ تم وہاں کا باطل نظام بدل کر نظامِ خداوندی قائم کر لیتے۔ لیکن) خدا کی زمین اس قدر وسیع تھی۔ کیا تم ہجرت کر کے کسی ایسے مقام کی طرف نہیں جا سکتے تھے جہاں نظامِ خداوندی قائم تھا یا جہاں کی فضا اس کے لئے سازگار تھی؟

یہ لوگ، جو یوں اپنی کمزوری اور ناتوانی کا سہارا لے کر غیر خداوندی نظام کے تابع قانع اور مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے — اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہاں بھی جہنم کہ طاغوتی نظام کی غلامی میں رہے۔ اور وہاں بھی جہنم کہ ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہی نہیں ہوئی۔

۹۸ البتہ، ان میں وہ کمزور و ناتواں مرد، عورتیں اور بچے شامل نہیں جو فی الواقعہ اس قدر معذور ہو چکے تھے کہ نہ تو انہیں وہاں تبدیلیٔ حالات پر کوئی قدرت حاصل تھی اور نہ ہی وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ کھلا تھا۔

۹۹ اس قسم کی — نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی — حالت قابلِ معافی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونِ خداوندی میں ان جیسوں کے لئے، عفو و حفاظت کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا
ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ
مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ
يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

---

۱۰۰ خاکِ وطن کی جاذبیت محض جذباتی چیز ہے. جب کبھی ایسا ہو کہ وطن' اور نظامِ خداوندی کے کسی تقاضے میں ٹکراؤ ہو' تو اُس وقت' وطن کی جاذبیت کو اس بلند مقصد کے خاطر قربان کر دینا چاہیئے. جو شخص' اس عظیم مقصد کی خاطر' وطن کو چھوڑ دے گا' اُسے دوسرے مقامات میں بہت سی پناہ گاہیں اور کشائش کی راہیں کھلی ملیں گی.

جو شخص' اس طرح' "خدا و رسول" کی طرف جانے کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہو' تو اس کا یہ عزم ہی اتنے بڑے اجر کا موجب بن جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی منزلِ مقصود تک نہ بھی پہنچ پائے' اور اُسے راستے ہی میں موت آجائے' تو خدا کے ہاں سے اُسے پورا پورا اجر مل جاتا ہے. خدا کے قانون میں ایسے افراد کے لئے حفاظت اور رحمت کے پورے پورے سامان موجود ہیں.

واضح رہے کہ یہ ہجرت ایسے مقام کی طرف ہوگی جہاں نظامِ خداوندی قائم ہو' یا اُس کے قیام کے امکانات روشن ہوں ـــــ اسی کو "خدا و رسول" کی طرف ہجرت کہا جائے گا. یونہی ترکِ وطن کا نام ہجرت نہیں.

۱۰۱ اور جب تم (جنگ کے لئے) باہر نکلو اور تمہیں دشمن کی طرف سے ضرر رسانی کا خطرہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ تم اجتماعِ صلوٰۃ کو مختصر کر لیا کرو. اس لئے کہ مخالفین تو تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں. وہ ایسے مواقع کی گھات میں رہتے ہیں.

۱۰۲ اور (اے رسول!) جب تو خود اپنی جماعت کے ساتھ ہو' اور قیامِ صلوٰۃ کا انتظام کرے' تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ آ کر تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھے. اور جب یہ سجدہ کر چکیں' تو تمہارے پیچھے چلے جائیں' اور دوسرا گروہ' جس نے ابھی تک

وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱۰۲﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۰۴﴾

۱۵ ع ۱۴

صلوٰۃ ادا نہیں کی' تیرے ساتھ صلوٰۃ میں شامل ہو جائے۔ یہ بھی اسی طرح احتیاط برتیں اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔ اس لئے کہ تمہارے مخالفین تو دل سے چاہتے ہیں کہ تم ذرا اپنے اسلحہ اور سامان سے غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ (اس لئے تم ہتھیاروں کو حالتِ صلوٰۃ میں بھی الگ نہ کرو)۔ ہاں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے کوئی تکلیف ہو' یا تم مریض ہو' تو پھر ہتھیاروں کو الگ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اپنی حفاظت کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔
ان مخالفین کے لئے' خدا کی طرف سے رسوا کن (شکست) کی سزا تیار رکھی ہے جو انہیں مل کر رہے گی۔

۱۰۳ جب تم اس طرح صلوٰۃ ختم کر چکو (تو یہ نہ سمجھ لو کہ تم فریضۂ خداوندی سے سبکدوش ہو گئے۔ صلوٰۃ تو تمہاری ساری زندگی کو محیط ہے۔ جو کچھ تم نے اس وقت کیا ہے وہ مؤقت اجتماع میں شرکت ہے جو کُلّی صلوٰۃ کا ایک جزو ہے۔ اس لئے تم اس کے بعد بھی) اٹھتے' بیٹھتے' لیٹے' ہر وقت اور ہر حال میں' قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھو (جیسا کہ ۳/۱۹۰ میں کہا جا چکا ہے)۔
اور جب تم دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ تو پھر' اجتماعاتِ صلوٰۃ کو عام انداز سے قائم کرو۔ یاد رکھو! صلوٰۃ کے اجتماعات میں شرکت' ایک ایسا فریضہ ہے جسے وقتِ مقررہ پر ادا کرنا ہو گا۔ یعنی جو وقت اس اجتماع کے لئے مقرر ہو' اس وقت وہاں شرکت ضروری ہو گی۔

۱۰۴ اور دیکھو! میدانِ جنگ میں دشمن کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔ بات بالکل واضح ہے۔ اگر (لڑائی میں) تمہیں کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو فریقِ مخالف کو بھی اسی طرح مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ (لہٰذا' اس باب میں' تم اور وہ برابر ہو)۔ لیکن نظامِ خداوندی کے قیام سے جو ثمرات و برکات تمہیں حاصل ہوں گی' وہ' انہیں تو حاصل نہیں ہوں گی' (اس لحاظ سے' تم اُن کے مقابلہ میں' کہیں فائدے میں رہے)۔ یاد رکھو! اللہ کا قانون جو تمہیں اس قسم کے تاکیدی احکام دیتا ہے'

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾

یونہی اندھا دھند ایسا نہیں کرتا۔

(۱۰۵) (یہ تو رہے جنگ سے متعلق احکام۔ تمدنی اور معاشرتی زندگی کے متعلق اس حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ) اللہ نے (اے رسول!) تمہاری طرف یہ کتاب (ضابطہ قوانین) نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے نزاعی امور کے فیصلے اس علم کے مطابق کرو جو اللہ نے تمہیں اس طرح عطا کیا ہے۔ اور ایسا کبھی نہ کرو کہ دغا باز اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہو۔

(۱۰۶) حکومت اور عدالت کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ اس میں انسان کے ذاتی میلانات فیصلوں پر اثر انداز ہو جایا کرتے ہیں۔ اس سے انسان اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ وہ ہر وقت قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھے اور اسی کے پیچھے پناہ لے۔ تم اسی طرح اپنی حفاظت کا سامان طلب کرتے رہو۔ قانونِ خداوندی میں ایسی حفاظت اور مرحمت کا پورا پورا انتظام ہے۔

(۱۰۷) اس بات کو پھر سمجھ لو کہ جو لوگ ایک دوسرے سے یا خود اپنی ذات سے خیانت کرتے ہیں، اُن کی طرف سے وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے نہ اُٹھ کھڑے ہو۔ خیانت کرنے والا سمجھتا ہے کہ اس سے اُسے کچھ مل گیا ہے، حالانکہ اس سے اس کی ذات میں ایسی کمزوری آ جاتی ہے جس سے اُس کی انسانی صلاحیتیں مضمحل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ (اسی کو خود اپنی ذات سے خیانت کہتے ہیں)۔ سو ایسے لوگ قانونِ خداوندی کی نگاہ میں کیسے پسندیدہ قرار پا سکتے ہیں؟

(۱۰۸) یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم اپنے جرائم لوگوں سے چھپا سکتے ہیں اس لئے ہم پر کیا گرفت ہوگی؟ لیکن یہ خدا کے قانون کی نگاہوں سے کیسے چھپ سکتے ہیں؟ وہ تو اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ چھپ کر ناپسندیدہ امور کے متعلق مشورے کرتے ہیں۔ خدا کا قانونِ مکافات ان کے تمام اعمال کو محیط ہے (۴/۱۴)۔

(۱۰۹) (یاد رکھو! خدا کا قانونِ مکافات ایسا نہیں کہ اس کا سلسلہ صرف اسی دنیا تک محدود ہو،

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ

کہ اگر کسی نے ایسا انتظام کر لیا کہ وہ یہاں قانون کی گرفت سے بچ جائے تو وہ مواخذہ سے چھوٹ گیا۔ بالکل نہیں۔ ہر جرم کا اثر مجرم کی ذات پر مرتب ہوتا ہے (۴/۱۱۱)۔ اور انسانی ذات اس کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کا سلسلہ آگے بھی چلتا ہے۔ اسلئے انسان کے اعمال کے نتائج مرنے کے بعد بھی سامنے آجاتے ہیں۔ بنابریں) اگر تم کسی مجرم کے طرفدار بن کر، اس کی طرف سے اس دنیاوی زندگی میں جھگڑتے ہو (اور اس طرح اُسے غلط بیانیوں سے قانون کی گرفت سے بچا بھی لیتے ہو) تو یہ بتاؤ کہ اُس کے اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت، اس کی طرف سے کون جھگڑ سکے گا، اور کون اُس کی وکالت کیلئے کھڑا ہو سکے گا؟

۱۱۰ تم اِس محکم اصول کو یاد رکھو کہ جرم کسی اور کے خلاف سرزد ہو، یا خود اپنی ذات کے خلاف (مثلاً قلب و نگاہ کی خیانت، بُرے ارادے، تخریبی اسکیمیں وغیرہ) تو، تم دنیاوی قانون کی گرفت میں آجاؤ یا اس سے بچ جاؤ۔ قانونِ خداوندی کی گرفت سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اس خطا کے ازالے کی صرف ایک صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اپنے کئے پر نادم ہو۔ آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کرو (۶/۵۴)۔ اور جتنا بُرا تم نے جرم کیا ہے اس سے کہیں زیادہ بھلائی کا کام کرو (۱۱/۱۱۴)۔

اگر تم نے ایسا کیا، اور یوں، قانونِ خداوندی کے مطابق اپنے جرم کے مضر اثرات سے حفاظت طلب کر لی، تو اس نقصان سے تمہاری حفاظت بھی ہو جائے گی اور تمہاری ذات کی نشوونما کا مزید سامان بھی مل جائے گا۔ (جرم سے انسانی ذات کی نشوونما رک جاتی ہے تو اس کی کشائش کی یہی صورت ہے)۔

۱۱۱ اسے پھر سُن لو کہ جو شخص جُرم کرتا ہے، اس جُرم کا اثر خود اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے اِس سے ظاہر ہے کہ جرم دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ درحقیقت، خود اپنی ذات کے خلاف ہوتا ہے —— اور یہ اثر، خدا کا قانون ہی زائل کر سکتا ہے جو علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۱۲ اِس بنیادی حقیقت کے سمجھ لینے کے بعد، تم سوچو کہ اگر کوئی شخص جُرم یا خطا تو خود کرے اور اسے تھوپ دے کسی دوسرے بے گناہ کے سر، تو یہ، بجائے خویش کتنا بڑا جرم ہے۔ اِس طرح اُس نے اپنے اوپر دوہرا بوجھ لاد لیا۔ ایک تو اُس جرم کا بوجھ جو اُس سے سرزد ہو گیا تھا، اور دوسرا اُس بہتان کا بوجھ جو اُس نے دوسرے پر لگا دیا۔

يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ ۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ ۚ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ
عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ
أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ
نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْ
مِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا
دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾

---

(۱۱۳) یہ تو خدا کا خاص فضل اور اُس کی رحمت ہے کہ اُس نے تمہیں اس قسم کا ضابطہ ہدایت دے دیا جس میں اِن تمام امور کے متعلق واضح ہدایت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اِن قوانین خداوندی کی لِم اور حکمت' غرض اور غایت کیا ہے' اور اس طرح تمہیں وہ کچھ سکھا دیا جو تم (تنہا عقل کی رُو سے) کبھی نہیں سیکھ سکتے تھے۔ اگر تم پر خدا کا یہ فضل نہ ہوتا تو منافقین کا ایک گروہ اس کا تہیہ کر چکا تھا کہ تمہیں صحیح راستے سے بھٹکا دے۔ اب اس قسم کے ارادوں سے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' خود اپنے لئے سامانِ ہلاکت بہم پہنچاتے ہیں۔

(۱۱۴) یہ منافقین (جماعتِ مومنین سے الگ ہو کر) باہمی مشورے کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ مشورے بیشتر ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی بھلائی کی بات نہیں ہوتی۔ مشورے وہی اچھے ہوتے ہیں جو رفاہِ عامّہ کے کسی کام کیلئے عطیات دینے کیلئے ہوں۔ یا معاشرے کے اُن کاموں کے متعلق جنہیں قانون صحیح تسلیم کرے یا لوگوں کی اصلاح کی خاطر ہوں۔ جو لوگ ایسا کریں ---- اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس میں ذاتی مفاد کا خیال تک نہ ہو خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ تو ایسے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ خوشگوار ہوگا اور انہیں اسکا بہت بڑا اجر ملے گا۔

(۱۱۵) لیکن جو شخص' ایسے واضح قوانین کے بعد بھی' رسول (یا اُس کے بعد اُس کے جانشین' مرکزِ نظامِ خداوندی) کی مخالفت کرے۔ اور جو راستہ جماعتِ مومنین باہمی مشورہ سے تجویز کریں (۴۲/۳۸) اُس کے خلاف جائے' تو اُس کا تعلق تم سے نہیں رہا' تمہارے مخالفین سے ہو گیا۔ اس لئے قانونِ خداوندی کی رُو سے اُس کا شمار انہی کے ساتھ ہوگا جن سے اُس نے اپنا ناطہ جوڑ لیا ہے۔ اُس کی یہ روش اُسے سیدھا جہنم کی طرف لے جائے گی۔ اور وہ بہت بُری جگہ ہے جانے کی۔

(۱۱۶) غور سے دیکھو تو صاف نظر آ جائے گا کہ منافقین کی یہ روش درحقیقت شرک کے مرادف ہے۔

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿۱۱۹﴾

اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا کہ جن باتوں میں تمہیں فائدہ نظر آئے ان میں خدا کے قانون کا اتباع کرو اور اُس جماعت کے ساتھ ساتھ چلو جو اُس قانون کو نافذ کرنے کے لئے عمل پیرا ہے۔ لیکن جب اپنا مفاد کسی دوسرے طریق میں نظر آنے تو اس جماعت اور نظام کا ساتھ چھوڑ کر جھٹ دوسری راہ اختیار کرلو۔

انسان کی معمولی لغزشیں اور خطائیں قابلِ معافی ہوتی ہیں' اور جو شخص (قانون کے مطابق) معافی چاہے' اسے معافی مل سکتی ہے۔ لیکن شرک ایسا جرم عظیم ہے جس سے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا (۴/۴۸)۔ یہ تو خدا کے مقابلہ میں متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔ یہ روش' انسان کو صحیح راستے سے دور لیجاتی ہے —— بہت ہی دور۔

۱۱۷ اس طرح شرک کرنے والے' خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے' اور ان کے پیچھے چلتے ہیں —— خواہ وہ خود اپنے جذبات ہوں ([illegible]) یا مذہبی پیشوا۔ وہ بیجد بودے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی قوت ہی نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں' قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی کوششیں' صحیح نتائج وثمرات سے محروم رہتی ہیں۔

۱۱۸ شاخ خزاں دیدہ یا بنجر زمین کی طرح محروم —— اور تمہیں معلوم ہے کہ ان کے مذہبی پیشوا' انہیں ان راستوں کی طرف کیوں لیجاتے ہیں؟ محض اس لئے کہ خدا کے بندوں کی کمائی میں سے' ایک مقررہ حصہ (مفت میں) تو دے لیں —— چند پیسوں کی خاطر اتنی بڑی قبیح حرکت! کیسی ملعون ہے یہ زندگی اور کتنے مذموم ہیں یہ مقاصد؟

۱۱۹ انہوں نے یہ غلط راہیں —— باطل عقائد اور توہم پرستانہ رسومات —— تجویز تو کر رکھی ہیں محض اپنی ذاتی منفعت کی خاطر' لیکن لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ اس سے اُن کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔ اُن کی آرزوئیں برآئیں گی۔ اس کے لئے' کبھی اُن سے کہتے ہیں کہ وہ اس طرح اپنے جانوروں کے کان چیرا کریں۔ اور کبھی یہ کہ' وہ اشیائے فطرت میں یوں تغیر و تبدل کر دیا کریں —— وہ اپنے مفاد کی خاطر انہیں اس قسم کی توہم پرستیوں میں الجھائے رکھتے ہیں' اور یہ (اُن کے متبعین) اپنے پست جذبات کی تسکین کے لئے' ان گورکھ دھندوں میں اُلجھے رہتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جو قوم' عقل و بصیرت اور قانون خداوندی کو چھوڑ کر' اس قسم کا توہم پرستانہ

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝١٢٠ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝١٢١ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝١٢٢ لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۗ مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝١٢٣ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝١٢٤

مسلک اختیار کرلے' اور ان پیشواؤں کو' اپنا کارساز اور رفیق بنالے' تو اس کا نتیجہ' کھلی ہوئی تباہی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

۱۲۰ شیطان (کے یہ نمائندے) لوگوں کو جنت کے وعدے دیتے اور ان کی آرزوئیں برآنے کے مژدے سُناتے ہیں۔ لیکن ان کے یہ تمام وعدے اور مژدے' دھوکا اور فریب ہیں۔

۱۲۱ ان کا انجام جہنم کی تباہی ہے جس سے نکل بھاگنے کی کوئی راہ نہیں۔

۱۲۲ ان کے برعکس' جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' تو یہ لوگ ابدی شادابیوں کی جنت کی زندگی بسر کریں گے ——— اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ——— یہ خدا کا وہ وعدہ ہے جو ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آجائے گا ——— اور یہ ظاہر ہے کہ خدا سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟

۱۲۳ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ زندگی کی شادابیاں اور خوشگواریاں' نہ تمہاری آرزوؤں کے مطابق مل سکتی ہیں۔ نہ فریق مخالف کی۔ اس میں کسی کے ذاتی جذبات کا سوال ہی نہیں۔ یہ سب کچھ ایک محکم اور غیر متبدل قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ جو کوئی غلط روش اختیار کرے گا' اُس کے نتائج بھگتے گا۔ وہ ہزار جتن کرے کہ اُسے کوئی ایسا دوست اور مددگار مل جائے جو اُسے ان تباہیوں سے بچالے' ایسا ہرگز نہیں ہوسکے گا۔ اُسے ان تباہیوں سے صرف خدا کا قانون بچاسکتا تھا جس سے اُس نے سرکشی اختیار کرلی تھی۔

۱۲۴ اس کے برعکس' جو شخص قانون خداوندی کی صداقت پر یقین رکھے اور اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو ——— وہ مرد ہو یا عورت ——— ایسے لوگ زندگی کی شادابیوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔ اور ان کی محنت کے ماحصل میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔ ایسا کرنا ظلم ہوگا۔ اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

(۱۸ ع ۱۵)

---

۱۲۵ اِن تصریحات کے بعد اِن سے پوچھو کہ اُس نظامِ زندگی سے زیادہ حسین نظام اور کونسا ہو سکتا ہے جس میں ہر فرد اپنے جذبات' توجہات' بلکہ پوری کی پوری ذات کو قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکا دے' اور پھر نہایت حسن کارانہ انداز کی زندگی بسر کرے ——— یعنی اُس مسلک کا اتباع کرے جسے ابراہیمؑ نے تمام غیر خداوندی سمتوں سے مُنہ موڑ کر اختیار کیا تھا ——— اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ خدا نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست اور رفیق بنا لیا تھا۔ سوچئے کہ جس شخص کو خود خدا اپنی رفاقت کے لئے چن لے' اُس سے زیادہ خوش بخت اور کون ہو سکتا ہے؟ یہی خوش بختی تمہارے حصے میں بھی آ سکتی ہے۔

۱۲۶ یہی وہ نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ جہاں ہر شے خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ اور خدا کا قانون' ان اشیاء کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ کوئی بھی اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

اگر انسان بھی یہی روش اختیار کرے تو اس کا نظامِ زندگی اسی حُسن و خوبی سے چل سکتا ہے جس حُسن و خوبی سے نظامِ کائنات چل رہا ہے ——— اِس فرق کے ساتھ کہ کائنات میں یہ کچھ مجبوراً ہو رہا ہے اور انسان اِسے اپنی مرضی اور ارادہ سے اختیار کرے گا جس سے اس کی ذات کی نشو و نما بھی ہوتی جائے گی۔ یعنی معاشرہ کی زندگی بھی جنتی ہو گی اور افراد کی ذات کی تکمیل بھی ہوتی جائے گی۔

۱۲۷ یہی وہ نظام ہے جس کے ایک گوشے (معاشرتی اور عائلی زندگی) کے متعلق کچھ احکام پہلے (ابتدائے سورۃ میں) دیئے جا چکے ہیں۔ اِسی ضمن میں' اے رسول! لوگ تجھ سے عورتوں کے بارے میں مزید باتیں دریافت کرتے ہیں۔ اِن سے کہہ دو کہ اِن امور کے متعلق' اللہ تمہیں' ان احکام کے تسلسل میں جو پہلے دیئے جا چکے ہیں' مزید احکام دیتا ہے۔ یہ احکام یتیم لڑکیوں یا اُن عورتوں کے متعلق ہیں جو بلا خاوند رہ جائیں (بیوہ ہو کر یا ویسے ہی خاوند نہ ملنے کی وجہ سے)۔ تم اِن کا

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

وہ حق تو دیتے نہیں جو قانونِ خداوندی نے ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے یہ ہو کہ انہیں اپنے نکاح میں لے آؤ۔ یہ غلط ہے۔ اِن کے واجبات انہیں ضرور دو۔ یہی حکم ان یتیم لڑکوں کے متعلق ہے جو بے کس اور ناتواں رہ جائیں۔ مختصراً یہ کہ یتیم کوئی بھی ہو ـــــ عورتیں ہوں، لڑکیاں ہوں یا لڑکے ہوں ـــــ ان کے ساتھ ہمیشہ انصاف کرو۔ بلکہ انصاف سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اُن سے حسن سلوک کرو۔ جو بھلائی تم اُن کے ساتھ کرو گے وہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ خدا تمہارے ہر عمل کا علم رکھتا ہے۔

۱۲۸ (جو عورتیں سرکشی پر اُتر آئیں ان کے متعلق (۴/۳۴) میں حکم دیا جا چکا ہے)۔ اِس کے برعکس اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے سرکشی یا بے رغبتی محسوس کرے تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ وہ جن شرائط پر بھی چاہیں آپس میں مصالحت کر لیں۔ اس لئے کہ مصالحت بہرحال جھگڑنے سے بہتر ہوتی ہے۔ (مصالحت کے لئے ثالثوں کے تقرر کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے ۴/۳۴)۔ مصالحت کے معاملہ میں بالعموم روپے پیسے کا سوال سدِّ راہ ہو جایا کرتا ہے اور معاملات سلجھنے نہیں پاتے۔ اس لئے کہ انسان کی طبیعت میں بخل ہوتا ہے۔ اگر تم اس جذبہ پر قابو پا کر حُسنِ سلوک سے کام لو، اور اس طرح قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو تو اس کا تمہیں اجر ملے گا۔ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر عمل سے باخبر ہوتا ہے۔

۱۲۹ تیسری بات یہ یاد رکھو کہ جب ان حالات کے مطابق جن کا ذکر (۴/۳) میں آ چکا ہے، تمہارے عقد میں ایک سے زیادہ بیویاں آ جائیں تو تمہیں ان سے عدل کرنا ہو گا۔ جہاں تک محبت اور جاذبیت کا تعلق ہے، مختلف بیویوں سے ایک جیسا سلوک ناممکن ہے۔ تم ہزار چاہو، ایسا کر نہیں سکو گے۔ اس لئے کہ ان باتوں کا تعلق جذبات سے ہے اور جذبات میں یکسانیت ممکن نہیں۔ جو عدل مقصود اور ممکن ہے وہ یہ ہے کہ تم کسی ایک بیوی کی طرف اس قدر نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی بالکل اَدھر لٹکی رہ جائے ـــــ یعنی نہ خاوند والی، نہ بے خاوند کی ـــــ معاشرتی معاملات میں ان سب سے ایک جیسا سلوک اور برتاؤ کرو۔ یہ چیز قانونِ خداوندی کی رُو سے تقاضائے عدل کو پورا

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

کرے گی' اور جو عدم مساوات جذبات کی رُو سے پیدا ہو گی' اس کے مضر اثرات سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی۔ قانون خداوندی' اس طرح' حفاظت اور مرحمت کی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے۔

۱۳۰ لیکن اگر باہمی نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہے (اور مصالحتی کوششیں بھی ناکام رہ جائیں) تو اس کا علاج علیحدگی (طلاق) کے سوا کچھ نہیں۔ تم اس علیحدگی (طلاق) سے اس لئے نہ رُکے رہو کہ اس سے معاشی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ ذمہ داری نظام خداوندی کی ہے کہ وہ اپنے وسیع ذرائع سے تم دونوں کی ضروریات کا سامان بہم پہنچائے۔ اس نظام کی بنیاد ہی وسعت و حکمت پر ہے۔

۱۳۱ تم خارجی کائنات میں نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہر شے نظام خداوندی کی تکمیل کیلئے سرگرم عمل ہے' اور ان کی کس طرح نشوونما ہوتی جا رہی ہے! اسی لئے ہم نے' ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے ضوابط قانون دیئے تھے' کہا تھا' اور وہی بات اب تمہیں کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت رکھو۔ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ اگر تم نے اس روش سے انکار کیا تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اُس کا سلسلۂ کائنات بدستور اسی طرح چلتا رہے گا۔ اُسے خارجی سہاروں کی ضرورت نہیں۔ اور یہی چیز اس کے لئے وجۂ حمد و ستائش ہے۔

۱۳۲ خدا کے نظام کو کسی اور کارساز و کارفرما کی ضرورت نہیں۔ اور اس حقیقت پر کائنات کی پستیاں اور بلندیاں شاہد ہیں۔

۱۳۳ لیکن انسان کا معاملہ دیگر اشیائے کائنات سے' ان معنوں میں' مختلف ہے کہ اشیائے کائنات کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ خدا کے قانون سے سرکشی برت سکیں' اور انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اُس کا قانون اختیار کر لے اور چاہے اس سے انکار کر دے۔ ہم نے یہ کچھ اپنی مشیّت کے پروگرام کے مطابق کیا ہے' ورنہ ہمارے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ہم موجودہ نوعِ انسان کو (جو صاحبِ اختیار و ارادہ ہے) ختم کر کے' اس کی جگہ ایسی نوع لے آئیں جو

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ
اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ
عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اشیائے کائنات کی طرح بے چون وچرا قوانین خداوندی کی اطاعت کئے جائے۔ ہم ایسا کرنے پر قادر ہیں (۱۴/۲۰—۱۹)۔

۱۳۴ لیکن ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ ہم انسان کے اختیار وارادے کو سلب نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ہم اسے اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم قوانین خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے راستے اس لئے اختیار کرتے ہو کہ تمہیں دنیاوی مفاد حاصل ہو جائیں۔ ہمارے قوانین کی اطاعت سے تمہیں دنیاوی مفاد بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اُخروی زندگی کی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی۔ خدا تمہاری موجودہ زندگی کی آسائش طلبی کی درخواستوں کو بھی سنتا ہے اور مستقبل کی شادابیوں کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے۔ خدا کے علاوہ کسی اور کے قانون میں یہ ممکن نہیں۔

۱۳۵ اس نظام کے قیام کے لئے جس میں حال اور مستقبل دونوں کی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں بنیادی شرط یہ ہے کہ تم دنیا میں عدل وانصاف کے محافظ ونگران بن کر رہو (۵/۸)۔ عدل کے لئے ایک بنیادی عنصر سچی شہادت ہے۔ تم شہادت نہ مدعی کی طرف سے دو نہ مدعا علیہ کی طرف سے۔ تم خدا کی طرف سے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ہمیشہ عدل وانصاف کو مدنظر رکھ کر سچی سچی شہادت دو خواہ یہ شہادت (اور تو اور) خود تمہارے اپنے خلاف جائے۔ یا تمہارے والدین یا دیگر رشتہ داروں کے خلاف۔ اس باب میں امیر اور غریب میں بھی کوئی امتیاز نہ کرو (حتیٰ کہ دشمن سے بھی عدل کرو ۵/۸)۔ تم جادۂ حق وصداقت سے ہٹ کر ان کے خیر خواہ مت بنو۔ خدا کو ان کی خیر خواہی کی زیادہ فکر ہے۔ اس کا خیال رکھو کہ تمہارے جذبات کہیں عدل کی راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ نہ ہی کوئی پیچدار بات کرو نہ شہادت دینے سے پہلو تہی کرو۔ یاد رکھو! اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال (جذبات ورجحانات تک) سے اچھی طرح واقف ہے۔

۱۳۶ اس نظام کے سلسلہ میں ایک اور اہم اور بنیادی حقیقت کو بھی سامنے رکھو۔ اس نظام کے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾

حامل وہ افراد نہیں ہوں گے جو محض مسلمانوں کے گھر پیدا ہو جانے سے سمجھ لیں کہ وہ جماعتِ مومنین کے ممبر ہیں۔ یہ جماعت 'آئیڈیالوجی (ایمان) کی بنیادوں پر متشکل ہوتی ہے اور وہی شخص اس کا ممبر ہو سکتا اور رہ سکتا ہے جو اس آئیڈیالوجی کی صداقت پر یقین رکھے۔ لہذا' اے جماعتِ مومنین! تم ہمیشہ اس نظام کے بنیادی اصولوں کی صداقت پر یقین رکھو (۴/۲) - اور وہ بنیادی اصول ہیں — اللہ پر ایمان۔ اس کے رسول پر ایمان۔ اس کتاب پر ایمان جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی۔ اور ان تمام کتابوں پر ایمان جو اس نے اس سے پہلے نازل کی تھیں۔ (اور ملائکہ اور حیاتِ اُخروی پر ایمان)۔ جو شخص اللہ۔ اس کے ملائکہ۔ اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ اور حیاتِ اُخروی پر ایمان نہیں رکھتا' ان سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ زندگی کے صحیح راستے سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ (مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والوں کے متعلق اصولاً تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت بھی ان امور پر یقین رکھیں)۔

۱۳۷ ایمان سے مفہوم یہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی وقت بھی تذبذب پیدا نہ ہو۔ اگر کیفیت یہ ہو کہ ابھی ایک بات کو مان لیا۔ پھر اس سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح انکار میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ تو ایسے لوگ 'قانونِ خداوندی کے سائے میں' اپنی حفاظت کا سامان نہیں پا سکتے" اور نہ ہی انہیں زندگی کی خوشگواریوں کا راستہ مل سکتا ہے۔

۱۳۸ نہ ہی ایمان کا یہ مطلب ہے کہ اقرار تو کر لیا اس آئیڈیالوجی کا' اور اتباع کرتے رہے اپنے جذبات و مفاد کی۔ یا ظاہرداری سے' ساتھ تو رہے جماعتِ مومنین کے' لیکن درپردہ ملے رہے جماعتِ مخالف سے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ ان کی اس روش کا نتیجہ الم انگیز تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

۱۳۹ یہ لوگ جو جماعتِ مومنین کو چھوڑ کر' مخالفین کے ساتھ یارانہ گانٹھتے ہیں' تو کیا یہ اُن کے پاس عزت اور قوت حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں؟ اگر یہ اس خیال کے ماتحت ایسا کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ حقیقی عزت اور قوت' صرف قوانینِ خداوندی کی اطاعت سے مل سکتی ہے۔ اس کے سوا کہیں اور سے نہیں مل سکتی۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

---

(۱۴۰) فریق مخالف (کفار) کے ساتھ دوستی کے تعلقات تو ایک طرف رہے، خدا نے اپنے ضابطہ قوانین میں اس باب میں حکم یہ دیا ہے کہ جب تم کہیں دیکھو کہ آیاتِ خداوندی کا انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے تو تم ایسی مجلس میں بھی نہ بیٹھو۔ ان سے کنارہ کش ہو جاؤ تا آنکہ وہ اس قسم کی باتیں چھوڑ کر دوسری باتوں میں نہ لگ جائیں۔ اگر تم ان کی اس قسم کی باتوں میں شریکِ محفل رہے تو اُس وقت تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے، حالانکہ تم میں اور اُن میں کوئی چیز وجہ جامعیت نہیں ہو سکتی۔ جامعیت اور اشتراک تو کفار اور منافقین میں ہے — اور یہ جامعیت یہاں سے لے کر جہنم تک برابر چلی جاتی ہے۔

(۱۴۱) اِن منافقین کی حالت یہ ہے کہ یہ تمہارے متعلق ہمیشہ انتظار میں رہتے ہیں۔ اگر بفضلِ ایزدی تمہاری فتح ہو تو یہ جھٹ سے کہہ دیں گے کہ ہم تمہارے ساتھ تھے۔ اور اگر فریق مخالف کے حصے میں کامیابی آ جائے تو ان سے جا کہیں گے کہ یہ سب ہمارے طفیل ہے۔ ہم نے ہی تمہیں ترغیب دلا کر مسلمانوں پر حملہ کے لئے آمادہ کیا تھا۔ ہم ہی نے تمہاری جرأت بڑھائی۔ اور ہم ہی نے جماعتِ مومنین سے تمہاری حفاظت کی تھی۔

ان سے کہہ دو کہ یہ دو رُخی چالیں کب تک چل سکتی ہیں؟ عنقریب وہ آخری انقلاب آنے والا ہے (جب مخالف اور موافق جماعتیں نکھر کر ایک دوسرے کے خلاف کھڑی ہو جائیں گی)۔ اُس وقت تمہارے متعلق بھی کھلا کھلا فیصلہ ہو جائے گا کہ تم کس کے ساتھ ہو۔ تم کچھ بھی کر لو۔ یہ کبھی نہیں ہو گا کہ خدا کفار کو مومنین پر غالب آ جانے دے (۳/۱۳۸)۔

یہ منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ اپنی اِس رَوِش سے، خود اپنے آپ کو

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

دھوکے میں رکھتے ہیں (۹/۴)۔ جب یہ 'طوعاً وکرہاً' اجتماعِ صلوٰۃ میں شریک ہوتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اس سے قوانینِ خداوندی کی یاد تازہ کرلی جاتے' بلکہ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے (کہ ہم بھی تمہاری جماعت میں شامل ہیں)۔ اِن سے کہو کہ جس طرح تانت اور کمان کے الگ الگ رہنے سے روئی نہیں دُھنی جاسکتی' اسی طرح جب تک تمہاری ظاہری نقل و حرکت کے ساتھ نیک نیتی شامل نہ ہو کوئی تعمیری نتیجہ مرتب نہیں ہوسکتا (۹/۵۴ ؛ ۱۰۷/۵)۔

۱۴۳ اِن کی اِس رَوش سے انہیں وہ اطمینان حاصل ہی نہیں ہوسکتا جو یقینِ محکم کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ پریشاں خاطر' حواس باختہ' درمیان میں لٹکے رہتے ہیں —— نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے (۲۲/۱۱)۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ' قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی سے' خود اپنے اوپر زندگی کی خوشگواریوں کی راہ بند کرلیں' اُن پر اس راہ کو کون کھول سکتا ہے؟ (یہ راہیں تو یقینِ محکم اور عملِ پیہم ہی سے کھلا کرتی ہیں)۔

۱۴۴ اے جماعتِ مومنین! تمہارے رفیق صرف وہی ہونے چاہئیں جو تمہاری جماعت کے افراد ہوں۔ اِس لئے تم ایسا کبھی نہ کرو کہ کفار (مخالفین) کو اپنا دوست اور کارساز بنالو۔ یہ ایک ایسا جرم ہوگا' جو قانونِ خداوندی کی رُو سے تمہیں سزا کا مستوجب قرار دینے کے لئے' کسی ثبوت اور دلیل کا محتاج نہیں ہوگا۔ تمہاری یہ رَوش' تمہیں مجرم ثابت کرنے کے لئے اپنی دلیل آپ بن جائے گی۔

۱۴۵ یقیناً منافقین' جہنم کے سب سے نچلے درجے کے مستحق ہیں۔ یہ وہیں رکھے جائیں گے —— اِن کا کوئی رفیق اور مددگار نہیں ہوسکتا۔

۱۴۶ ہاں مگر جو اِن میں سے اپنی رَوش سے باز آجائیں' آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں اِس ضابطۂ خداوندی کو محکم طور پر پکڑ لیں اور اطاعت و فرماں پذیری خالصۃً خدا کے لئے مختص

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (۱۴۷)

کردیں تو اِس سے یہ لوگ جماعتِ مومنین کے افراد بن سکیں گے اور اُس اجرِ عظیم میں شریک ہوجائیں گے جو قانونِ خداوندی کی رُو سے، عنقریب جماعتِ مومنین (کو) ملنے والا ہے۔

ان سے کہو کہ اگر تم ضابطۂ خداوندی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالو اور خدا کی طرف سے عطا شدہ نعمتوں کی قدر کرو یعنی جس مقصد کے لئے وہ دی گئی ہیں انہیں اسی کے لئے صرف کرو۔ تو خدا انہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ خدا کا قانونِ مکافات ہر ایک کے عمل سے واقف ہے اور اُس کی کوششوں کے بھرپور نتائج دیتا ہے۔
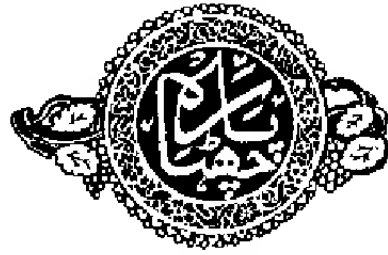
لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَہْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾

۱۴۸ جو لوگ' اس طرح' سابقہ روش کو چھوڑ کر اپنی اصلاح کر لیں' تو ان کی گذشتہ غلطیوں کی تشہیر مت کرو۔ بیجا تشہیر کسی کی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ بات قانون خداوندی کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ ہاں' اگر کسی شخص کے خلاف زیادتی ہوئی ہو اور وہ (اس کے مداوا کے لئے) اس کا اعلان کر دے تو اور بات ہے۔ خدا کا قانون سب کی سنتا اور ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تشہیر کس مقصد کے لئے کی جا رہی ہے۔

۱۴۹ باقی رہیں بھلائی کی باتیں۔ تو انہیں کھلے طور پر کرو یا پوشیدہ۔ یا برائی سے درگزر کرو۔ (تو ان میں سے کوئی بات بھی خدا کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکتی)۔ خدا کا قانون جہاں جرم کی سزا دینے کی قوت رکھتا ہے' وہاں' اس میں' درگزر کر دینے کی بھی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۱۵۰ جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ یا خدا کو تو مانتے ہیں (کہ کارگہ کائنات میں اس کے قوانین جاری و ساری ہیں' لیکن جہاں تک انسانوں کی دنیا کا تعلق ہے وہ) اس قانون سے انکار کرتے ہیں جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے بھیجا ہے (۲۹/۲۳ – ۶۱)۔ یا اس کے قانون کو مانتے ہیں تو اس طرح کہ کسی ایک رسول کی طرف نازل شدہ قانون کے من جانب اللہ ہونے کو تسلیم کر لیا اور دوسروں کی تکذیب کر کے ان کے من جانب اللہ ہونے سے انکار کر دیا (۲/۲۸۵)۔ یا ایک ہی ضابطۂ قوانین کی ایک بات

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾ (۲۱ ع ۱۱ ۱)

یَسْـَٔلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ بِظُلْمِھِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِکَ ۚ وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَ رَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِھِمْ وَ قُلْنَا لَھُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَھُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾

مان لی اور دوسری سے انکار کر دیا (۲/۸۵)۔ اور اس طرح' اقرار اور انکار کے بین بین تیسری راہ اختیار کرنے کی سوچتے رہے۔

۱۵۱ تو یاد رکھو! یہ اقرار کی راہ نہیں 'یکسر انکار کی راہ ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام بالکل وہی ہوگا جو دوسرے منکرین اور مخالفین کا ہونے والا ہے۔ یعنی رسوا کن تباہی۔

۱۵۲ مومن وہ ہیں جو خدا کو مانیں اور اس کے بھیجے ہوئے قوانین کو مانیں۔ اور اسے بھی مانیں کہ یہ سلسلہ رشد و ہدایت شروع سے حضرات انبیاء کرامؑ کی وساطت سے آتا رہا ہے۔ وہ سب خدا کی طرف سے سچے نبی تھے۔ منصب نبوت کے اعتبار سے' ان میں کوئی فرق نہیں — ان لوگوں کی کوششوں کے ثمرات انہیں عنقریب مل جائیں گے۔ اور اگر ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے گی' تو اس کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت کر دی جائے گی اور ان کی نشو و نما میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ خدا کے قانون میں اس کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۱۵۳ یہ اہل کتاب (یہودی) تم سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اس صورت میں خدا کا سچا رسول مانیں گے' کہ تم ایک بنی بنائی کتاب آسمان سے اتار کر دکھاؤ۔

تم ان کی اس قسم کی جہالت آمیز باتوں سے کبیدہ خاطر مت ہو۔ یہ لوگ (خود اپنے پیغمبر) موسیٰ سے اس سے بھی بڑھ کر مطالبے کیا کرتے تھے۔ اُس سے کہا کرتے تھے کہ خود خدا کو ہمارے سامنے لا کر دکھاؤ (۲/۵۵ ؛ ۷/۱۵۵)۔ انہیں ان کی اس بیہودگی کی سزا ملی تو انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی (۲/۵۱) حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس خدا کی واضح تعلیم آ چکی تھی۔ ہم نے ان کی اس حماقت سے بھی درگزر کیا' اور موسیٰ کو کھلا ہوا اقتدار اور غلبہ عطا کر دیا۔

۱۵۴ پھر ہم نے ان سے' کوہ طور کے دامن میں' قانون خداوندی پر کاربند رہنے کا پختہ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾

عہد لیا (۲/۶۳)- اور (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۲/۵۸) ان سے کہا کہ ہمارے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ- نیز ان سے یہ بھی کہا تھا کہ سبت سے متعلق احکام و ضوابط کی خلاف ورزی مت کرنا (۲/۶۵)- اور ان سے ان تمام باتوں کا پختہ عہد لیا تھا-

۱۵۵ لیکن انہوں نے اپنے کسی عہد کی پابندی نہ کی- اُن میں سے ایک ایک کو توڑا- احکام خداوندی سے کھلا ہوا انکار کیا- ان سے سرکشی برتی- اپنے انبیاء کو ناحق ذلیل و رسوا کیا- بعض کو جان تک سے مار دیا- انہیں جب کبھی قانون خداوندی کی طرف دعوت دی گئی' تو انہوں نے اِس دعوت کو نہایت استکبار سے' یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم اِس سے بے نیاز ہیں- ہمارا دل اِن باتوں کا اثر قبول نہیں کرتا- ہمارے اپنے پاس بہت کچھ ہے (۲/۸۸)-

ان کے اِس انکار' سرکشی اور تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہ رہی- یہی وجہ ہے کہ اب اِن میں سے' سوائے معدودے چند' کوئی ایمان نہیں لاتا-

۱۵۶ اِن کے جرائم کی فہرست یہیں ختم نہیں ہو جاتی- اِس سے آگے بھی چلتی ہے- حق و صداقت سے انکار اور نخوت و خود ستائی پر اصرار سے' اِن کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے مریمؑ جیسی پاکباز خاتون کے خلاف بہت بڑا بہتان باندھ دیا- اور عیسٰیؑ جیسے جلیل القدر

۱۵۷ پیغمبر کے متعلق اب تک بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے اسے قتل کر کے ذلت کی موت مار دیا تھا- حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ انہوں نے اُسے قتل کیا اور نہ ہی صلیب پر چڑھا کر' بزعم خویش' ذلت کی موت مارا- ہوا کچھ اور' اور یہ سمجھے کچھ اور- یوں ان پر اصل بات مشتبہ ہو کر رہ گئی[1]- دوسری طرف جو لوگ اس باب میں یہودیوں سے اختلاف کرتے ہیں (یعنی عیسائی) اصل بات کا انہیں بھی

[1] حضرت عیسٰیؑ ان کے ہاتھ ہی نہیں آئے تھے-

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

علم نہیں۔ وہ بھی محض ظن وقیاس کی بنا پر باتیں کرتے ہیں۔ یعنی صحیح واقعہ کا علم نہ یہودیوں کو ہے نہ عیسائیوں کو۔ ان میں سے کسی کا علم بھی یقینی نہیں۔ اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے (کہ مسیح نہ تو قتل ہوا اور نہ ہی بزعم یہود صلیب پر لعنتی موت مرا)

۱۵۸ بلکہ اللہ نے اس کے مدارج کو بلند کر دیا تھا (۱۹/۵۰)۔ اور اللہ کا یہ انتظام (کہ مسیح صحیح وسلامت ان لوگوں کے چنگل سے نکل گیا خدا کی) زبردست قوت اور حکمت پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا کے قانون میں جہاں یہ قوت ہے کہ وہ دشمن پر غالب آجائے، وہاں وہ ایسی حسن تدبیر بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ عندالضرورت دشمن سے محفوظ رہا جاتے۔

۱۵۹ اور عیسائیوں کا تو یہ عالم ہے کہ (باوجودیکہ حقیقت حال کا انہیں بھی یقینی طور پر علم نہیں) وہ مسیح کے صلیب پر جان دینے اور اس طرح ان کے گناہوں کا کفارہ بن جانے پر ایسا محکم یقین رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی موت کے وقت اس کا اقرار کرتا ہے (خود پادری آکر اس سے کفارہ پر ایمان کا اقرار لیتا ہے)۔ لیکن جب یہ لوگ مسیح کے کفارہ پر ایمان کی بنا پر اپنی بخشش کے لئے خدا کے حضور جائیں گے تو خود مسیح ان کے خلاف شہادت دیں گے کہ انہوں نے ان سے اس قسم کے عقائد رکھنے کا نہیں کہا تھا۔ یہ عقائد سب ان کے وضع کردہ ہیں (۵/۱۱۶-۱۱۷)۔

۱۶۰ (بہرحال) یہ ہیں وہ بنی اسرائیل جو آج تم سے اس قسم کے مطالبات کر رہے ہیں کہ آسمان سے لکھی لکھائی کتاب اتار کر بتاؤ۔ ان کی اس قسم کی زیادتیوں اور سرکشیوں کا نتیجہ تھا کہ وہ خوشگوار چیزیں، جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں، سزا کے طور پر ان پر حرام قرار دیدی گئیں۔ (۶/۱۴۷)۔ ان کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ لیکن مختصراً یہ سمجھو کہ یہ لوگ ہمیشہ نظام خداوندی کی راہ میں، جو عالمگیر انسانیت کے لئے نفع بخشیوں کی راہ ہے، روک بن کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

۱۶۱ یہ محتاجوں کی مدد کرنے کے بجائے، ان کی احتیاج سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ انہیں کچھ قرض دیتے تھے تو اصل سے زیادہ واپس لیتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔ یہ اس طرح، نیز دوسرے طریقوں سے، لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھا جایا کرتے تھے ـــــ اور اب تک یہی کچھ کرتے ہیں۔

أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾ لَّٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۚ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ ۚ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٦٢﴾ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾

۲۲ ع ۲

یہ ہیں ان کے جرائم جن کی وجہ سے یہ قوم اس قدر دردانگیز عذاب میں مبتلا ہے۔

۱۶۲ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ اب من حیث القوم راندۂ درگاہ ہو چکے ہیں اور ان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ محض بنی اسرائیل کی نسل سے متعلق ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے اس عذاب میں مبتلا رہے گا۔ ان میں سے جو شخص بھی اسلاف کی اندھی تقلید کے بجائے غور و فکر سے کام لے کر علیٰ وجہ البصیرت اپنی روش بدل لے گا وہ اس عذاب سے نکل جائیگا)۔ چنانچہ ان میں کے ایسے لوگ جنہوں نے ذاتی تحقیق سے علم میں پختگی حاصل کر لی ہے اس ضابطۂ ہدایت (قرآن) پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے انبیائے سابقہ پر نازل کی گئی تھیں۔ یہ لوگ اب (جماعت مومنین کے افراد بن کر) قیام صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے نظام کو متشکل کریں گے جس کی بنیادیں اللہ اور آخرت پر ایمان پر استوار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنتوں کا اجر عظیم بہت جلد مل جائے گا (اور ان کا بنی اسرائیل کی نسل سے ہونا ان کے خلاف نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ اسلام انسانیت کا دین ہے یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق کسی خاص نسل میں محدود کر کے نہیں رکھ دیا گیا)

۱۶۳ یہ کوئی نیا دین نہیں۔ (اصلاً) وہی دین ہے جو نوحؑ اور اسکے بعد دیگر انبیاءؑ کو بذریعہ وحی دیا گیا تھا —— جو ابراہیمؑ اسحٰقؑ یعقوبؑ اور ان کی اولاد کو دیا گیا تھا۔ جو عیسیٰؑ ایوبؑ یونسؑ ہارونؑ اور سلیمانؑ کو دیا گیا تھا۔ یہی ضابطۂ ہدایت (دیگر انبیاء کی طرح) داؤدؑ کو بھی دیا گیا تھا۔ اور خود یہودیوں کے پیغمبر موسیٰؑ سے بھی خدا نے یہی باتیں کی تھیں۔

۱۶۴ غرضیکہ تمام انبیائے سابقہ کو یہی دین دیا گیا تھا۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہم اس سے

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

پہلے کر چکے ہیں لیکن بعض کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن ذکر کیا ہو یا نہ، اصلاً ہر رسول کو یہی دین دیا گیا تھا (اور رسول دنیا کی ہر قوم کی طرف آئے تھے۔ ۱۳/۷ ؛ ۳۵/۲۴)۔

۱۶۵ ان رسولوں کا مشن یہی تھا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ نظامِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کیا کیا خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے، اور اس کے خلاف جانے سے کیا کیا تباہیاں آئیں گی۔ یہ رسول اس لئے بھیجے جاتے تھے کہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں صحیح راستہ تو بتایا نہیں گیا اور تباہیاں یونہی مسلط کر دی گئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا کا قانونِ مکافات جہاں اتنی بڑی قوتوں کا مالک ہے کہ اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، وہ وہاں اس قدر پُر حکمت بھی ہے کہ یونہی اندھا دھند تباہیاں نہیں لے آتا۔

۱۶۶ اب وہی دین علم و بصیرت کی بنیادوں پر تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اس پر خود خدا کی شہادت موجود ہے۔ اور اس کی کائناتی قوتوں کی شہادت جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ کائنات میں ہر کام قانون کے مطابق ہوتا ہے اور قانون ہی کے مطابق ہر عمل کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ اور وہ بنیادی شہادت، جس کے بعد کسی خارجی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی، خود اس قانونِ خداوندی کی داخلی شہادت ہے۔ یہ اپنے نتائج سے بتا دے گا کہ میں اسی خدا کا قانون ہوں جس کا قانون ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔

۱۶۷ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ دین سے انکار کریں اور نظامِ خداوندی کے قیام کی راہ میں، جو ربوبیتِ عامہ کی راہ ہے، سنگِ گراں بن کر بیٹھ جائیں، تو ان سے بڑھ کر گمراہی اور کس کی ہو سکتی ہے؟

۱۶۸ ۱۶۹ ان کی انکار اور سرکشی کی روش، سوائے اس کے کہ انہیں تباہیوں کے ابدی جہنم کی طرف لے جائے، اور کیا نتیجہ مرتب کرے گی؟ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے، انہیں اس

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

(۲۳) (ع ۹) (۳)

تباہی سے کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کرنا' خدا کے قانون کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔

(۱۷۰) اے نوعِ انسان! یہ رسول' تمہارے خدا کا قانونِ ربوبیت لے کر' تمہاری طرف حق و صداقت کے ساتھ آگیا ہے۔ اگر تم اس کی صداقت پر یقین کر کے' اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنالوگے تو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ اس سے یہ نظام جلدی متشکل ہو جائے گا اور تم اس کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے اس سے انکار کر دیا اور اپنی روش پر چلتے رہے' تو پھر خدا کا کائناتی قانون' جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے' اور جو ارض و سما میں جاری و ساری ہے' اپنے انداز اور اپنی رفتار کے مطابق' اسے بتدریج آگے بڑھاتا جائے گا۔ خدا کا کائناتی قانون تمہارے سہاروں کا محتاج نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کی رفتار' تمہارے حساب و شمار کے مطابق بہت سست ہے۔ اس کا ایک ایک "دن" ہزار ہزار سال کا ہوتا ہے (۳۲/۵)۔ بلکہ پچاس پچاس ہزار سال کا (۷۰/۴)۔

(۱۷۰) ہم نے اوپر کہا ہے کہ یہ وہی دین ہے جو تمام انبیاءؑ کو شروع سے دیا جاتا رہا لیکن اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ہاں بہت سی باتیں ہیں جنہیں موجودہ دین (جو قرآن کے اندر ہے) غلط قرار دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین میں بہت مبالغے سے کام لیا ہے۔ اور اسے اس کے صحیح مقام پر نہیں رہنے دیا۔ ان سے کہہ دو کہ تم اس باب میں حقیقت سے تجاوز نہ کرو (۵/۷۷—۵/۸۱) اور اللہ کی طرف حق بات کے علاوہ' اور کوئی بات منسوب نہ کرو۔ (مثلاً تم نے مسیحؑ کے متعلق' عجیب و غریب اعتقادات و تصورات قائم کر رکھے ہیں— یہودیوں نے تفریط کی طرف اور عیسائیوں نے افراط کی طرف)۔ حالانکہ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ وہ اللہ کا رسول تھا' اور اس رشد و ہدایت کے پروگرام کی ایک کڑی' جس کے متعلق مریم کو بتا دیا گیا

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷۳﴾ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

تھا۔ اور اس کی تعلیم وحیِ خداوندی پر مبنی تھی۔ سوئم (مسیح کی الوہیت کے عقیدے کو چھوڑ کر) اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسولوں کو بس رسول سمجھو۔ اور تثلیث کا غلط عقیدہ چھوڑ دو۔ اگر تم اس قسم کے باطل عقائد کو چھوڑ دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

یاد رکھو! کائنات میں الٰہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اولاد تو انسانوں کے ہاں ہوتی ہے کہ ان کے کسی کام آئے۔ ضعیفی میں ان کا سہارا بنے۔ خدا کو اولاد کی کیا ضرورت ہے جبکہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ وہ تو خود ساری کائنات کے لئے محکم سہارا ہے۔

۱۷۲ تم (تثلیث کے عقیدے کی رو سے) مسیح اور روح القدس (فرشتے) کو خدا کی شانِ الوہیت کا شریک بنارہے ہو اس خیال سے کہ اس سے چھوٹا درجہ ان کے شایانِ شان نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسیح اور خدا کے مقرب ملائکہ اس حقیقت کے اعتراف میں قطعاً عار محسوس نہیں کرتے کہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ جو کوئی خدا کا بندہ ہونے (اللہ کی محکومیت) میں ننگ و عار محسوس کرے اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ ان تمام باتوں کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب اور ظاہر ہوں گے۔ تم اس کے دائرے سے کہیں باہر نہیں جاسکتے۔ تمہیں گھیر کر وہیں لایا جائے گا۔

۱۷۳ جو لوگ خدا کو اپنا الٰہ اور اپنے آپ کو اس کا عبد و محکوم سمجھتے ہیں اور اس کے احکام و قوانین کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں ان کے حسنِ عمل کا پورا پورا بدلہ ملیگا — بلکہ خدا کی سہولت بخشیوں کی رُو سے ان کی توقعات اور اندازوں سے بھی زیادہ — لیکن جو لوگ خدا کا بندہ (محکوم) ہونے میں عار محسوس کریں گے اور اپنے آپ کو اس سے بلند سمجھیں گے کہ خدا کی اطاعت کی جائے، تو اُن کی اس رَوش کے نتائج دردانگیز تباہی کی شکل میں ان کے سامنے آئیں گے۔ وہ بری طرح برباد ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿١٧٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿١٧٦﴾ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً

---

۱۷۴ اُس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ سب سے بڑی ذات خدا ہی کی ہے۔ سارا اقتدار اُسی کیلئے ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ ساز اور مددگار نہیں ہو سکتا۔

۱۷۵ اے نوعِ انسان! تمہارے پاس' تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے' واضح دلائل آگئے۔ یعنی اس نے تمہاری طرف ایک ایسا ضابطۂ ہدایت بھیج دیا ہے جو خود روشن ہے اور ہر چیز کو روشن کرتا ہے۔ (روشنی کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے تعارف اور نمود کے لئے کسی دوسری روشنی کی محتاج نہیں ہوتی ——— روشن چراغ کو دوسرے دیئے کی روشنی سے تلاش نہیں کیا جاتا۔ اس کی اپنی روشنی' دیکھنے والے کو خود بخود اپنی طرف لے آتی ہے۔ نیز وہ ہر شے کا صحیح صحیح مقام متعین کر دیتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ وہ کیسا ہے۔ یہی کیفیت قرآن کی ہے)۔

۱۷۶ سو جو لوگ اللہ کے اس روشن اور تابناک ضابطۂ ہدایت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیں' اور اس سے محکم طور پر وابستہ رہیں' تو خدا کا نظامِ ربوبیت' ان کی ذات کی نشوونما کا سامان بہم پہنچا دے گا اور ان پر معاشی خوشحالیوں اور سہولتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور اس طرح وہ' اس سیدھی اور متوازن راہ پر چل نکلیں گے جو انہیں بلاخوف و خطر ان کی منزلِ مقصود تک لے جائے گی ——— اور یہ منزل اس کے سوا کیا ہے کہ:-

(۱) تمام نوعِ انسان ایک عالمگیر برادری بن جاتے۔ (۲/۲۱۳)۔
(۲) کسی کو کسی قسم کا خوف و حزن نہ رہے (۲/۳۸)
(۳) کوئی انسان نہ کسی دوسرے انسان کا محکوم ہو (۳/۷۸)۔ نہ اپنی ضروریات کے لئے کسی کا محتاج۔ (۲۰/۱۱۸-۱۱۹)۔
(۴) تمام معاملات قوانینِ خداوندی کے مطابق طے پائیں (۵/۴۴)۔
(۵) نظامِ عدل و احسان اس درخشندگی سے قائم ہو کہ زمین اپنے نشوونما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے۔ (۳۹/۶۹)۔

رِجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۷۶) ع ۵

(۶) اور اس نور سے تمام افراد کی ذات کی صلاحیتوں کی اس طرح نشو و نما ہو جائے کہ وہ اِس زندگی سے اگلی زندگی کی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائیں۔ (۴۹/۱۹)۔
اسی راہ کو خدا کی طرف لیجانے والی صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔

۱۷۶ (اس سورۃ کے شروع میں وراثت کے قوانین بیان کئے گئے تھے، جن میں کلالہ۔ یعنی لاولد کا ذکر بھی آیا تھا۔ وہاں اُس لاولد مرنے والے کا ذکر تھا جس کے ماں باپ اور بہن بھائی موجود ہوں ۴/۱۲)۔ اسی ضمن میں یہ لوگ تم سے کچھ مزید دریافت کرتے ہیں۔ کہو کہ اسکے متعلق تمہیں خدا خود بتاتا ہے۔
اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی نہ اولاد ہو، نہ ماں باپ۔ تو اس کے ترکہ کی تقسیم یوں ہوگی۔
(۱) اگر متوفی مرد ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کا حصہ نصف ہوگا۔
(۲) اگر متوفیہ عورت ہو تو اس کے ترکہ کا وارث اس کا بھائی ہوگا۔
(۳) اگر ایک بہن کے بجائے دو بہنیں ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی (۲/۳) حصہ ہوگا۔
—— دو سے زیادہ بہنوں کے لئے بھی یہی اصول ہوگا۔ (۴/۱۱)۔
(۴) اور اگر بھائی بہن ملے جلے ہوں، تو "ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ" کا اصول کارفرما ہوگا۔ (۴/۱۱)۔
(یہ تقسیم قرضہ کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد ہوگی۔ ۴/۱۲)۔
اللہ تمہیں یہ احکام کھول کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم غلطی میں نہ پڑو۔ اور اللہ ہر بات کا صحیح صحیح علم رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے احکام و قوانین علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا

---

① اے جماعتِ مومنین! تم پر قانونِ خداوندی کی رُو سے جتنی پابندیاں عائد ہوتی ہیں، اور تم انہیں پورا کرنے کا عہد کرتے ہو (اس لئے کہ یہ "ایمان" کا اولین تقاضا ہے)، انہیں پورا کرو۔ (مثلاً) کھانے پینے کی چیزوں میں، بجز اُن کے جن کے متعلق قرآن کریم میں الگ حکم دیا گیا ہے (۵/۳)، تمام چرنے چگنے والے مویشی حلال ہیں لیکن اگر تم حج میں ہو تو پھر ان کے شکار کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ احکام خدا کے اس قانون کی رُو سے دیئے گئے ہیں جسے وہ خود اپنے اختیار و ارادے سے متعین کرتا ہے۔

② اب تم اپنی معاشرتی زندگی کی طرف آؤ۔ اس میں شبہ نہیں کہ اصل شے نظامِ خداوندی سے وابستگی اور اس کی اطاعت ہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیزیں، اس نظام کی نمائندگی کے لئے بطور محسوس علامات مقرر کی جائیں، اُن کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ اس لئے کہ اُن کی بے حُرمتی اس امر کی دلیل ہوگی کہ تمہارے دل میں نظامِ خداوندی کا احترام نہیں (جس طرح کسی مملکت کے جھنڈے کا عدمِ احترام اس امر کی شہادت ہوتا ہے کہ اُس شخص کے دل میں اس مملکت کا احترام نہیں)۔ نیز، جن مہینوں میں جنگ کا سلسلہ ملتوی کر کے امنِ عامہ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ نہ ہی اُن تحائف اور جانوروں کی جو حج کے بین الاقوامی اجتماع کے لئے بھیجے جائیں۔ یا ان لوگوں کی جو اس اجتماع میں شرکت کیلئے جائیں تاکہ وہاں ملت کے معاشی فوائد کے حصول، اور زندگی کو قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ کرنے کی

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَ

دِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَ

زْلَامِ ۚ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۗ اَلْيَوْمَ

تدابیر سوچیں۔

اور جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ تمہارے مدمقابل وہ قوم ہے جس نے تمہیں سخت ایذائیں پہنچائی تھیں۔ حتیٰ کہ تمہیں کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا (۴۸/۲۵)۔ اب تم ان پر غالب آ گئے ہو' تو دیکھنا! کہیں ان پر ظلم اور زیادتی نہ کرنے لگ جانا۔ یاد رکھو! کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے زیادتی کرو۔ تم ان سے ہمیشہ عدل کرو (۵/۸)' اور ان تمام امور میں' جو انسانیت کی فلاح و بہبود کی راہیں کشادہ کریں' اور قوانین خداوندی کی نگہداشت کا موجب بنیں' ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ لیکن اُن امور میں کبھی تعاون نہ کرو جو انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے کا موجب ہوں' یا خدا کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کا باعث۔ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھو کہ خدا کا قانون مکافات' ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کر کے رہتا ہے۔ اس کی گرفت بڑی سخت ہے اور وہ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

③ (جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے (۲/۱۷۳)) تم پر یہ چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔

(۱) مردار —— اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جو اپنی طبعی موت مر جائے اور وہ بھی جو گلا گھٹ کر مر جائے۔ چوٹ کھا کر مر جائے۔ جو اوپر سے گر کر مر جائے۔ یا کسی جانور کا سینگ لگ کر مر جائے یا جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو۔

اگر ان جانوروں کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو پھر ان کا کھانا جائز ہے۔

(۲) بہتا ہوا خون (۶/۱۴۵)۔

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ

(۳) لحم خنزیر (سور کا گوشت)۔

(۴) اور ہر وہ شے جسے خدا کے علاوہ کسی اور کے نام سے منسوب کر دیا جائے۔

نیز وہ جانور بھی حرام ہے جسے کسی استھان پر چڑھاوے کے طور پر ذبح کیا جائے۔

یعنی اُن مقامات پر جو لوگوں نے نذر نیاز کے لئے مقرر کر رکھے ہوں۔

لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو جائے ——— یہ نہیں کہ جان بوجھ کر ممنوع اشیاء کے کھانے کی طرف مائل ہو ——— تو وہ بقدر ضرورت ان حرام چیزوں کو بھی کھا سکتا ہے (۲/۱۷۳)۔ قانون خداوندی میں جو انسانوں کی حفاظت چاہتا ہے خدا کی مہربانی سے اس کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

اور یہ بات بھی حرام ہے کہ تم قرعہ اندازی سے چیزوں کی تقسیم کیا کرو یا فالیں نکالا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم صحیح راستہ چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاؤ گے۔

تمہارے مخالفین اِس وقت تک اس امید میں تھے کہ تمہارے ساتھ شاید کوئی مفاہمت کی راہ نکل آئے لیکن کھانے پینے کی چیزوں میں حلت و حرمت دو ٹوک فیصلہ کر دیتی ہے اس لئے اب یہ لوگ دین کے معاملہ میں تم سے مایوس ہو گئے ہیں اور یقینی طور پر سمجھ چکے ہیں کہ یہ دین ان سے کسی صورت میں مفاہمت نہیں کرے گا۔ لیکن تمہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم صرف اس سے ڈرو کہ کہیں قانون خداوندی کی خلاف ورزی نہ ہو جائے کیونکہ اس کے نتائج فی الواقعہ ایسے تباہ کن ہوتے ہیں کہ انسان ان سے خائف ہو۔ تمہاری کمزوری کا ابتدائی دور ختم ہو جانے کے بعد ہم نے تمہارے مخالفین پر تمہارے دینی غلبہ کو مکمل کر دیا ہے اور اس طرح ہم نے تم پر اپنی ان نعمتوں کو پورا کر دیا ہے جن کی تم آرزو کیا کرتے تھے (۲/۱۵۰)۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور نظام زندگی تجویز کر دیا ہے (جس کے ساتھ کسی اور نظام حیات کی مفاہمت کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا)۔

حرام چیزوں کی تفصیل ہم نے بتا دی۔ اس کے بعد یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ حلال چیزیں کون کونسی ہیں۔ ان سے کہو کہ جب حرام کی فہرست بتا دی گئی تو باقی سب

أَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الۡحِسَابِ ④ اَلۡيَوۡمَ أُحِلَّ
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الۡكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمۡ ۖ وَطَعَامُكُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ ۖ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ
وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الۡكِتٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسٰفِحِينَ
وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٍ ۗ وَمَن يَكۡفُرۡ بِالۡإِيمٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي الۡأٰخِرَةِ مِنَ
الۡخٰسِرِينَ ⑤

(۱ ع ۵)

خوشگوار اور صاف ستھری چیزیں حلال ہیں - حتیٰ کہ وہ شکار بھی جو شکاری جانور تمہارے لئے پکڑیں، جنہیں تم اپنی خداداد ذہانت اور مناسب طریق سے شکار کرنا سکھاتے ہو[1]۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اسے ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ تم قانون خداوندی کی پابندی کر رہے ہو۔ اور یہ کہ تمہارا کوئی عمل نتیجہ مرتب کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اعمال کے نتائج کا ظہور دیر میں جا کر ہو۔ اس لئے تم نے یہ نہ سمجھ لینا کہ حرام حلال کی پابندی کا کیا ہے؟ حرام کھانے سے کونسا نقصان ہو جاتا ہے؟

⑤ تم نے غور کیا کہ حلت و حرمت کے قرآنی احکام نے انسانی زندگی میں کیا خوشگوار انقلاب پیدا کر دیا ہے؟ اس سے پہلے انسانوں کی خود ساختہ شریعتوں نے اس باب میں ہزار قسم کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں جس سے انسانی آزادی کا دم گھٹ رہا تھا۔ قرآنی دور میں چند چیزوں کو حرام قرار دے کر باقی تمام خوشگوار چیزیں حلال قرار دیدی گئیں۔ اس سے کس قدر میدان وسیع ہو گیا؟

نیز اہل کتاب کے ہاں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ (اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو تمہارے ہاں حرام ہے اور) وہ تمہارے ہاں کا کھانا اپنے لئے جائز سمجھیں۔

کھانے پینے سے آگے بڑھ کر ازدواجی زندگی کی طرف آؤ تو تمہارے لئے مومن پاکدامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، عقد نکاح میں لانے کے لئے جائز ہیں، جب تم ان کے مہر ادا کر دو۔ بشرطیکہ اس سے مقصد ازدواجی زندگی

---

[1] مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ کے لفظی معنی ہیں اس (علم) کی رو سے جسے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ "اللہ کے سکھانے" سے مطلب ہے وہ فطری طریقہ جس سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے (۲/۲۲۲ ؛ ۲/۲۰۳ ؛ ۹۲/۶ ۵)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

کی تمام پابندیاں پوری کرنی ہوں' نہ محض جنسی جذبہ کی تسکین (خواہ اس کے لئے رسمی طور پر "نکاح" کی شرط بھی کیوں نہ پوری کر لی جائے) یا ان تعلقات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ دونوں شکلیں ناجائز ہیں۔ جائز صورت یہی ہے کہ باقاعدہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کے لئے نکاح کیا جائے اور اس سے عائد ہونے والی تمام ذمہ داریوں کو پورا کیا جائے (۴/۲۵)۔

یہ ہیں وہ پابندیاں جن کی نگہداشت ہر ایمان والے کے لئے ضروری ہے۔ سو جو شخص ان پابندیوں کو توڑ کر عملاً اپنے ایمان سے انکار کر دے تو اس کے دوسرے اعمال بھی وہ نتائج نہیں پیدا کر سکیں گے جو اسلامی نظام کے اندر رہتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں۔ دین ایک کلی نظامِ زندگی کا نام ہے جس میں یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض باتوں کو مان لیا جائے اور بعض سے انکار کر دیا جائے (۲/۸۵)۔ ایسی روش سے' یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسان کو کچھ پیش پا افتادہ فوائد حاصل ہو جائیں لیکن انجام کار اس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۶ اس نظام کے قیام کے لئے جس میں تمام افراد قوانین خداوندی کا اتباع کرتے جائیں' اجتماعاتِ صلوٰۃ نہایت ضروری ہیں۔ جب تم صلوٰۃ کیلئے کھڑے ہو (یعنی عزمِ صلوٰۃ کرو) تو تم اپنا منہ' اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لیا کرو۔ اور اپنا سر پونچھ لیا کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اور (جیسا کہ ۴/۴۳ میں بتایا جا چکا ہے) اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نہا دھو کر) پاک صاف ہو جایا کرو (اور پھر اجتماعِ صلوٰۃ میں شریک ہو)۔ اور اگر تم مریض ہو (اور پانی سے تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو ۴/۴۳) یا حالتِ سفر میں ہو' یا جائے ضرور سے فارغ ہو کر آئے ہو' یا عورت سے ہم آغوش ہوئے ہو' اور پانی نہیں ملتا۔ تو ان حالات میں' وضو کرنے کے بجائے تیمم کر لیا کرو۔ یعنی پاک مٹی سے آلائش صاف کر لی اور منہ ہاتھ ویسے پونچھ لئے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٠﴾

حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون یہ نہیں چاہتا کہ تم پر خواہ مخواہ تنگی عائد کر دے۔ وہ تو فقط اتنا چاہتا ہے کہ تم پاک صاف رہو۔ اس طرح وہ تمہیں ایک پاکیزہ اور شائستہ جماعت بنا کر تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کرنا چاہتا ہے تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج مرتب کر سکیں۔

۷ تم اس حقیقت کو سامنے رکھو کہ خدا نے اس قسم کا ضابطۂ حیات دے کر تم پر کس طرح اپنی نعمتوں کو عام کر دیا ہے۔ لیکن یہ نعمتیں یونہی نہیں مل جائیں گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے اس عہد و پیمان کو یاد رکھو جو تم نے اپنے خدا سے پختہ طور پر کر رکھا ہے ($\frac{9}{111}$)۔ وہ عہد جس کی رُو سے تمہارا فریضہ ہے کہ تم نظامِ خداوندی کے احکام کو سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ اور اپنی زندگی کو قوانینِ الٰہیہ سے ہم آہنگ رکھو ——— نہ صرف ظاہرا اعمال کو، بلکہ اپنی خواہشوں، آرزوؤں اور دلی خیالات تک کو بھی ——— اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات دل میں گذرنے والے خیالات تک کا بھی علم رکھتا ہے۔

۸ اس نظام کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ تم دنیا میں عدل و انصاف کے محافظ و نگران بن کر رہو ($\frac{4}{135}$)۔ اس حد تک محافظ و نگران کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اس سے عدل نہ کرو ($\frac{6}{2}$)۔ ہمیشہ عدل کرو۔ اور دوست، دشمن، ہر ایک سے عدل کرو۔ یہ روش تمہیں اس معیارِ زندگی کے نزدیک تر لے آئے گی جس تک تمہیں خدا لانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس روش کی پابندی کرو۔ یاد رکھو! اللہ کا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

۹ یاد رکھو! خدا کا یہ اٹل قانون ہے کہ جو لوگ بھی اس ضابطۂ حیات کی صداقت پر یقین رکھ کر اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں گے، اور پھر اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے، تو زندگی کے خطرات سے ان کی حفاظت ہوگی اور ان کی محنت کے نتائج نہایت عظیم الشان ہوں گے۔

۱۰ ان کے برعکس، جو لوگ اس ضابطہ کی صداقت سے انکار کریں گے اور اس کے قوانین کی

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ
أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ۖ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ بَنِىٓ
إِسْرَٰٓءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ ٱثْنَىْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ ٱللَّهُ إِنِّى مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَيْتُمُ ٱلزَّكَوٰةَ
وَءَامَنتُم بِرُسُلِى وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَلَأُدْ
خِلَنَّكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۚ فَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ﴿١٢﴾

(٣ ع ٦)

تکذیب کریں گے' تو اُن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی۔ وہ تباہی اور بربادی کا شکار ہوجائیں گے اور ان کی نشوونما رک جائے گی۔

(١١) اس ضابطۂ ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے' خطرات سے کس طرح حفاظت مل جاتی ہے اس کا مشاہدہ تم خود کر چکے ہو۔ تمہارے مخالفین تہیہ کر چکے تھے کہ تم پر دست درازی کریں لیکن اس نظام نے اُن کے ہاتھوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اُنہیں روک دیا۔ لہذا' تم اس ضابطہ قوانین کی نگہداشت کرو اور اس کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھو۔ ایمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ اپنے نصب العین کی صداقت اور قانون کی محکمیت پر مکمل اعتماد ہو۔

(١٢) (اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھو کہ نہ تو یہ نظام ہی کوئی نیا نظام ہے اور نہ ہی یہ تجربہ کوئی انوکھا تجربہ' جو اس کے متعلق شبہ لاحق ہو جائے کہ ممکن ہے یہ کامیاب ہو یا نہ ہو۔ یہ نظام اقوام سابقہ کو بھی دیا جاتا رہا' اور تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ اس کے نتائج کیا نکلے۔ ان میں بنی اسرائیل کی تاریخی شہادت نمایاں طور پر تمہارے سامنے ہے)۔ اُن سے بھی اس نظام کے قیام کا عہد لیا گیا تھا۔ اُن کے بارہ قبائل تھے اور تنظیم کی غرض سے ہر قبیلہ کا ایک نقیب تھا جو ان کے حالات کی خبرگیری کرتا تھا۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم نے نظامِ صلوٰۃ کو قائم رکھا۔ نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتے رہے۔ ہماری طرف سے بھیجے ہوئے پیغامبروں کی بات کو سچا مانتے رہے۔ ان کے مشن اور پروگرام کی تعظیم کرتے ہوئے ان کے رفیق اور مددگار بنے۔ اور نوعِ انسان کی مرفہ الحالی کے لئے اپنا سرمایہ تقسیم کرتے رہے' تو ہماری تائید و نصرت تمہیں نصیب ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے معاشرہ کی ناہمواریاں دور ہو جائیں گی اور تمہیں خوش حالی' آسودگی' اور خوش گواری کی ایسی جنتی زندگی نصیب ہو جائے گی جس کی شادابی اور تازگی کبھی مرجھانے کی نہیں۔ اس طرح تمہارا تقسیم کردہ سرمایہ ہوگنا

فَبِمَا نَقۡضِہِمۡ مِّیۡثَاقَہُمۡ لَعَنّٰہُمۡ وَ جَعَلۡنَا قُلُوۡبَہُمۡ قٰسِیَۃً ۚ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ ۙ وَ نَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنۡہُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَہُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ ۪ فَاَغۡرَیۡنَا بَیۡنَہُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ سَوۡفَ یُنَبِّئُہُمُ اللّٰہُ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اور ہزار گنا ہو کر تمہیں واپس مل جائے گا۔ (۲/۲۶۱)۔

لیکن جو اس کے بعد اس روش سے انکار اور سرکشی اختیار کر کے اپنی خودساختہ روش پر چل نکلے گا' تو زندگی کی ہموار راہیں اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گی اور وہ اپنی منزلِ مقصود سے بہت دور جا پڑے گا۔ قوموں کی کامیابی اور ناکامی کا یہی اصول ہے۔

(۱۳) چنانچہ جب تک بنی اسرائیل اس روش پر قائم رہے' انہیں اقوامِ عالم میں نہایت ممتاز مقام حاصل رہا (۲/۴۷)۔ لیکن جب انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا تو وہ ان خوشگواریوں سے محروم ہو گئے' اور ان کے وہ قلوب جن سے ربوبیت عامہ کے چشمے پھوٹتے تھے' یکسر پتھر بن گئے (۲/۷۴ ; ۵۷/۱۶ ; ۴۷/۶)۔ چونکہ وہ ضابطہ قوانین جو انہیں وحی کے ذریعے دیا گیا تھا' ان کی مفاد پرستیوں کی راہ میں حائل ہوتا تھا' اس لئے انہوں نے اس میں ہیر پھیر کرنا شروع کر دیا۔ جس جگہ یہ کچھ نہ کر سکے' اس پر ویسے ہی عمل کرنا چھوڑ دیا۔ یہ لوگ' بجز معدودے چند' اب تک یہی کچھ کرتے ہیں اور تمہیں ان کی خیانتوں کا پتہ بھی چلتا رہتا ہے۔

جن لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہو' ان سے الجھنا بیکار ہے۔ اس لئے' تم ان سے دامن بچاتے ہوئے' اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھتے جاؤ۔ یہی تمہارے لئے حسن کارانہ روش ہے اور یہی روش قانون خداوندی کی رو سے پسندیدہ ہے (۱۵/۸۵ ; ۶۳/۱۰ ; ۶۴/۱۱)۔

(۱۴) یہ تو یہودیوں کا حال ہے۔ باقی رہے وہ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ تو ان سے بھی ہم نے اسی قسم کا عہد لیا تھا' لیکن انہوں نے بھی ہمارے ضابطہ قوانین سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور اس کے ایک معتدبہ حصہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ وہ فرقوں میں بٹ گئے اور (جیسا کہ فرقہ پرستی میں ہوتا ہے) ان میں باہمی عداوت اور کینے کی آگ بھڑک اٹھی جو ہمیشہ تک رہے گی۔ (کیونکہ' نہ ان کے فرقے مٹینگے' نہ باہمی عداوت ختم ہوگی)۔ لیکن

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اب جو نظامِ خداوندی قائم ہو رہا ہے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس خود ساختہ رَوِش کو یہ آسمانی راہ نمائی کہہ کر پیش کرتے تھے' اس کی حقیقت کیا تھی۔

۱۵ اِن اہلِ کتاب (یہود و نصارٰی) سے کہہ دو کہ تمہاری طرف خدا کا رسول آگیا ہے جو بہت سی ایسی باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے جنہیں تم کتاب خداوندی میں سے چھپاتے رہے ہو۔ اور بہت سی باتوں سے جن کی چنداں اہمیت نہیں' درگذر کر دیتا ہے۔ تم پر زندگی کی راہیں تاریک ہو چکی تھیں۔ ایسے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی۔ یعنی ایک کھلا ہوا' واضح ضابطۂ قوانین۔

۱۶ اس (ضابطۂ قوانین) کے ذریعے' اللہ' ہر اس قوم کو' جو اپنی زندگی کو قوانین خداوندی سے ہم آہنگ رکھے سلامتی کے راستے دکھاتا ہے' اور انہیں ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر زندگی کی جگمگاتی روشنی میں لے آتا ہے۔ اور اپنے قانون کے مطابق سیدھے اور توازن بدوش راستے کی طرف ان کی راہ نمائی کر دیتا ہے' تاکہ وہ رَواں دَواں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

۱۷ تم میں سے نصاریٰ کا کفر تو بالکل واضح ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا خود مسیحؑ ابن مریم کی شکل میں دنیا میں آگیا۔ اے رسول! ان سے کہو کہ اگر اللہ اس کا ارادہ کرتا کہ مسیحؑ اور اس کی والدہ تو ایک طرف' کرۂ ارض پر جو کچھ ہے' ان سب کو ہلاک کر دے تو' کسے اتنی قوت حاصل تھی کہ وہ اس کا ہاتھ روک دیتا؛ یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' ان سب پر خدا کا' اور صرف خدا کا اقتدار و اختیار ہے۔ ہر شے کی تخلیق اس کے قانون مشیت کے مطابق ہوتی ہے' اور ہر شے پر اس کا کنٹرول ہے۔ اس لئے کہ کوئی انسان' خدا نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی خدا' انسانی پیکر اختیار کر کے دنیا

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

(۳ ع ۵ ۷)

میں آیا کرتا ہے۔

۱۸ ان یہود و نصاریٰ دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا کے محبوب اور اس کی چہیتی اولاد ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر ایسا ہی ہے تو خدا تمہیں تمہارے جرموں کی سزا کیوں دیتا رہتا ہے (جس کے تذکرے سے تمہاری کتابیں بھری پڑی ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بھی (اور انسانوں کی طرح) خدا کے پیدا کردہ انسان ہو اور جزا و سزا کا جو قانون دوسروں پر حاوی ہے' اسی کا اطلاق تم پر بھی ہوتا ہے۔ اس میں کسی کے چہیتے اور کسی کے سوتیلے ہونے کا سوال ہی نہیں۔ جو قوم بھی قوانین خداوندی کا اتباع کرے گی زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہے گی۔ جو ان کے خلاف چلے گی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ دونوں راستے کھلے ہیں۔ جو نسا راستہ جس کا جی چاہے اختیار کرے۔ یہ کچھ اسی قانون کے مطابق ہوتا ہے جس کی رُو سے کائنات کا ایسا عظیم القدر سلسلہ اس حسن و خوبی سے چل رہا ہے' اور اس کا ہر قدم اس منزل کی طرف اٹھ رہا ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔

۱۹ اے اہل کتاب! یہ ہمارا رسول تمہارے پاس اس وقت آیا ہے جب سابقہ رسولوں کی دعوت کی گرمجوشی دھیمی پڑ چکی تھی۔ وہ اُن تمام حقائق کو پھر سے واضح کر رہا ہے جنہیں تم ضائع کر چکے تھے۔ یہ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہماری طرف کوئی ایسا پیغامبر نہ آیا جو ہمیں بتاتا کہ زندگی کی خوشگواریاں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں اور غلط راستے پر چلنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ رسول' اسی فریضہ کی سرانجامدہی کے لئے آیا ہے' اور خدا کے مقرر کردہ پیمانوں کے مطابق آیا ہے۔

۲۰ ذرا ان یہود کا حال سنئے جو کہہ رہے ہیں کہ ہم خدا کی چہیتی اولاد ہیں۔ ان سے' ان کے پیغمبر موسیٰ نے کہا کہ تم' اُن انعامات خداوندی کو ہمیشہ پیش نظر رکھو جن کی رُو سے' اُس نے تم میں

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

انبیاء پیدا کئے۔ اور تمہیں صاحبِ اقتدار و مملکت بنایا۔ اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو اس زمانے میں کسی اور قوم کے حصے میں نہیں آیا تھا۔

۲۱ ان انعاماتِ خداوندی کی یاد تازہ کرانے کے بعد اُن سے کہا کہ تم اُٹھو' اور فلسطین کی اس بابرکت زمین میں فاتح و منصور داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے نام لکھ دیا ہے۔ تم آگے بڑھو اور اس ملک کے قابض ہو جاؤ۔ دیکھنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دشمن کو دیکھ کر میدان سے پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلو۔ اگر ایسا کرو گے تو سخت نقصان اٹھاؤ گے (۲۰/۵۸)۔

۲۲ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! اس ملک میں تو بڑے بڑے زبردست لوگ بستے ہیں۔ جب تک یہ اس سے نہ نکل جائیں ہم وہاں قدم نہیں رکھنے کے۔ اگر یہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم بڑے شوق سے وہاں چلے جائیں گے۔

۲۳ یہ جواب ساری کی ساری قوم کی طرف سے تھا' بجز دو آدمیوں کے' جو' اُن جیسے نہیں تھے اور جو خدا کے قانون سے اس قسم کا مذاق کرنے سے خوف کھاتے تھے۔ انہیں خدا نے حقیقت بینی کی نعمت سے نوازا تھا ـــــ یہ دونوں' خود موسیٰؑ اور ہارونؑ تھے ـــــ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ (تم اس قدر بزدل کیوں بن رہے ہو؟) ایک دفعہ ہلّہ بول کر شہر کے دروازے میں دراتہ گھس جاؤ۔ پھر دیکھو' تم کس طرح ان پر غالب آجاتے ہو؟۔ جن لوگوں کا اللہ پر ایمان ہو وہ اس طرح ہمت نہیں ہارا کرتے۔ وہ اللہ کے قانون کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ بزدلی تو عدمِ یقین اور تذبذب سے پیدا ہوتی ہے۔

۲۴ لیکن اُن پر ان باتوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں' ہم کبھی آگے نہیں بڑھنے کے۔ تمہیں اگر اللہ کے قانون اور نصرت پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ[1] اور ان سے جنگ کرو۔ ہم یہاں بیٹھے نتیجہ کا

---

[1] اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اور تمہارا بڑا بھائی (ہارونؑ) دونوں جاؤ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّہَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیۡہِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَۃً ۚ یَتِیۡہُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾ وَاتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِہِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾

انتظار کرتے ہیں۔ (جب تم غالب آجاؤ تو ہمیں آواز دے لینا۔ ہم فوراً پہنچ جائیں گے)۔

۲۵ اس پر موسےٰ نے تنگ آکر کہا کہ اے میرے پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیا کچھ کررہے ہیں۔ میرا اب ان پر کوئی بس نہیں۔ میرا اختیار تو 'سمٹ سمٹا کر' خود میری ذات تک' یا زیادہ سے زیادہ اپنے بھائی تک رہ گیا ہے۔ اب ہم میں' اور اس قسم کی بے راہ رو قوم میں' تو ہی کوئی فیصلہ کردے کہ ان کے متعلق ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

۲۶ چنانچہ خدا نے فیصلہ دے دیا۔ اور فیصلہ یہ تھا کہ وہ لوگ' اس سرزمین سے' جسے ان کے نام لکھ دیا گیا تھا' چالیس سال تک محروم کر دیئے گئے۔ اور وہ اس بیابان میں مارے مارے پھرتے رہے —— سرگردان و پریشان۔ تباہ حال وخستہ خراب۔

یقیناً اُن کی یہ حالت' موسیٰؑ جیسے مشفق داعیٔ انقلاب کے لئے بڑی تاسف انگیز تھی (اور ہر نبی کی یہی کیفیت ہوتی ہے ۳۵/۸ ؛ ۲۶/۳ ؛ ۱۸/۶)۔ لیکن ہم نے اسے کہہ دیا کہ اس قسم کی بے راہ رو قوم کا یہی حشر ہوا کرتا ہے —— اس لئے تم ان کی حالت پر افسردہ خاطر مت ہو۔ جو اپنے آپ کو خود تباہی میں ڈالے' اسے کون بچا سکتا ہے؟

یہ ہے خدا کی چہیتی اولاد ہونے کی مدعی قوم کا ماضی!

۲۷ (یہودیوں کی نافرمانیاں اور سرکشیاں اسی زمانہ (حضرت موسےٰؑ) تک ہی محدود نہ تھیں۔ اس کے بعد بھی وہ یہی کچھ کرتے رہے۔ ان کا آخری جرم حضرت عیسےٰؑ کے قتل کے درپے ہونا تھا۔ ان کے ان پیہم جرائم کی وجہ سے' خدا نے اُن سے' اپنی عنایات' ایک ایک کر کے چھین لیں' اور ان (عنایات) کا رُخ ان کے بھائی (اسماعیلؑ) کی شاخ کی طرف پھیر دیا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ یہ سمجھتے کہ اُن کی یہ محرومی ان کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہے' وہ اُلٹا حسد کرنے لگ گئے اور اس داعیٔ الی الحقؐ کے درپے آزار ہو گئے (جو بنی اسماعیلؑ میں سے ہے)۔ اِن سے کہو کہ یہ تو اُن دو فرزندانِ آدم کے قصے کی سی بات ہو گئی (جس کا ذکر خود تمہارے ہاں تورات میں موجود ہے لیکن جس میں تم نے بہت سی رنگ آمیزیاں کر رکھی ہیں۔ اس لئے) میں تمہیں ٹھیک ٹھیک

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۸) اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (۲۹) فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۳۰) فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ (۳۱)

بتاتا ہوں کہ بات کیا ہوئی تھی۔

اِن دونوں بھائیوں نے (اپنے خیال کے مطابق) خدا کے ہاں مقرب بننے کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ اُن میں سے (ان کے عقیدہ کے مطابق) ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس پر اس دوسرے کو غصہ آگیا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اللہ متقیوں کی پیش کش قبول کیا کرتا ہے' اس لئے اگر میری قربانی قبول ہوگئی ہے تو اس میں تمہارے لئے غصہ کی کونسی بات ہے' اور میرا کیا قصور ہے جس کی وجہ سے تم مجھے قتل کرنے کے درپے ہو رہے ہو؟

(۲۸) بایں ہمہ' اگر تم دھاندلی سے میرے خلاف دست درازی کروگے تو میں (اپنی مدافعت تو کروں گا لیکن) تمہیں قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میں تو خدائے رب العالمین کے قانون مکافات سے

(۲۹) ڈرتا ہوں کہ ناحق کسی کو قتل کر دوں۔ میں چاہتا ہوں کہ زیادتی ہو تو تمہاری طرف سے ہو' میری طرف سے نہ ہو۔ اور اگر میری اس مدافعت میں تمہیں کچھ نقصان پہنچ جائے تو میرے اس گناہ کا بار بھی تمہاری ہی گردن پر ہو —— اِس طرح تمہارے ذمے دو جرم ہو جائیں گے۔ میرے قتل (یا اس کے ارادے) کا جرم' اور میری طرف سے تمہیں جو نقصان پہنچے' اس کا جرم —— اِس قسم کے مجرم کی سزا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۳۰) لیکن اس نے غصے میں ایک نہ سنی۔ جذبات سے مغلوب ہو کر بھائی کو قتل کر دیا۔ اور اس طرح' خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ (جذبات سے مغلوب ہو جانے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے)۔

(۳۱) اُس نے جوشِ غضب میں بھائی کو قتل تو کر دیا لیکن جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ میں نے کیا کر دیا؟ وہ اِسی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اتفاق سے سامنے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾

ایک کوا دیکھا جو زمین کو کرید رہا تھا۔ وہ اپنے کیے پر نادم تو پہلے ہی ہو رہا تھا، کوے کی اس حرکت سے اس کا خیال اس طرف منتقل ہو گیا کہ کوا مجھ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے (بفرضِ محال) اپنے بھائی میں کوئی برائی دیکھی بھی تھی تو اس پر یوں مغلوب الغضب ہونے کی بجائے اسے دبلنے اور چھپانے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ اس پر اس نے اپنے آپ کو کوسا، اور جی میں کہا کہ کس قدر باعث افسوس ہے یہ امر کہ مجھ میں ایک جانور جتنی سمجھ بھی نہ ہوئی!

چنانچہ ان خیالات سے وہ اپنے دل میں بہت ہی نادم ہوا۔

۳۲ یہ قصہ (جو بنی اسرائیل کے ہاں عام تھا) درحقیقت ان کی اپنی جذباتی کیفیت کا ترجمان تھا کہ وہ بات بات پر آمادہ بہ قتل ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے ان کی طرف یہ تاکیدی حکم بھیجا تھا کہ یاد رکھو! جو شخص کسی دوسرے کو قتل کر ڈالے ——— بجز اس کے کہ وہ جرم قتل کے قصاص میں ہو (یعنی قتل ناحق کے لئے سزائے موت کے طور پر) یا ملک میں فساد برپا کرنے والے مجرمین کو قانون کے مطابق موت کی سزا دی جائے ——— تو اس قسم کے بے گناہ قتل کے متعلق یوں سمجھو گویا اس شخص نے (ایک فرد کو قتل نہیں کیا) پوری کی پوری نوع انسان کو قتل کر دیا۔ اس کے برعکس جس شخص نے کوئی ایک جان بچالی، تو اس نے گویا پوری نوع انسان کی جان بچالی۔

یہی نہیں کہ انہیں یہ حکم صرف ایک بار دیا گیا اور پھر فراموش کر دیا گیا۔ ان کی طرف ہمارے پیغامبر، واضح احکام و دلائل لے کر آتے رہے، اور انہی باتوں کو دہراتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود، ان کی اکثریت کا یہ عالم رہا (اور اب تک ہے) کہ وہ حدود شکنی اور زیادتی کرتے رہے۔

۳۳ اُن کی اسی مفسدانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ اب جبکہ، اس ملک میں نظام عدل و احسان

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ

(۵) (ع ۸) (۹)

قائم ہو چکا ہے' جس میں انہیں ہر طرح کا امن اور آرام حاصل ہے' بجائے اس کے کہ یہ اطمینان سے بیٹھیں' یہ بدستور تخریبی سازشیں کرتے رہتے ہیں- یہ عدل و آئین پر مبنی نظام خداوندی کے خلاف بغاوت ہے- اس باب میں ہمارا قانون یہ ہے کہ جو لوگ نظام خداوندی کے خلاف بغاوت کریں' یا ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کریں' تو ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے- یا سولی پر چڑھا دیا جائے- یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں[1]- یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے (یا نظر بند کر دیا جائے اور عام مراعات سے محروم کر دیا جائے)——
غرضیکہ جرم کی نوعیت' اور ملک کے حالات کے پیش نظر جو سزا مناسب سمجھی جائے دی جائے- یہ سزا ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی کا موجب ہو گی- باقی رہی آخرت' سو وہاں بھی ان کے لئے سخت تباہی ہو گی—— اس لئے کہ اس جرم کا ایک اثر تو سوسائٹی کے نظام پر پڑتا ہے' اس کی روک تھام کے لئے سزا ضروری ہے- اور دوسرا اثر خود مجرم کی اپنی ذات پر پڑتا ہے (۱۲۳/۱۱۱)- اس کا نتیجہ اس کی ذات کا ضعف و انتشار ہے جو حیات اُخروی میں تباہی کا موجب ہے-

۳۴ لیکن جو لوگ اس روش سے از خود باز آجائیں' قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پالو' تو اس حقیقت کو فراموش نہ کرو کہ قانون خداوندی کی رُو سے ایسے لوگ سزا سے بھی محفوظ رکھے جا سکتے ہیں اور انہیں عام سہولتوں سے بھی محروم نہیں کیا جا سکتا-

۳۵ اے جماعت مومنین! دیکھنا کہیں تم نے نظام خداوندی سے سرکشی اختیار نہ کر لینا- تمہارا فریضۂ حیات یہ ہے کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اس میں بلند ترین مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کرو- اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے پوری پوری جد و جہد کرو- اسی سے تم اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو- ("خدا تک پہنچنے" کے لئے انسانوں کو "وسیلہ" بنانے کا تصور غلط ہے- ۲۸۹/۲ ؛ ۱۷/۵۷)

جو لوگ اس نظام کی مخالفت کریں گے' انہیں' آنیوالے انقلاب میں' دردناک سزا

[1] اس کے معنی اُلٹی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ڈال دینا بھی ہو سکتے ہیں-

لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٩﴾

مل کر رہے گی۔ اگر ان کے پاس دنیا بھر کے خزانے اور ان کی مثل اور بھی ہوں' اور وہ چاہیں کہ انہیں بطور فدیہ دے کر اس تباہی اور بربادی سے بچ جائیں تو ایسا ہونا ناممکن ہوگا۔ (کوئی شخص اپنے سرمائے کے زور پر ان تباہیوں سے نہیں بچ سکتا جو ان لوگوں پر آتی ہیں جو عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے نظام کے راستے میں روک بن کر بیٹھ جائیں)۔

۳۷ اُس وقت' اُن کی وہ دولت جسے وہ نوع انسان کی خوشحالی کے لئے تقسیم نہیں کرتے تھے' ان کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے گی (۹ ـــ ۳۵ ـــ ۳۴)۔ اور یہ آگ ان کے دلوں کے اندر بھڑک رہی ہوگی (۱۰۴ ـــ ۹)۔ اس وقت وہ ہزار چاہیں کہ اس عذاب سے چھٹکارا حاصل حاصل ہو جائے' ایسا نہیں ہو سکے گا۔ وہ عذاب ان کے سر پر مسلط رہے گا۔

۳۸ ملک میں بغاوت پھیلانے اور فساد برپا کرنے کے بعد' بڑا فتنہ' چوری کا جرم ہے جس سے معاشرہ میں امن اور سکون باقی نہیں رہتا ـــــ چور' مرد ہو یا عورت' مجرم ہونے کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ اس لئے ان کی سزا میں بھی کوئی فرق نہیں۔ اس کے لئے ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے خود چور کے ہاتھ چوری کرنے سے رک جائیں' اور وہ دوسروں کے لئے بھی قانونِ خداوندی کی رُو سے روک بن جائے۔ یعنی وہ مجرم کے لئے' موجبِ اصلاح (CURATIVE) ہو اور دوسروں کے لئے جرم سے اجتناب کا باعث (PREVENTIVE)۔ لیکن اگر یہ دیکھو کہ پانی سر سے گذر چکا ہے اور یہ جرم عام ہو رہا ہے' تو اس کی انتہائی سزا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ بہرحال' مقصد اس جرم کی روک تھام ہے ـــــ خواہ غلبہ اور قوت سے ہو' خواہ حسنِ تدبیر سے۔ (عَزِيزٌ حَكِيمٌ میں دونوں باتیں آجاتی ہیں)۔

۳۹ مقصد چونکہ جرم کی روک تھام ہے' اس لئے جو شخص ارتکابِ جرم کے بعد' اپنے کئے پر نادم ہو' اور اپنی اصلاح کر لینے کا یقین دلائے' تو قانونِ خداوندی میں اس کے لئے معافی کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔ ایسے شخص کو سزا سے بھی محفوظ رکھا جائیگا اور عام سہولتوں سے بھی محروم نہیں کیا جائے گا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

---

(۴۰) یاد رکھو! مجرم کو سزا دیکر' خدا اپنی قوت و جبروت کا سکہ دلوں پر بٹھانا نہیں چاہتا۔ اس کی قوت اور اقتدار کی زندہ شہادت تو یہ پوری کارگہ کائنات ہے جو اس کے قوانین کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے سرگرم عمل ہے۔ تعزیری قانون سے مقصد یہ ہے کہ جو شخص ارتکاب جرم سے خود اپنے آپ کو سزا کا مستوجب قرار دے لے' اسے اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔ جو امن پسند ہونے کی ضمانت دیدے' اس کی حفاظت کر دی جائے۔ نظام خداوندی میں (خواہ وہ خارجی کائنات میں ہو یا انسانوں کی دنیا میں) ہر عمل ایک خاص پیمانے کے مطابق نتیجہ مرتب کرتا ہے جس پر خدا کو پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

(۴۱) ان ضمنی احکام کے بعد' اے رسول! پھر اسی موضوع کی طرف آؤ جس کا ذکر پہلے کیا جا رہا تھا۔ یعنی منافقین اور یہود کی تخریبی ذہنیت کی طرف۔ منافقین' زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن وہ دل سے مومن نہیں ہوتے۔ یہودیوں کی یہ حالت ہے کہ وہ تمہاری مجلسوں میں آتے ہیں۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ جو کچھ یہاں بیان کیا جاتا ہے' اسے دل کے کانوں سے سن رہے ہیں' لیکن درحقیقت وہ جھوٹ موٹ کے کان لگائے رہتے ہیں۔ اُن کے خیالات کہیں اور ہوتے ہیں اُن کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہاں سے اُٹھ کر اپنے اُن ساتھیوں کے پاس جائیں جو یہاں نہیں آتے' اور جو کچھ یہاں سنا ہو' اس میں جھوٹ سچ ملا کر' اور بات کو کچھ سے کچھ بنا کر' انہیں سنائیں۔ اس کے بعد' یہ ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ یہی باتیں کہے جو ہم نے تم سے بیان کی ہیں تو اس کی بات مانو۔ اور اگر اس کے خلاف کچھ کہے تو اُسے ہرگز قبول نہ کرو۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ
عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْــــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۲)
وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ (۴۳)

اِن دونوں گروہوں کی یہ حالت ہے کہ بظاہر دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ ان کی رغبت ایمان کی طرف ہے' لیکن درحقیقت یہ کفر کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں۔

اِن کی تو یہ حالت ہے اور تم اس غم میں گھلے جا رہے ہو کہ یہ تباہ اور برباد نہ ہو جائیں (۳۵/۸ ؛ ۳۶/۳ ؛ ۱۹/۹)۔ تم سوچو کہ جو شخص' خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق خود اپنی پیدا کردہ مصیبت میں مبتلا رہنا چاہے' تم' اس قانون کے خلاف' اس کے لئے کیا کر سکتے ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خدا کے قانونِ مکافات کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے دل' اس قسم کے خیالات سے' پاک اور صاف نہیں ہو سکتے —— وہ اِن خیالات کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب ہے اور آخرت میں بھی سخت مصیبت کا سامنا۔

۴۲ اِن کا جرم بھی تو کچھ کم نہیں۔ یہ لوگ تیری باتیں سننے کیلئے آتے ہی اسلئے ہیں کہ ان میں جھوٹ ملا کر باہر بیان کریں' اور اس قسم کی غلط بیانیوں سے' دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھاتے رہیں۔ (یہ اِن کے مذہبی پیشواؤں کا حال ہے۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ' اگرچہ یہ اپنے ہم مذہبوں کے معاملات کے فیصلے' اپنی شریعت کے مطابق کر سکنے کے مجاز ہیں' لیکن اگر یہ دیکھیں کہ کسی معاملہ میں ان کی شریعت کا حکم سخت ہے' تو یہ' فریقِ متعلقہ سے کچھ لے لوا کر' اس سے کہہ دیتے ہیں کہ تم اپنا مقدمہ مسلمانوں کی عدالت میں لے جاؤ۔ وہاں سے فیصلہ تمہارے حق میں ہو جائے گا)۔

لہٰذا' اگر یہ لوگ تیرے پاس اپنے مقدمات لیکر آئیں تو تجھ پر اس کی کوئی پابندی نہیں کہ تو ضرور ان کا مقدمہ سنے۔ تمہارا جی چاہے تو ان کا مقدمہ سُن لو یا ان سے کہہ دو کہ جن معاملات میں تمہارے مذہبی پیشوا فیصلہ دینے کے مجاز ہیں (جیسا کہ اسلامی مملکت میں شخصی معاملات میں' غیر مسلموں کو اختیار دیا جاتا ہے) اُن میں' ان سے فیصلہ کراؤ۔ ایسا کہنے میں کوئی حرج اور نقصان کی بات نہیں۔ لیکن جب ان کا مقدمہ سنو' تو (جیسا کہ تمہارے ہاں مسلمہ اصول ہے) ان کا فیصلہ عدل و انصاف سے کرو۔ اسلئے کہ عدل و انصاف سے کام لینے والے ہی خدا کے ہاں پسندیدہ قرار پاتے ہیں۔

۴۳ ذرا سوچو کہ جب ان کے پاس تورات موجود ہے' جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ

إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

اِس میں احکام خداوندی درج ہیں۔ تو پھر اسے چھوڑ کر اپنے مقدمات تمہارے پاس لے کر کیوں آتے ہیں؟ (بات صاف ہے، کہ ان لوگوں کا ایمان کسی چیز پر بھی نہیں۔ ان کا ایمان مصلحت بینی اور مفاد پرستی پر ہے۔ جب دیکھا کہ تورات کا حکم ان کے منشا کے مطابق ہے' اس پر عمل کرتے رہے۔ جس معاملے میں اسے اپنے خلاف پایا) اس سے منہ موڑ کر تمہاری طرف رُخ کر لیا۔

دین (یعنی قانونِ خداوندی) کی سرگذشت یہ ہے کہ ہم نے تورات نازل کی (جو اُن مختلف صُحف کا مجموعہ ہے جو انبیا سے بنی اسرائیل کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے)۔ اُس میں (ہر آسمانی کتاب کی طرح) صحیح راستے کی طرف راہ نمائی اور روشنی تھی۔ اُن کے انبیا' جو سب کے سب مُسلم تھے' (یعنی قانونِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے) ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ' جو اپنے آپ کو یہودی کہتے تھے (حالانکہ انہیں بھی اپنے آپ کو مسلم ہی کہنا چاہیئے تھا) اسی نور و ہدایت کے مطابق کرتے تھے۔ اور اُن کے علمآ و مشایخ بھی انہی صُحف کے مطابق احکام دیتے تھے جو اُن کے انبیاء کی طرف نازل کئے گئے تھے' اور جن کا انہیں (علماء و مشائخ کو) محافظ ٹھیرایا گیا تھا۔ اور وہ ان کے نگران بننے کے مدعی بھی تھے۔ ان سے خاص طور پر کہہ دیا گیا تھا کہ تمام امور کے فیصلے انہی ضوابط کے مطابق کرو اور لوگوں سے مت ڈرو۔ ڈرو صرف قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی سے۔ اور قانون فروشی کی دکان مت لگا بیٹھو۔ یاد رکھو! جو شخص اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے' وہ کافر ہے' خواہ وہ زبان سے اس قانون پر ایمان رکھنے کا مدعی بھی کیوں نہ ہو ——— کافر و مومن کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے۔

اُنہی صُحف میں ہم نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ جس شخص نے کسی کو (ناحق) قتل کر دیا اس کی سزا موت ہوگی ——— جان کا بدلہ جان۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ ناک کا بدلہ ناک۔ کان کا بدلہ کان۔ دانت کا بدلہ دانت ——— یعنی صرف جرمِ قتل ہی مستوجب سزا نہیں۔ کسی کو زخمی کر دینا

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ
وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ فِيْهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ
مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

بھی ایسا جرم ہے جس کی سزا دی جائے گی۔ اور سزا جرم کے مثل ہوگی۔ لیکن اگر مستغیث مجرم کو خود معاف کر دے تو یہ چیز مجرم کی سزا کا کفارہ ہو جائے گی۔

یہ تھا وہ قانونِ قصاص جو ان کی کتابوں میں ان کے لئے دیا گیا تھا۔ انہیں اسی کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں تھے' اس لئے کہ جو شخص اس ضابطۂ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرے جسے خدا نے نازل کیا ہے' تو یہی لوگ ہیں جو حق و انصاف سے کام نہیں لیتے۔ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔

(۴۶) پھر انہی انبیائے سابقہ کے نقوش قدم پر ہم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو بھیجا۔ اس کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ انبیائے بنی اسرائیل کے صحف میں سے یہودیوں کے پاس رہ گیا تھا' اسے سچا ثابت کر دکھائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے' ہم نے اسے انجیل دی جس میں صحفِ سابقہ کی طرح' نور اور ہدایت تھی' اور جو ان صحف کی حقیقی تعلیم کو سچ کر دکھانے والی تھی۔ اس میں' ان لوگوں کے لئے جو زندگی کے خطرات سے بچنا چاہتے' سامانِ ہدایت و موعظت تھا۔

(۴۷) ہم نے اہل انجیل سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے معاملات کا فیصلہ اس کے مطابق کریں جسے خدا نے نازل کیا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ اس قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے' تو ان کا شمار فاسقین میں ہوتا ہے۔ یعنی صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کر لینے والے۔

(۴۸) اب' ان تمام کتب سابقہ کے بعد (جب وہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہیں اور مشیت کے پروگرام کے مطابق وہ وقت آ گیا کہ تمام نوعِ انسان کے لئے واحد اور مکمل ضابطۂ حیات دے دیا جائے جو ہمیشہ تک ان کی راہ نمائی کرے) ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی ہے جو

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ

تمام ٹھوس حقیقتوں کو اپنے آغوش میں رکھتی ہے۔ اُن تمام وعدوں اور دعووں کو سچ کرکے دکھانے والی ہے جو کتب سابقہ میں کئے گئے تھے۔ اور اس اُصولی تعلیم کی جامع' اور نگران و نگہبان ہے جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً دی جاتی رہی اور جس کا ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رکھنا مقصود ہے۔

یہ ہے اس کتاب عظیم کی پوزیشن۔ لہٰذا اب تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے اِسی کتاب کے مطابق کرو۔ اور' اس قسم کے حقائق مل جانے کے بعد' لوگوں کے خیالات اور خواہشات کے پیچھے مت چلو۔

اس مقام پر ممکن ہے تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر خدا نے تمام انسانوں کے لئے شروع سے اخیر تک' اُصولاً ایک ہی ضابطۂ حیات تجویز کیا تھا' تو ایسا انتظام کیوں نہ کر دیا کہ تمام لوگ اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرتے رہتے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا کہ انسانوں کو' حیوانوں اور پتھروں کی طرح' مجبور پیدا کر دیتا اور وہ' اس کی طرف سے مقرر کردہ روش پر' طوعاً و کرہاً چلتے رہتے۔ لیکن اس کے قانونِ مشیّت کا یہ تقاضا نہیں تھا۔ اِس نے انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا کہ وہ جونسا راستہ جی چاہے اختیار کرلے۔ یہ وجہ ہے کہ ہم' تم میں سے ہر ایک کو اُس کے اپنے اختیار کردہ منہاج اور طریقے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور سب کو ایک ہی راستے پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ انسان کا اختیار و ارادہ ہی ایسے مواقع پیدا کرتا ہے کہ وہ نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جائیں' اور اس طرح خود ان کی ذات میں وسعت پیدا ہوتی جائے۔

لیکن انسان کے اختیار و ارادہ کے یہ معنی نہیں کہ یہ ہمیشہ غلط راستے پر چلتا رہے گا۔ غلط راستوں پر چلنے کے تباہ کن نتائج (جنہیں زمانے کے تقاضے کہہ کر پکارا جاتا ہے) اور وحیٔ خداوندی سے متاثر فضا' اسے رفتہ رفتہ' بتدریج' صحیح راستے کی طرف لئے چلے جائیں گے' اور یوں لوگوں کی خود ساختہ' مختلف روشیں' زندگی کی صحیح شاہراہ میں آکر ملتی جائیں گی۔

(یہ طریق کار (جسے عقل کا تجرباتی طریق کہتے ہیں) بہت طول طویل ہوتا ہے اور اس طرح انسان کو صحیح راستے تک پہنچنے کے لئے بڑی بڑی جانکاہ مصیبتوں اور جگر پاش مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان تباہیوں اور بربادیوں میں سے گزرے بغیر بخیر و خوبی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے تو اس کا طریق یہ ہے کہ وہ وحیٔ خداوندی کا اتباع کرے اور اپنے معاملات کے فیصلے اسی کے مطابق کرائے)۔

لہٰذا' اے رسول! تم ان لوگوں کے فیصلے' اس کتاب کے مطابق کرو جسے خدا نے

اللہُ اِلَیۡکَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللہُ اَنۡ یُّصِیۡبَہُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِہِمۡ ؕ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَہُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘؔ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَی الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ فَعَسَی اللہُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِہٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ نٰدِمِیۡنَ ﴿۵۲﴾

تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ اور اس میں لوگوں کے ذاتی مفاد اور خواہشات کی قطعاً رعایت نہ کرو۔ اِس کا خاص طور پر خیال رکھنا تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے مفاد اور میلانات ایسی صورت پیدا کردیں کہ تمہارا نظام اس ضابطہ حیات سے جسے خدا نے نازل کیا ہے، اِدھر اُدھر ہو جائے ——— خواہ ذرا سا بھی کیوں نہ ہو۔ ایسا بالکل نہ ہونے دینا۔

اگر یہ لوگ، جن کے سامنے اپنی مفاد پرستیوں کے سوا کچھ نہیں، اس نظام سے روگردانی کریں، تو سمجھ لو کہ ان کے جرائم، ان پر تباہیاں لانے والے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ چاہتے ہی یہ ہیں کہ

(۵۰) صحیح راستے سے منہ موڑ کر غلط راہوں پر چل نکلیں اور اس طرح پھر اُسی نظامِ جاہلیت کو اختیار کرلیں جس پر وہ قرآن سے پہلے قائم تھے۔ لیکن جو لوگ اس نظامِ خداوندی کی صداقت اور محکمیت پر یقین رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ نوعِ انسان کے لئے ضابطہ خداوندی سے بہتر اور کوئی ضابطہ نہیں ہوسکتا۔

(۵۱) اے جماعتِ مومنین! تمہارے سامنے یہود اور نصاریٰ کی حقیقت بھی آگئی اور یہ بھی کہ تم کس نظام کے قیام کیلئے کھڑے کئے گئے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اُن کے سطحِ نگاہ اور تمہارے مقصدِ زندگی میں کس قدر بنیادی فرق ہے۔ لہٰذا، تم نے کبھی انہیں اپنا دوست اور چارہ ساز نہ بنانا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ یہ باہمی، ایک دوسرے کے دوست اور چارہ ساز بن جائیں، لیکن تمہارے دلی دوست کبھی نہیں ہوسکتے۔

اس وضاحت کے بعد بھی، تم میں سے جو شخص انہیں اپنا رفیق اور دوست بنائیگا تو اس کا شمار انہی میں ہوگا۔ اسلئے کہ جو لوگ یوں دیدہ دانستہ غلط راستے اختیار کرلیں وہ صحیح راستے پر کیسے ہوسکتے ہیں؟

(۵۲) جن لوگوں کے دِل میں منافقت کا مرض ہے تو دیکھے گا کہ وہ ان (یہود و نصاریٰ)

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي
اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ إِنَّمَا
وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾

کی دوستی کی طرف کیسے دوڑ کر جاتے ہیں' اور اس کے لئے وجہِ جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے
کہ ان کی رفاقت چھوڑ دی تو ہم کسی مصیبت کے چکّر میں نہ پھنس جائیں۔

تم ان کی باتیں سنتے رہو۔ وہ وقت دُور نہیں کہ تمہیں ایک فیصلہ کن کامیابی حاصل
ہو جائے اور اس طرح تم پر کشاد کی راہیں کھل جائیں۔ یا خدا کی طرف سے کوئی اور بات واقع ہو جائے
اُس وقت وہ تمام باتیں، جنہیں یہ اس وقت اپنے دل میں چھپاتے ہیں' اُبھر کر سامنے آجائیں گی اور
انہیں اپنی حرکات پر سخت شرمندہ ہونا پڑے گا۔

(۵۳) اُس وقت جماعتِ مومنین کے افراد کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو خدا کی سخت قسمیں کھا کھا کر
کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں!

ان (منافقین) کی تمام کوششیں غارت ہو جائیں گی اور یہ انجام کار سخت نقصان میں رہیں گے۔
منافقت کا ہمیشہ یہی انجام ہوتا ہے۔

(۵۴) اے ایمان والو! جو تم میں سے نظامِ خداوندی سے پھر جائے (تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔
اللہ کا کیا بگاڑے گا) اللہ اس کی جگہ ایسی قوم لے آئے گا جس کے افراد دنیا کی ہر شے کے مقابلہ میں نظامِ خداوندی
کو زیادہ عزیز رکھیں گے اور ان کی اس روش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا بھی انہیں عزیز رکھے گا۔ ان کی خصوصیات
یہ ہوں گی کہ وہ اس نظام کے ماننے والوں کے سامنے ریشم کی طرح نرم' اور شاخِ ثمردار کی طرح خمیدہ
ہوں گے' لیکن اس نظام کے مخالفین کے مقابلہ میں فولاد کی طرح سخت (۴۸/۲۹) وہ اس
نظام کے قیام اور استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے اور کسی کی طعن و تشنیع سے نہیں
ڈریں گے۔ یہ نوازشاتِ خداوندی کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو قوم بھی انہیں قانونِ
خداوندی کے مطابق حاصل کرنا چاہے اسے حاصل ہو سکتی ہیں۔ خدا کے ہاں نہ تو گروہ بندانہ تنگ نظری ہے
اور نہ ہی انعامات کی اندھا دھند تقسیم۔

(۵۵) یاد رکھو! تمہارا رفیق اور چارہ ساز صرف یہ نظامِ خداوندی ہے جو رسول کے ہاتھوں

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

متشکل ہوتا ہے۔ نیز تمہاری اپنی جماعت کے لوگ جو اس کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے عظیم فریضہ کی سرانجام دہی میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ قوانین خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔

۵۶ سو جو لوگ بھی خدا کے اس نظام کو جو اس کے رسول کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے نیز اپنے ان رفقاء کو جو اس نظام کی صداقت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں' اپنا دوست اور چارہ ساز سمجھیں' تو ان کا شمار "خدا کی پارٹی" میں ہو جائے گا۔ اور "خدا کی پارٹی" ہی آخرالامر غالب آتے گی۔

۵۷ اے ایمان والو! اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور کفار میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق سمجھ رکھا ہے' اور اس کی تحقیر و تذلیل کے لئے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں' انہیں اپنا دوست مت بناؤ۔ تم مومن ہو تو ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ دین کے مخالفین سے تمہارا کیا واسطہ؟

۵۸ ان کی دنائت کا تو یہ عالم ہے کہ جب تم اجتماع صلوٰۃ کے لئے لوگوں کو آواز دیتے ہو تو یہ اس کی بھی ہنسی اڑاتے اور مذاق کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ عقل و بصیرت سے کام نہیں لیتے' ورنہ اس حقیقت کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تھا کہ جو اجتماعات' نوع انسان کی فلاح اور بہبود کے لئے منعقد ہوں' ان کے انعقاد میں خود انہی کا فائدہ ہے۔ ان کا مذاق اڑانا خود اپنا مذاق اڑانا ہے۔

۵۹ ان اہل کتاب سے پوچھو کہ تم ہم سے کس بات پر بگڑتے ہو اور کون سے جرم کی سزا دینا چاہتے ہو؟ ہمارا "جرم" اس کے سوا کیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس قانون کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں جو خدا نے ہماری طرف نازل کیا ہے' اور ان تمام قوانین پر جو اس سے پہلے (خود تمہاری طرف) نازل ہوتے تھے' لیکن تم میں سے اکثر نے اس راہ کو چھوڑ کر دوسری

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۚ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

راہیں اختیار کر لی تھیں۔

تو کیا تم ہم سے اس بات پر بگڑتے ہو کہ ہم نے خدا کے تجویز کردہ راستے کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟

٦٠ ان سے کہو کہ تم' ہمارے خلاف' ہزار جذباتِ عناد و عداوت اپنے دل میں رکھو' اس سے ہمارا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ انجام اُسی کا خراب ہوتا ہے جو قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ زندگی کی سعادتوں اور خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اِن کی انسانی صلاحیتیں جھلس کر راکھ بن جاتی ہیں۔ ان سے کہو کہ تم تو خود اپنی تاریخ میں دیکھ چکے ہو کہ احکامِ سبت کی خلاف ورزی کرنے والوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ ان میں اِنسانیت کا شائبہ تک باقی نہیں رہا تھا۔ ان کی سیرت بدترین حیوانوں جیسی ہو گئی تھی (٢/٦٥)۔ ان پر ذلت اور محکومی کی مار پڑی (٢/٦١) ——— اور محکومی بھی کس کی؟ ان کی' جن کی سرکشی اور تمرّد کی کوئی حد نہ تھی!

یہ ہیں وہ لوگ جو صحیح راستے سے بہت دُور نکل جاتے ہیں اور آخر الامر اس مقام تک جا پہنچتے ہیں جو ان کے لئے بدترین مقام ہو سکتا ہے۔

٦١ اس ذہنیت کی وجہ سے ان کی اب تک یہ حالت ہے کہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ——— حالانکہ جب یہ آتے تھے تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا تھا اور جب گئے ہیں تب بھی اپنے ساتھ کفر ہی لے کر گئے ہیں' ایمان لے کر نہیں گئے ——— اِن میں اتنی اخلاقی جرأت بھی نہیں رہی کہ کھلے بندوں کہیں کہ ہم تمہاری رَوش اختیار نہیں کر سکتے۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ انکی اِس قسم کی فریب کارانہ حرکات سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں' خدا کو اس کا پورا پورا علم ہے۔

٦٢ تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ وہ جرم و سرکشی اور حرام خوری میں سب سے تیز ہیں۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

——— کیا ہی برے ہیں یہ کام جنہیں یہ لوگ (دن رات) کرتے رہتے ہیں۔

۶۳ اور تماشا یہ کہ ان کے علماء اور مشائخ بھی انہیں ان جرائم اور حرام خوری سے نہیں روکتے۔ انہوں نے بھی مذہب کو کاروبار بنا رکھا ہے ——— کس قدر گھناؤنا ہے ان کا یہ کاروبار!

۶۴ جب ہم جماعت مومنین سے کہتے ہیں کہ نظام خداوندی کے قیام کے لئے مال و دولت صرف کرو، تو یہ (یہود) اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذرا ان کے خدا کو دیکھو، جو ان سے کہتا ہے کہ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ ہمیں قرضہ دو! کیا اس خدا کے اپنے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جو وہ انسانوں سے خرچ کرنے کو کہتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ خود بخیل بن چکے ہیں۔ فلاح انسانیت کے کاموں میں کچھ خرچ نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہو چکے ہیں، اس لئے اس قسم کی باتیں کر کے اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ ان سے کہو کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ——— اس کے دونوں ہاتھ کھلے اور کشادہ ہیں۔ وہ اپنے قانون مشیت کے مطابق اپنے خزانوں کے منہ کھلے رکھتا ہے۔

تم نے دیکھا کہ خدا کے وحی احکام، جن سے ایمان والوں کے جذبات اطاعت ابھرتے اور بڑھتے ہیں، کس طرح، ان لوگوں کی سرکشی اور انکار کے جذبات کو بھڑکانے کا موجب بن جاتے ہیں ——— یہ ہے انداز نگاہ کا فرق اور نفسیاتی تبدیلی کا اثر! ان کی اس ذہنیت، اور مذہب کو کاروبار بنا لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ خود ان میں باہمی بغض و عداوت پیدا ہو چکی ہے ——— نہ یہ اپنی ذہنیت بدلیں گے، نہ بغض و عداوت کے جذبات مٹیں گے ——— ان کی حالت یہ ہے کہ یہ جہاں رہیں گے، ملک میں بدامنی پھیلانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ انہوں نے کئی مرتبہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی بھی کوشش کی لیکن اللہ نے (دوسری

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾

(۹) (۱۰) (۱۳)

جماعتوں کے ذریعے روک تھام کر کے ۲/۲۴) اسے بجھا دیا۔ اس لئے کہ اللہ فساد انگیزی اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔

۶۵ لیکن اس کے باوجود ہم نے ان پر سعادت و برکات کے دروازے بند نہیں کئے۔ اگر یہ لوگ (قرآن پر) ایمان لے آتے اور اس طرح زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے' تو ہم ان کی (خود پیدا کردہ) ناہمواریوں کو دور کر دیتے اور انہیں زندگی کی سرفرازیوں اور خوشگواریوں سے نوازتے۔

۶۶ جب یہ لوگ' پہلے بھی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم کئے گئے تھے تو اس کی وجہ کوئی ذاتی عناد نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے قوانین خداوندی کا اتباع چھوڑ دیا تھا۔ اگر یہ تورات و انجیل کی حقیقی تعلیم پر کاربند رہتے تو ان پر زمین و آسمان کی برکات کے دروازے کھل جاتے اور ہر مقام سے رزق کے چشمے ابلتے چلے آتے (۷/۹۶ ؛ ۵/۶۶)۔ لیکن انہوں نے بجز معدودے چند' جنہوں نے میانہ روی اختیار کی' اپنے لئے بری بری راہیں تلاش کر لیں اور سخت معیوب حرکات شروع کر دیں۔

اب پھر ان کے لئے بازآفرینی کا موقعہ آیا تھا۔ اگر یہ اس ضابطہ ہدایت (قرآن) پر کاربند ہو جاتے تو پھر انہی برکات سے بہرہ یاب ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت شروع کر دی۔

۶۷ بایں ہمہ' اے رسول! تم اس ضابطہ ہدایت کو' جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے' تمام انسانوں تک یکساں طور پر پہنچاتے رہو' تاکہ کوئی شخص صحیح راہ نمائی نہ پہنچنے کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے (۶/۷)۔ تمہارا فریضہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے (۳/۱۳)۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ فریضۂ رسالت کی عدم ادائیگی ہو گی۔ تم ان لوگوں کی مخالفت کی قطعاً

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا

پرواہ نہ کرو۔ اللہ تمہارے مشن کو مخالفین کی شرانگیزیوں سے محفوظ رکھے گا (۳/۱۴۳)۔

تم اس حقیقت کو بھی یاد رکھو کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچا دینا ہے۔ تم اس کے مکلف نہیں کہ لوگ اسے بالضرور قبول بھی کریں (۲/۲۷۲ ، ۱۰/۹۹ ، ۲۶/۳ ، ۲۸/۵۶)۔ جو لوگ اس کا فیصلہ کرلیں کہ ہم نے کسی کی بات ماننی ہی نہیں' خواہ وہ کیسی ہی حق و صداقت اور علم و بصیرت پر مبنی کیوں نہ ہو' تو ایسے لوگ کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے (۲/۶—۷)۔

۶۸ ان اہل کتاب سے کہدو کہ یونہی زبان سے ایمان کا دعوے کرنے' اور اس طرح خود بھی دھوکے میں رہنے اور دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ جب تک تم تورات و انجیل کی حقیقی تعلیم پر' جواب اس ضابطۂ خداوندی میں محفوظ کردی گئی ہے' قائم نہیں ہو جاتے' تمہاری کوئی بات قابل اعتنا نہیں سمجھی جاسکتی۔

لیکن تم دیکھو گے کہ قرآن کی طرف دعوت ان لوگوں کے جذبات سرکشی اور عداوت کو اور تیز کر دیگی سو تم ان کی تباہی پر تاسف نہ کرو' اس لئے کہ انہوں نے دیدہ دانستہ اپنی تباہی کو اپنے ہاتھوں خرید رکھا ہے۔ اس سے انہیں کون بچا سکتا ہے؟

۶۹ تم ان سے برابر کہتے جاؤ کہ اسلام کے دروازے ہر قوم اور ملت کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ یہودی ہوں یا نصرانی۔ صابی ہوں یا وہ لوگ جو کسی رسمی گروہ میں داخل ہوتے بغیر' ویسے ہی خدا کو مانتے ہیں —— یا خود مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے —— غرضیکہ کوئی بھی ہو' جو بھی خدا کے اقتدار اعلیٰ' زندگی کے تسلسل اور اس کے قانون مکافات پر اس طرح ایمان لاتے جس طرح قرآن میں بتایا گیا ہے (۲/۱۳۶) اور اس کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق صلاحیت بخش کام کرے تو انہیں کسی قسم کا خوف و خطر اور حزن و ملال نہیں ہوگا۔ وہ انتہائی اطمینان اور امن کی زندگی بسر کریں گے (۲/۶۲)۔

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوٓا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا

كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ

وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِىٓ إِسْرٰٓءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

الْجَنَّةَ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ

---

۷۰ یہی پیغام تھا جو ہم نے مختلف پیغامبروں کی معرفت، بنی اسرائیل کی طرف بھی بھیجا تھا اور ان سے اس پر قائم رہنے کا عہد لیا تھا۔ لیکن ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ جب کسی رسول نے ایسی بات کہی جو ان کے مفاد و رجحان کے خلاف جاتی تھی، اور اس لئے انہیں ناپسند تھی، تو یہ وہیں اکڑ جاتے۔ پھر ان رسولوں میں سے بعض کی تکذیب کرتے اور بعض کو قتل بھی کر دیتے۔ (۲/۸۷)۔

۷۱ انہوں نے اپنے دل میں سمجھ رکھا تھا کہ ہم جو جی میں آئے کریں، ہم سے کون باز پرس کرنے والا ہے، اور کون ہمیں تکلیف پہنچا سکتا ہے؟ اس تکبر اور نخوت کا نتیجہ تھا کہ یہ بالکل اندھے اور بہرے ہو گئے۔ (شدتِ جذبات میں ہوتا ہی ایسا ہے)۔ لیکن اس کے باوجود قانونِ خداوندی نے انہیں مہلت دی اور جب انہوں نے اپنی روش بدل لی تو پھر زندگی کی خوشگواریوں سے متمتع ہو گئے۔ لیکن، اس کے بعد، پھر ان کی وہی حالت ہو گئی اور انہوں نے پھر شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر حقائق کی طرف سے اپنی آنکھیں پھیر لیں، اور صداقت کی آواز کی طرف سے اپنے کان بند کر لئے ——— اور خدا کا قانونِ مکافات برابر دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

۷۲ انہی اہلِ کتاب کا ایک گروہ (نصاریٰ) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مسیحؑ ابنِ مریمؑ، خدا ہے۔ یہ صریحاً کفر ہے۔ مسیحؑ نے اپنی قوم، بنی اسرائیل، سے وہی کچھ کہا تھا جو دوسرے انبیاءؑ کہتے چلے آتے تھے۔ یعنی یہ کہ تم خدا کی محکومیت اختیار کرو۔ وہ تمہارا پروردگار بھی ہے، اور میرا بھی۔ جو شخص اللہ کی حاکمیت میں کسی اور کو شریک کر لیتا ہے اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ انسانوں کو خدا کا درجہ دے دیا جائے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔

۷۳ یہ کہہ دیں گے کہ ہم اکیلے مسیحؑ کو خدا نہیں مانتے۔ ہم "باپ۔ بیٹا۔ روح القدسؑ" تینوں کے مجموعہ کو خدا تسلیم کرتے ہیں، اس لئے ہم خدا کے خدا ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ ان سے کہو کہ یہ کونسا توحید کا عقیدہ ہے؟ یہ بھی کھلا ہوا کفر ہے۔ یاد رکھو! خدائے واحد کے علاوہ اور کوئی

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾

(۱۰) (ع ۱۱) (۱۲)

الٰہ نہیں۔ نہ ہی اس کی شانِ الوہیت میں کوئی اور شریک ہے۔

اگر اس کے باوجود یہ لوگ اپنے ان باطل عقائد سے باز نہیں آئیں گے تو اس کفر کا نتیجہ الم انگیز عذاب کے سوا اور کیا ہوگا؟

۷۴ کیا (اس کے بعد بھی) یہ لوگ ان عقائد کو چھوڑ کر خدا (کی کتاب قرآن) کی طرف نہیں آنا چاہتے، جہاں سے انہیں، اپنے سابقہ غلط عقائد کے مضرت رساں نتائج سے حفاظت بھی مل جائے گی اور ان کی ذات کی نشوونما کا سامان بھی۔

کیا یہ خدا سے اپنی حفاظت بھی طلب نہیں کرنا چاہتے؟

۷۵ مسیح ابن مریم خدا کا پیغامبر تھا —— اس سے پہلے بھی خدا کے پیغامبر ہو گزرے ہیں اور اس کی والدہ ایک راستباز، سچی عورت تھی۔ وہ دونوں انسان تھے اور عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے (ان کے خدا ہونے کے خلاف یہی دلیل کافی ہے)۔

دیکھو! ہم کس طرح نکھارا ور ابھار کر بات واضح کر رہے ہیں اور یہ کس طرح اپنے انہی باطل عقائد کی طرف الٹے پھر رہے ہیں:

۷۶ ان سے کہو کہ کیا تم خدا سے ورے ہی، ان ہستیوں کو اپنا الٰہ (صاحب اقتدار خدا) تسلیم کر لیتے ہو جنہیں نہ تمہارے نفع کا اختیار ہے نہ نقصان کا۔ ان کے برعکس خدا وہ ہے جو سب کچھ سننے والا، اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۷۷ ان سے کہو کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق غلو (مبالغہ) نہ کرو۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مقام پر رکھو۔ اس سے آگے نہ بڑھاؤ۔ خدا کو خدا مانو۔ رسول کو رسول۔ اور ان

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰي كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱

لوگوں کے جذبات و تصورات کے پیچھے نہ لگو جو اس سے پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے ساتھ اور بہت سوں کو گمراہ کر دیا۔ یہ سب سیدھے راستے سے بھٹک کر کہیں سے کہیں چلے گئے۔

یاد رکھو! انبیاء کی نبوت سے انکار ہی گمراہی نہیں۔ انہیں' ان کے مقام سے آگے بڑھا دینا بھی گمراہی ہے' اور سخت گمراہی۔

۷۸ بنی اسرائیل کے گمراہ کن عقائد اور تباہ کن روش کے متعلق جو کچھ اس وقت کہا جا رہا ہے' وہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ لوگ' اِس سے قبل' اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بنا پر' خود اپنے دو برگزیدہ پیغمبروں' داوؑدؑ اور عیسٰیؑ کی زبان سے ملعون قرار دیئے گئے تھے۔ یعنی انہوں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ ان کی اس غلط روش کی وجہ سے ان سے نوازشات خداوندی چھینی جا رہی ہیں۔

۷۹ اُس وقت ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ ان کے معاشرہ میں برائیاں عام ہو چکی تھیں' اور یہ ایک دوسرے کو روکتے ٹوکتے بھی نہیں تھے۔

۸۰ اور اب تک ان کی یہ حالت ہے کہ یہ' ان لوگوں سے اپنا یارانہ گانٹھتے ہیں جو دینِ خداوندی کے منکر اور مخالف ہیں۔

کتنا بُرا ہے یہ مسالہ جسے یہ' اپنے مستقبل کی تعمیر کے لئے تیار کر رہے ہیں! خدا کے قانون سے اس طرح سرکشی برتنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو گا کہ یہ ذلت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

۸۱ جن کفار سے یہ اس وقت یوں دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں' اگر وہ اللہ پر اور اِس نبی پر اور جو کچھ اس پر نازل کیا گیا ہے' اُس پر ایمان لے آتے' تو یہ کبھی انہیں اپنا دوست نہ بناتے۔ لہذا' اِن کفار کے ساتھ اِن کی دوستی محض اِس لئے ہے کہ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ان کی دوستی کی اور کوئی بنیاد نہیں۔ وہ اگر آج اسلام کی دشمنی چھوڑ دیں' تو یہ ان سے دوستی چھوڑ دیں۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان میں اکثریت ان کی ہے جو سیدھی راہ کو چھوڑ چکے ہیں۔

۸۲ اے رسول! تم یہود اور مشرکین (عرب) کو جماعت مومنین کے شدید ترین دشمن پاؤ گے۔ ان کے برعکس، جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو دیکھے گا کہ وہ تمہاری جماعت کے ساتھ دوستی میں قریب تر ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں منکسر المزاج عالم اور تارک الدنیا راہب ہیں جن کی طبیعت میں تکبر اور سرکشی نہیں ہوتی۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا

نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ

بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

۱۱ ع ۱

---

۸۳ یہی وجہ ہے کہ جب وہ قرآن کریم کی آیات سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں- اس لئے کہ ان آیات میں انہیں حقیقت بے نقاب نظر آجاتی ہے اور وہ اسے فوراً پہچان لیتے ہیں- اور پکار اٹھتے ہیں کہ 'اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم اس پر ایمان لاتے ہیں' سو تو ہمارا شمار بھی اس جماعت میں کرلے جو حق کی نگہبان اور نوع انسان کے اعمال کی نگران ہے- (۲/۱۴۳)

۸۴ وہ کہتے ہیں کہ 'حقیقت کو اس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد کونسی بات باقی رہ جاتی ہے کہ ہم اللہ پر اور اس کتاب پر ایمان نہ لے آئیں جو سرتاسر حق و صداقت ہے- اور اس بات کی آرزو نہ کریں کہ ہمارا پروردگار ہمیں صالحین کے زمرے میں شامل کرلے-

۸۵ یہ لوگ اس طرح' جماعت مومنین میں شامل ہوگئے اور اپنے حسن کارانہ عمل کی وجہ سے زندگی کی ان خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہوگئے جن پر کبھی افسردگی نہیں آسکتی- یہ ان کے ایمان و عمل کا بدلہ ہے-

۸۶ ان کے برعکس' جو لوگ اس صداقت سے انکار کرتے ہیں اور ہمارے قوانین کو جھٹلاتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

تو یہ لوگ زندگی کی ارتقائی منزل میں آگے نہیں جاسکیں گے۔ ان کے لئے شادابیوں کی جنت کے بجائے "تباہیوں کا جہنم" ہے۔

۸۷ ان عیسائی راہبوں کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے زندگی کی خوشگوار چیزوں کو جنہیں خدا نے حلال قرار دیا تھا' مسلکِ خانقاہیت کی بناپر اپنے اوپر حرام قرار دے لیا۔ یعنی یہودی اگر افراط کی طرف چلے گئے اور حرام خوری تک اتر آئے تو یہ (عیسائی راہب) "تفریط" کی طرف چلے گئے اور انہوں نے حلال وطیب چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام قرار دے لیا ―― وہ بھی غلط تھا' یہ بھی غلط۔

اے جماعتِ مومنین! تم نے ایسا نہ کرنا کہ جن خوشگوار چیزوں کو خدا نے حلال قرار دیا ہے انہیں اپنے اوپر حرام قرار دے لو۔ نہ ہی یہ کہ جن چیزوں پر اس نے پابندیاں عائد کی ہیں' تم ان پابندیوں کو توڑنے لگ جاؤ۔ حد سے گزر جانا' یعنی افراط وتفریط' دونوں اطراف میں برا ہوتا ہے۔

۸۸ حق کی راہ یہ ہے کہ تم' قرآن کی مقررکردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے' زندگی کی خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہو' اور اس طرح' جو کچھ اللہ نے سامانِ رزق عطا کیا ہے اسے حلال وطیب طریق سے کھاؤ پیو۔ اور یوں اُس خدا کے قوانین کی نگہداشت کرو جس پر تم ایمان لاتے ہو۔

۸۹ اگر تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ تم نے فلاں فلاں حلال چیزوں کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے' اس لئے اب اس قسم کو کس طرح توڑیں؟ تو یاد رکھو۔ لغو اور مہمل قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا (۲/۲۲۵)۔ باقی رہیں وہ (غلط) قسمیں جو تم نے قصد وارادہ سے نہایت محکم طور پر کھائی ہوں' تو انہیں بھی توڑا جاسکتا ہے' لیکن اس صورت میں کچھ کفارہ دینا ہوگا۔ یہ کفارہ' دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ کھانا ویسا ہی ہونا چاہئے جیسا تم عام

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

طور پر اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ یا دس مسکینوں کو کپڑا دینا۔ یا کسی غلام (گردن) کا آزاد کرنا[1]۔ لیکن جسے یہ کچھ میسر نہ ہو (یا حالات ایسے ہوں جن میں یہ کچھ ممکن نہ ہو — مثلاً کوئی محتاج یا غلام موجود نہ ہو) تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ یہ کفارہ ہے تمہاری اُن (غلط) قسموں کا جو تم نے بالارادہ کھائی ہوں۔ لیکن جو قسمیں قوانین خداوندی کے خلاف نہ ہوں، ان کی پاسداری نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ قسمیں درحقیقت عہد و پیمان کی حیثیت رکھتی ہیں؛ اور عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے (خواہ وہ عہد دوسروں کے ساتھ کیا گیا ہو، یا خود اپنے ساتھ)۔

اس طرح، اللہ اپنے قوانین و احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔

۹۰ (قسموں پر قائم رہنا اس امر کی شہادت ہے کہ تمہارا عزم و ارادہ محکم ہے۔ تمہاری قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ بہت مضبوط ہے۔ اس سے سیرت میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، ہر وہ کام جس سے عقل و فکر ماؤف، حوصلہ اور ہمت پست، اور عزم و ارادہ کمزور ہو جائے اس قابل ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ مثلاً) خمر۔ میسرہ۔ انصاب۔ ازلام (جن کا ذکر ۲/۲۱۹؛ ۵/۳ میں آچکا ہے) ایسے کام ہیں جن سے معاشرہ میں تخریب پیدا ہوتی ہے اور انسان کے قلب و دماغ کی صلاحیتیں ماؤف ہو جاتی ہیں (۵/۹۱)۔ لہٰذا تم ان سے اجتناب کرو تاکہ یہ تمہاری کامیابی کے راستے میں روڑا بن کر نہ اٹک جائیں۔

۹۱ اگر تم اپنے پست جذبات کی تسکین کے لئے خمر اور میسرہ جیسی عادات پر اتر آئے تو یہ چیزیں (انفرادی کمزوری پیدا کرنے کے علاوہ) تم میں باہمی عداوت اور کینہ پیدا کر دیں گی، اور قوانین خداوندی کو پیش نظر رکھنے اور نظام صلوٰۃ کے قائم کرنے سے تمہیں روک دیں گی۔

کیا اس قدر وضاحت کے بعد بھی تم ان چیزوں سے باز نہیں رہو گے؟

۹۲ تمہارے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ تم اس نظام کی اطاعت کرو جو قوانین خداوندی کے مطابق قائم ہو سکے

[1] محکوموں اور مظلوموں کی آزادی اسی زمرہ میں آ جائے گی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

(۱۲ ع ۲)

رسول کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے' اور ہر اس کام سے بچو جو اس نظام کے ضعف کا باعث ہو لیکن اگر تم (یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی) گریز کی راہیں نکالو اور اس سے منہ موڑ لو' تو اس کا خمیازہ تم خود بھگتو گے۔ ہمارے رسول کے ذمے اتنا ہی ہے کہ وہ تم تک ہمارے قوانین و احکام واضح طور پر پہنچا دے۔ یہ تمہارے اختیار کی بات ہے کہ تم ان پر عمل کرو یا ان کی خلاف ورزی کرو (تم جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے)۔

۹۳ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں' اور خدا کے بتائے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو رہے ہیں' ان پر کھانے پینے کے معاملہ میں کوئی بندش نہیں (کہ یوں کھائیں اور یوں نہ کھائیں) بشرطیکہ وہ اُن چیزوں سے بچیں جن سے اُنہیں روک دیا گیا ہے۔ اور اس طرح اپنے ایمان وکردار کا عملی ثبوت دیں۔ اس کے بعد' جن اور باتوں سے روکا جائے' ان سے بھی بچیں اور یوں اپنے ایمان کا عملی ثبوت دیتے جائیں — قابلِ اجتناب باتوں سے رکتے جائیں اور حُسن کارانہ طور پر زندگی بسر کرتے رہیں۔ یاد رکھو! کامیابی و کامرانی کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ انسان تخریبی (منفی[۱]) امور سے بچے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تعمیری (مثبت[۲]) کاموں میں حصہ لے۔ یہی اندازِ زندگی قانونِ خداوندی کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

۹۴ اس قسم کی پابندیاں عائد کرنے سے مقصد خود تمہاری ذات میں استحکام اور ثبات پیدا کرنا ہے۔ (مثلاً) ذرا تصور میں لاؤ اِس منظر کو کہ تم حرم کعبہ کے اندر ہو اور شکار تمہارے ہاتھ کے نیچے یا نیزے کی زد کے اندر آچکا ہے۔ اب ایک طرف یہ شکار ہے جو تمہارے ہاتھ میں آیا ہوا ہے۔ دوسری طرف خدا کا حکم ہے کہ حرم کے اندر شکار نہیں پکڑا جائے گا۔ اس شکار میں بظاہر تمہیں کوئی نقصان رساں بات نظر نہیں آتی۔ لیکن تمہارا ایمان ہے کہ خدا نے

---

[۱] NEGATIVE OR DESTRUCTIVE

[۲] POSITIVE OR CONSTRUCTIVE

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْتُلُوا۟ ٱلصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًۢا بَٰلِغَ ٱلْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّٰرَةٌ طَعَامُ مَسَٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِۦ ۗ عَفَا ٱللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ ٱللَّهُ مِنْهُ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ ذُو ٱنتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

جو پابندی لگائی ہے' اُس کے توڑنے میں یقیناً ایسے مضرات پوشیدہ ہیں جو تمہیں سرِدست دکھائی نہیں دیتے۔

اس کشمکش میں دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ تم پر پیش پا افتادہ فائدہ کی کشش غالب آتی ہے یا احکامِ خداوندی کے اَن دیکھے نتائج کا احساس۔ اس قسم کی کشمکش' زندگی میں قدم قدم پر تمہارے سامنے آئے گی۔ سو جو شخص خدا کی عائد کردہ پابندی کو توڑ کر حدود شکنی کرے گا تو اسکا اذیت رساں نتیجہ اُس کے سامنے آجائے گا۔

۹۵ لہٰذا' اے جماعتِ مومنین! تم حدودِ حرم کے اندر شکار مت مارو۔ (ہم نے کعبہ کو امن کا مقام قرار دیا ہے۔ ۳/۹۶ - ہماری اِس ضمانت کا تقاضا ہے کہ انسان تو انسان' حیوان بھی اس کے اندر آجائے تو اسے امن مل جائے)۔ اگر تم میں سے کوئی حدودِ حرم کے اندر ارادۃً شکار کرلے تو اس کی سزا یہ ہے کہ جو جانور تم نے مارا ہے' اس کی مثل کوئی مویشی تحفۃً کعبہ تک پہنچا دیا جائے (تاکہ وہ ضرورتمندوں کے کھانے کے کام آئے ۲۲/۲۸)۔ اس بات کا فیصلہ کہ کونسا جانور اُس جانور کے ہم پلّہ ہے جسے شکار کیا گیا تھا' تم میں سے دو صاحبِ انصاف آدمی کریں (جنہیں اسکا علم ہو کہ کونسا جانور کس جانور کے ہم پلّہ ہوتا ہے)۔

یا اس کا کفارہ اُس جانور کی قیمت کے برابر مسکینوں کا کھانا ہے۔ یا اُس کے برابر روزے رکھنا (اس حساب سے جس کا ذکر ۵/۸۹ میں کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ تین روزے' دس مسکینوں کے کھانے کے برابر ہوتے ہیں)۔

یہ اِس لئے ہے کہ تم نے جو دیدہ دانستہ حدود شکنی کی ہے اس کا خمیازہ بھگتو (اور تمہارا نفس پابندیوں کے احترام کا خوگر ہو جائے)۔

یہ حکم اب سے نافذ ہوگا۔ اس سے پہلے جو ہو چکا' سو ہو چکا۔ جو اس کے بعد ایسا کریگا اُسے سزا دی جائے گی۔ اِس لئے کہ وہ قانون' قانون ہی نہیں ہوتا جس کی خلاف ورزی کی سزا نہ ہو۔ اور اگر اُس کے پیچھے ایسی قوت نہ ہو جو اُس سزا کو عمل میں لا سکے تو وہ قانون' وعظ بن کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا' نظامِ خداوندی میں' قانون شکنی کی سزا بھی ہے اور ایسی قوت بھی جو

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾

اس سزا کو نافذ کر سکے۔

۹۶ یہ پابندی، کہ حدودِ حرم کے اندر شکار کرنا حرام ہے، خشکی کے جانوروں تک محدود ہے۔ جہاں تک پانی کے جانوروں کا تعلق ہے، ان کا کھانا جائز ہے —— خواہ انہیں تم خود شکار کرو۔ یا انہیں پانی اچھال کر خشکی پر پھینک دے یا پانی کے پیچھے ہٹ جانے سے وہ خشکی پر رہ جائیں —— یہ تمہارے لئے، اور اہلِ قافلہ کے لئے سامانِ زیست ہے۔ سو تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو، جس کی خاطر تم، ہر طرف سے کھینچ کر، اس مرکز میں جمع ہوتے ہو۔

۹۷ یہ مرکز، کعبہ ہے۔ یعنی وہ واجب الاحترام مقام جس کی مرکزیت سے مقصود یہ ہے کہ تمام نوعِ انسان اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے اور کوئی فرد یا قوم کسی دوسرے فرد یا قوم کی محتاج نہ رہے۔

یہ مقامِ اجتماع۔ اور وہ مہینے جن میں جنگ کی ممانعت کر دی گئی ہے تاکہ لوگ امن و سلامتی سے یہاں جمع ہو سکیں۔ اور وہ تحائف اور جانور جو اس اجتماع کی ضروریات کیلئے بھیجے یا لائے جائیں۔ یہ سب اسی عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ یعنی عالمگیر انسانیت کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جانے کے قابل بنا دینا۔

یہ باتیں تمہیں اس لئے بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جس طرح خدا، کائنات کے تقاضوں سے واقف ہے اور وہ، بغیر کسی خارجی سہارے کے، اس حسن و خوبی سے چل رہی ہے، اسی طرح وہ نوعِ انسان کے تقاضوں سے بھی واقف ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی کا توازن بھی اسی طرح ٹھیک ٹھیک قائم رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا ہمہ گیر قانون، تمام اشیائے کائنات اور عالمِ انسانیت کی ضروریات، مصالح اور تقاضوں سے باخبر ہے۔

۹۸ سو جو قوم اس قانون کے مطابق زندگی بسر کرے گی، اس کیلئے حفاظت اور پرورش کے تمام سامان مہیا ہو جائیں گے۔ اور جو اس کے خلاف جائے گی، اسے سخت عواقب کا سامنا

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۗ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۱﴾

(۱۳ ع ۳)

کرنا پڑے گا۔

۹۹ اِن عواقب سے بچنے کا یہ طریقہ نہیں کہ تم زبان سے اِن قوانین کی صداقت کا اقرار کر لو اور دِل میں ان کے خلاف چلنے کی آرزوئیں بیدار رکھو۔ بالکل نہیں۔ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ظاہر و باطن دونوں پر پوری پوری نگاہ رکھتا ہے۔

باقی رہا یہ ہمارا رسول سو اس کے ذمے اِس پیغام کا تم تک پہنچا دینا ہے۔ اس کی اطاعت یا خلاف ورزی کرنا تمہارے اپنے اختیار و ارادہ کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم اپنی روش کے ذمہ دار آپ قرار پاتے ہو۔

۱۰۰ زندگی کی دو ہی روشیں ہیں ——— ایک طیب ہے دوسری خبیث ——— تم ان میں سے جو روش چاہو اختیار کر لو۔ لیکن اس حقیقت کو کبھی نہ بھولو کہ وہ رَوش جو زندگی کے خوشگوار تعمیری پہلوؤں کو اُبھارے اور اُس کے ثمرات نوعِ انسان کے لئے نشوونما کا باعث ہوں ——— یہی وہ رُوش ہے جسے ہم نے طیب کہہ کر پکارا ہے ——— اور وہ رَوش جو ناخوشگوار تخریبی نتائج پیدا کرے اور اُس سے نوعِ انسان کی نشوونما رک جائے (اسے خبیث سے تعبیر کیا گیا ہے)۔ یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتیں، خواہ یہ بات تمہارے لئے کتنی ہی تعجب انگیز کیوں نہ ہو۔ اِس لئے کہ دنیا میں بالعموم دَور دورہ اِس دوسری رَوش کا رہا ہے اور یہی ہر جگہ چھائی ہوئی ہے۔ (یہ چیز اِس روش کے صحیح ہونے کا ثبوت نہیں۔ یہ انسان کی کوتاہ نگہی ہے جو اسے اِس بنا پر صحیح قرار دیتا ہے کہ عام چلن اسی کا ہے)۔

لہٰذا، اگر تم عقل و شعور رکھتے ہو اور کوتاہ نگہی اور بے بصری سے کام نہیں لیتے تو تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اِسی سے تم کامیاب زندگی بسر کر سکو گے۔

۱۰۱ ہم نے "طیب" اور "خبیث" روشیں کہہ کر عالمگیر اصول بیان کر دیئے ہیں۔ ان کی تفاصیل نہیں دیں۔ ان عالمگیر اصولوں کی روشنی میں تم خود متعین کر سکتے ہو کہ کون سے کام

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

"طیّب" کی شق میں آتے ہیں اور کون سے "خبیث" کے ضمن میں۔ زندگی کے اصول غیر متبدل ہوتے ہیں اور جن پیکروں میں وہ اُصول کارفرما ہوتے ہیں' وہ بدلتے رہتے ہیں۔ انہی کو اِن اصولوں کی جزئیات وتفاصیل کہا جاتا ہے۔ ہم نے قرآن میں بالعموم' اصول دیئے ہیں۔ (بجز مستثنیات) ان کی جزئیات نہیں دیں۔

لہٰذا' جن چیزوں کی تفصیل ہم نے نہیں دی' تم ان کے متعلق کُرید کُرید کر نہ پوچھا کرو۔ کیونکہ اگر ہم نے ان تفاصیل کو بھی متعین کر دیا (تو وہ بھی غیر متبدل قرار پا جائیں گی اور جب وہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکیں گی تو ان کا نباہنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اور اس طرح وہ تفاصیل تم پہ ناگوار گزریں گی) اور یہ ظاہر ہے کہ جب نزولِ وحی کا سلسلہ جاری ہے تو تمہارے اصرار پر ان امور کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ بہرحال تم اس کا خاص خیال رکھو۔ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے اس سے ہم درگزر کرتے ہیں۔ آئندہ کیلئے تم احتیاط برتو۔ خدا کے قانون میں سابقہ غلطیوں کی معافی اور چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر بُردباری کی گنجائش ہے۔

۱۰۲ یہ جو تمہیں تنبیہ کی گئی ہے تو اس لئے کہ تم سے پہلے ایک قوم (بنی اسرائیل) نے اس قسم کے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے تھے ($\frac{۲}{۱۰۸}$)۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اتنی قیود اور پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیں جن کا نباہنا اُن کے لئے مشکل ہو گیا' اور وہ (ان جزئیات کی پابندی سے گھبرا کر) اصل دین ہی سے منحرف ہو گئے۔

۱۰۳ یاد رکھو! قانونِ خداوندی کی رُو سے' نہ بحیرہ کی کوئی اصل ہے نہ سائبہ کی۔ نہ وصیلہ کی نہ حام[1] کی۔ (یہ سب توہم پرستی کی رسومات ہیں)۔ ان لوگوں نے' جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے' ان رسومات کو خود وضع کر لیا ہے اور اس کے بعد انہیں خواہ مخواہ خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی مضحکہ خیز اور احمقانہ رسومات کو دینِ خداوندی سے کچھ واسطہ نہیں ہو سکتا! دینِ خداوندی تو یکسر علم و بصیرت پر مبنی ہے۔

۱۰۴ توہم پرستانہ رسوم کو دین سمجھنے والوں کی حالت یہ ہے کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے

---

[1] عرب جاہلیہ میں' بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے (جیسے ہندوؤں کے ہاں سانڈ چھوڑ دیتے ہیں) اور انہیں متبرک سمجھا جاتا تھا۔ یہ اسی قسم کے مختلف جانوروں کے نام ہیں۔ (تفصیل لغات القرآن میں دیکھئے)۔

تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ﴿۱۰۶﴾

کہ اس قانون کی طرف آؤ جسے خدا نے نازل کیا ہے' اور اس کے رسول کی طرف (جو اسکے مطابق ایک عملی نظام متشکل کر رہا ہے) تو یہ اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ نہیں! جو مسلک ہمارے اسلاف سے چلا آرہا ہے' وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ (۲/۱۷۰)۔
(کس قدر احمقانہ ہے یہ جواب کہ جو کچھ اسلاف سے ہوتا چلا آرہا ہے اس کے پرکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہم اسی پر آنکھیں بند کئے چلے جائیں گے' خواہ) ان کے یہ اسلاف نہ علم و بصیرت رکھتے ہوں' اور نہ ہی خدا کی بتائی ہوئی راہ پر ہوں۔

۱۰۵ اے ایمان والو! اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ رکھو کہ تمہاری ذات کی حفاظت کی ذمہ داری تمہارے اپنے اوپر ہے (تمہارے اسلاف پر نہیں۔ ۲/۱۴۱ - نہ ہی تمہیں اس سے ڈرنا چاہیئے کہ اسلاف کی روش کی خلاف ورزی سے' وہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچا دیں گے۔ بالکل نہیں) اگر تم سیدھے راستے پر چلتے جاؤ گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اُن کے اور تمہارے سب کے اعمال' خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور وہیں سے یہ فیصلہ ہوگا کہ کس کے اعمال کس قسم کے ہیں۔

۱۰۶ اوپر کہا گیا ہے کہ ہم نے بالعموم دین کے اصول دیئے ہیں' اُن کی جزئیات متعین کرکے نہیں دیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے کسی قانون کی جزئیات بھی متعین نہیں کیں۔ بعض اہم قوانین کی جزئیات اور عملی طریق ہم نے متعین کر دیئے ہیں۔ ان میں قانونِ وصیت و شہادت بھی ہے۔ اس باب میں یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے' اور وہ وصیت کر رہا ہو (کیونکہ وصیت کرنا فرض ہے۔ ۲/۱۸۰) تو اس کے لئے گواہ

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

کی ضرورت ہوگی. سو تم اپنے لوگوں میں سے دو ایسے گواہ مقرر کرلو جو انصاف پسند ہوں۔ لیکن اگر تم سفر کی حالت میں ہو' اور ایسی جگہ پر جہاں اپنے آدمی موجود نہیں۔ اور وہاں موت کا سامنا ہوجائے۔ تو پھر دوسرے لوگ ہی گواہ بنالو۔

پھر جب ان کی شہادت کی ضرورت پڑے تو تمہارے جج انہیں' صلوٰۃ کے بعد (مسجد میں) ٹھیرالیں (کیونکہ وہی تمہاری عدالت گاہ ہے)۔ اگر تمہیں شبہ ہو کہ وہ ویسے سچ سچ نہیں کہیں گے' تو وہ قسم کھاکر کہیں کہ ہم نے اس گواہی کے عوض کسی سے کچھ نہیں لیا. خواہ وہ ہمارا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ہی ہم سچی شہادت کو چھپائیں گے. اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم مجرم ہوں گے۔

۱۰۷ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ انہوں نے سچی گواہی نہیں دی' تو جس پارٹی کے خلاف انہوں نے غلط گواہی دی تھی' اُس پارٹی کے دو گواہ سامنے آئیں اور خدا کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی سابقہ گواہوں کے مقابلہ میں زیادہ سچی ہے۔ ہم حق سے ذرا بھی تجاوز نہیں کریں گے۔ اگر ایسا کریں تو ہم مجرم قرار دیئے جائیں۔

۱۰۸ (قانون خداوندی میں شہادت پر شہادت لینے کی گنجائش اِس لئے رکھ دی گئی ہے کہ اس سے) اس امر کا امکان ہے کہ گواہ حقیقت کے مطابق شہادت دیں کیونکہ اُنہیں اس کا خدشہ ہوگا کہ دوسرے گواہوں کی شہادت سے اُن کی شہادت کی تردید ہوجائے گی (اور اس طرح وہ مجرم بھی قرار پائیں گے اور معاشرہ میں ان کی بدنامی بھی ہوگی)۔

اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور ان باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔ اگر تم اس راہ کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل نکلے' تو وہ راہ تمہیں کبھی منزلِ مقصود تک نہیں لے جائے گی۔

۱۰۹ (یہ قوانین وضوابط معاشرہ کا توازن برقرار رکھنے کے لئے ہیں' لیکن اُس کے تقا

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي ۖ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۰﴾

اس حقیقت کو بھی ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ انسان کے تمام اعمال کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے اور انہی اثرات کے مطابق اس کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے۔ اس لئے' یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ہم جھوٹ بول کر عدالت کی نگہ احتساب سے بچ گئے' تو بس چھٹی پا لی۔ قطعًا نہیں۔ اس کا جو اثر تمہاری ذات پر مرتب ہوا ہے اس کا نتیجہ بہرحال سامنے آئے گا —— اس زندگی میں نہیں تو اس کے بعد کی زندگی میں۔ جب اللہ تمام رسولوں سے پوچھے گا کہ لوگوں نے تمہاری دعوت کو کس طرح قبول کیا تھا —— دل سے مانا تھا یا محض ظاہرداری سے —— تو وہ کہیں گے کہ ہم تو نظر بظاہر ہی دیکھ سکتے تھے (کیونکہ عدالت اتنا ہی کر سکتی ہے) دلوں کی حالت کا علم تو تجھے (خدا) ہی (کو) ہو سکتا ہے۔

۱۱۰ اس باب میں (اے ہمارے رسول!) عیسٰیؑ کے متبعین کی حالت خاص اہمیت رکھتی ہے' اس لئے اسے خصوصیت سے بیان کیا جاتا ہے۔ اُس مقام تک پہنچنے سے پہلے' اس پس منظر کو سامنے لاؤ' جب اللہ' عیسٰیؑ ابنِ مریم سے کہیگا کہ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو جن نعمتوں سے نوازا تھا' وہ تمہیں یاد ہوں گی۔ میں نے اُس وحی کے ذریعے تمہیں تائید و تقویت عطا کی تھی جو' بلا آمیزش تم تک پہنچی تھی اور جس سے تمہاری دعوتِ انقلاب کو دُور دُور تک پھیل جانا تھا (۲/۸۷)۔ تم ابتدائی عمر میں بھی عمدہ باتیں کیا کرتے تھے اور پھر (یہودیوں کی سازش کے علی الرغم' جو تمہیں مار دینا چاہتے تھے) پختہ عمر تک پہنچ کر بھی (۳/۴۶)۔ پھر میں نے تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دی۔ یعنی تورات و انجیل کا علم دیا۔ یہی وہ تعلیم تھی جس کی انقلابی قوت کی بنا پر' تم بنی اسرائیل سے کہتے تھے کہ میں تمہیں ایسی حیات تو عطا کر دوں گا جس سے تم اپنی موجودہ پستی (خاک نشینی) سے اُبھر کر' فضا کی بلندیوں میں اُڑنے کے قابل ہو جاؤ گے' اور' اس طرح' تمہیں فکر و عمل کی رفعتیں نصیب ہو جائیں گی (۳/۴۹)۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ ع ۱

یہ آسمانی روشنی' تمہاری بے نور آنکھوں کو ایسی بصیرت عطا کردے گی جس سے تم زندگی کے صحیح راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ گے - اس سے تمہاری قوم کی ویران کھیتی جس پر تروتازگی کا نشان تک باقی نہیں رہا' پھر سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی' اور تمہاری وہ پست خصلتیں دور ہو جائینگی جن کی وجہ سے تمہیں کوئی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ مختصراً یہ کہ وہ ذلت و خواری کی موت جو اس وقت تم پر چاروں طرف سے مسلط ہے' ایک نئی زندگی میں تبدیل ہو جائے گی۔ ($\frac{۳}{۱۱۱}$ ؛ $\frac{۳}{۲۴۸}$ ؛ $\frac{۶}{۱۲۲}$)۔

تم (اے عیسیٰؑ!) اس قوم کے لئے یہ کچھ کر رہے تھے اور وہ لوگ تمہاری جان کے لاگو ہو رہے تھے - لیکن میں نے ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور تمہیں اُن کی دست درازیوں سے محفوظ رکھا۔ تم ان کے پاس دلائل و براہین لے کر آئے اور انہوں نے ان سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

۱۱۱ اور جب میں نے تمہارے حواریوں کو (انجیل میں بذریعہ وحی) حکم دیا تھا (جس طرح اب جماعتِ مومنین کو قرآن میں حکم دیا گیا ہے) کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ اس پر انہوں نے کہا تھا کہ ہم ایمان لاتے - تم گواہ رہنا کہ ہم نے قوانین خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے -

۱۱۲ اس کے بعد اُس جماعتِ مومنین نے تم سے کہا تھا کہ کیا ہمارا نشوونما دینے والا ہماری اس آرزو کو پورا کر دے گا کہ ہم معاش کے لئے انفرادی سہاروں کے محتاج نہ رہیں اور ہمارے لئے سامانِ نشوونما خدا کے نظامِ ربوبیت سے ملا کرے ——— یعنی معیشت کے موجودہ "ارضی نظام" کی جگہ "سماوی نظام" قائم ہو جائے - اسکے جواب میں تم نے ان سے کہا تھا کہ جب تم نظامِ خداوندی کی صداقت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ تم اُس کے قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو - جب تم ایسا کرو گے تو اُس کا وہ نظام قائم ہو جائے گا جس میں رزق کی ذمہ داری خود نظام کے سر ہو گی۔ افراد پر نہیں ہو گی -

۱۱۳ انہوں نے کہا کہ ہماری تو دلی خواہش یہی ہے کہ ہم بلا منتِ غیرے' نظامِ ربوبیت ہی سے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾

رزق حاصل کریں تاکہ اس طرح سے ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور ہمیں یقین آجائے کہ جو کچھ تو ہم سے کہتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی شہادت دیں۔

۱۱۴ اس پر تم نے (اے عیسٰیؑ!) ہمارے حضور التجا کی تھی کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری نشوونما کا سامان نظامِ ربوبیت کی رُو سے عطا ہو جائے تاکہ یہ چیز اس جماعت کے السابقون الاولون (سب سے پہلے ایمان لانے والوں) کے لئے بھی جشنِ مسرت کا موجب ہو اور ان کے بعد آنے والوں کے لئے بھی۔ نیز یہ تیرے قانون کی صداقت کی عملی نشانی بن جائے۔ تو ہمیں اس طرح سامانِ زیست عطا فرما۔ اس لئے کہ جو رزق تیرے نظام کی رُو سے ملے وہ اُس سے کہیں بہتر ہوتا ہے جو انسانوں کی وساطت سے حاصل ہو ـــــ انسانوں کے ہاتھ سے ملنے والے رزق سے تو پرواز میں سخت کوتاہی آجاتی ہے۔ اس رزق سے تو موت اچھی ہے۔

۱۱۵ اس پر ہم نے کہا تھا کہ ہم تمہارے رزق کا اسی طرح انتظام کر دیں گے۔ لیکن اپنے متبعین سے کہہ دو کہ اگر تم نے اس نظام کی صحیح صحیح قدردانی نہ کی اور جن بنیادوں پر اسے قائم کیا گیا ہے، تم ان سے پھر گئے، تو اس کی ایسی سخت سزا ملے گی جو دنیا میں کسی اور قوم کو نہ ملی ہو۔

۱۱۶ اس کے بعد خدا، (اپنے رسول) عیسٰیؑ سے پوچھے گا کہ تمہارے بعد تمہارے نام لیواؤں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو معبود بنا کر، خدائی کا درجہ دیدیا تھا اور کہتے تھے کہ یہ خود تمہاری تعلیم تھی۔ کیا تم نے ان سے ایسا کہا تھا؟ (یہ تھی وہ بات جس کا ذکر ۵ میں آیا تھا اور جس کے

لہ حضرت عیسٰیؑ اور آپ کی جماعت کی زندگی کے بچے کھچے حالات تاریخ میں ملتے ہیں (جس میں خود اناجیل بھی شامل ہیں) ان میں اس نظامِ معیشت کے خط و خال نظر آتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے عہدِ مبارک میں یہ نظام ابھر کر سامنے آگیا تھا۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾

لئے یہ پس منظر سامنے لایا گیا ہے۔)

وہ' اس کے جواب میں کہے گا کہ تیری ذات اس سے بلند ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے۔ مجھے بھلا یہ کب زیب دیتا تھا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق حاصل نہیں تھا؟ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ سے کیسے مخفی رہ سکتی تھی! یہ تو ہو سکتا ہے (اور امر واقعہ بھی یہی ہے) کہ جن باتوں کا علم تو اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہے' وہ میرے (یا کسی اور کے) علم میں نہ آسکیں۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ تیرے بندوں کے دل میں جو بات ہو' وہ تجھ سے پوشیدہ رہ جائے؟ تو' تو ہر سربستہ راز' اور مستقبل میں واقع ہونے والے حوادث تک سے واقف ہے۔ (اس لئے اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی؟)۔

۱۱۷ میں نے ان سے وہی کچھ کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی یہ کہ تم صرف اللہ کی عبودیت اختیار کرو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور میرا بھی۔ میں جب تک ان میں رہا' ان کا نگران رہا (کہ وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں)۔ لیکن جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میری نگرانی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد تو ہی ان کا نگہبان تھا —— انہی کا کیا' تو' تو کائنات کی ہر شے کا نگران و نگہبان ہے!

۱۱۸ انہوں نے جو کچھ کیا ہے' اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اگر ان کا جرم' سزا کا مستوجب ہے تو انہیں اس سے مجال سرتابی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو تیرے بندے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا ہے کہ اُن کے دوسرے اعمال اُس کی تلافی کر سکتے ہیں' تو وہ سزا سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بہرحال' دونوں صورتوں میں فیصلہ تیرے قانون مکافات کی رُو سے ہوگا جو سرتاسر حکمت پر مبنی ہے اور اس کے نفاذ کا تجھے پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

۱۱۹ اللہ کہے گا کہ یہ اعمال کے نتائج کے ظہور کا دن ہے۔ اس میں' صرف ان لوگوں کا ایمان انہیں فائدہ دے گا جو اپنے دعوائے ایمان میں سچے تھے۔ یعنی انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

اعمال سے سچ کر دکھایا تھا۔ اُن کے لئے ایسی پر بہار زندگی ہے جس کی شادابیاں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی۔ انہوں نے اپنے آپ کو قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ رکھا تو خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں اپنے ثمرات و برکات سے ہم کنار کر دیا۔ یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی و کامرانی ہے۔

۱۲۰ یہ ہے خدا کا قانونِ مکافات جو کائنات کے گوشے گوشے میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے کہ تمام کائنات اقتدارِ خداوندی کے تابع ہے۔ اس پر اس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔

یوں رسولوں کی شہادت، اُن کے غلط رو متبعین کے خلاف جائے گی (۵/۱۰۹) چہ جائیکہ وہ ان کی سفارش کریں، یا ان کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۭ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

① کائنات کا گوشہ گوشہ اپنے پیدا کرنے والے کی حمد و ستائش کا زندہ پیکر ہے (۱/۱۷)۔ اس میں ظلمت اور نور۔ تاریکی اور اُجالے کی نمود بھی اُسی کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ (یہ نہیں کہ جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے "تاریکی کا خدا اہرمن ہے اور روشنی کا خدا یزداں)۔ یہ اُن لوگوں کی غلط نگہی ہے جو توحید کا انکار کر کے خدا کے ساتھ اوروں کو بھی برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

② تاریکی اور روشنی تو پھر بھی کُرّوں کی گردش کا نتیجہ ہے۔ خدا تو وہ ہے جس نے تمہاری تخلیق کی ابتدا بے جان مادہ سے کی اور پھر (تمہاری طبیعی زندگی کے لئے) ایک میعاد ٹھہرا دی۔ افراد کی موت و حیات کے علاوہ[1] اقوام کی موت اور حیات کے لئے بھی ایک میعاد ہوتی ہے۔ یہ میعاد قانونِ خداوندی کے مطابق متعین ہوتی ہے۔

③ لہٰذا، یہ نہ سمجھ لو کہ خدا کا قانون، خارجی کائنات تک ہی محدود ہے۔ انسانوں کی زندگی اس کے دائرۂ اثر و نفوذ سے باہر ہے (۲۹/۶۳—۶۱)۔ کائنات میں بھی اسی کا قانون نافذ العمل ہے اور تمہاری تمدنی اور معاشی زندگی میں بھی۔ (۲۱/۲۲—۲۱ ؛ ۴۳/۸۴)۔ وہ تمہاری اُن باتوں

[1] افراد کی مُدّتِ حیات خدا کے طبیعی قوانین کے مطابق متعین ہوتی ہے (۳/۱۴۴ ؛ ۵۶/۶۰)۔ اور اسی کے مطابق عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے (۳۵/۱۱)۔ اسی طرح قوموں کی موت و حیات کیلئے بھی قانون مقرر ہے۔ مدت پہلے سے مقرر نہیں۔ قانون مقرر ہے جس کے مطابق وہ قوم اپنی زندگی کی مدت خود مقرر کرتی ہے (۱/۴۹ ؛ ۱۳/۳۸ ؛ ۴/۳۴)۔ جب اس قانون کے مطابق کسی قوم کی زندگی کے دن ختم ہو جاتے ہیں تو پھر اس سے مفر نہیں ہو سکتا۔ (۴۹/۳۴)۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑤ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ⑥ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑦

سے بھی واقف ہے جو اُبھر کر سامنے آجاتی ہیں اور اُن سے بھی جو چھپی رہتی ہیں۔ (وہ تمہاری مضمر اور مشہود' دونوں صلاحیتوں کو جانتا ہے)۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو' اس سے باخبر ہے۔

۴ لیکن اس کے باوجود' لوگوں کی حالت یہ ہے کہ (خدا کے کائناتی قوانین — قوانینِ فطرت۔ کے تو اس درجہ قائل ہیں کہ ان پر علوم سائنس کی اتنی عظیم عمارت قائم کر رکھی ہے لیکن) جب اُسی خدا کی طرف سے' (ان کی تمدنی اور معاشی زندگی سے متعلق) کوئی قانون آتا ہے تو اُس سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔

۵ یہی کیفیت ان مخاطبین کی ہے۔ جب خدا کا وہ ضابطۂ قوانین جو ٹھوس حقائق اپنے اندر رکھتا ہے' ان کی طرف آیا تو انہوں نے اُسے جھٹلا دیا اور جس انقلاب کا اس میں ذکر کیا گیا ہے' اُس کی ہنسی اُڑانے لگے۔ لیکن کیا اس سے' وہ انقلاب رُک جائے گا؟ وہ تو آکر رہے گا۔

۶ یہ اپنی قوت اور دولت کے نشے میں بدمست ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا نظامِ زندگی' جس سے انہیں اس قدر خوشحالی اور فراوانی حاصل ہے' انہیں کبھی تباہی کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ لیکن کیا انہوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ ان سے پہلے کتنی قومیں تباہ ہو چکی ہیں جنہیں اس قدر ثروت اور سطوت حاصل تھی جو انہیں بھی حاصل نہیں۔ ان پر رزق کی فراوانیوں کی بارش ہوتی تھی' اور معاشی خوش حالیوں کی نہریں بہتی تھیں۔ لیکن وہ اپنے غلط نظامِ زندگی کی وجہ سے (جس میں عالمگیر انسانیت کی فلاح و بہبود کے بجائے' محدود مفاد پرستی کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا) تباہ اور برباد ہو گئیں۔ اور ان کی جگہ دوسری قوموں نے لے لی۔

۷ ہم نے' اپنے نظام کے حق' اور ان کے نظام کے باطل ہونے کے ثبوت میں خارجی کائنات' انسانی تخلیق' اور تاریخی شواہد سے ایسے واضح دلائل پیش کر دیتے ہیں کہ' ان کے بعد

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

کسی صاحب عقل و بصیرت کو اس سے مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم دلائل و براہین کو نہیں جانتے۔ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ تب ہم مانیں گے۔ لیکن یہ بھی ان کی محض کٹ حجتی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے کہ تم پر کوئی لکھی لکھائی کتاب آسمان سے نازل کر دیتے، جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے کہ وہ سچ مچ کی کتاب ہے، تو جنہوں نے نہیں ماننا وہ اس پر بھی کہہ دیتے کہ یہ کھلا ہوا فریب ہے۔

۸ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر کوئی ایسا فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوتا (جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں)۔ ان سے کہو کہ فرشتے اس وقت آیا کرتے ہیں جب قوموں کی تباہی کا وقت آجاتا ہے۔ اس وقت ان کے معاملہ کا دو ٹوک فیصلہ ہو جایا کرتا ہے اور کسی کو اس کی مہلت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنی روش میں تبدیلی کر کے اس تباہی سے بچ جائے۔

۹ باقی رہا ان کی طرف پیغام رسانی کا معاملہ، سو اس مقصد کیلئے اگر ہم کوئی ایسا فرشتہ بھیجتے جو انہیں نظر آسکتا تو وہ بھی ان کے سامنے انسانی شکل ہی میں آتا۔ اس صورت میں یہ پھر انہی شبہات میں مبتلا رہتے جن میں اب ہیں۔

۱۰ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس اہم معاملہ کو سنجیدگی سے (SERIOUSLY) لیتے ہی نہیں۔ یونہی ہنسی مذاق سمجھ رہے ہیں۔ یہ کچھ (اے رسول!) تمہارے ساتھ ہی نہیں ہو رہا۔ تم سے پہلے بھی جس قدر رسول آئے، ان کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا۔ جب انہوں نے اقتدار پرستوں اور مفاد طلبوں سے کہا کہ تمہارا غلط نظام زندگی تمہیں تباہی کی طرف لئے جا رہا ہے، تو انہوں نے ان کی ہنسی اڑائی۔ لیکن ان ہنسی اڑانے والوں کو اس تباہی نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

۱۱ ان سے کہو کہ جاؤ! زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ ان قوموں کا کیا حشر ہوا جنہوں نے قانون خداوندی کو جھٹلایا تھا۔

۱۲ ان سے کہو کہ ان تاریخی شواہد کے ساتھ، نظام کائنات پر بھی غور کرو اور دیکھو کہ

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮

اس میں اقتدار اور قوت کس کا کارفرما ہے' اور یہ کس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے یوں سرگرمِ عمل ہے؟ اِن سے کہو کہ (جیسا کہ تمہیں خود اس کا اعتراف ہے $\frac{۲۹}{۱۰}$) یہ تمام سلسلۂ خدا کے پروگرام کے مطابق چل رہا ہے' اور چل اس لئے رہا ہے کہ ہر شے کو اس کی نشوونما کا سامان ملتا رہے۔ اس لئے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے اس نے سامانِ نشوونما کا بہم پہنچانا بھی اپنے ذمّے لے رکھا ہے۔ خارجی کائنات میں تو یہ نظام بلا روک ٹوک جاری رہتا ہے لیکن انسان اپنی دنیا میں' اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ لیکن اس کی مزاحمت کیسے روا رکھی جا سکتی ہے؟ لہذا سوچو کہ اگر' تم اس نظامِ ربوبیت کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو جاؤ' تو تمہیں کھڑا رہنے دیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہو گا۔ تمہیں ایک عظیم انقلاب سے دوچار ہونا پڑے گا ——— اور ضرور ہونا پڑے گا۔

ان حقائق کی موجودگی میں' ایسی عظیم صداقت سے انکار وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو تباہ کر چکے ہوں۔

⑬ رات کی تاریکیاں ہوں یا دن کا اُجالا' خدا کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے نہ تم اس سے بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو' نہ اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے ہو۔ وہ سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

⑭ اِن سے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے خدا کو چھوڑ کر' جس نے اس عظیم سلسلۂ کائنات کو پیدا کیا اور پھر ہر شے کی نشوونما کا ذمّہ لیا' میں کوئی اور رفیق و کارساز تجویز کر لوں؟ اُس خدا کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو سامانِ زیست عطا کرتا ہے لیکن خود سامانِ زیست کا محتاج نہیں۔ اس لئے اس کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے۔ وہ کسی کی محنت اور مشقت میں سے اپنے لئے کچھ نہیں لینا چاہتا۔

یہی ہے وہ خدا جس کے متعلق مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اس کے قوانین کے سامنے تسلیم خم کروں' اور اس کی حاکمیت میں کسی اور کو شریک نہ کروں ($\frac{۶}{۱۶۴}$)

⑮ ان سے کہو کہ میں کس طرح خدا کے قوانین سے سرکشی اختیار کر سکتا ہوں جبکہ مجھے معلوم ہے کہ ظہورِ نتائج کے وقت' ان کی خلاف ورزی کی پاداش ایسی سخت ہو گی جس سے مجھے

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ڈرنا چاہیئے۔

۱۶ جو شخص اُس دن' اس عقوبت سے محفوظ رہا' تو سمجھ لو کہ اُس پر خدا کا بڑا ہی فضل ہوا۔ یہ اُس کی بڑی کامیابی و کامرانی ہو گی' جو اُسے اُس کے اعمالِ حسنہ کے نتیجہ میں ملے گی۔

۱۷ یاد رکھو! انسان کو جو نقصان' قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی سے پہنچتا ہے' اُس کے ازالہ کی' اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ انسان اُسی کے قوانین کا اتباع کرے۔ یہی صورت نفع پہنچنے کی ہے۔ اِس لئے کہ نفع اور نقصان کے پیمانے' سب اُس کے قوانین کی رُو سے متعین ہوتے ہیں' جن پر اُسے پورا پورا کنٹرول ہے۔

۱۸ اس کے قوانین کی زد سے کوئی شخص باہر نہیں جا سکتا ——— وہ سب پر غالب ہے۔ لیکن اس کا یہ غلبہ' استبداد اور دھاندلی کا نہیں۔ وہ ہر بات سے باخبر ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۱۹ ان سے پوچھو کہ' اِن حقائق کی صداقت کے لئے (جنہیں میں بیان کرتا ہوں) کس کی شہادت سب سے بڑی ہو سکتی ہے؟ میرے اور تمہارے درمیان خود خدا کی شہادت موجود ہے۔ اُسی کا فیصلہ سب سے بہتر ہو سکتا ہے۔ اس کی یہ شہادت اور فیصلہ اس قرآن میں موجود ہے جو مجھے بذریعہ وحی دیا گیا ہے تاکہ میں' اس کے ذریعے تمہیں' اور انہیں بھی جن تک یہ بعد ازاں پہنچے' زندگی کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں۔ (۴۲/۷)۔

کیا تم یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی ہے جس کے قوانین کی اطاعت کی جائے؟ ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہی دعویٰ ہے تو میں اس کی صداقت کی شہادت نہیں دے سکتا۔ میرا دعویٰ تو یہی ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور ایسی ہستی نہیں جس کے قانون کی اطاعت کی جائے۔ جنہیں تم خدا کے اقتدار و اختیار میں شریک ٹھہراتے ہو' میرا ان سے

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۰) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (۲۱) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ (۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ (۲۳) انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۲۴) وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

کوئی تعلق نہیں۔ میں ان سے بیزار ہوں۔

۲۰ جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی' وہ اس حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ یہ قرآن' خدا ہی کی طرف سے ہے ــــ یوں پہچانتے ہیں جیسے ماں باپ اپنی اولاد کو پہچانتے ہوں۔ اس لئے' ان کا انکار حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے نہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ یہ اپنے آپ کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ (اور خطرات سے حفاظت وہی چاہتا ہے جسے زندہ رہنے کی آرزو ہو۔ ۳۶/۷)۔

۲۱ ذرا سوچو کہ' اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنی طرف سے بات بنائے اور اسے خدا کی طرف منسوب کر دے۔ اسی طرح' اُس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا کون ہے جو خدا کے سچے قوانین کو جھٹلائے۔ یہ دونوں ظالم ہیں ــــ وہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور یہ سچ کو جھوٹ قرار دیتا ہے ــــ ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۲۲ جس دن یہ سب مغلوب و محکوم ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے (یا' حیاتِ اُخروی میں اِن کے اعمال کے نتائج' اِن کے سامنے آئیں گے) تو اُس وقت ان لوگوں سے جو خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک ٹھہراتے ہیں' پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! وہ کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا دعوےٰ تھا کہ وہ خدائی اختیارات میں شریک ہیں۔ (۱۶/۲۷)۔

۲۳ اُس وقت اِن کے پاس کوئی بات کہنے کے لئے نہیں ہوگی' بجز اس کے کہ وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلائیں گے کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۴ اُس وقت کہا جائے گا کہ دیکھو! یہ لوگ کس طرح خود اپنے خلاف جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ جس قدر افترا پردازیاں کیا کرتے تھے' وہ سب بیکار ثابت ہو چکی ہوں گی۔

وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾

---

۲۵ اور اِن میں سے وہ بھی ہیں جو محض دکھاوے کی خاطر تیری طرف کان لگائے بیٹھے رہتے ہیں' ورنہ ضد اور تعصب کی بنا پر' ان کے دلوں پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ ان میں بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اور تکبر و نخوت کی وجہ سے' ان کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگ چکے ہیں کہ کوئی آواز' اِن کے دماغ تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ اِن کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ اگر اِن کے سامنے (دو' چار' دس نہیں) وہ تمام نشانیاں بھی آجائیں جن سے صداقت پہچانی جا سکتی ہے' تو یہ پھر بھی اُس پر ایمان نہ لائیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات بات پر تجھ سے اُلجھتے اور جھگڑتے رہتے ہیں۔ قرآن سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اِس میں' اِس کے سوا رکھا ہی کیا ہے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں یہ دہراتا رہتا ہے۔

۲۶ اِس طرح یہ لوگ' خود بھی قرآن کی راہ نمائی سے بے نصیب رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے رہتے ہیں۔ لیکن اتنا نہیں سمجھتے کہ اِس سے ہم کسی اور کا نقصان نہیں کرتے' خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

۲۷ اِس وقت تو یہ یوں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں۔ (لیکن اے مخاطب!) اگر تو اُس منظر کو دیکھ سکتا جب یہ تباہی اور بربادی کے جہنم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی' تو یہ کس حسرت و یاس سے کہیں گے کہ اگر ہمیں ایک موقعہ اور دیدیا جائے' تو ہم قوانینِ خداوندی کی کبھی تکذیب نہ کریں اور ان پر ضرور ایمان لے آئیں۔

۲۸ یہ کچھ وہ اسلئے نہیں کہیں گے کہ وہ واقعی اپنی حالت بدلنا چاہتے تھے۔ بلکہ اسلئے کہ جو کچھ وہ دوسروں سے چھپا کر کیا کرتے تھے (اور یوں مجرم ہونے کے باوجود' لوگوں کی نگاہوں میں بڑے معتبر بنے رہتے تھے) وہ بے حجاب ہو کر سامنے آجائے گا اور انہیں اپنے جرائم کے چھپانے کے لئے کوئی پردہ نہیں مل سکے گا۔ ورنہ ان کی کیفیت یہ ہے کہ اگر انہیں اور موقعہ بھی دیدیا جائے تو پھر وہی کچھ کرنے لگ جائیں جن سے انہیں روکا گیا تھا۔ (ایسا ہر روز ہوتا ہے۔ جب آدمی مصیبت میں پھنس جاتا ہے اور اس سے چھٹکارے کی

وَقَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ

کوئی صورت نظر نہیں آتی تو گڑگڑا گڑگڑا کر معافیاں مانگتا ہے اور وعدے کرتا ہے کہ اگر ایک دفعہ اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا لیکن اس کے بعد پھر وہی کچھ کرنے لگ جاتا ہے)۔

لہٰذا یہ لوگ ایسا کہنے میں بھی سچے نہیں ہوں گے کہ اگر انہیں ایک موقعہ اور مل جائے تو وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

۲۹ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں۔ اس لئے اگر ہم یہاں ایسا انتظام کرلیں کہ کسی کی گرفت میں نہ آسکیں۔ یا گرفت میں آنے کے بعد جھوٹ سچ بول کر سزا پانے سے بچ جائیں' تو پھر اپنے آپ کو جائز اور ناجائز کی پابندیوں میں کیوں جکڑے رکھیں۔

یہی وجہ ہے کہ ارتکاب جرم سے انسان اسی صورت میں بچ سکتا ہے' جب اُسے خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل' اور زندگی کے تسلسل (حیات اُخروی) پر محکم یقین ہو (۴۵/۲۴)

۳۰ اگر تم اُس وقت کا تصور کرسکو' جب یہ ظہور نتائج کے وقت اپنے نشوونما دینے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ بتاؤ! زندگی کے تسلسل اور حیاتِ اُخروی کا عقیدہ' حقیقتِ ثابتہ تھا یا نہیں؟ تو انہیں یہ کہنے کے سوا چارہ ہی نہیں ہوگا کہ ہاں! ہمارا نشوونما دینے والا اس پر شاہد ہے کہ یہ فی الواقعہ ایک ٹھوس حقیقت تھی۔ اُس وقت اِن سے کہا جائے گا کہ اب اس اعترافِ حقیقت سے کیا فائدہ؟ اب تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو جس سے تم یوں انکار کیا کرتے تھے۔

غلط رَوش کے نتائج' اس زندگی میں بھی سامنے آسکتے ہیں اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ غلط نظام کی قومی اور اجتماعی تباہیاں یہیں سامنے آجاتی ہیں۔

۳۰ جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں' وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ جب وہ تباہ کن انقلاب' یک لخت اُن کے سامنے آئے گا تو وہ بصد حسرت و یاس

لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى

کہیں گے کہ ہم سے بڑی تقصیر ہوئی۔ لیکن اُس وقت ایسا کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ اپنے غلط اعمال کے بوجھ کے نیچے دبے ہوں گے ——— اور کسقدر برا ہے وہ بوجھ جس سے انسان کی انسانیت یوں کچلی جائے!

۳۲ یہ سب اس لئے کہ انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ انسان کی طبیعی زندگی ہی بس حقیقی زندگی ہے اور اس کے تقاضوں کا پورا کرنا ہی مقصودِ حیات۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ طبیعی زندگی کے تقاضوں کی اہمیت کے باوجود، جب کبھی ایسا ہو کہ ان تقاضوں میں اور انسان کی ذات کے تقاضوں میں تصادم واقع ہو جائے تو اُس وقت طبیعی زندگی کے تقاضا کو کھیل تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے' اور انسانی زندگی کے تقاضا کو اس پر قربان نہیں کر دینا چاہیئے۔ جو لوگ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں اُن کے نزدیک ایسے وقت میں انسانی زندگی کا تقاضا' طبعی تقاضا کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

کیا ان کی سمجھ میں اتنی سی بات بھی نہیں آتی کہ زندگی محض حیوانی سطح کی زندگی نہیں' اس سے بلند انسانی سطح کی زندگی بھی ہے۔ اور انسانی زندگی' بہر نوع' حیوانی زندگی سے بلند ہوتی ہے۔

۳۳ (اے رسولؐ!) ہم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ یہ لوگ' اس نظام کے متعلق جو باتیں کرتے ہیں وہ تمہارے لئے سخت ملال اور افسردگی کا باعث ہوتی ہیں۔ لیکن یہ تجھے تو جھوٹا نہیں سمجھتے (جو یہ بات تم پر اس طرح گراں گزرے) یہ قوانینِ خداوندی کو جھٹلاتے ہیں (حالانکہ ان کا دل اسے صحیح تسلیم کرتا ہے ۲۷/۱۴)۔ اس لئے' ان کی ان باتوں سے دل پر بُرا اثر لینے کی کوئی وجہ نہیں۔ (اگر تم کسی سے کہو کہ سنکھیا مہلک ہوتا ہے اور وہ کہے کہ نہیں' وہ ممدِ حیات ہے' تو اس سے اُس کی جہالت پر افسوس تو ہو سکتا ہے۔ ضیق اور ملال نہیں ہونا چاہیئے)۔

۳۴ پھر یہ بات کوئی نئی بھی نہیں۔ تم سے پہلے بھی جو رسول آئے ان کے ساتھ یہی کچھ ہوتا رہا۔ اُن کی پیش کردہ تعلیم کی بھی اسی طرح تکذیب ہوتی رہی۔ لیکن انہوں نے

الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ

يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

اِن باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہایت استقلال اور استقامت سے اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہے۔ اور جس قدر تکالیف مخالفین کی طرف سے پہنچتی رہیں' انہیں ہمت سے برداشت کیا۔ یہاں تک کہ بالآخر (ہمارے قانون کے مطابق) ہماری طرف سے نصرت آ پہنچی ——— پہنچی کیوں نہ؟ خدا کا قانون اٹل ہے۔ اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکتا ——— یہ حقیقت ان انبیاءؑ کے احوال و کوائف سے واضح ہو جاتی ہے جن کے تذکرے (اس قرآن میں) تم تک پہنچ چکے ہیں۔

۳۵ اِن لوگوں کی طرف سے اِس قدر مخالفت کے باوجود' تم اس غم سے نڈھال رہتے ہو کہ یہ صحیح راستے کی طرف کیوں نہیں آتے؛ کیوں اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں ($\frac{۳}{۹}$)؟ لیکن تم لاکھ غم کھاؤ اور ہزار افسوس کرو' یہ پھر بھی صحیح راستے پر نہیں آنے کے۔ اگر تم ایسا کر سکو کہ زمین میں کوئی سرنگ لگا کر (پاتال تک جا پہنچو)۔ یا آسمان میں سیڑھی لگا کر عالم بالا تک پہنچ جاؤ۔ اور وہاں سے کوئی ایسا معجزہ لے آؤ جس سے ان کی تسلی ہو جائے' تو یہ اس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے ($\frac{۱۷}{۹۰ - ۹۳}$)۔ (تمہاری یہ آرزو کہ لوگ صحیح راستے پر آجائیں' تمہارے خلوص اور انسانیت کے ساتھ تمہاری گہری ہمدردی کی دلیل ہے۔ لیکن اِنہیں زبردستی صحیح راستے پر لانے کا سوال نہیں۔ اگر انسان کا اختیار و ارادہ سلب کر کے سب کو ایک طریق پر چلانا مقصود ہوتا تو خدا کے لئے ایسا کرنا کیا مشکل تھا؟ ($\frac{۱۰}{۹۰ - ۹۹}$)۔ لیکن اس کا مقصد یہ ہے نہیں۔ وہ انسان کا اختیار نہیں چھیننا چاہتا۔ یہ ہے اسکی وجہ۔ سو تم نے اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو حقیقت سے بےخبر ہونے کی وجہ سے کہا کرتے ہیں کہ اللہ نے تمام انسانوں کو نیک ہی کیوں نہ بنا دیا!

۳۶ ہم نے ہدایت اور گمراہی کے لئے قانون یہ مقرر کر دیا ہے کہ جو شخص عقل و بصیرت سے کام نہیں لے گا اس پر حقیقت مشتبہ رہے گی ($\frac{۸}{۱۰}$)۔ اس کے برعکس' جو بات کو دل کے کانوں سے سنے گا' وہ اس پر لبیک کہے گا۔ باقی رہے وہ جو بے حس ہیں' تو وہ آہستہ آہستہ بیدار ہوں گے اور رفتہ رفتہ دین خداوندی کی طرف آئیں گے۔ (اس کے لئے تمہیں بڑی استقامت سے کام لینا ہوگا ($\frac{۲}{۲۹}$)۔ لیکن جو لوگ سمجھنے سوچنے کی صلاحیتیں ختم کر چکے ہوں گے اور ضد اور تعصب کی بنا پر کچھ سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں گے' وہ تباہ ہو جائیں گے۔ ($\frac{۳}{۲}$)۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾

---

۳۷ اِن (کٹ حجتی کرنے والوں) کا اعتراض یہ ہے کہ خدا اپنے رسول پر کوئی نشانی (حسّی معجزہ) کیوں نہیں نازل کرتا۔ اِن سے کہو کہ حسّی معجزات کا رونما کر دینا' خدا کیلئے ناممکن نہیں' لیکن انہیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ تم اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر غلط اور صحیح میں امتیاز کرو۔ وہ تمہاری عقل و فکر کو ماؤف کر کے تم سے حقیقت منوانا نہیں چاہتا۔

۳۸ یہ طریق کار (کہ سب کو مجبوراً ایک ہی راستہ پر چلایا جائے) خارجی کائنات میں اختیار کیا گیا ہے۔ تم دیکھو کہ جس قدر زمین پر چلنے والے ذی حیات ہیں۔ یا فضائے آسمانی میں اُڑنے والے پرندے' طبیعی تخلیق کے اعتبار سے' وہ بھی تمہارے ہی جیسی انواع ہیں۔ ان کے لئے ہم نے کتاب فطرت میں تمام قوانین مکمل طور پر دے رکھے ہیں اور وہ سب کے سب' بلا چون و چرا اپنے پروردگار کی طرف سے دی ہوئی راہ نمائی کے گرد جمع رہتے ہیں۔ اُس سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہٹتے (۱۶/۴۹)۔ یہ اسلئے کہ انہیں اختیار و ارادہ نہیں دیا گیا۔ مجبور پیدا کیا گیا ہے۔

۳۹ (لیکن انسان کی حالت اُن سے مختلف ہے۔ اسے عقل و فکر دے کر' صاحب اختیار و ارادہ بنایا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ عقل و فکر سے کام لے کر' خدا کی راہ نمائی اختیار کر لیتے ہیں۔ باقی) عقل کے دیئے گل کر کے' اُس کے قوانین کو جھٹلاتے رہتے ہیں' اور یوں بہرے اور گونگے بن کر' جہالت اور تعصب کی تاریکیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

انسانوں کے لئے یہی خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔ سو جو شخص' اِس قانون کے مطابق' غلط راستہ اختیار کر لے' وہ غلط راستے پر رہتا ہے۔ اور جو' صحیح راستہ اختیار کرنا چاہے' اُس کے سامنے زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ آ جاتی ہے۔

۴۰ اِن سے کہو کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خدا کے علاوہ اور قوتیں بھی اختیار و اقتدار رکھتی ہیں' تو جس وقت کوئی طبیعی آفت (آندھی۔ سیلاب۔ وبا وغیرہ) آتی ہے'

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

یا کوئی تباہ کن انقلاب برپا ہونے لگتا ہے تو تم ان قوتوں کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں پکارتے؟

۴۱ (بے ساختہ) خدا ہی کو کیوں پکارتے ہو؟ اُس وقت تم ان تمام قوتوں کو بھول جاتے ہو — پھر وہ مصیبت بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق رفع ہوتی ہے۔ (لیکن اس کے بعد تم قانونِ خداوندی کو پس پشت ڈال کر پھر غیر خدائی قوتوں کے پیچھے چلنے لگ جاتے ہو)۔

۴۲ (اے رسول!) یہ کچھ تمہارے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ شروع سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ تم سے پہلے بھی ہم دیگر اقوام کی طرف اپنے پیغامبر بھیجتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے قوانین کی خلاف ورزی کی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عام مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ ابتدائی تنذیر ہوتی ہے تاکہ لوگ محتاط ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر کے قانونِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں۔

۴۳ لیکن اس تنذیر سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے ان کے دل اور زیادہ سخت ہو جاتے۔ اس لئے کہ ان کی مفاد پرستیوں کے جذبات اُن کے کاروبار کو ان کی نگاہوں میں بڑا خوشنما بنا کر دکھلاتے، اور ان سے کہتے کہ جس کام میں اس قدر جلد اور آسانی سے مفاد حاصل ہو رہے ہوں، انہیں چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

۴۴ اُنہیں یہ مفادِ عاجلہ حاصل اِس لئے ہوتے کہ ہمارا قانونِ مکافاتِ عمل اور اس کے نتیجے کے ظہور میں مہلت کا وقفہ رکھتا ہے اِس لئے انسان کی غلط روش سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ فوراً تباہ ہو جاتے — چنانچہ وہ لوگ خدا کے قانون کو پس پشت ڈال دیتے لیکن اس کے باوجود اُن پر سامانِ زیست کے دروازے کھلے رہتے ($\frac{16}{112}$)۔ وہ اسی طرح قوت اور دولت کے نشہ میں بدمست ہوتے چلے جاتے، اور اس کے ساتھ ہی اُن کی غلط روش کے تباہ کن اثرات بھی آہستہ آہستہ جمع ہوتے رہتے، تا آنکہ اُن کے ظہور کا وقت آ جاتا، تو وہ قوم اپنی توقعات کے یکسر خلاف گرفت میں آ جاتی۔ اور اُن پر ایسا زوال آتا کہ اُن کی بازآفرینی کی کوئی صورت

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

باقی نہ رہتی۔

۴۵ اِس طرح اس قوم کی جڑ کٹ جاتی جو دوسروں کے حقوق کو غصب کرکے انسانیت پر ظلم اور زیادتی کرتی تھی۔ جب اِن کی تباہی سے نظامِ ربوبیت کی راہ میں حائل ہونے والے موانع دور ہوجاتے تو وہ نظام دنیا کے لئے وجہِ ہزار حمد وستائش بن جاتا۔ اس طرح، یہ تخریبی مرحلہ تعمیری منزل کا پیش خیمہ بن جاتا۔ یہی ہمارا قانون ہے۔ یہاں ہر تعمیر سے پہلے تخریب ہوتی ہے۔ حق کے نظام کے متمکن ہونے کے لئے، باطل کے نظام کی شکست وریخت ضروری ہے۔ جب تک ظالم کی جڑ نہ کٹے، مظلوم کی کھیتی ہری نہیں ہوتی۔

۴۶ (ان تاریخی شواہد کو سامنے لانے کے بعد) ان سے پوچھو کہ تم عوام کے حقوق کو یہ سمجھ کر غصب کرتے ہو کہ تم عقل وفکر میں اُن سے آگے ہو، اس لئے تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تم، مکر وفریب سے اُن کا سب کچھ چھین جھپٹ لو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ عقل وخرد کی یہ تمام صلاحیتیں دی ہوئی کس کی ہیں؟ یہ نہ تمہاری خود پیدا کردہ ہیں، نہ تم نے انہیں کہیں سے خریدا ہے۔ یہ تمہیں خالقِ فطرت کی طرف سے ملی ہیں) اگر وہ سمع وبصر وقلب کی ان صلاحیتوں کو سلب کرلے تو کیا کوئی اور قوت ایسی ہے جو ان صلاحیتوں کو تمہیں واپس دیدے؟ دیکھو ہم کس طرح مختلف دلائل وبراہین کو پھیر پھیر کر ان کے سامنے لاتے ہیں، لیکن یہ، اس کے باوجود، حق وصداقت سے منہ موڑے رکھتے ہیں۔

۴۷ ان سے پوچھو کہ اگر وہ تباہ کن انقلاب تم پر اچانک آجائے۔ یا اس کی علامات قبل از وقت اُبھر کر تمہارے سامنے آجائیں، تو اس سے تمہاری ہلاکت ہوگی یا کسی اور قوم کی؟ ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ جو قوم دوسروں پر ظلم وزیادتی کرتی ہے وہ ہلاک ہوکر رہتی ہے، اور چونکہ تم ایسا ہی کرتے ہو اس لئے تمہارے سوا اور کوئی قوم ہلاک ہوگی! اس انقلاب میں تمہاری ہی بربادی اور تباہی ہوگی۔

۴۸ ہمارا قانون، جو پیغمبروں کی وساطت سے بھیجا جاتا ہے، ہر دو نظامہائے زندگی کے

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

نتائج کو کھلے کھلے طور پر بیان کر دیتا ہے ــــ صحیح نظام کا نتیجہ زندگی کی خوشگواریاں۔ غلط نظام کا مآل تباہی اور بربادی ــــ اس کے بعد، جو قوم صحیح روشِ زندگی اختیار کر لیتی ہے اسے کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہوتا۔

۴۹ اس کے برعکس، جو قوم ہمارے قوانین کو جھٹلا کر غلط روشِ زندگی پر مُصر رہتی ہے اُس پر تباہی اور بربادی کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے ــ بے راہ روی کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

۵۰ (ان سے کہدو کہ میں بھی، انبیائے سابقہ کی طرح، تمہیں یہی بتانے کے لئے آیا ہوں کہ کونسی روش کا نتیجہ کیا ہوگا؟) میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں۔ یا میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ یا میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، اور جو کچھ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی ہوتا ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔ اور اس کی روشنی میں، اپنی آنکھوں سے دیکھ کر راستہ چلتا ہوں۔ اس کے برعکس، تم نہ وحی کا اتباع کرتے ہو۔ نہ عقل و فکر سے کام لیتے ہو۔ بس اپنے اسلاف کے راستے پر آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچ سکتے؟

۵۱ اے رسول! تو اِس قرآن کی رُو سے اُن لوگوں کو زندگی کے پُرخطر راستوں سے آگاہ کرتا رہ جو خدا کے قانونِ مکافات پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کی تو نہ ان کا کوئی رفیق و مددگار ہو سکتا ہے نہ سفارشی، جو انہیں اُس کے تباہ کن نتائج سے بچا سکے۔
انہیں اس طرح سمجھانے سے مقصد یہ ہے کہ شاید یہ زندگی کے خطرات سے اپنی حفاظت کر لیں۔

۵۲ اس دعوتِ انقلاب پر سب سے پہلے کمزوروں اور مظلوموں کا طبقہ لبیک کہے گا، اور اکابرین یہ کہہ کر اس کی مخالفت کریں گے کہ، ہم اُس تحریک میں کس طرح شامل ہو جائیں

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۴﴾

جس میں ہم اور یہ پست درجہ کے لوگ ایک ہی صف میں بٹھا دیئے جائیں؛ انہیں اِس جماعت سے خارج کر دو' تب ہم تمہارے ساتھ شامل ہوں گے۔

سو دیکھنا! کہیں ایسا نہ کرنا کہ (ان لوگوں کی خاطر) اپنی جماعت کے اُن لوگوں کو دُور دُور رکھنا شروع کر دو جو خالصتہً لوجہ اللہ' اِس دعوت کے عام کرنے میں' صبح شام سرگرداں رہتے ہیں اور اپنا کوئی ذاتی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ یہ چیز کہ تمہاری جماعت میں بیشتر غریب اور مظلوم شامل ہوئے ہیں' تمہیں کسی طرح موردِ الزام نہیں ٹھیرا سکتی۔ اس لئے تمہاری یہ خواہش کہ اس جماعت میں بڑے بڑے لوگوں کو بھی شامل ہونا چاہیئے' تاکہ وہ دین کی تقویت کا موجب بنیں' کسی طرح' اِن غریبوں کے خلاف نہیں جانی چاہیئے۔ اگر تم نے اپنی اس خواہش کے پیش نظر اِن لوگوں کو دور ہٹا دیا' تو یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ (۱۸/۲۸ ؛ ۲۶/۱۱۴—۱۱۱ ؛ ۱۱/۳۰—۲۷ ؛ ۸/۶۴—۶۲ ؛ ۸۰/۱—۱۱)۔

۵۳ یہ بڑے لوگ' اِن چھوٹے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لو! یہ ہیں وہ جنہیں ہم میں سے انعاماتِ خداوندی کے لئے چن لیا گیا ہے۔ ذرا ان کی حالت تو دیکھو؟

تم نے دیکھا کہ اِن باتوں سے اِن لوگوں کی نفسیاتی کیفیت کس طرح نکھر کر سامنے آگئی اور صاف معلوم ہوگیا کہ وہ کونسا جذبہ ہے جو انہیں حق و صداقت کی طرف آنے سے روک رہا ہے؟ تم اِن سے کہہ دو کہ' اس نظام میں عزت اور ذلت کے معیار بالکل مختلف ہیں۔ یہاں' جو جسقدر قوانینِ خداوندی کا پاسدار اور قدر شناس ہوتا ہے' اُتنا ہی زیادہ واجب التکریم سمجھا جاتا ہے (۴۹/۱۳)۔

۵۴ لہذا' جب تمہاری جماعت کے لوگ تمہارے پاس آئیں تو ان سے کہو کہ وہ بالکل نہ گھبرائیں ان کے لئے ہر طرح کا امن اور سلامتی ہے۔ یہ نظام' ان بڑے لوگوں کی خاطر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر واجب قرار دے رکھا ہے کہ تمہاری پوری پوری نشوونما ہو جائے۔ حتیٰ کہ اگر تم میں سے کسی سے کوئی بھول چوک بھی ہو جائے' اور اُس کے بعد وہ اپنے کیے پر نادم ہو' اور آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لے' تو اُسے بھی اِس نظام کی حفاظت اور

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

مرحمت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۵۵ ہم اِس طرح اپنے قوانین کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ (سہو و خطا سے لغزش کرنے والوں اور دیدہ و دانستہ جرم کرنیوالوں کی راہیں ایک دوسرے سے متمیز ہو جائیں۔

۵۶ لہذا (ان بڑے بڑے لوگوں سے) کہدو کہ تم خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی اطاعت سے روک دیا گیا ہے۔ میں تمہاری خاطر ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر میں ایسا کروں، تو میں بھی تمہاری طرح راہ گم کردہ ہو جاؤں گا۔ سیدھے راستے پر نہیں رہوں گا۔

۵۷ میں اپنے نشو و نما دینے والے کیطرف سے ایک واضح راستے پر ہوں، اور تم اُسے جھٹلاتے ہو۔ (اسلئے مجھ میں اور تم میں مفاہمت کس طرح ہو سکتی ہے؟ تمہارا راستہ اور میرا اور) باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ جس تباہی اور بربادی سے تم ہمیں ڈراتے ہو، وہ جلدی کیوں نہیں آتی، تو عمل اور اسکا نتیجہ برآمد ہونے میں ایک وقفہ ہوتا ہے (جیسے درخت کے پھل لانے کیلئے ایک مدت درکار ہوتی ہے)۔ یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اس مدت میں تخفیف کر کے تباہی کو تمہارے سامنے جلدی لے آؤں۔ ان باتوں کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنے قانون کو ٹھیک ٹھیک طور پر بتا دیتا ہے اور پھر اُسی کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اُس سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی اور نہیں۔

۵۸ ان سے کہو کہ جس تباہی کیلئے تم جلدی مچا رہے ہو، اگر اسکا جلد لے آنا میرے اختیار میں ہوتا، تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا لیکن (یہ چیز میرے بس کی نہیں)۔ اسکا علم تو خدا ہی کو ہے کہ زیادتی کرنے والوں کے اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت کونسا ہے۔

۵۹ اعمال کے اَن دیکھے نتائج، اور انسانی نگاہوں سے مستور حقائق و حوادث کو سامنے

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

لے آنے والا قانون اُسی کا ہے۔ اسکا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کائنات کی خشکی اور تری (بحر و بر) میں کیا ہو رہا ہے۔ کس درخت سے کوئی پتہ کب جھڑیگا۔ زمین کی تاریکیوں میں دبا ہوا دانہ کب پھوٹے گا۔ کوئی تازہ یا خشک میوہ کب کھانے کے قابل ہوگا۔ یہ سب کچھ اسکے کائناتی قوانین کے مطابق ہوتا ہے اور یہ قانونِ فطرت کی کھلی ہوئی کتاب میں درج ہے۔ (جو لوگ اِس کتاب کو پڑھ لیں، انہیں ان امور کا علم حاصل ہو سکتا ہے)۔

۶۰ (خارجی کائنات میں بہار و خزاں کی گردشوں کی طرح، خود تمہاری زندگی میں بھی لیل و نہار کی گردشیں جاری رہتی ہیں)۔ وہ جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ تمہیں رات کو سُلا دیتا ہے، اور پھر تم دن میں اُٹھ بیٹھتے ہو۔ اِس طرح وقت گزرتا جاتا ہے تاکہ تمہارے اعمال کے نتائج کے ظہور کی مُدت پوری ہو جائے۔ اس دوران میں تمہارا ہر قدم اسی سمت کو اُٹھ رہا ہوتا ہے (اگرچہ تم اپنے ذہن میں سمجھ رہے ہوتے ہو کہ وہ بات آئی گئی ہو گئی)۔ حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے جب تمہارے اعمال کے نتائج محسوس شکل میں تمہارے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں۔

۶۱ اُس کا قانونِ مکافات تمام انسانوں پر غالب ہے۔ اُس نے ایسی قوتیں مقرر کر رکھی ہیں جو تم پر نگران رہتی ہیں (تاکہ تمہارا کوئی عمل بے نتیجہ نہ رہنے پائے۔ اِس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ظہورِ نتائج، انسان کی اِسی زندگی میں ہو جائے۔ زندگی کا سلسلہ اس سے آگے بھی چلتا ہے۔ چنانچہ) جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے کارندے (قانونِ فطرت کے مطابق) اس کی دنیاوی زندگی کی مدت کو پورا کر دیتے ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

۶۲ اِس کے بعد زندگی اگلے دور میں داخل ہو جاتی ہے اور وہاں نتائج، ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ یہ نتائج خدا کے قانون کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں کسی اور کا قانون نہیں چل سکتا۔ فیصلہ اُسی کا فیصلہ ہے۔ اُس کا قانونِ مکافات نتائج مرتب کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتا۔ یہ ساتھ کے ساتھ ہوتا رہتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ ان کا مجموعی اثر

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾

ایک وقت کے بعد جاکر نمودار ہو)۔

۶۳ ان سے پوچھو کہ بحر و بر میں، جب کہیں بھی کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا کس کے قانون کے مطابق مل سکتا ہے؟ تم اُس وقت، اپنی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں، کبھی گڑگڑا کر، اور کبھی چپکے چپکے دل میں اسی کو مدد کے لئے پکارتے ہو، اور کہتے ہو کہ اگر خدا ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دے تو ہم ہمیشہ اس کے شکر گذار رہیں۔

۶۴ ان سے کہو کہ ان مصیبتوں سے، بلکہ تمام مصیبتوں سے چھٹکارا، خدا کے قانون کے مطابق ہی ملتا ہے۔ لیکن، اس کے باوجود، تمہاری یہ حالت ہے کہ تم (اپنی زندگی کے معاملات میں) قوانینِ خداوندی کے ساتھ، اور قوانین بھی شامل کر لیتے ہو۔ اور یوں ایک غلط نظام قائم کر کے اپنے لئے تباہی مول لے لیتے ہو۔

۶۵ غلط نظام کی پیدا کردہ تباہی مختلف شکلوں میں آتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے اوپر کے طبقہ میں خرابیاں عام ہو جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ کبھی نیچے کے طبقہ میں لاقانونیت کی وبا پھیل جاتی ہے تو وہ تباہی مچا دیتے ہیں (۴۷ — ۱۹/۴۵)۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں طبقے مخلوط پارٹیوں میں بٹ جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں (۳۰/۳۲) اور یوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

دیکھو! ہم کس طرح اپنے قوانین کو مختلف پہلوؤں سے سامنے لاتے ہیں تاکہ لوگ اچھی طرح بات سمجھ سکیں۔

۶۶ لیکن تیری یہ قوم اس پر بھی نہیں سمجھتی، اور ایسی ٹھوس حقیقت کو برابر جھٹلائے چلی جا رہی ہے۔ تم ان سے کہہ دو کہ (میرا کام تمہیں نیک و بد سمجھانا ہی) میں تم پر داروغہ نہیں مقرر کیا گیا کہ تمہیں زبردستی صحیح راستے پر چلاؤں۔

لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ
يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾
وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ
لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ
وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ

شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

۶۷ تم جو کچھ کر رہے ہو اس کا نتیجہ اپنے وقت پر نمودار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ ہر واقعہ کے نتیجہ خیز ہونے کا ایک مقام ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بات آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ ہو ہی نہیں رہا۔ تاآنکہ وہ ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔ (۱۸۲ ـــ ۱۸۳)۔

۶۸ اور جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو ہمارے قوانین (قرآن) کو سنجیدگی سے نہیں سنتے بلکہ اس کے متعلق لغو اور بیکار باتیں کرتے ہیں، تو اُن سے کنارہ کش ہو جاؤ تاآنکہ وہ اس موضوع کو چھوڑ کر کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ اور اگر تم اپنے خیالات میں منہمک، یا گفتگو میں جذب ہونے کی وجہ سے اس بات کو بھول جاؤ، تو جس وقت بھی یہ بات یاد آئے، ان لوگوں سے اٹھ آؤ۔ یہ لوگ قرآن جیسی بلند حقیقت کے متعلق اس قسم کا رویہ اختیار کرکے بڑی زیادتی کرتے ہیں۔

۶۹ جو لوگ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، اُن پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ یہ لوگ قرآن کے متعلق اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ ہم نے انہیں (ایسے لوگوں سے الگ ہو جانے کی) تاکید اس لئے کی ہے کہ ان کے لئے ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

۷۰ جن لوگوں کی یہ حالت ہو کہ وہ (نظام خداوندی تو ایک طرف) خود اُس آئین اور ضابطہ کو بھی کچھ اہمیت نہ دیں جسے انہوں نے اپنے لئے اختیار کر رکھا ہے، اور انسانی زندگی کو محض کھیل تماشا سمجھیں، اور اس دھوکے میں رہیں کہ مقصد حیات عیش و عشرت ہے، اور بس۔ تم ایسے لوگوں کے پیچھے اپنی جان مت کھپاؤ۔ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ البتہ، قرآنی تعلیم ان کے سامنے پیش کرتے رہو اس لئے کہ کسی شخص کو، اس کے غلط اعمال کی وجہ سے، قرآن سے محروم

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ لَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۷۱) وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (۷۲) وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ (۷۳) قَوْلُهُ الْحَقُّ وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی

نہیں رکھنا چاہیئے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُسے، اس کے غلط اعمال کے نتائج سے قانونِ خداوندی کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ اِس کے لئے نہ اُس کا کوئی رفیق اور مددگار ہو سکتا ہے، نہ سفارشی۔ نہ ہی وہ کچھ بدلہ (کفّارہ) دے کر ان کے نتائج سے بچ سکتا ہے۔ ان لوگوں کو اُن کے اعمال کے حوالے کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کی سزا بھگتیں۔ (۵۲/۲۱ ؛ ۴۷/۲۸)۔ وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ چیزیں بھی، جو عام حالات میں انسان کی پرورش کا موجب بنتی ہیں، اُن کے لئے تلخابۂ حیات، اور سوہانِ روح ہو جاتی ہیں۔ اِس لئے کہ انہوں نے صحیح راستے پر چلنے سے انکار کر دیا تھا اور حق و صداقت سے سرکشی برتی تھی۔

(۷۱) ان سے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم خدا کے قانون کو چھوڑ کر، ایسی ہستیوں کو پکارنے لگ جائیں جو ہمیں نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار ہی نہیں رکھتیں، اور اس طرح ہم صحیح راستے پر گامزن ہو جانے کے بعد اُلٹے پاؤں پھر جائیں، اُس شخص کی طرح جسے اس کے خودسر جذبات نے صحیح راستے سے بھٹکا کر، لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا ہو، جہاں وہ حیران و پریشان کھڑا ہو — راہ گم کردہ، تنہا —— اور اُس کے ساتھی اُسے آوازیں دے رہے ہوں کہ تو کدھر چلا گیا۔ اِدھر ہماری طرف آ۔ صحیح راستہ یہ ہے۔ (لیکن وہ، ان کی آوازیں سننے کے باوجود، ان تک پہنچ سکے)۔

ان سے کہدو کہ زندگی کا صحیح راستہ ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے اللہ کی طرف سے عطا شدہ راہ نمائی (قرآن) کا راستہ —— یعنی وہ راستہ جو عالمگیر انسانیت کی پرورش کرنے والے کا تجویز کردہ ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُسی راستہ کو اختیار کریں اور خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

(۷۲) اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم نظامِ صلوٰۃ کو قائم کریں اور خدا کے قانون کی پوری پوری نگہداشت کریں۔ اور اِس حقیقت پر یقین رکھیں کہ نوعِ انسان نے آخرالامر اسی مرکز کے گرد جمع ہونا ہے۔

(۷۳) یہ اُس خدا کا قانون ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو ایک حقیقت کے

الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۷﴾

طور پر تعمیری نتائج مرتب کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی قوتوں کا یہ عالم ہے کہ جونہی وہ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے' وہ واقع ہو جاتی ہے۔

(۷۴) اس کی ہر بات مبنی برحقیقت ہوتی ہے (۱۳–۱۴/۸۶) یونہی شاعری نہیں ہوتی (۳۶/۶۹) اس لئے کہ کائنات میں ہر جگہ اسی کا اقتدارِ اعلیٰ کام کر رہا ہے۔ وہ ہر شے کی موجودہ حالت کو بھی جانتا ہے اور اس کے امکانات اور مضمر صلاحیتوں سے بھی واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے' اور اسکے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ جس انقلاب کی اس وقت خبر دیجا رہی ہے وہ آکر رہے گا۔ حق اور باطل کی قوتوں کا ٹکراؤ ہو گا۔ اور یہ ٹکراؤ یونہی اتفاقیہ رونما نہیں ہو جائے گا بلکہ خدائے خبیر و علیم کی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ہو گا ——— وہی اسکیم جس کے مطابق حق و باطل کی قوتوں کا ٹکراؤ ہوتا چلا آرہا ہے اور جس میں حق' فاتح و منصور ہو کر سامنے آجاتا ہے (۸/۷ ؛ ۲۱/۱۸ ؛ ۳۴/۴۸–۴۹ ؛ ۴۲/۲۴)۔

(۷۵) حق و باطل کی یہی کشمکش تھی جس سے ابراہیمؑ دوچار ہوا۔ اس کی ابتدا خود اس کے اپنے گھر سے ہوئی' جب اس نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ یہ کیا ہے کہ تم نے اپنے ہاتھ کی تراشیدہ مورتیوں اور غیر خدائی قوتوں کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے! میرے نزدیک تو تم اور تمہاری قوم کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

(۷۶) اس مقصد کے لئے ہم نے ابراہیمؑ کو کائناتی نظام کا مشاہدہ کرایا تھا جس سے اسے یہ یقین حاصل ہو گیا کہ ساری کائنات میں فقط خدائے واحد کا قانون جاری و ساری ہے۔ اس لئے نہ تو کائنات کی کوئی شے اپنے اندر خدا بننے کی قوت رکھتی ہے اور نہ ہی یہاں ایک سے زیادہ ہستیوں کا اقتدار چل سکتا ہے۔

(۷۷) اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ مشاہداتی دلائل سے اپنی قوم کے باطل عقائد کا ابطال کرتا تھا۔ مثلاً' جب رات کے وقت ستارہ نمودار ہوتا (جس کی وہ قوم پرستش کرتی تھی) تو ابراہیمؑ ان سے کہتا کہ اچھا! تم کہتے ہو کہ یہ میرا پروردگار ہے (اس کے سامنے جھکنا چاہیئے؟)۔ اس کے بعد جب وہ ستارہ

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٨﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٩﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۚ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨١﴾

ڈوب جاتا تو وہ ان سے کہتا کہ ' کیوں! یہی ہے جسے تم پروردگار ٹھہراتے ہو؛ بھلا ایسی چیز بھی پروردگار ہو سکتی ہے جو ابھی سامنے چمکتی ہو اور ابھی غروب ہو جائے۔ جو تغیر پذیر ہو' وہ خدا کیا ہوا!

(٧٨) اسی طرح جب چمکتا ہوا چاند نکلتا (اور اس کی پرستش کی جاتی) تو وہ اپنی قوم سے کہتا کہ تم کہتے ہو' یہ میرا پروردگار ہے؛ اُس کے بعد جب وہ بھی غروب ہو جاتا تو وہ اُن سے کہتا کہ تم مجھ سے کہتے تھے کہ اسے پروردگار تسلیم کر لوں؟ اگر میرے نشوونما دینے والے نے میری راہ نمائی حقیقت کی طرف نہ کی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاتا' اور اس قسم کے عناصر کو خدا ماننے لگ جاتا جنہیں اپنے آپ پر بھی کوئی اختیار نہیں۔

(٧٩) جب سورج اپنی تابناکیوں کے ساتھ طلوع ہوتا' اور وہ قوم اس کی پرستش کرتی' تو وہ اُن سے کہتا کہ تم کہتے ہو کہ یہ بہت بڑا ہے اس لئے اسے پروردگار تسلیم کر لو؟ جب وہ بھی غروب ہو جاتا تو وہ ان سے کہتا کہ یہ دیکھو' تمہارے پروردگار کا کیا حشر ہوا!

ان کائناتی دلائل کے بعد وہ اُن سے کہتا کہ تم جن قوتوں کو خدائی اختیارات و اقتدارات میں شریک سمجھتے ہو (وہ خواہ اجرام سماوی ہوں یا دیوی دیوتا۔ خواہ تمہارے مذہبی پیشوا ہوں یا خود تمہارا بادشاہ) میں ان کے خدا ہونے کے تصور تک سے بیزار ہوں۔

(٨٠) میں اپنی تمام توجہات کا مرکز صرف اس ذات بے ہمتا کو سمجھتا ہوں جو اس تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لائی ہے (اور جس کا قانون یہاں اس طرح نافذ العمل ہے کہ اُس سے نہ ستاروں کو مفر ہے' نہ چاند اور سورج کو مجال سرتابی) اس لئے میں' اُس کے اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا۔ یہ میرا دو ٹوک فیصلہ ہے۔

(٨١) وہ قوم اسی طرح' ابراہیمؑ سے ردوکد کرتی اور چاہتی کہ اُسے' اس کے مسلک سے ہٹا دے۔ وہ اُن سے کہتا کہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں ردوکد کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۲﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۸۳﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۴﴾

۹ ع ۱۴ ۱۵

میں اُس کا راستہ چھوڑ دوں (لیکن میں تمہاری بات کیسے مان سکتا ہوں جبکہ) خدا نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے۔ (تم مجھ سے کہتے ہو کہ تمہارے معبود بڑی قوتوں کے مالک ہیں اس لئے مجھے اُن سے ڈرنا چاہیئے۔ لیکن میں اُن کی حقیقت سے باخبر ہوں، اِس لئے) اُن سے قطعاً نہیں ڈرتا۔ یہ مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نقصان صرف قانونِ خداوندی کے مطابق پہنچتا ہے اور اس کی نگاہوں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی (اس لئے مجھے صرف اسی کی احتیاط کرنی چاہیئے کہ اس کے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو)۔ حیرت ہے کہ اس قدر واضح دلائل کے بعد بھی تم، حقیقت کو نہیں مانتے؟

۸۲ بھلا میں ان مٹی کی مورتیوں (معبودانِ باطل) سے کیوں ڈروں جنہیں کوئی اختیار و اقتدار حاصل نہیں۔ ڈرنا تو تمہیں چاہیئے جو اللہ جیسی مختارِ کل ہستی کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اللہ نے تم سے کہیں یہ نہیں کہا کہ یہ واقعی میرے اختیارات میں شریک ہیں۔

اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے تو بتاؤ کہ تم میں اور مجھ میں، کون امن و اطمینان کا زیادہ حقدار ہے (اور کسے لرزاں و ترساں رہنا چاہیئے!) تمہیں یا مجھے؟ (خوف، شرک کا لازمی نتیجہ ہے۔ توحید سے انسان کے دل میں اس قدر قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا)۔

۸۳ ان حقائق کی روشنی میں، اس میں شک کی گنجائش کہاں ہے کہ امن و اطمینان انہی کے لئے ہے جو قانونِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں اور عملاً اُس کی خلاف ورزی نہ کریں (کیونکہ امن اور بے خوفی کے لئے ایمان اور اعمالِ صالح، بنیادی شرط ہے۔ ۲/۶۲)۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ پر گامزن ہوں گے۔

۸۴ یہ تھے وہ قاطع دلائل جو ہم نے ابراہیمؑ کو، اس کی قوم کے عقیدہ و مسلک کے خلاف دیئے تھے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی ہمارے کائناتی نظام پر غور و فکر کے بعد وحدتِ خالق اور وحدتِ قانون کی صداقت کو تسلیم کر لیتا ہے) ہم اپنے قانونِ مشیت کے مطابق

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۸۵) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۶) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ (۸۷) وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۸) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۸۹) اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

اسے بلند مقامات عطا کر دیتے ہیں۔ یقیناً تمہارے نشو و نما دینے والے کے فیصلے علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ (یہ نہیں کہ یونہی، جسے جی چاہا مقام بلند عطا کر دیا۔ جسے جی چاہا ذلیل و خوار کر دیا!)۔

۸۵ (ابراہیمؑ اپنے مشن میں کامیاب ہوا۔ ازاں بعد) ہم نے اسے اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا عطا کیا۔ اِن سب کو ہم نے زندگی کی سیدھی راہ دکھا دی تھی۔ وہی راہ جو اُس سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی۔ اور پھر ابراہیمؑ کی نسل میں داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ۔ یوسفؑ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو دکھائی تھی۔ (اور وہ اس راہ پر چل کر کامیاب و کامران ہوتے تھے) یوں ہم ان لوگوں کی محنت کو بار آور کیا کرتے ہیں جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں۔

۸۶ اِنہی میں زکریاؑ۔ یحییٰؑ۔ عیسٰیؑ اور الیاسؑ کا شمار ہے۔ یہ سب صالحین میں سے تھے۔

۸۷ نیز اسماعیلؑ۔ الیسعؑ۔ یونسؑ اور لوطؑ اسی زمرہ میں شامل تھے۔ اِن سب کو زندگی کی خوشگواریوں میں، اقوامِ عالم پر فضیلت حاصل تھی۔

۸۸ اور اُن کے آباء و اجداد اور اُن کی نسل اور اُن کے بھائی بندوں میں سے بھی ہم نے کتنوں کو برگزیدہ کیا اور زندگی کی اسی توازن بدوش سیدھی راہ پر چلایا۔

۸۹ یہ 'خدا کی طرف سے عطا شدہ' وہ راہ نمائی ہے جس سے ہر وہ شخص جو صحیح راستے پر چلنا چاہے، صحیح راستے کا پتہ نشان پا لیتا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ، اِس راستے کے ساتھ دوسرے راستوں کو بھی ملا لیں، تو ان کی محنت رائگاں جائے گی (اُس مسافر کی طرح جو کبھی ایک راستے پر چل دے، کبھی دوسرے پر، یوں، دن بھر چلنے سے وہ تھک تو ضرور جاتے گا، لیکن منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ پائیگا۔ منزل تک وہی پہنچے گا جو ٹھیک اُس راستے پر چلتا جاتے جو اُس کی منزل کی طرف جاتا ہے)۔

۹۰ یہ (جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب (ضابطہ قوانین) حکومت

وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۚ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۲﴾

(۱۰ ع ۹ ۱۶)

(لوگوں میں کتاب خداوندی کے مطابق فیصلے کرنے کے اختیارات) اور نبوّت (خدا کی طرف سے وحی پانے کا امتیاز خصوصی) عطا کئے تھے[1] (۳/۷۸ ؛ ۴۵/۱۶)۔

اگر یہ (اہل کتاب جو ان انبیاءؑ کے اتباع کے مدعی ہیں) اس ضابطہ خداوندی پر چلنے سے انکار کرتے ہیں جواب قرآن میں دیا گیا ہے تو اس سے یہ ضابطہ لاوارث ہو کر نہیں رہ گیا) اسے ہم نے ان لوگوں کے سپرد کر دیا ہے جو اس کی صداقت سے انکار نہیں کرتے۔ (۳۵/۳۲)۔

۹۱ یہ (انبیاءؑ) وہ ہیں جنہیں اللہ نے زندگی کی صحیح راہ دکھادی تھی۔ پس (اے رسولؐ!) تم بھی اُسی راستے پر چلو جس پر اللہ نے انہیں چلایا تھا۔ (اور لوگوں کو اِسی راہ کی طرف دعوت دیتے جاؤ۔ اور ان سے کہدو کہ) میں اِس راہ نمائی کے لئے تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو تمام نوع انسان کے لئے ضابطہ حیات ہے (میری ذاتی ملکیت نہیں کہ تم سے اس کی قیمت وصول کروں)۔

۹۲ جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول تو عام انسانوں جیسا ایک انسان ہے۔ خدا اس کی طرف اپنی وحی کیسے بھیج سکتا ہے' تو (اس سے نظر آتا ہے کہ) یہ لوگ خدا کے متعلق صحیح اندازہ ہی نہیں لگا سکے۔ (انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ خدا کی ہر بات نرالی اور اچھنبے کی ہونی چاہیئے)۔

اِن سے پوچھو کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ جس کتاب کو کسی بشر (انسان) کی طرف

[1] جن کا اوپر ذکر آیا ہے اُن میں انبیاء اور غیر انبیاء سب شامل ہیں (انبیاء کے آباء۔ نسل۔ اور بھائی بندوں میں غیر انبیاء بھی شامل ہیں)۔ لہذا' ان میں سے انبیاء کرامؑ پر وحی کے ذریعے کتاب نازل کی (۲/۲۱۳)۔ انبیاءؑ کی وساطت سے کتاب اُن کے متبعین کو ملی۔ اور اسے نافذ کرنے کی عملی قوّت بھی۔ اس طرح کتاب' حکومت میں نبی اور غیر نبی دونوں شامل ہو جاتے ہیں' اور نبوت صرف انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ کے بعد نبوت ختم ہو گئی اور کتاب' حکومت' حضورؐ کی اُمّت میں آگے چلی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰي كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰي مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

نازل کیا جائے' وہ من جانب اللہ نہیں ہو سکتی' تو وہ کتاب کس کی طرف سے آئی تھی جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ (موسیٰؑ بھی تو عام انسانوں جیسا انسان ہی تھا)۔ اُس کتاب میں بھی حقائق کی روشنی اور انسانوں کے لئے صحیح راہ نمائی تھی۔ تم نے اس کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اب تم اُس میں سے تھوڑے سے حصے کو (اپنی مصلحتوں کے مطابق) ظاہر کرتے ہو اور باقی کتاب کو چھپا کر رکھتے ہو۔ حالانکہ اُس کتاب میں اُن امور کا علم دیا گیا تھا جنہیں نہ تم جانتے تھے' نہ تمہارے آبا رو اجداد۔

اِن سے کہو کہ اُس کتاب کو بھی اللہ ہی نے نازل کیا تھا (اور ایک انسان ہی کی طرف نازل کیا تھا۔ اگر یہ لوگ' اس کے باوجود' اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو ان کے پیچھے جان کھپانے کی ضرورت نہیں) انہیں چھوڑ دو کہ یہ اپنی لغویات سے کھیلتے رہیں۔

۹۳ اسی طرح خدا نے اِس کتاب کو ایک انسان پر نازل کیا ہے۔ یہ بڑی بابرکت کتاب ہے' اور اُس تعلیم کو سچ کر دکھلانے والی ہے جو اس سے پہلے دی گئی تھی۔ (اے رسولؐ!) تم اس کے ذریعے (پہلے) اس مرکزی مقام (مکہ) اور اس کے گرد و پیش کے باشندوں کو اُن کی غلط روش زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ اس پر وہی لوگ ایمان لائیں گے جو زندگی کو صرف اِسی دنیا کی زندگی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے بعد کی زندگی کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور انہیں یقین ہے کہ موجودہ غلط نظام کی جگہ ایک صحیح نظام آ کر رہے گا۔ اس مقصد کے لئے یہ لوگ خدا کے مقرر کردہ نظامِ صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔

۹۴ اِن سے کہو کہ اُس سے بڑھ کر سنگین مجرم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے ذہن سے باتیں وضع کرے اور انہیں منسوب کر دے خدا کی طرف یعنی یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آئی ہے

حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ ہوتی ہو۔

اور پھر اس سے بڑھ کر مجرم کون ہے جو یہ کہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے، میں بھی اس جیسا دے سکتا ہوں (۱۱/۱۳)۔ یاد رکھو! وحی کی مثل کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی کسی انسان کا حکم وحی کا درجہ رکھ سکتا ہے۔

یہ لوگ، اس وقت تو یوں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں، لیکن (اے مخاطب) کاش تو اُس منظر کو دیکھ سکتا جب، حق و باطل کے تصادم کے وقت، یہ لوگ میدانِ جنگ میں دم توڑ رہے ہوں گے۔ اور ہماری کائناتی قوتیں (ملائکہ) ان پر مسلط ہو رہی ہوں گی کہ اُس ایگو[1] کو باہر نکالو، جو تمہارے غرور کا باعث تھا۔ اب وہ وقت آچکا ہے جب تمہیں (شکست کی) رسوا کن سزا ملے گی کیونکہ تم خدا کے خلاف ناحق افترا کیا کرتے تھے اور، غرورِ نفس کی بنا پر، اُس کے قوانین سے سرکشی برتا کرتے تھے۔

۹۵ اور خدا کہے گا کہ (تمہیں اپنے متبعین کی جمعیت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن) آج تم ہماری عدالت میں تنہا آگئے۔ ایسے ہی تنہا جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور جو کچھ ہم نے تمہیں (مال و دولت وغیرہ) عطا کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے۔ ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان رفقاء کو بھی نہیں دیکھ رہے جن کے متعلق تمہیں زعم تھا کہ وہ ہر حالت میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ آج تمہارے اور اُن کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اور جسے تم حقیقت سمجھا کرتے تھے وہ سراب نکلا۔

یہی خدا کا قانونِ مکافات ہے۔ نہ کوئی فرد پیدا ہوتے وقت، کسی اور کے یا اپنے سابقہ جنم کے گناہوں کے اثرات اپنے ساتھ لاتا ہے (وہ سادہ لوح لے کر آتا ہے) اور نہ ہی اُسکے اعمال کے نتائج بھگتنے میں کوئی دوسرا اُسکا شریک ہو کر اُس کی مصیبت کو بانٹ سکتا ہے۔ اپنے اعمال کے نتائج کو خود بھگتنا، انسانی ذات کی انفرادیت کا فطری نتیجہ ہے (۱۹/۹۵)۔

۹۶ افراد کی طرح، اقوام کی موت اور زندگی کا فیصلہ بھی انکے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔ جس دانہ یا گٹھلی میں زندگی کی صلاحیت ہوتی ہے، جب وہ شق ہوتی ہے تو اس میں سے ہری بھری کونپل پھوٹتی ہے۔ کونپل بڑھ کر پودا بن جاتی ہے۔ جب تک اس میں زندہ رہنے

[1] EGO - پندارِ نفس، جو جھوٹی عزت کے احساس سے انسان کو اعترافِ حق سے باز رکھتا ہے۔

صَبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

کی صلاحیت ہوتی ہے' وہ پودہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ جب یہ صلاحیت ختم ہو جاتی ہے تو' وہ پژمردہ ہو کر گر پڑتا ہے۔ اِس طرح خدا کا قانون' موت سے زندگی پیدا کرتا اور زندگی کو موت میں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہی قانون' قوموں کی موت اور حیات کا فیصلہ کرتا ہے۔

یہ ہے خدا کا قانونِ موت و حیات۔ تم اس سے منہ موڑ کر کدھر بہکے جا رہے ہو!

۹۷ خدا کا یہی قانونِ گردش ہے جو رات کا پردہ چاک کر کے' نورِ سحر کو نمودار کر دیتا ہے (اور اسطرح شب کی تاریکیوں کو دن کے اجالے میں بدل دیتا ہے)۔ تم دن بھر کام کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ دن کے کاروبار پر رات کا پردہ گرا دیتا ہے اور تمہارے لئے آرام و سکون کا وقت آجاتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق' چاند اور سورج اپنے اپنے وقت پر طلوع و غروب ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح' تمہارے لئے مہینے اور سال شمار کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں (۱۰/۵ ؛ ۱۷/۱۲)۔ یہ سب اندازے اور پیمانے اُس خدا کے مقرر کردہ ہیں جو ہر شے کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے' اور ایسی زبردست قوتوں کا مالک ہے کہ کوئی شے اس کے مقرر کردہ اندازے سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتی۔

۹۸ اُس کے اِسی کنٹرول کا نتیجہ ہے کہ فضائے آسمانی میں تیرنے والے ستارے (۲۱/۳۳ ؛ ۳۶/۴۰) یوں ٹھیک ٹھیک اندازے سے گردش کرتے ہیں' کہ تم بیابانوں اور سمندروں کے سفر میں' رات کی تاریکیوں میں' ان سے راستے کے نشانات متعین کر لیتے ہو (اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی)۔

ہم نے ان لوگوں کے لئے جو علم و بصیرت سے کام لیتے ہیں' اپنے توانین کو کس قدر واضح کر دیا ہے۔ (کہ وہ ذرا سے غور و فکر سے' انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں)۔

۹۹ (یہ خارجی کائنات میں قوانین خداوندی کی کار فرمائی تھی۔ اب وہاں سے نیچے اتر کر ذرا انسانی دنیا کی طرف آؤ اور دیکھو کہ وہاں اُس کا قانون ارتقاء کس حسن و خوبی سے عمل پیرا ہے) اِس قانون کی رُو سے تمہاری زندگی کی ابتداء ایک جرثومۂ حیات[1] سے ہوئی (۴/۱ ؛ ۳۹/۶)۔ اس کے بعد

[1] SINGLE LIFE-CELL

طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى

ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا

لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ

تم نے ارتقائی منازل طے کرنا شروع کیں' اِس طرح کہ تمہارا کاروانِ زندگی کچھ وقت کے لئے ایک منزل میں ٹھیرا۔ پھر اُس منزل نے اُسے دوسری منزل کے سپرد کردیا (۲۲/۵)۔ اس طرح یہ قافلہ منزل بہ منزل آگے بڑھتا گیا تا آنکہ تم مقامِ آدمیت تک پہنچ گئے۔

ہم نے اپنے قوانین کو اُس قوم کے لئے کس قدر نکھار کر بیان کردیا ہے جو سمجھ سوچ سے کام لیتی ہے۔

(۱۰۰) تم اس پر بھی غور کرو کہ اُس نے تمہیں پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی (بلکہ اس سے بھی پہلے) تمہاری نشوونما کا سامان کس حسن و خوبی سے بہم پہنچا دیا۔ وہ اس کے لئے بادلوں سے مینہ برساتا ہے جس سے ہر قسم کی روئیدگی نکلتی ہے۔ پھر اس روئیدگی سے ہری ہری ٹہنیاں اُبھرتی چلی جاتی ہیں۔ اور ٹہنیوں میں گتھے ہوئے اناج کی بالیں لٹکنے لگ جاتی ہیں۔ اسی طرح کھجور کے درخت سے پھل پیدا ہوتے ہیں جس کے خوشے جھکے پڑتے ہیں۔ یہی صورت انگور' زیتون اور انار (اور دوسرے پھلوں) کے باغوں کی ہے —— کوئی آپس میں ملتے جلتے۔ کوئی بالکل الگ —— تم ان کے پھلوں کو اُس وقت دیکھو جب وہ شروع میں شاخوں میں لگتے ہیں اور اُس کے بعد یہ دیکھو کہ وہ کس طرح بتدریج' غیر محسوس طور پر پختگی تک پہنچتے ہیں۔

جو لوگ نظامِ کائنات کی محکمیت پر یقین رکھتے ہیں' اُن کے لئے خدا کے قانونِ ارتقاء میں' حقیقت تک پہنچنے کی کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔

(۱۰۱) یہ ہے وہ خدا جس کے متعلق ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ تنہا کائنات کا نظم و نسق قائم نہیں رکھ سکتا۔ کچھ غیر مرئی (UN-SEEN) قوتیں بھی ہیں جو اس کے ساتھ شریک ہیں۔ حالانکہ یہ غیر مرئی قوتیں (جو کائنات میں جاری و ساری ہیں) خود خدا ہی کی پیدا کردہ ہیں۔

پھر ان کی اس جہالت کو بھی دیکھو کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بھی بنا رکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے متعلق' انسان' اِس قسم کے تصوّرات' اپنے ذہن سے تراش لیتا ہے۔ وہ (خدا) اِن باطل تصوّرات سے مبرّا اور بلند ہے۔

(۱۰۲) ذرا سوچو کہ "خدا کے بیٹے" کا عقیدہ کس قدر باطل ہے بیٹا' سلسلۂ تولید[له] کا نتیجہ ہوتا ہے۔

له PROCREATION

وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠٢﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٣﴾ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿١٠٥﴾ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠٦﴾ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ

جس کے لئے بیوی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور خدا وہ ہے جس نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو (ORIGINATE) کیا ہے۔ یعنی وہ اسے بغیر کسی ذریعے اور واسطے کے' براہ راست' عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اور وہ ہر شے کا خالق ہے۔ اس کا عمل تخلیق' سرتاسر علم وحکمت پر مبنی ہے۔ لہٰذا اس کی طرف عمل تولید کو منسوب کرنا بڑی حماقت ہے۔

۱۰۳ یہ ہے اللہ جو تمہارا نشوونما دینے والا ہے اور جس کا قانون' تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اس کے سوا کسی اور کا اقتدار و اختیار نہیں۔ وہ ہر شے کا خالق اور کارساز ہے۔ لہٰذا تم بھی اسی کے قوانین کی محکومیت اختیار کرو۔

۱۰۴ انسان کا علم' محسوسات تک محدود ہے۔ اس کی نگاہیں' غیر محدود و غیر محسوس ذاتِ خداوندی کی کنہ و حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ اس کے برعکس' علم خداوندی تمام نگاہوں کو محیط ہے۔ وہ ایسا لطیف ہے کہ محسوسات کے دائرے میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ ایسا خبیر کہ تمام اشیائے کائنات کے احوال و کوائف سے واقف ہے۔

۱۰۵ لہٰذا' اے رسول! تم ان سے کہدو کہ تم سے مطالبہ ذاتِ خداوندی کی کنہ و حقیقت تک پہنچنے کا نہیں۔ مطالبہ اس کے قوانین کی اطاعت کا ہے۔ اور یہ قوانین' جو یکسر علم و بصیرت پر مبنی ہیں' وحی کے ذریعے تمہارے پاس آ چکے ہیں۔ پس جو شخص عقل و بصیرت سے کام لے کر ان قوانین کی صداقت کو تسلیم کریگا' اسکا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچے گا۔ جو ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلے گا اسکی غلط روش کا تباہ کن نتیجہ اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ میں تم پر پاسبان مقرر نہیں کیا گیا کہ تمہیں' بھیڑ بکریوں کی طرح' ایک خاص راستے پر چلنے کے لئے مجبور کروں۔

۱۰۳ اس طرح ہم اپنے قوانین کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لاتے رہتے ہیں تاکہ یہ تسلیم کریں کہ تم نے انہیں نہایت دل نشیں انداز سے بیان کر دیا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان قوانین کی حقیقت و اہمیت انہی پر واضح ہو سکے گی جو علم و بصیرت سے کام لیں گے۔

مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ

---

۱۰۶ بہرحال' اے رسول! یہ تمہارا ساتھ دیں یا نہ دیں۔ تم اُس ضابطہ خداوندی کا اتباع کرتے جاؤ جو تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے' تمہاری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ یاد رکھو! خدا کے سوا کسی اور کا قانون ایسا نہیں جس کا اتباع کیا جائے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے قانون کے ساتھ' اوروں کے قوانین بھی شامل کئے جا سکتے ہیں —— یا یہ خیال کرتے ہیں کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا قانون نافذ العمل ہے' لیکن انسانی دنیا میں' انسانوں کا خودساختہ قانون چلنا چاہیئے —— تم ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ (۲۱/۲۰—۲۲ ؛ ۲۹/۹۱—۹۳)۔

۱۰۷ اور اس سے افسردہ خاطر مت ہو کہ یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو اپنے کائناتی قانون کے مطابق' انسانوں کو مجبور پیدا کر دیتے —— اور اس طرح' یہ کبھی دوسرے قوانین کی اطاعت اختیار نہ کرتے' لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے کہ ہم' انسان کا اختیار و ارادہ' جو ہم نے اسے دیا ہے' سلب نہیں کرنا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں نہ ان پر پاسبان مقرر کیا ہے نہ حوالدار' کہ تم انہیں مجبوراً صحیح راستے پر چلاؤ۔

۱۰۸ اے جماعتِ مومنین! اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں کے معبود' باطل ہیں اور تم باطل پرست نہیں ہو۔ لیکن دیکھنا! تم نے ایسی پست سطح پر نہ اتر آنا کہ ان کے معبودوں کو گالیاں دینے لگ جاؤ۔ تم نے ایسا کیا تو یہ لوگ' جہالت کی بنا پر' خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں (دانستہ سرکشی اختیار کرنیوالوں کے علاوہ) جو کچھ کوئی کرتا ہے' اچھا سمجھ کر ہی کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جہالت کی وجہ سے اچھے اور بُرے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اسلئے غلط راستے پر چلنے والے پر' اس کی غلط روی کو واضح کرنا چاہئے اور اس کے سامنے صحیح راستہ لانا چاہیئے۔ اُسے بُرا بھلا کہنے سے اس میں الٹی ضد پیدا ہو جائے گی۔ اگر وہ سمجھانے کے باوجود صحیح راستہ کی طرف نہ آئے' تو اس میں بھی غصے ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس کا نقصان اُسی کو ہوگا۔

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۰﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۱﴾

۱۳ ع ۱۰ ۱۹

یاد رکھو! تمام لوگوں کے اعمال کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہو رہے ہیں۔ ان کا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ ظہورِ نتائج کے وقت انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ صحیح روش پر چل رہے تھے یا غلط پر۔

۱۱۰ یہ (مخالفین) خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی محسوس نشانی دکھا دی جائے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے رسول! تم ان سے کہدو کہ اس قسم کی نشانیاں بھیجنے نہ بھیجنے کا معاملہ خدا سے متعلق ہے۔ (میرا کام تو خدا کا پیغام تم تک پہنچانا ہے)۔

(اے جماعتِ مومنین! اِن مخالفین کے اس مطالبے سے تم میں سے بھی بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر انہیں اس قسم کا کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تو اچھا ہی ہے۔ یہ اس طرح ایمان لے آئیں گے) لیکن تمہیں اِن کی دلی کیفیت معلوم نہیں۔ یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے (اس لئے تم' اِن کی اِن باتوں کا خیال نہ کرو۔ بس قرآن کو عقل و بصیرت کی بنا پر پیش کرتے رہو)۔

۱۱۱ یہ پیغام' اس سے پہلے بھی اِن کی طرف آتا رہا لیکن یہ اس پر ایمان نہیں لائے۔ اس لئے کہ پیغامِ خداوندی کی صداقت کو عقل و بصیرت کی رُو سے پرکھا اور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ ضد اور تعصب۔ توہم پرستی اور اسلاف کی اندھی تقلید کو اپنا مسلک بنا لیں' اُن کی عقلیں اندھی ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی پیدا کردہ تاریکی کی طغیانیوں میں بہے چلے جاتے ہیں۔
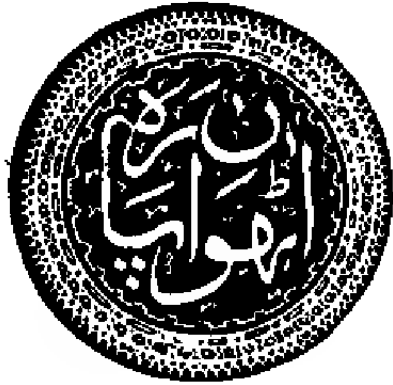
وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ
حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ
كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

---

۱۱۲ یقین مانو- اگر ہم ان کی طرف فرشتے نازل کر دیتے- ان سے مردے باتیں کرنے لگ جاتے' اور ہم ان کے سامنے دنیا جہان کی چیزیں لا کھڑی کرتے- تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے- اس لئے کہ ایمان وہی لا سکتا ہے جو وہ طریقہ اختیار کرے جسے خدا نے' ایمان لانے کیلئے' تجویز کر رکھا ہے- (یعنی عقل و بصیرت سے کام لینا- [illegible])- اور ان میں سے اکثر کا یہ عالم ہے کہ وہ عقل و بصیرت کے پاس تک نہیں پھٹکتے اور اپنی جہالت پر نازاں رہتے ہیں' اسلئے اس قسم کے لوگ کیسے ایمان لے آئیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے انکار اور سرکشی کی وجہ کچھ اور ہے' اور وُہی چیز انہیں اس طرف آنے نہیں دیتی- یعنی ان کی مفاد پرستی-

۱۱۳ اور یہ بات کچھ نئی نہیں- جو نبی بھی آیا' اس کی قوم کے بڑے بڑے سرغنے' خواہ وہ شہروں میں بسنے والے متمدن افراد تھے یا باہر بدویت کی زندگی بسر کرنے والے غیر مہذب' اُس کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے- (اس لئے کہ' اِس دعوتِ انقلاب کی اُن کی مفاد پرستیوں پر زد پڑتی تھی)- اس کے لئے وہ باہمی خفیہ سازشیں کرتے' اور عوام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے' ان سے طرح طرح کی ملمع سازی کی باتیں کرتے- (اس لئے' اے رسول! تم ان کی اِس رَوِش سے کبیدہ خاطر نہ ہو)- اگر مقصود یہ ہوتا کہ دعوتِ آسمانی کی

وَلِتَصْغَىٰٓ إِلَيْهِ أَفْـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا۟ مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾ أَفَغَيْرَ ٱللَّهِ أَبْتَغِى حَكَمًا وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ ٱلْكِتَٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾

کہیں سے مخالفت ہی نہ ہو اور سب لوگ اسے طوعاً و کرہاً مانتے چلے جائیں، تو ہم اپنے قانونِ مشیت کے مطابق ایسا بھی کر سکتے تھے۔ لیکن یہ ہمارے پروگرام کے خلاف ہوتا جس کی رُو سے ہم نے انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا ہے۔ اس لئے تم ان سے اور ان کی فریب کاریوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو (اور اپنے پروگرام کی تکمیل میں سرگرمِ عمل رہو)۔

۱۱۳ ان ملمع سازیوں اور فریب کاریوں سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے مفاد ہی کو منتہیٰ سمجھتے ہیں اور حیاتِ اُخروی، اور خدا کے قانونِ مکافات پر یقین نہیں رکھتے، ان کی طرف جھکے رہیں۔ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں۔ اور جو کارستانیاں یہ کرتے ہیں، وہ بھی ان میں شریک رہیں ——— یہ چاہتے ہیں کہ سارا معاشرہ انہی کے ڈھب پر چلتا جائے تاکہ کوئی کسی کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ (وہ تم سے بھی اسی قسم کی مفاہمت کرنا چاہتے ہیں)۔

۱۱۵ ان سے پوچھو کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون کے مطابق تمہارے معاملات کے فیصلے کرنے لگ جاؤں، حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک واضح اور نکھرا ہوا ضابطہ قوانین بھیجدیا ہے۔ جن لوگوں کو یہ کتاب دی گئی ہے (یعنی جماعتِ مومنین کے اربابِ علم و بصیرت۔ ۳۴/۶)۔ وہ اس حقیقت کو پا گئے ہیں کہ یہ فی الواقعہ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے، حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اس لئے، ان مخالفین کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۱۶ اس قرآن میں، خدا کا ضابطہ قوانین، تمام صداقتوں کو اپنے اندر لئے، اور عدل و توازن کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، مکمل ہو چکا ہے۔ اب ان قوانینِ خداوندی میں کوئی تغیر و تبدل کرنے والا نہیں ——— یعنی یہ مکمل ایسا ہے کہ اس میں اضافے

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

کی گنجائش نہیں- اور محکم ایسا کہ اس میں کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں- (اسی لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی (۳۳/۴۰)- اور خدا نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے- (۱۵/۹)- یہ اِس لئے کہ یہ اُس خدا کا ضابطۂ قوانین ہے جو سب کچھ سنتا اور ہر بات کا علم رکھتا ہے- (اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ انسانی راہ نمائی کے لئے جو کچھ دیا جانا ضروری تھا اُس میں سے کوئی بات لاعلمی کی بنا پر رہ گئی ہو)-

۱۱۷ اب رہا یہ سوال کہ یہ ضابطۂ خداوندی اُس رَوش کے خلاف دعوت دیتا ہے جس پر نوعِ انسان کی اکثریت گامزن ہے تو یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا- اس لئے کہ کسی مسلک کے صحیح ہونے کی یہ کوئی دلیل نہیں کہ اسے اکثریت نے اختیار کر رکھا ہے- اگر تم (اِس خیال کے ماتحت) لوگوں کی اکثریت کا اتباع شروع کر دو تو یہ چیز تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا کر گمراہ کر دے گی- دنیا کی اکثریت کا تو یہ عالم ہے کہ یہ لوگ محض ظن و تخمین کے پیچھے ہو لیتے ہیں (اور یقینی علم کے بجائے) قیاس آرائیوں سے کام لیتے رہتے ہیں- (اس کے برعکس، خدا کی وحی جو کچھ پیش کرتی ہے وہ سرتاسر علم و حقیقت پر مبنی ہوتا ہے)-

۱۱۸ لہٰذا، گمراہی اور راست رَوی کا معیار خدا کی وحی ہو سکتی ہے- یہی وہ معیار ہے جس کے مطابق تیرا پروردگار فیصلہ کرتا ہے کہ کون اُس کے تجویز کردہ راستے سے ہٹ گیا اور کون اُس پر چل رہا ہے-

۱۱۹ (اِس معیار کی روشنی میں تم اِن اہلِ کتاب کے اس اعتراض کا جائزہ لو جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے بعض ایسی چیزوں کو حلال کیوں قرار دے دیا جنہیں وہ حرام سمجھتے ہیں- حرام اور حلال کا معیار، خدا کی وحی ہو سکتی ہے، کسی کا اپنا مسلک نہیں ہو سکتا، خواہ اُس مسلک پر چلنے والوں کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو)-

لہٰذا، اگر تم قوانینِ خداوندی (قرآن) پر ایمان رکھتے ہو تو (جن چیزوں کو خدا نے حلال قرار دیا ہے ان میں سے) جن پر خدا کا نام لیا جائے[1] اُنہیں نہایت اطمینان سے کھاؤ-

---

[1] اس سے مقصد جانوروں کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا ہے- (۲۲/۳۶-۴۰)

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۲۰ جب خدا نے تمہیں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ کون کون سی چیزیں حرام ہیں —— اور وہ بھی مجبوری کی حالت میں جائز قرار پا جاتی ہیں۔ (۲/۱۷۳ : ۶/۱۴۶) - تو جن چیزوں کو اُس نے حلال وطیب قرار دیا ہے اُن پر اللہ کا نام لے کر کھانے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟ (انہیں اگر خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہیں)۔ یہ لوگ جو اِس طرح کی باتیں کرتے ہیں (کہ فلاں چیز پہلے یہودیوں کے ہاں حرام تھی۔ اب تم اسے حلال کیوں قرار دیتے ہو) تو ان کی کوئی بات وحی کے علم ویقین پر مبنی نہیں۔ محض ان کے ذاتی خیالات ہیں جن کی بنا پر یہ تمہیں صحیح راستے سے بہکانا چاہتے ہیں۔ خدا نے حرام وحلال کی جو حدیں باندھی تھیں اُن لوگوں نے اُن حدوں کو از خود آگے بڑھا دیا۔ اب اس بات کا پورا پورا علم وحیِ خداوندی (قرآن) میں دیا گیا ہے کہ حرام وحلال کی صحیح حدود کونسی ہیں اور کون ان حدوں سے آگے بڑھ رہا ہے۔

۱۲۱ پھر اِس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ رکھو کہ جن باتوں سے روکا جائے اُن سے محض رسمی طور پر مت رکو، بلکہ اُس ممانعت کی اصل ودرج کو بھی پیشِ نظر رکھو۔ یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو سمجھتے ہیں کہ احکام کی صرف ظاہرا پیروی ہی مقصود ہے، ان کی غرض وغایت سے کچھ واسطہ نہیں۔ نہ ہی اُن میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ احکام کے صرف باطنی مفہوم کا تتبع مقصود ہے، ظواہر کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ دونوں غلطی پر ہیں۔ جن باتوں کو ناجائز قرار دیا گیا ہے —— اس لئے کہ ان سے تمہاری ذات میں اضمحلال واقع ہوتا ہے —— اُن کے ظاہر وباطن دونوں سے بچنا ضروری ہے تاکہ تمہارے فکر وعمل میں پاکیزگی اور پختگی پیدا ہو۔ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کریں گے، اس کا نتیجہ انہیں یقیناً بھگتنا پڑے گا۔

۱۲۲ بنا بریں یہ نہ کہو کہ کسی چیز کو خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے سے کیا بگڑتا ہے۔ اور اس پر خدا کا نام لے دینے سے کیا سنورتا ہے۔ وہ چیز دونوں صورتوں میں یکساں

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَإِذَا جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ

رہتی ہے ـــــ اس سے ایک گہرا نفسیاتی اثر ہوتا ہے جس سے انسان کے قلب میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لہذا، جس چیز پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ[1]۔ یہ چیز تمہیں صحیح راستے سے دوسری طرف لیجائے گی۔ مخالفین کی جماعت کے سرغنے اپنے رفقاء کو اکساتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے ان باتوں میں اُلجھتے جھگڑتے رہیں (اور کوشش کریں کہ تم ان کی بات مان جاؤ)۔ اے جماعت مومنین! اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم بھی، انہی کی طرح مشرک ہو جاؤ گے

۱۲۳ تم اپنی اور ان کی حالت کا موازنہ یوں کرو کہ ایک شخص مردہ ہو۔ اُسے از سر نو زندگی عطا ہو جائے، اُس کے بعد اُسے ایسی نورانی قندیل دے دی جائے جس سے وہ خود بھی روشنی میں چلے اور دوسروں کو بھی صحیح راستے پر چلائے۔ اس کے برعکس، دوسرا شخص ہے جو سخت تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے، اور ان سے نکلنا نہیں چاہتا۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں ـــــ یہی حالت ان صداقت سے انکار کرنے والوں کی ہے۔ انہیں چمگادڑ کی طرح اندھیرا بہت اچھا لگتا ہے اور روشنی آنکھوں میں کھٹکتی ہے۔ اس لئے یہ، وحیِ خداوندی کے بجائے اپنے خود ساختہ معتقدات و رسومات میں خوش رہتے ہیں۔

۱۲۴ یہ ہے وہ نفسیاتی کیفیت جس کی بنا پر ہمیشہ یہ ہوتا رہا کہ جہاں کسی نے خدا کے عالمگیر نظام ربوبیت کی دعوت دی، وہاں کے اکابر مجرمین نے اس دعوت کی مخالفت کے لئے منصوبے باندھنے شروع کر دیئے۔ اگر وہ ذرا بھی عقل و شعور سے کام لیتے تو اُن پر یہ حقیقت کھل جاتی کہ اُن کی اس منصوبہ بندی میں خود اُن کا اپنا نقصان تھا۔ اس لئے کہ نظامِ خداوندی کا قیام ان کی بہتری کے لئے تھا۔ (اگر کسی گاؤں کے لوگ اپنے ہاں ہسپتال بنانے کی مخالفت کریں تو یہ مخالفت خود اُن کے اپنے مفاد کے خلاف ہو گی)۔

۱۲۵ پھر ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب ان کی طرف ہماری کوئی وحی آتی ہے تو یہ کہتے ہیں

[1] یعنی جانور پر ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لیا جائے (۱۲۱/۶) یا جس چیز کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیا جائے وہ حرام ہو جائے گی۔

نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ ہم تو اِس پر صرف اُس صورت میں ایمان لائیں گے کہ جس طرح رسولوں پر وحی نازل ہوتی ہے اُسی طرح ہم پر بھی براہ راست وحی نازل ہو۔ (اِن سے کہدو کہ خارجی دنیا میں تو خدا کا قانون یہی ہے کہ وہ ہر نوع کے ہر فرد کو براہ راست وہ راہ نمائی دے دیتا ہے جس کے مطابق اُس نے زندگی بسر کرنی ہوتی ہے' لیکن انسانی دنیا میں اُس کا یہ پروگرام نہیں۔ یہاں یہ قاعدہ ہے کہ ایک منتخب فرد کو وحی دی جاتی ہے اور وہ اس وحی کو دوسرے انسانوں تک پہنچاتا ہے (۴۲/۵۱)۔ اور یہ بات ان کی مرضی پر چھوڑتا ہے کہ وہ چاہے اُسے تسلیم کرلیں اور چاہے اُس سے انکار کردیں۔ اگر ہر فرد کو براہ راست وحی دی جائے' تو اشیائے کائنات کی طرح' انسان بھی اُس وحی کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے اور عقل و فکر کو کام میں لاکر صحیح فیصلہ کرنے کا سوال باقی نہ رہے' حالانکہ یہی چیز باعث شرفِ انسانیت ہے)۔

اِس مقصد کے لئے خدا خوب جانتا ہے کہ وہ کونسا فرد ہے جسے اس بلند منصب (یعنی وحی دیئے جانے) کے لئے منتخب کرنا چاہیئے (۳/۱۵)۔

لیکن یہ سب ان کی کٹ حجتیاں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ناجائز کمائی کا لہو کچھ اس طرح اِن کے مُنہ کو لگ گیا ہے کہ یہ اُسے چھوڑنا چاہتے ہی نہیں۔ اِن سے کہدو کہ تم جو جی میں آئے کر دیکھو' تمہیں ایک دن' اِس نظام کے آگے جھکنا پڑے گا' اور اُس وقت تمہیں ان سازشوں کی سخت سزا ملے گی۔

۱۲۶ (اِس قسم کی دونوں جماعتیں شروع سے چلی آرہی ہیں ـــــــــ یعنی ماننے والوں کی اور مخالفت کرنے والوں کی ـــــــــ اور یہ کچھ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے)۔ وہ قانون یہ ہے کہ جو شخص تعصب اور کم ظرفی کو چھوڑ کر' اپنی نگاہوں میں اتنی وسعت اور سینے میں اتنی کشادگی پیدا کرلے کہ اسلام کے حقائق پر کھلے دل سے غور و فکر کر سکے' اس پر صحیح راستہ واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص تعصب اور تنگ نظری سے کام لے' اس پر یہ راہ واضح نہیں ہوتی۔ تعصب سے اُس کا سینہ اِس قدر تنگ ہو جاتا ہے کہ حق کا قبول کرنا کسے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

نزدیک بڑی سخت گھاٹی پر چڑھنے کے مرادف ہوجاتا ہے' جہاں قدم قدم پر اس کا سانس پھول جائے (۹۰/۱۲–۱۱)۔

جو لوگ عقل و فکر سے کام نہ لیں اور یونہی وحی کی صداقت سے انکار کئے جائیں (۲/۴) اُن پر بات واضح ہو نہیں سکتی۔ ان کے لئے معاملہ ہمیشہ مشتبہ رہتا ہے (۱/۱۰۰)۔

۱۲۶ اِن کے برعکس' جو لوگ عقل و فکر سے کام لے کر وحی کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں' وہ تیرے نشوونما دینے والے کی طرف سے متعین کردہ سیدھی اور متوازن راہ پر چلتے ہیں۔

دیکھو! ہم اپنے قوانین و حقائق کو' اُن لوگوں کے لئے جو انہیں پیش نظر رکھنا چاہیں' کس قدر واضح طور پر بیان کر دیتے ہیں۔

۱۲۸ یہ وُہ لوگ ہیں جن کے حسنِ عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے' ہر طرح کی سلامتی نصیب ہوتی ہے' اور قانونِ خداوندی کی کارسازی اور رفاقت اُن کے حصے میں آجاتی ہے۔

۱۲۹ جب وہ نظام قائم ہوگا تو ان مخالفین کی تمام پارٹیاں اکٹھی کی جائیں گی شہری لوگ جو اسکیمیں بنایا کرتے تھے' اور بدوی' جو ان اسکیموں کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے دست و بازو بنا کرتے تھے — ان بدوی لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم نے ان شہری پارٹیوں سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اور اُن پارٹیوں کے سرغنے اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہوں گے کہ ہم اس دعوت کی مخالفت میں ایک دوسرے کو استعمال کیا کرتے تھے تاآنکہ وہ وقت آپہنچا جو ہمارے اعمال کے ظہورِ نتائج کے لئے مقرر تھا (اور آج ہم اِس طرح بندھے کھڑے ہیں)۔ اُن سے کہا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ تباہیوں کا وہ جہنم ہے جس میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اس میں تبدیلی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہو سکتی ہے۔ اور ایسا ہوگا نہیں[1]۔ وہ قانون یکسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

---

[1] قرآنی اسلوب یہ ہے کہ جہاں اِلّا کے بعد مَا شَاءَ اللہ وغیرہ آئے' جس سے مقصود مشیتِ خداوندی ہوتی ہے' تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے کہا گیا ہے' اُس کے خلاف کبھی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۱۶۱۸ عنوان (ن۔ س۔ ی)۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَرَبُّكَ

۱۳۰ اس طرح ہم سرکش لوگوں کی مختلف پارٹیوں کو اُن کے مشترکہ جرم کی بنا پر ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا کرتے ہیں۔ اور یوں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے ایک ہی بن جاتے ہیں۔

۱۳۱ ہم اُس دن، اِن دونوں گروہوں —— بدویوں اور شہریوں —— سے پوچھیں گے کہ کیا تمہاری طرف ہمارے پیغمبر نہیں آتے تھے جو تمہارے اپنے ہی بھائی بند تھے۔ کوئی غیر نہیں تھے۔ وہ تمہارے سامنے ہمارے قوانین پیش کرتے تھے اور تمہیں آگاہ کیا کرتے تھے کہ ایک دن تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے سامنے آکر رہیں گے (۳۹/۶)۔ اس پر وہ اقرار کریں گے کہ یہ ٹھیک ہے۔ اس کے لئے کسی خارجی شہادت کی بھی ضرورت نہیں، ہم خود اپنے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ صداقت تو ان لوگوں کے سامنے آجاتی ہے اور اسے پہچاننے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ لیکن طبیعی زندگی کے پیش پا افتادہ مفاد کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دیتی ہے اور وہ اس کے فریب میں آجاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج ان کے سامنے آتے ہیں تو اُس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ اپنے خلاف آپ شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے حق و صداقت کا انکار کر کے واقعی جرم کیا تھا۔

۱۳۲ (یہ سب کچھ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ) تیرا رب یہ نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اس کا تو علم ہی نہ دیا جائے کہ وہ کون سے قوانین ہیں جن کے انکار سے تباہی آتی ہے، اور انہیں، اِس جرم کی پاداش میں تباہ کر دیا جائے کہ تم نے ان قوانین سے انکار کیوں کیا تھا۔ ایسا کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اور خدا کسی پر زیادتی نہیں کیا کرتا۔

۱۳۳ ہمارے قانون کی رُو سے، سزا اور جزا عمل کے مطابق ملتی ہے، اور عمل ہی کے مطابق ہر ایک کا درجہ متعین ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہم نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ کسی کا کوئی عمل، ہمارے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہنے پائے۔

الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿۱۳۴﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳۶﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۳۷﴾

---

۱۳۴ ان سے کہدو کہ خدا کا نظام کسی خاص قوم کا محتاج نہیں کہ وہ اُسی کے ہاتھوں قائم ہوگا۔ کسی اور کے ہاتھوں قائم نہیں ہو سکے گا۔ وہ اپنی مہربانی سے ہر قوم کو نشو و نما حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اِسی طرح اُس نے تمہیں بھی مواقع بہم پہنچائے ہیں اگر تم اُس کے قانون کے مطابق' اِن مواقع سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے اور اپنے اندر زندہ رہنے کی صلاحیت' پیدا نہیں کروگے' تو وہ تمہیں زندہ قوموں کی صفُ سے نکال دے گا اور تمہاری جگہ کوئی اَور قوم لے لیگی۔ جس طرح اُس نے تمہیں (بنی اسرائیل کی تباہی کے بعد) ایک دوسری قوم (بنی اسماعیل) کی نسل سے اٹھا کھڑا کیا ہے۔

۱۳۵ (اِسے بگوشِ ہوش سُن لو کہ ہماری یہ تنذیر خالی دھمکی نہیں)۔ جو کچھ تم سے کہا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ تم ہمیں ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتے' تم ہمیں بے بس نہیں کر سکتے۔

۱۳۶ ان سے کہدو کہ (اس باب میں کسی بحث و تمحیص' یا جھگڑے جھمیلے کی ضرورت نہیں)۔ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جاؤ۔ میں اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتا ہوں۔ اس کے بعد نتائج خود بتا دیں گے —— اور بہت جلد بتا دیں گے —— کہ آخر الامر دنیا میں کامیابی کسے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ خدا کا اٹل قانون ہے کہ جو قوم انسانیت کے حقوق میں کمی کرتی ہے اس کی کھیتی کبھی بار آور نہیں ہو سکتی۔

۱۳۷ (یہ لوگ بھلا تمہارے مقابلے میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں' جن کی جہالت کا ابھی تک یہ عالم ہے کہ انہوں نے عجیب و غریب قسم کے عقائد و رسومات وضع کر رکھے ہیں جو یکسر توہم پرستی پر مبنی ہیں۔ مثلاً) یہ لوگ اُس فصل میں سے' اور اُن مویشیوں میں سے' جو خود خدا کے پیدا کردہ ہیں' ایک حصّہ الگ کر لیتے ہیں اور' بزعم خویش' کہتے ہیں کہ یہ حصّہ خدا کا ہے۔ اسی طرح' ایک اور حصّہ الگ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

(خدا کے) شریکوں کا ہے۔ جو حصّہ اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لئے مختص کرتے ہیں اسے ان کے پیر پروہت لے جاتے ہیں۔ اس میں سے اللہ تک کچھ نہیں پہنچتا۔ (یعنی خدا کے مستحق بندوں کو نہیں ملتا)۔ اور جو حصّہ اللہ کے لئے نکالتے ہیں وہ بھی ان کے پیر پروہت یہ کہہ کر لیجاتے ہیں کہ ہم اسے اللہ تک پہنچا دیں گے۔ اِس طرح نام تو اللہ کا لیتے ہیں اور لے جاتے ہیں اِن کے وہ پروہت جو معبودانِ باطل کے نمایندے بنتے ہیں۔

ذرا سوچئے کہ ان کے یہ عقائد کس قدر بُرے ہیں ؟

۱۳۸ یہیں تک بس نہیں۔ ان کی توہم پرستی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ جنہیں یہ خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں ان کے متعلق اِن کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ہم اُن کے حضور اپنی اولاد قربان کر دیا تو یہ بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ (یہ سب ان کے مذہبی پیشواؤں کی کارستانیاں ہیں جو اس قسم کی توہم پرستیوں کو دینِ خداوندی کا نقاب اوڑھا کر پیش کرتے ہیں' اور سادہ لوح عقیدتمندوں کے ہاتھوں) ان کی اولاد جیسی عزیز شے کو ہلاک کرا دیتے ہیں۔

(ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں کو دیکھ کر تمہارا جی بہت کڑھتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ یہ اس قسم کے عقائد کو چھوڑ کر صحیح دین اختیار کر لیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' یہ کچھ افہام و تفہیم کے ذریعے کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر ان کو مجبوراً سیدھے راستے پر چلانا مقصود ہوتا تو) ان کی کیا مجال تھی کہ یہ اس قسم کی حرکات کرتے (لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے تم ان تک ہمارا پیغام پہنچاتے رہو اور اس کے بعد) انہیں' مع ان کے خود تراشیدہ عقائد و مسالک کے ان کے حال پر چھوڑ دو۔

۱۳۹ (ان کی جہالت آمیز رسموں کا کیا پوچھتے ہو!) یہ' اپنے مویشیوں اور کھیتی میں سے کچھ حصہ الگ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے کوئی نہیں کھا سکتا بجز اُن کے جنہیں ہم' اپنے عقیدے کے مطابق کھلانا چاہیں۔ اسی طرح' یہ بعض جانوروں کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ (یہ فلاں پیر کا اونٹ ہے) اس پر کوئی سواری نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بعض جانور ہیں جنہیں

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۴۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

ذبح کرتے وقت یہ اللہ کا نام نہیں لیتے (ان کا نام لیتے ہیں جن کے لئے انہیں بطور نذر نیاز ذبح کیا جاتا ہے)۔

اب عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ان کے اس قسم کے خود تراشیدہ عقائد و رسومات کے نتائج ان کے سامنے آجائیں گے۔ اب جہالت اور توہم پرستی کا دَور جانے والا ہے۔

۱۴۰ اسی طرح ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ فلاں جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے صرف مرد کھا سکیں گے عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوگا۔ لیکن اگر وہ بچہ مُردہ پیدا ہو تو اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہو سکتے ہیں۔

اب عنقریب انہیں ان کی ان توہم پرستیوں کی سزا ملے گی (اور خدا کا وہ دین عام ہو جائیگا جو) یکسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۴۱ ذرا سوچئے کہ جو لوگ، ایسے باطل عقائد کی بنا پر محض جہالت اور حماقت سے اپنی اولاد جیسی متاعِ عزیز کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیتے ہیں، اور جو کچھ اللہ نے کھانے پینے کو دیا ہے اسے محض اپنی افترا پردازیوں سے اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہیں، اور پھر ان توہمات کو منسوب کرتے ہیں خدا کی طرف تو ایسے لوگ اپنا کس قدر نقصان کرتے ہیں؟

جو لوگ اس طرح جہالت اور توہم پرستیوں کے غلط راستوں پر آنکھ بند کئے چلتے جائیں اُن پر زندگی کی صحیح راہیں کس طرح کھل سکتی ہیں؟

۱۴۲ (یہ ہیں ان کے دیوی دیوتا اور پیر پروہت۔ ان کے برعکس) خدا کی ذات وہ ہے جس نے (تمام انسانوں کی پرورش کے لئے) باغات کا سلسلہ پھیلا دیا ہے۔ بعض بڑے بڑے مضبوط درخت جو بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہیں۔ بعض نرم و نازک (انگور کی سی) بیلیں جو ٹٹیوں پر چڑھائی

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۚ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

جاتی ہیں۔ نیز سربفلک کھجوروں کے پیڑ۔ اور مختلف پیداوار والی کھیتیاں۔ اور زیتون اور انار ––– ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی اور الگ تھلگ بھی۔

جب یہ درخت ثمربار ہوں تو ان کے پھل شوق سے کھاؤ۔ اور اس میں سے "خدا کا حق" دیدیا کرو (یعنی اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد باقی دوسرے انسانوں کی پرورش کے لئے عام کردو – $\frac{2}{219}$ – اور اپنی ضروریات کے تعین میں بھی) اسراف سے کام نہ لو۔ خدا اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۱۴۳ اور دیکھو! اُسی خدا نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کر دیئے ہیں ––– کچھ بلند قامت۔ جو بوجھ لادنے کے کام آتے ہیں۔ اور کچھ پست قامت (زمین سے لگے ہوئے)۔

جو کچھ اُس نے تمہارے لئے سامانِ رزق پیدا کیا ہے اُسے شوق سے کھاؤ۔ لیکن اپنے حیوانی سطح کے جذبات کے پیچھے نہ لگو (جن کا تقاضا یہ ہے کہ سب کچھ اپنے لئے سمیٹ کر رکھ لو)۔ ایسا کرنا عالمگیر انسانیت سے کھلی ہوئی دشمنی ہے ––– نہ ہی توہم پرستی میں پڑو۔

۱۴۴ ان توہم پرستوں سے پوچھو کہ خدا نے اُن مویشیوں میں سے (جو تمہارے ہاں عام طور پر پائے جاتے ہیں) آٹھ قسمیں پیدا کی ہیں ($\frac{39}{6}$)۔ بھیڑ۔ نر اور مادہ ––– اور بکری۔ نر اور مادہ (باقی چار کا ذکر آگے آتا ہے)۔ ان سے پوچھو کہ (تم نے جو حرام اور حلال کی فہرستیں از خود مرتب کر رکھی ہیں اُن کی کوئی خدائی سند بھی ہے؟) خدا نے کہیں بھی یہ کہا ہے کہ ان (بھیڑ بکریوں) کے نر حرام ہیں (اور مادہ حلال) یا مادہ حرام ہیں (اور نر حلال)۔ یا اُن بچوں کو حرام قرار دیا ہے جو ان کے پیٹ میں ہوں۔ ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اِس دعوے میں سچے ہو (کہ تمہاری حرام اور حلال کی فہرستیں خدا کی مرتب کردہ ہیں) تو مجھے بتاؤ کہ تمہارے پاس اِس کی سند کیا ہے؟

۱۴۵ اسی طرح خدا نے نر اور مادہ اونٹ پیدا کئے ہیں اور گائے اور بیل بھی۔ (یہ سب مل کر آٹھ نر

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۶﴾ وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور مادہ ہو گئے۔ یعنی چار نر اور چار مادہ)۔ اِن سے پوچھو کہ کیا ان میں سے بھی خدا نے نروں کو حرام کیا ہے یا مادینوں کو۔ یا ان بچوں کو جو ان کے پیٹ میں ہوں۔ (تم جو کہتے ہو کہ تمہاری حرام و حلال کی تقسیم خدائی تقسیم ہے تو بتاؤ کہ) جب خدا نے ایسا حکم دیا تھا تو تم اُس وقت موجود تھے؟ (اے اِن کے مذہبی پیشواؤ! تم سوچو کہ) تم جو بغیر علم و سندِ خداوندی کے لوگوں کو اس طرح گمراہ کرتے ہو اور اپنی خود ساختہ فہرستوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو تو اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور ایسے اکابر مجرمین قانونِ خداوندی سے کس طرح ہدایت حاصل کر سکتے ہیں؟

۱۴۶ ان سے کہو کہ (حرام و حلال کا اختیار صرف خدا کو ہے)۔ اُس نے میری طرف جو کچھ وحی کیا ہے، میں اس میں کسی چیز کو جسے عام طور پر لوگ کھاتے ہیں، حرام نہیں پاتا، بجز (ان چار چیزوں کے۔ یعنی) مردار۔ بہتا ہوا لہو۔ خنزیر کا گوشت۔ جسکم خداوندی کے علی الرغم، ان کا کھانا شرفِ انسانیت کی نشوونما کے روک دینے کا باعث اور غلط راستوں کی طرف لیجانے کا موجب ہے۔ نیز جس (حلال) چیز کو خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ (یہ چیزیں حرام ہیں۔ انہیں مت کھاؤ، بجز اس کے کہ) اگر کوئی شخص (حلال چیزوں کے نہ ملنے کی وجہ سے) مجبور ہو جائے، اور اسکی نیت قانون شکنی یا ہوس پروری کی نہ ہو، اور وہ اپنی اضطراری ضرورت سے آگے نہ بڑھے (تو اپنی جان کی حفاظت کے لئے ان چیزوں میں سے جو میسر آجائے اسے کھا سکتا ہے)۔ ایسی حالت میں، اِن چیزوں کے کھانے سے تمہاری ذات پر جو مضر اثرات مرتب ہوں گے، قانون کے احترام کا محکم احساس تمہیں ان اثرات سے محفوظ رکھے گا اور تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما بدستور ہوتی رہے گی۔ (۲/۱۷۳ ؛ ۵/۳)۔

۱۴۷ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی، بجز اُس چربی کے جو ان جانوروں کی پیٹھ یا انتڑیوں کے ساتھ لگی ہو۔ یا جو ہڈیوں کے اندر ملی ہو۔ (تو یہ چیزیں عام حالات میں حرام نہیں تھیں۔ بات یہ تھی کہ) انہیں اُن کی قانون شکنی کی سزا دی گئی تھی، اور بطور سزا اِن چیزوں کو حرام قرار

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٨﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٥٠﴾

دیدیا گیا تھا (۴/۱۶۰)- یہ ہے اصل واقعہ (لہذا' ان کا یہ اعتراض کہ جن چیزوں کو خدا نے پہلے حرام قرار دیدیا تھا' اب انہیں کیسے حلال قرار دیا جا رہا ہے' بے بنیاد ہے)-

۱۴۸ لیکن اگر اس تبیانِ حقیقت کے بعد بھی یہ لوگ نہ مانیں' اور تمہیں جھٹلاتے چلے جائیں- (اور کہیں کہ نہیں! یہ تمام چیزیں حرام ہیں) تو ان سے کہدو کہ خدا تو اپنی ربوبیت اور مرحمت کے دامن کو وسیع رکھنا چاہتا ہے- (لیکن اگر تم' اس کے باوجود' اسے سکیڑنا چاہتے ہو' اور اپنے ہاں کی حرام چیزوں کو اب بھی حلال نہیں تصور کرنا چاہتے' اور اس طرح اپنی سزا کی مدت کو ختم کرنے پر رضامند نہیں ہوتے' تو تمہاری مرضی)- جو خود مجرم بنے رہنا چاہے' اس سے سزا کیسے ٹل سکتی ہے! (جو اپنا دروازہ بند رکھنا چاہے' اس کے کمرے میں روشنی کیسے آسکتی ہے؟)-

۱۴۹ یہ لوگ جب چاروں طرف سے لاجواب ہوجاتے ہیں اور اپنے مسلک کے جواز میں کوئی سند یا دلیل پیش نہیں کرسکتے' تو پھر یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ (دنیا میں خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا)- اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم یا ہمارے آبار واجداد کبھی شرک نہ کرتے- نہ ہی کسی شے کو حرام قرار دیتے (اس لئے اس میں ہمارا کیا قصور ہے- یہ سب مرضیٔ مولا ہے)-
یہ بات بھی کچھ نئی نہیں- ان سے پہلے لوگ بھی اس قسم کی کٹ حجتیوں سے حقیقت کو جھٹلاتے رہے' تاآنکہ انہوں نے' اپنی غلط روش کے نتیجہ میں' ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا- ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پاس اس دعوے کی کوئی دلیل ہے (کہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں- یہ مجبور محض ہے- جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے)- اگر ہے تو اسے پیش کرو- (۳۶/۴۷ ؛ ۴۳/۲۰)- حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں- تم محض ظن و قیاس کے پیچھے چلتے اور اٹکلیں دوڑاتے رہتے ہو-

۱۵۰ ان سے کہو کہ محکم اور حقیقت رس دلیل صرف ایک ہے- اور وہ ہے وحیٔ الٰہی کی دلیل- (اگر تمہارے پاس وہ دلیل ہے تو اسے پیش کرو- باقی رہا مشیت کا مسئلہ تو) اگر خدا

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

چاہتا تو وہ تمہیں بھی کائناتی قانون کے تابع رکھتا (اور اختیار و ارادہ نہ دیتا) — اس صورت میں تم بھی (جبراً و قہراً) سب کے سب اُس کے قانون کے مطابق چلتے۔ (لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ اُس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے تمہیں صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا ہے)۔

۱۵۱ اِن سے کہو کہ ذرا اُن لوگوں کو سامنے تو لاؤ جو اس کی گواہی دیں کہ ان چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا تھا۔ (اگر یہ اپنے احبار و رہبان کو لائیں، تو اُن سے اس باب میں خدا کی سند مانگو۔ اگر وہ اس پر بھی اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو تم ان سے کہدو کہ) ہم تمہارے ساتھ، اس غلط مسلک کے صحیح ہونے کی شہادت نہیں دے سکتے۔

جو لوگ دینِ خداوندی کی تکذیب کریں، مستقبل کی زندگی اور خدا کے قانونِ مکافات پر یقین نہ رکھیں (کیونکہ اگر انہیں اس قانون پر یقین ہو تو وہ یہ کچھ کریں ہی کیوں؟) اور اپنی خودساختہ شریعت کو وحیِ خداوندی کا درجہ دیدیں۔ تم ان کے مسلک کی پیروی مت کرو۔

۱۵۲ (یہ تو رہا کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق۔ اس کے بعد) ان سے کہو کہ آؤ! میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے نشوونما دینے والے نے تم پر کن باتوں کو واجب قرار دیا ہے۔ یہ کہ

(۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھیراؤ۔ (یعنی اس کے قانون کے ساتھ کسی اور کے قانون کو واجب الاتباع نہ سمجھو۔ اطاعت صرف خدا کے قوانین کی کرو)۔

(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (وہ بڑھاپے کی وجہ سے تمہاری نگرانی اور مدد کے محتاج ہیں۔ ان کی مدد کرو اور اس طرح جو کمی اُن میں آگئی ہے اسے پورا کر دو)۔

(۳) اپنی اولاد کو، اس خدشہ سے کہ اُن پر خرچ کرنے سے تم غریب ہو جاؤ گے، صحیح تعلیم و تربیت اور نشوونما سے محروم نہ رکھو[1]۔ ہمارا نظام اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ تمہارے لئے

[1] قتل کے بنیادی معنی مار ڈالنا، اور ذلیل و خوار کرنا، دونوں ہیں۔ یہاں (نیز ۱۷/۳۱ میں) کہا یہ گیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو مفلسی کے
(باقی نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور تمہاری اولاد کے لئے سامانِ زیست مہیا کرے گا۔ (۱۷/۳۱)۔

(۴) بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکو — خواہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی ہو یا پوشیدہ۔

(۵) کسی جان کو، جسے خدا نے واجب الاحترام قرار دیا ہے، ناحق قتل مت کرو (ناحق قتلِ نفس بڑا سنگین جرم ہے۔ ۱۷/۳۳)۔

یہ ہیں وہ اہم امور جن کا تمہیں خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر اُن پر کاربند رہو۔

۱۵۲

اس کا یہ بھی حکم ہے کہ

(۶) یتیموں کے مال کو ہاتھ تک نہ لگاؤ، اِلّا یہ کہ خود اُن کے فائدے اور نگہداشت کے لئے عمدہ طریق سے کچھ خرچ کرنا پڑے۔ یہ بھی اُس وقت تک کہ وہ جوانی کی عمر کو نہ پہنچیں۔ (۴/۶ ؛ ۱۷/۳۴)۔

(۷) ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ (یعنی معاشی معاملات میں ہمیشہ حق اور انصاف کو پیش نظر رکھو۔ ۱۷/۳۵ ؛ ۸۳/۱-۳)۔

یاد رکھو! ان احکام سے یہ نہ سمجھو کہ تم پر خواہ مخواہ پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ بات یہ نہیں۔ ہمارے احکام اور قوانین کا تو مقصد یہ ہے کہ انسانی ذات میں وسعتیں پیدا ہوں — صحیح

ڈر سے قتل نہ کرو"۔ جہاں تک تاریخ بتاتی ہے جاہلیہ عرب میں، ایک آدھ قبیلہ کے سوا، مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے کا رواج کہیں نہیں ملتا۔ البتہ، شرم کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی شہادت ملتی ہے۔ اور قرآن کریم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (مثلاً ۱۶/۵۹ ؛ ۸۱/۸-۹ میں)۔ اس اعتبار سے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر، افلاس کے ڈر سے، اولاد کو مار ڈالنے کا ذکر نہیں۔ انہیں صحیح تعلیم و تربیت نہ دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے ہم نے اس مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ اس مفہوم کی رُو سے، یہ حکم کسی خاص قوم یا زمانہ سے مختص نہیں رہتا۔ اس کا اطلاق عمومی ہو جاتا ہے۔ جہاں تک کسی کو مار ڈالنے کا تعلق ہے، اس کی بابت اسی مقام پر الگ کہا گیا ہے۔ اولاد کا مار ڈالنا اسی میں آ جائے گا۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰي طَاۗىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾

قوانین کی پابندی سے انسانی ذات کی نشو ونما ہوتی ہے (۲/۲۸۶ ؛ ۴/۴۲ ؛ ۲۳/۶۲)۔

(۸) اور تم جب بھی کوئی بات کہو' عدل کو سامنے رکھو' خواہ اس کی زد تمہارے کسی قریبی رشتہ دار پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔

(۹) اپنے اُس عہد و پیمان کو پورا کرو جو تم نے 'مومن ہونے کی جہت سے' اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے (۵/۱)۔

یہ ہیں وہ احکام جنہیں خدا اس لئے بیان کرتا ہے کہ تم انہیں' زندگی کے ہر گوشے میں اپنے سامنے رکھو۔

۱۵۳ (ان سے کہدو کہ) یہ ہے تمہارے خدا کی مقرر کردہ' توازن بدوش راہ' جو تمہیں سیدھی منزلِ مقصود تک لے جائے گی۔ میں بھی اسی راہ پر چلتا ہوں۔ تم بھی اسی پر چلو۔ اسے چھوڑ کر اور راستوں کو اختیار نہ کرو۔ وہ تمہیں خدا کی راہ سے الگ کردیں گے۔ اُس نے تمہیں اِسکا اسلئے حکم دیا ہے کہ تم زندگی کے تمام خطرات سے محفوظ رہ کر' امن و سلامتی سے اپنے نصب العین تک جا پہنچو۔

۱۵۴ (ان سے یہ بھی کہدو کہ) ہم نے' اِس سے پیشتر' موسیٰ کو بھی' اسی قسم کا ضابطۂ قوانین دیا تھا تاکہ اُس کے ذریعے' اُس قوم پر اتمامِ نعمت کردیا جائے جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرے۔ اُس میں تمام ضروری احکام کو الگ الگ کرکے' نکھار کر بیان کردیا گیا تھا۔ اُس میں صحیح راہ نمائی اور انسانی ذات کی نشو و نما کا سامان تھا۔ یہ سب اِس لئے دیا گیا تھا کہ وہ قوم' خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر یقین رکھے۔

۱۵۵ اب اُس کے بعد' یہ مبارک کتاب (قرآن کریم) دی گئی ہے۔ پس اب تم سب اسکا اتباع کرو اور تخریبی راستوں سے بچتے رہو' تاکہ تمہاری انسانی صلاحیتوں کی نشو و نما ہو سکے۔

۱۵۶ یہ کتاب اس لئے بھی تمہاری طرف نازل کی گئی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے' یہود و نصاریٰ

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

کی طرف جو کتاب بھیجی گئی تھی ہم اُس کے پڑھنے پڑھانے سے ناواقف تھے۔

۱۵۸ یا تم یہ کہو کہ اگر ہماری طرف بھی ضابطۂ قوانین بھیجا جاتا تو ہم ان سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ بن کر دکھاتے۔

لہٰذا تمہاری طرف (بھی) تمہارے نشو ونما دینے والے کی طرف سے وہ کتاب آگئی جس میں واضح دلائل ہیں۔ اس میں (سفرِ زندگی کے لئے) صحیح راہ نمائی ہے اور انسانی ذات کی نشو ونما کا پورا پورا سامان۔

اب بتاؤ کہ اُس سے زیادہ بدبخت اور کون ہوگا جو احکامِ خداوندی کو جھٹلائے اور اُن سے منہ موڑ لے۔ لیکن جو لوگ ان سے منہ موڑتے ہیں وہ کسی اور کا نقصان نہیں کرتے۔ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اُن کی اِس روش کا نتیجہ ان کے لئے بدترین قسم کی تباہی ہوگا۔

۱۵۹ (اسقدر وضاحت کے ساتھ سمجھا دینے کے بعد بھی' یہ لوگ جو بات نہیں مانتے تو شاید انہیں اِس کا انتظار ہے کہ اِن پر فرشتے نازل ہوں۔ یا خود خدا ان کے پاس چل کر آئے۔ یا اُس کی طرف سے کچھ محسوس نشانیاں ان کے سامنے آکھڑی ہوں (تو یہ پھر ایمان لائیں)۔

ان سے کہدو کہ جس دن خدا کی "محسوس نشانیاں" سامنے آیا کرتی ہیں' اُسوقت کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوتا جو اس سے قبل ایمان نہیں لایا تھا۔ یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ عملِ خیر نہیں کیا تھا۔ اِن سے کہو کہ تم اِن چیزوں کا انتظار کرو' اور میں اِسکا انتظار کرتا ہوں (کہ تم پر تباہی کی گھڑی کس وقت آتی ہے ؟)۔

۱۶۰ دین' ایک راستے پر چلنے کا نام ہے۔ مختلف راستوں پر چلنے کا نہیں۔ جو لوگ اپنے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ

دین میں تفرقہ پیدا کرلیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں۔ اے رسول! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ قانونِ خداوندی کے سپرد کردو۔ وہی بتائے گا کہ ان کی اس روش کا نتیجہ کیا ہوگا؟ (۳:۱۰۴ ؛ ۳۰:۳۲)۔

(۱۶۱) اِن سے کہدو کہ جو شخص (دین کی وحدت کو قائم رکھتے ہوئے) حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے، اُس کے عمل کے بیج، دس دس گنا پھل لاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی سے بُرائی سرزد ہو جائے تو اس کی سزا، اس کے برابر ہی ہوگی۔ اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔

(۱۶۲) اِن سے کہدو کہ میرے نشوونما دینے والے نے، میری راہ نمائی، زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف کر دی ہے۔ یعنی ایک ایسے نظامِ زندگی کی طرف جو خود بھی (اپنے زورِ دروں کی بنا پر) قائم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے۔ یہ وہی نظامِ زندگی ہے جسے ابراھیمؑ نے، ہر طرف سے منہ موڑ کر اختیار کیا تھا۔ یعنی وہ اس میں، کسی اور روش اور طریقے کو شریک نہیں کرتا تھا۔

(۱۶۳) اِن سے کہدو کہ (اس دین کو، اس انداز سے اختیار کرنے کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ) میرے تمام فرائضِ زندگی اور اُن کے ادا کرنے کے طور طریقے۔ میرا مرنا اور میرا جینا، خدا کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وقف ہے۔

(۱۶۴) میں اس میں کسی اور مقصد، جذبہ، یا خواہش کو شریک نہیں کرتا۔ اسی کا نام توحید ہے۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں نے خود اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔

(۱۶۵) اِن سے کہو کہ کیا (تم چاہتے ہو کہ) میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور نشوونما دینے والے کو تلاش کروں؟ حالانکہ وہ کائنات کی ہر شے کا نشوونما دینے والا ہے۔ انسانی صلاحیتوں کے بارے میں اس کا قانونِ نشوونما یہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل کا ذمہ دار خود ہوتا ہے اور اُس کا نتیجہ اُسے ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کا

كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَ
كُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٦﴾

قدم خود بخود خدا کے قانونِ مکافات کی طرف اٹھتا ہے۔ ہر ایک کے اعمال کے نتائج اس کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ اور وہیں سے اُن معاملات کے فیصلے ہوتے ہیں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

۱۶۶ خدا وہ ہے جس نے اپنے قانونِ مشیت کے مطابق تمہیں (سابقہ اقوام کا) جانشین بنایا ہے۔ اسی کے قانون کے مطابق مختلف اقوام کے مختلف مدارج متعین ہوتے ہیں تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ جس قوم کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ اسے کس مقصد کے لئے کام میں لاتی ہے ($\frac{11}{14}$)۔ خدا کا قانونِ مکافات، اقوام کے اعمال کے نتائج ساتھ کے ساتھ مرتب کئے جاتا ہے۔ لیکن جو اقوام اُس کے قانون کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو کافی مستحکم کر لیتی ہیں، وہ چھوٹی موٹی لغزشوں کے نقصان رساں اثرات سے محفوظ رہتی ہیں، اور ان کی نشو و نما میں فرق نہیں آتا (جو ایسا نہیں کرتیں، وہ تباہ ہو جاتی ہیں)۔
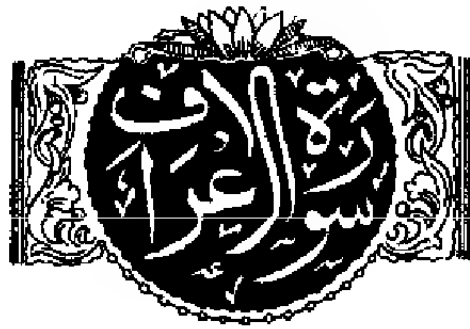
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿٤﴾

---

۱ خدائے علیم و حکیم و بصیر کا ارشاد ہے کہ۔

۲ ہم نے اس ضابطۂ قوانین کو تیری طرف نازل کیا ہے' تاکہ تو اس کے ذریعے غلط راستے پر چلنے والوں کو' ان کی روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دے۔ اور جماعتِ مومنین کو ان کے فرائضِ زندگی کی یاد دلاتا رہے' اور اس طرح یہ ان کے لئے شرف و عروج کا باعث بن جائے۔

اس فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا' لیکن اس کی وجہ سے تمہیں قطعاً گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

۳ اے جماعتِ مومنین! تم اسی ضابطۂ قوانین (قرآن) کا اتباع کرو جسے تمہارے نشوونما دینے والے نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' اور اس کے علاوہ کسی کارساز و رفیق کار کا اتباع مت کرو۔ (انسانوں کے لئے صحیح روشِ زندگی یہی ہے۔ لیکن) بہت تھوڑے ہیں جو اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ (وہ ہدایتِ خداوندی کے ساتھ انسانوں کے فیصلوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ شرک ہے)۔

۴ (ان سے پہلے) کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں (ان کی غلط روی کی وجہ سے ہمارے قانونِ مکافات نے) ہلاک کر دیا۔ اور یہ تباہی' کسی قوم پر ایسے وقت میں آئی جب وہ لوگ رات کو (اطمینان سے) سو رہے تھے' اور کسی پر اس وقت جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

۵ وہ اپنی دولت اور قوت کے نشے میں اس قدر بدمست تھے کہ انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ان پر تباہی آئے گی۔ اور جو شخص انہیں اس سے متنبہ کرتا تھا' اس سے کہتے تھے کہ ہم کون سے ایسے بُرے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہم پر تباہی آئے گی (۱۱/۸۷)۔ لیکن جب اُن پر تباہی کا عذاب آیا تو اُن کی آنکھ کھلی اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم واقعی ظلم اور زیادتی پر اترے ہوئے تھے۔

(یعنی وہ خواب غفلت میں پڑے تھے اور زندگی کے حقائق کی طرف سے یکسر غافل تھے)۔

۶ یقیناً ہم اُن سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف ہم نے اپنے پیغامبروں کو بھیجا تھا (کہ تم نے اس پیغام کو سننے کے بعد کیا کیا تھا)۔ اور خود رسولوں سے بھی پوچھیں گے (کہ تمہاری دعوت کا جواب کیا ملا تھا؟

۷ اور یہ پوچھنا کچھ اس قسم کا نہیں ہوگا جیسے کوئی ناواقف کسی بات کو دریافت کر رہا ہو) یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے کیونکہ ہم کسی وقت بھی غیر حاضر نہیں ہوتے۔ ہم سب کچھ خود بتا دیں گے (کہ اُنہوں نے کیا پہنچایا اور انہوں نے اس کا استقبال کیسے کیا)۔

۸ حقیقت یہ ہے کہ ظہور نتائج کے وقت' ہمارے قانونِ مکافات کی میزان' ہر ایک کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن بتا دیتی ہے۔ جس کے مثبت تعمیری اور صلاحیت بخش اعمال کا پلڑا بھاری ہوتا ہے' وہ

۹ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ (۱۰۱/۶-۸)۔ اور جس کا وہ پلڑا ہلکا ہوتا ہے' تو یہی لوگ ہیں جو اپنا نقصان کرتے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہوتا ہے ہمارے قوانین سے سرکشی برتنے کا۔

۱۰ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں تمکن کیا' اور اس میں تمہاری روزی کا سامان رکھ دیا۔ (یہ سب کچھ بلامزد و معاوضہ عطا کیا)۔ لیکن تم میں بہت کم ہیں جو اس کے قدر شناس ہیں۔ (یعنی بجائے اس کے کہ اس سامانِ زیست کو عالمگیر انسانیت کی نشو و نما کے لئے کھلا رکھیں' اُسے فساد' یعنی ناہمواریاں پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں)۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۱ یہ فساد کس طرح پیدا ہوتا ہے' اس کے لئے تم اپنی سرگزشت پر غور کرو (جسے ہم قصۂ آدم کے عنوان سے' پہلے بھی بیان کر چکے ہیں (۲/۳۸—۳۰) اور جسے مزید تصریحات کے ساتھ پھر دہراتے ہیں)۔

وہ سرگزشت یہ ہے کہ ہم نے تمہاری پیدائش کی ابتدا بے جان مادہ سے کی (۲۳/۱۴)۔ پھر (زندگی کو مختلف ارتقائی مراحل سے گذارتے ہوئے اسے) پیکر بشریت میں لے آئے۔ پھر تم میں ایسی صلاحیتیں رکھ دیں جن کے سامنے کائناتی قوتیں جھک جائیں۔ (تم فطرت کی قوتوں کو مسخر کر لو) لیکن اس کے ساتھ' تمہارے جذبات بھی ہیں کہ (جن کی اگر صحیح تربیت نہ کی جائے تو وہ) تم سے سرکشی اختیار کر لیتے ہیں' اور تم اتنی بڑی قوتوں کے مالک ہونے کے باوجود' بے بس ہو کر رہ جاتے ہو۔

اسے تمثیلی انداز میں یوں سمجھو کہ ملائکہ سے ہم نے کہا کہ آدم کے سامنے جھک جاؤ' تو وہ جھک گئے لیکن ابلیس نے جھکنے سے انکار کر دیا۔

۱۲ ہم نے اس سے پوچھا کہ جب ہم نے تجھے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا' تو وہ کونسی بات تھی جس نے تمہیں اس حکم کی تعمیل سے باز رکھا؟

اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ (آب و گل کے پیکر انسان پر' اس کے تند و تیز جذبات غالب رہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اپنے اندر' وحی کے اتباع سے شرفِ انسانیت کو بیدار کر لیتا ہے' تو پھر وہ اِن جذبات سے مغلوب نہیں ہوتا (۱۵/۴۴—۴۰)۔

۱۳ ہم نے کہا کہ (یہ تمہاری غلط نگہی ہے)۔ یہ چیز (کہ تم میں تندی و سرکشی ہے) تمہاری بڑائی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ تم اس زعمِ باطل کی وجہ سے اپنے مقام سے گر گئے۔ تم نے اپنے آپ کو ذلیل کر لیا۔ سو تم یہاں سے نکل جاؤ۔

۱۴ اس نے کہا کہ (اب اگر میرا اور آدم کا باہمی تصادم رہنا ہے تو) مجھے اس وقت تک انسان کے ساتھ رہنے کی مہلت دیدے جب تک یہ اپنے راستے سے ان موانعات کو دُور نہ کر لے

قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا ۖ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۸﴾ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾

جو اسے آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ اُس وقت اسے ایسی حیاتِ نو مل جائے گی جس میں میرا غلبہ نہیں ہو سکے گا۔ یا جب تک یہ دنیا سے اٹھا نہ لیا جائے۔ (جذبات کی سرکشی اُسی صورت میں دُور ہو سکتی ہے کہ انسانی ذات میں اس قدر استحکام پیدا ہو جائے کہ وہ انہیں غالب نہ آنے دے۔ یہ اِس دنیا میں' انسان کی حیاتِ نو ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ جذبات مرتے دم تک غالب رہتے ہیں)

۱۵ جواب ملا کہ ہاں! تمہیں اُس وقت تک کی مہلت ہوگی۔ (۱۵/۳۵ — ۲۹ : ۳۸/۷۷ — ۷۹)

۱۶ اس نے کہا کہ تو نے جو مجھ پر ہمیشہ کے لئے سعادت کی راہ بند کر دی ہے اور مجھے تباہ و برباد کر دیا ہے تو میں بھی بنی آدم کی گھات میں بیٹھا رہوں گا کہ وہ اُس توازن بدوش راہ سے بھٹک جائیں جو تیری طرف لیجانے والی ہے۔

۱۷ اس کے لئے میں ان پر ہر طرف سے یورش کرونگا —— سامنے سے' پیچھے سے' دائیں سے' بائیں سے۔ پھر تو ان میں اکثر کو دیکھے گا کہ وہ تیری اُن عنایات کے' جو تو نے ان پر ارزاں فرمائی ہیں' قدرشناس نہیں ہوں گے۔

۱۸ خدا نے کہا کہ تو اِس حالت سے نکل جا۔ تو ذلیل' دھتکارا ہوا ہے۔ (سرکش جذبات' جو انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کر دیں' ایسے ہی ہوتے ہیں)۔ جو ان میں سے تیرا اتباع کرے گا' تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (وہ حیوانی سطح پر جئیں گے اور ان کی انسانی صلاحیتیں جھلس کر رہ جائیں گی)

۱۹ انسان (مرد و عورت) کو اس قدر متضاد صلاحیتیں دے کر' دنیا میں بسایا گیا۔ (یعنی ایک طرف اس کی قوتوں کا یہ عالم کہ تمام اشیائے فطرت اس کے سامنے جھک جائیں۔ اور دوسری طرف اس کی یہ کیفیت کہ اپنے سرکش جذبات کو اپنے قابو میں نہ رکھے تو ان کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو جائے)۔

ابتداءً انسانی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ اس کی ضروریات بہت محدود تھیں اور سامان

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

نشو ونما کی بڑی فراوانی تھی۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ تم جہاں سے جی چاہو اپنی ضروریات پوری کرتے رہو۔ یہاں "میری اور تیری" کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن اگر تم نے باہمی اختلافات شروع کر دیئے تو یہ جنتی زندگی تم سے چھن جائے گی (۳۵/۲)۔

۲۰ یہ زندگی بڑی فراوانی اور خوشگواری کی تھی (۱۱۸/۲۰)۔ لیکن انسان کے سرکش جذبات نے اس کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان مرنا نہیں چاہتا۔ اس کی انتہائی خواہش یہ ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ جہاں تک ایک فرد کی طبیعی زندگی کا تعلق ہے' اسے موت سے مفر نہیں۔ اسے حیات جاویدانی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ یہ وحی کے اتباع سے اپنی ذات کی نشوونما کرے۔ لیکن اس کے حیوانی تقاضے اسے اور طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمثیلی انداز میں یوں سمجھو کہ شیطان نے آدم کے کان میں یہ افسون پھونکا کہ خدا نے جو تمہیں کہا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک عالمگیر برادری کی حیثیت سے رہنا چاہیئے' تو اس سے اُس کا مقصد یہ ہے کہ تم کہیں حیاتِ جاوید حاصل نہ کر لو۔ تم ہمیشہ زندہ رہنا چاہتے ہو تو آؤ! میں تمہیں اس کا طریق بتاؤں (۱۲۰/۲۰)۔ تم زندہ رہ سکتے ہو اپنی اولاد کے ذریعے مرنے کے بعد' تمہاری اولاد تمہارا نام زندہ رکھے گی۔ اس طرح تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ یوں اُس نے انسان کے جنسی جذبات کی تسکین کو مقصودِ حیات بتا کر' اُس کی زندگی کو حیوانی سطح تک محدود کر دیا۔ اور بلند انسانی زندگی کے تصور کو اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

۲۱ شیطان نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' اس میں میرا اپنا کوئی فائدہ نہیں۔ میں یہ سب کچھ تمہاری خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں۔

۲۲ چنانچہ اُس نے' اس قسم کی باتوں سے انسان (مرد اور عورت[1]) کو بہکا دیا اور انہیں

[1] بائیبل میں آدم کی لغزش کا ذمہ دار اس کی بیوی کو ٹھیرایا گیا ہے اور اس لئے عورت' کو تمام گناہوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مرد اور عورت دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ صرف عورت کو نہیں۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﷾ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

ان کے مقام بلند سے گرا دیا۔ جنسی شعور ہے تو حیوانی تقاضا، لیکن آدمی کی زندگی میں پہنچ کر اس کے ساتھ حیا کا احساس شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے "انسان" اسے "حیوانات کی طرح" بلا حجاب پورا نہیں کرتا۔ اسے بہ تکلف چھپانا چاہتا ہے۔

بہرحال "انسان" کے سرکش جذبات نے اس کی توجہ انسانی ذات کی طرف سے ہٹا کر محض حیوانی تقاضوں پر مرکوز کر دی۔ اس سے انفرادی مفاد پرستی غالب آگئی۔ انسانوں میں باہمی تشتت و افتراق پیدا ہو گیا اور عالمگیر انسانیت کا تصور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ نسل کو وجہ یگانگت قرار دینے کا لازمی نتیجہ قبائلی اور قومی زندگی ہے جس سے عالمگیر انسانیت کا تصور ختم ہو جاتا ہے

چنانچہ خدا نے آدم (مرد و عورت) سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں اس نہج زندگی سے روکا نہیں تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کے فریب میں نہ آ جانا؟

۲۳ انہوں نے (مرد و عورت نے) کہا کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا (جو تیری بات نہ مانی)۔ اگر تیری طرف سے ہماری حفاظت اور مرحمت کا انتظام نہ ہوا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(جب خدا نے ابلیس سے کہا تھا کہ تم نے ہمارا حکم کیوں نہ مانا، تو اس نے اسکا ذمہ دار خدا کو قرار دیا تھا (۷/۱۶)۔ یہ جبر کا عقیدہ ہے جس سے انسان پر ابدی مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ (ابلیس کے بنیادی معنی یہی ہیں)۔ لیکن آدم نے اپنی خطا کا ذمہ دار خود اپنے آپ کو قرار دیا۔ اس لئے اس کے لئے اپنی اصلاح کے امکانات پیدا ہو گئے۔)

۲۴ خدا نے کہا کہ ایسا بھی ہو جائے گا (۵/۱۳) لیکن اب تمہاری زندگی کا نقشہ کچھ اور ہوگا۔ تم نے اپنے آپ کو اس مقام بلند سے گرا لیا جس میں تم سب ایک برادری کی حیثیت سے رہتے تھے (۲/۲۱۳ ؛ ۱۰/۱۹)۔ اب تم گروہوں میں بٹ جاؤ گے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہو جائیگا۔ (نسلی رشتوں کو تمدن کی بنیاد قرار دینے کا یہ لازمی نتیجہ ہے)۔ اب تم نے یہاں ایک مدت تک رہنا ہے اور سامان زیست سے ہر ایک نے فائدہ اٹھانا ہے۔ (لہذا اب تمہاری معاشی زندگی کی دشواریاں شروع ہو گئیں (۲۰/۱۱۷ — ۱۱۹)۔

--- ﷲ BIOLOGICAL URGES.

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ

---

۲۵ تمہاری زندگی ارض (زمین) سے وابستہ ہے جو تمہارے رزق کا سرچشمہ ہے۔ اس کے غلط نظام سے تم پر موت طاری ہو جائے گی، اور جب اس نظام کو صحیح خطوط پر لے آؤ گے تو تمہیں حیاتِ نو مل جائے گی۔ اور یہ سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔

۲۶ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ طبیعی زندگی کے تقاضے۔ یعنی اس دنیا کی زیب و زینت کی چیزیں —— مال، اولاد وغیرہ، —— قابلِ نفرت ہیں اور صحیح نظام وہ ہے جس میں ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ بالکل نہیں۔ ہم نے ان چیزوں کو تمہارے لئے وجۂ جاذبیت بنایا ہے۔ (۳/۱۴)۔ انہیں کوئی حرام قرار نہیں دے سکتا (۳۲/۷)۔ اِن کے حصول اور استعمال میں قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو تو ان میں سے کوئی چیز بھی شر نہیں رہے گی سب خیر ہی خیر ہو گا۔

یہ امور ضابطۂ خداوندی سے متعلق ہیں اور اس لئے بیان کئے جاتے ہیں تاکہ تو انہیں اپنے پیشِ نظر رکھیں۔

۲۷ اے نوعِ انسانی! دیکھنا! تم نے کہیں شیطان (سرکش جذبات) سے مغلوب نہ ہو جانا، ورنہ وہ تمہارے لئے بھی اسی طرح مصیبت کا موجب بن جائے گا جس طرح اس نے تمہارے مورثین کو جنتی زندگی سے نکلوا دیا تھا، اور انہیں شرفِ انسانیت کے لباس سے عریاں کر دیا تھا۔ اس سے کبھی مامون اور غیر محتاط نہ رہنا۔ وہ اور اس کا گروہ، ایسے ایسے مقامات میں تمہاری گھات میں رہتا ہے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ (یہ جذبات تمہارے دل کی گہرائیوں اور لاشعور میں چھپے رہتے ہیں)۔ لیکن یہ اُنہی کے رفیق و دمساز بنتے ہیں جو ہمارے قوانین پر ایمان نہیں رکھتے —— جو لوگ بلند انسانی زندگی۔ مستقل اقدار، قانونِ مکافاتِ عمل اور حیاتِ اخروی پر یقین رکھیں، وہ حیوانی سطح کے جذبات سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ وہ انہیں ہماری عائد کردہ حدود کے اندر رکھتے ہیں۔

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ۚ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

---

۲۸ جب حیوانی جذبات انسان کو کسی بے حیائی کی بات پر آمادہ کرنا چاہیں' تو شروع شروع میں' انہیں' اس کے لئے کچھ زور لگانا پڑتا ہے۔ لیکن جب اس قسم کی باتیں دو ایک نسلوں تک متواتر آگے چلتی جاتیں تو پھر لوگوں میں وہ جھجک باقی نہیں رہتی۔ جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے اپنے اسلاف کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے' اور (چونکہ ہمارے اسلاف خدا کے احکام کو ہم سے بہتر جانتے تھے' اس لئے ظاہر ہے کہ انہیں) اس قسم کا حکم خدا ہی نے دیا ہوگا۔

ان سے کہو کہ خدا بے حیائی کی باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ تم جس بات کا علم نہیں رکھتے اسے خدا کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟ جس بات کے متعلق تم کہو کہ وہ شریعت خداوندی ہے' اس کے متعلق تمہیں خود علم ہونا چاہیئے کہ وہ واقعی ایسی ہے۔ یہ کہدینا کہ ہمارے اسلاف ہم سے زیادہ علم رکھتے تھے' اس لئے جس بات کو انہوں نے خدا کا حکم کہدیا ہے وہ واقعی خدا کا حکم ہوگا' کوئی دلیل اور سند نہیں۔

۲۹ ان سے کہو کہ میرا نشوونما دینے والا اعتدال کی زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ بے حیائی کی باتوں کا حکم نہیں دے سکتا۔ اس لئے تم' نہ تو اپنے جذبات کا بے باکانہ اتباع کرو۔ نہ اسلاف کی روش کو بطور سند پیش کرو۔ تم اپنی تمام توجہات کو قوانین خداوندی پر مرکوز رکھو' ان کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردو۔ اور اطاعت کو انہی کے لئے خاص کردو۔ اس میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ اس طرح تم پھر اسی جنتی زندگی کو حاصل کرلو گے' جس سے انسانیت کا آغاز ہوا تھا۔ (اور جس کا ذکر اوپر' قصۂ آدم میں کیا گیا ہے)۔

۳۰ لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم' سب کے سب' اس طریق کو اختیار نہیں کرو گے۔ تم دو گروہ بن جاؤ گے۔ ایک گروہ ہمارے قوانین کا اتباع کرکے زندگی کی سیدھی راہ پر گامزن رہے گا۔ دوسرا گروہ' اپنے جذبات یا اسلاف کی اندھی تقلید کی روش پر چلے گا' تو اس پر سعادت کی راہیں بند ہوجائیں گی۔ اس لئے کہ انہوں نے' اللہ کے قانون کو چھوڑ کر

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

دوسری قوتوں کو اپنا ساز گار بنا لیا اور بزعمِ خویش سمجھتے رہے کہ ہم بالکل سیدھی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔

۳۱ اے نوعِ انسانی! (یہ تصور غلط ہے کہ اطاعتِ خداوندی کے لئے ترکِ دنیا، ترکِ لذات، ترکِ زیبائش و آرائش ضروری ہے۔ دنیاوی زیب و زینت، اطاعتِ خداوندی کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس) اس اطاعت سے خود زیب و زینت کے پہلو اُبھرتے ہیں کیونکہ اطاعتِ قوانینِ خداوندی کا لازمی نتیجہ اس دنیا کی خوشگواریاں حاصل ہونا ہے۔ لہٰذا تم ان چیزوں سے ضرور فائدہ اٹھاؤ۔ کھاؤ۔ پیو۔ لیکن، اُن حدود کا خیال رکھو جو خدا نے مقرر کر رکھی ہیں۔ حدود شکنی، قانونِ خداوندی کی رُو سے پسندیدہ نہیں۔

۳۲ (اے رسول! تم اِن 'مسلکِ خانقاہیت کے پیروکاروں' سے پوچھو کہ) وہ کون ہے جس نے اُن زیب و زینت کی چیزوں کو اور خوشگوار اشیائے خورد و نوش کو حرام ٹھہرایا ہے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے استعمال کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ چیزیں، اس دنیا کی زندگی میں، مومنین اور دوسروں کے لئے یکساں طور پر کھلی ہیں (اور ہمارے قانونِ طبیعی کے مطابق، جس کا جی چاہے انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ $\frac{۱۷}{۱۸}$—۲۰) اِس وقت اِن کے حاصل کرنے کے لئے جگر پاش مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں ($\frac{۲}{۱۱۷}$—۲۳) لیکن زندگی کے نئے انقلابی دور میں یہ بلا حزن و مشقت حاصل ہوں گی۔

اس طرح ہم، اُن لوگوں کے لئے جو علم و بصیرت سے کام لیں، اپنے قوانین واضح طور پر بیان کر دیتے ہیں۔

۳۳ اِن چیزوں کو خدا نے حرام نہیں قرار دیا۔ جن چیزوں کو اس نے حرام قرار دیا ہے وہ یہ ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٤﴾ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ

---

(۱) ہر قسم کی بے حیائی کی باتیں خواہ وہ کھلی ہوئی ہوں یا پوشیدہ (عملاً ہوں یا ان کی آرزوئیں دل میں کروٹیں لیتی رہیں)۔

(۲) ایسے امور جن سے انسانی صلاحیتوں میں افسردگی اور اضمحلال پیدا ہو۔ اور عملی قوتیں مفلوج ہو جائیں۔

(۳) دوسری طرف ناحق سرکشی اور زیادتی۔

(۴) خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرنا (اس کے قوانین کے ساتھ انسانی قوانین کو واجب الاتباع سمجھنا)۔ اس کے لئے خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سند صرف منزل من اللہ ہو سکتی ہے)۔

(۵) اور یہ کہ تم خدا کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو کہ وہ فی الواقعہ خدا کی ہیں۔ (خدا کی باتیں قرآن کریم کے اندر ہیں)۔

۳۴ ہمارا قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم صحیح نظام پر کاربند رہتی ہے' اسے عروج حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ اس روش کو چھوڑ دیتی ہے' تو آہستہ آہستہ تنزل کی طرف چلی جاتی ہے' تاآنکہ وہ وقت آجاتا ہے جب اس کا شمار زندہ قوموں میں رہتا ہی نہیں۔ یہ اس قوم کی میعادِ زندگی کہلاتی ہے (۱۳/۳۸)۔ جب یہ وقت آجاتا ہے تو اس قوم کی تدبیریں اور سکیمیں اسے ذرا بھی آگے پیچھے نہیں کر سکتیں (۱۵/۴-۵)۔

(ہمارا وہ قانون' جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ فلاح و بقا اسی نظام کے لئے ہے جس میں تمام نوعِ انسان کی بہبود اور منفعت پیشِ نظر رہے۔ ۱۳/۱۷)۔

۳۵ اسکے متعلق ہم نے انسان کی تمدنی زندگی کی ابتدا ہی میں' بذریعہ وحی کہدیا تھا کہ تمہاری طرف ہمارے پیغامبر آئیں گے جو ہمارے قوانین تم تک پہنچائیں گے۔ سو جو لوگ بھی ان قوانین کی نگہداشت کریں گے اور زندگی اور کائنات کو سنوارنے والے کام کریں گے' ان کے لئے کسی قسم کا خوف و حزن نہیں ہوگا۔

۳۶ ان کے برعکس' جو قوم ان قوانین کو جھٹلائے گی اور ان سے سرکشی برتے گی' وہ

اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

تباہ و برباد ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جائے گی۔

۳۷ یہ ہے وہ اصول جس کے مطابق قوموں کی موت و حیات کے فیصلے ہوں گے۔ اور یہ قوانین ہماری طرف سے بذریعہ وحی ملیں گے۔ انسانوں کے خودساختہ نہیں ہوں گے۔

اب یہ سوچو کہ اس سے بڑا مجرم اور کون ہوگا جو اپنے جی سے باتیں گھڑے' اور انہیں قوانین خداوندی کہہ کر پیش کر دے۔ (اس طرح وہ معلوم کتنے لوگوں کو تباہ کرے گا)۔

دوسری طرف' اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا جس کے پاس ہمارے صحیح قوانین پہنچیں اور وہ انہیں جھٹلا دے۔ ایسے مجرمین کی گرفت یقیناً ہوگی' لیکن ہمارا قانون مہلت ایسا ہے کہ اس کی رو سے اعمال کے نتائج کا ظہور کچھ وقت کے بعد جا کر ہوتا ہے۔ اس دوران میں مجرمین بھی' باقی لوگوں کی طرح' قانون طبیعی کے مطابق' سامان زندگی سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد' ان کی گرفت ہوتی ہے۔

جب ان کی گرفت ہوگی تو اُن سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ! وہ ہستیاں کہاں ہیں جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ وہ تو اب کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گئے۔ اُس کے بعد اُن کی حالت پکار پکار کر کہے گی کہ قوانین خداوندی سے انکار اور سرکشی کرنے والوں کا انجام یہ ہوا کرتا ہے۔

۳۸ ایسی قوموں سے کہا جائے گا کہ اب تم بھی' ان مہذب اور غیر مہذب قوموں کے زمرے میں شامل ہو جاؤ جو اس سے پہلے' قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کر کے تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔

قوموں کی حالت بھی عجیب ہے۔ ایک قوم' دوسری قوم کی تقلید کرتی ہے' لیکن جب' کچھ عرصہ بعد' یہ بھی اسی گڑھے میں جا گرتی ہے جس میں پہلی قوم گری تھی' تو یہ (بعد میں آنے والی قوم) پہلی قوم کو مطعون کرنے لگ جاتی ہے کہ اُس کی وجہ سے اس کا بھی ایسا حشر ہوا۔ اس طرح قومیں تباہی کے جہنم میں اکٹھی ہوتی رہتی ہیں (تاریخ اقوام اس کی

وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۲﴾

شاہد ہے)۔ بعد میں آنے والی قومیں ہمیشہ پیش رو قوموں کو موردِ الزام قرار دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے ہمارے نشو ونما دینے والے! ان قوموں نے ہمیں بھی گمراہ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں دُگنا عذاب دینا۔ (ایک عذاب' اُن کی اپنی گمراہی کی وجہ سے' اور دوسرا' اس لئے کہ انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا)۔ انہیں جواب ملتا ہے کہ تم سب کو دگنا عذاب ملے گا —— گمراہ کرنے والوں کو' گمراہ کرنے کی وجہ سے' اور گمراہ ہونے والوں کو اس لئے کہ انہوں نے اپنی عقل و بصیرت سے کام لینے کی بجائے اُن کی اندھی تقلید کیوں کی۔ نیز اس لئے بھی کہ یہ بھی تو بعد میں آنے والی قوموں کے لئے گمراہی کا موجب بنی تھیں)۔

۳۹ اور پہلی قومیں' بعد میں آنے والی قوموں سے کہتی ہیں کہ محض اس بنا پر کہ تم نے از خود کوئی غلط نظام وضع نہیں کیا تھا' بلکہ ہمارے قائم کردہ نظام پر چلتی رہی تھیں' تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں مل سکتی۔ اس لئے' تم اپنے جرائم کی سزا بھگتو۔ یہ کیوں کہتی ہو کہ تمہارے جرائم کی سزا بھی ہم ہی بھگتیں؟

تاریخ انسانیت' اقوامِ عالم کی انہی کیفیات کی داستان ہے۔

۴۰ حقیقت یہ ہے کہ جو قوم بھی قوانین خداوندی کی تکذیب کرے گی اور ان سے سرکشی برتے گی (خواہ وہ از خود ایسا کرے' یا دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی یہ روش اختیار کرلے) وہ کبھی زندگی کی ان خوشگواریوں سے بہرہ یاب نہیں ہو سکے گی جو خدا کے متعین کردہ آسمانی نظام کے اتباع کا فطری نتیجہ ہیں (۵/۶۶ : ۷/۹۶)۔ ان کا معاشرہ کبھی جنتی معاشرہ نہیں بن سکیگا۔ یہ ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کسی موٹے رسّہ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا۔ مجرمین کی غلط روش کے نتائج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

۴۱ ایسی قوموں کا اوڑھنا بچھونا' جہنم کا عذاب ہوتا ہے۔ ظلم و سرکشی کا نتیجہ یہی کچھ ہوا کرتا ہے۔

۴۲ اِن کے برعکس' جو قوم ہمارے قوانین کی صداقت کو تسلیم کرلے گی اور ہمارے مقرر کردہ

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۴۳) وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (۴۴)

صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوگی تو ان کا معاشرہ جنتی معاشرہ ہوگا ——— اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ——— وہ اسی میں رہیں گے ——— انہیں ہمارے قوانین کی اطاعت میں اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن ان پابندیوں سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کی ذات کی وسعتیں بڑھ جائیں ——— صحیح نظام قائم کرنے کے لئے یہ بنیادی شرط ہے (۲/۲۸۶ ؛ ۶/۱۵۳ ؛ ۲۳/۴۲)۔

(۴۳) اس جنتی معاشرہ کی خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے بغض، کینہ، عداوت، سازش، مکر و فریب، غرضیکہ کوئی ایسی بات نہ ہوگی جسے انسان دوسرے سے چھپا کر رکھنا چاہے (۱۵/۴۷)۔ اس معاشرہ کی شادابیاں سدا بہار ہوں گی، جنہیں دیکھ کر وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ کس قدر درخورِ حمد و ستائش ہے وہ ذات جس نے ہماری راہ نمائی اس حسین منزل کی طرف کر دی۔ اگر ہمیں یہ راہ نمائی نہ ملتی، اور ہم اسے اختیار نہ کرتے، تو کبھی اس مقام تک نہ پہنچ سکتے۔ خدا کے جو پیغامبر ہماری طرف آئے تھے وہ حقیقی تعلیم لے کر آتے تھے، اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا، بالکل سچ کہا تھا۔ وہ واقعہ ہو کر رہا۔

انہیں آواز دی جائے گی کہ (پہلی جنت "انسان کو بے مزد و معاوضہ ملی تھی اس لئے اس نے اس کی قدر نہ کی، اور وہ اس سے چھن گئی۔ لیکن) یہ جنت، تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے، اس لئے یہ تم سے نہیں چھینی جائے گی۔ اس کا ہم نے تمہیں وارث بنا دیا ہے۔ اسے تم نے اپنے خونِ جگر کے عوض خریدا ہے۔

(۴۴) اور یہ (اہلِ جنت)، جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے نشو و نما دینے والے نے ہم سے جو وعدے کئے تھے، ہم نے انہیں اپنے سامنے ٹھیک ٹھیک دیکھ لیا ہے۔ تو

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

سب پورے ہو گئے ہیں۔ کہو! کہ جو کچھ خدا تم سے کہا کرتا تھا (کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا) وہ بھی ٹھیک نکلا یا نہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! بالکل ٹھیک نکلا۔ وہ سب نتائج' ایک ایک کرکے' ہمارے سامنے آگئے۔

اِن کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ یہ بات پہلے ہی کہہ دی گئی تھی کہ جو قوم قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرے گی' وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جائیگی۔ سو وہ ہو کر رہا۔

۴۵ یعنی وہ قوم جو خدا کی طرف لے جانے والی راہ —— خدا کے نظامِ ربوبیت کے راستے —— میں روک بن کر کھڑی ہو گی اور انسانیت کو اس کی طرف آنے نہیں دے گی — اور ایسی سیدھی راہ میں پیچ و خم پیدا کرے گی۔ یہ لوگ درحقیقت نہ خدا کے قانونِ مکافات پر ایمان رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں حیاتِ اخروی پر یقین تھا۔

۴۶ جنت اور دوزخ کی زندگی کا فرق تو اس قدر شدید ہے' لیکن کفر اور ایمان کے درمیان ایک اوٹ ہی سی ہوتی ہے۔ ذرا نگاہ میں تبدیلی ہو جائے تو انسان اِدھر سے اُدھر چلا جاتا ہے (۵۷/۱۳—۱۴)۔

جنتی معاشرہ کے اربابِ نظم و نسق' جو اپنے کردار اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے بلند مقامات پر ہوں گے (۲/۱۴۳ ؛ ۴/۴۱ ؛ ۵۶/۱۰—۱۱)۔ مختلف لوگوں کے انداز درجات سے جانچ لیں گے کہ ان کا رخ کس سمت کو ہے۔ وہ ان لوگوں سے' جو ہنوز اس معاشرہ میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن جو اس کی آرزو دل میں رکھتے ہوں گے' آگے بڑھ کر کہیں گے کہ (تمہیں انتظار کس بات کا ہے!) آگے بڑھو اور اس معاشرہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تمہیں بھی ہر طرح کی سلامتی حاصل ہو جائے۔

۴۷ یہ لوگ (جو ہنوز انتظار میں تھے) جب ان لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیں گے جو جہنمی معاشرہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے' تو وہ (فوری فیصلہ کریں گے اور) پکار اٹھیں گے

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۤءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۤءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم ان لوگوں کے ساتھی نہیں بننا چاہتے جنہوں نے تیرے قوانین سے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

۴۸ پھر وہ اربابِ نظم ونسق (اعراف والے) دوسری روش کے حامل لوگوں سے کہیں گے، جنہیں وہ ان کے انداز و رجحان سے پہچان لیں گے کہ دیکھو! تمہاری سرمایہ داری تمہارے کسی کام نہ آسکی۔ نہ ہی وہ قوت واقتدار جس کی بنا پر تم قوانین خداوندی سے سرکشی برتا کرتے تھے۔

۴۹ (وہ جنت میں جانے والوں کی طرف اشارہ کرکے، ان جہنم والوں سے کہیں گے کہ) کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ انہیں کبھی خدا کی رحمت نصیب نہیں ہوسکے گی۔ دیکھو! آج انہی لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم پر جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ تمہیں اس میں نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ حزن۔

۵۰ اور جہنمی معاشرہ والے، جنتی معاشرہ والوں سے کہیں گے کہ یا تو اُن زندگی بخش ذرائع نشوونما میں سے جو تمہیں میسر ہیں، ہمیں بھی کوئی ذریعہ دیدو تاکہ ہماری کھیتیاں بھی سیراب ہوجائیں۔ یا جو سامانِ زیست تمہیں خدا کی طرف سے ملا ہے اس میں سے تھوڑا سا ہمیں عطا کردو۔

وہ کہیں گے کہ یہ چیزیں تو قوانین خداوندی پر ایمان لانے اور ان کے مطابق عمل کرنے کا فطری نتیجہ ہیں۔ انہیں ان لوگوں کی طرف منتقل کیا ہی نہیں جاسکتا جو ان قوانین سے انکار کرتے اور سرکشی برتتے ہوں۔ (جو اپنی آنکھیں بند کرکے رکھے، اسے دوسرے کی بینائی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ نہ ہی کوئی شخص اپنی بصارت، دوسرے کی طرف منتقل کرسکتا ہے)۔

۵۱ یہ لوگ (جو ان نعمائے خداوندی سے یوں محروم رہ گئے ہیں) وہ ہیں جنہیں طبیعی

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

زندگی کی نگاہ فریب جاذبیتوں نے ایسا دھوکا دیا کہ انہوں نے اپنے نظامِ زندگی کو یونہی مذاق سمجھ لیا (۵۱) اور یہ سوچا ہی نہیں کہ انسانی زندگی کا منتہیٰ یہی دنیاوی زندگی نہیں جو موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ سو یہ لوگ بلند انسانی زندگی کے شرف و اعزاز سے اسی طرح محروم رہ جائیں گے جس طرح یہ اُس زندگی کے وجود سے منکر تھے، اور ہمارے قوانین سے محض ضد اور تعصب کی بنا پر انکار کیا کرتے تھے۔

۵۲ (اے رسول! ان مخاطبین سے کہدو کہ) ہم نے انہیں ایک ایسا ضابطۂ حیات دیا ہے جو ہر بات کو علم و حقیقت کی بنیادوں پر کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے جو اس کی صداقت پر یقین رکھیں سامانِ ہدایت و رحمت اپنے اندر رکھتا ہے۔

۵۳ یہ لوگ (جو اس قدر واضح حقائق پر بھی ایمان نہیں لاتے) کیا اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کی غلط روشِ زندگی کے جس تباہ کن انجام کی انہیں خبر دی جا رہی ہے وہ اُن کے سامنے آجائے (تو پھر اُس پر ایمان لائیں؟)۔

اِن سے کہدو کہ جب غلط روش کا انجام سامنے آکھڑا ہوگا تو وہ لوگ جنہوں نے اُسے آج یوں فراموش کر رکھا ہے، پکار اُٹھیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نشو ونما دینے والے کی طرف سے جو پیغامبر آئے تھے وہ واقعی حق پر تھے۔ اُس وقت وہ تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ کوئی سفارشی ایسا مل جاتے جو ہمیں اس عذاب سے چھڑا دے۔ یا ہم پیچھے لوٹا دئے جائیں تو ہم جو کچھ (غلط) کام کیا کرتے تھے، ان کے برعکس کام کر کے دکھا دیں۔ لیکن اُس وقت یہ باتیں قطعاً فائدہ نہیں دیں گی۔ اُنہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کر لیا اور ان کا ساختہ پرداختہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔

۵۴ اِن سے کہدو کہ تمہارا نشو ونما دینے والا وہ خدا ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو چھ مراحل میں پیدا کیا اور اُس کے بعد اس کا مرکزی کنٹرول خود اپنے دستِ

al PERIODS — OR — STAGES

الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۵۴﴾ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

قدرت میں رکھا۔ اُس کے قانون کے مطابق آسمانی کرّے اس طرح گردش کرتے ہیں کہ رات کی تاریکیاں دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہیں اور پھر (یوں نظر آتا ہے جیسے) دن، رات کے پیچھے لپکے چلا آرہا ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے سب اُس کے قانون کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو! یہ عالمِ محسوسات، اور اس کے ماوراء وہ عالمِ جہاں سے اِس کائنات کی تدبیرِ امور ہوتی ہے، سب خدا کے متعین فرمودہ پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ کار ہیں۔

کس قدر بابرکت ہے وہ ذات جس نے کائنات کی نشوونما کے لئے ایسا محیر العقول انتظام کر رکھا ہے!

۵۵ جب حقیقت یہ ہے کہ ربوبیت اسی کے قانون اور نظام کے مطابق حاصل ہو سکتی ہے تو تم بھی اپنی نشوونما کے لئے اُسی کے قانون کو آواز دو ——— اپنے دل کے ایسے کامل جھکاؤ کے ساتھ جو تمہارے تحت الشعور کی گہرائیوں سے اُبھرے۔ اس لئے کہ سرکش ذہنیت کبھی پسندیدہ قرار نہیں پا سکتی۔

۵۶ جب اس طرح قانونِ خداوندی کے مطابق معاشرہ میں ہمواریاں پیدا ہو جائیں تو اُس میں پھر ناہمواریاں مت پیدا کرو۔ (تمہاری عقل خود بیں، کبھی تم سے کہے گی کہ تم دوسروں کی مدد کرتے کرتے خود تنگدست ہو جاؤ گے، اور کبھی تمہیں یہ لالچ دلائے گی کہ ذرا سی بددیانتی سے مفت میں اتنا کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اسے کیوں چھوڑا جائے۔ تم اس کی کسی بات میں نہ آنا بلکہ ہر ایسے مقام پر اپنی راہ نمائی کے لئے قانونِ خداوندی کو آواز دینا۔ یاد رکھو! جو شخص بھی خدا کے قانون کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے، خدا کا عطا کردہ سامانِ نشوونما اُس کے ہر وقت قریب رہتا ہے۔ (اس لئے اُسے نہ افلاس کا خطرہ ہوتا ہے نہ زیادہ سمیٹنے کا لالچ)۔

۵۷ تم ذرا نظامِ کائنات پر غور کرو اور دیکھو کہ اُس میں خدا نے نشوونما کا کیا عجیب

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

انتظام کر رکھا ہے۔ وہ بارانِ رحمت سے پہلے خوشگوار ہوائیں بھیجتا ہے جو بارش کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر جب وہ ہوائیں، پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو لے کر اڑتی ہیں تو اُس کا قانون انہیں زمینِ مردہ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، جہاں روئیدگی کا نشان تک نہیں ہوتا۔ وہاں اِن بادلوں سے پانی برستا ہے جس سے (اُسی زمینِ مردہ سے) ہر قسم کے پھول اور پھل پیدا ہو جاتے ہیں اور ہر طرف زندگی کی نمود ہو جاتی ہے۔

ہم اِس طرح خارجی کائنات میں موت کو زندگی سے بدل دیتے ہیں۔ ہم ان حقائق کو بیان اس لئے کر رہے ہیں کہ تم انہیں اپنی دنیا میں بھی پیشِ نظر رکھو۔

۵۸ پھر اس حقیقت پر بھی غور کرو کہ زمین سے فصل پیدا ہونے کے لئے دو بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک بارش، اور دوسرے اس زمین کا اچھا ہونا جس پر وہ بارش برسے۔ اس قانون کے مطابق اچھی زمین سے عمدہ فصل پیدا ہوتی ہے، لیکن زمین خراب ہو تو اس پر محنت اور مشقت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور اس کے بعد اس میں فصل بھی کم پیدا ہوتی ہے۔ اور جو پیدا ہوتی ہے وہ بھی ناقص!

دیکھو! اس طرح ہم اپنے قوانین کو، مختلف پہلوؤں سے سامنے لاکر واضح کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں وہ ان سے راہنمائی حاصل کرلیں۔

(اوپر کی مثال میں بارش ہمارا قانون ہے۔ اور زمین، تمہاری کوششیں۔ دونوں کی ہم آہنگی سے عمدہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں)۔

۵۹ (خارجی کائنات پر غور و خوض کے بعد، تم تاریخی شواہد کی طرف آؤ اور دیکھو کہ خود عالمِ انسانیت میں ہمارا یہی قانون کس طرح کارفرما چلا آرہا ہے)۔

ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف (یہی قانون دے کر) بھیجا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا کے قانون کی محکومی اختیار کرو۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی قوت نہیں جس کی

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۱﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿۶۴﴾

۸ ع ۱۵

محکومیت اختیار کی جائے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا (اور اپنی موجودہ روش پر قائم رہے) تو مجھے نظر آتا ہے کہ تم پر سخت تباہی آجائے گی۔

۶۰ جب اُس کی قوم کے اُن سرداروں نے جن کے ہاں مال و دولت کی فراوانی تھی' اس بات کو سُنا تو انہوں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم عجیب اُلٹے راستے پر چل رہے ہو (ہمیں اس روش پر چلنے سے اِس قدر مال و دولت اور قوت و اقتدار حاصل ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اِس سے ہم پر تباہی آجائے گی!)۔

۶۱ نوحؑ نے کہا کہ میں' نہ خود غلط راستے پر ہوں' نہ ہی تمہیں غلط راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں اُس خدا کی طرف سے پیغامبر ہوں جو تمام کائنات کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (تمہیں یہ پیغام اس لئے انوکھا سا نظر آتا ہے کہ تم صرف اپنی نشو و نما کی فکر کرتے ہو اور خدا کا قانون' عالمگیر انسانیت کی نشو و نما کا ذمہ دار ہے)۔

۶۲ یہ وہ پیغامات ہیں جو میں اپنے رب کی طرف سے تم تک پہنچا رہا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں' بد خواہ نہیں ہوں۔ اور خدا کے عطا کردہ علم کی بنا پر تم سے وہ کچھ کہتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (تم یہی سمجھے بیٹھے ہو کہ تمہاری روش' فلاح و کامرانی کی راہ ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ تباہی اور بربادی کی طرف لے جانے والا راستہ ہے)۔

۶۳ تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ خدا اپنے پیغام کو تم تک ایک ایسے آدمی کے ذریعے کیوں پہنچا رہا ہے جو تم میں سے ہی ہے' اور تمہارے جیسا ہی ہے' تاکہ وہ تمہیں اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے' اور تم تباہیوں سے بچ جاؤ' اور تمہاری نشو و نما کا سامان بہم پہنچ جائے۔ (تمہارے ذہن میں یہ ہے کہ خدا کے پیغامبر کو عجیب الخلقت سا ہونا چاہیئے!)۔

۶۴ لیکن انہوں نے نوحؑ کی ہر بات کو جھٹلایا۔ آخر الامر ہم نے اُسے' اور اس کے ساتھیوں کو

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾
قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٦٦﴾ قَالَ
يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
أَمِينٌ ﴿٦٨﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ

کشتی میں سوار کر کے بچا لیا' اور جن لوگوں نے ہمارے قوانین کو جھٹلایا تھا' انہیں غرق کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ عقل و خرد کو کھو کر بالکل اندھے ہو گئے تھے (ورنہ نوحؑ ان کے سامنے کشتی بنا رہا تھا اور آنے والے سیلاب سے انہیں آگاہ کر رہا تھا۔ وہ ذرا بھی عقل و فکر سے کام لیتے تو اس کی بات ان کی سمجھ میں آجاتی)۔

۶۵ اسی طرح' ہم نے قوم عاد کی طرف' ان کے بھائی بندوں میں سے ہودؑ کو بھیجا۔ اس نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا کہ تم قوانین خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ کیا تم زندگی کی تباہیوں سے بچنا نہیں چاہتے؟

۶۶ (قوم نوحؑ کی طرح) اس کی قوم کے بڑے بڑے سرغنوں نے' جنہیں مال و دولت کی فراوانی حاصل تھی اور جو اس دعوت کی مخالفت کرتے تھے' کہا کہ ہمیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ تم عقل و خرد کھو بیٹھے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ ہماری روش ہمیں تباہیوں کی طرف لے جائے گی' اور یہ پیغام تمہیں خدا کی طرف سے ملا ہے' یہ جھوٹ ہے۔

۶۷ ہودؑ نے ان سے کہا کہ میں عقل و خرد نہیں کھو بیٹھا۔ (میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' ٹھیک کہہ رہا ہوں)۔ میں اُس خدا کی طرف سے پیغامبر ہوں جو تمام کائنات اور علیٰ الخصوص انسانیت کا نشوونما دینے والا ہے۔ (چونکہ یہ تصور تمہاری انفرادی مفاد پرستیوں کے خلاف جاتا ہے اس لئے تم اس کی مخالفت کرتے ہو)۔

۶۸ میں تمہاری طرف' اپنے نشوونما دینے والے کے پیغامات پہنچاتا ہوں میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تم کو امن و سلامتی کی راہ دکھا رہا ہوں۔

۶۹ کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ خدا نے تمہاری طرف' اپنا قانونِ ہدایت' ایک ایسے انسان کے ذریعے کیوں بھیجا جو تمہارے جیسا ہے' اور تم میں سے ہی ایک ہے' تاکہ وہ تمہیں اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے؟ (تم سمجھتے تھے کہ

جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِىْ فِىْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

خدا کا پیغامبر کوئی عجیب الخلقت انسان ہونا چاہیئے!)۔ تم سوچو کہ قوم نوحؑ کیوں تباہ ہوئی؟ اسی لئے کہ اس نے غلط روش اختیار کر رکھی تھی۔ اس کے بعد خدا نے تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ تمہیں بڑی قوتیں اور فراخیاں عطا کیں۔ تم خدا کی ان قوتوں اور نعمتوں کو پیشِ نظر رکھو (اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی مت کرو) تاکہ تم کامیاب ہو۔

۷۰ انہوں نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہ کہنے کے لئے آئے ہو کہ جن ہستیوں اور قوتوں کو ہمارے آبا و اجداد اپنا معبود مانتے چلے آئے ہیں، ہم انہیں چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کی محکومیت اختیار کر لیں؟ (ہم یہ کبھی نہیں کریں گے۔ تم کہتے ہو کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم پر تباہی کا عذاب آجائے گا)۔ سو اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اس تباہی کو لا کر دکھاؤ۔

۷۱ اُس نے کہا کہ تم اُس تباہی کا انتظار کر رہے ہو، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ تباہی تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے (تمہاری آنکھیں کھلی ہوتیں تو اس کے آثار سامنے نظر آجاتے)۔ جس اضطراب اور ہیجان میں تم مبتلا ہو، یہ خدا کے عذاب کی علامات نہیں تو اور کیا ہیں؟ باقی رہا تمہارے اسلاف کا مسلک، سو وہ قوتیں جنہیں تمہارے اسلاف نے اپنا معبود بنا رکھا تھا، ان کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ چند اصطلاحی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے وضع کر رکھے ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کے اقتدار و اختیار کی کوئی سند تمہارے پاس نہیں۔ اس نے ان کی معبودیت کی کوئی سند نازل ہی نہیں کی۔ (۱۲/۴۰)

اب رہا تمہارا یہ کہنا کہ جس تباہی سے تمہیں متنبہ کیا جا رہا ہے، میں اُسے جلدی سے لے آؤں، سو وہ خدا کے قانونِ مہلت کے مطابق، اپنے وقت پر نمودار ہوگی۔ تم اس کے لئے انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۷۲ سو جب ظہورِ نتائج کا وقت آیا، تو ہم نے ہودؑ اور اُس کے رفقاء کو اپنی مہربانی سے،

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

تباہی سے بچالیا' اور جن لوگوں نے ہمارے قوانین کو تسلیم نہیں کیا تھا اور انہیں جھٹلایا تھا' ان کی جڑ کاٹ ڈالی۔

۷۳ اسی طرح' ہم نے قوم ثمود کی طرف' اُن کے بھائی بندوں میں سے صالحؑ کو بھیجا۔ اُس نے بھی ان سے یہی کہا کہ تم صرف قوانین خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی قوت ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ تمہارے پاس' تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے' واضح دلائل و قوانین آچکے ہیں۔ (اس وقت تمہارے معاشرہ کی کیفیت یہ ہے کہ تم میں سے بڑے بڑے لوگ خدا کی طرف سے دیئے ہوئے سامان زیست ـــــ چراگاہوں' نخلستانوں' پانی کے چشموں وغیرہ ـــــ کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے لیتے ہیں اور کمزور انسان اُن کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرتے ہیں، خدا کے نظام ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ رزق کے سرچشمے ہر ایک کے لئے حسب ضرورت کھلے رہیں' اور سب کے جانور' اپنی اپنی باری اُن سے سیراب ہوں۔ $\frac{26}{155-156}$ ؛ $\frac{91}{13}$ ۔ وہ اس پر بظاہر رضامند ہوگئے تو صالحؑ نے ان سے کہا کہ اس بات کا عملی ثبوت' کہ تم واقعی اپنے اقرار پر کاربند رہو گے' یہ ہے کہ) یہ ایک اونٹنی ہے جس کے متعلق یہ سمجھو کہ یہ کسی کی ملکیت نہیں ـــــ خدا کی زمین اور خدا کی اونٹنی ـــــ میں اسے کھلا چھوڑتا ہوں کہ یہ چراگاہ میں چرے۔ اگر تم نے اسے آزاد چرنے دیا تو یہ اس بات کی نشانی ہو گی کہ تم اپنے عہد پر پابند ہو۔ اگر تم نے اسے کوئی تکلیف پہنچائی تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ تم اپنی سابقہ روش سے باز نہیں آتے۔ اس کا نتیجہ تمہارے لئے الم انگیز تباہی ہوگا۔

۷۴ تم قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کا نتیجہ دیکھ چکے ہو۔ تم سے پہلے قوم عاد نے ان قوانین سے سرکشی برتی تو وہ تباہ و برباد ہو گئی۔ تم اُسی قوم کے جانشین ہو۔ اُن کے بعد خدا نے تمہیں اس ملک میں اس طرح متمکن کر دیا کہ تم اس کے میدانوں میں محلات تعمیر کرتے ہو' اور پہاڑوں کو تراش تراش کر اُن میں مکانات بنالیتے ہو۔ تم خدا کی ان نعمتوں اور اُسکے

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ

قانون کی قوتوں کو اپنے پیش نظر رکھو اور ملک میں فساد مت برپا کرو۔

۷۵ اِس پر اُس قوم کے سرکش اکابرین نے، جنہیں مال و دولت کی فراوانی نے بدمست کر رکھا تھا، جماعت مومنین سے کہا ——— اور یہ وہ لوگ تھے جنہیں وہ اکابرین، اُن کے افلاس وغیرہ کی وجہ سے، بہت کمزور اور حقیر سمجھتے تھے ——— کہ کیا تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ صالحؑ اپنے نشوونما دینے والے کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس میں کیا شبہ ہے؟ جو پیغامات اسے خدا کی طرف سے دیئے جاتے ہیں، ہم اُن پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔

(یہ حقیقت غور طلب ہے کہ نظام خداوندی کی مخالفت ہمیشہ ارباب قوت و دولت کی طرف سے ہوئی اور قوم کے مظلوم اور کمزور طبقہ نے اس پر لبیک کہا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس انقلاب کی غرض و غایت کیا ہوتی تھی)۔

۷۶ اِن سرکش اور متکبر سرداران قوم نے کہا کہ تم جس بات کو سچا مانتے ہو، ہم اُسے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

۷۷ انہوں نے اُس اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اس طرح اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ قانون خداوندی سے سرکش ہیں۔ اور صالحؑ سے کہا کہ اگر تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو تو جس عذاب کی تم دھمکی دیتے تھے، اسے لا کر دکھاؤ۔

۷۸ سو ایک لرزا دینے والی تباہی (شدید زلزلہ۔ ۱۱/۶۷) نے انہیں گھیر لیا اور وہ اپنے اپنے مکانوں میں بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔

۷۹ یہ اُس کے بعد ہوا جب صالحؑ، اِن سے مایوس ہو کر کنارہ کش ہو چکا تھا۔ جاتے وقت اُس نے ان سے کہا تھا کہ اے میری قوم! میں نے اپنے نشوونما دینے والے کا پیغام تم تک

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا

پہنچایا، اور چاہا کہ تم کسی طرح تباہی سے بچ جاؤ۔ لیکن تمہیں میری خیر خواہی خوش نہ آئی۔ سو تم اپنی سرکشی کے نتائج بھگتو۔ میں بصد تاسف تم سے الگ ہو رہا ہوں۔

۸۰ اور اسی طرح ہم نے لوطؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلی قوموں میں سے کسی نے نہیں کئے۔

۸۱ تم، عورتوں کو چھوڑ کر، شہوت رانی کے لئے، مردوں کی طرف آتے ہو، اور اس طرح افزائش نسل کے مادہ کو بے محل صرف کر کے ضائع کرتے ہو، اور ان حدود سے تجاوز کرتے ہو جو قانونِ فطرت نے اس باب میں مقرر کی ہیں۔

۸۲ اس قوم کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں تھا ——— جواب تھا تو وہی جو قوت کے نشہ میں بدمست لوگوں کے پاس ہوتا ہے ——— یعنی وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں!

۸۳ سو ہم نے لوطؑ اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا ——— بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ (اس لئے کہ معیارِ خداوندی کے مطابق "اپنے" وہی ہوتے ہیں جو ایمان میں مشترک ہوں۔ اگر بیوی بھی جماعتِ مومنین میں شامل نہیں تو وہ اپنوں میں سے نہیں، غیروں میں سے ہے)۔

۸۴ اور ہم نے (اس قوم پر) پتھروں کی بارش کی (جو آتش فشاں پہاڑ سے اُڑ اُڑ کر آرہے تھے) سو تم دیکھو کہ ان مجرمین کا انجام کیا ہوا؟

۸۵ اور اہلِ مدین کی طرف ہم نے، ان کے بھائی بندوں میں سے شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے بھی اُن سے یہی کہا کہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی ایسی قوت نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ تمہارے پاس تمہارے نشو و نما دینے والے

تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

کی طرف سے واضح تعلیم آچکی ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنے معاشی نظام میں عدل برتو۔ ماپ تول کو پورا رکھو۔ لوگوں کے حقوق و واجبات میں کمی نہ کیا کرو۔ اور معاشرہ میں ہمواریاں پیدا ہو جانے کے بعد ناہمواریاں نہ پیدا کرو۔ یہ سب کچھ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لئے ہے اگر تم اس پر یقین رکھو۔

۸۶ • دیکھو! ایسا نہ کرو کہ زندگی کے ہر راستے پر رہزنی کے لئے بیٹھ جاؤ۔ جو لوگ صحیح نظامِ خداوندی قائم کرنے کے لئے اٹھیں، انہیں دھمکیاں دے دیکر اس راستے سے روکو اور انسانیت کی راہ میں کجی پیدا کرنے کے درپے رہو۔ تم اپنی اُس حالت کو یاد کرو جب تم تعداد میں بہت کم تھے (اور بے سر و سامان بھی۔) سو خدا نے (امن و عافیت دے کر) تمہاری تعداد بھی بڑھا دی اور تمہیں ویسے بھی بہت کچھ دیا۔ (اب تم معاشرہ میں فساد برپا کرتے ہو) لیکن ذرا اسے تو سوچ لو کہ معاشرہ میں فساد برپا کرنے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

۸۷ اگر تم میں سے ایک گروہ اس ضابطہ پر ایمان لے آیا ہے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا، تو تم، اُن ایمان لانے والوں کے خلاف یوں محاذ کیوں قائم کر رہے ہو؟ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرو۔ انہیں ان کے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو (۱۳۵/۶)۔ پھر انتظار کرو۔ خدا کا قانونِ مکافات خود بتا دے گا کہ کون حق پر ہے۔ جو فیصلہ وہاں سے ملے اس سے بہتر فیصلہ اور کونسا ہو سکتا ہے!

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ

يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ

يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ

خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

۸۸ اِس پر اُن اکابرین نے، جو دولت اور قوّت کے نشے سے بدمست ہو رہے تھے، کہا کہ اے شعیبؑ! دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو گی۔ یا تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو پھر سے وہی قدیم مذہب اختیار کرنا ہو گا جسے چھوڑ کر وہ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔ ورنہ ہم، تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے ——— تم خود سوچ لو کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس پر شعیبؑ نے اُن سے کہا کہ خواہ تمہارے مذہب کو ہم ناپسند ہی کیوں نہ کریں، پھر بھی ہمیں، تمہارے ڈر کی وجہ سے، اُسے زبردستی اختیار کرنا پڑے گا؟

۸۹ اگر ہم تمہارے مذہب کو اختیار کر لیں، حالانکہ خدا نے اپنی وحی کی روشنی عطا کر کے ہمیں اِس باطل مذہب سے نجات دلائی ہے، تو اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں خدا نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، تو یہ سب افترا اور خدا پر بہتان ہی ہے۔ تم کان کھول کر سن لو کہ ہم تمہارے مسلک کی طرف لوٹ کر نہیں آسکتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا[1]۔ ہم نے یہ دین، اُس خدا کی طرف سے ملی ہوئی راہ نمائی کی بنا پر اختیار

[1] اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا کے یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے، اسلوب قرآن کریم میں "استثناء بالمشیت"

(بقیہ فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

۱۱ ۲۹ ۱

کیا ہے جس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے۔ باقی رہیں تمہاری دھمکیاں' سو ہم ان سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ہمارا بھروسہ قانونِ خداوندی کی محکمیت پر ہے۔

شعیبؑ نے پوری جرأت اور استقامت سے ان اکابرین کو یہ جواب دیا اور پھر کہا کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو اپنے قانونِ مکافات کی رُو سے' ہم میں اور ہماری قوم میں کھلا کھلا آخری فیصلہ کر دے۔ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (کیونکہ تیرا فیصلہ قانون اور عدل پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں نہ کسی کی رعایت ہوتی ہے' نہ کسی کے خلاف تعصب اور انتقام کا جذبہ کارفرما)۔

۹۰ اب اس قوم کے اکابرین نے دوسرا حربہ اختیار کیا۔ انہوں نے شعیبؑ سے مزید بات کرنے کے بجائے' اس کے متبعین کو دھمکانا شروع کیا کہ اگر تم شعیبؑ کا اتباع کرتے رہے' تو یاد رکھو' تم سخت نقصان اٹھاؤ گے۔

۹۱ اس کشمکش کے بعد ہوا یہ کہ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا' انہیں لرزا دینے والے عذاب نے آگھیرا اور وہ اپنے گھروں میں' مٹی کے تودوں کی طرح بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔

وہ اس طرح نیست و نابود ہو گئے گویا وہ ان بستیوں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ (وہ شعیبؑ کے متبعین سے کہا کرتے تھے کہ تم اپنی روش سے باز آجاؤ' ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ لیکن ہوا یہ کہ) نقصان اُنہی کا ہوا جو شعیبؑ کی تکذیب کیا کرتے تھے ——— تو آئینِ خداوندی کی تکذیب کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

۹۳ شعیبؑ' اس تباہی سے پہلے ہی ان سے الگ ہو گیا تھا۔ اس نے جاتے وقت ان سے

ثبوت اور استمرار کے لئے آتا ہے۔ یعنی جہاں اِلّا کے بعد مَا شَآءَ اللّٰهُ وغیرہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۱۶۱۰۔ عنوان۔ ن۔ س۔ ی)

وَمَآ أَرْسَلْنَا فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّبِىٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ ٱلسَّيِّئَةِ ٱلْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا۟ وَّقَالُوا۟ قَدْ مَسَّ ءَابَآءَنَا ٱلضَّرَّآءُ وَٱلسَّرَّآءُ فَأَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا۟ فَأَخَذْنَٰهُم بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾

کہا تھا کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں، اپنے نشو و نما دینے والے کے پیغامات پہنچا دیئے۔ میں نے بہتیرا چاہا کہ تمہارا بھلا ہو جائے لیکن تم نے ایک نہ سنی۔ (اور اپنی غلط روش پر برابر آگے بڑھتے چلے گئے)۔ اب اس کے نتیجہ میں جو تباہی تم پر آرہی ہے، میں اس پر کیا افسوس کروں!

۹۴ (یہ محض چند واقعات ہیں جنہیں اس مقام پر سامنے لایا گیا ہے۔ ورنہ تمام اقوام سابقہ کی تاریخی یادداشتیں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ) ہم نے جب بھی کسی بستی کی طرف کوئی نبی بھیجا (تو اُس کے ارباب دولت و ثروت نے اس کی مخالفت کی ۳۴/۳۴ ؛ ۴۳/۲۲۔ جب تک ان کی غلط روش، اس درجہ تک نہ پہنچی کہ وہ ان کی آخری تباہی کا موجب بن جائے) ان پر ہلکی ہلکی مصیبتیں اور مشکلیں آتیں۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ وہ اپنی غلط روش کا نتیجہ دیکھ کر، قوانین خداوندی سے سرکشی برتنا چھوڑ دیں، اور اُن کے سامنے جھک جائیں۔ یہ مصیبتیں اور مشکلیں خود ان کے غلط نظام کی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔

۹۵ وہ ان قوانین کے سامنے جھک جاتے، تو ان کی مصیبتیں، خوش حالیوں میں بدل جاتیں۔ جب اُن پر اس طرح ایک عرصہ گزر جاتا، تو وہ پھر بھول جاتے کہ بدحالی اور خوشگواری، قانونِ خداوندی سے وابستہ ہے (۲/۴)۔ وہ کہتے کہ اس قسم کی تبدیلیاں، یونہی اتفاقی طور پر رونما ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے اسلاف کی بھی یہی حالت رہی کہ اُن پر کبھی اچھے دن آجاتے، کبھی بُرے۔ سلسلے قانونِ مکافات کوئی چیز نہیں۔ وہ اس طرح، اپنی غلط روش میں اندھا دھند آگے بڑھتے چلے جاتے تاآنکہ ظہور نتائج کا وقت آجاتا، اور وہ اس طرح اچانک پکڑے جاتے کہ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتا کہ اُن پر یوں تباہی آجائے گی۔

۹۶ اگر یہ لوگ ہمارے قانون کی صداقت پر یقین رکھتے اور (اُس کے اتباع سے) زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہنے کی فکر کرتے، تو ہم اِن پر زمین اور آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (۵/۶۶ ؛ ۷/۴۰)۔ لیکن انہوں نے اُسے جھٹلایا تو ان کے اعمال کے

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۱﴾

نتائج نے انہیں آن پکڑا۔

۹۷ (یہ ہیں وہ حقائق جو تاریخی شہادتوں سے ثابت ہیں) تو کیا اس کے بعد بھی (یہ تمہارے مخاطب جو) مختلف بستیوں میں رہتے ہیں' اس سے نڈر ہو چکے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آئے جب وہ سو رہے ہوں۔

۹۸ کیا یہ اس سے بالکل بے خوف ہو رہے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر چاشت کے وقت آجائے جب وہ بے خبر کھیل کود میں مشغول ہوں۔

۹۹ کیا یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ انہیں خدا کی تدبیروں کی طرف سے امان مل چکی ہے؟ یاد رکھو! اپنے آپ کو اس قسم کی خود فریبی میں وہی قوم رکھ سکتی ہے جس نے تباہ اور برباد ہونا ہو۔

۱۰۰ یہ لوگ' جو پہلی قوموں کی تباہی کے بعد' اُن کے ملک اور دولت کے وارث ہوئے ہیں' کیا ان پر یہ بات اب بھی واضح نہیں ہوئی کہ ہمارا قانون' ان کے جرائم کی بنا پر انہیں مصیبتوں میں مبتلا کر سکتا ہے؟

لیکن یہ جو اس قدر واضح دلائل و شہادات کے باوجود ان باتوں پر کان نہیں دھرتے' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ' اسلاف کی اندھی تقلید' اور مفاد پرستیوں کے جذبات' نے ان کے سمجھنے سوچنے کی صلاحیتوں کو سلب کر دیا ہے۔

۱۰۱ بہرحال یہ ہیں وہ چند اقوامِ سابقہ جن کے حالات ہم نے تم سے بیان کئے ہیں۔ ان کے رسول' ان کی طرف واضح دلائل و احکام لے کر آئے۔ وہ لوگ بجائے اس کے کہ جو کچھ ان سے کہا جاتا اس پر غور و فکر کرتے' بلا سوچے سمجھے اُسے جھٹلا دیتے ——— کبھی اس بنا پر کہ اس سے پہلے اُن کے آباء و اجداد' اُسے جھٹلا چکے تھے۔ اور کبھی یوں کہ ایک دفعہ' جو بات یونہی مُنہ سے نکل گئی' اس پر

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾

جم کر بیٹھ گئے — حقیقت سے انکار کرنے والوں کے دلوں پر یوں مہریں لگا کرتی ہیں۔ اسلاف کی اندھی تقلید اور اپنی بات کی پچ' انسان سے سمجھنے سوچنے کی صلاحیت سلب کر لیا کرتی ہے۔

۱۰۲ ان اقوامِ سابقہ میں سے اکثر کی یہی حالت رہی کہ وہ قوانینِ خداوندی کے وفاشعار نہ رہے انہوں نے خدا سے جو عہد کیا تھا اس پر قائم نہ رہے۔ وہ صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راہوں پر چلنے لگ گئے۔

۱۰۳ ان اقوام کے بعد جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے' ہم نے موسیٰؑ کو اپنے واضح احکام و دلائل دے کر فرعون اور اس کے اکابرینِ قوم کی طرف بھیجا۔ لیکن انہوں نے بھی اِن سے سرکشی برتی۔ سو دیکھو! کہ اُن لوگوں کا' جو معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کیا کرتے تھے کیا انجام ہوا؟

۱۰۴ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ (تم نے انسانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ ایک گروہ کو پامال کرتے ہو دوسرے کو سر پر چڑھاتے ہو۔ اس سے معاشرہ میں سخت ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں ﴿۲۸﴾)۔ میں اُس خدا کی طرف سے پیامبر ہوں جو تمام نوعِ انسان کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (اُس کے نزدیک' انسان اور انسان میں کوئی فرق نہیں۔ یہی انداز' معاشرہ کا ہونا چاہیے)۔

۱۰۵ مجھ پر لازم ہے کہ میں خدا کے متعلق' حق کے سوا کچھ نہ کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے' کھلے کھلے دلائل اور قوانینِ حیات لایا ہوں۔ (ان قوانین کی رُو سے کسی قوم کو اپنی غلامی اور محکومی میں رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں)۔ لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔ (تاکہ یہ آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں)۔

۱۰۶ فرعون نے کہا کہ اگر تم خدا کی طرف سے کوئی واضح دلیل لائے ہو تو اُسے اپنے دعوے کی صداقت میں پیش کرو۔

۱۰۷ اِس پر موسیٰؑ نے اُن قوانین و دلائل کو پیش کیا جن کی بنا پر اس نے وہ دعویٰ کیا تھا اور

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ (۱۳) (۹) (۳)

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

جنہیں وہ نہایت مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔ یہ محکم دلائل اپنی صداقت کے زور پر دولوں پر اس طرح آگے بڑھے چلے جاتے تھے کہ ان کی قوت اور شدت واضح طور پر سامنے آ رہی تھی[1] (اُن کی شدت سے مراد یہ تھی کہ ان کی خلاف ورزی کا نتیجہ کس قدر ہلاکت انگیز ہوگا)۔

۱۰۸ پھر وہ اُن روشن دلیلوں کو سامنے لایا جن کی رُو سے بتایا گیا تھا کہ ان قوانین کی اطاعت سے زندگی کا ہر گوشہ کس طرح تابناک ہو جائے گا۔ یہ بصیرت افروز دلائل ہر دیدۂ بینا کے لئے چراغِ راہ بن سکتے تھے۔ ($\frac{۲۰}{۲۱ - ۱۷}$ ؛ $\frac{۲۶}{۳۲ - ۳۳}$ ؛ $\frac{۲۸}{۳۲}$)۔

۱۰۹ اِس پر فرعون کے سردارانِ قوم نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر سحر کار ہے[2] (جو اپنے زورِ بیان سے جھوٹ کو سچ بنا کر دکھاتا چلا جا رہا ہے)۔

۱۱۰ اِس کا منشا یہ نظر آتا ہے کہ (اِس طرح لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر) تمہیں اِس ملک سے نکال باہر کرے اور یہاں اپنی حکومت قائم کر لے۔ سو کہو کہ تمہارا اس باب میں کیا مشورہ ہے ($\frac{۲۶}{۳۵}$)۔

۱۱۱ انہوں نے (باہمی مشورہ کے بعد) فرعون سے کہا کہ تم موسٰیؑ اور اُس کے بھائی کے معاملہ کو تو سردست التوا میں رکھو۔ اور اس اثنا میں نقیبوں کو ملک کے بڑے بڑے

۱۱۲ شہروں میں بھیج دو کہ وہاں سے سحر کار مذہبی پیشواؤں کو اکٹھا کر کے لائیں (تاکہ وہ اِن کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دے سکیں)۔

۱۱۳ چنانچہ اُن کے مذہبی پیشوا (ہامان اور اس کے ساتھی پروہت) فرعون کے پاس جمع ہو گئے[3]۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اگر ہم موسٰیؑ پر غالب آ گئے تو ہمیں امید ہے کہ ہمیں اس کا بہت بڑا صلہ ملے گا۔

---

[1] یہ اِن الفاظ (عصا۔ ثعبان مبین۔ ید بیضا) کے مجازی معنی ہیں جنہیں ہمارے نزدیک استعارۃً استعمال کیا گیا ہے (اِس کی سند لغات القرآن میں اپنے اپنے مقام پر ملے گی)۔ ویسے عصا کے حقیقی معنی لاٹھی۔ ثعبان مبین کے معنی نمایاں اژدھا۔ اور ید بیضا کے معنی سفید چمکیلا ہاتھ ہیں۔

[2] سحر کے معنی جھوٹ اور فریب کے بھی ہیں۔ [3] لفظی معنی "جادوگر" ہیں۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

۱۱۴ فرعون نے کہا کہ بیشک۔ تمہیں صلہ بھی ملے گا اور تم میرے مقربین کے زمرہ میں بھی داخل ہو جاؤ گے۔

۱۱۵ انہوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ پہلے تم اپنے دلائل پیش کرو گے یا ہم پہل کریں۔

۱۱۶ موسیٰؑ نے کہا کہ تم ہی پہل کرو۔ سو جب انہوں نے اپنے مسلک کو پیش کیا' تو ان کی سحر بیانی کی چمک نے لوگوں کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے لوگوں کو اس سے بھی ڈرایا (کہ تم نے فرعون کی مخالفت کی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟)۔ اور اس طرح انہوں نے بہت بڑے مکر و فریب کا جال بچھا کر رکھ دیا۔

۱۱۷ اور ہم نے موسیٰؑ سے' وحی کے ذریعے کہا کہ تم اپنی تنذیرات کو پوری قوت اور شدت کے ساتھ پیش کرو[۲]۔ جب اس نے انہیں بیان کیا تو مخالفین کا فریب باطل ملیامیٹ ہو کر رہ گیا۔

۱۱۸ سو اس طرح حق ثابت ہو گیا اور اُن کا کیا کرایا سب اکارت گیا۔

۱۱۹ اور فرعون اور اس کی قوم کو' وہیں دیکھتے دیکھتے' مغلوب اور ذلیل ہو کر پسپا ہونا پڑا۔

۱۲۰–۱۲۲ اور اُن کے باطل پرست (لیکن حق شناس) مذہبی پیشواؤں نے' موسیٰؑ کے دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور کہا کہ ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں جو تمام نوع انسان کی نشو و نما کرنے والا ہے ——— یعنی موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر۔

۱۲۳ (اس پر فرعون کے غصے کی آگ بھڑک اٹھی)۔ اُس نے کہا کہ کیا تم میری اجازت کے

[۱] لفظی معنی ہیں "پہلے تم ڈالو گے یا ہم ڈالیں"۔ [۲] یہاں پھر لفظ عصا آیا ہے۔

لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾

بغیر ہی موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لے آتے ہو؟ میں اب سمجھا کہ یہ تم سب کی ملی بھگت ہے۔ یہ تو ایک گہری سیاسی سازش معلوم ہوتی ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ تم میرے دارالخلافہ سے ارباب اقتدار کو نکال باہر کرو (اور خود مملکت پر قبضہ کر لو۔ تم سب اندر سے ملے ہوئے نظر آتے ہو) تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس سازش کا نتیجہ کیا ہے۔

۱۲۴ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے کٹواؤں گا (یا ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈلواؤں گا) اور پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

۱۲۵ (اُنہوں نے فرعون کی اس گرج کو نہایت سکون سے سنا اور پورے اطمینان سے کہا کہ ہم اپنے سابقہ باطل مسلک سے منہ موڑ کر) اپنے نشوونما دینے والے کے صحیح مسلک کی طرف پلٹ گئے ہیں۔ (اب ہم اس سے پھرنے والے نہیں)۔

۱۲۶ تم ہمارے خلاف اس کے سوا اور کونسا جرم عائد کر سکتے ہو کہ جب ہمارے سامنے ہمارے نشوونما دینے والے کی کھلی کھلی آیات آگئیں تو ہم نے انہیں سچا تسلیم کر لیا۔ (اگر یہ جرم ہے تو ہم بدل و جان اس جرم کے اقبالی ہیں)۔ ہم تم سے کوئی عرض معروض نہیں کرنا چاہتے۔ ہم صرف اپنے نشوونما دینے والے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو صبر و استقامت سے لبریز کر دے اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم اس کے احکام کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔

۱۲۷ فرعون کے درباریوں نے اس سے کہا کہ (تم نے ان مذہبی پیشواؤں کے خلاف تو اپنا فیصلہ دیدیا لیکن) کیا تیرا ارادہ یہ ہے کہ موسیٰؑ اور اس کی قوم کو اسی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرتے پھریں اور (ایسا پراپیگنڈا کریں جس سے خود تیری قوم) تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے۔

فرعون نے کہا کہ (نہیں! میں ان کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ لیکن ان کیلئے میرے ذہن میں دوسری تدبیر ہے۔ یہ ہماری محکوم قوم ہے۔ اسے ہم سیاسی حربوں سے کچل کر رکھدیں گے)۔ ہم اس قوم کے معزز افراد کو، جن میں جوہر مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳۰﴾

ہے' اور جن سے خطرہ کا امکان ہے' ذلیل و خوار کر کے غیر مؤثر بنا دیں گے' اور جو طبقہ ان جوہروں سے عاری ہے' اسے معزز اور مقرب بنا کر آگے بڑھاتے جائیں گے[1]۔ اس طرح مجموعی حیثیت سے یہ قوم تباہ ہو جائیگی (۲۸/۴ ; ۲۸/۴-۲۵)۔

۱۲۸ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ فرعون کی ان دھمکیوں سے مت ڈرو۔ تم قانونِ خداوندی کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو نشو و نما دیتے جاؤ اور خدا سے اس کی توفیق مانگو (۱/۴) اور اپنے پروگرام پر ثابت قدم رہو۔ (حکومت و مملکت ان کے باپ کی جاگیر نہیں کہ وہ ابدی طور پر انہی کے پاس رہے خواہ یہ کچھ ہی کیوں نہ کرتے رہیں)۔ یہ تو خدا کے قانون کے مطابق ملتی اور اسی کے مطابق چھنتی ہے۔ اور اُس کا قانون یہ ہے کہ یہ ملتی اُس قوم کو ہے جس میں اس کی صلاحیت ہو (۲۱/۱۰۵)۔ جو قوم اُس کے قانون کی نگہداشت کرے گی' یہ آخر الامر اُسی کے پاس جائے گی۔

۱۲۹ اس پر موسیٰؑ کی قوم نے کہا کہ جب تم یہاں نہیں تھے تو اُس وقت بھی ہمیں مصیبتوں کا سامنا رہا۔ (تمہارے آنے سے یہ امید بندھ گئی تھی کہ اب ہمارا پاپ کٹ جائے گا اور آرام سے زندگی بسر ہوگی۔ لیکن فرعون سے لڑائی مول لے کر) تم نے ہمیں پھر مصیبتوں میں ڈال دیا۔

موسیٰؑ نے کہا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ (پہلے تمہاری مصیبتیں' محکومی اور غلامی کی وجہ سے تھیں لیکن اب جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا' وہ حصولِ آزادی کے لئے ہوں گی۔ اگر تم نے ثبات و استقامت سے کام لیا تو تم دیکھو گے کہ) تمہارا نشو و نما دینے والا کس طرح تمہارے دشمن کو تباہ اور برباد کر دیتا ہے اور اُس کی مملکت تمہارے حصے میں آجاتی ہے۔

اسکے بعد وہ (خدا) یہ دیکھے گا کہ تم' مملکت حاصل ہونیکے بعد' کس قسم کے کام کرتے ہو؛

۱۳۰ (اُس اصول کے مطابق جس کا ذکر ۴۲/۹ میں کیا جا چکا ہے) قوم فرعون کے غلط نظام کے نتائج رفتہ رفتہ سامنے آنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ وہاں خشک سالی کی وجہ سے' فصلوں میں کمی ہو گئی تو سارے ملک میں قحط پھیل گیا۔ انہیں اس سے سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ (غلط نظام

[1] لفظی معنی: "ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے"۔

فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ‌ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰۤٮِٕرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ مِنۡ اٰيَةٍ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيۡهِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا يٰمُوۡسَى ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ‌ ۚ لَـئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَـنُؤۡمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ‌ ﴿۱۳۴﴾

معاشرہ میں قدرتی حادثات کے مقابلہ کی سکت نہیں ہوتی۔ اس قسم کے حوادث کے مضر اثرات کی روک تھام کا انتظام نظامِ ربوبیت ہی کی رُو سے ہو سکتا ہے)۔

۱۳۱ لیکن ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب اُن پر خوش حالی کا زمانہ آتا تو کہتے کہ یہ ہمارے حسنِ انتظام کا نتیجہ ہے۔ اور جب سختی آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔

اُن کی اس مصیبت کا سبب، موسیٰؑ اور اُس کی جماعت کی نحوست نہ تھی (نحوست کسی میں نہیں ہوتی)۔ یہ اُن کی اپنی غلط رَوش کا نتیجہ تھا جو قانونِ خداوندی کے مطابق مرتب ہو رہا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر لوگ اِس حقیقت کو نہیں جانتے (اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے کے بجائے دوسروں کو اُن کا ذمہ دار قرار دیکر اپنے آپ کو فریب میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں)۔

۱۳۲ قومِ فرعون، موسیٰؑ سے کہتی کہ تو ہم سے اپنا باطل مذہب منوانے کے لئے جتنا جی چاہے زور لگا لے، اور جس قسم کی مصیبتیں ہم پر لا سکتا ہے، لے آ۔ ہم تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔

۱۳۳ اُن پر طوفان آئے۔ ٹڈی دَل نے تباہی مچائی۔ فصلوں کو برباد کرنے والے کیڑے پیدا ہوئے۔ مینڈکوں کی کثرت ہوگئی۔ فسادِ خون کی بیماریاں رُونما ہو گئیں۔ یہ سب کھلی کھلی علامات تھیں (اس بات کی کہ جب ملک کا نظام صحیح خطوط پر متشکل نہ ہو تو وہاں اس قسم کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور اربابِ نظم و نسق اپنی عیش پرستیوں میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ انہیں اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ہوتی)۔ قوم پر اس قسم کی مصیبتوں کے باوجود، اُس کا حکمران طبقہ اپنی سرکشی سے باز نہ آتا۔ وہ درحقیقت تھا ہی مجرموں کا گروہ! (جو کچھ ملک میں ہو رہا تھا وہ انہی کے جرائم کا نتیجہ تھا)۔

۱۳۴ جب اُن پر تباہی آتی تو وہ کہتے کہ اے موسیٰؑ! تو اپنے رب سے دعا کر۔ اگر وہ ہم سے

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿۱۳۵﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿۱۳۷﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۱۳۸﴾

اِس عذاب کو ٹال دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے چونکہ (تو کہتا ہے کہ) خدا نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے' اِس لئے وہ تیری دعا ضرور قبول کرے گا۔

۱۳۵ سو جب ہم' کچھ وقت کے لئے' اُن سے اس سختی کو دُور کر دیتے' جس تک انہوں نے بالآخر اپنی غلط روش کی وجہ سے پہنچ کر رہنا تھا[1]' تو وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے۔

۱۳۶ جب وہ اِس طرح (مسلسل اور پیہم) ہمارے قانون کو جھٹلاتے رہے اور اُس کے نتیجہ خیز ہونے کی طرف سے لاپرواہ رہے' تو ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں پکڑ لیا۔ صورت یوں ہوئی کہ وہ اپنی قوت کے نشے میں بدمست' موسیٰؑ اور اس کی قوم کا تعاقب کرتے ہوئے' سمندر (یا دریا) میں کود پڑے' اور غرق ہو گئے۔ یوں ہم نے انہیں تباہ کر دیا۔

۱۳۷ اور جس قوم کو وہ اسقدر کمزور و ناتواں (اور ذلیل و حقیر) سمجھا کرتے تھے' اُسے (مختلف مراحل سے گزار کر) اُس ملک کے مشرقی اور مغربی حصوں کا وارث بنا دیا جو ہمارے قدرتی خزائن اور پیداوار سے مالا مال تھا۔ یوں تیرے نشو و نما دینے والے کا پروگرام' بنی اسرائیل کے حق میں' اس حسن و خوبی سے تکمیل تک پہنچا۔ یہ اِس لئے کہ اُنہوں نے اس تمام جد و جہد میں بڑی استقامت کا ثبوت دیا تھا۔ اُن کے برعکس' قوم فرعون کے ساختہ پرداختہ کو برباد' اور اُن کی عالیشان عمارات کو تہس نہس کر دیا۔

(لیکن یہ اس داستان کا آخری حصہ ہے جسے ہم نے اس مقام پر بیان کیا ہے۔ اس کی درمیانی کڑیاں یوں ہیں کہ)

۱۳۸ قوم فرعون ڈوب گئی اور بنی اسرائیل کے لئے ہم نے ایسا انتظام کر دیا کہ وہ سمندر

---

[1] قرآن کریم نے اس جگہ کتنی بلند حقیقت کو بیان کیا ہے جب کہا ہے کہ مصیبت انسان کی طرف نہیں آتی۔ انسان خود مصیبت کی طرف جاتا ہے۔

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيكُمْ إِلٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۱۴۰﴾ وَإِذْ أَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقٰتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسٰى لِأَخِيهِ هٰرُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۴۲﴾

(یادریا۔ ۲۰/۷۷) کے پار اتر گئے۔ اِس کے بعد اُن کا گذر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو اپنے بتوں کی پرستش پر جمی بیٹھی تھی (اور یہی چیز ان میں وجہِ جامعیت تھی)۔ موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰؑ سے کہا کہ جس قسم کے اِن کے دیوتا ہیں' ہمیں بھی اسی قسم کا ایک دیوتا بنا دو!

موسیٰؑ نے کہا کہ (میں' اس کے سوا تم سے کیا کہوں کہ) تم بڑے ہی جاہل ہو۔

۱۳۹ جس مسلک پر یہ (بُت پرست) چل رہے ہیں' وہ مسلک تباہ ہو کر رہنے والا ہے' اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ یکسر باطل ہے۔ اس کا نتیجہ تخریب کے سوا کچھ نہیں۔

۱۴۰ اُس نے کہا کہ کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ تجویز کر دوں' حالانکہ وہ خدا ایسا ہے جس نے تمہیں اپنی ہم عصر اقوام پر فضیلت عطا کی ہے۔

۱۴۱ (اُس خدا کے' اور انعامات کو تو چھوڑو۔ تم اس بات کو بھی بھول گئے کہ) اُس نے تمہیں اُس قومِ فرعون سے نجات دلائی' جو تمہیں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رکھتی تھی۔ وہ لوگ تمہارے ابنائے قوم کو ذلیل و خوار کیا کرتے تھے اور جو اُن میں سے جوہرِ مردانگی سے بیگانہ ہوتے' انہیں اپنا مقرب و معزز بنا کر' تمہیں آپس میں لڑایا کرتے تھے (۲/۴۹)۔ اُس قوم کے اِس عذاب سے نجات مل جانا' تمہارے لئے' تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے ایک عظیم نعمت تھی۔ (۲/۴۹ : ۲۸/۴۵)۔

۱۴۲ پھر ایسا ہوا کہ موسیٰؑ' ہمارے حکم کے مطابق' ایک ماہ دس دن کے لئے' اپنی قوم سے الگ ہوا (۲/۵۱)۔ اس نے اپنے بھائی ہارونؑ' سے کہا کہ تم نے' میری عدم موجودگی میں' میری جانشینی کرنا اور قوم کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا۔ اور دیکھنا! اِن میں ایسا شرارتی عنصر بھی ہے جو انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ان کی راہ نہ چلنا۔ اُن سے محتاط رہنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۖؗ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۴۵﴾

---

۱۴۳ اور جب موسیٰؑ ہمارے مقرر کردہ وقت پر پہنچا اور اس کے ربّ نے اُس سے باتیں کیں تو وہ (شدّتِ اشتیاق سے بے اختیار پکار اٹھا کہ) اے میرے پروردگار! تو میرے سامنے بے حجابانہ آجا تاکہ تیرے دیدار سے میری نگاہ بھی کامیاب ہو۔ اس نے کہا۔ اے موسیٰؑ! تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹکا رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا۔ سو جب جلالِ خداوندی نے اِس پہاڑ پر اپنی نمود کی تو اُس نے اُسے ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر جب وہ ہوش میں آیا تو کہا کہ بارالہا! تو واقعی اِس سے بہت بلند ہے کہ انسان تجھے دیکھ سکے۔ میں تیری طرف (ویسے ہی) متوجہ رہوں گا (جیسے تو نے کہا ہے)۔ میں اِس حقیقت پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں (کہ انسان کے لئے خدا کو دیکھنا محال ہے)۔

۱۴۴ اللہ نے کہا کہ اے موسیٰؑ! میں نے تجھے دوسرے لوگوں سے ممتاز کیا ہے دو باتوں میں۔ ــــ ایک تو یہ کہ تجھ سے میں نے باتیں کی ہیں (یہ نبوت ہے) اور دوسرے یہ کہ تجھے اس پر مامور کیا ہے کہ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے اُسے دوسروں تک بھی پہنچاؤ۔ (یہ رسالت ہے)۔ لہٰذا جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے ــــ یعنی احکامِ خداوندی ــــ اُسے نہایت مضبوطی سے تھامے رہو اور (ان پر عمل پیرا ہو کر) ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہو جاؤ جن کی محنتیں بھرپور نتائج پیدا کیا کرتی ہیں۔

اور ہم نے اُن تختیوں پر (جن پر موسیٰؑ نے وحی لکھی تھی) دین کے ہر گوشے سے متعلق

لہ یہ نبوت کے مقامات ہیں جن کی حقیقت و ماہیت سے غیرِ نبی آشنا نہیں ہو سکتا۔ ان حقائق کو بیان تو ہمارے ہی الفاظ میں کیا جاتا ہے لیکن ان کی اصل و غایت کچھ اور ہوتی ہے۔ جس طرح ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جبریل نبی پہ وحی کس طرح لاتا تھا اسی طرح ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ نبی اور خدا کا تعلق کیا ہوتا ہے۔ ہم صرف نبی کی طرف نازل شدہ وحی کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کے ہم مکلف بھی نہیں۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

احکام اور اخلاقی قدریں صاف صاف بیان کردی تھیں۔ (یعنی ہم نے ان امور کو موسیٰؑ پر وحی کیا اور موسیٰؑ نے انہیں اُس زمانے کے قاعدے کے مطابق تختیوں پر نقش کرلیا)۔ ہم نے موسیٰؑ سے کہہ دیا کہ وہ خود بھی ان پر پوری قوت کے ساتھ عمل پیرا رہے' اور اپنی قوم سے بھی کہدے کہ (وہ بھی انہیں ہر وقت پیشِ نظر رکھے اور) جو معاملہ سامنے آئے' یہ دیکھے کہ ان احکام میں سے کونسا حکم اُس کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اُس کا اتباع کرے (۷/۱۴۵)۔ (اگر تمہاری قوم نے ایسا کیا تو) وہ بہت جلد دیکھ لے گی کہ (اِن کے مطابق عمل کرنے سے کیسے خوشگوار نتائج مرتب ہوتے ہیں اور) ان کے خلاف چلنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

۱۴۶ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ' نوعِ انسانی کے لئے تعمیری کام کئے بغیر دنیا میں بڑائی حاصل کرلیں (۲۸/۸۳) وہ ہمارے قوانین سے اپنا رُخ پھیر لیتے ہیں[1]۔ اُن کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ خواہ وُہ اپنی غلط روش کے ایک ایک نتیجہ کو بھی اپنے سامنے کیوں نہ دیکھ لیں' وہ پھر بھی صحیح رَوش اختیار نہیں کرتے۔ (اُن کا بے جا غرور اُنہیں اس طرف آنے ہی نہیں دیتا)۔ اُن کے سامنے زندگی کی صحیح رَوش کیسی ہی نمایاں طور پر کیوں نہ آجائے' وہ اُس پر کبھی نہیں چلتے۔ لیکن اگر غلط راستہ سامنے آجائے تو اُس پر فوراً چل پڑیں گے۔ ان کی یہ حالت اس لئے ہوجاتی ہے کہ وہ ہمارے قوانینِ زندگی کو جھٹلاتے ہیں اور اُس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔

۱۴۷ یاد رکھو؛ جو لوگ بھی ہمارے قوانین کو جھٹلائیں' اور اسے کبھی تسلیم نہ کریں کہ اُن کی غلط رَوش کے نتائج' ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق ضرور سامنے آکر رہیں گے (خواہ اس

---

[1] الفاظ یہ ہیں" ہم ان کا رُخ پھیر دیں گے"۔ قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ جو نتائج خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق برآمد ہوتے ہیں' ان کی نسبت خدا خود اپنی طرف کرتا ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے (۹/۱۲۷ ؛ ۶۱/۵ ؛ ۵/۱۱ ؛ ۱۴/۴۳)۔ اس ضمن میں (۲/۷) اور (۴/۱۵۵) بھی قابلِ غور ہیں۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ

دنیا میں یا اس کے بعد کی زندگی میں) اُن کا کیا کرایا سب رائگاں جاتا ہے۔ (اُس سے وہ خوشگوار نتائج کبھی مرتب نہیں ہوتے جو اُن لوگوں کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ جس قسم کا عمل، ویسا ہی اس کا نتیجہ۔ (لہٰذا جن اعمال میں تعمیرِ انسانیت کا کوئی پہلو نہ ہو، اُن کا نتیجہ تعمیری کس طرح ہو سکتا ہے؟)۔

۱۴۸ بہرحال موسیٰ کی عدم موجودگی میں، اُس کی قوم نے کیا کیا کہ اپنے زیورات وغیرہ گلا کر، بچھڑے کا ایک دھڑ سا بنایا۔ (یعنی اس قسم کی طلائی مورتی بنالی جس کی پرستش اہلِ مصر کیا کرتے تھے۔ سامری نے اُس میں ایسی کاریگری رکھ دی (۲۰:۸۸) کہ اس میں سے ہُوا سے) گائے جیسی آواز نکلتی تھی۔ توہم پرست جاہل قوم کے لئے یہی چیز اس جسدِ بے جان کو معبود تسلیم کر لینے کے لئے کافی تھی۔ حالانکہ اگر وہ ذرا بھی عقل و خرد سے کام لیتے تو یہ حقیقت ان پر واضح ہو جاتی کہ) وہ "معبود" اُن سے باتیں نہیں کرتا۔ (اس سے صرف ایک بے معنی سی آواز نکلتی ہے۔ اور وہ آواز ہمیشہ ایک ہی جیسی ہوتی ہے)۔ نہ ہی وہ کسی معاملہ میں ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس بچھڑے کو اپنا دیوتا بنا لیا۔ وہ کس قدر راہِ حق سے ہٹی ہوئی قوم تھی؟—

(ایک مدت کی غلامی نے اُن سے غور و فکر کی صلاحیتیں اس حد تک چھین لی تھیں اور اُن میں اس قدر احساسِ کمتری پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے حیوان کے بت کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور اُس کے سامنے جھکتے تھے۔ شرک اسی لئے جرمِ عظیم ہے کہ وہ انسان کو اُس کے مقامِ بلند سے بہت نیچے گرا دیتا ہے)۔

۱۴۹ جب (موسیٰ کے سمجھانے سے انہوں نے اپنے کئے پر غور کیا تو) اُس پر سخت نادم ہوئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ سخت غلطی کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے نشو و نما دینے والے نے ہم پر اپنی مہربانی نہ کی اور ہماری اس حماقت کے تباہ کن نتائج سے ہمیں محفوظ نہ رکھا، تو ہم یقیناً سخت نقصان میں رہیں گے۔

يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

---

۱۵۰ جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آیا تھا تو (اُسے ان کی حماقت پر) غصہ بھی آیا تھا اور افسوس بھی۔ اُس نے اُن سے کہا کہ تم نے میری عدم موجودگی میں جو کچھ کیا ہے' بہت برا کیا ہے۔ مجھے یہاں سے گئے ہوئے کچھ ایسا لمبا عرصہ تو نہیں ہو گیا تھا کہ تم مایوس ہو گئے اور خدا کے غضب کو آواز دے دیکر بلا لیا (۲۰/۸۶)۔

پھر اُس نے الواحِ تورات کو ایک طرف رکھ دیا' اور (غصے میں) اپنے بھائی کے بال پکڑ کر کھینچے (۲۰/۹۴)۔ بھائی نے کہا کہ (مجھ پر اس طرح ناراض نہ ہو۔ میری بات سُن لو۔ میں نے انہیں اس بات سے اس لئے زبردستی نہیں روکا کہ تو آ کر کہے گا کہ تم نے قوم میں تفرقہ پیدا کر دیا اور میری واپسی کا انتظار تک نہ کیا۔ ۲۰/۹۴ —— میں نے انہیں' سمجھانے کی کوشش کی تو انہوں نے میری نرمی کو میری کمزوری پر محمول کر لیا۔ قریب تھا کہ یہ مجھے قتل ہی کر ڈالتے۔ سو تم اب یہ تو نہ کرو کہ مجھے بھی ان سرکش مجرموں کے زمرے میں شامل کر لو اور میرے ساتھ ایسا ذلت آمیز سلوک کرو جس سے ہمارے دشمن ہم پر ہنسیں۔

۱۵۱ (جب موسیٰؑ اس طرح حقیقتِ حال سے باخبر ہوا تو اُس نے) کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھ سے اور میرے بھائی سے جو خطا ہو گئی ہو' اُس سے ہماری حفاظت کا سامان بہم پہنچا۔ اور اپنی نظرِ عنایت کو بدستور' ہمارے شاملِ حال رکھ۔ اس لئے کہ تجھ سے بڑھ کر سامانِ رحمت و عاطفت بہم پہنچانے والا اور کون ہے؟

۱۵۲ اس پر خدا نے کہا کہ (تم دونوں سے ہم نے درگذر کیا)۔ لیکن جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی' انہیں' ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق' سخت سزا ملے گی۔ انہوں نے اپنے آپ کو بے جان حیوان سے بھی زیادہ حقیر سمجھا' اس لئے وہ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوں گے (۲۰/۹۷)۔ ہم افتراپردازوں کو اُن کی بدعملی کی اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں (۲۰/۸۵)۔

۱۵۳ لیکن جن لوگوں سے (سہواً) کوئی لغزش ہو جائے' اور اس کے بعد' وہ پھر اپنے مقام

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي

کی طرف لوٹ آئیں (اپنے کئے پر نادم ہوں اور آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں)- اور خدا کے ضابطۂ حیات کو اپنا نصب العین بنالیں۔ تو تیرے نشوونما دینے والے کے قانونِ ربوبیت میں ان کی حفاظت اور مرحمت کی گنجائش ہے۔

۱۵۴ اور جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا تو اُس نے ان تختیوں کو اٹھایا جن پر وحی منقوش تھی۔ جو کچھ اُن پر لکھا تھا' اس میں' ان لوگوں کے لئے جو قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کے تباہکن نتائج سے خائف ہوں صحیح راستے کی طرف راہ نمائی اور سامانِ مرحمت تھا۔

۱۵۵ اور موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لئے چُنے (۲/۵۵)۔ جب انہیں سخت زلزلہ نے آپکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے نشوونما دینے والے! اگر تو چاہتا تو مجھے اور ان لوگوں کو' اس سے پیشتر ہی (جب ان لوگوں نے یہ سوال کیا تھا ۲/۵۵) ہلاک کردیتا۔ (لیکن جب تو نے ایسا نہ کیا تو اس سے ظاہر ہے کہ تیری مشیّت یہی تھی کہ ہم اس طرح ہلاک نہ ہوں- تو اب) کیا تو' اس بات کی وجہ سے جو ہم میں سے کچھ بیوقوف لوگ کربیٹھے ہیں' ہمیں ہلاک کردے گا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ انگیزی' ہماری ہلاکت کے لئے نہیں' بلکہ یہ دیکھنے کے لئے ہے کہ ہم میں حوادث برداشت کرنے کی کس قدر صلاحیت آچکی ہے۔ (تاکہ ہم اپنے متعلق کسی غلط اندازے میں نہ رہیں)۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس قسم کے مقامات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ ایسے نازک کہ عقل و فکر سے کام نہ لینے والے لوگ' انہی سے غلط راستوں پر پڑجاتے ہیں' اور دوسرے لوگوں کا قدم صحیح راستے کی طرف اٹھ جاتا ہے۔

بہرحال' تو ہمارا کارساز اور سرپرست ہے۔ ہم سے جو غلطی ہوگئی ہے اُس کے مُضر نتائج سے ہماری حفاظت اور مرحمت کا سامان کردے۔ اس لئے کہ سب سے بہتر سامانِ حفاظت عطا کرنے والا تیرا ہی قانونِ ربوبیت ہے۔

۱۵۶ اور ہمارے لئے اس دنیا کی زندگی میں بھی خوشگواریاں پیدا کردے اور مستقبل کی

الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

زندگی میں بھی- اس لئے کہ ہم تیری طرف رجوع کر رہے ہیں۔

اِس پر خدا نے کہا کہ میری طرف سے تباہی میرے قانونِ مشیّت کے مطابق صرف اس پر آتی ہے (جو میرے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے- ورنہ) میرا عام پروگرام یہی ہے کہ کائنات کی ہر شے نشوونما حاصل کر کے اپنی تکمیل تک پہنچ جائے- (تم دیکھتے ہو کہ خارجی کائنات میں میرا یہ نظامِ ربوبیّت و رحمت کس طرح کارفرما ہے- اسی طرح انسانوں کی دنیا میں) یہ ربوبیت انہیں مل سکتی ہے جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہیں اور دوسروں کی نشوونما کا سامان بہم پہنچائیں یعنی وہ لوگ جو ہمارے قوانین کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھیں۔

یہ تھا جو ہم نے موسٰیؑ سے کہا تھا۔

۱۵۷ (ہمارا یہ قانون' سابقہ انبیاءؑ کی وساطت سے بھی ملتا رہا' اور اب یہی قانون اس رسول کی معرفت آیا ہے- اس لئے اب ہماری ربوبیت اور مرحمت ان لوگوں کے حصے میں آئے گی جو نظامِ ربوبیت قائم کرنے کے لئے) اس رسول کے پیچھے پیچھے چلیں گے جو (قرآن ملنے سے پہلے) اُمّی تھا (۲۹/۴۸)- جس کی علامات (یہود و نصاریٰ) اپنے ہاں' تورات اور انجیل میں لکھی پاتے ہیں- وہ اُن باتوں کا حکم دیتا ہے جسے وحیٔ خداوندی صحیح تسلیم کرتی ہے' اور اُن امور سے روکتا ہے جو اس وحی کی رُو سے ناپسندیدہ ہیں- اسی وحی کی رُو سے وہ زندگی کی تمام پاکیزہ خوشگوار چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور اُن خبائث کو حرام ٹھہراتا ہے (جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ۶/۱۴۶)- اور (مذہبی پیشواؤں کے جن خود ساختہ آئین و شرائع اور مستبد حکام کے جور و ستم کے) جس بوجھ کے نیچے انسانیت دبی چلی آ رہی تھی' اُس بوجھ کو اُس کے سر سے اتارتا ہے- اور (تقلید و اوہام کی جن زنجیروں میں انسانی قلب و دماغ جکڑا ہوا تھا) ان زنجیروں کو توڑتا ہے (۶/۱۴۸) ——— اور اِس طرح انسانی

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي
وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾
وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا ۚ
وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا

صحیح آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ (حدود اللہ کا پاس رکھتے ہوئے) اپنی سعی و کاوش سے جن بلندیوں تک جانا چاہے چلا جائے۔ اس کے راستے میں کوئی روک نہ ہو۔

لہٰذا' جو لوگ اس کی نبوت پر ایمان لے آئیں' اور اس کے پیش کردہ پیغام کے مخالفین کے لئے روک بن کر اُس کی مدافعت کریں۔ اس نظام کے قیام میں اُس کی مدد کریں۔ اور اس مقصد کے لئے اُس روشنی کو اپنے لئے چراغِ راہ بنائیں جسے اس رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ تو یہی لوگ ہوں گے جن کی کھیتیاں پروان چڑھیں گی' اور جو کامیاب و کامران زندگی بسر کریں گے۔

۱۵۸ (اے رسول!) تم تمام نوعِ انسان سے پکار کر کہدو کہ میں (قبائل و اقوام کی قیود' اور نسلی' وطنی اور مذہبی گروہ بندیوں کی حدود سے بلند ہو کر) پوری کی پوری انسانیت کی طرف خدا کا پیغامبر بن کر آیا ہوں — اُس خدا کا پیغامبر جس کی حکومت کا تختِ اجلال تمام کائنات میں بچھا ہوا ہے جس کا قانون ہر جگہ کارفرما ہے۔ اُس کے سوا کائنات میں کوئی صاحبِ اقتدار نہیں۔ افراد اور اقوام کی زندگی اور موت کے فیصلے اسی کے قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا' تم (اپنے اپنے غلط معتقدات و تصورات کو چھوڑ کر) اُس خدا پر ایمان لاؤ۔ اور اُس کے رسول پر جو (قرآن ملنے سے پہلے۔ ۲۹/۴۸) اُمّی تھا۔ وہ خود بھی سب سے پہلے خدا پر' اور اس کی طرف سے نازل کردہ قوانین پر ایمان لایا ہے۔ تم' ان قوانین کو عملاً متشکل کرنے کے لئے' اس رسول کے پیچھے پیچھے چلو۔ بس یہی ایک راستہ ہے جو تمہیں کامیابی کی منزل تک لے جائے گا۔

۱۵۹ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے' اسی قسم کا ضابطۂ ہدایت موسیٰؑ کو بھی دیا گیا تھا) اور اُس کی قوم میں بھی ایک گروہ ایسا تھا جو حق کے ساتھ لوگوں کی راہ نمائی کرتا تھا' اور اُس کے مطابق لوگوں کے فیصلے عدل و انصاف سے کیا کرتا تھا۔

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۰

(اس سے سلسلۂ کلام پھر داستان بنی اسرائیل کی طرف پلٹتا ہے)۔

قوم بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے اور وہ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے تھے جب اس کی قوم نے موسیٰؑ سے پانی کی درخواست کی تو (ہم نے اس کی راہ نمائی اس پہاڑی کی طرف کر دی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے۔ چنانچہ) وہ اپنی قوم کو لے کر اس طرف گیا۔ چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس میں سے (ایک چھوڑ اکٹھے) بارہ چشمے پھوٹ نکلے (۲/۶۰)۔ اس نے ان چشموں کو نامزد کر دیا اور ہر قبیلہ کو بتا دیا کہ اس کا چشمہ کونسا ہے۔

پھر اُس بیابان میں، پانی سے بھرے ہوئے بادل، اُن کے سر پہ سایہ فگن رہتے تھے۔ کھانے کے لئے پرندوں کا گوشت اور جنگل کی نباتاتی شیرینی، جو ان کے لئے وجہ سکون اور باعث اطمینان تھی۔ (۲/۵۷)۔

سامانِ رزق کی اس قدر فراوانیاں عطا کر کے ہم نے اُن سے کہا کہ ان پاکیزہ اور خوشگوار چیزوں کو کھاؤ پیو۔ (لیکن، اس پر بھی، انہوں نے ہمارے قانون کا اتباع نہ کیا۔ سو) اس سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں خود اپنا ہی نقصان کیا۔

۱۶۱

ہم نے اُن سے کہا کہ تم فلسطین کی سرزمین میں فاتحانہ حیثیت سے رہو سہو (۵/۲۱ : ۲/۵۸)۔ اور اس طرح اپنی مرضی سے، جیسے اور جب جی چاہے، سامانِ زیست سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس شرط کے ساتھ کہ تم ہمارے قوانین کے سامنے اپنا سر جھکائے رکھو۔ اس طرح تمہاری صحرانوردی اور خانہ بدوشی کی زندگی بھی ختم ہو جائے گی اور جو غلطیاں تم سے سرزد ہو چکی تھیں، ان کے مُضر اثرات سے حفاظت کا سامان بھی مل جائے گا۔ اور اگر تم اس کے بعد بھی حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرو گے تو ان فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھتا چلا جائے گا (۲/۵۸)۔

۱۶۲

لیکن تم نے سپاہیانہ اور مجاہدانہ زندگی کے بجائے، آرام طلبی اور تساہل انگیزی کی زندگی اختیار کر لی (۲/۵۹)۔ اور اس طرح ہمارے قوانین سے سرکشی برتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے سماوی قانونِ مکافات کے مطابق، تم میں مسلسل کمزوری آتی گئی اور تم میں جرأت

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور ہمت باقی نہ رہی (۹/۲۵ ؛ ۵/۴۴-۲۲)۔

۱۶۳ اور ان سے اُن بستی والوں کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے واقع تھی۔ (چونکہ یہودیوں کے ہاں سبت کے دن شکار کرنے کی ممانعت تھی اور رفتہ رفتہ مچھلیوں نے اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ اُس دن انہیں کوئی نہیں پکڑتا' اس لئے وہ) سبت کے دن پانی کے اوپر تیرتی پھرتی نظر آیا کرتی تھیں' اور ہفتے کے دوسرے دنوں میں نیچے نیچے رہتی تھیں۔ جن لوگوں کے دل میں قانون شکنی کے جذبات پرورش پلتے وہ اتنا بھی ضبط نہ کر سکتے کہ سبت کے دن کاروبار بند رکھنے کی بات جو طے پایا تھا' اس کا احترام کرتے۔ چنانچہ وہ اس قاعدے کو توڑ کر بے راہ روی اختیار کر لیتے (۴/۱۵۴ ؛ ۴/۴۷ ؛ ۴/۱۵ ؛ ۵/۶۰ ؛ ۱۶/۱۲۴)۔

۱۶۴ (وہ لوگ جن کا ذکر (۹/۱۵) میں کیا گیا ہے' لوگوں کو اس قانون شکنی سے باز رہنے کی نصیحت کرتے رہتے' لیکن ان پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا) اس پر دوسرے لوگ اُن سے کہتے کہ تم ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ ان کی خوئے سرکشی پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ یا تو یکسر ہلاک ہو جائیں گے یا کسی سخت عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے (ان میں راہ راست پر آنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی)۔ اس پر وہ ان سے کہتے کہ ہم ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ شاید یہ تباہی سے بچ جائیں (اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو) کم از کم ہم تو خدا کے حضور سرخرو ہو جائیں کہ ہم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا تھا۔

۱۶۵ چنانچہ جب ان لوگوں نے قانونِ خداوندی کو یکسر پس پشت ڈال دیا' تو ہم نے اُن لوگوں کو جو انہیں برائیوں سے روکا کرتے تھے' الگ کر لیا اور ان نافرمانوں کو ان کی سرکشی کی وجہ سے سخت ذلت آمیز عذاب میں گرفتار کر دیا۔

۱۶۶ یعنی جب انہوں نے اس بات سے سرکشی اختیار کر لی جس سے انہیں روکا گیا تھا'

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ
وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم
بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ
عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم
مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾

تو ہمارے قانون مکافات نے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ ذلت و خواری کے چلتے پھرتے پیکر بن جائیں (۲/۶۵)۔ اور زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ جائیں (۷/۱۴۷)۔

۱۶۷ (یہ تھی بنی اسرائیل کی مجموعی حالت۔ اس کی وجہ سے) تیرے نشوونما دینے والے نے (وحی کے ذریعے) اعلان کر دیا کہ (اگر یہ لوگ سرکشی سے باز نہ آئے تو) میں ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے' ایسے لوگوں کو مسلّط کرتا رہوں گا جو انہیں بدترین قسم کی سزائیں دیں گے۔ (انہوں نے ہمارے قانونِ مکافات کو یونہی مذاق سمجھ رکھا تھا حالانکہ) یہ حقیقت ہے کہ وہ قانون' اپنے پیمانوں کے مطابق' نتائج مرتب کرنے میں کبھی دیر نہیں لگاتا۔ (اس میں مہلت کا وقفہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اگر لوگ اس دوران میں اپنی روش میں تبدیلی کر لیں تو ان کے لئے) سامان حفاظت و رحمت مہیا ہو جائے۔

۱۶۸ (چنانچہ ان کے عذاب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ) ان کی مرکزیت تباہ ہو گئی اور وہ مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے (کسی قوم کا مختلف پارٹیوں اور فرقوں میں بٹ جانا' خدا کا سخت عذاب ہوتا ہے)۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہوئے' زندگی کو سنوارتے تھے' اور کچھ ایسے تھے جو اس روش کے خلاف چلتے تھے۔ ہم ان کی قومی زندگی کے مختلف پہلو بدلتے رہے۔ کبھی ان پر خوشحالی کا دور آجاتا' کبھی بدحالی کا۔ (انہیں یک لخت تباہ نہیں کر دیا گیا تھا)۔ اور یہ اس لئے کہ ممکن ہے وہ قانون خداوندی کی طرف لوٹ آئیں۔

۱۶۹ (ابتداءً ان کی یہ حالت رہی) لیکن اس کے بعد جو نسلیں ان کی جانشین ہو کر ہمارے ضابطہ قوانین کی وارث بنیں' اُن کی حالت یہ تھی کہ وہ پیش پا افتادہ' دنیاوی مفاد پر جھپٹ پڑتے' اور کہتے کہ اس کی ہمیں معافی مل جائے گی۔ اُس کے بعد جب پھر اُس قسم کا کوئی اور

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ
فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَ
اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا
بَلٰي ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾

مفاد سامنے آجاتا تو اسے بھی جھپٹ لیتے۔ یعنی ان کی روش ہی یہ ہو گئی کہ یونہی کوئی فائدہ سامنے آیا، اصول اور ضابطہ، قاعدہ اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر اس کی طرف لپک پڑے۔

(ان سے کوئی پوچھتا کہ) کیا تم سے کتاب اللہ کے مطابق یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ تم خدا کے متعلق حق کے سوا کچھ نہیں کہو گے —— اور یہ اُس کتاب کو پڑھتے پڑھاتے بھی رہتے ہیں۔ —— (اُس کتاب میں یہ لکھا ہوا تھا کہ) اُن لوگوں کے لئے جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں، (حیوانی سطح زندگی کے قریبی مفاد کے مقابلہ میں) مستقبل کی خوشگواریاں کہیں بہتر ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

۱۷۰ (اور اُس کتاب میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ) جو لوگ خدا کے ضابطہ قوانین سے متمسک رہیں گے اور نظامِ صلوٰۃ کو قائم کریں گے۔ تو ہم اُن لوگوں کے اعمال کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو اپنی زندگی اور معاشرہ کو سنوارنے والے ہوں۔

۱۷۱ اور جب اُس پہاڑ میں زلزلہ آیا جس کے دامن میں بنی اسرائیل ٹھہرے ہوئے تھے، اور وہ یوں نظر آنے لگا گویا ایک سائبان ہے جو اس طرح ہل رہا ہے کہ اُن کے سروں پر گرا چاہتا ہے۔ (اس سے اُن کی توہم پرستی نے اُن کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ان حوادثِ فطرت سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں) جو کچھ ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے دیا ہے، اُس پر نہایت مضبوطی سے کاربند رہو اور اُس کی تعلیم کو ہر وقت سامنے رکھو۔ اس سے تم تمام خطرات سے محفوظ رہو گے۔

۱۷۲ (اے قوم مخاطب! تم نے بنی اسرائیل کی داستان سے دیکھا کہ قومیں کن خطرناک مراحل سے گزر کر، اور کیسے کیسے مہیب موانع کو راستے سے ہٹا کر آگے بڑھتی ہیں! یہ بات کسی خاص قوم تک محدود نہیں۔ خود نوعِ انسان کا مسلسل آگے بڑھتے چلے آنا، خدا کے قانونِ ربوبیت کی زندہ شہادت ہے)۔ تم ذرا اس پر غور کرو کہ اس قدر نامساعد حالات کے باوجود، بنی آدم کی نسل کا سلسلہ پشت با پشت

أَوْ تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ ءَابَآؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۷۴﴾ وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ٱلَّذِىٓ ءَاتَيْنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿۱۷۵﴾

سے جاری ہے' اور ان میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اِن کا وجود اِس حقیقت کی شہادت ہے کہ کائنات میں خدا کا قانونِ نشوونما کارفرما ہے۔ ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ اِس حقیقتِ حال کی ناطق شہادت ہوتا ہے۔ ہم یہ دلائل و شواہد اس لئے تمہارے سامنے لارہے ہیں کہ جب تمہارے تخریبی اعمال کے نتائج متشکل ہوکر تمہارے سامنے کھڑے ہوں' تو تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ مشیت کا پروگرام تعمیری کام چاہتا ہے یا تخریبی۔

(۱۷۳) یا یہ کہدو کہ ہمارے اسلاف یہ مانتے چلے آرہے تھے کہ کائنات میں اکیلے خدا کا قانونِ ربوبیت کارفرما نہیں۔ اور قوانین بھی ہیں۔ ہمارے اسلاف کا یہ عقیدہ تھا' اور ہم بعد میں آنے والے' انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ تو کیا ہمیں اُن لوگوں کے جُرم کی پاداش میں ہلاک کیا جارہا ہے جو اِس قسم کے باطل عقائد رکھتے تھے؟

(۱۷۴) ہم اِس طرح اپنے احکام و قوانین نکھار کر بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ' غلط راستوں کو چھوڑ کر صحیح راہ کی طرف رجوع کریں۔

(۱۷۵) لیکن حق کی راہ اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دفعہ کسی قوم نے یہ روش اختیار کرلی تو اُس کے بعد آنے والی نسلیں جو جی میں آئے کریں' وہ زندگی کی خوشگواریوں سے بہرحال بہرہ یاب ہوتی رہیں گی ——— قطعاً نہیں ——— ہم اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ اے رسول! تم اِسے اپنی جماعت (مومنین) کے سامنے پیش کرواور ان سے کہو کہ اِسے دل کے کانوں سے سُن لیں۔

ایک شخص کو خدا نے اپنے احکام و قوانین دیئے (وہ ان پر کاربند ہوا تو اُسے خوش حالی اور عروج نصیب ہوگیا)۔ اُس کے بعد وہ اُنہیں چھوڑ کر' اُن میں سے اس طرح صاف نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کینچلی میں سے نکل جاتا ہے کہ اُس پر' اُس کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہتا۔ جب اُس نے اِن قوانین کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو حیوانی سطح زندگی کے جذبات' اُس پر بری طرح غالب آگئے اور وہ (حق کا راستہ چھوڑ کر) غلط راہوں پر چل نکلا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۗ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ِۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

---

۱۷۶ اگر وہ ہمارے قانونِ مشیت کے مطابق چلتا رہتا (جو اسے دیا گیا تھا) تو ہم اُسے (آسمان کی) بلندیوں تک لے جاتے۔ لیکن اس نے ہمارے قوانین کے بجائے اپنے جذبات ہی کی پیروی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ (آسمان کی بلندیوں کے بجائے) زمین کی پستیوں کے ساتھ چپک گیا[1]۔ (اس کی زندگی کا سارا مقصد دنیاوی مفاد کا حصول رہ گیا)۔ اب اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اسے دوڑاؤ اور اکساؤ تو بھی وہ ہانپے اور زبان لٹکائے۔ اور اگر ویسے چھوڑ دو تو بھی ہانپے اور زبان لٹکائے۔ (یعنی پھر انسان کی ہوس کی تسکین ہی نہیں ہوتی خواہ وہ کسی حالت میں بھی کیوں نہ ہو۔ اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہیں ہوتا)۔

یہ حالت ہو جاتی ہے اس قوم کی جو ہمارے قانونِ ربوبیت کو جھٹلاتی ہے۔ سو اے رسول! تم انہیں یہ باتیں سناؤ تاکہ یہ ان پر غور و فکر کریں۔ اور یہ سمجھ سکیں کہ

۱۷۷ کس قدر بُری حالت ہوتی ہے اُس قوم کی جو ہمارے قوانین کو جھٹلاتی ہے اور یوں اپنے آپ پر زیادتی کرتی ہے۔

۱۷۸ اور (اتنا نہیں سمجھتی کہ) زندگی کے خوشگوار راستوں کی طرف راہ نمائی صرف قوانینِ خداوندی کی رُو سے مل سکتی ہے۔ جو قوم ان قوانین کو چھوڑ دے اسے صحیح راستہ کبھی نہیں مل سکتا اور وہ سخت نقصان اٹھاتی ہے۔

۱۷۹ (لیکن یہ باتیں تو عقل و فہم اور غور و تدبر سے سمجھ میں آسکتی ہیں) اور انسانوں کی

---

[1] یہ تو ہماری (مسلمانوں کی) داستان ہے جسے قرآن کریم نے اس انداز میں بیان کیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

اکثریت کا یہ عالم ہے کہ ــــ مہذب اقوام ہوں، یا جاہل بادیہ نشین ــــ وہ زندگی جہنم میں گزارتے ہیں۔ یعنی سینے میں دل رکھتے ہیں، لیکن اس سے سمجھنے سوچنے کا کام کبھی نہیں لیتے۔ اُن کی آنکھیں بھی ہوتی ہیں، لیکن اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ وہ کان بھی رکھتے ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ انسان نہیں، بالکل حیوان ہوتے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ گم کردہ۔ (اس لئے کہ حیوان کم از کم اپنے جبلّی تقاضوں کے مطابق تو چلتے ہیں۔ اور اس قسم کے انسان، ان حدود سے بھی) بے خبر رہتے ہیں۔

۱۸۰ (اس جہنم کی زندگی کو جنّت سے بدلنے کا طریق یہ ہے کہ) تم صفات خداوندی کو ــــ جو کامل حسن و توازن کی مظہر ہیں اپنے اندر اجاگر کرتے جاؤ۔ اور اس میں اعتدال و توازن کا خیال رکھو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اُن میں سے کسی ایک صفت کو لے کر افراط کی طرف نکل جاتے ہیں[1] (اور یوں زندگی کا توازن کھو دیتے ہیں۔ ۴۷/۱۷؛ ۴۴/۱۳)۔ ان کی غلط روش بہت جلد اپنا نتیجہ ان کے سامنے لے آئے گی۔

۱۸۱ اِن کے برعکس، ہماری مخلوق میں وہ لوگ بھی ہیں جو حق کے ساتھ دوسروں کی راہ نمائی کرتے ہیں، اور اُس کے ذریعے اعتدال اور توازن کو ہمیشہ برقرار رکھتے ہیں ــــ اسی کو حق و عدل کے ساتھ فیصلے کرنا کہتے ہیں۔

۱۸۲ جو لوگ ہمارے قوانین کو جھٹلاتے ہیں (ان کی گرفت فوری نہیں ہو جاتی) ہم انہیں، آہستہ آہستہ، بتدریج، تباہی و بربادی کے اُس مقام تک لے آتے ہیں جو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

۱۸۳ (یہ اس لئے کہ ہمارا قانون یہی ہے کہ بیج ڈالنے اور فصل کے پکنے میں ایک مدت معینہ کا وقفہ

---

[1] جیسے عیسائیوں نے خدا کی صفت "رحم" میں اس قدر غلو کیا کہ اس کے قوانین مکافاتِ عمل کو یکسر نظر انداز کر دیا اور نجات و سعادت کو اعمال پر نہیں بلکہ اس کے رحم پر موقوف کر دیا۔ اس کا جو نتیجہ برآمد ہوا اس پر عیسائیت کی تاریخ شاہد ہے۔ قرآن کریم صفاتِ خداوندی میں اعتدال اور صحیح تناسب کی تعلیم دیتا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸۴﴾ أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۵﴾ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾

رہے) یہی ان کے لئے مہلت کا وقفہ ہوتا ہے۔ (یہ بات نہیں کہ ان کی غلط کاریوں پر کوئی گرفت کرنے والا ہی نہیں ہوتا)۔ ہمارے قانون مکافات کی تدبیر بڑی محکم ہوتی ہے۔ (اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا)۔

۱۸۴ ان لوگوں کے انکار اور تکذیب کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ اگر یہ عقل و فکر سے کام لیتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ ان کا یہ رفیق — یعنی ہمارا رسول۔ کوئی پاگل نہیں۔ وہ انہیں جن تباہیوں سے خبردار کر رہا ہے' وہ واقعی ان پر آنے والی ہیں۔

۱۸۵ اگر یہ لوگ کائنات کے عظیم سلسلہ اور تخلیق خداوندی پر ہی غور کر لیتے تو یہ بات ان کی سمجھ میں آجاتی کہ یہ رسول جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ تخریبی روش کا نتیجہ کبھی منفعت بخش نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ اپنی آنکھوں پر اس طرح پردے نہ ڈال لیتے تو انہیں نظر آجاتا کہ ان کی تباہی کا وقت کس قدر قریب آرہا ہے۔ (اس کی محسوس علامات سامنے کھڑی ہیں۔ اگر یہ اس پر بھی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تو) اس کے بعد وہ کونسی بات باقی رہ جاتی ہے جسے دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے؟ — خارجی دنیا میں کائنات کا ایسا محیر العقول نظام' اور ان کی داخلی دنیا میں اس قسم کی معاشی خرابیاں! ان شواہد کے بعد اور کونسی ایسی دلیل آجائے گی جس کی بنا پر یہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیں گے کہ قانون خداوندی کے مطابق چلنے کا نتیجہ حسن و خوبی ہے' اور اس کی خلاف ورزی کا انجام تباہی و بربادی۔

۱۸۶ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ (خدا کے قوانین کو چھوڑ کر) غلط راستہ اختیار کر لیں' تو پھر کوئی قوت ایسی نہیں ہوتی جو انہیں صحیح راستے کی طرف لے آئے۔ وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے خدا کے قانون کو چھوڑ دیتے ہیں' تو خدا کا قانون انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ زندگی کی تاریکیوں میں حیران و سرگرداں' مارے مارے پھریں (۲/۱۵)۔

۱۸۷ یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ انقلاب کی وہ گھڑی (جس کی بابت تم اس قدر دھمکیاں دیتے ہو)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

کب واقع ہوگی؟ اِن سے کہو کہ اِس کا علم میرے پروردگار ہی کو ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو اُسے اُس کے وقت پر نمودار کر دے۔ (لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ انقلاب ایسا عظیم ہوگا کہ) وہ زمین و آسمان سب پر بھاری ہوگا اور تم پر اچانک آجائے گا۔ (۳۳/۶۳ ; ۴۲/۱۷ ; ۹/۴۲)۔ یہ تجھ سے اس کے متعلق اِس طرح پوچھ رہے ہیں گویا تو اِسی کاوش میں لگا رہتا ہے (اِس کے سوا تیرے لئے کوئی اور کام ہی نہیں)۔ اِن سے کہدو کہ (میں اِس کے متعلق قطعاً کوئی کاوش نہیں کرتا)۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے (اور اس کے متعلق یونہی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں)۔

۱۸۸ اِن سے کہو کہ (یہ تو بہت بڑی چیز ہے کہ میں بتا سکوں کہ یہ انقلاب کب آئے گا۔ میری تو یہ کیفیت ہے کہ) میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ کچھ بھی خدا کے کائناتی قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے بہت سی نفع بخش چیزیں اکھٹی کر لیتا' اور مجھے کوئی تکلیف چھو تک نہ سکتی۔ (میری پوزیشن تو صرف یہ ہے کہ) میں اس قوم کو جو خدا کے قوانین پر یقین رکھتی ہے' صحیح روش کے خوش گوار نتائج اور غلط روش کے تباہ کن عواقب سے آگاہ کرتا ہوں (کیونکہ مجھے اس کا وحی کے ذریعے علم دیا گیا ہے)۔

۱۸۹ اِن لوگوں سے کہو کہ (میں جس خدا کے قانون کی طرف دعوت دیتا ہوں وہ) وہ خدا ہے جس نے تمہاری پیدائش کا سلسلہ آغاز' ایک جرثومۂ حیات سے کیا۔ پھر وہ جوشِ نمو سے پھٹ کر نر اور مادہ میں تقسیم ہو گیا (۴/۱)۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ' عورت اور مرد کا وجود عمل میں آگیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں' اور باہمی رفاقت سے انہیں سکون حاصل ہوتا ہے (۳۰/۲۱)۔ اسی سے نسلِ انسانی کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ چنانچہ جب ایسا ہوتا ہے کہ مرد عورت کی طرف ملتفت ہوتا ہے تو اسے حمل قرار پا جاتا ہے۔ شروع شروع میں وہ اتنا ہلکا ہوتا ہے کہ اسے اس کا بوجھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ پھر آہستہ آہستہ' اس کی شدت

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوْا

محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر جب وضع حمل کا وقت قریب آجاتا ہے تو میاں۔ بیوی' دونوں اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں ایک تندرست و توانا بچہ عطا کر دیا تو ہم تیرے شکر گذار ہوں گے۔

۱۹۰ لیکن جب وہ انہیں' تندرست بچہ عطا کر دیتا ہے' تو وہ' اس بچے کی پیدائش کے سلسلے میں' خدا کے ساتھ اوروں (زندہ اور مردہ' پیروں۔ فقیروں) کو بھی شریک کرنے لگ جاتے ہیں۔ (اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جنہیں وہ خدا کا ہمسر قرار دیتے ہیں) اللہ کا مقام اُن سے کس قدر بلند ہے۔

۱۹۱ ان کی حماقت دیکھئے کہ وہ خدا کا ہمسر انہیں بناتے ہیں' جن کی حالت یہ ہے کہ اُن کا کسی چیز کو پیدا کرنا تو ایک طرف' وہ خود کسی کے پیدا کردہ ہیں۔

۱۹۲ وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کی کوئی مدد کر سکیں۔ ان کی مدد کرنا تو ایک طرف' وہ خود اپنی مدد کرنے کے بھی قابل نہیں۔

۱۹۳ (ان لوگوں پر اپنے معبودانِ باطل کی عقیدت کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ' اس بارے میں' کسی کی بات تک سننے کے روادار نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ) اگر تم انہیں راہِ راست کی طرف دعوت دو' تو وہ تمہارا اتباع کبھی نہیں کریں گے۔ لہذا' تمہارے لئے یکساں ہے کہ تم انہیں صحیح راستے کی طرف دعوت دو' یا خاموش رہو (۴۵)۔

۱۹۴ (ان سے کہو کہ) جن ہستیوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو' وہ تمہارے ہی جیسے (خدا کے) بندے ہیں۔ ان میں کوئی خدائی قوت نہیں۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ ان میں خدائی قوتیں ہیں' تو تم انہیں اپنی احتیاجوں میں مدد کے لئے پکارو۔ پھر دیکھو کہ کیا وہ تمہاری احتیاج کو پورا کر دیتے ہیں؟

۱۹۵ (اور یہ مٹی اور پتھر کے بت' جن کی تم پرستش کرتے ہو' وہ ان سے بھی گئے گزرے

شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۖ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

ہیں۔ تم نے ان کے ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ۔ کان۔ سب بنا دیئے ہیں۔ لیکن سوچو کہ) کیا ان کے پاؤں ایسے ہیں جن سے یہ چل سکیں۔ کیا ان کے ہاتھ ایسے ہیں جن سے یہ کچھ پکڑ سکیں۔ کیا ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے یہ دیکھ سکیں۔ یا ان کے کان ایسے ہیں جن سے یہ سُن سکیں؟

اے رسول! ان سے کہو کہ (یہی ہیں ناں تمہارے وہ معبود جن کے بل بوتے پر تم سمجھتے ہو کہ مجھے شکست دیدو گے۔ سو) تم انہیں بلاؤ اور سب کو دعوت دو کہ وہ میرے خلاف جو تدبیریں چاہیں کرلیں اور مجھے اس باب میں ذرا سی بھی مہلت نہ دیں۔

۱۹۶ (میں اس چیلنج کو اس حتم و یقین اور جرأت و بے باکی سے اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ) میرا رفیق و دمساز وہ خدا ہے جس نے مجھے اس قسم کا محکم ضابطہ حیات دیا ہے۔ اور وہ ان تمام لوگوں کی رفاقت اور کارسازی کرتا ہے جو اُس کے بتائے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے اور لوگوں کے بگڑے ہوئے کام سنوارتے ہیں۔

۱۹۷ اس کے برعکس جن معبودوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری کچھ کوئی مدد کر سکتے ہیں نہ اپنے آپ کی۔

۱۹۸ (لیکن ان کی اندھی عقیدت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ اس قدر واضح دلائل کے باوجود) اگر تم انہیں راہِ راست کی طرف دعوت دو تو یہ تمہاری کبھی نہیں سنیں گے۔ تو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف تک رہے ہیں لیکن وہ درحقیقت دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ (ان کی آنکھیں بظاہر تمہاری طرف ہوتی ہیں لیکن دل کہیں اور ہوتا ہے (۴۳/۲۳-۴۴ ؛ ۴/۴۶)۔

۱۹۹ **(بہرحال تم اے رسول! نظامِ ربوبیت کے قیام کے سلسلہ میں عملی پروگرام اختیار کئے رکھو۔ اس پروگرام کی رو سے جماعتِ مومنین کا زائد از ضرورت مال ان کے پاس رہنے کے بجائے نظامِ اسلامی کی تحویل میں رہیگا۔ اس لئے تم اس مال کے وصول کرنیکا انتظام کرو۔ قرآنی قوانین کو عام کرتے جاؤ اور جہلاء سے کنارہ کش رہو کہ وہ ناحق تمہارا وقت ضائع نہ کریں۔**

۲۰۰ اگر کسی قسم کا کوئی وسوسہ (یا ان مخالفین کا کوئی سرغنہ) تم میں باہمی فساد ڈالنے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾

کی کوشش کرے (۵۳/۱۷) یا کسی اور خرابی کا موجب بنتا نظر آئے' تو تم ضابطۂ خداوندی کے ساتھ اور شدت سے متمسک ہو کر اس کی پناہ میں آجاؤ۔ یاد رکھو! (تمہارا خدا سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

۲۰۱ جو لوگ زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں' ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی خیال' یونہی گھومتے پھرتے بھی ان کے پاس سے گزر جائے' تو وہ فوراً قوانین خداوندی کو اپنے سامنے لے آتے ہیں۔ اس سے یوں ہو جاتا ہے جیسے تاریکی میں یکایک روشنی ان کے سامنے آگئی اور انہیں صاف نظر آنے لگ گیا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

۲۰۲ (ان کے برعکس' جو لوگ قوانین خداوندی کی طرف رجوع نہیں کرتے' ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اوّل تو انہیں خود ہی اس کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ کس تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور اگر کبھی ایسا ہونے کا امکان ہوتا ہے تو) ان کے بھائی بند (جوڑی دار) انہیں ان کی غلط روی اور سرکشی میں کھینچ کر اور آگے لیجاتے ہیں۔ اور وہ کسی مقام پر رکتے ہی نہیں۔ (آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں)۔

۲۰۳ (اے رسول! یہ لوگ تم سے مفاہمت کرنا چاہتے ہیں' لیکن اس شرط پر کہ تم ان کی مرضی کے مطابق قرآن کی آیات لاؤ۔ ۱۰/۱۵؛ ۱۱/۱۱۴؛ ۱۷/۷۴؛ ۹/۱۰۶)۔ جب تو انہیں اس قسم کی کوئی آیت نہیں دیتا' تو یہ کہتے ہیں کہ (اگر تمہارا خدا اس بات پر راضی نہیں ہوتا تو) تم اپنی طرف سے اس قسم کی آیات وضع کیوں نہیں کر لیتے؟

ان سے کہو کہ (میں کوئی بات اپنی طرف سے وضع نہیں کر سکتا۔) میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھے میرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے ملتی ہے۔ یہ ضابطۂ قوانین تمام دنیا کے لئے' بصائر و دلائل کا مجموعہ ہے۔ اور جو لوگ اس کی صداقت پر ایمان لائیں' ان کے لئے ہدایت و رحمت کا سرچشمہ۔

۲۰۴ (تم' ان لوگوں سے صرفِ نظر کر کے' اپنی توجہات کو اپنی جماعت پر مرکوز رکھو۔ اور

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

ان سے کہو کہ) جب تمہارے سامنے قرآن پڑھا جائے' تو اسے' پوری پوری توجہ کے ساتھ' خاموشی سے' سنا کرو۔ اس سے تمہیں' نوازشِ خداوندی سے' سامانِ نشوونما مل جائے گا۔

۲۰۵ (ان سے کہو کہ جب اس قانونِ خداوندی کو اچھی طرح سے سن لو تو یہ نہ سمجھ لو کہ بس مقصد پورا ہو گیا۔) اسے' صبح۔شام' ہر وقت' اپنے پیشِ نظر رکھو' اور دل کے ایسے جھکاؤ کے ساتھ جو تمہارے تحت الشعور کی گہرائیوں سے ابھرے (۵۵ء) اس کی پوری پوری اطاعت کرو۔ اس سے مطمئن نہ ہو جاؤ کہ قرآن کو اونچے اونچے پڑھ لیا تو تلاوتِ قرآن کا فریضہ ادا ہو گیا۔ مقصد یہ ہے کہ تم اس سے کسی حالت میں بھی غافل نہ رہو۔

۲۰۶ خدا کے مقربین کی کیفیت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے کبھی سرتابی اختیار نہیں کرتے۔ وہ اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل میں انتہائی جدوجہد کرتے ہیں' اور صرف اسی کے قوانین کے سامنے جھکتے ہیں۔ کسی اور کے سامنے نہیں جھکتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗۤ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ②

① اے رسول! یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ حکومت کی جو آمدنی مقررہ واجبات کے علاوہ ہو، وہ کس کے پاس جائے گی؟[1] ان سے کہدو کہ وہ آمدنی "خدا و رسول" (نظام مملکت) کی ہوگی۔ (تم اس بارے میں جھگڑو نہیں بلکہ) قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور آپس میں معاملات درست رکھو اور ہمواریاں پیدا کرتے رہو۔ اور "خدا و رسول" —— نظام خداوندی —— کی اطاعت کرتے رہو۔ یہی مومنین کا شعار ہے۔

② مومنین کی تو خصوصیت ہی یہ ہے کہ جب قوانین خداوندی کا مجموعی تصوّر ان کے سامنے لایا جاتا ہے تو (اُن کی خلاف ورزی سے جو تباہی آتی ہے اُس کے احساس سے) ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور جب ان قوانین کی تفصیلات ان کے سامنے آتی ہیں تو (اُن پر عمل پیرا ہونے کے خوشگوار نتائج کے تصوّر سے) ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے نشو و نما دینے والے (کی راہ نمائی) پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں، کہ وہ انہیں کبھی

[1] اَنْفَالٌ جمع ہے نَفْلٌ اور نَفَلٌ کی۔ اس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ یعنی جو چیز زیادہ ہو۔ اس آیت کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو مال لوگوں کی ضروریات سے زیادہ ہو (فاضلہ دولت) وہ ربوبیت عامہ کے لئے مملکت کی تحویل میں رہے گا۔ اس کی تائید ($\frac{۲}{۲۱۹}$) سے بھی ہوتی ہے۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

دھوکا نہیں دے گی۔

۳ یہ لوگ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور جو سامانِ نشوونما انہیں ملتا ہے، اسے نوعِ انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں (۲/۳)۔

۴ یہ ہیں سچے مومن۔ ان کے نشوونما دینے والے کے ہاں، ان کے مدارج بہت بلند ہیں، اور ان کے لئے سامانِ حفاظت اور باعزت رزق فراواں ہے۔

۵ (لیکن یہ نظام یونہی قائم نہیں ہو جاتا، اور اس انداز کا رزقِ کریم بلا محنت و مشقت نہیں مل جاتا۔ اس کے لئے بڑی قربانیوں اور جاں فشانیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً بدر کی جنگ کا واقعہ ہی لو جس میں) تو اپنے نشوونما دینے والے کے پروگرام کے مطابق، دشمن کے مقابلے کے لئے مدینے سے باہر نکلا تھا، حالانکہ تمہاری جماعت (مومنین) میں سے ایک گروہ ایسا بھی تھا جس پر یہ امر ناگوار گزرا تھا[1]۔

۶ وہ تجھ سے اس باب میں جھگڑتے تھے کہ تمہارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں، حالانکہ معاملہ ان پر بالکل واضح ہو چکا تھا۔ (وہ باہر نکلنے سے اس طرح گھبراتے تھے) گویا وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں، اور اسے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہے ہیں۔

۷ پھر جب تم آگے بڑھے تو حالات بتا رہے تھے کہ اللہ کے اُس وعدے کے مطابق جو

[1] ہم نے جس انداز میں مفہوم بیان کیا ہے اس سے مترشح ہوگا کہ یہ ایک گزرے ہوئے واقعہ کی داستان ہے۔ لیکن یُجَادِلُوْنَكَ اور یُسَاقُوْنَ (مضارع) کے پیشِ نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات عین اُس وقت نازل ہوئیں جب واقعہ سرزد ہو رہا تھا۔ اس اعتبار سے، اس واقعہ کا بیان، زمانۂ حال کے الفاظ میں کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اور آیت ۷ کا مفہوم بھی زیادہ واضح ہو جائے گا۔ یعنی وہ وعدہ کسی گزرے ہوئے زمانہ میں نہیں ہوا تھا بلکہ حال ہی کا بیان ہے۔ خدا جماعتِ مومنین سے یہ وعدہ کر رہا ہے۔

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

اس نے ایمان اور اعمال صالح کے نتیجے میں استخلاف فی الارض کے لئے' کر رکھا ہے (۲۴/۵۵) فریق مقابل کے دو گروہوں میں سے ایک پر تم ضرور غالب آجاؤ گے۔ تم یہ چاہتے تھے کہ تمہارا ٹکراؤ اس گروہ کے ساتھ ہو جو غیر مسلح تھا اور لڑائی کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اللہ یہ چاہتا تھا کہ تمہارا مقابلہ ان کے لشکر سے ہو تاکہ اس طرح یہ ثابت ہو جائے کہ حق' باطل پر غالب آیا کرتا ہے' اور اس سے انکار کرنے والوں کی جڑ کٹ جایا کرتی ہے۔

۸ اور اس طرح حق' حق۔ اور باطل' باطل بن کر دنیا کے سامنے آجائے' خواہ مجرمین پر یہ بات کیسی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

۹ (تمہیں دشمن کی قوت کا اس درجہ احساس تھا کہ) تم خدا سے' فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ سو اللہ نے تمہاری دعائیں سن لیں اور کہا کہ (اگر دشمن کا لشکر ایک ہزار ہے تو گھبراؤ نہیں) میں تمہاری مدد ایک ہزار ملائکہ سے کرونگا جو لگاتار آئیں گے (کائناتی قوتیں تمہارے حق میں جائیں گی۔ ۳/۱۱)۔

۱۰ (کامیابی تو تمہیں ہونی ہی تھی) اللہ نے اس نصرت کے دعوے کو تمہارے لئے خوشخبری بنا دیا تاکہ تمہیں اس سے اطمینان قلب نصیب ہو جائے (۳/۱۲۵ ؛ ۱۲/۳)۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح و نصرت خدا کے قانون کے مطابق ملتی ہے (اور تمہیں بھی اسی وجہ سے فتح حاصل ہوئی تھی کہ تم اس کے قانون پر عمل پیرا تھے)۔ وہ قانون جس میں قوت اور تدبیر دونوں جمع ہوتی ہیں۔

۱۱ اس (خوشخبری) سے تم پر امن و سکون کی فضا طاری ہو گئی' اور خوف و ہراس جاتا رہا (۳/۱۵۴)۔ پھر تم پر بادلوں سے پانی برسا تاکہ تم نہا دھو کر پاک و صاف اور تر و تازہ ہو جاؤ' اور فریقِ مخالف کی طرف سے پانی بند کر دینے کا جو خطرہ تمہیں لاحق ہو رہا تھا اس سے

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ
وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ
النَّارِ ﴿١٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّ
هِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ
جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

تمہارا اطمینان ہوجائے۔ اور وہاں کی ریتلی زمین ایسی ہوجائے کہ تم وہاں اپنے پاؤں جما سکو۔
—— ایک بارش سے یہ تمام خطرات و وساوس دور ہو گئے اور تمہیں جمعیتِ خاطر نصیب ہو گئی۔
—— کائناتی قوتیں یوں بھی مدد کر دیتی ہیں۔

۱۲ (یہ وہ وقت تھا جب) تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میری تائید و نصرت جماعتِ مومنین کے ساتھ ہے۔ تم ان کے دل میں اطمینان و سکون پیدا کر کے انہیں ثابت قدمی عطا کر دو۔ میں مخالفین کے دل میں ان کا رعب طاری کر دوں گا۔ (سو اے جماعتِ مومنین!) تم مخالفین کی گردنیں اڑاؤ۔ اور ان کی قوت اور گرفت کے تمام اسباب و ذرائع کو تہس نہس کر دو۔

۱۳ یہ اس لئے کہ یہ لوگ قانونِ خداوندی اور اس کے نافذ کرنے والے رسول (یعنی نظامِ خداوندی) کی مخالفت کرتے ہیں۔ سو جو لوگ بھی اس نظام کی مخالفت کریں گے خدا کا قانونِ مکافات انہیں سخت سزا دے گا۔

۱۴ ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کی سزا ہے، سو اس کا مزہ چکھ لو۔ (اور یہ چیز صرف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں)۔ قانونِ خداوندی کی مخالفت کرنے والے جہاں بھی ہوں گے ان کے لئے اسی قسم کا تباہ کر دینے والا عذاب ہوگا۔

۱۵ اے جماعتِ مومنین! (فتح و ظفر کی ان خوش خبریوں اور تائید و نصرت کے ان تمام وعدوں کے بعد، تم اچھی طرح سن لو کہ) جب تمہارا مقابلہ دشمن کی فوج سے ہو تو انہیں پیٹھ

۱۶ مت دکھانا۔ یاد رکھو! جو ایسے وقت میں پیٹھ دکھلائے گا وہ خدا کے عذاب کا مورد بن جائیگا اور سیدھا تباہی و بربادی کے جہنم میں جا گرے گا۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ ہاں مگر جو

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾

جنگ کی مصلحت کی بنا پر اپنا پینترا بدلے' یا اپنی پارٹی کی طرف پلٹنا چاہے' اور اس طرح اپنے مقام سے ہٹ کر ادھر اُدھر ہو جائے' تو اس کا مضائقہ نہیں۔

۱۷ اِن مخالفین کو تم نے میدانِ جنگ میں (از خود) قتل نہیں کیا' بلکہ انہیں درحقیقت اللہ نے قتل کیا۔ اور جو تیراندازی تم نے کی' وہ بھی تم نے (از خود) نہیں کی' بلکہ خود اللہ ہی نے کی (اس لئے کہ تم نے یہ جنگ و قتال خدا کی اجازت سے کیا ہے۔ ۲۲/۳۹۔ از خود نہیں کیا۔ اور خدا نے اس کا حکم اس لئے دیا تھا کہ اتنے عرصہ کی مسلسل جانکاہ مشقتوں کے بعد) جماعتِ مومنین کے سامنے (ان کی محنتوں کا ماحصل اور) زندگی کا خوشگوار پہلو آجائے۔ اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ (لہذا' کسی کی محنت رائگاں نہیں جاتی بشرطیکہ وہ صحیح طریق سے کی گئی ہو)۔

۱۸ اور یہ تو ابھی تمہاری پہلی فتح ہے۔ اس کے بعد سمجھ لو کہ اللہ' ان مخالفین کی تمام تدبیریں ناکام کر دینے والا ہے (انہیں شکست پر شکست ہوتی جائے گی)۔

۱۹ تم ان مخالفین سے کہدو کہ تم چاہتے تھے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ سو وہ بھی تم نے دیکھ لیا۔ لہذا' اگر تم اب بھی رک جاؤ اور نظامِ خداوندی کی مخالفت سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم پھر پلٹ کر جنگ کے لئے آؤ گے تو ہم بھی مقابلہ کے لئے آجائیں گے۔ اور تمہارا لاؤ لشکر تمہارے کسی کام نہیں آئے گا' خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ خدا کا قانون' جماعتِ مومنین کے ساتھ ہے۔

۲۰ (یہ تو تم ان سے کہو' اور خود اس بات کو دل کے کانوں سے سن لو کہ اس فتح سے تمہارے دل میں کہیں یہ خیال نہ پیدا ہو جائے کہ ہمیں اب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یاد رکھو! یہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اس کے بعد' ابھی تم نے بہت کچھ کرنا ہے۔ اسلئے)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

تم "خدا اور رسول" کی پوری پوری اطاعت کرو اور اُس کے احکام کو سن کر ان سے کبھی گریز کی راہیں نہ نکالو۔

۲۱ دیکھنا! تم نے کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم نے احکام کو سن لیا ہے لیکن درحقیقت وہ انہیں دل کے کانوں سے نہیں سنتے (یعنی ان پر غور و فکر نہیں کرتے)۔

۲۲ قانونِ خداوندی کی رُو سے بدترین خلائق وہ لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے بنے رہتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ (۲/۱۸ ؛ ۶/۳۹)۔

۲۳ (اس قسم کے لوگ جو عقل و فکر سے کام لینا چھوڑ دیتے ہیں، اس قابل ہی نہیں رہتے کہ صحیح بات قبول کرسکیں)۔ اگر ان میں صحیح بات قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی تو خدا (اپنے قانون کے مطابق) ایسا کر دیتا کہ وہ اسے قبول کرلیں۔ لیکن اگر وہ (اسے اُن سے بغیر اس صلاحیت کے زبردستی) قبول کراتا، تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے جیسا کہ وہ اب منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (سو ان کا اعراض اس امر کی دلیل ہے کہ ان میں قبولِ حق کی استعداد ہی نہیں رہی، حالانکہ اتنے لمبے عرصے تک انہیں حق کی تبلیغ کی جاتی رہی ہے)۔

۲۴ اے جماعتِ مومنین! (دیکھنا! تم نے کہیں ایسا نہ ہوجانا)۔ تم ہمیشہ "اللہ اور رسول" (نظامِ خداوندی) کی آواز پر لبیک کہو، جب وہ تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے جو تمہیں زندگی عطا کرنے والی ہے۔ (اس کے لئے عزمِ راسخ اور ہمتِ بلند کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے اندر ایسے جذبات بھی تو ہیں جو اس کے حوصلوں کو پست کردیتے ہیں۔ لہٰذا تم اس حقیقت حال سے بے خبر نہ رہو کہ) ایسا بھی ہوجایا کرتا ہے کہ، بجائے اس کے کہ خدا کا حکم، انسان کے ارادوں کی پختگی کے ساتھ پیوست رہے، وہ اس کے جرأت مندانہ ارادوں، اور حوصلوں کے پست کر دینے والے جذبات کے درمیان گھر جاتا ہے اور اس طرح اس انسان میں تذبذب کی حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ (اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تم ہر وقت اس حقیقت کو اپنے سامنے رکھو کہ) تمہیں نظامِ خداوندی کے مرکز

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾
وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَ
أَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا
اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

۳ ۹ ۱۴

کے گرد ہی جمع ہونا ہے۔ اسے چھوڑ کر کسی اور طرف نہیں نکل جانا۔ اور تمہارے ہر اقدام کی تم سے جواب طلبی ہونی ہے۔ (یہ خیال تمہارے دل میں جاگزیں رہا تو پھر تمہارے ذاتی جذبات تمہارے حوصلوں کو پست نہیں کر سکیں گے)۔

۲۵ (اور اسے بھی یاد رکھو کہ اگر جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو اس قسم کے تذبذب میں گرفتار رہوں) تو اس سے جو مصیبت آتی ہے وہ صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہتی۔ وہ سارے کے سارے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہے۔ اس لئے کہ خدا کا قانون اپنی نتیجہ خیزی میں بڑا سخت واقع ہوا ہے (اجتماعی اعمال کے نتائج بھی اجتماعی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس سے بہت محتاط رہو اور ایسا انتظام کرو کہ تمہارے ہاں ایسی صورت پیدا نہ ہونے پائے)۔

۲۶ (تم اس نظام کی اطاعت کے حسین نتائج کا اندازہ خود اپنی حالت سے لگاؤ۔ تمہاری کیفیت یہ تھی کہ) تم تعداد میں بھی کم تھے اور قوت کے اعتبار سے بھی بیحد کمزور تصور کئے جاتے تھے۔ تمہیں ہمیشہ یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ مخالفین تمہیں اُچک کر لے جائیں۔ (ان حالات میں قانونِ خداوندی نے تمہاری اطاعت اور استقامت کے بدلے میں) تمہیں ایسا ٹھکانہ دیا جہاں تم اکٹھے رہ سکتے ہو۔ اور اپنی نصرت سے تمہیں تقویت پہنچائی۔ اور خوشگوار چیزیں دے کر تمہارے رزق کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ سب اس لئے کہ (نظامِ خداوندی کے قیام و بقا میں) تمہاری جدوجہد بھرپور نتائج پیدا کر سکے۔

۲۷ (جب تم ان باتوں کا خود تجربہ کر چکے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ) تم نہ تو اس نظامِ خداوندی (خدا اور رسول) سے کسی قسم کی خیانت کرو اور نہ ہی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں جو تمہارے سپرد کی جائیں۔ تم جانتے ہو کہ ایسا کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔

۲۸ تم اسے بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ (انفرادی مفاد کے مقابلہ میں انسانیت کے مفادِ کلی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ
وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا
لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ
هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲ وَمَا كَانَ

کو اپنا نصب العین قرار دینے کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ مال اور اولاد کی کشش ہوتی ہے۔ اگر ان کی کشش تم پر غالب آ گئی تو یہ چیز تمہاری تباہی کا موجب بن جائے گی۔ لیکن اگر تم نے ان کی کشش و جاذبیت کے باوجود انسانیت کے مفادِ کلی کو ترجیح دی' تو تم اِس کٹھالی میں سے کندن بن کر نکلو گے' اور دیکھو گے کہ نظامِ خداوندی کی طرف سے اس کا کس قدر عظیم بدلہ ملتا ہے۔

۲۹ اگر تم ان کی بیجا کشش و جاذبیت سے بچتے' اور قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے رہے تو وہ تمہیں ایک امتیازی زندگی عطا کر دے گا۔ اور تمہاری ناہمواریوں کو تم سے دور کر دیگا۔ اور تمام خطرات سے تمہاری حفاظت کا سامان بہم پہنچاتے گا۔ یاد رکھو! اللہ کا نظام بڑی عظیم خوش حالیوں کا ضامن ہے۔

۳۰ (اے رسول! تم اُس وقت کو یاد کرو) جب فریقِ مخالف (کفارِ مکّہ) اِس قسم کی تدبیریں کرتے تھے کہ تجھے قید کر دیں' یا قتل کر دیں۔ یا بستی سے باہر نکال دیں۔ وہ اُدھر اس قسم کی تدبیریں کرتے تھے' اور اِدھر ہمارا قانون بھی اپنی تدبیروں میں لگا ہوا تھا (اس کے بعد سب نے دیکھ لیا کہ) کارگر تدبیر ہمارے ہی قانون کی ہوئی۔

۳۱ اُن کی حالت یہ تھی کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیات پیش کی جاتیں تو وہ (عجیب حقارت آمیز انداز سے) کہتے کہ ہم نے انہیں سن لیا ہے۔ (ان میں کونسی خاص بات ہے) اگر ہم چاہیں تو انہی جیسی آیات ہم خود بھی بنا سکتے ہیں۔ ان میں اس کے سوا رکھا ہی کیا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں!

۳۲ (اور جب ان سے کہا جاتا کہ اس قانون کی خلاف ورزی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پر خدا کی طرف سے تباہی آجائے گی' تو) وہ کہتے کہ اے اللہ! اگر یہ وعید فی الواقعہ تیری طرف سے ہے اور

اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾

سچی ہے' تو پھر تجھے انتظار کس بات کا ہے؟ تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے۔ یا ہمیں کسی اور عذاب میں مبتلا کر دے۔

۳۳ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ اُن پر تباہی آجاتی' درانحالیکہ تم ہنوز اُن میں مصروفِ تبلیغ تھے اور اس کا امکان تھا کہ ان میں سے کئی لوگ حق کو قبول کر کے پناہ خداوندی میں آجاتے۔

۳۴ لیکن اب کونسی بات باقی رہ گئی ہے کہ اِن پر (ان کے اعمال کے نتیجے میں) تباہی نہ آجائے اور انہیں مزید ڈھیل دی جائے؟ ان کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے اُن مقاصد اور مصالح کی راہیں بند کر رکھی ہیں جن کے لئے ہم نے کعبہ کو واجب الاحترام قرار دیا تھا۔ اس لئے یہ قطعاً اس قابل نہیں رہے کہ انہیں کعبہ کا محافظ و متولی رہنے دیا جائے۔ اس کے متولی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو قانون خداوندی کی نگہداشت کریں۔ لیکن ان میں تو اکثر کا یہ عالم ہے کہ وہ جانتے تک بھی نہیں (کہ تولیت کعبہ کا مقصد کیا ہے؟)۔

۳۵ (کعبہ اور اس کی تولیت کا عظیم مقصد تو ایک طرف) ان کی تو حنانۂ کعبہ میں صلوٰۃ تک بھی اس کے سوا کچھ نہیں رہ گئی کہ سیٹیاں بجائیں اور تالیاں پیٹیں —— یعنی چند بے معنی آوازیں اور کچھ بے مقصد حرکتیں —— یہ صلوٰۃ کی اصل و حقیقت سے یکسر انکار کے مرادف ہے۔ اس لئے ان سے کہو کہ تم اب اپنی ان حرکات کا نتیجہ بھگتو اور تباہی اور بربادی کا مزہ چکھو۔ (جو قوم بھی احکام خداوندی کی اصل و غایت کو نظر انداز کر کے' محض رسوم و ظواہر کو منتہا قرار دے لیتی ہے' وہ عذاب خداوندی میں ماخوذ ہو جاتی ہے)۔

۳۶ یہ لوگ جو نظام خداوندی سے اس طرح انکار کرتے اور سرکشی برتتے ہیں' اور اپنا مال

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ يَّنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَّعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۸﴾ وَقٰتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۹﴾

اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو "خدا کے راستے" کی طرف آنے سے روکیں۔ سو انہیں اپنی دولت اس طرح خرچ کرنے دو۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ ان کی ان تمام حرکات کے علی الرغم نظامِ خداوندی قائم ہو کر رہے گا۔ اور اُس وقت یہ مغلوب ہو جائیں گے، اور بصد حسرت و یاس کہیں گے (کہ ہم نے اپنی دولت اس ناکام مقصد کے لئے ناحق صرف کی!)

ان سے کہدو کہ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں، انہیں بالآخر تباہی و بربادی کے جہنم کی طرف ہانک کر اکٹھا کیا جاتا ہے۔

۳۷ یہ اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات، خوشگوار نظریۂ حیات رکھنے والی جماعت کو، تخریب پیدا کرنے والی جماعت سے الگ کرلے۔ اور تمام تخریبی جماعتیں، حق کی مخالفت میں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر، انبار در انبار بن جائیں۔ اور پھر (قانونِ خداوندی) اس پورے ڈھیر کو بربادی اور تباہی کے جہنم میں جھونک دے۔ اور اس طرح انہیں بتادے کہ وہ کس طرح خاسر و نامراد رہتے ہیں۔

۳۸ اِن مخالفین سے کہدو کہ اگر یہ اب بھی اپنی مخالفت سے باز آجائیں، تو جو کچھ یہ اس وقت تک کر چکے ہیں، اس کا ان سے کچھ مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر یہ وہی کچھ پھر کرنے لگ گئے تو جو کچھ اقوامِ گذشتہ کے ساتھ ہوا ہے، وہی ان کے ساتھ ہوگا۔

۳۹ بہرحال، جب تک یہ اپنی حرکات سے باز نہیں آتے، تم ان کے خلاف جنگ جاری رکھو، تاآنکہ (ظلم و استبداد کا) وہ فتنہ فرو ہو جائے جو انہوں نے برپا کر رکھا ہے، اور ایسی فضا پیدا ہو جائے جس میں، جس کا جی چاہے، پوری آزادی سے دین کو خالصۃً لوجہ اللہ (بلا جور و اکراہ) اختیار کر سکے (۲/۱۹۳)۔

اور اگر یہ لوگ اس فتنہ سے باز آجائیں، تو پھر ان سے مواخذہ کی ضرورت نہیں (کیونکہ جنگ سے مقصد ہی اس فتنہ کو ختم کرنا اور دین کے معاملہ میں لوگوں کو پوری پوری آزادی دینا تھا کہ جو چاہے اسے بطیبِ خاطر اختیار کرے، اور جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے) اس

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

صورت میں قانونِ خداوندی اس پر نگاہ رکھے گا کہ یہ اس کے بعد کیا کرتے ہیں۔

اور اگر یہ بعد میں اپنے معاہدہ سے پھر جائیں (تو تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں)۔ تمہارا رفیق و دمساز تو بہر حال خدا کا قانون ہے۔ وہ کیسا اچھا رفیق و کارساز، اور کیسا اچھا معین و مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

۴۱ جنگ کے سلسلہ میں، اس اہم حقیقت کو بھی پیش نظر رکھو کہ، اس سے پہلے، تمہارا دستور یہ تھا کہ جنگ میں، جو کچھ کسی کے ہاتھ آجاتے، وہ اسی کا ہو۔ یہی لوٹ کا مال وہ بنیادی جذبہ تھا جس کے لئے تم میدانِ جنگ میں جایا کرتے تھے۔ لیکن اب جنگ ظلم کو روکنے اور نظامِ عدل و احسان قائم کرنے کے لئے ہوگی۔ اس لئے، اس میں جذبۂ محرکہ لوٹ کا مال حاصل کرنا نہیں ہوگا۔ یاد رکھو! میدانِ جنگ میں جو مالِ غنیمت بھی ملے گا، اس میں سے پانچواں حصہ "خدا و رسول" ——— یعنی مملکت کی انتظامی ضروریات ——— کے لئے رکھ کر، باقی، ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے میں صرف کیا جائے گا ——— مثلاً (میدانِ جنگ میں جانے والوں، اور کام آجانے والوں کے) اقربا کے لئے۔ یتیموں اور معاشرہ میں بے یار و مددگار، تنہا، رہ جانے والوں کے لئے۔ اُن کے لئے جن کا چلتا ہوا کاروبار رک گیا ہو، یا جو کسی حادثے کی وجہ سے کام کاج کے قابل نہ رہے ہوں۔ نیز اُن مسافروں کے لئے جو مدد کے محتاج ہوں۔

ہم جانتے ہیں کہ، اس طرح ہاتھ آتے ہوئے مال سے، یوں دستکش ہوجانا کچھ آسان کام نہیں، لیکن اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور ان احکام پر جو ہم نے اپنے بندے پر اُس دن نازل کئے تھے جب دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل آئے تھے اور جب حق و باطل نکھر کر سامنے آگیا تھا، (تو تمہارے لئے ایسا کرنا مشکل نہیں ہوگا۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۴۲﴾ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۴۳﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ

مستقل اقدار پر ایمان، اس قسم کی تمام جاذبیتوں کو ٹھکرا سکتا ہے)۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ اللہ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں، اور اُن پر اُس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔ (اس لئے اس کے قانون پر عمل پیرا ہونے سے تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا)۔

۴۲ اُس دن (جنگ بدر کے موقعہ پر) تم اِدھر قریب کے ناکے پر تھے، اور دشمن اُدھر دُور کے ناکے پر۔ اور قافلہ تم سے نچلی طرف سے گزر رہا تھا۔ اگر تم نے آپس میں ہی فیصلہ کرنا ہوتا کہ جنگ کی جائے یا نہ۔ اور کی جائے تو کب اور کہاں کی جائے، تو تمہارا اس باب میں ضرور اختلاف ہو جاتا۔ (اس لئے کہ تم میں کچھ لوگ دشمن کی کثرت سے خائف تھے۔ اور کچھ قافلہ لوٹنا چاہتے تھے)۔ لیکن قانونِ خداوندی کا تقاضا یہ تھا کہ فریقِ مخالف سے تمہارا ٹکراؤ ہو جاتے اور جو بات (آخر الامر) ہو کر رہنی ہے، اُس کا فیصلہ ہو جاتے۔ تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ بھی کھلی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو، اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی کھلی دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

جب اللہ نے تیری نگاہ میں دشمنوں کی تعداد کو تھوڑا کر دکھایا تھا — یعنی، تم جان گئے تھے کہ اُن کی کثرت اُن کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ اور یہی آخر الامر ہوا بھی — اگر وہ تمہاری نظروں میں بہت زیادہ دکھائی دیتے تو تم ہمت ہار دیتے اور جنگ کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگ جاتے۔ لیکن اللہ نے تمہیں اس صورتِ حال سے بچا لیا۔ اس لئے کہ اللہ کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں کیا کیا خیالات گزر رہے ہیں۔

۴۴ جب تم ایک دوسرے کے سامنے آتے تو دشمن کو تمہاری نظروں میں کم کر کے

دکھایا گیا (یعنی تم سے صرف دو چند' حالانکہ وہ درحقیقت تم سے سہ چند سے بھی زیادہ تھے (۱۳/۳)) اس لئے کہ تم خلوص و استقامت کے ساتھ میدان میں آتے تھے۔ اس کی وجہ سے دشمن کی کثرت تمہیں مرعوب نہیں کر رہی تھی) اور ان کی نگاہوں میں تمہیں اور بھی تھوڑا کر کے دکھایا (کیونکہ وہ قوت کے نشہ میں بدمست تھے) یہ اس لئے کہ خدا اس معاملہ کا فیصلہ کر دے جو واقع ہو کر رہنے والا تھا۔ اور (یاد رکھو) تمام امور قوانین خداوندی کے گرد گردش کرتے اور انہی کی رُو سے تمام معاملات کے فیصلے ہوتے ہیں۔

۴۵ (اب سنو کہ کثیر لشکر کم کس طرح ہوا کرتا ہے' اور چھوٹی جماعت' بڑی پر غالب کیسے آیا کرتی ہے)۔ اس سلسلہ میں یاد رکھو کہ جب بھی تمہارا مقابلہ کسی جماعت سے ہو' تم ثابت قدم رہو اور قوانین خداوندی کو شدت کے ساتھ اپنے سامنے رکھو (اور اپنا ہر قدم ان کی روشنی میں اٹھاؤ)۔ یہ کرو گے تو تمہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔

۴۶ اور "اللہ و رسول" — یعنی اپنے نظام — کی پوری پوری اطاعت کرو۔ یہ نہ ہو کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگ جاؤ اور انفرادی مفاد کی خاطر باہمی ٹکراؤ شروع کر دو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے حوصلے پست ہو جائیں گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس لئے تم ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ یاد رکھو! قوانین خداوندی کی تائید و نصرت انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں۔

۴۷ اور دیکھنا! تم نے کہیں ان لوگوں (اپنے مخالفین) کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے (جنگ کے لئے) نکلے تو عجب انداز سے اِتراتے ہوئے' اور لوگوں کے دکھاوے کی خاطر نکلے۔ یہ تو اُن کے اوچھے پن کی کیفیت تھی' اور مقصد یہ کہ لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف آنے سے روکیں' جو نوعِ انسان کی سلامتی اور بہبود کی راہ ہے۔

لیکن خدا کا قانون انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ وہ ان کے تمام اعمال کو

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾

محیط تھا۔

۴۸ اور جب ایسا ہوا تھا کہ ان کے ایک شریر سرغنے نے (جو انہیں جنگ کے لئے اکساتا تھا)، اُن کے پروگرام کو ان کی نگاہوں میں بڑا خوشنما بنا کر دکھایا' اور ان کے کان میں یہ افسوں پھونک دیا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے ہیں' تو پچھلے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا اور صاف کہدیا کہ مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں' جو تم نہیں دیکھتے (مجھے نظر آتا ہے کہ تمہیں کس بری طرح شکست ہونے والی ہے)۔ مجھے خدا (کی اس جماعت) سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں تمہیں کس قدر سخت سزا ملنے والی ہے۔

۴۹ اور جب منافقین —— یعنی وہ لوگ جن کی نیت میں خرابی تھی —— کہتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکا دے رکھا ہے (جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قلیل التعداد ہونے کے باوجود غالب آئیں گے کیونکہ ہم حق پر ہیں —— انہیں اس کا علم نہیں کہ یہ دھوکا نہیں بلکہ حقیقت ہے جو اُن لوگوں کو صاف نظر آجاتی ہے) جو قانون خداوندی کے محکم اور استوار ہونے پر کامل اعتماد رکھتے ہیں —— وہ قانون جو یہ بھی جانتا ہے کہ غالب کیسے آیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ محکم تدبیریں کس طرح کی جاتی ہیں۔

۵۰ (یہ لوگ' اس وقت تو یوں بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں لیکن اے مخاطب!) اگر تو کہیں ان کی اُس حالت کو دیکھ سکے جب (میدانِ جنگ میں) ملائکہ انکی روح قبض کر رہے ہوں گے اور انہیں آگے اور پیچھے سے' توبتر تو' مار پڑتی ہوگی۔ اور وہ ان سے کہتے ہوں گے کہ اب تم اُس سوزناک عذاب کا مزہ چکھو (جس کی تم ہنسی اڑایا کرتے

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

تھے۔ (۴/۹۴)۔

۵۱ یہ سب تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جو تم کر چکے ہو۔ خدا اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کیا کرتا۔

۵۲ (یہ معاملہ جو اب سامنے آرہا ہے' ایسا ہی ہے) جیسا' اس سے پہلے' قوم فرعون کے ساتھ ہو گزرا ہے۔ نیز اُن اقوام کے ساتھ جو اس سے پہلے گزر چکی تھیں۔ انہوں نے قوانین خداوندی سے سرکشی برتی' تو اُس کے قانون مکافات نے انہیں اُن کے جرائم کی پاداش میں پکڑ لیا۔ بیشک خدا کا قانونِ مکافات بڑی قوت والا اور مواخذہ کرنے میں بڑا ہی سخت ہے۔

۵۳ یاد رکھو! یہ سب اس لئے ہوا کہ خدا کا یہ محکم قانون ہے کہ وہ' زندگی کی جو خوشگواریاں کسی قوم کو عطا کرتا ہے' ان میں اُس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں کرتا جب تک وہ قوم خود اپنے اندر ایسی نفسیاتی تبدیلی نہیں پیدا کر لیتی جس سے وہ ان خوشگواریوں کی اہل نہ رہے۔ جو قوم اپنی ذہنیت کو تخریب کی طرف نہ لے جائے' اور اپنے معاشرہ کو' قوانین خداوندی کی روشنی میں زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ منطبق کرتی جائے' اور جہاں کوئی ذرا سی خرابی نظر آئے اس کی ساتھ کے ساتھ اصلاح کر لے' تو اس قوم کا عُروج' مبدل بہ زوال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ قوموں کا عروج و زوال یونہی اندھا دھند واقع نہیں ہو جاتا۔ یہ اُس خدا کے محکم اصولوں کے مطابق واقع ہوتا ہے جو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (۱۳/۱۱)۔

۵۴ یہی وہ قانون تھا جس کے مطابق (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) قوم فرعون' اور اُن کی پیشرو اقوام کی قسمتوں کے فیصلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین کو جھٹلایا تو ہم نے اُنہیں' اُن کے جرائم کی پاداش میں' پکڑ لیا۔ اور قوم فرعون کو غرق کر دیا۔ یہ تمام اقوام' جو اس طرح تباہ ہوئیں' وہی تھیں جنہوں نے ظلم و استبداد پہ

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿۵۸﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿۵۹﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ

کمر باندھ رکھی تھی۔

۵۵ یاد رکھو! معیارِ خداوندی کے مطابق، بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتتے ہیں، اور لاکھ سمجھایئے انہیں ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔

۵۶ (اسی قسم کی یہ قوم ہے جو اب تمہارے مدمقابل ہے۔) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب تو ان سے کوئی معاہدہ کرتا ہے تو یہ ہر بار، اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے ہیں اور اس عہد شکنی کے نتائج سے بالکل نہیں ڈرتے۔

۵۷ سو اگر یہ لوگ میدانِ جنگ میں تمہارے سامنے آئیں تو انہیں ایسی سخت سزا دے کہ یہ خود بھی متوحش ہو کر بھاگ کھڑے ہوں، اور جو لوگ، اسی مقصد کے لئے، ان کے پیچھے آ رہے ہیں، انہیں دیکھ کر وہ بھی بھاگ اٹھیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کے لئے یاد رکھیں کہ عہد شکنی کا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے۔

۵۸ (عہد کی پابندی اتنی اہم ہے کہ) اگر تمہیں کسی پارٹی کی طرف سے عہد شکنی کا اندیشہ ہو، تو تم انہیں اطلاع دیئے بغیر یونہی معاہدہ نہ توڑ ڈالو، بلکہ انہیں اس کی اطلاع دے کر معاہدہ ختم کرو اور اس طرح دونوں ایک سطح پر آجاؤ۔ اور اگر، اس طرح یک لخت معاہدہ توڑنے سے انہیں کوئی نقصان پہنچتا ہو تو اس کی تلافی کر کے ان سے مساوات کا سلوک کرو۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے بدعہدی کو کبھی پسند نہیں کیا جا سکتا۔

۵۹ جو لوگ قوانینِ خداوندی سے انکار و سرکشی اختیار کر کے بدعہدیوں پر اتر آتے ہیں، وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ خدا کے قانونِ مکافات کی دسترس سے آگے نکل جائیں گے۔ وہ اسے کبھی شکست نہیں دے سکتے۔ وہ اسے بے بس نہیں کر سکتے۔

۶۰ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاؤ اور سمجھ لو کہ مخالفین کو

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

یونہی شکست ہوجائے گی۔ انہیں شکست تمہارے ہاتھوں ہی سے ملے گی۔ اس لئے تم دشمن کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ امکان بھر سامان حفاظت فراہم کرو۔ اپنی سرحدوں کو فوجی چھاؤنیوں سے مستحکم رکھو۔ تاکہ تم' ان کے ذریعے' ان لوگوں کو خائف رکھ سکو جو تمہاری ذات کے بھی دشمن ہیں اور نظامِ خداوندی کے بھی دشمن۔ اور ان کے علاوہ' انہی جیسے اور دشمنوں کو بھی جن کا ابھی تمہیں علم نہیں ہوا۔ اللہ کو ان کا علم ہے۔ ان تمام انتظامات کے لئے روپے کی بھی ضرورت ہوگی۔ سو تم سمجھ لو کہ تم نظامِ خداوندی کے قیام اور استحکام کے لئے جو کچھ بھی خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا واپس مل جائے گا۔ اس میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

۶۱ اور اگر تمہارا دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ۔ (یہ نہ خیال کرو کہ اب ہمیں فتح حاصل ہونے لگی تھی تو وہ صلح کی طرف مائل ہوگیا۔ ہم صلح کیوں کریں؟ یاد رکھو! اس جنگ سے مقصد فتنہ فرو کرنا تھا۔ اگر وہ صلح سے فرو ہوجاتا ہے تو یہی تمہاری فتح ہے)۔ تم اپنا بھروسہ قانونِ خداوندی پر رکھو جس کے مطابق تم جنگ اور صلح کرتے ہو۔ یہ اس خدا کا قانون ہے جو سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۶۲ اور اگر دشمن (اپنے آپ کو مائل بہ صلح ظاہر کرکے) تمہیں دھوکا دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو (اے رسول!) تم گھبراؤ نہیں۔ تمہارے لئے خدا کا قانون کافی ہے۔ اُس خدا کا قانون جس نے اپنی مدد سے' اور اس جماعت مومنین کے ذریعے' تمہیں اس قدر سامان تقویت بہم پہنچایا ہے۔ ($\frac{6}{52}$ ؛ $\frac{18}{28}$ ؛ $\frac{28}{29}$)۔

۶۳ اور تمہاری جماعت کے افراد کے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی ہے۔ یہ وہ گرانمایہ متاع ہے جو دنیا بھر کی دولت خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ صرف قانون

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

خداوندی پر ایمان لانے سے ممکن تھا جس سے' ان کی توجہ انفرادی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر زندگی کے بلند نصب العین کی طرف منتقل ہوگئی اور یہ چیز ان میں قلبی یگانگت کا موجب بن گئی)۔ خدا کا یہ قانون' غلبہ اور تدابیر' دونوں اپنے اندر رکھتا ہے۔

۶۴ اے رسول! خدا کا یہ قانون' تیرے لئے بھی کافی ہے' اور ان مومنین کی جماعت کے لئے بھی جو (اس قانون کو عملاً نافذ کرنے کے لئے) تیرا اتباع کرتی ہے۔

۶۵ اے رسول! تو' اپنے عملی پروگرام کے ذریعے' اپنی جماعت کی کمیوں اور کمزوریوں کو رفع کرتا رہ' تاکہ یہ' جہادِ زندگی میں' مردانہ وار حصہ لینے کے قابل ہو جائیں۔ اس سے ان میں ایسی توانائی پیدا ہو جائے گی کہ اگر تم میں بیس سپاہی ثابت قدمی دکھائیں گے تو وہ مخالفین کے دو سو سپاہیوں پر غالب آجائیں گے۔ اور اگر ایک سو ایسے جانباز ہوں گے تو وہ فریقِ مقابل کے ایک ہزار پر غالب آجائیں گے۔ یہ اس لئے کہ تمہارے مخالفین' عقل و فکر سے کام لینے کے بجائے' انتقام اور نفرت کے جذبات سے اندھے ہو کر میدانِ جنگ میں آتے ہیں۔ اور کامیابی کے لئے اولیں شرط یہ ہے کہ لڑنے والے سمجھ اور سوچ سے کام لیں۔

۶۶ لیکن یہ' ایک اور دس کی نسبت (یعنی ایک سو کا ایک ہزار پر غلبہ حاصل کر لینا) اُسی صورت میں ہے جب کمی' تعداد کے اعتبار سے ہو۔ سامانِ حرب و ضرب میں تمہاری اور دشمن کی پوزیشن یکساں ہو۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اِس وقت پوزیشن ایسی نہیں۔ تم تعداد میں بھی کم ہو اور سامان کی بھی بڑی قلت ہے۔ اس لئے' اس وقت نسبت صرف ایک اور دو کی ہوگی۔ اگر تم میں ایک سو سپاہی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔ اگر ایک ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر فتح پا لیں گے۔ یہ سب خدا کے اس

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَاۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ

قانون کی رُو سے ہوگا جس کی تائید اُن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو ثبات اور استقامت سے کام لیتے ہیں۔

۶۷ یاد رکھو! اِس خیال کو اپنے دل میں کبھی نہ آنے دو کہ تم دشمن کے زیادہ سے زیادہ آدمی گرفتار کر لو تاکہ اُن کے زرِ فدیہ سے تمہارے پاس بہت سا مال جمع ہو جائے (۸۹۰)۔ جنگ سے تمہارا مقصد دولت حاصل کرنا نہیں۔ تمہارے پیشِ نظر نظامِ خداوندی کا قیام ہے۔ اِس کے لئے تمہیں ملک میں ایسا غلبہ و اقتدار حاصل ہونا چاہیئے جس سے حق کے مخالفین بے دست و پا ہو کر رہ جائیں۔ تم قریبی پیش پا افتادہ مفاد حاصل کرنا چاہتے ہو' اور قانونِ خداوندی کی نگاہ مستقبل پر ہے۔ یاد رکھو! قانونِ خداوندی غلبہ اور حکمت دونوں کو اپنے دامن میں رکھتا ہے۔

۶۸ اگر قانونِ خداوندی میں' اس قسم کی فروگزاشتوں سے درگزر کر دینے کی گنجائش پہلے سے موجود نہ ہوتی تو جو کچھ تم کرنے لگے تھے اس پر تمہاری سخت گرفت ہو جاتی۔

۶۹ البتہ' یہ مالِ غنیمت جسے تم نے فتح کے بعد حاصل کیا ہے' اسے حلال و طیب سمجھ کر کھاؤ۔ لیکن اس باب میں بھی ہمیشہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یاد رکھو! حفاظت اور مرحمت کا سامان' قوانینِ خداوندی کی رُو سے حاصل ہوتا ہے۔

۷۰ اے رسول! ان قیدیوں سے' جو تمہاری گرفت میں آچکے ہیں' کہہ دو کہ اگر ہم نے قانونِ خداوندی کی رُو سے دیکھا کہ تمہارے دل میں خیر سگالی کے جذبات موجود ہیں' تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے' تمہیں اس سے بہتر واپس دے دیا جائے گا۔ اور تمہاری ہر طرح سے حفاظت کی جائیگی۔ اللہ کے قانون میں حفاظت اور مرحمت کا سامان موجود ہے۔

۷۱ لیکن اگر یہ نظر آیا کہ تمہارے دل میں عہد شکنی اور خیانت کے جذبات پرورش پا رہے

قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾

ہیں، تو تم پہلے بھی خیانت کر کے دیکھ چکے ہو کہ تمہارا کیا حشر ہوا تھا۔ اُس نے کس طرح، جماعتِ مومنین کو تم پر غلبہ عطا کر دیا تھا۔ اللہ کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تمہاری نیت کیا ہے اور یہ بھی کہ تمہاری تخریبی کارروائیوں کی مدافعت کے لئے کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔

۷۲ یاد رکھو! جو لوگ قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان لے آئے، اور اس نظام کی خاطر جس چیز کے چھوڑنے کی ضرورت پڑی اسے بلا ادنیٰ تامل چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ گھر بار تک کو چھوڑ کر یہاں آ گئے، اور اپنے مال و جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔

دوسری طرف، وہ مومنین، جنہوں نے، ان سب کچھ چھوڑ کر آنے والوں کو، ٹھکانہ دیا اور ان کی ہر طرح سے مدد کی۔

یہی لوگ باہمدگر ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔

لیکن جو لوگ جماعتِ مومنین میں شامل تو ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے وطن کو نہیں چھوڑا (اور بلا عذر، غیر خداوندی نظام میں، مخالفین کے ساتھ رہنا گوارا کر لیا)، تو ان کی اعانت و رفاقت کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں، تا آنکہ وہ ہجرت کر کے تمہارے ساتھ نہ آ ملیں۔ البتہ اگر وہ وہاں بحالتِ مجبوری، گھر چکے ہوں (۵۷)، اور دین کے معاملہ میں تم سے کوئی مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے، بشرطیکہ یہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف نہ ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اللہ کا قانون تمہارے تمام اعمال کو دیکھتا ہے۔

۷۳ (ایک طرف یہ جماعتِ مومنین ہے، جس کے افراد ایک دوسرے کے دوست اور بہی خواہ ہیں۔ دوسری طرف) وہ لوگ ہیں جو اس نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں۔ لہذا، اگر تم وہ کچھ نہ کرو گے جس کا اوپر حکم دیا گیا ہے (یعنی ان کا مقابلہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۚ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی۔

(۷۴) پھر سُن رکھو کہ جو لوگ اِس نظام کی صداقت پر ایمان لائے۔ اور پھر اس کی خاطر سب کچھ، حتیٰ کہ وطن تک بھی چھوڑ دیا، اور اس کے قیام کی خاطر مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان خانہ ویرانوں کو رہنے کا ٹھکانہ دیا اور ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ تو یہ ہیں وہ لوگ جو فی الحقیقت مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ ان کے لئے سامانِ حفاظت اور رزق باشرف کی فراوانیاں ہیں

(۷۵) اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی، اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا، تو یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں۔ (یہ سب اس برادری کے افراد ہیں جو ایمان کی بنیادوں پر متشکل ہوئی ہے)۔ اگرچہ، جہاں تک قانونِ وراثت وغیرہ کا تعلق ہے، رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ فیصلہ اس خدا کا ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③

---

① اے جماعتِ مومنین! تم اُن مشرکین عرب کے متعلق، جن کے ساتھ تم نے معاہدات کیے تھے لیکن وہ اپنے معاہدہ پر قائم نہیں رہے (۹/۴)، اعلان کردو کہ نظامِ خداوندی ان معاہدات کو کالعدم قرار دیتا ہے۔

② یہ لوگ، اس کے بعد، چار ماہ تک، بلاروک ٹوک، اس مملکت میں رہ سکتے ہیں (اس کے بعد اگر یہ مملکت کے شہری بن کر رہنا چاہیں تو فبہا، ورنہ ان سے جنگ ہوگی۔ ان سے کہدو کہ) تم اپنی ان سرکشیوں سے نظامِ خداوندی کو بے بس اور مغلوب نہیں کر سکتے۔ اس نظام میں اتنی قوت ہے کہ وہ سرکشی اختیار کرنے والوں کو نیچا دکھا دے۔

③ آج، اِس اجتماعِ عظیم کے دن ——— جو تشکیلِ مملکت کے بعد سب سے بڑے اجتماع کا دن ہے ——— تمام لوگوں کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ نظامِ خداوندی مشرکین عرب کے عہدو پیمان سے بری الذمہ ہے۔ (اب ان کے ساتھ کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا۔ ان سے کہدو کہ) اگر تم اپنی سرکشی سے باز آجاؤ، تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ لیکن اگر تم نے (صحیح روش سے) اسی طرح مُنہ موڑے رکھا، تو اس خیال کو دل سے نکال دو کہ تم نظامِ خداوندی کو بے بس کردو گے۔ تمہیں دردانگیز سزا دی جائے گی۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا
إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ
حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ
فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

۱ ع ۵

۴ البتہ جن مشرکین عرب کے ساتھ تم نے معاہدات کئے تھے اور انہوں نے نہ تو اپنا معاہدہ پورا کرنے میں کسی قسم کی کمی کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کو مدد دی' تو ان کے ساتھ جتنی مدت کے لئے معاہدہ ہوا تھا' اُس مدت کو پورا کرو۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے' وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو معاہدات کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۵ جب چار ماہ کا عرصہ گزر جائے (اور اس کے بعد' یہ نہ تو اس مملکت کے شہری بن کر رہنا چاہیں اور نہ ہی کسی دوسری جگہ منتقل ہوں تو ان کے خلاف لامحالہ جنگ کی جائیگی)۔ اس صورت میں' انہیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ گرفتار کرو۔ ان کا محاصرہ کرو' اور ہر جگہ ان کی تاک میں رہو۔ (اس لئے کہ انہیں فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے کھلا چھوڑا نہیں جا سکتا)۔
لیکن اگر یہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجائیں (اور مملکت کے امن پسند شہریوں کی حیثیت سے) نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ میں تمہارے شریکِ حال ہو جائیں' تو پھر ان سے تعرض نہ کرو۔ نظامِ خداوندی میں' امن چاہنے والوں کے لئے حفاظت و مرحمت کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۶ اگر ان مشرکین میں سے (جن کے ساتھ معاہدات ختم کر دیئے گئے ہیں) کوئی تمہارے پاس آکر پناہ مانگے تو اسے پناہ دو۔ پھر اُسے اچھی طرح سمجھا دو کہ قوانینِ خداوندی کی رُو سے' اس نظام میں' اس کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اگر اُس کے لئے' یہ پوزیشن قابلِ قبول نہ ہو' اور وہ مملکت سے چلا جانا چاہے' تو تم اُسے (بہ حفاظت) اس کی پناہ گاہ تک پہنچا دو۔
یہ اس لئے کہ یہ لوگ' جہالت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ (ورنہ اگر یہ علم و عقل سے کام لے کر سوچتے تو انہیں صاف نظر آجاتا کہ نظامِ خداوندی میں رہنا ان کے لئے

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا
لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ⑦ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا
وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ⑧ اشْتَرَوْا بِآيَاتِ
اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑨ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ
إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ⑩ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑪

کس قدر منفعت بخش ہے)۔

۷ (تم سوچو کہ جو لوگ اس طرح بار بار عہد شکنی کریں، نظامِ خداوندی کی رُو سے اُن کے عہد کو عہد کس طرح سمجھا جائے۔ عہد ان کا قابلِ اعتنا رہوگا جن کے ساتھ تم نے مسجدِ حرام کے نزدیک (اب) عہد کیا ہے۔ سو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، تم بھی عہد کو استوار رکھو۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو اپنے عہد کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۸ ان لوگوں سے بھلا کیا عہد ہو سکتا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اگر تم پر غالب آ جائیں تو عہد و پیمان تو ایک طرف رہا، وہ معاشرہ کے عام ضوابط و واجبات تک کو بھی بالائے طاق رکھ دیں۔ ان کی پاسداری بھی نہ کریں۔ یہ چکنی چپڑی باتوں سے تمہیں راضی رکھنا چاہتے ہیں، اور دل میں تمہارے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات بھرے رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو (معاہدات کی رو سے طے شدہ حدود و قیود سے) اِدھر اُدھر نکل جاتے ہیں۔

۹ یہ لوگ، ذرا سے فائدے کی خاطر، جھٹ سے قوانینِ خداوندی کو بیچ ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ کس قدر برا ہے؟

۱۰ اس نظام کو قبول کرنا تو ایک طرف رہا، ان کی حالت یہ ہے کہ (ان میں سے) جو شخص اس نظام کو تسلیم کر لیتا ہے یہ اس کے ساتھ، عام معاشرتی تعلقات و روابط کی بھی پاسداری نہیں کرتے۔ نہ ہی کسی عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی حدود شکن واقع ہوئے ہیں۔

۱۱ بایں ہمہ، اگر یہ لوگ اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر (اسلام لے آئیں اور اس طرح)

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

نظامِ صلوٰۃ وزکوٰۃ کے قیام میں تمہارے ساتھ شریک ہوجائیں، تو وہ، اس طرح تمہارے بھائی بن جائیں گے۔ ہم ان لوگوں کے لئے جو علم وبصیرت سے کام لیں، اپنے قوانین کو نکھار کر بیان کردیتے ہیں۔

۱۲ لیکن اگر یہ لوگ معاہدہ کر لینے کے بعد پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں، اور نظامِ خداوندی کے خلاف طعن وتشنیع شروع کردیں، تو (پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ) آئین کفر کے ان سرغنوں کے خلاف جنگ کی جائے۔ پھر ان کا عہد، عہد ہی نہیں رہے گا —— اور یہ جنگ اس لئے کی جائے کہ یہ لوگ ظلم وسرکشی سے باز آجائیں۔

۱۳ تم خود ہی سوچو کہ ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرنے میں کیا تامل وتوقف ہوسکتا ہے، جنہوں نے اپنے معاہدات کو توڑ ڈالا۔ جنہوں نے اس بات کا تہیہ کرلیا کہ رسول کو، اس کے گھر سے باہر نکال دیں گے۔ (اور جب وہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ آگیا تو اس پر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا) اور تمہارے خلاف جنگ کرنے کی پہل بھی انہی کی طرف سے ہوئی۔ لہٰذا اب کونسی بات باقی رہ گئی ہے جو ان کے خلاف قدم نہ اٹھایا جائے؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ سن رکھو کہ اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو پھر صرف خدا کا قانون ایسا ہے جس کی خلاف ورزی کے نتائج سے تمہیں ڈرنا چاہیئے (اس کے علاوہ، کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں)۔

۱۴ تم ان کے خلاف جنگ کے لئے نکلو، اور پھر دیکھو کہ خدا کس طرح انہیں، تمہارے ہاتھوں سے سزا دلواتا ہے۔ انہیں ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اور تمہیں ان پر غلبہ عطا کرتا ہے۔ ایسا غلبہ جس سے جماعتِ مومنین کے دلی دکھ دور ہوجائیں گے۔

۱۵ اور وہ کرب اور بے چینی، جس میں یہ مومنین، اتنا عرصہ تک، ان مخالفین کے ہاتھوں مبتلا رہے ہیں، سب ختم ہوجائے گی۔ (ان مخالفین میں سے کچھ تو ختم ہوجائیں گے اور باقی

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾

تائب ہو کر اسلام لے آئیں گے۔ تمہیں اس پر تعجب تو ضرور ہوگا کہ ان کے اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی خدا کی طرف سے ان کے لئے باز آفرینی کا دروازہ کھلا رہے گا؟ ہاں! وہ کھلا رہے گا) ہمارا قانونِ مشیت یہ ہے کہ جو شخص (یا قوم) بھی چاہے کہ خدا اپنی عنایات کو اس کی طرف مبذول کر دے (اور وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق بنالے) تو خدا اپنی توجہات اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اُس کے اس قانون کے مطابق ہوتا ہے جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۶ اے جماعتِ مومنین! کیا تم سمجھ رہے ہو کہ چونکہ تم نے ایمان کا اقرار کر لیا ہے اس لئے اب تمہارے لئے سب کچھ خود بخود ہوتا چلا جائے گا اور تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی؟ یہ خیال خام ہے۔ دعوائے ایمان کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ تم میں سے کون ہے جو نظامِ خداوندی کے قیام و استحکام کے لئے مصروفِ جد و جہد رہتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اور جماعتِ مومنین کے علاوہ، اور کسی کو اپنا دوست اور راز دار نہیں بناتا۔ یاد رکھو! خدا کی نگاہ تمہارے کاموں پر ہوتی ہے۔ فقط ایمان کا دعویٰ کافی نہیں ہوتا۔ (۲/۲۱۴ ؛ ۳/۱۴۱ ؛ ۲۹/۱-۲)۔

۱۷ یہ بھی سن رکھو کہ تمہارا نظام خالص قوانینِ خداوندی کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے اس لئے جو لوگ ایک خدا کے قوانین و احکام کے اطاعت گزار نہ ہوں، بلکہ مختلف نظریاتِ زندگی کے حامل ہوں، تمہارے نظام کا قیام اُن کے ہاتھوں سے نہیں ہوگا۔ یہ تمہاری مساجد (یعنی نظامِ خداوندی کے قیام و نفاذ کے مراکز) کی آبادی کا باعث نہیں ہو سکتے۔ یہ ان کی بربادی کا باعث بنیں گے (۲/۱۱۴)۔ نہ ہی اس نظام کا قیام ان لوگوں کے ہاتھوں سے ہوگا جو تمہاری جماعت میں تفرقہ پیدا کریں (۹/۱۰۷)۔ یہ بھی درحقیقت مشرک ہی ہوتے ہیں۔ (۳۰/۳۲)۔ ان کا تو وجود ہی اس حقیقت کی شہادت ہے کہ یہ اس نظام کے خلاف ہیں۔

(بہرحال، تم ان سے بالکل خائف نہ ہو) جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس سے کبھی

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ⑱ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ⑳ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

وہ نتائج مرتب نہیں ہوں گے جو ان کے پیش نظر ہیں۔ ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی۔ وہ کبھی ثمر بار نہیں ہو سکیں گی۔

۱۸ نظامِ خداوندی کے مراکز کی تعمیر اور آبادی صرف ان لوگوں کے ہاتھوں سے ہو گی جو خدا اور اس کے قانونِ مکافات اور حیاتِ اخروی پر یقین رکھیں۔ اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام قائم کریں۔ اور ان کے دل میں قانونِ خداوندی کے علاوہ اور کسی کا ڈر نہ ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے سامنے سعادت اور خوشگواری کی راہ کھلی دیکھ لیں گے۔

۱۹ کیا تم سمجھتے ہو کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیلیں لگا دینے اور خانہ کعبہ کی آبادکاری کے مختلف کام سرانجام دیدینے سے انسان، اس شخص کے برابر ہو جاتا ہے جو قوانین خداوندی اور حیاتِ اخروی پر ایمان رکھے اور نظامِ خداوندی کے قیام و بقا کے لئے مسلسل جدوجہد کرے۔ (تم اپنے ذہن سے کچھ ہی کیوں نہ سمجھو) معیارِ خداوندی کے مطابق یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یاد رکھو! اللہ کا قانونِ مشیت، کبھی ایسے لوگوں کو سعادت کی راہ نہیں دکھاتا جو ظلم سے باز نہ آئیں (اور اس قسم کے خیراتی کام کر کے اپنے آپ کو فریب دے لیں کہ ہم نے بڑا تیر مارا ہے۔ حقیقی عمل اُس نظام کا قیام ہے جس سے دنیا میں ظلم باقی نہ رہے)۔

۲۰ یاد رکھو! جو لوگ خدا کے متعین کردہ نصب العین حیات پر یقین رکھتے ہیں، اور نظامِ خداوندی کے قیام و بقا کے لئے اپنی جان و مال سے مسلسل جدوجہد کرتے ہیں، اور اس بلند مقصد کے حصول کے لئے جو کچھ چھوڑنا پڑے اسے بلا تامل چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے مدارج، معیارِ خداوندی کے مطابق، بہت بلند ہیں۔ اور یہی لوگ کامیاب و کامران اور فائز المرام ہونے والے ہیں۔

مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

۲۱ ان کا نشوونما دینے والا انہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے سامانِ نشوونما اور عنایاتِ خداوندی کی فراوانی ہوگی۔ انہوں نے اپنی زندگی کو قوانینِ خداوندی سے یکسر ہم آہنگ رکھا ہے۔ اسکا نتیجہ ایک ایسی خوشگوار زندگی ہے جس میں سدا بہار نعمتیں ہوں گی۔

۲۲ یہ لوگ زندگی کی ان شادابیوں سے ہمیشہ بہرہ یاب رہیں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کتنا بڑا اجر ملتا ہے۔

۲۳ اے ایمان والو! (اس حقیقت کو بھی اچھی طرح سے سمجھ لو کہ آئینِ خداوندی کی رُو سے، اپنوں اور بیگانوں کی تفریق، نسلوں اور خاندانی رشتوں کی بنا پر نہیں ہوگی، بلکہ نظریۂ زندگی کے اشتراک کی رُو سے ہوگی۔ لہٰذا، اور تو اور، اگر) تمہارے باپ اور بھائی بھی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو زیادہ پسند کریں، تو تم انہیں اپنا دوست مت بناؤ۔ یاد رکھو! اس تنبیہ کے بعد بھی جو انہیں دوست رکھے گا، تو وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ یہ قانونِ خداوندی سے سرکشی کے مرادف ہوگا۔

۲۴ (اے رسول!) ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور دیگر اہلِ خاندان۔ اور مال و دولت جو تم کماتے ہو، اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو۔ اور وہ مکانات جنہیں تم اس قدر پسند کرتے ہو۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں خدا اور اس کے رسول (نظامِ خداوندی) اور اس (کے قیام و بقا) کی راہ میں جد و جہد سے زیادہ عزیز ہے، تو پھر (تم اپنی اس روش کے نتائج کا) انتظار کرو، تا آنکہ قانونِ خداوندی کی رُو سے اس کے ظہورِ نتائج کا وقت آجائے۔ یاد رکھو! خدا کبھی اس قوم کو سعادت اور کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا جو صحیح راستے کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر نکل جائے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْــًٔـا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

---

۲۵ (تم ان چیزوں کو اس لئے عزیز رکھتے ہو اور اپنے ان رشتہ داروں سے اس لئے تعلقات وابستہ رکھنا چاہتے ہو کہ تمہیں ڈر ہے کہ ان کے بغیر تم بے یار و مددگار رہ جاؤ گے۔ حالانکہ تم خود مشاہدہ کر چکے ہو کہ) اللہ نے بہت سے نازک مواقع پر کس طرح تمہاری مدد کی ہے۔ بالخصوص جنگ حنین کے موقعہ پر جب تم اپنی تعداد کی کثرت پر اترا گئے لیکن دشمن کے مقابلہ میں، تمہاری کثرت تمہارے کسی کام نہ آسکی، اور زمین، اپنی تمام وسعتوں کے باوجود، تم پر تنگ ہو گئی، اور تم میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ اٹھے۔

۲۶ پھر اللہ نے، مومنین اور اپنے رسول کے دل میں سکون پیدا کر دیا (۴۸/۴) اور (تمہارے قلوب کی دنیا میں) وہ لشکر اتارے جنہیں تم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے (۳/۱۰ ؛ ۹/۴ ؛ ۳/۱۲۵ ؛ ۴/۱)۔ جب اس طرح تمہارے دلوں کو سکون حاصل ہو گیا تو میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا اور فریق مخالف کو سخت سزا ملی ——— زندگی کی صحیح روش سے انکار کرنے والوں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔

۲۷ اور خدا کا یہ قانون اس کے بعد بھی جاری و ساری ہے کہ جس جماعت سے کوئی غلطی ہو جائے، اور اس کے بعد وہ اپنی اصلاح کر لے، تو خدا کی برکات پھر اس جماعت کی طرف لوٹ کر آجاتی ہیں (یعنی ایک بار کی لغزش سے قوم ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ نہیں ہو جاتی)۔ قانون خداوندی میں، لغزش کے مضر اثرات سے حفاظت اور مرحمت کی گنجائش بھی رکھ دی گئی ہے۔

۲۸ اے جماعت مومنین! اس حقیقت کو بھی سمجھ رکھو کہ (کعبہ کی تولیت اُس قوم کے

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ
عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾

ہاتھ میں ہی رہ سکتی ہے جو خدائے واحد کے قوانین کی مطیع و محکوم ہو۔ مشرکین کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہو سکتا)۔ ان کی قلبی نجاست کی وجہ سے انہیں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ نظامِ خداوندی کے اس پاکیزہ مرکز کو ملوث کریں۔ اس لئے یہ مشرکین اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب تک نہ جائیں۔ اگر تمہیں اس کا اندیشہ ہو کہ ان کے یہاں نہ آنے سے تمہیں کاروبار میں نقصان ہوگا اور تم مفلس ہو جاؤ گے تو اللہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق تمہیں اس قدر سامانِ رزق عطا کر دے گا کہ تم کسی کے محتاج اور دست نگر نہیں رہو گے۔ یاد رکھو! خدا جب کسی بات کا حکم دیتا ہے تو اسے اس کا خوب علم ہوتا ہے کہ اس کے نتائج و عواقب کیا ہوں گے۔ اس کے پروگرام میں اس کے لئے بھی ضروری تدابیر موجود ہوتی ہیں۔

۲۹ مشرکین کے علاوہ اُن اہلِ کتاب سے بھی جنگ کرو جن کا یہ حال ہے کہ وہ نہ تو خدا اور آخرت پر (اس طرح) ایمان رکھتے ہیں (جس طرح تم ایمان رکھتے ہو - ۲/۱۳۷)۔ اور نہ ہی اُن امور کو اپنے اوپر واجب ٹھہراتے ہیں جنہیں نظامِ خداوندی واجب قرار دیتا ہے۔ اور نہ ہی اس حق و صداقت پر مبنی نظام کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی اس مملکت کے اندر رہتے ہوئے اس کے قوانین و احکام کا احترام اور اطاعت نہیں کرتے) تا آنکہ ان کی سرکشی کی قوت ٹوٹ جائے۔ وہ حکومت سے معاہدہ کریں جس کی رُو سے حکومت ان کی جان۔ مال۔ آبرو۔ معابد وغیرہ کی حفاظت کا ذمہ لے اور وہ اس حفاظت و آسائش کے عوض حکومت کا ٹیکس ادا کریں۔ (اس طرح وہ اس مملکت میں امن و امان سے باعزت زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

۳۰ (یہ اہلِ کتاب وہ ہیں کہ ان کے پاس خدا کی طرف سے وحی آجانے کے بعد بھی ان کی حالت یہ رہی کہ ان میں سے) یہودیوں نے مصری دیوتا عزیر (OSIRIS) کو خدا کا بیٹا تسلیم کر لیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ اور عیسائیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنا لیا۔ (اس سے بڑھ کر کفر اور شرک اور کیا ہو سکتا ہے)۔ یہ بلا سوچے سمجھے

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا
لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ
بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِا
لْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں جن کی ان کے پاس اس کے سوا کوئی سند اور دلیل نہیں کہ وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اس قسم کے عقائد رکھتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی یہ کچھ کہنا شروع کر دیا ——— خدا انہیں غارت کرے۔ یہ صحیح راستے کو چھوڑ کر کس طرف بہکے چلے جاتے ہیں؟

(۳۱) (اتنا ہی نہیں' بلکہ) یہ لوگ اپنے علماء و مشائخ کو خدا سے ورے ہی اپنا خدا بنا لیتے ہیں (اور ان کی خود ساختہ شریعت کو دین خداوندی سمجھنے لگ جاتے ہیں) اور مسیح ابن مریم کو بھی خدا تسلیم کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ یہ صرف خدائے واحد کی اطاعت اختیار کریں۔ اس کے سوا کائنات میں کسی اور کا اقتدار و اختیار نہیں۔ وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک حکم کر لیا جائے۔

(۳۲) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کے اس نور (قرآن) کو' جو انہیں اس قسم کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے آیا ہے' پھونکیں مار مار کر بجھا دیں (۶۱:۸)۔ لیکن ان کی ان باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا' خواہ ان مخالفین پر یہ چیز کتنی ہی گراں کیوں نہ گذرے۔

(۳۳) اللہ نے اپنے رسول کو ضابطۂ حیات۔ یعنی دین حق' دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ یہ نظام' تمام نظامہائے عالم پر غالب آ جائے' خواہ یہ بات ان لوگوں پر کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے جو خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

(۳۴) ان کے علماء و مشائخ میں سے جنہیں یہ خدائی درجہ دیتے ہیں' اکثر کی یہ حالت ہے کہ وہ' جھوٹ اور فریب سے' لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔ اور ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ' خدا کے راستے کی طرف نہ آنے پائیں (کیونکہ اس سے ان کی پیشوائیت اور اقتدار ختم ہو جاتا ہے)۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

اے رسول! تم ان کے' ان علماء و مشایخ کو' اور ان کے ساتھ' ان لوگوں کو جو (ان کی خود ساختہ شریعت کی آڑ میں' نظامِ سرمایہ داری کو منشائے خداوندی کے عین مطابق سمجھ کر) سونے چاندی (دولت) کے ڈھیر جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے' نوعِ انسان کی بہبود کے لئے عام نہیں کرتے' الم انگیز عذاب کی خبر سُنا دو۔

۳۵ (نظامِ خداوندی کے دور میں) اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا (جس کے شعلے دلوں کو لپیٹ لیتے ہیں ۱۰۴:۶-۷) اور اس سے ان کی پیشانیاں' ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ مال جسے تم نے تنہا اپنے لئے جمع کر رکھا تھا (اور دوسروں کو اس سے محروم کر رکھا تھا)۔ سو جو کچھ تم نے یوں جمع کر رکھا تھا اس کا اب مزہ چکھو۔

۳۶ (یہ ہیں —— مذہبی پیشوائیت اور سرمایہ داری کے —— وہ باطل نظام جنہیں ختم کرنے کے لئے خدا کا یہ نور —— قرآن —— اور اس کا رسول آیا ہے۔ اس مقصد کے لئے' عند الضرورت' جنگ بھی کرنی پڑے گی۔ اس سلسلہ میں چند تمہیدی اصول پھر سن لو۔ سب سے پہلے یہ کہ) جنگ مسلسل جاری نہیں رکھی جائے گی۔ (بین الاقوامی معاہدات کی رو سے) سال میں چار مہینے ضرور ایسے رکھے جائیں جن میں جنگ ملتوی کر دی جائے (جب ایک دفعہ جنگ ملتوی کر دی جائے تو اس سے مشتعل جذبات میں سکون پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ اس کے بعد جنگ ختم ہو جاتی ہے) یہ محکم قانون ہے۔ اس کی پابندی ضرور کرو۔

قاعدہ تو تمہارے ہاں اب بھی یہ موجود ہے' لیکن تم اس سلسلہ میں کرتے یہ ہو کہ (ہر تیسرے سال ایک مہینے کا اضافہ کرکے) بارہ مہینوں کے بجائے' تیرہ مہینوں کا سال

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ

بنا لیتے ہو اور پھر اُن مہینوں میں گڑبڑ کر دیتے ہو جن میں جنگ روک دی گئی ہے ($\frac{9}{36}$)۔ یہ غلط ہے۔ اس سے وہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے ان مہینوں میں جنگ کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ مہینے متعین ہونے چاہئیں اور ہر ایک کو معلوم۔ اس کے لئے تم کرو یہ کہ سال کے بارہ مہینے ہی شمار کرو (کبھی بارہ اور کبھی تیرہ کا حساب مت رکھو)۔ یہ چیز اُس قانونِ فطرت کے مطابق ہے جو خدا نے تخلیقِ ارض و سما کے وقت مقرر کیا تھا۔ (یعنی زمین سورج کے گرد ایک سال میں چکر پورا کرتی ہے۔ اس مُدت کی تقسیم بارہ ماہ سے کرلینی چاہیے)۔ سو ان مہینوں میں گڑبڑ مچا کر خواہ مخواہ اپنے اوپر زیادتی مت کرو۔ تم (اے جماعتِ مومنین) ان مہینوں کو چھوڑ دو' اور باقی سال میں' ان مخالفین سے پورے زور سے جنگ کرو جس طرح یہ تم سے' پوری شدت سے جنگ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ لیکن جنگ میں بھی قوانینِ خداوندی کو نظرانداز نہ ہونے دو۔ یاد رکھو! خدا کی تائید و نصرت انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو ہر حال میں اس کے قوانین کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔

۳۷ یاد رکھو! جن مہینوں میں جنگ کو ناجائز قرار دیا جائے' انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دینا' معاہدات کا عملی انکار اور بین الاقوامی قانون سے سرکشی ہے ——— اور بہت بڑی سرکشی ——— یہ لوگ کرتے یہ ہیں کہ ایک ہی مہینے کو ایک سال جنگ کے لئے جائز قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال اسے ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں۔ اس طرح ان مہینوں کی گنتی تو پوری کر دیتے ہیں جن میں خدا نے جنگ کو حرام قرار دیا ہے' لیکن مہینوں کو اِدھر اُدھر کر دینے سے عملاً خدا کے حرام قرار دیئے ہوئے کو حلال ٹھہرا دیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ اس سے ہم کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوتے ——— بلکہ اسے بڑی خوبی کی بات خیال کرتے ہیں ——— حالانکہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ جو امور ایک مرتبہ بین الاقوامی طور پر طے پا جائیں' کسی ایک قوم کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود ہی ان میں تغیر و تبدل کرلے۔ اس قسم کی قوم پر' جو ایسی حرکات کی مرتکب ہو' کبھی کامیابی کی راہ کشادہ نہیں ہوتی۔

الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ
فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ
وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

---

۳۸ اے جماعتِ مومنین! (ایسے لوگ بھی ہیں کہ دنیاوی مفاد کی خاطر جنگ کرنے کے لئے تو وہ ہر وقت آمادہ ہوں گے لیکن) جب ان سے کہا جائے کہ وہ حق و صداقت کی راہ میں جنگ کے لئے نکلیں تو ان کے پاؤں من من بھر کے ہو جاتے ہیں۔ زمین سے اٹھتے ہی نہیں۔ ان سے کہو کہ کیا تم بلند انسانی مفاد اور مستقل اقدار کو چھوڑ کر طبعی زندگی کے مفاد کو پسند کرتے ہو؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طبعی زندگی کے مفاد کتنے ہی گراں بہا کیوں نہ دکھائی دیں، وہ انسانی زندگی اور مستقبل کی خوشگواریوں کے مقابلہ میں متاعِ قلیل ہوتے ہیں۔

۳۹ ان سے واضح الفاظ میں کہدو کہ اگر تم نظامِ خداوندی کے قیام و بقا کی خاطر جنگ کے لئے نہیں نکلوگے، تو اس کا نتیجہ تمہارے لئے بڑا الم انگیز ہوگا۔ یعنی خدا تمہاری جگہ ایک اور قوم کو لے آئیگا اور تم اُس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکوگے۔ یاد رکھو! خدا کی ہر بات اُس کے مقرر کردہ قانون اور ضابطے کے مطابق ہوتی ہے جس پر اسے پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ (اس کا قانون یہ ہے کہ زمین کی وراثت اُسی قوم کے حصے میں آتی ہے جس میں اس کی صلاحیت ہو۔ ($\frac{۲۱}{۱۰۵}$)۔

۴۰ اگر تم (نظامِ خداوندی کے قیام کے سلسلہ میں) رسول کی مدد نہیں کرتے (تو نہ کرو)۔ خدا نے اُس کی مدد اُس زمانے میں کی تھی (جب وہ بظاہر بے یار و مددگار تھا) جب کفار نے اسے گھر سے باہر نکال دیا تھا، اِس حالت میں کہ اُس کے ساتھ صرف اس کا ایک رفیق تھا۔ وہ دونوں اپنی حفاظت کے لئے غار میں چھپے بیٹھے تھے (اور دشمن تعاقب میں تھا۔ ایسی مایوسی کے عالم میں بھی اُسے، خدا کی نصرت پر ایسا محکم یقین تھا کہ جب اس کا رفیق، اس خیال سے کہ رسول کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے، متردد دکھائی دیا،

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

تو) اس نے اس سے دل کے پورے اطمینان سے کہا کہ مت غمگین ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ایسے اضطراب انگیز حالات میں، اللہ نے اپنے رسول کو سکون و قرار عطا فرمایا تھا۔ (اس کے بعد، بدر کے میدان میں، جب حالات سخت نامساعد تھے) ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے (۹/۲۶)۔ اس طرح، اس نے مخالفین کو سرنگوں کر دیا، اس کے بعد تم دیکھ رہے ہو کہ نظامِ خداوندی کو کس طرح سرفرازی و سربلندی، غلبہ و تسلط حاصل ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس نظام میں صحیح تدابیر اور قوت دونوں موجود ہیں ——— نصب العین اس قدر بلند۔ بازوؤں میں قوت۔ ذہن میں حسنِ تدابیر کی صلاحیت۔ اس کے بعد کامیابی کے لئے اور کس چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

۴۱ (لہٰذا، اے جماعتِ مومنین! تم اس کا خیال نہ کرو کہ تم مخالفین کے مقابلہ میں کچھ ہلکے ہو)۔ تم ہلکے ہو یا بھاری۔ تم فراخی کی حالت میں ہو یا تنگی کی۔ تمہارے پاس اسلحہ بھی پورا ہے یا نہیں۔ تم ان باتوں سے نہ گھبراؤ۔ تم باہر نکل پڑو اور خدا کی راہ میں، اپنے مال اور جان سے سرتوڑ کوشش کرو۔ (تمہارا یقینِ محکم اور ثبات و استقامت تمہاری کمیوں کو پورا کر دے گا)۔ اگر تم بات کو اچھی طرح سمجھ لو تو تمہارا، مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہونا، تمہارے لئے بہتر ہے۔

۴۲ (باقی رہے یہ ڈھلمل یقین لوگ۔ سو ان کی حالت یہ ہے کہ) اگر تم انہیں ایسی لڑائی کے لئے کہتے جس میں انہیں فائدہ سامنے پڑا نظر آ جاتا، اور سفر بھی زیادہ صعوبت انگیز نہ ہوتا، تو یہ ضرور تمہارے پیچھے چل پڑتے۔ لیکن اب ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ سفر انہیں بڑا لمبا اور پُرمشقت نظر آتا ہے۔ (اصل بات تو یہ ہے۔ لیکن یہ طرح طرح کی بہانہ سازیاں کریں گے اور) قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم میں اس کی استطاعت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چلتے۔ یہ لوگ اس قسم کی منافقانہ باتوں سے اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں (کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہے)۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

---

۴۳ تم نے (اے رسول ! ان کی منافقانہ عذر داریوں کو سچا سمجھ کر) انہیں پیچھے رہنے کی اجازت دیدی۔ (تم نے کشادہ نگہی سے کام لیا' لیکن انکی نیت نیک نہیں تھی۔ بہرحال) اللہ نے اس سے درگذر کردیا ہے۔ (اگر تو ذرا اور توقف کرتا تو) تجھ پر خود بخود آشکارا ہو جاتا کہ تمہاری جماعت میں کون سچا ہے اور کون جھوٹی عذر داریاں کرتا ہے۔

۴۴ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ فی الواقعہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' وہ کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ ہم اپنے مال و جان سے جہاد کرنے سے معذور ہیں' اس لئے ہمیں اجازت دیدیجئے کہ ہم جنگ میں شریک نہ ہوں۔ (وہ تو ایسے مواقع کے آرزومند رہتے ہیں)۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ لوگ کون ہیں جو اپنے فرائض کی نگہداشت کرتے ہیں (اور کون ہیں جو ان سے جی چراتے ہیں)۔

۴۵ اس قسم کی اجازتیں وہی لوگ مانگا کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر سچے دل سے یقین نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں شکوک ہیں اور اسی وجہ سے وہ متذبذب ہیں۔ (ورنہ ایمان محکم کے بعد عمل میں تذبذب کیسا ؟)

۴۶ (یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ) اگر ان کی نیت جنگ میں شرکت کی ہوتی تو یہ (کچھ نہ کچھ) سفر کی تیاریاں کرتے —— اور یہ اچھا ہی ہے کہ انہوں نے تمہارے ساتھ نہ جانے کا یہیں فیصلہ کرلیا اور پیچھے رک گئے۔ ورنہ اگر یہ مزید منافقت برتتے اور ساتھ چل پڑتے تو نظام خداوندی کے حق میں یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔ (اس کا نتیجہ نقصان رساں ہوتا)۔

۴۷ یہ بجز اس کے کچھ نہ کرتے کہ تمہاری جماعت میں انتشار پیدا کرتے۔ تمہیں

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿۴۸﴾
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ
بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُولُوْا قَدْ أَخَذْنَا
أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ
عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

مصیبت میں ڈالنے کے لئے بھاگے بھاگے پھرتے۔ ہر طرح کی خرابی کے لئے کوشش کرتے۔ اور (تم جانتے ہو کہ) تمہارے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی باتوں پر کان دھرنے والے ہیں۔ (یا خود ان کے جاسوس ہیں)۔ اس لئے ان کا تمہارے ساتھ جانا تمہارے لئے بڑی خرابی کا موجب تھا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ کون لوگ ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں۔

۴۸ (ان کی یہ حرکتیں کچھ نئی نہیں ہیں) اس سے پہلے بھی یہ لوگ فتنہ انگیزی کی کوشش کرتے رہے ہیں اور انہوں نے تمہارے خلاف ہر قسم کا الٹ پھیر کر کے دیکھ لیا ہے۔ ان سب کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ حق آگے بڑھ گیا۔ خدا کا نظام غالب آگیا۔ اور یہ کڑھتے ہی رہ گئے۔

۴۹ ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے پیچھے رہنے کی اجازت دیدیجئے۔ مجھے مصیبت میں نہ ڈالئے۔ (ایسے لوگوں کو اس کا احساس نہیں کہ یہ اپنی ان حرکات سے) مصیبت میں تو پہلے ہی پڑے ہوئے ہیں۔ (منافق کی زندگی راحت اور اطمینان کی زندگی تھوڑی ہوتی ہے؟)۔ جہنم کی آگ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے' اور اس میں پڑے جل بھن رہے ہیں۔

۵۰ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی خوشگوار واقعہ پیش آتا ہے تو وہ ان پر بہت شاق گزرتا ہے۔ اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے' تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی دور اندیشی سے کام لے کر اپنا انتظام کر لیا تھا۔ یہ کہہ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

۵۱ ان سے کہو کہ ہمیں جو واقعہ بھی پیش آئے گا' قانونِ خداوندی کے مطابق پیش آئے گا (دنیا میں سب کچھ قوانین خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے) ہمارا بھروسہ اسی کے قانون پر ہے۔ وہی ہمارا کارساز و کارفرما ہے ——— اور ایک ہم ہی پر کیا موقوف ہے۔ جو لوگ بھی اس کے قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں' انہیں اس پر پورا پورا بھروسہ

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى ٱلْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ ٱللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِۦٓ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ﴿۵۲﴾ قُلْ أَنفِقُوا۟ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَٰسِقِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۵۵﴾

رکھنا چاہیئے۔

۵۲ ان سے کہدو کہ تم ہمارے متعلق دو ہی باتیں سوچ سکتے ہو ——— یا ہم میدانِ جنگ میں مارے جائیں اور یا فاتح و منصور واپس آئیں۔ ہمارے لئے یہ دونوں باتیں بڑی خوشگوار ہیں۔ اس کے برعکس' ہم تمہارے متعلق اس کا انتظار کرتے ہیں کہ تم پر قانونِ خداوندی کے مطابق' کہیں باہر سے کوئی تباہی آجائے' یا خود ہمارے ہاتھوں سے تمہیں سزا مل جائے۔ سو تم اپنے خیال کے مطابق انتظار کرو اور ہم اپنے اس تصور کے مطابق انتظار کرتے ہیں۔ پھر دیکھو' نتیجہ کیا نکلتا ہے!

۵۳ (اور اگر یہ منافق چاہتے ہیں کہ) طوعاً و کرہاً کچھ مالی امداد دے کر' جنگ میں جانے سے بچ جائیں' تو ان سے کہدو کہ تمہاری مالی امداد ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ تم صحیح راستے کو چھوڑ کر' غلط راہوں کی طرف نکل گئے ہو۔

۵۴ ان سے کہدو کہ ان کی مالی امداد قبول نہ کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دعوےٰ ایمان صرف زبانی ہے۔ یہ درحقیقت خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔ اُن سے انکار کرتے ہیں۔ تمہارے صلوٰۃ کے اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں تو مارے' بندھے' محض دکھاوے کی خاطر (۴/۱۴۲) اور ایسے رسمی طور پر جس سے کوئی تعمیری نتیجہ مرتب نہ ہو (۱۰۷/۵)۔ اور اگر مالی امداد دیتے ہیں تو بطیبِ خاطر نہیں' بلکہ سخت مجبوری اور ناگواری سے (لہذا' ایسے لوگ اس نظام کے ارکان کیسے بن سکتے ہیں جس کی ساری عمارت دل کی رضا و رغبت پر استوار ہوتی ہے)۔

۵۵ اس میں شبہ نہیں کہ ان کے پاس مال و دولت بھی بہت ہے' اور ان کے افراد

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۗ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

خاندان ان کی تعداد بھی کثیر ہے جس کی وجہ سے ان کا جتھہ کافی بڑا ہے۔ لیکن یہ باتیں تمہارے لئے وجۂ تعجب نہیں ہونی چاہئیں۔ یہی چیزیں تو ہیں جو انہیں نظام خداوندی کی طرف آنے نہیں دیتیں۔ اس لئے، انہی کی وجہ سے ان کی دنیاوی زندگی ان کے لئے وبال جان بن جائے گی، اور یہ اپنے آپ کو کفر ہی کی خاطر ہلاک کرلیں گے (۹/۸۵)۔

۵۶ یہ لوگ، خدا کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ یہ تمہیں میں سے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تم میں سے نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ بڑے بزدل ہیں (اور منافقت برتتا ہی وہ ہے جو بزدل ہو) اس لئے، اپنے آپ کو، تم میں سے ظاہر کرتے ہیں۔

۵۷ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر انہیں کہیں کوئی پناہ گاہ مل جائے۔ یا کوئی غار، یا کسی قسم کا اور چھپنے کا مقام نظر آجائے، تو یہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر، اس کی طرف یوں لپک کر چلے جائیں جیسے کوئی جانور رسّہ تڑا کر بھاگ رہا ہو۔ (اگر یہ تمہارے ساتھ ہیں تو محض اس لئے کہ انہیں کہیں اور پناہ کی جگہ نظر نہیں آتی)۔

۵۸ (ان میں بعض لوگ بڑی کمینہ حرکات تک اتر آتے ہیں۔ مثلاً) وہ تمہارے خلاف یہ الزام تراشتے ہیں کہ تم نے صدقات کی تقسیم دیانتداری سے نہیں کی (مقصد اس سے یہ ہے کہ اس طرح تمہاری جماعت میں افتراق اور بدظنی پیدا ہوجائے)۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ اگر تو انہیں، ان کے حق سے کچھ زیادہ دے دیتا تو یہ بہت خوش ہوجاتے (اور پھر تمہاری تقسیم، عین مطابق حق وانصاف قرار پا جاتی)۔ لیکن چونکہ تم نے انہیں زیادہ نہیں دیا اس لئے یہ اس طرح بگڑ بیٹھے ہیں۔ (اور الزامات تراش کر اپنا غصہ نکال رہے ہیں)۔

۵۹ ان کے لئے کیا ہی اچھا ہوتا کہ انہیں، نظام خداوندی کی طرف سے جو کچھ حصّہ رسدی ملا تھا، اس پر مطمئن ہوجاتے (۵۹)۔ اور کہتے کہ جو کچھ ہمیں، قاعدے اور قانون کے مطابق

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِىَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

ملا ہے' وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد ہمیں نظامِ خداوندی اور بہت کچھ دے گا۔ ہم اپنے دل کی پوری کشادہ' اور ارادے کی وسعت کے ساتھ' اس نظام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۶۰ صدقات کے متعلق (یعنی اس مال کے متعلق جسے مملکت رفاہِ عامہ کے لئے صرف کرتی ہے) یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی تقسیم' کسی کے ذاتی مفاد یا انفرادی جذبات کی تسکین کے لئے نہیں ہوگی۔ یہ درحقیقت ان لوگوں کا حق ہے۔

(۱) جو اپنی نشوونما کے لئے دوسروں کے محتاج ہوں۔ یعنی کسی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہ ہوں۔

(۲) جن کا چلتا ہوا کاروبار' یا نقل و حرکت (کسی وجہ سے) رک گئی ہو۔

(۳) جو لوگ صدقات (مملکت کی اس آمدنی) کی وصولی پہ مامور ہوں' ان کی کفالت کیلئے۔

(۴) جن کی تالیفِ قلوب مقصود ہو (یعنی جو لوگ ویسے تو نظامِ خداوندی کی طرف آنے کے لئے تیار ہوں لیکن بعض معاشی موانع ان کے راستے میں اس طرح حائل ہوں کہ وہ انہیں اس طرف آنے نہ دیں۔ ان موانع کے دُور کرنے میں ان کی امداد کی جائے)۔

(۵) جو لوگ دوسروں کی محکومی کی زنجیروں میں جکڑے ہوں' انہیں آزادی دلانے کیلئے۔

(۶) ایسے لوگ جو دشمن کے تاوان' یا قرض کے بوجھ کے نیچے اس طرح دب گئے ہوں کہ اس کا ادا کرنا ان کے بس میں نہ ہو۔

(۷) نیز' اُن باہر سے آنے والوں کا جنہیں مالی امداد کی ضرورت لاحق ہو جائے۔

(۸) ان کے علاوہ' اور جو کام بھی نظامِ خداوندی کے لئے مفید اور نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے ممد و معاون ہوں' انہیں سرانجام دینے کے لئے۔

یہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے ضوابط ہیں۔ اور اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ضوابط علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔

۶۱ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو (طرح طرح کی باتیں کرکے) نبی کو اذیت پہنچاتے رہتے

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوهُ اِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُونَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ

ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کانوں کا کچا ہے' ہر ایک کی بات سن لیتا ہے۔ ان سے کہو کہ یہ کان کا کچا نہیں' اگرچہ) یہ حقیقت ہے کہ یہ ہر ایک کی سن لیتا ہے۔ اور یہ چیز تمہاری بہتری کے لئے ہے کہ تم اپنی ہر بات اس تک پہنچا سکتے ہو۔ (اس نے اپنے ہاں حاجب و دربان مقرر نہیں کر رکھے۔ نہ ہی وہاں یہ حالت ہے کہ اس تک خاص خاص لوگوں ہی کی رسائی ہو سکتی ہو۔ باقی رہا یہ الزام کہ یہ ہر ایک کی بات کا یقین کر لیتا ہے' تو یہ کس طرح ممکن ہے؟ اس لئے کہ یہ رسول) خدا کے قوانین پر یقین محکم رکھتا ہے اس لئے یہ صرف ان لوگوں کی باتوں پر اعتماد کرتا ہے جو اسی کی طرح' خدا کے قوانین پر یقین رکھتے ہیں۔

اس سے یہ نہ سمجھ لو کہ یہ' پارٹی بازی کی عصبیت کی وجہ سے' جماعتِ مومنین کی باتوں پر اعتماد کرتا ہے' اس لئے اس کے پیغام و نظام کی برکات بھی اپنی جماعت تک ہی محدود ہیں۔ اس کا پیغام و نظام تمام نوعِ انسان کے لئے باعثِ رحمت ہے (۲۱/۱۰۷)۔ لیکن یہ واضح ہے کہ اس رحمت سے وہی لوگ مستفیض ہو سکتے ہیں جو اس پیغام کی صداقت پر یقین رکھیں۔ یہ وجہ ہے کہ جماعتِ مومنین اس سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے اور جو لوگ رسول کے لئے وجۂ اذیت بنتے ہیں' وہ اس سے محروم رہ کر الم انگیز تباہیاں مول لے لیتے ہیں۔

۶۲ اے جماعتِ مومنین! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمہارے سامنے قسمیں کھا کھا کر تمہیں راضی کر لیں۔ لیکن تم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ (یہاں افراد کے راضی کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) اصل سوال خدا اور رسول (نظامِ خداوندی) کو راضی کرنے کا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اس نظام کی صداقت پر سچے دل سے ایمان لائیں۔

۶۳ کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ جو شخص نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتا ہے' تو اس کے لئے جہنم کا عذاب ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا —— اور یہ عذاب کیا ہے؟ بہت بڑی ذلت و رسوائی!

۶۴ یہ منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں کی طرف کوئی ایسی سورت

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾

نازل نہ ہو جائے جو اُن باتوں کو ظاہر کر دے جو ان منافقین کے دل میں پوشیدہ ہیں۔
ان سے کہو کہ (تم زندگی سے مذاق کر رہے ہو) مذاق کئے جاؤ۔ جس بات کا تمہیں اندیشہ ہے، وہ تو ہو کر رہے گی۔ منافقت کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ ایک دن ضرور ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

۶۵ اگر تم ان سے پوچھو (کہ تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو تو) یہ کہدیں گے کہ ہم تو یونہی دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ ان سے کہو کہ کیا تم خدا سے، اس کے احکام و قوانین سے، اور اس کے رسول سے، دل لگی کرتے ہو (اور سوچتے نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟)

۶۶ لیکن یہ سب باتیں یونہی بہانہ سازی کی ہیں۔ (سچی بات کیوں نہیں کہتے کہ) تم ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر چکے ہو۔ (لیکن تم میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک اُن کا، جو جان بوجھ کر جرمِ کفر کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ مجرمین کا گروہ ہے۔ انہیں ضرور سزا دی جائے گی۔ (دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو یونہی، دوسروں کی دیکھا دیکھی بغیر جانے بوجھے، ان کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ صحیح راستے پر آجائیں تو) ان سے بازپرس نہیں ہوگی۔

۶۷ یاد رکھو! منافق مرد اور منافق عورتیں، ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے (کہ شیوۂ مومنین کے بالکل برعکس) جن باتوں سے قانونِ خداوندی منع کرتا ہے، یہ، لوگوں کو اُن کے کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور انہیں قانونِ خداوندی کے مطابق چلنے سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ (نظامِ خداوندی کے لئے خرچ کرنے سے) روکے رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے اس طرح نظامِ خداوندی کو چھوڑ دیا تو نظامِ خداوندی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اپنی برکات و ثمرات سے انہیں محروم کر دیا۔ اس لئے

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

کہ منافق (خواہ زبان سے کتنا ہی اقرار کیوں نہ کریں۔ درحقیقت) خدا کا راستہ چھوڑ کر، دوسری راہوں پر چل نکلتے ہیں۔

۶۸ یہ وجہ ہے کہ منافقین کا حشر بھی کفار جیسا ہی ہوگا۔ حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں، دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (بلکہ منافق، جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے۔ (۴/۱۴۵))۔ یہ اس سے نکل نہیں سکیں گے۔ یہی ان کے اعمال کا صحیح صحیح بدلہ ہے ــــ یعنی نظامِ خداوندی کی برکات و ثمرات سے محرومی، اور ہمیشہ رہنے والی تباہی۔

۶۹ (ان سے کہدو کہ) تمہاری حالت بالکل ان لوگوں کی سی ہو چکی ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، وہ قوت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے، اور دولت اور افرادِ خاندان کی کثرت کی وجہ سے، ان کی جتھہ بندی بھی زیادہ مضبوط تھی۔ لیکن وہ ان چیزوں سے صرف تھوڑے سے وقت کے لئے فائدہ اٹھا سکے (اس کے بعد تباہ ہو گئے) سو تم بھی انہی کی طرح، ان چیزوں سے کچھ وقت کے لئے فائدہ اٹھا لو، اور جس طرح وہ بیہودہ اور فضول باتوں میں اپنی زندگی ضائع کرتے رہے، تم بھی ضائع کرتے رہو۔

یاد رکھو! یہی لوگ ہیں جن کے تمام پروگرام، خواہ وہ قریبی مفاد کے لئے ہوں یا مستقبل کے لئے ــــ دنیا کے لئے ہوں یا آخرت کے لئے ــــ سب بلا نتیجہ رہ جاتے ہیں۔ یعنی وہ نتائج مرتب نہیں کرتے جن کے لئے انہیں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ان کے حصے میں نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔

۷۰ کیا ان لوگوں تک، اقوامِ سابقہ کی سرگزشت نہیں پہنچی ــــ یعنی قوم نوح۔ قوم

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۷۲﴾

عادؑ - قوم ثمودؑ - قوم ابراہیمؑ - اہل مدین کی ——— نیز دیگر اقوام کی جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں۔ ان کے رسول ان کے پاس واضح قوانین لے کر آئے (لیکن انہوں نے ان سے سرکشی اختیار کی اور اس طرح اپنے جرائم کی پاداش میں تباہ ہو گئے۔ یاد رکھو، خدا نے ان پر زیادتی نہیں کی تھی ——— خدا کسی پر بھی زیادتی نہیں کرتا ——— انہوں نے خود اپنے آپ پر زیادتی کی، اور ان کے اعمال انہیں لے ڈوبے۔

۷۱ (یہ تو گروہ منافقین کی حالت تھی۔ ان کے برعکس دوسرا گروہ) مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ہے۔ یہ سب نصب العین کے مشترک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہوتے ہیں۔ یہ اُن باتوں کا حکم دیتے ہیں جنہیں ضابطۂ خداوندی صحیح تسلیم کرتا ہے اور اُن سے روکتے ہیں جنہیں وہ ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔ یہ نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور نوعِ انسان کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ہر معاملہ میں خدا اور اس کے رسول (نظامِ خداوندی) کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خدا کے عطا کردہ سامانِ نشو و نما سے فیضیاب ہوں گے، اور دُنیا دیکھ لے گی کہ خدا کا قانون کس طرح قوت و حکمت پر مبنی ہے۔

۷۲ یہ ہیں وہ مومنین ——— مرد اور عورت ——— جن کے لئے قانونِ خداوندی کی رو سے زندگی کی سدا بہار خوشگواریاں ہیں، جن سے یہ ہمیشہ متمتع ہوتے رہیں گے ——— فردوس منظر چمنستان میں آرائش و آسائش کا نہایت پاکیزہ ساز و سامان۔ عمدہ رہنے کی جگہ ——— اور ان سب سے بڑھ کر ایک اور چیز ——— یعنی صفاتِ خداوندی سے ہم آہنگی و یک رنگی۔ یہ تھا وہ اصل مقصود جس کی خاطر وہ یہ سب کچھ کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کا حصول، ان کی حقیقی کامیابی ہے ——— اور کتنی عظیم القدر ہے یہ کامیابی (جس سے ان کی ذات، زندگی کے مزید ارتقائی مدارج طے کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ (۴۴/۱۴ : ۶۶/۸)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ
يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ
اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ
وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

---

۷۳ اے رسول! تم ان منافقین اور کفار کے خلاف (جو نظامِ خداوندی کی مخالفت میں انتہا تک پہنچ چکے ہیں) پوری پوری جدوجہد کرو' اور شدت اور سختی سے ان کا مقابلہ کرو' تاآنکہ یہ تباہیوں اور بربادیوں کے جہنم میں پہنچ جائیں اور دیکھ لیں کہ زندگی کا یہ ٹھکانہ کس قدر صعوبت انگیز ہے۔

۷۴ ان کے کیریکٹر کی یہ حالت ہے کہ یہ کفر کی باتیں کرتے رہتے ہیں —— باتیں ہی نہیں کرتے بلکہ یہ درحقیقت' اسلام لانے کے بعد' پھر کفر کی زندگی اختیار کر چکے ہیں' تمہاری تخریب کے لئے ہر قسم کے منصوبے باندھتے رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں ان میں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ حالت ان کی یہ ہے۔ لیکن' اس کے بعد' جب ان سے پوچھا جائے تو خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہدیں گے کہ ہم نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی!

ان سے کوئی پوچھے کہ تم جو جماعتِ مومنین سے اس طرح انتقام لے رہے ہو تو کس بات کا؟ ان کا بالآخر جرم کیا ہے؟ یہی ناکہ نظامِ خداوندی نے انہیں اس قدر خوش حال کیوں کر دیا ہے؟

بہرحال' یہ لوگ اگر اب بھی اپنی روش سے باز آجائیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ لیکن اگر یہ اپنے وعدوں سے اسی طرح پھرتے رہے تو خدا کا قانونِ مکافات' انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں' سخت ترین سزا دے گا۔ اور ان کی حالت یہ ہو جائے گی کہ دنیا میں ان کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔

۷۵ اِن میں وہ لوگ بھی ہیں جو وعدے کیا کرتے تھے کہ اگر اللہ ہمیں رزق کی فراوانی عطا کر دے تو ہم اسے نظامِ خداوندی کی راہ میں خرچ کر کے' اپنے قول کو سچ کر دکھائیں گے۔ اور اس طرح صالحین کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے —— یعنی اُن کے زمرے میں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ

جو لوگوں کے کام سنوارتے ہیں۔

۷۶ لیکن جب اللہ نے انہیں رزق کی فراوانی عطا کر دی تو انہوں نے سب کچھ اپنے ہی لئے سمیٹ لیا اور اپنے وعدوں سے صاف پھر گئے —— اور اب تک ان سے پھرے ہوئے ہیں۔

۷۷ ان کی ان مسلسل وعدہ خلافیوں اور کذب بیانیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافقت (کی وہ زندگی جسے انہوں نے شروع میں وقتی مصلحت کے طور پر اختیار کیا تھا) ان کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو گئی۔ اب یہ وہاں سے مرتے دم تک نہیں نکل سکتی۔

۷۸ کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ ان کے خفیہ رازوں اور پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔ اس لئے کہ وہ غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور اچھی طرح سے جانتا ہے۔

۷۹ ان کی حالت یہ ہے کہ جماعتِ مومنین میں سے جو لوگ نظامِ خداوندی کے لئے دل کی رضامندی سے مال خرچ کرتے ہیں، یہ انہیں ریاکاری کا طعنہ دیتے ہیں۔ اور جو ان (مومنین) میں ایسے ہیں کہ ان کے پاس دینے کے لئے روپیہ پیسہ نہیں ہوتا، لیکن وہ اس مقصدِ عظیم کے لئے اپنی محنت پیش کر دیتے ہیں، تو یہ (منافقین) ان کی غریبی پر ان کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ خدا کا قانونِ مکافات خود ان کی ہنسی اڑا رہا ہے (۲/۱۵) کہ یہ کس خود فریبی میں مبتلا ہیں اور انہیں اتنا نظر نہیں آتا کہ یہ، انہی فاقہ کش، محنت کرنے والوں کے ہاتھوں، کس طرح ایک الم انگیز عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں؟

۸۰ (اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ تمہارا دلِ درد مند اب بھی یہ چاہتا ہے کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے جس سے یہ لوگ اس آنے والے عذاب سے محفوظ رہ سکیں لیکن) تمہاری

لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ
يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُ
جُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝۸۳

ہزار آرزوئیں بھی انہیں اس تباہی سے نہیں بچا سکتیں جو خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے ان کے اعمال کے بدلے میں، ان پر آنے والی ہے۔ (تمہارا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ اس نظام پر سچے دل سے ایمان تو رکھتے ہیں لیکن بعض کمزوریوں کی بنا پر ان سے سہواً کچھ لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں) یہ لوگ خدا و رسول (نظامِ خداوندی) سے دل سے انکار کرتے ہیں اور محض ظاہر داری سے اس کا اقرار کرتے ہیں —— اب سوچو کہ جو لوگ، اس طرح صحیح راستے سے الگ ہو جائیں، ان پر سعادت کی راہیں کس طرح کشادہ ہو سکتی ہیں؟

۸۱ جو (منافقین تمہارے ہمراہ جنگ کے لئے، نہیں نکلے) پیچھے رہ گئے ہیں، وہ اپنے جی میں بہت خوش ہیں کہ ہم رسول اللہ کی خواہش کے علی الرغم پیچھے بیٹھے ہیں —— انہیں، راہِ خدا میں، اپنے جان اور مال سے جہاد کرنا، بہت ناگوار گزرا۔ (اس لئے یہ خود بھی پیچھے رہے اور دوسروں سے بھی) کہتے رہے کہ دیکھو! اس شدت کی گرمی میں جنگ کے لئے مت نکلو۔ ان سے کہدو کہ جہنم کی آگ، موسم کی گرمی سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اے کاش! یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھ سکتے (کہ اگر خدا کے نظامِ عدل و احسان کو شکست ہو جائے اور ظلم و استبداد کے نظام کے ماتحت زندگی بسر کرنی پڑے تو یہ عذاب کس قدر درد انگیز اور شدید ہو گا)۔

۸۲ یہ اپنی اس "کامیابی" پر بہت خوش ہیں۔ ان سے کہو کہ تم اس موہوم خوشی میں تھوڑا سا ہنس لو۔ اسکے بعد تمہارے لئے، عمر بھر کا رونا ہو گا۔ اور یہ رونا ہو گا تمہارے اپنے اعمال کے بدلے میں!

۸۳ اگر (اس جنگ سے) واپسی پر، پھر ایسی صورت پیدا ہو کہ ان کا کوئی گروہ، تمہارے

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

ساتھ جنگ میں جانے کے لئے تم سے اجازت مانگے' تو ان سے صاف کہدینا کہ نہ تم میرے ساتھ کبھی باہر نکل سکتے ہو' نہ ہماری معیت میں' کسی دشمن سے جنگ کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ تم وہی ہو جنہوں نے (اس نازک وقت میں) پیچھے رہ جانے کو ترجیح دی تھی۔ سو اب تم ہمیشہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہو۔ ہمارے ساتھ تمہارا کیا کام؟

۸۴ یہی نہیں۔ بلکہ ان سے معاشرتی تعلقات بھی منقطع کرو (تاکہ انہیں' اور ان جیسے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم' ان کی ان حرکات کی وجہ سے' ان سے کس قدر خفا ہو) معاشرتی تعلقات کی ایک صورت' میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت اور اس کے لئے نیک آرزوؤں کا اظہار بھی ہوتی ہے' تم ان کے ساتھ' ان باتوں میں بھی شریک نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ عمر بھر نظام خداوندی سے سرکشی اختیار کئے رہتے ہیں اور اسی انکار و نافرمانی کی حالت میں مر جاتے ہیں (سو ایسے لوگوں سے' معاشرتی تعلقات کیوں رکھے جائیں؟)۔

۸۵ (جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے۔ ۹/۵۵) ان لوگوں کے مال و دولت کی فراوانی' اور افراد خاندان کی کثرت' تمہارے لئے وجہ تعجب نہیں ہونی چاہئے۔ (یہی چیزیں تو ہیں جو انہیں حق و صداقت کے راستے کی طرف آنے نہیں دیتیں)۔ تم دیکھنا کہ یہی چیزیں' کس طرح' دنیاوی زندگی میں ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں اور یہ کفر کی حالت ہی میں ہلاک ہو جاتے ہیں:

۸۶ ان کی حالت یہ ہے کہ جب کبھی ایسا حکم نازل ہوتا ہے کہ یہ' قوانین خداوندی پر دل سے یقین رکھتے ہوئے' رسول کی معیت میں جہاد کے لئے نکلیں' تو ان میں سے جو لوگ صاحب استطاعت ہیں' وہ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں کہ انہیں پیچھے رہنے والوں میں چھوڑ دو۔

۸۷ یعنی وہ اپنے لئے یہ پسند کرتے ہیں کہ (مردوں کے ساتھ جنگ میں جانے کے بجائے) چوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہیں۔ یہ اس لئے کہ ضد اور منافقت کی

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

وجہ سے ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ (ورنہ بات ایسی صاف ہے کہ اس کے لئے لمبے چوڑے دلائل کی بھی ضرورت نہیں)۔

۸۸ ان کے برعکس، رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، (جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں) اپنے مال و جان سے جہاد میں شرکت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے ہر قسم کی بھلائیاں اور خوشگواریاں ہیں۔ اور انہی کی کھیتیاں پروان چڑھیں گی۔

۸۹ ان کے لئے، ان کے خدا نے، ایسا جنتی معاشرہ تیار کر رکھا ہے جس کی شادابی اور شگفتگی میں کبھی فرق نہیں آئے گا —— اس دنیا میں بھی، اور آخرت کی زندگی میں بھی —— یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

۹۰ (یہ شہری تو ایک طرف رہے) بدوؤں (صحرانشینوں) میں سے بھی بعض لوگ جھوٹے عذر لے کر آرہے ہیں کہ انہیں پیچھے رہنے کی اجازت دی جائے (حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ کی طرف لپک کر جایا کرتے ہیں۔ لیکن وہ جنگ، لوٹ مار کے لئے ہوتی تھی، اور اب جنگ حق و انصاف کی مدافعت کے لئے ہے اس لئے اس جنگ سے جی چراتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ ایسی جنگ کے وقت وہی لوگ پیچھے رہتے ہیں جو نظامِ خداوندی سے وابستگی کے دعوے میں جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جو (زبانی دعوائے ایمان کے باوجود، اس سے عملاً) انکار کرتے ہیں، الم انگیز سزا کے مستوجب ہیں۔

۹۱ البتہ جو لوگ کمزور یا بیمار ہیں۔ یا جن کے پاس (سامانِ جنگ کے لئے) خرچ کرنے کو کچھ نہیں (۲/۲۷۳)، ان کے لئے پیچھے رہ جانے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ پیچھے رہ کر

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

نظامِ خداوندی کی بہی خواہی کے لئے کوشاں رہیں۔ معاشرہ کو انتشار سے بچائیں اور لوگوں میں اس کی خیر سگالی کے خیالات کو عام کریں۔ اس قسم کے حسن کارانہ انداز سے پیچھے رہ جانے والوں کے خلاف کوئی الزام نہیں۔ اسلئے کہ نظامِ خداوندی میں سب کے لئے سامانِ حفاظت و مرحمت ہے (بشرطیکہ وہ اپنے اپنے مقام پر اس نظام کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں۔ مجاہدین اپنی جگہ۔ اور غیر محارب اپنی جگہ)۔

۹۲ نہ ہی وہ لوگ پیچھے رہ جانے میں موردِ الزام قرار دیئے جا سکتے ہیں، جن کی حالت یہ تھی کہ وہ (سفر کے لئے) سواری کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اس لئے وہ تیرے پاس درخواست لے کر آئے کہ ان کے لئے سواری کا انتظام کر دیا جائے۔ اور تنگی کا یہ عالم تھا کہ تم بھی اسکا کچھ انتظام نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے تم نے بھی اپنی معذوری کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ وہ بے بس ہو کر لوٹ گئے درین عالم کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ان کا دل اس احساس سے پھٹا جاتا تھا کہ افسوس! آج ہمارے پاس اتنا بھی نہیں کہ ہم اس سے جہاد کے لئے سواری کا انتظام کر سکیں!

۹۳ الزام ان کے اوپر ہے جو سب کچھ رکھتے ہوئے (اور جہاد میں جانے کے قابل ہونے کے باوجود) تم سے اجازت مانگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پیچھے عورتوں میں بیٹھے رہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس لئے نہیں سمجھتے کہ سہل انگاری اور مفاد پرستی کے جذبات نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے اور اس طرح، سمجھ اور سوچ کی سب راہیں ان پر مسدود ہو چکی ہیں۔

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا

لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ وَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ

وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾

---

۹۴ جب تم میدانِ جنگ سے واپس آؤ گے' تو یہ لوگ تمہارے سامنے' طرح طرح کی معذرتیں پیش کریں گے۔ ان سے کہدینا کہ اس قسم کی بہانہ سازیوں کی باتیں مت کرو۔ ہم ان باتوں پر کبھی یقین نہیں کریں گے' اس لئے کہ اللہ نے ہمیں' تمہارے متعلق صحیح صحیح باتیں بتادی ہیں۔ باقی رہا آیندہ کا معاملہ' سو اللہ اور اس کا رسول (نظامِ خداوندی) تمہارے اعمال پر نگاہ رکھے گا' اور تمہاری ہر نقل و حرکت' اُس خدا کے قانونِ مکافات کی کسوٹی پر پرکھی جائے گی جو اُن باتوں سے بھی باخبر ہوتا ہے جو انسانوں کی نگاہ سے اوجھل ہوں اور اُن سے بھی جو محسوس طور پر سامنے آجائیں۔ وہ کسوٹی بتادے گی کہ تمہارے اعمال کی حقیقت کیا ہے' اور تم کس قسم کے سلوک کے مستحق ہو۔

۹۵ تمہاری واپسی پر یہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر اپنے سچا ہونے کا یقین دلائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ تمہیں چاہیئے کہ ان سے اعراض برتو۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں نفاق کا مرض ایسا ہے جو ان کے خیالات میں تذبذب اور ان کے قلوب میں شکوک و اضطراب پیدا کرتا رہتا ہے ($\frac{9}{125}$)۔ اس لئے یہ' تمہاری جماعت کے سچے رکن نہیں بن سکتے۔ ان کا ٹھکانہ یہ جنتی نظام نہیں' جہنم ہے۔ جو ان کے

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾

۱۲ ع ۱۰ ۱

اعمال کا صحیح صحیح بدلہ ہے۔

۹۶ یہ سمجھتے ہیں کہ تم لوگوں کو ان سے کوئی ذاتی رنجش ہے' اس لئے (جیسا کہ عام حکمرانوں کے سلسلے میں ہوتا ہے) اگر تمہیں کسی طرح راضی کرلیا توسب معاملہ ٹھیک ہوجائیگا۔ اس مقصد کے لئے یہ قسمیں کھاکھا کر تمہیں راضی کرنے کی کوشش کریں گے لیکن انہیں اسکا علم نہیں کہ یہ معاملہ تمہاری ذات سے متعلق نہیں جو تمہیں ذاتی طور پر راضی کر لینے سے بات رفع دفع ہوجائے گی۔ اس معاملہ کا تعلق قانونِ خداوندی سے ہے' اور قانونِ خداوندی کبھی ان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا جو اس کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کرلیں۔ لہذا تمہارا ذاتی طور پر راضی کرلینا ان کے لئے ذرا بھی مفید مطلب نہیں ہوگا۔ (نظامِ خداوندی میں محبت یا عداوت' ذاتی جذبات کی رُو سے نہیں ہوتی' نظام کے نقطۂ نگاہ سے ہوتی ہے $\frac{9}{23 - 24}$)۔

۹۷ یہ صحرانشین بدو' کفر ونفاق میں (شہریوں سے بھی دو قدم) آگے' اور سخت متشدد واقع ہوئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان کے لئے' قرآنی تعلیم کا اچھی طرح سمجھنا ذرا دشوار ہے۔ اس لئے' قانونِ خداوندی کی رُو سے' جو سرتاسر علم وحکمت پر مبنی ہے' (شہریوں کے مقابلہ میں' ان سے' کچھ مختلف سلوک کیا جائے گا)۔

۹۸ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ جو کچھ نظامِ خداوندی کے لئے خرچ کرتے ہیں' اسے (جہالت کی بناپر) اپنے اوپر جُرمانہ سمجھتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ تم پر کوئی گردش آجائے (تو یہ پلٹ جائیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی اس قسم کی حرکات سے) بُری گردش کے دن خود انہی پر آنے والے ہیں۔ یہ اُس خدا کا ارشاد ہے جو سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۹۹ لیکن انہی میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سچے دل سے اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۭ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے خدا کے ہاں بلند درجات' اور رسول کی طرف سے تحسین وآفریں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ یقین رکھیں کہ اس سے انہیں واقعی خدا کے ہاں بلند مدارج حاصل ہوں گے اور اللہ انہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں داخل کرے گا۔ اس لئے کہ نظامِ خداوندی میں حفاظت اور مرحمت کے سامان موجود ہوتے ہیں۔

۱۰۰ اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اس نظام کے قیام کے لئے پہل کی' جبکہ حالات بڑے ہی ناسازگار اور واقعات سخت حوصلہ شکن تھے۔ اور جن لوگوں نے حسنِ کارانہ انداز سے اس کا اتباع کیا ——— وہ خواہ شہری ہوں یا دیہاتی ——— تو چونکہ انہوں نے قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگی اختیار کی' اس لئے اس کی برکات وسعادات ان سے ہم آہنگ ہو گئیں۔ اور ان کے لئے ایسا جنتی معاشرہ تیار کر دیا گیا جس کی شادابیوں میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی)۔ اور یہ انسان کی بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

۱۰۱ اور تمہارے اردگرد بسنے والے بدوؤں میں بعض لوگ منافق ہیں۔ اور مدینہ کے رہنے والوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ منافقت گویا ان کی گھٹی میں پڑ چکی ہے۔ تم انہیں نہیں جانتے۔ ہم جانتے ہیں۔ ہم انہیں (پہلے) دو مرتبہ معمولی سزا دیں گے۔ اور اگر یہ اس پر بھی باز نہ آئے تو انہیں سخت سزا دی جائے گی۔

۱۰۲ اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ انہوں نے کچھ کام اچھے بھی کئے ہیں' اور کچھ بُرے بھی۔ (اور چونکہ انہوں نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیا ہے اس لئے) قانونِ خداوندی کی رو سے ان کی معذرت قبول کر لی جائے گی۔ قانونِ خداوندی میں (غلطیوں کا اعتراف کر لینے والوں کے لئے) حفاظت ومرحمت کی گنجائش

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

رکھی ہوئی ہے۔

۱۰۳ لہٰذا' اب تم ان کی مالی امداد (اور واجبات جو مسلمانوں سے لئے جاتے ہیں) قبول کر لیا کرو۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ اب انہیں اس نظام کے ارکان تسلیم کر لیا گیا ہے)۔ اور جماعت کے دیگر ارکان کے ساتھ' تعلیم و تربیت سے ان کے قلب و دماغ کی تطہیر' اور ان کی صلاحیتوں کی نشو و نما کا انتظام کرو' اور ان کے اچھے کاموں کی تحسین و ستائش سے ان کی حوصلہ افزائی کرو۔ اس سے انہیں اطمینان خاطر اور سکونِ قلب حاصل ہو جائیگا۔ (اور اپنی سابقہ غلطیوں کی وجہ سے ان کے دل میں جو احساس کہتری پیدا ہو گیا تھا' وہ زائل ہو جائے گا)۔ یقیناً اللہ ہر ایک کی بات سننے والا' اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۱۰۴ کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ خدا کے بندوں میں سے' جو لوگ اپنی غلطیوں کا احساس کر کے' آیندہ کے لئے ان سے باز رہنے کا تہیہ کر لیتے ہیں' تو ان کی معذرت قبول کر لی جاتی ہے' اور (دیگر ارکانِ جماعت کی طرح) ان کے صدقات قبول کر لئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی میں' اس قسم کی دلی معذرت سے' سامانِ مرحمت عطا ہو جانے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

۱۰۵ ان سے کہہ دو کہ تمہاری معذرت قبول کر لی گئی ہے۔ اب تم اپنے اعمال سے ثابت کرو کہ یہ معذرت دل سے کی گئی ہے۔ اللہ اور اسکا رسول (نظامِ خداوندی کا مرکز) اور مومنین (اس نظام کے ارکان) تمہاری کارکردگی پر نگاہ رکھیں گے۔ تمہارے تمام کام اُس خدا کے قانونِ مکافات کی میزان میں تولے جائیں گے جو ان امور سے بھی باخبر ہوتا ہے جو انسانی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں' اور ان سے بھی جو محسوس شکل میں سامنے آجاتے ہیں۔ وہ میزان ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک وزن بتا دیتی ہے۔

۱۰۶ اس کے بعد' ان تھوڑے سے لوگوں کا معاملہ تصفیہ طلب رہ جاتا ہے' جن کے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

متعلق (ابھی تحقیقات مکمل نہیں ہوئیں اور) یہ طے نہیں پایا کہ انہیں سزا دی جائے یا معاف کر دیا جائے۔ (اس کا ذکر آگے چل کر ۹/۱۱۸ میں آئیگا)۔ اللہ کا قانون یکسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۱۰۷ اور ان منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں (جو اپنی چالوں میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے) ایک مسجد تعمیر کر ڈالی (اور اس طرح یہ ظاہر کیا کہ وہ بڑے پکے مومن اور نظام خداوندی کے خدمت گزار ہیں)۔ لیکن اس مسجد سے درحقیقت ان کی غرض یہ تھی کہ اس سے اس نظام کو نقصان پہنچایا جائے' اور کفر کی راہیں کشادہ کی جائیں۔ یعنی مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیا جائے اور اس طرح یہ مسجد ان لوگوں کے لئے کمین گاہ بن جائے جو پہلے سے نظام خداوندی کے خلاف مصروف پیکار ہیں۔ یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم نے اس مسجد کو بڑی نیک نیتی سے تعمیر کیا ہے — لیکن خدا اس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں۔

۱۰۸ تم نے' اے رسول! اس مسجد میں قدم تک نہ رکھنا (جو مسجد مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دے' کیا وہ اس قابل ہو سکتی ہے کہ اس میں قدم رکھا جائے؟ تمہارا' نہ ان لوگوں سے کچھ واسطہ ہو سکتا ہے' نہ ان کی تعمیر کردہ مسجد سے کچھ تعلق۔ ۶/۱۶۰)۔ اس کی مستحق صرف وہ مسجد ہے جس کی بنیاد' پہلے دن سے' قوانین خداوندی کی نگہداشت کے اصولِ محکم پر رکھی گئی ہے۔ اس میں وہی لوگ آتے ہیں جو' فرقہ بندی اور گروہ سازی کے شرک سے پاک اور صاف رہتے ہیں (۳۰/۳۲)۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قانون خداوندی کی رُو سے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

۱۰۹ ان سے پوچھو کہ کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد' قوانین خداوندی کی

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

نگہداشت اور منشائے خداوندی سے ہم آہنگی پر رکھی ہو بہتر ہے' یا وہ شخص جس نے یہ بنیاد ریت کے ایسے تودوں کے کنارے پر رکھی ہو جو کٹ کٹ کر دریا میں گرتے چلے جارہے ہوں' اور اس طرح وہ عمارت اپنے بنانے والے کو ساتھ لے کر' جہنم کے گڑھے میں جاگرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح قانون خداوندی سے سرکشی برتتے ہیں' ان پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کبھی نہیں کھل سکتی۔

۱۱۰ یاد رکھو! ان کی یہ عمارت' جو انہوں نے اس مقصد کے لئے بنائی ہے' ان کے دل میں کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی۔ اس سے ان کے دل کی بے چینی اور اضطراب بڑھتا چلا جائے گا۔ ان کے غصے اور حسد کی آگ میں کمی نہیں ہوگی۔ تاآنکہ ان کے دل شدت اضطراب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ان سے کہدو کہ خدا کی یہ باتیں یونہی دھمکی نہیں۔ علم و حکمت پر مبنی حقائق ہیں جو واقع ہو کر رہیں گے۔

۱۱۱ یہ منافقین کی حالت ہے۔ ان کے برعکس جماعت مومنین ہے جس کا نظام خداوندی کے ساتھ ایک عظیم معاہدہ ہوتا ہے[1]۔ اس معاہدہ کی رو سے' نظام خداوندی' ان کا جان اور مال خرید لیتا ہے اور اس کے معاوضہ میں انہیں جنت کی زندگی کی ضمانت دیدیتا ہے۔ (یعنی اس دنیا میں ان کی تمام ضروریات زندگی کی بہم رسانی اور انکی صلاحیتوں

[1] اس معاہدہ کی رو سے کہا گیا ہے کہ خدا مومنین سے ان کا جان و مال خرید لیتا ہے اور اس کے عوض انہیں جنت عطا کرتا ہے۔ یہ معاہدہ محض ذہنی اور اعتقادی نہیں کہ آپ نے دل میں کہہ دیا کہ میں نے اپنا جان و مال خدا کے ہاتھوں بیچ دیا ہے اور خدا نے آپ کو جنت دیدی۔ یہ معاہدہ محسوس شکل میں' نظام خداوندی سے کیا جاتا ہے جسے سب سے پہلے رسول اللہؐ نے متشکل فرمایا تھا۔ اور جسے حضورؐ کے بعد آپ کے جانشینوں کے ہاتھوں قائم اور مستحکم رہنا تھا۔ اس دنیا میں جنتی زندگی کا وعدہ بھی اسی نظام کے ہاتھوں پورا ہونا تھا (اُخروی جنت کی کیفیت اور ہے)۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (۲۴۴)۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

کے نشوونما پانے کے تمام وسائل و اسباب کی فراہمی، اس نظام کے ذمے ہو جاتی ہے (۲۰/۱۱۸)۔ اس معاہدہ کے بعد وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریاتِ زندگی کی طرف سے مطمئن ہو جاتے ہیں، اور نظامِ خداوندی کے استحکام کی خاطر، عند الضرورت، جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جنگ میں نکل آتے ہیں۔ پھر یا تو دشمن کو قتل کر کے، فاتح و منصور واپس آتے ہیں، اور یا خود اپنی جان دے دیتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد، جنت کی زندگی حاصل کر لیتے ہیں

یہ معاہدہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سابقہ آسمانی کتابوں —— تورات و انجیل —— میں بھی مذکور تھا، اور اب اسی کی تجدید قرآن میں کی گئی ہے۔ اس عہد کا پورا کرنا اللہ نے خود اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اور، یہ ظاہر ہے کہ اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا، کوئی نہیں۔ سو (اے جماعتِ مومنین) تم اس سودے پر جو تم نے نظامِ خداوندی سے کیا ہے خوش ہو جاؤ۔ اس لئے کہ یہی زندگی کی سب سے بڑی کامرانی ہے۔

۱۱۲ ان افرادِ معاشرہ کی خصوصیات یہ ہوتی ہیں کہ

(۱) سفرِ حیات میں وہ جہاں محسوس کریں کہ ان کا قدم غلط راستے کی طرف اُٹھ گیا ہے، وہ وہیں رک جاتے ہیں، اور جہاں سے قدم غلط اٹھا تھا، وہاں واپس آکر، صحیح راستے پر ہو لیتے ہیں۔

(۲) وہ قوانینِ خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں، اور اپنی جملہ صلاحیتوں کو خدا کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق صرف کرتے ہیں (۱/۴)۔

(۳) وہ انفس و آفاق کی ہر شے پر غور و فکر کرنے کے بعد، علیٰ وجہ البصیرت اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارگہ کائنات کی ایک ایک چیز، اپنے خالق کی حمد و ستائش کی منہ بولتی تصویر ہے (۱/۱؛ ۳/۱۹۰؛ ۴۱/۵۳)۔

(۴) اس مقصد کے لئے وہ دنیا بھر کا سفر کرتے ہیں۔

(۵) ہمیشہ قانونِ خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں، اور

(۶) دل کے پورے جھکاؤ سے، اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے ہیں۔

(۷) وہ ان باتوں کا حکم دیتے ہیں، جنہیں قانونِ خداوندی صحیح تسلیم کرتا ہے۔ اور ان سے روکتے ہیں جنہیں وہ ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾

---

(۸) وہ ان تمام حدود کی نگہداشت کرتے ہیں جو قوانین خداوندی نے متعین کی ہیں' اور ان کے اندر رہتے ہوئے صحیح آزادی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ ہیں وہ مومنین جن کے لئے دنیا اور آخرت کی زندگی کی خوشگواریوں کی بشارتیں ہیں۔ (ان میں مرد اور عورتیں' دونوں شامل ہیں ۳۳/۳۵ ؛ ۶۶/۵)۔

۱۱۳ جماعت مومنین ان لوگوں پر مشتمل ہے جو صرف خدائے واحد کے قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو لوگ اس میں' خدا کے علاوہ' اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں' اُن سے اس جماعت کا کوئی تعلق نہیں۔ اِن کے معاملہ میں تو خود نبی' یا مومنین کے لئے اتنا بھی جائز نہیں کہ جب وہ (مشرکین) قانون خداوندی کے مطابق سزا کے لئے ماخوذ ہوں' تو ان کے لئے اس سزا سے محفوظ رہنے کی آرزو کریں' خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں درانحالیکہ ان پر واضح ہو چکا ہو (جیسا کہ ہر مشرک کے بارے میں واضح ہے) کہ وہ لوگ جہنم کی سزا کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔

۱۱۴ اس پر تمہارے دل میں شاید یہ خیال پیدا ہو کہ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کی مغفرت کی آرزو کیوں کی تھی حالانکہ وہ بھی مشرک تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس (ابراہیمؑ) نے (اس توقع پر کہ اُس کا باپ خدا پر ایمان لے آئیگا) اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے لئے خدا سے مغفرت چاہے گا۔ لیکن جب ابراہیمؑ پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ وہ خدا پر ایمان نہیں لانے کا' بلکہ وہ اس کا دشمن ہے' تو وہ اس سے بیزار ہو گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابراہیمؑ بڑا ہی غمخوار اور بردبار تھا (جو اتنا عرصہ اس توقع میں رہا کہ اس کا باپ خدا پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اس کی حفاظت میں لے آئیگا ۱۴/۴۱ ؛ ۱۹/۴۷ ؛ ۶۰/۴)۔

۱۱۵ یہ بات خدا کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو صحیح راستہ دکھا کر' پھر یونہی اس پر کامیابی کی راہ بند کر دے۔ وہ پہلے اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ انہیں کن باتوں کی پابندی کرنی چاہیئے اور کن امور سے بچنا چاہیئے۔ اس وضاحت کے بعد' جو لوگ اُس کے

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١١٦﴾ لَّقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾

۱۴ ع ۳

قوانین کی خلاف ورزی کریں، ان پر کامیابی کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ (اس سے ظاہر ہے کہ نظامِ خداوندی میں مؤاخذہ اُسی عمل پر ہوگا جسے جرم قرار دے کر اسکا اعلان کر دیا گیا ہو)۔ یقیناً اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔

۱۱۶ یہ اُس کے علم کی وسعت ہے، جس کی بنا پر کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں اُسی کا اقتدار اور کنٹرول ہے۔ اور اسی کے قانون کے مطابق، قوموں کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یاد رکھو! قانونِ خداوندی کے سوا، تمہارا کارساز اور مددگار کوئی نہیں ہو سکتا۔

۱۱۷ یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو، اپنی رحمت سے نوازا۔ اور مہاجرین اور انصار کی اس جماعت کو بھی جس نے، بڑی عسرت اور بے سروسامانی کے عالم میں اس کے پیچھے قدم اٹھایا ——— ایسے نامساعد حالات میں، جب کیفیت یہ ہو چکی تھی کہ قریب تھا کہ (مشکلات اور صعوبات کے ہجوم کی وجہ سے) ان میں سے ایک گروہ کا دل ڈول جاتا اور قدم ڈگمگا جاتے۔ لیکن اللہ نے، ایسے ناسازگار حالات میں، انہیں، اپنی رحمت سے بڑھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے قانون میں رافت و رحمت کی بڑی گنجائشیں ہیں۔

۱۱۸ اور اسی طرح، اُس نے اُن تین شخصوں کو بھی اپنی رحمت سے نوازا جو (جنگ میں) پیچھے رہ گئے تھے (اور جن کا معاملہ التوا میں رکھا گیا تھا ۹/۱۰۶)۔ ان کا معاملہ معلق رہنے کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ زمین، اپنی تمام وسعتوں کے باوجود، ان پر تنگ ہو گئی۔ اور وہ خود اپنے آپ سے تنگ آ گئے۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ نظامِ خداوندی کے حکم کی خلاف ورزی کے بعد انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی، بجز اسی نظام کے دامنِ عافیت کے۔ اس کے بعد اللہ ان کی طرف اپنی رحمت سے ملتفت ہوا اور ان کی

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

معذرت قبول کرلی' تاکہ وہ اپنے معاشرہ کی طرف واپس آجائیں (جہاں سے انہیں الگ کر دیا گیا تھا)- اللہ کے قانون میں' دل سے معذرت کرنے والوں کے لئے سامان مرحمت کی گنجائش ہے-

۱۱۹ (اس واقعہ کا ذکر' خصوصیت کے ساتھ' اس لئے کیا گیا ہے کہ جماعتِ مومنین پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان کا شعارِ زندگی یہ ہے کہ) وہ قوانینِ خداوندی کی پوری نگہداشت کریں- (لیکن یہ چیز انفرادی طور پر نہیں ہو سکتی- اس کیلئے انہیں) صادقین کی جماعت کے ساتھ رہنا ہوگا- یعنی سفرِ زندگی' دیگر افراد کارواں کی معیت میں طے کرنا ہوگا- جماعت کے ساتھ رہ کر' قوانین خداوندی کی اطاعت' یہ ہے جنت میں جانے کا راستہ (۹۹/۲۹)-

۱۲۰ اہلِ مدینہ اور اس کے اردگرد بسنے والے بدوؤں کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ' جہاد کے وقت رسولؐ اللہ کا ساتھ چھوڑ دیتے' اور اپنے آپ کو' اس کے مقابلہ میں زیادہ عزیز رکھتے- (یہ انہوں نے اس لئے کیا کہ وہ اس راستے کی مشکلات اور مصائب سے ڈرتے تھے- حالانکہ' حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں) بھوک اور پیاس کی جس مصیبت کو وہ جھیلتے- جو تکان اور مشقت وہ اٹھاتے- انکا ہر وہ قدم جو اس مقام پر پڑتا جہاں اسکا پڑنا فریقِ مخالف کیلئے غیظ وغضب کا موجب ہوتا- حتیٰ کہ ہر وہ نقصان جو انہیں دشمن کی طرف سے پہنچتا- ان میں سے ایک ایک چیز اُن کیلئے عملِ صالح بنتی چلی جاتی- اس لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات کسی کا حسن کارانہ عمل ضائع نہیں ہونے دیتا-

۱۲۱ اسی طرح' یہ لوگ اس مقصد کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں ——— خواہ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّ
يْنِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ
مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ إِيْمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

تھوڑا ہو یا بہت ــــ یا جو منزل بھی وہ قطع کرتے ہیں' ان سب کے نتائج مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں تاکہ خدا کا قانون مکافات' انہیں ان کے اعمال کا حسین ترین صلہ دے۔

۱۲۲ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ اور قتال میں مصروف رہنے کے یہ معنی نہیں کہ تم دین کے دوسرے شعبوں کو نظر انداز کر دو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ تعلیم و تعلّم کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ لہذا' جماعت مومنین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سب کے سب ایک ہی کام کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ چاہیئے یہ کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ' (مرکز نظام خداوندی میں آکر) اس نظام کے متعلق پوری پوری سمجھ بوجھ حاصل کریں اور پھر اپنی جماعت کی طرف واپس جاکر انہیں اس سے آگاہ کریں۔ اس طرح پوری کی پوری قوم' اپنے آپ کو غلط باتوں سے محفوظ رکھ سکے گی (اور صحیح نظام کے مطابق چلنے کے قابل ہو جائے گی)۔

۱۲۳ دوسری طرف' دین کی حفاظت کے لئے جنگ کی ضرورت اور اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ تم ان مخالفین سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس پھیلے ہوتے ہیں تاکہ وہ تمہاری قوت اور شدت کو محسوس کرلیں (اور سمجھ لیں کہ تم یونہی نگلے نہیں جاسکتے)۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا کی تائید ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے' جو اس کے قوانین کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۱۲۴ جب ایسا ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے (جنگ و قتال کے سلسلے میں) کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو (منافقین میں سے) بعض لوگ ازراہ تمسخر کہتے ہیں' کہ تم میں سے وہ کون ہیں جن کا ایمان ان نئے احکام نے بڑھا دیا ہے؟ سو جو لوگ فی الواقعہ صاحب ایمان ہیں' ان کا ایمان ان احکام سے یقیناً بڑھ جاتا ہے اور وہ اس پر خوشیاں مناتے ہیں

۱۲۵ لیکن جن لوگوں کے دل میں منافقت کا روگ ہے' تو اس قسم کے احکام سے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

ان کے شکوک اور اضطرابات اور زیادہ ہو جاتے ہیں (٩/٩٥) اور وہ حالتِ کفر ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

١٢٦ کیا یہ لوگ اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ کوئی سال ایسا نہیں گزرتا کہ وہ ایک یا دو مرتبہ (تمہارے ہاتھوں ٩/١٤) کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے ہوں۔ اس پر بھی یہ اپنی غلط روش سے باز نہیں آتے اور اتنا نہیں سمجھتے (کہ منافقت ہمیشہ مصیبتوں کا موجب ہوا کرتی ہے۔

١٢٧ حالت ان کی یہ ہے کہ جب کبھی (جنگ وغیرہ کے سلسلہ میں) کوئی احکام نازل ہوتے ہیں تو یہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (یہ پوچھتے ہوئے کہ) تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ (کیونکہ تمہارے چہرے کا تغیر، تمہاری قلبی کیفیت کی غمازی کر رہا ہے)۔ پھر وہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ (منہ پھیرنا کیا؟) قانون خداوندی کی رُو سے، ان کے تو دل ہی پھر چکے ہیں کیونکہ یہ لوگ، عقل و فکر سے کام لینے کے بجائے، (اپنے جذباتِ نفرت و عداوت میں بہکے چلے جاتے ہیں)۔

١٢٨ (اگر یہ ذرا بھی عقل و فکر سے کام لیتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ خدا کا کتنا بڑا احسان ہے کہ) ان کی طرف، انہی میں سے ایک رسول آیا ہے جس کی دردمندی اور غمگساری کا یہ عالم ہے کہ اگر انہیں کوئی ذرا سی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو اُسے اس سے بیحد رنج ہوتا ہے۔ اور اُس کی انتہائی آرزو یہ ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان کی بھلائی کا سامان ہو جائے۔

پھر ان میں سے جو لوگ (اُس کی مخالفت اور سرکشی چھوڑ کر) نظامِ خداوندی پر ایمان لے آتے ہیں، وہ ان کے ساتھ بڑی ہی شفقت اور مرحمت سے پیش آتا ہے اور ان کی حفاظت

فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

اور نشوونما کا پورا پورا انتظام کرتا ہے۔

۱۲۹ اگر یہ لوگ، اس قسم کے نظام' اور ایسے مشفق امیرِ کارواں' سے روگردانی کریں' تو (اے رسول!) تم ان سے کہدو کہ (مجھے تمہارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت نہیں)۔ میرے لئے خدا کی تائید و نصرت کافی ہے۔ اس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار اور اختیار نہیں۔ مجھے اس کے قانون کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اس لئے کہ وہ قانون اس خدا کا ہے جو کائنات کی مرکزی اور بنیادی قوتوں کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہے اور تمام دنیا کی ربوبیت کا ضامن ہے۔
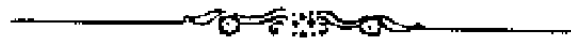
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ

---

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ یہ اُس ضابطہ قوانین کی آیات ہیں جو سرتاسر حکمت پر مبنی ہے۔

۲ کیا ان لوگوں کو اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی کی طرف اپنی وحی کیوں بھیجی ہے' تاکہ وہ' اس کے ذریعے' تمام نوعِ انسان کو' ان کی غلط روش زندگی کے نتائج سے آگاہ کرے' اور جو لوگ' اس ضابطہ حیات پر ایمان لائیں' انہیں خوشخبری دے کہ ان کے نشوونما دینے والے کے نزدیک' ان کا مقام بہت بلند اور حقیقی شرف کا موجب ہے۔

(یہ لوگ' بجائے اس کے کہ اس کتاب کی تعلیم پر غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ یہ کس قدر صداقت پر مبنی ہے' مطالبہ یہ کرتے ہیں کہ رسول کو فوق البشر ہونا چاہیے جو انہیں کچھ عجوبے دکھلائے۔ اور جب یہ رسول' ان کے جواب میں کہتا ہے کہ وہ انہی جیسا ایک انسان ہے تو یہ) مخالفین اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص بالکل جھوٹا ہے۔

۳ تمہارا پروردگار' جس کی طرف سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے' وہ ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو چھ مختلف ادوار میں پیدا کیا' اور اس کے پورے کنٹرول کو اپنے

الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾ اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ﴿۴﴾ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ

ہاتھ میں رکھا۔ تمام کائنات کا نظم و نسق اُسی کے قوانین کے مطابق' اس حسن و خوبی سے سرانجام پا رہا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ ایک شے کسی دوسری شے کے ساتھ مل کر ایک نیا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ چیزیں اس کے قانون کے مطابق آپس میں نہ ملیں' تو پھر وہ نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ (اسی طرح' اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی تائید و حمایت کے لئے اس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے' تو اس کی یہ تائید و حمایت بھی اسی صورت میں بہتر نتائج پیدا کر سکتی ہے جب وہ قانون خداوندی کے مطابق ہو)۔

یہ ہے وہ اللہ جو (کائناتی اشیاء کی طرح) تمہارا بھی نشو و نما دینے والا ہے۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ تم اسی کے قوانین کی اطاعت اور محکومیت اختیار کرو ——— کیا تم اس حقیقت کو اپنے سامنے نہیں رکھتے؟

۴ یاد رکھو! تم جو روش بھی چاہو اختیار کر لو۔ تمہارا ہر قدم اُسی کے قانون کی طرف اٹھے گا۔ تمہارے ہر عمل کا نتیجہ اس کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوگا۔ تم اُسکے احاطہ سے باہر جا نہیں سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو تم سے بیان کی گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اس کا کائناتی قانون یہ ہے کہ وہ مختلف اشیاء کو' ان کے نقطۂ آغاز سے پیدا کرتا ہے' اور پھر ان کے مختلف پہلو بدل کر' طرح طرح کی گردشیں دے کر متعدد ارتقائی منازل کے بعد' انہیں تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اُس کے اسی قانون کے مطابق انسانی اعمال بھی نتیجہ خیز ہوتے ہیں' یعنی وہ لوگ جو اس قانون پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش (کائنات' انسانی معاشرہ اور خود انسانی ذات کو سنوارنے والے) پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' انہیں' حق و انصاف کے مطابق ان کے اعمال کا بدلہ مل جاتا ہے۔ اور جو لوگ اس قانون سے انکار کر کے' دوسری راہیں اختیار کر لیتے ہیں ان کے اعمال ایسے نتائج پیدا کرتے ہیں جن سے ان کی انسانی صلاحیتیں نشو و نما پانے کے بجائے جھلس کر رہ جاتی ہیں' اور اس طرح انہیں بڑی دردانگیز سزا ملتی ہے (۳۳/۲۴ ؛ ۳۴/۴—۳ ؛ ۴۵/۲۲ ؛ ۵۳/۳۱)۔

۵ یہ اس خدا کا قانون ہے جس نے سورج کو ایسا درخشندہ' اور چاند کو ایسا

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

تابناک بنادیا۔ اور چاند کی منازل متعین کردیں تاکہ تم اس سے برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو (اسی طرح سورج کی رُو سے بھی حساب رکھا جا سکتا ہے' (۹۶/۶ ؛ ۱۲/۱۷)۔ اللہ نے یہ سب کچھ' مبنی برحقیقت' اور تعمیری نتائج پیدا کرنے کے لئے بنایا ہے۔ (نہ یہ محض "حلقۂ دامِ خیال" ہے اور نہ ہی اس کا انجام تخریب ہے)۔ اس نے اپنے قوانین و حقائق کو' ان لوگوں کے لئے جو علم و بصیرت سے کام لیں' کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔

۶ یقیناً رات اور دن کی گردش میں' اور خدا نے جو کچھ کائنات میں پیدا کیا ہے' اس میں' ان قوموں کے لئے جو غلط روشِ زندگی کے تباہ کن نتائج سے بچنا چاہیں' بڑے بڑے حقائق پوشیدہ ہیں۔

۷ لیکن ان حقائق سے وہی لوگ صحیح معنوں میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس حقیقت پر یقین رکھیں کہ' جس طرح خدا کے قوانین خارجی کائنات میں کارفرما ہیں' اسی طرح انسانی اعمال بھی اسی کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ نیز وہ اس پر بھی ایمان رکھیں کہ زندگی صرف اِس دنیا کی طبیعی زندگی نہیں' حیات کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ان کے برعکس' جو لوگ ان حقائق سے غفلت برتیں گے اور اسی طبیعی زندگی کا مفاد' ان کا مقصود و منتہیٰ ہوگا' (وہ' قوانین کائنات پر غور و فکر سے فطرت کی قوتوں کو تو مسخر کرسکیں گے۔

۸ لیکن) وہ ان قوتوں کو جس طرح استعمال کریں گے اس سے ان کا معاشرہ جہنمی بن جائیگا۔

۹ ان کے برعکس' جو لوگ خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر یقین رکھنے کے بعد' تسخیرِ فطرت کریں گے اور) ان قوتوں کو کائنات کے سنوارنے کے کام میں صرف کریں گے تو' اللہ' ان کے اس ایمان کی بنا پر' ان کی راہ نمائی' زندگی کے صحیح راستے کی طرف کردیگا — اس راستے کی طرف جو انہیں اس معاشرہ کی سمت لے جائے گا جس کی شادابیوں پر کبھی خزاں

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

نہیں آسکتی اور جس کی آسائشوں میں کبھی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

۱۰ وہ معاشرہ جوان کے اس دعوے کی زندہ شہادت ہوگا کہ یہ چیز خدا کے قانون سے بہت بعید ہے کہ وہ صحیح کوششوں کے تخریبی نتائج پیدا کر دے۔ اس معاشرہ میں ہر فرد دوسرے افراد کے لئے حیات بخش آرزوئیں اور سلامتی عطا کرنے والی تمنائیں لئے ہوگا۔ اور ان کی اس دعوت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نظامِ ربوبیت کے عالمگیر نتائج کو دیکھ کر ہر شخص پکار اٹھے گا کہ خدا کا یہ نظام کس قدر مستحق حمد و ستائش ہے۔ (۱/۲)۔

۱۱ اور دیکھو! جس طرح انسان اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لئے جلد بازی سے کام لیتا ہے اگر اللہ کا قانونِ مکافات، اسی طرح نقصان پہنچانے میں جلدی کرتا تو ان لوگوں کا (جو غلط راستوں پر چلتے ہیں) کبھی کا وقت پورا ہو چکا ہوتا (لیکن اس نے تخم ریزی اور ثمر باری کے درمیان ایک وقفہ مقرر کر رکھا ہے۔ لہٰذا اس قانونِ مہلت کی رُو سے ہوتا یہ ہے کہ) جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں، ان کی گرفت فوری نہیں ہو جاتی، انہیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس میں حیران و سرگرداں پھرتے رہیں۔ (اگر غلط اقدام پر فوری گرفت ہو جائے، تو ہم نے جو یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ انسان بلا جبر و اکراہ، کامل غور و فکر کے بعد، اپنی مرضی سے صحیح راستہ اختیار کرے، اس کا مقصد ہی فوت ہو جائے)۔

۱۲ انسان (جب اپنے جذبات کے تابع چلتا ہے اور ہمارے قانون کا اتباع نہیں کرتا تو اس) کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کھڑا، بیٹھا، لیٹا ہمیں پکارتا ہے۔ لیکن جب اس سے وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو وہ اس طرح منہ موڑ کر چل دیتا ہے گویا اس نے ہمیں اپنی مصیبت میں کبھی پکارا ہی نہیں تھا۔ (اور اس کے بعد وہ پھر اُسی غلط روش پر چلنے لگتا ہے۔ سو دیکھو کہ) جو لوگ ہمارے قوانین کی حد سے باہر نکل جاتے ہیں،

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾

انہیں ان کے اعمال کس قدر حسین اور خوشنما دکھائی دیتے ہیں (لیکن آخر الامر ان کی تباہی آجاتی ہے)۔

۱۳ (اسی قانونِ مہلت اور مکافات کے مطابق) ہم نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا جب انہوں نے ہمارے قوانین سے سرکشی اختیار کر کے لوگوں پر ظلم اور زیادتی شروع کر دی۔ ان کی طرف ہمارے پیغامبر واضح قوانین اور کھلے کھلے دلائل لے کر آئے لیکن انہوں نے انکی صداقت کو تسلیم نہ کیا۔ (اور وہ تباہ ہو گئے) اسی طرح ہم ہر دور کے مجرمین کو ان کے کئے کا بدلہ دیتے ہیں۔

۱۴ ان اقوامِ سابقہ کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ تم کس قسم کے کام کرتے ہو (جس قسم کے تمہارے اعمال ہوں گے اسی کے مطابق تمہارے متعلق بھی فیصلہ ہوگا۔ ہمارا قانونِ مکافات سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے)۔

۱۵ جب ان لوگوں کے سامنے ہمارے واضح قوانین پیش کئے جاتے ہیں تو جو لوگ ہمارے قانونِ مکافات کا سامنا نہیں کرنا چاہتے وہ کہتے ہیں کہ یا تو تم اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ اور یا پھر اس (کے مطالب) میں ہی کچھ رد و بدل کر دو۔ (یعنی وہ خدا کے اٹل اور غیر متبدل قوانین کو اپنی منشاء اور مفاد کے مطابق تبدیل کرانا چاہتے ہیں) ان سے کہدو کہ یہ چیز میرے حیطۂ اختیار سے باہر ہے کہ میں اپنی طرف سے کسی قسم کا رد و بدل کر سکوں۔ میرا مقصد صرف اس وحی کی پیروی کرنا ہے جو میری طرف نازل ہوتی ہے۔ اگر میں اپنے نشو و نما دینے والے کے احکام سے سرتابی کروں تو میں کا قانونِ مکافات مجھے بھی نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے میں اس کی گرفت سے بہت ڈرتا ہوں۔ اس کی سزا بڑی سخت ہوا کرتی ہے۔ (۱۱/۱۳ ؛ ۱۸/۲۴ ؛ ۶۹/۹)۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۶ (یہ لوگ اس قسم کی باتیں اس لئے کرتے ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ تم ان احکام کو اپنی طرف سے وضع کر کے ان کے سامنے پیش کرتے رہتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں)۔ ان سے کہو کہ میں تم میں کوئی اجنبی نہیں کہ تمہیں معلوم نہ ہو سکے کہ میرا کردار کیسا ہے۔ میں نے اس دعوائے نبوت سے پہلے، تم میں ایک عمر بسر کی ہے۔ میری یہ زندگی تمہیں کس بات کی شہادت دیتی ہے؟ کیا اس کی کہ میں جھوٹا اور فریبی ہوں یا یہ کہ میں سچا اور پاک باز انسان ہوں؟ تم اس حقیقت پر غور کرو اور عقل و فکر سے کام لے کر سوچو کہ اگر یہ چیز مشیتِ خداوندی کے مطابق نہ ہوتی اور خدا تمہاری طرف وحی کا یہ علم نہ بھیجنا چاہتا، تو میں یہ باتیں (اپنے جی سے گھڑ کر) کبھی تمہارے سامنے پیش نہ کرتا۔ کذب و افترا تو میری روشِ زندگی کے خلاف ہے۔

۱۷ اس کے بعد، تم اس حقیقت پر غور کرو کہ جو شخص اپنے جی سے باتیں گھڑے اور ان کے متعلق کہے کہ وہ خدا کی وحی ہیں، وہ کتنا بڑا مجرم ہوگا! دوسری طرف، وہ شخص بھی کچھ کم مجرم نہیں ہوگا جس کے سامنے خدا کی سچی وحی آئے اور وہ اسے جھٹلا دے۔

یہ دونوں یکساں مجرم ہیں۔ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ وہ مجرموں کو ان کے پروگرام میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

(لہٰذا، تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرو۔ مجھے اپنے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو۔ اس کے بعد نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ ہم میں سے کون جھوٹا اور مجرم ہے۔ جو ناکام رہا وہ جھوٹا ہوگا)۔

۱۸ یہ لوگ، خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اپنا معبود بناتے ہیں جو نہ انہیں نفع پہنچا سکتی ہیں، نہ نقصان۔ اور کہتے ہیں کہ یہ معبود، خدا کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔ (گویا ان کے معبود ان کے متعلق خدا کو ایسی باتیں بتائیں گے جن کی بنا پر یہ قابلِ معافی قرار پا جائیں گے)۔ ان سے کہو کہ کیا تم اللہ کو، اپنے متعلق، ان کے ذریعے مطلع کرنا چاہتے ہو جن کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑲ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ⑳

زمین و آسمان میں کسی بات کا علم نہیں رکھتے! خدا اس سے بہت دور ہے کہ وہ ان چیزوں کے ذریعے حقیقتِ حال معلوم کرنے کا محتاج ہو — وہ ان سے بہت بلند ہے جنہیں تم اس کا شریک قرار دیتے ہو۔

۱۹ (اے رسول! تمہاری دعوت' جس کی یہ اس قدر مخالفت کرتے ہیں' اس کے سوا کیا ہے کہ تم نوعِ انسان کے اختلافات مٹا کر انہیں ایک عالمگیر برادری بنانا چاہتے ہو۔ اور یہ چیز اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام انسان ایک ضابطۂ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اسی کا نام توحید ہے جو شرک کی نقیض ہے۔ تمہاری یہ دعوت نہ کوئی نئی دعوت ہے' نہ انہونی بات۔ نوعِ انسان کی تمدنی زندگی کی تاریخ یہ ہے کہ سب سے پہلے دور میں (جب ان کے مفاد میں باہمی تصادم نہیں ہوا تھا) سب ایک برادری کی شکل میں رہتے تھے (۲/۲۱۳)۔ اس کے بعد' انفرادی مفاد پرستیوں نے' ان میں اختلافات پیدا کرنے شروع کر دیئے اور یہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے (۲/۳۶)۔ یہ ہو سکتا تھا کہ ہم انہیں پیدا ہی اس طرح کرتے کہ یہ اختلاف نہ کر سکتے۔ یا اگر یہ اختلاف کرتے تو ہم' اپنی قدرت سے' ان اختلافات کو زبردستی مٹا دیتے۔ (لیکن ہم نے' اس کے لئے ایک اور قاعدہ مقرر کیا جس سے انسانوں کی آزادی سلب نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے وحی کے ذریعے ایسی تعلیم عطا کی جس سے یہ اختلافات مٹ سکتے تھے (۲/۳۸ ؛ ۲/۲۱۳) مفاد پرست لوگ اس تصور کی مخالفت کرتے ہیں' لیکن اس سے ہمارا پروگرام رک نہیں سکتا۔ نوعِ انسان کو آخر الامر ایک عالمگیر برادری بن کر رہنا ہے)۔

۲۰ اور یہ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ اس رسول کو' اس کے رب کی طرف سے' کوئی ایسا آسمانی نشان کیوں نہیں ملتا' جسے دیکھ کر ہم سمجھ لیں کہ یہ واقعی خدا کا رسول ہے۔ اے رسول! تم ان سے کہدو کہ میں تمہیں ایک نظامِ زندگی کی طرف دعوت دیتا ہوں' جس کے وہ نتائج جو ابھی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں' خدا کے قانون کے مطابق مرتب ہو کر رہیں گے لیکن اس کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔ لہٰذا' تم اس وقت کا انتظار کرو جب اس کے محسوس نتائج تمہارے سامنے آ جائیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ وہی نتائج میری صداقت

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ
رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ
طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا
اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ
يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا

کے آسمانی نشان ہوں گے۔

۲۱ (لیکن یہ لوگ اتنا انتظار کہاں کریں گے)۔ انسان کی عجلت پسندی کا یہ عالم ہے کہ جب اسے ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں چلا چلا کر پکارنے لگتا ہے (۱۰/۱۲)۔ لیکن جب اس کے بعد اسے راحت نصیب ہوتی ہے تو ہمارے قوانین سے اعراض برتنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔

تم ان سے کہہ دو کہ اللہ کا قانون تدبیر سازی میں تم سے بھی تیز واقع ہوا ہے۔ اس کی اس مقصد کے لئے مقرر کردہ قوتیں تمہاری ہر ایک تدبیر کو ریکارڈ کرتی رہتی ہیں (اس لئے تمہاری تدابیر خدا کے سامنے ہیں اور اس کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتیں)۔

۲۲ لوگوں کی اس عجلت پسندی اور تلون مزاجی کا تماشا دیکھنا ہو تو حالتِ سفر میں دیکھو۔ ان کا سفر خشکی اور تری دونوں میں ہوتا ہے۔ جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور ہوا موافق ہوتی ہے تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جب بادِ مخالف کا تند اور تیز جھکڑ انہیں آ لیتا ہے اور سمندر کی موجیں تلاطم خیز ہو کر چاروں طرف سے چڑھ آتی ہیں، اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم ہلاکت میں گھر گئے، تو یہ اللہ کو اس طرح پکارنے لگتے ہیں گویا اس کے احکام و قوانین کے مخلص اطاعت گزار یہی ہیں۔ اور اس کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس ہجوم بلا سے نجات دلا دے تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تیرے شکر گزار رہیں گے۔

۲۳ لیکن جب انہیں اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے، تو خدا اور اس کے احکام سب نسیاً منسیا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ملک میں ناحق سرکشی اور فساد پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔

اے رسول! تم نوعِ انسان سے پکار کر کہہ دو کہ اگر تم قوانینِ خداوندی سے سرکشی اور

مَّرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا

بغاوت اختیار کرو گے تو یہ' درحقیقت' خود تمہاری اپنی ذات کے خلاف بغاوت ہوگی۔ اس سے تمہیں' اس طبیعی زندگی کے کچھ مفاد حاصل ہو جائیں گے' لیکن زندگی' تمہارے جسم کی طبیعی زندگی ہی تو نہیں۔ اصل حیات' انسانیت (انسانی ذات) کی زندگی ہے' جس کے لئے ہماری طرف سے الگ قوانین مقرر ہیں۔ تمہارے ہر عمل کا نتیجہ ان قوانین کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔ ان سب کا مجموعی نتیجہ بالآخر تمہارے سامنے آکر رہے گا۔

۲۴ اس دنیاوی (طبیعی) زندگی کی مثال یوں سمجھو جیسے ہم نے بادلوں سے مینہ برسایا' اور اس سے زمین کی روئیدگی' جو انسانوں کے لئے خوراک اور مویشیوں کے لئے چارہ کا کام دیتی ہے' اس سے مل کر (بڑھی' پھولی اور اس کی شگفتگی اور شادابی کا یہ عالم ہو گیا گویا) زمین نے رنگا رنگ کے پھولوں کے گہنے پہن رکھے ہیں اور تزئین و آرائش سے دلہن بن گئی ہے۔ اور کھیتی والوں نے سمجھ لیا کہ اب تمام فصلیں ہمارے قبضے میں آچکی ہیں' کہ اتنے میں' رات یا دن کے کسی ایک حصے میں' ہمارے قانون کی ایک گردش آئی تو اس سے وہ لہلہاتی فصلیں یوں' کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گئیں گویا کل ان کا یہاں نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ ہم (اس قسم کی مثالوں سے) اپنے قوانین کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیں۔

۲۵ (لہذا' جو لوگ صرف دنیاوی مفاد کو اپنا نصب العین بنا لیں' اور مستقبل کی کوئی فکر نہ کریں' ان کی روش' وقتی خوشنمائیوں' لیکن آخر الامر تباہیوں کی موجب ہوتی ہے۔ اسکے برعکس) وہ روش ہے جس کی طرف خدا دعوت دیتا ہے۔ اسکا نتیجہ ہر قسم کی تباہی سے سلامتی اور بربادی سے عافیت ہوتا ہے۔ یہ ہے کامیابیوں کی وہ متوازن روش' راہ جس کی طرف خدا کا قانون ہر اس شخص کی راہ نمائی کرتا ہے جو اس سے راہ نمائی حاصل کرنا چاہے۔

۲۶ جو لوگ اس روش کو اختیار کر کے حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں' اس کا نتیجہ

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اتنا ہی نہیں ہوتا کہ ان کی اپنی زندگی حسین ہو جاتی ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ ان کا معاشرہ ذلت و رسوائی کے کرب انگیز عذاب سے محفوظ رہتا ہے' اور ایک ایسی جنت میں تبدیل ہو جاتا ہے جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ (۱۶/۳۰ ؛ ۵۵/۶۰ ؛ ۴/۳۲)۔

۲۷ اس کے برعکس' جو لوگ ناہمواریاں پیدا کرنے والی روش اختیار کرتے ہیں' تو اُسی قسم کی ناہمواریاں خود ان کی اپنی ذات میں پیدا ہو جاتی ہیں' اور اس طرح اس کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ اور ان کا معاشرہ بھی ذلیل اور روسیاہ ہو جاتا ہے۔ انہیں' اس رسوا کن عذاب سے جو قانونِ خداوندی کی رو سے واقع ہوتا ہے' کوئی نہیں بچا سکتا۔ ان کی روسیاہی کا یہ عالم ہوتا ہے گویا کسی نے رات کی تاریکی کا ایک ٹکڑا لے کر اس کا نقاب ان کے چہرے پر اوڑھا دیا ہو۔ اُن کا معاشرہ جہنمی ہوتا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہتے ہیں۔

۲۸ جب ہم ان سب کو یکجا اکٹھا کریں گے تو جو لوگ شرک کرتے تھے' ان سے کہیں گے کہ تم اور جنہیں تم ہمارے شریک ٹھہراتے تھے' اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر انہیں الگ الگ کر دیا جائیگا۔ اس پر جن ہستیوں کو وہ خدا کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے' اُن سے کہیں گے کہ یہ غلط ہے کہ تم ہمارے کہنے پر ہماری پرستش کیا کرتے تھے۔

۲۹ اس حقیقت پر خدا شاہد ہے —— اور اس کی شہادت' ہمارے اور تمہارے دعوے کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے —— کہ ہمیں اس کا قطعاً علم نہیں تھا کہ تم ہماری پرستش کرتے تھے (چہ جائیکہ ہم نے تم سے کہا ہو کہ تم ہماری پرستش کرو)۔

۳۰ غرضیکہ جو کچھ کسی انسان نے پہلے کیا ہوگا' وہ' اسوقت' نکھر کر سامنے آجائے گا۔ اور تمام اعمال' خدا کے قانونِ مکافات کی طرف لوٹائے جائیں گے' وہی اس حقیقی میزان کا مالک اور سرپرست ہے۔ اور جو کچھ' لوگ اپنے خودساختہ تصورات کے مطابق کیا کرتے تھے' وہ سب اُڑ گا

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ښ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَي الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

جائیگا۔ (یعنی اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلے گا جو ان کے ذہن میں تھا۔ عمل وہی نتیجہ خیز ہوتا ہے جو خدا کے قانون کے مطابق کیا جاتے)۔

۳۱ اے رسول! ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو زمین و آسمان کی بخشائشوں کے ذریعے تمہارے لئے سامانِ زیست عطا کرتا ہے؟ وہ کون ہے جس کے قبضے میں تمہارے ذرائع علم 'مثلِ سماعت و بصارت' ہیں؟ وہ کون ہے جو غیر ذی حیات اشیاء سے زندگی کی نمود کرتا ہے' اور زندہ چیزوں سے 'مردہ اشیاء' نکالتا رہتا ہے؟ (مختصراً) وہ کون ہے جو اس تمام کائنات کے نظم و نسق کو چلا رہا ہے؟ (تم دیکھوگے کہ وہ اس کے جواب میں) فوراً کہدیں گے کہ وہ اللہ ہے۔ تم ان سے کہو کہ (جب تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ ساری کائنات میں خدا کا قانون جاری و ساری ہے تو تم اپنے معاشرہ میں اس کے قوانین کی) نگہداشت کیوں نہیں کرتے؟ (تم ایسا کیوں سمجھتے ہو کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا قانون کارفرما ہے لیکن تمہاری معاشرتی زندگی اس کے حدود مملکت سے باہر ہے۔ اس میں اس کا قانون نہیں چلتا۔ یہ تصور یکسر باطل ہے۔ جو ذات 'الٰہ السّمآء' ہے (یعنی خارجی کائنات میں جس کا اقتدار و اختیار ہے) وہی الٰہ الارض ہے (انسان کی معاشرتی و معاشی زندگی بھی اسی کے قانون کے تابع رہنی چاہیئے۔ ۶/۳ ؛ ۱۲/۵۰-۵۱ ؛ ۲۱/۲۱ ؛ ۲۹/۴۰-۶۴ ؛ ۴۳/۸۴)۔

۳۲ یہ ہے تمہارا حقیقی نشو و نما دینے والا' (جو خارجی کائنات کی نشو و نما کا بھی ذمہ دار ہے اور انسانی دنیا کی نشو و نما کا بھی۔ خدا ہونا اسی کو زیبا دیتا ہے)۔ اب سوچو کہ اس قسم کے خدا کے قوانین سے انکار کرنے کا نتیجہ گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان سے پوچھو کہ' اس خدا کو چھوڑ کر تم اپنا رُخ کس طرف کرنا چاہتے ہو؟

۳۳ (اگر یہ لوگ اس قدر واضح دلائل کے بعد بھی 'قانونِ خداوندی پر ایمان نہیں لاتے' تو سمجھ لو کہ) ان کے بارے میں تمہارے خدا کا یہ قانون صادق آگیا کہ جو لوگ صحیح راستہ چھوڑ کر اس طرح اِدھر اُدھر نکل جاتے ہیں' وہ خدا کے قانون پر ایمان نہیں لایا کرتے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

---

۳۴ ان سے پوچھو کہ جن ہستیوں کو تم خدا کا شریک سمجھتے ہو' ان میں کوئی ایسی ہستی بھی ہے جو کسی شے کی تخلیق کی ابتدا کر سکے اور اس کے بعد' اس شے کو' مختلف مراحل میں سے گردشیں دیتے ہوئے' ارتقائی منازل طے کراتی چلی جائے؟ ان سے کہو کہ ایسا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ یہ صرف قانون خداوندی کی رو سے ہوتا ہے۔ وہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور وہی مخلوق اشیاء کو مختلف ادوار میں گردشیں دیتا ہوا اُن کے نقطۂ تکمیل تک لئے جاتا ہے۔

سو جب حقیقت یہ ہے تو پھر تمہارے اُلٹے خیالات تمہیں کس طرف لئے جا رہے ہیں؟

۳۵ ان سے پوچھو کہ کیا ان غیر خدائی قوتوں میں سے' جنہیں تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو' کوئی قوت بھی ایسی ہے' جو تمہاری راہ نمائی کسی ایسے پروگرام کی طرف کر دے جو مبنی بر حقیقت ہو اور ٹھوس تعمیری نتائج مرتب کرنے کا ذمہ دار! ان سے کہو کہ اس قسم کی راہ نمائی صرف قانون خداوندی کی رُو سے مل سکتی ہے۔

ان سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بتاؤ کہ کیا وہ قانون جو اس قسم کی راہ نمائی عطا کرے' اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے' یا وہ ہستیاں جو خود اپنی راہ نمائی کے لئے بھی دوسروں کی محتاج ہوں؟

ان سے کہو کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے واضح حقائق کے بعد بھی' تم غلط فیصلے کرتے ہو!

۳۶ اصل یہ ہے کہ ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جن کے پاس حقیقت کا یقینی علم کچھ نہیں اور وہ محض ظن و قیاس کے پیچھے چلتے رہتے ہیں' حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ظن و قیاس' حق و یقین کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا' اور نہ ہی وہ کام دے سکتا ہے جو یقینی علم دیتا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں وہ خدا کے علم میں ہے۔ (وہ جانتا ہے کہ یہ کس طرح محض قیاسات

وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

کے پیچھے چلتے ہیں)۔

۳۷ واقعہ یہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اور ہستی قرآن جیسا ضابطہ قوانین مرتب کر سکے۔ اس لئے جھوٹا قرآن بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ (ذرا غور کرو کہ اس قرآن کی خصوصیات کیا ہیں۔ سب سے پہلے یہ کہ ایک عملی نظام کے ذریعے) یہ ان تمام اصول و قوانین کو سچ کر دکھانے والا ہے جو اس سے پہلے بذریعہ وحی دیئے جاتے رہے۔ پھر یہ اپنے قوانین کو اس طرح نکھار اور ابھار کر بیان کرتا ہے کہ ان میں نہ شک و شبہ کی گنجائش رہتی ہے اور نہ ہی کوئی اضطراب اور ذہنی کشمکش اور یہ قوانین اس خدا کی طرف سے دیئے گئے ہیں جو تمام کائنات اور عالمگیر انسانیت کی نشو و نما کا ضامن ہے (لہذا) اس میں نہ کسی خاص قوم سے رعایت برتی گئی ہے۔ اور نہ ہی کسی کی خواہ مخواہ مخالفت کی گئی ہے۔ یہ ضابطہ انسان اور انسان میں فرق ہی نہیں کرتا)۔

۳۸ غور کرو کہ یہ لوگ اس قسم کے ضابطۂ حیات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں، اس رسول کا خود ساختہ ہے۔ ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ اس قسم کا ضابطۂ حیات انسان بنا سکتا ہے تو اس دعوے کو ثابت کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ تم (سارا قرآن نہیں صرف) اس کی ایک سورت کی مانند بنا کر دکھاؤ۔ اور اس مقصد کے لئے تم خدا کو چھوڑ کر جس جس کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو بلا لو۔ (اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اس چیلنج کو قبول کرو۔ ۲/۲۳ ؛ ۱۱/۱۳)۔

۳۹ (بات یہ نہیں کہ یہ لوگ علم و بصیرت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن منجانب اللہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ قرآن کی صداقت کو سمجھنے اور پرکھنے کا جو صحیح طریق ہے یہ اسے اختیار ہی نہیں کرتے۔ قرآن کے سمجھنے کا طریق یہ ہے کہ

(i) انسان کی علمی سطح اتنی بلند ہو کہ وہ اس کے حقائق کا احاطہ کر سکے۔ یا

(ii) قرآن ایک عملی نظام پیش کرتا ہے جس کے محسوس نتائج اس کے دعاوی کی

صداقت کا ثبوت بنتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس کا انتظار کرے کہ وہ نظام متشکل ہو اور اس کے نتائج سامنے آجائیں۔

(iii) اور اگر کوئی یہ بھی نہیں کرنا چاہتا' تو کم از کم تاریخی شواہد کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اس سے پہلے جن قوموں نے ان اصولوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے سرکشی اختیار کی تھی' ان کا انجام کیا ہوا)۔

اب' ان لوگوں کی نہ تو علمی سطح اتنی بلند ہے' نہ ہی یہ اسے بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہ ہی یہ اس کا انتظار کرتے ہیں کہ اس نظام کے نتائج سامنے آجائیں تو ان سے اندازہ لگایا جاسکے۔ بس یونہی اسے جھٹلائے جاتے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں نے' ان سے پہلے ایسی روش اختیار کی تھی' ان کا انجام کیا ہوا تھا! (۴۲/۳۵ ؛ ۱۴/۱)۔

(۴۰) اگر انہوں نے قرآنی حقائق کے پرکھنے کا یہ طریق اختیار کر لیا' تو ان میں سے کچھ لوگ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ لیکن جن لوگوں کی نیت میں فتور ہے اور وہ چاہتے ہی فساد برپا کرنا ہیں' تو ایسے لوگ کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ ایسے لوگ کون سے ہیں۔

(۴۱) اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ تم یونہی دھمکیاں دیتے ہو کہ ہماری روش کا نتیجہ تباہ کن ہوگا اور تمہارا نظام کامیاب ہو کر رہے گا) تو ان سے کہدو کہ (میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا) تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جاؤ اور مجھے اپنے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو۔ تمہارے پروگرام کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں گا۔ میرے پروگرام کا نتیجہ میرے سامنے آجائے گا۔ اس کی کچھ ذمہ داری تمہارے سر نہیں ہوگی۔ بات صاف ہو جائے گی (۱۰۹/۱-۶)۔

(۴۲) ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تمہارے پاس آکر بیٹھتے ہیں تو اس طرح' گویا تمہاری باتیں بہت غور و توجہ سے سن رہے ہیں' حالانکہ وہ محض سن ہی رہے ہوتے ہیں (ان کا خیال کہیں اور ہوتا ہے۔ (۴۷/۱۶) تم سوچو کہ تم ایسے بہروں کو کس طرح سنا سکتے ہو جو عقل و فکر

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰـكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

سے کام ہی نہ لیں؟)۔

۴۳ اور وہ بھی ہیں جو تمہاری مجلس میں آکر بیٹھتے ہیں اور تمہاری طرف تکتے رہتے ہیں گویا وہ ہمہ تن توجہ ہیں! لیکن وہ صرف ٹک ٹک ہی رہے ہوتے ہیں' دھیان ان کا بھی کہیں اور ہوتا ہے (۴۷/۱۶)۔ سوچو کہ تم ایسے اندھوں کو کس طرح راستہ دکھا سکتے ہو جو عقل و بصیرت سے کام نہ لیں؟

۴۴ (حالت ان کی یہ ہے۔ لیکن جب یہ تباہی اور بربادی کے عذاب میں گرفتار ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم پر یہ ظلم کیوں؟ ہم تو اس جماعت کے ساتھ تھے۔ ان کی محفلوں میں بیٹھتے تھے اور ان کی باتیں سنا کرتے تھے!)۔ یقین رکھو: خدا کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ لوگ خود اپنے آپ پر زیادتی کرتے ہیں' (اور اس کا نتیجہ بھگتتے ہیں)۔

۴۵ جس وقت اللہ انہیں (میدانِ جنگ میں) اکٹھا کرے گا (تاکہ یہ اپنی غلط روش کا نتیجہ اپنے سامنے دیکھ لیں تو) اس وقت انہیں احساس ہوگا کہ یہ تمام مُدّت' جس میں وہ اپنی دولت اور قوت کے نشے میں بدمست رہے' اتنی سی تھی جیسے دن میں ایک گھڑی۔ اُس دن' آمنے سامنے کے لشکر ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ اور جو لوگ' آج اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ انہیں کبھی قانون خداوندی کا سامنا کرنا ہوگا' اُس وقت سخت نقصان میں رہیں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا تھا[1]۔

۴۶ (تمہارے دل میں' اے رسول! یہ خیال پیدا ہوگا کہ فریقین میں یہ فیصلہ کن گھڑی کب آئے گی۔ تو) ہو سکتا ہے کہ' جن تباہیوں کی بابت ہم انہیں متنبہ کر رہے ہیں' ان میں سے کچھ تمہاری زندگی میں سامنے آجائیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ظہور سے پہلے ہی تمہارا وقت

---

[1] اس کیفیت کا تعلق مرنے کے بعد کی زندگی سے بھی ہو سکتا ہے' لیکن ہم نے' اس کے بعد کی آیات کے پیشِ نظر اس مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُو
لُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا
شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ
إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾

پورا ہو جائے (اس لئے کہ اس کا تعلق ہمارے قانونِ مکافات اور قانونِ مہلت سے ہے۔ کسی فرد کی عمر سے اسکا تعلق نہیں)۔ لیکن اس کا یقین رکھو کہ 'زود یا بدیر' ان سب کو لوٹ کر ہمارے قانونِ مکافات کے سامنے ضرور آنا ہے —— اس قانون کے سامنے جو ان کے ہر عمل کو اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ہے —— یہ اس سے بچ نہیں سکتے۔ (۱۳/۴۲ ; ۲۳/۹۵ ; ۴۳/۴۴)۔

۴۷ ہمارے قانونِ مکافات کا یہ انداز شروع سے چلا آرہا ہے کہ ہر قوم کی طرف ہمارا پیغامبر آتا ہے۔ اور اس کے آنے پر تمام معاملات کا فیصلہ' عدل و انصاف کی رو سے کر دیا جاتا ہے۔ اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوتی۔

۴۸ خود یہ لوگ بھی تجھ سے پوچھتے ہیں' کہ اگر تم اپنی ان باتوں میں سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ تباہی' جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو' کب آئے گی؟

۴۹ ان سے کہو کہ (اس تباہی کا لے آنا میرے اختیار کی بات نہیں۔ وہ خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل کے مطابق واقع ہوگی۔ میری حالت تو یہ ہے کہ) میں خود اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ بھی خدا کے قانونِ مشیّت کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اس قانون کے مطابق' ہر قوم کے اعمال کے ظہورِ نتائج کی ایک میعاد ہوتی ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ نہ ایک ثانیہ پیچھے رہ سکتی ہے' نہ آگے بڑھ سکتی ہے (۱۳/۴۰-۳۸ ; ۲۳/۴۳)۔

۵۰ ان سے کہو کہ (اس بات کو چھوڑو کہ تمہاری تباہی کا وقت کب آئے گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ) اگر اس کا عذاب تم پر رات کے وقت آجائے' یا دن کے وقت تمہیں گھیر لے (تو تمہارے پاس اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟)۔

(جب حالت یہ ہے کہ ان کے پاس اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو پھر) وہ کیا بات ہے جس کے لئے 'یہ مجرمین' اس قدر جلدی مچا رہے ہیں؟ (کیا اس وقت انہوں نے' اس سے

أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَنبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾

حفاظت کی کوئی تدبیر سوچ رکھی ہے جو بعد میں بیکار ہو جائے گی ؟)۔

۵۱ یا تم اس کا انتظار کر رہے ہو کہ وہ تباہی تمہارے سامنے آجائے تو اسے دیکھ کر تم ایمان لاؤ! (لیکن اُس وقت ایمان لانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس وقت تو تم سے صرف اتنا کہا جائیگا کہ) یہی وہ تباہی ہے جس کے لئے تم اتنی جلدی مچایا کرتے تھے۔ (اُس وقت تمہارے ایمان لانے سے وہ تباہی ٹل نہیں جائے گی۔ اس لئے کہ جب اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ نتائج پیچھے نہیں لوٹا کرتے)۔

۵۲ اُس وقت ان لوگوں سے' جو ظلم و زیادتی کیا کرتے تھے' کہا جائے گا کہ اب اس ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ سب تمہارے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

۵۳ یہ لوگ' تجھ سے (بار بار) پوچھتے ہیں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو' کیا یہ واقعی سچ ہے؛ ان سے کہو کہ ہاں؛ میرا خدا اس پر شاہد ہے کہ یہ بالکل سچ ہے۔ یہ واقع ہو کر رہے گا۔ تم قانونِ خداوندی کو بے بس نہیں کر سکتے کہ جو کچھ اس کی رُو سے ہونا ہے' وہ نہ ہو سکے۔

۵۴ پھر یہی نہیں کہ اس تباہی کا آنا ہی یقینی ہے۔ وہ محکم گیر ایسی ہے کہ جس ظالم اور سرکش پر وہ آئے گی' اگر وہ چاہے کہ تمام دنیا کی دولت دے کر بھی اس سے چھٹکارا حاصل کرلے تو ایسا نہیں ہوسکے گا۔ ایسے لوگ جب اس تباہی کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ بہرحال' ان کے معاملہ کا فیصلہ بالکل حق و انصاف کے ساتھ کیا جائیگا۔ اور ان پر ذرا بھی زیادتی نہیں ہوگی۔

۵۵ (یہ لوگ' خدا کے قانونِ مکافات کو بے بس کس طرح کر سکیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب پر اقتدار و اختیار خدا ہی کا ہے۔ اس لئے جس بات کے متعلق خدا نے کہدیا کہ وہ ایسے ہوگی' وہ ویسے ہو کر رہے گی۔ لیکن اکثر لوگ علم

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

بصیرت سے کام نہیں لیتے (اور اس خیال میں مگن رہتے ہیں کہ انہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں)۔

۵۶ وہ قانونِ مکافات کہ (افراد اور اقوام کی) زندگی اور موت جیسا انقلابِ عظیم بھی اسی کے مطابق واقع ہوتا ہے اور تمہارے تمام اعمال بھی اسی کی طرف لوٹ کر آتے ہیں —— اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر جا ہی نہیں سکتے۔ (سوچو کہ وہ قانون خداوندی کس قدر لاانتہا قوتوں کا مالک ہے)۔

۵۷ وہی قانون ہے جو اب اے نوعِ انسان! تمہارے نشو و نما دینے والے کی طرف سے اس ضابطۂ ہدایت کی شکل میں تمہارے پاس آگیا ہے۔ اس میں ہر اس کشمکش کا علاج ہے جو تمہارے دل کو وقفِ اضطراب رکھتی ہے۔ جو ہر اس قوم کی، جو اسے اپنا ضابطۂ حیات تسلیم کر لیتی ہے کامیابیوں کی راہ کی طرف راہ نمائی کر دیتا ہے اور انہیں سامانِ نشو و نما سے بہرہ یاب کر دیتا ہے۔

۵۸ ان سے کہو کہ اس قسم کے ضابطۂ ہدایت کا مل جانا خدا کے فضل و رحمت سے ہے تم کسی قیمت پر بھی اسے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ تم اس کے ملنے پر جشنِ مسرت مناؤ۔ یہ ہر اس شے سے بہتر ہے جسے تم جمع کرتے رہتے ہو۔ یعنی زندگی کی ہر متاع سے زیادہ گراں بہا اور عزیز تر۔

۵۹ ان سے پوچھو کہ کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے جو سامانِ رزق پیدا کیا ہے، تم اس میں سے خود ہی (اپنے معتقدات کے مطابق) کسی کو حلال قرار دیدیتے ہو، کسی کو حرام۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دے رکھی ہے (کہ تم خود ہی حرام و حلال کے فیصلے کرنے لگ جاؤ؟) حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے آپ ہی کچھ فیصلے کر لیتے ہو اور پھر انہیں شریعت کا نام دے کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہو۔ یہ بہت بڑا افترا ہے۔

۶۰ جن لوگوں کی جرأت اور بیباکی کا یہ عالم ہے کہ خود ہی کچھ فیصلے کر لیتے ہیں اور پھر انہیں

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

خدا کی طرف منسوب کر کے (دین کے نام سے نافذ کر دیتے ہیں)۔ ان سے پوچھو کہ انہوں نے بالآخر نتیجہ کے متعلق کیا سمجھ رکھا ہے؟ (کیا ان کا یہ خیال ہے کہ یہ جو جی میں آئے کرتے رہیں، انہیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں؟ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کی یہی ڈگر ہمیشہ کے لئے قائم رہے گی اور کوئی ایسا انقلاب نہیں آئیگا جس سے ان کی زندگی کا نقشہ بدل جائے؟ اصل یہ ہے کہ ان کی یہ خود فریبی خدا کے قانون مہلت کی وجہ سے ہے جس کی رُو سے، اعمال کے نتائج ایک وقت کے بعد جا کر برآمد ہوتے ہیں۔ اس سے یہ لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ مکافات عمل کا کوئی قانون ہی نہیں۔ حالانکہ اگر یہ غور کرتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ مہلت کا قانون) خدا کی طرف سے نوعِ انسان پر خاص فضل ہے (کیونکہ اس سے تباہی آنے سے پہلے اُس سے بچ جانے کا امکان ہوتا ہے) لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی صحیح قدر نہیں پہچانتے۔

۶۱ ورنہ ہمارے قانون مکافات کا تو یہ عالم ہے کہ (اے رسول!) تم جس حال میں بھی ہو۔ اور قرآن کا کوئی سا حصہ بھی ان کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ اور (اے لوگو!) تم جو کام بھی کرو —— خواہ تم اس میں اس قدر منہمک ہو کہ تمہیں اس کا احساس تک بھی نہ رہے کہ تم پر کس کی نگاہ ہے لیکن —— ہماری نگاہ برابر تم پر ہوتی ہے۔ زمین و آسمان میں ایک ذرہ برابر بھی کوئی شے نہیں جو تیرے نشوونما دینے والے کی نگاہوں سے چھپی رہے —— ذرہ کے برابر، یا اس سے چھوٹی یا بڑی، کوئی چیز ہو، سب خدا کے قانون مکافات اور لوحِ علم کے واضح نوشتوں میں محفوظ رہتا ہے۔

۶۲ یاد رکھو! جو لوگ، قوانین خداوندی کی اطاعت سے، نظامِ خداوندی کے قیام کیلئے، اللہ کے رفیق (اولیاء اللہ) بن جاتے ہیں، انہیں نہ کسی خارجی قوت کا خوف رہتا ہے، نہ داخلی کشمکش سے اندوہناکی۔ ($\frac{۲}{۳۸}$)۔

۶۳ ان لوگوں (اولیاء اللہ) کا کوئی الگ گروہ نہیں ہوتا۔ یہ وہی لوگ ہیں، جو خدا کے

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾

قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ (یعنی مومنین اور متقین ہی کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے)۔

۶۴ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی ہر قسم کی خوشگواریاں اور سرفرازیاں ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی شادابیاں اور کامرانیاں۔ (یعنی یہ نہیں کہ یہ لوگ دنیا میں محتاجی اور فقیری کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مادی اشیاء سے نفرت اور قطع تعلق سے "روحانی ترقی" اور عاقبت سنوارنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہ خانقاہیت کا مسلک ہے جسے قرآنی نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔ یہ خدا کا قانون ہے (کہ ان کی دنیا اور آخرت، دونوں کی زندگی نہایت کامیاب اور تابناک ہوگی) اور خدا کا قانون کبھی بدلا نہیں کرتا۔
یہ بہت بڑی کامیابی ہے جو ان کے حصے میں آتی ہے۔ (یعنی حال اور مستقبل دونوں کی خوشگواریاں)۔

۶۵ لہٰذا، اے رسول! تم ان مخالفین کی باتوں سے دل گرفتہ مت ہو۔ (یہ کونسی قوتوں کے مالک ہیں جو تم پر غالب آجائیں گے اور تمہارے دین کو شکست دیدیں گے؟)۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت و اقتدار تمام کا تمام خدا ہی کو حاصل ہے اور اُسی کے قوانین کی متابعت سے ملتا ہے۔ وہ خدا جو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

۶۶ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کائنات کا یہ عظیم القدر اور محیّر العقول سلسلہ کس طرح اس کے قوانین کے مطابق سرگرم عمل ہے۔ (تم خدا کے اقتدار کا اندازہ اسی ایک بات سے لگاؤ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی شہادت، علم و بصیرت کی بارگاہ سے مل سکتی ہے)۔ لیکن جو لوگ، اس اقتدار میں خدا کے ساتھ، اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں، کیا وہ علم و بصیرت کا اتباع کرتے ہیں؟ بالکل نہیں۔ وہ صرف وہم و گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾
قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَانٍ
بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

۶۷ (یہ لوگ' اگر علم و بصیرت کی رُو سے نظامِ کائنات کے صرف ایک گوشے پر ہی غور کرتے تو قانون خداوندی کی عظمت ان کے سامنے آجاتی۔ یہ دیکھتے کہ اس نے چاند' سورج جیسے عظیم الجثہ اجرامِ سماوی کو یوں اپنے اقتدار کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے کہ وہ برابر مصروفِ گردش ہیں۔ ان کی گردش سے) کبھی رات آجاتی ہے جس میں تم آرام کرتے ہو۔ پھر دن نکل آتا ہے جس کی روشنی میں تم اپنا کاروبار کرتے ہو۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو فی الحقیقت بات کو سُنتے (اور سمجھتے) ہیں' (قانونِ خداوندی کی ہمہ گیری اور محکمیت کی) بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۶۸ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا کا ایک بیٹا بھی ہے (جو اس کے کاروبار میں اس کی مدد کرتا ہے)۔ ان سے کہو کہ خدا اس سے بہت بلند ہے کہ اسے اپنی مدد کے لئے اولاد کی احتیاج ہو۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب اس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ (جو خدا ایسی عظیم قوتوں کا مالک ہو' اسے کسی کی مدد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟) ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پاس اس عقیدہ کی تائید میں کوئی سند اور دلیل بھی ہے' یا تم خدا کی طرف یونہی ایسی باتیں منسوب کرتے رہتے ہو' جن کا تمہیں کچھ علم نہیں!

۶۹ ان سے کہہ دو کہ جو لوگ اپنے ذہن کے تراشیدہ عقائد کو' ناحق خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں' وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے (جوں جوں دنیا میں علم کی روشنی پھیلتی جائیگی اس قسم کے توہم پرستانہ معتقدات' باطل قرار پاتے جائیں گے)۔

۷۰ اس قسم کی خانہ ساز باطل پرستی سے (مذہبی پیشوائیت کو) کچھ دُنیاوی مفاد تو حاصل ہو جاتے ہیں' لیکن آخر کار' ان تمام امور کا فیصلہ ہمارے قانون کی رُو سے ہوگا۔ اُس وقت ان لوگوں کو' اپنی منکرانہ جد و جہد' اور توہم پرستانہ عقائد کے سخت تباہ کن نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰۗىِٕفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

---

۷۱ (منکرانہ جدوجہد اور توہم پرستانہ عقائد کس قسم کے نتائج مرتب کیا کرتے ہیں' اس کے لئے ان کے سامنے اقوام گذشتہ کی سرگذشت لاؤ۔ سب سے پہلے) انہیں قوم نوحؑ کی داستان سناؤ۔ جب نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا اگر میرا یہاں ٹھہرنا اور تمہیں قوانین خداوندی سے آگاہ کرنا تم پر ایسا ہی شاق گزرتا ہے (تو گذرے' میں تمہاری خاطر اپنے اس اہم فریضہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں تمہاری مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا)۔ تم میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو اس میں اپنا پورا زور لگا لو اور' اس کے لئے' اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو۔ اور اسے اچھی طرح دیکھ بھال لو کہ میری مخالفت کا کوئی پہلو تمہاری نظروں سے اوجھل نہ رہ جائے۔ اور تم نے جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔ اور مجھے قطعاً مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ خدا پر ہے۔ (اگر میں اس کے قوانین کے مطابق چلونگا تو وہ مجھے کبھی ناکام نہیں رہنے دیگا)۔

۷۲ اور اگر تم اس مخالفت سے باز آجاؤ (اور حق کی راہ اختیار کر لو تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے)۔ میں اس کے لئے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ' میرا خدا مجھے خود عطا کر دے گا —— وہ خدا جس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جو اس کے قوانین و احکام کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (اور دوسروں سے بھی کہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کریں)۔

۷۳ (اس نے یہ کچھ اپنی قوم سے واضح طور پر کہہ دیا) لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا (اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تو) ہم نے اسے' اور اس کے ساتھیوں کو جو کشتی میں سوار تھے طوفان سے بچا لیا' اور انہیں ان کے مخالفین کا جانشین بنا دیا۔ اور جن لوگوں نے ہمارے قوانین کی تکذیب کی تھی انہیں غرق کر دیا۔

ان سے کہو کہ ذرا اس پر غور کرو کہ جن لوگوں کو ان کی غلط روش کے نتائج سے آگاہ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۷۴ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۶ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ

کیا گیا تھا جب انہوں نے اس تنذیر پر کان نہ دھرا' تو ان کا انجام کیا ہوا؟

۷۴ نوحؑ کے بعد بھی ہم نے اسی طرح ' مختلف اقوام کی طرف رسول بھیجے۔ وہ ان کے پاس واضح قوانین اور روشن دلائل لے کر آئے۔ لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ وہ ان کے پیغام کو اچھی طرح سننے سے پہلے ہی اسے جھٹلا دیتے' اور جس بات کو یوں جھٹلا دیتے' پھر اپنی بات کی پچ میں اسے کبھی قبول نہ کرتے' خواہ ان کے سامنے کتنی دلیلیں کیوں نہ لائی جائیں۔ جو لوگ اپنی ضد اور ہٹ میں اس قدر حدود فراموش ہو جائیں ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہا کرتی (۲/۷)۔

۷۵ ان اقوام کے بعد' ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو' اپنے قوانین دے کر' فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے بھی ان قوانین سے سرکشی اختیار کی' اس لئے کہ وہ ایک ایسی پارٹی بن چکے تھے جس کا شیوہ یہ تھا کہ وہ کمزوروں پر ظلم و زیادتی کریں اور ان کی محنت کے ماحصل کو لوٹ کھسوٹ کرلے جائیں' (وہ حق و انصاف کی بات پر کس طرح کان دھرتے؟)

۷۶ چنانچہ جب ان کے سامنے ہمارا وہ نظام پیش کیا گیا جو سراسر حق و صداقت پر مبنی تھا' تو انہوں نے یہ کہہ کر اس سے انکار کر دیا' کہ یہ کھلا ہوا جھوٹ اور باطل ہے۔

۷۷ موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ کیا تم اس حق کے متعلق جو تمہارے سامنے اس طرح پیش کیا جا رہا ہے' یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹ اور باطل ہے۔ یاد رکھو! جن لوگوں کے دعوے جھوٹ اور باطل پر مبنی ہوتے ہیں' وہ کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھا کرتے۔ (اور تم دیکھ لو گے کہ میں اپنے مشن میں کس طرح کامیاب ہوتا ہوں)۔

۷۸ (جو قوانین خداوندی موسیٰؑ نے پیش کیا تھا' وہ لوگ علم و براہین کی بنا پر تو اس کی تردید کر نہیں سکتے تھے' اس لئے انہوں نے وہی روش اختیار کی جو باطل پرستوں کے ہاں

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾ فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ
وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾

شروع سے چلی آرہی ہے)۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس مسلک سے برگشتہ کردو جو ہمارے آباء و اجداد سے متوارث چلا آرہا ہے؟ اور اس طرح ہمارے اقتدار کو ختم کرکے، مملکت کا اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لو! (ہم تمہاری چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے) ہم تمہاری کوئی بات ماننے کے نہیں۔

۷۹ فرعون نے حکم دیا کہ مملکت میں جس قدر سحر کار، مذہبی پیشوا ہیں انہیں ہمارے حضور پیش کرو[1]۔

۸۰ چنانچہ جب وہ باطل پرست مذہبی پیشوا آگئے تو موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم جو کچھ پیش کرنا چاہتے ہو، پیش کرو۔

۸۱ جب انہوں نے اپنے دعاوی اور دلائل کو پیش کر دیا، تو موسیٰؑ نے کہا کہ جو کچھ تم نے پیش کیا ہے وہ یکسر باطل اور فریب پر مبنی ہے۔ (اس کی حقیقت کچھ نہیں) اسے اللہ عنقریب ملیا میٹ کر دے گا۔ اسلئے کہ تمہارے اس باطل مذہب اور نظام کا منشاء انسانیت میں فساد برپا کرنا ہے۔ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ فساد آدمیت پیدا کرنے والوں کے کام کبھی سنورا نہیں کرتے۔

۸۲ لہذا، تم دیکھ لوگے کہ اللہ اپنے قانونِ محکم کے ذریعے، کس طرح (تمہارے فساد برپا کرنے والے نظام کے مقابلہ میں) تعمیری نتائج پیدا کرنے والے نظامِ حق و انصاف کو محکم طور پر قائم کرتا ہے، خواہ اس کا ثبات و قیام، اس پارٹی پر کتنا ہی گراں کیوں نہ گزرے جس نے ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھی ہے۔

۸۳ (موسیٰؑ نے دلائل و براہین سے قوم فرعون کو قائل کر دیا کہ وہ حق پر نہیں) لیکن اس پر

---

[1] ان امور کی تفصیل (۱۱۱ — ۱۲۴) میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا

سوائے اس کی اپنی قوم کے چند نوجوانوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ اس لئے کہ وہ لوگ ڈرتے تھے کہ فرعون، اور اس کی قوم کے اکابرین، انہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں۔ فرعون اپنی مملکت میں بڑا ہی سرکش اور مستبد تھا (اور جو لوگ اس کے مخالفین کے ساتھ جا ملیں ان سے انتقام لینے میں) کسی حد پر رکنے والا نہیں تھا۔

۸۴ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ جب تم قوانین خداوندی کی صداقت پر ایمان لا چکے ہو تو (پھر کسی سے نہ ڈرو۔ تم) ان قوانین کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھو۔ یہی ایک طریق ہے جس سے تم تمام غیر خداوندی قوانین سے منہ موڑ کر ان قوانین کی اطاعت کر سکو گے۔

۸۵ انہوں نے کہا کہ (آپ مطمئن رہئے) ہم ان قوانین پر پورا پورا بھروسہ رکھیں گے۔ پھر انہوں نے اپنے نشو و نما دینے والے (خدا) کے حضور اپنی یہ آرزو پیش کی کہ تو ہمیں اس سے محفوظ رکھ کہ ہم فریق مخالف کے جور و ستم کا تختۂ مشق بن جائیں۔

۸۶ تو ہمیں اپنی رحمت سے، اس لوگوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلا جو قانون حق و انصاف سے سرکشی برت رہے ہیں۔

۸۷ (اس کے بعد اس نظام کے لئے عملی اقدام کا آغاز کر دیا گیا) اس کے لئے ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا کہ سر دست، مصر میں، جس جگہ تمہاری قوم ہے، وہیں ان کی ذہنی اور قلبی تربیت شروع کر دو۔ (فرعون اس کی اجازت نہیں دے گا کہ تم اپنی پارٹی کے لئے کوئی تربیتی مرکز بناؤ جہاں ان کے اجتماعات ہوا کریں۔ اس لئے) تم فی الحال، اپنی جماعت کے ممبروں کے گھروں کے اندر ہی یہ سلسلہ شروع کر دو، اور اس طرح اس نظام صلوٰۃ کی ابتدا کر دو (جسے آخر الامر تمام معاشرہ کو محیط ہو جانا ہے)۔ اور اپنی جماعت کو اس نظام کے نتائج و ثمرات کی خوشخبری دیتے رہو (تا کہ ان کی ہمتیں تازہ اور حوصلے بلند رہیں)۔

۸۸ موسیٰؑ نے کہا (کہ میں یہ سب کچھ کر دوں گا لیکن، میری قوم کے لوگوں کے دل میں رہ رہ کر

لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾

یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب خدا کا قانون یہ ہے کہ ظلم و استبداد پر مبنی نظام کبھی ثمر بار نہیں ہو سکتا تو یہ کیوں ہے کہ) فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت و آرائش کا سامان، اور متاعِ زیست اس قدر فراوانی سے مل رہا ہے کہ اُس کے بل بوتے پر وہ لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اس لئے، اے نظامِ ربوبیت کے مالک! تو ان کے مال و دولت کو تباہ کر دے، اور جس عقل و فہم سے یہ اس قسم کی انسانیت سوز تدابیر سوچتے ہیں، اسے سلب کرلے۔ اس لئے کہ یہ لوگ تیرے قوانین کی صداقت پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک یہ اس قسم کے الم انگیز عذاب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیں گے۔

۸۹ اس پر اللہ نے کہا کہ ہم نے تم دونوں بھائیوں کی دعا کو سن لیا ہے اور اسے قبول بھی کرلیا ہے (لیکن اس کا پورا ہونا خود تمہاری جدوجہد پر موقوف ہے۔ لہٰذا) تم اپنے پروگرام میں پوری ثابت قدمی دکھاؤ۔ اور (جلد بازی میں) ان لوگوں کا طریق نہ اختیار کرلو جو (ہمارے قوانین، اور ان کے نتیجہ خیز ہونے کے انداز سے) واقف نہیں ہوتے (اس لئے وہ جلدی نتائج پیدا کرنے کے لئے غلط تدبیریں اختیار کرلیتے ہیں) (۲۰/۳۶ ؛ ۲۰/۴۲)۔

۹۰ (آخر الامر ہوا یہ کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو (فرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور انہیں) صحیح و سلامت دریا (یا سمندر) کے پار اتار دیا۔ فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا تاکہ انہیں پکڑ کر ان پر ظلم اور زیادتی کی جائے۔ (وہ قوت اور سرکشی کے نشے میں اس قدر بدمست ہو گئے کہ اسکا بھی اندازہ نہ لگایا کہ ہم غرق ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ خود غرق ہونے لگا (اور اس نے موت کو اپنے سامنے دیکھ لیا تو اس سے بچنے کے لئے) پکار اٹھا کہ میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ اس خدا کے سوا کسی کا اقتدار نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ الٰہ بس وہی ایک ہے۔ میں بھی ان میں سے ہو جانا چاہتا ہوں جو اس کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

۹۱ (اس پر وحیِ خداوندی نے 'بزبانِ موسیٰؑ کہا کہ) تو ساری عمر حق و انصاف کی راہ سے سرکشی اختیار کئے رہا اور ملک میں فساد انگیزیاں کرتا رہا۔ (تجھ سے بار بار کہا جاتا رہا کہ اس روش کو چھوڑ دو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ لیکن اس وقت تو نے ایک نہ مانی۔ اب جب موت سامنے کھڑی دکھائی دی تو) ایمان یاد آ گیا۔ اب' اس ایمان کا کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ جو ایمان' ڈر اور خوف کی بنا پر لایا جائے' وہ ایمان کہلا ہی نہیں سکتا)۔

۹۲ اب تو تجھے غرق ہونا ہے۔ البتہ ہم ایسا کریں گے کہ تیری لاش کو سمندر کی موجوں سے محفوظ رکھ لیں تاکہ وہ' ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں' موجب عبرت ہو۔ اس لئے کہ اکثر لوگ ایسے ہیں جو ہمارے قانونِ مکافات کی غیر محسوس نشانیوں سے اثر پذیر نہیں ہوتے (ان کے لئے اس قسم کی محسوس نشانیاں ہی موجب عبرت و موعظت ہو سکتی ہیں)۔

۹۳ (یہ تو تھا اس پروگرام کا منفیانہ پہلو۔ یعنی فرعون اور اس کے لشکر کی تباہی اور بنی اسرائیل کی' ان کے پنجۂ استبداد سے رستگاری۔ اس کا مثبت اور تعمیری پہلو یہ تھا کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی جگہ متمکن کر دیا جہاں سامانِ زیست کی فراوانیاں تھیں۔ اور اس طرح انہیں خوشگوار اور باعزت رزق سے بہرہ یاب کر دیا۔ (ہم نے تو انہیں ان نعمتوں سے نوازا' لیکن ان کی حالت یہ رہی کہ ان کی طرف مختلف انبیاء کی وساطت سے وحی آتی رہی لیکن وہ ہمیشہ اس میں اختلافات پیدا کرتے رہے۔ اسی رَوش کے مطابق یہ اب اس وحی (قرآن) سے بھی اختلاف رکھتے ہیں)۔ سو جن امور میں یہ اختلاف کرتے ہیں ان کا فیصلہ (دلائل و براہین سے نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ یہ لوگ دلائل و براہین پر کان دھرنے کے لئے تیار ہی نہیں)۔ ان کا فیصلہ اس انقلاب عظیم کے وقت ہو گا جب ان کی تباہی تمہارے ہاتھوں سے آئے گی۔ ۴۹/۲۔ (اس وقت تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی اور جس طرح فرعون اور اس کے لشکروں کی تباہی' ان کے سامنے ہوئی تھی' ان کی تباہی تمہارے سامنے ہو گی۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

اس لیے کہ غلط روش کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و بربادی ہوتا ہے' خواہ اس پر فرعون گامزن ہو یا بنی اسرائیل)۔

۹۴ اے قوم مخاطب! اگر تمہیں اس حقیقت میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو جو اس قرآن میں تمہاری طرف نازل کی گئی ہے (اور جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارا قانون مکافات کس طرح اقوام سابقہ میں کارفرما رہا ہے) تو جو لوگ' اس سے پہلے 'کتاب خداوندی کے حامل رہے ہیں (یعنی یہود و نصاریٰ) ان سے پوچھ لو (کہ یہ واقعات جو بیان کئے گئے ہیں' درست ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد تمہیں یقین ہو جائے گا کہ) جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے بیان ہوا ہے' وہ حقیقت ثابتہ ہے۔ پس جب واقعہ یہ ہے تو تم ان لوگوں میں سے کیوں ہوتے ہو جو خواہ مخواہ جھگڑے کی صورت نکالتے رہتے ہیں۔

۹۵ یا ان لوگوں میں سے جو قوانین خداوندی کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ اگر تم بھی ویسے ہی ہو گئے تو انہی کی طرح' تم بھی نقصان اٹھاؤ گے۔

۹۶ (ہم نے یہ حقائق اس طرح واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں اور ان کی تائید میں دلائل و براہین اور تاریخی شہادتیں بھی پیش کر دی ہیں' اس سے ہر صاحب عقل و فراست اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان حقائق کے تسلیم کرنے میں اب کسی کو تامل و توقف نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن) جن لوگوں نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا ہے کہ ان پر دلائل و براہین کا کوئی اثر ہی نہیں ہو سکتا — یعنی جو اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے (۱۰/۱۰۱ ؛ ۱۰/۹) وہ کبھی ایمان

۹۷ نہیں لائیں گے' خواہ ان کے سامنے کیسی ہی کھلی کھلی نشانیاں کیوں نہ آ جائیں۔ تا آنکہ وہ اپنے اعمال کی پاداش میں تباہی کے عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھ لیں (۱۰/۸۸)۔ (یہ اس وقت' فرعون کی طرح ایمان لائیں گے۔ ۱۰/۹۰)۔ یہ سب کچھ ہمارے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

۹۸ ہمارے اس دعوے کی شہادت خود تاریخ سے ملتی ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں گذری

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

جو تباہی سے پیشتر (حالتِ امن میں) ایمان لے آئی ہو اور اس طرح اپنے ایمان کی نفع بخشیوں سے فیضیاب ہو کر تباہی سے بچ گئی ہو۔ اس میں اگر کوئی استثناء ہوئی ہو تو قومِ یونس کی جو (عذاب آنے سے پہلے) ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے اس عذاب کو دور کر دیا جو انہیں دنیا میں ذلیل کر دیتا۔ اور انہیں ایک مدت تک زندگی کی خوشگواریوں سے متمتع کیا۔ (۱۴۸ — ۱۴۷/۳۷)۔

۹۹ یہ سب اس لئے ہے کہ ہمارا قانونِ مشیت یہ ہے کہ کفر یا ایمان کی راہ اختیار کرنا انسان کے اپنے فیصلہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ (اس میں ہم بالکل دخل نہیں دیتے۔ اگر ہم نے دخل دینا ہوتا تو ہم انسان کو بھی اسی طرح مجبور پیدا کر دیتے جس طرح کائنات کی دوسری چیزیں مجبور پیدا کی گئی ہیں اور وہ سب ہمارے مقرر کردہ قانون کے مطابق سرگرمِ عمل رہتی ہیں)۔ اس صورت میں تمام روئے زمین کے انسان، مومن ہی ہوتے۔ لہٰذا (جب ہمارا قانون یہ ہے کہ کفر اور ایمان کے معاملہ میں انسانی اختیار و ارادہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے تو اے رسولؐ!) تو لوگوں کو کس طرح مجبور کر سکتا ہے کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں؟

۱۰۰ یاد رکھو! کوئی شخص ایمان نہیں لا سکتا جب تک وہ، ہمارے قانون کے مطابق، عقل و فکر سے کام لے کر صحیح نتیجہ پر نہ پہنچے۔ اسی لئے ہمارا قانون یہ ہے کہ جو لوگ عقل و فکر سے کام نہیں لیتے ان پر بات واضح نہیں ہو سکتی۔ وہ الجھاؤ میں رہتے ہیں (۱/۱۰۹ ؛ ۹/۱۲۶)۔

۱۰۱ (عقل و فکر سے کام لینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان جذبات سے الگ ہٹ کر خارجی کائنات کا گہری نظر سے مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اس میں کونسا قانون کارفرما ہے۔ لہٰذا اے رسولؐ! ان سے کہو کہ) تم خارجی کائنات اور خود انسان کی تمدنی زندگی پر غور و فکر کرو۔ (ان میں تمہیں حقیقت کی بڑی نشانیاں ملیں گی (۱۸/۵۳)۔

لیکن یہ نشاناتِ راہ، اور تباہیوں کا احساس پیدا کرنے والی تنذیرات، اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں جنہوں نے پہلے ہی فیصلہ کر رکھا ہو کہ ہمیں اس قانون کو

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾

صحیح مانتا ہی نہیں (۲۰:۷)۔

۱۰۲ جو لوگ اس قسم کی روش اختیار کرلیں، ان کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے، اور جو کچھ اقوام سابقہ کے ساتھ ہو چکا ہے وہی کچھ ان سے ہو۔ اے رسول! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ (اگر یہی بات ہے تو) تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (تاکہ نتائج مرتب ہو کر سامنے آجائیں اور اس طرح تم یقین کے آخری نقطہ تک پہنچ جاؤ (۵۱:۱۵)۔

۱۰۳ (ان سے کہدو کہ جب ظہور نتائج کا وقت آجاتا ہے تو، اس تباہی سے) خدا کے پیغامبر اور ان کے ساتھیوں کی جماعت ہی محفوظ رہا کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس جماعت کا محفوظ رکھا جانا ہمارے قانون کی رو سے واجب ہوتا ہے۔

۱۰۴ ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم میرے پیش کردہ نظام زندگی کی صداقت کے بارے میں اب بھی شک میں ہو، تو تمہارے اس شک سے میرے یقین پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اس سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ان قوتوں کی اطاعت اور محکومیت اختیار کرلوں جنہیں تم خدا کے سوا، صاحب اقتدار و اختیار مانتے ہو۔ میں تو صرف اس خدا کی محکومیت اختیار کروں گا جس کے اقتدار کا یہ عالم ہے کہ، اور تو اور، خود تمہاری موت اور حیات بھی، اسی کے قانون کے ساتھ وابستہ ہے۔ مجھے اس کا یہی ارشاد ہے کہ میں اس جماعت میں رہوں جو اس کے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتی ہے۔

۱۰۵ اور اپنی توجہات کو ہر طرف سے ہٹا کر، اس نظام زندگی پر مرکوز کرلوں۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہوجاؤں جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے، مختلف قوتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور قوانین خداوندی کے ساتھ، غیر خداوندی قوانین کو بھی شامل کرلیتے ہیں۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾

---

۱۰۶ (میرا تم سے بھی یہی پیغام ہے کہ) تم خدا کو چھوڑ کر ان قوتوں کی اطاعت مت اختیار کرو (جنہیں تم محض اپنے اندھے عقیدے کی بنا پر اختیار و اقتدار کی مالک سمجھتے ہو' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس کی قدرت ہی نہیں کہ) وہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی انہی میں سے ہو جاؤ گے جو قوانین خداوندی سے سرکشی اختیار کرتے ہیں (اور ان کا انجام تمہیں معلوم ہی ہے)۔

۱۰۷ یاد رکھو! اگر تمہیں' قانون خداوندی کی رُو سے کوئی تکلیف پہنچے' تو کائنات میں کسی کو اس کی قدرت حاصل نہیں کہ (اس کے قانون کے علی الرغم) اس تکلیف کو رفع کر سکے۔ وہ اُسی کے قانون کے مطابق رفع ہوگی۔ اور اگر اس کے قانون کے مطابق تمہیں کوئی نفع پہنچنے والا ہو' تو کوئی قوت ایسی نہیں جو اسے روک سکے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ جو شخص بھی' اس کے قانون کے مطابق' اس نفع بخش صورت کو حاصل کرنا چاہے' حاصل کر سکتا ہے۔ وہ نفع اسے ضرور مل جائے گا۔ یاد رکھو! نقصانات سے بچنے کا سامان ہو' یا نشوونما حاصل ہونے کے اسباب سب اس کے قانون سے وابستہ ہیں۔

۱۰۸ (اے رسول! تم) تمام نوعِ انسان سے پکار کر کہہ دو کہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے وہ ضابطہ حیات آگیا ہے جو حقیقت پر مبنی ہے۔ اگر تم اس کی راہ نمائی میں سفرِ زندگی اختیار کرو گے تو اس سے تمہاری ہی ذات کو فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر تم اسے چھوڑ کر اور راہیں اختیار کر لو گے' تو اس کا نقصان بھی تمہیں ہی ہوگا۔ (اب یہ تمہارے اپنے فیصلے پر منحصر ہے کہ تم کونسی راہ اختیار کرنا چاہتے ہو) میں تم پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ تمہیں زبردستی سیدھی راہ پر چلاؤں۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

۱۰۹ (تم اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دو) اور خود اس ضابطہ (قرآن) کا اتباع کرتے رہو جو تمہیں وحی کے ذریعے دیا گیا ہے۔ اور اس پر ثابت قدمی سے جمے رہو، تا آنکہ خدا کا قانون مکافات تم میں اور ان مخالفین میں آخری فیصلہ کر دے۔ وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ① اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ② وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

---

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ یہ وہ ضابطۂ حیات ہے جس کے قوانین محکم بنیادوں (مستقل اقدار) پر استوار کئے گئے ہیں' اور ایسے واضح اور نکھرے ہوئے انداز سے بیان کئے گئے ہیں (کہ ان میں کسی قسم کا اشتباہ و ابہام نہیں رہ سکتا) اس لئے کہ یہ اُس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی- جو کائنات کے تمام حالات اور انسانی مقتضیات سے واقف ہے' اور اسکا ہر کام' حکمت پر مبنی ہے-

۲ اس ضابطۂ حیات کی تعلیم کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اطاعت صرف خدائے واحد کے قوانین کی کرو- اس کے سوا کسی کی محکومیت اختیار نہ کرو- (اس باب میں' اور تو اور' خود اس رسول کی بھی پوزیشن یہ ہے کہ وہ تم سے اپنی اطاعت نہیں کراتا- وہ خدا ہی کے قوانین کی اطاعت کراتا ہے اور) تمہیں بتاتا ہے کہ ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کے نتائج کس قدر خوشگوار ہوں گے' اور ان کی خلاف ورزی کرنے کا انجام کیسا تباہ کن ہوگا-

۳ (اس سلسلہ میں وہ تم تک خدا کا یہ پیغام بھی پہنچاتا ہے کہ) تم خدا کے قانون ربوبیت سے اپنی حفاظت کا سامان طلب کرو' اور تمام گوشوں سے ہٹ کر' صرف اُسی کے قانون کی طرف رجوع کرو- وہ تمہیں' ایک مدتِ معیّنہ تک (جس کا تعین خود تمہارے اعمال و کردار کے مطابق ہوتا ہے) نہایت خوشگوار اور پسندیدہ سامانِ زیست سے

وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۵

بہرہ یاب کرے گا، اور تم جس قدر حصولِ معاش کی استعداد بڑھاتے جاؤ گے، وہ اسی قدر معاشی آسائشیں بہم پہنچاتا جائے گا۔ لیکن اگر تم اس اصول سے انحراف کرو گے، تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر سخت تباہی آجائے گی۔

۴ یاد رکھو! اس کے قانون سے روگردانی کر کے تم کہیں پناہ نہیں لے سکتے۔ تمہاری زندگی کی ہر گردش کا رُخ اُسی کی طرف ہے۔ اور تمہارے ہر عمل کا نتیجہ اسی کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔ اس نے عمل اور اس کے نتیجے کے لئے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور ان پر اسے پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔ (اس لئے انسان کا کوئی عمل خدا کے قانونِ مکافات کی زد سے بچ نہیں سکتا)۔

۵ لہٰذا، ان کی یہ کوشش کہ یہ دُہری شخصیت[a] کی زندگی بسر کریں —— سینے کے اندر چھپا کر کچھ اور رکھیں اور باہر کچھ اور ظاہر کریں —— اور اس طرح سمجھ لیں کہ ہم اس کے قانون کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ یا اپنی شخصیت کو یکسر چھپانے کی کوشش کریں، تو یہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے)۔ اس لئے کہ جو کچھ یہ چھپائیں، اور جو کچھ ظاہر کریں، خدا کے قانونِ مکافات پر سب کچھ عیاں ہے۔ وہ تو دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے (۵/۱۱)

[a] DUAL PERSONALITY.
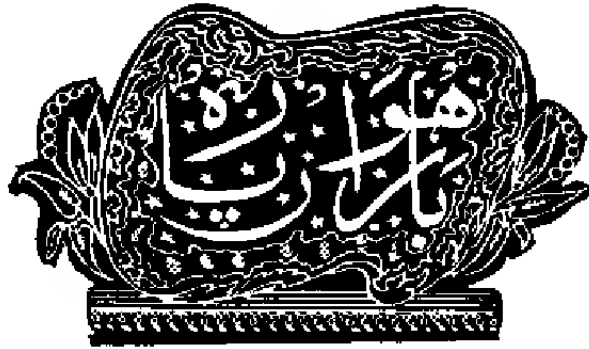
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ

يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ

سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ

الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞

---

۶ (اوپر بتایا جاچکا ہے کہ قانون خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے رزق کی فراوانیاں حاصل ہوتی ہیں (۱۱/۳)۔ لیکن یہ فراوانیاں کسی خاص گروہ کے اندر محدود ہو کر نہیں رہ جانی چاہئیں۔ رزق' زندگی کے قائم رکھنے کا ذریعہ ہے' اس لئے اسے ہر ذی حیات تک' حسب ضرورت پہنچنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ) روئے زمین پر کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا نے نہ لے رکھی ہو۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ ایک ذی حیات کو کسی ایک منزل میں ٹھہرنے اور پھر قانون ارتقا کی رُو سے' اگلی منزل تک پہنچنے کے لئے' کس قدر' اور کون کونسے سامان نشوونما کی ضرورت ہوگی (۶/۹۹)۔ یہ سب کچھ' خدا کے قانون مشیّت کی کتاب میں واضح طور پر درج ہے (۵/۲۹)۔ (لہٰذا' منشائے خداوندی کو پورا کرنے والا نظام وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی ذی حیات رزق سے محروم نہ رہنے پائے۔ جو نظام' خدا کی ان ذمہ داریوں کو پورا کرے گا' وہی نظام خداوندی کہلا سکے گا۔ ۶/۱۵۲؛ ۲۹/۶۰؛ ۴۱/۱۰؛ ۳۶/۴۷)۔

۷ اُس کا نظام یہ ہے کہ اس نے' کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو گوناگوں عناصر سے ترکیب دے کر' مختلف ادوار اور منازل سے گزارا (تاآنکہ وہ اس قابل ہو گئے کہ ان میں ذی حیات اشیاء کی نشوونما ہو سکے۔ اس نے زندگی کی بنیاد پانی پر رکھی۔ ۲۱/۳۰)۔

فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

بس میری تمام مصیبتیں رفع ہو گئیں۔ اور اس طرح وہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور شیخیاں بگھارتا' اور ڈینگیں مارتا پھرتا ہے۔ (گویا اُسے زندگی کا مقصود حاصل ہو گیا)۔

۱۱ لیکن جو لوگ (حیوانی سطح سے بلند ہو کر' زندگی کی انسانی سطح پر یقین رکھتے ہیں' ان کی حالت ان کے برعکس ہوتی ہے۔ وہ عسر اور یسر — تنگی اور آسائش — دونوں حالتوں میں ایک ہی روش پر چلتے ہیں اور) اس پروگرام پر مستقل مزاجی سے عمل پیرا رہتے ہیں جو ان کی صلاحیتوں کو ابھارتا اور معاملات کو سنوارتا ہے۔ (وہ نہ مشکلات سے گھبرا کر مایوس ہوتے ہیں اور نہ آسائشوں پر اترا کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں)۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے' زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہنے کا سامان' اور بلندیاں اور توانائیاں پیدا کرنے والا اجر عظیم ہے۔

۱۲ (اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں سے جو کہا جاتا ہے کہ ان پر تباہی آنے والی ہے' تو یہ بات انہیں سخت ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن) یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تو' ان کی دل جوئی کے لئے' وحی کے ان مقامات کو چھوڑ دے جن میں اس قسم کی تنذیرات آتی ہیں۔

یہ بھی ٹھیک ہے کہ یہ لوگ جب کہتے ہیں کہ اگر تو خدا کا رسول ہے تو تجھ پر خزانے کیوں نہیں اتارے جاتے۔ یا فرشتے تیرے جلو میں کیوں نہیں چلتے' تو ان کی' اِن طعن آمیز باتوں سے تو افسردہ خاطر ہو جاتا ہے۔ لیکن تو جب فریضۂ رسالت و انذار کے لئے مامور کیا گیا ہے تو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا۔ (یہ ذمہ داری بڑی سخت اور یہ فریضہ بڑا مشکل ہے۔ لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں)۔ اللہ کا قانون ہر معاملہ کی کارسازی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ (اس لئے مآل کار سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا $\frac{۹۴}{۳-۱}$)۔

۱۳ یا' یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنی طرف سے بنا لیا ہے' اور اسے خدا کی طرف یونہی منسوب کر رہا ہے۔ ان سے کہو کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ (یہ خدا کی کتاب نہیں' انسان کا کلام ہے) تو تم' اس قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ' اور' خدا کو چھوڑ کر'

فَخُورٌ ﴿۱۰﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۱۱﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۳﴾

بس میری تمام مصیبتیں رفع ہوگئیں۔ اور اس طرح وہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے اور شیخیاں بگھارتا' اور ڈینگیں مارتا پھرتا ہے۔ (گویا اُسے زندگی کا مقصود حاصل ہوگیا)۔

۱۱ لیکن جو لوگ (حیوانی سطح سے بلند ہوکر) زندگی کی انسانی سطح پر یقین رکھتے ہیں' ان کی حالت ان کے برعکس ہوتی ہے۔ وہ عسر اور یُسر — تنگی اور آسائش — دونوں حالتوں میں ایک ہی روش پر چلتے ہیں اور) اس پروگرام پر مستقل مزاجی سے عمل پیرا رہتے ہیں جو ان کی صلاحیتوں کو ابھارتا اور معاملات کو سنوارتا ہے۔ (وہ نہ مشکلات سے گھبرا کر مایوس ہونے ہیں اور نہ آسائشوں پر اترا کر آپے سے باہر ہوجاتے ہیں)۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے' زندگی کی تباہیوں سے محفوظ رہنے کا سامان' اور بلندیاں اور توانائیاں پیدا کرنے والا اجرِ عظیم ہے۔

۱۲ (اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں سے جو کہا جاتا ہے کہ ان پر تباہی آنے والی ہے' تو یہ بات انہیں سخت ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن) یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تو' ان کی دل جوئی کے لئے' وحی کے ان مقامات کو چھوڑ دے جن میں اس قسم کی تنذیرات آتی ہیں۔

یہ بھی ٹھیک ہے کہ یہ لوگ جب کہتے ہیں کہ اگر تو خدا کا رسول ہے تو تجھ پر خزانے کیوں نہیں اتارے جاتے۔ یا فرشتے تیرے جلو میں کیوں نہیں چلتے' تو ان کی' ان طعن آمیز باتوں سے تو افسردہ خاطر ہوجاتا ہے۔ لیکن تو جب فریضۂ رسالت و انذار کے لئے مامور کیا گیا ہے تو یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا۔ (یہ ذمہ داری بڑی سخت اور یہ فریضہ بڑا مشکل ہے۔ لیکن اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں)۔ اللہ کا قانون ہر معاملہ کی کارسازی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ (اس لئے مآل کار سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا $\frac{94}{1-3}$)۔

۱۳ یا' یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنی طرف سے بنا لیا ہے' اور اسے خدا کی طرف یونہی منسوب کر رہا ہے۔ ان سے کہو کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ (یہ خدا کی کتاب نہیں' انسان کا کلام ہے) تو تم' اس قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ' اور' خدا کو چھوڑ کر'

فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٤﴾ مَن
كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ
بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَ
مَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ

اور جسے بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہو کر لو۔ بات صاف ہو جائے گی (۲/۲۳ ؛ ۱۰/۳۸)۔

۱۴ لیکن اگر (نہ تو تم خود ہی ایسا کر سکو اور نہ ہی) وہ لوگ تمہاری اس دعوت کو قبول کریں جنہیں تم اس مقصد کے لئے' اپنے ساتھ ملانا چاہو' تو اس کے بعد تمہیں جان لینا چاہیئے کہ یہ قرآن' علمِ خداوندی کی رو ہی سے نازل ہوا ہے (رسول کا خود ساختہ نہیں)۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ کائنات کا تمام اقتدار صرف خدا کے لئے ہے۔ اس میں کوئی اور شریک و سہیم نہیں۔
ان سے پوچھو کہ کیا تم اس کے بعد بھی' اس ضابطۂ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتے؟

۱۵ (لیکن اگر تم' اس کے باوجود' اپنی مفاد پرستیوں ہی کو زندگی کا مقصود بنائے رکھو' تو تمہیں یہ مفاد حاصل رہیں گے۔ اس لئے کہ) ہمارا قانون یہ ہے کہ جو شخص صرف طبیعی زندگی کے مفاد اور زیب و زینت چاہتا ہے' اسکی کوششوں کے پورے پورے نتائج اُسے' اسی دنیا میں مل جاتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی (۱۷/۱۸)۔

۱۶ لیکن ان لوگوں کا مستقبل (حیاتِ آخرت) کی خوشگواریوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ وہ دنیا میں بناتے ہیں' وہ (آخرت میں) سب اکارت چلا جاتا ہے' اور ان کا کیا کرایا سب غارت ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے وہاں ایسی تباہی و بربادی ہوگی جو سب کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیگی۔

۱۷ پہلے کہا جا چکا ہے کہ قرآن کی صداقت کے سمجھنے کے تین طریقے ہیں۔ علم و بصیرت کی رو سے۔ یا اس کے عملی پروگرام کے نتائج کو دیکھ کر۔ اور یا تاریخی شہادات سے۔ (۱۰/۳۹)۔
تم ذرا سوچو کہ کیا وہ شخص جو (۱) اس عقل و بصیرت سے کام لے جو اُسے اس کے نشو و نما دینے والے کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور (۲) وہ دیکھے کہ ایک شخص ضابطۂ خداوندی کے مطابق کام کرتا ہے اور اس کے اعمال کے نتائج اس ضابطہ کی صداقت کی عملی شہادت بنتے جا رہے ہیں۔ اور (۳) تاریخ کے یہ نوشتے بھی اس کے سامنے ہوں کہ اس سے قبل (مثلاً)

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾

موسیٰؑ نے بھی اس قسم کے ضابطہ خداوندی کو اپنا اور اپنی قوم کا راہ نما بنایا تھا تو اس سے انہیں کس قدر زندگی کی فراوانیاں مرحمت ہو گئی تھیں ــــــ (تو کیا ایسا شخص کبھی اس ضابطہ کی صداقت سے انکار کر سکے گا؟ کبھی نہیں۔)۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔

ان کے برعکس، جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں، وہ خواہ کسی پارٹی سے متعلق ہوں، ان کا ٹھکانہ تباہی و بربادی کا جہنم ہے۔ تم (ان لوگوں کے انجام و مآل کے بارے میں) ذرا بھی شک نہ کرو۔ یہ ایک حقیقت ہے جو خدا کے قانون کے مطابق واقع ہو کر رہے گی۔ لیکن بہت سے لوگ (ایسے واضح دلائل و براہین کے باوجود) اسکا یقین نہیں کرتے۔

۱۸ (یہود و نصاریٰ کے مذہبی پیشوا کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن کے احکام، ان کی شریعت کے خلاف ہیں، اس لئے یہ منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جسے یہ شریعت خداوندی کہتے ہیں، وہ ان کی خود ساختہ شریعت ہے اور اسے یہ منسوب خدا کی طرف کرتے ہیں۔ سو ذرا غور کرو کہ) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اپنے ذہن سے باتیں وضع کرے اور انہیں دینِ خداوندی کہہ کر پیش کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عدالتِ خداوندی میں پیش ہوں گے اور گواہی دینے والے اس کی تصدیق کریں گے کہ انہوں نے فی الواقعہ اپنے ربّ کے خلاف بہتان باندھا تھا ــــ یاد رکھو! اس قسم کے ظالم، رحمتِ خداوندی سے یکسر محروم رہ جاتے ہیں۔

۱۹ ان کی حالت یہ ہے کہ یہ اپنے خود ساختہ مسلک کو شریعتِ خداوندی کا نام دیکر، لوگوں کو خدا کے سچے راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اس کے صاف اور سیدھے راستے میں خواہ مخواہ پیچ و خم پیدا کر دیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ مستقبل کی زندگی (حیاتِ اُخروی) پر ایمان ہی نہیں رکھتے (مذہب کو انہوں نے اپنا پیشہ بنا رکھا ہے)۔

۲۰ لیکن یہ، خدا کے قانونِ مکافات سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ نہ ہی قانونِ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾

خداوندی کے سوا' ان کا کوئی کارساز ہو سکتا ہے۔ (جس قدر ان کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے' اسی نسبت سے) ان کی سزا میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ (انہوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسی حالت پیدا کر لی ہے کہ) نہ ان میں حق بات کے سننے کی تاب رہی ہے' اور نہ ہی یہ عقل و بصیرت سے کام لیتے ہیں۔

۲۱ یہ لوگ' اپنی اس روش سے' کسی اور کا کچھ نقصان نہیں کر رہے' خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ ان کی افترا پردازیاں سب اکارت چلی جائیں گی۔

۲۲ (انہیں اس سے کچھ دنیاوی فائدے ضرور حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن) یہ حقیقت ہے کہ آخرت میں یہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ ان کا مستقبل بےحد خراب ہو گا۔

۲۳ ان کے برعکس' جو لوگ ضابطہ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں' اور اس پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے کام سنوارتا ہے' اور (اس طرح) اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین کے سامنے عملاً سر جھکاتے ہیں۔ تو یہی لوگ ہیں جو زندگی کی سدا بہار شادابیوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔

۲۴ ان دونوں گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرہ ہو' اور ایک دیکھنے اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ (۱۹/۱۳ ; ۱۹/۳۵)۔۔۔ کیا اس کے بعد بھی تم سمجھتے سوچتے نہیں (کہ زندگی کی صحیح راہ کونسی ہو سکتی ہے؟)۔

۲۵ (اگر یہ لوگ' ان واضح دلائل کے بعد بھی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے' تو پھر ان کے سامنے وہ تیسرا طریق لاؤ (۹۰/۱۱) یعنی ان سے کہو کہ یہ تاریخ کی شہادات پر غور کریں اور دیکھیں کہ جب اقوام گذشتہ نے اس حقیقت سے انکار کیا تو ان کی اس روش کا نتیجہ کیا برآمد ہوا۔ مثلاً) ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور اس نے ان سے کہا کہ میں تمہیں واضح طور پر بتانے کے لئے آیا ہوں کہ تمہاری موجودہ روش کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

أَن لَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِۦ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ

---

۲۶ تمہیں چاہیئے کہ اپنی اس روش کو چھوڑ کر صرف قوانینِ خداوندی کی اطاعت اور محکومیت اختیار کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجھے خطرہ ہے کہ تمہیں بہت بڑی تباہی گھیر لے گی۔

۲۷ اس پر اس کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے' جن کے پاس سامانِ زیست کی فراوانی تھی —— یعنی صاحبِ دولت و اقتدار طبقہ —— جس نے انکار و سرکشی کی راہ اختیار کر رکھی تھی کہا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو (اس لئے یہ کیسے مان لیں کہ تم خدا کے رسول ہو)۔ باقی رہے یہ لوگ جو تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں تو ان کی حیثیت کیا ہے؟ یہ ہم میں سے ادنیٰ درجہ کے (نیچ قوم کے) لوگ ہیں' اور یہ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ انہوں نے تمہارا مسلک عقل و فکر کی رُو سے اختیار نہیں کیا۔ یونہی بلا سوچے سمجھے تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس میں تمہیں' ہمارے مقابلہ میں' کوئی برتری حاصل ہو۔ لہٰذا' ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم اپنے اس دعوے میں بالکل جھوٹے ہو۔

۲۸ اس پر نوحؑ نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف سے عطا کردہ علم و بصیرت سے کام لوں۔ اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے بطور موہبت' ایک ضابطۂ ہدایت دیا ہو جو سرتاسر رحمت ہے۔ لیکن تمہیں ان میں سے کوئی بات بھی نظر نہ آئے۔ اور تم اسے بھی پسند نہ کرو کہ ان حقائق کو تمہیں دکھا اور سمجھا دیا جائے (تو میں اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا ہوں' جو کر رہا ہوں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ) ہم ان باتوں کو زبردستی تمہارے گلے منڈھ دیں۔ (اس لئے کہ ایمان' علم و بصیرت کی رُو سے' بطیبِ خاطر دل کے فیصلے کا نام ہے۔ اسے یونہی کسی کے گلے منڈھا نہیں جاتا)۔

۲۹ پھر اس پر بھی غور کرو کہ میں جو کچھ تمہارے لئے کر رہا ہوں' اس کے معاوضہ میں' تم سے کسی مال و دولت کا طالب نہیں ہوں (اس لئے مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ تم سے

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣٢﴾

جھوٹ بولوں ؟)۔ میری محنتوں کا معاوضہ میرے خدا کے ذمے ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کر سکتا کہ جو لوگ اس نظام کی صداقت پر ایمان لے آئے ہیں، انہیں اس لئے نکال باہر کروں (کہ تم انہیں رذیل سمجھتے ہو اور ان کے ساتھ مل بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ اگر میں ایسا کروں تو) یہ جب اپنے رب سے ملیں گے تو میرے متعلق کیا کہیں گے؟ (یعنی یہ بات منشائے خداوندی کے سخت خلاف ہوگی)۔ تم انہیں جاہل کہتے ہو، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے جیسی جاہل قوم کوئی ہے ہی نہیں۔

۳۰ میں اگر تمہاری خاطر ان لوگوں کو ہنکا کر الگ کر دوں، تو (تم تو اس سے بیشک خوش ہو جاؤ گے، لیکن ذرا سوچو کہ) قانونِ خداوندی کی رو سے اس جرم کی جو سزا مجھ پر وارد ہوگی اس سے مجھے کون بچا سکے گا؟ وہ کون ہے جو قانونِ خداوندی کے مقابلہ میں میری مدد کر سکے۔

۳۱ باقی رہا تمہارا یہ اعتراض کہ میں تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں، اور ہم لوگوں کو تم پر کوئی معاشی برتری بھی حاصل نہیں۔ تو میں نے کب یہ دعوےٰ کیا ہے کہ) میرے پاس اللہ کے دیئے ہوئے دولت کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور یہ کہ میں (انسان نہیں بلکہ) فرشتہ ہوں میں نے یہ کچھ کبھی نہیں کہا۔ البتہ یہ ضرور کہتا ہوں کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ یہ لوگ جنہیں تم اپنے معیار کے مطابق ذلیل اور رذیل خیال کرتے ہو، خدا کی نظروں میں بھی ذلیل اور رذیل ہیں، اور انہیں اس کے ہاں سے کوئی خوشگواری اور بہتری کا سامان نہیں مل سکتا۔ یہ غلط ہے۔ قانونِ خداوندی کی رو سے معیارِ عزت و تکریم اور استحقاقِ خیر و برکت انسان کے ذاتی جوہر ہیں۔ اس کی نگاہ ظاہری پوزیشن پر نہیں بلکہ انسان کے دل پر ہوتی ہے۔ اگر اس باب میں میں تم سے متفق ہو جاؤں، تو میں بھی ان میں سے ہو جاؤں گا جو خدا کے قائم کردہ معیار سے سرکشی برتتے ہیں۔

۳۲ ان لوگوں کے پاس ان دلائل کا جواب تو کچھ تھا نہیں، کہنے لگے کہ اے نوحؑ! تم نے ہم سے

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ

مفت کا جھگڑا شروع کر دیا' اور اس میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ اب اس قصہ کو ختم کرو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو جس تباہی کی تم بار بار دھمکیاں دیتے ہو' اسے لے آؤ۔

۳۳ نوحؑ نے کہا کہ اس تباہی کا لانا یا نہ لانا' میرے اختیار میں نہیں۔ وہ تو خدا کے قانون کے مطابق آئے گی۔ لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ آ کر ضرور رہے گی۔ تم قانونِ خداوندی کو عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے کہ اس کی رُو سے جو کچھ ہوتا ہے وہ نہ ہو سکے۔

۳۴ یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم نے اپنے آپ کو' اپنے اعمال کی وجہ سے' عذابِ خداوندی کا مستوجب بنا لیا تو پھر اگر میں بھی ہزار چاہوں کہ تمہارے چاکِ داماں کی رفوگری کروں' تو ایسا نہیں کر سکوں گا۔ اس وقت میری غمخواری بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکے گی۔ تمہارا آقا اور مالک' خدا ہے۔ میں نہیں۔ اور تمہارا ہر قدم اس کی طرف اٹھ رہا ہے۔ تمہارے تمام اعمال کے نتائج' اس کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوں گے۔ (اس میں' میں بھی کچھ نہیں کر سکوں گا)۔

۳۵ (خدا نے کہا کہ اے نوحؑ!) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے یہ باتیں از خود وضع کر لی ہیں اور انہیں خدا کی طرف غلط منسوب کرتے ہو؟ ان سے کہدو کہ اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میرا جرم مجھ پر ہے۔ (تم سے اس کی باز پرس نہیں ہوگی)۔ اور جو جرائم تم کر رہے ہو' ان کی پاداش تمہیں اٹھانی پڑے گی۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (تم یہ کہہ کر مطمئن نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ میرا خود ساختہ ہے۔ تم یہ دیکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو' وہ کیسا ہے؟)۔

۳۶ اس مقام پر نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ اس وقت تک ایمان لا چکے ہیں' ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ لہٰذا' جو کچھ یہ کر رہے ہیں' اس پر تم (بیکار) غم نہ کھاؤ۔ (تمہاری غمخواریاں اور جانگدازیاں' ان کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکیں گی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم ان سے الگ ہو جاؤ)۔

۳۷ اب تم ہماری زیرِ نگرانی اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنانا شروع کر دو —

فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ
قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَ
يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ

اور دیکھو! ان سرکشوں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا۔ اس لئے کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کی تباہی مسلم ہو چکی ہے۔ یہ سب غرق کر دیئے جائیں گے۔ (۱۱/۳۷)۔

۳۸ چنانچہ اس نے کشتی بنانی شروع کر دی۔ اس کی قوم کے سردار جب ادھر سے گزرتے اور اسے کشتی بناتے دیکھتے تو اس کا تمسخر اڑاتے۔ اس کے جواب میں نوحؑ ان سے کہتا کہ اگر تم ہماری ہنسی اڑانا چاہتے ہو تو اڑا لو۔ جس طرح تم آج ہماری ہنسی اڑاتے ہو ایک وقت آئے گا کہ ہم اسی طرح تمہاری حماقتوں پر ہنسیں گے۔

۳۹ اور اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ وہ عذاب کس پر آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا۔ اور وہ وقتی عذاب نہیں ہو گا بلکہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دینے والا ہو گا۔

۴۰ (چونکہ ان لوگوں نے اپنا یہ شیوہ بنا لیا تھا کہ نوحؑ کی ہر بات کی مخالفت کی جائے اور ہر معاملہ میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، اس لئے انہوں نے نوحؑ کی کشتی سازی کے معاملہ پر بھی سنجیدگی سے غور نہ کیا۔ ورنہ اگر وہ ذرا عقل و فکر سے کام لیتے اور جس طرح نوحؑ انہیں آنے والے خطرہ سے آگاہ کر رہا تھا، اس کی بات پر کان دھرتے تو وہ ایسا نہ کرتے۔ بہرحال، وہ اس کا مذاق اڑاتے رہے تا آنکہ) جب قانونِ خداوندی کے مطابق، وقت آ گیا تو ارد گرد کی پہاڑیوں سے، بارش کا پانی جوش مارتا ہوا، وادی میں آنا شروع ہو گیا (۵۴/۱۲)۔ اور اس نے سیلاب کی شکل اختیار کر لی۔ ہم نے نوحؑ سے کہا کہ ہر ضرورت کی شے کے دو دو جوڑے، اپنے ساتھ کشتی میں رکھ لو۔ او اپنے "اہل و عیال" کو بھی اپنے ساتھ لے لو، بجز اس کے جس کے متعلق پہلے کہا جا چکا ہے کہ وہ اپنی غلط روش کی بنا پر عذاب کا مستحق ہو چکا ہے۔ (یعنی نوحؑ کا بیٹا۔ ۱۱/۴۵۔ اور اس کی بیوی۔ ۶۶/۱۰)۔ نیز ان لوگوں کو بھی ساتھ لے لو جو ایمان لا چکے ہیں۔ ان کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔

۴۱ چنانچہ نوحؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ۔ (انہوں نے پوچھا کہ جانا کہاں ہے؟ اس پر نوحؑ نے کہا کہ اس کی بابت مت پوچھو۔ تم سوار ہونے کی کرو) اس کشتی کو

اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰي جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰي نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ

اللہ کے نام پر چلنا ہے اور اُسی کے نام سے رکنا ہے۔ (یہ سب کچھ اس کی وحی کے مطابق ہو رہا ہے۔ البتہ اس کا یقین رکھو کہ اس سے کوئی مصیبت نہیں آسکے گی۔ اس لئے کہ خدا کا قانونِ ربوبیت' جس کے مطابق یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے) اپنے اندر سامانِ حفاظت اور ذرائع پرورش' سب رکھتا ہے۔

۴۲ چنانچہ (وہ چل پڑے)، ان کی کشتی انہیں ایسی تلاطم انگیز موجوں میں (بحفاظت لئے) جا رہی تھی جو پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھیں۔

(کشتی کے روانہ ہونے سے قبل) نوحؑ نے اپنے بیٹے کو آواز دی' جو اس کی جماعت میں شامل نہیں ہوا تھا' الگ رہا تھا' کہ بیٹا! تم بھی ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور ان انکار کرنے والوں کا ساتھ چھوڑ دو۔

۴۳ اس نے کہا کہ (تم جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ ایسا ہی ہوگا تو) میں کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھے سیلاب سے بچا لے گا۔ اس پر نوحؑ نے کہا کہ بیٹا! تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ آج اس طوفان سے' جو خدا کے قانون کے مطابق آ رہا ہے' کوئی بچانے والا نہیں۔ اس سے وہی بچ سکے گا جو خدا پر ایمان لا کر' اس کی رحمت کے دامن میں پناہ لے لے۔

اتنی بات ہوئی تھی کہ ان دونوں کے درمیان ایک بلند موج حائل ہو گئی' اور وہ بھی دوسروں کے ساتھ ڈوب گیا۔

۴۴ اور پھر (اللہ کا حکم ہوا کہ) اے زمین! تو اپنا پانی پی لے۔ اور اے بادلو! تم تھم جاؤ۔ چنانچہ پانی کا چڑھاؤ اتر گیا اور یوں وہ حادثہ ختم ہو گیا۔ اور نوحؑ کی کشتی' صحیح وسلامت' جودی پر ٹھہر گئی۔ اور جماعتِ مومنین کو بتا دیا کہ وہ ظالم (جو تمہیں اس طرح تنگ کیا کرتے تھے) زندگی اور اس کی کامرانیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔

۴۵ جب یوں اطمینان ہو گیا تو نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے نشوونما

الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓي اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

دینے والے! میرا بیٹا میرے اہل سے تھا۔ اور تیرا وعدہ تھا کہ میرے اہل کو بچا لیا جائے گا۔ اور تیرے وعدے ہمیشہ سچے ہوتے ہیں اور تیرے اوپر کوئی حاکم بھی نہیں جو تیرے فیصلوں کو بدل دے۔ اِن حقائق کے پیشِ نظر میرے بیٹے کو تو محفوظ رہنا چاہیئے تھا۔ وہ کیوں غرق کر دیا گیا!

۴۶ اس پر خدا نے کہا کہ اے نوحؑ! (تو نے "اہل" کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ وہ بیشک تیرا بیٹا تھا) لیکن تیرے اہل میں سے نہیں تھا۔ (تیرے اہل میں سے وہی ہو سکتے ہیں جن کے اعمال صالح ہوں)۔ اور اس کے اعمال غیر صالح تھے۔ ("اپنے" اور "بیگانے" کا یہ وہ معیار ہے جس کا تجھے علم نہیں تھا)۔ لہٰذا تجھے اس چیز کا مجھ سے مطالبہ نہیں کرنا چاہیئے جس کا تجھے علم نہ ہو۔ میں تمہیں ان باتوں کی اس لئے نصیحت کرتا ہوں کہ تمہیں حقائق کا علم ہو جائے۔

۴۷ نوحؑ نے کہا کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! میں اگر تجھ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کر لیتا ہوں جس کا مجھے علم نہیں ہوتا (تو تُو جانتا ہے کہ وہ محض ناواقفی کی بنا پر ہوتا ہے۔ کسی اور خیال سے نہیں ہوتا)۔ اس لئے مجھے توقع ہے کہ ان امور میں تیری شفقت اور رافت میری پوری طرح دیکھ بھال کرتی رہے گی اگر تیری طرف سے مجھے سامانِ حفاظت اور پرورش نہ ملیگا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

۴۸ ہم نے کہا کہ اے نوحؑ! اب کشتی سے اتر پڑو کیونکہ اب کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ (شاید تمہارے ساتھیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جو زمین اتنے دنوں تک غرقاب رہی ہے اس میں سامانِ زندگی کہاں سے ملے گا؟ سو اس بات کی فکر نہ کرو)۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو سامانِ زیست بڑی فراوانی سے ملے گا۔ باقی رہیں وہ جماعتیں جو تمہارا ساتھ نہیں دیں گی۔ سو ہمارے قانونِ طبیعی کے مطابق انہیں بھی دنیاوی زندگی میں سامانِ زینت ملے گا لیکن ان کا مستقبل تاریک ہوگا اور وہ آخر الامر دردناک تباہی میں مبتلا ہوں گے۔ (۱۱/۱۵ ــــ ۱۶)۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾ وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾

۴۹ اے رسول! یہ وہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم تمہیں بذریعہ وحی بتارہے ہیں- غیب کی اس لئے کہ اس سے پہلے تم' یا تمہاری قوم' ان تفاصیل سے واقف نہیں تھی- اور بتا اس لئے رہے ہیں کہ تاریخ کے ان نوشتوں سے تمہارے دل کو تقویت حاصل ہو کہ' ابتداءً کتنی ہی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے' آخر الامر کامیابی اسی جماعت کی ہوتی ہے جو قوانین خداوندی کی نگہداشت کرے- جب حقیقت یہ ہے تو تم نہایت استقامت سے اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہو- تمہاری کامیابی یقینی ہے-

۵۰ اسی طرح' قوم عاد کی طرف' ان کے بھائی بندوں میں سے' ہُودؑ کو رسول بنا کر بھیجا گیا- اس نے ان سے کہا کہ میری قوم! تم صرف قوانین خداوندی کی محکومیت اختیار کرو- اُس کے سوا' کائنات میں' کسی کا اقتدار نہیں- اس لئے تمہارا الٰہ بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا- اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھتے ہو' تو وہ تمہارا خود ساختہ' من گھڑت مذہب ہے-

۵۱ اے میری قوم! میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں' اور تمہاری بہبودی کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' اس کے لئے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا- میرا اجر و معاوضہ اس خدا کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے- اگر تم ذرا بھی عقل و فکر سے کام لو (تو یہ بات بآسانی تمہاری سمجھ میں آجائے کہ جس بات میں ایک شخص کا کوئی ذاتی فائدہ نہ ہو' وہ اخلاص ہی پر مبنی ہوگی)-

۵۲ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی غلط روش کی وجہ سے آنے والی تباہی سے بچنے کے لئے قوانین خداوندی سے حفاظت طلب کرو- اور اپنے تمام باطل عقائد چھوڑ کر' اس کی طرف لوٹ آؤ- تم اس کی شانِ ربوبیت کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح تمہاری خشک زمینوں کو بارش سے سیراب کرتا ہے جس سے تمہاری قوتیں دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہیں- اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ تم اسکے قوانین کی اطاعت کرکے اپنی شکرگذاری کا ثبوت دو- نہ یہ کہ الٹا ظلم و ستم پر اتر آؤ اور مجرمین

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

کی طرح اس کے قوانین سے مُنہ موڑ لو۔

۵۳ انہوں نے ہوؔد سے کہا کہ تم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کی جسے ہم واقعی محکم دلیل سمجھیں۔ ہم اپنے معبودوں کو محض تمہارے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔

۵۴ ہمیں کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ (تم نے جو ہمارے معبودوں کی گستاخی کی ہے تو) تم پر ان میں سے کسی کی مار پڑگئی ہے (جو تم اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرنے لگ گئے ہو۔ ورنہ اس سے پہلے تم اچھے بھلے تھے)۔

اس کے جواب میں ہوؔد نے صرف اتنا کہا ——— اور اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں سے اور کہا بھی کیا جاتا! ——— کہ میں اس پر خدا کو گواہ ٹھیراتا ہوں' اور تم بھی گواہ رہنا کہ تم غیر اللہ میں سے جس جس کو اُس کا شریک قرار دیتے ہو' میں ان سے یکسر بیزار ہوں۔

۵۵ تم جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو' سب کے سب مل کر کر لو۔ اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو (اس کے بعد دیکھو کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے!)۔

۵۶ میرا بھروسہ خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر ہے جو بڑا ہی محکم گیر اور قابلِ اعتماد ہے — اس خدا کا قانون جو میرا اور تمہارا' سب کا نشوونما دینے والا ہے۔ تم تو ایک طرف رہے' کائنات میں کوئی ذی حیات ایسا نہیں جو اس کے قانونِ مکافات کی گرفت سے باہر ہو۔ میرا خدا' (حق و عدل کی) سیدھی اور توازن بدوش راہ پر ہے۔ (لہٰذا' تم بھی' اس کے پیچھے پیچھے' اسی راہ پر چلو (۶۱/۵))۔

۵۷ اگر تم اس راہ سے روگردانی کروگے تو اس کے نتائج کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔ میرے ذمے فقط اتنا تھا کہ میں تم تک خدا کا پیغام پہنچا دوں۔ سو وہ میں نے پہنچا دیا۔ اب تم دیکھ لوگے کہ خدا کا قانونِ مکافات (تمہیں کس طرح تباہ و برباد کرکے) تمہاری جگہ ایک اَوْ

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا

قوم کو لے آتا ہے۔ تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ وہ ہر چیز کا نگران حال ہے۔

۵۸ چنانچہ جب اس قوم کی غلط روش کے نتائج برآمد ہونے کا وقت آگیا' تو ہم نے ہودؑ اور اسکے ساتھیوں کو' جو خدا پر ایمان لائے تھے اپنی مرحمت سے' اس سخت عذاب سے محفوظ رکھا (جس میں وہ قوم مبتلا ہونے والی تھی)۔

۵۹ یہ ہے سرگذشت قوم عاد کی' جس نے اپنے پروردگار کے قوانین سے انکار کیا اور اس کے رسولوں (کی دعوت) سے سرکشی برتی۔ اور اپنے ان سرکش اور مستبد حکام کی اطاعت کرتے رہے جو جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرتے تھے۔

۶۰ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ' حال اور مستقبل' دونوں کی زندگی میں' نوازشات خداوندی سے محروم رہ گئے ——— یاد رکھو! یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین سے انکار کیا تھا ——— دیکھو! قوم عاد کس طرح زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ گئی!

۶۱ اسی طرح' قوم ثمود کی طرف' اس کے بھائی بندوں میں سے' صالحؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے بھی ان سے یہی کہا کہ تم صرف قوانین خداوندی کی محکومیت اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی صاحب اقتدار نہیں۔ اس نے تمہیں اس ملک میں اٹھا کھڑا کیا اور اچھی طرح آباد کیا۔ تمہیں چاہیئے کہ تمہاری غلط روش کی بنا پر جو تباہی تم پر آنے والی ہے' اس سے بچنے کے لئے' خدا کے قوانین سے حفاظت طلب کرو۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر اس کی طرف رجوع کرو اور یوں اس کی رحمت کے سائے تلے آجاؤ۔ یاد رکھو! وہ تم سے دور نہیں' قریب ہے۔ اور تمہاری ہر پکار کا جواب دیتا ہے۔ (۲/۱۸۶)۔

۶۲ انہوں نے کہا کہ اے صالحؑ! تم سے تو ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں (کہ تم اپنے بزرگوں کے سچے جانشین بنو گے ہمارے معبودوں کا بول بالا کرو گے۔ اپنی قابلیت سے اس مذہب کو دور دور تک پھیلاؤ گے۔ لیکن تم نے اب ایسی باتیں شروع کر دیں جن سے ہماری تمام امیدیں خاک میں مل گئیں

أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾

تم ذرا سوچو تو سہی کہ تم ہم سے کیا کہہ رہے ہو؟) تم ہم سے یہ کہتے ہو کہ ہم انہیں اپنا معبود ماننا چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء و اجداد کرتے چلے آئے ہیں۔ جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو، ہمیں تو اس کی صداقت میں بڑا ہی شک ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہمارے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوتا ہے (کیونکہ وہ ہمارے اسلاف کے مسلک کے خلاف ہے)۔

۶۳ اس پر صالحؑ نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ خدا نے مجھے وحی جیسی نعمتِ کبریٰ سے نوازا ہے اور اس کی بنا پر میں صحیح راستے کی طرف راہ نمائی دینے والی روشن قندیل لئے کھڑا ہوں۔ اگر اس کے باوجود میں اس کے احکام سے سرکشی اختیار کروں تو مجھے اسکے قانونِ مکافات کی گرفت سے کون بچا لے گا؟ تم جو کچھ مجھ سے چاہتے ہو، اس سے تم میرے بھلے کی بات نہیں کرتے بلکہ سراسر تباہی کی طرف لیجاتے ہو۔

۶۴ (تم نے اس سامانِ رزق پر، جو خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے، اور جو تمام نوعِ انسان کے لئے یکساں طور پر کھلا رہنا چاہیئے، حد بندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ تم غریبوں اور کمزوروں کے جانوروں تک کو نہ کھلی زمین میں چرنے دیتے ہو، نہ چشموں سے پانی پینے دیتے ہو۔ تم نے ان سب کو اپنے جانوروں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ دیکھو!) یہ ایک اونٹنی ہے جو کسی کی ملکیت نہیں۔ میں اسے اللہ کی اونٹنی کو، اللہ کی زمین میں کھلے چھوڑتا ہوں تاکہ یہ اس میں چرے پھرے (اور اپنی باری پہ پانی پیئے ۹۱/۱۲)۔ اگر تم نے اسے اس طرح چرنے دیا تو یہ اس امر کی نشانی ہوگی کہ تم اپنی موجودہ روش سے باز آجانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ لیکن اگر تم نے اسے نقصان پہنچایا تو اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ تم اپنی غلط روش کو چھوڑنے والے نہیں۔ اس کے بعد، تم پر تباہی کا وہ عذاب آجائے گا جس کے ظہور کا وقت کچھ دُور نہیں۔ میری آنکھیں اسے بہت قریب دیکھ رہی ہیں۔

۶۵ انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس پر صالحؑ نے کہا کہ تم اپنے گھروں میں تین دن تک اور بس لو۔ اس کے بعد تم پر تباہی آجائے گی۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا ثابت نہیں ہوگا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾

(چونکہ وہ صالح کی کسی بات کو سچا نہیں مانتے تھے اس لئے انہوں نے اسے بھی دھمکی ہی سمجھا)۔

۶۶ چنانچہ جب ظہور نتائج کا وقت آگیا تو ہم نے صالحؑ کو اور اس کے ان ساتھیوں کو جو صاحبِ ایمان تھے اپنی رحمت سے اس رسوا کن عذاب سے بچا لیا۔ یقیناً تیرے خدا کا قانون بڑا ہی طاقتور اور غالب رہنے والا ہے۔

۶۷ اور ان سرکش لوگوں کو ایک زور کی کڑک (اور زلزلہ ۷ـ۷) نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔

۶۸ اور وہ گھر اس طرح ویران ہو گئے گویا یہ لوگ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔
یاد رکھو! ثمود نے قوانین خداوندی سے انکار و سرکشی کی راہ اختیار کر رکھی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ گئے۔

۶۹ (اور اسی طرح قوم لوط کی تباہی ہوئی۔ ان کا قصہ یوں ہے کہ) خدا نے اپنے فرستادگان ابراہیمؑ کی طرف بھیجے جنہوں نے اسے خوشخبری دی (جس کا ذکر آگے چل کر آتا ہے) انہوں نے ابراہیمؑ کو سلامتی کی دعا دی جس کے جواب میں ابراہیمؑ نے بھی ویسی ہی دعا دی۔ اور اس کے بعد بلا توقف ان کے لئے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا کہ مہمانوں کی تواضع کی جائے۔

۷۰ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ اس سے وہ ان کی طرف سے بدگمان سا ہوا اور دل میں خطرہ محسوس کیا۔ (کیونکہ اس ملک کا دستور تھا کہ جو کسی کے ہاں بُرے ارادے سے آتے وہ اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتا تھا)۔ جب انہوں نے ابراہیمؑ کے ان ساوس کو محسوس کیا تو اس سے کہا کہ ڈرو نہیں۔ ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں (تاکہ ان کی تباہی سے پہلے اتمام حجت ہو جائے جس طرح ثمود کی تباہی سے پہلے ناقہ صالحؑ کے ذریعے اتمام حجت ہوا تھا۔ ۵۴/۲۷)۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

---

۷۱ ابراہیمؑ کی بیوی بھی پاس ہی کھڑی تھی۔ اسے یہ سن کر اطمینان ہوا اور وہ جی میں خوش ہوئی کہ خطرہ کی بات کوئی نہیں۔ عین اُسی وقت ہم نے اسے اسحٰقؑ کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ اور یہ بھی کہ اسحٰقؑ کے بعد ان کے ہاں ان کا پوتا یعقوبؑ پیدا ہوگا اور اس طرح اس سرزمین پر (قوم لوط کی تباہی کے بعد) ان کی نسل پھیل جائے گی۔

۷۲ اس پر ابراہیمؑ کی بیوی نے کہا کہ یہ تو بڑی تعجب انگیز ——— اور میرے لئے عجوب کن ——— بات ہے کہ میرے ہاں اس عمر میں' جبکہ میں اس قدر سن رسیدہ ہوچکی ہوں' اولاد ہوگی۔ اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔ ان حالات میں اولاد کا ہونا' حیرت انگیز سی بات ہے۔

۷۳ اس پر انہوں نے کہا کہ تم اللہ کے کاموں پر تعجب کیوں کرتی ہو؟ اے اہل خانہ! یہ تو تمہارے لئے خدا کی رحمت اور برکت کی خوش خبریاں ہیں۔ اسکی رحمتوں ہی سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر سزاوار حمد و ستائش اور کس قدر فراوانیاں عطا کرنے والا ہے۔ ($\frac{۵۱}{۲۹}$)۔

۷۴ جب ابراہیمؑ کے دل سے' ان کی طرف سے پیدا شدہ گھبراہٹ دُور ہوگئی اور بیٹے کی خوشخبری سے اور بھی اطمینان حاصل ہوا' تو قوم لوط کے متعلق ان سے سوال و جواب کرنے لگا۔ کہ انہیں کیوں ہلاک کیا جا رہا ہے۔

۷۵ اس میں شبہ نہیں کہ ابراہیمؑ بڑا متحمل مزاج تھا' اس لئے وہ ذرا ذرا سی بات پر یونہی بھڑک نہیں اٹھتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سینے میں بڑا دردمند دل رکھتا تھا جس کی وجہ سے وہ دوسروں کی مصیبت کو بڑی شدت سے محسوس کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قوم لوط کی تباہی کی خبر کو اس نے اس طرح محسوس کیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی' اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ہر معاملے کے فیصلے کے لئے ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔ اس لئے اس کی رقتِ قلبی' اتباعِ قوانین پر غالب نہیں آتی تھی۔

يَٰإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ
رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِنْ
قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي
ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿٧٩﴾
قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا يَٰلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ

٧٦ انہوں نے کہا- اے ابراہیمؑ! تو اس بات کا خیال چھوڑ دے (کہ وہ قوم تباہی سے بچ جائے) حقیقت یہ ہے کہ تیرے پروردگار کے قانون کے مطابق' اس قوم کے اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت آچکا ہے- اب ان پر وہ تباہی آنے والی ہے جو پلٹ نہیں سکتی۔

٧٧ چنانچہ جب ہمارے فرستادگان' ابراہیمؑ سے رخصت ہوکر لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے پریشان ہوگیا' اور اپنی بے بسی کے احساس سے دل میں کہنے لگا کہ آج بڑی مصیبت کا دن ہے- دیکھئے کیا ہوتا ہے! (اس کی پریشانی کی وجہ یہ بھی کہ وہ جانتا تھا کہ وہاں کے لوگ' نووارد اجنبیوں سے' کس قسم کا سلوک کیا کرتے ہیں- اور چونکہ یہ نووارد' آکر ٹھہرے بھی لوطؑ کے پاس تھے' اس لئے وہ اور بھی زیادہ پریشان ہوگیا)۔

٧٨ اس کی قوم کے لوگ اجنبیوں کے آنے کی خبر سن کر بدمستی میں دوڑتے ہوئے آئے —— وہ پہلے ہی سے اس روشِ بد کے خوگر تھے —— لوطؑ نے انہیں (الگ لے جاکر کہا کہ ذرا سوچو تو سہی کہ تم کیا کر رہے ہو!) - یہ تمہاری بیویاں' جو میرے لئے بمنزلہ میری بیٹیوں کے ہیں' تمہارے لئے جائز اور مناسب ہیں- ان کی طرف رجوع کرنا' بڑی پاکیزہ روش ہے- تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو' اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو- (یہ بڑی شرم کی بات ہے)- کیا تم میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو شرافت سے کام لے اور عقل و ہوش کو ہاتھ سے نہ جانے دے!

٧٩ انہوں نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ ہمیں عورتوں سے جنہیں تو اپنی بیٹیاں کہتا ہے' کچھ دلچسپی نہیں- اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟

٨٠ لوطؑ نے کہا کہ اے کاش! میرے پاس تمہارے مقابلہ کی خود طاقت ہوتی' یا کوئی قوی سہارا ہوتا جس کی مدد سے میں تمہیں ان حرکات سے روک سکتا۔

٨١ لوطؑ کے مہمانوں نے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں- ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں (اور

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

اتمامِ حجت کے لئے ان کی طرف آئے ہیں)۔ یہ لوگ تجھ پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ تو ان کی دست درازیوں سے محفوظ رہے گا۔ یوں کرو کہ جب رات کا تھوڑا سا حصہ گذر جائے تو اپنے رفقاء کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ' اور اس سرزمین سے یوں دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو کہ پھر اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھو۔ تمہارے سب رفیق تمہارے ساتھ چلے جائیں گے لیکن تمہاری بیوی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔ (یہ دوسری پارٹی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے) اسے وہی کچھ پیش آئیگا جو دوسروں کو پیش آنے والا ہے۔ ان کی تباہی کے لئے صبح کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ اور صبح ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

۸۲ چنانچہ جب اس تباہی کا وقت آ گیا تو اس بستی کی تمام بلند عمارتیں نیچے گر کر پستیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ (آتش فشاں پہاڑ کے ایک جھٹکے نے اسے تہ و بالا کر دیا) اور اس کے بڑے بڑے کھینگر ان پر بارش کی طرح برسنے لگے (۵۱/۳۴) — پیہم اور مسلسل بارش کی طرح۔

۸۳ وہ پتھر' خدا کے ہاں سے موت کا پیغام بن کر ان پر نازل ہونے شروع ہو گئے۔ اس لئے کہ قانونِ مکافات کی رُو سے' تباہی کا عذاب' ظالمین سے کچھ دُور نہیں ہوتا (کہ اسے وہاں تک پہنچنے میں دیر لگے اور وہ اتنے میں اپنی حفاظت کا سامان کر لیں)۔

۸۴ اور اسی طرح ہم نے قومِ مدین کی طرف' ان کے بھائی بند شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے بھی ان سے یہی کہا کہ تم صرف خدا کی محکومیت اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی صاحبِ اقتدار نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت تو تم بڑے خوشحال ہو' لیکن تم نے اپنے معاشرہ میں سخت معاشی ناہمواریاں پیدا کر رکھی ہیں۔ اس حالت کو بدلو اور اپنے ناپ تول کے پیمانوں کو پورا رکھو۔ ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجھے خطرہ ہے کہ تم پر ایسی تباہی آ جائے گی جو تم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔

وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (۸۵) بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (۸۶) قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ (۸۷) قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ رَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ (۸۸)

---

۸۵ اے میری قوم کے لوگو! اپنے معاشی نظام کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھو اور کسی کے حق میں کمی نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو ملک میں سخت ناہمواریاں پیدا ہو جائیں گی اور معاشرہ تہس نہس ہو جائے گا۔

۸۶ یاد رکھو! (جو کچھ تم اس طرح فریب کاری اور سلب و نہب سے جمع کر لیتے ہو اگرچہ وہ بظاہر بہت کچھ نظر آتا ہے لیکن وہ تمہارے لئے قطعاً نفع بخش نہیں ہو سکتا)۔ ثبات و دوام صرف ان مفادات کے لئے ہے جو قانون خداوندی کے مطابق حاصل کئے جائیں ـــــ اور خدا کا قانون یہ ہے کہ ثبات و دوام اسے حاصل ہو سکتا ہے جو نوع انسان کے لئے منفعت بخش ہو (۱۳/۱۷)۔ لیکن یہ بات تمہاری سمجھ میں اُس وقت آ سکتی ہے جب تم خدا کے قانون کی صداقت کو تسلیم کرو۔ (اگر تم اس پر یقین نہیں رکھتے تو اسے تم سے جبراً نہیں منوایا جا سکتا)۔ اس لئے کہ میں تم پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

۸۷ انہوں نے کہا کہ اے شعیبؑ! (تم جو کچھ کہتے تھے اس سے ہم نے سمجھا تھا کہ تم صرف پوجا پاٹ کا کوئی اپنا طریق لے کر آئے ہو۔ اس لئے ہم نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا تھا۔ ہمارے ذہن میں تھا کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے طریقے پر پوجا پاٹ کرتے رہیں گے۔ تم اپنے طریق پر کرتے رہو۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ معاملہ صرف پوجا پاٹ کا نہیں۔ تیری صلوٰۃ صرف پرستش نہیں۔ یہ تو ہماری روزمرہ کی عملی زندگی کے اُن شعبوں میں بھی دخیل ہو رہی ہے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں)۔ کیا تیری صلوٰۃ تجھ سے یہ کہتی ہے کہ ہم اُن معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے اسلاف کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ کہ نہ ہم جس طرح ہمارا جی چاہے دولت حاصل کریں۔ اور نہ ہی جس طرح جی چاہے اسے خرچ کریں؟ چہ خوب! اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے آباء و اجداد جن سے یہ موجودہ نظام منتقل ہو کر چلا آ رہا ہے سب ظالم اور جاہل تھے۔ اور عقل و فہم، تحمل و بردباری، غریبوں کی ہمدردی اور غمخواری سب تمہارے حصے میں آ گئی ہے!

۸۸ شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! ذرا اس پر غور کرو کہ میرے پروردگار نے عقل و بصیرت کے

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ
لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا
نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾

نمایاں راستے میرے سامنے کشادہ کر دیئے ہوں - اور لوٹ کھسوٹ' بد دیانتی اور بے ایمانی سے حاصل کردہ روزی کے بجائے' مجھے نہایت عمدہ خوشگوار اور حلال و طیّب روزی عطا کی ہو۔ (تو میں اس کے بعد بھی تمہیں صحیح راستے کی طرف آنے کی دعوت نہ دوں ؟) - نہ ہی میں ایسا کر سکتا ہوں کہ جن باتوں سے میں تمہیں روکتا ہوں' انہیں خود اختیار کر لوں - میں جو کچھ دوسروں سے کہتا ہوں خود اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا - میں تو اس کا تہیّہ کر چکا ہوں کہ جہاں تک میرے بس میں ہوگا' میں تمہارے غلط نظام معاشرہ کی اصلاح کروں گا - (میں جانتا ہوں کہ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے جن اسباب و ذرائع کی ضرورت ہے وہ سردست مجھے میسر نہیں - لیکن) مجھے وہ تمام اسباب' قانونِ خداوندی کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو جائیں گے - اس کے قانون کی محکمیت پر مجھے پورا پورا بھروسہ ہے - اور سفرِ حیات میں میرا ہر قدم' اُسی سرچشمۂ خیر و خوبی کی طرف اٹھتا ہے۔

۸۹ اے میری قوم! دیکھنا! میری مخالفت میں تم کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھنا جس سے تمہارا بھی وہی حشر ہو جائے جو نوحؑ - ہودؑ یا صالحؑ کی قوم کا ہوا تھا - یا قومِ لوطؑ کا سا حال' جس سے تم اچھی طرح باخبر ہو کیونکہ وہ کچھ زیادہ عرصہ کی بات نہیں - نہ ہی ان کی تباہ شدہ بستیاں تم سے کچھ زیادہ دُور واقع ہوئی ہیں۔

۹۰ تم اپنی موجودہ غلط روش کے تباہ کن نتائج سے اس طرح بچ سکتے ہو کہ تم' اس راستے کو چھوڑ کر' خدا کے راستے کی طرف آجاؤ - اور سلب و نہب کے موجودہ نظام کی جگہ خدا کا نظامِ ربوبیت قائم کر کے' اس سے اپنی حفاظت کا سامان طلب کرو ——— وہ نظامِ خداوندی نہایت شفقت آمیز انداز سے سامانِ مرحمت عطا کرتا ہے۔

۹۱ انہوں نے کہا کہ اے شعیبؑ! پہلی بات یہ ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس میں سے بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں! اس لئے انہیں ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - دوسرے یہ کہ تم کوئی ایسے صاحبِ قوت و اقتدار بھی نہیں کہ اس کی وجہ سے ہم تمہاری باتوں کو مجبوراً مان لیں - حقیقت یہ ہے کہ ہمیں محض تمہاری برادری کا لحاظ ہے - اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نہ ہوتے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

توہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکتے۔

۹۲ شعیبؑ نے کہا کہ اچھا! تمہیں خدا کے قانونِ مکافات کا کوئی ڈر نہیں۔ ڈر ہے تو میری برادری کا ہے۔ میں اب سمجھا کہ تم جو خدا کا نام لیتے رہتے ہو' وہ محض برائے وزنِ بیت ہے۔ تم نے اسے بطور (EXTRA) اپنے ساتھ رکھ چھوڑا ہے' کہ جب اور کوئی ذریعہ باقی نہ رہے تو اس سے کام لے لیا جائے' ورنہ مدد اور سہارے کے لئے تمہاری نگاہیں اور ہی طرف اٹھتی ہیں۔ حالانکہ اگر تم آنکھیں رکھتے تو تمہیں نظر آجاتا کہ خدا کا قانونِ مکافات تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۹۳ بہر حال میں نے سمجھ لیا ہے کہ وعظ و نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جاؤ اور مجھے میرے پروگرام کے مطابق کام کرنے دو۔ نتائج بہت جلد بتا دیں گے کہ وہ کون ہے جس پر رسوا کن تباہی کا عذاب آتا ہے۔ اور کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

۹۴ چنانچہ جب ظہورِ نتائج کا وقت آگیا تو ہم نے شعیبؑ اور اسکے رفقاء کو جو اسکے ساتھ ایمان لائے تھے' اپنی رحمت کے مطابق بچا لیا اور جن لوگوں نے سرکشی اختیار کر رکھی تھی انہیں زلزلہ کے سخت عذاب نے گھیر لیا۔ اور جب صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں بے حس و حرکت پڑے تھے۔

۹۵ اور ان کے گھر اس طرح ویران ہو چکے تھے گویا ان میں کبھی کوئی بسا ہی نہ تھا۔

دیکھو! اہلِ مدین بھی اس طرح زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ گئے' جس طرح ان سے پہلے' قوم ثمود محروم رہ گئی تھی۔

۹۶ اور اسی طرح ہم نے موسیٰؑ کو اپنے قوانین' اور واضح سند (اتھارٹی) دے کر' فرعون اور اسکے سرداروں کی طرف بھیجا۔ **۹۷** انہوں نے موسیٰؑ کی بات نہ مانی اور فرعون کا حکم مانتے رہے حالانکہ

مَلَاۡئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ ۚ وَمَاۤ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ ﴿۹۷﴾ يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتۡبِعُوۡا فِىۡ هٰذِهٖ لَعۡنَةً وَّيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ بِئۡسَ الرِّفۡدُ الۡمَرۡفُوۡدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيۡكَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيۡدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىۡ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

فرعون کے احکام یکسر استبداد پر مبنی تھے اور انہیں عقل و بصیرت سے بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔

۹۸ (ہم نے موسیٰؑ سے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں) جب بنی اسرائیل تمہارے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے تو یہ (فرعون) ان کی مخالفت میں اپنی قوم کو لے کر نکلے گا اور خود ان کی قیادت کرے گا اور اس طرح انہیں تباہی اور بربادی کے گھاٹ پر لے جائے گا' اور وہ بہت ہی برا گھاٹ ہوگا جس تک یہ لوگ پہنچیں گے (۲۰:۷۸)۔ یہی حالت ان کی آخرت کی زندگی میں ہوگی جہاں یہ (فرعون) اپنی قوم کو جہنم تک پہنچا دے گا۔

۹۹ چنانچہ یہی ہوا۔ وہ قوم اس دنیا میں بھی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم ہوگئی اور مستقبل کی زندگی کی شادابیوں سے بھی۔ یہ کیسا ناخوشگوار صلہ ہے جو کسی کو اس کی جدوجہد کا ملے۔ (لیکن جب جدوجہد ہی غلط ہو تو اس کا صلہ کس طرح خوشگوار مل جائے؟)۔

۱۰۰ یہ اقوامِ گزشتہ میں سے چند ایک کی سرگذشت ہے جسے ہم تم سے بیان کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ آبادیاں تو ابھی تک موجود ہیں' اور باقی اجڑ چکی ہیں۔

۱۰۱ (تم نے ان کے حالات سے دیکھ لیا ہوگا کہ) ہم نے ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر زیادتی کی (جو قوانین خداوندی کو چھوڑ کر غیر خداوندی قوتوں کی اطاعت اختیار کر لی)۔ سو جب ان کے اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت آگیا تو وہ جن غیر خداوندی قوتوں کے احکام کی اطاعت کیا کرتے تھے اور انہیں اپنا خدا سمجھے بیٹھے تھے' وہ ان کے کسی کام بھی نہ آسکیں۔ ان کی اطاعت اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی کہ اُلٹا ان کی تباہی کا موجب بن جائے۔

۱۰۲ (لہٰذا' تاریخ کے ان نوشتوں سے تم اس محکم اصول کو یاد رکھو کہ) جب بھی کوئی قوم ظلم و سرکشی پر اتر آئے' تو خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت اسے پکڑ لیتی ہے۔ اور یہ گرفت بڑی سخت اور الم انگیز ہوتی ہے۔

لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۳ اقوامِ گذشتہ کی ان داستانوں میں، اور قانونِ مکافات کے اس غیر متبدل اصول میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، اس قوم کے لئے واضح دلائل ہیں جو مستقبل کی تباہ کاریوں اور بربادیوں کے احساس سے خائف رہتی ہے اور اس سے بچنا چاہتی ہے۔

(اسی محکم قانون کے مطابق اس قوم کا بھی حشر ہوگا جو، اے رسول! تیری دعوت کی اس طرح مخالفت کر رہی ہے)۔ ان کی اس روش کے نتائج اُس دن سامنے آئیں گے جب دونوں فریق، ایک میدان میں، ایک دوسرے کے مقابل جمع ہوں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اعمال کے نتائج مشہود طور پر سامنے آجائیں گے۔ (یعنی اس انداز سے جیسے سب محسوس طور پر دیکھ لیں)۔

۱۰۴ ہم اپنے قانونِ مہلت کے مطابق، اس دن کو ایک مدتِ معینہ کے لئے ملتوی کر رہے ہیں۔ (لیکن یہ آکر ضرور رہے گا)۔

۱۰۵ اُس وقت سب فیصلے قانونِ خداوندی کے مطابق ہوں گے، اور کوئی شخص اُسکے خلاف بات تک نہیں کر سکے گا۔ (آج کی طرح نہیں کہ جس نے کچھ قوت فراہم کرلی اس کی بات قانون بن گئی)۔

اُس وقت، دونوں گروہ نکھر کر الگ ہوجائیں گے (۵۹/۳۶) —— ایک وہ جو زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے محروم رہ جائیں گے۔ یہ بڑے ہی بدقسمت ہوں گے۔ دوسرے وہ جو ان خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔ یہ بڑے خوش بخت ہوں گے۔

۱۰۶ زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ جانے والوں کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس کر رہ جائیں گی (کہ وہ عمل تھے ہی ایسے نتائج پیدا کرنے والے)۔ اور ان کے لئے عمر بھر کا چیخنا چلّانا اور واویلا کرنا ہوگا (۲۱/۱۰۰)۔

۱۰۷ یہ وہ قومیں ہیں جن میں دوبارہ زندہ ہونے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے ان پر ہمیشہ کے لئے تباہی مسلط ہوجاتی ہے۔ یہ قوانین تیرے پروردگار نے کائنات کے کلی پروگرام

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

کو سامنے رکھ کر اپنے اختیار وارادہ سے بنائے ہیں' اس لئے نہ ان میں کوئی دخل دے سکتا ہے' نہ ان پر معترض ہو سکتا ہے۔

۱۰۸ ان کے برعکس' خوش بخت قوم' زندگی کی خوشگواریوں سے شادکام ہوگی' اور ان خوشگواریوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا (۴۸:۹۵)۔

یہی تقسیم اس زندگی کے بعد بھی قائم رہے گی۔ بدبخت جہنم میں ہوں گے' اور خوش بخت جنت میں۔

۱۰۹ سو یہ لوگ' جو خدا کو چھوڑ کر دوسری قوتوں کے سامنے جھکتے ہیں' ان کے انجام کے متعلق تم اپنے دل میں ذرا سا شبہ پیدا نہ ہونے دو۔ یہ انہی قوتوں کی اطاعت کرتے ہیں جن کی اطاعت ان کے وہ آباء واجداد کرتے تھے (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ سو جس قسم کا انجام اُن کا ہوا' اُسی قسم کا ان کا ہوگا)۔ ہمارا قانونِ مکافات' ہر عمل کا بدلہ' بلا کم وکاست' پورا پورا' دیا کرتا ہے۔

۱۱۰ اس سے پہلے' کتاب موسیٰ میں بھی ہم نے یہی کچھ کہا تھا۔ لیکن اس میں اختلاف پیدا کر دیا گیا (یہی وہ' ان کا' خود پیدا کردہ اختلاف ہے جس کی بنا پر یہ یہود' تمہاری مخالفت کر رہے ہیں)۔ اگر تمہارے پروردگار کے قانون مکافات میں مہلت اور تدریج کی گنجائش نہ رکھی گئی ہوتی' تو ان کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ یہ لوگ (اسی مہلت کی وجہ سے) اس قانون کی نتیجہ خیزی کے متعلق شبہ میں پڑ گئے اور ایک عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔

۱۱۱ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ تیرے پروردگار کا قانونِ مکافات' ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے کر رہتا ہے۔ وہ ہر ایک کے عمل سے باخبر ہے۔

۱۱۲ لہٰذا' تم ان کے متعلق کوئی تشویش نہ کرو۔ تم' اور تمہارے ساتھ وہ لوگ جو اپنی غلط روش کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر آجاتے ہیں' اور یوں تمہاری جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں' سب کے

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّـيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰي لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ

سب' اس توازن بدوش انقلاب کی راہ پر ثابت قدم رہو' جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے ——— پھر سن لو کہ اس میں' توازن اور اعتدال کو ہمیشہ ملحوظ رکھو اور حدود سے تجاوز نہ کرو۔ خدا کا قانون مکافات تمہارے اعمال پر بھی کڑی نگاہ رکھتا ہے۔

۱۱۳ (یہ لوگ تم سے مفاہمت کی بھی کوشش کریں گے اور چاہیں گے کہ کچھ تم پیچھے ہٹو' کچھ یہ آگے بڑھیں اور اس طرح مصالحت کر لی جائے۔ ۶۸/۹ ؛ ۱۷/۷۳-۷۴ ؛ ۲۱/۵ ۔ لیکن تم ہرگز ایسا نہ کرنا) اور یہ لوگ جو' قانون خداوندی سے سرکشی برت رہے ہیں' ان کی طرف بالکل نہ جھکنا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی تباہی کی آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ جاؤ گے۔ اس تباہی سے بچانے والا صرف خدا کا قانون ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں۔ اگر اس کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ گیا تو پھر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

۱۱۴ اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ تم اجتماعاتِ صلوٰۃ کا نہایت پابندی سے اہتمام کرتے رہو ——— صبح' شام' رات گئے۔ اس سے معاشرہ کی تشکیل صحیح متوازن خطوط پر ہو جائے گی اور وہ ہمواریاں پیدا ہو جائیں گی جو تمام سابقہ ناہمواریوں کو دور کر دیں گی ——— یاد رکھو! ناہمواریاں دور کرنے کا طریق ہی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہمواریاں پیدا کر دی جائیں۔ تخریبی کارروائیوں کے نقصان رساں اثرات مٹتے ہی تعمیری کاموں سے ہیں ——— یہ ہر اس قوم کے لئے محکم اصول حیات ہے جو قوانین خداوندی کو اپنے سامنے رکھنا چاہتی ہے۔

۱۱۵ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس پروگرام پر نہایت استقامت سے کاربند رہا جائے۔ (کیونکہ اس کے نتائج ایک وقت کے بعد جا کر برآمد ہوں گے)۔ یہ استقامت اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ تمہارا اس حقیقت پر ایمان محکم ہو کہ' جو قوم خدا کے تجویز کردہ پروگرام پر حسن کارانہ انداز سے عمل پیرا ہو' اس کی محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔ اسکے نتائج مرتب ہونے میں وقت تو لگتا ہے' لیکن اس کی محنت رائگاں نہیں جا سکتی ——— یہ' اس حقیقت پر یقین ہی ہے جو اس صبر آزما مرحلہ میں' کسی کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتا۔

۱۱۶ (ان تمام تفاصیل کے بعد' جو اوپر دی گئی ہیں' تم دیکھو کہ اقوام گزشتہ کے احوال کو ا[لٹ]

يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾

سے تم کس نتیجہ پر پہنچتے ہو؟ اسی نتیجہ پر کہ) جن لوگوں کو ہم تباہی سے بچا لیتے تھے' ان میں سے بھی (بعد میں) صرف معدودے چند ایسے رہ جاتے تھے جو اپنے مفاد کو قانون خداوندی کے مطابق حاصل کرنے کی کوشش کرتے (۱۱/۸۴)۔ اور لوگوں کو' ملک میں ناہمواریاں پیدا کرنے سے روکتے۔ ورنہ باقیوں کا تو یہ حال تھا کہ وہ' قوانین خداوندی سے سرکشی برت کر اپنی اپنی مفاد پرستیوں کے پیچھے لگے رہتے۔ اور دوسروں کا سب کچھ لوٹ کھسوٹ کر لے جاتے تاکہ اُن کی آسودگیوں' اور تن آسانیوں میں فرق نہ آنے پائے (خواہ باقی انسانوں پر کچھ ہی کیوں نہ گزرے)۔ یہ تھے ان کے جرائم جن کی وجہ سے ان پر تباہی آتی تھی۔

۱۱۷ یاد رکھو! خدا نے کبھی ایسا نہیں کیا (نہ ہی وہ ایسا کرتا ہے) کہ کسی بستی کو یونہی (اندھا دھند) ظلم و زیادتی سے تباہ کر دے' درانحالیکہ اس کے رہنے والے' اپنے' اور دوسرے لوگوں کے' حالات کو سنوارنے والے ہوں۔

۱۱۸ (اس سے شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خدا نے ایسا سلسلہ کیوں رکھا ہے کہ لوگ حق و صداقت کی مخالفت کرتے ہیں اور اس طرح باہمی کشمکش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس نے ایسا کیوں نہیں کر دیا کہ سب انسان ایک ہی راستے پر چلتے۔ سو جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے (۵/۴۸)۔ خدا کے لئے یہ قطعاً مشکل نہیں تھا کہ وہ انسانوں کو بھی' کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح' بلا اختیار و ارادہ پیدا کر دیتا اور اس طرح وہ سب' مجبوراً' ایک ہی راہ پر چلے جاتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے انسانوں کو صاحب اختیار و ارادہ پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ باہمدگر اختلاف کرتے ہیں۔

۱۱۹ ان اختلافات سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ لوگ' قوانین خداوندی کا اتباع کریں (۲/۳۸ — ۳۶)۔ ایک صاحب اقتدار ہستی کے قانون کا اتباع کرنے سے اختلافات خود بخود مٹ جاتے ہیں۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے ایسا قانون بھی عطا کر دیا ہے۔ انسان کو اس

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِى هَـٰذِهِ ٱلْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَـٰمِلُونَ ﴿۱۲۱﴾ وَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلَّهِ غَيْبُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ ٱلْأَمْرُ كُلُّهُۥ فَٱعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ

انداز سے پیدا کرنے کا مقصد ہی یہ تھا (۹۹/۵) کہ وہ اپنے اختیار وارادہ سے قانونِ خداوندی کے اتباع سے اپنے اختلافات مٹا کر ایک امت بن کر رہے۔ ایسا بالآخر ہو کر رہے گا۔ (۲/۲۱۳؛ ۱۰/۱۹)۔ لیکن (اس دوران میں) جو لوگ علم وبصیرت سے کام لینے کے بجائے اپنے جذبات کے پیچھے لگے رہیں گے (۷/۱۷۹) وہ تباہیوں اور بربادیوں کے جہنم میں جائیں گے ——— خواہ وہ شہروں کی مہذب آبادی سے متعلق ہوں یا بدوی اور صحرائی زندگی بسر کرتے ہوں ——— یہ ہمارا اٹل قانون ہے (اور تاریخ کے نوشتے اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ کس طرح صحیح ثابت ہوتا چلا آرہا ہے)۔

۱۲۰ اے رسول! ہم تمہیں (اقوامِ سابقہ اور) انبیائے گزشتہ کی یہ داستانیں اس لئے سناتے رہتے ہیں کہ اس سے تمہارا دل مضبوط ہو۔ اس قرآن میں ہم نے تمام حقائق (واضح انداز میں) بیان کر دیئے ہیں۔ یہ حقائق اور اس کی اخلاقی قدریں جماعتِ مومنین کو اس حقیقت کی یاد دلاتی ہیں (کہ ان کی زندگی کا نصب العین کیا ہے اور وہ کس طرح سے حاصل ہوگا)۔

۱۲۱ (اے رسول! ان دلائل و براہین اور تاریخی شواہد کی روشنی میں) تم بھی اپنے مخالفین سے کہدو (جس طرح انبیائے سابقہ نے کہا تھا۔ ۱۱/۹۳) کہ تم اپنے پروگرام پر عمل کرتے رہو۔ ہم اپنے پروگرام پر عمل کرتے رہیں۔

۱۲۲ اس کے بعد تم بھی نتائج کا انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

۱۲۳ (تمہارا یہ چیلنج اس خدا کے اٹل قانون پر مبنی ہے) جس کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کی ہر شے مصروفِ عمل ہے اور تمام معاملات کا فیصلہ اُس کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ (اس لئے ہو نہیں سکتا کہ اس کے جس پروگرام کی تکمیل کے لئے تم اٹھے ہو، وہ کامیاب نہ ہو)۔ بس تم اُس کے قوانین کی کامل اطاعت کرتے رہو اور ان کی نتیجہ خیزی پر پورا پورا بھروسہ کرو۔ یاد رکھو! تمہارا پروردگار کسی کے

عَلَيۡهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾

عمل سے بے خبر نہیں ہوتا کہ اس کا نتیجہ مرتب ہونے سے رہ جائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۟﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۳﴾ اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ رَاَیۡتُہُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴﴾ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ

خدائے علیم و حسیم کا ارشاد ہے کہ

١ یہ ایک واضح ضابطہ قوانین کی آیات ہیں۔

٢ ہم نے قرآن کو واضح اور فصیح اس لئے بنایا ہے کہ تم اچھی طرح سمجھ بوجھ سے کام لے سکو۔

٣ اے رسول! ہم اس قرآن کو تم پر وحی کے ذریعے نازل کر کے تم سے انبیائے سابقہ اور اقوام گزشتہ کی سرگذشتیں بہترین طریق پر بیان کرتے ہیں۔ وہ سرگزشتیں جن سے تم نزولِ قرآن سے پہلے باخبر نہیں تھے۔ (انہی میں یوسفؑ کی سرگذشت ہے جسے اب بیان کیا جاتا ہے)۔

٤ آغاز داستان اُس وقت سے ہوتا ہے جب یوسفؑ نے اپنے باپ (یعقوبؑ) سے کہا کہ میں نے (خواب میں ١٢/١٠٠) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں۔ اور چاند اور سورج' یہ سب میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

٥ باپ نے بیٹے سے کہا کہ اس خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا (جو سوتیلے تھے ١٢/٥٩) ورنہ وہ تیرے خلاف کسی منصوبے کی خفیہ تدبیریں کرنے لگ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان (حسد و عداوت کا جذبہ) انسانوں میں تفرقہ پیدا کر کے' بھائی کو بھائی کا

رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ
رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ
مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝۷
اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ۝۸ اقْتُلُوْا
يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ
لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰

بیری بنا دیتا ہے۔

۶ مجھے نظر آتا ہے کہ تیرا پروردگار تجھے کسی عظیم مقصد کے لئے منتخب کریگا اور تجھے ایسی فراست و بصیرت عطا کر دے گا کہ تیری نگاہ معاملات کے انجام و مآل تک فوراً پہنچ جائے۔ وہ تجھے اپنی عنایات سے سرفراز کرے گا۔ اور تیرے ذریعے یعقوبؑ کے گھرانے پر اتمام نعمت کرے گا، جس طرح اس نے، اس سے قبل، تیرے آباء و اجداد —— ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ —— پر اتمام نعمت کیا تھا۔ یقیناً تیرا پروردگار ہر بات سے واقف ہے اور اسکے فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔

۷ (آگے بڑھنے سے پہلے، اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قصہ سے یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کی آویزش کی داستان بیان کرنا مقصود نہیں) اس میں ہر اس شخص کے لئے عبرت و موعظت کی واضح نشانیاں ہیں جو اپنے آپ کو ان نشانیوں کا ضرورتمند سمجھے۔

۸ برادرانِ یوسفؑ، آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب بات ہے کہ، ہمارا باپ، ہماری نسبت یوسفؑ اور اس کے (حقیقی) بھائی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حالانکہ ہمارا جتھہ بڑا ہے، اور اس اعتبار سے ہماری قوت بھی بہت زیادہ ہے۔ یقیناً اس باب میں ہمارا باپ بڑی غلطی کرتا ہے۔

۹ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ اس مصیبت کا حل یہ ہے کہ یوسفؑ کو قتل کر دیا جائے یا کسی دور دراز جگہ پھینک دیا جائے تاکہ اسکے بعد باپ کی ساری توجہ ہماری طرف مبذول رہے اور ہمارے سارے کام سنور جائیں۔

۱۰ ان میں سے ایک نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل مت کرو۔ اگر تم نے اسکے خلاف ضرور کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کسی (اندھے) کنوئیں کی گہرائی میں ڈال دو۔ کوئی راہ گیر قافلہ ادھر سے

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿١١﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿١٢﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

گذرتا ہوا اسے نکال کرلے جائے گا' اور اس طرح تمہارا مقصد حاصل ہوجائے گا۔

۱۱ (چنانچہ اس اسکیم کو سب نے پسند کیا اور) باپ کے پاس آکر کہنے لگے کہ اباجان! یہ کیا بات ہے کہ آپ یوسفؑ کے معاملہ میں ہم پر اعتماد نہیں کرتے (اور اُسے ہمارے ساتھ کہیں آنے جانے نہیں دیتے) حالانکہ ہم اس کے دلی خیرخواہ ہیں۔

۱۲ ہم کل باہر جارہے ہیں۔ اسے بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ یہ کھائے' پئے۔ کھیل تفریح کرے۔ ہم سب اسکی حفاظت کریں گے۔

۱۳ باپ نے کہا کہ (بے اعتمادی کی بات نہیں) مجھے خطرہ یہ ہے کہ تم اسے جنگل میں سیر تفریح کے لئے ساتھ لے جاؤ' اور ذرا سی غفلت برتو' تو اسے بھیڑیا کھاجائے۔

۱۴ انہوں نے کہا کہ اباجان! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اگر ہمارے اتنے بڑے جتھے کی موجودگی میں بھی اسے بھیڑیا کھا گیا (تو جیتے ہے ہمارے جینے پر!) اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوگئے۔

۱۵ چنانچہ وہ یوسفؑ کو ساتھ لے گئے اور سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ اسے گہرے کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ (عین اس وقت جب وہ یوسفؑ کو کنوئیں میں گرا رہے تھے) ہم نے اُسے وحی کے ذریعے بتادیا کہ (تم بالکل نہ گھبراؤ۔ تم صحیح وسلامت رہوگے۔ اور اس کے بعد ایک دن ایسا آئیگا کہ) تم انہیں بتاؤ گے کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا۔ اور ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ تم زندہ کیسے رہ گئے اور اس مقام تک کیسے پہنچ گئے)۔

۱۶ (یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد) وہ رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔

۱۷ اور کہا کہ اباجان! ہم جنگل میں گئے تو یوسفؑ کو سامان کے پاس بٹھا دیا' اور ہم

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ
بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ
مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ⑳ وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ

دوڑ میں مصروف ہوگئے کہ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور اس نے یوسفؑ کو پھاڑ کھایا۔

ہم جانتے ہیں کہ خواہ ہم کتنے ہی سچے کیوں نہ ہوں' آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے (لیکن واقعہ یہی ہے جو ہم نے آپ سے بیان کر دیا ہے)۔

۱۸ اور وہ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر بھی ساتھ لے آئے تھے۔ (باپ نے اس داستان کو سُن کر اور کُرتے کو دیکھ کر کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیئے نے بالکل نہیں کھایا۔ یہ سب تمہاری خود ساختہ کہانی ہے) جسے تمہارے فریب نفس نے تمہیں بڑا خوشنما بنا کر دکھایا ہے (کہ یہ تدبیر بڑی کامیاب رہے گی)۔ بہرحال میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں صبر اور ہمت سے کام لوں (اور گھر کا شیرازہ بکھرنے نہ دوں) اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر خدا سے مدد مانگوں۔

۱۹ اُدھر ایسا ہوا کہ جنگل میں ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے پیش رو کو پانی کی تلاش میں بھیجا۔ وہ اس کنوئیں پر پہنچا اور اس میں ڈول لٹکایا۔ (نیچے سے یوسفؑ نے آواز دی۔ اس نے کنوئیں میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں ایک لڑکا ہے)۔ اس نے دوسرے افراد کارواں کو آواز دی اور کہا کہ ایک خوشخبری سنو! کنوئیں سے ایک لڑکا ملا ہے۔ انہوں نے اسے چھپا کر رکھ لیا کہ کہیں دور لے جا کر فروخت کریں گے۔

۲۰ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو (مصر کے بازار میں) ظلم و تعدی سے (جیسا کہ غلاموں کی خرید و فروخت میں ہوا کرتا تھا) معمولی سی قیمت پر' جو چند درہموں سے زیادہ نہ تھی' بیچ ڈالا۔ انہوں نے اسکی فروخت میں بے رغبتی سے کام لیا' (اس لئے کہ ایک تو انہیں یہ مال مفت ملا تھا۔ اور دوسرے انہیں خیال ہوگا کہ اس کا کوئی دعویدار نکل آیا تو مشکل ہو جائے گی)

۲۱ جس شخص نے یوسفؑ کو خریدا تھا وہ (اسے اپنے گھر لے آیا اور) اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ (اس لڑکے کے ساتھ عام غلاموں کا سا برتاؤ نہ کرنا بلکہ) اسے عزت کے ساتھ رکھنا (کیونکہ اس کے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ
عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ
اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ

چہرے بُشرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اچھے گھرانے کا لڑکا ہے۔ اس لئے) ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے لئے کسی فائدے کا موجب بن جائے۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔

اس طرح، ہم نے سرزمین مصر میں یوسفؑ کے پاؤں جما دیئے اور ایسا انتظام کر دیا کہ اس کی اچھی طرح سے تعلیم و تربیت ہو جائے اور اس میں معاملہ فہمی اور واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اللہ اپنی اسکیموں کو کامیاب بنا کر رہتا ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں (کہ ایسا کیوں اور کس طرح ہو رہا ہے)۔

۲۲ چنانچہ جب یوسفؑ (اس قسم کے ماحول میں تربیت پاکر) جوان ہوا تو وہ کارفرمائی اور جہانداری کے سلیقوں سے واقف اور علم و بصیرت کی فراوانی سے مالا مال تھا۔ (یہ وہ چیزیں تھیں جو اسے اپنی صحرائی زندگی میں میسر نہیں آسکتی تھیں)۔ لیکن اسے یہ حاصل اس لئے ہو گئیں کہ اس نے یہاں نہایت حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کی تھی۔

جو لوگ بھی اس طرح زندگی بسر کریں، انہیں اسکا ایسا ہی صلہ مل سکتا ہے۔ (وحی البتہ اس طرح نہیں مل سکتی)۔

۲۳ اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتا تھا (یعنی عزیز کی بیوی) وہ اس پر ریجھ گئی۔ لیکن یوسفؑ کی نیت میں کبھی خرابی پیدا نہ ہوئی۔ بالآخر اس عورت نے تہیہ کر لیا کہ اسے بہلا پھسلا کر مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف، اس کی بات مان لے۔ چنانچہ اس نے ایک دن مکان کے تمام دروازے بند کر لئے اور یوسفؑ سے کہا کہ ادھر آؤ۔

یوسفؑ نے کہا کہ معاذ اللہ! (مجھ سے ایسی بات کبھی نہیں ہو سکتی)۔ میرے پروردگار نے مجھے سیرتؒ کردار کے ایسے بلند اور حسین مقام پر پہنچا دیا ہے۔ (کیا تو مجھے اس مقام سے نیچے گرانا چاہتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا)۔ یہ تو کھلی ہوئی حدود فراموشی ہے۔ اور حدود فراموش انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۲۴ لیکن وہ عورت اس بات کا تہیہ کر چکی تھی، اور اس نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ

رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ
قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ
اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ
قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾

اگر یوسفؑ (کی جگہ کوئی اور ہوتا جس) کے سامنے اپنے پروردگار کی درخشندہ و تابندہ اخلاقی قدر نہ ہوتی تو وہ بھی اس پر آمادہ ہوجاتا۔ اس اخلاقی قدر کے پیش نظر رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس بے حیائی کے کام مجتنب رہا اور برائی کا مرتکب نہ ہوا' اور یوں اس نے اپنے حسن سیرت سے ثابت کردیا کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔

۲۵ یوسفؑ دروازے کی طرف بھاگا کہ کسی طرح باہر نکل جائے' اور وہ عورت اس کے پیچھے بھاگی کہ اسے نکلنے نہ دے۔ عورت نے پیچھے سے یوسفؑ کا کرتہ پکڑ لیا لیکن یوسفؑ تیزی سے آگے بڑھ گیا اور اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔

یوسفؑ نے لپک کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ سامنے اس عورت کا خاوند کھڑا ہے (اس عورت نے ایک سیکنڈ میں بات بنائی اور جھٹ سے اپنے خاوند سے کہا کہ) جو شخص تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے' اس کی سزا کیا ہونی چاہیئے؟ کیا اس کی سزا یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ اسے جیل خانہ بھجوادیا جائے؟ یا اُسے کوئی اس سے بھی زیادہ الم انگیز سزا دی جائے!

۲۶ یوسفؑ نے کہا کہ (یہ جھوٹ بولتی ہے۔ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ میں نے دست درازی نہیں کی۔ بلکہ) اس نے خود چاہا کہ مجھے میری مرضی کے خلاف' اس فعل شنیع پر آمادہ کرلے۔ (میں تو اس سے پیچھا چھڑا کر بھاگا تھا)۔

۲۷ (بات آگے بڑھی تو) خود اس عورت کے خاندان میں سے ایک حق پسند نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر یوسفؑ کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو یہ عورت سچی ہے اور یوسفؑ جھوٹا۔ اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یوسفؑ سچا ہے۔

۲۸ چنانچہ جب کرتے کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹا تھا۔ (اس سے واضح ہوگیا کہ یوسفؑ سچا ہے اور عورت جھوٹی)۔ اس پر اُس عورت کے خاوند نے (بیوی سے) کہا تم عورتیں بڑی مکار ہوتی ہو

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَن نَّفْسِهِ ۖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ

تمہاری مکاریوں سے خدا کی پناہ! تمہاری چالیں کس قدر گہری اور تمہارے فریب کس قدر خطرناک ہوتے ہیں:

۲۹ بیوی سے یہ کہا۔ اور یوسفؑ سے کہا کہ (میاں صاحبزادے!) اس معاملہ سے درگذر کرو۔ (اس پر مٹی ڈالو۔ عورتیں ہوتی ہی ایسی ہیں۔ کیا کیا جائے)

پھر بیوی سے کہا کہ تم خطاکار ہو۔ یوسفؑ سے اپنے قصور کی معافی مانگو۔

۳۰ جب اس واقعہ کا چرچا ہوا تو شہر کی عورتوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ انہوں نے کہا کہ عزیز کی بیوی نے اپنے غلام پر ڈورے ڈالنے شروع کئے ہیں۔ وہ اس کی محبت میں دیوانی ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے لئے اس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ غلط تھا (اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ غلام بری الذمہ قرار پا گیا اور وہ مجرم ثابت ہو گئی۔ اسے یوں نہیں' یوں کرنا چاہیئے تھا جس سے یا تو مقصد براری ہو جاتی اور یا غلام' مجرم قرار پا جاتا)۔

۳۱ جب عزیز کی بیوی نے ان کی تدبیر سنی (تو اس نے کہا کہ اسے بھی آزما دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ) اس نے انہیں (رازدارانہ طریق سے) کھانے پر بلایا۔ ان کے لئے مسندیں بچھا دی گئیں اور چھریاں (چمچے وغیرہ) سامنے رکھ دیئے گئے۔ پھر اس نے یوسفؑ کو بلایا۔ (چنانچہ انہوں نے وہ سب کچھ کر دیکھا جس کے لئے اس قدر اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اس پر وہ یوسفؑ کی سخت گیر سیرت کی قائل ہو گئیں) اور کہنے لگیں کہ سبحان اللہ! یہ انسان نہیں' واقعی کوئی داغ التکریم فرشتہ ہے۔ (اب وہ اپنی تدبیر کے دوسرے حصہ کی طرف آئیں ——— کہ اگر مقصد براری نہ ہو سکے تو یوسفؑ مجرم قرار پا جائے۔ اسکے لئے انہوں نے) اپنے ہاتھ زخمی کر لئے۔ (یہ ان کی بہت بڑی چال تھی۔ ۱۲/۵۰)۔

۳۲ (عزیز کی بیوی نے اپنی ان سہیلیوں سے کہا کہ کیوں؟ تم نے بھی آزما کر دیکھ لیا نا!)

لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ۴ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ

یہ ہے وہ "غلام" جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں (کہ مجھ سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ ایک غلام کو رام کر لوں) میں نے اسے' اس کے ارادے سے پھیرنے کے لئے سب کچھ کر دیکھا' لیکن اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ اگر اب بھی اس نے میرا کہنا نہ مانا تو اسے ضرور قید کرا کر رہوں گی۔ اور اسے ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ (اس لئے کہ اب' تمہاری اس تدبیر کی وجہ سے' اس کے خلاف جرم ثابت کرنے کے لئے محکم ثبوت موجود ہے —— کہ اس نے تم پر بھی ہاتھ ڈال دیا تھا اور اس کی مدافعت میں تمہارے ہاتھ زخمی ہو گئے)۔

۳۳ (یوسفؑ اب اچھی طرح دیکھ چکا تھا کہ ان عورتوں کے ارادے کیا ہیں۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ قید و بند کی مصیبتیں برداشت کر لے گا لیکن اپنی سیرت کو داغدار نہیں ہونے دے گا)۔ اس نے اپنے نشوونما دینے والے سے کہا کہ جس بات کی طرف مجھے یہ بلاتی ہیں' اس کے مقابلہ میں مجھے جیل جانا زیادہ پسند ہے۔ بار الہٰا! تو میری مدد کر اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ثابت قدم رہوں۔ اسلئے کہ اگر ایسا نہ ہوا اور میں ان کے فریب میں آ کر ان کی طرف مائل ہو گیا' تو یہ بڑی حق ناشناسی ہو گی۔

۳۴ سو اس کے پروردگار نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ چنانچہ ان کا جادو نہ چل سکا۔ اور وہ اسے اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام رہیں۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا' جاننے والا ہے۔

۳۵ (یوں ناکام رہنے کے بعد' ان عورتوں نے یوسفؑ کے خلاف جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیا) حجوں نے' مختلف قرائن سے دیکھ لیا کہ یوسفؑ بے گناہ ہے لیکن (اس کے باوجود) انہوں نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ یوسفؑ کو کچھ مدت کے لئے قید کی سزا دی جائے۔ (اس قسم کے معاشرہ میں' "اعلیٰ طبقہ" کی مصلحتیں کچھ ایسی ہی ہوتی ہیں! چنانچہ یوسفؑ کو داخلِ زنداں کر دیا گیا)۔

۳۶ یوسفؑ کے ساتھ' دو اور نوجوان بھی جیل خانہ میں آئے۔ (ایک دن) ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوں اور پرندے انہیں (نوچ نوچ کر)

فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُونَ

کھا رہے ہیں۔ ہمیں بتاؤ کہ ان کا مطلب اور مآل کیا ہے' کیونکہ تم بڑے سمجھدار اور نیک آدمی دکھائی دیتے ہو۔

۳۷ (ایک مبلغ پیغاماتِ خداوندی کی طرح' جو اس مقصد کے لئے کسی موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا' یوسفؑ نے سوچا کہ یہ نوجوان' اِس وقت اُس کی بات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں' لہذا' ان کے کان میں توحید کی آواز ڈال دینی چاہیئے)۔ چنانچہ اس نے ان سے کہا کہ میں' تمہارے کھانے کے وقت سے پہلے تمہارے خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ (لیکن پہلے یہ تو سن لو کہ میں کون ہوں اور میرا پیغام کیا ہے)۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا' بلکہ اس علم کی بنا پر کہتا ہوں جو مجھے میرے پروردگار کی طرف سے ملا ہے۔

سب سے پہلے یہ سن لو کہ میں ان لوگوں کے مسلک پر نہیں ہوں جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

۳۸ (تم نے ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کا نام تو سنا ہوگا) میں انہی کی اولاد میں سے ہوں اور انہی کے مسلک کا پیرو ہوں۔ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ اس حقیقت کا پالینا (کہ اقتدارِ خداوندی میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہیئے) خدا کا بہت بڑا فضل ہے جو اس نے ہم پر اور دوسرے انسانوں پر (جو اس مسلک کے متبع ہیں) کیا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اُس کے اس فضلِ عظیم کی قدر شناسی نہیں کرتے۔

۳۹ (توحید کے اس نکتہ کو میں تمہیں ایک اور انداز سے سمجھاتا ہوں) ایک شخص صرف ایک آقا کا نوکر ہے —— اور وہ آقا بھی ایسا ہے جو ہر قسم کے اختیارات رکھتا ہے —— اور دوسرا شخص بیک وقت بیس مالکوں کی نوکری کرتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ ان میں سے کس کی زندگی اچھی طرح سے گذرے گی؟ ظاہر ہے کہ اُس کی زندگی اچھی ہوگی جو ایک آقا کا ملازم ہے اور

مِنْ دُونِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ

وہ اس کی تمام ضروریات پوری کرتا رہتا ہے۔

۴۰ بس یہی صورت ایک خدا کی اطاعت اختیار کرنے والوں کی' اور اُن کے مقابلہ میں اُن کی ہے جو مختلف آقاؤں کو اپنا خدا مانیں۔ تم لوگ مختلف خداؤں کے سامنے جھکتے ہو۔ کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ ان خداؤں کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ بس اتنی ہی کہ یہ محض چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ چھوڑے ہیں۔ ورنہ ان کی اپنی کوئی حقیقت اور پوزیشن نہیں۔ (تم سے کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کے نمایندے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے) خدا نے ان کے لئے کوئی سند نہیں بھیجی (کہ اس نے انہیں اپنے اختیارات دے رکھے ہیں)۔ یاد رکھو! اختیارات و اقتدارات کا واحد مالک خدا ہے۔ اس کے سوا حکومت کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ اس کا فرمان یہ ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی محکومیت اور اطاعت اختیار نہ کی جائے۔ یہ ہے زندگی کا محکم اور استوار نقشہ۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

۴۱ (اس تبلیغ کے بعد یوسفؑ نے ان سے کہا کہ اب سنو اپنے خوابوں کی تعبیر) تم میں سے ایک (جس نے دیکھا ہے کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے) اپنے آقا کی ساقی گری کرے گا اور دوسرا سولی پہ چڑھا دیا جائے گا جہاں سے پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ تم نے جن خوابوں کے متعلق مجھ سے پوچھا ہے ان کی تعبیر یہ ہے۔ تعبیر کیا؟ بس یوں سمجھو کہ یہ قطعی فیصلہ ہے (میرا اندازہ یہی ہے ۱۲/۳۶)

ان میں سے جس کے متعلق یوسفؑ کا اندازہ یہ تھا کہ وہ چھوٹ جائیگا' اس سے (یوسفؑ نے) کہا کہ تم جب اپنے آقا کے پاس جاؤ' تو اس سے ان باتوں کا ذکر ضرور کرنا جو میں نے تم سے کی ہیں۔

چنانچہ وہ قید سے رہا ہو گیا۔ لیکن شیطان نے اسے بھلا دیا کہ وہ ان باتوں کا ذکر اپنے آقا سے کرے۔ اس بات کو کئی برس ہو گئے اور یوسفؑ بدستور قید میں پڑا رہا۔

ایک رات بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی

عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ (۴۳) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ (۴۴) وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ (۴۵) يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ (۴۶) قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ (۴۷)

گائیں نگل رہی ہیں۔ اور سات خوشے ہرے ہیں اور (سات) سوکھے ہوئے۔

اس نے اپنے درباریوں سے اپنا خواب بیان کیا، دران سے کہا کہ اگر تم خوابوں کی تعبیر بتا سکتے ہو تو بتاؤ' میرے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

(۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ خواب نہیں۔ محض پریشاں خیالی ہے۔ اور اس قسم کی پریشان خیالیوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔

(۴۵) اُن دو قیدیوں میں سے جس نے رہائی پائی تھی' اسے (اس خواب کے سلسلہ میں) مدت کے بعد یوسفؑ کی یاد آگئی۔ اس نے کہا کہ مجھے قیدخانے میں جانے دو۔ میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔

(۴۶) چنانچہ وہ قیدخانہ میں آیا اور یوسفؑ سے کہا کہ اے سچی تعبیریں بتلانے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتاؤ کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں نگل رہی ہیں۔ اور سات سبز خوشے ہیں اور (سات) خشک۔ میں اس کی تعبیر کو ان لوگوں تک پہنچاؤں گا (جنہوں نے مجھے اس مقصد کے لئے یہاں بھیجا ہے) وہ اس سے تمہاری قدر و قیمت پہچان لیں گے۔

(۴۷) یوسفؑ نے اُس سے (ایک حرفِ شکایت کہے بغیر کہ تم نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا) کہا (کہ میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بھی بتاتا ہوں اور وہ تدبیر بھی جس سے تمہارا ملک اس آنے والی تباہی سے بچ جائے گا۔ لو سنو۔

تم لوگ سات سال تک خوب محنت سے کھیتی باڑی کرو۔ اور جب فصل کاٹو تو سوائے اتنے غلے کے جو تمہارے کھانے کے کام آئے' باقی اناج بالوں کے اندر ہی رہنے دو (تاکہ وہ کیڑوں

ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ

محفوظ رہے)۔

۴۸ اس کے بعد سات سال ایسے آئیں گے جو (قحط سالی کی وجہ سے) سخت مصیبت کے ہوں گے۔ اس قحط سالی کے زمانے میں وہ سارا غلہ تمہارے کام آئے گا جسے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔ اس میں سے اتنا ضرور بچا رکھنا (جو بیج کے کام آئے)۔

۴۹ کیونکہ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں عام بارش ہوگی (اناج بھی بافراط پیدا ہوگا اور انگور بھی) جس کا عرق لوگ نچوڑیں گے۔

۵۰ (جب اس شخص نے یہ تعبیر اور تدبیر بادشاہ تک پہنچائی تو وہ دنگ رہ گیا۔ اور) اس نے کہا کہ اس قیدی کو میرے پاس لاؤ (جس نے یہ تعبیر اور تدبیر بتائی ہے)۔ جب بادشاہ کا قاصد یوسفؑ کے پاس آیا (اور اسے قید سے نکلنے کے لئے کہا۔ تو) یوسفؑ نے کہا (کہ میں اس طرح، ترحم خسروانہ کی بنا پر قید سے نہیں نکلنا چاہتا) تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ (وہ پہلے میرے مقدمہ کی ازسرنو تحقیق کرائے تاکہ) یہ واضح ہو جائے کہ عورتوں کے ہاتھ کاٹ لینے کا ماجرا کیا تھا۔ اور وہ کتنا بڑا فریب تھا جو مجھے پھنسانے کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ اس وقت تو اس حقیقت کا علم صرف میرے خدا کو ہے۔ (لیکن مقدمہ کی تحقیق کے بعد اس کا علم عام ہو جائے گا کہ قصور کس کا تھا۔ اگر میں اس طرح بے گناہ ثابت ہو گیا تو پھر قید خانہ سے باہر آؤں گا)۔

۵۱ (چنانچہ بادشاہ نے اس مقدمہ کی خود تحقیق کی) اور ان عورتوں سے کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ جب تم نے یوسفؑ کو اس کے ارادے سے پھیرنا چاہا تھا، تو اس وقت کیا بات پیش آئی تھی؟

انہوں نے کہا حاشا للہ! ہم نے یوسفؑ میں کوئی برائی کی بات نہیں دیکھی تھی۔ (یہ بالکل بے گناہ تھا)۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

(یہ سن کر عزیز کی بیوی بھی لب کشائی پر مجبور ہوگئی اور اس نے جھکی ہوئی نگاہوں اور لرزتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ) کہا کہ اب جبکہ حقیقت اس طرح بے نقاب ہوگئی ہے تو مجھے اسکا اقرار کرلینا چاہیئے کہ وہ میں ہی تھی جس نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا۔ بیشک یوسفؑ اپنے بیان میں بالکل سچا ہے۔

۵۲ (یوسفؑ نے کہا کہ میں نے اس مقدمہ کی از سرِ نو تحقیق پر اس لئے بھی زور دیا تھا کہ میرے مربّی اور مہربان) عزیز کو معلوم ہوجائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی تھی۔ اور یہ کہ خدا کا قانونِ مکافات، خیانت کرنے والوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ (خیانت اس کی بیوی نے کی تھی۔ وہ خاسر و نامراد سامنے کھڑی ہے۔ میں امین تھا۔ آخر الامر کامیابی میرے ہی حصے میں آئی)۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ

الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ

---

۵۳ عزیز کی بیوی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اپنے بے گناہ ہونے کا دعوٰے نہیں کرتی۔ میرے نفس نے مجھے بہکا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے حیوانی جذبات اُسے برائی کے لئے اکساتے رہتے ہیں۔ اس سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس پر خدا رحم کرے۔ وہی اس قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھنے والا اور مرحمت کرنے والا ہے۔

۵۴ بادشاہ نے (حقیقت حال سے باخبر ہونے کے بعد) کہا۔ یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسے دوسروں سے ممتاز کرکے خاص اپنے لئے مختص کر لینا چاہتا ہوں (وہ میرا مشیر خاص ہوگا)۔ چنانچہ جب بادشاہ نے یوسفؑ سے بات چیت کی (تو اُس کے اور جوہر بھی اس پر نمایاں ہوگئے)۔ اس نے کہا کہ آج سے تم ہماری نگاہوں میں بڑی عزت و تمکین کے مالک قرار پا چکے ہو۔ تمہاری امانت و دیانت مسلّم ہے۔

۵۵ یوسفؑ نے بادشاہ سے کہا کہ (مملکتِ مصر کی خوشحالی کا راز اس کی زمین کے خزانوں میں مضمر ہے) تم ان خزانوں (زمین کی پیداوار اور معاشی معاملات) کو میری تحویل میں دیدو۔ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ یہ کس طرح کیا جاتا ہے۔

۵۶ اس طرح ہم نے یوسفؑ کو مملکت مصر میں صاحب اختیار بنا دیا —— ایسا صاحب اختیار کہ وہ اس کے نظم و نسق کو جس طرح چاہتا چلاتا۔ ہم اپنے قانونِ مشیت کے مطابق لوگوں

مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۶﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۵۷﴾ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾

کو اپنی رحمتوں سے نوازتے ہیں۔ اور وہ قانونِ مشیت یہ ہے کہ جو شخص حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرے ہم اس کی محنت ضائع نہیں کرتے۔ اُسے اسکا اجر مل کر رہتا ہے۔

۵۷ حسنِ عمل کے ایسے خوشگوار نتائج اسی دنیا تک محدود نہیں رہتے۔ یہ آخرت کی زندگی میں بھی مسلسل ساتھ جاتے ہیں، اور وہاں ان کی کیفیت اِس دنیا کی خوشگواریوں سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے۔
جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں اور تخریبی روش سے بچ کر اُن کے مطابق زندگی بسر کریں، انہیں یہ سب کامرانیاں نصیب ہو جاتی ہیں۔

۵۸ (اس واقعہ پر کئی سال گزر گئے۔ اس کے بعد ملک میں قحط پڑا تو دور و نزدیک کے لوگ غلہ لینے کے لئے دارالسلطنت میں آنے لگے۔ اس سلسلہ میں) یوسفؑ کے بھائی بھی آئے۔ یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا، لیکن وہ اسے نہ پہچان سکے۔ (اس لئے کہ یہ بات اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ یوسفؑ اس مقام پر فائز ہو گا)۔

۵۹ جب یوسفؑ نے ان کے لئے غلہ وغیرہ لدوا دیا تو جاتے وقت اُن سے کہا کہ اب کے جو آؤ تو اپنے ساتھ اپنے اس بھائی کو بھی لیتے آنا (جس کے متعلق تم نے کہا ہے کہ وہ) باپ کی طرف سے تمہارا بھائی ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ (میں کوئی مستبد حاکم نہیں جو کسی پر ظلم و زیادتی کروں گا)۔ میں ماپ تول بھی پورا دیتا ہوں اور باہر سے آنے والوں کی مہمان نوازی بھی کرتا ہوں۔ (اس لئے تمہارے باپ کو ــــ جس کے متعلق تم نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اُس بیٹے کو باہر بھیجنے پر آمادہ نہیں ہو گا ــــ اُسے یہاں بھیجنے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے)۔

۶۰ اگر تم اُسے میرے پاس نہ لائے تو نہ تمہیں غلہ مل سکے گا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے۔

۶۱ انہوں نے کہا کہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ ہمارا باپ اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کرے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اس باب میں کامیاب ہو جائیں گے (اور اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لیکر

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ
لَحَافِظُونَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حِفْظًا ۖ وَهُوَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ

حاضرِ خدمت ہوں گے)۔

۶۲ یوسفؑ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اِن لوگوں کی رقم' جس کے عوض انہوں نے غلّہ خریدا ہے (میری طرف سے) ان کی بوریوں میں اس طرح رکھ دو کہ جب یہ گھر پہنچ کر اپنا سامان کھولیں تو (یہ رقم ان کے سامنے آجائے اور) یہ پہچان لیں کہ یہ انہی کی رقم ہے۔ اور اس طرح یہ دوبارہ غلّہ لینے کے لئے آجائیں۔

۶۳ چنانچہ جب وہ لوٹ کر اپنے باپ کے پاس گئے تو انہوں نے (دیگر واقعات بیان کرنے کے بعد) کہا کہ ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ غلّہ اُسی صورت میں مل سکے گا کہ تم اپنے بھائی کو بھی ساتھ لاؤ۔ (اگر ایسا نہ کیا تو غلہ ملنا تو ایک طرف' تم میرے قریب تک نہیں پھٹک سکو گے)۔ لہٰذا آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم غلہ لاسکیں۔ اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔

۶۴ اس پر (یعقوبؑ نے) کہا کہ کیا میں اس کے بارے میں بھی تم پر اُسی طرح اعتبار کرلوں جس طرح' اس سے پہلے' اس کے بھائی (یوسفؑ) کے بارے میں تم پر اعتبار کیا تھا؟ اس لئے (میں اسے تمہاری حفاظت میں نہیں دے سکتا)۔ یہ اللہ کی حفاظت میں ہی رہے گا کیونکہ وہی سب سے بہتر محافظ اور سامانِ رحمت مہیا کرنے والا ہے۔

۶۵ پھر جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ غلّے کے ساتھ' ان کی رقم بھی واپس کر دی گئی ہے۔ اِس پر اُنہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ہمیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے کہ' ہمیں غلہ بھی مل جائے اور قیمت بھی لوٹا دی جائے! (اب آپ سوچئے کہ اگر ہم محض اس لئے غلہ لینے نہ جاسکے کہ آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجنا چاہتے تو اس سے کس قدر نقصان ہوگا؟ لہٰذا ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور) اپنے گھرانے کے لئے غلّہ لے آئیں۔ ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے (اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہم اس کے حصہ کا) ایک اونٹ کا

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ
أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ
اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ۖ
وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا
دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ

بوجھ اور بھی لاسکیں گے۔ جو غلہ ہم لائے ہیں وہ بہت تھوڑا ہے (یونہی ختم ہو جائے گا)۔

۶۶ باپ نے کہا کہ (اب جو تم مجھے اس طرح مجبور کر رہے ہو تو میں اسے تمہارے ساتھ بھیجے دیتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ) تم اللہ کو درمیان میں رکھ کر میرے ساتھ اقرار کرو کہ تم اسے میرے پاس ضرور واپس لے آؤ گے' بجز اس کے کہ تم خود ہی کہیں گھیر لئے جاؤ (اور اس طرح بالکل بے بس ہو جاؤ)۔ جب انہوں نے اس بات کا عہد دے دیا تو اُس نے کہا کہ ہم نے جو باہمی قول و قرار کیا ہے' اللہ اس پر نگہبان ہو۔

۶۷ جب وہ جانے لگے تو باپ نے اُن سے کہا کہ (دیکھو بیٹا!) جب تم اس شہر میں جاؤ' تو سب کے سب ایک ہی دروازہ سے شہر میں داخل نہ ہونا' الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ (اکٹھے داخل ہوئے تو اجنبیوں کا ایک جتھہ دیکھ کر شہر والوں کی نظریں خواہ مخواہ تمہاری طرف اٹھنے لگ جائیں گی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ یہ میرے دل میں یونہی ایک خیال سا آگیا ہے جس کی بنا میں نے یہ بات احتیاطاً تم سے کہہ دی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اس کے بعد تم ہر خطرہ سے مامون ہو جاؤ گے اور تمہیں کسی احتیاط اور انتظام کی ضرورت نہیں رہے گی)۔ میری یہ احتیاطی تدبیر تمہیں کسی چیز سے بے نیاز نہیں کر سکتی جو (وقت اور موقعہ کے لحاظ سے) قانون خداوندی کے مطابق کرنی چاہیئے۔ یاد رکھو! امن اور خطرہ۔ نفع اور نقصان۔ سب خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو اس کا اختیار نہیں۔ میرا بھروسہ بھی اُسی پر ہے (اور تمہیں بھی اُسی پر اعتماد کرنا چاہیئے ——— اور ایک میں اور تم ہی کیا) ہر بھروسہ کرنے والے کو اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

۶۸ چنانچہ ان بھائیوں کا قافلہ اسی طرح شہر میں داخل ہوا جس طرح باپ نے کہا تھا لیکن (جیسا کہ ذرا آگے چل کر سامنے آئے گا) یہ تدبیر اُس واقعہ کو روک نہیں سکتی تھی جو قانونِ خداوندی

وَإِنَّهُۥ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَٰهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا۟ عَلَىٰ يُوسُفَ ءَاوَىٰٓ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّىٓ أَنَا۠ أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ ٱلسِّقَايَةَ فِى رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا ٱلْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَٰرِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا۟ وَأَقْبَلُوا۟ عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا۟ نَفْقِدُ صُوَاعَ ٱلْمَلِكِ وَلِمَن جَآءَ بِهِۦ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا۠ بِهِۦ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا۟ تَٱللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَٰرِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا۟ فَمَا جَزَٰٓؤُهُۥٓ إِن كُنتُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٧٤﴾

کی رو سے یہاں پیش آنے والا تھا (اور جس کی رو سے بن یامین کو یہاں روک لیا جانا تھا)۔ یہ تدبیری احتیاط محض ایک خیال کا نتیجہ تھی جو یعقوبؑ کے دل میں پیدا ہوا اور جس کی خلش کو اس نے اس طرح دور کر لیا۔ یہ خیال بھی علم و دانش پر مبنی تھا (یونہی توہم پرستی نہیں تھا) اس لئے کہ یعقوبؑ کو ہم نے علم و فراست عطا کر رکھی تھی —— وہ علم و فراست جس سے اکثر لوگ محروم ہوتے ہیں۔

۶۹ جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اسے بتا دیا کہ میں تیرا بھائی (یوسفؑ) ہوں۔ اور ساتھ ہی اس کی بھی تلقین کر دی کہ دوسرے بھائیوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا' اس کی وجہ سے تم رنجیدہ خاطر نہ ہونا۔

۷۰ جب یوسفؑ نے ان کا (واپسی کا) سامان تیار کرا دیا' تو (ان بھائیوں میں سے ایک نے) شاہی کٹورا ابن یامین کی بوری میں رکھ دیا (کہ اگر پتہ نہ چلا تو کٹورا گھر پہنچ جائے گا اور پتہ چل گیا تو بن یامین بدنام ہو گا۔ جب' ان کی روانگی کے بعد' یوسفؑ کے آدمیوں نے دیکھا کہ کٹورا گم ہے تو ان میں سے) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو! ٹھہرو۔ تم چور ہو (۱۲/۷۵ ؛ ۱۲/۸۲ ؛ ۱۲/۸۹)۔

۷۱ وہ یوسفؑ کے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تمہارا کیا گم ہو گیا ہے (جو ہمیں چور ٹھہراتے ہو!)

۷۲ انہوں نے کہا کہ شاہی کٹورا گم ہو گیا ہے۔ جو شخص اسے ڈھونڈھ نکالے اُسے ایک بار شتر انعام ملے گا۔ (ان کارندوں کے سردار نے کہا) کہ اس کا میں ضامن ہوں (کہ یہ انعام ضرور ملے گا)۔

۷۳ یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ ہم یہاں اس لئے نہیں آئے کہ کسی قسم کی شرارت پیدا کریں یا قانون شکنی کریں (ہم یہاں پہلے بھی آ چکے ہیں۔ اس لئے) تم ہمارے متعلق جانتے ہو (کہ ہمارا اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ یقین مانئے)۔ ہم چور نہیں ہیں۔

۷۴ شاہی کارندوں نے کہا کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی کیا سزا؟

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۵ (اُن میں سے جنہیں معلوم تھا کہ کٹورہ کس کی بوری میں ہے ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌) کہا کہ جس کی بوری میں سے کٹورا نکلے' وہ اس کے بدلے میں دھر لیا جائے۔ ہم اپنے ہاں مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

۷۶ تب شاہی کارندوں نے بوریوں کی تلاشی لینی شروع کی۔ پہلے اور بھائیوں کی بوریاں دیکھیں (تو ان میں کٹورا نہ ملا) آخر میں یوسفؑ کے بھائی کی بوری دیکھی تو اس میں سے کٹورا نکل آیا۔

(دیکھو! بات چلی کیسے تھی اور رُکی کہاں جا کر! اس سوتیلے بھائی نے بن یامین کی بوری میں کٹورا کس نیت سے رکھا تھا' لیکن اس کا یہ فعل 'یوسفؑ' کے لئے' بن یامین کو اپنے پاس روک لینے کا موجب بن گیا)۔ اس طرح ہم نے' یوسفؑ کے لئے بن یامین کو روک لینے کی تدبیر پیدا کر دی' ورنہ 'شاہِ مصر کے قانون کے مطابق' وہ اپنے بھائی کو اپنے پاس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کے لئے مشیت ہی کوئی تدبیر کر سکتی تھی (جس سے یوسفؑ کی دلی آرزو بھی پوری ہو جاتی اور اُسے کوئی ایسی بات بھی نہ کرنی پڑے جس سے وہ اپنے مقام بلند سے گر جاتے) یوں ہم' اپنے قانونِ مشیت کے مطابق بلندی مدارج عطا کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو! خدا کا علم' ہر صاحبِ علم کی علمی سطح سے بلند ہوتا ہے۔

۷۷ اس پر یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس کا ایک اور بھائی تھا۔ اس نے بھی اسی طرح' پہلے چوری کی تھی۔ (لہٰذا' یہ بات ان کے ہاں عادۃً چلی آ رہی ہے)۔

(اُف! کس قدر زہریلا تھا یہ نشتر جو یوسفؑ کے دل کی گہرائیوں میں اتار گیا! جی میں تو آیا ہو گا کہ ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دے۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس لئے یوسفؑ نے) اس بات کو اپنے دل میں رکھا۔ اور صرف اتنا کہا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کا

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

یقینی علم تو صرف خدا کو ہے' لیکن (اگر واقعہ یہی ہے جو تم بیان کر رہے ہو تو) تم شریف لوگ نظر نہیں آتے۔ (اس لئے کہ تم سوتیلے ہی سہی۔ ہو تو انہی چوروں کے بھائی! خاندان تو تمہارا ایک ہی ہے)۔

۷۸ انہوں نے کہا کہ اے عزیز مصر! اس (بن یامین) کا باپ بہت بوڑھا ہے (اور وہ اس سے بہت محبت کرتا ہے)۔ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے اور اسے چھوڑ دیجئے۔ ہم نے آپ کو بڑا ہی نیک انسان پایا ہے۔ آپ بڑے ہمدرد ہیں (اس لئے ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری اس درخواست کو ضرور قبول کر لیں گے)۔

۷۹ یوسفؑ نے کہا کہ معاذ اللہ! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس شخص کو تو چھوڑ دیں جس سے چوری کا مال برآمد ہوا ہے اور اس کی جگہ ایک بے گناہ کو پکڑ لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ صریح ظلم ہوگا۔

۸۰ جب وہ یوسفؑ کی طرف سے مایوس ہو گئے (کہ وہ ان کی بات نہیں مانے گا) تو الگ بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ ان میں' سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے باپ نے تم سے (بن یامین کے بارے میں) اللہ کو درمیان رکھ کر ایک محکم عہد لیا تھا۔ اور اس سے پہلے تم یوسفؑ کے معاملہ میں بھی بڑی زیادتی کر چکے ہو۔ اس لئے (کم از کم) میں تو یہیں رہوں گا (باپ کے سامنے ہرگز نہیں جاؤں گا) تا آنکہ خود باپ مجھے (وہاں آنے کی) اجازت دے۔ یا' اللہ میرے لئے کوئی اور فیصلہ کر دے۔ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔

۸۱ تم باپ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تمہارے (لاڈلے) بیٹے نے (پرائے ملک میں) چوری کی ہے! (ہم نے بیشک تم سے اس کی نگرانی اور حفاظت کا عہد کیا تھا لیکن) ہم انہی امور میں اس کی نگرانی کر سکتے تھے جو ہمارے علم میں واقع ہوتے۔ اس قسم کی باتوں

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

میں، جو اس نے ہم سے چھپا کر کرنی شروع کر دیں، ہم اس کی کیا نگرانی کر سکتے تھے!

۸۲ آپ اُن بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ یا اُن قافلہ والوں سے دریافت کر لیجئے جن کے ساتھ ہم آئے ہیں، کہ ہم سچ کہتے ہیں یا جھوٹ بولتے ہیں۔

۸۳ (چنانچہ اس مشورہ کے بعد وہ باپ کے پاس پہنچے۔ باپ نے جب یہ کچھ سنا تو) کہا کہ نہیں، بن یامین کبھی چوری نہیں کر سکتا) یہ سارا قصّہ تمہارا خود وضع کردہ ہے جسے تمہارے دل نے تمہیں سجھا دیا ہے۔ (ورنہ حقیقت کچھ اور ہے)۔ میں اس پر بھی (وہی کہونگا جو اس سے پہلے یوسفؑ کے معاملہ پر کہا تھا۔ ۱۲/۱۸) کہ میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں صبر اور ہمت سے کام لوں (اور گھر کا شیرازہ بکھرنے نہ دوں)۔ مجھے امید ہے کہ ایک دن اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے گا — یعنی یوسفؑ۔ بن یامین اور وہ بڑا لڑکا جو وہاں رہ پڑا تھا —— اس لئے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور تمام معاملات کو حکمت اور تدبیر سے آخر تک پہنچانے والا ہے۔

۸۴ اس نے بیٹوں کی طرف سے رُخ پھیر لیا۔ اور (اس نئے زخم نے اس کے دل میں یوسفؑ کی یاد تازہ کر دی تو اس نے آہ بھر کر کہا) "ہائے! یوسفؑ کا دردِ فراق"۔ وہ اس صدمہ سے بیقرار رہتا تھا۔ اور شدتِ غم کی وجہ سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی رہتی تھیں۔

۸۵ (باپ کا یہ حال دیکھ کر بیٹے —— بجائے اس کے کہ اس سے غمخواری اور غم گساری کریں۔ اکثر کہتے کہ) آپ اس قصّے کو چھوڑیں گے بھی، یا ہر وقت "یوسف۔ یوسف" پکارتے رہیں گے؟ اگر آپ یہی کچھ کرتے رہے تو، خدا شاہد ہے، آپ اس کے غم میں گھل گھل کر مر جائیں گے۔ اور اگر مریں گے نہیں تو از کار رفتہ ضرور ہو جائیں گے۔

۸۶ باپ، اس کے جواب میں کہتا کہ (میں تم لوگوں سے تو کچھ بھی نہیں کہتا)۔ میں تو اپنے غم و الم کا اظہار اپنے خدا کے سامنے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

جو تم نہیں جانتے۔ (اس لئے میری امیدوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بیٹے مجھ سے ایک دن ضرور ملیں گے۔ میں چاہتا یہ ہوں کہ اس انتظار کی مدت زیادہ طویل نہ ہو۔ لہٰذا)

۸۷ اے میرے بچو! تم ایک بار پھر جاؤ۔ یوسفؑ کا کچھ سراغ لگاؤ اور بن یامین کا حال احوال دریافت کرو۔ رحمتِ خداوندی کی نسیم جاں فزا سے کبھی مایوس نہ ہو۔ اس سے صرف وہ لوگ مایوس ہوتے ہیں جو اس کے اس قانون پر یقین نہیں رکھتے (کہ سعی و عمل اگر صحیح خطوط پر ہوں تو وہ کبھی بلا نتیجہ نہیں رہتے)۔

۸۸ (چنانچہ وہ پھر مصر گئے اور یوسفؑ سے کہا کہ) اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھرانے پر بڑی سختی کے دن آ گئے ہیں۔ (ہمارا منہ تو نہیں تھا کہ پھر آپ کے پاس آتے لیکن کیا کریں۔ ہم سخت مجبور اور لاچار ہو گئے ہیں۔ ہمارے پاس نہ غلہ رہا ہے' اور نہ ہی غلہ خریدنے کے لئے پوری رقم ہے۔ بس) یہ حقیر سی پونجی ہے جسے لے کر ہم آ گئے ہیں (اسے قبول کر لیجئے اور معاملہ خرید و فروخت کا نہ سمجھئے۔ بلکہ) ہمیں بطور خیرات پورا غلہ دیدیجئے۔ اللہ خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

۸۹ (یہ سن کر یوسفؑ کا جی بھر آیا' اور اب مزید توقف کی ضرورت نہ سمجھی۔ ان سے) کہا "کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے' اپنی جہالت اور حماقت سے' یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ (۱۲/۱۰) کیا کیا تھا؟"

۹۰ (اب جو انہوں نے غور سے دیکھا تو بات سمجھ گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ) ہیں! کیا تم یوسفؑ ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں! میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی' بن یامین ہے۔ (تم نے تو ہماری ہلاکت کے لئے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی' لیکن) ہمارے خدا نے ہم پر بڑا کرم کیا ——— اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی غلط راہوں سے بچتا ہوا' صحیح روش پر گامزن رہتا ہے' اور اس راستے میں جس قدر مشکلات آئیں' پامردی سے ان کا مقابلہ کرتا ہے تو

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝۹۱ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۳ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝۹۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝۹۵ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ

وہ اس قسم کی حسن کارانہ زندگی بسر کرنے والوں کی محنت کو کبھی رائگاں نہیں جانے دیتا۔

۹۱ (یہ سن کر ان کے سر شرم اور ندامت سے جھک گئے۔ اور) انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! فی الواقعہ اللہ نے تمہیں ہم پر بڑی فضیلت دی ہے۔ اور ہم بڑے ہی خطاکار ہیں۔

۹۲ یوسفؑ نے کہا کہ جاؤ! اب میں تم پر کوئی سرزنش نہیں کرتا۔ تم نے جو کچھ میرے خلاف کیا میں اسے معاف کرتا ہوں۔ (لیکن اس سے جو کچھ تم نے خود اپنی ذات کے خلاف کیا ہے' اسے کون معاف کر سکتا ہے؟ اس کی معافی کی تو ایک ہی شکل ہے کہ) تم پھر سے قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کر کے' خدا کی حفاظت میں آجاؤ۔ ان جرائم سے تمہاری ذات میں جو کمی واقع ہوگئی ہے' وہ اسے پورا کر کے اس کی نشو و نما کرے گا۔ وہ سب سے بہتر نشو و نما کرنے والا ہے۔

۹۳ اب تم یوں کرو کہ (واپس گھر جاؤ اور) یہ میری قمیص اپنے ساتھ لے جاؤ (جو میری وجاہت اور منصب کی محسوس نشانی ہے)۔ جب تم اسے اباجان کے سامنے پیش کرو گے تو وہ ساری بات سمجھ جائیں گے' اور جو کچھ تم کہو گے اس کا یقین کر لیں گے۔ پھر تم اپنے تمام اہلِ خاندان کو لے کر یہاں آجانا۔

۹۴ جب یوسفؑ کے بھائیوں کا قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو یعقوبؑ نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ' اگر تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ بڑھاپے کی وجہ سے میری عقل ماری گئی ہے' تو مجھے یوسفؑ اور اس کی عظمت و اقتدار کی مہک آرہی ہے۔

۹۵ سننے والوں نے کہا کہ بخدا! تم ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں مبتلا ہو (یوسفؑ کا نام و نشان تک بھی گم ہو چکا ہے اور تمہیں اس کی عظمت و اقتدار کی مہک آرہی ہے!)

۹۶ چنانچہ جب وہ قافلہ کنعان پہنچ گیا' اور خوش خبری دینے والے نے یوسفؑ کا کرتہ یعقوبؑ کے سامنے پیش کیا تو اسے یقین آگیا کہ فی الواقعہ یوسفؑ زندہ بھی ہے اور اس قدر شان و شوکت کا مالک بھی)۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا۔

أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

(یوسفؑ کا ایک کرتہ وہ تھا جس نے یعقوبؑ کی آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر کر دی تھی۔ اور ایک کرتہ یہ تھا جس سے اس کے دیدۂ دل کی کائنات روشن اور تابناک ہو گئی)۔

۹۷ بیٹوں نے باپ سے کہا کہ ہم بڑے خطاوار ہیں۔ (ہم اس قابل تو نہیں کہ ہمیں معاف کیا جائے۔ لیکن ہماری پھر بھی آپ سے درخواست ہے کہ) آپ ہمارے لئے معافی طلب کر دیں۔

۹۸ یعقوبؑ نے کہا کہ میں تمہارے لئے اپنے ربّ سے سامانِ حفاظت طلب کروں گا۔ اس لئے کہ اس کے قانونِ مکافات میں (جرائم کے تائب ہو جانے والوں کے لئے) حفاظت و مرحمت کی گنجائش ہے۔

۹۹ جب وہ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے، اپنے والدین کو خاص اپنے پاس ٹھیرایا۔ اور باقی اہلِ خاندان سے بھی کہا کہ اب تم مصر میں، انشاءاللہ، آرام سے رہو گے۔ (یعنی چونکہ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہو رہا ہے اس لئے تم آرام سے رہو گے۔ امن مشروط ہے قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے)۔

۱۰۰ اس نے اپنے ماں باپ کو عزت و تکریم کی بلند مسندوں پر بٹھایا، اور تمام متعلقین، اہلِ کار اور خدام، یوسفؑ کی وجہ سے، ان کی تعظیم بجا لائے۔

اس وقت یوسفؑ نے کہا۔ اباجان! یہ ہے میرے اس خواب کی تعبیر جو میں نے اتنا عرصہ پہلے دیکھا تھا۔ میرے نشوونما دینے والے نے خواب کو حقیقت بنا کر دکھا دیا۔ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نکال کر (اس مقام بلند تک پہنچا دیا) اور مخالفت کی اس خلیج کو پاٹ کر جو شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان حائل کر دی تھی، آپ سب کو صحرا سے یہاں

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

منتقل کر دیا (کہ سب عزت اور آرام کی زندگی بسر کریں)۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا نشوونما دینے والا اپنی اسکیم کو بڑے ہی لطیف انداز سے بروئے کار لاتا اور تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اس کی ہر بات علم و حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔

(۱۰۱) (اِن تمام گذشتہ واقعات کی یاد سے یوسفؑ کے دل میں تشکر و امتنان کے جذبات موجزن ہو گئے۔ اور اس نے بحضور رب العزت عرض کیا کہ) اے میرے نشوونما دینے والے! تیرا کتنا بڑا احسان ہے کہ تو نے مجھے اس قدر اختیارات و اقتدارات کا مالک بنا دیا۔ مجھے تدبیر امور اور عاقبت اندیشی کا علم و سلیقہ عطا فرما دیا۔

اے کائنات کے پیدا کرنے والے! تو ہی حال اور مستقبل — دنیا اور آخرت میں میرا کارساز و رفیق ہے۔ مجھے توفیق عطا فرما کہ میری ساری زندگی تیرے توانین کی اطاعت میں گزرے اور میرا شمار ان خوش بخت لوگوں میں ہو جن کے سب کام سنور گئے ہوں!

(۱۰۲) اے رسول! یہ وہ تاریخی سرگزشتیں ہیں جو تیرے علم میں نہیں تھیں، اور جنہیں ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے بتایا ہے — تم برادرانِ یوسفؑ کے پاس کھڑے نہیں تھے جب وہ اپنی سازش پر متفق ہو گئے تھے، اور وہ یوسفؑ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔ (اس لئے تمہیں ان واقعات کا علم کیسے ہو سکتا تھا!)۔

(۱۰۳) (تمہارے رسول ہونے کی یہ بھی ایک واضح شہادت ہے لیکن اس کے باوجود) بہت سے لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے خواہ تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو۔

(۱۰۴) حالانکہ تو ان سے اس کے معاوضے میں کچھ نہیں مانگتا۔ بلامزد و معاوضہ ان کی بھلائی کے لئے اس قدر کوشش کر رہا ہے۔

(لیکن اس سے افسردہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ قرآن کا پیغام کچھ انہی لوگوں کے لئے تھوڑا ہے کہ یہ نہ مانیں گے تو اس کا مشن ناکام رہ جائے گا) یہ تو تمام نوعِ انسان کے لئے ضابطۂ زندگی ہے (یہ نہیں قبول کریں گے تو کوئی دوسری قوم قبول کر لے گی)۔

(۱۰۵) (قرآن کی تعلیم تو پھر بھی ایک نظری دعوت ہے جو حروف و الفاظ کی شکل میں ان کے

وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

سامنے پیش کی جاتی ہے۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ) کائنات میں، قوانین خداوندی کی کارفرمائی کی کتنی بڑی محسوس شہادات ہیں، جن سے یہ منہ پھیرے گزر جاتے ہیں (اور غور و فکر سے کام نہیں لیتے)۔

۱۰۶ (ان میں کچھ تو ایسے ہیں کہ قوانین خداوندی سے یکسر انکار کرتے ہیں۔ اور) اکثر ایسے کہ وہ خدا کے قانون کو مانتے تو ہیں لیکن اس کے ساتھ اور قوتوں کو بھی صاحب اقتدار و اختیار تسلیم کرتے ہیں، اور اس طرح مومن کہلانے کے باوجود مشرک کے مشرک رہتے ہیں۔

۱۰۷ کیا یہ لوگ اس سے بالکل مطمئن ہو چکے ہیں کہ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے آنیوالی تباہیوں میں سے ان پر کوئی ایسی تباہی نہیں آئے گی جو ان پر ہر طرف سے چھا جائے! یا وہ آنیوالا انقلاب اس طرح اچانک آجائے کہ انہیں اس کے آنے کا احساس تک بھی نہ ہو۔

۱۰۸ ان سے کہو کہ میری راہ تو بالکل (صاف اور سیدھی) ہے۔ اور وہ یہ کہ میں تمہیں خدا کی طرف، دلائل و براہین کی رُو سے، علیٰ وجہ البصیرت، دعوت دیتا ہوں ——— میں بھی ایسا کرتا ہوں اور جو میرے متبعین ہوں گے وہ بھی ایسا ہی کریں گے ——— خدا اس سے بہت بلند ہے کہ (اسے کائنات کے چلانے کے لئے، اور قوتوں کی بھی ضرورت ہو)۔ اس لئے میں ان میں سے نہیں ہوں جو قانون خداوندی کو بھی تسلیم کریں اور اس کے ساتھ اور قوتوں کو بھی اختیار و اقتدار کی مالک سمجھیں۔ (اور یوں، مومن کہلاتے ہوئے، مشرک کے مشرک رہیں)۔

۱۰۹ (اور یہ جو ان کا اعتراض ہے کہ ایک انسان کس طرح سے رسول ہو سکتا ہے تو ان سے کہو کہ) مجھ سے پہلے بھی خدا نے کسی رسول کو نہیں بھیجا بجز اس کے کہ وہ وہاں کی بستی کے رہنے والوں میں سے ایک آدمی تھا (۱۲۱/۱۲)۔

کیا یہ لوگ، (جو اس قسم کی کٹ حجتیاں کرتے ہیں) دنیا میں چلے پھرے نہیں جو دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے ان سے پہلے (اسی قسم کی روش اختیار کی تھی)؟ اگر یہ لوگ

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠٩ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝١١٠ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

(آنکھیں کھول کر تاریخی شواہد کا مطالعہ کرتے اور) عقل و فکر سے کام لیتے، تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ (حق و باطل کی کشمکش میں) آخر الامر کامیابی اور تمکن انہی کو حاصل ہوا جو تخریبی کارروائیوں سے بچتے ہوئے، قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ (لہٰذا، ان سے کہو کہ حق و باطل کا فیصلہ اس سے نہیں ہوتا کہ رسول دوسرے انسانوں جیسا انسان ہوتا ہے یا، تمہارے تصور کے مطابق، فوق البشر۔ اس کا فیصلہ اس سے ہوتا ہے کہ جو قانون وہ پیش کرتا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی کے عواقب کیا؟ اس کی شہادت، تاریخی سرگزشتیں بھی بہم پہنچاتی ہیں)۔

۱۱۰ (لیکن، یہ تاریخی شہادتیں یہ بھی بتائیں گی کہ حق و باطل کی اس کشمکش کا فیصلہ یونہی جھٹ سے نہیں ہو جاتا۔ اس کے لئے بڑا لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ اقوامِ سابقہ کے سلسلہ میں بعض اوقات یہ عرصہ اتنا لمبا ہو جاتا تھا کہ) رسول مایوس ہو جاتے تھے کہ اب یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور لوگ اپنے دل میں سمجھ لیتے تھے کہ انہیں تباہی اور بربادی کے جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے، وہ خالی دھمکیاں ہیں۔ تو اس وقت، ہمارے رسولوں کی طرف ہماری نصرت آتی تھی۔ سو ہم، اپنے قانونِ مشیت کے مطابق، (رسول اور اس کی جماعت کو) تباہی سے محفوظ رکھتے تھے، اور مجرمین سے وہ عذاب ٹلا نہیں کرتا تھا۔

(سو جس طرح، اقوامِ سابقہ کے ساتھ ہوا، اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ ہوگا)۔

۱۱۱ ہم اقوامِ سابقہ کے جو احوال و کوائف بیان کرتے ہیں، ان میں ان لوگوں کے لئے سامانِ عبرت و موعظت ہے جو عقل و فکر سے کام لیں۔ (اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ) قرآن، کوئی من گھڑت کتاب نہیں۔ یہ ان تمام دعاوی کو سچ کر کے دکھا دے گا، جو اس سے پہلے، انبیائے سابقہ کی وساطت سے کئے گئے تھے۔ اس میں وہ تمام اصول و قوانین دیدیئے گئے ہیں جن کی، نوعِ انسان کو، صحیح زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت تھی۔ ان اصول و قوانین

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کو اس طرح نکھار اور ابھار کر بیان کیا گیا ہے (کہ ان میں کسی قسم کا التباس نہیں رہا)۔
یہ وہ ضابطہ ہے جو ہر اس قوم کو، جو اس کی صداقت پر یقین رکھے سفرِ حیات میں راہ نمائی
کا کام دے گا اور اس کے لئے سامان نشوونما فراہم کرے گا۔
(یہ ہے تمام نوعِ انسان کے لئے خدا کی طرف سے آخری اور مکمل ضابطہ حیات)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ

---

۱ خدائے علیم و حکیم و رحیم کا ارشاد ہے کہ یہ کتاب خداوندی (قرآن) کی آیات ہیں۔ یعنی اس ضابطۂ خداوندی کے قوانین، جو تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے تجھ پر بذریعہ وحی نازل کیا جاتا ہے اور جو یکسر مبنی بر حقیقت ہے۔ لیکن اکثر لوگ، اس کے باوجود اس کی صداقت پر ایمان نہیں لاتے۔

۲ یہ اُس خدا کی طرف سے ہے جس نے اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو فضا کی بلندیوں میں معلق کر رکھا ہے۔ اور جیسا کہ تم دیکھتے ہو کوئی ستون انہیں تھامے ہوئے نہیں۔ (یہ صرف اس کا قانون کشش و جذب ہے جس کے سہارے یہ قائم ہیں)۔ اس لئے کہ کائنات کا مرکزی کنٹرول خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح اس نے سورج اور چاند سب کو اپنے قانون کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ایک مدت معینہ کے لئے اپنے اپنے راستے پر چلا جا رہا ہے۔

جس خدا کا ہمہ گیر قانون خارجی کائنات میں یوں تدبیرِ امور کرتا ہے، وہی خدا اپنے اُس قانون کو، جس کے مطابق انسان کو زندگی بسر کرنی چاہیئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تمہیں اس حقیقت کا یقین ہو جائے کہ تمہیں بھی اسی کے قانون کا سامنا کرنا ہے۔ تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

۳ تم غور کرو کہ اس کا قانون ربوبیت، کائنات میں کس طرح کارفرما ہے۔ اس نے،

أَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(زمین کے گول ہونے کے باوجود) اس کی سطح کو اس طرح پھیلا دیا ہے (کہ تم اس پر آسانی سے رہ سکو)۔ اور اس میں پہاڑ بنا دیئے۔ اور اُن سے دریاؤں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اور اس میں ہر ایک پھل کے جوڑے دو دو قسم کے پیدا کر دیئے۔ اور (زمین کی گردش کا ایسا قاعدہ مقرر کر دیا کہ اس سے) رات کی تاریکی دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ان تمام امور میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں ہمارے قانون کی ہمہ گیری کی کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔

(۴) پھر اس پر بھی غور کرو کہ زمین کے مختلف قطعات ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں (لیکن ان میں) کسی میں انگور کے باغ ہیں کسی میں کھیتیاں۔ کہیں کھجور کے درخت ہیں — ان میں سے بعض ایک ہی جڑ سے پھوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں اور بعض الگ الگ جڑوں سے اگتے ہیں — یہ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں لیکن مختلف درختوں کے پھل خوبیوں کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں (ایک میں ایک خوبی ہے تو دوسرے میں دوسری) اس طرح ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہوتی ہے۔

ان امور میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں ہمارے نظامِ ربوبیت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

(۵) (خدا کے قانونِ تخلیق و نشو و نما کی اس قدر گوناگوں نشانیوں کے باوجود اے مخاطب!) اگر تو کوئی تعجب انگیز بات سننا چاہے تو وہ ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ "جب ہم گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا اس کے بعد ہم ایک نئے انداز سے پھر پیدا ہوں گے؟" حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ (جو سمجھتے ہیں کہ انسان کی زندگی بس اس طبیعی جسم کی زندگی ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں) خدا کے قانونِ تخلیق و ربوبیت سے انکار کرتے ہیں۔ (اس لئے کہ "ربوبیت" کے معنی ہی کسی شے کو اس کی تکمیل کے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۗ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

(۱ ع ۷)

آخری نقطہ تک پہنچانا ہیں۔ اور انسان کی تکمیل کا آخری نقطہ اس کی موت نہیں ہے)۔ ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جو (جہالت اور تقلید کی) زنجیروں میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ (ان کی نگاہ دور تک جا ہی نہیں سکتی۔ وہ وسعتِ نظر اور کشادگیٔ علم سے کام ہی نہیں لے سکتے۔ یہ لوگ زندگی کی وسعتوں سے انکار کر کے کسی اور کا نقصان نہیں کرتے بلکہ اپنے مستقبل کی کھیتیوں کو اس طرح جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا لیتے ہیں کہ ان میں نشو و نما کا امکان ہی نہیں رہتا۔

۶ (ان کی اسی تنگ نظری کا نتیجہ ہے کہ یہ) بجائے اس کے کہ اس کا انتظار کریں کہ تمہاری جدوجہد کے حسین و خوشگوار نتائج سامنے آجائیں، تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جس تباہی کے متعلق تم ان سے کہتے ہو، وہ جلدی سے آجائے۔ انہیں اس کا علم نہیں کہ ان سے پہلے قوموں کی تباہی کی ایسی سرگذشتیں گزر چکی ہیں جو دنیا میں کہاوتیں بن گئی ہیں!

اس باب میں تیرے نشو و نما دینے والے کا قانون یہ ہے کہ لوگوں کے ظلم اور زیادتی کے باوجود (عمل اور اس کے نتیجے میں مہلت کا وقفہ رکھا جائے تاکہ جو لوگ اس دوران میں غلط روش کو چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کر لیں) آنے والی تباہی سے ان کی حفاظت ہو جائے۔ (لیکن جو لوگ اس مہلت کے وقفے سے فائدہ نہیں اٹھاتے، وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانونِ مکافاتِ اعمال کا پیچھا کرنے میں بڑا سخت گیر واقع ہوا ہے۔

۷ یہ لوگ جو اس ضابطہ قوانین کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے، درحقیقت "قانون" کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ اسی لئے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رسول کوئی محسوس معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ حالانکہ تیرا کام صرف یہ ہے کہ تو انہیں خدا کے اس قانون سے آگاہ کر دے کہ اگر تم غلط روش پر قائم رہے تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

پھر ایک بات اور بھی ہے۔ اگر تیری دعوت اسی قومِ مخاطب تک محدود ہوتی تو معاملہ کچھ مختلف ہوتا۔ لیکن تجھے تو ہر (موجودہ اور آنے والی) قوم کے لئے راہ نما بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس لئے تیرا منصب یہی ہے کہ تو خدا کے عالمگیر، غیر متبدل قوانین پیش کرے جو زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہوں، اور جن پر غور و فکر سے ہر قوم راہ نمائی حاصل کر سکے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

---

۸ (یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ عمل اور اس کے نتیجے میں ایک وقفہ ہوتا ہے تو اس کی بین مثال ان کے سامنے ہے کہ کس طرح، حمل قرار پانے سے بچہ پیدا ہونے تک کا عرصہ ناگزیر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ علم خداوندی کے مطابق ہوتا ہے جو جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، اور رحم کے اندر اس میں کون کونسی چیزیں کم ہوتی رہتی ہیں اور کون کون سی بڑھتی ہیں۔ نیز کونسا بچہ تکمیل تک پہنچتا ہے اور کونسا تمام رہ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ان اندازوں کے مطابق ہوتا ہے جو خدا نے مقرر کر رکھے ہیں۔

۹ اس خدا کے اندازوں کے مطابق جو جانتا ہے کہ کسی شے کی موجودہ حالت کیا ہے اور مستقبل میں وہ کن مراحل سے گزرنے والی ہے۔ (اس کے کون کون سے جوہر مشہود ہو چکے ہیں اور کون کون سے ہنوز پوشیدہ ہیں)۔ اس کا قانون، بڑی قوتوں کا مالک اور بلند ترین مقام پر متمکن ہے —— ایسے بلند ترین مقام پر کہ اس تک کسی کا ہاتھ ہی نہیں پہنچ سکتا جو اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کر سکے۔ وہ ہر ایک کی دسترس سے باہر ہے۔

۱۰ اس کے قانون کی نگاہ اس قدر باریک بیں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بات کو چھپائے یا اسے ظاہر کر دے۔ یا کوئی شخص دن کی روشنی میں، کھلے بندوں، چلے یا رات کی تاریکی میں (ادھر ادھر کچھ کرتا پھرے)۔ اس کے نزدیک سب یکساں ہیں۔

۱۱ (اس کے قانون مکافات کی کارفرمائی کے لئے) ہر انسان کے آگے اور پیچھے ایسی قوتیں متعین ہیں جو اس کے ہر عمل کا پیچھا کر کے اسے اس کے نتیجہ تک پہنچاتی ہیں (۱۰-۱۲ / ۸۲)۔ اور یوں انسان کا ہر عمل محفوظ ہو جاتا (اور نتیجہ خیز ہو کر رہتا ہے۔ پھر چونکہ قوم، افراد ہی کا مجموعہ ہوتی ہے، اس لئے یہی قانون، آگے بڑھ کر اقوام کو بھی محیط ہو جاتا ہے۔ اس قانون کا نتیجہ ہے کہ) خدا کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو نہ بدلے (چنانچہ، جس طرح

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

یہ ایک محکم اصول ہے کہ زندگی کی جو خوشگواریاں کسی قوم کو حاصل ہوں وہ اس سے نہیں چھنتیں جب تک وہ اُن کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے- ۵۳/۸ - اسی طرح، یہ بھی ایک غیر متبدل قانون ہے کہ جب کسی قوم پر اس کے اعمال کے نتیجہ میں تباہی آتی ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا، اور نہ ہی اُس قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے- ہاں، اگر وہ پھر قانونِ خداوندی کی طرف رجوع کرے تو وہ پھر مدد کر سکتا ہے-

۱۲ (تباہیوں کی ایسی یاس انگیز حالت میں، قانونِ خداوندی کی طرف رجوع کرنے کی امید افزا کیفیت کا اندازہ کرنے کے لئے تم پھر کائنات میں غور کرو کہ ایک ہی حادثہ میں کس طرح 'بیم و رجا' ملے جلے ساتھ آتے ہیں)- تم دیکھو کہ بجلی چمکتی ہے تو اس سے خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے- لیکن اس کے ساتھ ہی، پانی سے بھرے ہوئے بادل اُمنڈے ہوئے چلے آتے ہیں جو تمہارے لئے نفع بخشیوں کے پیغام بر ہوتے ہیں-

۱۳ ان بادلوں کی گرج- بلکہ تمام کائناتی قوتیں- قانونِ خداوندی کی ہیبت سے لرزہ براندام اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں سرگرمِ عمل رہتی ہیں تاکہ اُس کی ربوبیت اس طرح نکھر کر سامنے آجائے کہ ہر دیکھنے والے کی زبان پر بے ساختہ کلماتِ تحسین آجائیں (۱/۱)- باقی رہی بجلیوں کی تباہ کاریاں، تو وہ اُس پر گرتی ہیں جو اُن کی زد میں اپنا آشیانہ بنا کر خود تباہ ہونا چاہتا ہے- اور یہ کچھ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا ہے-

یہ لوگ (اس قدر زندہ شہادتوں کے باوجود) قانونِ خداوندی کے بارے میں تجھ سے جھگڑا کرتے رہتے ہیں- (اور نہیں سمجھتے کہ خدا کا جو قانون، کائنات میں یہ کچھ کر رہا ہے، وہ) انسانی دنیا میں بھی کس قدر سختی سے مواخذہ کرنے والا ہے-

۱۴ (اس لئے جو قوم یہ چاہتی ہے کہ اس کی کوششیں، ٹھوس تعمیری نتائج پیدا کریں، اُسے اُس کے قوانین کا اتباع کرنا چاہیئے- اس لئے کہ) ٹھوس، تعمیری نتائج پیدا کرنے والی ہر بانگ اُسی کے

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

قوانین سے وابستہ ہے۔ جو لوگ یہ چاہیں کہ اس کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون کی رُو سے تعمیری نتائج پیدا کر لیں، تو ان کی یہ آرزو اور کوشش اسی طرح رائیگاں جائے گی جس طرح اس شخص کی آرزو اور کوشش رائیگاں جاتی ہے جو دور سے پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر سمجھے کہ پانی اس کے منہ تک خود بخود پہنچ جائے گا۔ حالانکہ اس طرح پانی اس کے ہونٹوں تک کبھی نہیں پہنچ سکتا (یہ چیز قانونِ خداوندی کے خلاف ہے)۔ لہٰذا اُس کے قانون سے انکار کرنے والوں کی آرزوئیں بار آور نہیں ہو سکتیں۔ (۴/۱۴۳)۔

۱۵ (یہ لوگ جو ہمارے قانون سے انکار کرتے ہیں، دیکھتے نہیں کہ) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کوئی ہے طوعاً و کرہاً ہمارے قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہے[۱] (۳/۸۲؛ ۱۱/۱۴) اگر یہ لوگ کائنات کی بڑی بڑی چیزوں کو دیکھنا نہیں چاہتے تو کم از کم اپنے جسم پر ہی غور کریں جو خدا کے قانونِ طبیعی کے تابع ہے۔ وہ دیکھیں کہ) ان کا سایہ کس طرح، صبح سے دوپہر تک، ایک سمت میں، اور دوپہر سے شام تک دوسری سمت میں رہتا ہے۔ (کیا انہیں اس پر اختیار ہے کہ وہ اس سایہ کی سمت کو بدل دیں؟ یہ لوگ یہاں تک تو مانیں گے کہ اس کے بدلنے پر انہیں اختیار نہیں۔ لیکن اسے تسلیم نہیں کریں گے کہ خدا کا قانون، اُن کے سایہ سے آگے بڑھ کر، ان کی ذات پر اور انسانی معاشرہ پر بھی نافذ ہوتا ہے)۔

۱۶ (ان کی اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ) اگر تم ان سے پوچھو کہ خارجی کائنات (زمین و آسمان) میں کس کا قانون کار فرما ہے، تو، جس طرح تم کہتے ہو، یہ بھی اسی طرح کہدیں گے کہ وہاں اللہ ہی کا قانون نافذ العمل ہے (۸۴/۲۳ـ۹۰ ؛ ۹۳/۲۹ـ۹۱)۔ ان سے کہو کہ پھر تم اپنی اپنی دنیا میں (اس کے قانون کو چھوڑ کر) دوسری قوتوں کو کیوں کارساز بناتے ہو، جن کی اپنی بھی

[۱] اس کی تشریح کے لئے (۱۳/۲) دیکھئے۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

یہ عالم ہے کہ وہ (دوسروں کے لئے تو ایک طرف) خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع اور نقصان کی قدرت نہیں رکھتیں —— تم جب خدا کو الٰہ السّمآء مانتے ہو' تو اُسے الٰہ الارض کیوں نہیں مانتے؟ (۶/۳ ؛ ۴۳/۸۴ ؛ ۲۱/۲۱—۲۲)۔

اِن دلائل کے بعد' ان سے پوچھو کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اندھیرا اور اجالا یکساں ہو جائے؟ (۱۱/۲۴ ؛ ۳۵/۱۹)

یا' ان سے پوچھو کہ انہوں نے جن ہستیوں کو خدا کی کارسازی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے' کیا اُنہوں نے بھی' خدا کی مخلوق کی طرح' کوئی مخلوق پیدا کی ہے' اور ان دونوں کی مخلوق ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے' جس سے یہ اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ خدا یگانہ نہیں۔ اُس جیسے اور بھی ہیں۔

ان سے کہو کہ ان کا یہ خیال باطل ہے۔ ہر شے کا خالق صرف خدا ہے۔ وہ بے مثل اور یگانہ ہے اور تمام قوتوں کا واحد مالک' اور سب پر غالب۔

۱۷ (اب رہی یہ بات کہ اگر کائنات میں سب کچھ اُسی کا پیدا کردہ ہے تو پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ یہاں صاف اور ستھرے پانی کے ساتھ خس و خاشاک بھی ہے اور خوشگواریوں کے ساتھ ناخوشگواریاں بھی۔ خیر کے ساتھ شر بھی ہے اور حق کے ساتھ باطل بھی؟ ان سے کہو کہ یہ اس لئے ہے کہ یہاں حق و باطل کی کشمکش کا قانون کارفرما ہے اور اسی کشمکش سے' کائنات اپنے ارتقائی منازل طے کرتی' آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اسے مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ) وہ بادلوں سے مینہ برساتا ہے تو ندی نالے' اپنے اپنے ظرف کے مطابق' بہ نکلتے ہیں۔ پانی کے بہاؤ سے' زمین کا میل کچیل' جھاگ بن کر' زمین کی سطح پر آجاتا ہے' تو سیلاب کی رَو اسے بہا کر لے جاتی ہے (اور زمین صاف ستھری رہ جاتی ہے)۔

یا یوں سمجھو کہ جب کسی دھات کو آگ میں تپایا جاتا ہے تاکہ اس سے زیورات' یا دیگر ضروریات کی چیزیں بنائی جائیں' تو اس کا کھوٹ' جھاگ بن کر اوپر آجاتا ہے (اور خالص دھات نیچے رہ جاتی ہے)۔

اسی طرح کائنات میں' خدا کے قانونِ کشمکش کے مطابق' تعمیری قوتیں' تخریبی قوتوں

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۸ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰

سے ٹکراتی رہتی ہیں، تو تخریبی قوتیں جھاگ کی طرح رائگاں چلی جاتی ہیں، اور جو کچھ نوعِ انسان کے لئے نفع بخش ہوتا ہے، وہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ ہے خدا کا قانون محو و ثبات (۱۳/۳۹ ؛ ۲۱/۱۸ ؛ ۴۲/۲۴)۔

۱۸ اس طرح خدا مثالوں کے ذریعے بات واضح کر دیتا ہے، ان لوگوں کے لئے جو خدا کی دعوت پر نہایت حسن کارانہ انداز سے لبیک کہتے ہیں (تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ جس دعوت کو لے کر وہ اٹھے ہیں، اس میں کس طرح تخریبی قوتوں سے تصادم ہو گا اور بالآخر کس طرح حق کی کامیابی ہو گی)۔

باقی رہے وہ لوگ جو اس دعوت پر لبیک نہیں کہتے (بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہیں) تو ان سے کہہ دو کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے ان کی تباہی یقینی ہے۔ آج تو ان کے لئے موقعہ ہے کہ وہ اس دعوت کو تسلیم کر کے اس تباہی سے بچ جائیں۔ لیکن اگر انہوں نے ایسا نہ کیا، اور ظہورِ نتائج کا وقت آ گیا، تو (اس وقت) اگر ایسا ہو کہ ان کے پاس تمام روئے زمین کی دولت ہو، اور اس کے ساتھ اتنی ہی دولت اور جمع ہو جائے، اور وہ چاہیں کہ اس تمام دولت کو دے کر اس تباہی سے بچ جائیں۔ تو ایسا نہیں ہو سکے گا۔ اُس وقت ان کے اعمال کا حساب، ان کے حق میں بہت بُرا ہو گا، اور ان کا ٹھکانہ تباہیوں کا جہنم ہو گا —— اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

۱۹ ذرا سوچو کہ ایک شخص وہ ہے جو اس پر یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہ حق ہے، اور دوسرا وہ ہے جو اس حقیقت کی طرف سے بالکل اندھا ہے —— کیا یہ دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟

لیکن ان مثالوں سے انہی لوگوں کے سامنے حقیقت آ سکتی ہے جو عقل و دانش سے کام لیں۔

۲۰ (وہ عقل و دانش نہیں جو جذبات کے تابع چلتی اور انفرادی مفاد پرستیوں کی راہیں دکھاتی

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ

ہے۔ بلکہ) ان لوگوں کی عقل ودانش

(۱) جو اس عہد کو پورا کرتے ہیں جو انہوں نے اللہ سے کر رکھا ہے (۹/۱۱) اور اپنے اقرار کو کبھی نہیں توڑتے۔

۲۱ (۲) جو انسانیت کے ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا تھا (۲/۴۷)۔ اس لئے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا۔

۲۲ (۳) جو اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے جو ان کے پروردگار نے اُن کے لئے متعین کر رکھا ہے' نہایت ثبات واستحکام سے سرگرم عمل رہتے ہیں اور نظام صلوٰۃ متشکل کرتے ہیں' اور جو سامان نشوونما انہیں دیا جاتا ہے ــــ خواہ ان کی مضمر صلاحیتیں ہوں یا محسوس سامان زیست ــــ اسے نوع انسان کی بہبود کے لئے' حسب ضرورت خفیہ یا اعلانیہ صرف کرتے ہیں۔ اور یوں معاشرہ کی ناہمواریوں کو' اپنے حسن عمل سے دور کرتے ہیں (۱۱/۱۱۴ : ۲۸/۵۴)۔

۲۳ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اس گھر (دنیاوی زندگی) کا انجام نہایت اچھا ہے۔ یعنی جنتی معاشرہ جس میں وہ داخل ہوں گے ــــ وہ بھی اور ان کے ماں باپ۔ بیویاں اور اولاد بھی' بشرطیکہ ان کے اعمال صالح ہوں جن سے وہ اس زندگی کے اہل قرار پا چکے ہوں۔ اور ان پر چاروں طرف سے ملائکہ کا نزول ہوگا۔ (۴۱/۳۰)۔

۲۴ جو یہ خوش خبریاں لیتے ہوئے آئیں گے کہ تمہارے لئے ہر طرح کا امن اور سلامتی ہے۔ اس لئے کہ تم نے نہایت استقامت اور استقلال سے مشکلات کا مقابلہ کیا۔ سو' دیکھو کہ اس جدوجہد کے بعد' تمہاری زندگی کا انجام کیسا خوشگوار رہا۔

۲۵ ان کے برعکس' وہ لوگ ہیں جو اس عہد کو جو انہوں نے خدا کے ساتھ نہایت مضبوطی سے باندھا تھا' توڑ ڈالتے ہیں۔ اور انسانیت کے جن رشتوں کو جوڑنے کا اس نے حکم دیا تھا' انہیں

فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں (۳/۲۱ ؛ ۲/۲۷) اور اس طرح دنیا میں فساد اور ناہمواریاں برپا کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ان کا انجام بڑا ہی خراب ہوتا ہے۔

۲۶ یاد رکھو! دنیا میں سامانِ معیشت خدا کے قانون کے مطابق ملتا ہے۔ جو فراواں لینا چاہے (اور اس کے لیے کوشش کرے تو اسے) فراواں مل جائے گا۔ جو نپا تلا لینا چاہے اسے نپا تلا ملے گا۔ (یہ سب خدا کے قانونِ طبیعی کے مطابق ہوتا ہے۔ جو شخص اس قانون کے مطابق کھیتی میں باڑ محنت کرتا ہے اس کی فصل اچھی ہوتی ہے۔ ۱۵/۲۱ — ۱۸)۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ جو لوگ انسانیت کے رشتوں کو منقطع کر دیتے ہیں ان کا انجام خراب ہوتا ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں۔ لہٰذا) وہ اسی دنیا کے مفاد کو اپنا نصب العین قرار دے لیتے ہیں اور اس میں مگن رہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اگر انسان کا مستقبل (اخروی زندگی) تاریک رہے تو اس زندگی کی خوش حالی کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ (۲۰۱/۲ — ۲۰۰)۔

۲۷ (اب پھر اسی اعتراض کی طرف آؤ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ۷/۱۳۔ یعنی) یہ لوگ جو اس ضابطہ خداوندی کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس رسول کو اس کے نشوونما دینے والے کی طرف سے کوئی (محسوس) نشان (معجزہ) کیوں نہ ملا؟

ان سے کہدو کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ غلط اور صحیح راستے پر چلنا انسان کے اختیار اور ارادے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص غلط راستے پر چلنا چاہے گا قانون خداوندی اسے غلط راستے پر چلنے دیگا۔ اسے اُس راستے سے موڑ کر زبردستی صحیح راستے کی طرف نہیں لائے گا۔ اور جو شخص صحیح راستے کی طرف رجوع کرے گا اُسے خدا کا قانون صحیح راستے پر چلنے دے گا۔ (یہی وجہ ہے کہ خدا کی طرف دعوت علیٰ وجہ البصیرت پیش کی جاتی ہے تاکہ ہر شخص اپنے دل کے پورے اطمینان سے اسے تسلیم کرے۔ اس پر کسی قسم کی زبردستی نہ ہو ——— نہ جسمانی اکراہ نہ ذہنی)۔

۲۸ یہی وہ خدا کا قانون ہے جس سے ذہنی اور قلبی اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ
اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ
بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا
يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ

قسم کے اطمینان کے بغیر ایمان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایمان انہی کا ہے جو اس طرح 'بطیب خاطر'
قلب و دماغ کے پورے اطمینان کے بعد حقیقت کو تسلیم کریں۔

پھر سن لو کہ صحیح 'اطمینانِ قلب' خدا کے اس قانون کی رُو سے حاصل ہو سکتا ہے جس کا ذکر
اوپر کیا گیا ہے۔ (یعنی انسان کے اختیار و ارادے پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو اور وہ بطیب خاطر اعتراف
حقیقت کرے)۔

۲۹ جو لوگ اس طرح ایمان لائیں اور اس کے بعد خدا کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق ایسے کام
کریں جن سے ان کی ذات کی صلاحیتیں بیدار ہوں اور انسانیت کے بگڑے ہوئے کام سنور جائیں۔
ان کے لئے ہر قسم کی خوشگواریاں ہیں اور نہایت حسین و متوازن مقامِ زیست (۱۳/۲۲)۔

۳۰ اے رسول! ہم نے تجھے اس قوم کی طرف اسی طرح رسول بنا کر بھیجا ہے' جس طرح ان سے
پہلے بہت سی قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ جو کچھ ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں' تو
ان کے سامنے پیش کر دے۔ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ یہ خدائے رحمٰن کو نہیں مانتے۔ تم ان سے
کہدو کہ وہ میرا نشوونما دینے والا ہے اور اس کے سوا کائنات میں کسی کا اختیار و اقتدار نہیں۔
میرا سارا بھروسہ اسی کے قوانین کی محکمیت اور نتیجہ خیزی پر ہے' اور اسی لئے میں' ہر معاملہ میں'
اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۳۱ (ان لوگوں کی طرف سے جو محسوس معجزات کا مطالبہ ہوتا ہے۔ (۱۳/۷) تو اس سے خود تمہاری
جماعت کے بعض افراد کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر ان کا مطالبہ پورا کر دیا جائے
تو یہ سب ایمان لے آئیں۔ اور یہ بہت اچھا ہو۔ ان سے کہدو کہ) اگر کوئی ایسا قرآن بھی
ہوتا جس سے پہاڑ چلنے لگ جاتے' اور زمین کی دور دراز مسافتیں' آنکھ جھپکنے میں طے
ہو جاتیں' حتیٰ کہ اس سے مردے بھی بولنے لگ جاتے (تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾

۶/۷ ؛ ۶/۲۵ ؛ ۶/۱۱۲ ؛ ۱۵/۱۴—۱۵ ؛ ۱۶/۹۰—۹۲)۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے تمام امور کو اپنے (قوانین کے) تابع رکھا ہے —— اور اس باب میں قانون یہ ہے کہ جو ہدایت حاصل کرنا چاہے وہ عقل و فکر سے کام لے ۱۰/۱۰۰)۔

کیا اب بھی تمہاری جماعت کے لوگ (مومنین) اس بات کو نہیں سمجھے کہ اگر لوگوں کو زبردستی مومن بنانا مقصود ہوتا تو خدا کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہ تھا (کہ وہ لوگوں کو پیدا ہی اس طرح کرتا کہ سب صحیح راستے پر چلتے۔ (لیکن اس نے عمداً ایسا نہیں کیا۔ اس نے اس بات کو انسان کے اختیار و ارادہ پر چھوڑا ہے۔ لہٰذا) جو لوگ اس دعوت سے انکار کر رہے ہیں' وہ سرکشی کی راہ اختیار کئے رہیں گے (اور اس کی مخالفت میں میدان جنگ تک میں اتر آئیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) ان پر ان کی کرتوتوں کی وجہ سے آفتیں آتی رہیں گی اور یہ سلسلہ یہاں تک بڑھے گا کہ جنگ کی مصیبت خود ان کے گھر (مکہ) کے قریب نازل ہو جائے گی —— (یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) تا آنکہ یہ کشمکش فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچ جائے گی (اور انہیں آخری شکست ہو جائے گی)۔ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ خدا کا قانون اپنی نتیجہ خیزی میں اٹل ہے۔ اس کے وعدے پورے ہو کر رہتے ہیں۔

۳۲ (یہ سب کچھ آہستہ آہستہ ہوگا۔ اور اس دوران میں' یہ لوگ تمہاری باتوں کا مذاق اڑاتے رہیں گے۔ لیکن تم اس سے دل برداشتہ نہ ہونا) اس قسم کا استہزاء تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے۔ اُن لوگوں کو بھی' ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق مہلت کا وقت ملتا رہا۔ لیکن جب وہ' اس پر بھی' اپنی غلط روش سے باز نہ آئے تو ان کی گرفت ہوئی۔ (اُس وقت انہیں معلوم ہوا کہ) اُن کے اعمال کے نتائج کس طرح ان کا پیچھا کر رہے تھے' اور ہماری عقوبت کیسی سخت ہوتی ہے۔

۳۳ (ان سے کہو کہ ذرا اس پر غور کرو کہ) جس خدا کے قانونِ مکافات کی ہمہ گیری اور جُزرسی کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر فرد کے اعمال پر اس طرح نگاہ رکھتا ہے' کیا وہ (اپنی مدد کے لئے) ان کا محتاج

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ہوسکتا ہے، جنہیں یہ لوگ اسکا شریک ٹھہراتے ہیں؟ ان سے کہو کہ (خدا کے علم کی وسعتوں کے متعلق تو تمہیں بتا دیا گیا ہے۔ اب تم جن ہستیوں کو اس کا شریک قرار دیتے ہو ذرا) ان کے علم کی تفصیلات بھی بیان کرو تاکہ پتہ چلے کہ روئے زمین پر کونسی بات ایسی ہے جو خدا کے احاطۂ علم سے باہر رہ گئی ہے اور اس کی خبر تم' ان شرکاء کے ذریعے خدا کو دینا چاہتے ہو --- اُن شرکاء کے ذریعے جو کچھ بھی نہیں جانتے!

یا کیا یہ بات ہے کہ تم نے ان امور کی گہرائیوں میں اتر کر کبھی غور نہیں کیا۔ محض سطحی طور پر (جو سنتے آئے وہی دُھرا دیا)۔

(حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس' ان کے دعوے کی صداقت کی دلیل کوئی نہیں۔ یہ محض جذبات سے کام لیتے ہیں جن کی وجہ سے) انہیں اپنی تدابیر بڑی خوش آیند دکھائی دیتی ہیں۔ اور اسی سے یہ صحیح راستے کی طرف آنے سے رک گئے ہیں۔

خدا کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ عقل و فکر سے کام نہ لیں اور اپنے جذبات کی رَو میں بہہ جائیں' وہ کبھی صحیح راستے کی طرف نہیں آسکتے۔ سو جو لوگ اس طرح غلط راستہ اختیار کر لیں انہیں کون صحیح راستہ دکھا سکتا ہے۔

۳۴ ان کی غلط رَوش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان پر اس دنیا کی زندگی میں بھی تباہی آئے گی' اور آخرت کی تباہی اس سے بھی زیادہ جگر پاش ہوگی۔ انہیں خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

۳۵ (ان کے برعکس' صحیح راستے پر چلنے والوں کے لئے جنت کی زندگی ہوگی) اُس جنّت کی مثال یوں سمجھو کہ' ایک باغ ہے جس میں پانی کی ندیاں جاری ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ اس کے پھل' وقتی نہیں' دائمی ہیں' اور اس کی آسائشیں پائدار (۲۵/۱۵ ؛ ۲۵/۱۶)۔ اسی قسم کا مآلِ زندگی ہوگا ان لوگوں کا جو غلط رَوش سے بچ کر' قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کریں گے۔ ان کے برعکس' جو لوگ ان قوانین سے انکار کریں گے' ان کا انجام تباہی اور بربادی ہوگا۔

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾

۳۶　جن لوگوں کو ہم نے اس قسم کا ضابطۂ ہدایت دیا ہے (جس پر عمل پیرا ہونے کے نتائج ایسے خوشگوار ہیں) وہ ہر اس بات پر جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے جشنِ مسرت مناتے ہیں۔ باقی رہیں دوسری جماعتیں' سو اُن میں ایسے لوگ بھی ہیں' جن پر اس کے بعض احکام بہت ناگوار گزرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ (تمہیں خوش آئے یا ناگوار گزرے) مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی اطاعت اور محکومیت اختیار کروں۔ اور اُس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کروں۔ اسی مسلک کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف خود بھی رجوع کرتا ہوں۔

۳۷　اور اسی مقصد کے لئے ہم نے اس ضابطۂ قوانین کو نہایت واضح طور پر نازل کیا ہے۔ اے مخاطب! اگر تو' اس علم و حقیقت کے پالینے کے بعد بھی' ان راہ گم کردہ لوگوں کے خیالات کا اتباع کرے تو یہ سمجھ لے کہ قانونِ خداوندی کے مقابلہ میں نہ تو تیرا کوئی دوست اور کارساز ہو سکتا ہے' اور نہ ہی اس کی گرفت سے تجھے کوئی بچا سکتا ہے۔

۳۸　(باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ انہی جیسا ایک انسان کس طرح رسول بنا دیا گیا' تو ان سے کہدو کہ) ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے تھے۔ (وہ بھی تمہاری طرح انسان ہی تھے اور) ان کے بیوی بچے بھی تھے۔

(اس کے بعد' ان کے اس تقاضا کی طرف آؤ کہ جس تباہی کا تم بار بار ذکر کرتے ہو وہ آتی کیوں نہیں۔ تو ان سے کہدو کہ) یہ بات کسی رسول کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ وہ اس قسم کی کھلی نشانی کو جب جی چاہے اپنی مرضی کے مطابق لے آئے۔ یہ چیزیں' اللہ کے قانون کے مطابق' اپنے وقت پر ظہور میں آتی ہیں۔ اس کا قانون یہ ہے کہ ہر عمل اور اس کے نتیجے کے ظہور میں ایک وقفہ ہوتا ہے۔ اس وقفہ کو میعاد یا اجل کہتے ہیں۔ یہ اجل' ایک قانون کے مطابق متعین ہوتی ہے یعنی اس بات کے لئے قانون مقرر ہے کہ ایک عمل اپنے نتیجہ خیز ہونے میں کتنا وقت لیتا ہے

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۚ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۚ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

اسی طرح' قوموں کی بھی اجل ہے۔ (۳۴/۴۴)

۳۹ جو قوم' نظریۂ زندگی یا نظام حیات' اس قابل نہیں ہوتا کہ باقی رہے' وہ خدا کے قانون کے مطابق' مٹا دیا جاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو' قانون خداوندی کے مطابق' محکم اور استوار ثابت کر دیتا ہے' اسے باقی رکھا جاتا ہے (۱۷/۱۳ ؛ ۴۳/۴۴)۔

یہ سب کچھ ان اصولی قوانین کے مطابق ہوتا ہے' جو تخلیق کائنات کے ساتھ' اللہ نے مقرر کئے تھے' اور جن کے مطابق اسکا نظم و نسق چل رہا ہے۔

۴۰ جن باتوں کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ تو بہر حال ہو کر رہیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض باتیں تیرے سامنے وقوع پذیر ہو جائیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو اس سے پہلے ہی وفات پا جائے۔ (لہٰذا اسکا خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ نتائج کب برآمد ہوتے ہیں)' تیرا کام یہ ہے کہ تو اس ضابطہ ہدایت کو لوگوں تک پہنچا تا جائے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ دیکھیں کہ ہمارے قانون کے مطابق' نتائج کب ظہور میں آتے ہیں۔

۴۱ (یہ جو' ہر وقت' تقاضا کرتے رہتے ہیں کہ وہ نظام ربوبیت کب قائم ہو گا جس میں ان کی انفرادی مفاد پرستیاں ختم ہو جائیں گی تو) کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ہم کس طرح زمین (وسائل پیداوار) کو' بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھ سے چھین کر' ان کے مقبوضات کو کم کرتے چلے جاتے ہیں (۴۴/۲۱) — اسی طرح ایک دن ایسا آجائے گا جب ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں رہیگا۔ سب کچھ نوع انسان کے لئے عام ہو جائے گا (۱۰/۱۴)۔

یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ اور خدا جو فیصلے کرتا ہے' دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو ان فیصلوں کو ٹال سکے' یا رد کر سکے۔ وہ محاسبہ کرنے میں بڑا تیز ہے۔

۴۲ ان سے پہلے بھی (مفاد پرست گروہوں نے) بڑی بڑی تدبیریں کر دیکھیں (کہ خدا کے فیصلے نافذ نہ ہونے پائیں' لیکن کسی کی کچھ پیش نہ گئی) ان کی تدبیریں خدا کے قوانین کے مطابق ہی نتیجہ پیدا کرتی رہیں۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿٤٣﴾

حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص، جو کچھ بھی کرے، خدا کو اس کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ لہذا قوانین خداوندی سے انکار کرنے والوں کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ آخر الامر بازی کس کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ اور کس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

یہ لوگ، جو قانونِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ تو خدا کا پیغامبر نہیں۔ (اس لئے کہ تو اس تباہی کو جلدی نہیں لاتا جس کی دھمکیاں دیتا ہے) ان سے کہدو کہ (میں اس بات پر، تم سے، قطعاً جھگڑا نہیں کرنا چاہتا)۔ تمہارے اور میرے درمیان، جو فیصلہ قانونِ خداوندی کی رو سے ہوگا، وہ میری صداقت کی کافی شہادت ہوگا۔ یا اس شخص کی شہادت جو قانونِ خداوندی سے واقف ہو، (اور اس لئے سمجھ سکتا ہو کہ جو کچھ میں پیش کرتا ہوں وہ خدا کا قانون ہے یا میرا خود ساختہ!)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③

---

۱ خدائے علیم و رحیم کا ارشاد ہے کہ یہ ضابطہ قوانین ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تو اس کے ذریعے نوعِ انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے (۳۳/۴۳؛ ۵/۱۶) اور ان کے نشو و نما دینے والے کے قانون کے مطابق انہیں اس خدا کے تجویز کردہ راستے پر ڈال دے جو جلال و جمال اور حسن و قوت کا مالک ہے (۶۴/۱)۔

۲ وہ خدا کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل میں سرگرمِ عمل ہے۔ جو لوگ اس کی تجویز کردہ راہ پر چلنے سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت تباہی اور بربادی ہے —— غلط راستے پر چلنے کا نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

۳ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اس طبیعی (حیوانی) زندگی اور سطحِ انسانیت کی (اُخروی) زندگی کے مفاد میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو یہ طبیعی زندگی کے مفاد کو ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو صحیح راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں (کیونکہ اس سے ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے) اور کوشش کرتے ہیں کہ اس سیدھی راہ میں (اپنے خود ساختہ مذہب و شریعت کی آڑ میں) کجی پیدا

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ ٱللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَآ أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّىٰمِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَىٰكُم مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

کردیں، اور اس طرح دین کو کچھ سے کچھ بنا دیں۔

یہ ہیں وہ لوگ جو ایک بہت بڑی گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں۔

۴ اور ہم نے جتنے رسول بھی بھیجے ہیں، وہ اپنی قوم کی زبان میں پیغام حق پہنچاتے تھے تاکہ وہ اس طرح، لوگوں پر قوانین خداوندی کو بالکل واضح کر دیں۔ (اس کے بعد لوگوں کو اختیار دیا گیا کہ) جو چاہے قانونِ خداوندی کے مطابق سیدھی راہ اختیار کر لے اور جو چاہے غلط راستے پر چلتا رہے۔ اللہ کا قانون غلبہ اور حکمت پر مبنی ہے۔

۵ اسی نہج کے مطابق ہم نے موسیٰؑ کو، اپنے ضابطہ قوانین کے ساتھ بھیجا کہ وہ بنی اسرائیل کو موت کی تاریکیوں سے نکال کر زندگی کی روشنی میں لے آئے اور انہیں ان تاریخی سرگزشتوں کی یاد دلائے جن میں نظام خداوندی کو غلبہ و تسلط حاصل ہوا تھا۔ ان سرگزشتوں میں اُن لوگوں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے کام لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی کوششیں بھرپور نتائج کی حامل ہوں۔

۶ جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ان عنایاتِ خداوندی کو یاد رکھو کہ اس نے تمہیں کس طرح فرعون کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔ وہ لوگ تم پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر سخت عذاب لاتے تھے۔ ان میں بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمہاری قوم کے معزز افراد کو ذلیل کیا کرتے تھے اور جو جوہرِ مردانگی سے عاری ہوتے تھے، انہیں معزز و مقرب بنایا کرتے تھے (۲/۴۹)۔ تمہارے نشو و نما دینے والے نے، تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا کر، تمہاری قومی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دی۔ اور یہ اس کی طرف سے بہت بڑی نعمت تھی۔

۷ اور تمہارے نشو و نما دینے والے نے تمہیں صاف صاف بتا دیا کہ اس عظیم انقلاب سے مقصد یہ ہے کہ تمہارے لئے یہ امکانات پیدا کر دیئے جائیں کہ تم اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کر سکو۔

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ

اگر تم نے ایسا کرلیا' اور ان صلاحیتوں کو ہمارے پروگرام کے مطابق صحیح مصرف میں لائے تو جو کچھ تمہیں حاصل ہوا ہے' اس میں اور اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا' اور جو کچھ ملا ہے اس کی قدر نہ کی' تو اس کا نتیجہ سخت تباہی اور بربادی ہوگا۔

۸ چنانچہ موسیٰ نے' اس کی وضاحت کرتے ہوئے' ان سے کہدیا کہ اگر تم نے خدا کی اس بخشائش کی قدر نہ کی ——— اور صرف تم ہی نہیں' اگر ساری دنیا کے انسان بھی اس طرح ناسپاس گزاری کی راہ اختیار کرلیں' تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ انسانوں کی اپنی ہی تباہی ہوگی۔ وہ تمہاری سپاس گزاری کا محتاج نہیں۔ پورا نظام کائنات' اس کے سزاوارِ حمد و ستائش ہونے کی زندہ شہادت ہے۔ (لہٰذا' وہ تم سے جن باتوں کا مطالبہ کرتا ہے' وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہیں)۔

۹ (موسیٰ نے ان سے یہ بھی کہا کہ) کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ ان قوموں پر کیا بیتی تھی جو تم سے پہلے ہو گزری ہیں ——— قوم نوحؑ۔ قوم عاد۔ قوم ثمود۔ اور کئی قومیں جو اُن کے بعد آئیں' اور جن کے حالات کسی تاریخ میں محفوظ نہیں۔ صرف اللہ کو معلوم ہیں۔ ان کی طرف' ان کے پیغامبر واضح قوانین لے کر آئے۔ لیکن' ان لوگوں نے ان کی سخت مخالفت کی اور ہر ممکن کوشش کی کہ اُن کی آواز کو بلند نہ ہونے دیا جائے؛ ان کی بات آگے نہ بڑھنے پائے۔ انہوں نے ان رسولوں سے اعلانیہ کہدیا کہ جو پیغام تم لے کر آتے ہو' ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور جس نظام کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو' ہمیں اُس کی صداقت اور کامیابی پر قطعاً یقین نہیں۔ ہمارے دلوں میں' اُس کے متعلق بڑے شکوک اور اضطرابات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۱۰ اُن رسولوں نے اُن سے کہا کہ کیا تمہیں اُس خدا کے بارے میں شک ہو رہا ہے جس نے اس تمام کائناتِ پست و بلند کو پیدا کیا ہے؟ ——— جو نظام اُس خدا کا تجویز فرمودہ ہو' کیا تمہیں اس کی صداقت اور کامیابی کے متعلق شک ہے؟ وہ تمہیں اس نظام کی طرف' صرف اِس لئے

وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ

دعوت دیتا ہے کہ تمہارے لئے اس تباہی سے محفوظ رہنے کا سامان پیدا کردے جو تمہارے جرائم کی وجہ سے تم پر آنے والی ہے۔ اور اس طرح تمہیں ایک مدتِ معینہ تک' زندگی کی کامرانیوں اور خوشگواریوں سے بہرہ یاب ہونے کا موقع عطا کردے۔

اس کے جواب میں وہ کہتے کہ تم ہماری ہی طرح کے ایک انسان ہو (اس لئے تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے کہ تمہیں خدا کی طرف سے وحی ملتی ہے)۔ تم چاہتے ہو کہ جن ہستیوں کی اطاعت وعبودیت ہمارے اسلاف نے اختیار کر رکھی تھی' ان سے ہمیں روک دو۔ (تاکہ ہم تمہارا مسلک اختیار کرلیں)۔

نیز' انہوں نے کہا کہ تم ان دلائل اور تاریخی شہادات کو چھوڑو۔ تم جو کہتے ہو کہ تمہاری یہ دعوت ضرور غالب آئے گی' تو اسے غالب کرکے دکھاؤ ——— اس طرح غالب کرکے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے ——— (اس وقت ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے)۔

۱۱ اُن کے رسولوں نے ان سے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن خدا' اپنے قانونِ مشیت کے مطابق' اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' نبوت بطور موہبت عطا کردیتا ہے۔ باقی رہا غلبہ وتسلط۔ سو وہ قانونِ خداوندی کے مطابق ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ (وہ کب حاصل ہوگا' یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کا ہمیں یقین ہے کہ وہ حاصل ضرور ہوگا۔ ہمیں قانونِ خداوندی کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اور یہ صرف ہم پر ہی موقوف نہیں، جو لوگ بھی قانونِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں' انہیں اس کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔

۱۲ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ ہم اس کے قانون کی محکمیت پر اعتماد نہ کریں جبکہ اس نے زندگی کی مختلف راہوں کو ہمارے سامنے اس طرح واضح طور پر بے نقاب کردیا ہے (کہ ہر حقیقت واشگاف ہوکر ہمارے سامنے آگئی ہے)۔ اس کے قانون کی محکمیت پر اعتماد ہی تو ہے جس کی

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

وجہ سے ہماری کیفیت یہ ہے کہ تم ہمیں جس قدر اذیتیں پہنچاؤ گے ہم انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے اور ان سے ہمارا قدم کبھی نہیں ڈگمگائے گا۔

جب خدا کا قانون اس قدر محکم ہے تو ہر بھروسہ کرنے والے کو اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

۱۳ اس پر اُن لوگوں نے، جو قوانینِ خداوندی سے انکار کرتے تھے، اپنے رسولوں سے کہا کہ (ہم زیادہ باتیں سننے کے لئے تیار نہیں)۔ یا تو (چپکے سے) ہمارا مسلک اختیار کر لو، ورنہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے باہر نکال دیں گے۔

اُنہوں نے انہیں یہ دھمکی دی۔ اور اُن کے نشو و نما دینے والے نے انہیں بذریعہ وحی کہدیا کہ (گھبراؤ نہیں)۔ ہم ان ظلم و زیادتی کرنے والوں کو تباہ کر دیں گے۔

۱۴ اور ان کی تباہی کے بعد تمہیں ان کے ملک میں آباد کر دیں گے۔ (یہ کچھ اس لئے نہیں ہوگا کہ ہمیں تمہاری طرفداری مقصود ہے اور ان سے یونہی عداوت ہے۔ یہ سب ہمارے اٹل قانون کے مطابق ہوگا)، اور ہر اس قوم کے حق میں ایسا ہی ہوگا جو جانتی ہے کہ کائنات میں قانونِ خداوندی کا مقام کیا ہے اور اس قانون کے خلاف چلنے کا نتیجہ کیا — اور وہ اس نتیجہ سے خائف رہتی ہے۔

۱۵ چنانچہ وہ لوگ دلائل و براہین سے نہ مانے، اور انہوں نے چاہا کہ ایک فیصلہ کن بات سامنے آجائے، تو وہ آگئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر سرکش اور باغی (جس نے قانونِ خداوندی کا مقابلہ کیا تھا) ناکام و نامراد رہا۔

۱۶ (اور یہ ناکامی اور نامرادی وقتی نہ تھی، بلکہ یہ) ایک مستقل عذاب تھا جو ان کے پیچھے لگ گیا۔ اُس ذلت کی زندگی میں انہیں کھانے پینے کو ملتا تھا، لیکن بجائے اس کے کہ اُس سے ان کی نشوونما ہوتی، وہ اُن کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما میں اُلٹا روک بن جاتا تھا (۱۵/۴۷)۔

۱۷ (انہیں اس ذلت کی زندگی کا احساس تھا، اس لئے) یہ سامانِ زیست ان کے حلق سے

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٨﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٩﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿٢٠﴾ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا

نیچے نہیں اترتا تھا۔ لیکن انہیں طوعاً و کرہاً اسے نگلنا پڑتا تھا۔ انہیں چاروں طرف موت کے سامان دکھائی دیتے تھے (اور وہ چاہتے بھی تھے کہ انہیں موت آجائے تاکہ اس عذاب سے چھٹکارا ہو جائے) لیکن انہیں موت بھی نہیں آتی تھی (۲/۴۴ ؛ ۷۴/۱۳) بلکہ موت آنے کے بجائے اس عذاب کی شدت اور بڑھ جاتی تھی ——— (اُف ! ذلت اور محکومی کا عذاب بھی کس قدر الم انگیز اور جانگسل ہوتا ہے!)۔ یہ عذاب اس دنیا کا تھا۔ آخروی زندگی کا عذاب اس سے بھی زیادہ جانکاہ ہوگا۔

۱۸ (اور یہ چیز صرف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں) جو لوگ بھی قوانین خداوندی سے انکار کر کے غلط راستوں پر چل نکلتے ہیں (وہ کہیں ہوں اور کسی زمانے میں ہوں) ان کے اعمالِ زندگی کی مثال یوں سمجھو جیسے ہلکی سی راکھ ہو جس پر آندھی کے دن زور کا جھکڑ چلے اور وہ ساری راکھ اڑ کر کہیں کی کہیں چلی جائے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے (ان کے اعمال کوئی ٹھوس تعمیری نتیجہ مرتب نہیں کرتے اس لئے وہ رائگاں جاتے ہیں)۔

غور کرو کہ انسان کی ناکام اور بے نتیجہ کوششوں کی اس سے بری مثال اور کیا ہوگی؟

۱۹ (یہ اس لئے کہ ان کی زندگی کا نقشہ کائناتی نقشہ کے یکسر خلاف ہے) کائناتی نظام پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ وہاں ہر شے تعمیری نتیجہ مرتب کرتی ہے (اور جس چیز میں اس کی صلاحیت نہیں رہتی وہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ ایسی چیز لے لیتی ہے جس میں اس قسم کی صلاحیت ہوتی ہے) لہٰذا [illegible] اگر تمہارے اعمال تعمیری نتائج پیدا نہیں کریں گے تو تم کائناتی نقشہ میں [illegible] نہیں بیٹھ سکو گے اور خدا کا کائناتی قانون تمہیں نکال باہر پھینکے گا اور تمہاری جگہ ایک نئی مخلوق لے آئے گا (۴/۱۳۳ ؛ ۶/۱۳۴ ؛ ۳۵/۱۶ [illegible])۔

۲۰ [illegible] اور ایسا کر دینا خدا کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں [illegible]

۲۱ (ابھی تو وہ انتظار کا وقفہ ہے جس میں آخری فیصلہ کن تصادم کی تیاری ہو رہی ہے۔

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ
الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ
كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

جب یہ وقفہ گزر جائے گا) اور سب قانونِ خداوندی کا سامنا کرنے کے لئے نکھر کر میدان میں آجائیں گے اور وہ وقت ہوگا جب (مضمر) چھپے ہوئے نتائج محسوس (مشہود اور بارز) شکل میں سامنے آجائیں گے' تو اس وقت' اس تباہی کو دیکھ کر کمزور لوگ (یعنی عوام' جو لیڈروں کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں) اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے پیچھے چلا کرتے تھے' تو آج کیا تم ایسا نہیں کرو گے کہ اس تباہی سے بچنے کی کوئی سبیل پیدا کر دو؟ وہ کہیں گے کہ اگر ہمیں اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر آتی تو ہم تمہارے بچاؤ کی بھی کوئی شکل بتاتے۔ (لیکن اب تو حالت یہ ہے کہ ہمیں خود اپنے بچاؤ کی بھی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی' اس لئے تمہیں کیا بتائیں؟ اب تو وہ وقت آچکا ہے کہ خواہ ہم اپنی روش پر بدستور چلتے جائیں' خواہ اسے چھوڑ دیں' نتیجہ یکساں ہے۔ اب اس تباہی سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ (۳۳/۲۷ ; ۳۴/۲۲ ; ۳۷/۲۷—۲۹ ; ۳۹/۳۰ ; ۴۰/۴۷)۔

۲۲ اور جب اس تصادم کا آخری فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان (یعنی انفرادی مفاد پرستیوں کا باطل نظام' جس پر یہ لوگ چلے آرہے تھے) کہے گا کہ ایک بات تم سے نظامِ خداوندی نے کہی تھی' سو وہ بات' حقیقت بن کر تمہارے سامنے آگئی۔ اور ایک بات تم سے میں نے کہی تھی' تو واقعہ اس کے خلاف ہوا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس کوئی ایسی قوت نہیں تھی کہ میں تمہیں اپنے پیچھے زبردستی لگا لیتا۔ جو کچھ ہوا وہ صرف یہ ہے کہ' میں نے تمہیں آواز دی تو تم نے اس پر فوراً لبیک کہہ دیا' اور اس طرح میرے بلاوے کو قبول کر لیا۔ لہٰذا' تم مجھے الزام مت دو۔ خود اپنے آپ کو الزام دو۔ اب میں بھی چیخ و پکار کرتا ہوں (کہ میں گیا) اور تم بھی چیخ و پکار کر رہے ہو (کہ تم تباہ ہو گئے۔ سارا معاشرہ کہرام مچا رہا ہے۔ چھوٹے بڑے سب دہائی دے رہے ہیں۔ لیکن) نہ میں ہی تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں۔ نہ تم ہی مجھے بچا سکتے ہو۔ تم نے' اس سے پہلے جو یہ روش اختیار کر رکھی تھی کہ میرے قوانین و احکام کی اطاعت' قوانینِ خداوندی کی طرح کیا کرتے تھے' میں تمہاری اس روش سے بری الذمہ ہوں۔ (اُسے تم نے خود ہی اختیار کیا تھا)۔

وَ اُدۡخِلَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ؕ تَحِیَّتُهُمۡ فِیۡهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ کَلِمَةٍ خَبِیۡثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَبِیۡثَةِ ۣاجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیۡنَ ۟ۙ وَ یَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتیں، ان کے لئے الم انگیز تباہی آتی ہے۔

۲۳ ان کے برعکس جو لوگ قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھ کر اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے، انہیں شادکامیوں اور کامرانیوں کی جنت میں داخل کیا جائے گا جس کی بہاروں پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ اور یہ سب کچھ خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق ہوگا۔ اس (جنتی معاشرہ) میں ہر ایک کی آرزو اور کوشش یہ ہوگی کہ وہ دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ زندگی اور سلامتی کا سامان بہم پہنچائے۔

۲۴ ذرا غور کرو کہ ان ہر دو متضاد نظریاتِ حیات اور نظامہائے زندگی کو خدا کس طرح ایک مثال کے ذریعے واضح کرتا ہے۔ خوشگوار نظریۂ زندگی کی مثال ایک ایسے عمدہ پھل دار درخت کی سی ہے جس کی جڑیں (پاتال میں) محکم اور استوار ہوں اور اس کی شاخیں فضائے آسمانی میں جھولے جھول رہی ہوں (یعنی اسے معاشی زندگی میں مادی تمکن بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ہی وہ بلند اخلاقی اقدار سے بھی ہمکنار ہو جن کا سرچشمہ مادی کائنات سے ماوراء ہے)۔

۲۵ وہ درخت، قانونِ خداوندی کے مطابق، ہر زمانے میں، ہر وقت، پھل دیئے جاتا ہے۔ اللہ اس طرح تجریدی اور نظری حقائق کو محسوس مثالوں کے ذریعے واضح کر دیتا ہے تاکہ لوگ انہیں اچھی طرح سمجھ جائیں۔

۲۶ اس کے برعکس غلط نظریۂ زندگی اور نظامِ حیات کی مثال ایک ایسے نکمے درخت کی سی ہے جس کی کھوکھلی سی جڑ زمین کے اوپر ہی اوپر ہو کہ اسے جب جی چاہے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ (جو غلط نظام، اخلاقی اقدارِ خداوندی سے ہمکنار نہیں ہوتا، اسے ثبات و قرار نصیب نہیں ہو سکتا)۔

۲۷ اس طرح اللہ، اس محکم نظریۂ زندگی کی رو سے، ایمان والوں کی جماعت کو، ان کی دنیا کی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿۳۱﴾

اور اُخروی زندگی (دونوں) میں ثبات اور تمکن عطا کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس نظام سے سرکشی برتتے ہیں ان کی کوششیں رائگاں چلی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

۲۸ (اب تم اِس قانونِ مشیت کو سامنے رکھ کر اقوامِ عالم کی تاریخ پر نگاہ ڈالو اور) اُن رہنمایانِ قوم کی حالت پر غور کرو جنہیں اللہ نے زندگی کی خوشگواریاں اور فراوانیاں عطا کیں۔ لیکن انہوں نے اُن کی قدر نہ کی (ان کا غلط استعمال کیا)۔ اور اپنی ملت کے کارواں کو ایسی منڈی میں لا کر ٹھہرا دیا جس میں ہر طرف کساد بازاری تھی۔ جہاں اِس جنس کاسد کا کوئی خریدار نہ تھا۔

۲۹ یعنی انہیں تباہی اور بربادی کے جہنم میں جھونک دیا۔ اور یہ کیسی بری جگہ تھی جہاں انہوں نے اس قافلہ کو اتارا!

۳۰ انہوں نے کیا یہ کہ (نام تو لیتے رہے قوانینِ خداوندی کا لیکن) اس کے ہم پایہ ٹھیراتے رہے غیر خداوندی قوانین کو تاکہ اس طرح لوگوں کو خدا کے تجویز کردہ راستے سے بہکا کر دوسرے راستے پر ڈال دیں۔

تم اِن لوگوں سے کہدو کہ تم نے بھی ایسی ہی روش اختیار کر رکھی ہے۔ سو اس سے تھوڑے دنوں تک فائدے حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تمہارے لئے بھی تباہی اور بربادی ہے۔

۳۱ ان کے برعکس، تم میرے ان بندوں سے جو میرے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہدو کہ (وہ اس سے نہ گھبرائیں کہ باطل کا نظام ہر طرف مسلط ہے اس لئے اُس سے کس طرح نکلا جائے گا؟) وہ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرتے جائیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے ——— ان کی مضمر صلاحیتیں ہوں یا محسوس سامانِ زیست ——— اُسے حسبِ موقعہ و ضرورت علانیہ و پوشیدہ اس بلند مقصد کیلئے صرف کرتے چلے جائیں۔ ابھی تو اس کا موقعہ ہے۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ جنس وہ نہیں جسے جب جی چاہے بازار سے خرید لیا جائے یا کسی دوست سے

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الۡفُلۡکَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِہٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الۡاَنۡہٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۵﴾

احساناً مانگ لیا جائے (اسے تو موقعہ پر خونِ جگر سے حاصل کیا جاتا ہے ۲/۲۵۴)۔

۳۲ اس طرح انسانی دنیا میں وہ نظامِ ربوبیت قائم ہو جائے گا جس کے اسباب و ذرائع خارجی دنیا میں پہلے سے جتیا کر دیئے گئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے خدا نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو پیدا کیا۔ وہ بادلوں سے مینہ برساتا ہے جس کی آبیاری سے طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں تاکہ وہ تمہارے لئے سامانِ زیست بنیں۔ اس نے تمہارے لئے کشتیوں (اور جہازوں) کو مسخر کر دیا تاکہ وہ اس کے قانون کے مطابق سمندروں میں چلتے رہیں۔ اور تمہارے لئے دریا بھی مسخر کر دیئے (تاکہ تم ان سے آبپاشی کا کام لو)۔

۳۳ اور اس نے تمہارے لئے چاند اور سورج کو بھی قوانین کی زنجیروں میں جکڑ دیا —— وہ ایک مقررہ قاعدے کے مطابق برابر چلے جا رہے ہیں —— نیز اس نے تمہارے لئے دن اور رات کو بھی مسخر کر دیا۔

۳۴ غرضیکہ اس طرح اس نے (اپنے کائناتی قانونِ ربوبیت کے مطابق) تمہیں وہ سب کچھ دے دیا، جس کی تمہیں، اپنی نشو و نما کے لئے ضرورت ہے (۵/۲۹)۔ یہ سامانِ رزق اس قدر متنوع اور فراواں ہے کہ اگر تم اسے گننے لگو تو اس کا احاطہ نہ کر سکو۔

(یہ سامانِ رزق ہم نے تمام انسانوں کی عالمگیر پرورش کے لئے دیا تھا لیکن انسانوں نے اسے اپنے قبضے میں لے کر ایسی دست درازیاں شروع کر دیں کہ) ہر ایک دوسرے کے حقوق چھیننے لگا اور جو کچھ کسی کے ہاتھ آیا اسے دبا کر بیٹھ گیا۔

۳۵ (سرکش انسانوں کی ان دست درازیوں اور ناہمواریوں کی روک تھام کے لئے ابراہیمؑ نے نظامِ خداوندی کی بنیاد رکھی اور اس کے لئے ایک مرکز قائم کیا ۲/۱۲۵)۔ اور اس سلسلہ میں خدا سے دعا کی کہ اے نوعِ انسان کو نشو و نما دینے والے! تو اس بستی کو (جسے میں تیرے نظام کا مرکز قرار دے رہا ہوں) ایسا بنا دے کہ یہ سرکش اور مستبد قوتوں کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے مقامِ امن بن جائے۔ اور مجھے اور میری اولاد کو (جو اس مرکز کی محافظ ہو گی) اس کی توفیق

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾
رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ
اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ

عطا فرما کہ ہم ہر اُس کام' اور اُس شے سے مجتنب رہیں جو تیرے قانون کی اطاعت کے راستے میں حائل ہو' اور ہمیں تجھ سے بیگانہ بنا دے۔

۳۶ اے میرے نشوونما دینے والے! ان غیر خدائی قوتوں اور جاذبیتوں نے' بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ (اور یہ جو میں نے دعا کی ہے کہ میری اولاد کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا ہو تو یہ اس لئے کہ اگر وہ تیرے راستے پر چلے گی تو اس نظام کے مرکز کی تولیت کی اہل رہے گی۔ اگر وہ اس راستے پر نہ چلے گی' تو محض میری اولاد ہونا' اسے اس کا اہل نہیں بنا سکے گا (۲/۱۲۴)۔ اس نظام میں "اپنے" اور "بیگانے" کا معیار ہی بدل جاتا ہے)۔ میرا "اپنا" وہ ہوگا جو اُس مسلک کا اتباع کریگا جس پر میں چلتا ہوں۔ جو اُس سے سرکشی برتے گا (تو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا' خواہ وہ میری اولاد میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۱/۴۶)۔ البتہ اس کی حفاظت اور پرورش کا انتظام' تیرے طبیعی قانون کے مطابق' اسی طرح ہوگا جس طرح دوسرے انسانوں کا انتظام ہوتا ہے۔ (کیونکہ تیرا طبیعی قانون کافر و مومن سب کے لئے یکساں ہے۔ ۲/۱۲۶)۔

۳۷ اے ہمارے نشوونما دینے والے! میں نے (اس مقصد عظیم کے لئے) اپنی کچھ اولاد کو' تیرے واجب الاحترام گھر کے پاس لا کر بسا دیا (اسے "تیرا گھر" اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام انفرادی نسبتوں سے بلند ہو کر' عالمگیر انسانیت کی مشترکہ جائے امن ہے)۔ یہ ایک ایسے مقام پر واقع ہے جہاں کھیتی کا نام و نشان تک نہیں۔

میں نے یہ سب اہتمام اس لئے کیا ہے کہ میری اولاد نظام صلوٰۃ کو قائم کرے — یعنی اس نظام کو جس میں تمام افراد تیرے قوانین کا اتباع کریں —— سو اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو ایسا کر دے کہ (ان تمام' بظاہر ناسازگار حالات کے باوجود) لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں۔ نیز تو' ان کے لئے' زمین کی پیداوار سے سامانِ رزق فراہم کر دے (۲/۱۲۶) تاکہ (یہ معیشت کی طرف سے مطمئن ہو کر' اس مقصد کے حصول کے لئے' ایسے جذب و انہماک سے کام کریں کہ) ان کی کوششیں بھرپور نتائج کی حامل ہوں۔

اے ہمارے پروردگار! جو کچھ ہمارے دلوں کے اندر ہے اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں' تجھ پر سب

مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُہُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡہِ الۡاَبۡصَارُ ﴿۴۲﴾ مُہۡطِعِیۡنَ مُقۡنِعِیۡ رُءُوۡسِہِمۡ لَا یَرۡتَدُّ اِلَیۡہِمۡ طَرۡفُہُمۡ ۚ وَ اَفۡـِٕدَتُہُمۡ ہَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

روشن ہے۔ (اور ایک ہم ہی پر کیا موقوف ہے) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کچھ بھی ایسا نہیں جو تجھ سے پوشیدہ ہو۔ (اس لئے تو یہ بھی جانتا ہے کہ جس نظام کی ابتداء اس چھوٹے سے پیمانے پر ہمارے ہاتھوں کرائی جا رہی ہے، اس کا مستقبل کیا ہونے والا ہے)۔

۳۹ (میں اس کے مستقبل کے متعلق بڑا پُرامید ہوں۔ اس لئے کہ یہ کچھ تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں کہ حالات کی نامساعدت کے باوجود تیری عنایات سے وہ کچھ ہو جاتا ہے جس کی انسان کو عام طور پر توقع نہیں ہو سکتی۔ مثلاً) تو نے مجھے میری کبرسنی میں (جبکہ میں اولاد کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا) اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ جیسے بیٹے عطا کر دیئے، جو تیری حمد وستائش کے زندہ پیکر ہیں۔ لہٰذا مجھے پورا پورا یقین ہے کہ میرا خدا، میری دعا کو ضرور شرف قبولیت عطا کرے گا۔

۴۰ اس دعا کو، کہ وہ مجھے اور میری اولاد کو اس قابل بنا دے کہ ہمارے ہاتھوں نظامِ صلوٰۃ قائم ہو جائے —— اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو میری اس آرزو کو ضرور پورا کر دے۔

۴۱ نیز میری یہ بھی دعا ہے کہ مجھ سے، میرے ماں باپ سے، اور دوسرے مومنین سے اگر کوئی چھوٹی موٹی کوتاہیاں ہو جائیں تو، ظہورِ نتائج کے وقت، ہم ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہیں (۱۴۳)۔

۴۲ (ان آرزوؤں اور التجاؤں کے ساتھ، ابراہیمؑ نے اس نظام کی ابتدا کی تھی جس کی تکمیل کے لئے اے رسول! اب تم اٹھے ہو۔ اس لئے) تم یہ خیال نہ کرو کہ یہ ظالم اور سرکش لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، ہم اس سے بے خبر ہیں۔ (ہمارا قانونِ مکافات سب کچھ دیکھ رہا ہے) لیکن یہ وقفہ مہلت کا ہے۔ جب ظہورِ نتائج کا وقت آجائے گا، اُس وقت تباہیوں کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ کر ان کی حالت یہ ہو جائے گی کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ ان کے ڈھیلے باہر نکل آئیں گے۔

۴۳ افراتفری کا یہ عالم ہو گا کہ یہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر، منہ اٹھائے، بدحواس بھاگے چلے جائیں گے۔

وَاَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِیۡ مَسٰكِنِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَیَّنَ لَكُمۡ كَیۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَكُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

(سب ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ حتیٰ کہ) اِن کی نگاہ بھی کاشانۂ چشم میں لوٹ کر نہیں آئے گی۔ ان کے دل امید سے خالی ہو جائیں گے۔ یاس انگیز جذبات ان پر بری طرح سے چھا جائیں گے۔

۴۴ اے رسولؐ! تو ان مخالفین کو تباہی کے اس قسم کے ہولناک عذاب سے آگاہ کر دے۔ اس وقت یہ سرکش اور مستبد لوگ خدا سے گڑگڑا کر التجا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت دیدے۔ ہم تیری دعوت کو قبول کر لیں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے۔

ان سے کہا جائے گا کہ تم' اس سے پہلے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ ہماری قوتوں کو زوال نہیں آسکتا۔ (اب دیکھو کہ زوال کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے آیا کرتا ہے؟)۔

۴۵ تم اُن لوگوں کی بستیوں میں بسے تھے جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی تھی۔ ہم نے تمہیں اُن کے واقعات سے آگاہ کر دیا تھا تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہمارا قانونِ مکافات اس قسم کے لوگوں سے کیا کیا کرتا ہے۔ نیز اور بھی طرح طرح کی مثالوں سے' تم پر حقیقت واضح کر دی تھی۔

۴۶ ہم نے تمہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ اُن لوگوں نے' نظامِ خداوندی کی مخالفت کے لئے طرح طرح کی چالیں چلیں —— ایسی چالیں کہ اُن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں —— لیکن' ہمارے قانونِ مکافات کے مقابلہ میں ان کی کوئی چال کارگر نہ ہو سکی۔

۴۷ لہٰذا' تم اس زعمِ باطل میں نہ رہو کہ خدا' اپنے پیغامبروں سے (جو اس انقلاب کی دعوت لے کر آتے ہیں) وعدہ خلافی کرے گا۔ (اس کی ہر بات پوری ہو کر رہے گی)، اس لئے کہ وہ بڑی قوتوں کا مالک ہے' اور اس کے قانونِ مکافات کی رُو سے۔ ہر غلط عمل کی سزا مل کر رہتی ہے۔ اس سے کوئی اِدھر اُدھر نہیں بھاگ سکتا۔

۴۸ (اے رسولؐ! ان سے کہدو کہ میری اس دعوت سے ایسا انقلاب واقع ہو گا کہ) یہ زمین' ایک دوسری زمین بن جائے گی۔ آسمان' اور آسمان ہو جائے گا[1] —— یہ زمین و آسمان

[1] اگر ان الفاظ کے (مجازی نہیں بلکہ) حقیقی معانی لئے جائیں تو اس سے مفہوم وہ کائناتی انقلاب ہوگا' جس کا ذکر (...) دیکھئے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

بدل جائیں گے۔ موجودہ معاشرہ کی جگہ ایک نیا معاشرہ وجود میں آجائے گا۔ اور تمام لوگ اُس خدا کے سامنے اُبھر اور نکھر کر آجائیں گے جس کے قانون کے سوا اور کسی کا قانون نہیں چل سکتا، اور جو بڑی قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے۔

۴۹ اُس دن، تو ان مجرمین کو دیکھے گا (جو اس وقت یوں سرکشی اختیار کر رہے ہیں) کہ یہ (جنگی قیدیوں کی شکل میں) زنجیروں میں جکڑے چلے جا رہے ہوں گے۔

۵۰ ان کی زرہیں، جو انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے پہنی تھیں، تارکول کی طرح ان کے جسم سے چمٹ کر، ان کے لئے وبالِ جان بن رہی ہوں گی۔ ان کے چہرے، جنگ کی آگ سے جھلسے ہوئے ہوں گے۔

۵۱ یہ سب اِس لئے ہوگا کہ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے، ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا قانون، اعمال کا محاسبہ کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگاتا۔ وہ بہت تیز واقع ہوا ہے۔

۵۲ یہ تمام حقائق اور واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ

(۱) اِن کی روشنی میں انسانیت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔

(۲) لوگ آگاہ ہو جائیں کہ غلط روشِ زندگی کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوتا ہے۔

(۳) وہ اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ کائنات میں اقتدار اور اختیار صرف خدا کا ہے، کسی اور کا نہیں۔ اور

(۴) صاحبانِ عقل و بصیرت، ان حقیقتوں کو، اپنے سامنے رکھیں جنہیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور ان سے عبرت حاصل کریں۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۵۷۵) جو کسی وقت آئیگا۔ اس کی کنہ وحقیقت کے متعلق ہم قبل از وقت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ انقلاب ہے جو نبی اکرمؐ کے ہاتھوں، اس معاشرہ میں رونما ہوا اور جس نے سب کچھ تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس اعتبار سے ہم نے اِن الفاظ کے مجازی معنی لئے ہیں۔
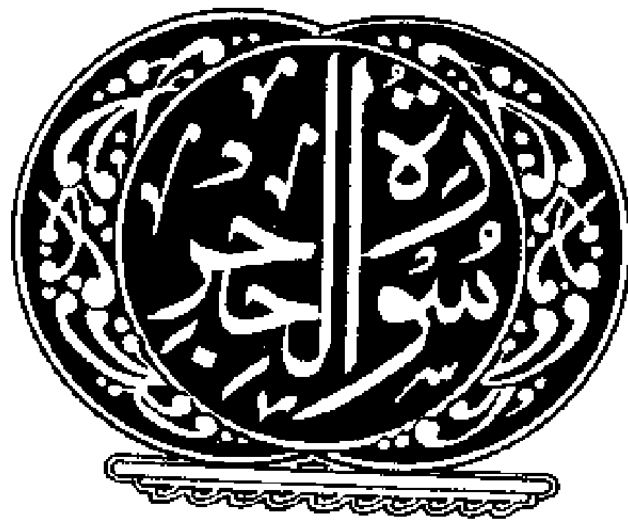
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

① خدائے علیم و رحیم کا ارشاد ہے کہ یہ اُس ضابطۂ خداوندی' یعنی قرآن کریم' کی آیات ہیں جو اپنے مطالب کو بڑے واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ

يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَمَآ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُوْنَ ۝۵ وَقَالُوْا يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶

---

۲ (اے رسول! اب یہ انقلاب اپنے فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد) یہ لوگ جو اسکی اِسطرح مخالفت کر رہے ہیں اس حسرت میں رہیں گے کہ اے کاش! ہم بھی اسے تسلیم کر لیتے!

۳ (اس وقت) تو انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ (زندگی کی حیوانی سطح پر ۴۷/۱۲) کھائیں پئیں اور سامانِ زیست سے فائدہ اٹھائیں (اسلئے کہ ان کے نزدیک زندگی کا مقصد ہی یہ ہے۔ یہ انہی مشاغل میں الجھے رہیں اور اس طرح) اِن کی لمبی چوڑی آرزوئیں (۱۰۲/۱) انہیں (زندگی کے بلند مقاصد سے) غافل رکھیں۔ وہ وقت دُور نہیں کہ انہیں اپنی اس غلط روش کے انجام کا علم ہو جائے گا۔ (ابھی مہلت کا وقفہ ہے)۔

۴ اور (ان سے پہلے بھی) ہم نے کسی قوم کو، ان کی مہلت کا وقفہ پورا ہونے سے پہلے تباہ نہیں کیا۔ یہ وقفہ ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق متعین ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (۱۳/۳۸)

۵ ہمارا یہ قانونِ مہلت اس قدر اٹل ہے کہ نہ کوئی قوم اس وقفہ سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کے بعد زندہ رہ سکتی ہے۔ (غلط روش کے نتائج ٹھیک اپنے وقت پر ظہور میں آتے ہیں)۔

۶ (اس وقت یہ لوگ خوابِ غفلت میں پڑے ہیں اور ان کے نشۂ قوت کی بدمستی کا یہ عالم ہے کہ)

لَوْمَا تَأْتِينَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوٓا إِذًا مُّنْظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١١﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿١٤﴾

یہ کہتے ہیں کہ "اے وہ جس پر یہ قرآن نازل ہو رہا ہے' تو پاگل ہے"۔

۷ "اور اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ایسا کیوں نہیں کرتا کہ فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئے؟"

۸ (اے کاش! یہ بات ان کی سمجھ میں آسکتی کہ) ہم ملائکہ کو یونہی نازل نہیں کیا کرتے۔ وہ اُس وقت نازل ہوا کرتے ہیں جب نتائج کے 'حقیقتِ ثابتہ بن کر سامنے آنے کا وقت آجائے۔ (وہی حق و باطل کی کشمکش کا آخری مرحلہ ہوتا ہے)۔ اُس کے بعد پھر کسی کو مہلت نہیں ملا کرتی۔

۹ اس قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے (اس لئے اس کا ہر وعدہ سچا ہو کر رہے گا۔ اور چونکہ اسے تمام نوعِ انسان کے لئے' ہمیشہ کے لئے' ضابطہ ہدایت بن کر رہنا ہے' اس لئے اسے ہر طرح سے مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس میں کسی ردوبدل کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔ ۶/۱۱۹)۔ اس لئے ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکے گی۔

۱۰ (اور تم کوئی نئے رسول نہیں ہو) ہم نے تم سے پہلے بھی مختلف گروہوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔

۱۱ لیکن جو رسول بھی آیا' لوگوں نے اُس سے (اسی طرح) مذاق کیا جس طرح یہ تم سے مذاق کرتے ہیں۔ لہذا تمہارے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں)۔

۱۲ یہ سب مجرمین کی مشترکہ نفسیاتی کیفیت ہے (کہ وہ' اپنی قوت کے نشے میں' دلائل و براہین کا جواب استہزاء و استخفاف سے دیتے ہیں)۔

۱۳ یہی کیفیت تمہاری قوم کی ہے۔ یہ بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے (اور جو کچھ پہلے لوگ کرتے رہے ہیں' وہی کچھ یہ بھی کریں گے)۔

۱۴ (یہ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے دعوئے رسالت میں سچا ہے تو ہمارے سامنے فرشتے لے آ۔ یہ ان کی محض کٹ حجتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ) اگر ہم ان کے سامنے' آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اُس میں چڑھنے بھی لگ جائیں (تو بھی یہ ایمان نہ لائیں)۔

لَقَالُوٓا اِنَّمَا سُكِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۸﴾ وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۢۡبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلۡنَا لَـكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَ ﴿۲۰﴾

---

۱۵ اُس وقت یہ کہنے لگ جائیں کہ ہماری نگاہ بند کر دی گئی ہے۔ یا ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن پر غور و فکر کیا جائے۔ نہ یہ کہ اس قسم کی خارق عادات باتوں کا تقاضا کیا جائے)

۱۶ (باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ اس قسم کی باتیں جو قرآن میں بیان ہوتی ہیں' ان کو کاہن اور نجومی علم النجوم ۔ ستاروں کے علم ۔ کی رو سے بھی بتا سکتے ہیں۔ تو ستاروں کی کیفیت یہ ہے کہ) ہم نے فضا کی بلندیوں میں' ابھرے ہوئے کرّے پھیلا رکھے ہیں' اور اُن سے روشنی منعکس ہوتی ہے تو وہ دیکھنے والوں کو بڑے خوشنما نظر آتے ہیں۔

۱۷ اور انہیں ہم نے ہر قسم کی تخریبی قوتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (اسی لئے تو یہ عظیم کارگہ کائنات' اس نظم و ضبط اور حسن و خوبی سے چل رہا ہے۔ یہ ہے ستاروں کی حقیقت جن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کی گردش سے انسانی مقدرات اور واقعات کے متعلق پیش گوئیاں کی جا سکتی ہیں)۔

۱۸ (ان پیش گوئیوں کی بھی اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں کہ یہ) محض ان کی قیاس آرائیاں ہیں۔ یہ قیاس آرائیاں اُس زمانے میں تو چل سکتی تھیں جب علم کی روشنی اس قدر عام نہ تھی۔ اب' قرآن کے بعد ان کا دور ختم ہو گیا)۔ اب ہر قیاس و تخمین کے پیچھے علم و یقین کا ایک چمکتا ہوا شعلہ موجود ہے جو اُس کی حقیقت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ (۲۱۲ : ۲۱۲-۲۶ ; ۹-۸/۳۷ ; ۳۴/۵۲ ; ۹-۸/۷۲ ; ۵/۶۷)۔

۱۹ (حقیقت یہ ہے کہ یہ فضا' اور اس میں تیرنے والے کرّے' سب ہمارے نظام ربوبیت کے کل پرزے ہیں۔ بلندیوں کی طرف وہ کرّے اور پستی کی طرف) زمین کا کرّہ' جسے (گول ہونے کے باوجود) ہم نے پھیلا رکھا ہے اور اس میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے ہیں (جن سے دیگر فوائد کے علاوہ زمین کی آبپاشی کے لئے واٹر ورکس کا کام لیا جاتا ہے۔ اس پانی کے ذریعے) ہم نے' زمین میں' نہایت عمدہ توازن اور تناسب سے' تمام چیزیں اُگائیں۔

۲۰ اور زمین کی اس پیداوار کو' تمہارے لئے وجہ معاش (روزی کا سامان) بنایا ——

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

تمہارے لئے بھی اور اس مخلوق کے لئے بھی جن کے لئے تم رزق مہیا نہیں کرتے۔

۲۱ ہمارے پاس (کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں) ان چیزوں کے بے بہا ذخیرے ہیں (جو تمہارے لئے سامانِ زیست بنتی ہیں) لیکن ہم انہیں' ایک معینہ اندازے کے مطابق' باہر لاتے ہیں۔ (اس معینہ اندازے کا دوسرا نام قانونِ فطرت ہے)۔

۲۲ اس مقصد کے لئے' ہم ہوائیں چلاتے ہیں جو پانی کے بخارات سے لدی ہوتی ہیں۔ (برعکس آندھیوں کے۔ ۵۱/۴۱)۔ پھر ہم' انہی بادلوں سے مینہ برساتے ہیں۔ اور اس کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ (یہ ذخائر ہمارے پاس رہتے ہیں) تمہارے پاس نہیں رہتے۔

۲۳ اور (ہر شے کو ہمارے قانون کے مطابق) زندگی ملتی ہے اور اسی کے مطابق اُس پر موت طاری ہوتی ہے۔

(ان تصریحات سے واضح ہے کہ کائنات میں جس قدر سامانِ زیست ہے' اس کے) مالک ہم ہیں۔ (تم مالک نہیں ہو کہ اسے سمیٹ کر بیٹھ جاؤ۔ ۴۲/۴۹؛ ۵۶/۶۳)۔

۲۴ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کون (اپنی ہنرمندیوں اور چابک دستیوں کی بنا پر) آگے بڑھ جانے والے (اور اس طرح سامانِ معیشت کو اپنے قبضے میں لے لینے والے) ہیں۔ اور کون پیچھے رہ جانے والے ہیں۔

۲۵ (لیکن ہمارا نظامِ ربوبیت اس قسم کی تفریق و تقسیم کی اجازت نہیں دے سکتا) ہم اُن سب کو یک جا اکٹھا کر دیں گے۔ اور یہ ہمارے اس قانون کی رو سے ہوگا جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے۔

۲۶ (یہی وہ حقیقت ہے جسے' قصۂ آدم کے تمثیلی انداز میں' پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے اور جسے اب پھر دہرایا جاتا ہے)۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش کی ابتدا ز سیاہ کیچڑ سے ہوئی جو سوکھ کر کھنکھنانے لگتا ہے (یعنی وہ طین لازب جس سے زندگی کا اوّلین جرثومہ

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

وجود میں آیا (۵۵/۱۵)۔

۲۷ واضح رہے کہ انسانی تخلیق سے پہلے کرۂ ارض میں بے پناہ حرارت تھی۔ اس لئے ابتدا ً یہاں ایسی مخلوق کی نمود ہوئی جس میں حرارت برداشت کرنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ وہ مخلوق اب باقی نہیں رہی۔ انسان اسی کا جانشین ہے (۲/۳۰)۔

۲۸ اور جب تیرے نشو ونما دینے والے نے کائناتی قوتوں سے کہا کہ میں سیاہ کیچڑ کی کھنکھنی مٹی سے انسان کی تخلیق کی ابتدا کرنے والا ہوں۔

۲۹ سو جب ایسا ہو کہ وہ زندگی کی مختلف ارتقائی منازل طے کر کے، اس مقام تک پہنچ جائے جہاں اس میں ٹھیک ٹھیک تناسب اور توازن قائم ہو جائے، اور میں، اس میں، اپنی توانائی کا ایک شمہ ڈال دوں، اور یوں وہ صاحب اختیار وارادہ، انسانی ذات کا حامل بشر بن جائے، تو تم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا۔

۳۰ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق، تمام کائناتی قوتیں اس کے سامنے جھک گئیں۔ (یعنی انسان میں یہ صلاحیت رکھ دی گئی کہ وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر سکے)۔

۳۱ لیکن اس کے اپنے سرکش جذبات اس کے سامنے نہ جھکے۔ انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور سرکشی اختیار کر لی (۲/۳۴)۔

۳۲ خدا نے ابلیس (انسان کے سرکش جذبات) سے پوچھا کہ تم اس کے سامنے جھکنے والوں میں سے کیوں نہیں ہوتے؟ تم نے سرکشی کیوں اختیار کی؟

اس نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ایک ایسی مخلوق کے سامنے جھک جاؤں جسے سیاہ کیچڑ کی کھنکتی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے (یعنی انسان کی مادی تخلیق ایسی ہے کہ اسکے سرکش جذبات اس پر غالب رہتے ہیں۔ لیکن اسے جو خدائی توانائی کی جھلک — انسانی ذات — دی گئی ہے اس سے یہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کے جذبات اس پر غالب نہ آئیں)۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۱﴾

۳۴ خدا نے کہا کہ تو اس حالت سے نکل جا۔ تو ہر قسم کی سعادت سے محروم ہو گیا۔ (اگر انسان اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے اور انہیں قوانین خداوندی کے تابع نہ رکھے تو وہ زندگی کی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے) (۱۵/۳۵)

۳۵ اور یہ محرومی انسان کے ساتھ مسلسل لگی رہتی ہے — اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔

۳۶ اس نے کہا کہ مجھے انسان کی نشأۃ ثانیہ تک مہلت دیدی جائے (اس دور تک کہ انسان کی ترقی کے راستے میں جس قدر موانع ہیں یہ انہیں دور کر کے صحیح انسانی آزادی حاصل کر لے۔ جب انسان ان تمام موانع کو دور کر کے وحی الٰہی کے مطابق صحیح آزادی حاصل کر لے گا تو اس وقت اس پر اس کے تخریبی جذبات غالب نہیں آسکیں گے (۱۵ — ۱۴)۔

۳۷-۳۸ خدا نے کہا ہاں! تجھے اس وقت تک کے لئے مہلت دی جاتی ہے۔ یعنی ایک وقت معلوم تک کے لئے۔ ("وقت معلوم" اس لئے کہ انسان کی صحیح آزادی کا دور جس میں وہ اپنے پست جذبات پر غلبہ حاصل کر لے ایسا نہیں جس کا کسی کو علم ہی نہ ہو سکے۔ یہ کوئی راز درونِ پردہ نہیں — اس کا ہر ایک کو علم ہوگا — اور ہوتا ہے)۔

۳۹ اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے جو اس طرح زندگی کی سعادتوں سے محروم کر دیا اور مجھ پر خوشگواریوں کی راہ مسدود کر دی ہے تو میں بھی اب ایسا کروں گا کہ انسانوں کو ان کی طبیعی زندگی کے مفاد و اسباب اس طرح خوشنما بنا کر دکھاؤں کہ وہ انہی میں الجھ کر رہ جائیں اور انسانی زندگی کے بلند مقاصد کو یکسر نظر انداز کر دیں۔ (اور یوں میری طرح یہ بھی زندگی کی حقیقی سعادتوں سے محروم رہ جائیں)۔

۴۰ ہاں! جو تیرے مخلص بندے ہوں گے ان پر میرا زور نہیں چل سکے گا۔ (وہ اپنے آپ کو وحی کے تابع رکھیں گے اس لئے سرکش جذبات ان پر غالب نہیں آسکیں گے)۔

۴۱ خدا نے کہا کہ جس راہ پر یہ مخلص بندے چلیں گے وہی وہ توازن بدوش راہ ہے جو

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۴﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿۴۵﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ آمِنِينَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿۴۸﴾

انہیں سیدھی زندگی کی منزل مقصود تک پہنچا دے گی۔ یہی راہ میری طرف لانے والی ہے (۱۶/۹)۔

۴۲ میرے ان بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکے گا۔ تیرا غلبہ انہی پر ہو سکے گا جو اس متوازن راہ کو چھوڑ کر تیرے پیچھے لگ جائیں۔

۴۳ یقیناً ان سب کے لئے تباہی اور بربادی کا جہنم ہے ——— اور یہ وہاں پہنچ کر رہیں گے۔

۴۴ تباہی تو سب کے لئے ایک جیسی ہوگی، لیکن اس تک پہنچنے کے راستے مختلف ہوں گے۔ ان میں سے ہر گروہ کا الگ راستہ ہوگا جہاں سے وہ تباہی کے جہنم میں داخل ہوگا۔ (یعنی صراطِ مستقیم، جو جنت تک لیجاتی ہے ایک ہی ہے۔ لیکن جب اسے چھوڑ دیا جائے تو غلط راستے بے شمار ہوتے ہیں اور مختلف لوگ، مختلف راستوں سے تباہی تک پہنچ جاتے ہیں ——— ٹھیک نشانے کا مقام ایک ہی ہوتا ہے، غلط نشانے کے مقامات لاتعداد ہو سکتے ہیں۔ ٹھیک جواب ایک ہی ہوتا ہے۔ غلط جوابات کا شمار نہیں ہو سکتا۔ خدا کا دین ایک ہی ہے۔ انسانوں کے خود ساختہ مذاہب بے شمار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین میں فرقے نہیں ہو سکتے۔ (۳۰/۳۱ ——— ۳۰)۔

۴۵ ان کے برعکس متقین (زندگی کی تباہیوں سے بچ کر قوانینِ خداوندی کے مطابق چلنے والوں) کی منزل، سرسبز و شاداب باغات اور جاری چشمے ہوں گے۔

۴۶ اس جنتی معاشرہ میں (جو اس دنیا کی زندگی سے اُخروی زندگی تک مسلسل چلا جائے گا) وہ ہر تباہی سے مامون ہوں گے اور ان کی تمام صلاحیتوں کی پوری پوری نشوونما ہوتی جائے گی۔

۴۷ اس معاشرہ کے افراد کے دلوں میں (ایک دوسرے کی طرف سے جس قدر) گرہیں ہونگی سب صاف ہو جائیں گی ——— بغض، کینہ، عداوت، فریب کی کوئی بات نہیں رہے گی۔ حتیٰ کہ کوئی راز ایسا نہیں ہوگا جسے وہ ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھیں (۴۴/۳۳)۔ وہ، بھائیوں کی طرح دل کھول کر ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔

۴۸ وہاں انہیں، مشقت، تکان یا واماندگی چھو تک نہیں سکے گی۔ وہ ہر وقت تر و تازہ

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور ہشاش بشاش رہیں گے۔ نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

۴۹ (اے رسول!) میرے بندوں کو یہ خبر سنا دو کہ میرے ہاں ان کے لئے ہر قسم کی حفاظت اور نشوونما کا سامان ہے۔

۵۰ لیکن جو لوگ میرے قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنے لئے سامانِ ہلاکت خرید لیں گے' ان کے لئے بڑی ہی الم انگیز تباہیاں ہوں گی۔

۵۱ الم انگیز تباہی کا یہ عذاب کس طرح آیا کرتا ہے' اس کے لئے انہیں (مثلاً) قوم لوط کی تباہی کا قصہ سناؤ' جس کی ابتدا' ابراہیمؑ کے ہاں آنے والے مہمانوں سے ہوتی ہے۔ (۱۱/۹۹)۔

۵۲ وہ جب ابراہیمؑ کے ہاں آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری سلامتی کے خواہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ (تم اجنبی لوگ ہو اس لئے) مجھے تم سے کچھ اندیشہ سا ہے۔

۵۳ انہوں نے کہا کہ اندیشہ اور خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ ہم تمہیں ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جو صاحبِ علم ہوگا۔

۵۴ اس نے کہا کہ تم مجھے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہو' حالانکہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں — تم مجھے اولاد کی خوشخبری کن قرائن کی رُو سے دیتے ہو؟ اب میرے ہاں اولاد کی کیا امید ہو سکتی ہے؟

۵۵ انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں بالکل سچی خوشخبری دینے ہیں۔ تم ناامید مت ہو۔

۵۶ ابراہیمؑ نے کہا کہ نہیں! میں خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ اُس سے تو وہی ناامید ہوتے ہیں جو اُس کا راستہ چھوڑ کر غلط راستوں پر چل نکلیں۔ یا جنہیں صحیح راستہ نہ مل سکے۔ جو اس کی راہ پہ چلیں' ان کے سامنے اسکی رحمت کے عالمگیر نقشے ہوتے ہیں۔ لہٰذا' میں اسکی رحمت سے کیسے مایوس ہو سکتا ہوں؛ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ عام قرائن کے لحاظ سے اب میرے ہاں اولاد کی امید نہیں ہو سکتی۔

۵۷ پھر اس نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ تم جو بھیجے ہوئے آئے ہو' تو وہ کونسی مہم ہے جس کے لئے تم مامور ہو؟

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵۸ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۹ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۰ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ۝۶۱ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۶۲ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۶۳ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۶۴ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۵ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝۶۶ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۶۷

۵۸ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ یعنی قوم لوطؑ کی طرف۔

۵۹ وہ ساری قوم تباہ ہو جائے گی' بجز لوطؑ کی اپنی جماعت کے لوگوں کے۔ انہیں بچا لیا جائے گا۔

۶۰ حتیٰ کہ لوطؑ کے اپنے گھرانے کے لوگوں میں سے' اس کی بیوی بھی تباہ ہو جائے گی۔ اس کے متعلق ہمارا اندازہ یہی ہے کہ وہ لوطؑ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ قوم مخالف کے ساتھ پیچھے رہ جائے گی۔

۶۱ پھر جب وہ پیغامبر' قوم لوطؑ کے پاس آئے۔

۶۲ تو لوطؑ نے ان سے کہا کہ تم لوگ یہاں کے رہنے والے نہیں۔ اجنبی معلوم ہوتے ہو!

۶۳ انہوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم یہاں کے رہنے والے نہیں۔ لیکن ہم وہ بات لے کر آئے ہیں جس کی بابت یہ لوگ تم سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ (یعنی وہ تباہی جس سے تم انہیں آگاہ کیا کرتے ہو' اور یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو اسے لا کر دکھاؤ!)۔

۶۴ ہم اس تباہی کو ایک ٹھوس حقیقت بنا کر ان کے سامنے لانے کے لئے آئے ہیں۔ ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ ایسا ہو کر رہے گا۔

۶۵ سو تم اپنی جماعت کو لے کر' کچھ رات گئے یہاں سے نکل جاؤ۔ آگے آگے انہیں چلنے دو' اور ان کے پیچھے پیچھے تم خود چلو (کہ خطرہ کے وقت' امام۔ لیڈر۔ کو سب کے بعد جانا چاہیئے)۔ اور یہاں سے یوں دامن فشاں اٹھو کہ پھر اس طرف مڑ کر بھی نہ دیکھو (۱۱:۸۱)۔ اور جس مقام کا تمہیں (خدا کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے' وہاں چلے جاؤ۔

۶۶ اور ہم نے لوطؑ کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ صبح ہوتے ہی اس قوم کی جڑیں کٹ جائیں گی۔

۶۷ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اُدھر جب بستی کے لوگوں کو ان نو واردوں کی اطلاع ملی تو

قَالَ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ ﴿٦٩﴾ قَالُوٓا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيٓ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾

وہ خوشیاں مناتے ہوئے آپہنچے۔

۶۸ لوطؑ نے اُن سے کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ تم ان سے کوئی نازیبا حرکت کر کے مجھے رسوا نہ کرو۔

۶۹ تم قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو اور میری تذلیل کا باعث نہ بنو۔

۷۰ انہوں نے لوطؑ سے کہا کہ کیا ہم نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم دوسری قوموں کے لوگوں کو اپنے ہاں نہ ٹھیرایا کرو؟ (اب اگر تم وہی کچھ کرو جس سے ہم نے تمہیں روکا تھا تو اس کا خمیازہ بھگتنو)۔

۷۱ اس پر لوطؑ نے ان سے کہا کہ (اگر کوئی اجنبی مرد ادھر آنکلے تو اس کے یہ معنی تھوڑے ہیں کہ تم اس پر پل پڑو!) یہ تمہاری عورتیں جو میرے لئے بمنزلہ میری اپنی بیٹیوں کے ہیں' موجود ہیں۔ (اپنی نفسانی خواہش کو ان سے پورا کرو)

۷۲ اس مقام پر ان فرستادگان نے لوطؑ سے کہا کہ (تم کن لوگوں کے ساتھ مغزماری کر رہے ہو؟) تمہاری زندگی کی قسم ـــــ اور قسم اس دین کی جس پر تم ہو ـــــ یہ لوگ تمہاری ایک نہیں سنیں گے۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ کس طرح اپنی بدمستیوں میں اندھے ہو رہے ہیں!

۷۳ قصہ مختصر۔ ان لوگوں کو' سورج نکلتے ہی' ایک ہولناک زلزلے نے آپکڑا۔

۷۴ اور آتش فشاں پہاڑ سے' ان پر مٹی کے پتھروں کی ایسی بارش ہوئی کہ ساری بستی تہ و بالا ہو گئی۔

۷۵ یقیناً اس واقعہ میں' ان لوگوں کے لئے عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں جو فہم و فراست سے کام لے کر حقیقت تک پہنچنا چاہیں۔

۷۶ (قوم لوطؑ کی بستی کسی غیر معروف مقام میں نہیں تھی)۔ وہ اس راستے پر واقع تھی جہاں آمدورفت کا سلسلہ اب تک قائم ہے (اس لئے یہ لوگ آتے جاتے' اُس کے کھنڈرات دیکھ سکتے ہیں)۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾

---

۷۷ یقیناً ان کھنڈرات میں ان لوگوں کے لئے حقیقت شناسی کی نشانیاں ہیں جو خدا کے قانونِ مکافات پر یقین رکھتے ہیں۔

۷۸ اور اسی طرح 'اصحاب الایکہ' (گھنے جنگل کے رہنے والے' یعنی قبیلۂ مدین کے لوگ) بھی بڑے سرکش تھے۔

۷۹ سو ہم نے انہیں بھی' ان کی سرکشی کی سزا دی — اور یہ دونوں بستیاں (یعنی قوم لوطؑ اور قوم مدین کے شہر) عام شاہراہ پر واقع ہیں۔

۸۰ اور اصحاب الحجر' یعنی قوم ثمود نے بھی اپنے رسولوں کے پیغام کی تکذیب کی۔

۸۱ انہیں ہم نے واضح قوانین دیئے تھے' لیکن وہ ان سے روگرداں رہے۔

۸۲ (وہ بڑی طاقتور قوم تھی)۔ وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر' اپنے مکان بناتے تھے تاکہ (ان قلعہ نما گھروں میں) محفوظ رہیں۔

۸۳ (لیکن ان کے یہ محفوظ قلعے بھی انہیں' خدا کے عذاب سے نہ بچا سکے) صبح ہوتے ہی انہیں سخت ہولناک آواز کے ساتھ' عذاب نے آدبوچا۔

۸۴ اور جو کچھ انہوں نے اپنی کوششوں سے اپنے لئے بنا رکھا تھا' وہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔

۸۵ (اے رسول! تم نے دیکھ لیا کہ اقوامِ سابقہ کو اُن کے غلط اعمال نے کس طرح تباہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ) یہ سلسلۂ کائنات (ارض و سما) پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ ٹھوس تعمیری نتائج مرتب کرتا رہے۔ (تخریبی قوتیں' کائنات کے پروگرام میں فٹ نہیں بیٹھ سکتیں' اس لئے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا' جو کچھ اُن اقوام کے ساتھ ہوا' وہی کچھ تمہاری مخاطب قوم کے ساتھ بھی ہوگا)۔ وہ فیصلہ کن انقلاب جس سے انہیں متنبہ کیا جاتا ہے' آکر رہے گا۔ لہٰذا' تم ان سے الجھو نہیں۔ (تبلیغِ حق کا جس قدر ضروری کام تھا' وہ ہو چکا)۔ اب

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾ كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾

تم ان سے، نہایت خوش آیند طریق سے الگ ہو کر اپنے پروگرام کی تکمیل میں مصروف رہو۔ (۴۳/۱۰)

۸۶ یہ سب کچھ، تیرے اُس پروردگار کی طرف سے کہا جا رہا ہے جس نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس قسم کی سعی و عمل کا انجام کیا ہوتا ہے!

۸۷ ہم نے تمہیں اس تاریخ کے متعدد واقعات کا علم دیا ہے، جو اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی، یہ قرآنِ عظیم عطا کیا ہے (جو ان اصولوں کو اپنے اندر رکھتا ہے جن کے مطابق اقوام کی موت اور حیات کے فیصلے ہوتے ہیں) (۳۹/۴۲)۔

۸۸ (تاریخ کی ان سرگذشتوں، اور قرآن کے ان بنیادی حقائق کے بعد) تم طبیعی زندگی کے اُس ساز و سامان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے، ان میں سے مختلف طبقات کے لوگوں کو دے رکھا ہے۔ (اقوامِ سابقہ کو ان سے کہیں زیادہ سازو سامانِ زیست حاصل تھا)۔ نہ ہی تم اپنے آپ کو اس غم میں گھلاتے رہو کہ یہ لوگ صحیح راستے کی طرف آ کر، زندگی کی تباہیوں سے کیوں نہیں بچ جاتے! (نہ اقوامِ سابقہ نے اپنے پیغمبروں کی بات پر کان دھرا تھا۔ نہ یہ تمہاری بات سنیں گے)۔ تم اب (ان مخالفین کا خیال چھوڑ کر) اُن لوگوں کو، جو اس پیغام کی صداقت پر ایمان لے آئے ہیں، اپنے بازوؤں کے نیچے سمیٹتے جاؤ۔ (اور اس طرح مناسب تعلیم و تربیت سے، اپنی جماعتی تنظیم میں پختگی اور مرکزیت پیدا کرتے جاؤ۔ ۲۱۵/۲۶)۔

۸۹ اور فریقِ مخالف سے کہتے رہو کہ میں تمہیں، تمہاری غلط روش کے تباہ کن نتائج سے کھلے طور پر آگاہ کر رہا ہوں۔

۹۰ جن تباہیوں سے تو انہیں آگاہ کرتا ہے، ان کا کچھ اندازہ ان لوگوں کو ہو بھی چکا ہے۔

۹۱ یہ لوگ آپس میں قسمیں کھا کھا کر تمہاری مخالفت کرتے اور پھر جھوٹی قسموں سے تمہیں اپنی رفاقت کا یقین دلاتے تھے (۵/۵۳ ؛ ۹/۱۰۶ ؛ ۱۴/۴۴ ؛ ۱۶/۳۸ ؛ ۶۹/۱۰)۔ اور اپنا سارا زور یہ مشہور کرنے میں صرف کر دیتے تھے کہ قرآن، جھوٹ، افترا، سحر اور کہانت کے سوا کچھ نہیں۔ سو ہم نے انہیں طرح طرح کے مصائب و نوازل میں مبتلا کیا۔ (اور یہ تو ابھی ہلکے ہلکے جھٹکے تھے ---- آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ----)۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

۹۲-۹۳ تیرے رب کا قانونِ مکافات اس پر شاہد ہے کہ ان سب سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ (اس قسم کی روش کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ اور ہو نہیں سکتا)۔

۹۴ لہٰذا' اے رسول! تم ان کا خیال مت کرو' بلکہ (جیسا کہ تم سے کہا گیا ہے ۱۵/۸۸) ان سے الگ ہٹ کر اپنی جداگانہ تنظیم کرو' اور ان لوگوں سے اعراض برتو' جو خدا کے ساتھ اور قوتوں کو بھی شریک کرتے ہیں۔

۹۵-۹۶ یہ لوگ' جو خدا کے اقتدار کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں' تمہاری ہنسی اڑا کر (بہت خوش ہوتے ہیں' کہ بڑا کارنمایاں سرانجام دے رہے ہیں!)۔ ہم تیری طرف سے ان کے لئے کافی ہیں۔ (ہمارا قانونِ مکافات ان سے نپٹ لے گا اور) انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اس استہزاء کا انجام کیا ہے!

۹۷ ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا تمہارے قلبِ حساس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس سے تم کبیدہ خاطر ہو جاتے ہو۔

۹۸ (لیکن تم ان کی باتوں کی قطعاً پرواہ نہ کرو۔ یہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ تمہیں ان باتوں میں الجھا کر تمہاری قوتوں کو منفیانہ طور پر ضائع کر دیں)۔ تم اپنے پروگرام کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہو تاکہ خدا کا نظامِ ربوبیت اس انداز سے متشکل ہو کر سامنے آجائے کہ وہ خدا کی حمد و ستائش کا زندہ پیکر بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کی کامل اطاعت کرتے جاؤ — تم خود بھی ایسا کرو اور تمہاری جماعت بھی ایسا ہی کرے۔

۹۹ اور اس طرح اپنے نشو و نما دینے والے کی محکومیت پورے طور پر اختیار کر لو' تا آنکہ تمہارا یہ دعوےٰ (کہ جس نظام کی طرف تم دعوت دیتے ہو' وہ نہایت خوشگوار نتائج کا حامل ہوگا' اور غلط نظام پر چلنے والوں کا انجام تباہی و بربادی ہوگا) پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے اور ایک ٹھوس حقیقت کی شکل میں دنیا کے سامنے آجائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا

---

١ (یہ مخالفین تقاضا کرتے ہیں کہ جس تباہی سے تم انہیں بار بار ڈراتے ہو لسے جلدی سے لے آؤ۔ ۲۹/۵۴۔ ان سے کہو کہ اس کے متعلق) خدا کا حکم آچکا ہے۔ اس کا ظہور عنقریب ہو جائے گا۔ تم اس کے لئے اس قدر جلدی کیوں مچاتے ہو۔ (وہ تمہارے لئے کونسی ایسی خوش بختی کی بات ہے جسے تم جلد حاصل کر لینا چاہتے ہو! تم اپنے ذہن میں خیال کئے بیٹھے ہو کہ جن قوتوں کو تم خدا کا ہمسر قرار دے رہے ہو' وہ اس فیصلۂ خداوندی کو روک لینگی۔ یہ خیال باطل ہے)۔ خدا ان سے بلند و بالاتر ہے۔

٢ وہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق اپنے بندوں میں سے جس کی طرف مناسب سمجھتا ہے' ملائکہ کو وحی دے کر بھیجتا ہے تاکہ اس (وحی) کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ کائنات میں اختیار و اقتدار صرف خدا کا ہے۔ کسی اور کا نہیں۔ لہٰذا تمہیں اُسی کے قوانین کی نگہداشت کرنی چاہیئے۔

٣ اس نے بلند و پست کائنات کو بطور ایک حقیقت[1] کے تعمیری نتائج مرتب کرنے کے لئے

---

[1] قرآن کریم نے اس حقیقت کی بار بار وضاحت کی ہے کہ خدا نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے۔ اس سے یہ بتلانا بھی مقصود ہے کہ (باقی صفحہ ۵۹۴ پر)

يُشْرِكُوْنَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ
وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۞ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۞ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ
اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞

پیدا کیا ہے۔ (اور اس کا پورا کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہے) جن قوتوں کے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کی کارفرمائی میں شریک ہیں، خدا ان سے بہت بلند ہے۔ (وہ اپنے اقتدار کے لئے کسی کی مدد کا محتاج نہیں)

۴ (ذرا کائنات کے مختلف گوشوں پر غور کرو)۔ سب سے پہلے انسان ہی کو لو، جو قانونِ خداوندی کی مخالفت میں اچھل اچھل کر سامنے آتا ہے۔ اس کی پیدائش ایک قطرۂ آب سے ہوئی جو ممکنات کی اتنی بڑی دنیا اپنے اندر لئے تھا (سوچو کہ اگر یہاں خدا کے تعمیری قانونِ ربوبیت کے بجائے تخریبی قوتیں کارفرما ہوتیں، تو یہ قطرۂ آب کسی صورت میں بھی انسانی پیکر اختیار کر سکتا تھا؟)۔

۵ اس سے آگے بڑھو اور ان مویشیوں کو دیکھو جنہیں اس نے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے[1]۔ ان میں تمہارے گرم لباس (کے لئے اون اور کھال) ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور منفعت بخش چیزیں ہیں اور انہی میں ایسے جانور بھی ہیں جن کا گوشت تم کھاتے ہو۔

۶ (یہ تو اس کا افادی پہلو[1] ہے۔ اس کا دوسرا پہلو تحسین و جمال[2] کا ہے)۔ تم دیکھتے ہو کہ جب تم انہیں صبح (کی مرمریں روشنی اور شبنمی فضا میں)، باہر جنگل میں چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔ یا شام (کے شفق آگیں سکوت افزا سمے میں) انہیں چرا کر واپس لاتے ہو تو یہ مناظر حسن و جمال کی کس قدر دلآویز کیفیتیں اپنے اندر لئے ہوتے ہیں۔
(کیا یہ کسی ایسے نظم و نسق کا نتیجہ ہو سکتا ہے جو تخریبی قوتوں کے بل بوتے پر چل رہا ہو؟)

۷ پھر دیکھو! یہی جانور (جو ایسے دل فریب مناظر کا موجب بنتے ہیں) تمہارے لئے بار برداری کا

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۵۹۳) کائنات ایک حقیقت (REALITY) ہے، خواب۔ وہم۔ سراب۔ مایا۔ فریب یا "حلقۂ دامِ خیال" نہیں۔ اس سے افلاطون کے قدیم تصور — کہ اشیائے کائنات محض پرچھائیاں ہیں — اور اس پر مبنی اُس تمام فلسفہ کی تردید ہو جاتی ہے جس نے اس اڑھائی ہزار سال کے عرصہ میں مشرق اور مغرب کی قریب قریب ہر قوم کو مختلف انداز سے متاثر کیا ہے اور کائنات کے متعلق منفیانہ ردعمل پیدا کر کے انسانی قوائے عملیہ کو شل کر کے رکھ دیا ہے۔

[1] UTILITARIAN ASPECT

[2] AESTHETIC OR APPRECIATIVE ASPECT.

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٨ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝٩ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝١٠

کام دیتے ہیں۔ یہ تمہارا سامان اٹھا کر ایسے دور دراز شہروں میں لے جاتے ہیں کہ اگر تمہیں وہاں پیدل جانا پڑے (اور اس کے ساتھ ہی یہ بوجھ بھی اٹھانا پڑے) تو یہ سفر تمہارے لئے جانکاہ مشقتوں کا باعث بن جائے۔

غور کرو کہ تمہارے خدا کا نظام ربوبیت (جو کائنات کی وسعتوں میں پھیلا ہوا ہے) کسقدر رافت و رحمت کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے!

۸ پھر تم گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو دیکھو کہ تم ان سے سواری کا کام بھی لیتے ہو اور اسکے ساتھ ہی وہ تمہارے لئے موجب زینت بھی ہیں۔ (تا کہ افادیت[1] اور حمدیت[2] کے دونوں گوشے معمور رہیں)۔

ان کے علاوہ وہ اور بھی بہت سی چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے جن کا تمہیں (ہنوز) علم نہیں۔

۹ تم دیکھتے ہو کہ یہ تمام جانور کس طرح آنکھ بند کئے اس راستے پر چلے جاتے ہیں جس پر چلنے کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ ان کا اپنے جبلّی تقاضوں کے مطابق، صحیح راستوں پر چلے جانا، خدا ہی کے قانونِ ہدایت کی رُو سے ہے، حالانکہ ان کے سامنے اور راستے بھی موجود ہوتے ہیں جو ان کی جبلّی خلقت سے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ لیکن وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

اسی طرح، اگر خدا چاہتا تو تمہیں بھی حیوانات کی طرح، مجبور پیدا کر دیتا، اور تم سب ان کی طرح، ایک مقررہ راستے پر چلے جاتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے تمہارے لئے ہدایت کا دوسرا طریق تجویز کیا ہے۔ (یعنی بذریعہ وحی ورسالت)۔

۱۰ (اب تم، اپنی اور حیوانات کی دنیا سے آگے بڑھ کر، خارجی کائنات کے دوسرے گوشوں پر غور کرو)۔ خدا وہ ہے جو (اپنے قانونِ طبیعی کے مطابق) بادلوں سے مینہ برساتا ہے جس میں سے کچھ تو تمہارے پینے کے کام آتا ہے اور کچھ زمین کو سیراب کرتا ہے جس سے جنگل پیدا ہوتے ہیں

---

[1] UTILITARIAN ASPECT

[2] AESTHETIC OR APPRECIATIVE ASPECT.

يُنۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَى الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ

جن میں تم اپنے مویشی چراتے ہو۔

۱۱ اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتیاں پیدا کرتا ہے۔ نیز زیتون، کھجور، انگور، اور دیگر طرح طرح کے پھلوں کے باغات۔ یقیناً اس تمام سلسلۂ تخلیق میں، غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کے نظامِ ربوبیت اور کائنات کے بالحق پیدا کئے جانے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۱۲ اور اس نے رات اور دن۔ چاند اور سورج کو، تمہارے فائدے کے لئے، قانون کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ اور اسی طرح ستارے بھی، اس کے قانون کی رو سے تمہارے لئے مسخر ہیں۔ ان امور میں بھی ان لوگوں کے لئے، جو عقل و فکر سے کام لیں، حقیقت تک پہنچنے کی نشانیاں ہیں۔

۱۳ اور اس نے جو کچھ زمین میں تمہارے لئے پیدا کیا ہے، دیکھو! وہ کس قدر مختلف اقسام پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی ان لوگوں کے لئے، جو قوانینِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں منزل تک پہنچنے کا نشان ہے۔

۱۴ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر (جیسی حدود ناآشنا اور مہیب قوت) کو قانون کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے کہ تم اس سے، تر و تازہ گوشت، اور زیورات (کے لئے موتی) نکالو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھو کہ جہاز کس طرح سینۂ بحر کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں تاکہ تم (ان کے ذریعے، دور دور تک) تلاشِ معاش کرو، اور تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کر سکیں۔

۱۵ اور اس نے زمین کو ایسا بنا دیا ہے کہ تم اس پر آرام اور سکون سے بیٹھے رہو اور وہ تمہیں لے کر گھومتی رہے۔ اور اس میں پہاڑ پیدا کر دیئے (جو تمہارے لئے واٹر ورکس کا بھی کام دیتے ہیں اور طرح طرح کے دیگر فوائد اپنے اندر رکھتے ہیں)۔ اور دریا اور خشکی کے راستے بنا دیئے تاکہ تم (بآسانی) اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جایا کرو۔ (۲۱/۳۱ ؛ ۳۱/۱۰)۔

أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵﴾ وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۱۶﴾ أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۷﴾ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۲۰﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿۲۱﴾ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿۲۲﴾

۱۶ اور اس نے ایسے ایسے نشانات پیدا کر دیئے ہیں (جن سے راستہ چلنے والے دن کے وقت اپنی منزل کا تعین کر سکتے ہیں۔ باقی رہا رات کی تاریکیوں میں نشانِ راہ) سو اس کے لئے روشن ستارے بنا دیئے (جو جگمگاتی قندیلوں کی طرح) نشاناتِ راہ بنتے چلے جاتے ہیں۔

۱۷ (کائنات کے اس نظامِ تخلیق و ربوبیت پر غور کرو اور پھر سوچو کہ) کیا وہ جو یہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے" اور اس سے حقیقت کو سامنے نہیں لا سکتے؟

۱۸ اور (ہم نے تو ابھی صرف چند چیزوں کا نام لیا ہے ورنہ اس مائدۂ ربوبیت کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ) اگر تم خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو گننا چاہو تو وہ تمہارے حیطۂ شمار میں نہ آسکیں۔ یہ نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ کچھ وہ جو تخریبی قوتوں سے تمہاری حفاظت کرتی ہیں، اور دوسری وہ جو تمہارے لئے سامانِ نشوونما بہم پہنچاتی ہیں۔

۱۹ (ان حفاظتی اور نشوونما دینے والی نعمتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری ذات کی صلاحیتیں برومند ہوتی ہیں)، وہ جانتا ہے کہ تمہاری کون کونسی صلاحیتیں نشوونما پا کر مشہود ہو چکی ہیں اور کون کونسی ہنوز مضمر ہیں۔ تم سے کیا کچھ ظاہر ہوتا ہے اور کیا کچھ چھپا رہتا ہے۔

۲۰ (یہ ہے وہ خدائے بزرگ و برتر جو عالمِ انفس و آفاق کا خالق، رازق اور رب ہے)۔ یہ لوگ اُس کے سوا، جن قوتوں سے اپنی مانگ وابستہ کرتے اور انہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود مخلوق ہیں۔

۲۱ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ زندہ انسانوں ہی سے نہیں بلکہ مُردوں تک سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور انہیں شریکِ خدائی سمجھتے ہیں ——— اُن مُردوں سے جنہیں اور باتوں کا علم ہونا تو ایک طرف، خود اپنے متعلق اتنا بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

۲۲ (لہٰذا، اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ) کائنات میں ایک ہی ہستی ایسی ہے جسے

لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

۳ / ۴ / ۹

تم پر اقتدار حاصل ہے۔ وہ خدا کی ذات ہے۔ ان دلائل و براہین کے باوجود' جو لوگ (محض مفادِ عاجلہ کو سامنے رکھتے ہیں اور) مستقبل کی زندگی پر ان کا ایمان نہیں' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی عقل خود بین' انہیں فریب کاریاں سکھاتی ہے اور اُسی کے بل بوتے پر' وہ بڑا بننے اور غرور اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

۲۳ (لیکن یہ لوگ اس کا اقرار نہیں کریں گے کہ اُن کے' اس نظام کو تسلیم نہ کرنے کی اصلی وجہ کیا ہے۔ مگر اللہ تو ان کے حال سے بے خبر نہیں) وہ جانتا ہے کہ ان کے دل میں کیا ہوتا ہے اور ظاہر کیا کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح تکبر اور سرکشی اختیار کریں' وہ خدا کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں قرار پا سکتے۔

۲۴ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ذرا اُس پر غور کرو جو تمہارے نشو و نما دینے والے نے نازل کیا ہے' (تو ان کے دل میں تو وہ جذبات موجزن ہوتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے' لیکن صرف اتنا کہہ کر سر ہلا دیتے ہیں کہ) یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ (اس سے زیادہ اس میں رکھا ہی کیا ہے؟)۔

۲۵ (یہ کہہ کر' یہ لوگ خود بھی غلط روش پر اڑے رہتے ہیں۔ اور چونکہ معاشرہ میں انہیں ممتاز حیثیت حاصل ہے' اس لئے' ان کی دیکھا دیکھی' عوام بھی اسی روش پر چلے جاتے ہیں) یہ ہیں وہ لوگ جو ظہورِ نتائج کے وقت' اپنے اعمال کا پورا بوجھ بھی اپنی پیٹھ پر لادے ہوں گے' اور اُن لوگوں کے اعمال کے بوجھ کا کچھ حصہ بھی' جنہیں یہ اس طرح' بربنائے جہالت' گمراہ کر رہے ہیں (۲۹/۱۴)۔
اُف! کس قدر برا ہے وہ بوجھ جسے یہ لوگ اپنے اوپر لادے جا رہے ہیں۔

۲۶ (جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' کوئی نئی بات نہیں)۔ ان سے پہلی قوموں نے بھی اسی قسم کی ڈپلومیسی اختیار کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوانینِ خداوندی نے ان کے نظام کی عمارت کی بنیادوں تک کو ہلا دیا' اور اس کی چھتیں ان کے اوپر آ گریں۔ انہوں نے اپنی طرف سے ہر ممکن تدبیر کر رکھی تھی کہ ان کا نظام تباہ نہ ہو۔ لیکن ان پر تباہی اور بربادی کا عذاب' اُن راستوں سے آ پہنچا جو ان کی عقل و شعور میں نہیں تھے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۗ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ
مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

---

۲۷ (جو کچھ اُن لوگوں کے ساتھ ہوا' وہی کچھ ان لوگوں کے ساتھ ہونے والا ہے) ظہورِ نتائج کے وقت ان کے حصے میں بھی ہر قسم کی رسوائیاں آئیں گی۔ اُس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ اعیان و مددگار کہاں ہیں جنہیں تم' بزعمِ خویش' خدا کا شریک سمجھتے تھے (۱۶/۲۲) اور جن کے بل بوتے پر تم اُس کے نظام کی مخالفت کیا کرتے تھے۔

جو لوگ حقیقت کا علم رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اُس وقت ہر قسم کی رسوائیاں اُن لوگوں کے لئے ہوں گی جو اس نظامِ حق و صداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔

۲۸ (یعنی اُن لوگوں کے لئے جو سمجھتے یہ ہیں کہ وہ دوسروں کے خلاف زیادتیاں کرتے ہیں حالانکہ وہ زیادتی خود ان کی اپنی ذات کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ اسی روش پر چلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ موت کے فرشتے ان کے سامنے آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اُس وقت یہ لوگ چلا اٹھیں گے کہ ہم بھی اس نظام کی تابعداری اختیار کرتے ہیں۔ اور کہیں گے کہ ہم کوئی خرابی کی بات نہیں کیا کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا کہ تم غلط کہتے ہو۔ خدا کا قانونِ مکافات اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کچھ کرتے تھے۔

۲۹ اب تمہیں تباہی اور بربادی کے جہنم میں داخل ہونا پڑے گا اور اسی میں رہنا ہوگا۔

دیکھو! ذلت و خواری کی یہ زندگی ان لوگوں کے لئے کس قدر بری ہے جنہوں نے ناحق تکبر اور سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔

۳۰ جن لوگوں نے قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی اختیار کر رکھی ہے (یعنی مومنین کی جماعت) اُن سے (یہ مخالفین) پوچھتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کیا ہے' وہ ہے کیا؟ (اس کا ماحصل کیا ہے؟) وہ اس کا جواب ایک لفظ میں دیتے ہیں۔ اور اسی ایک لفظ میں ساری

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾
الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ
اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾

تفصیلات سمٹ کر آجاتی ہیں)۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے حاصل ہوگا — خیر — یعنی نفع بخشی اور زندگی کے ہر پہلو میں بہتری۔ بالفاظِ دیگر اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ اس کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں گے ان کے لئے اس دنیا کی زندگی میں بھی ہر طرح کی خوشگواریاں ہوں گی۔ اور مستقبل کی زندگی میں بھی ہر طرح کی بہتری۔ (۲/۹۶)۔

قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کا گھر کتنا اچھا ہوگا!

۳۱ یعنی سدا بہار باغات کی خوشگواریاں جن کی شادابیوں میں کبھی فرق نہیں آئے گا۔ اس میں وہ جو کچھ چاہیں گے انہیں میسر ہوگا۔

خدا کا قانونِ مکافات' متقیوں کے حسنِ عمل کا اس طرح بدلہ دیا کرتا ہے۔

۳۲ یعنی ان لوگوں کے حسنِ عمل کا کہ (اُن کی زندگی تو ایک طرف) اُن کی موت بھی نہایت خوشگوار اور اطمینان بخش ہوتی ہے۔ ملائکہ انہیں امن و سلامتی کی خوش خبریاں دیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں رہو سہو۔

(غور کرو کہ ان دونوں گروہوں — یعنی قوانینِ خداوندی کا انکار کرنے والوں اور انکے مطابق چلنے والوں — کی زندگی' دنیا اور آخرت' دونوں میں کس قدر مختلف ہوگی!)۔

۳۳ یہ (مخالفین) اب اس کے سوا اور کس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ملائکہ ان پر عذاب لے کر اتر آئیں۔ یا تیرے رب کا فیصلہ (ویسے ہی) ظہور میں آجائے۔ یہی کچھ وہ لوگ بھی کیا کرتے تھے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (چنانچہ جب ان کے اعمال کے ظہورِ نتائج کا وقت آگیا تو وہ تباہ و برباد ہو گئے)۔ اللہ نے ان پر ذرا بھی زیادتی نہیں کی (اللہ کسی پر بھی زیادتی نہیں کیا کرتا)۔ اُنہوں نے خود ہی اپنے آپ پر زیادتی کی تھی۔

۳۴ یعنی خود ان کے اعمال کے بُرے نتائج ان کے سامنے آگئے' اور جس تباہی سے آگاہ کرنے پر وہ مذاق اڑایا کرتے تھے' اُسی تباہی نے انہیں گھیر لیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

---

۳۵ یہ لوگ جو خدا کے اقتدار و اختیار میں دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں کہتے ہیں کہ "اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباء و اجداد خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرتے۔ اور نہ ہی اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ (یہ تو ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ خدا کو منظور ہی ایسا ہے۔ اس میں ہمارا اختیار اور قصور کیا ہے؟ انسان مجبور ہے" ــــــ یہ بات کچھ انہی سے مخصوص نہیں)۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی قسم کی روش اختیار کر رکھی تھی۔ (وہ بھی اپنی غلط روش کے جواز میں تقدیر کی آڑ لیا کرتے تھے) (۶/۱۴۹؛ ۳۶/۴۷؛ ۴۳/۲۰)۔

(اب سوچئے کہ جو لوگ اپنی گمراہی کا ذمہ دار خدا کو قرار دے دیں انہیں کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟) رسولوں کے ذمے تو اتنا ہی ہے کہ جو وحی انہیں دی جائے اسے واضح طور پر لوگوں تک پہنچا دیں۔

۳۶ ہم نے ہر قوم میں کسی نہ کسی رسول کو بھیجا کہ وہ ان سے کہدے کہ وہ صرف ایک خدا کے احکام کی اطاعت کریں اور ہر غیر خداوندی اقتدار کی محکومیت اور فرماں پذیری سے باز رہیں۔ سو ان میں سے بعض نے قانونِ خداوندی کے مطابق صحیح راستہ اختیار کر لیا اور بعض نے اس سے انکار کیا تو گمراہی ان پر ثبت ہو گئی۔ (۱۶/۲۹)۔

سو تم مختلف ممالک میں جاؤ اور اقوامِ عالم کے تاریخی واقعات اور آثار پر غور کرو اور دیکھو کہ جن قوموں نے خدا کی طاقت اور قانون کو جھٹلایا تھا' ان کا انجام کیا ہوا؟

۳۷ (اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ) تیری دلی آرزو ہے کہ یہ لوگ صحیح راستہ اختیار کر لیں (اور اس طرح تباہی سے بچ جائیں)۔ لیکن جو لوگ (اس اختیار کے مطابق جو انہیں خدا نے دیا ہے) غلط راستہ اختیار کر لیں' تو اللہ انہیں زبردستی سیدھی راہ پر نہیں چلایا کرتا۔ اور نہ ہی (قانونِ خداوندی کے خلاف) ان کا کوئی حامی و ناصر ہو سکتا ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾

۳۸ اور یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ جن قوموں پر (ایک دفعہ) مُردنی چھا جاتی ہے (اور ان کا شمار زندہ قوموں میں نہیں رہتا) وہ پھر نہیں اٹھ سکتیں۔ (اس لئے یہ جماعتِ مومنین جو کمزور و ں اور ناداروں پر مشتمل ہے کبھی قوت حاصل نہیں کر سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں خدا کے قانون کا صحیح اندازہ نہیں) ان سے کہدو کہ یہ خدا کا وعدہ ہے جو حقیقت بن کر سامنے آجائے گا (اور اس کمزور سی جماعت کو ضرور غلبہ واقتدار حاصل ہوگا)۔ لیکن اکثر لوگ (ان کی موجودہ حالت کو دیکھ کر) نہیں جانتے کہ یہ کیسے ہو جائے گا!

۳۹ انہیں ضرور زندگی اور قوت عطا ہوگی اور اس لئے عطا ہوگی کہ لوگ جن امور میں اس وقت اختلاف کرتے ہیں (کوئی کہتا ہے کہ یہ دعوت برحق ہے۔ کوئی کہتا ہے باطل ہے) وہ ان کے سامنے کھل کر آجائیں۔ اور اس طرح، وہ لوگ جو اس دعوت سے انکار کرتے ہیں، جان لیں کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے تھے۔

۴۰ (ہمارے قانون کی قوتوں کا یہ عالم ہے کہ) ہم جب کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں (اور یوں ہمارے قانونِ مشیت کی رُو سے طے پا جاتا ہے کہ اُسے یہ کچھ بننا ہے) تو ہم اسے کہدیتے ہیں کہ ہو جا۔ تو وہ (اپنے مختلف مدارج طے کرتی ہوئی) آخر الامر ظہور میں آجاتی ہے اور ایسا ہو کر رہتا ہے۔

۴۱ (اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت جماعتِ مومنین کی کمزوری اپنی انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ حتیٰ کہ انہیں اپنا گھر بار بھی چھوڑنا پڑا ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے اسی قانون کے مطابق جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) ان لوگوں کو جو ان مخالفین کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں، اس دنیا میں بھی نہایت عمدہ ٹھکانہ دیں گے۔ اور مستقبل کا اجر اس سے بھی بڑا ہوگا۔
اے کاش! یہ لوگ (جو ان کی بظاہر کمزوری اور ناتوانی کا تمسخر اڑا رہے ہیں) خدا کے اس قانون سے باخبر ہوتے کہ

۴۲ جو لوگ اپنے پروگرام پر استقامت سے جمے رہتے ہیں اور اپنے نشو و نما دینے والے کے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

قوانین کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں (انہیں یہ کچھ مل کر رہتا ہے)۔

۴۳ (اب رہا ان کا یہ اعتراض کہ انہی جیسا ایک انسان کس طرح رسول بنا دیا گیا۔ سو) ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو بھیجا تو اسی طرح بھیجا کہ وہ آدمی تھے اور ان کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔

ان سے کہو کہ اگر تمہیں خود اس کا علم نہ ہو تو ان اہل کتاب سے دریافت کر لو (کہ سابقہ رسول انسان تھے یا فرشتے تھے؟)۔

۴۴ ہم نے ان رسولوں کو واضح دلائل اور قوانین دے کر بھیجا تھا۔ اسی طرح ہم نے اے رسول! تیری طرف یہ ضابطہ قوانین بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں پر اچھی طرح ظاہر کر دے کہ ان کے خدا نے ان کی طرف کیا نازل کیا ہے۔ اور اس طرح لوگ اس پر غور و فکر کریں۔

۴۵ یہ لوگ، جو تخریبی چالیں چلتے اور ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں، کیا اس بات کی طرف سے بالکل مطمئن ہو چکے ہیں کہ ان کی قوتیں ماند پڑ جائیں، انہیں ملک میں ذلیل و خوار کر دیا جائے، یا ان پر کسی ایسے مقام سے تباہی آ جائے جو ان کے عقل و شعور میں بھی نہ ہو؟

۴۶ یا وہ انہیں ایسی حالت میں پکڑ لے جب یہ اپنی سکیموں کو بروئے کار لانے کیلئے تگ و دو اور الٹ پھیر کر رہے ہوں؟ یاد رکھو! یہ لوگ خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ نہ ہی اسے بے بس کر سکتے ہیں۔

۴۷ یا وہ، ان کی قوتوں کو آہستہ آہستہ کم کر کے انہیں بالآخر ختم کر دے۔ (۱۵/۴۵ : ۱۴/۴)

یہ اس لئے کہ خدا کے نظامِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ لوگ تخریبی قوتوں کے ظلم و استبداد سے محفوظ رہیں اور ان کی نشو و نما ہوتی چلی جائے۔ (اس مقصد کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو لوگ ظلم و ستم سے یوں باز نہ آئیں انہیں راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ انسانیت آگے بڑھ سکے۔ اور لوگوں کے لئے قانونِ خداوندی کی اطاعت کی راہیں صاف ہو جائیں)۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٥١﴾

۴۸ (یعنی انسانی دنیا میں بھی وہی نقشہ پیدا ہو جائے جس کے مطابق خارجی کائنات کا نظم و نسق جاری ہے۔ نظامِ کائنات کے بڑے بڑے کل پرزوں کو چھوڑ دو) کیا انہوں نے کبھی اس پر بھی غور نہیں کیا کہ مختلف چیزوں کے سائے کس طرح دائیں بائیں ڈھلتے رہتے ہیں؟ (اور اس سے انسان کس یقین کے ساتھ وقت کا اندازہ کر لیتا ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے؟ اس طرح کہ چاند، سورج، اور روشنی کے دیگر سرچشمے اور وہ اشیاء جو ان کی روشنی کے سامنے آتی ہیں، سب) قوانین کے سامنے جھکی رہتی ہیں اور ان میں کوئی سرکشی نہیں برتتی۔

۴۹ (اور انہی چیزوں پر کیا منحصر ہے؟) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اُس کے قوانین کے سامنے سجدہ ریز ہے —— خواہ وہ جاندار مخلوق ہو یا کائناتی قوتیں —— ان میں سے کسی کو بھی مجالِ سرتابی نہیں۔ وہ اِن قوانین کی اطاعت سے کبھی سرکشی اختیار نہیں کرتیں۔

۵۰ وہ قانونِ خداوندی کی ہمہ گیری اور محکمیت سے، جو ان پر مسلط ہے، اچھی طرح واقف ہیں (۲۴/۱۸) اور اس کی خلاف ورزی کے نتائج سے ہمیشہ خائف رہتی ہیں۔ اس لئے جس راستے پر انہیں لگا یا گیا ہے، وہ سر جھکائے، اس پر چلتی رہتی ہیں۔ وہ خدا کے حکم کی سرتابی نہیں کرتیں۔

۵۱ (جس خدا کا ایسا محکم قانون، کائنات کی حدود فراموش پہنائیوں میں، اس نظم و ضبط سے کارفرما ہے،) اُسی خدا نے انسانوں سے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی دنیا میں بھی اُس کا قانون رائج کریں۔ یہ نہ کریں کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا اقتدار و اختیار تسلیم کر لیں لیکن اپنی تمدنی اور عمرانی زندگی میں اقتدار کسی اور کا تصور کر لیں (اور اسے انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے تابع رکھیں)۔ انہیں اس حقیقت کا پورا پورا یقین ہونا چاہیئے کہ خارجی کائنات ہو یا انسانوں کی دنیا۔ سب میں اقتدار و اختیار صرف ایک خدا کا ہے۔ کسی اور کا نہیں۔ سو انہیں اُسی کے

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

قوانین کا اتباع کرنا چاہیئے اور اُن کی خلاف ورزی کے تباہ کن عواقب سے ڈرنا چاہیئے۔ (۲۱-۲۱/۱۹ ؛ ۲۹/۹۱-۹۰ ؛ ۴۳/۸۴)

۵۲ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے، سب اس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ لہٰذا انسانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ اُس کے قوانین کی اطاعت کریں۔ اور التزاماً اور دواماً ایسا کریں۔

ان سے پوچھو کہ کیا ایسے واضح حقائق کے بعد بھی تم خدا کے علاوہ اوروں کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کروگے؟

۵۳ کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ (خارجی کائنات میں) تمہارے لئے زندگی کی جس قدر سہولتیں موجود ہیں۔ اور کسب وہنر کی جس قدر صلاحیتیں تمہیں نصیب ہیں سب خدا کی عطا کردہ ہیں —— نہ بنیادی طور پر یہ تمہاری پیدا کردہ ہیں، نہ ہی تم انہیں کہیں سے خرید سکتے ہو چنانچہ جب ان میں سے کوئی سہولت چھنتی ہے اور تمہیں نقصان پہنچتا ہے تو تمہاری نگاہوں کا رخ خدا ہی کی طرف ہوتا ہے اور اسی کے قانون کے مطابق تمہاری مصیبتوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

۵۴ لیکن جب وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے —— جب نقصانات کا پردہ تمہاری اجتماعی زندگی سے اُٹھ جاتا ہے —— تو تمہاری سوسائٹی کا ایک گروہ (جمہور نہیں بلکہ اس سوسائٹی کا ایک گروہ) اس باب میں قانون خداوندی کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ (اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ سب ان کی ہنرمندی سے ہوا ہے۔ ۴۹/۳۹)۔

۵۵ تاکہ جو کچھ قوانین خداوندی کی رُو سے ملا ہے، اسے دبا اور چھپا کر رکھیں —— عام نہ ہونے دیں۔ اور یوں خدا کی بخششوں کی ناسپاس گزاری کریں۔

ان سے کہدو کہ (تم اس رَوِش کے مطابق کچھ دنوں کے لئے) ان سہولتوں سے فائدہ اٹھالو۔ اس کا نتیجہ بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گا۔ (تمہارا یہ نظام دیر تک قائم نہیں رہ سکے گا۔ نظام وہی پائیدار ہوگا جس میں خدا کی نعمتیں، خدا کے بندوں کی ضروریات کے لئے عام اور کھلی رہیں۔ کوئی گروہ انہیں دبا کر نہ بیٹھ جائے ۱۴/۲۹)۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

۵۶ (اپنی اس روش کے جواز کے لئے یہ لوگ کرتے یہ ہیں کہ) جو کچھ ہم انہیں دیتے ہیں' اس میں سے ایک حصہ ان ہستیوں کے لئے الگ کر دیتے ہیں جنہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ (یعنی بطور نذر نیاز دیدیتے ہیں یا چڑھاوے چڑھا دیتے ہیں۔ اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ باقی سارا مال پاک وصاف اور حلال وطیب ہو گیا)۔ یہ سب ان کے خود ساختہ معتقدات ہیں جن کی بابت ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کے پاس ان کی سند کیا تھی؟

۵۷ (انسان کے خود ساختہ معتقدات کی کچھ پوچھی!) ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا کی بیٹیاں ہیں! (قطع نظر اس کے کہ خدا کی اولاد کا عقیدہ کس قدر باطل ہے' یہ لوگ' اولاد میں سے بھی اس کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں) اور اپنے لئے کچھ اور (یعنی بیٹے) چاہتے ہیں۔

۵۸ حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر ملتی ہے کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو اس کے چہرے کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے اور وہ غم میں ڈوب جاتا ہے۔

۵۹ وہ بیٹی کی پیدائش کی خبر کو اس قدر معیوب سمجھتا ہے کہ لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا ہے۔ ——— اور سوچتا ہے کہ کیا بیٹی کو زندہ رکھ کر ہمیشہ کی ذلت برداشت کرے یا اسے زندہ دفن کر کے (اس ذلت سے نجات حاصل کر لے!)۔

اُف! کس قدر برا ہے یہ فیصلہ جو یہ لوگ اپنی معصوم بچیوں کے متعلق کرتے ہیں!!

۶۰ (یہ تو توہم پرستی کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ) جو لوگ بھی مستقبل میں پیدا ہونے والی زندگی پر یقین نہیں رکھتے اور مفاد عاجلہ کے حصول ہی کو زندگی کا مقصود ومنتہیٰ سمجھ لیتے ہیں' ان کی فکر ونظر اور سیرت وکردار کا سارے کا سارا ڈھانچہ بڑا ناہموار اور پست ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سیرت وکردار اور قلب ودماغ کے جو ڈھانچے' قانون خداوندی کے مطابق بنتے ہیں' وہ بڑے بلند ہوتے ہیں۔ یاد رکھو! قانون خداوندی' غلبہ اور حکمت' دونوں کو اپنے آغوش

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

میں لئے ہے اور جو ڈھانچے اس قالب میں ڈھلتے ہیں' ان میں یہ اور دیگر صفاتِ خداوندی' علیٰ حدِّ بشریت منعکس ہوتی ہیں۔ (۳۰/۳۰)۔

۶۱ (یہ تخریبی اور تعمیری ڈھانچے یک لخت نمودار نہیں ہوجاتے۔ رفتہ رفتہ بنتے ہیں۔ اگر کائنات کے ارتقا میں یہ تدریجی قانون کارفرما نہ ہوتا' اور) خدا کا قانونِ مکافات لوگوں کی زیادتی پر فوراً انکی گرفت کرلیا کرتا' تو صفحۂ ارض پر کوئی چلنے والا (انسان) نظر نہ آتا (۴۵/۳۵)۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا' بلکہ انہیں مقررہ تاریخی منازل تک پہنچانے کے لئے ان کے انجام کو مؤخر کرتا جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد نہ ایک ثانیہ کی دیر ہوتی ہے نہ سویر۔ (ان کے اعمال کا آخری فیصلہ کن نتیجہ سامنے آجاتا ہے)۔

تم نے دیکھا کہ قانونِ خداوندی میں حکمت اور غلبہ کس طرح کارفرما رہتا ہے!

۶۲ غور کرو کہ یہ لوگ کس طرح خدا کے متعلق ایسے تصورات قائم کرتے ہیں جنہیں خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ زبان سے ہر جگہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ ان کے لئے خوشگواریاں ہی خوشگواریاں ہیں' (حالانکہ اندر سے ان کے دل جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے)۔

بہرحال ان کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ یہ مصافِ زندگی میں پیچھے رہ جائیں گے۔ یہاں بھی' اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ (زندگی کے ارتقا میں پیچھے رہ جانے والوں کا مقام جہنم ہے۔ جنتی آگے بڑھ جانے والے ہیں ۵۷/۲۱)۔

۶۳ اے رسول! خدا کا نظامِ ہدایت اس حقیقت پر شاہد ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلی قوموں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن اُن (غلط رو قوموں) کی مفاد پرستیوں نے اُن کے بُرے اعمال' ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے۔ وہی مفاد پرستیاں آج اِن لوگوں کے اعصاب پر سوار ہیں۔ وہی اِن کی ہمدم اور کارساز ہیں۔ سو جس طرح اقوامِ سابقہ کے ساتھ ہوا' اُسی طرح اِن کے ساتھ ہوگا۔ اِن کے لئے بھی بڑی الم انگیز تباہی ہوگی۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

---

۶۴ اور ہم نے تیری طرف یہ ضابطۂ ہدایت (قرآن) بھیجا ہی اس لئے ہے کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں انہیں نمایاں کرکے دکھا دے تاکہ باہمی اختلافات مٹنے کے بعد نوعِ انسانی اُمّتِ واحدہ بن سکے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس ضابطہ سے وہی لوگ راہ نمائی حاصل کرسکتے ہیں اور یہ انہی کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے جو اس کی صداقت پر یقین رکھیں۔

۶۵ (یہ ضابطۂ ہدایت انسان کی انسانی زندگی کے لئے اسی طرح سامانِ نشو و نما بہم پہنچاتا ہے جس طرح اس کی طبیعی زندگی کے لئے ہمارا کائناتی نظام سامانِ زیست عطا کرتا ہے۔ اس کیلئے) خدا اپنے قانون کے مطابق بادلوں سے بارش برساتا ہے تو اس سے زمینِ مردہ کو از سرِ نو زندگی مل جاتی ہے۔

یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی نشانی ہے جو حق کی آواز کو دل کے کانوں سے سنتے ہیں۔

۶۶ پھر تم مویشیوں پر غور کرو۔ معدے میں ان کی غذا ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اُدھر اِن کے جسم میں خون دورہ کر رہا ہوتا ہے۔ اس قسم کی اشیا میں سے دودھ جیسی صاف اور ستھری چیز پیدا ہو جاتی ہے جو پینے والوں کے لئے بڑی خوشگوار ہوتی ہے۔

اگر تم خدا کے اس نظامِ ربوبیت پر غور کرو تو اس سے بھی تمہارا ذہن ایک بلند حقیقت کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ ($\frac{۲۳}{۲۱}$)۔

۶۷ اسی طرح تم کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں کو دیکھو۔ تم ان سے نشہ آور عرق اور خوشگوار کھانے کی چیزیں بناتے ہو۔ اس میں بھی ان لوگوں کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی نشانی ہے جو عقل و فکر سے کام لیں۔

۶۸ (یہ دیکھنا ہو کہ کائنات میں خدا کا قانونِ ہدایت کس طرح کارفرما ہے اور ہر شے

ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٧٠﴾ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

کس طرح اس کی راہ نمائی میں محیر العقول کارنامے انجام دیتی ہے) تو شہد کی مکھی کو دیکھو۔ خدا نے جبلّی طور پر اس کے اندر یہ راہ نمائی رکھ دی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جو اس غرض کے لئے بنائی جاتی ہیں، اپنا چھتہ بنائے۔

۶۹ پھر ہر طرح کے پھولوں اور پھلوں سے رس چوستی پھرے۔ اور نہایت فرماں پذیری اور اطاعت گزاری سے، اُس راستے پر چلتی جائے جو خدا کے قانونِ ربوبیت نے اُس کے لئے تجویز کیا ہے۔ (چنانچہ جب وہ قانونِ فطرت کا یوں اتباع کرتی ہے تو) اسکے اندر سے مختلف رنگوں کا رس (شہد) نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے (غذائیت کے علاوہ) شفا بھی ہوتی ہے۔

اس میں بھی اُن لوگوں کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی نشانی ہے جو فکر و تدبر سے کام لیں۔ (وہ دیکھیں گے کہ ان مکھیوں کے نظام میں کس طرح ہر ایک مکھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق سرگرمِ عمل رہتی ہے۔ اپنی محنت کے ماحصل کو اپنے مشترکہ "بیت المال" میں جمع کر دیتی ہے اور وہاں سے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق سامانِ نشوونما ملتا رہتا ہے۔ یہی نظام اگر انسانی دنیا میں رائج کر لیا جائے تو اس سے ان بے شمار امراض سے شفا مل جائے جو انسانیت کو لاحق ہوتی ہیں۔ اس نظام کی روشنی میں ذرا اپنی حالت پر غور کرو)۔

۷۰ اللہ تمہیں پیدا کرتا ہے پھر تمہیں جوانی تک پہنچاتا ہے جس میں بھرپور توانائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر تم میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو جوانی کے بعد بڑھاپے کی عمر تک پہنچتے ہیں جس میں قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور ذہن میں بھی اس حد تک کمزوری آ جاتی ہے کہ انسان سمجھ بوجھ رکھنے کے بعد پھر نادان ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ طبیعی کے مطابق ہوتا ہے جس کے اندازے علم پر مبنی ہیں (۲۲/۵)۔

۷۱ (انسانی عمر کے مختلف مدارج میں کام کرنے اور کمانے کی استعداد مختلف ہوتی ہے۔ بچوں میں بالکل نہیں ہوتی اور بوڑھوں میں بہت کم رہ جاتی ہے۔ تو کیا ہمارے کائناتی

فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۞﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ﴿۷۲﴾

نظامِ ربوبیت اور خود تمہارے عائلی نظام (گھریلو زندگی) میں یہ اصول کارفرما ہوتا ہے کہ سامان پرورش کمائی کے مطابق ملے یا یہ اصول کہ وہ سامان ضرورت کے مطابق ملے؟ اگر یہ اصول کارفرما ہو کہ سامانِ زندگی کمائی کی نسبت سے ملے تو کوئی بچہ زندہ ہی نہ رہ سکے اور بوڑھوں کے بھی تم گلے گھونٹ دیا کرو! تم ایسا نہیں کرتے بلکہ اسکے برعکس دوسرے اصول پر کاربند ہوتے ہو۔ لیکن ذرا اس پر غور کرو کہ جس اصول پر تم اپنی گھریلو زندگی میں کاربند ہوتے ہو اسے اپنی عام تمدنی اور معاشی زندگی میں کس طرح فراموش کر دیتے ہو۔ اس سے وہ معاشی ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں جن سے معاشرہ جہنمی بن جاتا ہے)۔

یہ حقیقت ہے کہ مختلف افراد میں اکتسابِ رزق (کمانے کی) صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ ایک کو ایک قسم کی صلاحیت زیادہ حاصل ہوتی ہے دوسرے کو دوسری قسم کی صلاحیت۔ (یہ اس لئے کہ دنیا میں مختلف قسم کے کام ہوتے ہیں جن کے لئے مختلف قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۴۳/۳۲)۔ جن لوگوں میں اکتسابِ رزق کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے وہ اپنی ساری کمائی اپنے لئے سمیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی ضروریات سے زیادہ جو کچھ ہے وہ ان لوگوں کا حق ہے جن کی ضروریات ان کی کمائی سے پوری نہیں ہوتیں۔ (۵۱/۱۹)۔ سو یہ لوگ اپنی فاضلہ دولت کو ان لوگوں کو واپس کیوں نہیں دیدیتے جو ان کے زیرِ ہدایت کام کرتے ہیں اور جن کا یہ درحقیقت حق ہے تاکہ اس طرح سب لوگ خدا کی عطا کردہ معاشی سہولتوں میں برابر کے شریک ہو سکیں۔ (۳/۲۸)۔

جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ درحقیقت اس سے انکار کرتے ہیں کہ ان کی زیادہ صلاحیت انہیں خدا کی طرف سے بطور نعمت عطا ہوئی ہے (حالانکہ ان کی بنیادی صلاحیتیں اور سامانِ رزق سب خدا کی طرف سے بطور نعمت عطا ہوتا ہے (۱۶/۵۲)۔ قارون کو بھی اسی قسم کا زعم تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نظامِ سرمایہ داری کی بنیاد ہی اسی غلط نظریہ پر قائم ہے۔ ۲۸/۷۸ ؛ ۳۹/۴۹)۔

۷۲ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے' تم پھر غور کرو کہ تم اپنے گھر کے اندر کس اصول پر کاربند رہتے ہو؟) اللہ نے تم میں سے تمہارے جوڑے پیدا کر دیئے۔ اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے پیدا کئے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو گھر کے کام کاج میں تمہارے مددگار ہوتے ہیں۔ (تو تم ان

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ

سب میں کھانے پینے کی چیزوں کی تقسیم کس طرح کرتے ہو؟ کیا اسی اصول کے مطابق نہیں کہ کمانے والے پوری پوری محنت سے کماتے ہیں' اور پھر خاندان میں' ہر فرد کی ضرورت کے مطابق' رزق تقسیم ہوجاتا ہے۔ ہمارا نظام ربوبیت یہ چاہتا ہے کہ تم پوری کی پوری نوع انسانی کو ایک خاندان سمجھو اور جس طرح ایک خاندان میں تقسیم کار اور تقسیم رزق کرتے ہو' اسی طرح پوری انسانی برادری میں کرو)۔ لیکن لوگ کرتے یہ ہیں کہ انسانی معاشرہ میں اس صحیح اور تعمیری نظریہ کے بجائے غلط اور تخریبی نظریہ کو اختیار کرلیتے ہیں' اور اس طرح خدا کی عطا کردہ نعمتوں کی ناسپاس گزاری کرتے ہیں۔

۷۳ (ظاہر ہے کہ جب سامان رزق اور انسانی صلاحیتیں' خدا کی عطا کردہ ہیں تو رزق کی تقسیم بھی اسی کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق ہونی چاہیئے)۔ لیکن لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ' غیر خداوندی نظام و قوانین کی اطاعت اختیار کرلیتے ہیں' حالانکہ وہ قوتیں نہ تو کائنات میں سامان رزق پر کچھ کنٹرول رکھتی ہیں اور نہ ہی انہیں اسکی استطاعت ہے (کہ وہ کسی کو خاص صلاحیتیں عطا کرسکیں)۔

۷۴ سو تم اپنے غلط معاشی نظام کو خدا کے متعلق اپنی خود ساختہ مثالوں (تصورات) کے ذریعے صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو ——— (مثلاً یہ کہہ کر کہ اگر خدا کا منشاء یہی تھا کہ رزق میں سب انسان یکساں حقدار ہوں' تو اسے چاہیئے تھا کہ تمام انسانوں کو یکساں صلاحیتیں دیدیتا۔ اکتساب رزق کی استعداد میں اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ استحقاق رزق میں اختلاف ہو۔ کوئی مفلس رہے کوئی تونگر ہو) ——— خدا کے متعلق اس قسم کے تصورات قائم نہ کرو۔ وہ جانتا ہے کہ اختلاف استعداد کیوں رکھا گیا ہے اور استحقاق رزق میں' بقدر ضرورت کا اصول کیوں ضروری ہے۔ تم ان باتوں کی کنہ و حقیقت سے واقف نہیں ہو۔ اس لئے ان پر معترض ہوتے ہو

۷۵ (اگر تم صحیح مثالیں سننا چاہتے ہو تو سنو)۔ ایک شخص کسی کا غلام ہے۔ اور غلام بھی زرخرید۔ لہذا' وہ مجبور محض ہے۔ اسے کسی شے کا اختیار ہی نہیں۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے ہم نے نہایت اچھی روزی دے رکھی ہے اور وہ اسے اپنے اختیار و ارادہ سے ظاہرا اور پوشیدہ ربوبیت عامہ

يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

(۱۰ ع ۱۹)

کے لئے صرف کرتا ہے۔ کہو یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

(اب سوچو کہ اگر تمام انسانوں کو یکساں استعداد دیدی جاتی تو انسان مشین کے پرزوں کی طرح مجبور ہوتا۔ صاحبِ اختیار وارادہ نہ رہتا۔ یہ نظام انسان کے شایانِ شان نہ ہوتا۔ اس کے شرفِ انسانیت کا تقاضا تھا کہ ایسا نظام ہو تاکہ ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق کام کرے۔ اور جو زیادہ کمائے وہ بطیبِ خاطر اپنے اختیار وارادہ سے اپنی زائد کمائی سے دوسروں کی کمی کو پورا کرے۔ اور جس کی کمی کو پورا کرے وہ نہ اسے اپنے اوپر احسان سمجھے اور نہ ہی اسکی وجہ سے کام چور بنے۔ یہ ہے نظامِ خداوندی) جو ہر طرح کی حمد وستائش کا مستحق ہے لیکن اکثر لوگ، جو سطح بینی یا مفاد پرستی سے کام لیتے ہیں، اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

۷۶ یا مثلاً (خدا کی بیان کردہ یہ مثال کہ) دو آدمی ہیں۔ ایک ان میں سے ایسا ہے جو عقل و فکر سے عاری ہے کسی شے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ خود اپنی ضروریات کے لئے بھی اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ اس کا مالک اُسے جہاں بھی بھیجے، وہ کبھی خیر کی خبر نہیں لاتا۔ (اس سے کوئی اچھی بات بن ہی نہیں پڑتی۔ وہ بے بس اور مجبور ہے۔ اس میں نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی استعداد ہے نہ نفع پہنچانے کی طاقت)۔ کیا یہ شخص، اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خود زندگی کے توازن بدوش، سیدھے راستے پر چلا جاتا ہے اور ہر معاملہ کا فیصلہ اپنے اختیار وارادہ سے، عدل کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر کرتا ہے؟ (یہ فرق ہے انسان کے مجبور اور صاحبِ اختیار وارادہ ہونے میں!)

۷۷ (اے رسول! تم ان حقائق کو ان لوگوں پر واضح کرتے جاؤ۔ اگر اس کے باوجود یہ نظامِ ربوبیت کی مخالفت کرتے ہیں، تو اس سے پریشان مت ہو۔ نہ ہی تم اس کی فکر کرو کہ وہ آنے والا انقلاب کب آئے گا) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، لیکن خدا انہیں خوب جانتا ہے (آنے والا انقلاب، اس وقت ضمیرِ کائنات میں پہلو بدل رہا ہے۔ وہ بتدریج آگے بڑھ رہا ہے۔ جب وہ نمودار

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۷۹ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰

ہوگا تو یوں سمجھو) جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ بلکہ اس سے بھی جلد تر۔ یقیناً خدا نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں (انہی پیمانوں کو قوانین خداوندی کہا جاتا ہے۔ اور ہر شے ان پیمانوں کے مطابق ظہور میں آتی رہتی ہے۔

۷۸ (تم خود اپنی حالت پر غور نہیں کرتے کہ تمہیں اپنی توانائیوں کی تکمیل تک پہنچنے میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے)۔ تم شکمِ مادر سے دنیا میں آتے ہو تو اس حالت میں کہ تمہیں کسی بات کا کچھ علم نہیں ہوتا۔ وہ تمہیں سماعت و بصارت (ذرائع معلومات) اور پھر ان معلومات کی بنا پر نتائج اخذ کرنے کا ملکہ (قلب) عطا کرتا ہے تاکہ تم بتدریج اپنی ممکنات کو مشہود کر سکو۔

۷۹ (یہ تو رہا قانونِ خداوندی کی تدریج کا پہلو۔ اس کی محکمیت کو سمجھنا چاہتے ہو تو) پرندوں کی حالت پر غور کرو۔ وہ کس طرح فضا کی پہنائیوں میں نہایت اطمینان و سکون سے اڑتے رہتے ہیں (۶۷)۔ قانونِ خداوندی کے سوا اور کونسی قوت ہے جو انہیں اس خلا میں اس طرح تھامے رکھ سکتی ہے؟ اس میں ان لوگوں کے لئے حقیقت تک پہنچنے کے نشانات ہیں جو قانونِ خداوندی کی محکمیت پر یقین رکھتے ہیں۔

۸۰ (پھر تم دنیا میں اپنی معاشی سہولتوں پر غور کرو) خدا نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے رہنے کی جگہ بنایا۔ (یہ گھر تو ایک ہی جگہ قائم رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ) مویشیوں کی کھال سے تمہارے لئے خیمے بنا دیئے (جنہیں تم جہاں چاہو لئے لئے پھرتے ہو)۔ تم کہیں ڈیرا جماؤ یا وہاں سے کوچ کرو، دونوں حالتوں میں یہ خیمے بڑے ہلکے پھلکے رہتے ہیں —— نہ لگانے میں دقت نہ اٹھانے میں دشواری —— پھر بھیڑ اور دنبے کی اون، اونٹ کی پشم اور بکری

MIND · POTENTIALITIES · ACTUALISED

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

کے بالوں سے تمہارے لئے کتنے ہی سامان اور ضرورت کی چیزیں بنادیں جو ایک وقت تک تمہارے کام آتی رہتی ہیں۔

۸۱ پھر اس نے تمہارے لئے اپنے پیدا کردہ درختوں کے سائے بنا دیئے (کہ جہاں نہ مکان ہو نہ خیمہ، تم ان کے نیچے دھوپ سے پناہ لے سکو)۔ نیز پہاڑوں میں تمہارے لئے چھپنے کی جگہیں بنادیں۔ اور تمہارے لئے کپڑے بنا دیئے جو تمہیں گرمی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور آہنی لباس (زرہ بکتر) جو تمہیں ہتھیاروں کی زد سے بچاتا ہے۔

وہ اس طرح تمہیں اپنی پوری پوری نعمتیں عطا کرتا رہتا ہے تاکہ تم اس کے قانونِ ربوبیت کے سامنے جھک جاؤ۔

۸۲ اے رسول! اگر یہ لوگ، اسقدر تبیانِ حقیقت کے بعد بھی اس نظام سے روگردانی کریں، تو تیری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ تیرے ذمے اس پیغام کا ان تک پہنچا دینا ہے۔ (اس کے بعد تم اپنی جماعت کی تنظیم و تربیت میں لگ جاؤ۔ اسی سے انقلاب آئے گا۔ ۱۶/۸۹)۔

۸۳ یہ لوگ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو پہچاننے کے بعد ان سے انکار کرتے ہیں۔ عقل خود بیں کی فریب کاریاں انہیں یہی سکھاتی ہیں۔ یہی کفر کا شیوہ ہے جسے ان میں سے اکثر لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں (۱۶/۱۷)۔

۸۴ (انہیں اس کا احساس نہیں کہ ان کی یہ حالت اسی طرح رہنے والی نہیں۔ انقلاب کی فیصلہ کن گھڑی آنے والی ہے۔ (۱۶/۷۷)۔ اس انقلاب کے لئے کہیں باہر سے لوگ نہیں آئیں گے) خود انکی مختلف پارٹیوں میں سے ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جو اس نظامِ خداوندی کی صداقت کی شہادت دیں گے۔ (۴۲/۴۱ ؛ ۱۶/۸۹)۔ جو لوگ اس نظام سے سرکشی برت رہے ہیں، انہیں اس کی مزید اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور وہ ہزار چاہیں گے کہ ذلت اور رسوائیوں کا عذاب ان سے ٹل جائے لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا۔ (۴۱/۲۴)۔

۸۵ جب وہ عذاب ان لوگوں کے سامنے آجائے گا جو اس وقت یوں سرکشی برت رہے ہیں،

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

(۱۲ ع ۱۸)

تو نہ اس عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

۸۶ اور جب یہ لوگ، جو خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں، انہیں دیکھیں گے جنہیں یہ شریکِ حکمِ خداوندی قرار دیا کرتے تھے، تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں وہ جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ تو وہ شرکاء ان کی بات لوٹا کر ان کے منہ پر دے ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ (ہم تمہاری کارستانیوں میں تمہارے شریک نہیں تھے)۔

۸۷ وہ لوگ اُس دن، نظامِ خداوندی کے سامنے سپرانداز ہو جائیں گے۔ اور ان کی تمام خودساختہ تدابیر درہم برہم ہو جائیں گی۔

۸۸ وہ لوگ جنہوں نے خود بھی نظامِ خداوندی کے ماننے سے انکار کیا۔ اور (اپنی مفاد پرستیوں اور خودساختہ مذہب کی بنا پر) دوسروں کو بھی اس نظام میں شرکت سے روکتے رہے۔ ہم ان پر عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کیا کرتے تھے اور مفسدہ پردازیوں سے باز نہیں آیا کرتے تھے۔ (اس قسم کی روش کا نتیجہ یہی ہوتا ہے)۔

۸۹ (جس دن یہ انقلاب آئے گا تو) ہم ہر پارٹی کے اندر سے ان کے خلاف گواہ اٹھا کھڑا کریں گے۔ اور ان سب پر تمہیں گواہ لائیں گے۔ (۴۱)۔ (تمہاری گواہی یہ ہوگی کہ تم نے ان تک ہمارا وہ پیغام پہنچا دیا تھا جسے) ہم نے تیری طرف اس کتاب میں نازل کیا تھا، جو تمام امور کو ابھار اور نکھار کر پیش کر دیتی ہے، اور جو، ان لوگوں کے لئے جو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں، انسانیت کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی، حال کی زندگی کے لئے

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾

سامانِ نشوونما، اور مستقبل کے لئے خوشخبری کا سامان ہے۔

۹۰ جو کچھ ہم نے اس کتاب میں کہا ہے اس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تم :-

(۱) ہر ایک سے عدل کرو۔ یعنی ہر ایک کا پورا پورا حق دو۔

(۲) جس میں کسی وجہ سے کوئی کمی رہ جائے، اس کی کمی کو پورا کرو، خواہ اسکے لئے اسکے حق سے زیادہ دینا پڑے۔ اور اس طرح معاشرہ کے توازن کو قائم رکھو۔

(۳) اس "عدل و احسان" کی ابتدا اپنے قریبیوں ——— اہلِ خاندان اور آس پاس کے لوگوں ——— سے کرو، اور پھر اس کا سلسلہ عالمگیر کرتے چلے جاؤ۔

(۴) بخل سے ہمیشہ بچو۔ یعنی یہ نہ کرو کہ سب کچھ اپنی ذات کے لئے سمیٹ کر بیٹھ جاؤ۔

(۵) خدا نے تمہارے لئے جو حدود مقرر کر دی ہیں، ان سے کبھی تجاوز نہ کرو۔ کسی حالت میں بھی قانون شکنی نہ کرو۔

یہ اخلاقی اقدار اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ تم انسانی زندگی کے بلند مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھو، اور زندگی کو محض طبیعی (حیوانی) زندگی نہ سمجھ لو۔

۹۱ نیز

(۶) جب تم خدا کے ساتھ عہد کر لو (بالخصوص وہ بنیادی عہد جس کا ذکر $\frac{9}{111}$ میں کیا گیا ہے) تو اپنے عہد کو پورا کرو۔

(۷) اور اپنے قول و اقرار پختہ کر لینے کے بعد انہیں مت توڑو، درآنحالیکہ تم اس پر خدا کو ضامن قرار دے چکے ہو۔ یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اسکا علم ہوتا ہے۔

۹۲ اور دیکھو! تمہاری حالت کہیں اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

سوت کاتا' اور اس کے بعد خود اپنے ہاتھوں' اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

تم اپنے معاہدات اور قول و اقرار کو (جو امن و سلامتی کے موجب اور ضامن ہونے چاہئیں) الٹا باہمی مکر و فساد کا موجب بنا لیتے ہو۔ اور یہ سب اس لئے کرتے ہو تاکہ تم میں سے ایک پارٹی دوسری پارٹی سے آگے بڑھ جائے۔ یعنی مال و دولت اور جھوٹی عزت اور قوت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے' تم عہد و پیمان کی بھی پروا نہیں کرتے (۴۷/۲)۔ اللہ تمہارے اس قسم کے ارادوں کو ظاہر کرتا رہتا ہے (تاکہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو)۔ یاد رکھو! جن امور میں تم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو' جب ظہور نتائج کا وقت آئے گا' تو وہ سب ابھر کر سامنے آجائیں گے۔

۹۳ (تمہارے دل میں بار بار یہ خیال ابھرتا ہے کہ اگر اللہ کو ایسا ہی منظور تھا تو اس نے تمام انسانوں کو ایک جیسا کیوں نہ بنا دیا' اور سب کو ایک ہی راستہ پر کیوں نہ چلا دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ) اگر وہ چاہتا تو اپنے قانونِ کائنات کے مطابق' تم سب کو ایک جیسا بنا دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے تمہیں صحیح راستہ دکھا دیا۔ اور اس کا فیصلہ تم پر چھوڑ دیا کہ چاہے اُسے اختیار کر لو اور چاہے اُسے چھوڑ کر غلط راستے پر چل نکلو (۱۸/۲۹)۔ اور یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ تم اپنے ہر عمل کے لئے ذمہ دار ٹھیرو۔

۹۴ اس لئے (اس بات کو پھر دہرایا جاتا ہے کہ) تم اپنے معاہدات اور قول اقرار کو باہمی مکر و فساد کا موجب مت بناؤ۔ یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے قدم' جم جانے کے بعد' پھر اکھڑ جائیں گے' اور تم پر مصیبت آجائے گی۔ اس لئے کہ تم نے اپنے آپ کو' خدا کے تجویز کردہ راستہ پر چلنے سے' روک لیا۔ اس سے تم پر سخت تباہی کا عذاب آجائے گا۔ (جس معاشرہ میں' عہد و پیمان کو اہمیت نہ دی جائے اسے نہ استقلال نصیب ہو سکتا ہے نہ امن)۔

۹۵ اسی طرح جو معاہدہ تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے (۹/۱۱۱) اُسے تھوڑے سے' ذاتی مفاد کی خاطر مت بیچ ڈالو۔ اگر تمہیں حقیقت کا علم ہو تو تم جان لو کہ جو کچھ تمہیں اس معاہدہ کے بدلے میں

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

(نظامِ خداوندی کی طرف سے) ملنے والا ہے' وہ اس طرح حاصل کردہ مفاد کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے۔

۹۶ تم جو کچھ بھی اپنے ذاتی مفاد کے لئے حاصل کرو' (وہ بظاہر کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو ضرور) ختم ہو کر رہے گا۔ لیکن جو کچھ نظامِ خداوندی کی رُو سے ملے گا' وہ باقی رہے گا۔ کبھی ختم نہیں ہوگا (۱۱:۳۵)۔ لیکن یہ ملے گا اُنہی کو جو اِس نظام کے قیام میں ثابت قدم رہیں گے اور حسن کارانہ انداز سے اپنے پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے۔

۹۷ یاد رکھو! اس باب میں ہمارا قانون یہ ہے کہ تم میں سے جو بھی نظامِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھ کر ایسے کام کرے گا جو اس کی ذات اور معاشرہ کو سنوار دیں' تو ہم اسے نہایت خوشگوار زندگی بسر کرائیں گے۔ یہ نتیجہ ہوگا ان کے اعمال کا جو ان سے حسن کارانہ انداز سے ظہور میں آئیں۔

۹۸ جب تم قرآنی پروگرام پر عمل درآمد شروع کرو گے' (تو لوگوں کی ذاتی مفاد پرستیاں اور سرکش قوتیں اس کی سخت مخالفت کریں گی) اُس وقت ضرورت ہوگی کہ تم (اور زیادہ شدت کے ساتھ) قوانینِ خداوندی سے وابستہ رہ کر تخریبی عناصر کی مضرت رسانیوں سے سامانِ حفاظت طلب کرو۔

۹۹ یاد رکھو! یہ تخریبی قوتیں (خواہ انسان کے اپنے اندر کی ہوں یا خارجی) اُن لوگوں پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتیں جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین' اور ان کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھیں۔

۱۰۰ اِن کا غلبہ و تسلط اُنہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اِنہیں اپنا رفیق اور کارساز بناتے ہیں یا ان پر جو قوانینِ خداوندی کے ساتھ' دیگر قوانین کو بھی شریک کر لیتے' اور ان کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ خالص قوانینِ خداوندی کے تابع رہنے والوں پر تخریبی قوتیں کبھی غلبہ

يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ
رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

نہیں پاسکتیں۔

۱۰۱ (جب ہم غیر خداوندی قوانین کا ذکر کرتے ہیں' تو یہ اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ اگر قرآن کے احکام من جانب اللہ ہیں' تو ان میں سے بعض ان احکام سے مختلف کیوں ہیں جو خدا نے اس سے پہلے اُن کی طرف بھیجے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو احکام ان کی طرف بھیجے گئے تھے' اُن میں سے اکثر تو ایسے ہیں جن میں انہوں نے تحریف کر رکھی ہے' یا ان کے پاس اپنی اصلی شکل میں رہے ہی نہیں - اور بعض ایسے ہیں جو انہیں محض ہنگامی طور پر دیئے گئے تھے)۔ اب ان کی جگہ' ان سے بہتر احکام مستقل طور پر دیئے گئے ہیں۔ یہی ہے وہ مقام جہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ احکام من جانب اللہ نہیں۔ اس رسول کے خود وضع کردہ ہیں۔ حالانکہ خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ کس وقت کس قسم کے احکام دینے چاہئیں۔ اور یہ لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ (۲/۱۰۶)۔

۱۰۲ ان سے کہدو کہ اس قرآن کو روح القدس (۲/۹۷ ؛ ۲۶/۱۹۳)' تیرے نشو ونما دینے والے کی طرف سے' بطور حقیقتِ ثابتہ لے کر اترا ہے' تاکہ اس سے ایمان والوں کے دلوں کو مضبوط رکھا جائے' اور جو لوگ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں' ان کی' صحیح منزل کی طرف راہ نمائی کرے' اور انہیں مستقبل کی خوشگواریوں کی خوش خبری دے۔

۱۰۳ ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (رسول) کو کوئی آدمی آکر یہ باتیں سکھا جاتا ہے (اور یہ انہیں وحی کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ ایسا کہتے وقت یہ لوگ اور تو اور' اتنا بھی نہیں سوچتے کہ) جس آدمی کی طرف یہ اسے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان بڑی غیر فصیح ہے اور یہ قرآن' نہایت واضح' صاف اور نکھری ہوئی عربی زبان میں ہے (یعنی علاوہ اس کے کہ قرآن کے حقائق کسی انسان کے وضع کردہ نہیں ہوسکتے' اس کا اندازِ بیان بھی نہایت بلند ہے)۔

۱۰۴ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کر لیا ہو کہ انہوں نے قوانینِ خداوندی

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۞ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۞

کو ماننا ہی نہیں انہیں صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کیسے مل سکتی ہے؟ ان کے لئے المناک تباہی کا عذاب ہے۔ (۴۴)

۱۰۵ جو لوگ قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان نہیں لاتے (اُن کے انکار کی اصل وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ضد، تعصب، مفاد پرستی کی وجہ سے صحیح راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے لیکن کھلے بندوں اسکے اعتراف و اظہار کی جرأت نہیں رکھتے اسلئے) وہ جھوٹی باتیں وضع کرتے رہتے ہیں اور اس طرح دوسروں کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ جھوٹے وہ خود ہوتے ہیں۔

۱۰۶ یہ تو وہ ہیں جو سرے سے ایمان لاتے ہی نہیں۔ اب رہا وہ شخص جو ایمان لانے کے بعد قانونِ خداوندی کا منکر ہو جائے، بایں نمط کہ وہ اس کفر و انکار کے لئے اپنا دل کھول دے۔ تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے ایسی تباہی آتی ہے کہ ان کا سب کچھ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے —— مگر ہاں! جس شخص سے جبراً کفر کا کوئی کام کرالیا جائے، درآنحالیکہ اس کا دل اندر سے ایمان پر مطمئن ہو، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

۱۰۷ ایمان لے آنے کے بعد کفر کی راہ وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو طبیعی زندگی کے مفادِ عاجلہ کو، مستقبل کی زندگی کے مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ (یعنی جب تک یہ کیفیت رہتی ہے کہ طبیعی زندگی کے مفاد اور مستقل اقدار میں تصادم نہیں ہوتا، وہ مومن رہتے ہیں لیکن جب ان میں ٹکراؤ ہو جائے تو ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ مفادِ عاجلہ کو مستقل قدر پر قربان کر دیا جائے۔ لیکن وہ مفادِ عاجلہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں —— انسان جب بھی کسی مستقل قدر کے مقابلہ میں مفادِ طبیعی کو ترجیح دے گا، مستقل قدر پر اس کا ایمان نہیں رہے گا)۔ جو لوگ اس طرح مستقل قدار سے انکار کرنا شروع کر دیں، انہیں زندگی کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی کس طرح مل سکتی ہے؟

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ

۱۰۸ یہ وہ لوگ ہیں جن پر جذبات اس طرح غالب آجاتے ہیں کہ ان میں سننے، دیکھنے اور سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔ اور یوں وہ، اپنے نفع نقصان سے بے خبر ہو کر (اندھا دھند سطحی جذبات کی رو میں بہے چلے جاتے ہیں)۔

۱۰۹ (انہیں مفاد عاجلہ تو بے شک حاصل ہو جاتے ہیں لیکن) مستقبل کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ وہاں انہیں نقصان ہی نقصان رہتا ہے۔

۱۱۰ جن لوگوں کا دل ایمان پر مطمئن ہو، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انہیں سخت تکالیف پہنچائی جائیں تو بھی ان کا قدم نہیں ڈگمگاتا۔ حتیٰ کہ جب ان کے ایمان اور وطن تک میں تصادم ہو جائے، تو وہ، وطن کو خیرباد کہہ دیتے ہیں اور ایمان کو نہیں چھوڑتے، اور اس طرح کسی ایسے مقام کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں، جو ان کے ایمان کے تقاضوں کے لئے زیادہ سازگار ہو۔ وہاں وہ نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں اور ہر مشکل کا مقابلہ نہایت پامردی اور استقامت سے کرتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں، اس قدر مشکلات اور مصائب کے بعد، نظامِ خداوندی کی طرف سے حفاظت اور نشو و نما کا سامان عطا ہوتا ہے۔

۱۱۱ (یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ غلط روش پر چلنے والوں کا انجام تباہی ہو گا۔ ۱۰۹/۱۶) یہ اُس وقت ہو گا جب اعمال کے نتائج بے نقاب ہو کر سامنے آجائیں گے۔ انہیں دیکھ کر ہر غلط رَو خود اپنے آپ سے جھگڑنا شروع کر دے گا۔ وہ اپنی ذات کو مطعون کرے گا کہ میں نے یہ کچھ کیوں کیا؟ لیکن اُس وقت، اس طعنِ خویش سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اس وقت اعمال کے نتائج پورے کے پورے سامنے آجائیں گے۔ اور جو کچھ کسی کے ساتھ ہو گا، اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہو گا۔ کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

۱۱۲ قوموں پر اس قسم کی تباہیاں کیوں، اور کب، آتی ہیں، اسے ایک مثال سے سمجھو۔

مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ

ایک بستی تھی جسے خارجی خطرات سے امن اور داخلی کشمکش سے اطمینان حاصل تھا۔ اس کی طرف ہر سمت سے سامانِ رزق کھنچا چلا آتا تھا۔ اس کے رہنے والے بڑے خوش حال اور فارغ البال تھے۔ لیکن انہوں نے خدا کی ان بخشائشوں کی ناقدر شناسی کی۔ (بڑے بڑے لوگوں نے انہیں اپنے لئے سمیٹنا اور چھپانا شروع کر دیا)۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بھوک اور خوف کا عذاب طاری ہو گیا۔ فارغ البالی کی جگہ انہیں فاقے آنے لگے اور ان کا امن خطرات سے بدل گیا۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا لایا ہوا تھا۔ خدا نے اپنی بخشائشیں نہیں روک لی تھیں، لیکن انہوں نے اپنے لئے جو غلط نظام قائم کیا، یہ اس کا نتیجہ تھا۔ (۲/۳۴)۔

۱۱۳ ان کے پاس، خود انہی میں سے، خدا کا ایک پیغامبر آیا (اور اس نے انہیں بتایا کہ یہ اُن کے خود ساختہ غلط نظام کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ اس نظام کو قوانینِ خداوندی کے مطابق متشکل کر لیں تو پھر وہی آسائشیں حاصل ہو جائیں گی)۔ لیکن انہوں نے اُسے جھٹلایا، اور سرکشی برتی۔ اُن کے اس ظلم و سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تباہی اور بڑھ گئی۔

۱۱۴ لہٰذا (اے مخاطبین! تم اس مثال سے عبرت حاصل کرو، اور) جو سامانِ رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے، اسے، اُس کے مقرر کردہ طریقہ کے مطابق، خوشگوار اور پاکیزہ انداز سے کھاؤ پیو۔ اور یوں خدا کی بخشائشوں کی سپاس گزاری کا ثبوت دو۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم، اپنے ذاتی جذبات اور انفرادی مفاد سے قطع نظر کر کے، قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کرو۔

۱۱۵ یاد رکھو! کھانے پینے کی چیزوں میں سے یہ چار حرام ہیں —— مُردار، (بہتا ہوا ۶/۱۴۵) لہو، خنزیر کا گوشت اور جو کچھ خدا کے سوا کسی اور کے نام سے منسوب کیا جائے۔ لیکن جو شخص (بھوک سے) مجبور ہو جائے (تو اسے ان چیزوں کے کھا لینے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ) اس کی نیت قانون شکنی اور حدود فراموشی کی نہ ہو۔ ایسی صورت میں خدا کا قانون، اسے اُن مضر اثرات سے

الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾
وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ
مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

محفوظ رکھے گا جو ان چیزوں کے استعمال سے نفسِ انسانی پر پڑتے ہیں اور جن سے اس کی ذات کی نشو و نما رک جاتی ہے۔

۱۱۶ اور دیکھو! ایسا نہ کرو کہ تمہاری زبان پر جو جھوٹی بات آجائے اسے بے دھڑک بیان کر دیا کرو اور یونہی کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام۔ (حلال و حرام کے تعین کا اختیار صرف خدا کو ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ اس کے بعد اپنی طرف سے حلال اور حرام کی فہرستیں مرتب کرنا) خدا کے خلاف افترا پردازی ہے۔ اور جو لوگ خدا کے خلاف افترا کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۱۱۷ وہ ایسی باتوں سے تھوڑا سا فائدہ ضرور حاصل کر لیتے ہیں' لیکن آخر الامر ان کے لئے بڑی ہی دردناک سزا ہوتی ہے۔

۱۱۸ اور ہم نے یہودیوں پر وہ کچھ حرام قرار دیا تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے (۶ہم)۔ (وہ احکام' ان احکام کے مقابلہ میں سخت تھے لیکن) اُن پر ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ انہوں نے خود اپنے آپ پر زیادتی کی تھی جس کے نتیجے میں ان پر ایسی کڑی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔

۱۱۹ (یہ اس لئے ہوا تھا کہ انہوں نے قانون شکنی کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ اور جو ایسا کرے گا اس کی سزا ملنی لازمی ہے)۔ ہاں' البتہ' جو لوگ نادانی سے کوئی حماقت کر بیٹھیں' اور اس کے بعد (اس کا احساس ہونے پر) فوراً پچھلے پاؤں لوٹ کر وہاں آجائیں جہاں سے ان کا قدم سمت غلط کی طرف اٹھ گیا تھا' اور یوں اپنی اصلاح کر لیں۔ تو اس کے بعد تیرے خدا کا قانونِ ربوبیت انہیں ان مضر اثرات سے بھی محفوظ رکھے گا جو اس غلط قدم اٹھانے کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ

اور ان کی نشو ونما کو بھی بدستور جاری رکھے گا۔

۱۲۰ شکرِ نعمت کی وہ روش (جس کا ذکر ۱۶/۱۱۴ میں آچکا ہے) ابراہیمؑ نے اختیار کی تھی۔ (اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے اس نے کعبہ کی تعمیر کی تھی ۲/۱۲۶—۱۲۴ ؛ ۱۴/۳۷—۳۵)۔ ابراہیمؑ یوں تو ایک فرد تھا' لیکن اپنی جامع شخصیت کی بناء پر پوری کی پوری قوم تھا جو قوانینِ خداوندی کے سامنے جھکی ہو' اور ہر غیر خداوندی قوت سے منہ موڑ کر' اپنی تمام توجہات' اسی مقصدِ عظیم پر مرکوز رکھے۔

۱۲۱ نعمائے خداوندی کی یہی شکرگزاری تھی جس کی بناء پر خدا نے اسے (نظامِ خداوندی کے مرکز کی تاسیس کے لئے) منتخب کیا تھا اور اس کی راہ نمائی زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ کی طرف کی تھی۔

۱۲۲ اور اسے' اس دنیا میں بھی ہر طرح کی خوشگواریاں عطا کی تھیں۔ اور آخرت کی زندگی میں بھی اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی صلاحیتیں نشو ونما پاچکی ہوں' اور جن کے سب کام سنور گئے ہوں۔

۱۲۳ (اے رسول! یہی وجہ ہے کہ) ہم نے تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم' ہر طرف سے صرفِ نظر کرکے' خالص مسلکِ ابراہیمیؑ کا اتباع کرو (۲/۱۳۵)۔ اس لئے کہ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) اس نے خالص قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کی تھی۔ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا تھا۔

۱۲۴ (یہ یہودی دعوے تو یہی کرتے ہیں کہ یہ ملتِ ابراہیمیؑ کے متبع ہیں لیکن) انہوں نے اس میں سخت اختلافات پیدا کر دیئے تھے (اور قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر رکھی تھی جس کی وجہ سے ان پر) سبت کا عذاب آیا تھا (۲/۶۵ ؛ ۴/۴۷ ؛ ۴/۱۵۴ ؛ ۷/۱۶۳)۔ تیرا نشو ونما دینے والا' ان امور کا جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں' اس وقت فیصلہ کرے گا جب ظہورِ نتائج کا وقت آئیگا۔

۱۲۵ (تم اس وقت ان سے الجھو نہیں بلکہ) اپنے خدا کے راستے کی طرف' حکمت اور موعظتِ حسنہ

عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾

کے ساتھ دعوت دیتے چلے جاؤ — یعنی قوانین خداوندی کی غرض وغایت اور اخلاقی اقدار کے منشاء مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے — اور اختلافی امور میں ان کے ساتھ نہایت حسن کارانہ انداز سے بات چیت کرو تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر چل رہا ہے۔

۱۲۶ اور اگر تمہیں ان کا پیچھا کرنا پڑے تو اسی حد تک پیچھا کرو جس حد تک انہوں نے تمہارا پیچھا کیا تھا۔ (پاداشِ عمل میں اس سے آگے نہ بڑھو)۔ اور اگر تم ان کے پیچھے جانے کے بجائے اپنے مقام پر جمے رہو تو اس روش کا انجام زیادہ اچھا ہوگا۔

۱۲۷ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم اپنے پروگرام پر استقامت سے جمے رہو — اور یہ قوانین خداوندی کی تائید ہی سے ہو سکے گا — اور ان کی تباہی کے احساس سے افسردہ خاطر نہ ہو (کہ جو لوگ کسی طرح مانیں ہی نہیں وہ تباہی سے کس طرح بچ سکتے ہیں)۔ نہ ہی ان کی خفیہ سازشوں کی وجہ سے دل گرفتہ ہو۔

۱۲۸ اس لئے کہ خدا کی تائید و نصرت ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو غلط راستے کی تباہیوں سے بچنا چاہیں اور اس کے بتاتے ہوئے راستہ پر حسن کارانہ انداز سے چلتے جائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَ

اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ؕ ②

---

۱ (مخالفین کی جن ریشہ دوانیوں کی طرف پیچھے اشارہ کیا گیا ہے (۷۶/۱۷) اُن میں آخری اسکیم یہ تھی کہ رسولؐ کو چپکے سے قتل کر دیا جائے. لیکن) خدا کی اسکیمیں اتنی بلند و برتر ہیں کہ وہ اِن کے قیاس و گمان میں بھی نہیں آسکتیں. چنانچہ وہ اپنی اسکیم کے مطابق' اپنے بندے کو' راتوں رات' بیت الحرام (مکّہ) سے نکال کر (مدینہ کی) کشادہ سرزمین کی طرف لے گیا' تاکہ اس دُور دراز مقام میں جاکر نظام خداوندی کی تشکیل کرے- ہم نے اُس مقام' اور اُس کے گرد و پیش کو بڑا بابرکت بنایا ہے- اُس کی فضا' اِس آسمانی انقلاب کے لئے بڑی سازگار ہے- یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ خدا اب' اُن باتوں کو آشکارا کرے جن کا وعدہ' اتنے عرصے سے کیا جاتا رہا ہے- (۲۳/۲) یقیناً وہ سب کچھ دیکھنے' سننے والا ہے- اس لئے اُس کا ہر فیصلہ علم و حکمت پر مبنی ہوتا ہے-

۲ (آسمانی دعوتِ انقلاب کے سلسلہ میں ہجرت کوئی نئی چیز نہیں. ایسا واقعہ' قریب قریب ہر رسول کو پیش آیا ہے- اور موسیٰؑ کا اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل جانا تو ایسا مشہور واقعہ ہے جس کی تفاصیل تک کا سب کو علم ہے- اُسی نوعیت کی یہ ہجرت بھی ہے)- ہم نے موسیٰؑ کو بھی' اِسی طرح ضابطۂ ہدایت عطا کیا تھا' اور اُسے بنی اسرائیل کے لئے قندیلِ راہ بنایا تھا' اور اُن سے کہہ دیا تھا

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ③ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ④ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ⑥ إِنْ أَحْسَنتُمْ

کہ وہ اُس ضابطہ کے علاوہ' اور کسی کو اپنا کارساز نہ سمجھیں- اور اُس پر پورا پورا بھروسہ رکھیں-

۳ اِس بات پر یقین پیدا کرانے کے لئے کہ خدا کی تدابیر امن اور حفاظت کی ضامن ہوتی ہیں' ہم نے اُن سے کہا تھا کہ تم اُن لوگوں کی نسل میں سے ہو جنہیں ہم نے' نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کرا کر طوفان سے نجات دلائی تھی- نوحؑ ہمارا بڑا سپاس گزار بندہ تھا- (اس لئے اگر تم بھی اُسی طرح سپاس گزاری اختیار کرو گے تو تمہیں بھی قومِ فرعون کے عذاب سے نجات مل جائے گی- ہجرت سے یہی مقصود تھا)-

۴ اِس کے ساتھ ہی ہم نے' بنی اسرائیل کو تورات میں یہ بھی بتا دیا تھا کہ (تم فرعون کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کے بعد قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کرو گے اور) ملک میں دو مرتبہ بڑی تباہی مچاؤ گے اور شدید سرکشی اختیار کرو گے- (اِس کا نتیجہ خود تمہارے لئے تباہی اور بربادی ہوگا)-

۵ چنانچہ جب' اِن دو مواقع میں سے (بخت نصر کے حملہ کے وقت) پہلا موقعہ آیا' تو (اے بنی اسرائیل!) ہم نے تمہارے خلاف ایسے لوگ اٹھا کھڑے کئے جو بڑے طاقتور اور سخت گیر تھے- وہ تمہاری بستیوں کے اندر جا گھسے' اور انہوں نے تمہیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پکڑا- اور خدا کے قانونِ مکافات نے جو کچھ کہا تھا' وہ یوں پورا ہو کر رہا-

۶ (تم نے اس سے عبرت پکڑی' تو) ہم نے حالات کو اِس طرح پلٹا دیا کہ فضا' تمہارے لئے سازگار اور تمہارے دشمنوں کے خلاف ہو گئی (ذوالقرنین نے بابلیوں کو شکست دی اور تمہیں پھر سے تمہارے ملک میں آباد کرایا)- اِس طرح ہم نے' مال و دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت سے تمہاری مدد کی' اور بار دیگر' تمہارا جتھہ بہت بھاری ہو گیا- تم پھر ایک عظیم قوم بن گئے-

۷ اِس طرح' تم نے دیکھ لیا کہ جب تم نے' قوانینِ خداوندی کے مطابق حسنِ کارانہ انداز سے

اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ ۟ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ وَلِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا ۝۷ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ ۚ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا ۝۸ اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَ يُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا ۝۹ وَّاَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۝۱۰

زندگی بسر کی تو تمہاری حالت کس قدر خوشگوار ہوگئی۔ اور جب تم نے اس کے خلاف ناہمواریوں کی راہ اختیار کرلی تو اُس کا وبال بھی تمہارے اپنے ہی اوپر پڑا۔ (یہ ہے ہمارا قانونِ مکافاتِ عمل)۔

پھر جب دوسرا موقعہ آیا (تو ہم نے 'ٹائٹس' کی زیرِ سرکردگی' رومیوں کو تمہارے خلاف اٹھا کھڑا کیا) تاکہ وہ تمہیں ذلیل و خوار کریں' اور ہیکل میں اس طرح جاگھسیں جس طرح پہلی مرتبہ (بابلی) وہاں جا گھسے تھے۔ اور جو کچھ ان کے قابو آئے اُسے تہس نہس کرکے رکھ دیں۔ ($\frac{14}{104}$)۔

۵ (تمہاری وہ ذلت کی زندگی اِس وقت تک چلی آرہی ہے۔ لیکن اگر تم اب بھی باز آجاؤ۔ اور ہمارے رسول کی معیت میں —— جو اب 'تمہارے پاس' مدینہ میں' آگیا ہے —— سیدھی راہ اختیار کرلو۔ $\frac{5}{1}$۔ تو) تمہارا نشوونما دینے والا' تمہیں پھر سامانِ نشوونما عطا کردے گا۔ لیکن اگر تم نے' اس کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو کچھ تم اپنے انبیاء کے ساتھ کیا کرتے تھے' تو پھر تمہیں ویسی ہی سزا ملے گی جیسی' پہلے (دوبار) مل چکی ہے۔ تم دیکھ چکے ہو کہ ہم نے کس طرح جہنم کو اُن لوگوں کیلئے' جو صحیح روش پر چلنے سے انکار کرتے ہیں' روک کا مقام بنا رکھا ہے (یعنی ان کی آگے بڑھنے کی صلاحیتیں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ وہیں کے وہیں رکے رہ جاتے ہیں۔ یہی قوموں کی تباہی ہے)۔

۹ (اب یہ صحیح روش قرآن کی راہ نمائی ہی میں مل سکتی ہے۔ اس لئے کہ) قرآن کا دعویٰ ہے' انسانیت کو' سفرِ زندگی میں' وہ راہ دکھاتا ہے جس سے زیادہ توازن بدوش اور سیدھی راہ اور کوئی نہیں۔ اور اُن لوگوں کو' جو اس کی صداقتوں کو تسلیم کرلیتے ہیں' اور اس کے متعین کردہ پروگرام پر عمل پیرا ہوجاتے ہیں' خوشخبری دیتا ہے کہ اُنہیں' اُن کے حسنِ عمل کا بہت بڑا اجر ملے گا۔

۱۰ اور یہ کہ' جو لوگ مستقبل کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے (اور اسی طبیعی زندگی کو منتہیٰ سمجھتے ہیں' اُن کی غلط روش کے نتیجے میں) اُن کے لئے دردناک تباہی کا عذاب ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

---

۱۱ (مستقبل کی زندگی سے انکار اور صرف دنیا کی طبیعی زندگی کو مآل سمجھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ) انسان کا نصب العین، مفاد عاجلہ کا حصول رہ جاتا ہے- وہ انہیں جلدی جلدی سمیٹنے کی فکر کرتا ہے (۲۱/۳۷)- حرص و ہوس سے اُس کی نگاہوں پر اس قدر دبیز پردے پڑ جاتے ہیں کہ وہ اپنے حقیقی نفع و نقصان کا بھی فیصلہ نہیں کرسکتا- وہ خیر اور شر میں تمیز نہیں کرسکتا- وہ نقصان رساں باتوں کو بھی اسی طرح دعوت دیتا ہے جس طرح منفعت بخش امور کو-

۱۲ (یہ بات وحیٔ خداوندی بتاتی ہے کہ خیر اور شر کسے کہتے ہیں؟ ان کا باہمی تعلق کیا ہے' اور ان کی کشمکش میں' خیر (نفع رسانی کی تعمیری) قوتیں' کس طرح شر کی تخریبی قوتوں پر غالب آتی ہیں- مثال کے طور پر) دن اور رات کو دیکھو- یہ بظاہر ایک دوسرے کی ضد نظر آتے ہیں' لیکن درحقیقت ایک ہی نظام کے دو پہلو ہیں- رات کی تاریکی' (زمین کی گردش سے) مٹ جاتی ہے تو دن اپنی تابانیوں کے ساتھ نمودار ہو جاتا ہے' تاکہ تم' اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کے مطابق' تلاشِ معاش کرسکو- نیز تم (دن اور رات کے اختلاف سے) برسوں کی گنتی کرسکو- اور اس سے ہر طرح کا حساب رکھ سکو- (۱۲/۱۴ ; ۱/۵)-

اس طرح ہم نے کائنات میں ہر شے کو' ایک دوسرے سے الگ الگ رکھ چھوڑا ہے- (لیکن اس کے باوجود' وہ ایک عظیم مشینری کے کل پرزے ہونے کی بنا پر' باہمد گر پیوست بھی ہیں)

۱۳ (خیر و شر کی کشمکش خود انسانی زندگی میں بھی سرگرم عمل رہتی ہے)- اور اس سے ہر فرد کا اعمال نامہ مرتب ہو کر اس کی گردن میں لٹکا رہتا ہے' جس کے نتائج بدلنے پر اُسے کوئی اختیار نہیں ہوتا- جب تک اُن نتائج کے ظہور کا وقت نہیں آتا' وہ اعمال نامہ گویا لپٹا رہتا ہے- جب نتائج کے ظاہر ہونے کا وقت آجاتا ہے' تو وہی' لپٹا ہوا اعمال نامہ ایک کھلی کتاب کی شکل میں سامنے آجاتا ہے-

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

---

۱۴ اور انسان سے کہا جاتا ہے کہ لو! اپنا نامۂ اعمال تو پڑھ لو ـــــ تمہارا حساب کرنے کے لئے باہر سے کسی محاسب کے بلانے کی ضرورت نہیں۔ خود تمہاری اپنی ذات' تمہارے خلاف' محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۵ (یہ اعمالنامے کیا ہیں؟ اس حقیقت کی زندہ شہادت کہ) جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے اُس کی نفع بخشیاں خود اُس کی اپنی ذات کے لئے ہوتی ہیں۔ اور جو غلط راستہ اختیار کرتا ہے' اُس کے نقصانات اُسی کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہاں' کوئی بوجھ اٹھانے والا' کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ (اس کے لئے ضروری ہے کہ غلط اور صحیح راستہ' انسان کے سامنے' واضح طور پر رکھ دیا جائے۔ سلسلۂ ہدایتِ آسمانی سے مقصد یہی ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی قوم کی طرف اپنا پیغامبر نہ بھیجیں (جو انہیں غلط اور صحیح میں امتیاز کر کے بتادے) اور اُس پر تباہی لے آئیں۔ (سلسلۂ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اب یہی مقصد قرآن کی رُو سے پورا ہوگا)۔

۱۶ **قوموں** کی تباہی کے لئے خدا کا قانون یہ ہے کہ جب وہ آرام پسند' محنت کئے بغیر **زیادہ سے زیادہ** مال و دولت حاصل کرنے کی خواہشمند' عیش پرست اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کی حامل ہو جاتی ہیں' اور اس طرح' اُس صحیح راستے کو چھوڑ کر جو اُن کے سامنے واضح طور پر آچکا ہوتا ہے' غلط راستوں کو اختیار کر لیتی ہیں' تو' وہ تباہی کی مستوجب ہو جاتی ہیں' اور پھر اُنہیں' اس طرح ہلاک کر دیا جاتا ہے (کہ اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا)۔

۱۷ تاریخ عالم کو سامنے لاؤ اور دیکھو کہ نوحؑ کے بعد کتنی قومیں تھیں جنہیں ہم نے اسی طرح' (اپنے قانونِ مکافات کے مطابق) تباہ کر دیا۔ نیز نشوونما دینے والا' اپنے بندوں کے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ⑳

جرائم سے اچھی طرح باخبر رہتا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ کسی کا کوئی عمل اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا۔

۱۸ (اس سے تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب خدا کا قانونِ مکافات اس قدر محکم گیر ہے تو پھر وہ قومیں، جو نہ مستقل اقدار کو تسلیم کرتی ہیں اور نہ ہی مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھتی ہیں، وہ مادی ترقی کس طرح کرتی جاتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہمارا قانون یہ ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں، طبیعی مفادِ عاجلہ چاہتا ہے —— اور اس کے لئے طبیعی قوانین کے مطابق کوشش کرتا ہے —— ہم اُسے اپنے قانونِ مشیت کے مطابق، جسے ہم نے اپنے اختیار و ارادہ سے ایسا بنایا ہے، مادی مفاد دیدیتے ہیں۔ (جو کسان ہمارے قوانینِ طبیعی کے مطابق، محنت کرکے فصل بوتا ہے، اُسے اُس کی محنت کا پھل مل جاتا ہے۔ اس میں کافر و مومن کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے بعد مستقبل کی زندگی میں اُس قوم کے لئے تباہی کا جہنم ہوتا ہے جس میں وہ بدحال اور دھتکاری ہوئی داخل ہو جاتی ہے (۲/۲۰۰ ; ۱۱/۱۶—۱۵)۔

۱۹ اس کے برعکس، جو قوم (مفادِ عاجلہ کے ساتھ ساتھ ۲/۲۰۱) مستقبل کی خوشگواریاں بھی چاہتی ہے، اور اس کے لئے ایسی کوشش کرتی ہے، جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اور مستقل اقدار پر یقینِ کامل رکھتی ہے۔ تو یہ لوگ ہیں جن کی کوششیں، حال اور مستقبل دونوں میں، بھرپور نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔

۲۰ ہم اس طرح دونوں گروہوں کو (یعنی صرف مفادِ عاجلہ طلب کرنے والوں، اور مفادِ عاجلہ کے ساتھ مستقبل کی خوشگواریاں چاہنے والوں کو)، اپنے طبیعی قوانین کی رُو سے، ان کی کوششوں کے مطابق، آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں، اور تیرے نشوونما دینے والے کا عطا فرمودہ سامانِ رزق ان سب کے لئے یکساں طور پر کھلا رہتا ہے۔ اُس کے راستے میں، کسی کے لئے بند نہیں لگائے جاتے۔ (جو چیز قانونِ طبیعی کے مطابق حاصل ہوتی ہے، وہ ہر اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اُس قانون کے مطابق، اُس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔ زندگی کی اس دوڑ میں، کافر و مومن، دونوں کے لئے یکساں طور پر میدان کھلا رہتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کافر کو،

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

اُس کی کوشش کے باوجود پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا جائے اور مومن کو خواہ وہ کوشش نہ ہی کرے آگے بڑھا دیا جائے۔ (ﷺ)۔

۲۱ یہی وہ اٹل قانون ہے جس کی رُو سے تم دیکھتے ہو کہ حصولِ معاش میں کس طرح ایک قوم اپنی سعی و عمل کے مطابق دوسری قوم پر فوقیت حاصل کر لیتی ہے۔ ان میں جہاں جا کر فرق پڑتا ہے وہ مستقبل کی خوشگواریاں ہیں ——— یعنی اس دنیا میں بھی انجام کار کونسا نظامِ زندگی خوشگوار نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اور اس سے بعد کی زندگی میں بھی کون آگے بڑھتا ہے۔ اس کے لئے قانونِ طبیعی سے الگ ایک اور قانون مقرر ہے جو وحی کے ذریعے ملتا ہے۔ جس قوم کو یوں مستقبل کی خوشگواریاں حاصل ہو جائیں اُسی کے درجات بلند ہیں اور اُسی کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ درجات کی بلندی اور فوقیت کا معیار یہ ہے کہ اُس قوم کا حال بھی خوشگوار ہو اور مستقبل بھی درخشندہ۔

۲۲ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم صرف ایک خدا کے اقتدار و قانون کو تسلیم کرو۔ اُس کے ساتھ کسی اور کے اقتدار کو شامل نہ کرو ——— (یہ نہ کرو کہ طبیعی زندگی میں تو قوانینِ خداوندی (قوانینِ فطرت) کے مطابق چلو اور تمدنی زندگی کو اپنے خود ساختہ قوانین کے تابع رکھو۔ نہ ہی یہ کہ قوانینِ خداوندی کو صرف اخلاقیات تک محدود رکھو اور طبیعی زندگی کے قوانین کو نظر انداز کر کے عملِ رہبانیت اختیار کر لو)۔ ان دونوں صورتوں میں نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مصائبِ زندگی میں دھتکارے ہوئے انسانوں کی طرح ذلت و خواری کے ساتھ دوسروں سے پیچھے رہ جاؤ گے۔

۲۳ اسی مقصد کے پیشِ نظر تیرے نشوونما دینے والے نے مستقل اقدار کا مکمل ضابطہ بذریعۂ وحی دیدیا ہے جس کی بڑی بڑی شقیں آئندہ آیات میں بیان کی جاتی ہیں۔ ان اقدار کا اصل الاصول اور نقطۂ ماسکہ یہ ہے کہ تم قوانینِ خداوندی کے علاوہ کسی کی اطاعت نہ کرو۔ اُس کے سوا کسی کو اپنا حاکم تسلیم نہ کرو۔ محکومیت صرف اُس کے قوانین کی اختیار کرو۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾

اس اصل الاصول کی روشنی میں دنیا میں نظامِ ربوبیت — یعنی نوعِ انسان کی عالمگیر پرورش کا نظام — قائم کرو۔ اور اس کی ابتدا اپنے گھر کی زندگی سے کرو۔ اس نظام کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص میں کسی وجہ سے کوئی کمی واقع ہو جائے اُس کی کمی کو پورا کر دیا جائے۔ اِس کے لئے تم اپنے ماں باپ کو دیکھو۔ وہ جوان تھے اور کام کاج کے قابل تو اپنے علاوہ تمہاری پرورش بھی کرتے تھے۔ اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور کمانے کے قابل نہیں رہے تو تمہارا فرض ہے کہ ان کی اس کمی کو پورا کرو۔

بڑھاپے میں قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں اور انسان بچوں کی سی باتیں کرنے لگ جاتا ہے (۷۰:۱۶)۔ لہٰذا اگر تمہارا باپ یا ماں یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں حقارت آمیز باتیں مت کہو۔ نہ ہی اُن سے سختی اور درشتی سے کلام کرو۔ اُن سے ادب اور عزت سے بات کرو اور کشادہ نگہی سے پیش آؤ۔

۲۴ اُن کی پرورش کے لئے انہیں اپنے بازوؤں کے نیچے سمٹائے رکھو (جس طرح انہوں نے بچپن میں تمہیں اپنے بازوؤں کے نیچے سمٹائے رکھا تھا) اور اُن کے حق میں ہمیشہ یہ آرزو کرو کہ جس طرح انہوں نے بچپن میں تمہاری پرورش کی تھی تمہارا رب تمہارے ہاتھوں اُسی طرح اُنکی پرورش کا انتظام کرائے۔ (بچوں کی پرورش تو حیوانات بھی کرتے ہیں۔ لیکن بوڑھے والدین کی پرورش صرف انسان کا خاصہ ہے۔ اسی لئے اِس کی تاکید کی گئی ہے)۔

۲۵ تمہارا نشو و نما دینے والا خوب جانتا ہے کہ تمہارے دل میں کیا ہوتا ہے۔ (تم بوڑھے والدین کی بچپن کی سی باتوں سے زچ پڑ جاتے ہو اور اس طرح تمہارے دل میں اُن کے لئے تعظیم کا جذبہ نہیں رہتا۔ لیکن) اگر تم اپنی صلاحیتوں کو نشو و نما دیتے رہو اور اپنے سامنے نصب العین یہ رکھو کہ تم نے ہر ایک کے بگڑے ہوئے کام سنوارنے ہیں تو تم میں سہارا اور برداشت کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے ہر اُس شخص کو خدا کی طرف سے سامانِ حفاظت مل جاتا ہے جو اپنی ذات کی حفاظت اور نشو و نما کے لئے اُس کی طرف رجوع کرے۔ (لہٰذا ماں باپ کی خدمت خود تمہاری اپنی ذات کی نشو و نما کا ذریعہ بن جاتی ہے)۔

۲۶ (اسی بنیادی اصول کو اب آگے بڑھاتے جاؤ) جو لوگ تمہارے قریبی (رشتہ دار) ہیں

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿٢٧﴾ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

یا جن کا چلتا ہوا کاروبار کسی وجہ سے رک گیا ہے۔ یا جو مسافر زادِ راہ کے بغیر رہ گیا ہے۔ اُن سب کا تم پر حق ہے۔ ان کے حقوق بھی ادا کرو۔

لیکن مال کو بے جا صرف مت کرو اور اس اصول کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ مال ملت کی کھیتی کے لئے بیج کے مانند ہے۔ اگر بیج برمحل بویا گیا تو ایک ایک دانے سے سات سات سو دانے پیدا ہوں گے (۲/۲۶۱)۔ اور اگر اُسے بے محل بکھیر دیا تو کھیتی کا اُگنا تو ایک طرف، بیج بھی ضائع چلا جائے گا۔

۲۷ اس طرح مال کو ضائع کر دینے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔ اور شیطان اُسے کہتے ہیں جو خدا کے عطا کردہ سامانِ نشو و نما کو تباہ و برباد کر کے اُس کی نعمتوں کی ناسپاس گزاری کرے۔

۲۸ (اور اگر کبھی ایسا ہو کہ ان حقداروں میں سے کوئی ضرورتمند تمہارے پاس اُس وقت آئے جب تمہارے پاس انہیں دینے کے لئے کچھ نہ ہو)۔ اور تم اپنے پروردگار کے ہاں سے سامانِ رزق کی طلب و جستجو کر رہے ہو اور ہنوز متوقع مال کے انتظار میں ہو اور یوں تم اُن سے منہ پھیرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ تو اُنہیں نرمی سے بات سمجھا دو۔ (سختی سے نہ جھڑکو)۔

۲۹ اپنے ذاتی اخراجات کے سلسلہ میں بھی اس اصول کو سامنے رکھو کہ نہ تو تم اپنے ہاتھ کو اتنا سکیڑلو کہ وہ تمہاری گردن کے ساتھ بندھ جائے اور نہ اُسے بالکل کھلا چھوڑ دو۔ پہلی صورت (بخل) میں، تم پر ہر طرف سے لعنت ملامت ہوگی۔ اور دوسری صورت میں تم خود درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔

۳۰ (اور اکتسابِ رزق کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرو۔ اس لئے کہ) تمہارے نشو و نما دینے والے کا قانون یہ ہے کہ جو چاہتا ہے کہ اُسے کھلا رزق ملے اسے کھلا رزق ملتا ہے۔ اور جو نپا تلا لینا چاہے اسے نپا تلا ملتا ہے۔ وہ ہر ایک کی سعی و عمل سے باخبر ہے اور ہر ایک کی طلب و جستجو پر نگاہ رکھتا ہے۔ (اس کے ہاں اصول یہ ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کیلئے

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴

وہ کوشش کرے ۵۳/۳۹)۔

۳۱ اور دیکھو! اس خدشہ سے کہ تم غریب ہوجاؤ گے اپنی اولاد کو علم و تربیت سے محروم نہ رکھو۔ تمہارے اور تمہاری اولاد کے رزق کی ذمہ داری نظامِ خداوندی پر ہے۔ (اس نظام کے قیام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ یہ ہر فرد کو اُس کی ضروریاتِ زندگی کی ضمانت دے اور اس طرح انسان کو معاش کی طرف سے مطمئن کرکے اُسے بلند مقاصدِ انسانیت کے لئے فارغ کردے ۹/۱۱۱ ؛ ۲/۱۱۸)۔ یاد رکھو! اولاد کو علم و تربیت سے محروم رکھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ (اور اُسے مار ڈالنا اتنا بڑا جرم جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا)

۳۲ اور زنا کے پاس تک بھی نہ پھٹکو۔ (اس کے مبادیات تک سے بھی بچو)۔ یاد رکھو! یہ ایسی حدود شکنی ہے جس سے معاشرہ میں فحاشی پھیل جاتی ہے اور چاروں طرف سے برائیوں کے راستے کھل جاتے ہیں۔

۳۳ (تحفظِ عصمت کے بعد تحفظِ جان کی طرف آؤ۔ اس کے لئے یہ بنیادی اصول یاد رکھو کہ) جس جان کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ (اُسے واجب الاحترام قرار دیا ہے۔ یعنی بے گناہ کا قتل۔ ۵/۳۲) اسے قتل مت کرو بجز اس کے کہ ایسا کرنا قانونِ عدل کا تقاضا ہو۔ (۲/۱۷۸)۔ جو شخص ظلم سے ناحق مارا جائے (تو قاتل یہ نہ سمجھ لے کہ مقتول کے وارثوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں، اس لئے کون مجھ سے باز پرس کرسکتا ہے) مقتول کے وارثوں کے لئے، ہم نے نظامِ خداوندی (اسلامی معاشرہ) کو صاحبِ غلبہ و اختیار بنایا ہے۔ اس لئے یہ نظام، خود مقتول کے وارثوں کا پشت پناہ بنے گا۔ لیکن معاشرہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جرم کی سزا قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دے۔ اُن سے تجاوز نہ کرے (۶/۱۵۲ ؛ ۴۲/۴۲)

۳۴ (جان اور عصمت کے تحفظ کے بعد مال کی حفاظت کا سوال سامنے آتا ہے۔ اس کے لئے

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔـوْلًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷

یہ اصول پیش نظر رکھو کہ) جو شخص معاشرہ میں تنہا اور کمزور سا رہ جائے۔ جو یتیم ہو جائے۔ اُس کے مال کے قریب تک بھی نہ جاؤ' بجز اُس صورت کے جو اس کے انتظام کے لئے ضروری ہو۔ (۶/۱۵۳)۔ جب یتیم' جوان ہو جائیں (اور اُن میں عقل و فکر کی پختگی آ جائے۔ (۴/۶)۔ تو ان کی امانت ان کے حوالے کر دو)۔

اگلا اصول یہ ہے کہ اپنا عہد ہمیشہ پورا کرو۔ یاد رکھو! ایفائے عہد کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہو گی۔

۳۵ اور جب تم کسی چیز کو ماپو' تو ماپ کو پورا کرو۔ اور جب تولو' تو ہمیشہ درست ترازو سے تولو۔ (ڈنڈی مار لینے سے تھوڑا سا بے جا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھو!) صحیح منفعت' ماپ تول کے پورا رکھنے ہی سے ہوتی ہے' اور یہی دین کی یہی شکل ہے جو مآلِ کار معاشرہ کے توازن کو قائم رکھ سکتی ہے۔

(ماپ تول کے پورا رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اپنا معاشی نظام' عدل و مساوات کے اصولوں پہ استوار کرو۔ نہ کسی سے' واجب سے زیادہ لو۔ نہ کسی کو اس کی محنت سے کم دو۔ (۵۳/۳۹-۴۱))۔

۳۶ اور یاد رکھو! جس بات کا تمہیں ذاتی طور پر علم نہ ہو (جس کی خود تحقیق نہ کر لو)۔ اُس کے پیچھے مت لگو۔ (ذاتی تحقیق کے معنی یہ ہیں کہ) تم اپنی سماعت و بصارت (حواس) کے ذریعے معلومات حاصل کرو' اور پھر ان معلومات کی بنا پر اپنے ذہن سے فیصلہ کرو' اور اس طرح صحیح نتیجہ پر پہنچو۔ اِن میں سے اگر ایک کڑی بھی گم ہو گئی' تو تمہاری تحقیق ناقص رہ جائے گی۔ سوچو کہ اس باب میں تم پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ (اس لئے کہ خدا نے تمہیں صاحب اختیار و ارادہ بنایا ہے' مجبور مشین نہیں بنایا۔ اور اس اختیار کے استعمال کے لئے' ذرائع علم و تحقیق عطا کر دیئے ہیں۔ اِن سے کام نہ لینے والا اپنی ذمہ داری سے جی چراتا ہے)۔

۳۷ اور (باہمی معاملات کی طرح' اپنی رفتار و گفتار میں بھی اوچھا پن پیدا نہ ہونے دو۔ اس لئے کہ ان باتوں کا اثر بھی انسانی سیرت پر پڑتا ہے۔ مثلاً) تم یوں اکڑ کر نہ چلو جس سے ایسا معلوم ہو گویا تم زمین میں شگاف کر دینا چاہتے ہو' یا تن کر پہاڑوں کی لمبان تک

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

پہنچ جانا چاہتے ہو- ایسا تو تم کر نہیں سکو گے البتہ اس سے تمہارا سفلہ پن ظاہر ہو جائے گا- لہٰذا اقتنا میں میانہ روی اختیار کرو- (۳۱/۱۹) (اکڑنا وہی ہے جو مفاد عامہ کے کام کئے بغیر بڑا بننے کی ناکام کوشش کرتا ہے- ۳/۱۸۷ ؛ ۴۰/۵۶)-

۳۸ یہ تمام اخلاقی عیوب جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے قانونِ خداوندی کی رُو سے بڑے ناپسندیدہ ہیں- ان کا تمہاری ذات پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

۳۹ یہ وہ پُراز حکمت امور (اخلاقی اقدار) ہیں جو تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے تجھ پر وحی کئے گئے ہیں- (۲/۲۶۹)-

تمہارے لئے زندگی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرو- اطاعت اسی کے احکام و قوانین کی کرو- اس کے ساتھ کوئی اور صاحبِ اقتدار ہستی شریک نہ کرو- اگر تم ایسا کرو گے (یعنی خدا کے علاوہ کسی اور کو صاحبِ اقتدار تسلیم کر لو گے) تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم (شرفِ انسانیت سے گر جاؤ گے اور طرح طرح کی ملامتوں کے ساتھ دھتکارے ہوئے جہنم کی تباہیوں میں جا گرو گے-

۴۰ (یہی دین کا اصل الاصول ہے- یعنی یہ کہ کائنات میں اختیار و اقتدار صرف خدا کا ہے- اور کسی کا نہیں- اور یہی بات ان توہم پرست جہلا کی سمجھ میں نہیں آتی- ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بہت سے دیوی دیوتا ہیں جو خدا کے اقتدار میں شریک ہیں- نیز خدا کی اولاد بھی ہے جو اس کے کاروبار میں اس کا ہاتھ بٹاتی ہے- اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں- ان سے پوچھو کہ) کیا تمہارے رب نے بیٹوں کو تو تمہارے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے! یہ کتنی بڑی سخت بات ہے جسے تم یونہی بلا سوچے سمجھے زبان پر لے آتے ہو؟ (۱۶/۵۷)

۴۰ اور ہم نے قرآن میں تبیانِ حقیقت کے لئے مختلف پیرایے اختیار کئے ہیں اور اس کے متنوع گوشوں کو پھرا پھرا کر سامنے لاتے ہیں تاکہ حقائق بالکل واضح ہو جائیں- لیکن (جن لوگوں نے تہیہ کر لیا ہو کہ ہم نے اس کی مخالفت ہی کرنی ہے ان پر اس سے کچھ اثر نہیں ہوتا- بلکہ اس سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔

۴۲ ان سے کہو کہ (جن چیزوں کے متعلق تم خیال کرتے ہو کہ انہیں خدائی میں اختیار و اقتدا

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

حاصل ہے) اگر انہیں واقعی اختیار و اقتدار حاصل ہوتا تو یہ تو تیں اُس خدا کے خلاف جسے کائنات پر مرکزی کنٹرول حاصل ہے مقابلے کی راہیں نکال لیتیں (اور جب کنٹرول بٹ جاتا تو کائنات میں فساد برپا ہو جاتا۔ (۲۱/۲۲) حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ نظامِ کائنات میں کہیں فساد اور خلفشار نہیں۔ (۶۷/۳-۵)۔

۴۳ اس سے واضح ہے کہ جو کچھ یہ لوگ خدا کے متعلق کہتے ہیں خدا اس سے بلند ہے — بہت بلند اور ہر قسم کے غلبہ و اقتدار کا مالک۔ کائنات میں کبریائی صرف اس کے لئے ہے۔

۴۴ کائنات کی پستیاں اور بلندیاں اور جو کوئی ان کے اندر ہے سب خدا کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ یہاں کوئی شے ایسی نہیں جو اُس پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرداں نہ ہو جس کے نتائج خدا کی حمد و ستائش کے زندہ پیکر بنکر سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن تم نہیں سمجھتے کہ وہ کس طرح اپنے مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اسلئے کہ ہنوز تمہارے علم کائنات کی سطح بہت نیچی ہے۔ جب تمہیں اس کا علم حاصل ہو جائے گا تو تم خود اس کا اعتراف کر لو گے کہ ان میں سے کسی میں بھی الٰہ بننے کی قدرت نہیں۔ خدا اپنی تحمل آمیز قوتوں کے ساتھ نہایت محکم انداز سے نظمِ کائنات کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے ہے اور اس کی ہر طرح سے حفاظت کئے جا رہا ہے تاکہ اس میں کہیں فساد اور خلفشار رونما نہ ہونے پائے۔

۴۵ جو لوگ قرآن کے متعلق پہلے ہی اپنے دل میں جذبات نفرت لے کر آتے ہیں (۴۶/۱۷)۔ اور مستقبل کی زندگی پر ان کا ایمان نہیں ہوتا، اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تو اُن کے سامنے قرآن پیش کرتا ہے تو تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان ایک ایسا (نفسیاتی) پردہ حائل ہو جاتا ہے جو عام نگاہوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔

۴۶ اور اُن کے دلوں پر ایسے غلاف چڑھ جاتے ہیں جن کی وجہ سے اُن کی سمجھ بوجھ کچھ کام نہیں دیتی۔ اور اُن کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگ جاتے ہیں (جس سے سچی بات اُن کے

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾

دل تک پہنچ ہی نہیں پاتی — نفرت کے جذبات' انسان کو' اس طرح اندھے اور بہرے بنا دیتے ہیں)
— انہی جذباتِ نفرت کا نتیجہ ہے کہ جب تو قرآن میں صرف خدائے واحد کا ذکر کرتا ہے' اور اسکے ساتھ ان کے باطل معبودوں اور پیشواؤں کو نہیں ملاتا' تو یہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ (۳۹/۴۵ ؛ ۴۰/۱۲)۔

۴۷ (جب یہ لوگ تمہاری مجلسوں میں آکر بیٹھتے ہیں' اور بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ) یہ تیری باتوں کو بڑے غور سے سن رہے ہیں' تو جیسا کچھ یہ فی الحقیقت سن رہے ہوتے ہیں' ہم اُسے خوب جانتے ہیں۔ (۸/۱۹ ؛ ۴۲/۱ ؛ ۴۷/۱۶)۔ اس کے بعد یہ اپنے ہم نواؤں سے جاکر ملتے ہیں اور اُن سے خفیہ مشورے کرتے ہیں۔ اور مومنین سے' نہایت طعن آمیز انداز سے کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر رکھا ہے (اور وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے)۔

۴۸ اے رسول! دیکھو' یہ لوگ تمہارے متعلق کس قسم کی باتیں کرتے ہیں؟ ان کا یہی تعصب ہے' جس کی وجہ سے یہ ایسی گمراہی میں پڑ چکے ہیں کہ اب سیدھی راہ پا نہیں سکتے۔ (جس کی آنکھوں پر نفرت اور تعصب کی پٹی بندھی ہو' اسے سیدھی راہ نظر کیسے آسکتی ہے؟)۔

۴۹ (یہ لوگ' تمہاری جن باتوں کو بہکی بہکی قرار دیتے ہیں' ان میں ایک یہ بھی ہے جو) یہ کہتے ہیں کہ جب ہم (مرنے کے بعد) ہڈیاں رہ جائیں گے' اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا اُس کے بعد بھی ہم' از سرِ نو پیدا کر کے اٹھالئے جائیں گے؟ (۹۸/۱۷)۔

۵۰ ان سے کہو کہ تم (مرنے کے بعد' ہڈیاں اور چورا ہی نہیں) پتھر بن جاؤ۔ لوہا بن جاؤ۔

۵۱ یا کوئی اور ایسی چیز بن جاؤ جس کا زندہ ہونا' تمہارے نزدیک' ناممکن ہو' تم کچھ ہی بن جاؤ۔ تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے)۔ اس پر یہ کہیں گے کہ وہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟ ان سے کہو کہ وہی خدا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا (جبکہ تمہاری ہڈیاں اور چورا تک بھی نہیں تھا)۔

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۵۲﴾ وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿۵۳﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿۵۵﴾

(جس طرح مُردوں کو نئی زندگی مل سکتی ہے' اُسی طرح' اس دنیا میں بھی' اُن جماعتوں کو حیاتِ تازہ مل سکتی ہے جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ اُن کا دوبارہ اٹھنا ناممکنات میں سے ہے)
یہ سُن کر یہ لوگ تیرے سامنے سر مٹکانے لگ جائیں گے اور کہیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟
اِن سے کہو کہ' عجب نہیں کہ اس کا وقت قریب ہی ہو۔

۵۲ جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم (سرکشی اور مخالفت کے بجائے) اس کی حمد و ستائش کے مجسمے بنے اُس کی دعوت پر لبیک کہو گے۔ اور تمہیں خیال گزرے گا کہ جو وقت تم نے اِس سے پہلے گزارا ہے' وہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ بہت تھوڑا سا تھا۔

۵۳ (اے رسول!) تم ان لوگوں سے' جو میری اطاعت قبول کر چکے ہیں' کہو کہ تم جو بات بھی کرو' ایسی کرو جس میں حسن اور خوبصورتی ہو۔ جو نہایت متوازن اور ٹھیک ٹھیک ہو۔ خدا کی راہ سے بہکانے والی قوتیں ہمیشہ اس کوشش میں رہتی ہیں کہ تم میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو جائے۔ (سو تم اُن سے محتاط رہنا)۔ یہ تخریبی قوتیں' انسان کی کھلی ہوئی دشمن ہیں (اگرچہ یہ سامنے' بڑے ہمدردانہ لباس میں آتی ہیں)۔

۵۴ تمہارا نشو و نما دینے والا تمہارے تمام حالات سے باخبر ہے۔ اگر تم اُس کے قوانین کے مطابق چلو گے' تو وہ تمہاری بالیدگی کا سامان مہیا کر دے گا۔ اگر اُن کے خلاف جاؤ گے' تو تم پر تباہی آجائے گی۔

اے رسول! (یہ سب کچھ سمجھا دینے کے بعد' یہ بات ان پر چھوڑ دو کہ یہ اپنے لئے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں)۔ ہم نے تمہیں اِن پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا (کہ تو انہیں زبردستی صحیح راستے پر چلائے' یا اِن کی روش کی' بابت تم سے بازپرس ہو)۔

۵۵ (یہ کچھ انہی کے متعلق نہیں) اس کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کوئی بھی ہے تیرا نشو و نما دینے والا' اُن سب کے حالات سے باخبر ہے۔ (یہ ہمارے اسی علم کی بنا پر تھا کہ ہم نے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۚ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۚ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

مختلف قوموں کے حالات اور کوائف کے مطابق اُن کی طرف اپنے رسول بھیجے۔ وہ بحیثیت رسول سب ایک جیسے تھے لیکن ان کی تعلیم کے دائرۂ اثر و نفوذ کے اعتبار سے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل رہی ہے (۲۵۳/۲)۔ انہی میں داؤد جیسا نبی بھی تھا جسے ہم نے کتاب بھی دی (اور اس کے ساتھ ایسی عظیم مملکت جس کی مثال اُس دور میں نہیں ملتی — نبی ہونے کے اعتبار سے تو وہ بھی دیگر انبیاء کی طرح تھا لیکن جب ایسی وسیع و عریض مملکت میں نظامِ خداوندی کا نفاذ ہو تو اس کی فضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے)۔

۵۶ ان سے کہو کہ تم جن ہستیوں کو اپنے خیال میں خدا کے سوا صاحبِ اقتدار سمجھتے ہو ذرا انہیں پکار کر دیکھو تو سہی۔ تم دیکھو گے کہ اُن میں نہ تو اس کی طاقت ہے کہ وہ کسی ایسی مصیبت کو (جو ہمارے قانون کے مطابق) تم پر آ رہی ہو، تم سے ہٹا دیں۔ اور نہ اس کی مقدرت کہ تمہارے حالات بدل دیں۔

۵۷ جن ہستیوں کو یہ لوگ صاحبِ اقتدار سمجھ کر اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں، اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ ان میں سے جنہیں یہ سب سے زیادہ مقربِ خیال کرتے ہیں، وہ بھی ہمیشہ اس طلب اور خواہش میں رہتے ہیں کہ انہیں خدا کے ہاں اچھا مرتبہ اور درجہ مل جائے (۳۵/۵)۔ وہ اس کی طرف سے سامانِ نشوونما کے متوقع، اور اُس کے قوانین کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے خائف رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ تباہیاں ایسی ہیں جن سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

۵۸ (یہ لوگ اپنے غلط نظامِ زندگی پر نازاں ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا مستحکم اور پائیدار ہے اور اسے کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔ ان سے کہدو کہ غلط نظام کبھی پائیدار نہیں ہو سکتا) کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ غلط نظام کی حامل ہو، اور وہ اسی دنیا میں تباہ یا سخت عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ یہ سب کچھ ہمارے قانونِ مکافات کے ضابطہ میں درج ہے۔ (اور وہ قانون اٹل ہے)۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

۵۹ (اِن لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اگر اِن پر تباہی آنے والی ہے تو اُس کی کوئی محسوس نشانی اِن کے سامنے آنی چاہئیے۔ اِن سے کہو کہ) ہمارے لئے اِس قسم کی نشانیاں بھیجنا کچھ مشکل نہیں۔ ہم اقوامِ سابقہ کی طرف ایسی نشانیاں بھیجا کرتے تھے جو ان کے لئے ظہورِ عذاب کی خبر بن جائیں۔ مثلاً ہم نے قومِ ثمود کی طرف اونٹنی کو اسی قسم کی نشانی بنا کر بھیجا۔ (یعنی اُن سے کہہ دیا کہ اگر اُنہوں نے اُس اونٹنی کو اس کی باری پر پانی نہ پینے دیا تو یہ اِس امر کی نشانی ہوگا کہ وہ قانونِ خداوندی کی پاسداری نہیں کرنا چاہتے)۔ بجائے اس کے کہ وہ اِس سے ڈر جاتے اور اپنی روش میں تبدیلی کر لیتے اُنہوں نے اُلٹا اُسے مار ڈالا۔ (اس قسم کی نشانیوں کے ساتھ جو کچھ اقوامِ سابقہ نے کیا وہی کچھ یہ لوگ کرتے۔ اس لئے انہیں اِس سے کیا فائدہ ہوتا؟ اِن سے کہو کہ جو کچھ اِن سے کہا جاتا ہے وہ اِس پر عقل و بصیرت سے غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ اِن کی غلط روش کا نتیجہ فلاح و کامرانی ہوگا یا ہلاکت اور بربادی؟)۔

۶۰ (اگر یہ غور و فکر سے کام لینے والے ہوتے تو اِن کے سامنے کتنی باتیں ایسی آ چکی تھیں جن سے یہ اِس نتیجہ تک پہنچ سکتے تھے کہ اِن کی روش کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ مثلاً) ہم نے تجھے بتایا کہ ہمارا قانونِ مکافات اِن لوگوں کو گھیرے تباہی کی طرف لئے چلا آ رہا ہے۔ (اگر یہ اس پر غور کرتے تو قرائن و شواہد سے صاف پتہ چل جاتا کہ یہ بات درست ہے۔ لیکن انہوں نے اِس پر کان ہی نہ دھرا)۔ پھر تم نے اپنا خواب بیان کیا کہ (تم فاتح و منصور مکہ میں داخل ہوگے۔ ۲۷/۴۸)۔ تو اس کا بھی اِنہوں نے مذاق اڑا دیا (حالانکہ یہ اگر سوچتے تو بآسانی اس نتیجہ تک پہنچ جاتے کہ حالات جس انداز سے بدل رہے ہیں اور واقعات کا رُخ جس سمت کو ہے وہ اس حقیقت کا سراغ دے رہے ہیں کہ اِس خواب کا سچ ہو جانا چنداں بعید نہیں)۔ اسی طرح ہم نے قرآن میں شجرۃ الزقوم کی مثال سے سمجھایا تھا (کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو اِس قدر معزز سمجھ رہے ہیں کس طرح ذلیل و خوار ہوں گے۔ ۳۷/۶۲ ؛ ۴۴/۴۳-۴۹)۔

ہم انہیں اس طرح اُن پر آنے والی تباہی سے متنبہ اور خائف کرتے چلے آئے تھے لیکن اِس سے یہ اور زیادہ سرکش اور بیباک ہوتے چلے گئے۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

---

۶۱ (ان کی یہ سرکشی اور بیباکی انہی مفاد پرستانہ جذبات کا نتیجہ تھی جو انسان کے ساتھ شروع سے لگے چلے آرہے ہیں اور اُس کے صحیح راستے کی طرف آنے میں حائل ہوتے ہیں۔ ان کا تفصیلی ذکر قصۂ آدم کے تمثیلی انداز میں پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ $\frac{۲}{۳۰-۳۹}$ ۔ لیکن یاد دہانی کے طور پر اسے پھر دہرایا جاتا ہے اور اس کا آغاز اُس موقعے سے کیا جاتا ہے) جب ہم نے کائناتی قوتوں سے کہا کہ تم آدم کے سامنے جھک جاؤ تو وہ اُس کے سامنے جھک گئیں لیکن ابلیس نے ایسا نہ کیا۔ اُس نے کہا کہ کیا میں ایسے انسان کی اطاعت اختیار کرلوں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (یعنی جس میں مادی جاذبیتوں کی طرف میلان کا عنصر اِس قدر غالب ہے۔ $\frac{۱۴}{۱۱}$ ؛ $\frac{۱۵}{۴۱-۲۷}$)

۶۲ (اِس پر جب ابلیس سے کہا گیا کہ تو سعادتوں سے محروم رہ جائے گا تو اُس نے کہا کہ) اگر تیرا یہی فیصلہ ہے کہ اِس حقیر سی مخلوق کو مجھ پر فضیلت دی جائے تو مجھے یوم القیامت تک مہلت دے۔ پھر دیکھ کہ میں اِس کی نسل کے ساتھ بجز معدودے چند کیا کرتا ہوں ؟ میں کس طرح اِن کی تھوتھنی کو رسّی سے باندھ کر جدھر چاہے لئے لئے پھرتا ہوں۔

۶۳ اِس پر خدا نے کہا کہ جاؤ! ان میں سے جو کوئی تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی کشتِ حیات جھلس کر رہ جائے گی —— اور یہی تمہارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ہے۔

۶۴ (ہم جانتے ہیں کہ تم انہیں صحیح راستے سے بہکانے کے لئے کیا کیا حربے استعمال کرو گے)۔ اِن میں سے بعض کو تو تم خالی پراپیگنڈے کے زور سے گڑ بڑا کر اُن کے مقام سے ہٹا دو گے۔ (جو اس طرح خائف نہ ہوں گے) تم اُن پر اپنے بڑے بڑے لشکر لے کر چڑھ دوڑو گے —— ایسے لشکر جن میں سوار اور پیادے سب شامل ہوں گے —— بعض مقامات پر تم انہیں مالی امداد دینا شروع کردو گے اور انہیں کاروبار میں اپنا شریک کرلو گے اور اس طرح اقتصادی تغلب سے انہیں اپنا ہم نوا بنالو گے۔ بعض جگہ ایسی تعلیم گاہیں کھول دو گے جن سے ان کی آنے والی نسلیں

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ کَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا ﴿۶۸﴾

خود بخود تمہارے رنگ میں رنگی جائیں۔ تم ان سے بڑے بڑے وعدے کرو گے، حالانکہ تمہارے وعدے سب فریب پر مبنی ہوں گے۔ (اور یہ تمہارا فریب کھا جائیں گے)۔

۶۵ (تمہارے یہ حربے بڑے مؤثر اور تمہاری چالیں بڑی کارگر ہوں گی۔ بایں ہمہ) جو لوگ میرے قوانین کے مطابق چلیں گے، اُن پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکے گا۔ تمہاری تمام چالوں کے مقابلہ میں خدا کا نظامِ ربوبیت اُن کی کارسازی کے لئے کافی ہوگا۔ یہ اُس پر بھروسہ کریں گے تو وہ انہیں کبھی دغا نہیں دے گا۔ ($\frac{15}{40}$ — ۴۲)۔

۶۶ (خدا کا قانون کس قدر بھروسے کے قابل ہے، اس کا مشاہدہ تم طبیعی دنیا میں ہر روز کرتے ہو۔ مثلاً) تم دیکھتے ہو کہ بڑی بڑی کشتیاں اتنا سامان لاد کر، کس طرح سمندر میں تیرتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم، ان کے ذریعے تلاشِ رزق کر سکو۔ اُس کا یہ قانون (کس قدر بھروسے کے قابل — اور) تمہارے لئے موجبِ رحمت ہے۔؟

۶۷ (جب تمہاری کشتی، امن و عافیت سے چلی جاتی ہے تو تم اور سینکڑوں قسم کے خیالات دل میں لاتے ہو لیکن اس طرف توجہ دینے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے کہ یہ سب کچھ قانونِ خداوندی کے مطابق ہو رہا ہے۔ مگر) جب وہ کشتی کسی مصیبت میں گھر جاتی ہے تو اُس وقت صرف وہی تدابیر کارگر ہو سکتی ہیں جو قانونِ خداوندی کے مطابق اختیار کی جائیں۔ اُس کے خلاف کسی ایسی قوت کی تدبیر، جسے تم حالتِ امن میں پکارتے تھے، کارساز نہیں ہو سکتی۔ اُس کے بعد، جب تم صحیح و سلامت خشکی پر اُتر جاتے ہو، تو پھر اس حقیقت سے روگردانی کر لیتے ہو (کہ امن و عافیت قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے ہی سے مل سکتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ انسان (اگر، وحیٔ خداوندی کو چھوڑ کر، صرف اپنے جذبات و خیالات کے تابع چلے تو) بڑا ناسپاس گزار ہوتا ہے۔

۶۸ تم دریا سے بعافیت نکل کر خشکی پر آجاتے ہو تو سمجھ لیتے ہو کہ تم قوانینِ خداوندی کی

أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾

زد سے باہر نکل آئے حالانکہ اُس کے قوانین ساری کائنات کو محیط ہیں' اور جو' جس جگہ بھی اُنکی خلاف ورزی کرتا ہے' وہیں پکڑا جاتا ہے) - وہ خشکی کے قطعے پر بھی تمہیں اسی طرح تباہ کر سکتا ہے جس طرح پانی کے اندر۔ اگر وہاں پانی کا طوفان وجۂ ہلاکت بن سکتا تھا تو یہاں آندھی اور جھکڑ کا پتھراؤ تمہاری بربادی کا سامان پیدا کر سکتا ہے' جس سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں مل سکتا۔

۶۹ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ سمندر کے طوفان سے ایک دفعہ بچ نکلنے پر تم ہمیشہ کے لئے محفوظ اور مامون ہو گئے ہو؟ یہ غلط ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جب تم بحری سفر کے لئے نکلو تو وہ تم پر سخت ہوا کا طوفان بھیج دے' جو تمہاری کشتی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے' اور تمہیں سمندر میں غرق کر دے' اِس لئے کہ تم نے اُس کے قانون کی کسی شق کو نظر انداز کر دیا تھا ـــــ اِسی کا نام قانونِ خداوندی کی ناسپاس گزاری اور انکار ہے ـــــ اُس وقت کوئی ایسی قوت نہیں ہوگی جو اُس قانون کے خلاف تمہارے مقدمے کی پیروی کر سکے' یا ہم سے باز پرس کر سکے۔

۷۰ (یہ طبیعی قوتیں جو کائنات میں کارفرما ہیں' بڑی مہیب اور زبردست واقع ہوئی ہیں' لیکن ہم نے انسان کو ان سب پر برتری عطا کی ہے۔ ہم نے تمام فرزندانِ آدم کو واجب التکریم بنایا ہے (اور انہیں قوانینِ طبیعی کا وہ علم دیا ہے جس کی بنا پر وہ) خشکی اور تری کی تمام قوتوں کو مسخر کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح' اپنے لئے' نہایت خوشگوار سامانِ زیست حاصل کر لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی اکثر مخلوق پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔

۷۱ (لیکن نہ تو انسان محض اس کے طبیعی جسم سے عبارت ہے' اور نہ ہی اُس کی جولانیوں اور کامرانیوں کا میدان صرف طبیعی کائنات ہے۔ حیوانی زندگی کے علاوہ' اس کی "انسانی زندگی" بھی ہے جو اُس کے اعمال کے مطابق مرتب ہوتی ہے۔ ۱۳/۴۱)۔ اعمال کے نتائج کے

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا
قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ

ظہور کے وقت تمام انسانوں کو ان کے اعمالنامہ کے ساتھ بلایا جاتا ہے جس کا اعمالنامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں ہوتا ہے (کہ یہ یمن وسعادت کا نشان ہے) تو یہ لوگ اُسے (خوشی خوشی) پڑھتے ہیں اور اُس میں اپنے تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ موجود پاتے ہیں۔ اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں ہوتی۔

۷۲ (اس سے یہ نہ سمجھ لیجئے کہ انسانی اعمال کے نتائج صرف اگلی زندگی میں ہی سامنے آتے ہیں نہیں۔ اعمال کے نتائج اسی زندگی میں بھی سامنے آنے شروع ہو جاتے ہیں حسن عمل کا نتیجہ اس دُنیا کی خوشگواریاں بھی ہیں یہی وہ محسوس معیار ہے جس سے دیکھا جا سکتا ہے کہ کسی قوم کے اعمال' قوانین خداوندی کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اگر اُسے عزت اور عروج حاصل ہے تو اُس کے اعمال اُن قوانین کے مطابق ہیں اگر وہ ذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہی ہے' تو وہ ان کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ یہ اصول یاد رکھو کہ) جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہے' وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا' اور راستہ سے یک قلم بھٹکا ہوا۔ (نیز دیکھئے کہ زندگی تو ایک جوئے رواں ہے ۲۰/۱۲۴)۔

۷۳ (چونکہ ان لوگوں کو خدائے واحد کی اطاعت سخت ناگوار گزرتی ہے۔ ۴۶/۱۷)۔ اس لئے انہوں نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح تجھے وحی کے راستے سے ہٹا کر اس پر آمادہ کر لیں کہ تو ان سے مفاہمت کر لے' اور ان کی رعایت سے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر اُسے بطور وحی خداوندی پیش کر دے۔ انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر تو اس پر آمادہ ہو جائے تو یہ تیرے دوست بن جائیں۔

۷۴ اور (اس میں شبہ نہیں کہ ان کی چالیں اس قدر گہری تھیں کہ) اگر وحی کی صداقت پر یقین کامل نے تیرے قدم نہ جما دیئے ہوتے' (اور تو بھی انہی طرح' صرف مصلحت وقت کو سامنے رکھتا). تو ہو سکتا تھا کہ تو ان کی طرف کچھ نہ کچھ میلان کر لیتا (۱۵/۱۰؛ ۱۱/۱۱۳؛ ۹/۶۸)۔

۷۵ اگر (بفرضِ محال) ایسا ہو جاتا تو پھر ہم تجھے اس زندگی میں بھی دوہرا عذاب چکھاتے اور موت (کے بعد کی زندگی) کا بھی دوہرا عذاب۔ اور تجھے ہمارے مقابلہ میں کوئی یار و مددگار نہ ملتا۔ (اس لئے کہ تیری لغزش' صرف تمہیں ہی تباہ نہ کرتی پوری انسانیت کی تباہی کا موجب بن جاتی)۔

۷۶ (اور مدینہ کے یہود وغیرہ نے) اس کا بھی تہیہ کر لیا تھا کہ تجھے اتنا تنگ کیا جائے کہ تو

مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ

اس سرزمین کو ہی چھوڑ کر چلا جائے۔ اگر یہ ایسا کر دیتے تو تیرے بعد پھر انہیں بھی کچھ زیادہ مہلت نہ ملتی۔ (ان کی تباہی بہت جلد آجاتی)۔

۷۷ (بہر حال جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے انہیں لوگوں نے اسی طرح تنگ کیا اور) ان کے بارے میں ہمارا یہ دستور رہا (کہ جب ان کی سرکشی انتہا تک پہنچ گئی اور اُن کی اصلاح کا کوئی امکان نہ رہا تو وہ قوم تباہ ہو گئی)۔ وہی دستور یہاں بھی کارفرما ہوگا۔ ہمارے قوانین اور دستور اٹل ہوتے ہیں۔ تو ان میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا۔

۷۸ (لیکن یہ کچھ از خود نہیں ہو جائے گا۔ اس کے لئے تمہیں مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی۔ تمہارا پروگرام یہ ہونا چاہیئے کہ) علی الصبح طلوعِ آفتاب سے پہلے قرآنی حقائق پر غور و تدبر کیا جائے اور دیکھا جائے کہ معاملات پیشِ نظر کے متعلق وہاں سے کیا راہ نمائی ملتی ہے —— علی الصبح اس لئے کہ فجر کے سکوت افزا سمے میں انسان کے خیالات میں اس قدر یکسوئی ہوتی ہے کہ اس سے قرآنی حقائق محسوس و مشہود شکل میں سامنے آسکتے ہیں اور دل ان کی صداقت کی بے اختیار گواہی دے دیتا ہے —— اس کے بعد طلوعِ آفتاب سے کر ابتدائے شب کی تاریکی (یعنی صبح سے شام) تک اس پروگرام پر مسلسل عمل پیرا رہا جائے اس مقصد کے لئے ایسے اجتماعات بھی منعقد کئے جائیں جن میں باہمی مشاورت سے معاملات طے کئے جائیں (۴۲/۳۸)۔

۷۹ اور اگر حالات کا تقاضا اس سے بھی زیادہ کا ہو تو تم رات کے کچھ حصے میں بھی اس مقصد کے لئے جاگتے رہو اور معاملات پر مزید غور و فکر کر و یہ اضافہ خصوصیت سے تمہارے لئے ہے (اس لئے کہ میرِ کارواں کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ عند الضرورت دیگر افرادِ امت بھی اس میں شریک کئے جاسکتے ہیں؛ (۷۳/۲۰)

اگر تم نے اس نظام کے قیام کے لئے اس طرح جدوجہد کی تو وہ وقت دور نہیں کہ تو اُس مقام بلند پر فائز ہو جائے کہ دنیا بلا ساختہ پکار اٹھے کہ خدا کے نظامِ ربوبیت کی طرف دعوت دینے والے کا مقام فی الواقعہ ایسا ہی قابلِ حمد و ستائش ہونا چاہیئے۔

اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَ لَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾

---

۸۰ (اس پروگرام کے مطابق، مخالف قوتوں کے ساتھ کشمکش میں) تیری مانگ یہ ہونی چاہیئے کہ تیرا قدم آگے بڑھے تو صدق و عدل کو لئے ہوئے بڑھے۔ اور جہاں سے تیرا قدم پیچھے ہٹے، تو بھی صدق و عدل کے ساتھ پیچھے ہٹے —— فتح ہو یا شکست، صدق و عدل کا دامن تیرے ہاتھ سے کسی وقت بھی چھوٹنے نہ پائے —— اور تو جس مقام اور جس حال میں بھی ہو، تجھے قوانینِ خداوندی کی رُو سے تائید و غلبہ حاصل ہو۔

یہ تمہاری پیہم آرزو اور مستقل تمنا ہونی چاہیئے!

۸۱ (تو اس پروگرام پر عمل پیرا ہو جا، اور اس کے بعد مخالفین سے للکار کر کہدے کہ) اب نظامِ حق و صداقت کا دور آگیا، اور باطل کی تخریبی قوتوں کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ تخریبی قوتیں صرف اُس وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک حق و صداقت کی تعمیری قوتیں برسرِ عمل آئیں، اُن کی موجودگی میں تخریبی قوتیں ٹھہر ہی نہیں سکتیں۔

۸۲ یہ سب کچھ، اُس قرآن کی رُو سے ہوگا جس کی تعلیم جماعتِ مومنین کے دل کے تمام روگ مٹا دے گی۔ اُن کی نفسیاتی کمزوریاں اور داخلی کشمکش دور ہو جائے گی، اور مثبت طور پر اُن کی صلاحیتوں کی نہایت عمدگی سے نشو و نما ہو جائے گی۔ اِن کے برعکس، جو لوگ اس سے سرکشی برت رہے ہیں، اور ظلم و استبداد کی راہ اختیار کئے ہیں، اُن کے سامانِ ہلاکت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ (جس طرح طلوعِ سحر شب کی تاریکی کے لئے موجبِ ہلاکت ہوتی ہے اسی طرح صدق و عدل پر مبنی نظامِ خداوندی کے قیام سے، ظلم و استبداد کی قوتوں کی تباہی یقینی ہے)۔

۸۳ (لیکن یہ بات اُن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی جن کا مقصود صرف طبیعی زندگی کی مفاد پرستیاں ہیں، اور جنہیں، اس وقت، دولت و ثروت کی فراوانیاں حاصل ہیں) جس انسان کا مقصدِ زندگی ہی یہ ہو، اُس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کے پاس بخشائشِ خداوندی (سامانِ رزق) کی فراوانی ہو، تو وہ حق سے اعراض برتتا اور صحیح راستے سے روگردانی کرتا ہے۔ اور جب

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

اُس پر مصیبت آتی ہے (اور وہ مال و دولت اُس سے چھن جاتا ہے) تو چونکہ اُس کے سامنے اس سے بلند مقصد ہی کوئی نہیں ہوتا اس لئے) اس پر مایوسیاں چھا جاتی ہیں۔ (۱۱/۱۵)۔

۸۴ (یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ اسی قرآن کے مطابق ایک جماعت پر کامرانیوں کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور دوسری جماعت پر تباہیاں آتی ہیں تو اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اُن کے ساتھ یہ کچھ کسی "تقدیر" کی رُو سے ہوتا ہے جس پر انہیں کوئی اختیار نہیں۔ بالکل نہیں۔ خدا نے انسانی سعی و عمل کے لئے ایک میدان تجویز کر دیا ہے اور اُس میں ہر انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ مومن اس کھلے میدان میں سوائے ان حدود کے جو قوانین خداوندی نے متعین کر دی ہیں اور کوئی پابندی اپنے اوپر عائد نہیں کرتا۔ لیکن دوسرے لوگ اپنے پاؤں کو ہزار قسم کے خود ساختہ بندھنوں سے باندھ لیتے ہیں۔ ۱۵۷/۷)۔ اب ظاہر ہے کہ ہر شخص اس حد تک ہی قدم اٹھا سکتا ہے جہاں تک اس کی زنجیر پا اجازت دے (اس طرح اس جہانِ سعی و عمل میں مومن آگے بڑھ جاتے ہیں کیونکہ اُن کے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہوتے۔ اور منکرین پیچھے رہ جاتے ہیں کہ وہ اپنی خود ساختہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یوں ہر انسان اپنے اختیار کے دائرے کے اندر اپنے اپنے ڈھنگ پر کام کرتا اور اس میں اپنی آخری حد تک چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر ایک کا عمل صحیح اور حق پر ہوتا ہے)۔ اس کا علم خدا کو ہوتا ہے کہ ان میں سے کون زندگی کی سب سے زیادہ سیدھی راہ پر چل رہا ہے (اور وہ اُس پر کہاں تک چلا جائے گا۔ خدا کو علم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ قوانینِ خداوندی کے مطابق چلتے ہیں وہ زندگی کی سیدھی راہ پر ہوتے ہیں)۔

۸۵ یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وحی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ ان سے کہدو کہ وحی کا تعلق خدا کے "امر" سے ہے محسوس کائنات سے نہیں۔ اور چونکہ تمہارا علم صرف محسوس کائنات تک محدود ہے اس لئے تم عالمِ امر سے متعلق حقائق کی ماہیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ (اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کے علاوہ کوئی اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ وحی کیسے نازل ہوتی ہے اور اس کی کُنہ و حقیقت کیا ہے۔ لیکن وحی کی رُو سے دی ہوئی تعلیم —— قرآن —— کو ہر ایک سمجھ سکتا ہے)۔

۸۶ (اس حقیقت کا ثبوت —— کہ وحی کا سرچشمہ محسوس کائنات سے ماوراء ہے —— یہ ہے کہ وحی خود نبی کے ذہن کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔ نہ ہی اُسے اس پر کوئی قدرت و اختیار ہوتا ہے۔ چنانچہ) جو کچھ ہم نے اس رسول کی طرف نازل کیا ہے اگر ہم اُسے سلب کر لیں تو کوئی قوت ایسی

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

نہیں جو اس کے خلاف ہم پر کوئی دعویٰ کر سکے' یا ہم سے باز پرس کر سکے۔ (یہ الگ بات ہے کہ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ اس وحی میں سے کوئی بات بھی سلب نہ کی جائے بلکہ اُسے محفوظ رکھا جائے ۶/۱۶ ؛ ۱۵/۹ ؛ ۵۵/۴۲-۴)

۸۷ یہ خدا کی رحمت و ربوبیت کا ایک گوشہ ہے جس سے وحی ملتی ہے۔ اور تجھ پر (اے رسولؐ!) خدا کا بہت بڑا فضل ہے جو اُس نے تجھے اِس موہبتِ کبریٰ کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہ کسی کی محنت یا کسب و ہنر سے نہیں مل سکتی۔ (۲/۱۰۵ ؛ ۶/۱۲۴ ؛ ۱۴/۱۱)۔

۸۸ اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسان ـــــ حضری اور بدوی سب کے سب ـــــ مل کر بھی کوشش کریں کہ اس قرآن جیسا قرآن بنا لیں' تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے' خواہ وہ ایک دوسرے کے کتنے ہی مددگار کیوں نہ بن جائیں۔ (۲/۲۳ ؛ ۱۰/۳۸ ؛ ۱۱/۱۳)۔

۸۹ (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے' تم وحی کی کنہ و حقیقت کو تو نہیں پا سکتے لیکن اس کے بیان کردہ حقائق کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ اس کے لئے ہم نے انداز یہ اختیار کیا ہے کہ) ہم مختلف امور کو لوٹا لوٹا کر بیان کرتے ہیں۔ ان کے متنوع گوشے بار بار سامنے لاتے ہیں۔ لیکن' اس کے باوجود' اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ضد اور تعصب کی بنا پر بلا سوچے سمجھے اس سے انکار کئے چلے جاتے ہیں۔ (۱۷/۴۱)۔

۹۰ یہ لوگ (بجائے اس کے کہ قرآن کی تعلیم پر غور و فکر کریں' اور علم و بصیرت کی رُو سے اسے سمجھنے کی کوشش کریں) اپنے اس طفلانہ مطالبہ پر زور دیئے جاتے ہیں (۲۵/۸) کہ ہم اُس وقت تک تیری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے جب تک تو اس قسم کے معجزات نہ دکھا دے۔ مثلاً تو اشارہ کرے اور زمین سے ایک چشمہ پھوٹ بہے۔

۹۱ یا تیرے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور تیرے حکم سے ان میں پانی کی ندیاں جاری ہو جائیں۔

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿٩٢﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٣﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ

---

۹۲ یا' جیسا کہ تو اکثر ہمیں عذاب خداوندی سے ڈرایا کرتا ہے' تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے (اور اس طرح ہم پر ناگہانی آفت ٹوٹ پڑے - ۶/۲۶ع)۔

یا تو' خود خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے (۶/۳۵)۔

۹۳ یا تیرے لئے' ایک سونے کا محل تیار ہو جائے۔ یا تو (ہمارے دیکھتے دیکھتے) آسمان پر چڑھ جائے اور صرف آسمان پر چڑھ ہی نہ جائے۔ کیونکہ محض اتنی بات سے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ بلکہ — وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب ہم پر اتار دے' جسے ہم پڑھ کر دیکھ لیں (کہ اُسے واقعی خدا نے لکھا ہے

اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ میرا نشوونما دینے والا اس سے بہت بلند ہے (کہ وہ' تمہارے ایمان لانے کے لئے اس قسم کی باتیں کر دکھائے۔ باقی رہا میں خود۔ تو میں نے کبھی خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا)۔ میں تو' تمہارے جیسا' ایک انسان ہوں' اس فرق کے ساتھ کہ میں تم تک خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔

۹۴ (ہم جانتے ہیں کہ جب تو ان سے کہے گا کہ میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں' اور میرا فریضہ یہ ہے کہ میں خدا کا پیغام تم تک پہنچا دوں' تو یہ تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے کہ ذہن انسانی کے طفلانہ پن نے اسے ہمیشہ اس مغالطہ میں رکھا ہے کہ خدا کے رسول کو' انسانوں سے الگ کوئی اعجوبہ سی مخلوق ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ) جب کبھی لوگوں کے پاس ہماری راہ نمائی آئی تو ان کے' اُس راہ نمائی کے قبول کرنے کے راستے میں ہمیشہ یہ بات حائل رہی کہ ہدایت لانیوالا دوسرے انسانوں جیسا انسان کیوں ہے؟ (فرشتہ کیوں نہیں!)۔

۹۵ ان سے کہو کہ (انسانوں کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ دنیا میں انسان بستے ہیں)۔ اگر ایسا ہوتا کہ زمین میں فرشتے چلتے پھرتے' اور سکونت پذیر ہوتے' تو ہم ان کے لئے آسمان سے' فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔ (۴۳/۶)۔

۹۶ ان سے کہدو کہ (وحی اور رسالت کے متعلق میں نے کافی تفصیل سے بات سمجھا دی ہے۔

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٩٦﴾ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿٩٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٩٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿٩٩﴾

اگر اس کے باوجود تم میری وحی پر ایمان نہیں لاتے تو میرا تم پر کوئی زور نہیں)۔ میرے اور تمہارے درمیان آخری فیصلہ خدا کی نگرانی میں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ تمام بندوں کے اعمال سے باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔

۹۷ لیکن اس حقیقت کو یاد رکھو کہ صحیح راستے پر وہی انسان ہوتا ہے جو خدا کی دی ہوئی راہ نمائی کے مطابق چلتا ہے۔ جو شخص اس راستے کو چھوڑ دیتا ہے اُس کا دنیا میں کوئی کارساز نہیں ہو سکتا —— اگر کارساز ہو سکتا ہے تو خدا ہی ہو سکتا ہے (جس کی راہ نمائی کو اس نے چھوڑا تھا)۔ اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے —— اس دنیا میں بھی ذلیل و خوار اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی —— اندھے گونگے بہرے۔ عقل و فکر سے عاری۔ ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جب کبھی اس کی آگ بجھنے کو ہوگی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ (یعنی ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی)۔

۹۸ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کر کے (اپنے لئے غلط راستہ تجویز کر لیا تھا جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم ایسا انتظام کر لیں کہ معاشرہ کی گرفت سے بچے رہیں تو ہم سے بازپرس کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی جو) یہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم (مرنے کے بعد) ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائیں گے اور ہمارا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو کیا ہم پھر از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟ (۴۹/۱۷)۔

۹۹ کیا ایسا کہنے والے اس پر غور نہیں کرتے کہ جس خدا نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو پیدا کیا (درآنحالیکہ پہلے کچھ بھی نہ تھا) کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان (لوگوں) کی اس زندگی کی مثل اور زندگی پیدا کر دے۔ اس مقصد کے لئے اس نے موجودہ طبیعی زندگی کی ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس (کے بعد اس حیاتِ نو کی نمود کے بارے) میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿١٠٢﴾

وہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ جن لوگوں نے ہمارے قوانین سے سرکشی برتنے کی ٹھان رکھی ہے' وہ انکار کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔

۱۰۰ (مستقبل کی زندگی سے انکار' اور اسی دنیا کی زندگی کو منتہائے نگاہ سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ' مال و دولت کو صرف اپنے لئے سمیٹ کر رکھتے ہیں' اسے ربوبیتِ عامہ کے لئے کھلا نہیں رکھتے۔ جب اِن سے کہتے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ہماری ضروریات کے لئے بمشکل اکتفا کرسکے گا۔ اگر اسے دوسروں کو دیدیں' اور یہ ختم ہو جائے تو بوقتِ ضرورت ہم کیا کریں)۔ اِن سے کہو کہ (بات یہ نہیں۔ یہ صرف ذہنیت کا فرق ہے۔ اس ذہنیت سے تمہاری حالت یہ ہو چکی ہے کہ) اگر تمہارے پاس خدا کی نعمتوں کے لا محدود خزانے بھی ہوتے تو تم اُنہیں باندھ باندھ کر رکھتے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ (محض طبیعی زندگی کو منتہیٰ سمجھنے والا) انسان بڑا تنگ نظر اور بخیل ہوتا ہے۔ (یہ تو حیات کی جاودانی کا تصور ہے جو انسان کی نگاہوں میں وسعت اور دل میں کشادہ پیدا کرتا ہے)۔

۱۰۱ (یہ ذہنیتوں کا فرق ہی تو ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ' تمہاری اس قدر مخالفت کر رہے ہیں۔ ان سے کہو کہ اگر یہ سمجھنا چاہتے ہو کہ تمہاری اس مخالفت کا نتیجہ کیا ہوگا' تو اس کے لئے اقوامِ سابقہ کی سرگزشتوں پر نگاہ ڈالو۔ بالخصوص فرعون اور موسٰیؑ کی کشمکش پر جس کا ذکر پہلے بھی کئی بار آچکا ہے)۔ ہم نے موسٰیؑ کو (قومِ فرعون کی آخری تباہی سے پہلے) نو کھلی کھلی نشانیاں دی تھیں۔ (اگر یہ لوگ اس کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کہو کہ یہ) بنی اسرائیل سے دریافت کرلیں۔ (۷/۱۳۰—۱۳۴؛ ۲۶/۱۲)۔

جب موسٰیؑ قومِ فرعون کی طرف آیا تو' فرعون نے سب کچھ سننے کے بعد اُس سے کہا کہ (تم جو کہتے ہو کہ تم خدا کی طرف سے رسول ہو تو اس باب میں' یا تو تمہیں خود دھوکا لگ گیا ہے۔ یا) تم دوسروں کو دھوکا دیتے ہو۔

۱۰۲ موسٰیؑ نے اس سے کہا کہ تو (یقیناً اپنے دل میں اس حقیقت کو پا چکا ہے کہ) یہ روشن دلائل

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾

یہ قوانین وضوابط' جنہیں میں نے تمہارے سامنے پیش کیا ہے' مجھ پر خدائے ارض وسمٰوٰت کے علاوہ اور کسی نے نازل نہیں کئے (تم جو یہ متعلق کہتے ہو کہ مجھے کہیں دھوکا لگ گیا ہے) لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دھوکے میں تم خود مبتلا ہو کہ تباہی تمہارے سر پہ منڈلا رہی ہے' تم اس میں چاروں طرف سے گھر چکے ہو' (اور وہ تمہیں نظر نہیں آتی)۔

۱۰۳ (اس پر فرعون نے ملوکیت کے انہی حربوں سے کام لیا جو مستبد حکمرانوں کے ہاں بکثرت استعمال میں لائے جاتے ہیں)۔ مقصد اُس کا یہ تھا کہ اس طرح' قوم بنی اسرائیل کو ایسا گھبرا دے کہ اُن کے پاؤں اُکھڑ جائیں اور ان کے لئے وہاں جینا محال ہو جائے۔ لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے اُسے' اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

۱۰۴ اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم (فلسطین کی) سرزمین میں نہایت اطمینان سے رہو سہو۔ (اس کے بعد دو مرتبہ تمہاری سخت بربادی ہو گی)۔ دوسری مرتبہ کی تباہی ایسی عالمگیر ہو گی کہ تمہیں ہر طرف سے گھیر گھیر کر' اکٹھا کر کے' ہلاک کیا جائے گا۔ (۱۷/۴-۷)۔

(اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ' اس تباہی کے بعد تمہیں پھر بازآفرینی کا موقع دیا جائے گا' جب ہمارا آخری رسول آئے گا۔ اگر تم اُس پر ایمان لے آئے تو تمہیں پھر حیاتِ نو مل جائے گی۔ ۷/۱۵۷)۔

۱۰۵ اُسی وعدے کے مطابق اب اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور یہ حق کے ساتھ تم تک پہنچا ہے۔ یعنی جو قرآن لوگوں تک پہنچا ہے وہ وہی ہے جسے خدا نے حق کے ساتھ نازل کیا تھا۔ اس قرآن کے لانے والے رسول کا فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بتلا دے کہ' اُس کے مطابق چلنے سے زندگی کی کس قدر خوشگواریاں نصیب ہوں گی اور اُس کی خلاف ورزی کرنے سے کیسی تباہیاں آئیں گی۔

ہٰذا' بنی اسرائیل کے لئے بازآفرینی کا ایک اور موقع ہے۔ اگر وہ اس قرآن کو بطور ضابطۂ حیات تسلیم کر لیں گے تو اُن سے ذلت اور رسوائی کا عذاب ختم ہو جائے گا۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

---

۱۰۶ چونکہ نزولِ قرآن سے مقصد یہ تھا کہ لوگ اس پر اچھی طرح غور و فکر کے بعد فیصلہ کریں کہ وہ اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں، اس لئے ہم نے اسے (تمام کا تمام یک لخت نازل نہیں کر دیا بلکہ) تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج نازل کیا ہے۔ اور اس کے حقائق کو الگ الگ کر کے نکھار کر بیان کر دیا ہے۔ جب ایسی واضح کتاب کو لوگوں کے سامنے بتدریج پیش کیا جائے گا (تو جو لوگ حق کے متلاشی ہیں انہیں حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے گی)۔

۱۰۷ اے رسول! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اس کتاب کو مانو یا (اپنی ضد اور تعصّب کی بنا پر) اس سے انکار کر دو۔ (اس سے اس کتاب کی صداقت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ یہ کتاب درحقیقت علم و بصیرت کی رو سے سمجھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا) جن لوگوں کے پاس پہلے سے علم ہے جب اسے اُن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس کی عظمت کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

۱۰۸ اور پکار اٹھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہمارے نشو و نما دینے والے کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔

۱۰۹ اس کی عظمت و صداقت، اُن کے دلوں پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ وہ سجدوں میں گر جاتے ہیں، اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور اُن کے قلب کا جھکاؤ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۰ اے رسول! تم ان سے کہہ دو کہ (تم اپنی نگاہ حقیقت پر رکھو۔ لفظی نزاع میں نہ پڑو۔ تم خدا کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر۔ اس سے اصل حقیقت میں کچھ فرق نہیں آتا) اُسے اُس کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں سے جس نام سے بھی پکارو ٹھیک ہے۔ یہ سب اُسی ذات کے حسن و زیبائی کے مختلف گوشے ہیں۔ ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ (سوال یہ نہیں کہ خدا کو کس نام سے پکارا جائے۔ سوال یہ ہے کہ کس قسم کے خدا کو مانا جائے۔ خدا پر صحیح ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اُن تمام صفات کو مانا جائے جن سے اُس نے قرآن میں اپنا تعارف کرایا ہے۔ اگر ان میں سے

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

کسی ایک صفت کو مانا جائے اور دوسری کا انکار کر دیا جائے ۔۔۔ جیسے عیسائیت اُس کی صرف صفتِ رحم کو مانتی ہے، صفتِ عدل (قانونِ مکافاتِ عمل) کو تسلیم نہیں کرتی ۔۔۔ تو اُسے خدا پر ایمان نہیں کہا جائے گا ۔۔۔

اور صلوٰۃ میں نہ تو اس کی ضرورت ہے کہ اسے چلّا چلّا کر پکارا جائے۔ اور نہ ہی بالکل خاموشی سے۔ بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

۱۱۱ (خدا کا جو منزّہ تصور قرآن پیش کرتا ہے، وہی خدا کا حقیقی تصور ہے۔ اس تصور کی رُو سے)

(۱) یہ بھی غلط ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔

(۲) یہ بھی غلط ہے کہ اُس کے اقتدار و اختیار میں کوئی اُس کا شریک ہے۔

(۳) اور یہ بھی غلط ہے کہ اسے اپنی کمزوری کی وجہ سے کسی مددگار کی ضرورت ہے۔

وہ خدا، بلا شریک و سہیم، تمام قوتوں کا واحد مالک ہے۔ خدا کا یہی وہ تصور ہے جو درخورِ حمد و ستائش ہے۔ تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے نظام اور قوانین کو، تمام دیگر نظامہائے حیات اور قوانینِ زندگی پر غالب کیا جائے اور یوں انسانوں کی دنیا میں بھی، اُس کی کبریائی کا تختِ اجلال اسی طرح بچھ جائے جس طرح وہ خارجی کائنات میں بچھا ہوا ہے۔ (۹/۳۳ نہ ۶۱/۹)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ (۱) قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا (۲) مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا (۳) وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (۴) مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ

---

(۱) کائنات کا ہر حسین نقشہ اور تعمیری پروگرام، اس ذاتِ خداوندی کی حمد و ستائش کا زندہ پیکر ہے جس نے (اسی مقصد کی تکمیل کے لئے) اپنے بندے پر یہ ضابطۂ قوانین نازل کیا ہے۔ وہ ضابطۂ قوانین جس میں کسی قسم کا پیچ و خم نہیں۔

(۲) جو نہایت سیدھی، واضح اور متوازن بات کہتا ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ یہ اُن لوگوں کو جو اس کی صداقت سے انکار کریں، اُن کی غلط روش کے ہلاکت انگیز نتائج سے آگاہ کر دے اور جو اس کے مطابق زندگی بسر کریں، اُنہیں، ان کے صلاحیت بخش اعمال کے خوشگوار نتائج کی بشارت دیدے۔

(۳) وہ خوشگوار نتائج جن سے وہ ہمیشہ متمتع ہوتے رہیں گے۔ (۱۴/۲۵)

(۴) غلط روش پر چلنے والوں میں، خصوصیت سے، وہ لوگ شامل ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا کا ایک بیٹا بھی ہے۔ (حالانکہ یہ تصور یکسر باطل اور مبنی بر جہالت ہے ۱۷/۱۱۱)۔

(۵) اس عقیدہ کی سند میں، نہ ان کے پاس کوئی علمی برہان ہے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد کے پاس تھی، جنہوں نے اس عقیدے کی ابتدا کی تھی۔ یہ لوگ سوچتے ہی نہیں کہ یہ

إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝٦ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝٨ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝٩ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ

کیسی سخت بات ہے جسے یہ یونہی، بلا سوچے سمجھے، منہ سے نکال دیتے ہیں۔ یہ عقیدہ سرتاسر جھوٹ ہے۔

۶ (اے رسول! ہم جانتے ہیں کہ تو اپنے سینہ میں ایسا دردمند دل رکھتا ہے کہ) اگر یہ لوگ ایسی واضح حقیقت پر بھی ایمان نہ لائے تو، تو، ان پر آنے والی تباہی کے غم میں اپنی جان گھلا لیگا۔

۷ (یہ لوگ، جن کا تذکرہ اس وقت پیش نظر ہے، عیسائی ہیں۔ ان کی غلط روش صرف اتنی نہیں کہ انہوں نے خدا کی اولاد کا عقیدہ وضع کر رکھا ہے۔ ان کی عملی زندگی کی تباہ کن روش یہ ہے کہ انہوں نے، دینِ خداوندی کی جگہ، جو یکسر انقلاب آفریں نظریۂ حیات تھا، خانقاہیت کو اپنا مسلک قرار دے لیا۔ (۵۷/۲۷)۔ جب دینِ خداوندی خانقاہیت میں بدل جاتا ہے تو اس تبدیلی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، اسے ایک مثال سے سمجھئے)۔ روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے اُسے ہم نے زمین، اور اس پر رہنے والوں کیلئے وجہِ زینت بنایا ہے، تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کے استعمال میں، کون اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کرتا ہے، جو فی الحقیقت زندگی کی حسن کارانہ راہ ہے۔ (۱۸/۳۰—۳۱ ؛ ۱۸/۴۶ ؛ ۶۷/۲)۔

۸ جس زمین پر کاشت کا سلسلہ جاری نہ رکھا جائے، اُس کے متعلق ہمارا قانون یہ ہے کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد، چٹیل میدان بن جاتی ہے جس میں دھول اڑتی ہے اور پیداوار کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ (خانقاہیت میں یہی ہوتا ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی تمام صلاحیتیں خشک ہو جاتی ہیں۔ باقی رہا یہ کہ خدا کا دین، جو انقلاب آفریں دعوت کا نام ہے، کس طرح خانقاہیت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس کے لئے ہم اُس واقعہ کو سامنے لاتے ہیں جو قصّہ "اصحاب کہف" کے نام سے مشہور ہے)۔

۹ اے مخاطب! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں "اَصۡحٰبُ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ" کہہ کر پکارا جاتا ہے — یعنی اُس غار والے لوگ جو بطرہ (پیٹرا) میں واقع تھی — کوئی خارقِ عادت مخلوق یا اچنبے کی چیز تھے؟ (ایسا نہیں تھا۔ بات کچھ اور تھی، جسے بعد میں، لوگوں نے، چیستان بنا دیا اور اُس نے اسی طرح شہرت پکڑ لی)۔

۱۰ ہوا یہ تھا کہ کچھ نوجوان تھے (جو دین کے اصولوں پر معاشرہ میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے (۱۳/۴)۔ ان کی سخت مخالفت ہوئی، اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ) انہوں نے، پہاڑوں کے اندر، ایک بہت بڑے غار میں جا کر پناہ لی۔ (تاکہ وہاں، اپنے

رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ
الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ
هُدًى ⑬ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰــهًا لَّقَدْ
قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ⑭ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ

مقصد کے حصول کے لئے تیاری کریں۔ اس کے لئے انہوں نے ہم سے التجا کی کہ اے ہمارے پروردگار! تو ایسا انتظام کر دے کہ ہمیں تیری طرف سے سامان زندگی بھی بہم پہنچتا رہے اور ہم نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اسے کامیاب بنانے کے اسباب و ذرائع بھی میسر آجائیں۔

۱۱ چنانچہ وہ اس غار میں کئی برس تک اس طرح رہے کہ وہ باہر کی دنیا سے منقطع تھے۔

۱۲ (ایک مدت کے بعد جب ان کی تیاری ہو گئی تو) ہم نے انہیں اٹھا کھڑا کیا اور باہر نکالا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس مدت میں جبکہ وہ غار میں پناہ گزیں تھے، ان کی جماعت اور ان کی مخالف پارٹی میں سے کس نے اس فرصت کے موقع سے اچھی طرح فائدہ اٹھا کر (تیاری کی ہے)۔

۱۳ (آگے بڑھنے سے پیشتر اس حقیقت کو ایک بار پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے متعلق عوام میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہو چکی ہیں۔ لیکن) ہم تمہیں ان کی بابت ٹھیک ٹھیک بات بتلاتے ہیں۔ یہ چند نوجوان تھے جو اپنے نشو و نما دینے والے کی طرف سے متعین کردہ نظام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا چکے تھے اور اس کے قیام کی راہیں ان پر بہت دور تک کھل چکی تھیں۔

۱۴ چنانچہ جب وہ اس انقلابی مقصد کو لے کر اٹھے ہیں تو ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ان کے معاشرہ میں اس خدا کا نظام قائم ہوگا جس کا نظام کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ مسلط ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور کا اقتدار و قانون ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ بات ہمیں حق کی راہ سے بہت دور لے جائے گی۔

۱۵ (اس وقت ہماری) قوم کے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے علاوہ اور بہت سی قوتوں کا اقتدار تسلیم کر رکھا ہے (اور کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کچھ خود خدا کے حکم کے مطابق کیا ہے)۔ حالانکہ ان کے پاس ان قوتوں کے اقتدار و اختیار کی کوئی سند (اتھارٹی) نہیں۔ یہ خدا پر کیسر کذب اور افترا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ حدود فراموش اور کون ہو سکتا ہے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۝۱۵ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْہُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ فَاْوٗۤا اِلَی الْکَہْفِ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَ یُہَیِّئْ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا ۝۱۶ وَ تَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ کَہْفِہِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُہُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ ہُمْ فِیْ فَجْوَۃٍ مِّنْہُ ؕ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ مَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَہُوَ الْمُہْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۝۱۷ وَ تَحْسَبُہُمْ اَیْقَاظًا وَّ ہُمْ رُقُوْدٌ ٭ۖ وَّ نُقَلِّبُہُمْ ذَاتَ

جو خدا پر اِس طرح افترا باندھے؟

۱۶ (اُن کا یہ اعلان کرنا تھا کہ اُن پر چاروں طرف سے مخالفت کا ہجوم امنڈ آیا۔ چنانچہ اُنہوں نے باہمی مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ) جب تم نے اپنی قوم سے الگ مسلک اختیار کر لیا ہے' اور اُس (قوم) نے اللہ کو چھوڑ کر جن ہستیوں کے اقتدار کو اختیار کر رکھا ہے' تم اُن سے بھی کنارہ کش ہو چکے ہو (تو تمہارا' اِن کے اندر رہنا ٹھیک نہیں۔ سر دست ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیئے)۔ اور فلاں غار میں پناہ لے لینی چاہیئے۔ (اور وہاں خفیہ طور پر اپنی تیاریاں جاری رکھنی چاہئیں)۔ خدا کا قانونِ ربوبیّت (جسے متمکن کرنے کے لئے تم نے یہ آواز اٹھائی ہے) ایسا انتظام کر دے گا کہ تمہاری ضروریاتِ زندگی کی چیزوں کو وہاں تک پھیلا دے' اور تمہارے مقصد کی تکمیل کے لئے جس ساز و سامان کی ضرورت ہے' اُسے بھی سہل الحصول بنا دے۔

۱۷ اُنہوں نے جس غار میں جا کر پناہ لی تھی' وہ اِس طرح واقع ہوئی تھی کہ جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ وہ اُس غار کے دہانہ سے دائیں جانب کو پھر جاتا ہے' اور جب وہ غروب ہو تو اُس کے دہانے سے بائیں طرف کتراتا ہوا نکل جاتا ہے۔ (یعنی سورج کی شعاعیں اُس غار کے اندر دن کے کسی حصے میں بھی نہیں پہنچتی تھیں۔ وہ شمالاً جنوباً واقع تھی)۔ اُس غار کا دھانہ تو تنگ تھا لیکن اُس کے اندر' بہت کشادہ جگہ تھی (جو اُن کی جماعت کے لئے کافی تھی)۔ یہ انتظام خدا کی نشانیوں میں سے تھا (جو انہیں میسر آگیا تھا) اور خدا ہی نے اُن کی راہ نمائی اِس طرف کر دی تھی — حقیقت یہ ہے کہ منزلِ مقصود تک وہی پہنچ سکتا ہے جسے خدا کی راہ نمائی میسر آجائے۔ جسے یہ راہ نمائی نصیب نہ ہو' اُس کا نہ کوئی رفیق ہو سکتا ہے' نہ راستہ بتانے والا۔

۱۸ وہ (دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے' اپنی حفاظت کے بارے میں اس قدر محتاط تھے کہ وہ) نیند کے وقت بھی اس سے غافل نہیں رہتے تھے' بلکہ اِس طرح چاق و چوبند سوتے تھے جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ مزید احتیاط کی غرض سے' وہ ہماری

الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ

دی ہوئی بصیرت کے مطابق' غار میں اپنی پوزیشن بھی بدلتے رہتے تھے —— کبھی غار کے دائیں جانب ہو جاتے' کبھی بائیں جانب —— اور اُن کا کتا' غار کے دہانے پر' اپنے دونوں بازو پھیلا' راستہ روکے' بیٹھا رہتا تھا۔ (تاکہ انہیں خطرہ سے آگاہ کر دے)۔ غرضیکہ' انہوں نے وہاں کچھ ایسی شکل پیدا کر رکھی تھی کہ اگر کسی شخص کو پتہ بھی چل جائے کہ وہاں کوئی رہتا ہے تو اُس کے دل پر خوف طاری ہو جائے' اور وہ اندر جانے کی جرأت نہ کر سکے' بلکہ اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو (کہ نہ جانے غار کے اندر کون ہیں!)۔

١٩ (بہرحال' وہ اس طرح اُس غار میں رہے' اور آہستہ آہستہ' اپنی تیاری کرتے رہے۔ اس کے بعد جب ہم نے سمجھ لیا کہ اُن کے باہر آنے کا وقت آگیا ہے تو) ہم نے انہیں' اس مقصد کے حصول کے لئے اٹھا کھڑا کیا۔ (وہ غار کی زندگی میں اس قدر منہمک' اور باہر کی دنیا سے اس طرح منقطع رہے کہ اُنہیں یاد تک نہ تھا کہ اُنہوں نے وہاں کتنا عرصہ گزارا ہے۔ چنانچہ) وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ وہ' اُس حالت میں کتنا عرصہ رہے ہوں گے؟ کوئی کہتا اتنی مدّت۔ کوئی کہتا نہیں' اُس مدّت کا صرف اتنا عرصہ۔ بہرحال' انہوں نے کہا کہ اس بحث سے کیا حاصل کہ ہم نے اس حالت میں کتنا عرصہ گزارا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم یہاں کتنے عرصہ سے ہیں۔ ہم' اس بات کو اس مقصد کے لئے ہی تو جاننا چاہتے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ اب باہر کے حالات کیسے ہیں۔ اس کا سیدھا طریقہ یہ ہے کہ) اپنے میں سے ایک آدمی کو' یہ سکہ دے کر' شہر کی طرف بھیجو۔ وہ وہاں دیکھے کہ کس دکان سے اچھا کھانا ملتا ہے۔ وہ وہاں سے کھانا خریدے' لیکن اس میں' ایسی باریک بینی سے کام لے کہ تمہارے متعلق کسی کو پتہ نہ چلنے پائے۔ (اس طرح وہ باہر کے حالات سے واقف ہو جائے گا)۔

٢٠ انہوں نے کہا کہ اِس احتیاط کی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ اگر لوگوں نے ہماری خبر پالی' تو وہ چھوڑنے والے نہیں۔ وہ یا تو ہمیں سنگسار کر دیں گے اور یا مجبور کر دیں گے کہ ہم

اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

پھر انہی کا مسلک اختیار کرلیں - اگر ایسا ہوگیا تو سارا کیا کرایا خاک میں مل جائے گا - تمہیں کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔

(اس نے جاکر دیکھا تو اس دوران میں حالات بدل چکے تھے - اُن کے ہم خیال لوگ تقویت پکڑ چکے تھے - چنانچہ اب ان کے باہر نکلنے کا وقت آچکا تھا، سوا اس کے لئے)

۲۱ ہم نے ایسی صورت پیدا کردی کہ لوگ ان کے حال سے مطلع ہوگئے - (اور انہیں معلوم ہوگیا کہ اُن کے گم گشتہ لیڈر زندہ ہیں) - اور خدا نے جو وعدہ کیا تھا (وہ اُن کے ہاتھوں پورا ہوگا - اور وہ انقلاب جس کے لئے انہوں نے آواز بلند کی تھی' بلاشک و شبہ آکر رہے گا۔

(چنانچہ اُن کی پارٹی کامیاب ہوگئی اور وہ اپنے اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے مقبولِ خلائق ہوگئے - ان کی وفات کے بعد) لوگوں میں' اس باب میں اختلاف ہوا (کہ اُن کی یادگار کس شکل میں قائم کی جائے) - کسی نے کہا کہ اُن کی قبروں پر کوئی بہت بڑی عمارت بنانی چاہیئے کیونکہ اُن کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے (کہ وہ اس عظیم المرتبت یادگار کے مستحق ہیں) - جس فریق کو اس بحث و نزاع میں کامیابی ہوئی اُس نے فیصلہ کیا کہ اُن کی قبروں پر ایک عبادتگاہ بنادی جائے - (اِس طرح' اُن مجاہدین کی قبریں بعد میں سجدہ گاہِ انام بن گئیں' اور اُن کا مقدس خانقاہ میں تبدیل ہوگیا - اب لوگ یہ تو بھول چکے ہیں کہ اُس انقلابی گروہ نے کیا کارنامہ سرانجام دیئے تھے - انہیں "روحانی بزرگ" سمجھ کر اُن کے مزاروں پر منتیں مانی جاتی ہیں' اور اُن کے متولی' لوگوں کو' خانقاہیت کے طور طریق سکھاتے ہیں - اب لوگ' بجائے اس کے کہ اُن کی انقلابی کوششوں کے تذکرے زندہ کریں' اس قسم کی فرعی باتوں میں اُلجھے رہتے ہیں کہ مثلاً اُن کی تعداد کتنی تھی)۔

۲۲ کوئی کہے گا کہ وہ تین تھے' چوتھا اُن کا کتا تھا - دوسرے کہیں گے کہ نہیں! وہ پانچ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

تھے چھٹا اُن کا کتا تھا۔ یعنی بغیر کسی سند یا علم کے یہ لوگ یونہی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں — کوئی اور اٹھیں گے تو وہ اپنی یہ "تحقیق" پیش کریں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ (کوئی کہدے گا کہ تم لوگ اس بحث میں مت پڑو)۔ صرف اتنا کہو کہ ان کی گنتی شمار خدا ہی جانتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے اصلی حالات چند لوگوں کو معلوم تھے (اور اُن میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں)۔

اے مخاطب! تم اِن تفاصیل کے متعلق کسی سے جھگڑا مت کرو۔ جتنی بات (قرآن کی رُو سے) واضح ہو چکی ہے، وہیں تک رہو۔ اور اس معاملہ میں اِن لوگوں سے تحقیق تفتیش بھی نہ کرو (کیونکہ ان میں سے کسی کو حقیقت کا علم نہیں)۔

۲۳ (یہ غیب کے علم کی باتیں ہیں۔ انہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ غیب کے سلسلہ میں انسان کی یہ حالت ہے کہ کسی دوسرے کے متعلق تو ایک طرف) وہ خود اپنے متعلق بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ میں کل ضرور ایسا کروں گا۔

۲۴ انسان جس کام کا ارادہ کرتا ہے، اگر اُس کے لئے، وہ تمام اسباب و ذرائع جمع ہو جائیں جو اُس کی کامیابی کے لئے، از روئے قوانینِ خداوندی ضروری ہیں، تو پھر وہ ارادہ پورا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ارادہ کرنے کے بعد انسان کی توجہ اُن اسباب و ذرائع کے مہیا کرنے پر مرکوز ہونی چاہیئے۔ اگر اس سلسلہ کی کوئی کڑی بھول جائے، اور اس طرح اُس میں کامیابی نہ ہو تو ہمت ہار کر نہیں بیٹھ جانا چاہیئے بلکہ یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ کونسی وجہ ہے جس سے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہو رہی، یا تاخیر ہو رہی ہے۔ اگر یوں، متعلقہ قوانین کی کڑیوں کو ایک ایک کرکے سامنے لایا جائے، تو منزلِ مقصود تک پہنچنے کا قریب تر راستہ سامنے آسکتا ہے۔

لہٰذا، یقینی طور پر یہی کہنا چاہیئے کہ مقصدِ پیشِ نظر کے حصول کے لئے، قانونِ خداوندی کی رُو سے، جن اسباب و علل کی ضرورت ہے، اگر وہ مہیا ہو گئے، تو پھر یہ کام ہو جائے گا۔

۲۵ (یہ ضمنی بات تھی۔ ہم کہہ رہے تھے کہ لوگ بلا علم و دلیل، اس قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں کہ اصحابِ کہف کی تعداد کتنی تھی)۔ یا یہ کہ وہ غار میں کتنا عرصہ رہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ وہاں تین سو سال تک رہے۔ (کوئی زیادہ محقق بنتا ہے تو کہتا ہے کہ تین سو نہیں بلکہ تین سو نو سال تک رہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ڟ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

---

۲۶ (اے رسول! جب تم یہ واقعہ ان لوگوں سے بیان کروگے' تو یہ' اسی قسم کے سوالات تم سے بھی کریں گے)- تم' جواب میں کہہ دینا کہ میرا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ وہاں کتنا عرصہ رہے- کائنات میں غیب کا علم' اُسی کو ہے- وہی سب سے بہتر دیکھنے والا اور سننے والا ہے- (تم اس پر زور دینا کہ اس قصے کے بیان کرنے سے میرا ایک مقصد تو اس حقیقت کی وضاحت تھی کہ) غار والی جماعت نے قانونِ خداوندی پر بھروسہ کیا' اور نتائج نے بتا دیا کہ اُس قانون نے ان کی کس طرح سرپرستی کی- محکم سرپرستی' قانونِ خداوندی کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا- دوسرے یہ بتانا مقصود تھا کہ خدا کے نظام میں یہ بات نہیں چل سکتی کہ تم اُس کے قانون کے ساتھ' کسی اور کے قانون کو بھی شامل کرلو- اُس کے قانون کے ساتھ' کسی اور کے قانون کو شریک نہیں کیا جاسکتا- (یہی اُن نوجوانوں کی دعوت تھی جس کی اس قدر مخالفت ہوئی- لیکن وہ اپنے دعوے پر استقامت سے جمے رہے' تو آخر الامر کامیابی انہی کو ہوئی)-

۲۷ (توحید کی یہی وہ تعلیم تھی جو تمام انبیائے سابقہ کو' بذریعہ وحی' دی جاتی رہی- اور اُسی کو اب' اے رسول! تیری طرف وحی کیا گیا ہے- اس لئے) جو کچھ تجھے' اس کتاب خداوندی (قرآن) میں بذریعہ وحی دیا جاتا ہے (۲۹/۱۹)' تو اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتا جا- یہ' خدا کے غیر متبدل' ابدی قوانین ہیں جنہیں کوئی بدل نہیں سکتا- (۶/۱۱۶)- (ان سے کہہ دو کہ اگر تم قوانین خداوندی کے علمبردار بن کر کھڑے ہوجاؤ گے' تو جس طرح وہ' غار میں پناہ لینے والے نوجوانوں کا پشت پناہ بن گیا تھا' اُسی طرح تمہارا بھی کارساز بن جائے گا- لیکن اگر تم نے اُس کے قوانین کو چھوڑ دیا تو) تمہیں دنیا میں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی' بجز اس کے کہ تم پھر انہی قوانین کی پناہ میں آجاؤ-

۲۸ (دوسری بات جو اصحاب کہف کے واقعے سے سامنے آتی ہے' یہ ہے کہ کامیابی کے لئے استقامت اور جماعت کے ساتھ رابطہ استوار لازمی شرط ہے- اس لئے) اے رسول! تو بھی اپنے ان رفقاء کے ساتھ' جو صبح' شام (ہر وقت) نظام خداوندی کی دعوت کو عام کرنے میں

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى

لگے رہتے ہیں' اوراپنی تمام توجہات کو اسی مقصد پر مرکوز رکھتے ہیں' اس پروگرام پر استقامت کے ساتھ جمارہ (۵۲/۶ ؛ ۶/۹۲-۹۴ ؛ ۹/۲۹-۳۰)۔ ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیئے کہ تو' دنیاوی مفاد عاجلہ کی کشش وجاذبیت کے پیچھے لگ کر' ان لوگوں سے اپنی نگاہیں پھیر لے۔ (یہ مخالفین' تمہیں اِن رفقاء سے برگشتہ کرنے کی بڑی کوشش کریں گے) سو تم کسی ایسے شخص کی بات پر کان نہ دھرنا جس کے دل پر' ہمارے قوانین کی طرف سے' پردے پڑ چکے ہوں' اور وہ اپنے جذبات کے پیچھے لگ رہا ہو۔ ایسے شخص کا معاملہ حد سے گزر چکا ہوتا ہے۔

۲۹ تم ان لوگوں سے کہدو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے یہ ضابطۂ حق وصداقت آگیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اِس پر ایمان لے آئے' اور جس کا جی چاہے اِس سے انکار کردے۔ لیکن وہ اتنا سمجھ لے کہ' اِن قوانین سے انکار کرکے' دوسری راہیں اختیار کرنے والوں کا انجام' تباہی کا وہ عذاب ہے جو انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ جب وہ اس عذاب کی تلخی اور شدت کے خلاف فریاد کریں گے تو' اُس مصیبت کو کم کرنے والی کوئی چیز اُنہیں نصیب نہ ہوگی۔ بلکہ وہی سامان جو' مساعد حالات میں' ممدِ حیات ہوتا ہے' ان کے لئے وجہِ ہلاکت بن جائے گا۔ وہی سونا چاندی' جس کے بل بوتے پر یہ نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتے تھے' یوں سمجھئے کہ اُسے پگھلا کر اُن کے حلق میں انڈیلا جائے گا۔ (۹/۳۴-۳۵)۔ کس قدر ہلاکت انگیز ہوگا یہ تلخابہ' اور کس قدر تکلیف دہ ثابت ہوگا وہ سہارا جسے وہ اپنے لئے وجہِ آسائش سمجھا کرتے تھے؛

۳۰ اِن کے برعکس' جو لوگ' اِس ضابطہ خداوندی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں گے' اور اِس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے' تو اُن کے حسنِ عمل کا اجر کبھی ضائع نہیں ہوگا۔

۳۱ اُن کی قیامگاہ ایسے باغات میں ہوگی جن کی بہاریں خزاں ناآشنا ہیں۔ اُن کے معاشرہ میں مستقل خوش حالیاں اور فارغ البالیاں رہیں گی۔ (سروری اور سرداری کے جس قدر گراں بہا

الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْــًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾

اسباب تمہارے ذہن میں آسکتے ہیں' انہیں سب میسّر ہوں گے مثلاً) سونے کے کنگن — جو سرداری کے امتیازی نشانات ہیں — دبیز اور باریک ریشمی ملبوسات — جو اعلیٰ ترین معیارِ زیست کی خصوصیات ہیں — بلند و بالا نشستوں پر تکیہ لگائے — جو شاہانہ نشست کا نقشہ ہے — انہیں یہ سب کچھ میسّر ہوگا۔

کس قدر خوشگوار ہوگا ان کی محنتوں کا یہ معاوضہ اور کیسی حسین ہوں گی یہ آسائشیں جو ان کے لئے مزید ارتقاء (اوپر اٹھنے) کا توازن بدوش سہارا بنیں گی۔

۳۲ (زندگی کے ان دونوں نقشوں کو اور واضح طور پر سمجھانے کے لئے) ان سے یہ مثال بیان کرو کہ دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے جن کے گرداگرد کھجوروں کے پیڑ تھے۔ اور ان کے درمیان ہری بھری کھیتی اُگ رہی تھی۔

۳۳ یہ دونوں باغ کثرت سے پھل دیتے تھے اور ان کی پیداوار میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی تھی۔ ان میں' آبپاشی کے لئے آبِ رواں موجود تھا۔

۳۴ اس سے یہ شخص' کافی مالدار ہوگیا۔ ایک دن اُس نے' باتوں باتوں میں' اپنے دوست سے کہا کہ دیکھو! میں' تمہارے مقابلہ میں' کتنا زیادہ مالدار ہوں۔ اور میرا جتھا کتنا بڑا طاقتور ہے۔

۳۵ وہ یہ باتیں کرتا' اپنے باغ میں داخل ہوا —— اُن خیالات میں بدمست جو اس کی تباہی کا باعث بن رہے تھے —— (اُس کا دوست اُس سے کہا کرتا تھا کہ اسے اپنی دولت پر اس طرح بے جا غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اُسے قوانین خداوندی کے تابع رکھنا چاہیئے' ورنہ وہ ایک دن تباہ ہو جائیگی۔ اُس نے جب اس بات کو دہرایا تو) اس نے کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ یہ باغات اور کھیتیاں برباد ہو جائیں۔

۳۶ (تمہاری یہ باتیں سب واہمہ ہیں) میں نہیں سمجھتا کہ وہ انقلاب کی گھڑی (قیامت)

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾

جس سے تو مجھے ڈراتا رہتا ہے' کبھی آئے گی۔ (پھر مذاق سے کہنے لگا کہ) اگر ایسا ہو بھی گیا اور مجھے اپنے پروردگار کے حضور جانا پڑا' تو مجھے وہاں اس سے بہتر ٹھکانہ ملے گا۔ (دولتمند یہاں بھی عیش کرتے ہیں۔ اور وہ خدا کے ہاں بھی مزے میں رہیں گے)۔

۳۷ اس کے دوست نے' جو اُس سے باتیں کر رہا تھا' کہا کہ کیا تو اُس خدا کے قانونِ مکافات سے انکار کرتا ہے جس نے تیری پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر اُسے نطفہ سے آگے بڑھایا۔ پھر مختلف عناصر میں اعتدال پیدا کر کے' تجھے انسانی شکل میں نمودار کر دیا۔ (کیا' اس کے بعد بھی' تم سمجھ رہے ہو کہ تمہیں جو کچھ حاصل ہے' تمہاری اپنی ہنرمندی کی بنا پر ہے۔ ۲۸/۷۸)۔ اس میں خدا کی موہبت کا کچھ دخل نہیں؟ سوچو کہ تمہاری یہ تمام صلاحیت اور استعداد تمہیں ملی کہاں سے ہے؟ اور اس پر بھی غور کرو کہ تمہارے باغات کی پیدائش میں تمہاری محنت کا کتنا دخل ہے اور بخشائش خداوندی کا کتنا حصہ؟ ۶۳—۵۶/۷۳)۔

۳۸ (تم ان حقائق سے انکار کر سکتے ہو' تو کرو۔ میں تو اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ) انسان کو تمام سامانِ نشوونما' خدا کے قانونِ ربوبیت کی رو سے ملتا ہے۔ اس لئے اُسے' اُس کے قانونِ ربوبیت میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہیئے۔ کم از کم' میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔

۳۹ تجھے چاہیئے کہ تو جب بھی اپنے باغات میں آئے (اور ان کے پھلوں اور کھیتیوں کو دیکھے) تو کہے کہ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیّت کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اُس کے سوا اور کسی میں یہ قوت اور اقتدار نہیں کہ ان چیزوں کو پیدا کر سکے۔

۴۰ (باقی رہا یہ کہ اس وقت) مجھے' تمہارے مقابلہ میں' مال اور اولاد کم حاصل ہے (تو تجھے اس پہ مغرور نہیں ہونا چاہیئے) کیا عجب کہ میرا پروردگار' مجھے' تیرے باغ سے بہتر باغ دیدے۔ اور تیرے باغ پر کوئی ایسی ناگہانی آفت آ پڑے (مثلاً آندھی۔ جھکڑ۔ پالا۔ ٹڈی دل وغیرہ) جس سے اس کی سرسبزی اور شادابی سب ختم ہو جائے۔

أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾

---

۴۱ یا (مثلاً) تمہارے (چشموں کا) پانی اس قدر نیچے اُتر جائے کہ تم کسی طرح اُس تک پہنچ ہی سکو۔ (۶۷/۳۰)۔

۴۲ (چنانچہ یہی ہوا کہ) اس کا مال و دولت تباہی کے گھیرے میں آگیا اور وہ کفِ افسوس مل مل کر کہنے لگا کہ میں نے ان باغات اور کھیتوں پر کس قدر روپیہ صرف کیا تھا۔ (وہ سب برباد گیا) اور باغات کی حالت یہ ہوگئی کہ ان کی ٹٹیاں گر کر زمین کے برابر ہوگئیں۔

اب وہ کہتا تھا کہ اے کاش! میں اپنے نشوونما دینے والے کے قانونِ ربوبیت کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرتا!

۴۳ (مال تو یوں گیا۔ اور) جن جتھوں پر اسے ناز تھا' وہ بھی' خدا کے قانون مکافات کے مقابلہ میں اُس کے کسی کام نہ آسکے۔ اور نہ ہی وہ خود' اپنی قوت سے' اس بربادی سے بچ سکا۔

۴۴ اس مثال سے مقصود یہ بتانا تھا کہ کائنات میں سارا اقتدار و اختیار صرف خدا کے لئے ہے۔ اُس کے قانون کے مطابق زندگی بسر کی جائے تو اُس کا معاوضہ بہت اچھا ملتا ہے' اور اِس روش کا انجام بڑا عمدہ ہوتا ہے۔

۴۵ (اُس شخص کا انجام ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ اس نے اپنی نگاہ صرف مفاد عاجلہ پر رکھی۔ اِس طبیعی زندگی کو منتہیٰ سمجھ لیا' اور اُن قوانین خداوندی کو نظرانداز کر دیا جن سے دنیا اور آخرت دونوں سنورتے ہیں)۔ اس قسم کی روش اختیار کرنے والوں کی زندگی کی مثال یوں سمجھو کہ ہم نے بادلوں سے مینہ برسایا۔ وہ زمین میں پیوست ہوا' تو زمین کی روئیدگی اُس کے ساتھ مل کر بڑھی پھولی۔ (اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب یہ ہمیشہ ایسی ہی بہار رہے گی۔ پھر کیا ہوا؟ یہ کہ) سب کچھ سوکھ کر چورا چورا ہوگیا' اور اُسے ہوا کے جھونکوں نے اڑا کر اِدھر اُدھر بکھیر دیا۔

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

یہ سب قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتا ہے جس پر اُسے پورا پورا کنٹرول ہے۔ (کسان نے صرف کھیتی کے اُگ آنے کو کافی سمجھا اور اس کے بعد قانونِ خداوندی کے مطابق کھیتی کی نگہداشت نہ کی تو اس کا انجام یہ ہوا۔ اس مثال کے مطابق یہ سمجھو کہ انسان اگر صرف قوانینِ طبیعی کے مطابق چلے اور خدا نے انسانی دنیا کے متعلق جو راہ نمائی وحی کے ذریعے دی ہے اُسے نظرانداز کر دے تو اُسے طبیعی قوانین کے مطابق عمل کرنے کا نتیجہ تو مل جائے گا لیکن اس کی انسانی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی)۔

۴۶ اس سے تم یہ نہ سمجھ لینا کہ طبیعی زندگی اور دنیاوی زیب و زینت کی چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان نفرت کرے۔ بالکل نہیں۔ دولت، اولاد، سب حیاتِ ارضی کی زیبائش کی چیزیں ہیں جنہیں خدا نے حرام قرار نہیں دیا (۷/۳۲)۔ مطلب صرف یہ ہے کہ انہی چیزوں کو مقصود و منتہیٰ نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ سب تغیر پذیر چیزیں ہیں۔ ناقابلِ تغیر اور باقی رہنے والی وہ متاعِ حیات ہے جس سے خدا کے قوانینِ ربوبیت کے مطابق انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے (۱۹/۷۶)۔ یہی وہ گراں بہا متاع ہے جس سے انسان کو اپنی بہترین توقعات وابستہ رکھنی چاہئیں۔

۴۷ (یہ حقیقت اُس دور میں محسوس طور پر سامنے آجائے گی) جب بڑے بڑے دولتمند اور صاحبِ اقتدار لوگوں کو ان کے مقامات سے ہلا دیا جائے گا (۵۶/۲-۳)، اور جن کمزور اور ناتواں لوگوں کو انہوں نے اِس وقت پاؤں تلے روند رکھا ہے وہ ابھر کر اوپر آجائیں گے۔ اور دیو انسانوں کی خودساختہ تفریق کو مٹا کر (تکریمِ آدم کے معیار کے مطابق)، ان سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ ان میں سے کسی کو بھی (اُس کی موجودہ حالت میں) نہیں چھوڑا جائے گا۔

۴۸ اُس وقت یہ سب خدا کے نظامِ ربوبیت میں ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اور معاشرہ کی وہی کیفیت ہو جائے گی جس طرح انسانی تخلیق کے پہلے دور میں تھی لیکن جس میں بعد میں اختلافات پیدا کر دیئے گئے (۲/۲۱۳؛ ۱۰/۱۹)۔

یہ لوگ اس زعمِ باطل میں ہیں کہ ان سے جو کچھ زبانِ وحی سے کہا جاتا ہے وہ وقوع

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

میں نہیں آئے گا۔ (ان سے کہدو کہ ایسا ہو کر رہے گا)۔

۴۹ اُس دور میں، وحی کی رو سے دیا ہوا ضابطہ قوانین نافذ العمل ہوگا، جس کے اصول و احکام کو دیکھ کر، وہ لوگ سخت لرزاں و ترساں ہوں گے جو دوسروں کے حقوق کو غصب کر لینے کے عادی تھے۔ وہ پکار اٹھیں گے کہ یہ کس قسم کا ضابطہ قوانین ہے جو چھوٹی اور بڑی ہر بات کو محیط ہے اور انسانی زندگی کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اس کی زد سے باہر رہ سکے؟ پھر اس کی رو سے قائم کردہ نظام ایسا ہے کہ جو کچھ کوئی کرتا ہے، وہ سامنے آجاتا ہے۔ اور ہر بات کا فیصلہ عین مطابق عدل ہوتا ہے۔ کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوتی —— ایسا دستور اور ایسا نظام، فی الواقعہ مجرمین کے لئے خوف اور ہراس کا موجب ہوتا ہے۔

۵۰ (انسانی معاشرہ کے جس پہلے دور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (۲۰)۔ وہ دور ہے جسے "قصۂ آدم" میں جنتی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو مختصراً یوں ہے کہ ہم نے کائنات کی تمام قوتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کے سامنے جھک جائیں۔ چنانچہ وہ جھک گئیں۔ لیکن اس کے حیوانی سطح کے جذبات نے اس سے سرکشی اختیار کر لی۔ یہ غیر مرئی (آنکھوں سے نظر نہ آسکنے والے جذباتی) محرکات، انسان کو خدا کے مقرر کردہ راستے سے بہکا کر دوسری طرف لے جاتے ہیں۔

غلط معاشرہ میں ہوتا یہ ہے کہ لوگ، مستقل اقدار کو چھوڑ کر، جن سے معاشرہ جنتی خوشگواریوں کا حامل بنتا ہے، اپنی اپنی مفاد پرستیوں کے پیچھے ہو لیتے ہیں، اور اس طرح معاشرہ کو جہنم میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اب تم خود ہی سوچو کہ یہ تبدیلی کیسی بری تبدیلی ہے۔ وحی یہی بتانے کے لئے آتی ہے کہ یہ روش، نوعِ انسانی کی دشمن ہے۔ اسے اختیار نہ کیا جائے۔ ($\frac{۲}{۳۸-۳۰}$)۔

۵۱ (خدا کے تجویز کردہ راستے کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے کہ انسان خدا کے ساتھ اور ہستیوں کو بھی خدا کا ہمسر قرار دے لیتا ہے۔ حالانکہ اس عقیدہ کے باطل ہونے کی سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ

لَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ
فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا
مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ
أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

تمام ہستیاں مخلوق ہیں اور کائنات کی تخلیق کے بعد وجود میں آئی ہیں۔ لہٰذا، جو چیزیں خود مخلوق ہوں وہ خالق کے کاروبار میں شریک کیسے ہو سکتی ہیں؟ نہ ہی خدا ایسا کمزور تھا کہ اسے انہیں اپنا دست و بازو بنانے کی ضرورت پڑ جاتی۔ یہ سب ذہن انسانی کی تراشیدہ ہستیاں ہیں جن کا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں کہ لوگ ان کی وجہ سے غلط راستوں پر چل نکلیں۔

۵۲ جس دن خدا، ان (باطل معبودوں کے پرستاروں) سے کہے گا کہ جنہیں تم بزعم خویش میرا شریک قرار دیتے تھے انہیں پکارو۔ وہ انہیں پکاریں گے، لیکن وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے۔ اس طرح ان کے باہمی تعلقات، جو ان پرستاروں کے لئے وجہ ہلاکت تھے، منقطع ہو جائیں گے۔

۵۳ لیکن اس وقت تعلقات کے منقطع ہو جانے سے کیا فائدہ ہوگا! اس وقت خدا کے قانون مکافات کی رُو سے تباہی کی آگ ان کی آنکھوں کے سامنے بھڑک رہی ہوگی، اور ہر قرینہ سے انہیں معلوم ہوگا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ وہ اس وقت اس تباہی سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

۵۴ دیکھو! ہم کس طرح، اس قرآن میں، لوگوں کی ہدایت کے لئے ہر قسم کی مثالیں لوٹا لوٹا کر بیان کرتے ہیں تاکہ بات ہر گوشے اور ہر پہلو سے صاف اور واضح ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود انسان کی حالت یہ ہے کہ (بجائے اس کے کہ بات واضح ہو جانے کے بعد اُسے تسلیم کر لے) یہ اکثر جھگڑے نکالتا رہتا ہے۔

۵۵ ذرا سوچو کہ جب ان لوگوں کے پاس ہدایت اس وضاحت سے آ گئی، تو پھر وہ کونسی بات تھی جو انہیں اس سے روکتی کہ وہ اس کی صداقت کو تسلیم کریں اور اپنے پروردگار کے قانون کی اطاعت سے اپنے لئے سامانِ حفاظت طلب کریں! یہ بات، اس کے سوا کیا تھی کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آئے جو اقوامِ سابقہ کے ساتھ پیش آتا رہا ہے، یہاں تک

الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ۖ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴿٥٦﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَل لَّهُم مَّوْعِدٌ لَّن يَجِدُوا مِن دُونِهِ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾

کہ ہمارا عذاب ان کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے۔

۵۶ ہم تو اپنے پیغمبروں کو اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ لوگوں کو صحیح روشِ زندگی کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دیں اور غلط روش کے تباہ کن عواقب سے آگاہ کریں۔ لیکن جو لوگ ہمارے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں' وہ' ہمارے رسولوں کے ساتھ باطل کے حربوں سے جھگڑتے ہیں' تاکہ وہ' اس طرح' حق (سچائی) کو اس کے مقام سے پھسلا کر بیکار کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے نہ کبھی ہمارے قوانین پر سنجیدگی سے غور کیا ہے' اور نہ ہی ان تباہ کن نتائج پر جو ان کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتے ہیں اور جن سے انہیں متنبہ کیا جاتا ہے۔ یہ انہیں ہنسی مذاق ہی سمجھتے ہیں۔

۵۷ تم سوچو کہ اُس سے بڑھ کر اپنے آپ پر ظلم کرنے والا اور کون ہوگا' کہ اُس کے نشوونما دینے والے کے قوانین کو اُس کے سامنے لایا جائے اور وہ اُن سے اعراض برتے (پہلوتہی کرے) اور اسے قطعاً بھول جائے کہ اُس کے تمام اعمال کے نتائج' اُس کے سامنے آنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اس روشِ پیہم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں جن سے' ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ اور اُن کے کانوں میں ایسی گرانی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حق و صداقت کی کوئی بات سُن ہی نہیں سکتے۔

جن لوگوں کی حالت یہ ہو جائے' وہ صحیح راستہ کبھی اختیار نہیں کر سکتے' خواہ تو انہیں اس کی طرف لاکھ بلائے۔

۵۸ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں (اور جو حالت ان کی ہو چکی ہے) اُس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کی فوراً گرفت ہو جائے' اور ان پر تباہی کا عذاب مسلّط ہو جائے۔ لیکن' خدا کے قانونِ مکافات میں' مہلت کی شق بھی رکھ دی گئی ہے تاکہ جو لوگ' اس دوران میں' اپنی اصلاح

وَتِلْكَ الْقُرَىٰٓ أَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتٰىهُ لَآ أَبْرَحُ حَتّٰىٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

کرنا چاہیں' انہیں اس تباہی سے حفاظت کا سامان مل جائے' اور ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کا انتظام ہو جائے۔ لیکن جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی ـــ خدا کے مقابلہ میں پناہ دے کون سکتا ہے؟

۵۹ (یہ ہے وہ سنت الاولین' یعنی ہمارا وہ اٹل قانون جو شروع سے اسی طرح چلا آرہا ہے ۳۵/۴۳ اور جس کے مطابق' ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا جنہوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی۔ اسی قانون کے مطابق' تمہارے مخالفین کی بھی تباہی ہوگی۔ لیکن مہلت کا وقفہ پورا ہو جانے کے بعد'

۶۰ (عمل' اور اس کے نتیجے کے ظہور کا درمیانی عرصہ بڑا صبر آزما' اور اکثر لوگوں کے لئے' دھوکا کھانے کا موجب بن جاتا ہے۔ عقل عجلت پسند' فوری نتیجہ دیکھنا چاہتی ہے۔ وحی کی نگاہ مآل کار پر ہوتی ہے۔ وحی جب ایسے حقائق بیان کرتی ہے جو اس وقت کی عام عقلی اور علمی سطح سے بلند ہوتے ہیں تو عقل اس پر معترض ہو جاتی ہے' اور اتنا انتظار نہیں کرتی کہ زمانہ ذرا اور آگے بڑھ جائے' اور علمی تحقیقات کی وسعت کی بنا پر' وحی کے پیش کردہ حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آجائیں۔ اس حقیقت کو اس واقعہ سے سمجھنا چاہیئے جو موسٰے کو' زمانہ قبل از نبوت میں پیش آیا تھا جب وہ تلاش حقیقت میں مضطرب و بیقرار پھرتا تھا' (۲۰/۴۰)۔ یہ واقعہ' عقل کی بینائی اور وحی کی صبر طلبی کی عمدہ مثال ہے)۔

موسٰے' اپنے ایک نوجوان رفیق کے ساتھ' مصروف جادہ پیمائی تھا۔ (سفر لمبا تھا۔ اس کا رفیق اکتا گیا۔ لیکن) موسٰے نے کہا کہ میں تو بدستور چلتا جاؤں گا' جب تک اس مقام تک نہ جا پہنچوں جہاں دونوں دریا ملتے ہیں' خواہ اس میں مجھے کتنا ہی وقت کیوں نہ لگ جائے۔

۶۱ پھر جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں دونوں دریا ملتے تھے' تو ستانے' اور چڑھتے پانی سے حفاظت کے لئے' دریا کے کنارے ایک چٹان پر ٹھہر گئے (۱۸/۶۳)۔ پھر جب اٹھ کر روانہ ہوئے' تو انہیں اس مچھلی کا خیال نہ رہا جسے انہوں نے اپنے ساتھ بطور توشہ رکھ لیا تھا۔ (مچھلی ہنوز زندہ تھی' اس لئے' اس نے سرکتے سرکتے پتھروں کے اندر سے) دریا تک پہنچنے کا راستہ نکال لیا' اور اس طرح پانی میں جا پہنچی۔

۶۲ جب وہ اس مقام سے آگے بڑھ گئے تو موسٰے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج کے سفر نے

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾

ہمیں بہت تھکا دیا۔ لاؤ ناشتہ کرلیں۔

۶۳ اس نے کہا کہ (ناشتہ کس چیز کا کریں؟) جب ہم نے دریا کے کنارے چڑھتے ہوئے پانی سے بچنے کے لئے چٹان پر پناہ لی تھی تو مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور وہ (سرکتے سرکتے) پانی میں چلی گئی۔ تعجب ہے کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ شیطان نے یہ بات میرے ذہن سے نکال دی۔

۶۴ موسیٰؑ نے کہا کہ (اب مجھے خیال پڑتا ہے کہ) ہم جس مقام کی تلاش میں ہیں وہ وہیں کہیں تھا۔ ہم غلطی سے آگے نکل آئے ہیں۔ سو وہ دونوں پچھلے پاؤں لوٹے۔

۶۵ وہاں انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ مل گیا جسے ہم نے اپنے ہاں سے سامانِ رحمت (یعنی وحی کا) علم عطا کر رکھا تھا۔

۶۶ جب وہ جانے لگا تو موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں بشرطیکہ آپ اس پر آمادہ ہوں کہ اس علم میں سے جو آپ کو اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے مجھے بھی کچھ عطا فرما دیں۔

۶۷ اس نے کہا (کہ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں اس تھوڑے سے وقت میں جو کچھ دیکھ سکا ہوں اس سے میں نے تمہاری طبیعت کا اندازہ لگایا ہے کہ) تم ضبط اور تحمل سے میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔

۶۸ (میرا اندازہ یہ ہے کہ) جب تم کوئی ایسی بات دیکھو گے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہوگی تو تم ضبط نہیں کر سکو گے (اور اس پر اعتراض کرنا شروع کر دو گے)۔

۶۹ موسیٰؑ نے کہا کہ (نہیں! مجھے تو حصولِ علم کی طلب ہے اس لئے) آپ دیکھیں گے کہ میں ان شاء اللہ ضبط سے کام لوں گا اور کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ﴿٧٤﴾

---

۷۰ اس نے کہا کہ اگر تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے تو ایک بات کا خیال رکھنا کہ جب تک میں خود تم سے بات نہ چھیڑوں، تم مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔

۷۱ چنانچہ اس قول و اقرار کے بعد وہ دونوں چل پڑے۔ آگے جا کر وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو موسیٰؑ کے ساتھی نے کشتی میں شگاف کر دیا۔ موسیٰؑ نے اُس سے جھٹ سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کر دیا؟ آپ نے کشتی میں شگاف کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسافر غرق ہو جائیں گے۔ آپ نے یہ بڑا خطرناک کام کیا ہے!

۷۲ اس نے موسیٰؑ سے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ضبط سے کام نہیں لے سکو گے؟

۷۳ موسیٰؑ نے کہا کہ مجھ سے بھول ہو گئی۔ اس (بھول) پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کیجیے (بڑے لوگوں کو) بھول چوک پر سختی نہیں کرنی چاہیے۔

۷۴ چنانچہ وہ پھر آگے چل نکلے۔ یہاں تک کہ ایک بستی کے قریب پہنچے تو وہاں) انہیں ایک نوجوان لڑکا ملا جسے موسیٰؑ کے ساتھی نے قتل کر دیا۔ اس پر پھر موسیٰؑ بے اختیار بول اٹھا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ ایک پلے پلوسے لڑکے کو یونہی قتل کر دیا۔ اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہوتا اور اس جرم کی پاداش میں اسے قتل کر دیا جاتا، تو اور بات تھی۔ کسی کو بلا جرم قتل کر دینا تو بہت بُری بات ہے۔

قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّي عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانطَلَقَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ

---

۷۵ اس نے موسیٰؑ سے کہا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے ضبط نہیں ہو سکے گا؟

۷۶ موسیٰؑ نے کہا کہ (اب کے معاف کر دیجئے)۔ اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو بیشک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ اس صورت میں مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی

۷۷ چنانچہ وہ دونوں پھر آگے چل پڑے یہاں تک کہ وہ ایک بستی میں پہنچے۔ انہوں نے بستی والوں سے کہا کہ ہمارے کھانے کا انتظام کر دو' تو انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا (بستی والوں نے تو اُن سے یہ سلوک کیا لیکن) اُنہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک بوسیدہ دیوار ہے جو گرا چاہتی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ کے ساتھی نے (اس کی مرمت شروع کر دی اور) اُسے از سرِ نو کھڑا کر دیا۔ اس پر موسیٰؑ سے پھر نہ رہا گیا اور وہ بول اٹھا کہ (بستی والوں نے ہم سے وہ سلوک کیا اور آپ نے مفت میں ان کی دیوار بنا دی؛ میں کم از کم اتنا تو ضرور کہوں گا کہ) اگر آپ چاہتے تو اُن سے اس کا معاوضہ لے سکتے تھے۔

۷۸ اس پر موسیٰؑ کے ساتھی نے کہا کہ (بس اب انتہا ہو گئی۔ اب ہم اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اب) ہماری علیحدگی کا وقت آ گیا۔ (بالخصوص اس لئے کہ' تم نے جو کچھ پہلے پوچھا تھا' وہ از رہِ استعجاب تھا۔ اب تمہارا اعتراض یہ ہے کہ میں نے بلا اُجرت کام کیوں کیا۔ یعنی تمہارا اعتراض یہ نہیں کہ اس دیوار کو کیوں بنایا۔ اعتراض یہ ہے کہ اس کا معاوضہ کیوں نہیں لیا۔ یہی مقام ہے جہاں عقل خود بیں' اور

صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

١٠ ع ١٢ ١

عقل جہاں ہیں کے راستے الگ الگ ہوجاتے ہیں)۔ اب تم جاؤ۔ لیکن جانے سے پہلے' میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کیا تھا' اور جس پر تم سے ضبط نہیں ہو سکا تھا' ان باتوں کی اصل حقیقت کیا تھی۔ (اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وحی کی کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جو معقول وجہ پر مبنی نہ ہو۔ سطح بین انسان حقیقت کے واشگاف ہونے کا انتظار نہیں کرتا اور جھٹ سے اعتراض کر دیتا ہے)۔

٧٩ سب سے پہلے کشتی کا معاملہ لو۔ وہ چند غریب آدمیوں کی کشتی تھی جو بیچارے' دریا میں محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال رہے تھے۔ وہ جس طرف کشتی لئے جا رہے تھے' اُدھر ایک بادشاہ ہے (بڑا ظالم)۔ وہ جس کی (اچھی) کشتی دیکھتا ہے' اُسے زبردستی چھین لیتا ہے۔ میں نے چاہا کہ ان کی کشتی کو عیب دار بنا دوں (تاکہ وہ اسے ناقص دیکھ کر ہاتھ نہ ڈالے)۔

٨٠ باقی رہا لڑکے کا معاملہ۔ سو اسکے ماں باپ بڑے نیک اور امن پسند تھے' لیکن یہ لڑکا بڑا سرکش' باغی اور قانون شکن تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ اُس کے ماں باپ' اُس کے جرائم کی وجہ سے مفت میں لپیٹ میں نہ آ جائیں۔

٨١ (میں نے اُسے قتل کر کے' لوگوں کو اُس کی فساد انگیزیوں سے محفوظ کر دیا' اور اُس کے ماں باپ کو' ناحق لپیٹ میں آ جانے سے بچا لیا)۔ اُن کا پروردگار' انہیں اِس کے بدلے' اور لڑکا عطا کر دے گا جو عمدہ صلاحیتوں کا مالک ہو گا اور لوگوں سے محبت بھی کرے گا۔

٨٢ اور وہ جو دیوار تھی' تو (اس کا معاملہ ایسا تھا کہ) وہ گاؤں کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اُن کے باپ نے' جو بڑا نیک آدمی تھا' اُس دیوار کے نیچے کچھ روپیہ دفن کر رکھا تھا۔ تیرے پروردگار کا منشا یہ تھا کہ (اُس روپے کو گاؤں والے نہ لے جائیں بلکہ) جب یہ لڑکے جوان ہوں تو اُس وقت وہ اُسے خود نکال لیں' اور یوں یہ روپیہ' ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے لئے سامانِ رحمت بن جائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

(اگر وہ دیوار قبل از وقت گر جاتی تو روپیہ گاؤں والے لیجاتے۔ میں نے اس کی مرمت کر دی جس سے روپیہ محفوظ ہو گیا۔ تم بتاؤ کہ اس کام کے معاوضہ کا سوال کس طرح پیدا ہو سکتا تھا؟ نظامِ خداوندی غریبوں اور یتیموں کے حقوق کا تحفظ بلا معاوضہ کرتا ہے اور یہی بات ہے جو عقل خود بین کے کاروباری ذہن میں نہیں آتی)۔

یاد رکھو! میں نے یہ کچھ از خود نہیں کیا۔ (وحیٔ خداوندی کی رُو سے کیا ہے) یہ ہے حقیقت اُن امور کی جن کے متعلق تم ضبط سے کام نہیں لے سکے تھے۔ (اب تم نے سمجھ لیا کہ وحی کا ہر فیصلہ کس طرح حکمت پر مبنی ہوتا ہے؟)[1]۔

۸۳ اے رسول! تم سے یہ لوگ ذوالقرنین (سائرس یا کیخسرو) کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ (اسی سلسلہ میں ہم تمہیں اس کا بھی کچھ حال بتاتے ہیں کیونکہ وہ بھی کمزوروں کی حفاظت کے لئے بلا معاوضہ "دیواریں" بنایا کرتا تھا)۔ ان سے کہو کہ لو! میں اس کا بھی مختصر حال بیان کرتا ہوں۔

---

[1] یہ قصہ یہاں پر ختم ہو جاتا ہے اور متن میں جو مفہوم بیان کیا گیا ہے اس سے اس کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے متعلق اس قدر "افسانوی باتیں" مشہور ہو چکی ہیں کہ اس کے بعض مقامات کی مزید وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً

(۱) نبوت سے پہلے ہونے والے نبی کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ اس کے ماحول میں ہو رہا ہوتا ہے وہ اس سے غیر مطمئن ہوتا ہے لیکن "اس کی جگہ ہونا کیا چاہیئے" اس کا اُسے علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ تلاشِ حقیقت میں سرگرداں پھرتا ہے۔ نبی اکرمؐ کے متعلق جو قرآن میں آیا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (۹۳/۷) "ہم نے تجھے تلاشِ حقیقت میں سرگرداں پایا تو صحیح راستہ دکھایا" وہ اسی کیفیت کا بیان ہے۔ یہی کیفیت (قبل از نبوت) حضرت موسیٰؑ کی تھی جس کا تذکرہ اس قصہ میں آیا ہے۔ یہ نہیں تھا کہ ایک نبی دوسرے نبی کے پاس حصولِ علم کے لئے گیا تھا۔

(۲) جن صاحب سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی تھی ان کے متعلق تصریح سے تو نہیں کہا گیا کہ وہ نبی تھے لیکن قرآن کریم کے بیان سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ وحی (خدا کے رسول) تھے۔ بالخصوص وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (۱۸/۸۲) "میں نے یہ کچھ اپنی مرضی سے نہیں کیا" اس پر شاہد ہے۔

(۳) عام طور پر مشہور ہے کہ وہ "خضرؑ" تھے۔ لیکن قرآن کریم میں "خضر" نام کے کسی پیغمبر کا ذکر نہیں ——— نہ اس جگہ نہ کسی اور جگہ۔

(۴) اس قصہ میں جن تین واقعات کا ذکر ہے ان کا تعلق ایسے امورِ غیب سے نہیں جن کا علم وحی کے بغیر نہ ہو سکتا ہو لہذا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان صاحب کو ان امور کا علم وحی کے ذریعے دیا گیا ہو یا انہیں از خود حاصل ہو۔ البتہ (بقیہ ۶۷۹ پر دیکھیے)

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ

(۸۴) ہم نے اُسے ملک میں حکمرانی عطا کی تھی اور ہر قسم کا (ضروری) سازوسامان بھی دے رکھا تھا۔

(۸۵) اس نے پہلے ایک مہم کے لئے تیاری کی۔

(۸۶) یہ مہم مغرب کی طرف (لیڈیا کی جانب) تھی۔ چنانچہ وہ چلتے چلتے ایک ایسے مقام تک جا پہنچا جہاں آگے پانی ہی پانی تھا (غالباً یہ بحیرہ اسود تھا)۔ اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ کیچڑ والے

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۶۶۸) جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی تصریح موجود ہے کہ اسے انہوں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔

(۵) ان تین واقعات میں، لڑکے کے قتل کے متعلق بعض لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ یہ کس طرح جائز قرار پا سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ۔

(ا) وہ لڑکا، بچہ نہیں تھا۔ جوان تھا۔

(ب) وہ سرکش اور قانون شکن تھا۔ اس میں وہ تمام جرائم آسکتے ہیں جو معاشرہ میں فساد کا موجب بنتے ہیں ——— ڈاکہ زنی۔ قتل۔ غارت گری۔ مفسدہ پردازی۔ وغیرہ۔ نیز "يُرْهِقَهُمَا" (۱۸/۸۰) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کچھ اس انداز سے کرتا تھا جس سے اندیشہ تھا کہ اس کے بے گناہ ماں باپ، ناحق اس کے جرائم میں ملوث ہو جائیں۔ اس قسم کے سرکش اور مفسد کا قتل جائز نہیں، ضروری ہو جاتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جب تک کسی کو عدالت مجرم قرار نہ دیدے، اسے سزا نہیں دی جا سکتی، سو اوّل تو یہ چیز معاشرہ کی ایسی حالت میں ہو سکتی ہے جس میں عدلیہ کا باقاعدہ نظام موجود ہو ——— اور یہ ضروری نہیں کہ اُس معاشرہ میں صورت ایسی ہو۔ دوسرے یہ کہ اس قسم کے مشہور سرکشوں اور مفسدہ پردازوں کے لئے عام حالات میں بھی "باضابطہ کارروائی" لابدیک نہیں ہوتی۔ آجکل بھی مشہور ڈاکوؤں کے سلسلہ میں رسمی کارروائیاں ضروری قرار نہیں دی جاتیں۔

(۶) آخر میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے جس حقیقت کو سمجھانے کے لئے یہ قصہ بیان کیا ہے وہ کس قدر اہم ہے۔ عقل انسانی، اپنی محدود معلومات کی بنا پر وحی کے کسی حکم کے خلاف اعتراض کرتی ہے۔ لیکن جب اس کی معلومات میں اضافہ ہو جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جو کچھ وحی نے کہا تھا، وہ صحیح تھا۔ لہٰذا عقل کے لئے صحیح روش یہی ہے کہ وہ وحی کی بات تسلیم کرے۔ اور اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتی رہے۔ جب اُسے صحیح معلومات حاصل ہو جائیں گی تو وہ خود بخود وحی کی تصدیق کر دیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ

بردو امید کارواں۔ ہر دو بمنزلے رواں

عقل بہ حیلہ می برد۔ عشق برد کشاں کشاں (اقبالؒ)

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

پانی میں ڈوب رہا ہے۔ (اس لئے کہ وہاں تا بحدِ نگاہ سیاہ رنگ کا پانی تھا جس سے اسے ایسا دکھائی دیا گویا سورج اس پانی میں ڈوب رہا ہے)۔ اس کے قریب ہی اس نے ایک قوم کو دیکھا۔ (اس قوم نے اس کی مخالفت کی لیکن وہ اس پر غالب آگیا۔ اب از روئے قانون وہ حق بجانب تھا کہ انہیں ان کی سرکشی کی سزا دیتا) سو ہم نے کہا کہ یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے۔ تم چاہے انہیں سزا دو' اور چاہے ان سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ —— پہلا راستہ عدل کا ہے۔ دوسرا احسان کا ——

۸۷ ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ (جو کچھ پہلے ہو چکا' اس سے میں درگذر کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد) جو شخص قانون سے سرکشی اختیار کرے گا تو ہم اسے سزا دیں گے۔ (اور چونکہ اس کی یہ سرکشی قوانینِ خداوندی کے خلاف ہوگی اس لئے اس کی سزا کا معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جائے گا)۔ جب وہ خدا کے ہاں جائے گا تو وہاں اسے اس سے بھی زیادہ سخت سزا ملے گی۔

۸۸ لیکن جو (قوانینِ خداوندی پر) ایمان لے آئے گا اور معاملات کو سنوارنے والے کام کریگا' تو اس کی اس روش کے نتائج بڑے خوشگوار ہوں گے' اور ہماری طرف سے اس کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی (اس لئے کہ وہ نظامِ خداوندی کا ممد و معاون ہوگا)۔

۸۹ پھر اس نے ایک اور مہم کے لئے سامانِ سفر تازہ کیا۔

۹۰ یہ مہم مشرق (بلخ) کی جانب تھی۔ چلتے چلتے' وہ ایک ایسی قوم تک پہنچا جو کھلے میدان میں رہتی تھی۔ ان لوگوں پر چڑھتے سورج کی شعاعیں سیدھی آکر پڑتی تھیں' اور' ان کے اور سورج کے درمیان کوئی اوٹ نہ تھی۔ یعنی وہ کھلے میدان میں' بے گھر' بے در (خانہ بدوشوں) کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔

۹۱ ان کی حالت ایسی ہی (ناگفتہ بہ) تھی۔ ان کے برعکس' ذوالقرنین کے پاس جو ساز و سامان تھا اس کا ہمیں علم تھا۔ (اس لئے وہ قوم اس کا کیا مقابلہ کر سکتی تھی؟ چنانچہ وہ ان کی شورش کو

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَہُمۡ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَکَّنِّیۡ فِیۡہِ رَبِّیۡ خَیۡرٌ فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ بِقُوَّۃٍ اَجۡعَلۡ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ رَدۡمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡہِ قِطۡرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡہَرُوۡہُ وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَہٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾

بآسانی ختم کرکے واپس آگیا)۔

۹۲، ۹۳ پھر اس نے ایک اور مہم اختیار کی (جو کاکیشیا کی طرف تھی)۔ وہ ایک ایسی وادی میں تھی جس کے دونوں طرف پہاڑوں کی اونچی اونچی دیواریں کھنچ رہی تھیں۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک ایسی قوم آباد ہے جو اس کی کوئی بات نہیں سمجھتی۔

۹۴ اس قوم (کے نمائندوں نے ترجمانوں کی وساطت سے) کہا کہ اے ذوالقرنین! (ہم ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ آپ اگر اس سے ہمیں نجات دلادیں تو ہم آپ کے سپاس گزار ہوں گے۔ اُس سمت) یاجوج و ماجوج (کے وحشی قبائل ہیں۔ نہایت شعلہ مزاج۔ تندخو۔ برق رفتار آندھی کی طرح امنڈ آنے والے۔ وہ ہمیں چین سے نہیں بیٹھنے دیتے)۔ وہ ہمارے ملک میں آکر لوٹ مار کرتے رہتے ہیں (اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے)۔ اگر آپ ہمارے اور ان کے درمیان (اس درّہ کو بند کرنے کے لئے) ایک دیوار بنادیں تو ہم آپ کو خراج ادا کردیا کریں گے۔ (۲۱/۹۶)۔

۹۵ ذوالقرنین نے کہا کہ جو کچھ مجھے میرے پروردگار نے عطا کر رکھا ہے وہ بہت ہے (اس لئے مجھے تمہارے خراج کی ضرورت نہیں۔ تم پر ظلم ہو رہا ہے اور ظلم کی روک تھام میرا فریضہ ہے۔ اس لئے میں اس کام کو بطور فریضہ خداوندی سرانجام دوں گا)۔ مجھے تم صرف اپنی محنت (LABOUR) سے مدد دیدو (مزدور مہیا کردو) تو میں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنادوں گا۔

۹۶ تم یوں کرو کہ لوہے کی بڑی بڑی سلیں لاؤ۔ (چنانچہ جب یہ تمام سامان تیار ہوگیا اور) اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار اٹھا کر ان کے برابر کردی تو اس نے کہا کہ اب بھٹیاں سلگاؤ اور انہیں دھونکو۔ جب اس طرح وہ لوہا آگ کی مانند سرخ ہوگیا تو اس نے کہا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ اس پر انڈیل دیں۔

۹۷ اس طرح وہ دیوار اس قدر مضبوط اور بلند بن گئی کہ یاجوج و ماجوج کے قبائل نہ تو اس پہ

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

ع ۱۱ / ۱۹ / ۲

چڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اس میں سرنگ لگا سکتے تھے۔

۹۸ (جب وہ اس عظیم کام سے فارغ ہوا تو اس نے بدرگاہِ رب العزت سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور کہا کہ) یہ سب کچھ میرے نشوونما دینے والے کی طرف سے مہیا کردہ ساز و سامان اور قوّت و بصیرت کی بنا پر ہو گیا۔ (یہ دیوار اس قدر مضبوط بن گئی ہے کہ اسے کوئی گرا نہیں سکے گا۔ ہاں!) اگر میرے نشوونما دینے والے کے مقرر کردہ قانون کی بنا پر کوئی حادثہ رونما ہو جائے (مثلاً زلزلہ یا بے پناہ سیلاب یا کوئی اور تغیر) تو اس کے سامنے اس کی ہستی کچھ نہیں ہو گی۔ اس وقت یہ زمین کے ساتھ ہموار ہو جائے گی۔ اس لئے کہ میرے نشوونما دینے والے کا قانون اپنی جگہ اٹل ہے۔

۹۹ (ذوالقرنین نے ٹھیک کہا تھا۔ ایک زمانہ آئے گا کہ اس قسم کے موانعات اور روک تھام کے اسباب و ذرائع کچھ حقیقت نہیں رکھیں گے) یہ قومیں سمندر کی تلاطم انگیز موجوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں گی (اور اس قسم کی رکاوٹیں ان کی یورشوں کے راستے میں قطعاً حائل نہیں ہو سکیں گی) جنگ کے بگل بجیں گے اور تمام قومیں (جنگ کے میدانوں میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں) اکٹھی ہو کر آ جائیں گی۔

۱۰۰ اس وقت ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کیا تھا جہنم کی عالمگیر تباہیاں نکھر اور ابھر کر آ جائیں گی۔

۱۰۱ اُن لوگوں کے سامنے جن کی آنکھوں پر ہمارے قوانین کی طرف سے پردے پڑ چکے تھے اور جن کے کانوں میں ان کی طرف سے گرانی آ چکی تھی۔ (اور وہ مملکتوں کا نظام قوانینِ خداوندی کے بجائے اپنے اپنے خود ساختہ قوانین و دساتیر کے مطابق چلانے تھے جس کا لازمی نتیجہ تباہی اور بربادی کا جہنم تھا)۔

۱۰۲ (یہ حقائق بیان کرنے کے بعد تم ان لوگوں سے پوچھو کہ) جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کرتے ہیں کیا وہ اپنے ذہن میں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اگر بہت سے لوگ انکے

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾

رفیق اور کارساز بن جائیں (اور اس طرح اکثر قبائل اور اقوام غلط نظام پر متفق اور متحد ہو جائیں تو ہمارا قانون ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہ ان کی بھول ہے۔ غلط نظام زندگی کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا خواہ اسے تمام اقوام عالم بھی کیوں نہ اختیار کر لیں)۔ ہمارے قانونِ مکافاتِ عمل کی رو سے ان کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہوتا ہے جو ان کی "مہمان نوازی" کرتا ہے۔

۱۰۳ (ان' باطل کے نظام پر جمع ہو جانے والوں' سے کہو کہ) کیا ہم بتائیں کہ وہ کون ہیں جو اپنی سعی و عمل میں سخت نقصان میں رہتے ہیں؟

۱۰۴ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوششیں طبیعی زندگی کی مفاد کوشیوں میں ضائع ہو جاتی ہیں (اس لئے کہ وہ' اس زندگی کے ماوراء' کسی اور زندگی کے قائل ہی نہیں)۔ اور وہ بزعم خویش سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ اپنی کاریگری سے بنا رہے ہیں' وہ بہت اچھا ہے۔

۱۰۵ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نشو و نما دینے والے کے قوانین زندگی سے انکار کرتے اور سرکشی برتتے ہیں' اور اس کا یقین ہی نہیں رکھتے کہ انہیں اُس کے قانونِ مکافات کا سامنا کرنا ہے۔ (یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی غلط روش سے کامیاب زندگی بسر کر لیں گے۔ ان کا یہ خیال خام ہے)۔ ان کی تمام تگ و تاز رائگاں جائے گی۔ (یعنی' ان کے اعمال سے وہ نتائج کبھی مرتب نہیں ہوں گے جو ان کے پیش نظر ہیں)۔ حتیٰ کہ ظہور نتائج کے وقت ان کے اعمال کا وزن معلوم کرنے کے لئے میزان تک کھڑی نہیں کی جائے گی۔ (وہ اپنی بے مائیگی کی شہادت آپ ہوں گے)۔

۱۰۶ یہ ہو گا تباہیوں کا وہ جہنم جو ان کے سامنے نمودار ہو جائے گا۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے قوانین سے انکار کیا کرتے تھے —— انکار ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ان قوانین کی' اور ان کے پیش کرنے والوں کی' ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

۱۰۷ ان کے برعکس' جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور ایسے کام کریں گے جن سے نظام کائنات اور خود ان کی سیرت و کردار سنور جائیں' تو ان کی مہمانی کے لئے فراخیوں اور

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ

کشادگیوں کا جنتی معاشرہ ہوگا ـــــــــ اِس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔

۱۰۸ وہ اس میں رہیں گے' اور ایسی اطمینان کی زندگی بسر کریں گے کہ وہ وہاں سے منتقل ہونا نہیں چاہیں گے۔

۱۰۹ یہ سب کچھ خدا کے اُس نظام کے مطابق ہوگا جس کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ اگر سمندر' روشنائی بن جائے (اور زمین کے تمام درخت قلمیں۔ ۳۱/۲۷) تو سمندر کا پانی ختم ہوجائے لیکن میرے نشوونما دینے والے کے سامانِ ربوبیت کی حدود فراموش تفاصیل اور ان سے متعلق قوانین ودساتیر ختم نہ ہوں۔ اور اگر ان سمندروں کے ساتھ اور سمندروں کا اضافہ ہوجائے تب بھی وہ اس مقصد کے لئے کافی نہ ہوسکیں۔

۱۱۰ (یہ سب کچھ کہہ چکنے کے بعد' اے رسول! ان پر اس حقیقت کو واضح الفاظ میں واشگاف کردو کہ یہ سب خدائے بلند وبرتر کی کارفرمائی ہے۔ میری نہیں)۔ میری تو یہ کیفیت ہے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں' فرق صرف اتنا ہے کہ میری طرف یہ وحی ہوئی ہے کہ تمہارے لئے صاحب اقتدار واختیار صرف خدا کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ سو جو کوئی تم میں سے خدا کے قانونِ مکافات کا سامنا کرنے کی امید رکھتا ہے' اسے چاہیئے کہ ایسے کام کرے جو نظامِ عالم کو سنواریں اور خود اس کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کا ذریعہ بن جائیں۔ اور سب سے بڑی اور بنیادی بات یہ کہ اطاعت اور محکومیت صرف اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین کی اختیار کرے۔ اس میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔ (اس لئے کہ شرک' شرفِ انسانیت کے منافی ہے۔ شرک کے معنی یہ ہیں کہ انسان یا تو مظاہر فطرت میں سے کسی کو اپنے سے برتر سمجھے۔ یا خود انسانوں میں سے کسی انسان کو۔ سو یہ دونوں باتیں احترامِ آدمیت کے خلاف ہیں۔ فطرت کی قوتیں سب' انسان کے لئے مسخر کردی گئی ہیں' لہٰذا ان میں سے کسی کے سامنے جھکنا' مساجد کو مسجود بنا لینا ہے۔ اور انسان' تمام کے تمام' انسان ہونے کی جہت سے برابر ہیں۔ لہٰذا کسی انسان کا دوسرے انسان کے سامنے جھکنا' انسانیت کی تذلیل ہے۔ انسان سے بلند صرف خدا کی ذات ہے۔ اس لئے جھکنا صرف اس کے قوانین کے سامنے چاہیئے۔ اس میں کسی اور کو شریک کرلینا' انسانیت کی توہین' لہٰذا ظلم عظیم ہے۔ ۳۱/۱۳۔ "ظلم" کے معنی ہیں کسی شے کو اس کے اصلی مقام پر نہ رکھنا۔ مظاہر فطرت' یا خود انسانوں میں سے کسی کو' انسان سے برتر سمجھ کر

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

خدائی اختیارات میں شریک کر لینا' اور خود اپنے آپ کو اس سے فروتر سمجھ لینا' ظلم نہیں تو اور کیا ہے؛ توحید کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں خدا کے علاوہ' انسان سے برتر کوئی نہیں۔ لہٰذا اس کے سوا کسی کی محکومیت جائز نہیں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ

---

۱ اللہ الکریمؑ الباری' الحی' العلیم' البصیر کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ اس رحمت و نوازش کا بیان ہے جو تیرے نشو و نما دینے والے نے' اپنے بندے' زکریاؑ پر کی تھی۔

۳ جب ایسا ہوا تھا کہ زکریاؑ نے اپنے نشو و نما دینے والے کو انتہائی خاموشی سے پکارا (۳/۳۸)

۴ اور کہا کہ اے میرے پروردگار! میں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوتا چلا جا رہا ہوں۔ میرے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں۔ اے میرے نشو و نما دینے والے! ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے تجھ سے کچھ مانگا ہو اور تو نے نہ دیا ہو۔ (تیری اس رحمت بے پایاں سے مجھے امید ہے کہ میری بڑھاپے کی یہ دعا بھی شرف قبولیت سے نوازی جائے گی)۔

۵ (میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اس لئے نظر بظاہر اب مجھے اولاد کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔ اور اولاد نہ ہونے کا مجھے غم اس لئے ہے کہ) ہمارے جد امجد' حضرت یعقوبؑ کی برکات

۶ اور خصوصیات' اُن کے گھرانے میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہوئی' مجھ تک پہنچی ہیں۔ میرے بھائی بندوں میں کوئی اس قابل نہیں جو ان کا اہل ہو سکے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے بعد انہیں

يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى غُلَٰمٌ وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِى عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ ٱلْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ ٱجْعَل لِّىٓ ءَايَةً ۚ قَالَ ءَايَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ ٱلنَّاسَ ثَلَٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾

ضائع کردیں گے اور یہ سلسلہ آگے نہیں چل سکے گا۔ اس لئے میری دعا یہ ہے کہ تو اپنی جناب سے مجھے کوئی ایسا وارث عطا کردے جو ان برکات و نعماء کا اہل بن سکے تاکہ میں انہیں اُس کے سپرد کر جاؤں۔ وہ ایسا ہونا چاہیئے جو اس منصب جلیلہ کے لئے ہر طرح سے موزوں' اور تیری نوازشات کا صحیح طور پر مستحق ہو۔

۷ (ہم نے اس کی دعا سن لی اور کہا کہ) اے زکریاؑ! ہم تمہیں ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام یحییٰؑ رکھنا۔ یہ ایسا لڑکا ہوگا جس کی نظیر (تمہارے خاندان میں) نہیں ملے گی (۱۹/۴۵)۔

۸ (زکریاؑ اس خوشخبری سے خوش تو ہوگیا' لیکن جب اسے اپنے طبعی موانعات کا خیال آیا تو' اپنے اطمینان کی خاطر[1] کہا کہ) اے میرے نشوونما دینے والے! میرے ہاں اب لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ میں بہت زیادہ عمر رسیدہ ہوچکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ (کیا وہ بیٹا خود میرے ہاں پیدا ہوگا یا کسی اور کا لڑکا مجھے مل جائے گا جسے میں اپنا بیٹا بنالوں گا' جس طرح مریمؑ بھی میری کفالت میں دیدی گئی ہے۔ ۳/۳۹)۔

۹ خدا نے کہا کہ (نہیں! خود تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور) اسی طرح ہوگا جس طرح لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ بڑھاپے میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا بیدار ہوجانا' ہمارے قانون کی رو سے مستبعد نہیں۔ ہمارے جس قانون نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا حالانکہ تیری ہستی کا نام و نشان بھی نہیں تھا (وہ بڑھاپے میں کسی کو صاحب اولاد کیوں نہیں کرسکتا)۔

۱۰ زکریاؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے اس باب میں کوئی خاص حکم ہو تو ارشاد

---

[1] جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے یقینِ محکم کے باوجود اپنے اطمینان کے لئے دریافت کیا تھا (۲/۲۶۰)۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

فریاد کیجئے۔ خدا نے کہا کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تم مسلسل تین دن اور رات (کا روزہ رکھ لو (۳/۴۰) اور جیسا کہ روزے میں ہوتا ہے) لوگوں سے بات چیت نہ کرو (۱۹/۲۶)۔

۱۰ اس کے بعد زکریا قربانگاہ سے نکلا اور جو لوگ اس کی اقتدا میں خدمات سرانجام دینے کیلئے ہیکل میں جمع تھے ان سے اشارہ سے کہا کہ (میری ہدایات کا انتظار نہ کرو بلکہ) معمول کے مطابق صبح شام اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے رہو۔

۱۲ (چنانچہ اس خوشخبری کے مطابق یحیٰی کی پیدائش ہوئی)۔ ہم نے اُسے چھوٹی عمر میں ہی ایسی ذہانت عطا کر دی تھی کہ وہ معاملات کے فیصلے نہایت عمدگی سے کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اسے اپنی نوازش سے دلِ درد آشنا عطا کیا تھا۔ (بڑا ہوا تو) ہم نے اس سے کہا کہ وہ قانونِ خداوندی کی اطاعت

۱۳ محکم طور پر کرے۔ چنانچہ اس نے اس کے مطابق اپنی نگہداشت اس انداز سے کی اور ایسی پاکیزہ زندگی بسر کی کہ اس کی انسانی صلاحیتیں نہایت عمدگی سے نشوونما پاتی چلی گئیں۔

۱۴ علاوہ بریں وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے اپنے دل میں بڑی کشادر رکھتا تھا۔ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آتا تھا اور سخت گیر یا سرکش نہیں تھا۔

۱۵ (یہ تھیں وہ خوبیاں جن کا مالک وہ بچہ بنا)۔ اس کی پیدائش بھی ہر قسم کے نقص سے مبرّا تھی (یعنی بڑھاپے کی اولاد ہونے کے باوجود وہ صحیح و سلامت اور تندرست و توانا پیدا ہوا)۔ اس کی موت بھی سلامتی در آغوش تھی۔ اور حیاتِ اخروی میں بھی اس کے لئے سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

زکریا اسی قسم کا بچہ چاہتا تھا۔

۱۰ اے رسول! اب تو اس کتاب (قرآن) میں لوگوں سے مریم کا قصہ بیان کر اور سلسلۂ کلام کا آغاز اس وقت سے کر جب وہ خانقاہیت کی زندگی کو چھوڑ کر (اپنے گاؤں ناصرہ میں) چلی گئی تھی جو (وہاں سے) مشرق کی سمت واقع تھا۔

۱۷ (خانقاہیت کی زندگی اور وہاں کے ناخوش آیند واقعات نے اس کے دل پر ایسا اثر چھوڑا تھا

قَالَتْ إِنِّیٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾
قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِی غُلَٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ
ءَایَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِۦ مَكَانًا قَصِیًّا ﴿۲۲﴾

کہ وہ) وہاں بھی لوگوں سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ ہم نے (ان اثرات کو مٹانے کے لئے' اسے زندگی کے خوشگوار پہلوؤں کے متعلق) تقویت بخش اشارہ کیا (جو اس کے خواب میں) ایک اچھے بھلے انسان کی شکل میں سامنے آیا۔

۱۸ (مریم اسے دیکھ کر گھبرائی اور اس سے) کہا کہ اگر تو خدا کے قانون کا احترام کرتا ہے' تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ میں آجانا چاہتی ہوں۔

۱۹ اس نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں تو تیرے نشوونما دینے والے کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں (۳۳/۴۴)۔ اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ تجھے نہایت عمدہ نشوونما یافتہ بچہ عطا کریگا۔

۲۰ اس پر مریم نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب تک میں ہیکل میں رہی' پاک باز راہبہ کی زندگی بسر کی۔ وہاں کسی انسان نے مجھے چھوا تک نہیں۔ وہاں سے نکلی ہوں تو میں نے شادی نہیں کی کیونکہ یہ چیز ضابطۂ خانقاہیت کے خلاف ہے۔ (۳۳/۴۶ ؛ ۱۹/۲۸)۔

۲۱ اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ قانونِ تخلیق کے مطابق ہی ہوگا (۳۳/۴۶)۔ یہ اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں (کہ جو موانعات تیرے ذہن میں ہیں' اور تمہیں اس طرح پریشان کر رہے ہیں' انہیں دور کر دے ۱۹/۹)۔ خدا نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ بچہ عام بچوں جیسا نہیں ہوگا۔ وہ ہماری طرف سے' لوگوں کے لئے' موجبِ رحمت اور حق و باطل کے پرکھنے کی نشانی ہوگا۔ (جو شخص اس کی نبوت پر ایمان لائے گا' وہ حق پر سمجھا جائے گا۔ جو اس سے انکار کرے گا' وہ باطل پر ہوگا)۔ اور یہ بات طے شدہ ہے (کہ وہ بچہ ہمارا پیغمبر بنے گا (۳۳/۴۷)۔

۲۲ (چنانچہ رفتہ رفتہ وہ موانع دور ہوتے گئے۔ ادھر مریم کے دل سے خانقاہیت کی غلط رسم کی خلاف ورزی کا خوف دور ہو گیا۔ اُدھر ایک شخص' ہیکل کے احبار و رہبان کی تنبیہ و تخویف کے باوجود' مریم کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو گیا)۔ مریم کو ہونے والے بچے کا حمل قرار پا گیا۔ اس پر ان دونوں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ گاؤں سے کہیں دور چلے جائیں (تاکہ بچے کی ولادت کسی ایسی جگہ ہو جہاں ان کی جان پہچان کا کوئی نہ ہو' اور یوں وہ' احبار و رہبان کے طعن و تشنیع کے نشتروں سے محفوظ رہیں)۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ
تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾
فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْۤ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ
الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۚ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ

---

۲۳ وضع حمل کا وقت آیا تو دردِ زہ کا اضطراب مریم کو ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا۔ (آئین خانقاہیت کے خلاف متاہل زندگی۔ پہلے بچے کی ولادت۔ پردیس کا معاملہ۔ بے سرو سامانی کا یہ عالم کہ سر پر چھت تک بھی نہیں۔ مریم گھبرا گئی۔ اور کہنے لگی کہ) اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو چکی ہوتی!

۲۴ (اس کرب و یاس کے عالم میں اُسے اُس مقام کے) نشیب کی طرف سے آواز آئی کہ اے مریم! گھبراؤ نہیں۔ اس طرف ایک (خوشگوار) پانی کی ندی ہے۔ (اور اوپر کھجور کے درخت میں پکی ہوئی کھجوروں کے خوشے لٹک رہے ہیں)

۲۵ تو اس پیڑ کی شاخ کو زور سے ہلا۔ تازہ اور پکی ہوئی کھجوریں تیرے قریب جھڑ پڑیں گی۔

۲۶ تو ان تازہ کھجوروں کو کھا۔ ندی کا ٹھنڈا پانی پی (پھر بچے کے نظارے سے) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ (باقی رہا تیرا یہ اضطراب کہ لوگوں کی باتوں کا کیا جواب دوں گی تو تم منت کا روزہ رکھ لینا) اور اگر کوئی آدمی تجھ سے کچھ پوچھے تو اشارہ سے کہدینا کہ میں نے خدائے رحمٰن کے لئے اپنے اوپر روزہ واجب کر رکھا ہے اس لئے میں آج کسی شخص سے بات چیت نہیں کر سکتی۔

۲۷ (اس طرح عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔ میاں بیوی اس بچے کو لے کر کسی دُور مقام میں جا بسے۔ وہ بڑا ہوا۔ شرفِ نبوت سے سرفراز کیا گیا تو اس کی والدہ اسے ساتھ لے کر اپنے وطن میں واپس آئی۔ (ایک تو لوگوں کے نزدیک مریم کی یہ حرکت ہی کچھ کم قابلِ اعتراض نہ تھی کہ اس نے راہبہ بن جانے کے بعد ہیکل کے ضابطہ کے خلاف اس طرح متاہل زندگی بسر کرنی شروع کر دی تھی۔ اس پر عیسیٰؑ کی طرف سے احبار و رہبان کی خود ساختہ شریعت اور ان کی سیرت و کردار کے خلاف سختی سے نکتہ چینی ہوتی تھی)۔ چنانچہ وہ لوگ مریم سے کہتے کہ تم نے پہلے خود بھی عجیب و غریب حرکت کی اور اس کے بعد اس قسم کا انوکھا بیٹا لے کر آگئی!

۲۸ وہ اُس سے کہتے کہ اے اُختِ ہارون! نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا۔ نہ ہی تیری ماں نے کبھی

سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۖ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

ہیکل کے قوانین وضوابط سے سرکشی اختیار کی تھی۔ (تم تو ایک شریف' مذہب پرست' پابند شریعت گھرانے کی لڑکی تھیں۔ تم نے یہ کیا کیا' اور اپنے بیٹے کو کس قسم کی تعلیم دلائی؟)۔

۲۹ اس کے جواب میں وہ خود کچھ نہ کہتی بلکہ عیسیٰؑ کی طرف اشارہ کر دیتی کہ اپنی بات کا جواب اس سے لو۔ (بوڑھے احبار و رہبان' اپنی پیشوائیت کے گھمنڈ میں' نہایت نخوت و تکبر سے کہتے کہ) کیا ہم اس سے بات کریں جو ابھی کل تک جھولا جھولتا تھا!

۳۰ اس پر عیسیٰؑ ان سے کہتے کہ (یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے کہ چونکہ تم عمر میں بڑے ہو اس لئے تمہاری ہر بات کو سند تسلیم کر لیا جائے' اور میں عمر میں چھوٹا ہوں اس لئے تم مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہ کرو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اسے بگوش ہوش سنو) میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور منصب نبوّت پر سرفراز فرمایا ہے۔

۳۱ اس نے مجھے' زندگی کے ہر گوشے میں بابرکت بنایا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں (تمہاری خودساختہ شریعت کی جگہ) صلوٰۃ و زکوٰۃ کا صحیح نظام قائم کروں۔ اور عمر بھر میرا یہی شعار ہے۔

۳۲ (تم میری والدہ کے خلاف اس طرح زبان درازی کرتے ہو؟ اس نے جو کچھ کیا ہے خدا کی سچی شریعت کے عین مطابق کیا ہے۔ اس لئے) میں اُس سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آؤنگا۔ میں (معاذ اللہ) ایسا شقی و بدبخت نہیں کہ (تمہارے پیچھے لگ کر ایک بے گناہ خاتون سے سختی سے پیش آؤں)۔

۳۳ (تم میری پیدائش کو بھی قابلِ اعتراض قرار دیتے ہو' یہ تمہاری خودساختہ شریعت کا فیصلہ ہے۔ میں جس خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں' اس کے نزدیک) میری پیدائش بھی سلامتی کی مظہر ہے۔ میری ساری زندگی' آخری دم تک سلامتی کی حامل ہوگی۔ اور حیاتِ اخروی میں بھی میں امن و سلامتی میں ہونگا۔

۳۴ یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم کی صحیح صحیح سرگذشت جس کے بارے میں یہ لوگ اس قدر اختلاف

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

کر رہے ہیں (کہ ایک گروہ 'یہود' اگر تفریط کی طرف اس کی پیدائش تک کو قابلِ اعتراض ٹھیرا رہا ہے' تو دوسرا گروہ 'عیسائی' افراط کی طرف اسے خدا کا بیٹا قرار دے رہا ہے)۔

۳۵ یہ بات خدا کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے (تاکہ وہ کاروبارِ خداوندی میں اس کا ہاتھ بٹائے)۔ وہ اس سے بہت بلند ہے۔ اس کی قوتوں کا تو یہ عالم ہے کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے' تو وہ حکم کرتا ہے کہ 'ہوجا' اور وہ ہوجاتا ہے۔ (اُسے اپنے ارادے اور احکام کو بروئے کار لانے کے لئے کسی مددگار کی ضرورت نہیں پڑتی)۔

۳۶ (باقی رہا ان کا یہ عقیدہ کہ مسیح خود خدا تھا' تو اس کی تردید کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے کہ خود مسیحؑ کی دعوت یہ تھی کہ) میرا اور تمہارا' سب کا نشوونما دینے والا' اللہ ہے۔ سو تم سب اس کی محکومیت اختیار کرو۔ یہ ہے زندگی کی صحیح' سیدھی اور متوازن راہ (۵۱/۳)۔

۳۷ اُس کی تعلیم تو یہ تھی' لیکن اُس کے بعد (اس کے متبعین میں سے) مختلف فرقے' آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ سو جن لوگوں نے فی اصل حقیقت سے انکار کیا ہے' ان پر بجد افسوس ہے۔ اُن کی اُس دن کیا حالت ہوگی جب حقیقتِ حال مشہود ہو کر سامنے آجائے گی۔ وہ وقت ان کے لئے بڑا ہی سخت ہوگا۔

۳۸ (آج تو یہ لوگ 'خدا کے ایک رسول کو خود خدا' یا اس کا بیٹا' بنا کر' اس قدر ظلم کر رہے ہیں' اور حقیقت سے آنکھیں بند کئے' غلط راستے پر چلے جا رہے ہیں' لیکن اعمال کے ظہورِ نتائج کے دن یہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اُس وقت اِن کے کان کیسے سننے والے اور ان کی آنکھیں کیسی دیکھنے والی بن جائیں گی!

(۵۰/۲۲)۔

۳۹ (اے رسول!) تم انہیں' اُس آنے والے وقت سے خبردار کر دو۔ وہ کس قدر پچھتاوے کا دن ہوگا جب تمام معاملات کے فیصلے ہوجائیں گے۔ اِس وقت یہ لوگ اپنے مآل کی طرف سے بالکل غافل ہیں' اسلئے اس بات کا یقین نہیں کرتے۔

۴۰ (اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی حکومت اور سلطنت کے نشے میں بدمست ہیں۔ لیکن انہیں

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ
وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ
لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ
الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

معلوم ہونا چاہیئے کہ) زمین اور جو کچھ اس پر ہے —— وہ انسان ہوں یا دیگر مخلوق —— اس سب کے مالک ہم ہیں۔ اور تمام امور ہمارے قانونِ مکافات کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اس کے باہر نہیں رہ سکتے۔ (حکومت اور سلطنت بھی اُسی قانون کے مطابق ملتی اور چھنتی ہے۔ ۲۱/۱۰۵)

۴۱ (اے رسول!) اب تو اس کتاب (قرآن) میں ابراہیمؑ کی سرگزشت بیان کر۔ یقیناً وہ سچائی کا مجسمہ اور خدا کا نبی تھا۔

۴۲ (اس سرگزشت کا آغاز اُس وقت سے کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ تو نے ایک ایسی چیز کی پرستش کیوں اختیار کر رکھی ہے جو نہ سُن سکتی ہے نہ دیکھ سکتی ہے۔ اور نہ ہی تیرے کسی کام آسکتی ہے!

۴۳ اس نے کہا تھا کہ اے میرے باپ! حقیقت یہ ہے کہ مجھے علم کی ایک ایسی روشنی مل گئی ہے جس سے تو محروم ہے۔ لہٰذا (تو اس خیال کو چھوڑ دے کہ بیٹے کو باپ کے پیچھے چلنا چاہیئے) باپ کو بیٹے کے پیچھے نہیں چلنا چاہیئے۔ باپ ہو یا بیٹا، ہر ایک کو صداقت کے پیچھے چلنا چاہیئے۔ اور چونکہ میں حق و صداقت پر ہوں اس لئے تمہیں میرا اتباع کرنا چاہیئے۔ میں تمہیں زندگی کی وہ راہ دکھا دوں گا جو تمہیں سیدھی منزلِ مقصود تک پہنچا دے گی۔

۴۴ اے میرے باپ! تو ان غیر خدائی سرکش قوتوں کی اطاعت کیوں کرتا ہے جنہوں نے خدائے رحمٰن سے بغاوت اختیار کر رکھی ہے؟

۴۵ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھ پر خدا کی طرف سے کوئی عذاب آجائے اور تو بھی ان سرکشوں کا ساتھی بن کر خدا کی رحمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جائے۔

۴۶ (ابراہیمؑ کا باپ یہ کچھ سن رہا تھا اور غصے سے اس کا خون کھول رہا تھا۔ بالآخر) اس نے کہا کہ اے ابراہیمؑ! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ (کیا تو اپنے آبائی مذہب و مسلک سے برگشتہ ہو گیا ہے؟) اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو یاد رکھ! میں تجھے دھتکار دوں گا۔ (اور

وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ
اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ

۳ ع ۱۰ ۶

اِس طرح تو' ان تمام مناصب واملاک سے جو تجھے مجھ سے ورثہ میں ملنے والی ہیں' محروم رہ جائے گا۔ اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا۔ اور اُس وقت تک میرے سامنے نہ آ (جب تک تو اپنے ان خیالات سے باز نہ آجائے)۔

۴۷ ابراہیمؑ نے (اس سخت کلامی کا جواب نہایت نرمی سے دیا اور کہا کہ) خدا آپ کو (صحیح راستے کی طرف ہدایت کر کے) امن و سلامتی میں رکھے۔ میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا رہوں گا کہ وہ آپکو (ایمان عطا کر کے' کفر کی تباہیوں سے) محفوظ رکھے۔ وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میرے حال پر اس کی عنایات بے پایاں ہیں۔

۴۸ (باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ یا میں حق کی بات کہنا چھوڑ دوں یا آپ سے الگ ہو جاؤں' تو میرے لئے اس میں سوچنے کی بات ہی کچھ نہیں۔ میں حق کی دعوت کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ اس لئے) میں آپ سب کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اور انہیں بھی جنہیں آپ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ میں صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر (زندگی اور اس کی کامرانیوں سے) محروم نہیں رہوں گا۔ (لہٰذا' مجھے آپ کی اس دھمکی کی بھی کچھ پرواہ نہیں کہ اس طرح میں ان مناصب واملاک سے محروم کر دیا جاؤں گا جن کا میں وارث بننے والا تھا ۱۹/۴۶)۔

۴۹ چنانچہ وہ اپنے اہلِ خاندان کو' اور ان کے معبودوں کو چھوڑ کر الگ ہو گیا (اور شام کے علاقے میں جا بسا۔ وہاں) ہم نے اسے اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور (اس کے بعد) یعقوبؑ جیسا پوتا عطا کیا۔ اور ان سب کو ہم نے شرفِ نبوت سے سرفراز کیا۔

۵۰ اور انہیں اپنے ہاں سے زندگی کی تمام نعمتیں عطا کیں۔ اور ان کی زبانوں سے ایسی صدائیں بلند کرائیں جو صداقتوں اور رفعتوں کی علمبردار تھیں۔ (اور جن کی بدولت خود ان کا نام بھی دنیا میں روشن اور بلند ہے)۔

۵۱ (اسی طرح' اے رسول!) تو اس کتاب (قرآن) میں' موسٰےؑ کی سرگذشت بیان کر

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

وہ بڑا مخلص انسان اور ہمارا فرستادہ نبی تھا۔

۵۲ اور ہم نے اُسے کوہ طور کی دائیں جانب سے پکارا' اور وحی کے سربستہ راز بتانے کے لئے اپنے قریب کرلیا۔

۵۳ اور اسے اپنی عنایت سے' ہارونؑ جیسا بھائی عطا فرمایا جو خود بھی نبی تھا۔

۵۴ (اسی طرح) قرآن میں' اسمٰعیلؑ کی سرگذشت بیان کر (جو سلسلۂ بنی اسرائیل سے الگ' دوسری شاخِ ابراہیمیؑ کا مورث تھا)۔ وہ اپنے قول کا سچا' اور ہمارا بھیجا ہوا نبی تھا۔

۵۵ وہ اپنے ساتھیوں کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی تلقین کرتا تھا (کہ یہی نظام خداوندی کے ستون ہیں)۔ اور وہ اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین سے یکسر ہم آہنگ تھا۔

۵۶ (اسی طرح' اے رسول!) تو قرآن میں ادریسؑ کی سرگذشت بیان کر۔ وہ بھی بڑا سچا نبی تھا۔

۵۷ اور ہم نے اسے بہت بلند مرتبہ عطا کیا تھا (۶۸ / ۴)۔

۵۸ یہ سب زمرۂ انبیاء میں شامل ہیں۔ انہیں خدا نے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا۔ یہ سب نسلِ آدم سے (یعنی انسان) تھے۔ اور اُن لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کرایا تھا۔ اور ابراہیمؑ اور اسرائیل (یعنی یعقوبؑ) کی نسل سے۔ انہیں ہم نے صحیح راہ نمائی عطا کی تھی اور (منصبِ نبوت کے لئے) چن لیا تھا۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کے سامنے قوانینِ خداوندی آتے تو وہ' دل کے پورے گداز کے ساتھ (علیٰ وجہ البصیرت ۲۵ / ۷۳) ان کے سامنے جھک جاتے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾

۵۹ (یہ لوگ تو ان خصوصیات کے حامل تھے۔ لیکن) ان کے بعد ایسے ناخلف اُن کے جانشین ہوئے کہ انہوں نے نظامِ صلوٰۃ کو ضائع کر دیا یعنی (قوانینِ خداوندی کے اتباع کے بجائے) اپنے اپنے مفاد اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ (اب ان کے لئے پھر ایک موقعہ آیا ہے۔ اگر انہوں نے اسے بھی کھو دیا تو یہ بہت جلد اپنی) ہلاکت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ لیں گے۔

۶۰ لیکن ان میں سے جو لوگ اپنی غلط روش سے ہٹ کر اس ضابطۂ خداوندی پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے بتلائے ہوئے صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے جس سے انسانیت کے بگڑے ہوئے کام سنور جائیں گے، تو وہ اِس دنیا میں بھی جنتی معاشرہ میں داخل ہو جائیں گے اور بعد کی زندگی میں بھی۔ اور ان کے اعمال کے بدلے میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

۶۱ اِس دنیا کا جنتی معاشرہ (اس پروگرام کے ابتدائی مراحل میں) نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے (غیب)۔ اور جہاں تک اُخروی جنت کا تعلق ہے، وہ اِس دنیاوی زندگی میں سامنے آ نہیں سکتی لیکن اس بات کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کر رکھا ہے (کہ ایمان و اعمالِ صالحہ کا لازمی نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں جنتی زندگی ہے) اور خدا کے وعدے کے متعلق تو یوں سمجھئے جیسے وہ وقوع میں آ ہی گیا۔ یعنی ایسا یقینی کہ اس کے واقع ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

۶۲ اس معاشرہ میں کوئی ناشائستہ بات، کسی قسم کا بے مقصد شور و شغب یا بے نتیجہ ہنگامہ آرائی نہیں ہو گی۔ اس میں ہر بات انسانی ذات کی تکمیل کا ذریعہ اور انسانیت کے لئے موجبِ امن و سلامتی ہو گی۔ اور ہر ایک کو سامانِ نشوونما مسلسل اور متواتر ملتا رہے گا۔

۶۳ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُسے بناتے ہیں، جو ہمارے قوانین کی نگہداشت کر کے زندگی کی تباہیوں سے بچ جائے۔

۶۴ (اس قسم کے لوگوں پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو ان تک ان کے اعمال کے نتائج کی

خوشخبریاں پہنچاتے ہیں۔ (۱۹/۶۴)۔ اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہارے نشو ونما دینے والے کے حکم کے مطابق نازل ہوتے ہیں۔ جو کچھ ہمارے سامنے ہے۔ اور جو کچھ ہم نے پیچھے چھوڑا ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (یعنی ماضی۔ حال اور مستقبل میں جو کچھ تم نے کیا ہے سب نوشتۂ خداوندی میں محفوظ ہے)۔ اس میں کسی قسم کی فروگذاشت کا امکان نہیں۔

۶۵ (اے رسول! یہ اُس خدا کا قانونِ مکافات ہے جو) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کا' اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا نشوونما دینے والا ہے۔ اسی کو حق پہنچتا ہے کہ اس کی محکومیت اختیار کی جائے) لہذا۔ تو بھی اس کی محکومیت اختیار کر' اور اس پر ثبات اور استقامت سے جما رہ۔ کیا تیرے علم میں کوئی اور بھی ہے جو اُس جیسا ہو؟ (قطعاً نہیں۔ اس کا مثیل و نظیر کوئی نہیں)۔

۶۶ (ذرا اس پر غور کرو کہ قانونِ مکافات سے جی چرانے والا) انسان یہ کہتا ہے کہ کیا' جب میں مر جاؤں گا تو پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا؟

۶۷ کیا اُسے یہ بات یاد نہیں رہتی کہ ہم اُسے' اس سے قبل پیدا کر چکے ہیں درآنحالیکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ (سو جو خدا' انسان کو عدم سے وجود میں لا سکتا ہے' اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اسے' اس کی طبیعی موت کے بعد حیات نو عطا کر دے!)۔

۶۸ (حیاتِ آخرت سے انکار' درحقیقت' خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل سے انکار پر مبنی ہوتا ہے۔ اس سے' ان لوگوں کے دل میں یہ زعم باطل پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم جو جی میں آئے کرتے رہیں' ہم پر گرفت کرنے والا کوئی نہیں۔ سو اے رسول! تو ان لوگوں سے کہدے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا عذاب تو ایکطرف' تم اسی دنیا میں دیکھ لوگے کہ خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت کیسی سخت ہوتی ہے)۔ ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ہم انہیں اور ان کے باغی سرغنوں کو گھیر کر (جنگ کے میدانوں میں) اکٹھا کریں گے اور انہیں گھٹنوں کے بل جھکاتے ہوئے' ذلت و خواری کے جہنم کے گرد لا کھڑا کریں گے (۵۴/۴۸)۔ (اسکے بعد' انکی یہی حالت اُخروی زندگی میں بھی ہوگی)۔

۶۹ پھر ان کی مختلف پارٹیوں کے سرغنوں کو' جو خدائے رحمٰن کے نظام کی مخالفت میں سب سے

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿٧٥﴾

زیادہ متشدد تھے' باقیوں سے الگ کرلیا جائے گا۔

۷۰ ہم خوب جانتے ہیں کہ ان میں سے کون کون' عذاب جہنم کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

۷۱ (لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جہنم میں صرف ان کے سرغنے ہی جائیں گے۔ ان سے کہدو کہ) تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کے عذاب سے بچ جائے گا۔ (یہ سب مجرم ہیں' اس لئے ان سب کو وہاں ہانک کرلایا جائے گا۔ ۱۹/۸۶ ؛ ۲۱/۹۹)۔ یہ بات' تیرے نشوونما دینے والے کے قانونِ مکافات کی رُو سے طے پاچکی ہے۔

۷۲ البتہ متقیوں کو اس سے محفوظ رکھا جائے گا۔ (وہ اس سے اتنی دور رہیں گے کہ اس کی آواز تک بھی ان کے کانوں میں نہیں آئے گی۔ ۲۱/۱۰۱)۔ اور وہ لوگ جو اس وقت قوانینِ خداوندی سے سرکشی برت رہے ہیں' اس میں ذلت وخواری کی زندگی بسر کریں گے۔ (اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

۷۳ ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قرآنی احکام وقوانین پیش کئے جاتے ہیں تو یہ جماعتِ مومنین سے کہتے ہیں کہ تم یہ بتاؤ کہ ہم دونوں پارٹیوں میں سے کونسی ایسی ہے جس کی پوزیشن اعلیٰ اور جس کی محفل زیادہ آراستہ پیراستہ ہے۔ (بس اسی سے سمجھ لو کہ کون صحیح راستے پر ہے اور کون غلط راہ پر!)۔

۷۴ (اس میں شبہ نہیں کہ نظامِ خداوندی کے قیام کے ابتدائی مراحل میں جماعتِ مومنین کی حالت کمزور ہے اور مخالفین کے پاس دولت وثروت زیادہ ہے۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں کہ) ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو تباہ کرچکے ہیں جو ان سے کہیں بہتر ساز وسامان رکھتی تھیں اور انکی نمود ونمائش بھی ان سے کہیں زیادہ تھی۔

۷۵ ان سے کہدو کہ (یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت تمہارے پاس قوت اور دولت زیادہ ہے' لیکن

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ﴿٧٦﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

خدا کا قانون یہ ہے کہ) جو لوگ غلط راستہ اختیار کرتے ہیں (انہیں فوراً نہیں پکڑ لیا جاتا)۔ انہیں مہلت دی جاتی ہے' حتیٰ کہ وہ اس تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں جس کی بابت ان سے کہا جاتا تھا ——— پہلے ہلکی سی سزا (تاکہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔ اور اگر وہ اس پر بھی باز نہ آئیں تو) پھر انقلاب کا ہلاکت انگیز عذاب۔

(اسی قانون کے مطابق یہ مخالفین بھی) عنقریب جان لیں گے کہ کس کی پوزیشن بدتر ہے اور کس کا جتھہ کمزور!

۷۶ (ان کے برعکس) جو لوگ صحیح روش زندگی اختیار کرتے ہیں' خدا کا قانونِ ہدایت' ان پر فلاح وکامرانی کی) راہیں اور کشادہ کئے چلا جاتا ہے۔ (اس حقیقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ) ناقابلِ تغیر اور باقی رہنے والا اسا بانِ حیات وہی ہے جس سے' خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق' انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس نظام کے قیام و استحکام میں جو کچھ صرف کیا جاتا ہے' یہ اس کا بہترین بدلہ ہوتا ہے' اور انجام کار یہی سب سے زیادہ نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔ (اس لئے انسان کی نگاہ' مفادِ عاجلہ کی بجائے' ہمیشہ کاروبارِ حیات کے انجام کی منفعت پر رہنی چاہیئے)۔

۷۷ اس اصولِ زندگی سے انکار کرنے والے کو (جب مفادِ عاجلہ حاصل ہوجاتے ہیں تو وہ) اس فریب میں مبتلا رہتا ہے کہ اسے مال و دولت بھی فراواں ملتا رہے گا اور اس کی اولاد (اور جتھہ) کی بھی کثرت ہوگی (اور اس کی یہ حالت ہمیشہ ایسے ہی رہے گی)۔

۷۸ (اس سے پوچھو کہ) کیا اُسے' اس باب میں کہیں سے غیب کا علم حاصل ہوگیا ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی اقرار نامہ لکھوا رکھا ہے۔

۷۹ (یاد رکھو!) یہ جو کچھ کہتا' یا سمجھتا ہے' بالکل غلط ہے۔ ہم اس کی ایک ایک بات کو لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس وقت' اس کی مُہلت کی رسّی کو دراز کئے جارہے ہیں۔

۸۰ (جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہوجائے گا تو یہ دیکھ لے گا کہ جس مال اور اولاد کے زعم پر یہ اس طرح بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا ہے) اس کے ہم ہی وارث ہوں گے۔ اور وہ ہمارے سامنے بالکل تنہا آئے گا۔ (یعنی اس کی تمام اضافی چیزیں موت کے ساتھ ختم ہوجائیں گی اور جیسا کچھ وہ اعمال کی بدولت

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَّا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾

بن چکا ہے' وہ ہمارے سامنے آجائے گا. جو کچھ اس کا ہے' پیچھے رہ جائے گا. اور جو کچھ وہ خود ہے' اگلی دنیا میں آجائے گا- (۱۹/۹۵ ؛ ۶/۹۵)-

۸۱ اور ان لوگوں نے 'خدا کے سوا' اوروں کو بھی صاحب اقتدار تسلیم کر رکھا ہے تاکہ وہ ان کے لئے تقویت کا موجب بنیں-

۸۲ (ان سے کہدو کہ ان کا یہ خیال بھی خام ہے)- جن کی یہ (اس خیال سے) محکومیت اختیار کئے ہیں' وقت آنے پر' وہ ان کی اطاعت گزاری ہی سے انکار کر دیں گے اور (ان کے لئے موجب تقویت ہونے کے بجائے' الٹے) ان کے مخالف ہو جائیں گے-

۸۳ اصل یہ ہے کہ ان کی مفاد پرستیوں کے جذبات' اور ان کے سرغنے' ان کے اعصاب پر بری طرح سوار ہو چکے ہیں' اور انہیں' اس نظامِ حق و صداقت کی مخالفت پر اُکساتے رہتے ہیں-

۸۴ (سو ان کی تباہی میں جو دیر ہو رہی ہے' تو) اس باب میں تو جلدی نہ کر: یہ صرف اس لئے ہے کہ ہم (اپنے قانون مُہلت کے مطابق) ان کے دن گن رہے ہیں-

۸۵ (وہ وقت عنقریب آنے والا ہے) جب ہم متقیوں کو' اپنے ہاں' عزت و رفعت' اور حصول عطایا و نوازشات کے لئے' نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ جمع کریں گے.

۸۶ اور مجرمین کو اس طرح جہنم کی طرف ہنکائیں گے' جس طرح پیاسے جانوروں کو گھاٹ کی طرف ہنکایا جاتا ہے- (ہنکایا کیا جاتا ہے' ان کی تپشِ دروں انہیں خود کشاں کشاں اس کی طرف لے جاتی ہے ؛)-

۸۷ اس دن کوئی کسی کے ساتھ کھڑا نہیں ہوگا' سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے' اپنے آپ کو خدائے رحمٰن کے قانون کے سررشتہ سے باندھ رکھا ہے (اور اس طرح' ایک دوسرے کے رفیق دیاور بن گئے ہیں)-

۸۸ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن نے (مسیح ابن مریم کو) اپنا بیٹا بنا رکھا ہے (اور وہ ہمارے گناہوں کو بخشوا دے گا)-

۸۹ (ان سے کہو کہ) یہ کس قدر خطرناک بات ہے جو تم نے گھڑ رکھی ہے!

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

---

۹۰ ایسی خطرناک بات کہ جس سے آسمان پھٹ پڑے۔ زمین کا سینہ شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دھماکے سے گر پڑیں! (۴۲/۵)۔

۹۱ ذرا غور تو کرو کہ یہ کہتے کیا ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ خدا کا ایک بیٹا بھی ہے (الامان والحفیظ)۔

۹۲ یہ بات ہرگز ہرگز خدا کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے لئے بیٹا بنائے۔

۹۳ (اسے اپنی امداد کے لئے کسی کو بیٹا بنانے کی ضرورت کیا ہے جبکہ اس کے اقتدار کا عالم یہ ہے کہ) کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالے اسکے حضور سر جھکائے کھڑی نہ ہو۔

۹۴ اس کے محیطِ کُل اقتدار نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے۔ (کوئی شے اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر نہیں رہ سکتی)۔ اور اس کے قانونِ مکافات نے ایک ایک کا شمار کر رکھا ہے۔

۹۵ (جیسا کہ ۱۹/۱۴ میں کہا جا چکا ہے)۔ اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت سب اُس کے سامنے تن تنہا آئیں گے (کوئی کسی کے ساتھ نہیں ہوگا۔ اور ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ (انسان کی ذات کی انفرادیت کا تو تقاضا ہی یہ ہے کہ نہ کوئی کسی دوسرے کے اعمال کی سزا بھگتے۔ نہ کسی کے اعمال کسی اور کے کام آسکیں۔ نہ ہی کوئی اضافی شے اس کا ساتھ دے سکے۔ ۶/۹۵)

۹۶ (اے رسول!) جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کے مطابق صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہیں۔ (اس وقت تو یہ عالم ہے کہ ساری دُنیا اُن کی مخالفت پر تلی بیٹھی ہے) لیکن وہ وقت دُور نہیں جب خدائے رحمٰن لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے محبت کا جذبہ پیدا کر دے گا۔ (اور وہ فوج در فوج اِن کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ ۲/۱۱۰)۔

۹۷ (یہ سب اِس قرآن پر عمل کرنے سے ہوگا جسے) ہم نے تیری زبان میں (سمجھنے کے لئے) بڑا آسان کر دیا ہے۔ تو اس کے ذریعے جماعتِ مومنین کو ان کے حسنِ عمل کے خوشگوار نتائج کی

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

بشارت دیدے' اور جو لوگ سچائی کے مقابلہ میں ہٹ اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں' انہیں' ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کردے۔

۹۸ (اور ان سے کہدے کہ) ان سے پہلے' ہمارے قانون مکافات کے مطابق' کتنی قومیں تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ کیا ان میں سے تمہیں کوئی بھی دکھائی دیتی ہے؟ یا ان کی بھنک تک بھی تمہارے کان میں پڑتی ہے؟

(اگر تم نے بھی اس نظام کو قبول نہ کیا اور اپنی غلط روش پر اڑے رہے' تو جو حشر ان کا ہوا تھا' وہی تمہارا ہو گا)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰہٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴿۲﴾ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۳﴾ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ﴿۴﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ﴿۵﴾ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ﴿۶﴾

---

۱ اے مخاطب (رسول!)

۲ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھ پر زندگی بارگراں بن جائے اور تو سعادتوں سے محروم رہ جائے۔ (یہ تو زندگی کی کامرانیاں اور خوشگواریاں عطا کرنے کا ضابطہ ہے۔ (۲۰/۱۱۸ : ۲۰/۱۲۳-۱۲۴)۔ اس انقلابی پروگرام کے ابتدائی مراحل ضرور دشوار گزار ہیں لیکن اس کے بعد کامیابی تمہارے ہی حصے میں آئے گی۔ ۹۴/۱-۲)۔

۳ اس کے نازل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ جو شخص ڈرتا ہو کہ وہ کہیں زندگی کی شادابیوں سے محروم نہ رہ جائے یہ اس کے لئے اقبال مندیوں اور سرفرازیوں کا موجب بنے۔

۴ یہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے کائنات کی پستیوں اور بلند ترین پہنائیوں کو پیدا کیا ہے (اور ان میں اس کا قانون اس حسن و خوبی سے کارفرما ہے)۔

۵ **۶** وہ خدا جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کا پورا کنٹرول ہے — بلند ترین پہنائیوں سے لے کر پست ترین گہرائیوں تک — اور یہ تمام محیر العقول کارگہ اس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے مصروف تگ و تاز ہے۔

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ﴿٧﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴿٨﴾ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿٩﴾ إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَىٰ ﴿١١﴾ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾

(اور یہ سارا کنٹرول اس لئے ہے کہ ہر شے کو سامانِ نشو و نما ملتا رہے (۱/۲) اور ہر عمل کا صحیح صحیح نتیجہ مرتب ہوتا رہے (۴۵/۲۴))۔

۷ (جب اس کے قانونِ مکافات کی کارفرمائی کا یہ عالم ہے کہ یہ تمام سلسلۂ کائنات اسی کیلئے گرمِ عمل ہے' تو اس کے نزدیک یکساں ہے کہ) تو کوئی بات پکار کر کہے (یا چپکے سے)۔ وہ تو تمہارے ہر بھید' بلکہ بھید سے بھی زیادہ مخفی شے (نیت اور ارادہ) تک سے بھی واقف ہے۔

۸ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں تمام اقتدار اور اختیار اسی کا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور صاحبِ اقتدار ہستی نہیں۔ اس کی تمام صفات (جو قرآن میں مذکور ہیں) انتہائی حسنِ توازن کے ساتھ اُس کی ذات کے مختلف پرتو ہیں۔

۹ (اس حقیقتِ کبریٰ کو جاننے کے لیے کہ' خدا کے ضابطۂ قوانین پر عمل پیرا ہونے سے کس طرح' ابتدائی دشوار گزار مراحل کے بعد' بالآخر کامیابیاں اور کامرانیاں نصیب ہوجاتی ہیں') تمہیں موسیٰؑ کی سرگزشت اپنے سامنے رکھنی چاہیئے۔

۱۰ (اس داستان کا آغاز ہم اس مقام سے کرتے ہیں) جب اُس نے (دُور سے) آگ دیکھی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو میں جاتا ہوں۔ ممکن ہے میں وہاں سے تمہارے لئے ایک انگارا لے آؤں۔ یا (کم از کم) الاؤ پر کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ہمیں (اس اندھیری رات میں) راستے کا پتہ نشان بتا سکے۔

(تنہا عقلِ انسانی' وحی کی مدد کے بغیر' اس طرح' قیاسات سے نشانِ راہ تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے)۔

۱۱ جب موسیٰؑ آگ کے قریب پہنچا تو ایک آواز آئی کہ' اے موسیٰؑ!

۱۲ میں تیرا نشو و نما دینے والا ہوں۔ تو اب اُس مقام تک آ پہنچا ہے جہاں تیرے لئے عقل کے تجرباتی اور قیاسی طریق سے نتائج تک پہنچنے کی طول طویل مسافتیں لپیٹ دی گئی ہیں' اور اس کی جگہ وحی کا مقدس راستہ کھول دیا گیا ہے جہاں حقائق از خود منکشف ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ لہٰذا' تو اب' اُس لمبے سفر کے ساز و سامان کو الگ رکھ کر' اطمینان سے بیٹھ جا۔

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ

وہ دور ختم ہوگیا۔ (۴۹/۱۶)۔

۱۳ میں نے تجھے ایک عظیم مقصد کے لئے منتخب کیا ہے۔ سو جو بات تجھے اس وحی کے ذریعہ بتائی جاتی ہے اُسے دل کے کانوں سے سُن۔ (۲۰/۴۱)

۱۴ اس وحی کا اوّلیں پیغام یہ ہے کہ خدا میں ہی ہوں۔ میرے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار واختیار نہیں۔ اس لئے تو صرف میری محکومیت اختیار کر۔ اور میرے قانون اور نظام کو غالب کرنے کے لئے صلوٰۃ کا نظام قائم کر۔

۱۵ (اس حقیقت کو یاد رکھ کہ تیرے ہاتھوں ایک) انقلاب عظیم رونما ہونے والا ہے۔ ہمارا پروگرام یہ ہے کہ وہ انقلاب، جو اس وقت تک نگاہوں سے پوشیدہ تھا، اب نکھر کر سامنے آجائے۔ یہ انقلاب اس لئے آئے گا تاکہ ہر شخص کو اس کی محنت کا پورا پورا بدلہ مل سکے (اور سلب ونہب کا جو فرعونی۔ قارونی اور ہامانی معاشرہ جس میں حالت یہ ہے کہ محنت کوئی کرتا ہے اور اس کا ماحصل کوئی لے جاتا ہے، الٹ کر رکھ دیا جائے۔ یہ انقلاب "نظام صلوٰۃ قائم کرنے سے" آئے گا)۔

۱۶ اس کے لئے ایک بات کو اچھی طرح سمجھ رکھو۔ جو لوگ اس آنے والے انقلاب کے واقع ہونے پر یقین نہ رکھیں اور اپنی مفاد پرستیوں کے پیچھے لگے رہیں (انہیں اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ ورنہ) وہ تمہارے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل ہوجائیں گے، اور اپنے ساتھ، تیری تباہی کا بھی موجب بن جائیں گے (یہ انقلاب انہی لوگوں کے ہاتھوں رونما ہوگا جو اس پر دل سے یقین رکھیں اور اپنی انفرادی مفاد پرستیوں کے خیال سے بالاتر ہوجائیں)۔

۱۷ (چنانچہ اس کے بعد موسیٰؑ کو اس انقلابی پروگرام کے سلسلہ میں ہدایات و احکام دیئے گئے۔ ان میں فریق مقابل کو روشن دلائل وبراہین سے قائل کرنے کی ہدایات بھی تھیں، اور مقابلہ کے وقت، قوت اور سخت گیری سے کام لینے کے احکام بھی۔ جب یہ احکام دیئے جاچکے تو ندائے غیب نے کہا کہ اے موسیٰؑ! تم ان احکام وہدایات پر، قوت اور برکت، ہر دو نقاطِ نگاہ سے غور کرو اور بتاؤ کہ تم انہیں کیسا پاتے ہو؟

۱۸ موسیٰؑ نے عرض کیا۔ بارِ الٰہا! یہ احکام کیا ہیں، میرے لئے تو سفرِ زندگی میں بہت بڑا

أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

(۱ ع ۲۴ ۱۰)

سہارا ہیں۔ میں اب انہی کے آسرے سے چلوں گا اور ہر مشکل مقام پر انہیں مضبوطی سے تھامے رکھوں گا تاکہ میرا قدم کہیں نہ پھسلے۔ انہی کے ذریعے اب میں اپنے ریوڑ کو (یعنی بنی اسرائیل کو، جن کا گڈریا بنا کر تو مجھے بھیج رہا ہے) جھنجوڑوں گا اور اس طرح ان کے جمود و تعطل کو مبدّل بہ حرکت و عمل کر دوں گا۔ ان کے علاوہ، زندگی کے دیگر معاملات کے متعلق، جو میرے سامنے آئیں گے، ان سے بصیرت و راہ نمائی حاصل کروں گا۔[1]

۱۹ حکم ہوا کہ تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ اب تم انہیں لوگوں کے سامنے پیش کرو۔

۲۰ اس کے بعد جب موسیٰؑ نے اس مہم پر غور کیا جس کے لئے اسے مامور کیا جا رہا تھا تو اسے اندازہ ہوا کہ ان احکام کا لوگوں کے سامنے پیش کرنا آسان کام نہیں۔ اس نے ایسا محسوس کیا کہ وہ ضابطۂ احکام نہیں، ایک اژدھا ہے جو بڑی تیزی سے دوڑ رہا ہے (۳۲–۳۳/۲۶ ؛ ۱۰۷–۱۰۸/۷ ؛ ۳۲/۲۸)۔

۲۱ خدا نے موسیٰؑ کو اطمینان دلایا اور کہا کہ اس خیال سے مت گھبراؤ۔ ان احکام کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ ان کے متعلق جو بات تم نے پہلے کہی تھی (کہ ان سے فلاں فلاں منفعت بخش کام لوں گا) ہم انہیں ایسا ہی بنا دیں گے۔ (یہ اژدھا کی طرح ہلاکت آفریں ثابت ہوں گے، باطل کے لئے۔ لیکن تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے سہارا بن جائیں گے)۔

۲۲ اس مہم میں تو بالکل پریشان نہ ہو، بلکہ نہایت اطمینان و سکون، اور کامل دلجمعی سے اپنی دعوت کو واضح اور روشن دلائل کے ساتھ پیش کرتا چلا جا۔ تو تمام مشکلات سے محفوظ و مصئون باہر نکل آئے گا۔ تیری یہ کامیابی، تیری دعوت کی دوسری نشانی ہو گی (پہلی نشانی، دشمن کی تباہی۔ اور دوسری نشانی، تمہاری جماعت کا تمکن اور سرفرازی)۔

۲۳ یہ احکام تجھے اس لئے دیئے گئے ہیں کہ تجھے دکھا دیں کہ ان کے ذریعے کتنا بڑا انقلاب عظیم رونما ہو جاتا ہے۔ (۹۹/۲۰)۔

۲۴ اب تم فرعون کی طرف جاؤ۔ وہ اپنے ظلم و استبداد میں بہت ہی زیادہ آگے بڑھ چکا ہے۔ اس کی سرکشی حدود فراموش ہو گئی ہے۔

---

[1] آیات نمبر۱۷ تا نمبر۲۲ میں الفاظ کے مجازی معانی لئے گئے ہیں۔ جو قارئین حقیقی معانی کو ترجیح دینا چاہیں وہ ان کے معانی کسی ترجمۂ قرآن میں دیکھ لیں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿۳۷﴾

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿۳۸﴾

---

۲۵ (جب موسیٰ نے یہ سنا کہ اسے کس مقصدِ عظیم کے لئے چنا گیا ہے اور اس کی ٹکر کن کن قوتوں کے ساتھ ہونے والی ہے تو) اس نے عرض کیا کہ اے میرے نشوونما دینے والے! (یہ مہم بڑی سخت ہے' اسکے لئے تو) میرے سینے میں وسعت اور کشاد عطا کر دے (کہ بڑی سے بڑی مشکل بھی مجھے پریشان نہ کر سکے- $\frac{۹۴}{۱}$)-

۲۶ اور جو جو دشواریاں میری راہ میں آئیں' انہیں مجھ پر آسان کر دے- ($\frac{۹۴}{۵}$)

۲۷ اور میری زبان میں ایسی طاقت اور روانی پیدا کر دے (کہ میں تیرے پیغامات کو بطریقِ احسن فریقِ مقابل تک پہنچا سکوں)-

۲۸ اور میری بات ان کی سمجھ میں آ جائے- (اور سیدھی ان کے دل تک اتر جائے)-

۲۹-۳۲ (چونکہ یہ مہم بڑی سخت ہے اس لئے) میرے اہلِ خاندان میں سے 'میرے بھائی' ہارونؑ کو میرے ساتھ کر دے تاکہ وہ میرا بوجھ بٹائے- اس کی مدد سے میری قوت مستحکم ہو جائے گی- وہ اس عظیم مہم میں میرا شریک کار رہے گا-

۳۳-۳۴ یوں ہم دونوں مل کر تیرے تفویض کردہ پروگرام کی تکمیل میں بہت زیادہ سرگرم عمل رہیں گے اور تیرے قانون اور نظام کو غالب بنا دینے کے لئے' بیش از بیش قدم اٹھا سکیں گے-

۳۵ تو ہم دونوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے (اور جانتا ہے کہ ہم دونوں مل کر کس طرح اس مہم کو سر کریں گے)-

۳۶ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ! ہم نے تیری مانگ پوری کر دی- تیری درخواست منظور ہو گئی- (اب تو اس پروگرام پر جم کر کھڑا ہو جا اور کسی کی بات کی طرف دھیان مت دے- $\frac{۸۹}{۱۰}$)-

۳۷ (یہ سن کر موسیٰ کا سرِ نیاز' اظہارِ شکر کے لئے جھک گیا' اور اس نے کہا کہ بارالٰہا! یہ تیرا بہت بڑا احسان ہے جو مجھ پر کیا گیا ہے- اس پر بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ!) تم پر ہمارا یہ احسان کچھ پہلی مرتبہ نہیں ہوا- اس کا سلسلہ بہت پہلے سے شروع ہوا تھا-

۳۸ جب ہم نے (تمہاری پیدائش کے ساتھ ہی) تمہاری ماں کی طرف (اپنے ایک بندے

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿۳۹﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿۴۱﴾

کی معرفت) یہ حکم بھیجا تھا کہ

۳۹ وہ اپنے بچے کو صندوق میں ڈال دے۔ اور پھر اس صندوق کو دریا میں بہا دے۔ دریا کی لہریں اسے کنارے پر لگا دیں گی جہاں سے اسے وہ شخص لے جائے گا جو میرے احکام و قوانین کا بھی دشمن ہے اور خود اس بچے کا بھی دشمن۔

(اس طرح اے موسیٰؑ! تو فرعون کے محلات میں جا پہنچا۔ اور) ہم نے اپنی عنایت سے تجھے ایسا بنا دیا تھا کہ سب لوگ تجھ سے محبت کریں۔ یہ تمام انتظام اس لئے کیا گیا تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ تمہاری پرورش و تربیت' ہماری زیرِ نگرانی (شاہی محلات میں) ہو (تاکہ تو ان رموزِ مملکت و سیاست سے اچھی طرح واقف ہو جائے' جن کا تجھے آخر الامر مقابلہ کرنا تھا)۔

۴۰ (تو جب وہاں پہنچ گیا تو فرعون کے گھر والوں کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ تمہاری رضاعت (دودھ پلانے) کا کیا انتظام کیا جائے۔ اُس وقت) تمہاری بہن وہاں سے گزری تو اس نے ان سے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو اس کی پرورش کر سکے گی؟ (یہ عورت خود تمہاری ماں تھی)۔ اس طرح ہم نے تجھے پھر تمہاری والدہ کی گود میں پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ (بیٹے کی جدائی کی وجہ سے) غمگین نہ ہو۔

(اس کے بعد تو بڑا ہوا تو) تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ لیکن ہم نے تجھے اس معاملہ کی پریشانی سے بھی نجات دلائی۔ (پھر تجھے' محلات سے نکال کر' سخت اور درشت زندگی کی کئی' کٹھالیوں میں ڈالا (تاکہ تو کندن بنتا چلا جائے)۔ اسی طرح تو کئی برس تک مدین میں چرواہا بن کر رہا۔

اس قدر مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد' کہیں جا کر' تو ہمارے پیمانے پر پورا اترا۔

۴۱ اس طرح ہم نے' اے موسیٰؑ! تجھے اپنے ایک خاص کام کے لئے بنایا اور تیار کیا ہے۔ (یہ نہیں کہ تو بکریاں چراتے چراتے' اتفاق سے آگ لینے کے لئے اِدھر آ نکلا اور ہم نے تیرے سر پر

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ

تاجِ نبوت رکھ دیا!)۔

۴۲ سو اب تم اور تمہارا بھائی' دونوں' ہمارے قوانین کو لے کر فرعون کی طرف جاؤ۔ اور دیکھنا! میرے پروگرام کے مطابق عمل کرنے میں ذرا بھی سستی نہ کرنا۔

۴۳ (اس کے بعد موسیٰؑ اس مہم کے لئے روانہ ہو گیا' اور جب اس کا بھائی ہارونؑ' بھی اس کے ساتھ آملا' تو انہی ہدایات کا پھر اعادہ ہوا اور ان سے کہا گیا کہ) تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ۔ وہ اپنے ظلم و ستم میں حد سے زیادہ آگے بڑھ گیا ہے۔ اس کی سرکشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔

۴۴ جب اس کی طرف جاؤ تو اس سے نرمی سے بات کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس طرح نصیحت پکڑ لے' یا اپنی سرکشی کے عواقب سے ڈر جائے۔

۴۵ ان دونوں نے کہا کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہمیں ڈر ہے کہ فرعون ہماری تعلیم (لغات) میں پیش دستی نہ کرے۔ یا سرکشی سے پیش نہ آئے۔

۴۶ خدا نے کہا کہ تم مت گھبراؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ سنتا ہوں سب کچھ دیکھتا ہوں۔ (اس لئے وہ تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکے گا)۔

۴۷ تم اس کے پاس بے دھڑک جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل پر اس قدر سختیاں نہ کرو بلکہ انہیں ہمارے ساتھ بھیج دو۔ اگر تم اس راستے پر چلو گے جو خدا کا بتایا ہوا ہے' تو تمہارے لئے سلامتی ہوگی۔۔ سلامتی ہوتی ہی اس کے لئے ہے جو خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلے۔

۴۸ لیکن اگر تم پیغامِ خداوندی کو جھٹلاؤ گے اور اس سے سرتابی اختیار کرو گے' تو پھر تباہی اور بربادی کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

اب تم خود سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو کہ تم کون راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو۔

۴۹ (چنانچہ یہ دونوں بھائی' فرعون کے پاس پہنچے اور اس تک خدا کا یہ پیغام پہنچایا۔ اس نے)

فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾

فرعون نے کہا کہ اے موسیٰؑ! پہلے یہ بتاؤ کہ (جس رب کی طرف سے تم یہ پیغام لائے ہو) تمہارا وہ رب ہے کون؟ (تم جانتے ہو کہ ہر قبیلہ اور ہر قوم کا رب ـــ دیوتا ـــــ الگ الگ ہوتا ہے۔ تمہارا رب کونسا ہے؟)۔

۵۰ موسیٰؑ نے کہا کہ ہمارا رب کسی خاص گروہ یا قوم کا رب نہیں۔ ہمارا رب وہ ہے جو ہر شے کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسے وہ راستہ بتا دیتا ہے (جس پر چل کر وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ انسانوں تک یہ راہ نمائی وحی کے ذریعے آتی ہے' جسے لے کر ہم تمہارے پاس آئے ہیں)۔

۵۰ (جب فرعون نے دیکھا کہ اس سوال کے جواب میں موسیٰؑ پر گرفت کی گنجائش نہیں نکل سکی تو اس نے بحث کا رخ بدلا اور خاص "حکمتِ فرعونی" سے کام لینا چاہا۔ اس کے گرد و پیش' امراء و وزراء بیٹھے تھے۔ وہ' اور ان کے آباء و اجداد مشرک تھے' اور موسیٰؑ کے معیار کے مطابق' جہنم کے سزاوار۔ اس لئے) اس نے موسیٰؑ سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ جو لوگ پچھلے زمانے میں گزر چکے ہیں (یعنی ہمارے اسلاف) ان کا کیا حشر ہوگا (کیونکہ وہ تو تمہارے خدا پر ایمان نہیں رکھتے تھے)۔

۵۲ (اس نے یہ سوال اس نیت سے کیا تھا کہ جب اس کے جواب میں موسیٰؑ کہے گا کہ وہ سب جہنم میں جائیں گے تو اس کے اہلِ دربار مشتعل ہو جائیں گے اور یوں بنی اسرائیل کی آزادی کا مسئلہ مذہبی جذبات کے سیلاب میں بہ جائے گا۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کا سابقہ کس سے پڑا ہے؟)۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اس بات کا مجھے کچھ علم نہیں (کہ وہ لوگ کس حال میں ہیں)۔ اس کا علم میرے پروردگار کے نوشتے میں ہے۔ اس لئے ان کے معاملہ کا فیصلہ' خدا کے نوشتے کے مطابق ہو جائے گا)۔ وہ خدا ایسا نہیں کہ کھویا جائے۔ یا بھول میں پڑ جائے۔ (اس لئے ان کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک ان کے اعمال کے مطابق ہو جائے گا۔ تم اپنے پہلے سوال کا جواب سنو کہ جس رب نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے' وہ رب کیسا ہے؟)۔

۵۳ وہ رب وہ ہے جس نے تم سب کے لئے اس وسیع و عریض زمین میں سامانِ پرورش جمع کر دیا' اور تمہاری نقل و حرکت کے لئے راستے بنا دیئے۔ وہ رب جو بادلوں سے مینہ برساتا ہے اور اس کی آبپاشی سے انواع و اقسام کی نباتات پیدا کر دیتا ہے۔

۵۴ تاکہ تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی کھلاؤ۔ اس تمام نظامِ فطرت میں صاحبانِ عقل و بصیرت کے لئے اس حقیقتِ کبریٰ کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں کہ کائنات میں پروردگاری صرف خدا کی ذات کے لئے ہے۔ (لہذا کسی فرعون کا یہ کہنا کہ "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ ۷۹/۲۴ - یہ زمین۔ یہ دریا۔ یہ ملک سب میری ملکیت ہیں۔ ۴۳/۵۱۔ اس لئے تم میرے محتاج اور محکوم ہو" بے بنیاد دعویٰ اور حماقت پر مبنی تصور ہے)۔

۵۵ اس پروردگارِ حقیقی نے تم سب کو اس زمین (بے جان مادہ) سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ (تمہارے بے جان مادی جسم کو اسی میں لوٹا دیتا ہے لیکن اس کے بعد تمہیں حیاتِ نو عطا کر کے اس سے اٹھا کھڑا کریگا۔ (لہذا انسانوں میں آقا اور بندہ۔ حاکم اور محکوم کی تفریق کیسی؟۔ آقا اور حاکم صرف خدا ہے۔ سب انسان آپس میں برابر اور اس کے محکوم ہیں)۔

(کیا اب تم سمجھ گئے ہو کہ وہ خدا کونسا ہے جس کا پیغام لے کر ہم تمہاری طرف آئے ہیں؟)۔

۵۶ (اب فرعون واقعی سمجھ گیا کہ موسٰیؑ کا پیغام کیا ہے اور وہ ملک میں کس قسم کا انقلاب لانا چاہتا ہے)۔ موسٰیؑ نے خدا کے احکام و قوانین نہایت وضاحت سے اس کے سامنے پیش کر دیئے۔ اسے دکھایا کہ وہ کس قدر حق و صداقت پر مبنی ہیں۔ لیکن اس نے ان کی تکذیب کی اور انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔

۵۷ اس نے موسٰیؑ سے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ اپنے باطل مذہب اور زنگاہ فریب دلائل کے زور سے ہمیں ہماری مملکت سے نکال باہر کرے؟

۵۸ اگر یہی بات ہے تو ہم تیری اس سحر طرازیوں کا جواب سحر طرازیوں سے دیں گے۔ (اسکا جواب ہمارے مذہبی پیشوا دیں گے) سو تو ہمارے اور اپنے درمیان مقابلہ کے لئے ایک دن مقرر کر لے۔ اس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں نہ تم کرو۔ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ مقابلہ برابر کی سطح پر ہو گا۔

۵۹ موسٰیؑ نے کہا کہ بہت اچھا۔ تمہارے مقابلہ کے لئے جشن کا دن مقرر ہوا۔ دن چڑھے

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

لوگوں کو اکٹھا ہو جانا چاہیئے۔

۶۰ اس فیصلہ کے بعد فرعون نے ان کی طرف سے توجہ ہٹا لی۔ اپنی تمام تدابیر کو یک جا جمع کیا اور مقررہ وقت پر مقابلہ کے لئے آ گیا۔

۶۱ (جو مذہبی پیشوا موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے بلائے گئے تھے موسیٰؑ نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ یاد رکھو! تم تباہ ہو جاؤ گے۔ تم خدا کے خلاف افترا پردازی مت کرو۔ اپنی طرف سے مذہب تراش کر اسے اس کی طرف منسوب مت کرو۔ یاد رکھو! خدا کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ خائب و نامراد رہتے ہیں۔ وہ انہیں جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا کرتا ہے۔

۶۲ (اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ) ان مذہبی پیشواؤں نے آپس میں رد و کد شروع کر دی اور باہم سرگوشیاں کرنے لگ گئے۔ (عوام پر بھی اس کا بُرا اثر پڑا)۔

۶۳ (فرعون کے درباریوں نے جب مجمع کی یہ حالت دیکھی تو انہیں خطرہ لاحق ہو گیا) انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ دونوں بھائی (موسیٰؑ اور ہارونؑ) کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ یہ باطل مذہب کے پیشوا ہیں[1] اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی فریب کاریوں سے اپنا تسلط جما لیں اور تمہیں تمہاری مملکت سے نکال باہر کریں۔ اور تمہارے مذہب و مسلک کو، جو اس قدر اعلیٰ درجہ کا ہے، تباہ کر کے رکھ دیں۔ اور اس طرح تمہارے ارباب حکومت اور پیشوایان طریقت کا تمام شرف و اقتدار چھین کر لے جائیں۔

۶۴ (پھر انہوں نے اپنے مذہبی مناظروں کو خصوصیت سے مخاطب کر کے کہا کہ اپنے باہمی اختلافات کو چھوڑ کر اس مشترکہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے، اپنی تمام ہنرمندیوں اور تدابیر کو یکجا

---

[1] یہ ان الفاظ کا مجازی مفہوم ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، جو قارئین حقیقی معانی کو ترجیح دینا چاہیں وہ ان الفاظ کے معانی کسی با ترجمہ قرآن کریم کے نسخے سے دیکھ لیں۔

قَالُوا يٰمُوسٰى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى ﴿٦٩﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُونَ وَمُوسٰى ﴿٧٠﴾

کرلو اور پھر پرا باندھ کر ان کے مقابلہ کے لئے ڈٹ جاؤ۔ یاد رکھو! یہ معرکہ بڑا فیصلہ کن ہے۔ جو آج بازی لے جائے گا وہی کامیاب ہوگا۔ (۱۳ ؁ ۱۱۱ : ۷۹)۔

۶۵ انہوں نے موسٰےؑ سے کہا کہ کیا (مناظرہ کے لئے) تم پہل کرو گے یا جو کچھ ہم نے کہنا ہے پہلے کہہ ڈالیں[۱]۔

۶۶ موسٰےؑ نے کہا کہ تم ہی پہل کرو اور (اپنے دعاوی کی تائید میں) جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے پیش کرو۔ چنانچہ انہوں نے (حبل اللہ۔ دینِ خداوندی) کے مقابلہ میں اپنا مذہب (حبل) اور موسٰےؑ کے دعاوی کی تردید میں اپنے دعاوی پیش کئے۔ ان کا انداز بیان اس قدر سحر انگیز تھا کہ موسٰیؑ کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں ان کے دلائل (محض لفاظی کے زور پر) مؤثر نہ ہو جائیں اور اس طرح وہ کامیاب نہ ہو جائیں[۱]۔

۶۷ اس احساس سے موسٰےؑ اپنے جی میں گھبرایا۔ (۱۱۶)۔

۶۸ تو ہم نے اسے (تسلی دی اور) کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم ان پر ضرور غالب آ جاؤ گے۔

۶۹ انہوں نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب فریب انگیز ہیں۔ اور فریب دہی کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتی' خواہ وہ کسی کی طرف سے بھی کیوں نہ ہو۔ (یہ بات کہ ان مذہبی پیشواؤں کے ساتھ حکومت کی تائید بھی شامل ہے' عوام کو مرعوب کر سکتی ہے' لیکن تمہارے دلائل کے سامنے ان کی پیش نہیں جا سکتی) اس لئے تم ان قوانینِ خداوندی کو' جنہیں تم نے باعثِ یمن و سعادت پایا تھا (۲۷/۱۲) روشن دلائل کے ساتھ پیش کرو۔

۷۰ چنانچہ جب موسٰےؑ نے اپنے دلائل پیش کئے تو وہی ہوا جو خدا نے کہا تھا۔ فرعون کے مذہبی

---

[۱] یہ ان الفاظ کا مجازی مفہوم ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ جو قارئین حقیقی معانی کو ترجیح دینا چاہیں وہ ان الفاظ کے معانی کسی با ترجمہ قرآن کریم کے نسخے سے دیکھ لیں۔

قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَكُمۡ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ فِىۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ وَلَتَعۡلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالَّذِىۡ فَطَرَنَا فَاقۡضِ مَاۤ اَنۡتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقۡضِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغۡفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَاۤ اَكۡرَهۡتَنَا عَلَيۡهِ مِنَ السِّحۡرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴿۷۳﴾

پیشواؤں نے اعترافِ عجز کرلیا اور بے اختیار پکار اٹھے کہ ہم موسٰےؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔

۷۱ اس پر فرعون (مارے غصے کے لال پیلا ہوگیا اور ان سے گرج کر کہا کہ ہیں!) تم میرے حکم کے بغیر ربِ موسٰےؑ وہارونؑ پر ایمان لے آئے ہو؟ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ موسٰےؑ) تمہارا پیر و مرشد ہے جس سے تم نے یہ سب فریب انگیزیاں سیکھی تھیں (اور یہ جو کچھ ہو رہا تھا' سب تمہاری ملی بھگت تھی۔ تم دیکھو میں تمہیں کیسی عبرت انگیز سزا دیتا ہوں)۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا (یا تمہیں الٹی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈلواؤں گا) اور تمہیں کھجوروں کے تنوں کے ساتھ لٹکا کر سولی دی جائے گی۔ اور اس طرح تم دیکھ لوگے کہ ہم دونوں (فرعون اور موسٰےؑ) میں سے کون زیادہ سخت اور دیرپا عذاب دے سکتا ہے۔

۷۲ (انہوں نے اس گرج کو نہایت اطمینان کے ساتھ سنا اور دل کے پورے سکون سے کہا کہ) جو حقیقت' دلائل و براہین کی رو سے ہم پر منکشف ہو چکی ہے' نہ ہم اس پر اپنی باطل پرستی کو ترجیح دے سکتے ہیں' اور نہ ہی ہم اس خدا سے منہ موڑ کر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے' تمہارا حکم مان سکتے ہیں۔ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ تیرا فیصلہ بہرحال' ہماری اِسی دنیا کی زندگی سے متعلق ہو سکتا ہے۔ (اس سے زیادہ تیری دسترس میں ہے ہی کیا؟ سو اِس زندگی کی ہم پرواہ نہیں کرتے' کیونکہ زندگی یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ آگے بھی چلتی ہے۔ اور اُس زندگی پر تمہیں کوئی اختیار نہیں)۔

۷۳ ہم اپنے نشوونما دینے والے پر ایمان لا چکے۔ اُس سے ہماری دعا یہ ہے کہ وہ ہماری سابقہ غلطیوں کے ہلاک اثرات سے ہماری حفاظت کرے — بالخصوص باطل پرستی کی اس خطاکارانہ روش کے اثرات سے جس پر چلنے کے لئے تم نے ہمیں مجبور کر رکھا تھا۔ (ہم اب دیکھ چکے ہیں کہ) خدا کا قانون ہی بہترین اور باقی رہنے والے نتائج کا حامل ہے۔

۷۴ (اگر تو ہمیں مجرم سمجھتا ہے تو اس کی بھی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ پرواہ اس بات کی

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴿٧٧﴾

کرنی چاہیئے کہ انسان خدا کے حضور مجرم کی حیثیت سے نہ جائے اس لئے کہ) جو شخص وہاں مجرم بن کر جائے گا' اس کے لئے جہنم کا وہ الم انگیز عذاب ہوگا جس سے انسان نہ زندوں میں شمار ہوگا' نہ مردوں میں۔ (١٤/١٧ ؛ ٨٧/١٣)۔

٧٥ (اس کے برعکس) جو لوگ' ایمان اور اعمالِ صالح کی متاعِ گراں بہا لے کر اس کے حضور جائیں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لئے بلند مدارج ہوں گے۔

٧٦ ان کے رہنے کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن کی شادابیوں میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ یہ اس کا صلہ ہے جس نے اپنی ذات کی نشوونما کر لی۔

٧٧ (اس کے بعد موسےٰ اپنی قوم — بنی اسرائیل — کی تعلیم و تربیت میں لگے رہے۔ پھر ہم نے وقتِ مقررہ پر) موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جا' اور انہیں سمندر کے اس حصے سے پار لے جا جہاں پانی خشک ہو چکا ہے[1]۔ اس طرح نہ تجھے تعاقب کرنے والوں کی گرفت کا خدشہ ہوگا' اور نہ ہی غرق ہو جانے کا اندیشہ۔ (٢٦/٦٣ ؛ ٤٤/٢٤)۔

---

[1] یہودیوں کی طرف سے حال ہی میں تورات کا جو نیا انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے' اس میں کہا گیا ہے کہ دورِ حاضر کی تحقیق کی رو سے معلوم ہوا ہے کہ بنی اسرائیل نے بحیرۂ قلزم کو عبور نہیں کیا تھا بلکہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو اس مقام سے پار لے گئے تھے جو دلدل بن چکا تھا اور جہاں سرکنڈا اُگ رہا تھا۔ اسی نسبت سے اُسے (SEA OF REEDS) کہتے تھے۔ یہ مقام موجودہ نہر سویز کے قریب واقع تھا۔

(Announcement made by Mr. Lisser Zuessman,

Executive Director of the Jewish Publications

Society of America - Daily Telegraph.

-- September 1962).

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ﴿۷۹﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ﴿۸۰﴾ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿۸۱﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿۸۲﴾ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ﴿۸۴﴾

---

۷۸ (جب موسٰیؑ اپنی قوم کے ساتھ مصر سے نکل گیا تو) فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ لیکن سمندر کے پانی کا ریلا ان پر چھا گیا اور انہیں غرق کر دیا۔

۷۹ اور اس طرح فرعون اپنی قوم کو لے ڈوبا اور اس نے ان کی راہ نمائی سلامتی کے راستے کی طرف نہ کی (حالانکہ موسٰیؑ نے خدا کی یہ راہ نمائی اس کے سامنے واضح طور پر پیش کر دی تھی)

۸۰ اے قوم بنی اسرائیل! ہم نے اس طرح تمہیں، تمہارے دشمن سے نجات دلائی تھی، اور طور کی دائیں جانب (موسٰیؑ پر وحی کی تھی جس میں) تمہارے لئے مستقبل کی کامرانیوں کے وعدے تھے۔ نیز تمہارے لئے صحرائے سینا میں "من و سلویٰ" مہیا کر دیا (۲/۵۷)۔

۸۱ اور تم سے کہہ دیا کہ جو خوشگوار چیزیں تمہیں دی جا رہی ہیں، انہیں کھاؤ پیو۔ لیکن اس باب میں حدود شکنی مت کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو (خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے) تم پر ہلاکت انگیز عذاب آ جائے گا ـــــ یاد رکھو! جس قوم پر وہ عذاب آ جائے، وہ ذلت کی پستیوں میں گر جایا کرتی ہے۔

۸۲ ان پستیوں سے نکلنے کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم اپنی غلط روش کو چھوڑ کر، پھر خدا کے متعین کردہ صحیح راستے کی طرف آ جائے، اور ایسے کام کرے جن سے اس کے اپنے، اور انسانیت کے بگڑے ہوئے معاملات سنور جائیں ـــــ اور اس کے بعد اس راستہ پر قائم رہے، تو اس کی سابقہ لغزشوں کے تباہ کن نتائج سے اس کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

۸۳ اور (اس داستان کے اس حصے کو بھی یاد کرو) جب ایک دفعہ موسٰیؑ (طور پر حاضر ہوا تو ہم نے کہا کہ) تو اپنی قوم کو چھوڑ کر یہاں جلدی سے کیوں چلا آیا۔ (ابھی کچھ وقت اور ان کی تربیت کرنی چاہیئے تھی)۔

۸۴ اس نے کہا کہ وہ میرے پیچھے، میرے نقشِ قدم پر ٹھیک چل رہی ہے (اس لئے میری اس

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ مِنۡۢ بَعۡدِکَ وَ اَضَلَّہُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۬ۚ قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَمۡ یَعِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَیۡکُمُ الۡعَہۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ یَّحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِیۡ ﴿۸۶﴾ قَالُوۡا مَاۤ اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَکَ بِمَلۡکِنَا وَ لٰکِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِیۡنَۃِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰہَا فَکَذٰلِکَ اَلۡقَی السَّامِرِیُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخۡرَجَ لَہُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا ہٰذَاۤ اِلٰـہُکُمۡ وَ اِلٰہُ مُوۡسٰی ۬ۚ فَنَسِیَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَلَّا یَرۡجِعُ اِلَیۡہِمۡ قَوۡلًا ۬ۚ وَّ لَا یَمۡلِکُ لَہُمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا ﴿۸۹﴾

عارضی غیر حاضری سے کچھ ہرج نہیں ہوگا۔ میں جلدی اس لئے چلا آیا کہ (تجھ سے مزید احکام حاصل کر کے) ان کے مطابق عمل پیرا ہوں (اور یہ پروگرام جلد از جلد تکمیل تک پہنچ جائے)۔

۸۵ خدا نے کہا کہ (تو نے تو یہ اندازہ کیا، لیکن ہوا یہ ہے کہ) تیرے پیچھے تیری قوم ایک مصیبت میں پھنس گئی ہے اور سامری نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔

۸۶ موسٰیؑ (نے یہ سنا تو) افسوس کرتا ہوا اور غصّے سے بھرا ہوا اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہا (کہ یہ تم نے کیا گل کھلا دیا؟) کیا تمہارے نشو و نما دینے والے نے تم سے زندگی کی خوشگواریوں کے وعدے نہیں کئے تھے؟ پھر کیا ان وعدوں کے پورا ہونے میں کوئی لمبا عرصہ لگ گیا تھا (جو تم اپنے خدا سے ناامید ہو گئے اور اس کی جگہ اور معبود تراش لیا)؟ یا کیا تم نے جان بوجھ کر تہیہ کر لیا ہے کہ تم پر خدا کا غضب نازل ہو کر رہے، اس لئے تم نے مجھ سے یوں عہد شکنی کی!

۸۷ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی مرضی سے عہد شکنی نہیں کی (بلکہ معاملہ دوسرا پیش آگیا۔ مصری قوم کی دیکھا دیکھی) ہم نے زیب و زینت کے جو زیورات وغیرہ پہن رکھے تھے (وہ شہری زندگی تک تو ٹھیک تھے، لیکن اس صحرائی زندگی میں، جہاں دن رات کا سفر درپیش رہتا ہے اور لود و باند بڑی سخت ہے) وہ زیورات ہم پر مفت کا بوجھ بن رہے تھے۔ چنانچہ ہم نے اس بار دوش کو اتار پھینکا۔ یہ خیال ہمارے دل میں سامری نے ڈالا تھا۔

۸۸ سامری نے (ان زیورات کو لیا اور انہیں گلا کر) ایک بچھڑا سا بنا دیا۔ وہ تھا تو محض ایک بے جان دھڑ، لیکن سامری نے اُسے ایسا بنایا کہ اس میں سے (چلتے جاتے) بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ اسے دیکھ کر پکار اٹھے کہ یہ ہمارا بھی معبود ہے، اور موسٰیؑ کا بھی۔ لیکن یہ (سامری) اس بات کو بھول گیا (کہ موسٰیؑ آ کر کیا کہے گا)۔

۸۹ (لیکن ان کے یہ عذرات لغو تھے۔ اگر سامری نے بچھڑا بنا ہی دیا تھا تو کیا انہیں نظر نہیں

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

آتا تھا کہ (بچھڑے میں سے آواز تو نکلتی ہے لیکن) وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی ان کے لئے کسی نفع یا نقصان کی قدرت رکھتا ہے۔

۹۰ علاوہ ازیں ہارونؑ نے انہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو! یہ شخص تمہیں سخت گمراہی میں ڈال رہا ہے۔ (تمہارا رب یہ بچھڑا نہیں) وہ خدائے رحمٰن ہے۔ لہٰذا تم (اس گمراہ کرنے والے کی بات مت سنو) میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کی اطاعت کرو۔

۹۱ لیکن انہوں نے اُسے صاف جواب دیدیا تھا کہ ہم اس کی پرستش سے باز نہیں آئیں گے۔ جب موسےٰ واپس آئے گا (تو اس وقت دیکھا جائے گا کہ وہ کیا کہتا ہے)۔

۹۲ ۹۳ موسےٰ نے (اب روئے سخن ہارونؑ کی طرف پھیرا اور) اس سے کہا کہ جب تو نے دیکھا تھا کہ قوم یوں گمراہ ہو رہی ہے تو تو نے انہیں (سختی سے) روکا کیوں نہیں؟ تو نے وہی کچھ کیوں نہ کیا جو ایسے وقت میں، میں کیا کرتا ہوں؟ وہ کونسا امر تھا جو تجھے ایسا کرنے سے مانع ہوا؟ یا تو نے بھی دیدہ و دانستہ مجھ سے سرکشی برتی؟

۹۴ ہارونؑ نے موسیٰؑ سے کہا کہ اے میرے بھائی! تو مجھ پر اس طرح خفا نہ ہو اور مجھے ہدفِ ملامت نہ بنا (۷/۱۵۰)۔ میں نے انہیں سختی سے اس لئے نہیں روکا کہ مجھے ڈر تھا کہ تو آکر یہ نہ کہے کہ تو نے قوم میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا کچھ پاس نہ کیا۔ میں نے قوم کی اس عارضی جہالت کو گوارا کر لیا لیکن اسے تفرقے سے بچا لیا۔ اس پر موسےٰ ہارونؑ کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔

۹۵ پھر وہ سامری کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا کہ تجھ پر ایسی کیا بنی تھی کہ تو نے یہ کچھ کر دیا!

۹۶ اس نے کہا کہ (میں جب اِدھر تمہاری قوم کی طرف آیا ہوں تو) میں نے وہ کچھ بھانپ لیا تھا جو ان کے حیطۂ تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے تمہارے پیغامِ رسالت کو کماحقہٗ اخفیا

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلٰى إِلٰهِكَ
الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ
وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ
أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

نہیں کیا تھا۔ اس میں سے بس تھوڑا سا حصہ لیا تھا (اور محض اپنے مقاصد کی خاطر تمہارے پیروؤں میں شامل ہو گیا تھا۔ تمہاری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) میرے دل نے یہ نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا جو مجھے بڑا دلکش نظر آیا۔ چنانچہ میں نے تمہاری تعلیم کا وہ تھوڑا سا حصہ بھی جسے میں نے اختیار کیا تھا' الگ کر دیا (اور تمہاری قوم کو پھر بت پرستی کی طرف لے آیا)۔

۹۷ موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ یہاں سے نکل جا۔ تیرے لئے عمر بھر کی سزا یہ ہے کہ تجھ سے تمام معاشرتی تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔ اور (اگر کوئی ناواقف' بھولے سے تیرے قریب آ جائے تو) تو اس سے کہدے کہ مجھے نہ چھونا۔ (میں وہی راندۂ درگاہ سامری ہوں!)۔ بس تیرے لئے یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جس سے تو کبھی بچ نہیں سکے گا۔

اور دیکھ! تیرے گھڑے ہوئے "خدا" کا اب کیا حشر ہوتا ہے جس کی پرستش پر تو اس طرح جم کر بیٹھا تھا۔ ہم اسے رگڑ کر ریت بنا دیں گے اور پھر اسے جلا کر سمندر میں بہا دیں گے (تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ یہ بت کس قدر بے بس تھا)۔

۹۸ (پھر موسیٰؑ بنی اسرائیل کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے کہا کہ یاد رکھو!) تمہارا اِلٰہ صرف وہ خدا ہے جس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار و اختیار نہیں۔ اسی کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ (کوئی شے اس کے احاطے سے باہر نہیں)۔

۹۹ (اے رسولؐ!) اس طرح ہم گزری ہوئی سرگزشتوں میں سے بعض باتیں تجھ سے بیان کر دیتے ہیں۔ (ان تاریخی نوشتوں کے علاوہ) ہم نے تجھے ایک ایسا ضابطۂ قوانین دیا ہے (جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قوموں کا عروج و زوال کن اصولوں کے مطابق ہوتا ہے)۔

۱۰۰ جو کوئی بھی اس ضابطۂ قوانین سے روگردانی کرے گا' وہ ظہورِ نتائج کے وقت' اپنی غلط روش کے نتائج کا بوجھ خود اٹھائے گا (کوئی دوسرا انہیں اٹھائے گا)۔

۱۰۱ وہ اسی حالت میں رہے گا —— اس دن اُس کا یہ بوجھ کس قدر برا ثابت ہوگا۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

۵ ع ۱۴ [illegible]

۱۰۲ (اعمال کے نتائج کا ظہور اس دنیا میں بھی سامنے آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ان مخالفین کے ساتھ یہی ہوگا) جب جنگ کا بگل بجے گا اور ان مجرمین کو ان کے اعمال کا بدلہ اس طرح دیا جائے گا کہ مارے دہشت کے ان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی (۲۰/۱۲۴)

۱۰۳ وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے ہوں گے (اور ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں گے) کہ ہماری عیش و عشرت کی زندگی (جس کے متعلق ہم سمجھتے تھے کہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی) کس قدر ناپائیدار اور مختصر نکلی بس یونہی ہفتہ عشرہ کے برابر۔ (حیاتِ جاوداں کے مقابلہ میں مفادِ عاجلہ کی مدت ایسی ہی ہوتی ہے۔ (۲۰-۲۱/۷۵؛ ۲۰/۷۶)۔

۱۰۴ ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ (اس دہشت اور ہراسانی کے عالم میں) کس کس قسم کی باتیں کریں گے۔ ان میں سے جو سب سے زیادہ سوجھ بوجھ والا ہوگا وہ کہے گا کہ ہفتہ عشرہ بھی کہاں! حیاتِ جاوداں کے مقابلہ میں اس کی مدت ایک دن سے بھی زیادہ نہ تھی۔ (وہ زندگی کس قدر شعلۂ مستعجل ثابت ہوئی!)۔

۱۰۵ (اس حیرت انگیز انقلاب کی باتیں سن کر یہ لوگ تم سے تعجب کے ساتھ) پوچھتے ہیں کہ یہ بڑے بڑے اکابرین، جو پہاڑوں کی طرح کھڑے ہیں (کیا یہ بھی ختم ہو جائیں گے؟) ان سے کہدو کہ میرا نشو و نما دینے والا انہیں جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پرکاہ کی مانند اڑا دے گا۔ (۱۸/۴۷؛ ۵۶/۵؛ ۷۷/۱۰؛ ۷۸/۲۰؛ ۱۰۱/۵)۔

۱۰۶ اور یہ ایسے صاف اور ہموار ہو جائیں گے کہ

۱۰۷ تو دیکھے گا کہ نہ ان میں کوئی ٹیڑھ پن باقی رہا ہے نہ اونچ نیچ۔ (۴۹/۷)۔ (ان سب کے بل نکل جائیں گے اور عیاری و ٹیڑکاری سے پیدا کردہ ناہمواریاں صاف ہو جائیں گی)۔

۱۰۸ اس وقت سب لوگ اس کے پیچھے چلیں گے جو آج اس انقلاب کی دعوت دے رہا ہے اور جس کی دعوت میں کسی قسم کا پیچ و خم نہیں (۱۸/۱)۔ اور مخالفت کی تمام آوازیں خدائے رحمٰن (کے نظام)

لہ یہ اور اس کے بعد کا بیان، مرنے کے بعد کی زندگی سے بھی متعلق ہو سکتا ہے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ

کے سامنے خاموش ہو جائیں گی' اور سوائے قدموں کی خاموش آہٹ کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دے گی۔

١٠٩ اس وقت کسی کی رفاقت و معیت کسی کے کام نہیں آئے گی' ہاں مگر اس کی جو خدائے رحمٰن کے قانون کے مطابق پسندیدہ بات کرے۔

١١٠ (یہ سب کچھ اسی طرح واقع ہو کر رہے گا' اس لئے کہ) خدا کا قانونِ مکافات جانتا ہے کہ یہ لوگ کیا کچھ کر چکے ہیں' اور اسکے عواقب (جو ان کے پیچھے چلے آ رہے ہیں' اور جو اپنے وقت پر نمودار ہو جائیں گے) کیا ہیں۔ یہ بات (اِس وقت) ان کے حیطۂ ادراک میں بھی نہیں آ سکتی (کہ یہ کیسے ہو گا)۔

١١١ خدائے حیّ و قیوم کے (اس زندگی بخش) نظام میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی نمود ہو جائے گی۔ وہ اس نظام کے استحکام کے لئے بطیب خاطر اٹھ کھڑے ہوں گے اور قوانین خداوندی کی اطاعت دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ کریں گے۔ ان کے برعکس جو ظلم و زیادتی کرے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

١١٢ اور جو شخص' خدا کے ضابطہ قوانین کی صداقت کو تسلیم کر کے' صلاحیت بخش کام کرے گا' اُسے نہ کسی ظالم کے ظلم کا خوف ہو گا' اور نہ کسی حق تلفی کرنے والے کی سلب و نہب کا اندیشہ۔

١١٣ یہ ہے وہ عظیم مقصد جس کے لئے ہم نے اس قرآن کو' اس قدر واضح انداز میں نازل کیا ہے' اور اس میں مختلف انداز سے زندگی کی غلط روش کے نتائج و عواقب کو بیان کر دیا ہے' تاکہ لوگ اُس روش سے بچ کر چلیں۔ (تاریخی سرگزشتیں جو اس میں بیان ہوئی ہیں ان سے) ان کی سمجھنے سوچنے کی صلاحیتیں بیدار ہوں' اور انہیں سرفرازی و سربلندی عطا ہو جائے۔

١١٤ اور اس طرح یہ لوگ علیٰ وجہ البصیرت اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیں کہ قوانین خداوندی کے ساتھ وابستہ رہنے سے' کس طرح غلبہ و قوت اور بلندی و سرفرازی حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا کے قوانین ہیں' وہ شاہنشاہِ حقیقی' بڑی عظمتوں کا مالک ہے۔

قرآنی پروگرام پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اے رسول! اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۚ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ
قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾
فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ
فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾

(۶ ع ۱۵)

کہ جب تک (کسی معاملہ کے متعلق) وحی کی رو سے مکمل ہدایات نہ مل جائیں' اس میں عجلت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ انتظار کرنا چاہیئے کہ تمہارے علم میں اضافہ ہوجائے (تو پھر قدم اٹھایا جائے۔ $\frac{۷۵}{۱۹}$)۔

۱۱۵ (وحی کا علم حاصل کئے بغیر یا اس کے حصول کے بعد اسے چھوڑ کر' اپنے جذبات کے تابع چلنے سے کس قدر نقصان ہوتا ہے' اسے مختلف مقامات پر قصۂ آدم کے تمثیلی بیان میں واضح کیا جا چکا ہے جیسا کہ اُن مقامات میں بتایا جا چکا ہے' یہ قصّہ کسی فرد کی داستان نہیں' بلکہ خود انسان کی سرگزشت ہے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ $\frac{۲}{۳۸ - ۳۰}$ ؛ $\frac{۷}{۲۵ - ۱۱}$)

ہم نے آدم سے کہہ دیا تھا کہ وحی کی راہ نمائی کو نہ چھوڑنا۔ لیکن اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ اصل یہ ہے کہ ہم نے اس میں عزم کی پختگی نہ پائی۔ (یہ انسان کا پہلا کمزور پہلو ہے کہ اس کے عزم میں بالعموم پختگی نہیں ہوتی۔ یہ کمزوری' ایمان سے رفع ہو سکتی ہے)۔

۱۱۶ (یہ قصہ کے تمثیلی رنگ میں' اس وقت کی بات ہے) جب ہم نے ملائکہ سے کہا تھا کہ آدم کے سامنے جھک جاؤ' تو وہ سب جھک گئے۔ لیکن ابلیس نہ جھکا۔ اس نے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے سے انکار کر دیا۔ (یعنی فطرت کی قوتیں تو انسان کے سامنے جھک جاتی ہیں لیکن اس کے اپنے سرکش جذبات' ایسا نہیں کرتے۔ یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنے جذبات کو وحی کے تابع رکھے)۔

۱۱۷ ہم نے آدم کو بتایا کہ یہ تیرا اور تیری رفیقہ کا دشمن ہے۔ (یعنی یہ جذبات صرف مرد یا تنہا عورت کے اندر نہیں ہوتے۔ مرد اور عورت دونوں کے اندر ہوتے ہیں) ہم نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنتی زندگی سے نکال باہر کرے۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم زندگی کی ضروریات سے جو تمہیں اس وقت اس آسانی سے فراواں میسر ہیں' محروم ہو جاؤ گے۔ اور پھر ان کے حصول کے لئے) تم جگر پاش مشقتوں میں پڑ جاؤ گے۔

۱۱۸ اس وقت (جس نہج کی زندگی تم بسر کر رہے ہو' اس میں کیفیت یہ ہے کہ) نہ تمہیں روٹی کی فکر ستاتی ہے۔ نہ کپڑے کی۔

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا

---

۱۱۹ نہ پیاس کا خوف ہے نہ سورج کی تپش کا۔ (تمہارے لئے کھانے کو روٹی۔ پینے کو پانی۔ پہننے کو کپڑا اور رہنے کو مکان۔ سب کچھ بلامشقت موجود ہے)۔

(یہ تھا وہ معاشرہ جس میں انسان اپنی ابتدائی زندگی میں رہتا تھا)۔

۱۲۰ (لیکن اس کے بعد انفرادی مفاد پرستیوں نے اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے لئے سب سے بڑا خوف موت کا تھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ شیطان — اس کے مفاد پرست جذبات۔ نے اس کے اس کمزور پہلو سے فائدہ اٹھایا اور) اس سے کہا کہ کیا میں تجھے ایک ایسے "درخت" کا پتہ نشان بتاؤں جس کا پھل کھانے سے تمہیں حیاتِ جاویدحاصل ہو جائے اور تمہیں ایسی مملکت مل جائے جس پر کبھی زوال نہ آئے۔ (انسان پہلے ہی اس کا متمنی اور متلاشی تھا۔ اس نے کہا کہ اس کا پتہ نشان ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ حاصل ہوگی اولاد کے ذریعے۔ وہی تمہاری بقا کا ذریعہ بنے گی۔ اور اسی سے تمہارا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ لہذا تم نوعِ انسانی کے مفادِ کلی کے خیال کو چھوڑ دو اور اس کی جگہ صرف اپنی اولاد کے مفاد کو پیش نظر رکھو۔ تمہیں دوسروں کی کیا پڑی ہے)۔

۱۲۱ (انسان اس کے فریب میں آگیا اور نوعِ انسانی کی عالمگیر برادری کی جگہ نسل پرستی کی تشتت وافتراق کی کشمکش میں الجھ گیا۔ اسے تمثیلی انداز میں یوں سمجھو کہ) آدم اور اس کی بیوی نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ستر ان پر کھل گئے اور وہ لگے اس باغ کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپنے۔

اس طرح انسان نے اپنے نشو ونما دینے والے سے سرکشی اختیار کی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس کی معیشت خراب ہوگئی۔ اس کی روزی درہم برہم ہوگئی۔ اس کی زندگی برباد ہوگئی۔ وہ غلط راستوں پہ چل نکلا اور بری طرح بھٹک گیا۔

۱۲۲ (لیکن اس سے انسان ابدی طور پر محروم و نامراد نہیں ہو گیا۔ اس کے لئے صحیح راستہ پر چلنے اور اس طرح زندگی کی خوشگواریاں حاصل کر لینے کے امکانات موجود تھے)۔ چنانچہ آدم سے کہہ دیا کہ

۱۲۳ اب تمہاری معاشرت کا نقشہ کچھ اور ہو جائے گا۔ تم اس حالت سے نیچے گر جاؤ گے اور تمہاری انفرادی

جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾

مفاد پرستیاں درمیان میں حائل ہوکر تمہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیں گی۔ لیکن ہماری طرف سے تمہارے پاس، صحیح راستے کی طرف لیجانے والے قوانینِ زندگی آتے رہیں گے۔ جو کوئی ان قوانین کا اتباع کریگا تو نہ اس کی محنت رائگاں جائے گی اور نہ ہی وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ کر ان جانکاہ مشقتوں میں پڑے گا (جن کا ذکر ۲۰/۱۱۷ میں کیا جا چکا ہے)۔ اس طرح خدا، اپنے الطاف کریمانہ سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور رشد و سعادت کے راستوں کی طرف اس کی راہ نمائی کر دی ـــ یوں انسان، ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہونے سے بچ گیا۔

۱۲۴ اس کے ساتھ ہی انسان پر اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ جو کوئی میرے قوانین سے اعراض برتیگا تو اس کی معیشت (روزی) تنگ ہو جائے گی۔ اور ہم اسے ظہورِ نتائج (قیامت) کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ (زندگی کی روشن راہیں اس کے سامنے تاریک ہوں گی)۔

(اس کی غلط روش کا یہ انجام، اس دنیا میں بھی ہو گا، اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ ۱۷/۷۲ ؛ ۲۰/۱۰۲)۔

۱۲۵ وہ کہے گا کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ میں تو اچھا خاصا دیکھنے والا تھا۔ (۲۲/۴۶)۔

۱۲۶ اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس لئے کہ ہمارے قوانین تمہارے پاس پہنچتے رہے لیکن تم نے انہیں ناقابلِ اعتنا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس لئے آج تمہیں (زندگی کی روشنی سے) محروم کر دیا گیا ہے اور اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۱۲۷ جو کوئی بھی اپنے نشو و نما دینے والے کے قوانین کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتا اور ان سے سرکشی برتتا ہے، اُسے، ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق، اسی قسم کا بدلہ ملتا ہے۔ (یعنی اس دنیا میں معیشت کی تنگی اور تباہی اور) مستقبل کی زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدید اور دیرپا عذاب۔

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ﴿١٢٨﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ

۱۲۸ (اے رسول! کیا ان مخالفین پر) یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے (اسی قانونِ مکافات کی رُو سے) کتنی قوموں کو تباہ کر دیا (جنہوں نے ہمارے قوانین سے سرکشی اختیار کی تھی) اور جن کی بستیوں میں اب یہ چلتے پھرتے ہیں۔ یقیناً (ان تاریخی شواہد میں) ان لوگوں کے لئے (حقیقت تک پہنچنے کی) نشانیاں ہیں جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں۔

۱۲۹ (حقیقت یہ ہے کہ) اگر تیرے نشو و نما دینے والے کے قانونِ مہلت کے مطابق ظہورِ نتائج کا وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا (جس طرح تخم ریزی کے بعد فصل پکنے کا وقت مقرر ہوتا ہے) تو ہلاکت کا عذاب، جس کا فیصلہ ہو چکا ہے، ان کے ساتھ کبھی کا چپک گیا ہوتا۔

۱۳۰ لہٰذا، جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، اس سے تنگ نہ پڑو۔ نہ ہی حوصلہ ہارو۔ بلکہ اپنے مشن پر نہایت استقلال سے قائم رہو۔ صبح، شام۔ رات کی گھڑیوں میں، دن کے اطراف میں۔ (یعنی دن رات، ایک کر کے) نظامِ خداوندی کے قیام میں اس طرح تگ و تاز کرتے رہو کہ وہ، اس کی حمد و ستائش کی زندہ تصویر بن کر دنیا کے سامنے آجائے۔ اس طرح تیری تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔

۱۳۱ اور جو کچھ ہم نے اِن لوگوں کے مختلف طبقات کو دنیاوی زندگی کی آرائش و آسائش کا سامان عطا کر رکھا ہے، اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو (۱۵/۸۸)۔ (اور اس بات کا خیال تک بھی نہ کرو کہ غلط روش پر چلنے والے اس قدر خوش حال ہیں، اور ہم صحیح راستے پر چلنے والے مشقتیں جھیل رہے ہیں! اصل یہ ہے کہ) یہ زیبائش و آرائش کا سامان ایک کٹھالی ہے جس میں ان لوگوں کو ڈال رکھا ہے۔ یہ اپنی آگ میں خود ہی جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ (۲/۱۰۴) ۔ اور انجام کار تم دیکھو گے) کہ جو کچھ خدا کے نظامِ ربوبیت کی رُو سے ملتا ہے، اس میں ہر طرح کی خوشگواری ہوتی ہے، اور اسی کے لئے بقا ہوتی ہے (۱۳/۱۷)۔

۱۳۲ لہٰذا، تو اپنی جماعت کے لوگوں کو اس کی تاکید کرتا رہ کہ وہ فرائض خداوندی کی تکمیل کے لئے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہیں۔ اور خود بھی اس پروگرام پر استقامت سے جما رہ۔ ان سے کہدو کہ یہ نظامِ خداوندی

تم سے کھانے کے لئے کچھ نہیں مانگے گا (اگرچہ اس وقت یہی نظر آتا ہے کہ یہ تمہارا سب کچھ لئے جارہا ہے۔ اس کے برعکس) یہ تمہارے سامانِ زیست کی ساری ذمہ داری اپنے سر لے لیگا۔ اور جو لوگ اس کی نگہداشت کریں گے' انجام کار' ہر قسم کی خوشگواریاں انہی کے لئے ہوں گی۔

۱۳۳ اور یہ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ رسول اپنے رب کی طرف سے کوئی واضح نشان کیوں نہیں لے آتا' (تاکہ اسے دیکھ کر سب ایمان لے آئیں۔ ان سے کہو کہ سچائی کو اس قسم کی نشانیاں دکھا کر نہیں منوایا جاتا ہے۔ دلیل اور برہان کی رو سے تسلیم کرایا جاتا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ) علم و برہان کی وہ کونسی بات ہے جو انبیاء سابقہ کے صحیفوں میں آئی تھی اور قرآن میں نہیں آچکی۔ (۵/۴۸)۔

۱۳۴ اگر ہم انہیں (اس قرآن کے نازل کرنے سے) پہلے ہی ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیرے احکام کا اتباع کرتے۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو پھر ہمیں بیشک ذلیل و خوار کر دیا جاتا۔ (۵/۱۹)۔

۱۳۵ (بہرحال' تم ان سے کہدو کہ ان بے کار باتوں سے کیا حاصل ہے۔ تم اپنی راہ پر چلتے رہو' میں اپنی راہ پر چلتا ہوں۔ اس کے بعد) میں اپنے پروگرام کے نتائج کا انتظار کرتا ہوں' تم بھی انتظار کرو۔ عنقریب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون ہے جو ہموار اور سیدھی راہ پر چل رہا ہے اور وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا (۶/۱۳۶)۔

سورۃ الانبیاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ①

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③

---

۱ یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں، اس کے نتائج سامنے آنے کا وقت سر پر آ پہنچا ہے، لیکن یہ ابھی تک اسی طرح، خوابِ غفلت میں مدہوش، صحیح روشِ زندگی سے منہ موڑے، غلط راستے پر چلے جا رہے ہیں۔

۲ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ان کی طرف، ان کے نشو و نما دینے والے کی جانب سے، جب بھی کوئی قوانین و ضوابط پہلی بار آئے، انہوں نے، اُن پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ انہیں محض تفریحاً سنتے رہے۔ (۲۶/۵)۔

۳ اس طرح کہ بظاہر کان اِدھر لگے ہیں لیکن دل یکسر غافل ہیں۔ بلکہ ان میں سے جو زیادہ سرکش ہیں ان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ راتوں کو چھپ چھپ کر مشورے کرتے ہیں (کہ کس طرح اس آواز کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ) یہ تو تمہاری ہی طرح کا ایک عام انسان ہے۔ کیا تم اس لئے وہاں جاتے ہو کہ اس کی خود ساختہ جھوٹی باتیں سنو؟ تم سب کچھ دیکھتے بھالتے اِسکے

قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸

فریب میں کیوں آجاتے ہو؟

۴ (اِن کا رسول اِن سے) کہتا ہے کہ (جو کچھ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اُس خدا کی طرف سے ہے) جو زمین و آسمان کی سب باتیں جانتا ہے۔ وہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

۵ اور یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اس رسول کے اپنے ہی خیالاتِ پریشاں ہیں جو اسے خواب میں وحی بن کر دکھائی دیتے ہیں۔ (کچھ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ 'نہیں! یہ شخص) ان باتوں کو دیدہ و دانستہ وضع کرتا ہے اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں! یہ شاعر ہے (اور اپنے وجدان کو خدا کی وحی سمجھتا ہے)۔ اگر یہ فی الواقعہ خدا کا رسول ہے تو (جس طرح ہم سنتے ہیں کہ پہلے رسولوں کو معجزات دیئے جاتے تھے یہ بھی اُسی طرح) کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟

۶ یہ باتیں جو ان لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہیں کچھ نئی نہیں۔ ان سے پہلے جتنی قومیں تباہ ہوئیں اُن کی ضد اور سرکشی کا بھی یہی عالم تھا۔ (ہلاکت اُن کے دروازوں پر دستک دیتی تھی لیکن وہ اس پہ بھی) ایمان نہیں لاتے تھے۔ (لہٰذا اِن لوگوں کے سامنے ہزار دلائل پیش کرو اور انہیں اِن کی روش کے تباہ کن نتائج سے لاکھ آگاہ کرو) یہ کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ (یہ بھی اسی طرح تباہ ہو کر رہیں گے جس طرح اِن جیسی اقوامِ سابقہ تباہ ہوئی تھیں)۔

۷ (باقی رہا اِن کا یہ کہنا کہ یہ رسول ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے۔ سو اے رسول! ان سے کہدو کہ) ہم نے اس سے پہلے بھی جو پیغمبر بھیجے تھے وہ آدمی ہی تھے۔ اگر تمہیں اِس کا علم نہ ہو تو اُن لوگوں سے دریافت کرلو جنہیں اِس سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ (۱۲/۱۰۹ ، ۱۶/۴۳)

۸ نہ تو اُن رسولوں کے جسم ایسے بنائے گئے تھے کہ انہیں کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو اور نہ ہی وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے تھے۔ (وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور پھر اپنے وقت پر وفات پا جاتے تھے۔ لہٰذا یہ تصور ہی غلط ہے کہ رسول کو عام انسانوں سے الگ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہونا چاہیئے)۔

ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۹ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝۱۰ وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ۝۱۱ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَرۡكُضُوۡنَ ۝۱۲ لَا تَرۡكُضُوۡا وَارۡجِعُوۡۤا اِلٰى مَاۤ اُتۡرِفۡتُمۡ فِيۡهِ وَمَسٰكِنِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ۝۱۳

۹ (وہ رسول انہی جیسے انسان تھے۔ اور اُنہی کے ہاتھوں) ہم نے اُن باتوں کو سچا کر دکھایا جو اُن کے مخالفین سے کہی جاتی تھیں۔ (ان میں سے جنہوں نے اپنے رسول کی باتوں کو مان لیا) انہیں ہم نے اپنے قانونِ مشیت کے مطابق' ہلاکت سے بچا لیا۔ جنہوں نے سرکشی اور حدود فراموشی اختیار کی' انہیں تباہ کر دیا۔

۱۰ (ان سے کہو کہ اسی پروگرام کے مطابق' اب) ہم نے تمہاری طرف یہ ضابطۂ قوانین نازل کیا ہے۔ اِس میں خود تمہارے شرف اور عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر تم ذرا عقل و بصیرت سے کام لے کر سمجھنے کی کوشش کرو (تو یہ حقیقت تم پر واشگاف ہو جائے گی کہ یہ ضابطۂ قوانین تمہیں بلندیاں اور سرفرازیاں عطا کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اس سے خدا نے کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کرنا)۔ (۲۱/۴۴ ; ۲۳/۷۱ ; ۴۳/۴۳-۴۴)

۱۱ (اگر تم نے اپنی زندگی کا نقشہ اِس کے مطابق مرتب کر لیا' تو تمہیں رفعت و عظمت حاصل ہو جائے گی۔ اگر اس کے خلاف چلے' تو تم بھی اُسی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے جس طرح) ہم نے (تم سے پہلے) کتنی ایسی قوموں کو تباہ کر دیا جنہوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی۔ اور پھر اُن کے بعد اُن کی جگہ دوسری قوموں کو اٹھا کھڑا کیا۔

۱۲ (اُن کی غلط روش کے نتائج' غیر محسوس طور پر مرتب ہوتے چلے جا رہے تھے۔ انہیں اُن کے انجام سے آگاہ کیا جاتا تھا کہ وہ اُس روش سے باز آ جائیں' لیکن وہ اس تنبیہ پر کان نہیں دھرتے تھے۔ چنانچہ وہ غیر محسوس نتائج' آہستہ آہستہ' آگے بڑھتے گئے' حتیٰ کہ) جب وہ محسوس طور پر سامنے آ گئے تو وہ لگے بھاگنے۔ (۶/۴۲ ; ۱۶/۲۶)۔

۱۳ (لیکن اُس وقت بھاگنے کا کونسا موقعہ تھا۔ چنانچہ ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں للکارا اور کہا کہ) اب کہاں بھاگ کر جا سکتے ہو؟ مت بھاگو۔ اب الٹے پاؤں انہی عیش سامانیوں کی طرف چلو (جن کی سرشاریاں تمہیں اس طرح مدہوش کئے تھیں) اور اپنے اُن محلات کی طرف پلٹو (جن کے اندر تم اپنے آپ کو اس قدر محفوظ سمجھا کرتے تھے)۔ وہاں چلو تاکہ تم سے پوچھا جائے کہ یہ کچھ

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

کس کی محنت سے بنا تھا اور تمہارا اس پر کیا حق تھا؟ (۳۴ / ۱۸)

۱۴ اُس وقت انہیں اِس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ ہی نہ تھا کہ وہ واقعی ظالم تھے اور اپنے کئے پر سخت متاسف۔

۱۵ (لیکن اُس وقت اس تاسف سے کیا ہو سکتا تھا؟ جب نتائج مرتب ہو کر سامنے آجائیں تو پھر وہ پلٹا نہیں کرتے)۔ چنانچہ وہ برابر چلاتے رہے کہ جو زیادتیاں انہوں نے کی ہیں ان پر وہ بیحد متاسف ہیں لیکن ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں ایسے کر دیا جیسے کٹا ہوا کھیت، جس میں نشوونما کی صلاحیت باقی نہ رہے۔ (یا بجھا ہوا شعلہ جس میں زندگی کی حرارت ختم ہو جائے۔ ۳۶ / ۲۹)۔

۱۶ (وہ سمجھتے تھے کہ) ہم نے اس کارگہِ کائنات کو محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا کر رکھا ہے! (بالکل نہیں! اسے ہم نے تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اس کا ایک عظیم مقصد ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ کسی کا کوئی عمل بلا نتیجہ نہ رہنے پائے۔ افراد ہوں یا اقوام، سب کے اعمال صحیح صحیح نتیجہ مرتب کر کے رہیں (۱۱ / ۷ ؛ ۴۵ / ۲۲ ؛ ۵۳ / ۳۱)۔

۱۷ اگر ہمارا یہ ارادہ ہوتا کہ سلسلۂ کائنات، یونہی کھیل تماشے کے طور پر بلا مقصد رہے، تو ہم اسے اپنی طرف سے ایسا ہی بنا دیتے۔ لیکن ہم نے اسے ایسا نہیں بنایا۔

۱۸ (اس کی تخلیق کو اس طرح عمل میں لایا گیا ہے کہ یہاں تخریبی اور تعمیری قوتوں میں کشمکش رہتی ہے) حق کی تعمیری قوتیں، باطل کی تخریبی قوتوں پر برابر ضرب کاری لگاتی رہتی ہیں اور اس طرح ان کا سر کچل کر رکھ دیتی ہیں۔ اور باطل شکست کھا کر بھاگ اٹھتا ہے۔ (یہ ہے ہمارا کائناتی پروگرام۔ اس کے برعکس) یہ جو تم کہتے ہو (کہ یہ محض کھیل تماشے کے طور پر وجود میں آگیا ہے اور یہاں کوئی نظام ایسا نہیں جس سے انسانی اعمال پر گرفت ہو سکے اور غلط روش اپنا تباہ کن نتیجہ مرتب کر کے رہے) یکسر غلط ہے اور قابلِ صد افسوس، اور موجبِ ہزار تباہی۔

۱۹ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾

(سرگرمِ عمل) ہے۔ کائنات کی کوئی قوت اُس کے قانون کی اطاعت سے سرتابی اختیار نہیں کر سکتی، اور نہ ہی وہ کبھی اپنے فرائض کی سرانجام دہی سے تھکتی ہے۔

۲۰ وہ سب رات دن، خدا کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرداں رہتی ہیں۔ اور اُن کی سرگرمیٔ عمل میں کبھی سستی نہیں ہوتی۔

۲۱ (اس حد تک تو یہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے، اور یہ اُسی کے قوانین کے مطابق سرگرمِ عمل ہے (۲۳/۸۴–۸۵ ؛ ۲۹/۶۱–۶۳ ؛ ۳۱/۲۵ ؛ ۳۹/۳۸ ؛ ۴۳/۹) لیکن یہ اسے ماننے کیلئے تیار نہیں کہ ان کی اپنی حیاتِ ارضی — معاشی اور معاشرتی زندگی — بھی اُسی کے قوانین کے تابع رہنی چاہیے)۔ یہ اپنی حیاتِ ارضی کے لئے اور معبود تراشتے ہیں۔ (یعنی سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی اِن کے اپنے، یا دوسرے انسانوں کے، وضع کردہ قوانین کے ماتحت رہنی چاہیے)۔ اور انہی کے مطابق اس زندگی کو پھیلنا اور آگے بڑھنا چاہیے۔ (بالفاظِ دیگر، آسمانوں کا خدا اور ہونا چاہیے اور زمین کا خدا اور۔ آسمانوں میں خدا کی بادشاہت ہونی چاہیے اور زمین پر انسانوں کی۔ یہ اِن کی بڑی بھول ہے)۔

۲۲ اگر کائنات میں، خدا کے علاوہ اور الٰہ بھی ہوں۔ یعنی اِس کے ایک گوشے میں خدا کے قوانین نافذ ہوں اور دوسرے گوشے میں کسی اور کے، تو کائنات کا سارا سلسلہ تہس نہس ہو جائے۔ لہٰذا، وہ ذاتِ خداوندی، جو کائنات کے نظامِ ربوبیت کا مرکزی کنٹرول اپنے، اور صرف اپنے، ہاتھ میں رکھے ہوئے ہے، اُن تصورات سے بہت بلند ہے جو انسانوں نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھے ہیں۔ (۶/۳ ؛ ۱۶/۵۱ ؛ ۳۹/۴۶ ؛ ۴۳/۸۴)۔

۲۳ پھر اُس کے اقتدار کا یہ عالم ہے کہ اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ اُس نے اس سلسلۂ کائنات کو ایسا کیوں بنایا ہے اور اس کے لئے اِس قسم کے قوانین کیوں نافذ کئے ہیں۔ (اسی کو، بالفاظِ دیگر یوں کہا جائے گا کہ کائنات میں اقتدارِ اعلیٰ صرف خدا کے لئے ہے[1])۔ اس کے برعکس اور سب پوچھا جا سکتا ہے کہ

---

[1] (SOVEREIGNTY) کی تعریف (DEFINITION) یوں کی گئی ہے۔

The Power to do all things without accountability.

Robert Lansing- Notes on Sovereignty- P. 3
(Quoted by Jacques Maritain, in "Man and the State" P. 51)

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِيَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

انہوں نے اپنے لئے جداگانہ نظام زندگی کیوں وضع کر رکھا ہے ("پوچھے جانے" سے مطلب یہ ہے کہ کوئی اور نظامِ زندگی، کارگہ کائنات کے کلّی پروگرام میں فٹ بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ نہ ہی کسی کو اس کا حق اور اختیار دیا گیا ہے)۔

۲۴ کیا (ایسے واضح دلائل کے باوجود) اِن لوگوں نے اپنے لئے 'خدا کے علاوہ' اور ارباب اقتدار تجویز کر رکھے ہیں؟ ان سے کہو کہ تم اپنے اس مسلک کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرو۔ (یہ اس کے لئے کوئی دلیل نہیں لاسکیں گے۔ ۲۳/۱۱۷)۔

ان سے کہدو کہ اس مسلک پر جسے میں پیش کر رہا ہوں، میری جماعت کے لوگ میرے ساتھ ہیں۔ اور اسی مسلک پر وہ لوگ تھے جو مجھ سے پہلے (انبیاء اور ان کے ساتھی) گذر چکے ہیں۔ یہ اِن کے لئے بھی باعث شرف و عزت ہے جس طرح اُن کے لئے تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ مخالفین حقیقت سے واقف نہیں اور یونہی (جذبات کی رَو میں بہ کر یا اندھی تقلید کی رُو سے) اس مسلک حق و صداقت سے اعراض برتتے ہیں۔

۲۵ (یہ مسلک شروع ہی سے ایسا چلا آرہا ہے)۔ چنانچہ ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی گئی ہو کہ کائنات میں اختیار و اقتدار صرف خدا کا ہے۔ کسی اور کا نہیں۔ سو تم قوانین خداوندی ہی کی محکومی اور اطاعت اختیار کرو۔ (یہی وحی اب کی جارہی ہے)۔

۲۶ ان کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ یہ خدا کی اولاد کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ جنہیں یہ خدا کی اولاد سمجھتے ہیں وہ اس کے معزز، اطاعت گزار بندے ہیں۔

۲۷ ان کی اطاعت کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی بات میں خدا سے سبقت نہیں کرتے۔ بس، وہیں تک رہتے ہیں جہاں تک فرمان خداوندی ہوتا ہے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کے کرنے کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۲۸ (یہ بھی نہیں کہ وہ ظاہرداری سے کچھ اور کرتے ہوں اور دل میں کچھ اور خیالات رکھتے ہوں۔ خدا اُن کے تمام احوال و کوائف سے واقف ہے)۔ اُن کے ماضی سے بھی اور مستقبل سے بھی[1]۔

---

[1] جسے ہم حال (PRESENT) کہتے ہیں، وہ ماضی کا مستقبل، اور مستقبل کا ماضی ہوتا ہے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾ أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ

ان کی تائید و نصرت کسی کے ساتھ نہیں ہوتی بجز اُس کے جو قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ ہو۔ وہ خود قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کے عواقب سے ڈرتے رہتے ہیں (۱/۲۵)۔

۲۹ (ان میں سے کوئی بھی اپنے الٰہ ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ (۴۸/۳)۔ اگر بفرضِ محال) ان میں سے کوئی یہ بات کہے کہ خدا کے علاوہ 'میں الٰہ ہوں' (مجھے بھی خدائی اختیارات حاصل ہیں)، تو اس کی پاداش میں ہم اسے جہنم رسید کر دیں۔ اسی طرح 'جس طرح ہم دوسرے سرکش لوگوں کو سزا دیا کرتے ہیں۔

۳۰ (بعض لوگ بربنائے جہالت 'مظاہرِ فطرت کو دیوی دیوتا سمجھ لیتے ہیں' حالانکہ سلسلۂ کائنات تمام کا تمام 'خدا کا پیدا کردہ' اور اسی کے قوانین کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔ اس وقت تو نہیں کائنات میں مختلف مظاہر الگ الگ کام کرتے دکھائی دیتے ہیں' لیکن) انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ تخلیق کے ابتدائی ادوار میں یہ سب ایک ہی ہیولیٰ تھے۔ پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا۔ (مثلاً کرۂ ارض 'اس اوّلیں ہیولیٰ سے یوں الگ ہوا جس طرح گوپیے سے پتھر پھینکا جاتا ہے۔ (۴۹/۴)۔ اور اس طرح تمام کرتے' اپنے اپنے مدار میں تیرنے لگ گئے (۲۱/۳۳ ؛ ۳۶/۴۰)۔ اس کے بعد جب زمین اس قابل ہو گئی کہ اس پر جاندار چیزیں رہ سکیں تو) ہم نے پانی سے زندگی کی نمود کی —— (تمام جاندار چیزیں پانی کے امتزاج سے پیدا ہوئیں۔ (۲۴/۴۵)۔ اور زندگی کے اس سرچشمہ پر خدا نے اپنا کنٹرول رکھا۔ ۱۱/۷)۔

کیا اس کے بعد بھی یہ لوگ اس حقیقت پر ایمان نہیں لاتے کہ ساری کائنات میں اقتدار و اختیار صرف خدا کا ہے' کسی اور کا نہیں۔

۳۱ اور ہم نے زمین کو ایسا بنا دیا کہ وہ گھومتی بھی رہے اور انسان اس پر اطمینان سے سکونت پذیر بھی رہیں۔ (۱۶/۱۵)۔ نیز اس میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے (جو واٹر ورکس کا کام بھی دیتے ہیں اور دیگر سامانِ زیست کے ذخائر کا بھی)۔ اور ان میں درّے رکھ دیئے تاکہ ان سے راستوں کا کام لیا جا سکے۔

۳۲ اور کرۂ ارض کے اوپر ایسی فضا پیدا کر دی جو خود بھی محفوظ ہے' اور زمین کے رہنے والوں کو' اوپر سے

ATMOSPHERE فضا

عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

گرنے والے شہاب ثاقب کی تباہی سے بھی محفوظ رکھتی ہے[1]۔

یہ سب کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (اس حقیقت کی کہ) اشیائے فطرت خود قوانینِ خداوندی کے تابع سرگرمِ عمل ہیں۔ ان میں سے کسی کو کوئی قوت و اقتدار حاصل نہیں۔ لیکن اس کے باوجود) یہ لوگ ان حقائق سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔

۳۳ خدا وہ ہے جس نے (زمین کی گردش سے) رات اور دن کے 'یکے بعد دیگرے' آنے کا سلسلہ قائم کیا۔ اور سورج اور چاند بنائے۔ ان میں سے ہر ایک 'اپنے اپنے مدار میں' تیزی سے تیر رہا ہے۔

۳۴ (ہمارے قوانین کی صداقتیں ان آفاقی نشانیوں سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کا اصرار ہے کہ 'رسول کو ایسی نشانیاں پیش کرنی چاہئیں جو ان قوانین فطرت کے خلاف ہوں' تاکہ معلوم ہوسکے کہ وہ کوئی مافوق البشر ہستی ہے۔ ان سے کہو کہ رسول' عام انسانوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں' اور اپنے وقت پر وفات پا جاتے ہیں)۔ تجھ سے پہلے بھی ہم نے کوئی انسان ایسا نہیں بنایا جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہا ہو۔ نہ ہی تیرے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ پھر اگر تیرے لئے ایک دن مرنا ہے تو یہ کون سے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں؟

۳۵ دنیا میں ہر ذی حیات کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ (باقی رہی یہاں کی زندگی اور اس کے حوادث' سو اس میں تم سب، اچھی بُری حالتوں کی کٹھالیوں سے گزرتے ہو تاکہ تمہاری مضمر صلاحیتوں کی نمود ہو جائے۔ تمہاری ہر نقل و حرکت کا رُخ ہمارے قانون مکافات کی طرف ہے۔ (تم اس سے الگ ہٹ کر کہیں نہیں جا سکتے)۔

---

[1] جنہیں ہم "ٹوٹنے والے تارے" (METEORS) کہتے ہیں وہ درحقیقت' نظام شمسی کے چھوٹے چھوٹے اجرام ہوتے ہیں جو کشش ثقل کی قوت سے ٹوٹ کر نیچے گرتے ہیں اور ان کے پتھریلے ٹکڑے بارش کی طرح برستے ہیں۔ بعض اوقات کرۂ ارض اس "بارش" کے راستے میں آجاتا ہے لیکن اس کے اوپر کی فضا ان پتھروں کو پیس کر رکھ دیتی ہے اور جسے ہم "ٹوٹا ہوا تارہ" کہتے ہیں وہ ان کی چمکنے والی راکھ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہ پتھر اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ فضا سے پس کر راکھ نہیں ہوتے۔ اس طرح ان کے بعض ٹکڑے زمین پر گرتے ہیں۔ لیکن یہ شاذونادر ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ فضا میں پس جاتے ہیں۔ اگر فضا ان "پتھروں کی بارش" کو پیس کر راکھ نہ بنا دے تو زمین پر زندگی محال ہو جائے۔ یوں یہ فضا' ہمارے لئے "محفوظ چھت" کا کام دیتی ہے۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۴۱﴾

۳ ۴ ۱۴

۳۶ (اے رسول!) جب یہ لوگ جو ہمارے قوانین کی صداقتوں سے انکار کرتے ہیں، تجھے دیکھتے ہیں تو (دلیل و برہان کی رُو سے تو تیری کسی بات کا جواب دے نہیں سکتے۔ کھسیانے ہو کر) تیرا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "دیکھو! یہ ہے وہ جو تمہارے معبودوں کا (اس طرح) ذکر کرتا ہے۔ (اور ان کی الوہیت کا انکار کرتا ہے!" تجھے تو اپنے باطل معبودوں کے انکار پر ہدفِ استہزاء بناتے ہیں اور اپنی یہ حالت ہے کہ) خدائے رحمٰن ——— جو حقیقی اِلٰہ ہے ——— کا نام تک سننے کے روادار نہیں۔ اس سے یکسر انکار کرتے ہیں۔

۳۷ (یہ سب اس لئے کہ انسان دور تک نگاہ نہیں لے جاتا) بڑا جلد باز واقع ہوا ہے (۱۱/۱۷)۔ (چونکہ ان کے اس انکار و سرکشی کی وجہ سے ان پر فوری گرفت نہیں ہوتی، اس لئے یہ تیری تنذیرات کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ) یوں جلدی مت مچاؤ۔ وہ دن دور نہیں جب خدا کی یہ نشانیاں حقیقت بن کر تمہارے سامنے آجائیں گی، اور تم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔

۳۸ (ہمیں معلوم ہے کہ) یہ تم سے بار بار کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ کہ ہماری جس تباہی کے متعلق تم اکثر دھمکیاں دیتے رہتے ہو وہ کب آئے گی؟

۳۹ اگر ان منکرینِ قانونِ مکافات کو اس آنے والے انقلابی حادثہ کا کچھ بھی علم ہو جائے، اور یہ جان لیں کہ جب (جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی تو) یہ اس کے شعلوں کو نہ اپنے سامنے سے ہٹا سکیں گے اور نہ ہی اپنے پیچھے سے۔ اور اُس وقت کوئی ان کی مدد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا (تو یہ کبھی اس کے لئے جلدی نہ مچائیں)۔

۴۰ وہ آنے والا انقلاب، ان کے سامنے یوں دفعتہً نمودار ہو جائے گا کہ یہ مبہوت رہ جائیں گے۔ پھر نہ تو انہیں اس کی قدرت ہوگی کہ یہ اُسے ہٹا کر کسی دوسری طرف پھرا دیں، اور نہ ہی انہیں اس کی مہلت دی جائے گی (کہ یہ اُس کی زد سے بچنے کے لئے ایک طرف ہو جائیں)۔

۴۱ (حقیقت یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ استہزاء اور استخفاف کوئی نئی چیز نہیں) تجھ سے پہلے

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

رسولوں کی بھی اسی طرح ہنسی اڑائی جا چکی ہے۔ لیکن ان کی اس ہنسی کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ وہ جن باتوں کو مذاق سمجھا کرتے تھے انہوں نے سچ مچ آکر انہیں گھیر لیا۔

۴۲ (اے رسول! ان سے پوچھو کہ) دن ہو یا رات۔ کوئی قوت ایسی ہے جو خدا کی گرفت سے بچانے کے لئے تمہاری حفاظت کر سکے؟ لیکن (یہ اس کا جواب کیا دیں گے۔) یہ تو اپنے نشو ونما دینے والے کے قانونِ مکافات سے یکسر منہ پھیرے ہوتے ہیں۔

۴۳ کیا (یہ سمجھتے ہیں کہ) فی الواقعہ کوئی قوتیں ایسی ہیں جو انہیں ہماری گرفت سے بچا لیں گی؟ (جنہیں یہ اپنا معبود سمجھ رہے ہیں' وہ انہیں کیا بچا لیں گے! اُن کی تو یہ حالت ہے کہ) وہ خود اپنی مدد کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ نہ ہی ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ (ہماری حفاظت انہی کو حاصل ہوتی ہے جو ہمارے قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں)۔

۴۴ اصل میں ہوا یہ ہے کہ انہیں' اور ان کے آباء و اجداد کو' زندگی کا ساز و سامان ایسی فراوانی سے مل گیا کہ یہ اُس کے نشہ میں مدہوش ہو گئے۔ اور پھر اس پہ اتنا لمبا عرصہ گزر گیا کہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب یہ ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا! لیکن کیا یہ اس حقیقت پہ غور نہیں کرتے کہ ہم معاشی ذرائع (ارض) کو بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھ سے چھین کر ان کی مقبوضات کو کس طرح کم کرتے چلے جا رہے ہیں (۱۳/۴۱)۔ کیا' اس کے باوجود' یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بالا دست رہیں گے' اور ہمارا نظام ان پہ غالب نہیں آسکے گا؟

۴۵ ان سے کہو کہ میں جو تمہیں' تمہاری روش کے انجام و عواقب سے آگاہ کرتا رہتا ہوں' تو وہ میرے ذاتی قیاسات کی بنا پہ نہیں ہوتا۔ میں یہ سب کچھ وحیِ خداوندی کی بنا پہ کہتا ہوں (اس لئے اس میں شک و شبہ یا غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ) تم بالکل بہرے بن جاتے ہو' اور ہر بات اَن سُنی کر دیتے ہو۔ اس لئے میرا انذار تمہیں کیا فائدہ دے سکتا ہے؟

۴۶ حالانکہ اس آنے والے انقلاب کا عذاب اس قدر شدید ہے کہ اگر انہیں اس کی ایک لپٹ بھی

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِينَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى وَهٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ أَنْزَلْنٰهُ ۚ أَفَأَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُونَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا إِبْرٰهِيمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِينَ ﴿۵۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُونَ ﴿۵۲﴾

چھو جائے (تو ان کا سارا نشہ ہرن ہو جائے) اور بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ہم واقعی زیادتی کیا کرتے تھے۔ یہ تباہی ہم پر آنی چاہیئے تھی۔

۴۷ اور (یہ انقلابی عذاب یونہی اندھا دھند واقع نہیں ہو جائے گا۔ ہمارے ہاں سے کچھ بھی اندھا دھند نہیں ہوتا) ہم ظہورِ نتائج کے وقت عدل کی میزانیں کھڑی کر دیں گے اور کسی کے ساتھ ذرا بھی بے انصافی نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ کیا ہوگا تو اسے بھی وزن میں لے لیا جائیگا۔ جب ہم خود حساب کرنے والے ہوں تو پھر کونسی چیز ہے جو حساب سے باہر رہ سکتی ہے۔ (۹۹/ ۷-۸)۔

۴۸ (اسی قسم کے انقلابات انبیائے سابقہ کے ہاتھوں بھی وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً موسٰیؑ اور ہارونؑ کے ہاتھوں) جنہیں ہم نے وہ ضابطۂ قوانین عطا کیا تھا جو صحیح اور غلط کو نکھار کر الگ الگ کر دینے والا' اور ان لوگوں کے لئے جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہیں' مشعلِ ہدایت اور وجۂ شرف تھا۔

۴۹ یعنی ان لوگوں کے لئے جو قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی کے ان دیکھے نتائج سے ڈرتے تھے اور اس طرح آنے والے انقلاب کے تصور سے لرزتے تھے۔

۵۰ اور اب یہ قرآن ہماری طرف سے نازل کردہ ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کی خوشگواریوں کا ضامن ہے۔ تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

۵۱ اور ہم نے (موسٰیؑ اور ہارونؑ سے بھی) پہلے ابراہیمؑ کو وہ سمجھ بوجھ عطا کر دی تھی (جو اس کے منصب کے شایانِ شان' اور ان فرائض کی سرانجام دہی کے لئے ضروری تھی جو اس کے سپرد کئے جا رہے تھے)۔ اور ہم اس کی حالت سے خوب واقف تھے۔

۵۲ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر تم اس طرح جم کر بیٹھ گئے ہو۔ اور جن کے تم مجاور بن رہے ہو؟ (ذرا عقل و بصیرت سے کام لو اور سوچو کہ

قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ

تم بڑے ہو جنہوں نے انہیں بنایا ہے یا یہ مورتیاں بڑی ہیں؟)۔

۵۳ انہوں نے جواب میں کہا کہ (ہم ان باتوں کو کچھ نہیں جانتے)۔ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا کہ وہ ان کی پرستش کیا کرتے تھے (ہم بھی ویسا ہی کرنے لگ گئے)۔

۵۴ ابراہیمؑ نے کہا کہ تم بھی کھلی ہوئی گمراہی میں ہو اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں تھے (جو اپنے ہاتھوں کی تراشیدہ مورتیوں کے سامنے جھکتے تھے اور اس طرح شرفِ انسانیت کو خاک میں ملا دیتے تھے)۔

۵۵ انہوں نے کہا کہ ابراہیمؑ! تو ہم سے یہ کچھ سچ مچ کہہ رہا ہے یا یونہی مذاق کر رہا ہے؟

۵۶ ابراہیمؑ نے کہا کہ (اس میں مذاق کی کونسی بات ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ جن مورتیوں کو تم خود بناتے ہو وہ اس قابل ہو سکتی ہیں کہ انسان انہیں اپنا خدا بنا لے!) تمہارا نشو و نما دینے والا وہ ہے جو تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور اس کے بعد انہیں نشو و نما دے رہا ہے۔
(تمہارے پاس تمہارے مسلک کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمہارے آباء و اجداد ایسا کرتے چلے آرہے تھے۔ لیکن) میں اپنے اس دعوے پر خود گواہ ہوں (اور جس قسم کی محکم شہادت چاہو پیش کر سکتا ہوں۔ سوچو کہ کس کی شہادت زیادہ قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے؟)۔

۵۷ (تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ جو شخص ان بتوں کی شان میں ذرا سی بھی گستاخی کرے یہ اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ بتانے کے لئے کہ تمہارا یہ عقیدہ کس قدر غلط ہے اور تمہارے یہ معبود کس قدر بے بس ہیں) میں، تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد انہیں ٹھکانے لگاؤں گا۔ خدا گواہ ہے میں ایسا ضرور کروں گا۔ (پھر تم دیکھ لینا کہ یہ بت کس قوت کے مالک ہیں! تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد اس لئے کہ اگر میں نے تمہاری موجودگی میں ان پر ہاتھ اٹھایا تو تم ان کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہو گے اور پھر لوگوں کو یہ کہہ کر فریب میں مبتلا کر دو گے کہ یہ شخص تمہارے معبودوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا۔ تمہاری عدم موجودگی میں معاملہ میرے اور ان بتوں کے مابین ہو گا اور یہ بات واضح ہو جائیگی کہ ان میں خود اپنی حفاظت کی قوت بھی نہیں)۔

۵۸ چنانچہ ابراہیمؑ نے تنہائی میں ان بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ صرف ایک بت کو

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

جو ان میں سب سے بڑا تھا' چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (یعنی ان سے کہا جاسکے کہ یہ تمہارا سب سے بڑا معبود' موجود ہے اس سے پوچھو کہ یہ کیا ہوا ہے اور اس کی موجودگی میں کیسے ہوا ہے؟ اگر اس بت کو بھی توڑ دیا جاتا تو اس دلیل وحجت کی گنجائش نہ رہتی)۔

۵۹ (چنانچہ جب لوگ معبد میں آئے تو اپنے معبودوں کا یہ حشر دیکھ کر کہنے لگے کہ) ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کچھ کس نے کیا ہے؟ جس کسی نے بھی کیا ہے' وہ بڑا ہی ظالم اور سرکش ہے۔

۶۰ (معبد کے پجاریوں کو اس کا علم تھا لیکن انہوں نے دانستہ بات کو چھپایا۔ کیونکہ اگر وہ یہ بتا دیتے کہ ابراہیمؑ نے ان سے یہ کچھ پہلے ہی کہہ دیا تھا' تو عوام ان کے پیچھے پڑ جاتے کہ جب تمہیں اس کا علم ہو چکا تھا تو تم نے ان کی حفاظت کی طرف سے غفلت کیوں برتی؟ اس لئے وہ خاموش رہے۔ لیکن عوام میں سے بعض نے) کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو' جسے ابراہیمؑ کہہ کر پکارتے ہیں' ان کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتے سنا ہے۔ (شاید یہ اسی کی حرکت ہو)۔

۶۱ (چنانچہ پجاریوں نے معتبر بننے کے لئے) کہا کہ ابراہیمؑ کو یہاں مجمع کے سامنے لاؤ تاکہ یہ لوگ اس کی شہادت دیں کہ یہی وہ نوجوان ہے جو ان کے معبودوں کے متعلق اس قسم کی باتیں کیا کرتا تھا)۔

۶۲ **۶۳** (چنانچہ ابراہیمؑ کو بلایا گیا۔ لوگوں نے شہادت دی کہ یہی ہے وہ نوجوان جو ان کے بتوں کے خلاف باتیں کیا کرتا ہے۔ پجاریوں نے ملزم بننے کے بجائے' عدالت کی پوزیشن اختیار کر لی' ورنہ اُن کے خلاف یہ الزام کچھ کم سنگین نہیں تھا کہ اُنہوں نے بتوں کی حفاظت سے لاپرواہی برتی ہے)۔ انہوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تمہارے خلاف الزام یہ ہے کہ تم نے ہمارے بتوں کے خلاف یہ حرکت کی ہے۔ کہو! تم اس الزام کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہو؟

ابراہیمؑ نے جس مقصد کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا' اب اس کے حصول کا موقعہ آگیا تھا۔ وہ اگر یہ کہہ دیتا کہ تم اس قدر بھولے بن کر یہ کچھ کیوں پوچھ رہے ہو! کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے بتوں کا علاج کرنے والا ہوں' تو وہ ایک دم ادھم مچا کر عوام کے جذبات کو مشتعل کر دیتے

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا
هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

اوران کے سامنے حقیقت واشگاف ہوکر نہ آسکتی۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اس بات کو تو بعد میں دیکھا جا سکتا ہے۔[1] تم ذرا اس پر غور کرو کہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمہارے یہ معبود بڑی قوتوں کے مالک ہیں۔ یہ اپنے پرستاروں کی تمام مرادیں برلاتے ہیں اور مخالفین کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑے دیوتا کی قوتیں تمہارے نزدیک غیر محدود ہیں۔ یہ سب کچھ اُس کے سامنے ہوا ہے۔ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اس بڑے بُت نے اپنی قوت کو کام میں لاکر اُسے اس سے روکا کیوں نہ اور اُسے تباہ و برباد کیوں نہ کر دیا؟

ابراہیمؑ کے اس سوال پر چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد اس نے پجاریوں سے کہا کہ تم لوگوں سے کہا کرتے ہو کہ یہ بت غیب کا علم رکھتے ہیں۔ یہ ہر ایک بات کو جانتے ہیں۔ جب کوئی شخص تم سے کوئی بات پوچھنے آتا ہے تو تم کہتے ہو کہ ہم اسکا جواب ان دیوتاؤں سے پوچھ کر بتائیں گے۔ چنانچہ اسکے بعد تم اُس سے کہتے ہو کہ ہم نے دیوتاؤں سے پوچھا تھا۔ انہوں نے یہ جواب دیا ہے۔

اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بت تم سے باتیں کیا کرتے ہیں تو تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔ خود ان بتوں سے کیوں نہیں پوچھتے کہ تمہارے ساتھ یہ کچھ کس نے کیا ہے؟ ($\frac{۳۷}{۸۸ - ۹۸}$)۔

۶۴ (ابراہیمؑ کے اِن سوالات نے پجاریوں کی پوزیشن عجیب کر دی! وہ مجمع سے الگ ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو یہ ہے کہ زیادتی ہم سے ہی ہوگئی ہے۔

۶۵ وہ حقیقت کے قائل تو ہو گئے لیکن پیشوائیت کی مسندیں کھلے بندوں اس کے اعتراف کی اجازت کب دیتی تھیں؟ وہ فکر و نظر کی اِن بلندیوں پر پہنچنے کے بعد پھر جہالت و توہم پرستی کی اُنہی پستیوں میں آگرے۔ وہ ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ تم نے محض مناظرہ میں بازی جیتنے کے لئے ہم سے یہ سوال کیا ہے ورنہ تمہیں خود معلوم ہے کہ یہ بُت باتیں نہیں کیا کرتے۔

---

[1] اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ ان پجاریوں نے کہا ہو کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یہ کام تمہاری جماعت کا ہے۔ لیکن ہم جرم متعین کرنے کے لئے معلوم یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسے خود تم نے کیا ہے یا تمہاری جماعت کے کسی اور آدمی نے؟ اس کے جواب میں ابراہیمؑ نے کہا کہ کسی اور نے نہیں بلکہ اُن کے سب سے بڑے قائد نے جو تمہارے سامنے کھڑا ہے خود یہ کچھ کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک جواب کا وہ انداز جسے متن میں سامنے لایا گیا ہے اُس رشد ابراہیمیؑ سے زیادہ قریب ہے جس کا ذکر ($\frac{۲۱}{۵۱}$) میں آیا ہے۔

قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ

۶۶ اس پر ابراہیمؑ نے کہا کہ کس قدر مقامِ تاسف ہے کہ تم نے "اللہ کو چھوڑ کر" جانتے بوجھتے ان چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو نہ تمہیں کچھ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتی ہیں نہ نقصان پہنچانے کی۔

۶۷ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر! کیا تم ذرا بھی عقل و فکر سے کام نہیں لیتے؟

۶۸ اُن کے پاس ابراہیمؑ کے ان دلائل کا جواب اس کے سوا کیا تھا جو ہر دھاندلی باز گروہ کا جواب ہوتا ہے! انہوں نے عوام کو مشتعل کیا اور کہا کہ اگر تم میں کچھ ہمت ہے تو اٹھو اور اس شخص کو جس نے تمہارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے' زندہ جلا دو' اور اس طرح اپنے دیوتاؤں کا بول بالا کر دو۔

۶۹ وہ ابراہیمؑ کے خلاف عداوت اور انتقام کی آگ کو یوں بھڑکا رہے تھے' اور ہم ایسا انتظام کر رہے تھے کہ اس آگ کے شعلے سرد پڑ جائیں اور وہ ابراہیمؑ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔

۷۰ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں ابراہیمؑ کے خلاف جو تدبیر سوچی تھی۔ ہم نے اسے بیکار کر دیا' اور یوں وہ سب اپنے منصوبے میں ناکام رہ گئے (۲۹/۲۴ ؛ ۳۷/۹۸)۔

۷۱ اور ابراہیمؑ اور (اس کے ساتھی) لوطؑ کو ان لوگوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رکھ کر' امن و سلامتی سے' اس سرزمین کی طرف بھیج دیا جسے ہم نے اقوامِ عالم کے لئے بڑی بابرکت بنایا تھا: (۲۹/۲۶ ؛ ۳۷/۹۹)۔ (اس طرح' خدا کے رسول' ہجرت کر کے' اپنے دشمنوں کی شعلہ سامانیوں سے محفوظ رہا کرتے ہیں)۔

۷۲ (ابراہیمؑ نے' شام کے سرسبز و شاداب میدانوں میں' ایک نئی زندگی شروع کی۔ وہ وہاں اپنے مشن میں بھی کامیاب ہوا' اور) ہم نے اسے اسحٰقؑ جیسا بیٹا' اور یعقوبؑ جیسا پوتا عطا کیا۔ اور ان سب کو عمدہ صلاحیتوں کا مالک بنایا۔

۷۳ اور ہم نے' انہیں' لوگوں کی امامت (لیڈرشپ) عطا کی۔ وہ ہمارے قوانین کے مطابق

وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَلُوطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِينَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِي رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۷۵﴾ وَنُوحًا اِذْ نَادٰى
مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِينَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ

اُن کی راہ نمائی زندگی کے صحیح راستے کی طرف کرتے تھے۔ ہم نے ان کی طرف وحی کے ذریعے ایسے احکام بھیجے تھے جن کی رُو سے وہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا انتظام کرتے اور نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وہ سب ہمارے احکام و قوانین کی اطاعت کرنے تھے۔

۷۴ (ابراہیمؑ کے ساتھ' لوطؑ نے بھی ہجرت کی تھی۔ اُس وقت اس کا شمار عام مومنین کی صف میں تھا۔ لیکن بعد میں) ہم نے اسے نبوت کا علم' اور اس کے مطابق' لوگوں کے معاملات میں فیصلے کرنے کا منصب عطا کیا۔ اس کی بستی کے لوگ' بڑے ناشائستہ کام کیا کرتے تھے۔ وہ صحیح راستے کو چھوڑ کر بڑی خراب راہوں پر چل رہے تھے۔ ہم نے اس بستی کو تباہ کر دیا اور لوطؑ کو وہاں سے محفوظ نکال کر دوسری جگہ لے گئے۔

۷۵ ہم نے اسے اپنی رحمتوں سے نوازا۔ وہ بھی صالحین کے زمرہ میں سے تھا۔

۷۶ اور اسی طرح نوحؑ کا معاملہ بھی ہے' جو ان انبیاء سے پہلے ہو گزرا تھا۔ (اس نے اپنی قوم کو مسلسل حق کی تبلیغ کی۔ لیکن ان لوگوں کی سرکشی بڑھتی چلی گئی۔ چنانچہ جب اُن کی طرف سے مخالفت انتہا تک پہنچ گئی تو) نوحؑ نے ہمیں پکارا اور ہم نے اس کی پکار کا جواب دیا' اور اُسے اور اُس کے رفقاء کو اس کربِ عظیم سے نجات دلائی۔

۷۷ اور اُن لوگوں کے مقابلہ میں اُس کی مدد کی جو ہمارے قوانین کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ وہ بہت بُرے لوگ تھے۔ سو ہم نے ان سب کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

۷۸ اور اسی طرح داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا بھی معاملہ ہے)۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے سلطنت کو مستحکم اور مرفہ الحال بنانے کی تدبیریں کرتے تھے لیکن اُن کی قوم اُسے یوں تباہ اور برباد کرنے کی فکر میں لگی رہتی تھی جس طرح کھلا ریوڑ چرواہے کے علم کے بغیر خود اپنے مالک کے کھیت کو چر کر تباہ کر دے۔ وہ قوم نظم و ضبط میں رہنا چاہتی ہی نہ تھی۔ اور ہم دیکھ رہے تھے کہ داؤدؑ و سلیمانؑ اس کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرتے ہیں[1]۔

---

[1] ۲۲ ۔۔ ۲۱ میں بھی ایک واقعہ مذکور ہے لیکن وہ اس سے الگ معلوم ہوتا ہے۔

فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ ۖ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَن يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ﴿٨٢﴾ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾

---

۷۹ داؤدؑ کے زمانے میں تو اُس قوم کی حالت زیادہ نہ سنور سکی۔ لیکن سلیمانؑ کی سمجھ میں اس کی پوری پوری تدبیر آگئی (اور وہ اس ریوڑ کو ضبط کی رسیوں سے باندھنے میں کامیاب ہوگیا)۔

ویسے ہم نے ان تمام انبیاءؑ کو علمِ نبوت اور منصبِ حکومت عطا کر رکھا تھا۔ اور داؤدؑ کی سلطنت کی قوت اور وسعت کا تو یہ عالم تھا کہ) ہم نے وہاں کے قبائل کے بڑے بڑے سرداروں کو اور قبیلۂ طیر کے شہسواروں کو (جن سے گھوڑوں کے رسالے ترتیب پاتے تھے۔ $\frac{۲۷}{۱۶}$ ؛ $\frac{۳۴}{۱۰}$) اس کے ساتھ کام میں لگا رکھا تھا اور وہ اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں سرگرداں رہتے تھے —— اور یہ ہمارے پروگرام مشیت کے عین مطابق تھا۔

۸۰ اور ہم نے اسے زرہ سازی کا علم بھی دیا' تاکہ تم' اسے پہن کر' لڑائی میں' دشمن کے ہتھیاروں سے محفوظ رہ سکو۔

لیکن تم اس پر بھی اس کے سپاس گزار نہیں بنتے تھے (اور سلطنت کو کمزور کرنے کے لئے ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے)۔

۸۱ اور ہم نے سلیمانؑ کے لئے (سمندر کی تند اور تیز ہواؤں کو' فنِ بادبانی کی رُو سے' اس طرح) مسخر کر دیا تھا کہ وہ اُس کے پروگرام کے مطابق' اس کی کشتیوں کو اُس سرزمین کی طرف لے جاتی تھیں جس میں ہم نے زندگی کی خوش حالیوں کا بہت سا سامان رکھ چھوڑا تھا —— اور ہم ہر بات کا علم رکھتے ہیں۔

۸۲ اور ہم نے بڑے بڑے سرکش قبائل کے لوگوں کو اس کا تابع فرمان بنا دیا تھا۔ وہ اس کے لئے سمندروں میں غوطہ زنی کرتے (اور اس میں سے موتی وغیرہ نکال لیتے) تھے۔ اس کے علاوہ' اور بھی بہت سے کام کرتے تھے۔ اور ہم ان کی نگہبانی کرتے تھے (کہ وہ سرکش نہ ہونے پائیں)۔ ($\frac{۳۴}{۱۲}$ ؛ $\frac{۳۸}{۳۷}$)

۸۳ اور اسی طرح' ایوبؑ (کا معاملہ بھی یاد کرو) جب اس نے اپنے نشو و نما دینے والے کو پکارا تھا اور کہا تھا کہ خدایا! میں سخت تکلیف میں پڑ گیا ہوں۔ اور جس سے نجات حاصل کرنے کے لئے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿۸۴﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿۸۵﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾

تیری رحمت کی ضرورت ہے) یہ ظاہر ہے کہ تجھ سے بڑھ کر سامانِ ربوبیت و رحمت عطا کرنے والا اور کوئی نہیں (۳۸/۴۱)۔

۸۴ چنانچہ ہم نے اس کی پکار سن لی اور اس کی تکلیف رفع کر دی۔ اس کے بچھڑے ہوئے ساتھی اسے مل گئے۔ بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی۔ یہ کچھ ہماری طرف سے مرحمت ہوا۔ اس واقعہ میں بھی ان لوگوں کے لئے سامانِ موعظت ہے جو ہمارے قانون کی اطاعت کرتے ہیں۔

۸۵ (اور اسی طرح کے انبیاء) اسمٰعیلؑ ادریسؑ اور ذی الکفل تھے۔ یہ بھی حق کی دعوت میں جم کر کھڑے رہے تھے۔

۸۶ ہم نے انہیں اپنی رحمتوں سے نوازا۔ یہ سب صالحین کے زمرے میں شامل تھے۔

۸۷ اور اسی طرح ذوالنونؑ کا معاملہ بھی ہے۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں سے تنگ آکر غصہ میں وہاں سے چلا گیا (حالانکہ اسے ابھی ہجرت کا حکم نہیں ہوا تھا لیکن اس نے یہ فیصلہ کسی سرکشی کے ارادے سے نہیں کیا تھا۔) اس نے خیال یہ کیا تھا کہ چونکہ یہ فیصلہ خدا کے کسی حکم کے خلاف نہیں اس لئے خدا اس پر مواخذہ نہیں کرے گا اور مجھے کسی سختی میں نہیں ڈالے گا پھر جب وہ (اپنے غلط پروگرام کی وجہ سے) مشکلات میں گھر گیا تو اس نے ہمیں پکارا اور کہا کہ بارالہا! تیرے سوا اور کسی کو اس کا اقتدار و اختیار نہیں (کہ وہ مجھے ان مشکلات سے نجات دلا سکے) میں نے جو اس فیصلے میں عجلت کی اور تیرے حکم کا انتظار نہ کیا تو یہ میری زیادتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا فیصلہ ہی ایسا ہوتا ہے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہوتا ہے۔ (۳۷/۱۳۹ ؛ ۶۸/۴۸)۔

۸۸ سو ہم نے اس کی پکار کو سن لیا اور اسے غم سے نجات دی۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کو غم و حزن سے نجات دیتے ہیں جو ہمارے قوانین کی صداقت و محکمیت پر یقین رکھتے ہیں۔

۸۹ اور اسی طرح زکریاؑ کا بھی معاملہ یاد کرو۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ

رَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰیَةً

لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ۗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ

اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

(ع ۶)

نشوونما دینے والے! تو مجھے اس دنیا میں بغیر وارث کے تنہا نہ چھوڑ' اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ تو ہی
ہم سب کا بہترین وارث ہے۔ (لیکن اس قسم کے وارث کی ضرورت بھی ظاہر ہے۔ ۳/۳۴ ; ۱۹/۵)۔

۹۰ ہم نے اس کی پکار سن لی اور اس کی بیوی میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کر کے' اسے
یحییٰؑ جیسا بیٹا عطا کر دیا۔
یہ تمام انبیاء نوع انسان کی بھلائی کے کاموں میں نہایت تیزی سے آگے بڑھتے تھے۔ اور زندگی
کے ہر گوشے میں ——— خواہ وہ امید افزا ہو یا یاس انگیز ——— ہم سے پوچھتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ (وہ
ہر معاملہ میں' ہمارے حکم کا انتظار کرتے تھے) اور اسی کے سامنے جھکتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قوانین
خداوندی کے خلاف قدم اٹھانے میں کس قدر خطرات پنہاں ہیں۔ وہ ان کی خلاف ورزی سے ہمیشہ ترساں
لرزاں رہتے تھے۔

۹۱ اور ان کے ساتھ ہی' اس عفت مآب خاتون کا معاملہ بھی یاد کرو جسے ہم نے (یہودیوں کی خودساختہ
شریعت کے علی الرغم) عیسٰیؑ جیسا بیٹا عطا کیا۔ اور جس طرح ہر انسانی بچے میں خدائی توانائی کا شمہ ڈال کر اسے
صاحب اختیار و ارادہ انسان بنا دیا جاتا ہے' اسے بھی ایسا ہی بنایا۔ (۳/۴۴ ; ۱۹/۱۷ ; ۳۲/۹)۔ وہ دونوں' اقوام
عالم کے لئے اس بات کی نشانی تھے کہ احکام خداوندی اور انسانوں کی خودساختہ شریعت کے فیصلوں میں کتنا فرق
ہوتا ہے۔ (یہودیوں کی خودساختہ شریعت نے انہیں ——— معاذ اللہ ——— مردود و ملعون قرار دیا' اور خدا کی
شریعت نے انہیں مقرب و مقبول ٹھیرایا)۔

۹۲ (اے رسول!) یہ' تمام انبیاء کا گروہ شروع سے آخر تک ایک جماعت تھی۔ (ان کی تعلیم بھی
ایک ہی تھی اور مقصد بھی ایک ۔ ان کے خدا نے ان سے کہدیا تھا کہ تمہاری تعلیم کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ)
میں تمہارا نشوونما دینے والا ہوں۔ سو تم صرف میری اطاعت اختیار کرو۔ اس میں کسی اور کو
شریک نہ کرو (۲۳/۵۲)۔

۹۳ (ظاہر ہے کہ جب یہ سب انبیاءؑ' ایک ہی جماعت کے افراد تھے اور ان کی تعلیم بھی ایک ہی تھی'

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ
اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ
يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ
غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا
وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

تو ان کے متبعین کو بھی امتِ واحدہ بن کر رہنا چاہئے تھا۔ لیکن) انہوں نے باہمی اختلافات سے اس وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ حالانکہ ان سب کو بالآخر ہمارے ہی قانون کی طرف آنا ہے۔ (اس کے سوا انسان کیلئے فلاح و سعادت کی کوئی اور راہ نہیں)۔

۹۴ (اور وہ بنیادی قانون یہ ہے کہ) جو کوئی بھی ضابطہ خداوندی کی صداقت پر ایمان رکھے اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو جس سے اس کی ذات کی نشو و نما بھی ہو جائے اور انسانی معاشرہ کے بگڑے ہوئے کام بھی سنور جائیں، تو اس کی کوششیں ناکام نہیں رہیں گی۔ (وہ بھرپور نتائج کی حامل ہوں گی)۔ اس لئے کہ ہمارا قانونِ مکافات ہر ایک کی سعی و عمل کو محفوظ رکھتا ہے۔

۹۵ اس کے برعکس جن قوموں کی صلاحیتیں نشو و نما پانے سے رُک جاتی ہیں، وہ تباہ ہو کر زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ جاتی ہیں، اور پھر لوٹ کر (مرفہ الحالی کی طرف) نہیں آسکتیں۔ (۲۸/۳۳)۔

۹۶ البتہ اس کی ایک شکل یوں ہو جاتی ہے کہ جب قوت و شوکت کی مالک تیز خرام قومیں اپنے ملکوں سے نکل کر، ان پس ماندہ اقوام کے ملکوں میں ڈیرے ڈال دیں (۹۴/۱۸) تو کچھ عرصہ کے بعد بطور ردِ عمل ان کمزور قوموں میں زندگی کی حرارت ابھر آتی ہے اور وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کے لئے مصروفِ تگ و تاز ہو جاتی ہیں۔ اس سے انہیں دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔

۹۷ (ان لوگوں سے کہدو کہ جیسا کہ شروع میں کہا جا چکا ہے) وہ انقلاب جو ٹھوس تعمیری نتائج کا حامل ہوگا قریب آ رہا ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے قانون کی صداقت سے انکار کرتے ہیں، اُس وقت اُن کی حالت یہ ہوگی کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ افسوس ہم پر! ہم اس آنے والے انقلاب سے بے خبر رہے اور اپنی سرکشی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

۹۸ اُس وقت اُن سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے وہ اربابِ اقتدار جن کی تم قوانینِ خداوندی کو چھوڑ کر اطاعت کیا کرتے تھے، سب کے سب تباہ کر دینے والے آتشیں عذاب کے ایندھن ہو رہے۔ اسکے

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ
مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ
الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ
وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

شعلے کہیں باہر سے نہیں آتے' خود تمہارے اپنے اعمال ہی شعلے بن جاتے ہیں، تم خود ہی اس آگ کو جلاتے ہو اور خود ہی) اس میں جل کر راکھ ہو جاتے ہو۔

۹۹ اگر یہ تمہارے معبود (ارباب اقتدار) کسی قوت کے مالک ہوتے' تو اس تباہی کے عذاب میں کیوں مبتلا ہوتے؟ اب دیکھو یہ کس طرح اس میں ماخوذ رہتے ہیں!

۱۰۰ اس میں ان کی چیخ و پکار اس قدر شدید ہوگی کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔

۱۰۱ ان کے برعکس' جو لوگ اپنے اعمال کی بدولت حسن کارانہ انداز زیست کے مستحق قرار پا چکے ہوں گے' وہ اس عذاب سے دور رکھے جائیں گے۔

۱۰۲ اتنے دور کہ وہ اس کی آہٹ تک بھی نہیں سن پائیں گے (۱۹/۶۱)۔ ان کی تمام دلی آرزوئیں پوری ہوں گی' اور وہ اس کیفیت میں سرشار رہیں گے۔

۱۰۳ حتیٰ کہ اس انقلاب کی شدید ترین ہولناکی بھی انہیں ہراساں نہیں کر سکے گی۔ کائنات کی تمام تعمیری قوتیں ان کی رفیق کار ہوں گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ دور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ آکر رہے گا۔ (۲۶/۸۹)۔

۱۰۴ اس دور میں' ان بڑے بڑے لوگوں کو جو آج اس طرح بلندیوں پر متمکن ہیں' یوں لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا جس طرح بہی کھاتے کو (حساب کتاب ہو چکنے کے بعد) لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس وقت' اخلاقی اقدار اور انسان کی معاشی زندگی ایک ہی مرکز کے تابع ہو جائیں گے۔ (۳۹/۶۷)۔ اور اس طرح 'مساوات آدم کی پھر وہی کیفیت ہو جائے گی' جو تخلیق انسانی کے دور اول میں تھی۔ معاشرہ پھر اسی حالت کی طرف لوٹ آئے گا جس میں نوع انسان امت واحدہ تھی اور رزق کی عام فراوانی تھی۔ (۲/۲۱۳ ؛ ۱۰/۱۹)۔ یہ ہمارا وعدہ (طے شدہ پروگرام) ہے جسے پورا ہو کر رہنا ہے[1]۔

[1] اگر ان آیات کا تعلق مرنے کے بعد کی زندگی سے سمجھا جائے' تو پھر ان میں طبیعی کائنات کے زیر و زبر ہو جانے کی طرف (بقیہ ص۷۸۸ پر دیکھئے)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۵ ہم نے اس حقیقت کو، ہر کتاب وحی میں، متعلقہ امور کو سامنے لانے کے بعد بطور ایک اساسی قانون کے لکھ دیا تھا کہ ارض (نظام مملکت و حکومت اور وسائل پیداوار وغیرہ) کے حقیقی وارث وہی لوگ ہوں گے جن میں ان امور کی صلاحیت ہوگی اور جو ہمارے قوانین کے تابع زندگی بسر کریں گے۔

۱۰۶ یہ اساسی قانون حیات ہر اس قوم کے لئے ایک دور رس حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے جو ہمارے قوانین کے تابع زندگی بسر کرتی ہے —— یعنی یہ قانون کہ وراثت ارض کے لئے صلاحیت اور قوانین خداوندی کی اطاعت شرط ہے۔ ان کے بغیر ہنگامی طور پر غلبہ تو حاصل ہو سکتا ہے، وراثت نہیں مل سکتی۔

۱۰۷ (وہ ضابطہ قوانین جس کے مطابق زندگی بسر کرنے سے وراثت ارض حاصل ہوتی ہے، اب اے رسول! دنیا کو تمہاری وساطت سے دیا جا رہا ہے۔ تم اقوام عالم سے کہدو کہ ان کی صحیح نشوونما، جس سے انسانی صلاحیتیں بیدار ہوتی اور پروان چڑھتی ہیں، اسی ضابطہ کی اطاعت سے ہو سکتی ہے۔ جو قوم اس حقیقت سے انکار کرے گی، اس مرحمت ایزدی سے محروم رہ جائے گی۔ ($\frac{9}{41}$)۔ یوں تمہاری بعثت تمام اقوام عالم کے لئے حقیقی رحمت کا موجب بن جائے گی۔

۱۰۸ ان سے کہدو کہ میری تعلیم کا لب لباب، جو مجھے بذریعہ وحی ملی ہے، یہ ہے کہ اقتدار و اختیار کی مالک صرف خدا کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی اطاعت و محکومیت اختیار کی جائے۔

ان سے پوچھو کہ کیا تم اس ضابطۂ قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو (یا نہیں!)۔

۱۰۹ اگر یہ اس سے روگردانی کریں، تو ان سے کہدو کہ میں نے تمہیں (صحیح اور غلط روش زندگی کے نتائج و عواقب سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا ہے —— ماننا نہ ماننا تمہارے اپنے اختیار کی بات ہے۔ نہ مانو گے تو تباہ ہو جاؤ گے —— میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ تباہ کن انقلاب کی گھڑی، جس کے متعلق تم سے کہا جا رہا ہے، جلد آ جائے گی یا بدیر، لیکن وہ آئے گی ضرور)۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۷۴۷) اشارہ ہوگا، جس کے بعد تخلیق کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ اس صورت میں یہ آیت ایک عظیم حقیقت کو سامنے لاتی ہے کہ اس کے بعد تخلیق کائنات کا از سر نو آغاز ہوگا جس طرح پہلے ہوا تھا۔

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾
قَالَ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

ع ۷

۱۱۰ (اگر تم منافقانہ روش اختیار کرلو ـــــ کہ دل میں کچھ اور رکھو اور ظاہر کچھ اور کرو ـــــ تو اس سے بھی وہ تباہی رک نہیں سکتی۔ اس لئے) کہ خدا کا قانون مکافات تمہاری پوشیدہ اور ظاہر ہر بات سے واقف ہے۔

۱۱۱ (اور اگر اس کے آنے میں ہنوز کچھ دیر ہے تو) مجھے اس کا بھی علم نہیں کہ یہ تاخیر تمہارے لئے مزید مصیبت کا موجب بن جائے گی یا اس سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ تم کچھ وقت کیلئے اور متاع زندگی سے فائدہ اٹھالو۔

۱۱۲ (رسول نے ہدایت خداوندی کے مطابق قوم سے سب کچھ کہہ دیا۔ اور اسکے بعد) بدرگاہ رب العزت عرض کیا کہ بارالہا! اب تو (مجھ میں اور ان لوگوں میں) حق کے ساتھ فیصلہ کردے ـــــ اسکے بعد قوم سے کہا کہ ہمارا نشوونما دینے والا خدائے رحمٰن ہے۔ ہم اس سے اس امر کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہماری صلاحیتوں کو ایسی بھرپور نشوونما عطا کردے جس سے ہم تمہاری ان باتوں کا اچھی طرح مقابلہ کرنے کے قابل ہوجائیں (سے ۲۲)
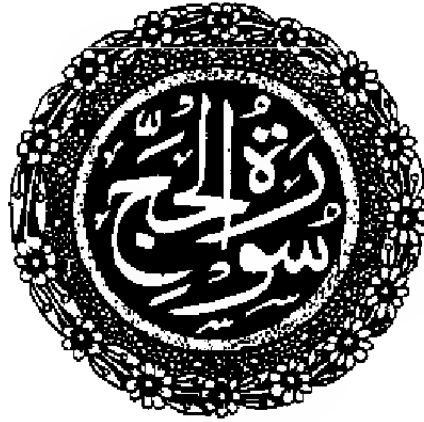
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱﴾ یَوۡمَ تَرَوۡنَہَا تَذۡہَلُ کُلُّ مُرۡضِعَۃٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَہَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَ مَا ہُمۡ بِسُکٰرٰی وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیۡدٌ ﴿۲﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ یَتَّبِعُ کُلَّ شَیۡطٰنٍ مَّرِیۡدٍ ﴿۳﴾

---

۱ اے نوعِ انسان! اپنے نشو ونما دینے والے کے قوانین کی نگہداشت کرو۔ (اور اپنے معاشرہ کو صحیح خطوط پر متشکل کرو۔ اگر تم از خود ایسا نہ کرو گے تو) یہ ایک ایسے شدید انقلاب کی رو سے واقع ہوگا جو ہر شے کو اس کی جگہ سے ہلا دے گا۔

۲ جس دن یہ انقلاب رونما ہوگا' اس کی ہولناکیوں کا یہ عالم ہوگا کہ (کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا حتیٰ کہ) دودھ پلانے والی مائیں' اپنے دودھ پیتے بچوں تک کو بھول جائیں گی اور انہیں قطعاً افسوس نہیں ہوگا۔ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ لوگ یوں دکھائی دیں گے جیسے نشے میں مدہوش ہوں' حالانکہ درحقیقت کوئی نشے میں نہیں ہوگا۔ یہ کچھ خدا کے عذاب کی شدت کا نتیجہ ہوگا۔

۳ (خدا کے یہ قوانین بالکل صاف سیدھے اور واضح ہیں۔ لیکن) ایسے لوگ بھی ہیں جو بلا علم و بصیرت' اس باب میں یونہی جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ محض اپنے سرکش جذبات کے پیچھے چلتے رہتے ہیں' اور نہیں سمجھتے کہ ان کی یہ روش انہیں کس طرح زندگی کی سعادتوں سے محروم

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ④ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ⑤

کردیتی ہے۔

۴ بہرحال یہ ہمارا قانون ہے کہ جو شخص بھی (وحیِ خداوندی کے بجائے) اپنے سرکش جذبات یا مفادپرست رفقا کا اتباع کرے گا، وہ غلط راستے پر جا پڑے گا جو اُسے تباہیوں کے جہنم کی طرف لے جائے گا۔

۵ یہ لوگ اس قسم کی روش اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی ہے۔ موت سے انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کامیابی اسی کا نام ہے کہ جس طریق سے بھی ہوسکے، اس دنیا کے مفاد زیادہ سے زیادہ حاصل کر لئے جائیں۔

ان سے کہو کہ اگر تم مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں اس لئے شک و شبہات میں ہو کہ ایسا ہوتا تمہیں (بظاہر) محال دکھائی دیتا ہے تو ذرا اس حقیقت پر غور کرو کہ ہم نے تمہاری پیدائش کی ابتدا بےجان مادّہ[ط] سے کی۔ (اُس میں پانی کے امتزاج سے زندگی کے اولیں جرثومہ کی نمود ہوئی۔ پھر یہ کاروانِ حیات مختلف منازل طے کرتا اُس منزل میں آپہنچا جہاں) افزائشِ نسل بذریعہ تولید ہوتی ہے۔ رحمِ مادر میں حمل قرار پاتا ہے۔ پھر وہ ایک جونک کی سی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر متشکل اور غیر متشکل گوشت کے ایک ٹکڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ اِن مراحل میں سے اس لئے گزرتا ہے کہ نطفہ میں جس قدر امکانات مضمر طور پر موجود تھے، وہ بتدریج نشوونما پاتے ہوئے ظہور میں آجائیں۔ (۲۳/۱۴)۔ وہ جنین ہمارے قانونِ مشیت کے مطابق، کچھ وقت کے لئے رحم کے اندر رہتا ہے۔ پھر تم ایک جیتے جاگتے بچے کی شکل میں دنیا میں آجاتے ہو۔ پھر رفتہ رفتہ، اپنی جوانی کی حالت تک پہنچ جاتے ہو۔ (۱۶/۴۰)۔ تم میں سے بعض جوانی کے عالم میں ہی انتقال کر جاتے ہیں، اور بعض بوڑھے ہو کر عمر کی نکمی حالت کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس میں کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ انسان سمجھ بوجھ حاصل

ط INORGANIC MATTER

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَأَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ وَّأَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٩

کر لینے کے بعد پھر بے سمجھی کی طرف چلا جاتا ہے۔

(یہ تو خود تمہارے اپنے تخلیقی مراحل کی مثال ہے۔ اس کے بعد تم اپنے سے باہر کی دنیا کی طرف دیکھو اور) زمین کی حالت پر غور کرو کہ وہ کس طرح خشک اور ویران پڑی ہوتی ہے کہ اس میں زندگی اور نمو کا نشان تک دکھائی نہیں دیتا۔ پھر جب ہم اس پر بارش برساتے ہیں، تو وہ اچانک لہلہانے لگتی ہے اور اس کی روئیدگی روز بروز ابھرتی چلی جاتی ہے۔ اس طرح (اس زمین مردہ سے) خوشنما مناظر کی ایک دنیا ظہور میں آجاتی ہے۔

۶ یہ سب اس لئے ہے کہ خدا کی ہستی ایک حقیقت ثابتہ ہے اور اس کا قانون ہمیشہ ٹھوس تعمیری نتائج مرتب کرتا ہے۔ وہ بے جان اشیاء کو جاندار بناتا ہے۔ اس لئے مردوں کو زندگی عطا کر دینا اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس نے ہر شے کے پیمانے (قوانین) مقرر کر رکھے ہیں جن پر اسے پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۷ انہی قوانین کی رو سے دنیا میں مردہ اقوام کو زندگی عطا ہوتی ہے اور انہی کے مطابق انسان کو مرنے کے بعد زندگی ملتی ہے۔ لہٰذا وہ انقلاب جس کی رو سے اس جماعت کو جسے تم اپنی ظاہر بین نگاہوں سے کمزور اور مردہ دیکھتے ہو، حیاتِ نو عطا ہوگی، ضرور آکر رہے گا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اس میں بھی کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ خدا مردوں کو بھی زندگی عطا کرے گا۔

۸ لیکن (جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ ۲۲/۳)۔ بعض لوگوں کی حالت یہ ہے کہ نہ ان کے پاس علم و بصیرت کی کوئی روشنی ہے، نہ کسی طرح کی صحیح راہ نمائی۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ضابطۂ حیات جو انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ لیکن، اس کے باوجود وہ قوانینِ خداوندی کے بارے میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں۔

۹ (ایسے آدمی سے بات کرو تو وہ، اسے توجہ سے سننے اور معقولیت سے جواب دینے کے بجائے نخوت و تکبر کے عالم میں عجیب انداز سے) منہ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اور (اتنا ہی نہیں کہ خود ہی غلط راستے پر

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُو لَمَن ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِن نَّفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴿١٣﴾

چلتا ہے بلکہ) دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کے راستے سے بھٹکاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے دنیاوی زندگی میں ذلت و رسوائی ہے اور قیامت کے دن جھلسا دینے والا عذاب۔ (یعنی اس کا حال بھی تاریک ہوتا ہے اور مستقبل بھی)۔

۱۰ (اسے بتا دیا جائے گا کہ) یہ سب تیرے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ خدا اپنے بندوں پر کبھی ظلم اور زیادتی نہیں کیا کرتا (وہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتتے ہیں)۔

۱۱ (ایک طبقہ تو اُن لوگوں کا ہے جو قانونِ خداوندی سے اس طرح روگردانی کرتے ہیں۔ دوسرا طبقہ اُن کا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ) وہ قانونِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں لیکن اس طرح گویا وہ کنارے پر کھڑے ہیں۔ اگر دیکھتے ہیں کہ اس قانون کی اطاعت میں فائدہ ہے تو اس پر مطمئن رہتے ہیں۔ لیکن اگر اس سے انہیں کسی قسم کا نقصان ہوتا ہو تو وہ اس سے بلا تامل منہ پھیر لیتے ہیں (۲/۱۴۳-۳/۱۴۳)۔ اس روش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی حال کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے اور مستقبل کی بھی —— دنیا میں بھی خسارہ اور آخرت میں بھی —— اور یہ خسارہ ایسا کھلا ہوا ہے (جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں)۔

۱۲ (یہ ذہنیت اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ انہیں قوانینِ خداوندی کی محکمیت پر یقین نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب انہیں اِن قوانین کی اطاعت سے بزعم خویش نقصان ہوتا دکھائی دیتا ہو تو وہ) خدا کو چھوڑ کر دوسری قوتوں کو پکارنے لگتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس کی مقدرت ہی نہیں ہوتی کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں —— کیا اس سے بڑی گمراہی کوئی اور بھی ہو سکتی ہے؟

۱۳ یہ ایسی قوتوں کو پکارتے ہیں جن کا نقصان اُن کے نفع سے زیادہ قریب ہوتا ہے ہو کتنے بُرے ہیں ان کے یہ کارساز اور کتنے بُرے ہیں ان کے یہ رفیق!

(انسان خدا کو چھوڑ کر جس قوت کو بھی پکارے گا وہ یا تو مظاہرِ فطرت میں سے کوئی شے ہوگی یا کوئی دوسرا انسان۔ اشیائے فطرت کو خدا نے انسانوں کے لئے مسخر کر رکھا ہے اس لئے

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾

اُن میں سے کوئی بھی انسان سے برتر نہیں ہو سکتی باقی رہے خود انسان تو وہ سب انسان ہونے کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ اس لئے ان میں سے بھی کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں یہ چیز اس کے شرفِ انسانیت کی تذلیل ہے کہ وہ اپنے سے کمتر شے یا اپنے جیسے انسان کو اپنے سے بڑا سمجھے۔ اس سے بڑا نقصان اور کیا ہو سکتا ہے؟ اگر کوئی انسان اسے کچھ فائدہ پہنچا بھی دے گا تو جو فائدہ اپنے شرف و مجد کو بیچ کر حاصل کیا جائے اسے فائدہ سمجھنا ہی حماقت ہے۔ قرآن انسانوں کو باہمی تعاون کی تعلیم دیتا ہے جس میں انسان کسی کو ذلیل کئے بغیر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن جب ایک انسان دوسرے انسان کے سامنے جھکتا اور جھولی پھیلاتا ہے تو اس سے اسکی انسانیت تباہ ہو جاتی ہے۔ یہ سب برا زیاں ہے اور شرک۔ اسی لئے اس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں)۔

۱۴ ان کے برعکس جو لوگ قوانینِ خداوندی کی محکمیت پر یقین رکھیں اور ان کے مطابق ایسے کام کریں جن سے ان کی ذات کی صلاحیتیں بیدار ہوں اور انسانی معاشرے کے بگڑے ہوئے کام سنوریں تو خدا انہیں ایسی زندگی عطا کر دیتا ہے جس کی شادابیوں میں کبھی فرق نہیں آتا۔ یہ سب کچھ خدا کے اُس قانونِ مکافات کے مطابق ہوتا ہے جسے اُس نے اپنے منشاء اور ارادے کے مطابق ایسا بنایا ہے۔

۱۵ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ انسانی اعمال کی نتیجہ خیزی میں کسی خارجی قانون اور اصول کو کوئی دخل نہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حال اور مستقبل کی خوشگواریاں خدا کی نصرت یعنی اس کے قانون کے مطابق چلنے سے حاصل ہوتی ہیں وہ غلطی پر ہیں تو اسے چاہیئے کہ اپنے تمام مادی ذرائع کو کام میں لا کر سماوی اقدار (قوانینِ خداوندی) سے اپنا رشتہ منقطع کر لے اور پھر دیکھ لے کہ کیا اس کی اس تدبیر سے وہ حقائق واقعی کالعدم ہو جاتے ہیں جن کے تصور سے اس کا خون کھولتا تھا؟ (ایسا ہونا ناممکن ہے؟ قوانینِ خداوندی کی صورت ایسی نہیں کہ تم انہیں مانو تو وہ اثر انگیز ہوں اور اگر انہیں ماننا چھوڑ دو تو تمہارے معاملات سے ان کا کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ انسانی معاملات بہرحال ان کے تابع رہیں گے خواہ انہیں کوئی مانے یا نہ مانے۔ انسان ان سے اپنا رشتہ منقطع کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ان سے بھاگ کر کہیں جا ہی نہیں سکتا —— نہ اس دنیا میں نہ اسکے بعد کی زندگی میں)

وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿١٨﴾

۱۶ کس قدر روشن دلائل اور واضح براہین ہیں جن کی تائید کے ساتھ ہم نے اس ضابطۂ قوانین کو نازل کیا ہے' لیکن اس سے راہ نمائی اسی کو مل سکتی ہے جو راہ نمائی حاصل کرنے کا خواہشمند ہو۔ (جو شخص اپنی آنکھیں بند کر لے' اسے سورج کی روشنی کیا فائدہ دے سکتی ہے؟)۔

۱۷ (وحدتِ قانون کے اعتراف کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مذہبی گروہ بندیاں ہیں۔ اسی وجہ سے انسان اپنی آنکھوں پر اس طرح تعصب کی پٹی باندھ لیتا ہے کہ ہزار دلائل و براہین کے باوجود اسے صحیح راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ لہٰذا اس قسم کے لوگوں کا باہمی اختلاف یوں نہیں مٹ سکتا)۔ جماعتِ مومنین ہو یا یہودی' صابئین ہوں یا نصاریٰ' مجوسی ہوں یا عرب کے مشرکین۔ ان کے اختلافی معاملات میں فیصلہ کی اب ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ اپنے اپنے طریق پر عمل پیرا رہیں۔ جب نتائج سامنے آئیں گے تو بات واضح ہو جائے گی کہ کون خدا کے مقرر کردہ راستے پر گامزن ہے' اور کون غلط راستے پر چل رہا ہے۔ خدا کی نگاہوں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں' اس لئے ہر ایک کے عمل کا صحیح صحیح نتیجہ سامنے آجائے گا۔ ($\frac{6}{139}$؛ $\frac{11}{121}$؛ $\frac{22}{59}$ ـــ ۵۵)۔

۱۸ (اگر یہ دیکھنا ہو کہ شکل و صورت' رنگ و بو اور عقائد و مسالک کے اختلاف کے باوجود ایک ہی قانونِ خداوندی سب پر کس طرح نافذ ہوتا ہے' تو اس کے لئے خارجی کائنات پر غور کرو۔ وہاں نظر آجائے گا کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں' جو کچھ ہے ـــــ چاند' سورج' ستارے' پہاڑ' درخت' جاندار مخلوق ـــــ کس طرح قانونِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہیں۔ (تو کیا انسان جو اسی کائنات کا ایک حصہ ہے' اس قانون کی حدود سے باہر رہ سکتا ہے؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ فرق اتنا ہے کہ انسان کے علاوہ باقی مخلوق' قوانینِ خداوندی کی اطاعت پر مجبور ہے' اور انسان کو اسکا اختیار دیا گیا ہے کہ یہ چاہے تو ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے اور چاہے اپنے لئے دوسرا راستہ اختیار کر لے۔ اس اختیار و ارادہ کا نتیجہ ہے کہ) اکثر انسان' قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے ہیں'

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

۲ ع ۱۲ ۹

اور اکثر ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جو خلاف ورزی کرتے ہیں' وہ اس کی سزا بھگتتے ہیں۔ اور وہ سزا یہ ہے کہ ان کی زندگی ذلت و رسوائی کی زندگی ہوتی ہے —— اور جس پر قانون خداوندی کی خلاف ورزی سے ذلت و خواری کا عذاب مسلط ہو جائے' اسے کوئی عزت و تکریم عطا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ عزت و تکریم' قانون خداوندی کی اطاعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ (۳۵/۱۰ ؛ ۸۹/۱۶)۔

خدا کے یہ قوانین (جن کے مطابق عزت و تکریم اور ذلت و خواری کے فیصلے ہوتے ہیں) اس کی مشیت کے مطابق مرتب ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی دخیل نہیں ہو سکتا۔ (قوانین' خارجی کائنات سے متعلق ہوں یا انسانی زندگی سے' سب خدا کے متعین کردہ ہیں' کسی اور کے نہیں)۔

۱۹ (دیکھنے میں تو دنیا میں مذاہب کئی ایک ہیں۔ لیکن درحقیقت) انسانی گروہ دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو خدا کے قانون ربوبیت کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے۔ دوسرا وہ جو اس سے انکار کرتا ہے۔ انہی میں باہمی کشمکش ہے۔

جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت سے انکار کرتے ہیں' ان کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ عذاب (جس کے شعلے دلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں، ۱۰۴/۶) ان کی شخصیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا[ك]۔ ان کے سر جو اس وقت نخوت و تکبر میں یوں اٹھ رہے ہیں' شدت عذاب انہیں جھکا دے گی۔

۲۰ ان کے ظاہر و باطن کی سختیوں کو پگھلا دیا جائے گا۔

۲۱ (اس وقت یہ ظلم و استبداد میں حدود فراموش ہو رہے ہیں اور دلائل و براہین کی رو سے اپنی روش چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے' اس کے سوا اب چارہ نہیں کہ) انہیں اس روش سے بزور روکا جائے اور اس طرح' ان کا زور توڑ کر انسانیت کو ان کے مظالم سے بچا لیا جائے۔ (۵۷/۲۵ ؛ ۲۱/۳۹)۔

۲۲ (اور یہ روک تھام محض وقتی اور ہنگامی نہ ہو بلکہ ایسا مستقل انتظام ہو کہ) یہ جب کبھی اس عذاب سے گھبرا کر نکل بھاگنے کی کوشش کریں' تو انہیں پھر وہیں دھکیل دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ

[ك] DISINTEGRATION OF PERSONALITY.

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ
أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ
صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ
سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ (۳ ع ۱۰)

جاؤ! اس عذاب کا مزہ چکھو جو تمہارا سب کچھ جلا کر اسے راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔
(ان کے ساتھ یہ کچھ اس دنیا میں بھی ہوگا اور مرنے کے بعد بھی)۔

۲۳ (ان کے برعکس دوسرا گروہ مومنین کا ہے)۔ یہ لوگ اپنے ایمان اور اعمالِ صالح کی بنا پر ایسے معاشرہ میں رہیں گے جس کی شادابیوں پر کبھی خزاں نہیں آنے کی۔ (انہیں حکومت کی سرداریاں حاصل ہوں گی جن کے نشانات) سونے کے کنگن' موتیوں کے ہار اور حریر و اطلس کے ملبوسات ہوں گے۔

۲۴ اس لئے کہ انہیں ایسے نظریۂ حیات کی طرف راہ نمائی ملی تھی جو نہایت پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ انہیں اس راستے پر چلایا گیا تھا جو درخورِ ہزار حمد و ستائش ہے۔ ($\frac{۳۵}{۲۲}$)۔
(اس دنیا میں بھی ان کی زندگی ایسی ہوگی اور آخرت میں بھی)۔

۲۵ یہ نظام' جس کے حسین و خوشگوار نتائج کا ذکر اوپر کیا گیا ہے' اس کا مرکز کعبہ ہے۔ یہ وہ واجب الاحترام مقام ہے جو تمام انسانوں کے لئے اطاعتِ خداوندی کا سرچشمہ قرار پائے گا۔ اسے ہم نے تمام نوعِ انسان کے لئے' خواہ وہ یہاں کے رہنے والے ہوں' یا باہر سے آنے والے' یکساں طور پر کھلا رکھا ہے۔ (اس کے دروازے' دنیا کے ہر بسنے والے انسان کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں' اور سب اس کی منفعت بخشیوں میں شریک ہیں)۔ لیکن جو اس میں' ظلم و زیادتی کے ساتھ' حق کی راہ سے ذرا بھی ادھر اُدھر ہٹے گا' اُسے الم انگیز سزا دی جائے گی۔

یہ لوگ اس نظامِ عدل و احسان سے خود بھی سرکشی برتتے ہیں' اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ (ان کی اس دھاندلی کو کب تک برداشت کیا جا سکتا ہے؟ وقت آگیا ہے کہ ان کی روک تھام کی جائے تاکہ انسانیت' ان کے جور و ستم سے امن میں رہے۔ $\frac{۲۱}{۳۹}$)۔

۲۶ اس مرکزِ نظامِ خداوندی کی تاسیس ابراہیمؑ کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی' تاکہ انسانوں کے لئے محکومیت صرف خدا کی رہ جائے۔ اس میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔ ہم نے اسے کہا تھا کہ وہ اس مرکز کو انسانوں کے خود ساختہ تصورات و معتقدات سے پاک اور صاف رکھ کر اُس جماعت کی تنظیم

مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ

وتربیت کے لئے مخصوص کر دے جس کا فریضۂ زندگی یہ ہے کہ وہ تمام اقوامِ عالم کی نگرانی و پاسبانی کرے۔ نظامِ عدل و انصاف کو قائم رکھے اور قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِتسلیم خم کرکے ان کی پوری پوری اطاعت کرے۔ (۲/۱۲۵ ؛ ۲/۱۹۷ ؛ ۳/۱۴ ؛ ۳/۹۵)۔

۲۷ (اس کے بعد ہم نے ابراہیمؑ سے کہا کہ اب) تم لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے معاملات میں آخری دلیل و حجت (فیصلہ) کے لئے یہاں آیا کریں —— دنیا کے دور دراز گوشوں سے لمبی لمبی مسافتیں طے کرتے پاپیادہ یا ایسی سواریوں پر جو سفر کی مشقت سے تھک کر چور ہو جائیں۔

۲۸ وہ یہاں اس لئے آئیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ یہ نظام ان کی (یعنی نوعِ انسان کی) منفعت کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے۔

اور ہم نے جو مویشی انہیں دے رکھے ہیں، انہیں اللہ کا نام لے کر اس اجتماع کے مقررہ دنوں میں ذبح کریں اور ان کا گوشت خود بھی کھائیں اور (اگر وہاں کوئی) تکلیف زدہ محتاج ہو، تو اسے بھی کھلائیں۔

۲۹ (کھائیں پئیں بھی، اور باہمی مشاورت سے وہ تدبیریں بھی سوچیں جن سے) ان کی ملّی زندگی کی تمام کثافتیں دور ہو جائیں اور وہ اُن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں (جنہیں انہوں نے نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں، اپنے اوپر لے رکھا ہے)۔ اور اس طرح پوری کی پوری امت اس مرکز کی نگہبان بن جائے جو دنیا میں انسانوں کی حرّیت و آزادی، اور قوّت و اقتدارِ خداوندی کا نشانؑ ہے، اور جسے اس باب میں شرفِ اوّلیت اور سبقت حاصل ہےؒ۔

ؑ SYMBOL ؒ جس طرح صلوٰۃ میں رکوع و سجود اس اقرار کا محسوس مظاہرہ ہے کہ ہم قوانینِ خداوندی کی کامل اطاعت کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی اور کی محکومیت اختیار نہیں کرتے۔ اسی طرح کعبہ کے گرد طواف، اس حقیقت کے اعتراف کا محسوس مظاہرہ ہے کہ ہم اس نظامِ خداوندی کی، جس کا یہ مرکز ہے، سرفروشانہ حفاظت کریں گے اور امنِ عالم کے ضامن اور نگہبان رہیں گے۔

الْعَتِيقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

۳۰ یہ ہے مقصد اس اجتماع کا۔ سو جو شخص بھی خدا کی مقرر کردہ پابندیوں کا احترام اور ان کی عظمت کا اعتراف کرے' تو یہ چیز قانونِ خداوندی کی رُو سے اس کے لئے بڑی نفع بخش ہوگی۔

(ہم نے اوپر کہا ہے کہ اس اجتماع میں کھانے پینے کے سلسلہ میں جانور ذبح کریں۔ سو اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ) اُن جانوروں کو چھوڑ کر جن کی بابت قرآن میں حکم دیا جا چکا ہے کہ وہ حرام ہیں (۵:۳) باقی سب مویشی تمہارے لئے حلال ہیں۔

(لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ کھانے پینے کی چیزوں کی پابندی کی احتیاط کر لی تو دین کا مقصد پورا ہو گیا۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ) ہر اُس شے سے بچو جو زندگی کی حرکت کو ساکن کر دینے والی ہو۔ جس سے ذہن پر جمود و تعطل طاری ہو جائے اور قوتِ عمل ساقط ہو جائے —— بت پرستی اسی کی محسوس شکل ہے —— (جب زندگی میں حرکت نہ رہے تو پھر اس کے ہر گوشے میں کثافتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی صلاحیتوں کی نشوونما رک جاتی ہے۔ زندگی حرکتِ پیہم اور جدوجہد مسلسل کا نام ہے)۔

(لیکن حرکت کے یہ معنی نہیں کہ وہ بگولے کا سا رقص ہو۔ یعنی منزل کے تعین کے بغیر محض حرکت یہ بھی غلط ہے۔ حرکت کے معنی یہ ہیں کہ پہلے نصب العین متعین کر لیا جائے' اور پھر ہر قدم اُس نصب العین کی طرف اٹھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان) ہر اس نظریہ سے بچے جو اُسے صحیح راستے سے ہٹا کر کسی دوسری طرف لیجانے کا موجب ہو۔

۳۱ صحیح روشِ زندگی یہ ہے کہ انسان' ہر طرف سے خیال ہٹا کر' اپنی توجہات کا مرکز قوانینِ خداوندی کی اطاعت قرار دے لے' اور اس میں کسی اور کی محکومیت کو شامل نہ کرے۔ یاد رکھو۔ جو شخص خدا کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرتا اور اس کے سامنے جھکتا ہے' وہ شرفِ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال یوں سمجھو گویا وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں پر آ گرا اور ایسا بے کس و بے بس اور بے یار و مددگار رہ گیا جیسے (چڑیا کا بچہ اپنے گھونسلے سے نیچے زمین پر گر جائے تو) اسے چیل جھپٹ کر لے جائے۔ اور ایسا کمزور و ناتواں ہو گیا کہ ہوا کا ہر تیز جھونکا اسے (پرِ کاہ کی طرح) اڑائے اڑائے پھرے اور کسی دور دراز گوشے میں پھینک دے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۭ فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۭ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۲ یہ انجام ہوتا ہے غیر خداوندی قوتوں کے سامنے جھکنے کا۔ (اس کے برعکس) جو شخص خالصتہً نظام خداوندی کی اطاعت کرے گا۔ اور اسکے اعتراف کے طور پر اس نظام کے نشانات کی تعظیم کرے گا تو یہ اس امر کا اظہار ہوگا کہ اسکے دل میں قوانین خداوندی کی نگہداشت کا احساس اور ان کا احترام موجود ہے۔ (لیکن اگر ان نشانات کی تعظیم ہی مقصود بالذات بن جائے۔ یا یہ چیز محض رسم بن کر رہ جائے تو یہ بات انسان کو دین کی حقیقت سے دور لے جائے گی)۔

۳۳ اس سلسلہ میں اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر سمجھ لو کہ تم جن جانوروں کو اس اجتماع میں کھانے پینے کے لئے ذبح کرو گے ان کے متعلق یہ تصور نہ کر لینا کہ یہ بھی اسی قسم کی قربانی ہے جیسی عام پرستش گاہوں میں کی جاتی ہے۔ اور یہ جانور مقدس ہو گئے ہیں۔ بالکل نہیں۔ یہ عام جانور ہیں جن سے تم دوران سفر میں سواری یا بار برداری کے سلسلہ میں مختلف فائدے اٹھاتے ہو اور اس طرح انہیں یہاں (خانہ کعبہ میں) لاکر اپنی خوراک کے لئے ذبح کر لیتے ہو۔

۳۴ (یہ جو ہم نے جانوروں کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینے کا طریق بتایا ہے تو یہ خصوصیت تمہارے لئے ہی نہیں)۔ ہم نے ہر قوم کے لئے یہ طریق مقرر کر دیا تھا کہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا کریں (۶/۱۴۳ و ۲۲/۶۷)۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ خدا کا صحیح اور نکھرا ہوا تصور ہر وقت تمہارے پیش نظر رہے اور یہ حقیقت تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے کہ تمہارے اوپر اقتدار واختیار صرف خدائے واحد کا ہے۔ اور کسی کا نہیں۔ سو تمہیں صرف اسکے قوانین کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ (یہ ہے دین کی وہ اصل جس میں کسی قسم کا تنازعہ نہیں ہو سکتا۔ ۲۲/۶۷)۔ سو جو لوگ اس اصل عظیم کے سامنے جھک جائیں انہیں زندگی کے خوشگوار نتائج کی بشارتیں سنا دو۔

۳۵ یعنی ان لوگوں کو کہ جن کے سامنے جب قانون خداوندی پیش کیا جاتا ہے تو اس کی خلاف ورزی

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

۵ ع ۱۳

کے تباہ کن نتائج کے تصور سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں (۲۳/۶۰)۔ پھر اس قانون پر چلنے کی راہ میں انہیں جو جو دشواریاں پیش آتی ہیں' ان کا نہایت ہمت اور حوصلہ سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آتی۔ اس طرح وہ نظام صلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں' اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے' اسے (نوع انسان کی پرورش کے لئے) کھلا رکھتے ہیں۔

۳۶ اور وہ اونٹ بھی (جنہیں مذکورہ بالا مقصد کے لئے اس اجتماع کے موقعہ پر ذبح کیا جاتا ہے) نظام خداوندی کے نشانات میں سے ہیں —— ہر وہ شے جو کسی نہ کسی طریق سے اس نظام کی اقامت اور استحکام کا موجب بنتی ہے' اسکے شعائر میں شمار ہو جاتی ہے —— (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس طرح یہ جانور تمہارے لئے مقدس بن جاتے ہیں) یہ تمہارے فائدے کے لئے ہیں۔ انہیں اللہ کا نام لے کر قطار در قطار ذبح کرو۔ اور جب وہ ذبح ہو کر کسی پہلو پر گر پڑیں' تو ان کا گوشت خود بھی کھاؤ اور دوسرے تکلیف زدہ ضرورت مندوں کو بھی کھلاؤ۔ ہم نے اس طرح مویشیوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم (کھانے پینے کی طرف سے بے فکر ہو کر اپنے بلند مقصد کے لئے) ایسی کوشش کرو جو بھرپور نتائج مرتب کر سکے۔

۳۷ (اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر سمجھ لو کہ یہ جانور تمہاری ضروریات پورا کرنے کے لئے ہیں' یہی ان کے اس موقعہ پر ذبح کرنے سے مقصود ہے)۔ اللہ تک ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ اس کے ہاں تو صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ تم اسکے قوانین کی کس حد تک نگہداشت کرتے ہو۔ اس نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم (اپنی طبیعی ضروریات کی طرف سے بے فکر ہو کر) خدا کے اس ضابطۂ قوانین کو' جس سے اس نے تمہاری راہ نمائی کی ہے' دنیا کے تمام قوانین و ضوابط پر غالب کر سکو (۲/۱۸۵)۔ جو لوگ اس طرح' قوانین خداوندی کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں گے' ان کے لئے نہایت خوشگوار نتائج کی بشارتیں ہیں۔

۳۸ جو جماعت مومنین' ایسا کرتی رہے گی' اللہ انہیں' ان کے دشمنوں کی دسترس سے محفوظ رکھے گا

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

اس لئے کہ جو لوگ فلاح و بہبودِ انسانیت کے امین نہیں۔ جن پر کسی صورت میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو نظامِ خداوندی کی صداقت سے بہ شدومد انکار کرتے ہیں، وہ خدا کے نزدیک کیسے پسندیدہ ہو سکتے ہیں؟

۳۹ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں (یعنی جماعتِ مومنین) کو، جن پر مخالفین کی طرف سے اس قدر مظالم توڑے گئے ہیں، اور جن کے خلاف اب وہ مخالفین میدانِ جنگ تک میں اتر آئے ہیں، دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگ کی اجازت دی جاتی ہے۔ اللہ ان مظلوموں کی مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

۴۰ یہ وہ مظلوم ہیں جنہیں ان کے گھروں تک سے ناحق نکال دیا گیا۔ ان کا کوئی جرم نہیں تھا بجز اسکے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا نشوونما دینے والا اللہ ہے۔ (لیکن سرکش قوتیں اس کی کب اجازت دیتی ہیں کہ کوئی اپنی مرضی کے مطابق کسی کو اپنا معبود بنا لے؟) تم سوچو کہ اگر اللہ اس کا انتظام نہ کرتا کہ ایک گروہ کی روک تھام دوسرے گروہ کے ذریعے ہو سکے (اور وہ سرکش لوگوں کو بدلگام چھوڑ دیتا کہ وہ جو جی میں آئے کرتے چلے جائیں، تو اور چیزیں تو ایک طرف) کسی قوم کی عبادت گاہ تک بھی دنیا میں محفوظ نہ رہتی ——— خانقاہیں، گرجے، یہودیوں کے معبد، مساجد، جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ——— سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔ لہٰذا، جو جماعت بھی حق و انصاف کی مدافعت کے لئے اٹھے گی۔ (جس میں پرستش کی آزادی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے) اللہ کا قانون اس کی ضرور مدد کرے گا۔ یاد رکھو! خدا بڑی قوتوں کا مالک اور سب پر غالب ہے۔

۴۱ (مظلوموں کی یہ جماعت جو دنیا سے ظلم اور سرکشی کو مٹانے کے لئے اٹھی ہے)۔ اگر ہم نے انہیں ملک میں حکومت عطا کر دی۔ انہیں اقتدار حاصل ہو گیا (تو یہ ظلم اور استبداد نہیں کریں گے)۔ یہ نظامِ صلوٰۃ قائم کریں گے (تاکہ تمام افرادِ معاشرہ، قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے چلے جائیں) یہ تمام نوعِ انسانی کو سامانِ نشوونما بہم پہنچائیں گے۔ یہ ان احکام کو نافذ کریں گے جنہیں قانونِ

وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

خداوندی (قرآن) صحیح تسلیم کرتا ہے- اور تمام ایسے کاموں سے روکیں گے جنہیں وہ جائز قرار نہیں دیتا- غرضیکہ (یہ ہر پیش آمدہ معاملہ کے متعلق دیکھیں گے کہ اس باب میں خدا کا قانون کیا کہتا ہے- اس طرح ان کی حکومت میں بحث و تمحیص اور باہمی مشاورت کے بعد آخر الامر) ہر معاملہ کا فیصلہ قانونِ خداوندی کے مطابق ہوگا (۴۲/۳۸)-

۴۲ (یہ ہے اے رسول! تمہاری اس دعوت سے مقصود)- لیکن اگر یہ لوگ (اس قدر وضاحت کے باوجود) تیری تکذیب کرتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) ان سے پہلی قومیں بھی اپنے اپنے رسول کی اسی طرح تکذیب کر چکی ہیں (مثلاً) قوم نوحؑ- قوم عاد- قوم ثمود-

۴۳ قوم ابراہیمؑ- قوم لوطؑ-

۴۴ مدین کے رہنے والے (قوم شعیبؑ)- اور اسی طرح موسٰیؑ کی تکذیب بھی ہوئی- ہم نے ان سرکشی اختیار کرنے والوں کو، پہلے اپنے قانون مکافات کے مطابق مہلت دی (کہ وہ اپنی غلط روش سے باز آجائیں- لیکن جب وہ باز نہ آئے تو ہمارے قانون نے) انہیں اپنی گرفت میں لے لیا- (پھر تاریخ کے اوراق سے پوچھو کہ) اُن کے اس انکار اور سرکشی کا نتیجہ کیا نکلا؟

۴۵ (تاریخ یہ بتائے گی کہ) کتنی ہی بستیاں تھیں جن کے رہنے والوں کو، ہمارے قانون مکافات نے اپنی گرفت میں لے کر تباہ کر دیا، اس لئے کہ انہوں نے ظلم و استبداد پر کمر باندھ رکھی تھی (اور کمزور و ناتواں انسان ان کے ہاتھوں سخت نالاں تھے)- وہ ایسی اُجڑیں کہ ان کی (سر بفلک) عمارتیں زندگی ہو کر گر پڑیں- ان کے کنوئیں بے کار ہو گئے- ان کے مستحکم قلعے کھنڈرات بن کر رہ گئے-

۴۶ کیا یہ لوگ، اُن علاقوں میں چلے پھرے نہیں کہ (ان سابقہ اقوام کے عبرت انگیز انجام کو دیکھ کر) ان کے دلوں میں عقل و فکر سے کام لینے کی صلاحیت، اور ان کے کانوں میں بات سننے کی

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾

استطاعت پیدا ہوجاتی! (اصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کرلیتا ہے' تو یہ نہیں ہوتا کہ اس کی ماتھے کی آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں - (وہ تو بدستور بینا ہوتی ہیں۔ لیکن) ان کے دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں (اور اس طرح ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت مفقود ہوجاتی ہے)۔

۴۷ (یہ لوگ' بجائے اس کے کہ عقل و بصیرت سے کام لیں تقاضہ پر تقاضہ کررہے ہیں کہ) جس تباہی کی انہیں دھمکی دی جارہی ہے' وہ جلدی کیوں نہیں آجاتی۔ ان سے کہدو کہ خدا کا قانون اٹل ہے' ایسا ہو نہیں سکتا کہ تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے سامنے نہ آئیں۔ (لیکن بات یہ ہے کہ جب یہ نتائج خدا کے کائناتی قانون کے مطابق مرتب ہوں تو ان کے ظہور میں دیر لگتی ہے - اس لئے کہ) خدا کے کائناتی نظام میں ایک ایک دن کی مقدار ایسی ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہو (۳۲/۵ ؛ ۷۰/۴)۔ (کائناتی تبدیلیاں' اور قوموں کے احوال و ظروف میں تغیرات' بڑے بڑے لمبے عرصے کے بعد رُنما ہوتے ہیں)۔

۴۸ (لہٰذا' ان سے واضح طور پر کہدو کہ یہ بات کہ ان پر تباہی جلدی کیوں نہیں آتی' انہیں اس فریب میں مبتلا نہ رکھے کہ قانونِ مکافات محض ڈراوا ہی ہے۔ تاریخی سرگزشتیں اسی حقیقت کی شہادت دیں گی کہ) کتنی ہی قومیں ایسی تھیں کہ وہ ظلم و استبداد کرتی تھیں۔ پہلے انہیں مہلت دی گئی' اور (جب وہ لوگ اپنی روش سے باز نہ آئے تو) انہیں پکڑ لیا گیا۔ (لہٰذا' انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا انجام بھی ہمارے اسی قانون کے مطابق ہو کر رہنا ہے۔ یہ اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے)۔ انہیں' آخر الامر' اسی کی طرف آنا ہے۔

۴۹ (ان سے کہدو کہ) اے لوگو! میری حیثیت اس باب میں فقط اتنی ہے کہ میں تمہیں خدا کے قانونِ مکافات سے کھلے کھلے الفاظ میں آگاہ کرتا ہوں۔

۵۰ سو جو لوگ' اس قانون کی صداقت پر یقین رکھ کر' صلاحیت بخش کام کریں گے' وہ تباہی اور بربادی سے بھی محفوظ رہیں گے' اور انہیں باعزت روزی بھی ملے گی۔

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

---

۵۱ اور جو لوگ اس کی کوشش کریں گے کہ قوانین خداوندی کی مخالفت کرکے کامیاب زندگی بسر کریں اور اس طرح انہیں عاجز اور ناکارہ کرکے رکھ دیں (تو وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرسکیں گے)۔ ان پر سعادتوں اور کامرانیوں کے دروازے بند ہوجائیں گے اور وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ (اور اس طرح تباہ و برباد ہوجائیں گے)۔

۵۲ (یہ قوانین جن کی رُو سے قوموں کی سعادتوں اور ناکامیوں کے فیصلے ہوتے ہیں کوئی پہلی مرتبہ سامنے نہیں لائے گئے۔ انہیں ہم شروع ہی سے مختلف انبیاءؑ کی معرفت دیتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ رہا ہے کہ) ہمارا فرستادہ نبی آتا۔ لوگوں تک ہمارا پیغام پہنچاتا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اپنی مفاد پرستیوں کے پیچھے چلنے والے لوگ اس کی وحی میں اپنی طرف سے آمیزش کرکے اسے کچھ سے کچھ بنا دیتے۔ (اس کے بعد خدا ایک اور رسول بھیج دیتا۔ اور سابقہ وحی کو) اس آمیزش سے پاک اور صاف کرکے اپنے قوانین کو پھر محکم کردیتا۔ اس لئے کہ خدا کو ہر بات کا علم ہوتا ہے اور اس کے سب کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں ($\frac{۱}{۲۱۳}$)۔

۵۳ وحی خداوندی میں ان انسانی آمیزشوں سے ہوتا یہ کہ جن لوگوں کے دل میں (انفرادی مفاد پرستیوں کا) مرض ہوتا یا جن کے دل حقائق قبول کرنے کی طرف سے سخت ہوجاتے وہ خود بھی اس فتنہ میں مبتلا رہتے (اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا رکھتے)۔

غور کرو کہ جو لوگ قوانین خداوندی سے سرکشی برتتے ہیں وہ اس باب میں کہاں تک چلے جاتے ہیں؟ (یعنی وہ اس کی جرأت بھی کرلیتے ہیں کہ اپنی طرف سے "شریعت" وضع کرکے اسے خدا کی طرف منسوب کردیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے؟ ($\frac{۲}{۵۴}$)۔

۵۴ یہی سلسلۂ وحی اب قرآن تک آپہنچا ہے۔ اس میں وہ سب کچھ جو انبیاءؑ سابقہ کی طرف

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۵۸﴾

بھیجا گیا تھا۔ اصلی شکل میں جمع کر دیا گیا ہے۔ (۷۵/۱۷)۔ اس وحی میں انسانی آمیزش کا شائبہ تک نہیں۔ نہ ہی اس میں کوئی آمیزش ہوسکے گی' اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے (۱۵/۹)۔

جو لوگ علم و بصیرت سے کام لیں گے ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ قرآن میں دیا جا رہا ہے وہ تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ سو ان لوگوں کو چاہیئے کہ (علم و بصیرت سے کام لے کر) قرآن کی صداقتوں پر ایمان لے آئیں اور اس طرح ان کے دل اس کے سامنے جھک جائیں ——— وہ اس کی اطاعت اختیار کر لیں۔ (ہمارا قانون یہ ہے کہ) جو لوگ وحی کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں' ہم ان کی راہ نمائی زندگی کی متوازن اور سیدھی راہ کی طرف کر دیتے ہیں۔

۵۵ (لیکن جو لوگ علم و بصیرت اور غور و تدبر سے کام نہیں لیں گے) وہ اس کی طرف سے برابر شک میں رہیں گے' تاآنکہ موعودہ انقلاب کی گھڑی اچانک ان کے سر پر آ جائے' یا ان پر وہ عذاب آ جائے جو ان کے شجرِ امید کو یکسر خشک کر کے رکھ دے' اور اس کے بعد وہ کبھی بار آور نہ ہوسکے۔

۵۶ اُس وقت قوت و اقتدار' سب کا سب' قانونِ خداوندی کو حاصل ہوگا۔ اور تمام امور کے فیصلے اس (ضابطہ ——— قرآن) کے مطابق ہوں گے۔ اسی قانون کے مطابق یہ ہوگا کہ جو لوگ اس ضابطہ کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو رہے ہیں' انہیں زندگی کی خوشحالیاں اور شادابیاں نصیب ہوں گی۔

۵۷ اور جو لوگ ان قوانین سے انکار کر رہے' اور انہیں جھٹلا رہے ہیں' انہیں ذلت آمیز سزا ملے گی۔

۵۸ (لیکن اس دوران میں) جو لوگ' اس نظام کے قیام کی خاطر' اپنا گھر بار (اور سب کچھ) چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے ہیں' وہ اگر' اس جدوجہد میں' اپنی طبعی موت مر جائیں' یا قتل کر دیئے جائیں (تو انہیں اس احساس سے افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے کہ اس نظام کی تشکیل ان کے ہاتھوں سے تکمیل تک نہیں پہنچ سکی۔ انہوں نے اس جدوجہد میں پورا پورا حصہ لے لیا' اور اس طرح اپنے لئے حیاتِ جاوید

لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا
عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن
دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ
الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾

کاسامان مہیّا کرلیا ہے۔ لہٰذا) اللہ انہیں ان کی موت کے بعد بہترین سامانِ نشوونما عطا کرے گا جس سے وہ زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ بہترین سامانِ نشوونما عطا کرنے والا ہے۔

۵۹ وہ انہیں زندگی کی اس منزل میں داخل کرے گا جسے وہ بہت پسند کریں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے' اور نہایت تحمل سے ہر بات کو اس کے انجام تک پہنچاتا ہے۔

۶۰ بہرحال (جس مقصد کے لئے تمہیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ ۲۲/۳۹۔ وہ یہ ہے کہ) جس قوم نے دوسروں پر زیادتی نہیں کی بلکہ جس قدر ظلم و تشدد اس پر ہوا ہے' اس کا بدلہ لینے کے لئے قدم اٹھایا ہے —— اور دشمن نے اس پر بھی اپنا ہاتھ نہیں روکا بلکہ وہ مزید زیادتی پر اتر آیا ہے۔ تو قانونِ خداوندی کی رُو سے اس مظلوم کی مدد ضرور کی جائے گی۔ اس کا قانون یقیناً ظلم و تشدد کو مٹا کر مظلوموں کے لئے سامانِ حفاظت بہم پہنچانے والا ہے۔

۶۱ (یہ اسلئے ہے کہ خود کائنات میں خدا کا یہ قانون جاری و ساری ہے کہ صورتِ حالات بدلتی رہے ۳/۱۳۹) یہ نہ ہو کہ مظلوم ہمیشہ ظلم و ستم سہتا رہے اور ظالم جور و تعدی کرتا رہے۔ کیا تم خارجی کائنات میں نہیں دیکھتے کہ) خدا کا قانون کس طرح رات کو دن کی مملکت میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات کی مملکت میں۔ وہ سب کچھ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔

۶۲ یہ سب اس لئے ہے کہ حق' اللہ ہی کی ذات ہے۔ اس کے سوا لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ ٹھوس' تعمیری نتائج صرف اُس کے قانون کی رُو سے مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب تخریبی نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اور خدا کا قانون' تمام غیر خدائی قوانین پر غالب ہے اور سب سے بلند و برتر۔

۶۳ (یہ تعمیری نتائج پیدا کرنے والا قانون' کائنات میں کس طرح کار فرما ہے' اس کے لئے) کیا تو نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ بادلوں سے بارش برساتا ہے تو اس سے زمین سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے یقیناً

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

خدا بڑا ہی باریک بیں اور ہر شے کے حالات اور اس کی صلاحیتوں سے واقف ہے۔

۶۴ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ اسے اپنے قانون کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ (وہ قانون اپنے زور دروں سے از خود نتیجہ خیز ہوتا ہے) اور اس کے نتائج خود اس کی حمد و ستائش کی زندہ شہادت بنتے ہیں۔

۶۵ پھر کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے اسے کس طرح تمہارے فائدے کے لئے قانون کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ کشتی کو دیکھو کہ وہ کس طرح اس کے قانون کے مطابق سینۂ بحر کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اس نے کس طرح بارش کو روک رکھا ہوتا ہے کہ وہ زمین پر صرف اس کے قانون کے مطابق گرے۔

نظامِ کائنات قاعدے اور ضابطے کے مطابق اس لئے چل رہا ہے کہ ان موانع کی مدافعت ہو سکے جو انسانوں کی نشو و نما کی راہ میں حائل ہیں اور انہیں سامانِ نشو و نما نہایت عمدگی سے ملتا رہے۔

۶۶ یہی وہ قانون ہے جس کے مطابق اس نے تمہیں زندگی عطا کی۔ پھر اسی کے مطابق تمہارے طبیعی جسم پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے مطابق وہ تمہیں پھر زندگی عطا کر دے گا۔ (اسی طرح قوموں کی موت و حیات کا فیصلہ بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہوتا ہے)۔

(یہ سب کچھ انسان ہی کے لئے ہو رہا ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ یہ اپنی زندگی غیر خدائی قوانین کے تابع گزارنا چاہتا ہے)۔ یہ کس قدر ناسپاس گزار واقع ہوا ہے؟

۶۷ (یہ ہمارا بنیادی قانون ہے جو انسان کی راہ نمائی کے لئے شروع سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس کے عملی نفاذ کی شکلیں مختلف ادوار میں زمانے کے تقاضوں کے ماتحت مختلف قوموں میں مختلف ہوتی رہی ہیں۔ اسی بنا پر) مختلف قوموں کے رسوم و رواج اور طرزِ معاشرت الگ الگ ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات

وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۶۸﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿۷۱﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ

نہیں جس پر جھگڑا کیا جائے۔ (۲/۱۷۷)۔ اصل چیز وہ بنیادی تعلیم ہے (جواب اپنی حقیقی شکل میں قرآن میں محفوظ کر دی گئی ہے)۔ اس کے متعلق کسی تنازع کی اجازت نہیں دی جاسکتی —— یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ مخالفین سے مفاہمت کی خاطر اس میں کچھ ردوبدل کر دیا جائے' یا اس کی مخالف تعلیم کے متعلق کہہ دیا جائے کہ وہ بھی برحق ہے۔ اب برحق اور صداقت پر مبنی صرف وہ تعلیم ہے جو قرآن کے اندر محفوظ کر دی گئی ہے —— لہٰذا' تم (اے رسول!) اس تعلیم ربانی کی طرف دعوت دیتے جاؤ۔ اس لئے کہ تم بالکل سیدھے اور ہموار راستے پر چلے جا رہے ہو۔

۶۸ اور اگر یہ لوگ اس باب میں تم سے جھگڑے پیدا کریں' تو ان سے کہدو کہ (مجھے تم سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں) خدا کا قانون مکافات خوب جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ (وہ اس کے مطابق نتائج مرتب کر دے گا)۔

۶۹ جب ظہور نتائج کا وقت آئے گا تو خدا کا یہی قانون ان تمام امور میں فیصلے کر دے گا جن میں تم اس وقت اختلاف کر رہے ہو۔ (۲/۲۱۳ ؛ ۲۲/۱۷ ؛ ۲۲/۵۴)۔

۷۰ کیا تو نہیں جانتا کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب خدا کے علم میں ہے۔ کوئی شے اس کے قانون مکافات کی نگاہوں سے چھپی ہوئی نہیں۔ پھر جو کچھ کائنات میں ہوتا ہے سب' اس کے قانون کی کتاب میں ضبط ہوتا جاتا ہے۔ اور خدا کے لئے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

۷۱ ان کے ان اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ یہ قانون خداوندی کو چھوڑ کر ان قوتوں کی محکومیت اختیار کرتے' اور ان احکام کی اطاعت کرتے ہیں' جن کے لئے نہ اللہ نے کوئی سند نازل کی ہے' اور نہ ہی یہ ان کی حقیقت سے خود ہی واقف ہیں۔ (محض آباء و اجداد کی تقلید سے ایسا کئے چلے جاتے ہیں۔ ۴۲/۲۱)۔ لیکن انہیں سمجھ رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ خدا کے قوانین سے سرکشی برتتے ہیں' ان کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا۔

۷۲ (ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ) جب ان کے سامنے ہمارا قانون (وحی) پیش کیا جاتا ہے تو ان کے دل میں نفرت اور سرکشی کے جذبات اس شدت سے مشتعل ہو جاتے ہیں کہ اس کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ بول دیں گے جو ان کے سامنے

يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۗ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۗ اَلنَّارُ ۗ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۗ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

ہمارا قانون پیش کرتے ہیں۔

ان سے کہو کہ کیا میں تمہیں اس سے ایک بدتر صورتِ حال کی خبر دوں؟ وہ ہے آگ (کا تباہ کن عذاب جو ہر شے کو راکھ کا ڈھیر بنا کر رکھ دیتا ہے)۔ یہ عذاب خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ان لوگوں کے لئے مقرر ہے جو اس کے قوانین کی صداقت سے انکار کرتے اور اس سے سرکشی برتتے ہیں۔ یہ بہت ہی بُرا مقام ہے۔

۷۳ غیرِ خدا کی عبودیت اختیار کرنے والو! آؤ، تمہیں ایک مثال کے ذریعے بات سمجھائی جائے۔ اسے دل کے کانوں سے سنو۔ تم جن قوتوں کو خدا کے سوا صاحبِ اقتدار مان کر پکارتے ہو، ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک مکھی جیسی شے بھی پیدا نہیں کر سکتے، خواہ اس کے لئے وہ سب مل کر بھی کوشش کیوں نہ کر لیں۔ اتنا ہی نہیں۔ اگر کوئی مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے (اور ہضم کر لے) تو ان میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ اسے اس سے واپس لے سکیں۔

اب تم خود ہی سوچو کہ ان معبودوں کی، اور تمہاری، جو اس قسم کے معبودوں کو خدا بنائے ہوئے ہو، بے بسی کہاں تک پہنچی ہوئی ہے؟ (ان معبودوں کی بے بسی یہ کہ وہ مکھی جیسی شے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ اور تمہاری بے بسی یہ کہ تم ان جیسے بے بس معبودوں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہو)۔

۷۴ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے متعلق صحیح اندازہ لگایا ہی نہیں جیسا کہ اندازہ لگانا چاہیئے۔ وہ بڑی قوتوں کا مالک اور ہر ایک پر غالب ہے۔ (اللہ کو ایسا ہونا چاہیئے، نہ کہ ویسا جیسا تم نے تصور کر رکھا ہے۔ ۶/۹۱ : ۳۹/۶۷)۔

۷۵ (باقی رہے ملائکہ اور انبیاء، جنہیں یہ لوگ اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔ تو ان کی پوزیشن صرف اتنی ہے کہ) اللہ ان ملائکہ میں سے بعض کو اس کام کے لئے چن لیتا ہے (یہ کام ان کے ذمے لگا دیتا ہے)

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

کہ وہ اس کی وحی رسولوں تک پہنچا دیں- اور انسانوں میں سے بعض کو منتخب کر لیتا ہے کہ وہ اس وحی کو دوسرے انسانوں تک پہنچا دیں- (یہ ہستیاں نہ تو خود ہی کچھ مقدرت رکھتی ہیں' اور نہ ہی لوگوں کی حاجتوں کو خدا تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں' اس لئے کہ خدا کو ان ذرائع کی ضرورت ہی نہیں) وہ سب کچھ سننے والا' دیکھنے والا ہے-

۷۶ وہ تمام نوعِ انسان کے حال اور مستقبل تک سے واقف ہے' اور کائنات کے جملہ امور اس کے مرکزی اقتدار کے گرد گردش کرتے ہیں- (کوئی بات اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر نہیں رہ سکتی)-

۷۷ (یہ ہے تمام قوتوں کا مالک خدا) لہذا' اے ایمان والو! تم اس خدا کی عبودیت (محکومیت) اختیار کرو- اس کے قوانین کے سامنے جھکو اور ان کی پوری پوری اطاعت کرو- اور اس طرح' ایسے کام کرو جن سے نوعِ انسان کا بھلا ہو' اور خود تمہاری ذات میں وسعتیں پیدا ہوں- اس سے تمہاری کھیتیاں پروان چڑھیں گی- تمہیں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل ہوں گی-

۷۸ یعنی نظامِ خداوندی کے قیام و بقا کے لئے مسلسل جد و جہد کرتے رہو —— جیسا کہ جد و جہد کرنے کا حق ہے —— اس نے تمہیں' اس منصبِ جلیلہ کے لئے' منتخب کیا ہے- یہ نہ سمجھو کہ یہ کوئی بیگار ہے جو تم پر ڈالی جا رہی ہے- (یہ خود تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے- ۲/۱۴۳- اس سے تمہیں اقوامِ عالم کی امامت حاصل ہو گی- ۲/۱۲۴- نہ ہی یہ نظام کوئی نیا نظام ہے' یہ وہی نظام ہے جسے تمہارے مورثِ اعلیٰ' ابراہیمؑ کے ہاتھوں قائم کیا گیا تھا- حتیٰ کہ تمہاری جماعت کا نام —مسلم— بھی کوئی نیا نام نہیں' خدا نے اس قسم کی جماعتوں کا نام' پہلے بھی مسلم ہی رکھا تھا' اور اب' اس قرآن میں بھی' یہی نام تجویز کیا گیا ہے- اس نظام کے قیام کا عملی پروگرام یہ ہے کہ تمہارے اعمال کی نگرانی تمہارا رسول (اور اس کے بعد تمہارا مرکزِ ملت) کرے' اور تم تمام نوعِ انسان کے اعمال کی نگرانی کرو- اس کے لئے تم صلوٰۃ کا نظام قائم کرو- اور نوعِ انسان کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچاؤ اور خدا کے نازل کردہ ضابطۂ قوانین (قرآن) کو مضبوطی سے تھامے رکھو- یاد رکھو! خدا

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

اور صرف خدا ہی تمہارا کارساز و نگران و حاکم ہے —— وہ بہت ہی اچھا کارساز اور بہت ہی اچھا مددگار ہے —— (اس لئے اُس کے قوانین کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ کرو)۔

یہ ہے زندگی کی کامیابیوں کا عملی پروگرام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥

---

۱ آؤ تمہیں بتائیں کہ وہ کون ہیں جن کی کھیتیاں پکیں گی۔ جن کی محنتیں ثمر بار ہوں گی۔ جو دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران زندگی بسر کریں گے؟
یہ وہ ہیں جنہوں نے ہمارے ضابطۂ قوانین کی صداقت کو تسلیم کر لیا اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔

۲ اور پھر دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ اس قانون کے پیچھے پیچھے چلتے رہے یعنی اس کی رو سے جو فرائض اُن پر عائد ہوتے ہیں، انہیں بطیب خاطر سرانجام دیتے رہے۔

۳ اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا کہ ان کی توانائیاں ایسے کاموں میں ضائع نہ ہوں جن کا نتیجہ کچھ نہ نکلے۔ نیز وہ اُن تمام امور سے مجتنب رہے جو انہیں قرآن کی طرف آنے سے روکنے والے تھے (۴۱/۲۶)۔ انہوں نے ہر طرح کی لغویات سے پرہیز کیا۔

۴ اور وہ اُس پروگرام پر عمل پیرا ہو گئے جس سے تمام نوع انسان کو نشوونما کا سامان بہم پہنچتا رہے۔

۵ ۶ اور انہوں نے اپنی جنسی توانائیوں کو محفوظ رکھا اور انہیں صرف اپنی بیویوں پر صرف کیا،

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴

یا ان لونڈیوں پر جو (انسدادِ غلامی کے متعلق قرآنی احکام نازل ہونے سے پہلے ۴/۴۷) ان کی ملک میں آچکی تھیں (لیکن جنہیں نکاح کے بعد بیویوں کا ہم پلّہ قرار دیا جا چکا ہے)۔ ان سے زناشوئی کے تعلقات رکھنے پر کوئی ملامت نہیں۔

۷ جو کوئی اس کے علاوہ جنسی تعلق کی کوئی صورت اختیار کرے تو وہ قانون شکنی ہوگی اور حدود خداوندی سے تجاوز (جو سنگین جرم ہے۔ ۲۴/۴)۔

۸ اور جنہوں نے اپنی امانتوں اور معاہدوں کا پاس رکھا (۲۷/۵)۔

۹ (مختصراً یہ کہ کامیابی و کامرانی کی زندگی ان کی ہے) جنہوں نے خدا کے مقرر کردہ نظامِ صلوٰۃ کی پوری پوری محافظت کی۔ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں اُن کا قدم قانونِ خداوندی کے اتباع میں اٹھا۔ (۲۴/۱۴)۔

۱۰ یہی وہ لوگ ہیں جو زندگی کی سعادتوں اور کامرانیوں کے وارث ہوں گے۔

۱۱ یعنی اس دنیا میں بھی ایسی زندگی کے مالک جس میں ہر طرح کی وسعتیں اور فراخیاں، سرسبزیاں اور شادابیاں ہوں۔ اور آخرت میں بھی اسی قسم کی زندگی کے وارث۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۲۱/۱۴ ، ۴۳/۷۲)۔

یہ ہیں ان مومنین کی صفات و خصائص جو کامیابیوں کی زندگی بسر کریں گے۔ (۲۳/۲۴ – ۲۳/۲۲)۔

۱۲ (یہ اس لئے کہ انسان کی زندگی محض حیوانی زندگی نہیں۔ یہ حیوانی زندگی کے مراحل طے کرنے کے بعد منزلِ انسانیت میں پہنچا ہے اور اب انسانی زندگی کے مراحل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جائے گا۔ اس کی حیوانی زندگی کے مراحل کی کیفیت یہ ہے کہ) ہم نے اس کی تخلیق کی ابتدا مٹی کے خلاصہ (بے جان مادہ) سے کی۔ (۲۲/۵)۔

۱۳ (پھر ہمارا یہ تخلیقی پروگرام اس کڑی تک جا پہنچا جہاں افزائشِ نسل بذریعہ تولید ہوتی ہے۔ اس طرح) ہم نے اسے نطفہ بنایا جو (رحم کے اندر) ٹھہر گیا اور مادہ کے بیضہ میں قرار گیر ہو گیا۔

۱۴ پھر اس نطفہ کو علقہ (جونک کی سی شکل) میں تبدیل کیا۔ پھر اس علقہ کو گوشت کا لوتھڑا سا

ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡكَنّٰهُ فِى الۡاَرۡضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

بنا دیا۔ پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ابھار دیا۔ پھر اس ڈھانچے پر گوشت کی تہ چڑھا دی۔

(یہاں تک کے مراحل حیوانی زندگی کے قانونِ طبیعی کے مطابق طے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اس میں اپنی توانائی کا شمہ ڈال کر (۳۲/۹) اسے ایک بالکل نئی قسم کی مخلوق کی شکل میں نمودار کر دیتے ہیں (۴/۱)۔۔۔۔ یہ جدید قسم کی مخلوق، جو حیوانات سے یکسر مختلف ہے، انسان ہے۔

سو دیکھو! خدا کا قانونِ تخلیق کتنی بڑی ممکنات کا حامل ہے (یوں تو انسان بھی مختلف چیزیں بناتا رہتا ہے لیکن اس کی تخلیق اور خدا کی تخلیق میں بڑا فرق ہے)۔ خدا کی تخلیق، صحیح توازن و تناسب کا بہترین پیکر اور حسن و زیبائی کا بے مثال شاہکار ہوتی ہے۔ اس لئے وہ احسن الخالقین ہے۔

۱۵ پھر اس کے بعد تم سب کو مرنا ہے۔ (سو تم غور کرو کہ کیا تمہاری موت سے یہ مطلب ہوگا کہ تمہارے طبیعی جسم کے انتشار[al] سے، تم بھی ختم ہو جاؤ گے؟ اگر تم فقط اپنے طبیعی جسم سے عبارت ہوتے تو پھر یہ تصور درست تھا کہ جسم کے مر جانے سے تم بھی ختم ہو جاتے۔ لیکن جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، انسان جسم کے علاوہ کچھ اور

۱۶ بھی ہے۔ اور وہ "کچھ اور"۔۔۔۔ جسے انسانی ذات کہا جاتا ہے۔۔۔۔ جسمانی موت سے فنا نہیں ہو جاتا۔ وہ آگے بھی چلتا ہے۔ چنانچہ) تم قیامت کے دن، اٹھا کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔ (۱۹/۴۳)۔

۱۷ (نہ ہی ہمارے تخلیقی پروگرام کی یہ صورت ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ کائنات کو پیدا کر دیا اور اس کے بعد اس سے بے خبر ہو کر بیٹھ گئے) ہم نے تمہارے اوپر (فضا کی پہنائیوں میں) متعدد اجرام فلکی بنا دیئے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ (اور ہم اپنی مخلوق میں نت نئے اضافے کرتے رہتے ہیں۔ ۳۵/۱)۔ صرف اضافے ہی نہیں کرتے بلکہ ہر شے کی نشو و نما کا سامان بھی ہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ تم غور کرو کہ ہم نے تمہیں دنیا میں بسانے سے بھی پہلے، تمہارے لئے سامانِ زیست کا کیسا عمدہ انتظام کر دیا۔ اس کے لئے)

۱۸ ہم بادلوں سے، ایک خاص اندازے کے مطابق بارش برساتے ہیں، اور اسے (حسبِ ضرورت، مختلف شکلوں میں) زمین میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ جس طرح بارش کو بادلوں سے نیچے زمین کی طرف لاتے ہیں۔ اسی طرح (اسے) فوراً اوپر اڑا کر لے جائیں۔ (لیکن ہم ایسا نہیں کرتے

[al] DISINTEGRATION

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ
مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ
بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا
اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بلکہ پانی کو زمین میں ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ وہ تمہاری پرورش کا ذریعہ بنے)۔

۱۹ اس پانی سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں (وغیرہ) کے باغات اگاتے ہیں۔ ان باغات میں کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہیں، جنہیں تم کھاتے ہو ——— اور دیگر مصارف میں بھی لاتے ہو۔

۲۰ اور اسی طرح (زیتون کے درخت کو بھی) اگاتے ہیں، جو سینا کی وادیوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اس سے تیل نکلتا ہے جس سے کھانے والوں کے لئے بہت اچھا سالن تیار ہوتا ہے۔

۲۱ اسی طرح، اگر تم اپنے مویشیوں پر غور کرو گے تو ان میں بہت سی ایسی باتیں ملیں گی جن سے تمہارا ذہن کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ تم سوچو کہ ان کے پیٹ میں بالآخر ہوتا کیا ہے؟ (۱۶/۶۶)۔ (کیا اس میں کوئی بھی ایسی چیز ہوتی ہے جسے خوشگوار یا خوش آیند کہا جا سکے۔ لیکن) ہم اسی سے تمہارے لئے دودھ جیسی عمدہ غذا پیدا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ان مویشیوں میں تمہارے لئے طرح طرح کے اور فوائد بھی ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا تم گوشت بھی کھاتے ہو۔

۲۲ اور تم (خشکی میں) ان پر سوار ہوتے ہو ——— اور پانی میں کشتیوں پر سفر کرتے ہو۔

۲۳ (یہ سب سامان تمہارے جسم کی پرورش کے لئے ہے۔ لیکن ہماری ربوبیت کا تقاضا تھا کہ جس طرح تمہارے جسم کی نشوونما کا سامان ہم پہنچایا، اسی طرح تمہارے انسانی جوہروں کی نشوونما کا بھی انتظام کرتے۔ اس لئے کہ یہ ہماری شان ربوبیت سے بعید تھا کہ تمہیں انسان تو بناتے لیکن تمہارے جوہرِ انسانیت (انسانی ذات) کی نشوونما کا سامان نہ کرتے۔ اس کے لئے ہم نے اپنی طرف سے انبیاء کرام کی معرفت، راہ نمائی بھیجنے کا انتظام کیا)۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی، نوح تھا، جسے ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے ان سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم صرف قوانین و احکام خداوندی کی اطاعت کرو۔ اس کے سوا کوئی اور ہستی ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ سو تم بتاؤ کہ تم اس کے قوانین کی نگہداشت کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں؟

۲۴ اس کی قوم کے اکابرین نے، جنہیں سامان زندگی کی فراوانیاں حاصل تھیں، اس کی بات

مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾

ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ یہ (نوحؑ جو اپنے آپ کو خدا کا فرستادہ کہتا ہے) تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہے لیکن چاہتا یہ ہے کہ تم پر بڑائی حاصل کرے۔ اگر اللہ نے ہماری طرف کوئی پیغام بھیجنا ہوتا تو فرشتے بھیجتا؛ (وہ ہمارے ہی جیسے ایک انسان کو اپنا پیغام بر کیوں بناتا؟ پھر جو کچھ یہ کہتا ہے وہ بالکل انوکھی بات ہے جسے) ہم نے اپنے آبا و اجداد سے کبھی نہیں سنا۔

۲۵ (ایسا نظر آتا ہے کہ) اس کا دماغ چل گیا ہے (اس لئے اس پاگل کی کسی بات پر کان نہ دھرو)۔ تم کچھ دنوں تک انتظار کرو اور دیکھو کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

۲۶ (نوحؑ نے انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی، لیکن بے سود۔ اس پر) اس نے اپنے خدا سے کہا کہ اے میرے پروردگار! یہ میری کوئی بات نہیں سنتے۔ اور بلا سنے، سمجھے میری تکذیب کئے جا رہے ہیں تو ان کے خلاف میری مدد کر۔ (ان کا معاملہ اب حد سے بڑھ گیا ہے)۔

۲۷ اس پر ہم نے نوحؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری زیرِ نگرانی، ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارے طے کردہ پروگرام کے مطابق پانی کے چشمے جوش مارنے لگیں (اور سیلاب امنڈ آئے) تو کشتی میں ہر (ضروری) شے کے دو دو جوڑے ساتھ رکھ لے، اور اپنے رفقاء کو بھی اس میں بٹھا لے — بجز اس کے جس کے کفر و عدوان نے پہلے ہی سے بتا رکھا ہے کہ وہ تمہاری جماعت میں شامل نہیں ہوگا۔ اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ یہ لوگ، جنہوں نے اس طرح سرکشی پر کمر باندھ رکھی ہے، سب غرق ہو جائیں گے۔ سو ان کے متعلق ہم سے کوئی بات نہ کرنا۔

۲۸ اور جب تو، اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ، کشتی میں جم کر بیٹھ جائے، تو تمہاری زبان سے یہ صدا اٹھنی چاہیئے کہ ہر طرح کی حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے ہمیں اس ظالم قوم کے

وَقُلْ رَّبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِينَ ﴿۳۱﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَأَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ ﴿۳۴﴾

پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔

۲۹ اس کے بعد، تمہاری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ اے میرے پروردگار! ہمیں زمین پر ایسی جگہ اتارنا، جہاں اترنا ہمارے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ تو سب سے بہتر اتار دینے والا ہے۔

۳۰ قومِ نوحؑ کے اس واقعہ میں، تمہارے لئے، ہمارے قانونِ مکافات کی محکم گیری کی نشانیاں ہیں۔ اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہم کس طرح، قوموں کو گردش دے کر تغیرِ احوال کرتے رہتے ہیں۔

۳۱ (اسی گردش کا نتیجہ تھا کہ قومِ نوحؑ تباہ ہو گئی اور) اس کے بعد، ہم نے قوموں کا ایک اور دَور شروع کر دیا۔

۳۲ چنانچہ (اس کے بعد آنے والی) قوم میں بھی ہم نے اپنا رسول بھیجا، جس نے اسی پیغام کو دہرایا۔ یعنی یہ کہ تم صرف خدا کی اطاعت اختیار کرو۔ اس کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ ہر قسم کا اقتدار صرف خدا کو حاصل ہے۔ سو تم بتاؤ کہ تم اس کے قوانین کی نگہداشت کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو اپنی موجودہ غلط روش کی تباہیوں سے بچ جاؤ گے۔

۳۳ اس کی قوم کے اُن اکابرین نے، جنہوں نے قوانینِ خداوندی سے انکار اور سرکشی کی راہ اختیار کر رکھی تھی، جو خدا کے قانونِ مکافات اور مستقبل کی زندگی کے قائل نہیں تھے، اور جنہیں سامانِ زندگی کی فراوانیاں حاصل تھیں (اور وہ دیکھتے تھے کہ نظامِ خداوندی کی زد اُن کے ذاتی مفادات پر پڑے گی، مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ شخص (جو خدا کا پیغامبر ہونے کا مدعی ہے) تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہے۔ یہ بھی وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو، وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ (یہ تم سے کس حیثیت سے ممتاز ہے جو تم اس کی بات مانو!)۔

۳۴ اگر تم نے اِس "اپنے ہی جیسے انسان" کی اطاعت اختیار کر لی، تو سمجھ لو کہ تم تباہ ہو گئے۔ (اطاعت اس کی اختیار کرنی چاہیئے جو فوق البشر خصوصیات کا حامل ہو ——— اُسے البشر کا اوتار

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

باطل اللہ علی الارض ہونا چاہیئے۔ ایک عام انسان کی اطاعت کے کیا معنی؟ پھر جس نظام کی طرف یہ دعوت دیتا ہے —— یعنی انسانی تکریم و مساوات کا نظام —— اس میں سراسر تمہاری تباہی ہے)۔

۳۵ (دولت تمہارے پاس۔ اقتدار تمہارے پاس۔ تم جو چاہو سو کرو۔ تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ نہیں! خدا کا قانونِ مکافات ایسا ہے جس کی گرفت سے تم بچ نہیں سکتے۔ حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی تم اس کے احاطہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ اسی لئے یہ) تمہیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر رہ جاؤ گے تو تم پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے (تاکہ جو ظلم اور زیادتی تم دنیا میں کرتے رہے ہو اس کی تمہیں سزا ملے)۔

۳۶ ذرا سوچو کہ یہ کیسی انہونی بات ہے! کیسی عقل سے دور اور قیاس سے بعید بات جس سے یہ تمہیں ڈرا رہا ہے۔

۳۷ (مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟) زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے (ہماری آنکھوں کے سامنے ہر روز) لوگ مرتے رہتے ہیں اور نئے بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ (یہ سب اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ) ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے۔[1]

۳۸ یہ شخص، اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنی طرف سے جھوٹی باتیں بناتا ہے اور انہیں اللہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ ہم اس کی بات کبھی نہیں ماننے کے۔

۳۹ اس رسول نے خدا سے کہا کہ اے میرے پروردگار! یہ لوگ میری بات سنتے ہی نہیں' اور اندھا دھند تکذیب کئے جا رہے ہیں۔ تو ان کے خلاف میری امداد کر۔

۴۰ خدا نے کہا کہ (ان کی دولت کا وقفہ ختم ہونے کو ہے) عنقریب ان کے اعمال کے نتائج اُبھر کے سامنے آ جائیں گے اور یہ اپنی ان باتوں پر خود ہی شرمسار ہوں گے۔

۴۱ (چنانچہ زیادہ وقت گزرنے نہ پایا تھا کہ) ایک ہولناک آواز کے عذاب نے انہیں آ پکڑا۔ اور ہم نے انہیں خس و خاشاک کی طرح پامال کر دیا۔ (کیونکہ وہ ہمارے تعمیری نتائج پیدا کرنے والے

[1] مادی تصورِ حیات (MATERALISTIC CONCEPT OF LIFE) کچھ ہمارے ہی دور کی اختراع نہیں۔ یہ تصور بہت پرانا ہے۔

بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۥ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾

پروگرام کے راستے میں سنگِ گراں بن کر حائل تھے۔ اور بضد حائل تھے۔ (۱۱/۴۸)۔

سو دیکھو کہ جو لوگ ظلم و استبداد کی روش اختیار کرتے ہیں' وہ کس طرح زندگی کی کامرانیوں اور خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں (یہ ہمارا اٹل قانون ہے جو شروع سے ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔ اور حق و انصاف پر مبنی ہے)۔

۴۲ پھر اُن کے بعد ہم نے اور قوموں کا دور شروع کیا۔

۴۳ (وہ بھی اسی طرح' اپنی غلط روش کے نتائج کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ یاد رکھو! ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے' نہ تو کوئی قوم ظہورِ نتائج سے پہلے تباہ ہوتی ہے اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ ظہورِ نتائج کے بعد زندہ رہ سکے۔ اس میں کمی بیشی ہو نہیں سکتی (۷/۴۴ ؛ ۱۳/۳۰ ؛ ۱۵/۵)۔

۴۴ (چنانچہ یہ قومیں آتی رہیں اور جاتی رہیں) اور ہم نے' اپنے رسولوں کا سلسلہ بھی اسی طرح جاری رکھا کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد' عند الضرورت' ایک رسول کے بعد دوسرا رسول آتا رہا۔ (اور ان قوموں کی بھی یہی روش رہی کہ) جب کسی قوم کے پاس اس کا رسول آیا' اس نے اس کی پیش کردہ تعلیم کی تکذیب کی۔ اس کے نتیجے میں' وہ یکے بعد دیگرے' ہلاک ہوتی رہیں — اس طرح ہلاک' کہ اُن کے بعد پھر اُن کے صرف افسانے باقی رہ گئے۔

ان اقوام کی تاریخ اس حقیقت کی زندہ شہادت ہے کہ جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کر دیتے ہیں' اور اپنی غلط روش پر اڑے رہتے ہیں' وہ زندگی کی خوشگواریوں اور کامرانیوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ ہمارا اٹل قانون ہے جس پر اقوامِ سابقہ کی سرگزشتیں شاہد ہیں۔

۴۵ اسی پروگرام کے مطابق' ہم نے' موسٰےؑ اور اس کے بھائی' ہارونؑ کو بھیجا۔ انہیں بھی ہم نے اپنے قوانین عطا کئے تھے' اور ان کے ساتھ ایسے واضح دلائل (جن سے ان قوانین کی صداقت اور محکمیت نکھر کر سامنے آ جائے)۔

۴۶ انہیں ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے اکابرین کی طرف بھیجا تھا۔ (ان دونوں بھائیوں نے'

فَقَالُوٓا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُونَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾

اُن کے سامنے ہمارا سچا دین پیش کیا لیکن) انہوں نے اس سے سرکشی اور تکبر برتا۔ وہ تھے ہی بڑے مغرور، سرکش اور بر خود غلط۔

۴۷ انہوں نے (بجائے اس کے کہ جو کچھ ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا' اس پر غور کرتے) کہا کہ کیا ہم ان کی بات مان لیں جو انسان ہونے کے اعتبار سے ہمارے ہی جیسے ہیں (مافوق البشر نہیں)۔ اور جہاں تک رتبہ اور درجہ کا تعلق ہے' وہ اس قوم کے افراد ہیں جو ہماری محکوم ہے۔ (محکوم قوم کے پاس عقل و بصیرت کہاں ہو سکتی ہے؟ اور پھر انہیں یہ جرأت کیسے ہو گئی کہ اپنی حاکم قوم کو آ کر سبق پڑھانے لگے! یہ ہمارے لئے سخت باعثِ ذلت ہو گا اگر ہم ان کی بات مان لیں)۔

۴۸ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بھی ان قوموں میں سے ہو گئے جو تباہ ہو چکی تھیں۔ (اس لئے کہ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے' جو قوم بھی زندگی کے صحیح اصولوں سے انحراف کرے گی' تباہ ہو جائے گی)۔

۴۹ حالانکہ (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے) ہم نے موسیٰؑ کو ضابطہ قوانین دیا تھا تاکہ وہ لوگ اس کے مطابق چل کر اس تباہی سے بچ جائیں۔

۵۰ (حق و باطل کی کشمکش کا یہ سلسلہ جاری رہا تاآنکہ ہم نے عیسیٰؑ کو اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا۔ یہودیوں نے عیسیٰؑ کی بھی سخت مخالفت کی کیونکہ وہ انہیں خدا کے صحیح دین کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور اس کی والدہ —— مریمؑ —— کی بھی کیونکہ اس نے ان کی خود ساختہ شریعت کی خلاف ورزی کی تھی) ہم نے ان دونوں کو اس قوم کی نجات اور تباہی کی نشانی بنا دیا۔ (یعنی اگر وہ ان کی مخالفت سے باز آ کر ان کا احترام کرتے' اور جو دینِ خداوندی عیسیٰؑ نے پیش کیا تھا' اسے اختیار کر لیتے' تو وہ تباہی سے بچ جاتے۔ لیکن اگر وہ اس روش سے باز نہ آتے' تو ہلاک ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے ان کی سخت مخالفت کی۔ یہاں تک کہ) ہم نے ان دونوں کو' ان کی دستبرد سے محفوظ کر کے' ایک مرتفع مقام میں پناہ دی' جو ان کے رہنے کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ اس میں صاف اور شفاف پانی کے چشمے رواں تھے جن کی وجہ سے وہ جگہ نہایت سرسبز و شاداب تھی)۔

۵۱ (یہ تھا مختصر سا تذکرہ ہمارے رسولوں میں سے چند ایک کا) ہم نے ان کے لئے جو

وَإِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ أَيَحْسَبُوْنَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

پھر وگرام تجویز کیا تھا اس میں ان سے کہا گیا تھا کہ تم زندگی کی تمام پاکیزہ خوشگواریوں سے متمتع ہو اور ایسے کام کرو جن سے انسانیت کے بگڑے ہوئے معاملات سنور جائیں۔ ہمارا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

۵۲ (اے رسول!) یہ تمہاری انبیاءؑ کی جماعت ایک ہی جماعت ہے (۲۱/۹۲)۔ (اگرچہ اس جماعت کے افراد مختلف زمانوں میں مختلف اقوام میں اور مختلف ممالک میں پیدا ہوئے لیکن اس کے باوجود وہ ایک ہی جماعت کے افراد تھے اس لئے کہ ان کی آئیڈیالوجی (نظریۂ زندگی اور تعلیم) ایک ہی تھی اور وہ یہ تھی کہ) سب کا نشوونما دینے والا ایک خدا ہے اور سب کا نصب العین یہ کہ اس خدا کے قوانین کی نگہداشت کی جائے (اس وحدتِ فکر و عمل کی بنا پر وہ سب ایک جماعت کے افراد تھے)۔

۵۳ (ظاہر ہے کہ جب ان تمام رسولوں کی تعلیم ایک تھی تو ان کے متبعین کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن امرِ واقعہ یہ نہیں۔ مختلف انبیاءؑ کے نام لیوا ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کے چلے جانے کے بعد اس کے متبعین اس کے پیغام کو فراموش کر کے اپنی خود ساختہ شریعتوں کا اتباع کرنے لگ جاتے جس سے) وہ مختلف گروہوں میں بٹ جاتے۔ ان میں فرقے پیدا ہو جاتے۔ اور پھر جیسا کہ فرقہ پرستی کا خاصہ ہے ہر فرقہ اپنے اپنے مسلک پر جم کر بیٹھ جاتا اور اس خیال میں مگن رہتا کہ وہی فرقہ حق پر ہے۔ باقی فرقے باطل ہیں (۳۰/۳۲)۔

۵۴ (اس وقت اے رسول! ان انبیاءؑ سابقہ کے نام لیوا اسی طرح مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اس دین کی مخالفت کر رہے ہیں جسے تو پیش کرتا ہے اور کسی طرح سمجھائے نہیں سمجھتے۔ سو اب ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ) تو انہیں کچھ وقت کے لئے غفلت میں مدہوش پڑا رہنے دے (تاآنکہ تمہارے دین کا نظام متشکل ہو کر سامنے آجائے اور اس کے انسانیت ساز نتائج انہیں بتا دیں کہ حق و صداقت پر کون ہے)۔ (۲۲/۱۷ ; ۲۲/۵۵—۵۷)۔

۵۵ کیا یہ لوگ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ہم جو انہیں مال و دولت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت سے آگے بڑھائے جا رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

۵۶ ہم (ان کے اعمال سے صرفِ نظر کر کے انہیں فی الواقعہ) زندگی کی خوشگواریاں عطا کر رہے

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾

ہیں' اوران کی طرف بعجلت تمام اپنی نعمتوں پر نعمتیں بھیجتے چلے جارہے ہیں؟ نہیں! حقیقتِ حال کچھ اور ہے جس کا یہ شعور نہیں رکھتے۔

۵۷ (زندگی کی حقیقی خوشگواریوں کے اہل اور لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی) وہ لوگ' جو قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے خائف رہتے ہیں۔

۵۸ اوران کی صداقت اور محکمیت پر یقین کامل رکھتے ہیں۔

۵۹ اور اطاعت صرف احکام و قوانین خداوندی کی کرتے ہیں۔ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔

۶۰ اور نظامِ خداوندی کی عملی تشکیل' اور نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے جتنا کچھ دے سکتے ہیں' دیتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود' اُن کے دل' اس خیال سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ ان کا کوئی قدم اس راستے سے ہٹ نہ جائے جو خدا کی طرف لیجانے والا ہے۔

۶۱ یہ ہیں وہ لوگ جو زندگی کی خوشگواریوں کے حصول کے لئے تیزگام رہتے ہیں' اور یہی ہیں جو شاہراہِ حیات پر سب سے آگے نکل جانے والے ہیں۔

۶۲ انکا اس حقیقت پر ایمان ہوتا ہے کہ قانون خداوندی کی رُو سے ہم پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں' ان سے یہ مقصد نہیں کہ خدا ہمیں خواہ مخواہ' جکڑبندیوں میں کسنا چاہتا ہے۔ وہ ان پابندیوں کو اس لئے عائد کرتا ہے کہ ان سے انسانی ذات میں وسعت و کشاد پیدا ہوتی ہے۔ (۲/۲۸۶ ؛ ۲۰/۵۳ ؛ ۴۸/۴۴)
(یہ ہے وہ یقین محکم جس کی وجہ سے یہ لوگ' نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اپنا سب کچھ دیدینے میں بھی اپنے دل میں کوئی گرانی محسوس نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کی اپنی ذات کی نشوونما ہوتی ہے)۔

اور وہ بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔ ہمارے پاس قانونِ مکافات کا رجسٹر ہے جس میں ہر ایک کے اعمال کا ریکارڈ رہتا ہے۔ اور ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب ہوتا رہتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّن دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ﴿٦٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم
بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْأَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُم مِّنَّا لَا تُنصَرُونَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ
عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنكِصُونَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِينَ بِهِ سَامِرًا تَهْجُرُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ
جَاءَهُم مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ

کہ کسی کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی ہو۔

۶۳ لیکن ان مخالفین کے دل اس حقیقت کی طرف سے یکسر غافل ہیں۔ یہ اپنی مفاد پرستیوں کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ ایسے کام کرتے ہیں جو صحیح روشِ زندگی سے بالکل الگ ہوتے ہیں ـــــ اور یہ ہی قسم کے کام کرتے رہیں گے۔

۶۴ تاآنکہ ہم ان کے مرفہ الحال سہولت پسند سرمایہ دار طبقہ کو عذاب میں گرفتار کرلیں گے (۳۳/۴۴)۔ اُس وقت تم دیکھو گے کہ ان کا تکبر کس طرح ٹوٹتا ہے اور وہ کیسے چیختے چلاتے اور آہ و زاری کرتے ہیں۔

۶۵ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب اس چیخ و پکار اور نالہ و فریاد سے کچھ حاصل نہیں۔ ہماری طرف سے اب تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ (تمہیں اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے ہوں گے)۔

۶۶ تمہاری یہ کیفیت تھی کہ جب ہمارے قوانین تمہارے سامنے پیش کئے جاتے تھے تو تم انہیں سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ انتہائی سرکشی اور تکبر سے الٹے پاؤں چل دیتے تھے۔

۶۷ اور اپنی محفلوں میں انہیں خوش گپیوں اور داستان سرائیوں کا موضوع بنایا کرتے اور ان کے متعلق ایسا ہذیان بکتے تھے (جسے کوئی شریف آدمی سننا گوارا نہ کرے)۔

۶۸ (سوچنے کی بات ہے کہ یہ لوگ ایسی کھلی ہوئی واضح تعلیم کے ماننے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟) کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس بات (قرآن کے پیغام) پر غور و فکر نہیں کرتے۔ یا یہ کوئی ایسی انوکھی چیز ہے جو ان (اہل کتاب) کے آباء و اجداد کی طرف کبھی نہیں آئی تھی؟ (۹/۴۶)۔

۶۹ یا کیا یہ اس رسول (کی سابقہ زندگی سے) اس حقیقت کو پہچان نہیں سکے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا اس لئے اس کے دعوئے رسالت سے انکار کر رہے ہیں؟ (۱۰/۱۶)۔

۷۰ یا یہ سمجھ رہے ہیں کہ اسے جنون ہو گیا ہے؟ نہیں! ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ یہ رسول ان کے سامنے حق پیش کرتا

جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْــَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾

ہے۔ (اور چونکہ حق ان کی مفاد پرستیوں کے خلاف جاتا ہے) اس لئے یہ اسے سخت ناپسند کرتے ہیں (اور چاہتے ہیں کہ وہ ان کے جذبات و مفاد کی رعایت سے اس میں کچھ تبدیلی کر کے ان سے مفاہمت کر لے۔ ۱۱/۱۵ ؛ ۱۱/۱۱۳ ؛ ۱۷/۷۴ ؛ ۶۸/۹)۔

۷۱ ان سے کہو کہ اگر حق لوگوں کی خواہشات کے تابع چلنے لگ جائے تو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کوئی شے اپنے مقام پر نہ رہے۔ ہر طرف فساد ہی فساد برپا ہو جائے اور نظامِ کائنات تہ و بالا ہو جائے۔

(ذرا ان لوگوں کی عقل کو دیکھو!) ہم ان کے پاس ان کی بڑائی اور عظمت، شرف و مجد، سرفرازی و سربلندی کا سامان لے کر آئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ یہ اُس عظمت و سرفرازی سے مُنہ موڑ رہے ہیں! (۷/۱۷۶ ؛ ۲۱/۱۰—۲۴ ؛ ۴۳/۴۴)۔

۷۲ (اے رسول! کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ) تو ان سے کچھ مال و دولت چاہتا ہے؟ ان سے کہدو کہ تمہیں ان کے مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں خدا کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے وہ (ان کے مال و دولت سے کہیں) بہتر ہے۔ اس سے بہتر روزی دینے والا اور کوئی نہیں۔

۷۳ تُو تو انہیں (بلا مزد و معاوضہ) زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۷۴ لیکن جو لوگ مستقبل کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے وہ اس راستے سے دُور ہٹے رہتے ہیں (اُدھر آنا نہیں چاہتے)۔

۷۵ (اس وقت ان پر ہلکی سی گرفت ہوئی ہے۔ لیکن اس سے بھی ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ چنانچہ ان کا اب بھی یہ عالم ہے کہ) اگر ہم ان سے نرمی برتیں اور جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے اسے دُور کر دیں تو یہ اپنی سرکشی میں بدمست موج در موج آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

۷۶ (اس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا تھا تو

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيۡدٍ اِذَا هُمۡ فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ۝۷۷ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۝۷۸ وَهُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۝۷۹ وَهُوَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ وَلَـهُ اخۡتِلَافُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝۸۰ بَلۡ قَالُوۡا مِثۡلَ مَا قَالَ الۡاَوَّلُوۡنَ ۝۸۱ قَالُوۡۤا ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۝۸۲

اس پر بھی یہ اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کے سامنے نہ جھکے۔ اور نہ ہی ان کے دل میں ذرا سا بھی گداز پیدا ہوا۔

۷۷ اب ہوگا یہ کہ جب ان پر عذاب شدید کا پھاٹک کھل جائے گا (اور وہ ایک سیلاب بلا کی طرح اُن پر امنڈ آئے گا)، تو پھر یہ یکسر مایوس ہو جائیں گے۔

۷۸ (ان سے کہو کہ خدا کا یہ عذاب یونہی اندھا دھند نہیں آجاتا)۔ اُس نے تمہیں سننے کے لئے کان۔ دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے سمجھنے کے لئے دل عطا کیا (تاکہ تم خوب دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر اپنے لئے صحیح راستہ اختیار کرو)۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لئے ان ذرائع علم سے کام لیتے ہیں۔ (وہ یا تو اپنے جذبات کے تابع چلتے ہیں یا اندھی تقلید کی رُو سے بلا سوچے سمجھے اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں)۔

۷۹ (تم عقل و بصیرت سے کام لو تو یہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے کہ) خدا وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں ہر طرف پھیلا دیا ہے (اور تمہارے لئے سامانِ معیشت کی فراوانی عطا کر دی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے پھیلاؤ سے تم اُس کے قانون مکافات کے دائرے سے باہر نکل گئے ہو۔ بالکل نہیں، تمہیں ہر طرف سے ہانک کر اس قانون کی طرف لایا جا رہا ہے۔ (تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے $\frac{96}{44}$)۔

۸۰ خدا وہ ہے جس کے قانون کے مطابق (افراد اور اقوام کی) موت اور حیات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ (اور ایک کے بعد دوسری قوم آتی رہتی ہے، جس طرح) رات کے بعد دن، اور دن کے بعد رات آتی ہے۔ کیا تم اپنی عقل و فکر سے ذرا کام نہیں لیتے؟

۸۱ (اگر یہ عقل و فکر سے کام لیتے تو ان کی روش ایسی کبھی نہ ہوتی جس کی رُو سے ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جو کچھ ان کے اسلاف کہتے تھے، یہ بلا سوچے سمجھے وہی دہرائے چلے جاتے ہیں۔

۸۲ اور انہی کی تقلید میں کہہ دیتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر رہ جائیں گے، تو کیا پھر ہم دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

---

۸۳ (اور کہتے ہیں کہ یہ بات کہ انسان مرنے کے بعد زندہ ہوتا ہے وہی ہے) جس کا ہم سے پہلے ہمارے آبا و اجداد سے اسی طرح وعدہ ہوتا چلا آرہا ہے (لیکن آج تک کسی نے مردے کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔ اس لئے جو کچھ ہم سے کہا جارہا ہے) بجز اس نیست کہ اگلے وقتوں کے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں دہرایا جارہا ہے۔

۸۴ (تم ان سے اس باب میں زیادہ بحث نہ کرو۔ ان کے نظامِ زندگی کے متعلق بات کرو۔ ان سے پوچھو کہ) اگر تم جانتے ہو تو یہ بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟

۸۵ یہ تسلیم کریں گے کہ یہ اللہ کی ہے؟ تو ان سے کہو کہ کیا اس سے تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے (کہ جو کچھ اللہ کا ہے اسے اللہ ہی کے لئے رہنا چاہیئے۔ اُسے انسان کو اپنی ملکیت نہیں بنا لینا چاہیئے)۔

۸۶ پھر ان سے پوچھو کہ ان مختلف اجرام فلکی (اور ان کے اندر جو کچھ ہے ۱۶/۴۹ ؛ ۴۳/۲۹ اُن) کا نشوونما دینے والا کون ہے، اور وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کی مرکزی ربوبیت کا کنٹرول ہے۔

۸۷ یہ اعتراف کریں گے کہ یہ بھی خدا ہی کرتا ہے اور ہر شے پر اُسی کا کنٹرول ہے۔ تو ان سے کہو کہ تم جو اشیائے کائنات پر اُس کے کنٹرول کے بجائے اپنا کنٹرول رکھنا چاہتے ہو، تو تم، اس طرح خدا کا مقابلہ کرنے کے انجام و عواقب سے، ڈرتے نہیں؟ کیا تم اس تباہی سے بچنا نہیں چاہتے جو تمہاری اس غلط روش کا لازمی نتیجہ ہے؟

۸۸ ان سے پوچھو کہ، اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کا اقتدار تمام کائنات پر ہے۔ ایسا اقتدار کہ جو اس کی پناہ میں آجائے اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا، لیکن جو اس کے قوانین سے سرکشی اختیار کرلے، اسے کائنات میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

۸۹ یہ اسے بھی تسلیم کریں گے کہ یہ خدا ہی کے لئے ہے۔ (۲۹/۶۳ — ۲۱)۔
اب ان سے پوچھو کہ ان حقائق کے تسلیم کرلینے کے بعد وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے تمہیں دھوکا لگتا ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ حق نہیں۔ میں اس کے سوا کیا کہتا ہوں کہ (۱) سامانِ زیست

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

(ع ۵ / ۵)

جسے خدا نے تمام انسانوں کی پرورش کے لئے عطا کیا ہے اسے انسانوں کی پرورش کے لئے کھلا رہنا چاہیئے۔ اس پر صرف قوانین خداوندی کا کنٹرول ہونا چاہیئے۔ اور (ii) کسی انسان کو اس کا حق نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں پر اپنا اقتدار قائم کرے اور ان سے اپنا حکم منوائے۔ اقتدار اور حکومت کا حق صرف خدا کو حاصل ہے)۔

۹۰ (بات یہ نہیں کہ انہیں اس باب میں کہیں دھوکا لگتا ہے۔ بات وہی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ ۲۳/۳۳۔ یعنی یہ کہ) ہم ان کے پاس وہ ضابطۂ قوانین لائے ہیں جو سرتاسر حق و صداقت پر مبنی ہے (لیکن چونکہ اس کی زد ان کی مفاد پرستیوں پر پڑتی ہے اس لئے یہ اس سے انکار کرتے ہیں' اور خدا پرستی کو صرف اس حد تک محدود رکھنا چاہتے ہیں کہ خارجی کائنات میں اُس کا اقتدار و اختیار ہے ــــ کیونکہ اس سے ان کی مفاد پرستیوں پر کوئی زد نہیں پڑتی ــــ لیکن ان کی معاشرتی زندگی پر خدا کا کوئی اقتدار و اختیار نہیں ۲۱/۱۰۔ یاد رکھو! خدا کا اس قسم کا اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ لہذا) یہ لوگ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں کہ یہ خدا کو مانتے ہیں۔

۹۱ (ان سے پوچھو کہ خدا کے علاوہ وہ کون ہے جس کے اقتدار و اختیار کے ماتحت تم رہنا چاہتے ہو؟)۔ اُس کا کوئی بیٹا نہیں (کہ تم بادشاہ کو چھوڑ کر اس کے ولی عہد کو اپنا حکمران بنانے کی سوچو)۔ نہ ہی اس کی ہمسر کوئی صاحب اقتدار ہستی ہے (کہ تم ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی حکمرانی تسلیم کر لو اور اس کی مملکت میں چلے جاؤ)۔ ان سے کہو کہ اگر ایسا ہوتا کہ یہاں ایک سے زیادہ صاحب اقتدار ہستیاں ہوتیں تو ہر "خدا" اپنی اپنی مخلوق کو اپنے ساتھ لے لیتا' اور اس طرح یہ سب ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے (جیسا کہ دنیا کے بادشاہوں میں ہوتا ہے)۔ بہر حال' یہ لوگ خدا کے متعلق جس قسم کا تصور رکھتے ہیں' وہ اس سے بہت بلند اور منزہ ہے۔

۹۲ جو کچھ تمہارے سامنے موجود ہے' اور جو موجود نہیں' اُسے سب کا علم ہے۔ اور وہ ان تمام قوتوں اور ہستیوں سے بلند و بالا' اور ان پر غالب ہے' جنہیں یہ لوگ خدائی میں اس کا شریک ٹھیراتے ہیں۔

۹۳-۹۴ (اے رسول! تیری یہ آرزو ہونی چاہیئے کہ) اے میرے نشو ونما دینے والے! جس آنے والی تباہی سے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے' اگر اسے میری زندگی میں واقع ہونا ہے' تو وہ ایسے وقت ظہور میں آئے جب میں اس سرکش قوم کے اندر نہ ہوں (میرے یہاں' مکہ سے نکل جانے کے بعد ایسا ہو' تا کہ

وَإِنَّا عَلَىٰٓ أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَٰدِرُونَ ﴿۹۵﴾ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ٱلسَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿۹۶﴾ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿۹۷﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿۹۸﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّآ ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾

اس کی لپٹ میری جماعت کے افراد کو نہ چھو جائے۔ (۴۱/۳۵)۔

۹۵ (باں ہم نے لسے سمجھ لینا چاہئے کہ اگرچہ) ہم اس پر قادر ہیں کہ انہیں جس تباہی سے ڈرایا جاتا ہے وہ تیری زندگی میں واقع ہو جائے (لیکن وہ تیری زندگی میں ظہور میں آئے یا اس کے بعد اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس کا فیصلہ ہمارے قانون مکافات کے مطابق ہوتا ہے۔ ۱۰/۴۶ ؛ ۴۰/۷۷ ؛ ۴۳/۴۲)۔

۹۶ (لہٰذا اس سوال سے قطع نظر کہ وہ تباہی کب آئے گی تم اپنے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہو اور) ان کی پیدا کردہ ناہمواریوں کو اپنے حسن عمل سے دور کرتے رہو ——— جھوٹ فریب بد دیانتی ظلم استبداد کا مقابلہ انہی حربوں سے مت کرو۔ اس سے ان برائیوں کا استیصال نہیں ہو گا۔ تم ایسا معاشرہ قائم کرو جس کی بنیادیں صداقت دیانت امانت عدل اور احسان پر استوار ہوں۔ اس کے خوشگوار اور انسانیت ساز نتائج ان برائیوں کے راستے خود بخود روک دیں گے۔ ایسا کرنے میں تم ان لوگوں کی باتوں کی قطعاً پرواہ نہ کرو)۔ ہم ان کی سب باتوں کو جانتے ہیں۔

۹۷ تیری آرزو اور کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ان مخالفین کی طرف سے جن کی ذہنیت ہی تنقیص و تخریب کی ہے جو شرارتیں تمہاری جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کی غرض سے کی جائیں ان سے بچنے کیلئے ہمارے قوانین کے دامن میں پناہ مل جائے۔ ان کی تخریبی کوششوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمہاری جماعت قوانین خداوندی کے ساتھ اور شدت سے متمسک ہو جائے۔

۹۸ اور ان مخالفین کو تمہارے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

۹۹ بہرحال ان کی روش یہی رہے گی تا آنکہ ان میں سے کسی کے سرہانے موت آ کھڑی ہو تو وہ اُس وقت پکارے گا کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں لوٹا دے۔

۱۰۰ تاکہ جو مواقع میں نے زندگی میں کھو دیئے تھے وہ پھر حاصل ہو جائیں تو میں اچھے کام کر کے دکھاؤں۔ (جواب ملیگا کہ) اب اس قسم کی باتیں بیکار ہیں۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا ——— (زندگی میں رجعت اور تکرار نہیں۔ ندی کا جو پانی آگے چلا جائے وہ واپس نہیں لوٹ سکتا)۔ ان کے اور پچھلی دنیا کے درمیان

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾

ایک اوٹ ہے۔ اس لئے یہ پیچھے مڑ نہیں سکتے۔ البتہ جو لوگ ابھی پیچھے ہیں' جب وہ مرنے کے بعد جی اٹھیں گے تو پھر یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں گے۔ ($\frac{39}{58}$)۔

۱۰۱ جب پیکروں میں زندگی کی توانائیاں پھونکی جائیں گی' تو اس وقت نہ آپس کی رشتہ داریاں باقی رہیں گی اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کا پرسان حال ہوگا۔

۱۰۲ اس دن فیصلہ انسان کی ذاتی صلاحیتوں کے مطابق ہوگا۔ جن کی صلاحیتوں کا پلڑا بھاری ہوگا' وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے۔

۱۰۳ اور جن کا وہ پلڑا ہلکا ہوگا' ان کی ذات کی نشوونما میں کمی رہ گئی ہوگی۔ لہذا' وہ آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

۱۰۴ تباہی کی آگ کے شعلے ان کے چہروں کو جھلسا دیں گے اور وہ اس میں بری طرح منہ بگاڑے ہوں گے۔

۱۰۵ (ان سے پوچھا جائے گا کہ) کیا ایسا نہیں ہو چکا کہ میرے قوانین تمہارے سامنے پیش کئے جاتے تھے اور تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔؟

۱۰۶ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! (یہ سب درست ہے۔ لیکن اب ہم اس کے سوا اور کیا کہیں کہ ہماری بدبختی ہم پر مسلط ہو گئی تھی اور ہماری پارٹی غلط راستے پر چل نکلی تھی (ہم بھی اس کے ساتھ ہی تھے)۔

۱۰۷ (اب حقیقت ہم پر آشکارا ہو گئی ہے۔ لہذا) اے ہمارے نشوونما دینے والے! اب تو ہمیں اس عذاب سے نکال دے۔ اگر اس کے بعد ہم پھر دوبارہ ویسے ہی کام کریں تو واقعی مجرم قرار دیئے جانے کے قابل ہوں گے۔

۱۰۸ (ان سے کہا جائے گا کہ زندگی کی وہ منزل پیچھے رہ گئی جس میں موجودہ منزل کے لئے کچھ کرنا تھا۔ اب وہ دوبارہ نہیں آسکتی)۔ اب تمہیں جہنم میں ذلت کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اب باتیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔

۱۰۹ (تمہیں یاد نہیں کہ) میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جس کی پکار یہ تھی کہ

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰىٓ اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہم تیرے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں۔ تو (مخالفین کی ہلاکت سامانیوں سے) ہماری حفاظت کا سامان کر دے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسا انتظام بھی کر دے کہ ہماری نشو و نما اچھی طرح ہوتی رہے۔ اس لئے کہ تجھ سے بہتر پرورش اور نشو و نما کرنے والا کوئی نہیں۔

۱۱۰ تم نے ان لوگوں کو اپنے استہزاء اور تمسخر کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ اس میں تم اس حد تک بڑھ گئے کہ تمہارے دل میں ہماری یاد تک باقی نہ رہی۔

۱۱۱ تم ان کی ہنسی اڑاتے رہے لیکن وہ اپنی دعوت اور کوشش میں مستقل مزاج تھے۔ انکی استقامت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آج یوں کامیاب و کامران ہیں۔

۱۱۲ ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کچھ یاد پڑتا ہے کہ تم زمین میں کتنا عرصہ رہے تھے؟

۱۱۳ (ان کے شعور کی سطح' اور زمان کا تصور' اس قدر بدل چکا ہوگا کہ) وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہیں۔ (باقی' اگر ٹھیک ٹھیک معلوم کرنا ہے تو ان سے پوچھ لیجئے جو اس کی گنتی کرتے رہے ہیں)۔

۱۱۴ ان سے کہا جائے گا (کہ تم وہاں کتنا عرصہ ہی کیوں نہ رہے ہو' اس زندگی کے مقابلہ میں' جو اب یہاں بسر کرنی ہوگی) وہ عرصہ بہت ہی تھوڑا تھا۔ اے کاش! تم اس حقیقت کو سمجھ لیتے۔ (اور اس زندگی کی خوشگواریوں کے لئے کچھ کر لیتے)۔

۱۱۵ (اے رسول! ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد ان مخالفین سے پوچھو کہ) کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بے غرض و غایت' اور بلا مقصد و منزل' پیدا کر دیا ہے (کہ اتفاقیہ دنیا میں آ گئے۔ کچھ دن زندہ رہے۔ پھر خاک میں مل گئے اور زندگی کا افسانہ ختم ہو گیا! اس لئے) جو کچھ تمہارا جی چاہے تم کرتے رہو۔ تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں؟ اور تم پر ہمارے قانونِ مکافات کی گرفت ہی نہیں؟ تمہیں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے ہماری طرف آنا ہی نہیں؟

۱۱۶ (یاد رکھو!) وہ خدا جو اپنے اقتدار اور قوتوں کو ٹھوس تعمیری نتائج کے لئے کام میں لاتا ہے'

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اس قسم کے بے مقصد کام کرے۔ (اس کا ہر کام حقیقت پر مبنی ہوتا ہے) کائنات میں اس کے سوا کسی اور کا اقتدار نہیں۔ اور اسکے تمام نظم و نسق کا مرکزی کنٹرول اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی شاہنشاہِ حقیقی ہے۔

۱۱۷ یہ دعویٰ اس قدر علم و بصیرت پر مبنی ہے کہ جو اسکے خلاف کچھ کہے اور خدا کے سوا کسی اور کو پکارے تو اسے اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی دلیل نہیں مل سکے گی۔ (دلیل کیسے مل سکے گی جب) حقیقت یہ ہے کہ ایسا سمجھنے والے کے اپنے اعمال کا حساب بھی خدا ہی کے قانون کے مطابق ہوگا۔ لہذا، جو لوگ اس کے اقتدار و اختیار سے انکار کریں، وہ اپنی کوششوں میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ (کامیاب و کامران وہی ہوں گے جن کی خصوصیات کے ذکر سے اس سورۃ کا آغاز ہوا ہے)۔

۱۱۸ (بہر حال، یہ لوگ اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں)، تیری پکار یہی ہونی چاہیئے کہ بارِ الہٰا! تو اپنے قانونِ ربوبیت کی رُو سے ایسا انتظام کردے کہ ہم تخریبی قوتوں کی ہلاکت سامانیوں سے محفوظ رہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی، ہمیں سامانِ نشوونما بھی ملتا رہے۔ اس لئے کہ تو سب سے بہتر نشوونما بالیدگی عطا کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

---

① اس سورۃ کو (بھی دیگر سورِ قرآنیہ کی طرح) ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو (بھی قرآن کے دیگر احکام کی طرح۔ ۴/۵۹) اطاعت کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اس میں واضح احکام دیئے گئے ہیں تاکہ تم اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھ سکو (کہ وہ کون سے امور ہیں جن کی تعمیل ضروری ہے اور کون سے ایسے جن سے بچنا لازمی)۔

② (فرد کی ذات کی نشو و نما اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے عفت کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ حیوان اور انسان میں ایک اہم نقطۂ امتیاز یہ بھی ہے۔ حیوان عفت کے تصور سے ناآشنا ہوتا ہے۔ اس لئے اسلامی معاشرہ میں اس کی پابندی بڑی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ ہے کہ) زانی عورت اور زانی مرد دونوں کو سو سو کوڑوں کی سزا دو۔ یہ قانون کا معاملہ ہے اس لئے اس میں کسی قسم کی نرمی نہ برتو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو (یعنی اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہو کہ یہ احکامِ خداوندی ہیں اور ان کے نتائج تمہارے سامنے آکر رہیں گے — خواہ اس دنیا میں یا اس کے بعد کی زندگی میں)۔ یہ سزا، مومنین کے ایک گروہ کی موجودگی میں نافذ کرو۔ (لونڈیوں کی سزا، اس سے نصف ہے۔ ۴/۲۵۔ اور عام بے حیائی کی باتوں کے سلسلہ میں ۶/۱۵۱ میں حکم دیا جا چکا ہے)۔

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

---

۳ زنا کوئی معمولی جرم نہیں۔ ذرا اس کی نفسیات پر غور کرو۔ اس قسم کے جنسی تعلق[1] کے لئے وہی عورت رضامند ہوگی جو حفاظتِ عصمت کو مستقل قدر ہی نہ سمجھے۔ یا سرے سے (خدا کی جگہ) اپنی خواہشات ہی کو اپنا معبود بنالے کہ ان کے ہر تقاضے کے سامنے جھک جائے۔ (۲۵/۴۳)۔ اسی طرح، اس قسم کے تعلق کے لئے وہی مرد آمادہ ہوگا جو اپنی خواہشات کا غلام ہو اور انسانی اور حیوانی زندگی میں کوئی تمیز نہ کرے (اس سے ظاہر ہے کہ زنا اسی صورت میں سرزد ہوتا ہے جب مرد اور عورت، دونوں ہم خیال اور یک رنگ ہوں[2]۔ (۴/۲۵)۔ اگر ان میں سے ایک بھی پاکباز ہو تو زنا کا امکان نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کی سزا مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے)۔ مومنین کے لئے اس قسم کے تعلقات حرام ہیں۔

۴ جب عصمت اس قدر متاعِ گراں بہا اور مستقل قدر ہے، تو اس کی حفاظت کے لئے بڑی پختہ تدابیر کرنی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائیں، تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور اس کے بعد ایسے ساقط الاعتبار لوگوں کی، جو دوسروں کے خلاف بے بنیاد الزامات لگائیں، گواہی قبول نہ کرو (اور انہیں ان حقوق سے بھی محروم کردو جو اسلامی مملکت کے شہریت انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ اس پر بھی اس سے باز نہ آئیں، تو انہیں اس سے بھی زیادہ سخت سزا دو۔ (۲۴/۴))۔ اس لئے کہ یہ لوگ صحیح راہ چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاتے ہیں۔

۵ ہاں! اگر یہ لوگ، اس کے بعد اپنی غلط روش سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں، تو پھر انہیں معاف کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی میں، توبہ و اصلاح کے بعد عفو و درگزر کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔ (اس سے اتفاقی مجرم، سزا سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے اور وہ سامانِ نشوونما بھی

---

[1] یہاں ینکح سے مراد جنسی تعلق قائم کرنا ہے نہ کہ اصطلاحی نکاح۔ "نکاح" کا لفظ لغت میں ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

[2] زنا بالجبر کی نوعیت مختلف ہے۔ اس میں عورت مجرم نہیں قرار پاسکتی اور مرد کا جرم بھی دہرا ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٦﴾ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ

محروم نہیں رہتا)۔

۶ جو لوگ خود اپنی بیویوں کے خلاف تہمت لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنے آپ کے اور کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے معاملہ میں یوں فیصلہ کیا جائے کہ مرد چار بار اللہ کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دے کہ وہ سچ کہتا ہے۔

۷ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ (یعنی میں ان تمام حقوق و مفادات سے محروم کر دیا جاؤں جو مجھے مملکتِ خداوندی (اسلامی حکومت) کا شہری ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں)۔

۸ (اس سے وہ عورت مجرم قرار پا جائے گی۔ لیکن اگر وہ اپنی مدافعت میں بھی) اسی طرح خدا کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دے کہ وہ مرد جھوٹ بولتا ہے۔ اور

۹ پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو (یعنی مجھے اس حسف دروغ گوئی کی سزا ملے۔ تو اس سے وہ بری الذمہ ہو جائے گی)۔

۱۰ (اے جماعت مومنین!) یہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے قانون میں اس طرح عفو و درگزر اور نرمی کی گنجائش رکھ دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنی خطا اور لغزش کے احساس کے بعد اپنی غلط روش کو چھوڑ کر قانونِ خداوندی کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ قانون اپنی تمام مراعات کو لئے اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اور یہ چیز عین حکمت کے مطابق ہے — قانون سے مقصد فرد کی اصلاح اور معاشرہ کی سلامتی ہے۔ اگر یہ مقصد عفو اور درگزر سے حاصل ہو سکتا ہے تو سزا بالضرور کیوں دی جائے؟

۱۱ (ان احکام کی روشنی میں اس واقعہ پر غور کرو جو تمہارے ہاں ہوا تھا۔ اس میں) بعض لوگ جو تمہاری اپنی جماعت کے تھے خود اپنی جماعت کے دوسرے لوگوں کے خلاف (۲۴/۱۱) جھوٹی

الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑪ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ ⑫ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ⑬ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑭

تہمت تراش لائے تھے۔ (انہوں نے اپنی طرف سے تو چاہا تھا کہ اس سے معاشرہ میں سخت خرابی پیدا ہو جائے گی' لیکن تم ایسا خیال نہ کرو کہ اس سے واقعی کوئی خرابی پیدا ہوئی ہے) بلکہ یہ تو تمہارے لئے اچھا ہی ہوا (کہ ایک ٹھوس مقدمہ سامنے آگیا جس کا فیصلہ ان قوانین کی رُو سے ہو گیا اور ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے واقعات میں افرادِ معاشرہ کو کیا کرنا چاہیئے)۔ اب ان مجرمین میں سے ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا ملے گی۔ اور جو اس شرارت کا بانی مبانی ہے' وہ اوروں سے بھی زیادہ سخت سزا کا مستوجب ہو گا۔

۱۲ (لیکن اس میں جہاں وہ لوگ قابلِ مواخذہ ہیں جنہوں نے یہ جھوٹی تہمت تراشی اور اس کی اس طرح تشہیر کی' وہاں تمہارے معاشرہ کے دوسرے افراد بھی بری الذمہ قرار نہیں پا سکتے۔ ان افراد سے پوچھو کہ) جب تم نے اس بات کو سنا تھا تو تم نے' مومن مردوں اور مومن عورتوں کا سا طرزِ عمل کیوں نہ اختیار کیا اور اپنے لوگوں کے متعلق (جن کے خلاف یہ بات کہی جا رہی تھی) حسنِ ظن سے کام کیوں نہ لیا۔ اس بات کے سننے پر تمہارا پہلا ردِ عمل یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ان لوگوں سے کہہ دیتے کہ یہ تو صریح تہمت نظر آتی ہے (جب تک تحقیق کے بعد بات ثابت ہو جائے' اس وقت تک عام معاشرہ کا ردِ عمل یہی ہونا چاہئے کہ وہ ملزم کو بے گناہ سمجھے۔ ملزم کو مجرم قرار دینا' عدالت کا کام ہے' نہ کہ عام افراد کا۔ جب تم کسی کے خلاف کوئی بات سُن کر اسے صحیح تسلیم کر لیتے ہو' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اُس شخص کو مجرم قرار دے دیتے ہو)۔

۱۳ اگلی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ الزام لگایا تھا ان پر واجب تھا کہ وہ اس الزام کے ثبوت میں چار گواہ پیش کرتے (۲۴/۴)۔ سو جب یہ لوگ گواہ نہیں لا سکے تو عدالتِ خداوندی کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

۱۴ یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت تھی (کہ بات زیادہ نہیں بڑھی اور معاملہ سنبھل گیا۔ ورنہ) جس انداز سے تم اس فتنہ میں بہ گئے تھے' تم پر حال میں بھی تباہی آجاتی' اور اس کے اثرات اس قدر

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾

دور رس تھے کہ تم مستقبل میں بھی تباہ اور برباد ہو جاتے۔ (اس لئے کہ ہو سکتا تھا کہ اس سے تمہارے معاشرہ میں اس قدر خلفشار پھیل جاتا کہ خانہ جنگی شروع ہو جاتی جس سے تمہیں فوری نقصان بھی پہنچتا اور اس کی آگ دور تک بھی پھیل جاتی۔ اور اس تباہی کا سلسلہ تمہاری موجودہ زندگی تک ہی محدود نہ رہتا۔ تمہاری آخروی زندگی بھی تباہ ہو جاتی۔ اس لئے کہ مومنین کا ایک دوسرے کو بالارادہ قتل کر دینا عذاب جہنم کا مستوجب ہوتا ہے $\frac{۴}{۹۳}$)۔

۱۵ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اس معاملہ کی اہمیت کا احساس ہی نہیں کیا۔ اسے یونہی معمولی بات سمجھتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم نے اس بات کو سنتے ہی زبانوں پر چڑھا لیا اور اسے بلا تحقیق و تفتیش ($\frac{۱۷}{۳۶}$) آگے دہراتے چلے گئے — تم نے اسے معمولی بات سمجھ لیا حالانکہ قانون خداوندی کی رُو سے یہ بات بڑی اہم تھی۔

۱۶ جب تم نے اسے سنا تھا تو تمہیں کہنا یہ چاہیئے تھا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اس کے متعلق کوئی بات کریں۔ یوں تو معصوم خدا کی ذات ہے لیکن یہ تہمت بڑی سنگین نظر آتی ہے۔

۱۷ (بہرحال، یہ واقعہ تو گزر گیا۔ لیکن) اللہ تمہیں اس کی بابت اس شدت سے اس لئے فہمائش کر رہا ہے کہ اگر تم اس کی بات ماننے والے ہو تو اس قسم کی حرکت دوبارہ نہ کرنا۔

۱۸ یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے اس نے تہمت تراشی کے جرم سے متعلق قانون کو اس وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اللہ تمام امور کا علم رکھتا ہے اور اس کی ہر بات حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔

۱۹ یاد رکھو! جو لوگ چاہتے ہیں کہ جماعتِ مومنین کے اندر اس قسم کی بے حیائی کی باتیں پھیلیں انہیں اس زندگی میں بھی (از روئے قانون) سخت سزا ملے گی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ اللہ خوب جانتا ہے (کہ اس قسم کی باتیں کس قدر تباہی کا موجب ہوتی ہیں۔ اور) تم اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

۲۰ حقیقت یہ ہے کہ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ $\frac{۲۴}{۱۴}$) اگر خدا کا فضل و رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتے (تو تم اس وقت تک سخت خطرے میں پڑ چکے ہوتے۔ وہ ان معاملات کے متعلق صحیح راہ نمائی

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

اس لئے دیتا ہے کہ) وہ نہیں چاہتا کہ انسان یونہی بے خبری اور لاعلمی سے تباہ ہو جائے۔ وہ انسانوں کی حفاظت چاہتا ہے۔ تباہی نہیں چاہتا۔

۲۱ (ایسے لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں جو معاشرہ میں فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں) اے جماعتِ مومنین! تم اس قسم کے فتنہ پردازوں کی شیطنت کے پیچھے مت چلو۔ جو کوئی ان کے پیچھے چلتا ہے' یہ اُسے برائیوں کا سبق پڑھانے اور بے حیائیوں کے لئے اُکساتے رہتے ہیں۔ (اس سے نہ صرف معاشرہ میں فساد پھیلتا ہے بلکہ افراد کی صلاحیتوں کی نشوونما بھی رک جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ) اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (اور وہ تمہیں قرآن جیسا ضابطۂ حیات نہ دیدیتا تو) تم میں سے کسی کی انسانی صلاحیتوں کی بھی نشوونما نہ ہو سکتی۔ اس لئے کہ انسانی نشوونما خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہی ہو سکتی ہے ـــــ اُس خدا کے قانون کے مطابق جو سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے ـــــ (اور جب تمہیں اس کا علم ہی نہ ہوتا کہ اس باب میں خدا کا قانون کیا ہے' تو تمہاری نشوونما کس طرح ہو سکتی؟)۔

۲۲ (بہرحال' اب یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا ہے۔ تم بھی اسے رفت گزشت سمجھو اور اس کا کوئی اثر اپنے ہاں باقی نہ رہنے دو۔ ہم جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو اس تہمت تراشی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تکلیف پہنچی ہے انہیں اس کا شدید احساس ہے' اور تہمت لگانے والوں کے خلاف ان کے دل میں غبار بھی ضرور ہوگا۔ لیکن جس معاملہ کو خدا کی عدالت نے قصّہ ماضی قرار دے دیا' اس کے اثرات تمہارے دلوں سے بھی مٹ جانے چاہئیں۔ لہٰذا' ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ) تم میں سے جو صاحبِ وسعت و استطاعت' اپنے اقربا اور مساکین اور مہاجرین کی امداد کرتے تھے' اور ان میں سے کوئی' بدقسمتی سے اس واقعہ میں شامل تھا' تو وہ اس کی مدد کرنے سے ہاتھ روک لیں اور قسمیں کھا لیں (کہ ہم اس سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ ایسا بالکل نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے برعکس) انہیں چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ
عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ
أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ

درگزر کریں اور اس غبار کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھ جائیں۔ (اس بات پر ذرا اس زاویہ نگاہ سے غور کرو تم سے بھی کبھی نہ کبھی کوئی لغزش ہو جاتی ہے)۔ کیا اس لغزش کے بعد تم نہیں چاہتے کہ اس کے مضرات سے خدا تمہاری حفاظت کرے؟ ایسا ہی یہ لوگ چاہتے ہیں۔ اس لئے تم اپنے آپ کو ان کی پوزیشن میں رکھ کر سوچو کہ تم ان حالات میں اپنے ساتھ کس قسم کا سلوک چاہو گے۔ بس اسی قسم کا سلوک ان کے ساتھ کرو۔ یہ وجہ ہے کہ) خدا نے اپنے قانون میں مغفرت اور رحمت کی گنجائش رکھ دی ہے۔

۲۳ (قانون کا معاملہ دوسرا ہے۔ وہ عدل کا متقاضی ہوتا ہے۔ لیکن انسانی تعلقات 'احسان' بھی چاہتے ہیں۔ قانون کا فیصلہ یہی ہے کہ) جو لوگ ایسی پاک دامن عورتوں کے خلاف جو بدکاری کے نام تک سے ناآشنا ہوں تہمت تراشیں انہیں (اس سزا کے علاوہ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ ۲۴/۴) حقوق شہریت سے محروم کر دینا چاہئے۔ اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔ (لیکن بایں ہمہ ان سے جو سلوک ان کے انسان ہونے کی رو سے کیا جاتا تھا، یہ اس سے محروم نہ کئے جائیں۔ مجرم بہرحال انسان تو رہتا ہے۔ اسے انسانی سلوک سے محروم نہیں کرنا چاہیئے)۔

۲۴ (عدل کے تقاضے کی تو یہ کیفیت ہے کہ اگر کوئی ملزم حقیقت کو چھپا کر دنیاوی عدالت سے بری بھی قرار پا جائے، تو آخرت میں وہ اپنے جرم کی سزا سے بچ نہیں سکے گا)۔ وہاں اس کی زبان، اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے اور صاف صاف بتا دیں گے کہ اس نے کیا کیا تھا۔

۲۵ اس وقت، ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ اور وہ اس بات کو اچھی طرح جان لیں گے کہ خدا کا قانونِ مکافات ایک حقیقت ثابتہ ہے۔

۲۶ (عام حالات میں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک خبیث مجرم، اپنی خباثت کو چھپا کر عدالت سے بری ہو جائے اور اس کا شمار حسب سابق 'شریف انسانوں' میں ہونے لگے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بے گناہ شریف خاتون کے خلاف اس طرح تہمت تراشی جائے کہ عدالت بھی اسے بری الذمہ قرار نہ دے اور یوں اس کا شمار خبیثوں میں ہونے لگ جائے۔ لیکن جب کسی جگہ صحیح نظام عدل قائم ہو جائے تو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اس میں ایسے واقعات شاذونادر ہو سکیں گے۔ اور اُخروی زندگی میں تو اس کا امکان ہی نہیں ہوگا) اُس وقت خبیث خبیثوں کے ساتھ ہوں گے اور شریف شریفوں کے ساتھ۔ اور جن کے خلاف غلط تہمتیں لگی ہوں گی وہ ان سے بری الذمہ قرار پائیں گے۔ یوں انہیں خبیثوں کی فتنہ پردازیوں سے حفاظت بھی مل جائے گی اور نہایت آبرومندانہ سامانِ نشو و نما بھی۔ (۲۴/۳)۔

(یہاں کا معاشرہ جس قدر اُخروی معیارِ عدل کے مطابق ہوتا جائے گا، اسی قدر اس میں زندگی جنتی زندگی کے مماثل ہوتی جائے گی)۔

۲۷ اے جماعتِ مومنین! (اب اگلا حکم سنو۔ اور وہ یہ ہے کہ) جب تم اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے ہاں جاؤ، تو پہلے اُن سے اجازت طلب کرو، اور جب وہ اجازت دیدیں، تو اندر جاؤ اور تمام اہلِ خانہ کو سلامتی کی دعائیں دو، اور ان کے لئے نیک آرزوئیں لے کر جاؤ۔

ان آدابِ معاشرت کی نگہداشت تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تمہارا معاشرہ انسانی روابط کے عمدہ ترین اصولوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے۔

۲۸ اور اگر تم دیکھو کہ اُس گھر میں کوئی نہیں، تب بھی اس کے اندر نہ جاؤ —— کوئی شکل بھی ہو، دوسروں کے گھروں میں صرف اس صورت میں داخل ہو جب تمہیں اس کی اجازت مل جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ آپ اس وقت واپس تشریف لے جائیں، تو (دل میں کوئی گرانی لئے بغیر) واپس آجاؤ۔

ان امور کی نگہداشت سے تمہارے حالات سنورے رہیں گے۔ اللہ کا قانون تمہاری ہر بات کا اچھی طرح علم رکھتا ہے۔

۲۹ البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم ایسے مکانات میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ جن میں کوئی بستا نہیں، اور ان میں تمہارا سامان رکھا ہے۔ (جیسے گودام وغیرہ۔ لیکن اگر وہ مشترکہ گودام ہے اور اس میں تم اکیلے داخل ہو رہے ہو، تو تمہارے دل میں کسی قسم کی بددیانتی کا خیال نہیں آنا چاہیئے) یاد رکھو! خدا کا قانونِ مکافات اچھی طرح جانتا ہے کہ تم ظاہر کیا کرتے ہو اور دل میں کیا چھپاتے ہو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي
الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

---

۳۰ (اے رسول! اب انہیں اگلا حکم سنادو اور) مومن مردوں سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہوں کو آوارہ اور بیباک نہ ہونے دیں اور (اس بات کا خیال رکھیں کہ) ان کی عفت داغدار نہ ہونے پائے۔ (نگاہیں وہ کھڑکیاں ہیں جن سے انسان کے دل میں چور داخل ہوتے ہیں اور معاشرہ میں بے حیائی کے راستے کھلتے ہیں)۔ انسانی ذات کی نشوونما قلب ونگاہ کی پاکیزگی سے ہوتی ہے۔

(انہیں یہ بھی سمجھادو کہ وہ ان آداب کی پابندی محض میکانکی طور پر نہ کریں۔ انہیں اس طرح اختیار کریں کہ یہ ان کی سیرت کے مظاہر بن جائیں۔ اس لئے کہ) خدا کا قانونِ مکافات اس سے خوب واقف ہے کہ کس عمل کو محض مشینی طور پر اختیار کیا جاتا ہے (اور کونسا عمل دل کی گہرائیوں سے ابھرتا ہے)۔

۳۱ اسی طرح مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ وہ اپنی نگاہوں کو آوارہ اور بیباک نہ ہونے دیں اور اپنی عفت کی پوری پوری حفاظت کریں۔ ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی زینت وآرائش کی چیزوں کو نمایاں نہ کریں۔ جس قدر وہ چلتے پھرتے از خود ظاہر ہو جائیں، انہیں اتنا ہی ظاہر ہونے دیں۔ انہیں خود نمایاں نہ کریں۔ (انہیں بالارادہ نمایاں کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے دل میں نمائشِ حسن کا جذبہ کروٹیں لے رہا ہے[1])۔ اس کے علاوہ انہیں چاہئے کہ اپنے اوڑھنے کی چادریں اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈال لیا کریں (تاکہ فتنہ پرداز لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ شریف عورتیں ہیں، ورنہ ہم انہیں تنگ

---

[1] عورتوں کو جو نمائشِ زینت سے روکا گیا ہے تو اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ اس سے مردوں کے دل میں آوارہ خیالات بیدار ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے کہیں گہری وجہ ایک اور ہے۔ صدیوں کی غلط تربیت سے، عورت کے دل میں یہ خیال پیوست ہو چکا ہے (اور یہ خیال خود مرد کا پیدا کردہ ہے) کہ عورت کی زندگی کا مقصد مرد کے بعض تقاضوں کا پورا کرنا ہے۔ اس کی زیست فی ذاتہ کوئی مقصد نہیں رکھتی۔ زینت اور اس کی نمائش سے، عورت شعوری یا غیر شعوری طور پر سمجھتی ہے کہ وہ اپنے اس مقصد کو پورا کرتی ہے۔ اور مرد اس کی داد اس لئے دیتا ہے کہ عورت کے دل میں یہ خیال اور راسخ ہو جائے۔ قرآن کی رو سے، عورت اور مرد، دونوں برابر کے (بقیہ حاشیہ دیکھیے)

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

نہ کریں ۳۳/۵۹)۔ اور چلتے وقت اپنے پاؤں اس زور سے زمین پر نہ ماریں کہ چھپے ہوئے زیورات کی جھنکار سے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کیا پہن رکھا ہے۔

اوپر جو کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنی زینت و آرائش کی چیزوں کو نمایاں نہ کریں تو یہ احتیاط نامحرموں کی صورت میں ضروری ہے۔ اس میں محارم[1] شامل نہیں —— یعنی ان کے خاوندوں کے علاوہ باپ۔ سسر (خاوند کا باپ) ان کے اپنے بیٹے یا خاوند کے بیٹے (یعنی ان کے حقیقی بیٹے یا سوتیلے بیٹے)۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ یا (اپنے ہاں کی جانی پہچانی) عورتیں۔ یا وہ غلام اور لونڈیاں (جو اُس زمانے میں عربوں کے ہاں کام کاج کیا کرتے تھے۔ قرآن نے انہیں رفتہ رفتہ آزاد معاشرہ کا جزو بنا دیا اور آیندہ کے لئے غلامی کا دروازہ بند کر دیا) یا دیگر خدمت گاروں میں سے ایسے بوڑھے جو جنسی خواہشات سے آگے گزر چکے ہوں۔ یا ایسے بچے جو عورتوں کے پردے کی باتوں (جنسیات) سے ہنوز نا آشنا ہوں۔

یہ ہیں معاشرہ کے متعلق اس سلسلہ میں عام احکام' جن کی طرف تم سب مومنین (مردوں اور عورتوں) کو لوٹنا چاہیئے "تاکہ تمہیں زندگی کی کامرانیاں نصیب ہوں۔"

۳۲ تمہارے معاشرہ کا یہ بھی فریضہ ہے کہ جن لوگوں —— مردوں یا عورتوں —— کی شادی نہ ہوئی ہو (خواہ وہ کنوارے ہوں یا رنڈوے مرد اور بیوہ عورتیں) ان کے نکاح کا مناسب انتظام کرے۔ نیز' تمہارے غلاموں اور لونڈیوں[2] میں سے جو شادی کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کے نکاح کا بھی بندوبست کیا جائے۔ (یعنی معاشرہ ایسا انتظام کرے کہ لوگوں کو مناسب رشتہ تلاش کرنے میں آسانیاں ہوں۔ اور)

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۸۰۱) انسان ہیں' اور دونوں کی زندگی مقصود بالذات ہے۔ عورت کی زندگی مرد کے کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ نہیں۔ اس لئے وہ عورت کے دل سے اس غلط خیال کو نکالنا چاہتا ہے جس کی وہ مدتوں سے شکار ہوتی چلی آرہی ہے (اظہار زینت کے روکنے سے بھی یہی مقصد ہے)۔ وہ عورت کو مرد کا کھلونا نہیں بننے دینا چاہتا۔ وہ اسے اس کے بلند مقام سے آگاہ کرانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا یہ ہے کہ عورت اور مرد دو انسانوں کی حیثیت سے ملیں۔ جس دن' دنیا نے اس حقیقت کو سمجھ لیا' یہاں کا نقشہ کچھ اور ہو جائے گا۔

[1] محارم۔ جن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ نامحرم۔ جس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

[2] قرآن کریم میں جہاں بھی غلام اور لونڈیوں کا ذکر آیا ہے ان سے مراد وہ غلام اور لونڈیاں ہیں جو اُس زمانے میں عربی معاشرہ میں عام طور پر موجود تھے۔ قرآن نے انہیں آہستہ آہستہ آزاد معاشرہ کا جزو بنا دیا اور آیندہ کے لئے غلامی کا دروازہ بند کر دیا۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾

جسے متاہل زندگی بسر کرنے کے لئے معاشی امداد کی ضرورت ہو' اس کا بھی مناسب انتظام کیا جائے۔
یہ سب اُس خدا کے مقرر کردہ نظام کی طرف سے ہونا چاہیئے جو بڑی وسعتوں کا مالک اور ہر ایک کے حالات سے باخبر ہے۔ (قوانین خداوندی کے مطابق قائم شدہ نظام مملکت کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے)۔

۳۳ جن لوگوں کے لئے رشتے کا انتظام نہ ہو سکے' انہیں ضبطِ خویش سے' اپنی عفت کو محفوظ رکھنا چاہیئے[1] تاآنکہ نظام خداوندی ان کے لئے ضروری سہولتیں بہم پہنچا دے۔
اور غلام اور لونڈیوں میں سے جو اپنی آزادی کے لئے تم سے تحریری سند لینا چاہیں' انہیں پروانۂ آزادی دیدینا چاہیئے' بشرطیکہ تم دیکھو کہ وہ اس قابل ہیں کہ اپنی بہبودی کا خود خیال رکھ سکیں گے (یعنی وہ ایسے نااہل اور بے سمجھ نہ ہوں کہ تم سے الگ ہو کر اپنے آپ کو بھی سنبھال سکیں ۴۷/۴)۔
اس مقصد کے لئے' اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے' انہیں کچھ ساتھ بھی دے دیا کرو۔
اور تمہاری نوجوان لڑکیاں (نوکرانیاں یا لونڈیاں)، جو نکاح کا ارادہ رکھتی ہوں' انہیں اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر' اس سے نہ روکو۔ اس طرح وہ بدکاری پر مجبور ہو جائیں گی۔ اور اگر کوئی انہیں اس طرح مجبور کرے' تو قانون خداوندی میں یہ شق بھی موجود ہے کہ وہ اس جبر کے خلاف' اُن کی حفاظت کرے اور انہیں سامانِ نشو و نما بہیا کرے۔ (نظام خداوندی کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا کرے)۔

ہم نے تمہاری طرف یہ احکامات نازل کر دیئے ہیں جو نہایت واضح ہیں۔ (اور ان کی تائید اور وضاحت کے سلسلہ میں) ہم نے' اقوام گزشتہ کی تاریخی شہادتوں سے یہ بھی بتا دیا ہے کہ جو معاشرہ احکام خداوندی

[1] قرآن کریم نے بھوک کے معاملہ میں اضطراری حالت میں' حرام چیزوں کے کھانے کی (بقدر ضرورت) اجازت دیدی ہے (۲/۱۷۳)۔ لیکن جنسی خواہشات کے ضمن میں حرامکاری کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے کہ بھوک پر انسان کا اپنا کنٹرول نہیں۔ اور غذا نہ ملنے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے اور مر بھی جاتا ہے۔ لیکن جنسی خواہشات کی بیداری انسان کے اپنے کنٹرول کی چیز ہے اور اس کی تسکین نہ ہونے سے کچھ ہرج واقع نہیں ہوتا۔ اس لئے اس میں اضطراری حالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵

کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے)۔ لہٰذا ہمارے یہ احکام اور ان کی تائید میں تاریخی شہادات ان لوگوں کے لئے جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہیں، بلند اخلاقی انذار کا کام دیتے ہیں۔

۳۵ (یہ ہدایات جو تمہیں خدا کی طرف سے دی جا رہی ہیں، وہ روشنی ہے جس سے تمہاری زندگی کی تاریک راہیں منور ہو جائیں گی۔ ۵:۱۵؛ ۴۲:۵۲)۔ یہ روشنی صرف تمہیں ہی نہیں دی گئی ——— یہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ (خدا نے ہر شے کو پیدا کیا اور اسے اس راستے پر چلنے کے لئے راہ نمائی دی جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۰:۵۰)۔ اور یہی وہ خدا کا نور ہے جو ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ اشیائے کائنات میں یہ ہدایت، ان کی پیدائش کے ساتھ ان کے اندر ودیعت کر کے رکھ دی گئی ہے۔ لیکن انسانوں کو یہ راہ نمائی کتاب کی شکل میں دی گئی ہے)۔ خدا کی اس مشعلِ ہدایت (وحی) کی مثال یوں سمجھو، جیسے کسی طاق میں، (جو پیچھے سے بند ہو، اس لئے محفوظ، اور سامنے سے کھلا ہو، جس سے روشنی ساری فضا میں پھیل جائے) ایک جگمگاتا چراغ ہو ——— ایسا ٹھنڈی اور صاف روشنی دینے والا چراغ، جیسے ستارۂ صبحگاہی فضا کی تاریکیوں میں نور پاش ہو ——— اور اس چراغ کو ایک صاف اور شفاف شیشے کے فانوس میں رکھ دیا گیا ہو، تاکہ وہ تمام خارجی اثرات سے محفوظ رہے (۴۱:۴۲)۔ خود فانوس بھی ایسا درخشندہ گویا وہ چمکتا ہوا تارہ ہے جس سے نور کی ندیاں رواں ہیں۔ وہ چراغ ایک ایسے بابرکت شجرِ زیتون (کے تیل) سے روشن ہو جو مشرق اور مغرب کی نسبتوں سے بلند، تمام نوعِ انسان کے لئے یکساں ہو۔ ایسا تیل جو اس کا محتاج نہ ہو کہ کوئی خارجی روشنی اسے جلائے۔ وہ اپنے آپ روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشنی دے (وہ اپنے معانی اور تفسیر کے لئے خارجی امداد کا محتاج نہ ہو)۔ وہ چراغ نہیں، روشنی کی تہیں ہیں جو ایک کے اوپر دوسری، تو بر تو، چڑھی ہوئی ہیں۔ وہ سارے کا سارا نور ہے۔ نورِ مجسم ہے۔ اس میں روشنی ہی روشنی ہے۔

یہ ہے خدا کا وہ نور (وحی) جس کی طرف وہ ہر اس شخص کی راہ نمائی کرتا ہے جو اس سے راہ نمائی لینا چاہے۔ اللہ (مجرد حقیقتوں کو، اس قسم کی محسوس) مثالوں کے ذریعے اس لئے بیان کرتا ہے تاکہ لوگ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ یہ مثالیں اس خدا کی طرف سے دی جاتی ہیں جو جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور اسے کس قسم کی مثالوں سے واضح کیا جانا چاہیئے۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾

---

۳۶ وحیِ خداوندی کا یہ چراغ (جماعتِ مومنین کے ان) گھروں میں روشن رہتا ہے جن میں خدا کی گوناگوں صفات (واحکام) کا چرچا رہتا ہے' اور جو اس طرح (قوانینِ خداوندی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنے سے) دنیا میں بلند مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ ان گھروں کے رہنے والے' صبح شام (ہر وقت) نظامِ خداوندی کے قیام اور بقا کے لئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔

۳۷ (اس سے یہ نہ سمجھ لو کہ وہ راہبوں کی جماعت ہے جو دنیا ترک کر کے' حجروں اور خانقاہوں میں مصروفِ ورد و وظائف رہتی ہے)۔ یہ لوگ دنیا کے کاروبار کرتے ہیں۔ لیکن یہ کاروبار۔ یہ خرید فروخت۔ نہ اُن کی نگاہوں سے' قانونِ خداوندی کو اوجھل ہونے دیتے ہیں' اور نہ ہی انہیں ان کے اہم فرائضِ حیات سے غافل۔ (وہ اہم فرائضِ حیات کیا ہیں؟ نظامِ صلوٰۃ کا قیام' جس میں تمام افراد قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے چلے جائیں' اور تمام نوعِ انسان کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچائیں۔ وہ اس انقلاب سے خائف رہتے ہیں جس میں دلوں اور آنکھوں کی حالت یکسر بدل جاتی ہے ——— جس دن نگاہوں کے آگے پڑے ہوئے پردے اٹھ جاتے ہیں اور حقیقتیں بے نقاب ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔ (۵۰/۲۲)۔

۳۸ (یہ انقلاب خدا کے اس قانونِ مکافات کی رُو سے رونما ہوتا ہے جس کے مطابق ہر عمل کا نتیجہ مرتب ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ غلط اعمال کا تباہ کن نتیجہ۔ اور) اچھے اعمال کا حسین اور خوشگوار نتیجہ۔ اس کی رُو سے' اچھے اعمال کے نتائج ایک ایک کے' سو سو ہو کر ملتے ہیں (۲/۲۶۱)۔

جو لوگ' قانونِ خداوندی کے مطابق' اس طرح رزق حاصل کرنا چاہیں' انہیں خدا کا قانون' ان کے اندازوں سے کہیں بڑھ کر دیتا ہے۔

۳۹ اس کے برعکس' جو لوگ اس آسمانی روشنی کی راہ نمائی سے انکار کرتے ہیں' ان کے اعمالِ حیات کی مثال یوں سمجھو جیسے کوئی پیاسا' چٹیل میدان میں' سراب کو پانی سمجھ کر اس کی طرف لپکے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وہاں اسے (پانی چھوڑ) کوئی شے بھی نہ ملے (جو کچھ اُسے نظر آ رہا تھا' وہ یکسر فریبِ نگاہ

أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيْحَهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

ثابت ہو)۔ ایسے مقام پر البتہ انسان کو ایک چیز ضرور مل جاتی ہے۔ یعنی خدا کا قانونِ مکافات' جو اُسے' اس کی اُس سعی لاحاصل کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔ اللہ کا قانونِ مکافات' اعمال کے حساب کرنے میں ذرا دیر نہیں لگاتا۔

۴۰ یا (آسمانی روشنی کے مقابلہ میں) ان کے اعمال کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی تلاطم انگیز سمندر کی گہرائیوں میں انتہائی تاریکی ہو۔ اس تاریکی کو' اور تاریکیاں' موج در موج ظلمات کے گہرے پردے بن کر ڈھانپ رہی ہوں۔ ان تاریک موجوں کے اوپر چاروں طرف' کالی گھٹائیں چھا رہی ہوں ——— مختصراً یہ کہ تاریکیوں پر تاریکیوں کی تہیں چڑھ رہی ہوں۔ اور حالت یہ ہو کہ اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اُسے وہ ہاتھ بھی نظر نہ آئے (نظر آ بھی کیسے سکتا ہے؟) جس شخص کو وحیٔ خداوندی کی روشنی نصیب نہ ہو' اُسے روشنی مل کہاں سے سکتی ہے؟

۴۰ (یہ انسان ہی ہے جو اس قسم کی عالمتاب روشنی کے ہوتے ہوئے' سخت تاریکیوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ کائنات کی اور کسی چیز کی یہ حالت نہیں)۔ تم اگر غور کرو گے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائیگی کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو شے بھی ہے' اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں پورے جوش و خروش اور جذب و انہماک سے' سرگرمِ عمل ہے۔ ذرا ان پرندوں کو دیکھو کہ وہ کس طرح پَر پھیلائے (فضا کی پہنائیوں میں) سینکڑوں۔ ہزاروں میل دور نکل جاتے ہیں' اور بغیر کسی راستے کے نشان کے' اپنی اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس میں کبھی غلطی نہیں کرتے۔ یہ اس لئے کہ) کائنات کی ہر شے' اپنے اپنے فریضۂ زندگی (صلوٰۃ) کو بھی جانتی ہے' اور اپنے سعی و عمل کے دائرے (تسبیح) کو بھی پہچانتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کا فریضۂ حیات کیا ہے اور اسے اس نے کس طرح سرانجام دینا ہے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر وقت سرگرمِ عمل رہتی ہے۔

یہ سب خدا کے اس نور کی وجہ سے ہے جو کائنات میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ روشنی ہے جس سے اشیائے کائنات' اپنی اپنی منزلوں' اور ان تک لے جانے والے راستوں' سے واقف ہیں' اور خدا کو بھی اس کا علم ہوتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

---

۴۲ یادرکھو! اس تمام کائنات میں حکمرانی صرف خدا کی ہے۔ اس میں اسی کا قانون کارفرما ہے۔ اور ہر شے کا قدم اُسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ کوئی شے اس کے قانون کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتی۔

۴۳ کیا تم بادلوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح' قانونِ خداوندی کے مطابق' آہستہ آہستہ' دبے پاؤں' اِدھر اُدھر چلتے رہتے ہیں۔ پھر ان کا ایک ٹکڑہ' دوسرے ٹکڑے میں اس طرح مدغم ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ جب' اس طرح' ان کے تہ بر تہ ڈھیر لگ جاتے ہیں' تو' وہ بارش بن کر برسنے لگتے ہیں اور یوں نظر آتا ہے گویا بارش کے قطرے ان کے اندر سے نکل کر زمین کی طرف آ رہے ہیں۔ یہی بادل جب پہاڑوں کی چوٹیوں پر آتے ہیں تو وہاں برف بن کر جم جاتے ہیں۔ (بعد ازاں یہی برف' پانی بن کر بہ نکلتی ہے۔ اور) جو شخص اس پانی سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ' اس تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جو ایسا نہ چاہے' اس سے پانی کا رخ دوسری طرف پھر جاتا ہے۔ (پانی ہر ایک کے فائدے کے لئے ہے۔ لیکن اس سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قانونِ فطرت کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہے۔ جو ایسا نہ کرے' پانی اس سے منہ پھیر کر دوسری طرف چل دیتا ہے)۔

(بارش اور برف کے علاوہ' انہی بادلوں سے) بجلی کی سی تیز چمک پیدا ہوتی ہے' جو نگاہ کو خیرہ کر دیتی ہے۔ ($\frac{۲}{۱۹-۲۰}$)۔

۴۴ اسی خدا کا قانون دن اور رات کو گردش دیتا رہتا ہے' (کہ ایک کے بعد دوسرا آ جاتا ہے)۔ ان آفاقی قوانین میں اربابِ نظر کے لئے ایسا سامانِ بصیرت موجود ہے جس سے وہ خارجی کائنات سے آگے گزر کر' خود انسانی معاشرہ کی طرف آ سکتے ہیں (اور سمجھ سکتے ہیں کہ جب انسانی معاشرہ' قوانینِ خداوندی کے تابع چلے تو اس سے کس قدر خوشگوار نتائج مرتب ہو سکتے ہیں)۔

۴۵ اور اللہ نے اپنے اس قانون کے مطابق' ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ (یعنی زندگی کا آغاز پانی سے کیا اور اس کی بقا کا انحصار بھی پانی پر ہے۔ $\frac{۲۱}{۳۰}$)۔ پھر ان میں وہ بھی ہیں جو پیٹ کے بل

لَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾

رینگتے ہیں۔ بعض دو پاؤں پر چلنے والے ہیں۔ بعض چار پاؤں پر۔ اللہ اپنے قانونِ تخلیق کے مطابق جو چاہتا ہے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس نے ہر شے کے لئے اندازے اور پیمانے مقرر کر رکھے ہیں' اور ان سب پر اسی کا کنٹرول ہے۔

۴۶ دیکھو! ہم نے کس طرح ایسے قوانین نازل کئے ہیں جو ہر بات کو وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں۔ سو جو شخص ان قوانین سے راہ نمائی لینا چاہے' یہ اُس کی راہ نمائی' زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف' کر دیتے ہیں۔

۴۷ (یہ متوازن اور سیدھی راہ صرف ان لوگوں کو مل سکتی ہے جو ان قوانین کی صداقت پر دل سے یقین رکھیں اور پھر ان کے مطابق عمل کریں۔ لیکن) بعض لوگ (منافقین) ایسے بھی ہیں جو زبان تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں' اور ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں' لیکن اس کے بعد ان کا ایک گروہ اس اطاعت سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ درحقیقت مومن ہیں ہی نہیں۔

۴۸ (اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ) جب انہیں اس نظام کی طرف بلایا جاتا ہے' جسے رسول نے خدا کے احکامات' نافذ کرنے کے لئے متشکل کیا ہے' تاکہ وہ ان کے متنازعہ فیہ معاملات کا فیصلہ کرے تو وہ گروہ (جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے) اس سے اعراض برتتا ہے۔

۴۹ لیکن اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا' تو وہ اس کی اطاعت کے لئے لپک کر آتے ہیں۔

۵۰ (مخلص مومنین کے لئے ان کی یہ روش بڑی تعجب انگیز ہوگی' اور ان کے دل میں رہ رہ کر یہ سوالات پیدا ہوں گے کہ بالآخر ان لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟) کیا یہ کسی نفسیاتی عارضہ میں مبتلا ہیں (جس کی وجہ سے ان میں اس قدر تلوّن پیدا ہو گیا ہے)۔ یا ان کے دل میں شکوک ہیں (کہ یہ ضابطۂ قوانین حق پر مبنی نہیں)۔ یا انہیں خدشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول —— یعنی یہ نظام

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۵۲﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾

خداوندی ـــــ ان کے ساتھ بے انصافی کرے گا؛

(ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اس نظام کی اطاعت چاہتے ہی نہیں۔ یہ اس سے سرکشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ قانون اس سے روکتا ہے کہ کسی پر ظلم اور زیادتی کی جائے' اور ان کا شیوہ ہی ظلم اور زیادتی ہے۔ ظلم کرنے والے' نظامِ عدل کو اپنے مفاد کے خلاف پاتے ہیں' اس لئے اس کی طرف آنا ہی نہیں چاہتے۔

۵۱ جو لوگ اس نظام کی صداقت پر دل سے یقین رکھتے ہیں' ان کی روش یہ ہوتی ہے کہ انہیں جب بھی اس مقصد کے لئے بلایا جاتے کہ ان کے متنازعہ فیہ معاملات کا تصفیہ کیا جائے' تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ ہم نے اس بلاوے کو سن لیا ہے اور ہم اس کی فرمانبرداری کے لئے تیار ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کی کھیتیاں بارآور ہوں گی اور وہ کامیاب و کامران زندگی بسر کریں گے۔

۵۲ حقیقت یہ ہے کہ بامراد لوگ وہی ہو سکتے ہیں جو نظام خداوندی کی اطاعت کریں۔ یعنی جو قوانین خداوندی (سے سرکشی برتنے کے انجام و عواقب) سے خائف رہیں' اور ان کی پوری پوری نگہداشت کریں۔

۵۳ اور یہ (منافقین) بڑی بڑی سخت قسمیں کھا کر تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ اگر انہیں جنگ کے لئے باہر نکلنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ سر بکف باہر نکل آئیں گے۔ ان سے کہو کہ قسمیں کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم عملاً اطاعت کر کے دکھاؤ۔ اطاعت' اپنے تعارف کیلئے کسی قسم اور سوگند کی محتاج نہیں ہوتی۔ عمل محسوس اپنا تعارف آپ کرا دیتا ہے۔ اور خدا تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

۵۴ ان سے کہہ دو کہ (اس طرح قسمیں کھا کھا کر اعتماد پیدا کرنے کے بجائے) عملاً اللہ اور اس کے رسول (نظام خداوندی) کی اطاعت کر کے دکھاؤ (بات صاف ہو جائے گی)۔ اگر اس کے بعد یہ لوگ اس سے روگردانی کریں (تو اس کی ذمہ داری ہمارے رسول پر نہیں)۔ رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تم تک

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

احکام خداوندی واضح طور پر پہنچا دے۔ اس کے بعد تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو تمہیں زندگی کے صحیح راستے کی طرف راہ نمائی مل جائے گی۔ (روگردانی کرو گے تو اس کا خمیازہ خود بھگتو گے)۔

۵۵ (باقی رہا یہ کہ ان قوانین کی اطاعت سے ملے گا کیا؟ تو) ہم نے ان لوگوں سے جو ان قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں اور ہمارے متعین کردہ پروگرام کے مطابق صلاحیت بخش کام کریں' یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم انہیں اس زمین میں حکومت عطا کریں گے (۲۲/۴۷)۔ (اور ان کی حکومت' اس خطۂ ارض کو جنت میں تبدیل کر دے گی۔ ۳۹/۴۷) — یہ ہمارا ابدی قانون ہے جس کے مطابق ہم نے اقوام سابقہ کو بھی اسی قسم کی حکومت (تمکن فی الارض) عطا کی تھی (۲/۱۴) — اسی قانون کے مطابق ہم ان کے ایمان اور اعمال کے نتیجے میں انہیں حکومت عطا کر دیں گے اور ان کے اس نظام زندگی کو مستحکم کر دیں گے جسے ہم نے ان کیلئے پسند کیا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا خوف امن سے بدل جائے گا تاکہ وہ نہایت اطمینان سے ہمارے' اور صرف ہمارے قوانین کی اطاعت کریں اور ان پر کسی قسم کا جبر یا دباؤ نہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی اطاعت کریں' اور اس طرح شرک کے مرتکب ہوں۔ (دنیا کی کوئی طاقت انہیں مجبور نہ کر سکے کہ وہ قوانین خداوندی کے ساتھ' انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی اطاعت کریں)۔

(لیکن اسے اچھی طرح سن رکھو کہ یہ سلسلہ اسوقت تک قائم رہے گا جب تک یہ قوم ہمارے قوانین پر عمل پیرا رہے گی) جو لوگ' ایسا نظام قائم ہو جانے کے بعد اس سے عملاً انکار کر دیں گے (اور احکام خداوندی کے بجائے' اپنے احکام نافذ کرنے لگ جائیں گے) تو یہ لوگ' اس شاہراہ حیات کو چھوڑ کر جو انہیں صحیح منزل کی طرف لئے جا رہی تھی' اور راہوں کی طرف نکل جائیں گے۔ (اور اس لئے' اس جنتی معاشرہ کی برکتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ برکات ایمان و عمل کا نتیجہ تھیں۔ جب ایمان و عمل نہ رہا تو وہ برکات کیسے باقی رہیں گی؟)۔

۵۶ لہذا' اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں اس قسم کا تمکن حاصل ہو جائے' اور اس کے بعد یہ اسی طرح

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

ع ۱۳ / ۷

قائم رہے' تو اس کے لئے نظام صلوٰۃ قائم کرو اور اپنے معاشرہ کو ان خطوط پر متشکل کرو جن سے نوعِ انسان کو زیادہ سے زیادہ سامان نشوونما ملتا جائے۔ (یہ چیز انفرادی نہیں' اجتماعی ہے۔ یہ سب کچھ ایک نظم و ضبط کے تابع ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے اجتماعی نظام کے مرکز) رسول کی اطاعت کرو۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پر نوازشاتِ خداوندی کی بارش ہوگی۔

(یاد رکھو! دین کے تمکن —— اسلامی زندگی بسر کرنے —— کی شکل ہی یہ ہے کہ —— ہیئتِ اجتماعیہ قرآنی خطوط پر متشکل کی جائے' اور تمام افراد' اس نظام کی اطاعت کریں)۔

۵۷ (تم اس پروگرام پر بے غل و غش اور بلا خوف و خطر عمل پیرا ہوتے جاؤ' اور) اس کا وہم و گمان تک بھی نہ کرو کہ جو لوگ اس نظام کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس پر غالب آ جائیں گے اور یوں ہمارے قانون کو دنیا میں بے بس کر کے رکھ دیں گے۔ (قطعاً نہیں)۔ ان کی تمام کوششیں جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائیں گی۔ اور ان کا انجام بہت برا ہوگا۔

۵۸ (ان تصریحات کے بعد' پھر انہی معاشرتی ضوابط کی طرف آؤ جن کا ذکر پہلے کیا جا رہا تھا۔ گھر کے اندر' خلوت[1] کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ تمہارے ملازم' اور لڑکے بالے جو ابھی تک سنِ بلوغ کو نہ پہنچے ہوں' کام کاج کے لئے تمہارے گھروں میں پھرتے پھراتے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر وہ ان اوقات میں تمہارے پاس آنا چاہیں جب تم اپنے کمرے میں خلوت (پرائیویسی) میں ہو —— (مثلاً) صلوٰۃ الفجر سے پہلے۔ دوپہر کے وقت جب تم کپڑے اتار کر آرام کرتے ہو۔ اور صلوٰۃ العشاء کے بعد' جب سونے کا وقت آ جاتا ہے —— تو ان اوقات میں انہیں اجازت لے کر اندر آنا چاہیئے۔ اس سے' نہ تمہارے لئے کوئی وجہ پریشانی ہوگی' نہ اُن کے لئے۔ ان اوقات کے علاوہ' وہ کام کاج کے لئے بلا اجازت اندر باہر آ جا سکتے ہیں۔

---

[1] PRIVACY

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَي الْاَعْمٰى
حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَاۗىِٕكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ

اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام واضح طور پر بیان کر دیتا ہے۔ وہ احکام جو سراپا علم و حکمت پر مبنی ہیں۔

۵۹ لیکن جب یہ لڑکے بالغ ہو جائیں تو انہیں تمہارے گھروں کے اندر آنے کے لئے اسی طرح اجازت طلب کرنی چاہئے جس طرح اور بالغ مردوں کو اجازت لینے کی ضرورت ہے (۲۴/۲۷)۔ اس طرح اللہ اپنے ان احکام کو، جو علم و حکمت پر مبنی ہیں، وضاحت سے بیان کر دیتا ہے۔

۶۰ (پہلے کہا جا چکا ہے ۲۴/۳۱ کہ عورتیں اپنی چادروں کو اپنے سینے پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت کی چیزوں کی نمائش نہ کیا کریں۔ لیکن) جو سن رسیدہ عورتیں، زندگی کی اُس منزل میں جا پہنچی ہوں جہاں انہیں نکاح کی آرزو اور امید باقی نہ رہی ہو، تو اس میں چنداں مضائقہ نہیں کہ وہ اپنی چادریں کو اوپر نہ اوڑھا کریں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے کا جذبۂ محرکہ زینت کی نمائش نہ ہو (۳۳/۳۳)۔ لیکن اگر وہ اُس کی بھی احتیاط رکھیں (اور چادریں اوڑھ لیا کریں) تو ان کے لئے بہتر ہے۔ یاد رکھو۔ اللہ ہر بات کا سننے والا اور ہر نیت کا جاننے والا ہے۔ (اس لئے اُس سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ چادریں نہ اوڑھنے سے تمہاری نیت کیا ہے۔ نیت اظہار زینت کی ہے یا ضرورۃً ایسا کیا جا رہا ہے)۔

۶۱ (یہ جو ہم نے کہا ہے کہ دوسروں کے ہاں جانے کے لئے اہل خانہ سے اجازت لینی ضروری ہے، تو اس سے یہ خیال نہ گزرے کہ اس طرح آپس میں مغایرت پیدا ہو جائے گی اور اپنے قریبی عزیزوں کے گھر بھی غیروں کے گھر متصور ہونے لگیں گے۔ بالکل نہیں۔ پرائیویسی کا لحاظ رکھنا اور بات ہے اور عزیزداری کے تعلقات قائم رکھنا اور بات۔ عزیزداری کے تعلقات کا مظاہرہ بالعموم اس سے ہوتا ہے کہ تم ان کے ہاں کھانا کھانے سے تکلّف تو نہیں برتتے)۔ اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ۔ یا (عند الضرورت) اپنے باپ (دادا) کے گھر سے۔ یا اپنی والدہ کے گھر سے۔ یا اپنے بھائی، بہن، چچا، پھوپی، ماموں یا خالہ کے ہاں سے کھالو۔ یا ان گھروں سے جن کا نظم و نسق تمہارے ہاتھ میں ہو۔ یا اپنے دوستوں کے گھر سے۔ (اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ تم معذور یا محتاج ہو۔ یہ باہمی تعلقات کا مظاہرہ ہے۔ اس باب میں) معذور ——— اندھے، لولے، لنگڑے۔ مریض یا تندرست و توانا کی کوئی تمیز نہیں۔ سب یکساں ہیں، اور عزیزداری کے تعلقات کی بنا پر ایک دوسرے کے ہاں سے کھاتے ہیں۔ خیرات کے طور پر نہیں کھاتے۔

یہ ٹھیک ہے کہ تم (تمام مومنین) ایک ہی برادری کے افراد ہو، اس لئے کھانے کی عمدہ شکل یہی ہے کہ تم سب آپس میں مل بانٹ کر کھاؤ۔ تنہا خوری اچھی چیز نہیں۔ لیکن اس میں ایسا غلو نہ برتو کہ الگ کھانے کو معیوب سمجھنے لگ جاؤ۔ حسب ضرورت ایسا کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

(جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ۲۴/۲۷۔ جب تم دوسروں کے ہاں جاؤ تو اندر جانے کی اجازت لو۔ اور پھر) اپنے ان لوگوں کے لئے سلامتی اور ایسی پاکیزہ زندگی کی آرزو کا اظہار کرو جو خدا کی طرف سے برکات کا موجب اور ہزار خوشگواریوں کا باعث ہو۔

اس طرح اللہ اپنے احکام، واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم، ان کی روشنی میں عقل و فکر سے کام لے کر معاشرہ میں رہو سہو۔

۶۲ (ان معاشرتی ضوابط کے بعد اپنی ہیئت اجتماعیہ کی طرف آؤ۔ اس باب میں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ مومن بننے کے لئے صرف معاشرتی رسوم و آداب کی پابندی کافی نہیں) حقیقی مومن وہ ہیں جو اُن قوانین کی صداقت پر دلی یقین رکھتے ہیں جو خدا کی طرف سے، رسالت محمدیہ کی وساطت سے انہیں ملے ہیں۔ اس کے بعد ان کی عملی زندگی کی یہ کیفیت ہے کہ وہ جب کسی اجتماعی معاملہ میں، اس نظام کے مرکز (رسول) کے ساتھ ہوتے ہیں تو اس کام کو چھوڑ کر جاتے نہیں جب تک اس (رسول) سے اجازت نہ لے لیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فی الواقعہ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

۹ ع ۱۵

(اے رسول!) جب یہ لوگ تجھ سے اجازت مانگیں تو (ان کی ضرورت کے پیشِ نظر) جسے مناسب سمجھو اجازت دیدیا کرو۔ اس طرح جانے والے اُس حفاظت سے محروم نہیں رہیں گے جو اس اجتماعی معاملہ میں شرکت کرنے والوں کو از روئے قانون حاصل ہو۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی میں اس قسم کے استثنائی حالات کے لئے حفاظت و مرحمت کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۶۳ یاد رکھو! جب تمہارے پاس نظامِ خداوندی (کے مرکز رسول) کی طرف سے کوئی بلاوا پہنچے تو اس بلاوے کو اس قسم کا معمولی بلاوا نہ سمجھو جیسا تمہارا ایک دوسرے کو بلانا ہوتا ہے (۶۲/۹)۔ (نہ ہی یہ سمجھو کہ اگر تم چپکے سے کھسک جاؤ گے تو اس کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا)۔ اللہ ان تمام لوگوں سے باخبر ہے جو تم میں سے عدول حکمی کا پہلو لئے ہوئے چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ لہذا وہ لوگ جو اس طرح نظامِ خداوندی کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں اس بات سے محتاط رہنا چاہیئے کہ وہ اس قسم کی روش سے کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آفت ایک بلائے عظیم بن کر ان کی تباہی کا موجب بن جائے۔

یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب خدا کے قانونِ مکافات کو بروئے کار لانے کے لئے سرگرمِ عمل ہے (۵۳/۴۱)۔ وہ جانتا ہے کہ تم کس روش پر چل رہے ہو۔ جب ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا تو وہ بتا دیگا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ کسی کا کوئی عمل بھی خدا کے علم سے باہر نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ﴿۱﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ

---

۱ کس قدر فراوانیاں اور خوشگواریاں عطا کرنے والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر وہ کتاب نازل کی جو مستقل اقدار کی حامل اور حق و باطل اور غلط اور صحیح میں امتیاز کر دینے والی ہے۔ یہ کتاب اس لئے بھیجی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعے تمام اقوامِ عالم کو آگاہ کر دیا جائے کہ اُن کے سفرِ زندگی میں کون کون سے خطرناک مقام آتے ہیں اور ان سے بچ کر چلنے کا طریق کیا ہے۔

۲ یہ کتاب اُس خدا کی طرف سے آئی ہے جس کے حیطۂ اقتدار سے کائنات کی کوئی شے باہر نہیں۔ کائنات میں ہر جگہ اُسی کا قانون کارفرما ہے۔ اُسے نہ تو اپنی امداد کے لئے اولاد کی ضرورت ہے' اور نہ ہی اُس کے اقتدار میں کوئی اور قوت شریک ہے۔ اس نے ہر شے کو ایک خاص ترتیب دے کر پیدا کیا اور پھر اس کے امکانات اور صلاحیتوں کے پیمانے مقرر کر دیئے۔ (انہی پیمانوں کو ان اشیاء کی تقدیر کہا جاتا ہے۔ یعنی جو کچھ کسی شے کے' آخر الامر بن جانے کا امکان ہے' وہ اُس کی تقدیر ہے)۔

۳ (خدا کی تو یہ شان ہے' لیکن ان لوگوں کی جہالت دیکھو کہ یہ) ان ہستیوں کو صاحبِ اقتدار تسلیم کر لیتے ہیں —— اپنا الٰہ بنا لیتے ہیں —— جو اس پر قطعاً قادر نہیں کہ کسی شے کو پیدا کر سکیں۔

وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾

وہ تو خود خدا کی پیدا کردہ ہیں۔ اِن کی بے بضاعتی کا یہ عالم ہے کہ وہ اوروں کے لئے تو ایک طرف، خود اپنی ذات کے لئے بھی (قانونِ خداوندی کے خلاف) کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتے۔ نہ ہی انہیں موت اور زندگی پر کوئی کنٹرول ہے۔ اور نہ ہی مر کر جی اٹھنے پر۔ (افراد ہوں یا اقوام، سب کی زندگی قائم بھی خدا کے قانون کے مطابق رہتی ہے، اور آگے بھی اُسی کے قانون کے مطابق بڑھتی ہے — اِس دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی)۔

۴ جو لوگ قرآن کی صداقت سے انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وحی وغیرہ کا دعویٰ یونہی ہے) یہ رسول، اس قرآن کو اپنے جی سے گھڑ لیتا ہے اور پھر اسے خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ (اور اس کام کو یہ تنہا نہیں کرتا) ایک اور پارٹی ہے جو اس معاملہ میں اس کی مدد کرتی ہے (اور یہ سب مل کر اسے وضع کرتے ہیں)۔

ذرا سوچو کہ یہ لوگ کس قدر جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں!

۵ یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن اس کے سوا کیا ہے کہ) پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جنہیں (لوگ آ آ کر اس سے بیان کرتے ہیں اور یہ انہیں) لکھ لکھا لیتا ہے۔ (یہ کچھ خفیہ طور پر ہوتا ہے۔ پھر) وہی چیزیں صبح شام اس کے ہاں کاتبوں کو لکھوائی جاتی ہیں۔ (اس کا نام وحی ہے)۔

۶ ان سے کہو کہ اس قرآن کو اُس خدا نے نازل کیا ہے جو کائنات کے اسرار و خفایا (پوشیدہ رموز) سے واقف ہے۔ (اگر یہ انسانوں کا بنایا ہوا ہے تو انہیں کائنات کے ان رموز و اسرار کا علم کیسے ہو گیا؟ اُس کے اس لا انتہا علم کا نتیجہ ہے کہ اس نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ) اشیائے کائنات تخریبی عناصر سے محفوظ بھی رہیں، اور انہیں مناسب سامانِ نشو و نما بھی ملتا رہے (۲۵/۵۹)۔

۷ (قرآن کے بعد، یہ لوگ خود رسول کے خلاف اعتراض کرتے ہیں کہ) یہ کیسا رسول ہے جو (عام انسانوں کی طرح) کھاتا پیتا، اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ (رسول کو فوق البشر ہونا چاہیئے۔ پھر) اس کے ساتھ کوئی فرشتہ نازل ہونا چاہیئے تھا جو لوگوں سے کہتا کہ اگر اس کی بات

أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٨﴾ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَل لَّكَ قُصُورًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿١١﴾ إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾ وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

(۱) (ع) (۱۶)

نہ مانوگے تو تم تباہ اور برباد ہو جاؤ گے۔

۸ یا اس کے پاس کوئی بہت بڑا خزانہ ہوتا۔ یا کوئی (وسیع و عریض) باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا پیتا۔

یہ ظالم اسی پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ لوگوں کو ورغلاتے رہتے ہیں کہ تم ایسے شخص کی پیروی کیوں کرتے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (اور اس طرح اس کا دماغ چل گیا ہے)۔

۹ اے رسول! تم سنتے جاؤ کہ یہ تمہارے متعلق کیا کچھ کہتے ہیں؟ (لیکن اس سے تمہارا کیا بگڑتا ہے) یہ خود ہی زندگی کے صحیح راستے سے بھٹک چکے ہیں اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

۱۰ (انہیں کون بتائے کہ) خدا کی ذات ایسی فراوانیوں اور خوشگواریوں کی مالک ہے کہ (جب یہ نظامِ ربوبیت' جس کے متشکل کرنے کی تم کوشش کر رہے ہو' قوانینِ خداوندی کے مطابق مستحکم ہو گیا تو) وہ تجھے ان چیزوں سے' جن کا یہ مطالبہ کرتے ہیں' بدرجہا بہتر چیزیں عطا کرے گا ——— ایک باغ چھوڑ کئی ایسے باغات جو ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں۔ نیز (قیصر و کسریٰ کے) محلات۔

۱۱ اور یہ لوگ اس آنے والے انقلاب کے متعلق کہتے ہیں کہ یونہی دھمکیاں ہیں۔ (انہیں معلوم نہیں کہ) جو لوگ اس انقلاب کو جھٹلاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے ایسا شعلہ بار عذاب تیار کر رکھا ہے (جو ان کی متاعِ حیات کو راکھ کا ڈھیر بنا دے گا)۔

۱۲ اس آنے والے انقلاب کی ہلاکت سامانیوں کا یہ عالم ہوگا کہ وہ انہیں دُور سے دیکھ کر اس قدر جوش و خروش میں آجائے گا کہ یہ (دور ہی سے) اس کے دھاڑنے اور گرجنے کی آواز سنیں گے۔ (اس سے انہیں اندازہ ہو جائے گا کہ یہ تصادم کس قدر مہیب ہے)۔

۱۳ (اور جب وہ اس جنگ میں شکست کھا جانے کے بعد' قیدیوں کی حیثیت سے) زنجیروں میں جکڑے ہوئے' تنگ کوٹھڑیوں میں بند کئے جائیں گے' تو وہ (محسوس کریں گے کہ اس ذلت کی

مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰي نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

زندگی سے مرجانا بہتر ہے۔ اس لئے) وہ ہلاکت کو آواز دیں گے۔

۱۴ ان سے کہا جائے گا کہ تم صرف ایک ہلاکت کو آواز نہ دو۔ بہت سی ہلاکتوں کو بلاؤ۔

۱۵ (یہ کچھ بیان کرنے کے بعد ان سے) پوچھو کہ کیا انسان کے لئے اس قسم کی تباہی اور ذلت و خواری کی زندگی بہتر ہوگی یا وہ سدا بہار شادابیوں کی زندگی جس کا وعدہ ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جو اس کے قوانین کی نگہداشت کرتے ہیں۔ وہ حسین و شاداب معاشرہ ان کے اپنے حسن عمل کا نتیجہ ہوگا۔ اس میں ان کی ذات کی نشو و نما ہوگی اور یہی انسانی تگ و تاز کا منتہیٰ و مقصود ہے۔ (یہ اس زندگی میں بھی ہوگا اور آخروی زندگی میں بھی)۔

۱۶ اس زندگی میں سب کچھ ان کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ (وہ جو چاہیں گے وہی ہوگا۔ وہ کسی انسان کے محکوم اور تابعِ فرمان نہیں ہوں گے)۔ یہ انسانی حسن عمل کا ایسا نتیجہ ہے جس کی خدا سے آرزو کرنی چاہئے۔ اور یہ اس کا حتمی وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

۱۷ جب (ظہور نتائج کے وقت) ان لوگوں کو جو خدا کے اقتدار میں دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں اُن کے معبودوں کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا تو ان کے معبودوں سے پوچھا جائے گا کہ میرے ان بندوں کو صحیح راستے سے تم نے بہکایا تھا یا یہ خود ہی بہک گئے تھے۔

۱۸ وہ کہیں گے کہ تیری ذات اس سے بہت بلند ہے (کہ ہم سمجھیں کہ تجھے حقیقتِ حال کا علم نہیں۔ لیکن جب ہم سے پوچھا گیا ہے اور مقصد اس سے یہ ہے کہ ان لوگوں پر اتمامِ حجت ہو جائے تو ہم عرض کریں گے کہ) ہمارے لئے یہ شایانِ شان ہی نہ تھا کہ (ان کا معبود بننا تو کجا) خود اپنے لئے بھی تیرے سوا کسی اور کو کارساز اور آقا تسلیم کرتے۔ ہوا یہ کہ ان لوگوں کو اور ان کے آباء و اجداد کو زندگی کا ساز و سامان اس قدر فراوانی سے مل گیا کہ (یہ اُس کے نشے میں بدمست ہو کر) تیرے قانون کو بھول گئے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنی تباہی خرید لی۔

فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

۳ ع ۱۱ ۱۶

۱۹ (اس پر ہم ان کے متبعین سے کہیں گے کہ سن لیا تم نے؟) - تم جو کہا کرتے تھے (کہ ہمیں ان بڑے بڑے لوگوں نے گمراہ کیا جن کی ہم اطاعت کرتے تھے) تو انہوں نے تمہارے منہ پر اس کی تردید کر دی ہے۔ (اب تمہیں اس عذاب کو بھگتنا ہوگا) تم نہ تو اس کا رخ کسی دوسری طرف پھیر سکتے ہو اور نہ ہی کوئی تمہاری مدد کو پہنچ کر تمہیں اس سے بچا سکتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے جس نے بھی ہمارے قوانین سے سرکشی برتی تھی' اسے سخت عذاب کا مزہ چکھنا ہوگا - یہ ہمارے قانونِ مکافات کا فیصلہ ہے۔

۲۰ (باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ تم عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے' اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہو' تو) ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے تھے' وہ سب اسی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

(لیکن یہ لوگ اس قسم کے اعتراضات' اپنے شکوک رفع کرنے کی خاطر نہیں کرتے' محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اس لئے یہ دلائل و براہین سے نہیں مانیں گے۔ یہ اپنی مخالفت کو برابر جاری رکھیں گے تا آنکہ یہ کشمکش' تصادم کی شکل اختیار کر جائے گی اور) وہاں ایک دوسرے کی قوتوں کی آزمائش ہو جائے گی۔ سو تم نہایت استقامت سے اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہو۔ تمہارا خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے (کہ یہ کیا کر رہے ہیں' اور تمہاری جماعت کیا کر رہی ہے)۔

(نیز اگر رسولوں کو' انسانوں سے الگ' کسی اور قسم کی مخلوق بنا دیا جاتا' تو وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا' جس کے لئے انسانوں کو اختیار و ارادہ دیا گیا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص' رسولوں کی عجیب الخلقت ہیئت دیکھ کر' ڈر کے مارے' ایمان لے آتا۔ انسانی اختیار کے استعمال کا موقعہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ' وہ کسی قسم کے فوق الفطرت دباؤ کے بغیر' عقل و بصیرت سے' بات کو سمجھے اور اس طرح جب وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ بات حق و صداقت پر مبنی ہے' تو بطیب خاطر اسے قبول کرے۔ رسولوں کے عام انسانوں جیسا ہونے سے' انسانی اختیار و ارادہ کی آزمائش ہوتی ہے)۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

---

۲۱ جو لوگ دل میں خیال کئے بیٹھے ہیں کہ انہوں نے کبھی ہمارے قانونِ مکافات کا سامنا کرنا ہی نہیں (وہ دین کو سنجیدگی سے لیتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس رسول پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو) ہم پر بھی فرشتے کیوں نہیں نازل کئے جاتے؟ یا خدا کو ہم اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ یہ لوگ اس قسم کی باتیں اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اس قدر شدید سرکشی اختیار کر رہے ہیں۔

۲۲ (انہیں یہ معلوم نہیں کہ) جس دن انہیں فرشتے دکھائی دینے لگے' وہ دن' ان مجرمین کیلئے کسی خوشخبری کا دن نہیں ہوگا۔ اُس دن یہ چیخ اٹھیں گے اور کہیں گے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ہم میں' اور ان فرشتوں میں کوئی روک حائل ہو جائے۔ (جس سے یہ ہم تک پہنچ نہ سکیں)۔

۲۳ (ان کی یہ چیخ و پکار ہوگی اور) ہمارے سامنے اِن کے اعمال ہوں گے۔ (وہ اس قدر بے وزن اور بے حقیقت ہوں گے کہ) گرد و غبار کی طرح فضا کی پہنائیوں میں اڑا دیئے جائیں گے۔ (اُن کا کوئی مفید نتیجہ مرتب نہیں ہوگا۔ تخریبی اعمال کا یہی انجام ہوا کرتا ہے)۔

۲۴ اِن کے برعکس' اُس دور میں' جنتی زندگی بسر کرنے والوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ اُن کی رہائش گاہوں میں جو آسانیاں اور فراوانیاں ہوں گی وہ تو ایک طرف رہیں' جہاں انہیں

يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا ﴿٢٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾

محض استراحتاً (آرام کرنے کے لئے) ٹھیرنا ہوگا' وہ مقامات بھی حسن و خوبی کے آئینہ دار ہوں گے۔

۲۵ اُس دور میں خدا کے کائناتی قوانین' زندگی بخش اسباب و وسائل کو ساتھ لئے بے نقاب سامنے آجائیں گے' اور خدا کے پروگرام کو بروئے کار لانے والی کائناتی توتوں کا پے در پے نزول ہوگا۔

۲۶ اُس دور میں' سب اقتدار و اختیار اُس خدا کے لئے ہوگا جو کائنات کی ہر شے کو نشو و نما دیتا ہوا تکمیل تک لئے جارہا ہے ——— یعنی جس طرح خارجی کائنات اُس کے قوانین کے تابع چل رہی ہے' اُسی طرح انسانی دنیا میں بھی اُسی کا قانون نافذ ہوگا۔

جو لوگ' خدا کے قانون سے سرکشی برت کر' اپنی من مانی کر رہے ہیں' اُن کے لئے وہ دَور بڑی سختی اور عسرت کا ہوگا ——— اُن کی مفاد پرستیاں اور دست درازیاں ختم ہوجائیں گی۔

۲۷ اس دن ظالم غم و غصہ سے اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہوگا' اور نہایت حسرت و یاس سے کہے گا کہ اے کاش! میں بھی وہی راہ اختیار کرتا جسے اس نظام کو متشکل کرنے والے رسول نے تجویز کیا تھا' اور اس طرح اس کے قافلے میں شریک ہوکر کامرانیوں کی منزل تک پہنچ جاتا۔

۲۸ اور اے کاش! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

۲۹ اُسی نے مجھے' صحیح راستے سے بہکا کر' دوسری راہ پر لگا دیا' حالانکہ صحیح راستہ نکھر کر میرے سامنے آگیا تھا ——— حقیقت یہ ہے کہ شیطان (یعنی اپنے مفاد کی بنا پر دوستداری کے تعلقات رکھنے والے) کا کام ہی یہ ہے کہ وہ پہلے تو غمخوار اور رفیق بن کر ساتھ چلتا ہے' لیکن' جب مصیبت آتی ہے' تو اپنے ساتھی کو یوں تنہا چھوڑ دیتا ہے جیسے کوئی بھیڑ گلے سے الگ رہ جائے۔

۳۰ اور رسول کہے گا کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو' اپنے خود ساختہ معتقدات کی رسیوں سے' اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا (انہوں نے' اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کے بجائے' اسے اپنے مسلک و مشرب

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٣٤﴾

کے تابع رکھ چھوڑا تھا)۔

۳۱ (لیکن یہ ماجرا کسی ایک نبی کے ساتھ مخصوص نہیں رہا)۔ جس نبی نے 'جہاں اور جب' خدا کا پیغام پہنچایا' انسانیت کے خلاف جرم کرنے والے گروہ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ لہٰذا' (اے رسول! تمہیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے)۔ تیرا نشوونما دینے والا' اِن سب کے خلاف' اس کے لئے کافی ہے کہ وہ تجھے زندگی کی کامرانیوں کی راہ پر چلائے ' اور ہر مشکل مقام پر تیری مدد کرے۔

۳۲ اور جو لوگ اس ضابطۂ حیات سے انکار کرتے ہیں' اُن کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس رسول پہ سارے کا سارا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل ہو گیا (تاکہ ہمیں معلوم ہو جاتا کہ ہم سے کیا کیا باتیں منوائی جائیں گی)۔

اے رسول! اس قرآن کو اِس طرح نجماً نجماً (بتدریج) اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر ساتھ کے ساتھ عمل ہوتا جائے' اور اِس طرح' اس کے خوشگوار نتائج' تمہارے لئے تقویت اور ثباتِ قلب کا موجب بنتے جائیں۔ اس کی تمام تعلیم' باہمدگر مربوط ہے اور ایک خاص نظم وضبط کے ساتھ' سلسلہ در سلسلہ' آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ایک مسلسل پروگرام کو' اِسی طرح ترتیب کے ساتھ سامنے آنا چاہیئے تھا۔ (۴۳/۴)۔

۳۳ (تم بالکل مطمئن رہو اور اِن کی باتوں سے گھبراؤ نہیں)۔ یہ جو اعتراض بھی کریں گے اس کا جواب' حق وصداقت کے ساتھ' تمہارے سامنے آجائے گا اور وہ ایسا واضح اور مدلّل ہوگا (کہ اس کے بعد کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

۳۴ (لیکن اِس کا فائدہ تو اُنہی کو ہوگا جو عقل وبصیرت سے کام لیں گے۔ جو لوگ' ضد اور تعصب کی بنا پر اِسکی مخالفت کرتے رہیں گے) وہ' اوندھے منہ' کشاں کشاں' جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صحیح راستے سے بہت دور جا پڑے ہیں' اور جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے' وہ انہیں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

بدترین مقام پر لے جائے گا۔

۳۵ (حق و باطل کی کشمکش کا یہ سلسلہ کچھ نیا نہیں۔ یہ شروع ہی سے چلا آرہا ہے مثلاً) ہم نے موسیٰؑ کو ایک ضابطۂ حیات دیا تھا اور (چونکہ اُس کے پیش نظر مہم بڑی سخت تھی' اس لئے) ہم نے' اُس کے بھائی۔ ہارونؑ ــ کو بھی اُس کے ساتھ کر دیا تھا' تاکہ وہ اُس کا بوجھ بٹائے۔

۳۶ ہم نے' ان دونوں بھائیوں سے کہا تھا کہ وہ اُس قوم کی طرف جائیں جو ہمارے قوانین کی (کھلے بندوں' پوری سرکشی کے ساتھ) تکذیب کرتی ہے۔ (چنانچہ وہ ان کی طرف گئے۔ سخت کشمکش ہوئی ــ اور آخرالامر نتیجہ نکلا کہ) ہم نے ان کے مخالفین کو بھی اُسی طرح تباہ کر دیا جس طرح ہم' اِس قسم کی مجرم اقوام کو تباہ کیا کرتے ہیں۔

۳۷ اور اسی طرح (اُن سے پہلے) قوم نوح کا بھی ماجرا ہے۔ اُنہوں نے بھی اُن رسولوں کی تکذیب کی جو اُن کی طرف ہمارا پیغام لے کر گئے تھے۔ چنانچہ (اِسی قسم کی کشمکش کے بعد) ہم نے انہیں غرق کر دیا (اور اس طرح' اُن کے انجام کو' دوسرے لوگوں کے لئے' اپنے قانون مکافات کی) نشانی بنادیا۔ (تاکہ اس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ) جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں' آخرالامر' وہ خود ہی الم انگیز عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳۸ اور اسی طرح' قوم عاد اور ثمود اور اصحاب الرّس کا انجام بھی ایسا ہی ہوا۔ اور دیگر بہت سی اقوام کا بھی' جو اُن کے درمیان ہو گزریں۔

۳۹ اِن تمام اقوام کے سامنے ہم' تاریخی شواہد پیش کر کے بتلاتے رہے (کہ قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنی غلط روش پر اڑے رہے۔ اور آخرالامر) ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے تباہ اور برباد ہو گئے۔

۴۰ (ان قوموں کی داستانیں تو خیر پھر بھی اِن مخاطبین ــ عربوں ــ کے لئے ذرا دُور کی باتیں

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

ع ۱۰ ۴ ۲

ہیں)۔ اُس (قوم لوط کی) بستی کے کھنڈرات پر سے تو ان کا گزر اکثر ہوتا رہتا ہے جسے کوہ آتش فشاں کے پتھروں کی بارش نے تباہ کر دیا تھا۔ کیا یہ لوگ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے کہ اُس قوم کا انجام کیا ہوا تھا؟ (دیکھتے تو ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ) قانون مکافاتِ عمل اور تسلسل حیات پر یقین نہیں رکھتے (اس لئے یہ کہہ کر اپنے آپ کو اطمینان دے لیتے ہیں کہ وہ ایک اتفاقی حادثہ تھا جو ہو گیا۔ ہمارے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا)۔

۴۱ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ جب تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں اور (ایک ایسے انداز سے جس میں استہزاء و استخفاف کے نشتر پوشیدہ ہوں) کہتے ہیں کہ "اچھا! یہ ہیں وہ جنہیں خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے!

۴۲ اگر ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم نہ رہتے تو اس نے ہمیں، ہمارے معبودوں سے بہکا دیا تھا"۔ جب ان کے سامنے عذاب آجائے گا تو اُس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کون ہے جو صحیح راستہ چھوڑ کر، غلط راہ پر چل رہا ہے۔

۴۳ (حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشات اور جذبات ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)۔ سو جو شخص اپنی خواہشات کا غلام اور پرستار بن جائے، اسے کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟ اے رسول! کیا تیرے لئے ممکن ہے کہ تو اس قسم کے آدمی کی اس طرح نگہبانی کر سکے کہ وہ تباہی کے جہنم میں نہ گرے؟ تو، ایسے شخص کا، کبھی ذمہ نہیں لے سکتا!

۴۴ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس قسم کے لوگ، دلائل و براہین پر کان دھرتے، اور عقل و خرد سے کام لیتے ہیں؟ (بالکل نہیں۔ جو شخص اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے، وہ عقل و خرد سے کیسے کام لے سکتا ہے؟)۔ یہ لوگ (انسانی سطح زندگی تک پہنچے ہی نہیں، محض حیوانی سطح پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ غلط راہ پر چلتے ہیں (اس لئے کہ حیوانات کم از کم، اپنے جبلی تقاضوں کے مطابق تو چلتے ہیں، اور اُس راہ سے کبھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔ ان کے برعکس، جذبات کے تابع چلنے والا

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۴۸﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿۴۹﴾

انسان لمحہ بہ لمحہ اپنی روش بدلتا رہتا ہے)۔

۴۵ (حیوانات تو ایک طرف خارجی کائنات میں بے جان اشیاء تک بھی ایک ہی روش پر چلتی رہتی ہیں)۔ کیا تو نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا کا قانونِ کائنات کس طرح (زوالِ آفتاب کے بعد) سائے کو لمبا کرتا رہتا ہے۔ اگر ہم چاہتے تو ایسا قانون بھی بنا سکتے تھے کہ (زمین گردش نہ کرتی اور اس طرح) سایہ ہمیشہ ایک جیسا رہتا۔ (لیکن ہم نے زمین اور سورج کی گردش کا باہمی تعلق اس قسم کا رکھا ہے کہ) ہر شے کا سایہ سورج کی نسبت سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے' اور اس طرح سورج' اس کے گھٹنے بڑھنے کی دلیل بن جاتا ہے —— یعنی سورج کے مقام سے ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فلاں وقت پر سایہ کا انداز کیا ہوگا۔

۴۶ (یوں' زوالِ آفتاب کے وقت سے سائے بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ) ہم انہیں آہستہ آہستہ' اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ (یعنی غروبِ آفتاب کے ساتھ یہ سائے بھی ختم ہو جاتے ہیں)۔

۴۷ (اسی طرح' رات اور دن کی گردش بھی خدا کے اسی قانون کی رُو سے واقع ہوتی ہے)۔ رات کو اُس نے تمہارے لئے پردہ پوش بنایا (کہ تم اس کی تاریکیوں کی چادر میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتے ہو) اور نیند کو ایسا بنایا کہ (اس میں تمہارا شعور وقتی طور پر معطل ہو جاتا ہے اور اس طرح تمہارے اعصاب کو) سکون مل جاتا ہے۔ اس کے بعد' دن نمودار ہو جاتا ہے جس میں تم پھر اُٹھ کھڑے ہوتے ہو اور اپنے کام کاج کے لئے اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہو۔

۴۸ (خدا کے اسی قانون کے مطابق زمینی پیداوار کا سلسلہ قائم ہے)۔ وہ' بارش سے پہلے' جو ہر ذی حیات کے لئے سامانِ نشوونما کا ذریعہ ہوتی ہے' خوشگوار ہواؤں کو قاصد بنا کر بھیجتا ہے کہ لوگوں کو جا بارش کی خوشخبری دیں۔ پھر وہ بادلوں سے اس قسم کا پانی برساتا ہے جو خود بھی ہر قسم کی کثافتوں سے پاک اور صاف ہوتا ہے اور اس سے ہر قسم کی کثافتیں دور کی جاتی ہیں۔

۴۹ (بارش سے یہی مقصد نہیں ہوتا کہ اس سے لوگ نہا دھو لیں) اس سے ہم مُردہ بستیوں کو

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

زندگی عطا کرتے ہیں۔ (بنجر زمینوں سے نباتات اگتی ہیں)۔ نیز یہ ہماری بے شمار مخلوق —— مویشیوں اور انسانوں —— کے پینے کے کام آتا ہے۔

۵۰ (یہ ہے وہ ہمارا قانونِ کائنات جسے) ہم مختلف پیراؤں میں (بار بار) پیش کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ، اس حقیقت کو سمجھ سکیں (کہ جب کائنات کی ہر شے، قوانین خداوندی کا اتباع کرتی ہے اور اس سے اس قدر تعمیری نتائج مرتب ہوتے ہیں، تو اگر انسان بھی اس کے قوانین کے مطابق چلے تو اس کی زندگی بھی خوشگواریوں کی حامل ہو جائے۔ لیکن، اس کے باوجود) اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہیں قوانین خداوندی سے انکار اور سرکشی کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

۵۱ (اسی سے ان لوگوں کے اس اعتراض کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ ان کے ہر قبیلے کی طرف الگ الگ رسول کیوں نہیں بھیجا گیا) اگر ہم چاہتے تو اس سلسلہ کو بدستور قائم رکھ سکتے تھے جس کی رُو سے رسول اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ (لیکن، ہماری مشیت کے پروگرام کے مطابق، اب وہ دَور آ گیا ہے جس میں رسالت کو قومی نہیں، بلکہ عالمگیر ہونا چاہیئے، جس طرح کائنات کے قوانین بھی عالمگیر ہیں اور اس میں بکھرا ہوا سامانِ رزق بھی عالمگیر۔ اس لئے ہم نے اس قرآن کو تمام نوع انسان کے لئے ضابطۂ حیات بنایا ہے۔ ۲۵/۱)۔

۵۲ لہٰذا، اے رسول! تو ان منکرینِ صداقت کی بات پر دھیان نہ دے (کہ ہر قبیلے میں الگ الگ رسول ہونا چاہیئے تھا)۔ اور ان کی بات نہ مان، بلکہ ان کی مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کئے جا —— ایسی کوشش جو آخر الامر ان پر غالب آ کر رہے۔

۵۳ (اور اس کی شکایت کہ یہ سب لوگ، اس دین کو قبول کر کے، ایک ہی امت کیوں نہیں بن جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں دونوں قسم کے انسان ملے جلے رہتے ہیں —— حق کو قبول کرنے والے بھی اور اس سے سرکشی اختیار کرنے والے بھی —— جس طرح، خدا کے قانونِ کائنات کی رُو سے، بعض مقامات پر مختلف ذائقوں کے پانی اکٹھے بہتے رہتے ہیں —— یہ نہایت شیریں۔ وہ بے حد کھاری اور کڑوا (۳۵/۱۲)۔ لیکن اس اختلاط کے باوجود، ان کے درمیان ایک آڑ اور روک رہتی ہے، جو دونوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتی۔ (اسی طرح، یہ، ایک جگہ رہنے والے انسان

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ

بظاہر ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں' لیکن ان کی ذہنیتوں میں بڑا فرق ہے۔ اور ان کی ایک جگہ کی بود و ماند بھی اس فرق کو مٹا نہیں سکتی)۔

۵۴ (باقی رہا رسول کے ہم قوم اور ہم قبیلہ ہونے کا سوال۔ سو یہ بھی بے معنی بات ہے)۔ خدا نے اپنے قانونِ تخلیق کے مطابق' انسان کی پیدائش' قطرۂ آب سے کی ہے۔ (لہذا' پیدائش کے اعتبار سے ایک انسان اور دوسرے انسان میں کچھ فرق نہیں۔ اس کے بعد معاشرتی ضروریات کے ماتحت) بر انسان کے الگ الگ رشتے قائم ہو جاتے ہیں — اِدھر ددھیال کی طرف سے۔ اُدھر ننھیال کی طرف سے۔ (ان رشتہ داریوں سے انسانی وحدت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ لہذا' قبائلی اور خاندانی امتیاز کے کیا معنی؟ (۴۹/۱۳) خدا کی عالمگیر ربوبیت) اُسی کے مقرر کردہ پیمانوں کے مطابق عام ہونی چاہیئے' (نہ کہ انسانوں کے خود ساختہ معیاروں کے مطابق)۔

۵۵ اس کے برعکس' یہ لوگ' خدا کے عالمگیر ضابطۂ ہدایت کو چھوڑ کر' اپنے اپنے قبیلے کے بتوں کی پرستش' اور اکابر کی اطاعت کرتے ہیں' جو ان کے لئے کسی نفع یا نقصان کا اقتدار نہیں رکھتے۔ (لیکن سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ لوگ' زندگی کے ہر معاملہ میں قبائلی عصبیت پر بڑا زور دیتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ایک قبیلہ' دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ لیکن) جہاں خدا کی مخالفت کا سوال آتا ہے تمام قبیلے ایک دوسرے کے مددگار بن جاتے ہیں۔

۵۶ بہرحال' یہ لوگ قبائلی عصبیت کا شکار ہیں تو ہوا کریں۔ تمہارا فریضہ یہی ہے کہ تم ان سب کو قوانین خداوندی کے مطابق چلنے کے خوشگوار نتائج' کی خوشخبریاں دو' اور ان کی مخالفت کے تباہ کن عواقب سے آگاہ کرتے رہو۔

۵۷ اور ان سے کہہ دو کہ میں جو تمہیں صحیح راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اس میں میری کوئی ذاتی غرض پنہاں نہیں۔ میں تم سے اس کے معاوضے میں کچھ نہیں چاہتا۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تم میں سے جو چاہے' اپنی مرضی سے' خدا کی طرف لیجانے والا راستہ اختیار کر لے۔ بس یہی میرا اجرِ رسالت ہے۔ (۳۴/۴۷ ؛ ۴۲/۲۳)۔

۵۸ اور اس کے بعد' تم اُس خدا (کے اٹل قوانین کے غیر متبدل نتائج) پر کامل بھروسہ رکھو' جو

بِحَمْدِهٖ ؕ وَکَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ۚۛ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا

ہمیشہ زندہ ہے۔ کبھی مرنے والا نہیں۔ (اس یقینِ محکم کے ساتھ اس نظام کے قیام کے لیے سرگرمِ عمل رہو تا آنکہ ہر شخص اس کے درخشندہ نتائج دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے کہ) وہ خدا' جس کا نظام اس قسم کے نتائج پیدا کرتا ہے' فی الواقعہ' ہر قسم کی حمد و ستائش کا مستحق ہے (۱/۱)۔

اس کے بعد تم اس کی بھی پرواہ مت کرو کہ یہ لوگ' تمہارے خلاف' کیا کیا تہمتیں تراشتے اور الزامات لگاتے ہیں۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس کے بندوں میں سے کون کیا کرتا ہے' اور اُس کے خلاف کیا کیا تہمتیں لگتی ہیں۔ (خدا' تمہیں ان کی تہمت تراشیوں کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے گا۔ ۴۸/۲)۔

۵۹ وہ خدا جس نے' کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو' اور جو کچھ ان کے اندر ہے' مختلف منازل سے گزارتے ہوئے' چھ ادوار میں بنایا۔ (اس کے بعد زمین اس قابل ہوئی کہ اس پر زندگی کی نمود ہو سکے) اور پھر اس سلسلۂ کائنات کا مرکزی کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا' تاکہ کائنات کی ہر شے کی پوری پوری نشو و نما ہوتی رہے۔

(ان حقائق کو یہ لوگ کیا جانیں؟)۔ اے مخاطب! اگر تو اس خدائے رحمٰن کے نظامِ ربوبیت کے متعلق فی الواقعہ کچھ جاننا چاہتا ہے تو کسی ایسے شخص سے پوچھ جو (وحیٔ خداوندی کی روشنی میں' عقل و بصیرت سے کام لیتے ہوئے' اسرار و رموزِ کائنات سے) باخبر رہتا ہے (۳/۱۸۸-۱۹۰؛ ۳۵/۲۸)۔

نیز' جو کچھ تجھے مانگنا ہے' اس خدائے رحمٰن سے مانگ جو جانتا ہے کہ کس شے کو اپنی نشو و نما کے لئے کس کس سامان کی ضرورت ہے (۵۵/۲۹)۔ (تمہاری ہر مانگ اس کے نظام کی طرف سے پوری ہوگی)۔

۶۰ (ان' نہ جاننے والوں' کی تو یہ حالت ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدائے رحمٰن کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو' تو یہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا؟ (ہم اسے نہیں جانتے)۔ کیا ہم' جانے بوجھے بغیر' محض تیرے کہنے سے' اُس کے سامنے جھک جائیں؟ ہم تیرا حکم کیوں مانیں؟

اس سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔

۶۱ (اب انہیں کون بتائے کہ) جس خدا نے کائنات میں' طبیعی روشنی کے لئے' فضا میں اجرامِ فلکی اس طرح پھیلا دیئے ہیں کہ وہ کہیں ستاروں کی قندیلیں بن کر جگمگاتے ہیں۔ کہیں سورج کی

مُّنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾

شمع فروزاں کی شکل میں سامنے آتے ہیں' اور کہیں چاند کے ساغرِ سیمیں کی صورت میں وجہ تابانیٔ عالم ہوتے ہیں (اس نے انسانی عقل وبصیرت کی راہ نمائی کے لئے وحی کی روشنی عطا کر دی ہے)۔

۶۲ اور جس خدا نے خارجی کائنات میں ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ رات اور دن' ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے رہیں تاکہ تاریکی کے بعد روشنی کی نمود ہوتی رہے۔ (اس نے انسانی دنیا میں بھی اسکا انتظام کر دیا ہے کہ کوئی قوم ہمیشہ تاریکی میں نہ رہے۔ اس تک وحی کی روشنی پہنچ جائے۔ تاکہ جو چاہے اس کے ذریعے صحیح راستے کو اپنے سامنے لے آئے اور اس طرح اپنی سعی وعمل کو بھرپور نتائج کا حامل بنالے۔

۶۳ جو لوگ اس طرح خدائے رحمٰن کی محکومیت اختیار کر لیتے ہیں' ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں زمین میں تمکن حاصل ہوتا ہے تو ان کی حکومت' قہر اور استبداد کی حکومت نہیں ہوتی۔ وہ نہایت نرم روی سے چلتے ہیں۔ خود بھی اطمینان وسکون سے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکون وطمانیت بخشتے ہیں۔ (۳/۱۳۸ ; ۳۱/۱۸—۱۷ ; ۲۲/۴۱)۔ حتیٰ کہ جب انہیں ان لوگوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے جو دورِ جاہلیت کے خصائص — سفاہت' عصبیت' مخاصمت' درشتی' شعلہ مزاجی وغیرہ — کے پیکر ہوتے ہیں' تو ان سے' صحیح اسلامی صفات — امن وسلامتی' بلند نگہی' کشادہ ظرفی' نرم خوئی وغیرہ — کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۶۴ یہ لوگ' دن کے ہنگاموں سے فارغ ہو کر راتوں کی تنہائیوں میں یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ہمیں نظامِ خداوندی کے قیام کے سلسلہ میں' کہاں کہاں جھکنا چاہیئے' اور کہاں کہاں اٹھنا۔ (۳/۱۱۲)۔

۶۵ اس تمام تگ وتاز میں' ان کی آرزو ایک ہی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ وہ' باطل کے نظام کے اس تباہ کن عذاب سے محفوظ رہیں جو ہر غلط رو انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

۶۶ اور اس میں خواہ کوئی تھوڑی دیر کے لئے ٹھیرے یا مستقل طور پر قیام کرے' وہ بہر حال' نہایت بری قیامگاہ ہے۔ (تھوڑی دیر کے لئے' اس دنیا میں' اور مستقل طور پر آخرت کی زندگی میں)۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

---

۶۷ یہ لوگ اپنی ضروریات سے زائد دولت کو نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ (۲۱۹/۲)۔ لیکن اس متاع کو اس نظم و ضبط کے ساتھ صرف کرتے ہیں کہ نہ کہیں ضرورت سے زیادہ خرچ ہو جائے اور نہ ہی کسی کی ضرورت رکی رہے۔ وہ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

۶۸ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے قانون و اقتدار کے ساتھ کسی اور کا قانون و اقتدار تسلیم نہیں کرتے۔ کسی کی اطاعت و محکومیت اختیار نہیں کرتے۔ اور انسانی زندگی کو جسے خدا نے واجب الاحترام قرار دیا ہے کبھی تلف نہیں کرتے بجز اس کے کہ انہیں حق و انصاف کی خاطر ایسا کرنا پڑ جائے۔ نہ ہی یہ لوگ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جو قوم عفت کی حفاظت نہیں کرتی اس کے قوائے عملیہ مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی کی دوڑ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتی ہے۔ (یہی کیفیت افراد کی ہوتی ہے)۔

۶۹ ان کی یہ حالت اس دنیا میں ہوتی ہے۔ اور اخروی زندگی میں ان کی تباہیاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اور وہ نہایت ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتی ہیں۔

۷۰ البتہ جو (فرد یا قوم) اس روش کو چھوڑ کر (تحفظِ عفت کی صحیح روش اختیار کر لے) اور پھر ایسے کام کرے جس سے اس کی صلاحیتوں میں نشوونما ہوتی جائے تو خدا کا قانونِ مکافات ان کی غلط روش کی پیدا کردہ ناہمواریوں کو خوشگواریوں سے بدل دیتا ہے۔ خدا کے قانون میں اس کی گنجائش ہے کہ وہ اس قسم کے لوگوں کو ان کی غلط روش کے نقصان رساں نتائج سے محفوظ بھی رکھے اور ان کی نشوونما کا سامان بھی کر دے۔

۷۱ لہٰذا جو شخص بھی غلط روش کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کے بعد صلاحیت بخش کام کرتا ہے اس کا ہر قدم قانونِ خداوندی کی طرف اٹھتا ہے۔ (اور قانونِ خداوندی اسے بہترین نتائج سے بہرہ ور کرتا ہے)۔

۷۲ یہ لوگ کبھی ایسی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے جن میں چالبازی اور فریب کاری کی باتیں ہوتی

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ہوں۔ (نہ ہی کبھی فریب کارانہ شہادت دیتے ہیں)۔ اگر انہیں کبھی ایسے مقامات سے گزرنا پڑ جائے جہاں لغو باتیں ہو رہی ہوں' تو وہاں سے نہایت شریفانہ انداز سے اپنا دامن بچاتے ہوئے' گزر جاتے ہیں۔

۷۳ یہ لوگ یونہی جذبات کی رو میں نہیں بہہ جاتے بلکہ اپنا ہر قدم' پورے غور و خوض کے بعد اٹھاتے ہیں (۳۴/۴۶)۔ یہاں تک کہ جب ان کے سامنے قوانین خداوندی بھی پیش کئے جائیں' تو وہ ایسا نہیں کرتے کہ علم و بصیرت اور عقل و فکر کو بالائے طاق رکھ کر' محض جذباتی طور پر ان پر گر پڑیں۔ وہ انہیں بھی اندھے' بہرے بن کر اختیار نہیں کرتے۔ سوچ سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔ (ظاہر ہے کہ یہ لوگ جب قوانین خداوندی پر بلا سوچے سمجھے عمل نہیں کرتے' تو زندگی کے دوسرے معاملات کے فیصلے بے سوچے سمجھے کیسے کریں گے؟)۔

۷۴ ان کی اپنے پروردگار سے' ہمیشہ یہ آرزو ہوتی ہے کہ ان کے گھروں کی زندگی ایسی ہو کہ ان کے بیوی بچے' اور دیگر رفقاء' اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوں۔ اور معاشرہ میں ان کی پوزیشن ایسی ہو کہ جو لوگ غلط روش زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہیں' ان کی امامت (لیڈرشپ) ان کے حصے میں آئے۔

۷۵ یہ لوگ' نظام خداوندی کے قیام اور استحکام کے لئے نہایت استقامت اور ثبات کے ساتھ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سفرِ حیات میں' نہایت سبک رفتاری سے' بلند منازل کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں' اور اس طرح ' اُن مقامات میں پہنچ جاتے ہیں جہاں سامانِ زیست کی ہر طرح فراوانیاں اور روانیاں ہوتی ہیں۔ اور ان کی ہر سبز و شاداب زندگی' جوئے رواں کی طرح' آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس معاشرہ میں' امن و سلامتی کی زندگی بخش صدائیں' ہر سمت سے ان کا استقبال کرتی ہیں۔

۷۶ یہ وہ معاشرہ ہے کہ کوئی اس میں تھوڑے وقت کے لئے قیام کرے' یا مستقل طور پر ٹھہرے' اس کی خوشگواریوں سے ضرور بہرہ یاب ہوتا ہے۔ (۲۹/۵۸ ; ۳۴/۳۷ ; ۳۹/۲۱)۔

یہ ہوگی ان لوگوں کی زندگی جسے وہ اس طرح بسر کریں گے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

۷۷ (اے رسول! ان مخالفین سے) کہدو کہ یہ ہے میری دعوت۔ اگر تم اس دعوت میں میرا ساتھ نہیں دیتے، تو نہ دو۔ میرا نشوونما دینے والا تمہاری ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کی میزان میں تمہاری مخالفت کا پرکاہ جتنا بھی وزن نہیں۔ تم اس دعوت کی تکذیب کرتے ہو، تو اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس سے تم خود ہی تباہ ہو گے —— اور یقین رکھو کہ وہ تباہی تمہارے سامنے آ کر رہے گی۔
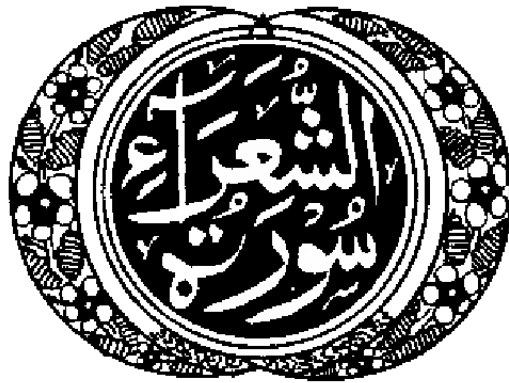
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤

۱ خدائے ذی الطول[1] و سمیع و علیم کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ اُس ضابطہ خداوندی کے احکام ہیں جو ہر بات کو وضاحت سے بیان کرتا ہے۔

۳ (اے رسول!) یوں نظر آتا ہے کہ تو اس غم میں کہ یہ لوگ اس ضابطہ زندگی پر ایمان کیوں نہیں لاتے' اپنی جان گھلا دے گا۔

۴ (تمہارے دلِ دردمند کا تقاضا یہی ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارے قانون مشیت کا فیصلہ یہ ہے کہ کفر و ایمان کے معاملہ میں انسانوں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ اگر انہیں زبردستی مومن بنانا مقصود ہوتا تو ہمارے لئے یہ کیا مشکل تھا کہ) ہم آسمان سے کوئی ایسا کھلا ہوا نشان نازل کر دیتے جس کے سامنے ان بڑے بڑے اکابرین کی گردنیں جھک جاتیں۔ (لیکن ہم کسی کو اس طرح زبردستی مومن بنانا نہیں چاہتے۔ مومن وہی ہے جو' اپنے دل و دماغ کے پورے اطمینان سے علیٰ وجہ البصیرت' ہمارے قوانین کی صداقت کو تسلیم کرے۔ اس قسم کے نشانات سے ذہن کو ماؤف کر کے' بات منوا لینا' ایمان نہیں کہلا سکتا)۔

۵ (چونکہ ہم انسان کے اختیار و ارادے کو سلب نہیں کرتے' اس لئے ان کی حالت یہ ہے کہ)

[1] بڑی قوتوں والا۔

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَٰٓؤُا۟ مَا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ۝٦ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَى ٱلْأَرْضِ كَمْ أَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝٧ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝٨ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ۝٩ وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱئْتِ ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١٠ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۚ أَلَا يَتَّقُونَ ۝١١

جب بھی خدائے رحمٰن کی طرف سے' ان کے پاس کوئی ایسا حکم آتا ہے جو ان کے مسلک میں پہلے سے موجود نہ ہو' تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ (۲۱/۲)۔

۶ اسی بنا پر یہ تمہارے پیغام کی بھی تکذیب کرتے ہیں (کیونکہ یہ ان کے نزدیک بالکل نئی چیز ہے)۔ لیکن (اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں)۔ جن باتوں کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے ہیں' وہ ان کے سامنے آ کر رہیں گی۔ (اس لئے کہ ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے ایسا ہو نہیں سکتا کہ کسی کا کوئی عمل بلا نتیجہ رہ جائے)۔

۷ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ زمین میں (مختلف بیجوں سے) کس طرح قسم قسم کی چیزیں اگتی ہیں۔ (اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک تخم کی طرح ہے جس میں پھل آنا ضروری ہے — گندم سے گندم' جَو سے جَو)۔

۸ غور کرنے والوں کے لئے تو اسی ایک بات میں (ہمارے قانونِ مکافات کی نتیجہ خیزی کے اصول کو پہچاننے کی) بہت بڑی نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ (وہ غور و فکر ہی نہیں کرتے اس لئے اس کی) صداقت پر ایمان نہیں لاتے۔

۹ لیکن (ان کے ایمان نہ لانے سے' اس قانون پر کیا اثر پڑتا ہے؟ وہ' ان سے بے نیاز' مصروفِ عمل رہتا ہے۔ اس لئے کہ) وہ اُس خدا کا قانون ہے جو بڑی قوتوں کا مالک ہے (اس لئے مخالفین کتنے ہی صاحبِ قوت کیوں نہ ہوں' اس کے قانون کو شکست نہیں دے سکتے۔ اور اس کے ساتھ ہی) وہ ہر شے کو نشو و نما دینے والا ہے (اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ جو لوگ نوعِ انسان کی عالمگیر نشو و نما کے راستے میں روک بن کر بیٹھ جائیں' وہ وہاں سے ہٹائے نہ جائیں)۔

۱۰ (اس حقیقت کی شاہد داستانِ بنی اسرائیل ہے' جسے اس جگہ مختصراً دہرایا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا اس مقام سے کی جاتی ہے) جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی اور اس سے کہا کہ تم اس قوم (فرعون) کی طرف جاؤ جس نے بڑی سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

۱۱ ان کی طرف جاؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا وہ اپنی غلط روش کے تباہ کن عواقب سے بچنا چاہتے ہیں یا نہیں؟

قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنۢبٌ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۖ فَاذْهَبَا بِـَٔايَٰتِنَآ ۖ إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ ﴿١٥﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿١٧﴾ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ ٱلَّتِي فَعَلْتَ وَأَنتَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿١٩﴾

---

۱۲ موسیٰؑ نے عرض کیاکہ اے میرے نشوونما دینے والے! مجھے ڈر ہے کہ وہ (میری بات نہیں مانیں گے بلکہ اُلٹا) مجھے جھٹلائیں گے۔

۱۳ (ہو سکتا ہے کہ ان کی مخالفت اس قدر شدت اختیار کر جائے کہ اس کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہ رہے) میرا دم گھٹنے لگ جائے اور میں ان سے کھل کر بات بھی نہ کر سکوں۔ اس لئے تو ایسا کر کہ ہارونؑ کی طرف بھی پیغام بھیج دے (کہ وہ میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہے)۔

۱۴ (دوسری بات یہ بھی ہے کہ) وہ لوگ میرے خلاف قتل کا الزام دھرتے ہیں۔ اس لئے مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے گرفتار کر کے قتل نہ کر دیں۔ (۲۸/۱۵)۔

۱۵ خدا نے کہا کہ (مت ڈرو)۔ ان کی مجال نہیں کہ وہ ایسا کریں۔ (لیکن یہ ٹھیک ہے کہ مہم کی سختی کے پیشِ نظر، ہارونؑ کو بھی تمہارے ساتھ جانا چاہیئے) پھر تم دونوں، ہمارے قوانین کو لے کر اُن کی طرف جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم ایک ایک بات کو سنتے (دیکھتے) رہیں گے۔ (۲۰/۴۶)

۱۶ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تمہاری طرف، خدائے ربّ العالمین کا ایک پیغام لے کر آئے ہیں۔

۱۷ اور وہ پیغام یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔ (تاکہ وہ تمہارے استبداد کے شکنجے سے نکل کر، قوانین خداوندی کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ ۲۰/۴۷)۔

۱۸ (چنانچہ وہ گئے اور فرعون تک خدا کا پیغام پہنچایا، تو) فرعون نے موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسیٰؑ! کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہم نے بچپن سے اپنے ہاں تمہاری پرورش کی، اور تم نے اپنی عمر کا ایک حصہ ہمارے ہاں بسر کیا۔

۱۹ لیکن تم نے ان احسانات کا بدلہ یوں دیا کہ خود ہماری ہی قوم کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا ــــ تم کیسے ناشکر گزار آدمی ہو۔؟

قَالَ فَعَلْتُهَآ إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّآلِّينَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَٰلَمِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿۲۵﴾

---

۲۰ موسٰیؑ نے کہا کہ میں نے دانستہ اُسے قتل نہیں کیا تھا۔ میں نے تو اُسے محض ایک مُکا مارا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ مُکے سے مر ہی جائے گا۔ (۲۸/۱۵)

۲۱ اُس کے بعد میں یہاں سے بھاگ اس لئے گیا تھا کہ (مقتول تمہاری قوم کا آدمی تھا اس لئے) میں ڈرتا تھا کہ (تم انصاف سے نہیں' بلکہ قومی عصبیت سے کام لوگے' اور میرے ذمے جرم قتل عائد کر دوگے)۔

اس کے بعد خدا نے مجھے نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ مجھے معاملات میں صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ اور اس طرح میرا شمار خدا کے رسولوں کے زمرہ میں ہوگیا۔ (اور اب میں اسی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں)۔

۲۲ (باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تم نے بچپن میں میری پرورش کی اور محلات میں ناز و نعمت سے پالا۔ تو) تم اپنے ان احسانات کا بدلہ یہ چاہتے ہو کہ پوری کی پوری قوم بنی اسرائیل کو اپنی محکومی کے شکنجے میں جکڑے رکھو! (تم نے ایک فرد پر جو احسانات کئے ہیں' انہیں تو جتاتے ہو' لیکن اُس کی پوری قوم پر جو مظالم کر رہے ہو' ان کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟)۔

۲۳ (اس پر فرعون کھسیانا ہوگیا' اور بات کا رُخ دوسری طرف موڑنے کے لئے کہنے لگا کہ تم جو کہتے ہو کہ تم خدائے ربّ العالمین کی طرف سے میری طرف پیغام لائے ہو' تو وہ ربّ العالمین — تمام اقوام عالم کا نشو و نما دینے والا —— کون ہے؟ (۲۰/۴۹)

۲۴ موسٰیؑ نے کہا کہ خدائے ربّ العالمین وہ ہے جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر شے کی نشو و نما کرتا ہے۔ سو اگر تمہیں اس کا یقین آجائے (کہ کائنات میں ہر شے کی ربوبیّت خدا کرتا ہے' تو تم اسے بھی بآسانی سمجھ جاؤ کہ خود انسانوں کی پرورش بھی وہی کرتا ہے' اور تمہارا یہ دعوٰے کہ تم اپنی رعایا کے رب ہو' قطعاً بے بنیاد ہے۔ ۴۳/۱۵ ؛ ۴۹/۲۴)۔

۲۵ اس پر فرعون نے اپنے درباریوں (پر ایک نظر ڈالی اور ان) سے کہا کہ تم سنتے ہو کہ یہ شخص

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾

کیا کہہ رہا ہے؟ (اس کی باتیں گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ انہیں دل کے کانوں سے سنو!)۔

۲۶ (موسیٰؑ نے فرعون کی بات کو ان سنی کر کے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا اور) کہا کہ وہ خدا صرف خارجی کائنات ہی کا رب نہیں۔ وہ خود تمہارا بھی رب ہے۔ اور تمہارے آباؤ اجداد (سابقہ فراعنۂ مصر) کا رب بھی وہی تھا۔

۲۷ فرعون نے اپنے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا کہ لو بھئی! خدا نے تمہاری طرف اپنا رسول بھی بھیجا تو ایک پاگل بھیجا!

۲۸ (موسیٰؑ نے اس کی ہفوات پر پھر کوئی توجہ نہ دی؛ اور اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے) کہا کہ وہ خدا، مشرق و مغرب، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا پرورش کرنے والا ہے۔ اگر تم ذرا بھی عقل و خرد سے کام لو تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

۲۹ (اب فرعون سے نہ رہا گیا۔ اس نے طیش میں آکر موسیٰؑ سے کہا کہ اپنی زبان بند کرو، اور کان کھول کر سن لو کہ) اگر تم نے (میری مملکت میں رہتے ہوئے) میرے سوا کسی اور کو صاحب اقتدار تسلیم کیا (خواہ وہ تمہارا خدا ہی کیوں نہ ہو) تو یہ کھلی ہوئی بغاوت ہوگی، جس کی پاداش میں انہیں جیل خانے بھجوا دوں گا۔

۳۰ موسیٰؑ نے کہا کہ اگر میں اپنے دعوے کی تائید میں کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤں (تو کیا تم پھر بھی مجھے قید کر دو گے؟ کیا تم معاملہ کو دلائل و براہین کی رُو سے طے کرنے کے بجائے، دھاندلی سے کام لینا چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاں استبداد فرعونی کے علاوہ اور کوئی قانون نہیں؟)۔

۳۱ (اس جواب سے فرعون کچھ جھینپا، اور موسیٰؑ سے) کہا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، تو لاؤ، میں بھی دیکھوں، وہ کونسی نئی بات ہے جسے تم پیش کرنا چاہتے ہو؟

۳۲ اس پر موسیٰؑ نے وہ قوانین و ضوابط پیش کئے جو اسے خدا سے ملے تھے اور جنہیں وہ نہایت مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔ یہ قوانین و ضوابط کیا تھے گویا ایک اژدھا تھا جو باطل کے معتقدات کو

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿۳۵﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۳۶﴾ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۱﴾

نکلے جارہا تھا۔ (ان کی رو سے بتایا گیا تھا کہ اہل فرعون کی غلط روش کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوگا۔
(۷/۱۰۸-۱۰۷ ؛ ۲۰/۲۵-۱۷ ؛ ۲۸/۳۲-۳۱)۔

۳۳ اس کے بعد موسیٰؑ ان براہین نیرہ کو سامنے لایا جن کی رو سے واضح کیا گیا تھا کہ قوانینِ الٰہیہ کی اطاعت سے اُن کا مستقبل کس قدر روشن ہو جائے گا۔ ان دلائل کی درخشندگی اور تابناکی ہر دیدۂ بینا کو صاف نظر آرہی تھی۔

۳۴ اس پر فرعون نے اپنے اہل دربار، سرداران قوم سے کہا کہ یہ شخص یقیناً ایک ماہر سحر کار ہے جو جھوٹ کو سچ بنا کر دکھاتا چلا جارہا ہے۔

۳۵ اس کا ارادہ یہ نظر آتا ہے کہ یہ اپنی فریب کاریوں سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہاں اپنی حکومت قائم کرلے اور تمہیں اس ملک سے نکال باہر کرے۔ سو بتاؤ کہ تمہارا اس باب میں کیا مشورہ ہے؟ (۷/۱۱۰)۔

۳۶-۳۷ انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ، سردست موسیٰؑ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو معرضِ التوا میں رکھو، اور مملکت کے بڑے بڑے شہروں میں ہرکارے بھیج دو کہ وہ مختلف معبدوں سے ماہرینِ سحرکار پروہتوں کو تمہارے پاس بلا لائیں۔

۳۸ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور ملک کے بڑے بڑے سحرکار پروہت تاریخ اور وقت مقررہ پر، موسیٰؑ کے مقابلہ کے لئے جمع ہوگئے۔

۳۹ علاوہ ازیں، عام لوگوں سے بھی کہا گیا کہ وہ بھی جمع ہوجائیں۔

۴۰ تاکہ جب یہ پروہت کامیاب ہوں تو ان کا شاندار جلوس نکالا جائے۔

۴۱ جب وہ پروہت آگئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم موسیٰؑ پر غالب آگئے تو کیا ہمیں کچھ انعام بھی دیا جائے گا؟

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿۴۳﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۵﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۴۸﴾ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَأُقَطِّعَنَّ

---

۴۲ اس نے کہا کہ بیشک۔ تمہارے لئے انعام بھی ہوگا۔ اور سب سے بڑا انعام تو یہ ہوگا کہ تم ہمارے مقرب بن جاؤ گے۔ (۷/۱۱۴)۔

۴۳ (مقابلہ شروع ہوا اور) موسٰیؑ نے ان سے کہا کہ لاؤ۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے پیش کرو۔

۴۴ چنانچہ انہوں نے اپنے باطل مذہب کی تائید میں نہایت رکیک اور بودی دلیلیں پیش کیں۔ اور کہا کہ فرعون کے جاہ وجلال کی قسم، ہم آج ضرور میدان مار لیں گے۔ (یعنی دلیلیں تو بے حد کمزور تھیں لیکن چونکہ وہ فرعون کی جاہ وحشمت اور قوت وجبروت کو اپنی پشت پر سمجھتے تھے، اس لئے انہیں اپنی کامیابی کا یقین تھا)۔

۴۵ اس پر موسٰیؑ نے نظامِ خداوندی کی تائید میں محکم دلائل پیش کئے جو پروہتوں کی، فریب پر مبنی، دلیلوں کو ایک ایک کرکے نگل گئے۔

۴۶ وہ دلائل اس قدر واضح، بیّن اور محکم تھے کہ ان کی روشنی میں، پروہتوں پر موسٰیؑ کی دعوت کی صداقت بے نقاب ہوگئی اور انہوں نے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

۴۷ اور اعلان کر دیا کہ ہم خدائے رب العالمین پر ایمان لاتے ہیں۔

۴۸ یعنی اس خدا پر جس کی طرف موسٰیؑ اور ہارونؑ دعوت دیتے ہیں۔

۴۹ (فرعون اپنے پروہتوں کی شکست پر پہلے ہی غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔ اب جو اس نے دیکھا کہ وہ برملا، موسٰیؑ کے خدا پر ایمان لے آئے ہیں، تو وہ ان پر برس پڑا، اور انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں گرج کر بولا کہ ہیں!) تم میری اجازت کے بغیر ہی موسٰیؑ کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (موسٰیؑ) تمہارا پیر و مرشد ہے جس نے تمہیں پروہتی کا علم سکھایا تھا۔ (تم اندر سے سب ملے ہوئے تھے تاکہ مجھے شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لو)۔ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری اس حرکت کی سزا کیا ہے۔ میں ابھی تمہاری مشکیں کسواتا ہوں۔ تمہیں

أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۹﴾ قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا
مُنقَلِبُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَن كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ
أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿۵۲﴾ فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿۵۴﴾
وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿۵۵﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ ﴿۵۶﴾ فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ

الٹی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈلواتا ہوں- تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں- تم سب کو سولی پر چڑھاتا ہوں-

۵۰ (انہوں نے اس کڑک اور گرج کو دل کے پورے سکون کے ساتھ سنا' اور نہایت اطمینان سے) کہا کہ تم جو جی میں آئے کرو اس سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا- (اب ہماری نگاہوں کا زاویہ بدل چکا ہے) ہماری تمام توجہات' اپنے نشوونما دینے والے کی طرف مرکوز ہیں صحیح منزل آشکارا ہو کر ہمارے سامنے آچکی ہے- اور ہمارا ہر قدم اُس کی طرف اٹھ رہا ہے- (تم ہمیں بے گناہ قرار دیدو یا مجرم- اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا- ہماری آرزو یہ ہے کہ جب ہم اپنے خدا کے حضور جائیں تو اس کے سامنے مجرم نہ قرار پائیں)-

۵۱ چونکہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں' اس لئے ہمیں امید کامل ہے کہ ہمارے خدا کا قانونِ ربوبیت' ہماری سابقہ غلط روش کے مضر اثرات سے ہمیں محفوظ رکھے گا-

۵۲ (اس کے بعد دیگر واقعات پیش آئے اور آخر الامر) ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی (کی) کہ ہمارے بندوں (بنی اسرائیل) کو لے کر' وہاں سے راتوں رات نکل جا- اور (اتنا سمجھ رکھ کہ) فرعون ضرور تمہارا تعاقب کرے گا-

۵۳ (حضرت موسیٰؑ کی تعلیم اور بنی اسرائیل کی تنظیم کا اثر ملک میں پھیل رہا تھا- اس کے ازالے کے لئے) فرعون نے مختلف شہروں میں ہرکارے دوڑائے-

۵۴ (اور لوگوں سے کہا کہ) یہاں ذلیل لوگوں (یعنی ہماری محکوم قوم' بنی اسرائیل) کی ایک حقیری

۵۵ جماعت ہے جو اپنی فتنہ سامانیوں اور سازشوں سے ہمارے غصے کی آگ کو بھڑکا رہی ہے- (لیکن تم لوگ مطمئن رہو- یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے- اس لئے کہ)

۵۶ ہمارے پاس بڑے بڑے مسلح لشکر ہیں- (ہم انہیں کچل کر رکھ دیں گے)-

۵۷ (ادھر فرعون کی طرف سے یہ ڈھنڈی پٹ رہی تھی' اور اُدھر خدا کا قانون مکافات اعلان کر رہا تھا کہ سب سننے والے سن لیں کہ) ہم نے فرعون' اور اس کے سرداران قوم کو' ان کے باغات اور چشموں سے

۵۸ اور ان کے خزانوں' اور مناصب و مدارج سے نکال باہر کیا ہے-

كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾

۵۹ پھر سن لو کہ ایسا ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ ان سے چھن چکا ہے اور اس کے مالک بنی اسرائیل بنا دیئے گئے ہیں۔

۶۰ (بہرحال بنی اسرائیل راتوں رات مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور) پو پھٹے فرعون کا لشکر ان کے تعاقب میں چل نکلا۔

۶۱ جب فریقین نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ لو! ہم پھنس گئے۔ (سامنے پانی ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ اب ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں)۔

۶۲ موسیٰؑ نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ جس خدا نے مجھے اس طرح مصر سے نکلنے کا حکم دیا تھا وہ اب بھی) میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے ضرور کوئی ایسا راستہ دکھائے گا (جس سے ہم بلاخوف وخطر اپنی منزل تک جا پہنچیں)۔

۶۳ چنانچہ ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی جماعت کو لے کر (فلاں سمت سے) سمندر (یا دریا) کی طرف چلو۔ اور وہاں سے انہیں اس راستے سے پار لے جاؤ جو خشک ہو چکا ہے (۲۰/۷۷ ; ۴۴/۲۴)۔ جب صبح نمودار ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں عظیم تودوں کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی ہیں ـــــ بنی اسرائیل سمندر (یا دریا) کے اُس پار۔ اور فرعون کا لشکر اس طرف۔

۶۴ تو ہم فرعون (بنی اسرائیل کی دیکھا دیکھی) اور آگے بڑھ گئی۔ (راستے میں پانی چڑھ آیا اور وہ سب غرق ہو گئے)۔

۶۵ یوں ہم نے موسیٰؑ اور اس کے تمام ساتھیوں کو بخیر وخوبی مصر سے نکال لیا اور

۶۶ فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہو گئے۔

۶۷ اس واقعہ میں یقیناً (ہر صاحبِ بصیرت کے لئے حق و باطل کی کشمکش کے انجام کی واضح) نشانی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان لوگوں میں سے اکثر (خدا کے قانون کی صداقت پر) ایمان نہیں لاتے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾

(اور کہہ دیتے ہیں کہ ایسے واقعات محض اتفاقی اور ہنگامی طور پر صادر ہو جاتے ہیں)۔

۶۸ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ خدا کے اس قانونِ مکافات کی رُو سے ہوتا ہے جو اتنی توتوں کا مالک ہے کہ مخالفین پر پورا پورا غلبہ پا کر نظامِ حق و صداقت کے حامیین کی نشو و نما کا سامان کرتا جائے۔

۶۹ اسی طرح (اے رسول!) انہیں داستانِ ابراہیمؑ بھی سناؤ۔

۷۰ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو؟

۷۱ انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور انہی کی پرستش کرتے رہیں گے۔

۷۲ ابراھیمؑ نے کہا کہ جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں؟

۷۳ یا ان میں اس کی قوت ہے کہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔

۷۴ (انہوں نے کہا کہ ہمیں ان باتوں کا تو پتہ نہیں۔ نہ ہی ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں) ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ان کی پرستش کرتے دیکھا تھا (اس لئے ہم بھی ویسا ہی کر رہے ہیں)۔

۷۵-۷۶ ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ تم' اور تمہارے اسلاف' جن بتوں کی پرستش کرتے ہیں' ان کی حقیقت کیا ہے؟

۷۷ (بہرحال' تم انہیں جو کچھ سمجھتے ہو' سمجھتے رہو۔ جہاں تک میرا تعلق ہے) میں انہیں اپنا بدترین دشمن سمجھتا ہوں۔ میں دوست رکھتا ہوں اس خدائے رب العالمین کو

۷۸ جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اور جو زندگی کے صحیح راستے کی طرف میری راہ نمائی کرتا ہے۔

۷۹ وہ خدا' جو مجھے' اپنے قانونِ ربوبیت کے مطابق' کھانے پینے کو دیتا ہے۔ (مجھے ہی نہیں' بلکہ ساری مخلوق کو)

۸۰ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں' تو اُس کے قانونِ طبیعی کے مطابق مجھے شفا ملتی ہے (لہٰذا' تم جو سمجھتے ہو کہ ان بتوں میں سے کوئی رزق عطا کرنے والا ہے' اور کوئی شفا دینے والا۔ یہ سب تمہاری توہم پرستیاں

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾

ہیں۔ کائنات میں سب کچھ خدا کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے)۔

۸۱ پھر اسی کے قانون کے مطابق مجھے ایک دن موت آئے گی۔ اور وہی مجھے مرنے کے بعد زندگی عطا کرے گا۔

۸۲ اسی خدا سے میں اس کی امید رکھتا ہوں کہ مجھ سے کبھی کوئی بھول چوک ہو جائے تو وہ اعمال کے ظہور نتائج کے وقت اُس کے مضر اثرات سے میری حفاظت کرے گا۔

۸۳ خدا سے میری التجا ہے کہ وہ مجھے لوگوں کے متنازعہ فیہ معاملات میں (حق کے ساتھ) فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائے اور اُن لوگوں کے زمرے میں شامل کرے جن کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو چکی ہو۔

۸۴ اور مجھ سے نوع انسان کی فلاح و بہبود کے ایسے اعلیٰ کام سرزد ہوں کہ آنے والی نسلیں میرا ذکر ایک سچے غمخوار کی حیثیت سے کریں۔ (اور اس طرح شرفِ انسانیت کی بنا پر میرا نام زندہ رہے)۔

۸۵ اور میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں جنہیں زندگی کی آسائشیں اور مرفہ الحالیاں نصیب ہو جاتی ہیں (اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی)۔

۸۶ (اور اپنے خدا سے میری دعا یہ بھی ہے کہ) وہ ایسا کر دے کہ میرا باپ جو اس وقت غلط راستے پر چل رہا ہے صحیح راستہ اختیار کرلے اور اس طرح وہ ان تباہیوں سے بچ جائے جو اس کی موجودہ روش کا لازمی نتیجہ ہے (۹/۱۱۴؛ ۱۴/۴۱؛ ۱۹/۴۷؛ ۶۰/۴)۔

۸۷ اور جب لوگ ظہور نتائج کے وقت اٹھائے جائیں تو اُس وقت میری رسوائی نہ ہو۔

۸۸ کیونکہ اُس وقت نہ تو کسی کا مال اُسے کچھ فائدہ پہنچا سکے گا اور نہ ہی اولاد۔

۸۹ اُس وقت فلاح و بہبود اسی کے حصے میں آئے گی جو "قلبِ سلیم" لے کر خدا کے سامنے جائیگا (جو اپنے اختیار و ارادہ۔ خواہشات اور آرزوؤں کو قوانین خداوندی کے سامنے جھکا ہوا رکھے گا۔ جو ان قوانین سے کبھی سرکشی اختیار نہیں کرے گا)۔ (۵۰/۳۳)

۹۰ اور اُس وقت جنت کو اُن لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا جو قوانین خداوندی کی پوری پوری

وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ؕ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ۙ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ؕ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ۙ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ۙ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ۙ

نگہداشت کرتے تھے۔

۹۱ اور جہنم کو ان لوگوں کے سامنے نمودار کر دیا جائے گا جو قوانین خداوندی سے سرکشی برت کر غلط راستے اختیار کر لیتے تھے۔ (جہنم تو اب بھی کہیں دور نہیں۔ وہ ان سب کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اس وقت یہ اُسے اپنے سامنے ابھرا ہوا دیکھ لیں گے ۲۹/۵۴ ؛ ۷۹/۳۶ ؛ ۸۲/۱۴)۔

۹۲ اُس وقت اِن سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! وہ تمہارے معبود کہاں ہیں جن کی تم 'خدا کو چھوڑ کر' پرستش کیا کرتے تھے۔

۹۳ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟ تمہاری مدد کرنا تو ایک طرف' کیا وہ خود اپنی مدد کے لئے بھی کسی کو بلا سکتے ہیں؟

۹۴ سو اُس دن 'عوام' اور ان کے گمراہ کرنے والے مذہبی پیشواؤں اور لیڈروں کو' اوندھے مُنہ' جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

۹۵ یعنی ابلیس کے سارے لاؤ لشکر کو۔

۹۶ وہاں وہ (لیڈر اور ان کے متبعین) ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

۹۷ وہ (متبعین' اپنے لیڈروں سے) کہیں گے کہ خدا کی قسم' ہم جو تمہارے پیچھے لگ گئے تو ہم نے بڑا ہی غلط راستہ اختیار کیا۔

۹۸ (ہماری اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہو گی کہ) ہم تمہیں (اپنا اَن داتا — رازق — سمجھتے تھے اور اس طرح تمہیں) خدائے رب العالمین کا درجہ دیتے تھے۔

۹۹ (تم' رزق کے سرچشموں کو اپنے ہاتھ میں لے کر' اور لوگوں کی عقل و فکر کو ماؤف کر کے انہیں مجبور کر دیتے تھے کہ وہ تمہارے پیچھے چلیں) تم سخت مجرم تھے جنہوں نے ہمیں اس طرح غلط راستوں پر ڈال دیا۔

۱۰۰ (آج پتہ چلا کہ تم جو کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے سچے غمخوار دوست ہیں' اور ہر مصیبت میں تمہارا ساتھ دیں گے' وہ کس قدر غلط تھا)۔ اب کوئی ایسا نہیں جو اس مصیبت میں ہمارے ساتھ کھڑا ہو۔

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

۱۰۱ اور نہ ہی کوئی غمخوار دوست ہے۔

۱۰۲ اے کاش! ہم ایک بار کہیں پھر اُسی زندگی کی طرف لوٹ جائیں، تو سچے مومن بن کر دکھائیں — (۲۳/۹۹–۱۰۰؛ ۳۹/۵۸)۔

۱۰۳ (ابراہیمؑ کے اس واقعہ اور ان حقائق میں جو قانون مکافات پر مبنی ہیں، غور کرنے والوں کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی) بڑی نشانی ہے لیکن، اس کے باوجود ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے (اس لئے کہ وہ ان حقائق پر غور نہیں کرتے، اور قوم ابراہیمؑ کی طرح کہہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے طریق کو نہیں چھوڑ سکتے)۔

۱۰۴ (لیکن یہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ خدا کا قانون اپنا کام کئے جا رہا ہے) وہ بڑی قوتوں کا مالک ہے اس لئے وہ ان تمام مخالفتوں پر غالب آکر، خدا کے عطا کردہ سامانِ زیست کو نوعِ انسان کے لئے عام کرتا جائے گا۔

۱۰۵ (اسی طرح، نوحؑ کی بھی سرگزشت ہے)۔ اس کی قوم نے بھی خدا کی تکذیب کی۔

۱۰۶ تاآنکہ ان میں، خود ان کے بھائی بندوں میں سے ایک رسول — نوحؑ — آیا۔ اس نے ان سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ تم اپنی غلط روش کی تباہ کاریوں سے بچنا چاہتے ہو، یا نہیں؟

۱۰۷ (اگر بچنا چاہتے ہو، تو میری بات غور سے سنو)۔ مجھے خدا نے تمہاری طرف، امن و سلامتی کا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔

۱۰۸ اگر تم ان تباہیوں سے امن میں رہنا چاہتے ہو تو تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور اس کا عملی طریق یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ (اس لئے کہ ان قوانین کی نگہداشت، اجتماعی طریق سے ہو سکتی ہے)۔

۱۰۹ (یہ نہ سمجھو کہ اس میں میرا کوئی اپنا مفاد مضمر ہے۔ بالکل نہیں۔ میں یہ تمہارے ہی بھلے کیلئے کہہ رہا ہوں) میں تم سے اس کے لئے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرا معاوضہ اس خدا کے ذمے ہے جو تمام

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ

اقوامِ عالم کا پرورش کرنے والا ہے۔

۱۱۰ تم صرف قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے میری اطاعت کرو۔

۱۱۱ انہوں نے کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا ہم تمہیں اپنا لیڈر تسلیم کرلیں، اور اس طرح تمہاری اس جماعت میں شامل ہوجائیں جس میں سوسائٹی کے وہ لوگ شامل ہیں جو نہایت پست، ذلیل اور کمینے ہیں اور ادنیٰ درجے کے کام کاج کرتے ہیں (کیا ہم اس پارٹی میں شامل ہوکر ان رذیل لوگوں کو اپنا ہمسر بنالیں؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟)۔

۱۱۲ نوحؑ نے کہا کہ مجھے اس سے غرض نہیں کہ ان لوگوں کے پیشے کیا ہیں۔ نہ ہی مجھے اس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا کام کرتے ہیں۔

۱۱۳ (ہمارے ہاں تو صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کے دل کس قسم کے ہیں اور یہ نظامِ خداوندی کے لئے کیا کرتے ہیں۔ اسی کے مطابق ان کی قدر و قیمت کے پیمانے مقرر ہیں)۔ میرا خدا اس کا حساب رکھتا ہے۔
اے کاش! تم اس حقیقت کو سمجھ سکتے (کہ انسان کی عزت و تکریم اس سے ہے کہ وہ قوانینِ خداوندی کی کس قدر نگہداشت کرتا ہے $\frac{49}{13}$ - نہ اس سے کہ اس کا پیشہ کیا ہے)؟

۱۱۴ میں تمہاری خاطر ان لوگوں کو اپنے سے الگ نہیں کرسکتا جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان لاکر میرے رفیق کار بنے ہیں۔ (میرے نزدیک یہ غریب اور ادنیٰ پیشوں کے حامل، ان سردارانِ قوم سے کہیں زیادہ واجب الاحترام ہیں، جو قوانینِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں)۔

۱۱۵ بہرحال، میرا فریضہ یہ تھا کہ میں تمہیں، تمہاری غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کردوں۔ سو وہ میں نے کردیا۔ اور نہایت واضح انداز سے کردیا۔ (اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے)۔

۱۱۶ انہوں نے کہا (کہ تم ان ادنیٰ درجے کے لوگوں کو مساوات کی تعلیم دے کر معاشرہ میں فساد برپا کررہے ہو)، اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔

۱۱۷ نوحؑ نے اپنے رب سے فریاد کی کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! یہ میری ہدایات کی تکذیب کئے جارہے ہیں۔

۱۱۸ تو ان میں اور مجھ میں قطعی فیصلہ کردے، اور مجھے، اور میری جماعت کے لوگوں کو، جو تیرے

نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ اِ۟لْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں' ان کی دست درازیوں سے محفوظ رکھ۔

۱۱۹ چنانچہ ہم نے نوحؑ کو' اور اس کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں سوار کیا' اور انہیں بخیر و خوبی نکال کر لے گئے۔

۱۲۰ اور اس کے بعد باقیماندہ لوگ (اپنی ضد' تکبر' نخوت اور حماقت کے ہاتھوں) غرق ہو گئے۔

۱۲۱ قوم نوحؑ کے اس واقعہ میں بھی' ارباب بصیرت کے لئے' (ہمارے قانون مکافات کی صداقت کی) بڑی نشانی ہے۔ لیکن اس کے باوجود' اکثر لوگ اس قانون پر ایمان نہیں لاتے۔

۱۲۲ (لیکن اس سے کبیدہ خاطر ہونے کی کوئی بات نہیں) خدا کا قانون بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ آخر الامر غالب آئے گا' اور خدا کی عالمگیر ربوبیت کو پھیلاتا چلا جائے گا۔

۱۲۳ اسی طرح قوم عاد نے بھی ہمارے پیغامبروں کی تکذیب کی۔

۱۲۴ جب (آخر میں) ہودؑ نے' جو ان کے بھائی بندوں میں سے تھا' ان سے کہا کہ کیا تم اپنی غلط روش کی تباہ کاریوں سے بچنا چاہتے ہو یا نہیں؟

۱۲۵ اگر بچنا چاہتے ہو تو سن لو کہ میں تمہاری طرف' خدا کے ہاں سے' امن و سلامتی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

۱۲۶ لہٰذا' تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرنے کے لئے' میری اطاعت کرو۔

۱۲۷ یہ بھی سن لو کہ میں' اس کے بدلے میں' تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرا معاوضہ مجھے خدا کی ربوبیت عالمینی کی طرف سے مل جائے گا۔

۱۲۸ تم اونچی اونچی پہاڑیوں پر اس قسم کے بڑے بڑے میموریل (یادگاریں) بناتے رہتے ہو جن کا کوئی مصرف نہیں۔ (ان سے بھلا نوع انسانی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اگر کوئی عمارت بنانی ہے تو ایسی بناؤ جو کسی کے کام آسکے!)۔

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

---

۱۲۹ اور تم طرح طرح کے ساز و سامان (اور اسلحہ وغیرہ) بناتے رہتے ہو اس لئے نہیں کہ ان سے ظلم کی روک تھام کرو بلکہ اس لئے کہ کمزوروں پر تمہارے آہنی پنجے کی گرفت ڈھیلی نہ ہونے پائے اور

۱۳۰ تمہارا غلبہ و اقتدار اور جور و استبداد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔

۱۳۱ (یہ روش بڑی غلط ہے اسے چھوڑو اور) قوانین خداوندی کی نگہداشت کرنے کے لئے اس نظام کی اطاعت کرو جو میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔

۱۳۲ تم اُس خدا کے قوانین کی نگہداشت کرو جس نے جیسا کہ تم خود جانتے ہو تمہیں سامانِ زیست کی اس قدر فراوانیاں عطا کر رکھی ہیں۔

۱۳۳ مال مویشی کی کثرت۔ قبیلے کے افراد کی بہتات۔ لہلہاتے باغات۔ ان کی سیرابی کے لئے آب

۱۳۴ رواں کے چشمے۔ (یہ سب خدا نے دے رکھے ہیں۔ ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بنیادی طور پر تمہاری پیدا کردہ ہو۔ لیکن تم اس سامان زیست سے حاصل کردہ قوت کو دوسروں پر ظلم و استبداد کے لئے استعمال کرتے ہو۔ (۲۶/۱۳۰)۔

۱۳۵ مجھے ڈر ہے کہ تمہاری اس روش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پر سخت تباہی آجائے گی۔

۱۳۶ (انہوں نے یہ سب کچھ سنا اور نہایت طنز و حقارت سے کہا کہ آپ کے اس وعظ کا شکریہ! لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں) ہمارے لئے تمہارا وعظ و نصیحت کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔

۱۳۷ (خدا۔ اس کا قانونِ مکافات۔ تباہیوں اور بربادیوں کا عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے دھمکاتے ہو۔ یہ سب) پرانے زمانے کے لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں۔ (۲۶/۳۵)۔

۱۳۸ (آپ ہمارے غم میں یونہی بیکار نہ گھلے جائیے)۔ ہم پر کوئی تباہی نہیں آئے گی۔

۱۳۹ چنانچہ اس طرح انہوں نے ہُود کی ایک ایک بات کو غلط بتایا اور جھوٹ ٹھیرایا۔ نتیجہ اس کا یہ کہ ہمارے قانون مکافات نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۴۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۴۲﴾
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۵﴾
أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿۱۴۶﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۴۷﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُونَ
مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ﴿۱۴۹﴾

قوم عاد کی اس سرگزشت میں بھی، سمجھنے والوں کے لئے (ہمارے قانونِ مکافات کی) بڑی نشانیاں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود، ان لوگوں میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۴۰ (لیکن یہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ خدا کا قانون اپنا کام کئے جائے گا) وہ بڑی توتوں کا مالک ہے۔ وہ ان تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا جو نوعِ انسانی کی نشوونما کے راستے میں حائل کی جاتی ہیں۔

۱۴۱ اسی طرح قوم ثمود نے بھی اپنے پیغامبروں کی تکذیب کی۔

۱۴۲ (آخر الامر) اُن کے بھائی بندوں میں سے 'صالحؑ' ان کی طرف آیا اور ان سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم اپنی غلط روش کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہو یا نہیں؟

۱۴۳ اگر بچنا چاہتے ہو تو سُن لو کہ میں تمہاری طرف، خدا کے ہاں سے، امن و سلامتی کا پیغام لیکر آیا ہوں۔

۱۴۴ اس لئے تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور اس کا عملی طریق یہ ہے کہ جو نظام میں متشکل کرتا ہوں اس کی اطاعت کرو۔

۱۴۵ اور دیکھو! میں اس بات کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ میرا معاوضہ خدا کی ربوبیت عالمینی کے ذمے ہے۔

۱۴۶ (تم سوچو کہ اگر تم نے یہی روش جاری رکھی جس پر تم اسوقت چلے جا رہے ہو تو) کیا تم زندگی کی ان آسائشوں اور فراوانیوں میں، جو تمہیں اِس وقت میسر ہیں، امن و چین سے علیٰ حالہٖ رہنے دیئے جاؤ گے؟

۱۴۷ یعنی ان لہلہاتے باغات اور چشموں میں۔

۱۴۸ ان زرخیز زمینوں میں۔ اور ان نخلستانوں میں جہاں درختوں پر پھلوں کے نرم اور خوشگوار تہ بہ تہ، خوشے لٹک رہے ہیں۔

۱۴۹ اور ان قلعہ نما محلوں میں، جنہیں تم (مضبوطی اور حفاظت کی غرض سے) پہاڑوں کو تراش تراش کر

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾

بڑی صنعت کاری سے بناتے ہو اور پھر اتراتے پھرتے ہو کہ یہاں تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔

۱۵۰ (یہ سب چیزیں اپنی اپنی جگہ مفید اور ضروری ہیں۔ لیکن چونکہ تم انہیں استعمال کرتے ہو نوع انسان کی سلب و نہب کے لئے اس لئے اس روش کا نتیجہ تباہیوں اور بربادیوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اگر تم ان تباہیوں سے بچنا چاہتے ہو تو اسکا ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ تم) قوانین خداوندی کی نگہداشت کے لئے میری اطاعت کرو۔

۱۵۱ اور اپنے ان لیڈروں کا کہا مت مانو جو عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز کرکے ملک میں

۱۵۲ ناہمواریاں پھیلاتے ہیں اور کبھی اس کی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔

۱۵۳ (انہوں نے یہ سب کچھ سنا اور اس کے بعد نہایت حقارت سے کہا کہ ہمیں اس کا اندازہ ہوگیا ہے کہ) تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو اس فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں (کہ خدا ہم سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہمیں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کرتا ہے!)۔

۱۵۴ تم تو ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو (اس لئے تم خدا کے رسول کس طرح ہو سکتے ہو؟) بہرحال اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم پر تباہی آنے والی ہے تو اس کے لئے کوئی نشانی پیش کرو۔

۱۵۵ (اس پر صالحؑ نے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت یہ ہے کہ تم نے سامانِ زیست کے سرچشموں کو بڑے بڑے لوگوں کی ملکیت قرار دے رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب آدمی اور ان کے مال مویشی سب تمہارے رحم و کرم پر جیتے ہیں۔ تمہارا جی چاہا تو بھیک کے ٹکڑے کی طرح کچھ ان کی جھولی میں ڈال دیا۔ نہ جی چاہا تو نہ دیا۔ وہ بیچارے بطور حق کوئی چیز نہیں لے سکتے۔ یہ نظام وہ ہے جسے میں نے فساد یا ناہمواریوں سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے برعکس اصلاح اور ہمواریوں کا نظام یہ ہے کہ خدا کے دیئے ہوئے سامانِ رزق کو سب کے لئے اس طرح کھلا رکھا جائے کہ ہر شخص اپنی اپنی ضرورت کے مطابق لے لے۔ اب یہ دیکھنے کے لئے کہ تم اس روش پر چلنا چاہتے ہو یا نہیں آسان سی ترکیب ہے)۔ یہ ایک اونٹنی ہے۔ (تمہیں اس سے سروکار نہیں کہ یہ کس کی اونٹنی ہے — کسی غریب آدمی کی ہے یا بڑے لوگوں میں سے کسی کی۔ بس یہ ایک جانور ہے جسے اور جانوروں کی طرح بھوک بھی لگتی ہے اور پیاس بھی۔ اس لئے

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾

(۸ ع ۹ ۱۲)

اسے پانی بھی چاہیئے اور چارہ بھی)۔ ہم باریاں مقرر کر دیتے ہیں اور اس کا اعلان کر دیتے ہیں۔ یہ اونٹنی اپنی باری پر پانی پیا کرے گی اور تمہاری اونٹنیاں اپنی باری پر' اگر تم نے اس کی باری کے دن' اسے پانی پینے سے روکا اور کوئی اذیت پہنچائی تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ تم اپنی موجودہ روش سے باز نہیں آنا چاہتے۔ اور تمہاری یہ روش ایسی ہے جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

۱۵۷ (چنانچہ اُنہوں نے اس وقت تو بات مان لی' لیکن اپنے عہد پر قائم نہ رہے)۔ اور اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ مارنے کو تو اسے مار دیا لیکن بعد میں سخت پشیمان ہوئے کہ اگر صالحؑ کی بات سچی نکلی تو پھر کیا ہوگا؟

۱۵۸ اور صالحؑ کی بات سچی نکلی —— اسے سچا نکلنا ہی تھا —— چنانچہ ان پر تباہی آگئی۔ (جو قوم بھی کسی کو خدا کے دیئے ہوئے سامانِ زیست سے محروم رکھے گی اس پر تباہی آجائے گی) اس واقعہ میں بھی غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑا سامانِ عبرت و موعظت ہے۔ لیکن اس کے باوجود' ان میں سے اکثر خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۵۹ (لیکن اس سے خدا کا کیا بگڑے گا؟) اس کا قانون بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ ان پر غالب آکر رہے گا۔ اور ایسا نظام قائم ہوگا جس میں خدا کا عطا کردہ سامانِ رزق تمام مخلوق کی نشو و نما کے لئے عام ہو۔

۱۶۰ اسی طرح قومِ لوطؑ نے بھی پیغامبرانِ خداوندی کی تکذیب کی۔

۱۶۱ آخر الامر ان کی طرف' ان کے بھائی بندوں میں سے لوطؑ آیا' اور اس نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ تم اپنی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے بچنا چاہتے ہو یا نہیں؟

۱۶۲ میں تمہاری طرف خدا کے وہ قوانین لایا ہوں جو تمہارے امن و سلامتی کے ضامن ہیں۔

۱۶۳ لہٰذا' ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اس کا عملی طریق یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔

۱۶۴ میں اس کے لئے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ خدا کے عالمگیر نظامِ ربوبیت

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾

کے ذمے ہے۔

۱۶۵ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم نے جنسی تسکین کے لئے، دنیا جہان سے الگ روش اختیار کر رکھی ہے۔

۱۶۶ تم عورتوں کو چھوڑ کر، جنہیں تمہارے نشوونما دینے والے نے اس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ (کہ ان سے افزائش نسل ہو) مردوں کے پاس جاتے ہو۔ تم تو بالکل حد سے گزر گئے!

۱۶۷ (انہوں نے لوطؑ کی اس بات کا تو کوئی جواب نہ دیا ——— وہ جواب دے ہی کیا سکتے تھے؟ ——— اور کہا کہ ہم تمہاری باتیں سنتے سنتے تنگ آ گئے ہیں)۔ اگر تم اس سے باز نہ آئے اور ہم سے یہی کچھ کہتے رہے، تو تمہیں بستی سے باہر نکال دیا جائے گا۔

۱۶۸ لوطؑ نے کہا کہ (تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو، میرے خلاف کرلو، لیکن میں تمہاری ان حرکات کے خلاف لب کشائی سے باز نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ) یہ ایسا مذموم فعل ہے جسے دیکھ کر میرا دل جل جاتا ہے۔ (میرے سینے میں جذبات نفرت کا سیلاب امنڈ آتا ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ جس فعل کو میں اس قدر شنیع سمجھوں، اس کے خلاف کچھ نہ کہوں۔ لہٰذا میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں، اس سے باز نہیں آسکتا)۔

۱۶۹ اس نے ان لوگوں سے یہ کہا، اور پھر اپنے نشوونما دینے والے سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھے، اور میرے رفقاء کو، اس تباہی سے بچالے جو ان لوگوں پر ان کے اعمال کے نتیجے میں آنے والی ہے۔

۱۷۰ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو وہاں سے بحفاظت نکال لیا، بجز لوطؑ کی بڑھیا بیوی کے (۲۶)۔

۱۷۱ جو اس جماعت کے ساتھ تھی، جو پیچھے رہ کر تباہ ہونے والی تھی۔

۱۷۲ چنانچہ ہم نے ان سب کو جو اس طرح پیچھے رہ گئے تھے، تباہ کر دیا۔

۱۷۳ اور یہ تباہی ان پتھروں سے ہوئی جو کوہ آتش فشاں نے ان پر برسائے تھے۔ کیسی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۴﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۰﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۱۸۳﴾

تباہ کن تھی یہ بارش جو ان لوگوں پر ہوئی جنہیں پہلے متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اگر تم نے لوطؑ کی بات نہ مانی تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

۱۷۴ اس واقعہ میں بھی ارباب بصیرت کے لئے سامان صد موعظت ہے، لیکن اس کے باوجود ان لوگوں میں سے اکثر خدا کے قانون مکافات پر ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۷۵ لیکن اگر یہ ایمان نہیں لائیں گے تو نہ لائیں۔ اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس کا قانون مکافات بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ آخر الامر غالب آئے گا اور یہ لوگ، نوع انسان کی نشوونما کے راستے میں جو روڑے اٹکا رہے ہیں، وہ انہیں دور کر دے گا۔

۱۷۶ اسی طرح اہلِ مدین نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی۔

۱۷۷ آخر الامر ان کی طرف شعیبؑ آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم اپنی روش کے تباہ کن نتائج سے بچنا نہیں چاہتے؟

۱۷۸ میں تمہاری طرف خدا کے ہاں سے ایسا ضابطۂ قوانین لے کر آیا ہوں جو امن و سلامتی کا ضامن ہے۔

۱۷۹ تم ان قوانین کی نگہداشت کرو۔ اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔

۱۸۰ میں تم سے اس کے بدلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ میرا بدلہ مجھے خدائے رب العالمین کے ہاں سے ملے گا۔

۱۸۱ تم اپنی غلط روش کو چھوڑو۔ ماپ تول کے پیمانے صحیح رکھو۔ کسی کو کم نہ دو۔

۱۸۲ ٹھیک ترازو سے تولو۔

۱۸۳ اور لوگوں کو ان کی چیزیں پوری پوری دو۔ مختصراً تم اپنے معاشی نظام کو عدل کے خطوط پر متشکل کرو۔ اور اس طرح ان ناہمواریوں کو دور کرو جو تم نے اس وقت اپنے غلط نظام کی رو سے پیدا کر رکھی ہیں۔ (انسانی معاشرہ میں معاشی ناہمواریاں پیدا کرنے کا نتیجہ بڑا تباہ کن ہوتا ہے)۔

وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا
وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّي
أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۲﴾

---

۱۸۴ اس تباہی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ تم اس خدا کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلی قوموں کو بھی۔ (جس خدا نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اس نے ان کی پرورش کے لئے سامانِ زیست بھی عطا کر دیا ہے۔ اس سامان کی تقسیم اس طریق سے کرو کہ کوئی فرد اپنی ضروریات سے محروم نہ رہنے پائے)۔

۱۸۵ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا نظر آتا ہے کہ تو بھی انہی میں سے ہے جو اس فریب میں مبتلا ہو کر کہ خدا ان سے باتیں کرتا ہے (قوم کے مصلح بننے کی کوشش کرتے ہیں)۔

۱۸۶ تو ہماری ہی طرح کا انسان ہے (اس لئے تو خدا کا رسول کس طرح ہو سکتا ہے؟)۔ ہم تمہیں تمہارے دعوے میں سراسر جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۱۸۷ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ ہماری اس روش کے نتیجہ میں ہم پر تباہی آنے والی ہے تو تم آسمان کا کوئی ٹکڑہ ہم پر گرا دو (اور اس طرح اس ناگہانی آفت کو ہم پر لے آؤ)۔

۱۸۸ شعیبؑ نے کہا کہ (میں تم پر آسمانی آفت کیا گراؤنگا)۔ میرا نشوونما دینے والا خوب جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو (اور تمہارے یہ اعمال تم پر کس قسم کی تباہی لائیں گے)۔

۱۸۹ بہرحال وہ اس کی تکذیب کرتے رہے تا آنکہ ان کی غلط روش کے نتائج کے ظہور کا وقت آگیا۔ اور وہ ہر طرف سے ان پر چھا گئے۔ وہ عذاب بڑا ہی سخت تھا۔

۱۹۰ اس قوم کی سرگزشت میں بھی اربابِ بصیرت کے لئے ہمارے قانونِ مکافات کی صداقت کی نشانی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں سے اکثر لوگ ان قوانین پر ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۹۱ لیکن یہ قوانین اس کے باوجود اپنا کام کرتے جائیں گے۔ یہ بڑی قوتوں کے مالک ہیں۔ آخر الامر غلبہ انہی کا ہوگا اور نوعِ انسان کی نشوونما کے راستے میں جو رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں وہ دور ہو کر رہیں گی۔

۱۹۲ (یہ ہے ہمارا سلسلۂ رشد و ہدایت جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔ اب اس کی آخری کڑی

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۹۳﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿۱۹۵﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۹۶﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۹﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۲۰۰﴾

اس قرآن کی شکل میں نوعِ انسان کو دی گئی ہے)۔ اسے اُس خدا کی طرف سے بتدریج نازل کیا جارہا ہے جو تمام نوعِ انسان کا نشوونما دینے والا ہے۔ (اس سے مقصد ہی یہ ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں تمام افرادِ انسانیہ کے جسم اور ذات کی نشوونما ہوتی جائے)۔

۱۹۳، ۱۹۴ اسے ایک ایسی الوہیاتی توانائی نے تیرے قلب کی گہرائیوں میں اتارا ہے جو اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کرتی (یعنی جو کچھ خدا بھیجتا ہے جبریل اُسے اُسی طرح قلبِ نبوی میں اتار دیتا ہے۔ $\frac{۲}{۹۷}$ ؛ $\frac{۱۶}{۱۰۲}$)۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تو (بھی انبیائے سابقہ کی طرح) لوگوں کو ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے۔

۱۹۵ اسے ایسی واضح، صاف اور نکھری ہوئی زبان میں نازل کیا گیا ہے (جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔ کوئی الجھاؤ نہیں)۔

۱۹۶ اور اس کی تعلیم اصولاً وہی ہے جو انبیائے سابقہ کے صحیفوں میں تھی (اور جو وہاں محفوظ نہ رہی)۔

۱۹۷ (یہ قریشِ عرب اس حقیقت سے واقف نہیں کہ یہ تعلیم اصولاً وہی ہے جو انبیائے سابقہ کے صحیفوں میں تھی کیونکہ ان کی طرف مدت سے کوئی رسول نہیں آیا۔ $\frac{۳}{۳۶}$ ۔ لیکن) کیا یہ بات ان کے لئے نشانِ نہیں بن سکتی کہ اس حقیقت کو علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں۔ (یہ چاہیں تو ان سے دریافت کرسکتے ہیں)۔

۱۹۸ (پھر جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے اس قرآن کو ہم نے انہی قریش کی فصیح و بلیغ زبان میں نازل کیا ہے جس سے یہ از خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتاب کسی انسان کی بنائی ہوئی ہے یا انسانوں سے بالاتر ہستی — خدا — کی نازل کردہ)۔ اگر ایسا ہوتا کہ ہم اسے کسی عجمی پر نازل کرتے۔

۱۹۹ اور وہ اسے انہیں پڑھ کر سناتا (تو بھی ان کا اعتراض قابلِ فہم ہوتا۔ لیکن اب ان کا انکار اس امر کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ یہ اپنی روش کو چھوڑ کر) صداقت کی راہ اختیار نہیں کرنا چاہتے۔

۲۰۰ یہ اسی قسم کے خیالات ہیں جو ان لوگوں کے دل میں اٹھا کرتے ہیں، جو اپنے جرائم سے

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾

باز نہیں آنا چاہتے۔

۲۰۱ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ کبھی اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تاوقتیکہ اس الم انگیز تباہی کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں (جس سے انہیں متنبہ کیا جا رہا ہے)۔

۲۰۲ جب ان کے اعمال کے ظہور نتائج کا وقت آئے گا تو وہ عذاب ان کے سامنے اس طرح دفعتہً نمودار ہو جائے گا کہ ان کے سان گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ وہ کہاں سے آگیا۔

۲۰۳ اُس وقت یہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت نہیں دی جا سکتی (کہ ہم اپنی روش میں اصلاح کر لیں)۔

۲۰۴ تو کیا' اس کے باوجود' یہ لوگ ہمارے عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں؟

۲۰۵ جہاں تک اس مہلت کا تعلق ہے جو انہیں اس وقت دی جا رہی ہے' اس کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ہم انہیں سالہا سال تک کی بھی مہلت دیدیں۔ اور یہ اُس مدت میں' سامانِ زیست سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہیں (لیکن اس کے باوجود اپنی غلط روش میں تبدیلی نہ پیدا کریں)۔

۲۰۶ اور اس کے بعد ان کے سامنے وہ عذاب آجائے۔ تو ان کا ساز و سامان جو انہوں نے

۲۰۷ اِس دوران میں اکٹھا کر لیا ہوگا' ان کے کسی کام نہیں آسکے گا۔ وہ انہیں' اس تباہی سے ہرگز نہیں بچا سکے گا۔

۲۰۸ ہمارا انداز ہی یہ ہے کہ جب تک کسی قوم کے پاس ہمارا پیغامبر نہیں آجاتا جو انہیں ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے متنبہ کر دے' اور اس طرح انہیں اس کا موقعہ بہم پہنچا دے کہ وہ اپنی غلط روش سے باز آجائیں' ہم اس قوم کو ہلاک نہیں کیا کرتے۔

۲۰۹ (یہ تو بڑی زیادتی ہوتی کہ کسی قوم کو بغیر آگاہ کئے اور بغیر اصلاحِ حال کا موقع دیئے یونہی تباہ کر دیا جاتا) یہ ظلم ہے۔ اور ہم کبھی ظلم نہیں کیا کرتے۔

۲۱۰ (ہاں' تو جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے' اس قرآن کو' خدا کی طرف سے "روح الامین" لے کر نازل ہوا ہے) یہ اس قسم کی چیز نہیں جسے ان کے کاہن اور نجومی پیش کیا کرتے ہیں (وہ

وَمَا يَنۢبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾

انسانی شعبدہ بازیوں کے کرشمے ہوتے ہیں۔ وحی اس سے بالکل الگ چیز ہے)۔

۲۱۱ (وہ باتیں جس کا جی چاہے کسب و ہنر سے حاصل کر سکتا ہے)۔ لیکن وحی اس طرح حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (وہ خدا کی طرف سے صرف اسے مل سکتی ہے جسے اس کا اہل سمجھا جاتا ہے)۔ کاہن اور ساحر وغیرہ اس کے اہل نہیں ہو سکتے۔

۲۱۲ (وحی کا پانا اور اس کا "آسمانوں" سے لے آنا تو ایک طرف یہ لوگ تو) اس مقام کی بھنک تک بھی نہیں پاسکتے۔ جو وحی کا سرچشمہ ہے۔ (۱۵/۱۷—۱۸ ؛ ۳۷/۸ ؛ ۶۷/۵)۔

۲۱۳ لہٰذا، یہ سمجھنا کہ انسان اپنی محنت اور کوشش سے وہی بات پیدا کر سکتا ہے، جو خدا کی وحی کی ہوتی ہے، خدا کے ساتھ، انسان کو الٰہ تسلیم کر لینے کے مرادف ہے۔ (وحی کا تعلق خالصۃً علم و اقتدار خداوندی سے ہے جس میں کسی انسان کو دخل نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی کوئی انسان اس کی مثل بنا سکتا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی قبیل سے ہیں، وہ سخت گمراہی میں ہیں)۔ اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا —— تم ایسا نہ سمجھ لینا۔

۲۱۴ (یہ حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ کہانت —— کشف و الہام وغیرہ —— انفرادی تجربے ہوتے ہیں۔ جن کی کیفیات فردِ متعلقہ تک محدود رہتی ہیں۔ ان کا مقصد انسانی دنیا میں کسی قسم کا انقلاب پیدا کرنا نہیں ہوتا۔ نہ ہی وہ معاشرہ میں انقلاب لاسکتے ہیں۔ برعکس اس کے، وحی کا مقصد انسانی معاشرہ میں انقلاب پیدا کرنا ہوتا ہے، اسی لئے حاملِ وحی، اس علم کو خدا سے پاکر انسانی دنیا کی طرف آتا ہے۔ یہی مقصد اے رسول! تیرے سامنے بھی ہے)۔ لہٰذا تو اس کے لئے سب سے پہلے اپنے معاشرہ میں سے، ان لوگوں کو دعوت دے جو تجھ سے قریب تر ہیں۔ (یعنی سنتِ ابراہیمیؑ کے اتباع میں، اس دعوت کا آغاز خود اپنے اہلِ خاندان سے کر)۔

۲۱۵ پھر ان میں سے جو ایمان لے آئے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے تیرا اتباع کرے، اُسے اپنے دامنِ حفاظت و سایۂ عاطفت میں لپیٹ لے۔ اس طرح، ان کی ایک جماعت متشکل ہوتی جائے گی جو اس انقلاب کی سب سے پہلی داعی ہوگی۔ (۸۸/۱۵)۔

۲۱۶ اس کے برعکس، جو لوگ تیری دعوت سے سرکشی اختیار کریں، ان سے کہدے کہ (میں نے

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿۲۱۹﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۲۲۰﴾
هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاءُ
يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿۲۲۴﴾

تم تک خدا کی بات پہنچا دی) اس کے بعد تم جو کچھ کروگے' اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔

۲۱۷ (تم اس پیغام کو ان تک پہنچاتے جاؤ' اور اس کے بعد) اپنا بھروسہ خدا کے اس قانون پر رکھو جو بڑی قوتوں کا مالک ہے' اور اس قابل کہ نوعِ انسان کی نشوونما کے راستے میں جس قدر رکاوٹیں پیدا کی جائیں' انہیں دور کر دے۔

۲۱۸ وہ خدا تیرے سارے پروگرام اور تمام جدوجہد پر نگاہ رکھتا ہے۔ جب تو اٹھتا ہے' تو وہ اسے بھی دیکھتا ہے۔

۲۱۹ اور جب اپنی جماعت کے ان افراد کے اندر چلتا پھرتا ہے' جو قانونِ خداوندی کے سامنے سرِتسلیم خم کئے ہیں' تو یہ بھی اس کی نگاہ میں ہوتا ہے۔

۲۲۰ وہ ہر بات کو سنتا اور ہر عمل کو دیکھتا ہے۔

۲۲۱ (علاوہ بریں' کہانت وغیرہ ایک فنّی چیز ہے۔ جو بھی اس کی مشق کرے اس میں یہ قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے تو یہ بھی ضروری نہیں کہ اس انسان کی زندگی پاکبازی کی ہو)۔ آؤ تمہیں بتاؤں کہ وہ قوتیں کس کس قسم کے انسانوں تک کو حاصل ہو جاتی ہیں۔

۲۲۲ ان لوگوں کو بھی جو فریب کار اور کذب باف ہیں۔ جو جھوٹ بولتے اور مکاریاں کرتے ہیں۔ جن کی انسانی صلاحیتیں بری طرح سے مضمحل ہو چکی ہوتی ہیں۔ (۴۵/۷)۔

۲۲۳ وہ اِدھر اُدھر کان لگاتے رہتے ہیں۔ کچھ قیاس سے کام لیتے ہیں' کچھ فریب سے۔ اکثر ان میں سے دانستہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (بعض خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں)۔

۲۲۴ (کاہنوں اور ساحروں کے علاوہ شاعروں کو بھی اس بات کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں الہام کی رُو سے کہتے ہیں[1]۔ اس لئے وحی اور شعر کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یعنی وجدان۔ یہ بھی

---

[1] عربوں میں ــــ اور دیگر اقوام میں بھی ــــ یہ عقیدہ عام تھا کہ شاعر کو الہام ہوتا ہے۔ "نوائے سروش" اور "صدائے ہاتف" جیسے تصورات اسی عقیدہ کے مظاہر ہیں۔ اسی کو اب وجدان (INTUTION) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ وحی' ان تمام چیزوں سے بالکل الگ شے ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

غلط ہے۔ ان دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ اتباعِ وحی کرنے والوں کی جماعت اپنے سامنے ایک متعین نصب العین رکھتی ہے' اور ان کا ہر عمل ٹھوس تعمیری نتیجہ مرتب کرتا ہے۔ اس کے برعکس، شاعروں کے پیچھے چلنے والے وہ فریب خوردہ لوگ ہوتے ہیں جو جذبات کی رو میں بہے چلے جاتے ہیں۔ اور کبھی حقائق کا سامنا نہیں کرتے۔ تعداد کے لحاظ سے دیکھو تو ٹڈی دل کی طرح بے شمار۔ لیکن نتیجہ کے اعتبار سے دیکھو تو تخریب ہی تخریب۔

۲۲۵ باقی رہے خود شاعر (جو سمجھتے ہیں کہ ان کا تعلق عالمِ غیب سے ہوتا ہے) ان کی حالت اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جو جھوٹی پیاس کی بیماری میں مبتلا ہو اور اس کی وجہ سے مختلف وادیوں اور بیابانوں میں مارا مارا پھرے اور اس کی پیاس کہیں بجھنے نہ پائے ——— ساری عمر جذبات کا پرستار اور جذبات بھی جھوٹے اور بناوٹی۔

۲۲۶ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی اپنی زندگی اس کے مطابق نہیں ہوتی جو وہ کہتے ہیں۔ ان کے قال اور حال ——— قول اور عمل ——— میں تطابق نہیں ہوتا۔ (لہٰذا' ایک آسمانی انقلاب لانے والا پیغامبر شاعر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اس کے شایانِ شان ہی نہیں ہوتا۔ ۳۶/۶۹)۔

۲۲۷ ان کے برعکس' وحی پر ایمان لانے والے ہیں جو ایک متعین نصب العین پر یقین رکھتے ہیں اور ایسے پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہیں جو ان کی اپنی ذات کی صلاحیتوں کی بھی نشوونما کرے اور دنیا کے بگڑے ہوئے کام بھی سنوارے۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں' قانونِ خداوندی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اسے کبھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ جب ان پر کوئی ظلم اور زیادتی کرتا ہے (تو شاعروں کی طرح اس کی ہجو لکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا نہیں کر لیتے بلکہ) اس سے اس زیادتی کا بدلہ لیتے ہیں' (اور ایک ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس میں' ظلم اور زیادتی کرنے والے' بدلگام نہ پھرتے رہیں کہ جو ان کے جی میں آئے کریں۔ انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا ہی نہ ہو)۔ اس نظام میں ایسے لوگوں کو صاف نظر آجاتا ہے کہ انہیں ان کی غلط روش سے لوٹا کر کس مقام کی طرف لایا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ کونسا ہوگا۔ (اس طرح مومنین کی جماعت ظالموں کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیتی ہے)۔

یہ ہے فرق ایک نبی میں' اور ان مدعیانِ الہام و کہانت میں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾

---

۱ خدائے ذی الطول و سمیع کا ارشاد ہے کہ یہ قوانین جو تمہارے سامنے آرہے ہیں، قرآن کریم — یعنی ایک واضح کتاب ہدایت — کے ہیں۔

۲ جو اُن لوگوں کے لئے جو اس کی صداقتوں پر یقین رکھیں، صحیح راستہ کی طرف راہ نمائی کا موجب اور اُس راستہ پر چلنے کے خوشگوار نتائج کا مژدۂ جانفزا ہیں۔

۳ یعنی اُن لوگوں کے لئے جو (اس ضابطۂ حیات پر ایمان لانے کے بعد) نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور عالمگیر انسانیت کے لئے سامانِ نشوونما کی فراہمی کا انتظام کرتے ہیں۔ اور خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل، اور مستقبل کی زندگی پر یقینِ محکم رکھتے ہیں۔

۴ اِن کے برعکس، جو لوگ آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے (اور زندگی کو صرف اسی دنیا تک محدود، اور اسی کے مفاد کا حصول مقصودِ حیات سمجھتے ہیں) انہیں اپنے اعمال بڑے خوشنما دکھائی دیتے ہیں اور وہ اسی خود فریبی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

۵ یہ وہ لوگ ہیں جن کی غلط روشِ زندگی اِن کے لئے بڑی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾

(انہیں اس دنیا کے مفاد تو ضرور حاصل ہو جاتے ہیں لیکن) ان کا مستقبل برباد ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ آخرالامر سخت نقصان میں رہتے ہیں۔

۶ (نوعِ انسان کو اسی نقصان اور تباہی سے بچانے کے لئے) تجھے اے رسول! یہ قرآن دیا گیا ہے۔ یہ اُس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو تمام کائنات کو اپنی حکمت کے مطابق صحیح راستے پر چلا رہا ہے اور ہر شے کے مقتضیات سے واقف ہے۔ (اُسے معلوم ہے کہ کس شے نے صحیح نشوونما پا کر کیا بننا ہے' اور اسے وہ کچھ بننے کے لئے کیا کچھ درکار ہے)۔

۷ (یہ جو کہا گیا ہے کہ غلط راستے پر چلنے کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوتا ہے' اس کے لئے فرعون اور موسیٰ کی کشمکش کو دیکھو۔ اس داستان کا آغاز اُس واقعہ سے کرو جب' ایک تیرہ و تار شب میں' موسیٰؑ اور اس کے ساتھی' ایک پہاڑ کے دامن میں تھے۔ رات کی تاریکی میں راستے کا پتہ نشان نہیں ملتا تھا' اور سردی بلا کی تھی)۔ موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ مجھے (دور پہاڑ پر) آگ دکھائی دی ہے۔ تم یہیں ٹھیرو۔ میں جاتا ہوں' اور یا تو وہاں کسی سے راستے کے متعلق پتہ نشان لاتا ہوں' اور یا آگ کا انگارہ کہ تم لوگ اسے تاپ سکو اور اس طرح رات بسر ہو جائے۔ $\frac{۲۸}{۲۹}$)۔

۸ جب موسیٰؑ آگ کے قریب پہنچا تو اسے آواز سنائی دی کہ یہ مقام جس میں آگ نظر آرہی ہے (یعنی طور کی چوٹی) اور اس کا اردگرد (ارضِ فلسطین) بڑی مبارک سرزمین ہے (جہاں سے متعدد انبیاء پیدا ہونے والے ہیں اور جو بنی اسرائیل کے لئے انقلابِ عظیم کی آماجگاہ بننے والی ہے۔ $\frac{۲۰}{۱۳۷}$: $\frac{۲۱}{۸۱}$)۔

(لیکن تم اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تمام برکات و سعادات اسی خطۂ زمین میں محدود ہیں۔ باقی دنیا ان سے محروم ہے۔ نہیں۔ ایسا نہیں)۔ وہ خدا جو تمام نوعِ انسان کو نشوونما دینے کا ذمہ دار ہے' وہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ صرف کسی ایک خطۂ زمین کو اپنے سحابِ کرم کے لئے مخصوص کرلے اور باقی دنیا اس کی گہرباشیوں سے محروم رہے۔ اس کی طرف سے عطا شدہ سامانِ نشوونما ——— خواہ اس کا تعلق طبیعی ضروریات سے ہو یا انسانی ذات سے ——— تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ سامانِ رزق بھی ہر قوم کو دیا ہے اور رہنمائی کی راہ نمائی بھی)۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ

يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۟ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا

فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

---

۹ (موسٰیؑ حیران تھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی اور کس نے دی؟ اس پر ندائے جمال نے کہا کہ اے موسٰیؑ! یہ آواز تمہارے خدا کی طرف سے آئی ہے' جو بڑی قوتوں کا مالک اور عمدہ ترین تدابیر کا حامل ہے۔ (اس کی قوت و حکمت کا مظاہرہ اس کشمکش میں ہوگا جو تیرے سامنے آنے والی ہے)۔

۱۰ (پھر موسٰیؑ کو' اس مہم کے سلسلہ میں' مختلف احکام دے کر کہا کہ) ان احکام کو' جو تیرے لئے زندگی کا محکم سہارا' اور وجۂ جامعیت ہیں' (فرعون کے سامنے جا کر پیش کرو۔ موسٰیؑ نے جب اس مہم اور اسے سر کرنے کے پروگرام پر غور کیا تو اسے یوں محسوس ہوا گویا وہ ایک جیتا جاگتا اژدھا ہے' جس کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ موسٰیؑ نے اپنے خیال میں اس سے پیچھے ہٹنا چاہا اور فرعون کی طرف جانے سے خائف ہوا۔ (۷/۱۰۸ ؛ ۲۰/۱۷—۲۲ ؛ ۲۶/۳۲—۳۳)۔

آواز آئی کہ اے موسٰیؑ! ڈرو نہیں۔ جب ہم اپنے پیغمبروں کے ساتھ ہیں' تو پھر ان کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی (۲۶/۱۵)۔

۱۱ نہ ہی اُسے ڈرنے کی ضرورت ہے جس سے کبھی نادانستہ کوئی زیادتی ہو گئی ہو' لیکن اس نے اس سے توبہ کر کے' زندگی کی حسین اور ہموار راہ اختیار کر لی ہو۔ اس لئے کہ ہمارے قانونِ مکافات میں اس کی گنجائش ہے کہ ایسے شخص کو' اس کی سابقہ لغزش کے نقصان رساں اثرات سے محفوظ رکھا جائے' اور اس کی نشو و نما برابر ہوتی رہے۔ (لہٰذا' اگر تمہارے دل میں یہ خیال ہو کہ تم نے غلطی سے ایک شخص کو مار ڈالا تھا' اور اس طرح تم سے ایک جرم سرزد ہو گیا تھا' اس لئے اب اس عظیم مہم کو کس طرح سرانجام دیا جا سکے گا' تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو)۔

۱۲ پھر موسٰیؑ کو' ان احکام کی تائید میں' براہینِ نیّرہ عطا کیں جن میں اربابِ عقل و بصیرت کے لئے روشنی اور تابنا کی کا سامان تھا۔ وہ اگر ان پر غور و فکر کریں گے تو انہیں نظر آ جائے گا کہ احکامِ خداوندی کے اتباع میں کسی خرابی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سرتاپا خیر ہوتے ہیں' (۲۸/۳۲)۔ یہ دلائل ان نو (۹)' احکام' سے متعلق تھے جنہیں لے کر موسٰیؑ' فرعون اور اس کی قوم کی طرف

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝۱۴ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۵ وَوَرِثَ سُلَيۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّيۡرِ وَاُوۡتِيۡنَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِيۡنُ ۝۱۶

گیا تھا ــــ وہ قوم جو زندگی کے صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راہوں پر چل نکلی تھی۔

۱۳ لیکن جب اس قوم کے پاس ہمارے اسقدر بصیرت افروز احکام آئے' تو' بجائے اس کے کہ وہ لوگ ان پر ایمان لے آتے' اُلٹا کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ ہے (کہ موسیٰؑ کو خدا نے یہ احکام دے کر ہماری طرف بھیجا ہے۔ اور اگر ہم نے انہیں نہ مانا تو ہم پر تباہی آجائے گی)۔

۱۴ حالانکہ انہیں دل میں یقین ہو چکا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں' لیکن انہوں نے محض اپنی سرکشی اور تکبر کی بنا پر ان سے انکار کر دیا۔ سو تم دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جنہوں نے انسانی معاشرہ میں اس طرح فساد برپا کر رکھا تھا (انسانی معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرنا' عدالتِ خداوندی میں سب سے بڑا جرم ہے)۔

۱۵ اور ہم نے (بنی اسرائیل میں) داؤدؑ اور سلیمانؑ جیسے (اولوالعزم) پیغمبر پیدا کئے اور انہیں وحی کے علم سے نوازا۔ وہ اس موہبتِ عظمیٰ پر خدا کے حضور شکر گزار تھے اور' اس احساس سے کہ اُس نے اُنہیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے' قدم قدم پر اس کی حمد و ستائش کے گیت گاتے تھے۔

۱۶ داؤدؑ کے بعد' سلیمانؑ اُس کا جانشین ہوا (اس لئے نہیں کہ وہ اس کا بیٹا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اُس منصب بلند کا اہل تھا اور خدا نے اسے اس کے لئے منتخب کیا تھا۔ یہ محض اتفاقی بات تھی کہ وہ ایک نبی اور صاحبِ مملکت کا بیٹا تھا)۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ (اس سلطنتِ خداداد کی قوتوں اور ثروتوں کو دیکھو) ہمیں ہر قسم کا ساز و سامان میسر ہے ــــ ہمارے پاس بڑا مستعد گھوڑوں کا لشکر ہے جس کے قواعد و ضوابط سے ہم خوب واقف ہیں۔ (اُس زمانے میں' یہ چیز بڑی قوت تسلیم کی جاتی تھی۔ ۲۱/۲۹ ; ۳۸/۳۴)۔

سامانِ زیست اور اسبابِ قوت و مدافعت کی یہ فراوانیاں' بالکل نمایاں ہیں اور نوازشہائے خداوندی کی کھلی نشانیاں۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

---

۱۷ سلیمانؑ کے لشکروں میں شہروں کے مہذب باشندے جنگلوں اور پہاڑوں کے دیوہیکل وحشی اور قبیلۂ طیر کے شاہسوار، سب شامل تھے۔ انہیں (کیمپوں میں) روک کر رکھا جاتا تھا تاکہ مناسب تربیت اور ٹریننگ سے ان سے مفید کام لئے جائیں۔

۱۸ (ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلیمانؑ کو معلوم ہوا کہ سبا کی مملکت اس کے خلاف سرکشی کا ارادہ رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ بطور حفظِ ماتقدم اس کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں وادیٔ نمل پڑتی تھی۔ ملکِ سبا کی طرح اس مملکت کی سربراہ بھی ایک عورت تھی)۔ جب اُسے اس لشکر کی آمد کی خبر ملی تو اپنی رعایا کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جاکر پناہ گزین ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لشکرِ جرّار اتنا معلوم کئے بغیر کہ تم اس کے دشمن کی قوم سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہو یا نہیں تمہیں یونہی کچل ڈالے۔ (فوجیں یہی کچھ کیا کرتی ہیں۔ ان کے راستے سے ہٹ جانا ہی قرینِ مصلحت ہوتا ہے)۔

۱۹ سلیمانؑ نے یہ سنا تو مسکرایا۔ (کہ یہ بیچارے سچے ہیں۔ انہوں نے یہی دیکھا اور سنا ہے کہ جب شاہی لشکر کہیں سے گزرتا ہے تو وہ اندھا دھند تباہی مچاتے چلا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ کسی بادشاہ کا لشکر نہیں۔ خدا کے ایک رسول کی سپاہ ہے جس کا مقصد بے گناہوں کو ستانا نہیں ان کی حفاظت کرنا ہے)۔ پھر اس نے اپنے خدا سے دعا مانگی کہ بارِ الٰہا! مجھے تو نے اس قدر عظیم مملکت عطا کی ہے تو اس کے ساتھ ایسا ضبط اور اپنے آپ پر کنٹرول بھی عنایت فرما کہ میں تیری اس نعمتِ عظمیٰ کو جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر ارزاں فرمائی ہے اسطرح صرف کروں کہ یہ نوعِ انسان کے لئے تباہی کا موجب بننے کے بجائے ان کے معاملات کو سنوارنے کا ذریعہ بنے۔ اور میرا ہر قدم تیرے قوانین سے ہم آہنگ ہو۔ اس طرح میں تیرے قانونِ ربوبیت و مرحمت کی بنا پر تیرے اُن بندوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤں جن کی صلاحیتیں نشوونما پالیتی ہیں اور جن کے ہاتھوں انسانیت کے معاملات سنورتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾

۲۰ (آگے چل کر ایک مقام پر ایسا ہوا کہ) سلیمانؑ نے گھوڑ سوار ہرکاروں کو، جو اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے، طلب کیا۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ ان کا سردار 'ہُدہُد' کہاں ہے؟ کیا وہ یونہی کہیں اِدھر اُدھر گیا ہے یا اپنی ڈیوٹی سے غائب ہے؟

۲۱ اگر وہ اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوگیا ہے تو (فوجی قوانین کے مطابق) میں اسے سخت سزا دوں گا۔ اور اگر اس نے، اس کے لئے کوئی واضح اتھارٹی (اجازت نامہ) یا وجہِ جواز پیش نہ کی، تو ہوسکتا ہے کہ اسے سزائے موت دی جائے۔

۲۲ تھوڑے عرصہ کے بعد ہُدہُد آگیا۔ اس نے کہا کہ میں تفتیشِ حالات کے لئے، سبا کے ملک کے اندر چلا گیا تھا۔ وہاں سے میں نے ایسی معلومات فراہم کی ہیں جو اس سے پہلے آپ کے پاس نہیں تھیں۔ اور چونکہ یہ معلومات میں نے خود (براہِ راست) حاصل کی ہیں اس لئے بالکل یقینی ہیں۔

۲۳ میں نے دیکھا کہ اس ملک پر ایک ملکہ حکمران ہے جس کے پاس سب کچھ موجود ہے (یعنی وہ اپنی مملکت میں خود مکتفی ہے اور اپنی ضروریات کے لئے، کسی بیرونی قوم کی محتاج نہیں)۔ اور اس کا اندرونی نظم ونسق اور کنٹرول بھی بڑا عظیم الشان ہے۔

۲۴ لیکن وہ ملکہ اور اس کی قوم کے لوگ، سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا کی نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں اس قدر خوشنما بنا رکھا ہے کہ وہ اپنے مسلک کو بالکل صحیح اور درست سمجھتے ہیں۔ اس نے انہیں صحیح روشِ زندگی کی طرف آنے سے ایسے روک رکھا ہے کہ وہ اس کی طرف راہ نمائی نہیں حاصل کرپاتے۔

۲۵ (حیرت ہے کہ) وہ لوگ خدا کو اپنا معبود نہیں تسلیم کرتے — اُس خدا کو جو کائنات کے مخفی ذخیروں سے، ہر چیز کو عند الضرورت باہر لاتا ہے۔ اور (اس کا علم صرف خارجی کائنات تک ہی محدود نہیں بلکہ) وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اپنے دل میں کیا رکھتے ہو اور ظاہر کیا کرتے ہو۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ
هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾
اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا
اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ
اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾

(٢/ع ١٤/ ١٤)

---

٢٦ وہ خدا جس کے علاوہ کائنات میں کسی کا اختیار واقتدار نہیں۔ اس عظیم کارگہِ فطرت کا مرکزی کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(تعجب ہے کہ یہ لوگ اتنی بڑی سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے اور ایسی صاحبِ اختیار وارادہ ہستی کو چھوڑ کر سورج کو اپنا خدا مانتے ہیں جسے اپنے طلوع وغروب پر بھی کوئی اختیار نہیں)۔

٢٧ سلیمانؑ نے یہ سب کچھ سنا اور کہا کہ بہت اچھا۔ ہم ابھی معلوم کر لیتے ہیں کہ تمہارے بیان میں کہاں تک صداقت ہے۔ (خبر رساں ایجنسیوں کے بیانات کی تصدیق کر لینا ضروری ہوتا ہے)۔

٢٨ یہ ہمارا خط لو اور اسے سبا کے اربابِ حل وعقد تک پہنچا دو۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ کر وہیں انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کا ردِعمل کیا ہوتا ہے۔

٢٩ ملکہ نے وہ خط پا کر اپنے مشیروں کی مجلس بلائی اور ان سے کہا کہ مجھے ایک ایسا خط ملا ہے جو بڑے ہی شریفانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔

٣٠ یہ خط شاہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس کی غایت یہ بتائی گئی ہے کہ خدا کی صفتِ ربوبیت اور رحیمیت (یعنی سامانِ نشوونما کی بہم رسانی) انسانوں میں عام ہو جائے۔ (١/١)۔

٣١ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ تم میرے خلاف سرکشی اختیار نہ کرو بلکہ قوانینِ خداوندی کی مطیع وفرمانبردار بن کر چلی آؤ۔

٣٢ خط کا مضمون سنا دینے کے بعد اس نے اپنے اہلِ دربار سے کہا کہ تم اس معاملہ پر غور کر کے مجھے بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے مشورہ کئے بغیر کسی معاملہ کا آخری فیصلہ نہیں کیا کرتی۔

٣٣ انہوں نے کہا کہ اگر سلیمانؑ کے پاس بڑے بڑے جرار لشکر ہیں تو ہم نے بھی چوڑیاں نہیں

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُم بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم

پہن رکھیں۔ ہم بڑی قوتوں کی مالک سخت جنگجو قوم ہیں۔ اس لئے اس بنا پر اس سے خوف کھانے کی کوئی بات نہیں۔ (لیکن یہ اس معاملہ کا صرف ایک پہلو ہے جس کی طرف سے ہم تمہیں اطمینان دلاتے ہیں۔ اس کے دوسرے پہلوؤں پر آپ غور کرلیں۔ اس کے بعد آخری فیصلہ کریں۔ اس لئے کہ) ایسے معاملات میں آخری فیصلہ آپ ہی کا ہو سکتا ہے۔ آپ جو فیصلہ بھی کریں گی' ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔

۳۴ (اس نے کہا کہ اس بات کا تو مجھے بھی یقین ہے کہ تم جنگ سے گریز نہیں کرو گے لیکن یہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ) جب بادشاہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتے ہیں تو اسے تہس نہس کر کے رکھ دیتے ہیں' اور معاشرہ کا تختہ اس طرح الٹ دیتے ہیں کہ وہاں کے صاحبِ عزت اکابرین کو سب سے زیادہ ذلیل و خوار بنا دیتے ہیں۔ یہ بات کسی خاص بادشاہ سے متعلق نہیں۔ ملوکیت میں یہی کچھ ہوتا چلا آیا ہے' اور یہی کچھ ہوتا چلا جائے گا۔ (اس لئے ایسا باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں' کہ اس بادشاہ کی طرف سے ایسا نہیں ہوگا۔ لہذا' میں یہ سمجھتی ہوں کہ جہاں تک ہو سکے' ہمیں جنگ کی نوبت نہیں آنے دینی چاہیئے)۔

۳۵ میں (سردست) ان کی طرف کچھ تحائف بھیجتی ہوں اور پھر انتظار کرتی ہوں کہ اس کا ان کی طرف سے کیا ردعمل ہوتا ہے۔ (شاید وہ اس طرح' جنگ کا ارادہ ترک کر دیں)۔

۳۶ جب ملکہ کا قاصد تحائف لے کر سلیمانؑ کے پاس آیا تو اُس نے (تحائف وغیرہ دیکھ کر) کہا کہ کیا تم لوگ مال کا لالچ دے کر مجھے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہو؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جس قدر مال و دولت مجھے اللہ نے دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے۔ اس لئے تمہارا مال' میرے لئے وجہ کشش نہیں ہو سکتا۔ جو تحائف تم لائے ہو' وہ تمہارے نزدیک بڑے قابلِ فخر ہوں گے (لیکن میرے نزدیک ان کی کچھ قیمت نہیں۔ میرے نزدیک قدر و قیمت صرف اس کی ہے کہ تم قوانین خداوندی کی اطاعت اختیار کر لو)۔

۳۷ تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ (اور ان سے کہو کہ چونکہ تم نے ہماری شرائط کو تسلیم نہیں کیا' اس لئے اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) ہم ایسے لشکروں کے ساتھ تم پر چڑھائی

مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

کریں جن کا تم مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ ہم تمہیں تمہارے ملک سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور اس کے بعد تم ہمیشہ محکومی کی زندگی بسر کرو گے۔

۳۸ (چنانچہ قاصد واپس چلا گیا اور سلیمانؑ نے چڑھائی کا ارادہ کر لیا۔ اور) اپنے اہل دربار سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ اہل سبا، باہر نکل کر جنگ کریں اور شکست کھا کر ہتھیار رکھ دیں، اُن کے پایۂ تخت پر شدت کا حملہ کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے آیا جائے۔ (ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ جنگ کئے بغیر ہی راہ راست پر آجائیں)۔ چنانچہ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کون ہے جو اس مہم کو جلد از جلد سر کر سکتا ہے۔

۳۹ اس پر وحشی قبائل کا ایک قوی ہیکل سردار، جو جسمانی قوت کے علاوہ معاملہ فہمی میں بھی ماہر تھا، بولا کہ یہ مہم میں سر کروں گا۔ اور اتنی جلدی کہ قبل اس کے کہ آپ اس مقام سے کوچ کر کے آگے بڑھیں، ملک اور اس کا تختِ حکومت آپ کے قدموں میں ہوگا۔ (آپ اس مہم کو میرے سپرد کیجئے) میں اسے سر کرنے کی قوت بھی رکھتا ہوں اور قابل اعتماد بھی ہوں۔

۴۰ ایک دوسرے سردار نے، جسے اس خط و کتابت کا پورا پورا علم تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، کہا کہ میں اس مہم کو اس سے بھی جلدی سر کر سکتا ہوں ــــــ ایسی جلدی کہ ملکہ سبا، چشم زدن میں، مفتوح و مغلوب یہاں آجائے۔

چنانچہ وہ مہم اس کے سپرد کی گئی، اور اس نے اسے نہایت حسن و خوبی سے سر کر لیا۔ جب سلیمانؑ نے مالِ غنیمت کو اپنے سامنے دیکھا تو بحضور رب العزت سجدہ ریز ہوا اور کہا کہ اس قوم کے خلاف، اس قسم کی کامیابی انہی اسباب و ذرائع سے ممکن تھی جو ہمیں خدا کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ وہ ایسے مواقع اس لئے ہم پہنچاتا ہے کہ لوگوں پر اس حقیقت کو آشکارا کر دے کہ میں، اُس کی دی ہوئی قوت و حشمت، اور دولت و ثروت کو صحیح مصرف میں لاتا ہوں یا ان کا غلط استعمال کرتا ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو قوم بھی فطرت کی بخشائشوں کو صحیح مصرف میں لاتی ہے، اس کا

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾

فائدہ اسی کو ہوتا ہے۔ اور جو لوگ ان کا غلط استعمال کرتے ہیں' اس کا نقصان انہی کو ہوتا ہے۔ — خدا کا نہ تو اُن مفادات سے کچھ سنورتا ہے اور نہ ہی ان نقصانات سے کچھ بگڑتا ہے۔ یہ سب انسان کے اپنے لئے ہے۔ خدا اس سے بے نیاز ہے کہ وہ انسانوں کی محنت کے ماحصل سے کچھ لے۔ اس کے پاس بہت کچھ ہے۔

۴۱ لیکن یہ فتح میدانِ جنگ میں ہوئی تھی۔ ان کے دارالسلطنت تک رسائی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کے لئے سلیمانؑ نے اہلِ لشکر سے کہا کہ تم (دیگر مقامات کو زیادہ گزند نہ پہنچاؤ) ایوانِ حکومت پر اس شدت کا حملہ کرو کہ اس کا حلیہ بگڑ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اربابِ حکومت اس سے راہ راست پر آجائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا (تو پھر دوسری تدابیر پر عمل کیا جائے گا)۔

۴۲ (چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوگئی۔ اور ملکۂ سبا نے شکست مان لی) جب وہ سلیمانؑ کے سامنے آئی تو اُس نے کہا کہ کیوں؟ یہی تھی وہ تیری قوت وثروت جس کے بل بوتے پر تیری قوم اس قدر سرکش ہو رہی تھی؟ اس نے کہا کہ ہاں! وہ قوت وثروت کچھ ایسی ہی تھی۔ ہمیں اس کا پہلے ہی سے احساس ہوگیا تھا۔ اب ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

۴۳ وہ فرماں پذیری تو اس سے بہت پہلے قبول کر لیتی' لیکن جو چیز اس کی راہ میں حائل ہو رہی تھی وہ اس قوم کا مذہب تھا — یعنی وہ معبود جن کی وہ قوم خدا کو چھوڑ کر پرستش کرتی تھی۔ (ان کا خیال تھا کہ وہ معبود ان کی ضرور مدد کریں گے اور وہ غالب رہیں گے۔ لیکن ان کا یہ خیال خام تھا)۔

۴۴ اب ان کے تعلقات خوشگوار ہوگئے اور سلیمانؑ نے اسے اپنے ہاں بطور شاہی مہمان مدعو کیا' اور شیش محل میں اس کے قیام کا بندوبست کیا۔ (اس نے اس سے پہلے کبھی شیش محل نہیں دیکھا تھا۔ جب اس نے بلوریں فرش میں درودیوار کے عکس دیکھے تو) اسے گہرا پانی خیال کیا' اور اس سے گھبرا سی گئی۔ (سلیمانؑ نے اس کی گھبراہٹ کو بھانپ لیا اور کہا کہ اس میں ڈرنے کی

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ

کوئی بات نہیں۔ یہ پانی نہیں (شیشے کا فرش ہے جس میں عکس دکھائی دے رہے ہیں۔

(ملکۂ سبا نے اس شان و شوکت کو دیکھ کر سلیمانؑ سے پوچھا کہ ایسے سامانِ آرائش و آسائش کی اس قدر فراوانیاں کس طرح حاصل ہو گئی ہیں۔ سلیمانؑ نے کہا کہ جس سرزمین پر خدا کا نظامِ ربوبیت قائم ہو جائے وہاں یہ سب کچھ میسر آجاتا ہے)۔ اس پر ملکہ نے کہا کہ اے میرے نشوونما دینے والے! میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی تھی جو تجھے چھوڑ کر' معبودانِ باطل کی عبودیت اختیار کر رکھی تھی۔ میں درحقیقت تاریکی میں تھی۔ اب مجھ پر انکشافِ حقیقت ہوا ہے۔ اس لئے اب میں بھی اسی خدا کی محکومیت اختیار کرتی ہوں جو تمام نوعِ انسان کی نشوونما کا ضامن ہے۔ اس طرح میں سلیمانؑ کی مطیع و فرماں پذیر ہوں۔ ہم دونوں اس کے محکوم ہیں۔

۴۵ (یہ تھا سلیمان اور ملکۂ سبا کا ماجرا۔ اس ملکہ کا جس نے قوانینِ خداوندی کی اطاعت اختیار کر کے' اپنے آپ کو تباہیوں اور بربادیوں سے بچا لیا۔ اس کے برعکس' وہ اقوام تھیں جنہوں نے' رسولوں کی تنبیہ کے باوجود' اپنی غلط روش کو نہ چھوڑا اور تباہ و برباد ہو گئیں۔ انہی میں) قومِ ثمود بھی جس کی طرف ہم نے' ان کے بھائی بندوں میں سے' صالحؑ کو بھیجا تھا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کرو۔ اس پر ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک وہ جو صالحؑ کے ساتھ' قوانینِ خداوندی پر ایمان لے آئی۔ اور دوسری وہ جس نے اس سے سرکشی اختیار کی — یہ دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کی مخالف تھیں۔

۴۶ (صالحؑ نے انہیں بہتیرا سمجھایا لیکن وہ یہی کہتے رہے کہ تم جس تباہی کی دھمکی دیتے ہو' وہ آ کیوں نہیں جاتی؟)۔ اس پر صالحؑ ان سے کہتا کہ تم کس قدر اپنے آپ سے دشمنی کر رہے ہو کہ زندگی کی خوشگواریوں سے پہلے' تباہیوں اور بربادیوں کے لئے جلدی مچا رہے ہو! تم ان تباہیوں کو آوازیں دے دے کر بلانے کی بجائے' خدا سے ان سے محفوظ رہنے کا سامان کیوں نہیں طلب کرتے! اس سے نہ صرف یہ کہ تم ان تباہیوں سے محفوظ رہ جاؤ گے بلکہ تمہاری نشوونما کا سامان بھی بافراط مل جائے گا۔

۴۷ اس کے جواب میں وہ کہتے کہ جب سے تم اور تمہارے ساتھی پیدا ہوئے ہیں' ہمارے کانوں میں مسلسل تباہی اور بربادی کی آوازیں پڑنی شروع ہو گئی ہیں۔ (ورنہ' اس سے پہلے' ہم ان الفاظ تک سے ناآشنا تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑے منحوس ہو!

طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾
قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا
وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾
فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

اس پر صالحؑ ان سے کہتا کہ تم پر یہ "نحوست" (تباہی اور بربادی) ہماری وجہ سے نہیں آ رہی۔ یہ تو تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جو خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہو رہا ہے۔ (لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی جب تک) تمہیں عذاب کی کٹھالی میں تپایا نہیں جائے گا۔

۴۸ اس قوم میں نو بڑے بڑے منتخب سردار تھے جن کے ذمے معاشرے کا نظم و نسق تھا۔ وہی ان تمام شرارتوں کی جڑ تھے۔ وہ ملک میں ناہمواریاں پیدا کرتے رہتے تھے اور قوم کو کبھی اصلاح کی طرف آنے نہیں دیتے تھے (حقیقت یہ ہے کہ قوم کا دارومدار ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کے ہاتھ میں اقتدار و اختیار اور نظم و نسق ہو۔ وہی عوام کو بگاڑتے ہیں اور انہی کے سنوارنے سے معاشرہ سنورتا ہے)۔

۴۹ (چونکہ جس نظامِ عدل کی طرف صالحؑ دعوت دیتے تھے اس سے ان اربابِ اقتدار کی مفاد پرستیوں پر زد پڑتی تھی' اس لئے وہی سب سے زیادہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی میٹنگ بلائی اور) آپس میں کہا کہ قسم اٹھاؤ کہ ہم سب مل کر صالح اور اس کے ساتھیوں پر رات کو حملہ کریں گے۔ اور ہم مقتولین کے ورثاء کے سامنے صاف مکر جائیں گے اور کہدیں گے کہ ہم نے انہیں ہلاک ہوتے دیکھا تک نہیں۔ اور ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

۵۰ وہ ادھر یہ تدبیر سوچ رہے تھے۔ اور ہم اپنے قانونِ مکافات کی رو سے' ایک اور تدبیر کر رہے تھے جس کا انہیں شعور و احساس تک نہ تھا۔

۵۱ سو تم دیکھو کہ ان کی تدبیر کا انجام کیا ہوا اور خدا کی تدبیر نے کیا کیا؟ (صالحؑ اور اسکی جماعت تو صحیح و سلامت رہی) اور وہ مفسدین' اور ان کی قوم' سب تباہ و برباد ہو گئے۔

۵۲ یہ ہیں ان کی بستیاں جو آجتک ویران پڑی ہیں۔ اور یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ لوگوں پر ظلم کرتے تھے۔

وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ

اس سرگزشت میں ان لوگوں کے لئے سامانِ عبرت ہے جو علم و بصیرت سے کام لیتے ہیں۔

۵۳ (وہ تباہ ہو گئے اور) وہ لوگ جو قوانین خداوندی کی صداقت پر ایمان لائے تھے، اور ان کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، اُن کے شر سے محفوظ رہے۔

۵۴ اسی طرح لوطؑ کی سرگزشت ہے جس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم سب کچھ دیکھتے بھالتے، سمجھتے سوچتے، اس قدر کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کرتے ہو!

۵۵ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم، جنسی خواہش کی تسکین کے لئے، عورتوں کو چھوڑ کر، مردوں کی طرف آتے ہو۔ یہ کتنی بڑی جہالت کی بات ہے۔

۵۶ اس کی قوم کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا، بجز اس کے کہ انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ لوطؑ کی جماعت کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کیا جائے۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں! (ایسے "پاکبازوں" کا ہم جیسے "سیاہ کاروں" میں بھلا کیا کام!)۔

۵۷ لیکن ہم نے لوطؑ اور اس کے ساتھیوں کو، اُن کے دستِ تطاول سے محفوظ رکھا۔ بجز لوطؑ کی بیوی کے، جس کے خیالات کے پیشِ نظر پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ وہ لوطؑ کا ساتھ نہیں دیگی۔ بلکہ پیچھے رہ جانے والی جماعت میں شامل رہے گی۔

۵۸ چنانچہ اُس قوم پر کوہ آتش فشاں سے پتھروں کی بارش ہوئی ــــــ کس قدر بری تھی وہ بارش جو ان لوگوں پر برسی، حالانکہ انہیں اس کے متعلق پہلے سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ (لیکن انہوں نے تو اپنا شیوہ بنا لیا تھا کہ لوطؑ کی ہر بات کی مخالفت اور تکذیب کرنی ہے)۔

۵۹ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں، یہ حقیقت تمہارے سامنے بے نقاب ہو جائے گی کہ خدا کا قانونِ مکافات کس قدر درخورِ حمد و ستائش ہے جو ظلم کرنے والوں کو تباہ کر دیتا ہے، اور جو لوگ اُس کے قوانین کی محکومیت اختیار کرتے ہیں، اُنہیں، اِن ظالمین کے گروہ سے الگ

اَصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

کرکے امن وسلامتی میں رکھتا ہے۔ (اگر خدا کا قانونِ مکافات نہ ہوتا تو جو گروہ ایک دفعہ کسی طرح قوت حاصل کر لیتا وہ دوسروں پر ظلم واستبداد کئے جاتا اور کوئی اُسے رد کرنے والا نہ ہوتا)۔

اس کے بعد سوچو کہ کیا خدا (کے قانونِ مکافات) کا غلبہ اور اقتدار بہتر ہے یا ان قوتوں کا جنہیں یہ لوگ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں!

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ

---

۶۰ اس حقیقت کی شہادت کے لئے کہ کائنات میں قانون صرف خدا کا کارفرما ہے۔ کسی اور کا قانون اس میں شریک نہیں' ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو پیدا کیا ہے۔ جو تمہارے فائدہ کے لئے بادلوں سے بارش برساتا ہے۔ پھر اُس پانی سے نہایت خوشنما باغات اُگاتا ہے۔ تمہارے لئے تو یہ ممکن نہیں تھا کہ خدا کے ان عطیات (زمین - پانی - ہوا - روشنی - حرارت) کے بغیر ان درختوں کو اُگا سکتے۔

اب بتاؤ کہ کیا یہاں قانونِ خداوندی کے اختیار و اقتدار کے علاوہ کسی اور کا اقتدار و اختیار بھی کارفرما ہے؟ کیا اس کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ بھی ہے؟ (اگر یہ لوگ اس پر خالی الذہن ہو کر غور کریں تو اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو کہ یہ سب کچھ خدا اور صرف خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے' اس لئے کائنات میں کوئی اور ہستی ایسی نہیں جسے اِلٰہ قرار دیا جاسکے)۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ لوگ سیدھے راستہ پر چلنے کے بجائے' اپنے جذبات کے تابع' ایک طرف کو جھک جاتے ہیں اور یوں کجروی اختیار کر لیتے ہیں۔

۶۱ پھر ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے زمین کو (باوجود اس کی اس قدر تیز گردش کے) ایسا بنا دیا جس پر ہر شے نہایت عمدگی سے ٹھہر سکتی ہے۔ اور اس کے اندر دریا بہا دیئے۔ اور

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

بلند پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ اور دو دریاؤں کے درمیان روک کا سامان پیدا کر دیا۔ ($\frac{۲۵}{۵۴}$)۔

اب بتاؤ کہ کیا کوئی اور ہستی بھی ایسی ہے جس کا اقتدار اس تمام نظم و نسق میں شریک ہو؟ جب کوئی اور اس میں شریک نہیں تو خدا کے ساتھ کوئی اور الٰہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ لوگ علم و بصیرت سے کام نہیں لیتے (اور محض توہم پرستی اور جہالت کی بنا پر غلط راستے اختیار کر لیتے ہیں)۔

۶۲ پھر ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے کہ جب کوئی محکوم اور مجبور قوم، اپنی پریشانیوں میں اس کے قانون کو پکارتی ہے تو وہ اُس کی پکار کا جواب دیتا ہے (اور کہتا ہے کہ اُن کی پریشانیوں کا علاج اُس کے پاس ہے)۔ اور جب وہ اُس کے مطابق عمل کرتی ہے تو اُس کی مشکلات کو دور کر دیتا ہے اور اس طرح تمہیں حکومت و مملکت عطا کر دیتا ہے ($\frac{۲۴}{۵۵-۵۴}$)۔

اب بتاؤ کہ کیا خدا کے قانون کے علاوہ کسی اور کا قانون بھی ہے جو یہ کچھ کر سکتا ہو؟ لیکن ان میں بہت تھوڑے ہیں جو اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں؟

۶۳ پھر ان سے پوچھو کہ جب تم رات کی تاریکیوں میں، صحراؤں یا سمندروں میں سفر کرتے ہو تو وہ کون ہے جو (ستاروں کی روشن قندیلوں سے) تمہاری راہ نمائی کرتا ہے (اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی)۔

اور وہ کون ہے جو اُس بارش سے پہلے جو مخلوق کے لئے سامانِ پرورش اپنے دامن میں لاتی ہے، ہواؤں کو بھیجتا ہے جو اُس (بارش) کی آمد کا مژدہ جانفزا سناتی ہیں۔

بتاؤ کہ خدا کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جس کا قانون یہ سب کچھ کرتا ہے؟ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ خدا کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے ساتھ اور قوتوں کو بھی شریک کیا جائے!

۶۴ ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو ہر شے کی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے، اور پھر اسے گردشیں دے کر مختلف ارتقائی مراحل میں سے گزارتا ہوا اس کی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ وہ کون ہے جس کا

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

ع ۱

نظامِ ربوبیّت، فضا کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں کے باہمی تعاون سے، تمہارے لئے سامانِ رزق پیدا کرتا ہے۔

بتاؤ کہ خدائے واحد کے قانون کے علاوہ کسی اور کا قانون و نظام بھی یہ کچھ کر سکتا ہے! اگر تم سمجھتے ہو کہ ایسا ہو سکتا ہے تو اپنے دعوےٰ کی تائید میں دلیل و برہان پیش کرو (اس لئے کہ ہمارا ہر دعوےٰ دلیل و برہان پر مبنی ہے اس لئے اس کی تردید بھی دلیل و برہان ہی سے کرنی ہوگی — اور دلیل و برہان تم کوئی پیش نہیں کر سکتے۔ ۲۳/۱۱۷)۔

۶۵ (ان لوگوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ یہ زندہ انسان تو ایک طرف، مُردوں تک کو کارِ خداوندی میں شریک سمجھتے ہیں)۔ ان سے کہو کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو امور پردۂ خفا میں ہیں، (اور ان کا تعلق عالمِ محسوسات سے نہیں) ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور مُردے تو خود اپنے متعلق بھی اتنا نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے، (چہ جائیکہ وہ علمِ خداوندی میں شریک ہوں۔ ۱۶/۲۱)۔

۶۶ جہاں تک آخرت کی زندگی کا تعلق ہے، اس کے متعلق نوعِ انسان کو، وحی کے ذریعہ مسلسل اور پیہم علم حاصل ہوتا رہا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اس باب میں شک کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کئے ہیں۔

۶۷ اور کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے آباء و اجداد، مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کر کے اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟

۶۸ (اس کے بعد طنزاً کہتے ہیں کہ) ہمیں بھی ایسا ہی کہا جا رہا ہے، اور ہمارے آباء و اجداد سے بھی ایسا ہی کچھ کہا جاتا تھا۔ (نہ وہ ابھی تک زندہ ہوئے، نہ ہی ہم میں سے جو مر گیا اسے ہم نے زندہ ہوتے دیکھا) اس لئے یہ محض اگلے وقت کے لوگوں کی بیان کردہ کہانیاں ہیں، جو اس طرح دہرائی جا رہی ہیں۔ ان کی حقیقت کچھ نہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾

---

۶۹ (اسی بنا پر یہ خدا کے قانونِ مکافات سے بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جو ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہماری غلط رَوش کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا - یہ بھی یونہی دھمکی ہے) ان سے کہو کہ دنیا میں چلو پھرو اور (اقوامِ گذشتہ کی بستیوں کے کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتاؤ کہ) جن اقوام نے انسانیت کے خلاف جرائم کی رَوش اختیار کر رکھی تھی ان کا انجام کیا ہوا؟ (کیا وہ کامیاب و کامران رہیں یا تباہ و برباد ہو گئیں؟)-

۷۰ (اے رسول! تو ان لوگوں تک صحیح بات پہنچائے جا اور) اس سے افسردہ خاطر مت ہو کہ (یہ لوگ اس صحیح بات کو مانتے کیوں نہیں) نہ ہی تو ان کی ان تدابیر اور سازشوں کے احساس سے' جو یہ لوگ تیرے اور تیرے مشن کے خلاف سوچتے اور کرتے ہیں' دل گرفتہ ہو- (یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے- آخر الامر کامیابی تمہاری ہی ہوگی)-

۷۱ یہ لوگ تجھ سے بار بار کہتے ہیں کہ جس آنے والی تباہی کی تم دھمکی دیتے ہو' اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ تباہی کب آئے گی-

۷۲ ان سے کہو کہ جن تباہیوں کے متعلق تم اس قدر جلدی مچا رہے ہو' ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض' بالکل تمہارے ساتھ ہی پیچھے چلی آ رہی ہوں-

۷۳ (اعمال اور ان کے نتائج میں مہلت کا وقفہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ) خدا کا قانون' نوعِ انسان سے نرمی اور کشائش برتنا چاہتا ہے- (اس کا منشاء یہ ہے کہ اس دوران میں' یہ لوگ اپنی غلط رَوش کو چھوڑ کر' صحیح راستہ اختیار کر لیں اور اس طرح تباہی سے بچ جائیں) لیکن اکثر لوگ اس مہلت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں- (اپنی غلط روش چھوڑتے نہیں' اور اُلٹے خدا کے قانونِ مکافات کے خلاف اعتراضات کرنے لگ جاتے ہیں)-

۷۴ (لیکن یہ باتیں بھی محض ان کے کہنے کی ہیں- ان کے دل میں کچھ اور ہی چور چھپا بیٹھا ہے- یہ اپنی مفاد پرستیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے-) تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنے

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۷۵﴾ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَإِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

دل میں کیا چھپاتے ہیں اور ظاہر کیا کرتے ہیں۔

۷۵ (انہی کے دل کے راز کیا؟) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کوئی بھی راز ایسا نہیں جو علمِ خداوندی سے چھپا ہوا ہو۔ سب کچھ قانونِ خداوندی کے نوشتے میں موجود ہے ——— اور وہ نوشتہ بڑا واضح ہے۔

۷۶ (اسی نوشتۂ خداوندی کا ایک حصہ اس قرآن کے اندر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ (قرآن) اُن امور کو بھی وضاحت سے بیان کر دیتا ہے جن میں یہ بنی اسرائیل (یہودی) ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔

۷۷ قرآن کا یہی مقام ہے جس کی وجہ سے یہ ہر اس قوم کے لئے جو اس کی صداقت پر یقین رکھے صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور اُسے ——— سامانِ نشوونما عطا کرتا ہے ——— اُنکی طبیعی زندگی اور انسانی صلاحیتوں دونوں کی نشوونما کا سامان۔

۷۸ (لیکن اگر یہ لوگ اس کی صداقت پر ایمان نہیں لائیں گے اور اپنی غلط روش پر اڑے رہیں گے تو) وہ اپنے قانونِ مکافات کی رُو سے ان کے معاملات کا فیصلہ کر دے گا۔ وہ اپنے توانین کو نافذ کرنے کی پوری پوری قوت رکھتا ہے۔ اور اس کے فیصلے علم و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ یونہی اندھا دھند نہیں ہو جاتے۔

۷۹ لہٰذا (اے رسول!) تو اپنے خدا کے محکم اور غیر متبدل قوانین پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہوئے آگے بڑھتا جا اور اس پر یقین رکھ کہ تو ایسی راہ پر گامزن ہے جو واضح طور پر حق و صداقت کی راہ ہے۔

۸۰ (اور اس سے کبیدہ خاطر مت ہو کہ یہ لوگ تیری آواز پر جو یکسر حق و صداقت کی آواز ہے کان کیوں نہیں دھرتے۔ تیری دعوت علم و برہان پر مبنی ہے۔ اس پر وہی غور کر سکتا ہے جو عقل و بصیرت سے کام لے۔ جو اپنے جذبات کے طوفان میں غرق ہو کر سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے وہ تمہاری آواز کو کیسے سنے گا۔ لہٰذا تم اس سے افسردہ خاطر مت ہو کہ یہ تمہاری آواز کو کیوں نہیں

وَمَآ أَنتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝٨١ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝٨٢ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝٨٣ حَتّٰى إِذَا جَآءُو قَالَ أَكَذَّبْتُم بِاٰيٰتِى وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٨٤

سنتے- تم زندہ انسانوں کو سنا سکتے ہو) مردوں کو نہیں سنا سکتے- نہ ہی انہیں سنا سکتے ہو جو بہرے ہوں' اور اس پر کیفیت یہ ہو کہ جب انہیں بات سننے کے لئے بلایا جائے تو منہ پھیر کر چل دیں- (۳۶/۷)-

۸۱ نہ ہی تو ان اندھوں کو سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے (جو آنکھیں کھول کر چلنا ہی نہ چاہیں)-

تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو (سننے کے لئے آمادہ ہوں- اُن سے جو کچھ کہا جائے اس پر غور و فکر کریں- اور اس طرح 'علیٰ وجہ البصیرت) ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان لائیں اور انکے سامنے سر تسلیم خم کر دیں-

۸۲ (ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جو قوم ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین نہیں رکھتی اور غلط روش زندگی اختیار کر لیتی ہے' اور ان کے) اعمال کے ظہور نتائج کا وقت آجاتا ہے' تو ملک میں کوئی شخص یا جماعت یا کوئی دوسری قوم' اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور آہنی نشتر سے ان کی فصد کھول دیتی ہے جس سے ان کی سرکشی کے سرسام کا علاج ہو جاتا ہے- (ہو سکتا ہے کہ یہ فصد کھولنے والی جماعت' نظام خداوندی کی علمبردار ہو- اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سرکش قوتوں کی باہمی جنگ سے ان کی فصدیں کھل جائیں (۶/۲۵)-

۸۳ اسی قاعدے کے مطابق' تاریخ میں ایسے ادوار اور مواقع بھی آئیں گے کہ کسی ایک قوم یا پارٹی کے اٹھنے کے بجائے' مختلف جماعتیں یا قومیں' ایک بار اٹھ کھڑی ہوں اور اس طرح ایک عالمگیر جنگ ہو جائے جس میں ان تمام قوموں کی فوجیں جو ہمارے قوانین کی تکذیب کرنے والی ہوں' حصہ لیں- اس باہمی ٹکراؤ سے وہ کمزور ہو جائیں اور اس طرح فساد انگیزی سے رک جائیں-

۸۴ چنانچہ جب اس طرح باہمی تصادم سے ان کی قوتیں کمزور ہو جائیں گی اور وہ اس حالت میں

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ

سامنے آئیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم ہمارے قوانین کی اندھا دھند تکذیب کرتے رہے اور انہیں کبھی علم و بصیرت سے سمجھنے کی کوشش نہ کی (۱۷/۳۶)۔ اب (جبکہ تم نے ان قوانین سے سرکشی برتنے کا انجام خود دیکھ لیا ہے) ذرا سوچو کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟

۸۵ الغرض ان کے ظلم و استبداد اور سرکشی اور خودسری کی بنا پر خدا کے قانونِ مکافات کا اٹل فیصلہ ان کے خلاف صادر ہو جائے گا اور وہ آگے سے کچھ بول ہی نہیں سکیں گے۔

۸۶ (حیرت ہے کہ خدا کے کائناتی قوانین کی کارفرمائی ان کے سامنے ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ذرا غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ بڑے بڑے کائناتی قوانین کو چھوڑ دو۔ دن اور رات کی عام گردش تو ہر روز ان کے سامنے رونما ہوتی ہے) دن روشن ہوتا ہے اور اس کے بعد رات آجاتی ہے جو تمام سرگرمیوں کو خاموش اور ساکن کر دیتی ہے (یہ کچھ ٹھیک ایک قاعدے اور قانون کے مطابق واقع ہوتا رہتا ہے جس میں کبھی کوئی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہوتی)۔ جو لوگ خدا کے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے اس ایک (بظاہر معمولی سی) بات میں حقیقت تک پہنچنے کی نشانیاں ہیں —— اس حقیقت تک پہنچنے کی کہ جس طرح کائنات میں رات اور دن کی گردش کے لئے ایک غیر متبدل قانون مقرر ہے اسی طرح قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات کے لئے بھی اٹل قوانین مقرر ہیں)۔

۸۷ (انہی قوانین کے مطابق وہ عالمگیر ٹکراؤ ہوگا جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اُس وقت) جنگ کے بگل بجیں گے۔ اور اس قدر دہشت طاری ہوگی کہ تمام اہلِ کائنات سراسیمہ ہو جائیں گے بجز اُن کے جن کی روش زندگی خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوگی (۳۹/۶۸)۔ اُس وقت تمام سرکش قومیں بے دست و پا ہو کر قانونِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں گی[1] (۶/۲۰؛ ۹۹/۱؛ ۱۰۲/۲۰؛ ۶۸/۳۹)۔

۸۸ اور تم بڑے بڑے اکابرین روزگار کو دیکھو گے —— جن کے متعلق تمہارا گمان یہ تھا کہ ان کی قوت بڑی مستحکم ہے۔ انہیں اپنے مقام سے کون ہلا سکتا ہے —— وہ اس طرح کمزور و ناتوان ہو جائیں گے جس طرح بادلوں کو ہوا کے جھونکے ادھر اُدھر لئے پھرتے ہیں۔ یہ سب کچھ

[1] آیات ۸۷-۹۰ کا تعلق حیاتِ اُخروی سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ان کے مفہوم کا اطلاق اُس زندگی کے انقلاب پر ہوگا۔ (دیکھئے ۱۰۰/۲۳)۔

تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾

خدا کے قانون مکافات کے مطابق ہوگا - اس خدا کے قانون کے مطابق جس نے ہر شے کو نہایت درست اور مستحکم انداز سے بنایا ہے - (لہٰذا انسانوں کے خود ساختہ قوانین و نظام حیات خدا کے قوانین کے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے) - وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو اور تمہارے ان اعمال کا نتیجہ کیا ہوگا -

۸۹ اُس دور میں جو قوم حسن کارانہ انداز سے متوازن نظام خداوندی پر کاربند ہوگی اُسے اُس کی کوششوں سے بھی زیادہ خوشگواریاں حاصل ہوں گی - اور وہ لوگ اس انقلاب کی ہولناک پریشانیوں سے امن میں رہیں گے - (۲۱/۱۰۳ ؛ ۳۴/۳۷) -

۹۰ اور جو لوگ ناہمواریاں پیدا کرنے والے غلط نظام پر مصر رہیں گے وہ اُس تباہی میں اوندھے منہ جھونک دیئے جائیں گے جو انسان کی متاعِ حیات کو جلا کر راکھ کر دے گی (اور ان سے کہا جائیگا کہ) یہ اُن اعمال کا فطری نتیجہ ہے جو تم کرتے تھے —— تمہارے اعمال خود یہ تباہی بن کر تمہارے سامنے آ رہے ہیں -

۹۱ (ان حقائق کی تبیین کے بعد اے رسول! ان سے کہہ دو کہ) مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس خدا کے احکام و قوانین کی پوری پوری اطاعت کروں جس نے اس شہر (مکہ) کو تمام نوعِ انسان کے لئے واجب الاحترام بنایا ہے - (کیونکہ اس نے وجہ قیام انسانیت بننا ہے - ۵/۹۷) -

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے خدا کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے - اسی لئے مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اُس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے تگ و تاز کروں -

۹۲ یعنی میں اس قرآن کا اتباع کرتا جاؤں -

(اے رسول! تم خود یہ کرو اور اس کے بعد ان لوگوں سے کہہ دو کہ یاد رکھو) تم میں سے

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

جو شخص میرے پیچھے سیدھی راہ پر چلے گا' اس کا فائدہ خود اُسی کو ہوگا۔ اور جو غلط راستے پر چلے گا (اس کا نقصان وہ خود اٹھائے گا)۔ میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں واضح طور پر بتادوں کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوگا۔

۹۳ اور ان سے کہدو کہ (تم جس قدر مخالفت کرنا چاہتے ہو کرلو۔ وہ نظام قائم ہو کر رہے گا جو) خدا کی حمد و ستائش کی جیتی جاگتی تصویر ہوگا۔ وہ اس طرح واضح طور پر اپنی نشانیاں تمہارے سامنے لے آئے گا جس سے تم پہچان لوگے (کہ ہاں یہ وہی معاشرہ ہے جس کی بابت تم سے کہا جاتا تھا۔ دوسری طرف جو تباہی تمہارے اوپر آئے گی وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوگی۔ کیونکہ) خدا کا قانونِ مکافات' تمہارے تمام اعمال سے اچھی طرح واقف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④

---

۱ خدائے ذی الطّول وسمیع وعلیم کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ اُس ضابطۂ حیات کے قوانین ہیں جو نہایت واضح اور روشن ہے۔

۳ اس میں ہم تمہیں موسٰیؑ اور فرعون کی داستانِ آویزش کا کچھ حصہ سناتے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہے، اور جس میں اِن لوگوں کے لئے سامانِ بصیرت ہے جو ہمارے قوانین کی صداقت پہ ایمان رکھتے ہیں۔

۴ واقعہ یہ تھا کہ فرعون نے اپنی مملکت میں بڑی سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے اپنی قوت کو مستحکم رکھنے کے لئے ملک کے باشندوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اور ان میں سے ایک پارٹی (بنی اسرائیل) کو کمزور سے کمزور تر کرتا چلا جاتا تھا۔ اس کے لئے اُس کی پالیسی یہ تھی کہ وہ اس قوم کے ان افراد کو جن میں اسے جوہرِ مردانگی نظر آتے، ذلیل و خوار کر کے غیر مؤثر بنا دیتا اور جو ان جوہروں سے عاری ہوتے، انہیں ابھارتا اور آگے بڑھاتا رہتا۔ اس طرح وہ اس قوم کے اندر ناہمواریاں پیدا کر کے، ان کی قوت کو توڑتا چلا جاتا (۴/۴۴ ؛ ۴/۱۴ ؛ ۲۸/۴۵)۔

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴿٥﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ﴿٦﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ﴿٨﴾

اور یہ بات ایک فرعون پر ہی منحصر نہیں تھی- ملوکیت کا خاصہ ہی یہ ہوتا ہے (۲۷/۳۴)- اور فرعون بھی انہی میں سے تھا-

۵ چنانچہ اس کی سرکشی اور فساد انگیزی کے پیشِ نظر ہمارے قانونِ مکافات کا فیصلہ یہ تھا کہ جس قوم کو وہ اس قدر کمزور کئے جا رہا تھا' اسے ہماری نعمتوں سے نوازا جائے- یعنی انہیں ملک کی سرداری عطا کر دی جائے اور ایک خطۂ زمین کا مالک بنا دیا جائے-

۶ جہاں ان کی اپنی حکومت ہو- اور فرعون' اور اس کے مذہبی پیشواؤں کے سردار' ہامان' اور ان کے سب لاؤ لشکر کو وہ کچھ دکھا دیا جائے جسے دیکھنے سے وہ اس قدر خائف تھے اور جس سے بچنے کے لئے وہ اس قدر محکم تدابیر اختیار کیا کرتے تھے— یعنی ان کی تباہی اور بربادی-

۷ اس مقصدِ عظیم کے لئے ہم نے ایک پروگرام مرتب کیا- اس کی پہلی کڑی یہ تھی کہ ہم نے (موسیٰؑ کی پیدائش کے بعد' اپنے ایک پیغامبر کی وساطت سے' موسیٰؑ کی ماں کی طرف یہ حکم بھیجا کہ بردست اس بچے کو دودھ پلائے جاؤ' لیکن جب اس کی بابت تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو' تو اسے دریا میں بہا دینا- اور اس خیال سے قطعاً خائف اور مغموم نہ ہونا کہ معلوم میرے بچے پر کیا گزرے)- ہم اس بچے کو پھر تیری طرف لوٹا دیں گے' (یہ صحیح وسلامت رہے گا- اور اس قدر صاحبِ اقبال ہوگا کہ) ہم اسے اپنا رسول بنائیں گے-

۸ (چنانچہ موسیٰؑ کی ماں نے بچے کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیا) اور ایسا ہوا کہ اس صندوق کو خود فرعون کے لوگوں نے دریا سے نکال لیا —— اور اس طرح اسے محفوظ کر لیا "تاکہ وہ' ان کا دشمن بن کر بڑا ہو' اور ان کے لئے غم و حزن کا باعث بنے- حقیقت یہ ہے کہ فرعون اور ہامان' اور ان کے لاؤ لشکر سب مجرم اور خطاکار تھے (اس لئے ان کی تباہی تو خود ان کے جرائم کا فطری نتیجہ تھی- لیکن اسے بروئے کار موسیٰؑ کے ہاتھوں آنا تھا- اگر وہ اس کی

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝

فہمائش پر اپنی غلط روش چھوڑ دیتے تو اس تباہی سے بچ جاتے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا اور تباہ ہوگئے)۔

۹ اس طرح' یہ بچہ فرعون کے محل میں پہنچ گیا۔ جب فرعون کی بیوی نے اسے دیکھا تو فرعون سے کہنے لگی کہ (یہ بچہ بڑا خوبصورت ہے)۔ میں اسے پالونگی تاکہ یہ تیرے اور میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ لہذا' اسے یونہی ضائع نہ کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے لئے فائدہ کا موجب ہو۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔

وہ آپس میں یہ مشورے کر رہے تھے اور نہیں سمجھتے تھے کہ جس بچے کی پرورش وہ اپنے آغوش میں کرنا چاہتے تھے' وہ بڑا ہو کر ان کے حق میں کیا ثابت ہوگا۔!

۱۰ (بچے کو فرعون کے محلات میں چھوڑ کر' ذرا اُمِّ موسیٰؑ کی طرف چلو) اس نے بہانے کو تو بچے کو دریا میں بہا دیا لیکن اس کا دل صبر و سکون سے خالی ہوگیا۔ وہ اس قدر مضطرب و بے قرار ہوگئی کہ اگر ہم اس کے دل کو ثبات و قرار عطا نہ کرتے' اور اس طرح اسے یقین نہ آجاتا کہ جو کچھ اس سے کہا گیا تھا' ویسے ہی ہوگا' تو بعید نہیں تھا کہ وہ سارا راز افشا کر دیتی۔

۱۱ (لیکن ماممتا بہر حال ماممتا ہوتی ہے۔ اس نے اسقدر تسلی تشفی کے باوجود) اپنی لڑکی سے کہا کہ ذرا اس صندوق کے پیچھے پیچھے چلی جا' اور اجنبیوں کی طرح' دُور سے دیکھتی رہ کہ اس پر کیا گذرتی ہے۔ چنانچہ وہ اُسے' اسی طرح' دُور سے دیکھتی رہی' اور فرعون کے لوگوں کو اس کا احساس تک نہ ہونے دیا (کہ وہ صندوق کا پیچھا کر رہی ہے)۔

۱۲ اِدھر یہ ہو رہا تھا۔ اُدھر ہم نے ایسا کیا کہ بچے نے کسی کے دودھ کو منہ تک نہ لگایا۔ (چنانچہ ان کے لئے یہ مسئلہ مشکل بن گیا کہ ان حالات میں بچے کی پرورش کا کیا انتظام کیا جائے۔ اتنے میں موسیٰؑ کی بہن وہاں پہنچ گئی)۔ اُس نے ان سے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کریں' اور ہر طرح اس کے خیر خواہ رہیں؟

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ٘ۗ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٘ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

(ع ۱۴ / ۱ / ۴)

۱۳ چنانچہ اس طرح ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کرے۔ اور دیکھ لے کہ اللہ کا وعدہ کس طرح پورا ہوا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے تو سب وعدے پورے ہوتے ہیں لیکن، اکثر لوگ علم و بصیرت سے کام لے کر اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۱۴ (چنانچہ اس طرح موسیٰ فرعون کے پروردہ کی حیثیت سے بڑھنے پھولنے لگا) جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچا تو ہم نے اسے ہر اعتبار سے متناسب اور متوازن بنا دیا۔ اور اسے علم و دانش سے بھی بہرہ وافر عطا کیا اور معاملات میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے بھی نوازا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی حسن کارانہ انداز سے اعتدال و توازن کی زندگی بسر کریں، اس کا نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱۵ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ موسیٰ (جس کی جائے رہائش شہر سے باہر محلات میں تھی) کسی کام کے لئے شہر میں، ایسے وقت میں آیا جب گلی کوچوں میں گھما گھمی نہیں تھی (علی الصبح۔ یا دوپہر کے قیلولہ کے وقت یا رات گئے)۔ اس نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں — ایک قوم موسیٰ (بنی اسرائیل) کا فرد، اور دوسرا اُس کی دشمن کی قوم (اہل فرعون) میں سے۔ بنی اسرائیل نے اپنے حریف کے خلاف، موسیٰ سے مدد مانگی (موسیٰ نے دیکھا کہ وہ شخص، اس پکارنے والے کے اوپر چڑھتا جا رہا ہے اور قریب ہے کہ اسے مار ہی ڈالے۔ اس لئے) اس نے اسے الگ ہٹانے کے لئے مُکا مارا۔ مارا تو مُکا ہی، لیکن وہ اس پر کچھ اس طرح پڑ گیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ جب موسیٰ نے دیکھا کہ اُس کے مکے نے کیا کر دیا ہے، تو بڑا نادم ہوا، اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ افسوس! میں نے غصہ سے مغلوب ہو کر ایسا کام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغلوب الغضب آدمی اپنا آپ دشمن ہو جاتا ہے، اور وہ صحیح راستے سے اس طرح دور ہٹ جاتا ہے کہ اگر وہ ذرا عقل و ہوش سے کام لے تو

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿١٧﴾ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَن يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾

تو اسے واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ اس کا اقدام کس قدر غلط تھا۔

۱۶ موسٰےؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر بڑی زیادتی کی ہے۔ تو ایسا انتظام کر دے کہ میں اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہوں۔ (میری نیت اسے مار دینے کی نہیں تھی۔ میں نے تو ایک مظلوم کی مدد کرنی چاہی تھی۔ ایسا محض اتفاق سے ہو گیا ہے)۔ چنانچہ اس کے پروردگار نے ایسا کر دیا کہ اس کی ذات اس غلطی کے مضر اثر سے محفوظ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے قانونِ مکافات میں اس کی گنجائش ہے کہ اگر کسی سے غلطی سے کوئی قصور سرزد ہو جائے اور وہ اس کے احساس سے نادم ہو تو) اس کے مضر اثرات کو زائل کر کے اس کی ذات کی نشو و نما کا سلسلہ بدستور رکھا جائے۔

۱۷ موسٰےؑ نے اس اطمینان کے بعد بحضور رب العزت، اظہارِ تشکر کیا اور کہا کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! تو دیکھے گا کہ میں کبھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔

۱۸ دوسرے دن موسٰیؑ پھر شہر میں آیا ـــــ ڈرتا ہوا اور دائیں بائیں دیکھ کر اپنی نگہداشت کرتا ہوا، یہ معلوم کرنے کے لئے کہ شہر میں اس قتل کے متعلق کیا چرچا ہے۔ اس نے اچانک دیکھا کہ وہی شخص جس نے اس سے کل مدد مانگی تھی (کسی اور سے الجھ رہا ہے اور) موسٰےؑ کو پھر مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ موسٰےؑ نے اس سے کہا کہ (پہلے تو میں نہیں جانتا تھا لیکن) اب مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ تو بڑا ہی لڑاکا اور غلط کار ہے۔

۱۹ لیکن جب موسٰےؑ نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ دوسرا شخص پھر قوم فرعون کا فرد ہے (اور اپنی حکومت کے زعم میں اس پر سراسر زیادتی کر رہا ہے ـــ حاکم قوم کے افراد ایسا ہی کرتے ہیں)۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ اس زیادتی کرنے والے کو پکڑ کر الگ کر دے۔

(موسٰےؑ نے جس طرح اس اسرائیلی کو ڈانٹا تھا اور اس میں کل کے واقعہ کا ذکر آ گیا تھا اس سے اس فرعونی نے اندازہ لگا لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے کل اس فرعونی کو مار دیا تھا۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ

چنانچہ اس نے جو دیکھا کہ موسیٰؑ اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے تو وہ چلا اٹھا اور کہا کہ) اے موسیٰؑ! کیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے کل ایک آدمی کو مار دیا تھا' آج مجھے بھی اسی طرح مار ڈالے! معلوم یہ ہوتا ہے کہ تو ملک میں اصلاح نہیں چاہتا' بلکہ اپنی قوت کی دھاک بٹھانا چاہتا ہے۔ (اس کے نزدیک "اصلاح" کے معنی یہ تھے کہ حاکم قوم کے افراد جو کچھ کرنا چاہیں' اس میں مزاحمت نہ کی جائے' بلکہ ہر مقام پر محکوم قوم کے افراد کو دبایا اور ڈانٹا جائے' اور انہی کو مجرم قرار دیا جائے!)۔

۲۰ (معلوم ہوتا ہے کہ کل کے قتل کا چرچا عام ہو گیا' اور چونکہ معاملہ محض ایک فرد کے قتل کا نہیں تھا' بلکہ کچھ سیاسی نوعیت کا تھا' اس لئے اسے اہمیت حاصل ہو گئی۔ حتیٰ کہ سرداران شہر نے اسے اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا' اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ موسیٰؑ کو اس جرم کی پاداش میں سزائے موت دیدی جائے۔ ان میں ایک شخص' جو موسیٰؑ کا بہی خواہ تھا' شہر کے اس حصے سے جو آبادی سے دور دراز تھا (یعنی سول لائنز سے' جہاں اکابرین شہر اور ارباب حل و عقد کے مکانات ہوتے ہیں)۔ دوڑتا ہوا آیا اور موسیٰؑ سے کہا کہ امرائے دربار فرعون' تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔ تم یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ۔ میں یہ بات محض تمہاری خیر خواہی کے لئے کہہ رہا ہوں۔

۲۱ چنانچہ موسیٰؑ یہ سن کر خائف ہوا' اور اپنی حفاظت اور نگرانی کرتا ہوا' وہاں سے نکل پڑا۔ وہ خدا سے دعائیں مانگتا تھا کہ بارالہا! مجھے اس ظالم قوم کی دراز دستی سے محفوظ رکھیو۔

۲۲ چنانچہ اس نے چلتے چلتے مدین کا رخ کیا' کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہاں پہنچ کر کوئی ایسا راستہ ضرور نکل آئے گا جس سے وہ فرعونیوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے اور آئندہ زندگی امن و سلامتی سے گزار سکے۔

۲۳ جب وہ مدین کے پیاؤ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں لیکن' کچھ دور دو لڑکیاں ہیں جو اپنی بکریوں کو روک رہی ہیں کہ وہ پیاؤ کی طرف بڑھنے نہ پائیں۔ موسیٰؑ نے ان لڑکیوں سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ دوسرے لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ تمہاری بکریاں پیاس کی وجہ سے' پانی کی طرف دوڑ دوڑ کر آنا چاہتی ہیں۔ لیکن تم انہیں روک رہی ہو کہ وہ پانی کی طرف نہ جانے پائیں!

أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾

انہوں نے کہا کہ جب تک یہ چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر لے نہ جائیں' ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں۔ (اس لئے کہ یہ لوگ بڑے بڑے جتھوں کے مالک اور صاحبِ قوت ہیں' اور ہمارا کوئی آدمی نہیں) صرف ایک باپ ہے جو بہت بوڑھا ہے۔ (اس لئے ہماری کیا مجال ہے کہ جس وقت اِن کی بکریاں پانی پی رہی ہوں' ہم اپنی بکریوں کو آگے بڑھنے دیں۔ اِن کی بکریاں سیر ہو کر پانی پی لیں۔ اس کے بعد اگر کچھ پانی بچ رہے گا تو ہماری بکریوں کے حصے میں بھی آجائے گا!)۔

(موسٰی نے دل میں کہا کہ — "بہر زمینے کہ رفتیم آسماں پیداست" — مصر سے بھاگا تھا کہ وہاں فرعونیوں کی بالادست قوم نے' اپنی قوت کے بل بوتے پر' اسرائیلیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ یہاں پہنچا تو معاملہ وہاں سے بھی زیادہ تاسف انگیز نظر آیا۔ وہاں' ایک قوم' دوسری قوم کے افراد کو تنگ کرتی تھی۔ یہاں ایک ہی قوم کے افراد کی یہ حالت ہے کہ بالادست طبقہ' کمزوروں کو رزق کے سرچشموں کے قریب نہیں آنے دیتا)۔

۲۴ موسٰی' بالادستوں کی اس دھاندلی' اور کمزوروں کی بے بسی کو کس طرح برداشت کر سکتا تھا؟ وہ اٹھا۔ ان کی بکریوں کو ہانک کر گھاٹ پر لے گیا اور انہیں پانی پلا دیا۔ اس کے بعد پھر اسی درخت کے نیچے آ بیٹھا' جہاں پہلے بیٹھا تھا۔ اور اپنے خدا کے حضور عرض کیا کہ اے میرے نشوونما دینے والے! (میں وہاں سے نکلا تھا کہ کسی ایسے خطۂ زمین میں پناہ لوں جہاں کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہوتی ہو۔ لیکن اس دنیا میں تو ہر جگہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس لئے ان لوگوں سے بھی مجھے بھلائی کی کوئی امید نہیں ہو سکتی)۔ لہٰذا' اب تیری طرف سے جو بھلائی بھی مجھے مل سکے' میں اس کا محتاج ہوں۔

۲۵ (وہ ان خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس نے دیکھا کہ) ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی' حیا سے سمٹتی سمٹاتی' اس کی طرف آ رہی ہے۔ اس نے آ کر موسٰیؑ سے کہا کہ میرے والد نے آپ کو بلایا ہے تاکہ ہماری بکریوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں جو کچھ آپ نے کیا ہے' اس کا کچھ معاوضہ دے۔ چنانچہ جب موسٰی اس مردِ بزرگ کے پاس پہنچا اور اپنی سرگزشت سنائی تو اس نے کہا کہ

قَالَتْ إِحْدٰىهُمَا يٰٓأَبَتِ اسْتَـْٔجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَـْٔجَرْتَ الْقَوِىُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّىٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰىٓ أَن تَأْجُرَنِى ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِى وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوٰنَ عَلَىَّ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوسَى الْأَجَلَ

ڈرو نہیں۔ تم یہاں، اس ظالم قوم کی گرفت سے بالکل محفوظ رہو گے۔

۲۶ اس کی لڑکیوں میں سے ایک نے کہا کہ اباجان! اس نوجوان کو اپنے ہاں کام کاج کے لئے ملازم کیوں نہ رکھ لیا جائے؟ اس قسم کے ملازموں میں دو بنیادی خوبیوں کا ہونا ضروری ہے —— یعنی یہ کہ وہ طاقتور ہو اور دیانتدار —— (اس میں دونوں خوبیاں دکھائی دیتی ہیں۔ طاقتور تو یہ نظر آتا ہے۔ باقی رہی اس کی دیانتداری۔ سو جس بے غرضی سے اس نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے، وہ اس کی دیانتداری کی زندہ شہادت ہے)۔

۲۷ (اس شیخ بزرگ نے معاملہ پر غور کیا۔ موسیٰؑ کو اپنے پاس ٹھہرا کر اچھی طرح اطمینان کر لیا۔ اس کے بعد موسیٰؑ کے سامنے ایک تجویز رکھ دی)۔ اس نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی لڑکیوں میں سے ایک کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم کم از کم آٹھ سال تک یہیں رہو گے۔ اگر تم آٹھ کی بجائے دس سال تک رہ سکو تو یہ تمہاری طرف سے اضافہ ہو گا۔ اس دوران میں میں تمہارے کام کی اجرت بھی دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر کسی قسم کی سختی کروں۔

یہ تو رہی معاملہ کی بات، جسے معاملہ کی طرح طے ہونا چاہئے۔ باقی رہا میرا سلوک، تو تو مجھے، انشاءاللہ، اچھے لوگوں میں سے پائے گا۔

۲۸ موسیٰؑ نے کہا کہ بہت اچھا۔ تمہارے اور میرے مابین یہ معاملہ طے ہوا۔ میں چاہوں تو دس سال کی مدت پوری کروں۔ لیکن اگر میں آٹھ سال کے بعد چلا جانا چاہوں، تو اس سے مجھ پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہو گی۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر میرا خدا، شاہد اور ضامن ہے۔

۲۹ جب موسیٰؑ نے اپنی مدتِ ملازمت پوری کر لی تو اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر مدین سے روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے (رات کے وقت) طور (پہاڑ) کی جانب، دور سے آگ دیکھی اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم ذرا یہیں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں جاتا ہوں۔ شاید وہاں سے راستے کی کچھ خبر مل جائے۔ یا (کم از کم) میں تمہارے لئے آگ کا انگارہ ہی لے آؤں

وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۖ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣١﴾ اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ۖ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٣٢﴾

تاکہ تم لوگ اسے تاپ سکو۔ (اس سے رات تو کٹ جائے گی)۔

۳۰ جب وہ وہاں پہنچا تو' وادی کے دائیں کنارے' اس بابرکت زمین کے ایک درخت کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰؑ! یہ آواز تمہارے خدا کی طرف سے آرہی ہے جو تمام اقوامِ عالم کا نشوونما دینے والا ہے (۲۷ ۸—۷)۔

۳۱ (پھر موسےٰؑ کو مختلف احکام وہدایات دے کر کہا کہ' ان احکام کو' جو تیرے لئے زندگی کا محکم سہارا اور وجہ جامعیت ہیں' فرعون کے سامنے پیش کرو۔ موسےٰؑ نے جب پیش نظر مہم اور ان احکام وہدایات پر غور کیا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ وہ ایک مہم نہیں' جیتا جاگتا سانپ ہے جسے پکڑنے کا اسے حکم دیا جا رہا ہے۔ موسیٰؑ نے اپنے خیال میں اس مہم سے ہٹنا چاہا اور فرعون کی طرف جانے سے خائف ہوا۔ اس پر آواز آئی کہ اے موسیٰؑ! ڈرو نہیں۔ اس مہم کو نہایت اطمینان سے سنبھال لو۔ تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ (۷ ۱۰۸—۱۰۷ ؛ ۲۰ ۲۴—۱۷ ؛ ۲۶ ۳۳—۳۲ ؛ ۲۷ ۱۲—۱۰)۔

۳۲ پھر موسےٰؑ کو ایسے احکام دیئے جن میں حسنِ عمل کے خوشگوار نتائج کی خوشخبریاں تھیں۔ نیز ان تمام احکام کی تائید میں روشن اور تابناک دلائل وبراہین۔ اس سے کہا کہ ان دلائل کو نہایت دلجمعی سے پیش کرنا۔ لوگوں کے لئے یہ بہت خوش آیند ہوں گی۔ ان میں سے کوئی بات بھی ان کے لئے ناگواری کا باعث نہیں ہوگی۔ اگر کہیں خوف کا مقام آئے تو وہاں پھڑ پھڑانا نہیں' بلکہ اپنے بال و پر سمیٹ کر پوری جمعیتِ خاطر سے' مقابلہ کے لئے تیار رہنا۔ اور اپنی جماعت کی تنظیم اچھی طرح سے کرنا (۱۵ ۸۸)۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۳۳﴾ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۷﴾

یہ دونوں قسم کے احکام (منذرات و مبشرات) تیرے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اس کے اہل دربار کے لئے واضح دلائل ہیں۔ (انہیں ان کے سامنے پیش کرو) وہ لوگ بڑے ہی غلط راستے پر چل رہے ہیں۔

۳۳ موسٰیؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میرے ہاتھوں ان کا ایک آدمی مرگیا تھا۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے گرفتار کرکے قتل کردیں گے۔

۳۴ (دوسری بات یہ ہے کہ ایک عرصہ دراز تک شہری آبادی سے دور رہنے کی وجہ سے میری زبان بھی ایسی صاف نہیں رہی کہ میں دربار فرعون کے لوگوں سے فصیح و بلیغ گفتگو کرسکوں)۔ میرا بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے۔ اُسے میری امداد کے لئے میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ جو کچھ میں کروں یا کہوں وہ میری تائید و تصدیق کرتا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ ضرور میری تکذیب کریں گے۔

۳۵ خدا نے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے بھائی کو تمہارے ساتھ بھیج کر اُسے تمہارا دست و بازو بنادوں گا۔ اور تم دونوں کو ایسا غلبہ عطا کروں گا کہ ان لوگوں کا ہاتھ تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تم ان احکامات کو لے کر ان کی طرف جاؤ تو سہی۔ تم دونوں اور جو لوگ تمہارا اتباع کریں گے یقیناً اہل فرعون پر غالب رہیں گے۔

۳۶ چنانچہ جب موسٰیؑ ہمارے قوانین کو لے کر ان کے پاس گیا تو انہوں نے چھوٹتے ہی کہہ دیا کہ یہ سب جھوٹ پر مبنی من گھڑت باتیں ہیں۔ ہم نے ایسی باتیں اپنے آباء و اجداد سے کبھی نہیں سنیں۔ (اس لئے ہم انہیں ماننے کے لئے تیار نہیں)۔

۳۷ موسٰیؑ نے کہا کہ (یہ بھلا کوئی دلیل ہے کہ چونکہ یہ باتیں تم نے اپنے آباء و اجداد سے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى فَأَوْقِدْ لِى يَٰهَٰمَٰنُ عَلَى ٱلطِّينِ فَٱجْعَل لِّى صَرْحًا لَّعَلِّىٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّى لَأَظُنُّهُۥ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿۳۸﴾ وَٱسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذْنَٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۴۰﴾

نہیں سنیں اس لئے یہ سب جھوٹ ہیں۔ باقی رہا تمہارا یہ اعتراض کہ میں نے یہ باتیں اپنی طرف سے خود وضع کی ہیں اور انہیں منسوب کر رہا ہوں خدا کی طرف۔ تو تم ان باتوں کو پرکھ کر دیکھو کہ یہ کیسی ہیں۔ جہاں تک ان کے منجانب اللہ ہونے کا تعلق ہے) میرا نشو ونما دینے والا خوب جانتا ہے کہ کون فی الواقعہ اس کی طرف سے قوانین لے کر آتا ہے (اور کون اس کی طرف غلط باتیں منسوب کرتا ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ) انجام کار کامیابی کس کی ہوگی۔ اس لئے کہ اس کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ اس کے قوانین سے سرکشی برتیں (یا اس کی طرف غلط باتیں منسوب کریں) وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۳۸ فرعون نے اپنے اہل دربار سے کہا کہ (موسیٰؑ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ محض "مذہبی" گفتگو نہیں۔ یہ تو گہری سیاست ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اقتدار و اختیار، سروری اور حاکمیت سب خدا کے لئے ہے۔ کسی اور کے لئے نہیں۔ لیکن) میں اپنی مملکت میں، تم لوگوں کے لئے، اپنے اقتدار و اختیار کے علاوہ، اور کسی کا اقتدار نہیں جانتا۔

اس کے بعد اس نے ہامان سے استہزاءً کہا کہ یوں کرو کہ پزاوہ میں اینٹیں پکاؤ۔ پھر ان اینٹوں سے میرے لئے ایک بہت بلند محل تعمیر کراؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر، موسیٰؑ کے خدا تک پہنچوں اور دیکھوں کہ وہ کیسا ہے!

بہرحال میں اسے، اس کے دعوے میں جھوٹا سمجھتا ہوں، اس لئے اس کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (۴۰/۲۴)۔

۳۹ بہرحال فرعون نے موسیٰؑ کی کسی بات کو توجہ کے قابل نہ سمجھا اور اپنے لاؤ لشکر سمیت، ملک میں ظلم و استبداد کی روش پر بدستور قائم رہا۔ وہ لوگ اپنی قوت کے نشہ میں اس قدر بدمست تھے کہ انہیں اس کا خیال تک بھی نہیں آتا تھا کہ ان سے کوئی بازپرس کرنے والا ہے، حالانکہ ان کا ہر قدم ہمارے قانونِ مکافات کی طرف اٹھ رہا تھا (جس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے)۔

۴۰ چنانچہ ہم نے، اپنے قانونِ مکافات کی رو سے اُسے اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا اور انہیں

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

سمندر میں غرق کر دیا۔ سو تم دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھی تھی۔

۴۱ ظلم و ستم بھی ایسا کہ وہ اس باب میں ان لوگوں کے امام (لیڈر) تھے جو انسانیت کو تباہی اور بربادی کے جہنم کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ (اور ان کے ساتھ خود بھی جہنم میں جا گرتے ہیں۔ اور (ظلم کے) نتائج کے وقت ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

۴۲ اس روش پر چلنے والوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی محرومیاں ان کے پیچھے لگی رہتی ہیں (یعنی اگرچہ وہ مفاد عاجلہ حاصل کر لیتے ہیں لیکن آخر الامر وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ جاتے ہیں) اور قیامت میں بھی وہ زندگی کی شادابیوں سے دور رکھے جائیں گے اور ذلّت و خواری کی زندگی بسر کریں گے۔

۴۳ (انسانی تاریخ میں یہ پہلی قوم نہیں تھی جو اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے تباہ ہوئی تھی)۔ ان سے پہلے بہت سی قومیں ہلاک ہو چکی تھیں۔ اور موسٰے ان کے بعد قوم فرعون کی طرف آیا تھا۔ اسے ہم نے ایسا ضابطۂ حیات دیا تھا جس میں لوگوں کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیلیں تھیں۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ وہ لوگ اسے اپنے سامنے رکھ کر زندگی کے صحیح راستے پر چلیں اور اس طرح ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی چلی جائے۔

۴۴ (اے رسول! یہ باتیں تمہیں وحی کے ذریعے بتائی جا رہی ہیں۔ ورنہ) جب ہم نے موسٰے کی طرف وحی بھیجی ہے تو کیا تو اُس وادی کے غربی جانب کھڑا ان باتوں کو سن رہا تھا؟ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ تو اُس وقت وہاں موجود ہوتا!

۴۵ اس لئے کہ موسٰے کے زمانے اور تمہارے زمانے کے درمیان کئی نسلیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے ایک ایک کی مدّت حیات طویل رہی ہے۔
نہ ہی تو اہلِ مدین کے ہاں موجود تھا کہ تو ان کے سامنے ہمارے اُن احکام کو پیش کرتا

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

(جو ہم نے موسیٰؑ اور شعیبؑ کی وساطت سے بھیجے تھے)۔ اس لئے تمہیں ان امور کا علم ہو نہیں سکتا تھا جب تک ہم تمہیں ان امور سے بذریعہ وحی باخبر نہ کرتے' جس طرح ہم اپنے رسولوں پر وحی بھیجا کرتے ہیں۔

۴۶ نہ ہی تو اُس وقت طور کی طرف کھڑا تھا جب ہم نے موسیٰؑ کو آواز دی تھی لیکن یہ سب کچھ تجھے خدا کی طرف سے بطور رحمت ملا ہے' تاکہ اس کے ذریعے اس قوم کو' جس کی طرف اس سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا (۳۲ : ۳) - غلط روش' زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دے' اور وہ اسے اپنے سامنے رکھ کر صحیح روش زندگی اختیار کر سکیں)۔

۴۷ اور ایسا نہ ہو کہ جب ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی تباہی آئے تو یہ کہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اگر تو نے ہماری طرف بھی کوئی رسول بھیجا ہوتا تو ہم اُس کی بات مانتے۔ اس کی پیش کردہ تعلیم پر ایمان لاتے اور تیرے قوانین کا اتباع کرتے۔

۴۸ (ہم نے اس مقصد کے لئے تمہیں ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا)۔ لیکن جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچ گیا تو یہ (بجائے اس کے کہ اس پر غور و فکر کرتے) کہنے لگے کہ جس طرح موسیٰؑ پر ایمان نہ لانے سے قوم فرعون پر طرح طرح کی تباہیاں آئی تھیں اسی طرح (اس رسول پر ایمان نہ لانے سے) ہم پر تباہیاں کیوں نہیں آتیں جن سے ہم پہچان لیں کہ یہ فی الواقعہ موسیٰؑ کی طرح خدا کا سچا رسول ہے۔

لیکن' ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ قوم فرعون' ان تباہیوں کے باوجود' موسیٰؑ پر ایمان نہیں لائی تھی۔ انہوں نے صاف کہدیا تھا کہ موسیٰؑ اور اس کا بھائی ہارونؑ' دونوں فریب کار اور باطل پرست ہیں۔ انہوں نے' ان کی پیش کردہ تمام کی تمام تعلیم کو ٹھکرا دیا تھا۔

لہذا' تباہیوں کو دیکھ کر یہ کیسے ایمان لے آئیں گے؟

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾

۴۹ (ان سے کہو کہ موسیٰؑ کا دعوے یہ تھا کہ اسے خدا کی طرف سے ایک ایسی کتاب ملی ہے جو زندگی کی صحیح راہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے (۲۸/۴۳)۔ اب یہی دعوے میرا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے یہ کتاب ملی ہے جو اسی قسم کی خصوصیات کی حامل ہے۔ اب اگر تم کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو خدا کی طرف سے ہو' اور قرآن سے بہتر راہ نمائی دینے والی ہو۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ کتاب موسیٰؑ سے بھی بہتر راہ نمائی دینے والی ہے۔ (۲۸/۴۳) — تو میں اس کا اتباع کرنے لگ جاؤں گا۔ (اس میں گروہ بندانہ تعصب کی کوئی بات نہیں۔ مقصد تو قوانین خداوندی کے اتباع سے ہے۔ وہ جہاں بھی اپنی اصلی اور سچی شکل میں موجود ہوں' ان کا اتباع کرنا چاہیئے۔ لیکن وہ اب قرآن کے علاوہ اور کہیں نہیں)۔ تم اگر اپنے دعوے میں سچے ہو (تو اس جیسی کوئی اور کتاب لاکر دکھاؤ)۔

۵۰ اگر یہ لوگ تمہارے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیں (اور یہ جواب دے ہی کیا سکتے ہیں۔ (۳/ ۲۴—۲۴)۔ تو پھر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ لوگ (حقیقت کے متلاشی نہیں۔ محض) اپنے جذبات اور مفاد پرستیوں کا اتباع کرتے ہیں۔

(جذبات کوئی بری چیز نہیں ہیں جن کا اتباع جرم قرار پا جائے۔ لیکن جذبات کو ہمیشہ ہدایتِ خداوندی کے تابع رکھنا چاہیئے)۔ جو شخص خدا کی راہ نمائی کو چھوڑ کر اپنے جذبات کے پیچھے لگ جاتا ہے' اس سے زیادہ راہ گم کردہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اس قسم کے لوگ' جذبات اور ہدایتِ خداوندی کو اپنے اپنے مقام پر نہیں رکھتے — ہدایتِ خداوندی سے بے اعتنائی برت کر جذبات کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں — ایسے لوگوں کو صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کیسے مل سکتی ہے؟

۵۱ (یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ کتاب موسےٰ بھی خدا کی طرف سے صحیح راہ نمائی دینے والی تھی' تو) ہم نے' شروع سے اخیر تک (نوحؑ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک) وحی کی تعلیم میں ایک خاص ربط رکھا ہے۔ اس کی ہر اگلی کڑی' پچھلی کڑی سے ملتی چلی آ رہی ہے۔ (اسی طرح' اس قرآن کی تعلیم میں بھی — باوجود اس کے کہ یہ ایک لمبی مدت میں جا کر تکمیل تک پہنچا ہے — ایک خاص ربط موجود ہے' اور اس کی ہر کڑی ایک دوسری سے ملتی چلی جاتی ہے)۔ یہ اس لئے کہ لوگ اسے سامنے رکھ کر زندگی کے صحیح راستے پر چلیں۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ہُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِہٖۤ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾

۵۲ (قرآن کی یہی خصوصیت ہے ——— یعنی یہ کہ اس کی تعلیم سابقہ آسمانی کتابوں کی، صحیح اور سچی تعلیم کی تائید کرتی ہے اور اس کے اپنے اندر بھی خاص نظم و ربط ہے ——— جس کی بنا پر) وہ لوگ جو اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں کے ماننے والے ہیں، (جب اس پر غور و فکر کرتے ہیں تو) اس کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں۔ (اور اسی طرح ایمان لاتے رہیں گے)۔

۵۳ چنانچہ جب ان کے سامنے قرآن پیش کیا جاتا ہے تو یہ اس کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں کہ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ ہم چونکہ اس اصول کو پہلے ہی مانتے تھے کہ اتباع صرف خدا کی وحی کا ہونا چاہیئے (اور یہ حقیقت ہم پر روشن ہو گئی ہے کہ اب وحیٔ خداوندی اپنی منزہ شکل میں صرف اس کتاب کے اندر ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں)۔

۵۴ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دوہرا اجر ملا ہے۔ ایک اس لئے کہ جب تک قرآن نازل نہیں ہوا، یہ اپنی کتاب کی ان سچائیوں پر عمل کرتے رہے جو انسانی تحریف سے بچ رہی تھیں۔ اور دوسرا اس لئے کہ جب ان کے سامنے قرآن آیا تو انہوں نے، اس کشادہ نگہی سے اسے قبول کیا اور پھر پوری استقامت سے اس پر جم کر کھڑے ہو گئے۔ (یہ منزل بڑی کٹھن تھی اس لئے کہ جن لوگوں کے پاس پہلے سے کوئی کتاب نہ ہو، ان کا کسی نئی کتاب پر ایمان لے آنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ پہلے سے کسی خاص مشرب کے پابند ہوں اور اسے منزل من اللہ سمجھتے ہوں، ان کے لئے نفسیاتی طور پر مشکل ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب یا مشرب و مسلک کو چھوڑ کر جسے وہ سچے دل سے منزل من اللہ سمجھتے ہوں کسی دوسری کتاب اور مشرب پر ایمان لے آئیں۔ ایسا وہی کر سکتا ہے جو تعصب سے ہٹ کر، پہلے اپنے اندر اتنی وسعتِ ظرف پیدا کرے کہ اس، دوسری کتاب کا مطالعہ خالی الذہن ہو کر علم و بصیرت کی روشنی میں کرے، اور جب یہ دیکھ لے کہ وہ کتاب واقعی صحیح راہ نمائی دیتی ہے، تو پوری جرأت کے ساتھ اس کی صداقت پر ایمان لے آئے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی، اپنے سابقہ ہم مشربوں کی طرف سے سخت مخالفت ہو گی۔ اس لئے، اُسے اس مخالفت کا نہایت استقامت سے مقابلہ کرنا ہو گا[1])۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انسانوں کی خود ساختہ غلط تعلیم کی پیدا کردہ

[1] فٹ نوٹ صفحہ ۸۹۰ پر دیکھئے۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾

ناہمواریوں کو صحیح تعلیم کی رو سے نہایت حسن کارانہ انداز سے دور کرتے ہیں (۱۳/۲۲)۔ اور جو کچھ انہیں دیا جاتا ہے اسے نوعِ انسان کی عالمگیر پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔

۵۵ وہ ہر وقت اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کا وقت اور توانائی لغو اور بیہودہ باتوں میں ضائع نہ ہو۔ اگر انہیں کبھی اتفاق سے ایسے مقام سے گزرنا پڑے جہاں لغو باتیں ہو رہی ہوں تو وہ ان سے اعراض برتیں گے اور وہاں سے نہایت شریفانہ انداز سے دامن بچا کر گزر جائیں گے (۲۵/۷۲)۔ اور ان لوگوں سے کہدیں گے کہ تمہارے کاموں کے نتائج تمہارے لئے ہیں۔ ہمارے کاموں کے ہمارے لئے۔ لہذا جو کچھ تم کرتے ہو ہم اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ ہماری تمہارے لئے بھی یہی کوشش ہوگی کہ تمہیں ہر طرح سے سلامتی حاصل ہو جائے۔ لیکن ہم سب کچھ دیکھتے بھالتے خود جہلا کے زمرے میں شامل نہیں ہونا چاہتے۔

۵۶ (اے رسول!) تمہارا فریضہ یہی ہے کہ تم صحیح بات لوگوں تک پہنچاتے جاؤ۔ باقی رہا لوگوں کو راہ راست پر چلا دینا۔ سو یہ تمہاری ذمہ داری نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات تمہارے بس کی ہے ہی نہیں کہ) ہر وہ شخص جس کے متعلق تم چاہتے ہو کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے' بالضرور اس راستے کو اختیار کرے۔ (۲/۲۷۲)۔ صحیح راستے پر وہی چل سکتا ہے جو خود اس راستے پر چلنا چاہے (جو عقل و فکر سے کام نہ لے اور اندھوں کی طرح آنکھیں بند کئے ایک رستہ پر چلتا جائے' وہ راہ راست پر کس طرح آ سکتا ہے؟ ۱۰/۹۹)۔ خدا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس طرح' عقل و فکر سے کام لے کر' صحیح راستہ کون لوگ اختیار کرتے ہیں۔

۵۷ یہ قریش' یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم نے تمہارے ساتھ مل کر یہ نیا مسلک اختیار کر لیا تو لوگ

---

[1] سوال کسی نئی کتاب پر ایمان لانے ہی کا نہیں۔ اگر کوئی قوم اپنی منزل من اللہ کتاب کی تعلیم کو چھوڑ کر انسانوں کا خود ساختہ مسلک اختیار کرلے' تو اس مسلک کو چھڑا کر اسے کتاب اللہ کی طرف لانا بھی سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسی کہ خود ہماری (مسلمانوں کی) مثال ہمارے سامنے ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾

ہمارے دشمن ہو جائیں گے' اور ہمیں اُچک کر لے جائیں گے۔

ان سے کہو کہ کیا ہم نے انہیں حرم کے پاس اس طرح نہیں بسا رکھا کہ یہاں ہر طرح کا امن بھی ہے' اور چاروں طرف سے مختلف قسم کے پھل (وغیرہ) بھی کھنچے چلے آتے ہیں' جو ہماری طرف سے' ان کے لئے' سامانِ رزق ہے۔ سو جس خدا نے تمہارے لئے' اس وقت' اس قسم کا انتظام کر رکھا ہے' اگر تم اس کے نظام کا اتباع کرو گے' تو کیا وہ تمہیں مصیبتوں اور خطروں میں ڈال دے گا؟ یہ کیسی واضح بات ہے' لیکن اکثر لوگ ایسی واضح بات کو بھی نہیں سمجھتے!

۵۸ باقی رہا یہ خیال کہ (اس وقت جماعتِ مومنین کے مخالفین کا گروہ' بڑی قوتوں اور ثروتوں کا مالک ہے اس لئے یہ ہمیں نقصان پہنچائے گا' تو ان سے کہو کہ تم ذرا اقوامِ سابقہ کی تاریخ کو سامنے لاؤ اور دیکھو کہ) ہم نے اپنے قانونِ مکافات کی رُو سے' کتنی ایسی قوموں کو تباہ کر دیا' جنہیں سامانِ زیست کی بڑی فراوانی حاصل تھی اور وہ اس پر بہت اتراتی تھیں۔ سو دیکھو! یہ اُن کے مکانات ہیں' جو' معدودے چند کے علاوہ' اُن کے بعد آج تک آباد ہی نہیں ہوئے۔ اور اُن کے وارث اور مالک ہم ہی ہو گئے۔ (لہٰذا' اگر تمہارے مخالفین' سامانِ زیست کی فراوانی کے گھمنڈ میں حق کی مخالفت کریں گے' تو ان کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا)۔

۵۹ (اس سلسلہ میں ہمارا یہ قاعدہ بھی سن لو کہ) ہم کسی قوم کو یونہی اندھا دھند تباہ نہیں کر دیتے۔ ہم پہلے اس کے مرکزی مقام میں اپنا رسول بھیجتے ہیں جو ان کے سامنے ہمارے قوانین پیش کرتا ہے۔ پھر جب وہ لوگ ان قوانین سے سرکشی اختیار کرتے ہیں' تو ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے تباہ ہو جاتے ہیں۔

ہم کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے بجز اس کے کہ اُس نے ظلم و استبداد پر کمر باندھ رکھی ہو۔

۶۰ (ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دو کہ) جو سامانِ زیست و آرائش تمہیں اس وقت حاصل ہے وہ صرف تمہاری طبیعی زندگی کی متاع ہے۔ وہ اس دنیا سے آگے نہیں جا سکتی۔ اس کے برعکس

أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾

جو متاعِ حیات، قوانینِ خداوندی کے اتباع سے ملتی ہے، وہ تمہارے موجودہ ساز و سامان کے مقابلہ میں بہتر بھی ہوتی ہے اور دیرپا بھی۔ دیرپا اس لئے کہ وہ، دنیاوی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ساتھ جاتی ہے۔ (نظامِ خداوندی کے ماتحت زندگی بسر کرنے سے، دنیاوی ساز و یراق بھی بہتر سے بہتر ملتا ہے۔ اور اس کے ساتھ انسانی ذات کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔ دنیاوی سامان، طبیعی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، لیکن انسانی ذات کی نشوونما یافتہ صلاحیتیں، مرنے کے بعد کی زندگی کو فردوس بداماں بنا دیتی ہیں)۔ اگر تم ذرا عقل و فکر سے کام لو تو اس بات کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئے کہ ان دونوں میں سے کونسا سودا زیادہ نفع بخش ہے۔

۶۱ بات بڑی واضح ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے —— اور ہمارا یہ وعدہ حقیقت بن کر اس کے سامنے آنے والا ہے —— کہ اُسے اس دنیا کی خوشگواریاں اور سرفرازیاں بھی حاصل ہوں گی ([illegible]) اور اس کے بعد کی زندگی کی سربلندیاں بھی — اور دوسرا گروہ وہ ہے جسے اس دنیا کا ساز و سامان تو مل جائے گا لیکن آخرت کی زندگی میں، وہ (مجرموں کی حیثیت سے ہماری عدالت میں) حاضر کیا جائے گا۔

(سوچو کہ ان دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ زیادہ خوش بخت ہے!)۔

۶۲ (وہ گروہ، مجرموں کی حیثیت سے، تنہا حاضر ہوگا۔ ان کا کوئی حمایتی ان کے ساتھ نہیں ہوگا)۔ ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ وہ تمہارے لیڈر اور پیشوا کہاں ہیں جن کی تم، میرے قوانین کو چھوڑ کر، اطاعت کیا کرتے تھے، اور اس طرح انہیں، میری خدائی میں شریک سمجھا کرتے تھے۔

۶۳ دوسری طرف، وہ لیڈر اور مذہبی پیشوا ہوں گے جن کے خلاف، ہمارے قوانین سے سرکشی برتنے کا جرم ثابت ہو چکا ہوگا، وہ کہیں گے کہ بیشک یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا۔ لیکن یہ اس لئے ہوا کہ ہم خود گمراہ تھے۔ یہاں تک تو ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں۔ (باقی رہا یہ کہ یہ ہمارے کہنے سے، ہماری اطاعت کرتے تھے، تو یہ چیز نفسِ واقعہ کے خلاف ہے۔ یہ ہماری اطاعت اس لئے

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

کرتے تھے کہ انہیں اس میں اپنا فائدہ نظر آتا تھا۔ یعنی یہ درحقیقت اپنی مفاد پرستیوں کی اطاعت کرتے تھے)۔ لہٰذا ان کے اس الزام سے ہم بری الذمہ ہیں کہ یہ ہماری اطاعت کیا کرتے تھے۔

۶۴ بہرحال ان متبعین سے کہا جائے گا کہ تم اپنے ان لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں کو بلاؤ جنہیں تم شریک خدائی سمجھا کرتے تھے۔

وہ انہیں بلائیں گے لیکن وہ ان کی بات کا جواب ہی نہیں دیں گے — وہ جواب خاک دیں گے؛ انہیں خود اپنی تباہی سامنے نظر آرہی ہوگی!

اے کاش! یہ لوگ راہ راست پر چلتے (تو آج ان کا یہ حشر کیوں ہوتا)۔

۶۵ پھر خدا ان سے کہے گا کہ (یہ معاملہ تو وہ ہوا جو تمہارے لیڈروں کے ساتھ پیش آیا۔ اب یہ بتاؤ کہ) جب ہمارے رسولوں نے خود تم تک ہماری دعوت پہنچائی تھی تو تم نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا تھا؟

۶۶ (لیکن وہ اُس دن (ظہور نتائج) کی ہولناکی سے اس قدر بدحواس ہونگے کہ) انہیں کوئی بات صاف صاف سجھائی نہیں دے گی — اور یہ حالت کسی ایک کی نہیں ہوگی۔ سب اس پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اس لئے یہ بھی نہیں ہو سکے گا کہ ایک کو بات نہیں سوجھتی تو وہ کسی دوسرے سے پوچھ کر بتا دے۔

۶۷ (ان سے کہدو کہ جب ظہور نتائج کا وقت آگیا تو اُس وقت تمہاری حالت یہ ہو جائے گی۔ لہٰذا تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو۔ ابھی وقت ہے کہ) تم میں سے جو شخص اپنی غلط روش کو چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کرلے اور خدا کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو جائے تو اسے امید رکھنی چاہیئے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جن کی کھیتیاں پروان چڑھیں گی اور ان کی زندگی کامیاب رہے گی۔

۶۸ زندگی کی کامیابی اور ناکامی خدا کے اُس قانون مشیت کے مطابق واقع ہوتی ہے جس کی

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۷۰﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ

رُو سے کائنات کی مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ (ان میں سے جو چیزیں اپنے اندر زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہیں انہیں (قانونِ انتخابِ طبیعی[a] کے مطابق) زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کے لئے، چن لیا جاتا ہے۔ یہ انتخاب، خدا کے مقرر کردہ قانونِ ارتقا کے مطابق ہوتا ہے۔ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نظریوں کے مطابق نہیں ہوتا۔ خدا کا قانونِ حیات اس سے بہت بلند ہے کہ انسانوں کے وضع کردہ نظریات بھی اس میں شریک ہو جائیں۔

(جس قسم کا قانونِ انتخابِ طبیعی، خارجی کائنات میں کارفرما ہے، اسی قسم کا قانون، خود انسانوں پر بھی نافذ ہے۔ اس قانون کے مطابق، مفلحین —— کامیاب و کامران —— وہ ہوتے ہیں جن کی انسانی صلاحیتیں نشو و نما پا چکی ہیں۔ جن کی یہ کیفیت نہیں ہوتی وہ ناکام و نامراد رہتے ہیں)۔

۶۹ یہ قانون ایسا باریک بیں اور جزرس ہے کہ لوگ جو کچھ اپنے دل میں چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، اس کے نزدیک سب برابر ہے۔ (خود طبیعی دنیا میں بھی دیکھئے۔ سنکھیا، بند کمرے کی تنہائی میں، چوری چوری کھایا جائے، یا کھلے بندوں، اس کا اثر ایک جیسا ہوگا!)۔

۷۰ یہ سب کچھ خدا کے اقتدار و اختیار کے مطابق ہوتا ہے۔ کائنات میں اس کے علاوہ، اور کوئی صاحبِ اقتدار نہیں۔ اس کے قوانین کے مطابق عمل پیرا ہونے سے طبیعی زندگی کے قریبی مفاد بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور اخروی زندگی کی خوشگواریاں بھی۔ یہ سرفرازیاں اور خوشگواریاں ایسے حسنِ کارانہ انداز سے ملتی ہیں کہ انہیں دیکھ کر، ہر ایک کی زبان پر بے ساختہ زمزمۂ حمد و ستائش آجائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے کائنات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ ہر معاملہ کا فیصلہ اس کے قانونِ مکافات کی رُو سے ہوتا ہے، اور کوئی شے اس کے احاطہ سے باہر نہیں جا سکتی۔ ہر ایک کا قدم اُسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔

۷۱ (اس بات کا ثبوت —— کہ کائنات کی ہر شے کی نقل و حرکت خدا کے قانون کے مطابق ہو رہی ہے —— بالکل واضح ہے۔ مثلاً) ان سے کہو کہ اگر خدا ایسا کر دیتا کہ رات پڑتی تو مسلسل رات ہی چلی جاتی دن چڑھتا ہی نہیں۔ تو کیا خدا کے علاوہ کوئی قوت ایسی تھی جو تمہارے لئے

[a] LAW OF NATURAL SELECTION

سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

دن کی روشنی مہیا کر دیتی؟

ان سے پوچھو کہ کیا تم سن رہے ہو کہ تم سے کیا کہا جا رہا ہے؟

۷۲ یا اگر ایسا ہوتا کہ دن چڑھتا تو مسلسل دن ہی چلا جاتا۔ رات پڑتی ہی نہیں۔ تو بتاؤ کہ کیا خدا کے علاوہ کوئی قوت ایسی تھی جو تمہارے لئے رات لے آتی تاکہ تم اس میں آرام کر سکتے۔

ان سے کہو کہ کیا تم ان مثالوں پر جو تمہارے سامنے لائی جا رہی ہیں' غور و فکر سے اس نتیجہ تک نہیں پہنچتے کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی کا قانون کارفرما ہے۔ اور وہ خدا کی ذات ہے۔

۷۳ یہ صرف خدا کے نظام رحمت و ربوبیت کا تصدق ہے کہ اس نے رات اور دن کی گردشیں قائم کر رکھی ہیں تاکہ تم رات کے وقت آرام اور دن کے وقت کاروبار کر سکو۔ اور اس طرح' محنت اور آرام' دونوں مل کر تمہاری کوششوں کو بھرپور نتائج کا حامل بنا دیں۔

۷۴ ان مثالوں کے بعد پھر اسی منظر کو سامنے لاؤ جس میں بتایا گیا تھا (۶۲/۲۸) کہ ظہور نتائج کے وقت خدا انہیں پکارے گا اور کہے گا کہ بتاؤ' تمہارے وہ لیڈر اور مذہبی پیشوا کہاں ہیں' جنہیں تم میری خدائی میں شریک سمجھا کرتے تھے؟

۷۵ اور ہم ہر گروہ میں سے' ان کے سرغنوں کو باہر نکال لائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم اپنے مسلک اور دعویٰ کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرو۔ اس وقت وہ جان لیں گے اور تسلیم کریں گے کہ ہاں! حق و صداقت پر مبنی صرف خدا کا قانون ہی تھا جس میں کوئی اور قوت شریک نہیں تھی۔ اور انہوں نے جو اصول اور نظریات خود وضع کر رکھے تھے' وہ سب باطل تھے اس لئے وہ کوئی ٹھوس نتیجہ مرتب نہیں کر سکے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾

---

۷۶ اس کی زندہ شہادت قارون کی سرگزشت ہے۔ وہ قوم موسٰےؑ ہی کا ایک فرد تھا' لیکن اپنی دولت کے بل بوتے پہ خود اپنی قوم کے افراد پر بڑی زیادتی کرتا تھا۔ (ہر سرمایہ دار کی طرح' ان کا خون چوستا تھا)۔ چنانچہ اس طرح اس کے پاس اتنی دولت جمع ہوگئی کہ اس کے خزانوں کو ایک طاقتور جماعت بھی بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ (یا اس کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط' زورآور جماعت کی ضرورت تھی)۔

(اس دولت کے نشہ نے اسے بدمست کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کی قوم (کے باہوش طبقہ) نے اس سے کہا کہ تم اس مال و دولت پر اس قدر اتراؤ نہیں۔ اس کا نتیجہ خراب ہوگا۔ یہ روش قانونِ خداوندی کی رُو سے پسندیدہ نہیں۔

۷۷ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم مال و دولت کو تیاگ کر تارک الدنیا بن جاؤ۔ ہرگز نہیں۔ ہم کہتے یہ ہیں کہ تم اس سے بھی فائدہ اٹھاؤ' لیکن اسے نہ بھولو کہ زندگی صرف اسی دنیا کی زندگی نہیں جس میں انسان کا منتہائے نگاہ مال و دولت جمع کرنا ہے۔ اور بس۔ زندگی اس کے بعد بھی ہے۔ اس مال و دولت سے تم اپنی اُس زندگی کو بھی خوشگوار بناؤ۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح خدا نے تمہاری ہر کمی کو پورا کر کے تمہاری زندگی کو حسین بنا دیا ہے' اسی طرح تم دوسروں کی کمی کو پورا کر کے' ان کی زندگی کو بھی حسین بنا دو۔ اور معاشرہ میں ناہمواریاں مت پیدا کرو ۔۔۔ کہ تم امیر سے امیر تر بنتے جاؤ اور دوسرے لوگ غریب سے غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ اسی کو فساد کہتے ہیں۔ اور فساد پیدا کرنے والوں کو خدا کبھی پسند نہیں کرتا ۔۔۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو روش قانونِ خداوندی کی رُو سے پسندیدہ نہیں اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۷۸ اُس نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کو میرے معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ یہ دولت

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ

میں نے اپنی ہنرمندی اور چابکدستی سے کمائی ہے۔ اس لئے اسے جس طرح میرا جی چاہے صرف کروں۔ اس میں خدا کے قانون کا کیا عمل دخل ہے؟ اور کسی کو مجھ سے بازپرس کرنے کا کیا حق ہے؟

اے کاش! اُسے معلوم ہوتا کہ اسی قسم کی ذہنیت اور روش نے، اس سے پہلے کتنی قوموں کو تباہ کر دیا تھا جو اس سے زیادہ قوت و حشمت کی مالک تھیں اور انہوں نے مال و دولت بھی اس سے کہیں زیادہ جمع کر رکھا تھا! خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں تباہ کر دیا۔ ان کے یہ جرائم اس قدر بدیہی اور نمایاں تھے کہ اس کی بھی ضرورت نہ پڑی کہ ان جرائم کے متعلق کچھ پوچھ گچھ کی جائے۔ (وہ تباہی ان جرائم کا فطری نتیجہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ داری کے نظام کی بنیادوں میں خرابی کی صورت پنہاں ہوتی ہے)۔

۷۹ ایک طرف یہ لوگ تھے جو قارون کو زندگی کی صحیح روش اختیار کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ بھی تھے جن کے پیشِ نظر صرف اسی دنیاوی زندگی کے مفاد تھے، ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب قارون، کروفر اور شان و شوکت سے باہر نکلتا تو وہ بڑی حسرت سے کہتے کہ اے کاش! جو کچھ قارون کو ملا ہے ہمیں بھی ایسا کچھ مل سکتا! یہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

۸۰ لیکن جن لوگوں کو خدا نے حقیقت کا علم عطا کر رکھا تھا وہ ان سے کہتے کہ کمبختو! تم کس فریب میں مبتلا ہو۔ (اس کی شان و شوکت تو جھوٹے نگوں کی میناکاری ہے)۔ حقیقی خیر و برکت کا موجب وہ مال و اسباب ہوتا ہے جو قانونِ خداوندی کے مطابق ملتا ہے۔ اور وہ ملتا ہے ان لوگوں کو جو اس کے قوانین کی صداقت پر یقینِ کامل رکھیں اور ایسے کام کریں جن سے معاشرہ کے بگڑے ہوئے حالات سنوریں اور اس طرح خود ان کی اپنی ذات میں بھی سنوار پیدا ہو۔ لیکن اس کے لئے بڑے استقلال اور استقامت کی ضرورت ہے۔ (انسان، آئین و ضوابط اور دیانت و امانت کے اصولوں کو چھوڑ کر دولت کمانا چاہے تو چند دنوں میں خزانے بھر سکتا ہے۔ لیکن قاعدے اور قانون کے مطابق کام کرنے سے، دولت حاصل ہونے میں وقت لگتا ہے، اس لئے یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہوتا ہے لیکن اُس کا نتیجہ تباہی اور اس کا انجام خوشگواری ہوتا ہے)۔

۸۱ چنانچہ جب قارون کی بدکرداریوں کے نتائج کے ظہور کا وقت آگیا، تو ہم نے اُسے، اور اسکے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۗ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

مال و متاع سے بھرے ہوئے گھر کو تباہ کر دیا۔ اور اس وقت کوئی گروہ ایسا نہ نکلا جو قانون خداوندی کے مقابلہ میں اس کی مدد کر سکتا۔ نہ ہی اس سے خود ہی ایسا ہو سکا کہ وہ اس تباہی سے بچ نکلتا۔ (سرمایہ دار کی اقبال مندی کے زمانے میں ایسا نظر آتا ہے کہ ایک لشکر ہے جو اس کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دے گا۔ لیکن جب اس پر ادبار آتا ہے تو ایک شخص بھی اس کا ساتھ دینے والا نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس کی ہنرمندی اسے اس تباہی سے بچا سکتی ہے)۔

۸۲ وہ تباہ ہو گیا۔ اور جو لوگ ابھی کل تک اس کے "مقام بلند" کی آرزو کیا کرتے تھے کہنے لگے کہ فی الواقعہ ہماری غلط نگہی تھی جو ہم قارون کے مال و دولت پر رشک کیا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مال و دولت کی تنگی اور فراوانی خدا کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ جو شخص جس قسم کی روش اختیار کرتا ہے اس کے مطابق نتیجہ سامنے آ جاتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا اور ہم بھی وہی روش اختیار کر لیتے جیسے قارون نے اختیار کیا تھا، تو آج ہم بھی اسی طرح تباہ و برباد ہو جاتے۔ اب ہم نے یہ بات علیٰ وجہ البصیرت دیکھ لی ہے کہ جو لوگ دولت کو دبا چھپا کر رکھتے ہیں، اور اسے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کھلا نہیں رکھتے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۸۳ کامیاب وہی ہے جس کا مستقبل کامیاب ہو ـــــ اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی ـــــ اور یہ کامیابی انہی کو حاصل ہو سکتی ہے جو یہ نہیں چاہتے کہ سارا مال و دولت سمیٹ کر معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کریں اور پھر اس دولت کے بل بوتے پر اپنے لئے سوسائٹی میں ایسا مقام حاصل کر لیں جو قانون اور ضابطہ کی دسترس سے بالا ہو۔

یاد رکھو! انجامِ کار کامرانی اور خوشگواری صرف ان کے لئے ہے جو زندگی کے ہر معاملہ میں قانون خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں۔

۸۴ اور وہ قانون یہ ہے کہ جو قوم معاشرہ میں حسن کارانہ انداز سے توازن قائم رکھے گی انہیں

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾

ان کی کوششوں سے بھی زیادہ صلہ ملے گا۔ لیکن جو قوم ناہمواریاں پیدا کرے گی' ان کے یہی اعمال تباہیاں اور بربادیاں بن کر ان کے سامنے آجائیں گے۔

۸۵ یہ ہیں ہمارے وہ غیر متبدل قوانین جو شروع سے اسی طرح چلے آرہے ہیں اور جنہیں (اب' اس قرآن میں' وضاحت سے بیان کرکے' ان کا اتباع تم پر لازم قرار دیدیا گیا ہے۔

(ان قوانین کے پیشِ نظر تمہیں' اے رسول! اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے کہ قریش کے فرعونوں اور قارونوں نے تمہیں اور تمہاری جماعت کو اس قدر تنگ کیا ہے کہ تم حرمِ کعبہ تک کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہو۔ جس خدا کے قوانین ایسے محکم ہیں)۔ وہ تمہیں پھر اس مقام پر واپس لائے گا (اور نہایت شان و شوکت سے لائے گا۔ لہذا' تم خود بھی اطمینان اور سکون سے رہو اور اپنی جماعت کی بھی تسکینِ خاطر کرو' اور ان سے کہو کہ) میرے نشو و نما دینے والے کا قانونِ مکافات خوب جانتا ہے کہ کون زندگی کی صحیح روش پر چل رہا ہے اور کون غلط راستے پر جا رہا ہے۔ (نتائج' آخر الامر' اسی کے مطابق مرتب ہوں گے)۔

۸۶ (لہذا' تمہارے لئے افسردہ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ تم ذرا سوچو کہ) تمہیں اس کی کب امید تھی کہ تم منصبِ رسالت پر فائز ہو گے اور تمہیں یہ کتاب دی جائے گی؟ یہ سب کچھ خدا کی رحمت سے ہوا ہے۔ اس لئے' موجودہ نامساعد حالات میں مایوسی کی کونسی ایسی بات ہے جس کی بنا پر تمہیں اس کی ضرورت لاحق ہو جائے کہ ان (مخالفین) سے مفاہمت کرکے' ان کے پروگرام میں ان کے مددگار بن جاؤ؟

۸۷ یاد رکھو! یہ مخالفین' اس نظام کے قیام کو کبھی روک نہیں سکتے جو ان قوانینِ خداوندی کے مطابق متشکل ہوگا جو تیری طرف نازل کئے گئے ہیں۔ یہ نظام قائم ہو کر رہے گا۔ تمہارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ تم لوگوں کو' خدا کے نظامِ ربوبیت کی طرف دعوت دیتے جاؤ' اور ان لوگوں سے کسی قسم کے سمجھوتے اور مفاہمت کا خیال تک بھی دل میں نہ لاؤ' کیونکہ مفاہمت کے معنی یہ ہوتے ہیں

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۸ۧ

کہ کوئی ملا جلا سا نظام قائم کر لیا جائے جس میں کچھ قوانین خدا کے ہوں اور کچھ انسانوں کے۔ یہ شرک ہے۔ خدا کے قوانین کے ساتھ انسانوں کے خود ساختہ قوانین کس طرح ملائے جا سکتے ہیں؟

۸۸ اس لئے تم کسی دنیاوی اقتدار کو اس کی دعوت نہ دو کہ وہ اقتدارِ خداوندی کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اقتدار و اختیار صرف خدا کا ہے۔ تم نے اسی کے مطابق نظام قائم کرنا ہے۔ یاد رکھو! کائنات کی ہر دوسری اشیاء کی طرح، ذہنِ انسانی کے وضع کردہ نظریات و تصورات بھی ہر آن تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ (۵۵/۲۹)۔ تغیر سے ماورا صرف وحی کا راستہ ہے جو خدا کی متعین کردہ منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ لہٰذا، حکومت صرف قوانین خداوندی کی ہوگی۔ سب فیصلے انہی کے مطابق ہوں گے۔ اور تمہاری ہر حرکت کو اس محور کے گرد گردش کرتا ہوگا۔ تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھنا چاہئے۔ اور یہ سمجھ رکھنا چاہئے کہ تم اپنے ہر کام کے لئے اُس کے سامنے جواب دہ ہو ——— یہی محکم نظامِ حیات ہے۔ (۱۲/۱۴)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ﴿۳﴾

۱-۲

خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

(کفر و ایمان کی کشمکش اب اس مقام تک آ پہنچی ہے جہاں فریقین کو ان کے انجام و عواقب سے واضح طور پر آگاہ کر دینے کی ضرورت ہے۔ پہلے اُس گروہ کو لو' جو ہمارے قوانین کی صداقت کا اقرار کرتا ہے)۔

کیا یہ لوگ ایسا سمجھے بیٹھے ہیں کہ محض اتنا کہہ دینے سے کہ ہم خدا پر ایمان لے آئے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ اب جو جی میں آئے کرو۔ تم نے مطالبہ پورا کر دیا ہے! اگر یہ ایسا سمجھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ تم نے بالکل غلط سمجھا ہے۔ (یہ تو انسانوں کی خودساختہ عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ تم مسیحؑ کے کفارہ پر ایمان لے آؤ تو نجات ہو جائے گی۔ اس کے لئے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ غلط ہے (۲/۲۱۴ ؛ ۳/۱۴۱ ؛ ۹/۱۶ ؛ ۳۳/۱۰)۔

۳

اِن سے پہلے' جن لوگوں نے ہمارے قانون کی صداقت کا اقرار کیا' وہ محض زبانی اقرار سے چھوٹ نہیں گئے۔ انہیں کشمکش حق و باطل کی کٹھالی میں تپایا گیا تاکہ یہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے کہ ان میں سے کون اپنے دعوائے ایمان میں سچا ہے اور کون یونہی زبان سے دعویٰ کرتا ہے اور عمل میں پورا نہیں اترتا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ④ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ⑥ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑦ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧

(ان لوگوں سے کہدو کہ کامیابی مسلسل جدوجہد سے ہوگی اور اس کے لئے بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوگی)۔

۴ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو (ہمارے قوانین کو جھوٹا سمجھ کر) معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ ہماری گرفت سے بچ کر آگے نکل جائیں گے؟ اگر یہ ایسا سمجھ رہے ہیں تو (ان سے کہدو کہ) تمہارا یہ فیصلہ بہت برا اور خود فریبی پر مبنی ہے۔

۵ پھر اس پہلے گروہ میں سے ان لوگوں کو (جو اس توقع پر سختیاں جھیلتے اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں کہ) انہیں قانون مکافات کا سامنا کرنا ہے اور وہ اپنے ہر عمل کے لئے خدا کے حضور جوابدہ ہیں۔

ان سے کہدو کہ جس انقلاب کے لئے وہ یہ سب کچھ برداشت کر رہے ہیں، وہ انقلاب آکر رہے گا۔ یہ خدا کا اٹل فیصلہ ہے، وہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

۶ ان سے یہ بھی کہدو کہ یہ جو اس قدر جدوجہد اور سعی و کاوش کر رہے ہیں، تو اس کا فائدہ خود انہی کی ذات کے لئے ہے۔ اس سے خدا کا کچھ نہیں سنورتا۔ وہ ساری کائنات سے مستغنی ہے۔ وہ اس کا محتاج ہی نہیں کہ کوئی شخص اس کے لئے کچھ کرے۔

۷ جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں اور پھر صلاحیت بخش کام کرتے ہیں تو اس سے ان کی اپنی ذات، اور معاشرہ کی ناہمواریاں دور ہو جاتی ہیں، اور ان کے اعمال کا بدلہ نہایت حسن کارانہ انداز سے ملتا ہے۔

۸ (یہ ہے وہ بنیادی اصول جس کے مطابق ان دونوں گروہوں کی تفریق و تقسیم ہوگی۔ اس میں قبیلہ، خاندان یا رشتہ داری کا کوئی سوال نہیں ہوگا۔ انسان کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار اس کے ماں باپ ہوتے ہیں)۔ ہم نے ان کے متعلق بھی یہی حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُم بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُم مِّن شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾

لیکن اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تم خدا کے اقتدار و اختیار میں ان کو شریک سمجھو ——— ان کا ایسا کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی خدائی میں شریک ہو سکے ——— تو تم انکی بات بھی مت مانو (۳۱/۱۴ ـــ ۱۵)۔ تم ہر معاملہ میں خدا کے سامنے جواب دہ ہو۔ وہی تمہیں یہ بتائے گا کہ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہے؟

۹ جو لوگ اس طرح بلا شرکتِ غیرے، قوانینِ خداوندی پر ایمان لائیں گے، اور صلاحیت بخش کام کریں گے، تو ہم انہیں ان لوگوں کے زمرے میں داخل کر لیں گے جن کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہو گئی ہے۔

۱۰ اب ایک اور گروہ سامنے آتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن عملاً یہ حالت ہے کہ جب انہیں نظامِ خداوندی کے قیام کے سلسلہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مخالفین کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف کو یوں سمجھتے ہیں گویا وہ خدا کی طرف سے آیا ہوا عذاب ہے۔ (چنانچہ ہر جگہ اس کی شکایت کرتے پھرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم اِن لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس گئے)۔ لیکن، اگر تمہیں خدا کی طرف سے فتح و کامرانی حاصل ہو جائے، تو سب سے آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ ہم تو بجان و دل، تمہارے ساتھ ہیں۔

(یہ جو اس قسم کی فریب دہی کی کوشش کرتے ہیں تو) کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ خدا، لوگوں کے دلوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے۔

۱۱ (اور پھر ان کا یہ فریب، چھپا ہوا کب تک رہ سکتا ہے؟ ابھی کوئی اور صبر آزما مرحلہ سامنے آجائے گا تو یہ حقیقت کھل جائے گی کہ) سچے ایمان والے کون ہیں، اور منافق کون!

۱۲ جو لوگ نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں وہ جماعتِ مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے راستے پر چلو تو تمہاری تمام فروگزاشتوں اور کوتاہیوں کی ذمہ داری ہم اپنے سر پر لیتے ہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾ وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ

یہ سراسر جھوٹے ہیں۔ یہ ان کی کوتاہیوں اور فروگزاشتوں میں سے کسی کی ذمہ داری اپنے سر پہ نہیں لیں گے۔

۱۳ یہ ان کی ذمہ داری اپنے اوپر کیا لیں گے؟ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کی پشت پر خود ان کی خطاکاریوں کا بوجھ بھی ہے اور اس کے ساتھ' ان لوگوں کی خطاکاریوں کے بوجھ کا ایک حصہ بھی (جنہیں یہ بہکا کر غلط راستے پر لے جاتے ہیں $\frac{16}{25}$)۔ ذرا ظہورِ نتائج کا وقت آنے دو۔ اُس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ جن باتوں کو یہ اپنے جی سے گھڑ کر لوگوں کو بہکاتے تھے ان کی حقیقت کیا تھی؟

۱۴ (یہ باتیں جو ان کی طرف سے ہو رہی ہیں کچھ نئی نہیں۔ کشمکشِ حق و باطل کا یہ سلسلہ شروع سے ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھو۔ اس میں تمہیں سب سے پہلے، نوحؑ کی سرگزشت ملے گی جسے ہم نے اُس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ اس کا دور ساڑھے نو سو برس تک رہا۔ اس کے بعد دورِ ابراہیمیؑ شروع ہو گیا[1]۔

اُس کی قوم نے اُس کی دعوت کی سخت مخالفت کی۔ نتیجہ یہ کہ انہیں طوفان نے آ پکڑا۔ وہ بڑے ہی سرکش اور مستبد لوگ تھے۔

۱۵ وہ غرق ہو گئے۔ اور نوحؑ اور اس کے ساتھیوں کو' جو کشتی میں سوار ہو گئے تھے' ہم نے اس تباہی سے محفوظ رکھا۔

اس واقعہ میں اقوامِ عالم کے لئے ہمارے قانونِ مکافات کی صداقت کی نشانی ہے (جو یہ بتاتی ہے کہ سرکش اور ظالم اقوام کا حشر کیا ہوا کرتا ہے)۔

۱۶ اسی طرح ابراہیمؑ کی داستان بھی ہے جس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم قوانینِ خداوندی کی اطاعت

---

[1] اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی عمر دو سو سال کی تھی (سنۃ کے معنی سال کی چار فصلوں میں سے ایک فصل کے ہیں۔ اس اعتبار سے ایک ہزار فصلوں کے اڑھائی سو سال ہوئے۔ ان میں سے پچاس سال نکال دیئے تو باقی دو سو سال رہ گئے۔ یا یہ معنی بھی کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال کی تھی جن میں سے پچاس سال (زمانہ قبل از نبوت) آرام کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد سختیوں کا زمانہ شروع ہو گیا۔ یہ بہرحال قیاسات ہیں۔ جب تاریخی تحقیقات کسی یقینی نقطہ تک پہنچیں گی تو اس کا حتمی مفہوم سامنے آ جائے گا۔

اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا
وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ
وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ

کرو اور ان کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے بچو۔ اگر علم و بصیرت سے کام لو تو تمہیں نظر آجائے گا کہ جس روش کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں، وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔

۱۷ تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو (یہ کس قدر شرفِ انسانیت کے منافی ہے کہ انسان خود اپنے ہاتھوں کی تراشیدہ مورتیوں کو اپنا آقا تسلیم کر لے)۔ پھر ان کے متعلق جھوٹے افسانے وضع کر کے (انہیں عقیدتمندوں میں پھیلاتے رہتے ہو۔ حالانکہ) حقیقت یہ ہے کہ تم، خدا کو چھوڑ کر جنہیں اپنا معبود بناتے ہو انہیں اس کی مقدرت ہی نہیں کہ تمہیں رزق پہنچا سکیں۔ تم (دیوتاؤں اور بتوں سے رزق مانگنے کے بجائے) رزق کی طلب اور تلاش، قوانین خداوندی کے مطابق کرو۔ ان کی اطاعت کرو (اور جب تمہیں ان کی رُو سے رزق ملے تو) بدرگاہ رب العزت سپاس گزار ہو (کہ اس نے تمہیں اس ذلت سے بچا لیا جو ان افسانوی دیوتاؤں اور خود تراشیدہ مورتیوں کے سامنے جھکنے اور گڑگڑانے سے، تم پر مسلط تھی)۔

یاد رکھو! دنیا میں تمام اعمال کے نتائج، قوانین خداوندی کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ کائنات کی کوئی شے اس کے احاطے سے باہر نہیں۔ تمہارا ہر قدم اس کی طرف اٹھ رہا ہے اور اسی کے سامنے تم جوابدہ ہو۔

۱۸ اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو (تو اس لئے نہیں کہ تم نے علم و بصیرت کی بنا پر، پرکھ کر دیکھ لیا ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ غلط ہے۔ تم محض تقلیداً ایسا کر رہے ہو یعنی چونکہ تم سے پہلی قوموں نے ایسی روش اختیار کی تھی اس لئے تم بھی انہی کا اتباع کرتے ہو۔ (لیکن تمہاری تکذیب کے ڈر سے میں اپنے فریضۂ پیغام رسانی سے باز نہیں آسکتا)۔ رسول کا تو منصب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ واضح طور پر قوانین خداوندی کو دوسروں تک پہنچا دے۔

۱۹ (میں جو کچھ کہتا ہوں، اس کے سوا کیا ہے کہ کائنات میں تمام اختیار و اقتدار خدا کا ہے کسی اور کا نہیں۔ اگر تم تقلید کی روش چھوڑ کر غور و فکر سے کام لو تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اللہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَاۗىِٕهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ يَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

کس طرح ایک چیز کی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ (اس کی اولیں شکل کیا ہوتی ہے) پھر کس طرح اُسے مختلف گردشیں دے کر ارتقائی مراحل طے کراتا ہوا آگے لیجاتا ہے (تاآنکہ وہ اپنی اس منزل تک پہنچ جاتی ہے جہاں تک پہنچانا اسے مقصود ہوتا ہے) اور یہ سب کچھ قوانین خداوندی کی رُو سے نہایت آسانی سے ہوتا چلا جا رہا ہے۔

۲۰ (پھر ہم نے ابراہیمؑ سے کہا کہ) ان سے کہو کہ (اگر تم میری بات یوں نہیں مانتے تو) ذرا دنیا میں چل پھر کر دیکھو اور غور کرو کہ مختلف اشیائے کائنات کی پیدائش کی ابتدا کیسے ہوتی ہے۔ پھر وہ کس طرح (خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق) نئی نئی زندگیاں اختیار کئے جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ خدا کے مقرر کردہ پیمانوں کے مطابق ہوتا ہے۔

۲۱ (یہی قانونِ نشوونما انسانی زندگی پر بھی حاوی ہے' اس فرق کے ساتھ کہ اشیائے کائنات اس باب میں مجبور ہیں اور انسان صاحب اختیار و ارادہ ہے۔ یہ اپنے لئے تعمیری راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے اور تخریبی بھی۔ اس لئے) جو انسان چاہتا ہے کہ اس کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو' وہ قانونِ خداوندی کی اتباع سے اپنی نشوونما کر سکتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں چاہتا اور تخریبی راہ اختیار کر لیتا ہے' تو اس کی صلاحیتیں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں' اور وہ اس طرح زندگی کی شیرینیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔
یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے ہوتا ہے' جس کی طرف تم طوعاً و کرھاً لوٹ کر جاتے ہو۔ اس سے کوئی مفر کی راہ نہیں۔

۲۲ نہ تو تم قانونِ خداوندی سے بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو۔ نہ کائنات میں کسی مقام پر اس کے قانون کو شکست دے سکتے ہو۔ اور نہ ہی اس کے علاوہ' تمہارا کوئی چارہ ساز اور حامی و ناصر ہو سکتا ہے۔

۲۳ جو لوگ نہ ہمارے قانونِ نشوونما پر ایمان رکھتے ہیں' اور نہ ہی انہیں اس کا یقین ہے کہ

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ ٱقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَىٰهُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلنَّارِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ إِنَّمَا ٱتَّخَذْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَىٰكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿۲۵﴾

انہیں قانونِ مکافات کا سامنا کرنا ہے' (وہ اپنی من مانی کرتے ہیں' اور اس طرح) اس سامانِ نشوونما سے محروم رہ جاتے ہیں جو ہمارے تجویز کردہ راستے پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ انکی اس حرماں نصیبی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی تمام انسانی صلاحیتیں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔ ان کا انجام بڑا ہی الم انگیز ہوتا ہے۔

۲۴ (ابراھیمؑ نے اپنی قوم کو' یہ سب کچھ' نہایت دل نشیں انداز سے سمجھایا لیکن) اس کی قوم کی طرف سے' اس کا جواب' اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ "ابراہیمؑ کو پکڑو۔ اسے قتل کر دو۔ اسے زندہ آگ میں جلا دو"۔

(قوت کے نشہ میں بدمست لوگ' دلائل و براہین کا جواب اسی طرح دیا کرتے ہیں!)۔

ان کی طرف سے یہ خالی دھمکی نہیں تھی۔ وہ سچ مچ ایسا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہم نے ابراھیمؑ کو ان کی آتشِ انتقام سے محفوظ رکھا۔ ($\frac{۲۱}{۶۸}$; $\frac{۳۷}{۹۷-۹۸}$)

اس واقعہ میں بھی ان لوگوں کے لئے سامانِ بصیرت ہے جو ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۵ ابراہیمؑ نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش اختیار کر رکھی ہے تو اس لئے نہیں کہ تم انہیں سچ مچ خدا مانتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم ان کے ساتھ جو چمٹے رہتے ہو تو محض اس لئے کہ ان کی عظمت کا عقیدہ تمہارے قومی اتحاد کا باعث ہے۔ یہی وہ رشتہ ہے جس سے تمہاری قوم کے افراد آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور اس قومی اتحاد کے ساتھ تمہارے دنیاوی مفاد وابستہ ہیں[1]۔

لیکن جب تمہاری غلط روش کے نتائج نکھر کر سامنے آجائیں گے تو تم ایک دوسرے کے مخالف ہو جاؤ گے' یہ رشتہ اتحاد ٹوٹ جائے گا اور تم ایک دوسرے سے الگ ہو جاؤ گے۔ اس وقت تمہارا

---

[1] جس طرح ہندوستان کے ہندوؤں کے لئے گائے کی تعظیم' قومی اتحاد کی موجب ہے اس کے سوا ان کی وجہ جامعیت کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے لیڈر' یہ جانتے ہوئے کہ ایک حیوان کی تعظیم کا عقیدہ کس قدر لغو ہے' "گئو رکھشا" پر زور دیتے رہتے ہیں۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾

حامی و ناصر کوئی نہیں ہوگا۔ اور جس آگ میں تم مجھے ڈالنا چاہتے تھے' اس سے کہیں زیادہ تباہیوں کی آگ تمہیں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گی۔

۲۶ ابراہیمؑ کی اس تمام تلقین و تنذیر کے باوجود' اس قوم میں سے اُس وقت صرف لوطؑ اس پر ایمان لایا۔ (اُسے اُس وقت ہنوز نبوت نہیں ملی تھی)۔ پھر جب ابراہیمؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ قوم صحیح راستے پر آنے کے لئے تیار نہیں تو وہ وہاں سے دامن فشاں اٹھا' اور یہ کہہ کر ان سے الگ ہو گیا کہ میں اُس فضا کی تلاش میں نکل کر جا رہا ہوں جو میرے خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کے لئے سازگار ہو۔ میرا خدا' غلبہ اور تدبیر دونوں کا مالک ہے۔ (اگر یہاں کے حالات ایسے ہیں کہ مجھے سردست یہاں غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا تو تقاضائے حکمت یہی ہے کہ میں اس سرزمین کی طرف چلا جاؤں جہاں حالات زیادہ مساعد ہوں۔ میرا مقصد تو نظامِ خداوندی کا قیام ہے' اس کے لئے یہ سرزمین راس نہیں آتی تو کوئی دوسرا خطۂ ارض سہی (۳۷/۹۹)۔

۲۷ (چنانچہ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا جہاں اپنے معاشرہ کی تشکیل نظامِ خداوندی کے مطابق کی۔ وہاں) ہم نے اُسے اسحٰقؑ جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا عطا کیا۔ اور اس کی نسل میں نبوت اور حکومت (ضابطہ قوانین) کو جاری رکھا (۳۷/۱۱۳)۔

ہم نے اس کی مخلصانہ جد و جہد کا یہ اجر تو اس دنیا میں دیا۔ اور آخرت کی زندگی میں اس کا شمار صالحین کے زمرے میں ہوا۔ اس طرح' اس کا حال اور مستقبل دونوں خوشگوار ہو گئے۔

۲۸ اور اسی طرح لوطؑ کی سرگزشت ہے۔ جب اس نے (نبوت ملنے کے بعد) اپنی قوم سے کہا کہ تم ایک ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو جسے' اس سے پہلے' دنیا جہان میں کسی نے اختیار نہیں کیا تھا۔

۲۹ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم جنسی جذبہ کی تسکین کے لئے' عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٣﴾

۳ ع ۱۵

پاس جاتے ہو (۲۹ ـــــ ۲۰) اور اس طرح اس راستے کو منقطع کرتے ہو جسے فطرت نے افزائش نسل کے لئے تجویز کیا ہے[1]۔ نیز تم اپنی مجلسوں میں نازیبا حرکتیں کرتے ہو۔

اس کی قوم کے پاس، اس کی ان باتوں کا جواب کچھ نہیں تھا، بجز اس کے کہ انہوں نے کہا کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو (کہ ہماری اس روش سے خدا کا عذاب آجائے گا) تو اس عذاب کو لا کر دکھاؤ۔

۳۰ اس پر لوطؑ نے اپنے رب سے عرض کیا کہ بار الہٰا! مفسدین کی اس قوم کا مقابلہ کرنے میں تو میری مدد فرما۔

۳۱ (اسی واقعہ کی ایک کڑی اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ) جب ہمارے فرستادہ ابراہیمؑ کے پاس (بیٹے کی) خوشخبری لے کر پہنچے تو انہوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ ہم لوطؑ کی بستی کو تباہ کرنے کے لئے مامور ہیں۔ انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

۳۲ ابراہیمؑ نے کہا کہ اس بستی میں تو خود لوطؑ بھی آباد ہے۔ (کیا بستی والوں کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دیا جائے گا؟)۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہاں کون کون آباد ہے۔ ہم لوطؑ اور اس کے ساتھیوں کو اس تباہی سے محفوظ رکھیں گے۔ البتہ اس کی بیوی اس سے محفوظ نہیں رہے گی کیونکہ وہ ان سرکش لوگوں کی پارٹی میں شامل ہے۔

۳۳ جب ہمارے فرستادہ لوطؑ کے پاس آئے تو وہ بستی والوں کی روش بد اور ان کے مقابلہ میں اپنی بے بسی کے خیال سے افسردہ خاطر ہوا (کہ نہ معلوم وہ کمبخت ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں)۔ ان فرستادگان نے لوطؑ کی اس پریشانی کو محسوس کیا تو اس سے کہا کہ تمہیں ہمارے لئے خوف زدہ یا غمگین ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

---

[1] قطع السبیل کے معنی رہزنی کے بھی ہیں۔

إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰٓ أَهْلِ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ۝٣٤ وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَآ ءَايَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝٣٥ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱرْجُوا۟ ٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝٣٦ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا۟ فِى دَارِهِمْ جَٰثِمِينَ ۝٣٧ وَعَادًا وَثَمُودَا۟ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَكَانُوا۟ مُسْتَبْصِرِينَ ۝٣٨

---

۳۴ ان بستی والوں پر (خدا کے قانون مکافات کی رو سے) فضائے آسمانی سے سخت تباہی نازل ہونے والی ہے اس لئے کہ وہ بڑی غلط راہوں پر چل رہے ہیں۔
لیکن اس تباہی سے تم اور تمہارے ساتھی محفوظ رہیں گے سوائے تیری بیوی کے، جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (۲۹/۳۲)۔

۳۵ (چنانچہ وہ قوم تباہ ہو گئی)۔ ان کی داستان میں بھی ہم نے عقل و فکر سے کام لینے والوں کے لئے، قانونِ مکافاتِ عمل کی صداقت اور محکمیت کی واضح نشانی رکھی ہے۔

۳۶ اور (اسی طرح) اہلِ مدین کی طرف، ان کے بھائی بندوں میں سے شعیبؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے ان سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرو اور (اسی متاع و دولت کو مقصودِ حیات نہ سمجھ لو جسے تم 'جائز اور ناجائز' ہر طریقے سے، اکٹھا کرتے رہتے ہو، بلکہ) آخرت کی زندگی کی خوشگواریوں کی بھی آرزو کرو۔ (اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ) ملک میں معاشی ناہمواریاں نہ پیدا کرتے پھرو۔

۳۷ انہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تو (آخر الامر) انہیں زلزلہ کی تباہی نے اس طرح آپکڑا کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے پائے گئے۔

۳۸ اسی طرح عاد و ثمود کے ساتھ بھی ہوا جن کی تباہی کی داستانیں، ان کے مکانوں کے کھنڈرات سے ظاہر ہیں۔ ان کے سرکش جذبات، اُن کی غلط روش کو نہایت خوشنما بنا کر دکھاتے تھے اور اس طرح انہیں صحیح راستے کی طرف آنے سے روکتے تھے۔ وہ لوگ، اس قسم کے کام بربنائے جہالت نہیں کرتے تھے۔ وہ سب کچھ سمجھتے سوچتے اور دیکھتے بھالتے تھے۔ (لیکن مشکل یہ ہوتی ہے کہ جب انسان کے جذبات اس پر غالب آجائیں، تو اس کی عقل و فکر ماؤف ہو جاتی ہے۔ یہ صرف وحی کی حدبندیاں ہیں جو انسانی جذبات کو بے راہ رو نہیں ہونے دیتیں۔ تنہا عقل کے بس کی یہ بات

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝۳۹ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

نہیں۔ کتنی قومیں ہیں جو علم و عقل کی بلندیوں پر ہونے کے باوجود خود تباہی کے جہنم کی طرف بڑھے چلی جاتی ہیں اور باقی دنیا کو بھی اس میں جھونک دیتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں وحی کی ضرورت پڑتی ہے[1]۔

۳۹ اور اسی طرح قارون، فرعون اور ہامان کی سرگزشت ہے (جو سرمایہ پرستی، ملوکیت اور مذہبی پیشوائیت کے انسانیت کش نظام کے نمایندے تھے) ان کی طرف موسیٰؑ واضح قوانین اور دلائل لے کر آیا لیکن وہ اپنی اُس سرکشی سے باز نہ آئے جسے انہوں نے ملک میں عام کر رکھا تھا۔

وہ بھی اپنی تمام دولت اور قوت اور لاؤ لشکر کے باوجود ہمارے قانونِ مکافات کی گرفت سے بچ نہ سکے۔ اُس نے انہیں آن دبوچا۔

۴۰ غرضیکہ اسی طرح ہم نے تمام اقوامِ سابقہ کو ان کی غلط روشِ زندگی کی پاداش میں پکڑ لیا — ان میں سے بعض پر آتش فشاں پہاڑوں سے، پتھروں کی بارش ہوئی۔ کسی کو زلزلے کی سخت ہیبت آواز نے آپکڑا۔ بعض زمین میں دھنس کر نیست و نابود ہو گئے۔ کوئی سمندر میں ڈوب گئے۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا نے کسی پر کسی قسم کی زیادتی کی ہو۔ وہ خود اپنے آپ پر زیادتی کرتے تھے' اِس لئے اُن کے اپنے اعمال تباہی کی شکل اختیار کر کے ان کے سامنے آجاتے تھے۔

۴۱ (حالانکہ ان کے پاس بڑی قوت اور ساز و سامان تھا۔ لیکن جو قوت' قانونِ خداوندی کے مطابق' کمزوروں اور مظلوموں کی حفاظت اور حمایت کے لئے نہیں بلکہ انہیں کچلنے کے لئے استعمال

---

[1] خود ہمارے زمانے میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی قومیں تہذیب و تمدن اور علم و حکمت میں کس قدر آگے نکل گئی ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے معاشرہ کو کس قدر غلط خطوط پر متشکل کر رکھا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ خود بھی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہیں اور ان کے ساتھ باقی دنیا بھی تباہ ہو رہی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ یہ قومیں وحی کی روشنی سے کام نہیں لیتیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾

ع ۴ ۱۴

کی جائے)، اس کی مثال یوں سمجھو جیسے مکڑی جالا تنتی ہے۔ وہ اپنے سے کمزور کو تو اس میں پھانس لیتی ہے لیکن جب مقابلہ اپنے سے زیادہ زور آور کے ساتھ آپڑے تو اس کا گھر سب سے زیادہ کمزور ثابت ہوتا ہے۔

اے کاش! ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ جو شخص (یا قوم) خدا کے علاوہ اوروں کو اپنا سرپرست تسلیم کرتی اور قوانین خداوندی کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے ان کی قوت و حشمت تارِ عنکبوت کی حیثیت رکھتی ہے۔

۴۲ لہٰذا لوگ خدا کے سوا جس کسی کے قانون و اقتدار کو بھی تسلیم کرتے ہیں خدا کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قانون کے مقابلہ میں ان کے قوانین و اقتدار کی حیثیت کیا ہے۔ (جب ان دونوں میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو خدا کا قانون غالب آتا ہے۔ کبھی براہِ راست قوت سے اور کبھی پُرحکمت طریقوں سے —— اس لئے کہ وہ قوت اور حکمت دونوں کا مالک ہے۔

۴۳ ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے اس قسم کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان مثالوں سے بھی بات وہی سمجھ سکتے ہیں جو عقل و فکر سے کام لیں۔

۴۴ (جو شخص عقل و فکر سے کام لے اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ) خدا نے اس کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو ایک حقیقت ثابتہ کے طور پر پیدا کیا ہے جس کا ایک خاص مقصد ہے۔ (یہ یونہی کھیل تماشے کے طور پر بلا مقصد و غایت پیدا نہیں کی گئی)۔

جو لوگ اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں زندگی کی صحیح روش پہچاننے کے لئے بڑی واضح نشانی ہے۔ (وہ اس سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جب دیگر کائنات کی تخلیق بلا مقصد نہیں تو انسانی زندگی کس طرح بلا مقصد ہو سکتی ہے؟ کاروانِ انسانیت کی بھی ایک منزل ہے۔ اور اس دنیا کی زندگی اس طویل سفر کا پہلا مرحلہ ہے)۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ
الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا
اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ
اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۴۶

---

۴۵ (ایک قوانینِ خداوندی وہ ہیں جو خارجی کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں' اور جنہیں قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے۔ دوسرے قوانینِ خداوندی وہ ہیں جو انسانوں کی راہ نمائی کے لئے بذریعہ وحی دیئے جاتے ہیں)۔
(اے رسول!) تم اُن قوانین کو' جو تمہیں بذریعہ وحی دیئے گئے ہیں' لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہو۔ اور خود اُن کے مطابق 'نظامِ صلوٰۃ' قائم کرو۔ یقیناً یہ نظام لوگوں کو ان کی اس روش سے روک دے گا جس کی رو سے' ہر فرد سب کچھ اپنے لئے سمیٹنے کی فکر میں لگا رہتا ہے' اور دوسروں کی پرورش کا خیال کسی کو نہیں آتا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے 'عقلِ خود بیں کی فریب کاریاں' انہیں عجیب عجیب طریقے سجھاتی رہتی ہیں۔ (۲۱/۲۴ ــــ ۲۱)۔ یہ نظام اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ انسانی معاشرہ میں اقتدارِ اعلیٰ خدا کے قانون کو حاصل ہو۔ اس کے مقابلہ میں تمہارے خود ساختہ نظام اور قوانین' کیا کرتے ہیں' خدا کو اس کا اچھی طرح علم ہے۔

۴۶ اس نظام کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ اہلِ کتاب کی طرف سے ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا خیال ہے کہ جب قوانینِ خداوندی کا ضابطہ خود ان کے پاس موجود ہے تو انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی دوسرے نظام کی اطاعت کریں۔ (حالانکہ ان کے پاس قوانینِ خداوندی اپنی اصلی شکل میں

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

نہیں ہیں۔ ان میں بہت سی تحریف اور آمیزش ہو چکی ہے)۔ سو ان سے الجھو نہیں بلکہ نہایت حسن کارانہ انداز سے بحث و تمحیص کرو۔ ہاں! ان میں سے جو کھلی ہوئی سرکشی پر اتر آئیں تو ان کا علاج کچھ اور ہے۔ ان سے کہدو کہ جو کچھ تمہارے انبیاءؑ کو خدا کی طرف سے ملا تھا (اور جو اپنی حقیقی شکل میں اب تمہارے پاس موجود نہیں۔ ۹/۲)، قرآن میں وہ کچھ بھی آ گیا ہے۔ اور اس سے زیادہ کچھ اور بھی۔ لہذا، قرآن پر ایمان لانے سے ہم اس وحی پر بھی ایمان لے آتے ہیں جو تمہیں ملی تھی، اور اس پر بھی جو ہمیں ملی ہے۔ لہذا، تم بھی ایسا ہی کرو اور اس طرح ہمارے ساتھ، اس حقیقت کا اقرار کرو کہ اطاعت اور محکومیت صرف خدائے واحد کی ہو سکتی ہے، جو تمہارا بھی خدا ہے اور ہمارا بھی۔ اُسی کی طرف سے یہ ضابطۂ ہدایت ملا ہے، اس لئے ہم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

۴۷ یہ ہے، بہرحال، وہ انداز جس کے مطابق ہم نے تیری طرف اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ (یعنی یہ تمام کتب سابقہ کی تعلیم کی بھی مہیمن ہے۔ ۵/۴۸۔ اور اس کے ساتھ مزید اضافوں سے تعلیم خداوندی کو مکمل بھی کر دیا گیا ہے، کیونکہ یہ خدا کی آخری کتاب ہے)۔ سو ان اہل کتاب میں سے جو اس حقیقت پر غور کریں گے وہ اس کی صداقت پر ایمان لے آئیں گے۔ ان کے علاوہ مشرکین عرب میں سے بھی اس پر ایمان لائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی خالی الذہن ہو کر قرآن پر غور و فکر کریں گے، وہ اس کی صداقت کا اعتراف کریں گے۔ اس سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہوں کہ ہم نے اسے ماننا ہی نہیں۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ قرآنی تعلیم پر پردے پڑے رہیں، (کیونکہ اس تعلیم کے عام ہو جانے سے ان کی مفاد پرستیوں اور فریب کاریوں ۔ فحشا و منکر ——— کا بھید کھل جاتا ہے)۔

۴۸ (باقی رہا یہ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ قرآن، خدا کی طرف سے ہے، تم نے اسے خود ہی وضع نہیں کر لیا۔ تو یہ بات بھی بڑی واضح ہے۔ ان میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ) اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے، تو نہ کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتا تھا[۱]۔ اگر

[۱] اس سے ظاہر ہے کہ قرآن نازل ہونے کے بعد حضورؐ لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

(۵ ع ۴ ۱)

تو نزولِ قرآن سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتا تو ان لوگوں کو' جو اسے باطل قرار دے رہے ہیں' شک گزر سکتا تھا کہ تم نے اسے خود ہی وضع کر لیا ہے (ذرا غور کرو کہ تم میں سے ایک اَن پڑھ آدمی' کہیں سے تعلیم حاصل کئے بغیر ایک ایسی کتاب پیش کر دیتا ہے جس کی مثال تمہارے بڑے بڑے عالم' ادیب اور شاعر مل کر بھی پیش نہیں کر سکتے۔ ۳۸-۱۷-۳۳۔ تو کیا یہ بات اس امر کی دلیل نہیں کہ اس کتاب کا سرچشمہ انسانی علم وعقل سے ماوراء ہے ؟)۔

۴۹ یہ تو رہی اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے کی خارجی شہادت۔ باقی رہی اس کی داخلی شہادت تو وہ خود اس کی تعلیم ہے۔ دنیا کے اربابِ علم وبصیرت جب بھی اس پر غور کریں گے' ان کا دل اس کی گواہی دے گا کہ یہ قوانین فی الواقعہ بڑے واضح اور روشن ہیں۔ وہ محسوس کریں گے کہ قرآن خود ان کے دل کی بات کہہ رہا ہے۔ ان سے انکار صرف وہ لوگ کریں گے جو ضد اور سرکشی کی بنا پر جہالت اور توہم پرستی کی تاریکیوں میں رہنا چاہیں گے۔

۵۰ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآنی حقائق پر غور کرنے کے بجائے' بدستور یہ مطالبہ کئے جاتے ہیں کہ اگر یہ خدا کا رسول ہے تو اسے حسّی معجزات کیوں نہیں دیئے گئے ؟ ان سے کہو کہ خدا کے ہاں معجزات کی کمی نہیں ——— کائنات کا ذرّہ ذرّہ معجزہ ہے ——— لیکن' جیسا کہ متعدد بار بتایا جا چکا ہے' قرآن ایک دستورِ حیات ہے' اور میرا فریضہ یہ ہے کہ میں تمہیں واضح طور پر بتا دوں کہ تم اس دستور کے مطابق چلو گے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا' اور اس کی خلاف ورزی کا انجام کیا !

۵۱ ان سے کہو کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ خدا نے' میری وساطت سے' تمہاری طرف اس قسم کا ضابطۂ زندگی بھیجا ہے۔ جو لوگ اس کی صداقتوں پر ایمان لائیں گے ان کے لئے اس میں سامانِ رحمت و ربوبیت ہو گا' اور شاہراہِ حیات کے ہر موڑ پر اس امر کی یاددہانی کہ انہیں کس طرف جانا چاہیئے۔

۵۲ ان سے کہو کہ خدا کے اس ضابطۂ زندگی کے مشہود نتائج' میرے اور تمہارے درمیان

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَأْتِيَنَّهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہوں گے (۶/۱۳۶)۔ وہ جانتا ہے کہ کائنات میں کیا کچھ ہو رہا ہے اور ہر شے کی نقل و حرکت کس طرح تعمیری نتائج پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا، وہ لوگ جو قانون خداوندی سے انکار کرتے ہیں اور اپنی اسی روش کو صحیح سمجھتے ہیں جو تخریبی نتائج پیدا کرتی ہے، وہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اُن کی یہ روش، ان کے لئے کس قدر تباہ کن نقصانات کا موجب بنتی ہے۔

۵۳ ایسا کہنے سے یہ لوگ پھر شور مچانے لگ جاتے ہیں کہ لاؤ، وہ عذاب جلدی سے لاؤ جس کی تم دھمکیاں دیتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارے قانونِ مہلت و تدریج کی رُو سے، اعمال اور ان کے نتائج کے محسوس طور پر سامنے آنے کا درمیانی وقفہ متعین نہ ہوتا، تو وہ عذاب ان پر کبھی کا آچکا ہوتا۔ وہ اس مہلت کے وقفہ کے بعد ہی آئے گا، لیکن آئے گا اس طرح اچانک کہ ان کی عقل و خرد اندازہ ہی نہیں کر سکے گی کہ وہ کہاں سے آگیا!

۵۴ ہاں! یہ جلدی مچاتے ہیں کہ وہ عذاب آ کیوں نہیں جاتا؟ اے کاش! ان کی آنکھیں ہوتیں تو یہ دیکھ لیتے کہ جس تباہی کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ محض دھمکی ہے، وہ انہیں، اس وقت بھی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے (اور یہ، اس کی نگاہوں سے کہیں چھپے ہوئے نہیں ۴۹/۳۳ ؛ ۴۲/۱۶۔ وہ عذاب، اِن کے اپنے اعمال کے نتائج ہی کا پیکر ہوگا۔ اور وہ نتائج ساتھ کے ساتھ مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اس وقت وہ اِن کی نگاہوں سے مستور ہیں۔ اُس وقت محسوس شکل میں سامنے آجائیں گے — خواہ اس زندگی میں — خواہ اس کے بعد)۔

۵۵ جب وہ محسوس شکل میں سامنے آئے گا تو انہیں اوپر اور نیچے سے گھیر لے گا (۶/۶۵)۔ اور خدا ان سے کہے گا کہ یہ خود تمہارے اپنے ہی اعمال ہیں جو اس شکل میں تمہارے سامنے آ رہے ہیں۔ سو تم ان کا مزہ چکھو۔

۵۶ (ان کا ایسا انجام ہو کر رہے گا۔ لیکن جس جماعت نے نظام خداوندی کو قائم کرنا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿۵۸﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾ وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۰﴾

کیا اُن کا یہ عذر کافی ہے کہ مخالفین بڑے صاحبِ قوت ہیں - ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے - اس لئے ہم اس غیر خداوندی فضا میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں - قطعاً نہیں) - ان سے کہو کہ تم میرے قوانین کی صداقت پر ایمان لا کر ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو - لہذا اگر اس جگہ حالات اس کے لئے مساعد نہیں تو خدا کی زمین بڑی وسیع ہے - یہاں سے کسی ایسے مقام کی طرف چلے جاؤ جہاں حالات سازگار ہوں - تمہارا مقصد کسی خاص خطۂ زمین سے ہوستگی نہیں - مقصد یہ ہے کہ تم کس طرح ایسی زندگی بسر کر سکتے ہو جس میں اطاعت و محکومیت صرف قوانینِ خداوندی کی ہو - کسی اور کی نہ ہو - سو جس مقام پر ایسی زندگی بسر کرنا ممکن ہو وہاں چلے جاؤ -

۵۷ اس جدوجہد میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تم جان دیدو گے - سو دنیا میں ہمیشہ کے لئے کس نے بیٹھے رہنا ہے؟ ہر ذی حیات موت کی طرف کشاں کشاں چلا جا رہا ہے - اُسے ایک نہ ایک دن مرنا' اور اپنے اعمال کے لئے ہمارے حضور جواب دہ ہونا ہے —— سو تمہارا ہر قدم ہماری مقرر کردہ منزل کی طرف اٹھنا چاہئے - (اعمال کی جواب دہی سے مفہوم یہ ہے کہ ان کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوتے ہیں) -

۵۸ ہمارا یہ وعدہ ہے کہ ہم' اُس جماعتِ مومنین کو جو ہمارے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوگی' عسرت اور بدحالی کی زندگی سے نکال کر وہ زندگی عطا کر دیں گے جو ہر طرح کی بلندیوں' رداتیوں اور فراوانیوں کی حامل ہوگی - اس کی خوشگواریوں اور شادابیوں میں کبھی کمی نہیں ہوگی - وہ سدا بہار رہیں گی - (۲۵/۲) -

دیکھو! ہم کام کرنے والوں کو ان کے کاموں کا کتنا اچھا بدلہ دیتے ہیں -

۵۹ یعنی اُن لوگوں کو جو اپنے پروگرام پر نہایت استقامت سے عمل پیرا رہتے ہیں - اور خدا کے قانون کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں - (اور انہیں کبھی یہ تذبذب نہیں ہوتا کہ ہم گھر بار چھوڑ کر خدا کی راہ میں چل نکلیں تو ہمیں کھانے کو کہاں سے ملے گا - یا ہم اپنی محنت کی کمائی کو نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے عام کر دیں' تو ہم خود کہاں سے کھائیں گے؟) -

۶۰ (جنہیں اس قسم کا تذبذب ہو' ان سے کہو کہ ذرا کائنات میں غور کرو) کتنے ذی حیات

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

ہیں جو اپنا رزق اپنی پیٹھ پر لادے لادے پھرتے ہیں یا اس کا ذخیرہ کرتے ہیں؟ ان سب کو خدا کے کائناتی قانونِ ربوبیت کے مطابق سامانِ زیست ملتا ہے (۱۱/۶)۔ لہٰذا اگر تم بھی اپنے ہاں ویسا ہی نظام رائج کر لو ــــ انفرادی لوٹ کھسوٹ اور ذخیرہ اندوزی چھوڑ دو ــــ تو تم سب کو اسی طرح رزق ملتا جائے گا (۲۰/۵۰)۔ اس لئے کہ وہ سب کی سنتا اور ہر ایک کی ضروریات سے واقف ہے۔ اس کی نگاہوں سے کوئی بھی اوجھل نہیں رہ سکتا۔ (یہ تو تمہارا غلط نظام ہے جو اس قسم کی معاشی پریشانیاں اور ناہمواریاں پیدا کر دیتا ہے)۔

۶۱ (لیکن ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ یہ خارجی کائنات میں تو خدا کے قوانین کی محکمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن انسان کی دنیا کو اس سے باہر رکھنا چاہتے ہیں۔ مثلاً) اگر ان سے پوچھو کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کس کے قانون کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ ہی نے ایسا کر رکھا ہے۔ ان سے کہو کہ پھر تم انسانی معاشرہ کی تشکیل بھی اسی کے قوانین کے مطابق کیوں نہیں کرتے۔ یہاں پہنچ کر تم کیوں الٹے پھر جاتے ہو؟ (۲۲/۲۰—۲۱ ؛ ۲۳/۸۴—۸۸ ؛ ۳۱/۲۵ ؛ ۳۹/۳۸ ؛ ۴۳/۹)۔

۶۲ (یاد رکھو! جس طرح خارجی کائنات میں خدا کا قانون کارفرما ہے، اسی انسانی دنیا میں بھی) رزق کی تنگی اور کشادگی کے لئے خدا کی طرف سے قانون مقرر ہے۔ لہٰذا جو شخص (یا قوم) چاہتی ہے کہ اسے رزق فراواں ملے اسے اُس قانون کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ اور جو اپنا رزق تنگ رکھنا چاہے، وہ اس قانون کو چھوڑ دے۔ اس کا رزق تنگ ہو جائے گا۔ اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے (اس لئے کائنات یونہی اندھا دھند نہیں چل رہی۔ قاعدے اور قانون کے مطابق چل رہی ہے)۔

۶۳ یا مثلاً ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو بادلوں سے مینہ برساتا، اور پھر اس سے زمین مردہ کو از سرِ نو زندگی عطا کرتا ہے، تو یہ اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ سب کچھ خدا ہی کرتا ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

(اور نہایت حسن و خوبی سے کرتا ہے)۔

ان سے کہو کہ جب تم اس کے معترف ہو کہ جہاں جہاں خدا کا قانون ربوبیت کارفرما ہے وہاں ہر طرف سے ستائش و نیائش کی آوازیں بلند ہوتی ہیں، تو پھر تم اپنے معاشرہ میں وہی قانون کیوں نہیں رائج کرتے؟ لیکن یہاں پہنچ کر ان کی مفاد پرستیوں کے جذبات اُن کی سوچنے کی قوت پر غالب آجائیں گے، اور یہ عقل و فکر سے کام نہیں لیں گے۔

۶۴ حالانکہ یہ اگر ذرا بھی عقل و شعور سے کام لیں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ زندگی اگر محض سانس کی آمد و شد کا نام ہو، اور اس کے بند ہو جانے سے انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہو، تو پھر انسان کے سامنے کوئی بلند مقصد نہ رہے گا اور زندگی کا مفہوم طبیعی تقاضوں کی تسکین سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ محض کھیل تماشا بن جائے گی۔

اگر یہ ذرا علم کی روشنی میں جائزہ لیں تو انہیں نظر آجائے کہ حقیقی زندگی اُسی کی ہے جو انسانی سطح پر زندگی بسر کرے۔ یہ وہ زندگی ہے جس کا خاتمہ موت کے ساتھ نہیں ہو جاتا۔ یہ اس کے بعد بھی آگے چلتی ہے۔ (موت سے تو محض حیوانی زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یعنی انسان کے طبیعی جسم کا)۔

۶۵ جب انسانی زندگی کا مقصود محض جسم کی پرورش اور حفاظت رہ جائے تو اس کے سامنے کسی بلند مقصد، مستقل قدر یا محکم اصول کی پابندی کا سوال ہی نہیں آتا۔ اس صورت میں اُس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کی زندگی ذرا خطرے میں پڑے تو اس سے جو جی میں آئے منوا لیجئے۔ جب اُدھر سے اطمینان ہو جائے تو وہ پھر سب کچھ بھلا کر اپنی سابقہ روش اختیار کر لے گا۔ یہ منظر دیکھنا ہو تو کسی کشتی کو دیکھو۔ جب لوگ اس میں سوار ہوں اور اسے کوئی طوفان گھیر لے تو کشتی کے مسافر اس عجز و نیاز سے خدا کو پکارتے ہیں گویا ان کی تمام اطاعتیں اور فرمانبرداریاں خالص اُسی کے لئے ہیں۔ لیکن جب انہیں اس سے نجات مل جاتی ہے، اور وہ بخیریت ساحل پر اتر آتے ہیں، تو پھر خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرنے لگ جاتے ہیں۔

۶۶ اور یہ سب اس لئے کہ جو کچھ ہم نے انہیں ساز و سامانِ حیات دے رکھا ہے، اس پر پردے ڈال کر رکھیں، اور اس سے خود ہی فائدے اٹھائیں، کوئی اور اس میں شریک نہ ہو جائے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝۶۷ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۶۹

(خالص قوانینِ خداوندی کی اطاعت میں تو ایسا نہیں کیا جا سکتا)۔

اس ذہنیت اور نہجِ زندگی کا انجام عنقریب ان کے سامنے آجائے گا۔

۶۷ (اگر انہوں نے یہ دیکھنا ہو کہ جس سرزمین میں ہمارے قانون کا احترام کیا جاتا ہے اس میں انسان کیسے امن سے زندگی گزارتا ہے' تو اس گئے گزرے زمانے میں بھی) اس کی مثال حرمِ کعبہ کی شکل میں ان کے سامنے ہے۔ جو شخص وہاں پہنچ جائے' وہ ہر خطرہ سے مامون ہو جاتا ہے' حالانکہ اس کے ارد گرد بدامنی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ لوگ دن دھاڑے اچک لئے جاتے ہیں۔

ان سے پوچھو کہ کیا ایسی واضح شہادت کے بعد بھی' یہ اپنے خود ساختہ غلط نظام پر ایمان رکھنا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ تخریب ہی تخریب ہے۔ اور ان خوشگواریوں سے منہ موڑنا چاہتے ہیں جو ہمارے قانون کے اتباع کا لازمی نتیجہ ہیں؟

۶۸ یہ سب کچھ واضح طور پر کہہ دینے کے بعد ان سے پوچھو کہ اس سے زیادہ سرکش اور مجرم اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے ذہن سے باتیں وضع کرے اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر دے۔ یا جس کے پاس' خدا کی طرف سے' حق کی بات آجائے اور وہ اس کی تکذیب کرے۔ کیا اس قسم کے منکرینِ حقیقت کا آخری ٹھکانہ وہ نہیں جہاں زندگی کی کھیتیاں جھلس کر راکھ کا ڈھیر ہو جایا کرتی ہیں؟

۶۹ ان کے برعکس' جو لوگ اُس مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ہیں جو ہم نے ان کے لئے متعین کیا ہے' ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے سامنے زندگی کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں' جو ہر طرف سے آکر صراطِ مستقیم میں مل جاتی ہیں اور اس طرح انسانی سعی و کاوش کا رُخ ہمارے متعین کردہ پروگرام کی طرف پھیر دیتی ہیں۔

یاد رکھو! جو لوگ خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق' حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں' انہیں خدا کی تائید و نصرت حاصل رہتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾

---

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے۔

۲، ۳ اس سرزمین میں جو عرب کی سرحد سے قریب واقع ہے (یعنی فلسطین اور شام میں) رومی (ایرانیوں سے) مغلوب ہو گئے۔ (اور یہ چیز مشرکین عرب کے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوئی کہ اہلِ کتاب، مشرکین کے ہاتھوں شکست کھا گئے)۔

۴ لیکن، تم دیکھو گے کہ چند سال کے اندر اندر یہی مغلوب رومی، اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماضی کے واقعات ہوں یا مستقبل کے سب قانونِ خداوندی کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔ (اور چونکہ علمِ خداوندی کی رُو سے ماضی اور مستقبل میں کوئی فرق نہیں، اس لئے اس نے مستقبل کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ اسی طرح واقع ہو کر رہے گا)۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب اِدھر جماعتِ مومنین بھی، قوانینِ خداوندی کی تائید سے اپنی موجودہ مغلوبیت کے بعد (بدر کے میدان میں، اپنے مخالفین پر) غالب آ جائے گی۔ (چنانچہ ایک طرف بدر کی فتح اور دوسری طرف وحی کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا، کہ رومی پھر غالب آ جائیں گے، مومنین کے لئے بڑی خوشی کا موجب ہو گا۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝

۵ یاد رکھو! خدا کی یہ تائید و نصرت (جس کی رو سے مومنین کو کامیابی ہوگی) اس کو مل سکتی ہے جو خدا کے قانون کے مطابق اسے حاصل کرنا چاہے۔ یہ تائید و نصرت' ایک طرف اپنی قوت اور غلبہ سے مخالفین کو کمزور کر دیتی ہے' اور دوسری طرف جماعتِ مومنین کے لئے سامانِ رحمت و ربوبیت بہم پہنچا دیتی ہے۔

۶ یہ اللہ کا وعدہ ہے (کہ جماعتِ مومنین اپنے مخالفین پر غالب آکر رہے گی) اور اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (خدا کا وعدہ قانونِ خداوندی کے مطابق نتائج برآمد ہونے کا دوسرا نام ہے۔ اور چونکہ قوانینِ خداوندی اٹل ہیں' اس لئے ان کے خلاف کبھی کچھ ہو نہیں سکتا۔ یہی مطلب ہے ایسا کہنے سے کہ خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا)۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

۷ حالانکہ بات بالکل واضح ہے۔ دو جماعتیں ہیں جن میں کشمکش جاری ہے۔ ایک جماعت کے افراد کے نزدیک زندگی صرف اسی دنیا کی زندگی ہے؛ اس لئے ان کی تمام جدوجہد کا منتہیٰ اس دنیا کے ذاتی فوائد کا حصول ہے جو انہیں نمایاں طور پر اپنے سامنے نظر آتے ہیں۔ وہ نہ موت کے بعد زندگی کے قائل ہیں اور نہ ہی عالمگیر انسانیت کے مفادِ کلی کا بلند اصول ان کے سامنے ہے۔ (دوسری طرف وہ جماعت ہے جس کے پیشِ نظر انفرادی مفاد نہیں بلکہ عالمگیر انسانیت کی ربوبیت ہے۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے دنیا سے ظلم اور سلب و نہب ختم کرنے کے لئے نہایت بے جگری سے لڑتے ہیں اور ان کا ایمان یہ ہے کہ اس کشمکش میں اگر ان کی جان بھی چلی جائے گی تو ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ انہیں مرنے کے بعد حیاتِ جاوید حاصل ہو جائے گی۔ اب سوچئے کہ جب ان دو جماعتوں میں ٹکراؤ ہوگا تو کامیابی کس کے حصے میں آئے گی؟ اول الذکر جماعت' ثانی الذکر کے مقابلہ میں ٹھہر ہی نہیں سکے گی)۔

۸ (اس جماعتِ مومنین کا یہ ایمان کہ زندگی کا ایک بلند مقصد ہے' اور انسان کے سامنے عالمگیر انسانیت کا مفادِ کلی رہنا چاہئے' اندھی عقیدت پر مبنی نہیں۔ پورے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ مخالفین

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا

بھی فکر و تدبر سے کام لیں تو اس حقیقت کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں۔ یہ خود اپنی داخلی دنیا پر غور کریں اور دیکھیں کہ ان کے جسم کی مشینری مفاد کلی کے قانون کے مطابق چل رہی ہے یا اس میں ہر عضو اپنے اپنے مفاد کی فکر میں ہے)۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ خارجی کائنات پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس میں بھی ہر شے اپنے اپنے مفاد کے حصول میں سرگرداں ہے یا وہ کائنات کے کلی نظام کے اجزا کی حیثیت سے سرگرم عمل ہے۔ اگر یہ اس پر غور کریں گے تو یہ حقیقت ان کے سامنے آجائے گی کہ یہ تمام نظام ایک وقت معینہ تک تعمیری نتائج مرتب کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

لیکن اس قدر بیّن شہادات کے باوجود اکثر لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ زندگی کو اپنے مفاد اور رجحانات کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں اور اس پر یقین ہی نہیں رکھتے کہ انہیں قوانین خداوندی کا سامنا کرنا ہے اور ان کی ہر حرکت کا نتیجہ انہی قوانین کی رو سے مرتب ہوتا ہے۔

۹ اگر یہ لوگ اپنی ذات اور کائنات کے نظام پر غور کرنا نہیں چاہتے تو کم از کم تاریخی نوشتوں ہی کو دیکھیں کہ وہ انہیں کس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں؟ اس مقصد کے لئے اگر یہ لوگ آنکھیں کھول کر دنیا میں چلیں پھریں تو انہیں نظر آجائے گا کہ جن قوموں نے ان سے پہلے انہی جیسی روش اختیار کی تھی ان کا انجام کیا ہوا تھا۔ وہ قومیں قوت و شوکت میں ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں (۴۰/۲۱)۔ انہوں نے زمین کے سینے کو چیر کر اس میں چھپے ہوئے خزانوں (زرعی اور معدنی پیداوار) کو باہر نکالا۔ ملکوں کو آباد کیا —— اور ان کی آبادیاں ان مخاطبین کی آبادیوں سے کہیں زیادہ تھیں —— اُن کے رسول اُن کے پاس خدا کے واضح قوانین لے کر آئے۔ (قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ اس کے بعد کیا ہوا' اس حقیقت کو اچھی طرح یاد رکھو کہ) ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا کسی قوم کو یونہی ظلم اور زیادتی سے تباہ کر دیا ہو۔ قومیں خود اپنے اوپر آپ ظلم کرتی ہیں اور تباہ ہو جاتی ہیں (۳۵/۴۴)۔

۱۰ ہاں! تو خدا کے رسول ان کے پاس آئے۔ لیکن انہوں نے انہیں جھٹلایا۔ ان کا تمسخر اڑایا۔ اور اپنی اسی روش پر قائم رہے جس سے معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہوتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ جنہوں نے اس قسم کی ناہمواریاں پیدا کرنے والا نظام قائم کر رکھا تھا' ان کی اپنی زندگی

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ
تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

(۱) ع (۱۰) (۴)

میں ناہمواریاں پیدا ہو گئیں۔ ان کا توازن بگڑ گیا (اور وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے)۔

۱۱ یہ سب کچھ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا رہا — وہ قانون جس کی رو سے خدا، ہر شے کی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے (تو وہ غیر نشوونما یافتہ حالت میں ہوتی ہے) پھر اسے اس طرح گردشیں دیتا ہے کہ ہر گردش، اس چیز کو اس منزل کی طرف لے جاتی ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہے (یہی کچھ قوموں کے ساتھ ہوتا ہے)۔

۱۲ چنانچہ جو کچھ اقوامِ سابقہ کے ساتھ ہوا، وہی کچھ ان (مخالفین عرب) کے ساتھ ہوگا۔ (اس وقت تو یہ لوگ قوانینِ خداوندی کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں لیکن جس وقت آنیوالا) انقلاب ان کے سامنے آکھڑا ہوگا، تو ان بڑے بڑے سرکش مجرموں پر ہر طرح کی مایوسیاں چھا جائیں گی۔

۱۳ اور جن لوگوں کے ساتھ مل کر انہوں نے اپنی مفاد پرستیوں کی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی، اس وقت، ان میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ کھڑا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اس سے بھی صاف مکر جائیں گے کہ وہ کبھی ان کے ساتھ شریک تھے۔

۱۴ اُس انقلاب کے وقت سب اپنی اپنی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں گے۔ ہر ایک کو نفسا نفسی پڑی ہوگی۔

۱۵ لیکن جو لوگ قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان لا کر صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہیں، ان کی حالت بالکل مختلف ہوگی۔ وہ زندگی کی شادابیوں اور خوشگواریوں سے بہرہ یاب (۲۲/۲۲) اور نغماتِ حیات آور سے لذت اندوز ہوں گے۔ (۴۳/۷۰)۔

۱۶ اور جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کرتے ہیں اور آنے والے مستقبل کی زندگی کی تکذیب کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو تباہیوں کے اندر موجود پائیں گے۔

۱۷-۱۸ لہذا کسی قوم کی زندگی کے آغاز کا وقت ہو یا اس کے ختم ہونے کا زمانہ۔ اسکا آفتاب

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾

اقبال نصف النہار پر ہو یا زوال کے قریب۔ وہ کسی دور سے بھی گزر رہی ہو۔ جب اس کے سامنے قوانین خداوندی آئیں تو اسے ان قوانین کی مسلسل اور پیہم اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ دیکھ لے گی کہ جس طرح قوانین خداوندی خارجی کائنات میں ایسے خوشگوار نتائج پیدا کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر ہر ایک بے ساختہ 'واہ' 'واہ' پکار اٹھتا ہے' جب یہ اپنے معاشرہ کو ان قوانین کے قالب میں ڈھال لے گی تو وہ بھی اسی قسم کے قابل تحسین ثمرات کی حامل بن جائے گی۔

۱۹ انہی قوانین کی اطاعت سے مردہ قوموں کو حیات تازہ مل جاتی ہے' اور انہی کی خلاف ورزی سے زندہ قومیں موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ جب زمین مردہ کو قوانین فطرت کے مطابق آبیاری کی جائے تو اس زمین سے کس طرح زندگی لہلہاتی ہوئی نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی قانون کے مطابق تمہیں بھی زندگی مل جائے گی۔

۲۰ قانون خداوندی کی حیات بخشی کا اندازہ لگانا ہو تو تم خود اپنی پیدائش پر غور کرو۔ جامد مادہ (مٹی) میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے۔ خدا نے اس جامد مادہ سے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی۔ اور پھر اسے مختلف گردشیں دیتا ہوا اس مقام تک لے آیا جہاں تم پیکر بشریت اختیار کر کے ساری دنیا میں پھیل گئے۔

۲۱ جامد مادہ سے جب زندگی کی ابتدا ہوئی تو وہ ایک جرثومہ[a] کی شکل میں تھی۔ وہ جوش نمو سے پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تو اس کا ایک حصہ نر بن گیا اور دوسرا مادہ ــــ اس طرح تم ــــ مرد اور عورت ــــ ایک دوسرے کے زوج[b] (جوڑے) بن گئے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کی رفاقت سے سکون قلب حاصل کرو۔ اس نے تم میں ایک ایسا گہرا رشتہ پیدا کر دیا

[a] LIFE CELL

[b] COMPLEMENTARY TO EACH OTHER

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

جو تمہاری (مرد اور عورت دونوں کی) صلاحیتوں کی نشو و نما کا موجب بن گیا۔

زندگی کے اس نقشے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں، قانونِ خداوندی کی محکمیت اور حیات بخشی کی نشانیاں ہیں۔

۲۲ اس قانونِ کائنات سے ایک اور حقیقت کی طرف غور کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کس قدر تنوع پایا جاتا ہے۔ لیکن اس تنوع کے باوجود ساری کائنات ایک مصرعۂ موزوں کی طرح غیر منقسم اور متحدہ وحدت ہے۔ اسی طرح انسانوں میں رنگ اور زبان کا اختلاف ہے لیکن وہ اس اختلاف کے باوجود ایک امّتِ واحدہ کے افراد ہیں۔ (۲۱۳/۲)۔

اس میں بھی اربابِ علم و بصیرت کے لئے حقیقت تک پہنچنے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۲۳ اسی کی ایک مثال اور لو۔ تم رات کو سوتے ہو اور دن کو تلاشِ معاش کرتے ہو۔ (لیکن سکون اور حرکت کے ان دو متضاد عناصر کی یک جہتی سے زندگی کی گاڑی آگے بڑھتی ہے) یقیناً اس میں بھی ان لوگوں کے لئے، جو گوشِ ہوش سے کام لیتے ہیں، ہمارے قانونِ وحدت کے سمجھنے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

۲۴ اور اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک ہی گھٹا میں بادل اور بجلیاں دونوں موجود ہوتی ہیں۔ بجلیاں تمہارے لئے وجہِ خوف بنتی ہیں اور بادل موجبِ مسرّت (۱۲/۹)۔ اس لئے کہ بادل سے وہ مینہ برستا ہے جس سے زمینِ مردہ کو زندگی مل جاتی ہے۔

اس میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں، ہمارے قانونِ حیات کی کارفرمائی کو سمجھنے کی بڑی نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ

(۳ ع ۶)

۲۵ خدا کے کائناتی قانون کی کارفرمائی یہ بھی ہے کہ اس قدر عظیم الجثہ اجرام فلکی (کُرّے) فضا کی پہنائیوں میں معلق قائم ہیں۔ ان میں سے ایک کرۂ ارض (تمہاری زمین) بھی ہے جس پر تم اس وقت بستے ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے تمہیں بلاوا آئے تو تم اس زمین سے نکل کھڑے ہو[1]۔

۲۶ یہ اس لئے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں خدا ہی کا قانون کارفرما ہے۔ یہاں کسی اور کا اقتدار نہیں۔ اور کائنات کی ہر شے اپنی تمام صلاحیتوں کو اُس کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے وقف کئے ہوئے ہے۔

۲۷ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ ۱۰/۳) خدا اپنے قانون کی رو سے ہر شے کی تخلیق (پیدائش) کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر اسے مختلف گردشیں دیتا ہوا، اس منزل کی طرف لے جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر کر دی گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ نہایت آسانی سے ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کے سب ڈھانچے قانونِ خداوندی کے قالب میں ڈھلے ہوتے ہیں، اس لئے وہ نہایت اعلیٰ درجے کے ہیں۔ (اگر انسان بھی اپنی سیرت و کردار کو قوانینِ خداوندی کے قالب میں ڈھالے تو اس میں بھی ایسا ہی حسن پیدا ہو جائے) حقیقت یہ ہے کہ قانونِ خداوندی عجیب قسم کا حسین امتزاج اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس میں غلبہ اور قوت بھی ہے اور حکمت و تدبیر بھی۔ (قوت بلا تدبیر اندھا استبداد ہوتا ہے۔ اور تدبیر بے قوت، بیکار فلسفہ۔ ان دونوں کا متوازن امتزاج ہی حسین تعمیری نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور یہ قوانینِ خداوندی کے تابع رہ کر ہی ہو سکتا ہے)۔

۲۸ (ان حقائق کی روشنی میں سوچو کہ کیا کائنات میں کوئی قوت بھی ایسی ہو سکتی ہے جسے خدا کی

---

[1] اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ تم مرنے کے بعد خدا کی آواز پر از سرِ نو زندہ ہو جاؤ۔ اور ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس زمین سے اٹھ کر کسی دوسرے کرے کی طرف چل نکلو جیسا کہ آجکل نظر آ رہا ہے۔ اس صورت میں "خدا کے بلاوے" سے مراد علم الفطرت کے مزید انکشافات ہوں گے۔ فطرت کا ہر اشارہ، خدا ہی کا بلاوا ہے ٭

تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

ہمسری حاصل ہوسکے؟ سب کی توتیں خدا کی عطا فرمودہ ہیں- تو کیا وہ جو ان قوتوں کا عطا کرنے والا ہے اور وہ جنہیں یہ قوتیں عطا کی گئی ہیں' ایک دوسرے کے برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں- لیکن اگر تم اس کی ضرورت سمجھتے ہو تو) ہم اس کے لئے خود تمہاری اپنی مثال پیش کرتے ہیں- تمہارے ہاں وہ لوگ بھی ہیں جو تمہارے ماتحت کام کرتے ہیں ـــــ تمہارے ملازم وغیرہ ـــ کیا تم ایسا کرتے ہو کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں انہیں اس طرح شریک کر لو کہ وہ اور تم ہر طرح سے برابر برابر ہو جاؤ' اور پھر تم ان سے اس طرح ڈرنے لگ جاؤ جس طرح تم اپنے برابر کے لوگوں سے ڈرتے ہو- (سو جب یہ لوگ جو تمہارے زیر فرمان کام کرتے ہیں' تمہارے جیسے انسان ہونے کے باوجود تمہارے ہمسر نہیں ہو سکتے اور تم ان سے کبھی خائف نہیں ہوتے' تو کائنات کی مخلوق' خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو' اس خدا کے برابر کس طرح ہو سکتی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور وہ اس کے قوانین کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہے)- ہم اس طرح اپنے قوانین وحقائق کو کھول کر بیان کرتے ہیں' لیکن اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل و فکر سے کام لیں-

(ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ تم اپنے ماتحتوں اور زیر دستوں کو' اس میں شریک کر کے جو ہم نے تمہیں دیا ہے' اپنا ہمسر نہیں بنا لیتے' تو اس سے یہ مراد نہیں کہ تمہیں اپنا فاضلہ رزق انہیں نہیں دینا چاہیئے- ہم نے بات سمجھانے کے لئے' تمہاری روش کو بطور مثال پیش کیا ہے- ورنہ صحیح معاشی نظام تو یہی ہے کہ جنہیں فاضلہ رزق حاصل ہو' وہ اسے ان لوگوں کو دیدیں جنہیں اس کی ضرورت ہو' تاکہ سامانِ زیست سے پرورش پانے میں سب برابر کے حصہ دار ہو جائیں- ۱۶/۷۱)-

۲۹ ان واضح حقائق کے بعد' ان لوگوں کی حالت پر غور کرو جو وحی (علم) کی روشنی کے بغیر' اپنے جذبات کے تابع چلنا چاہتے ہیں' (اور اس طرح اپنے جذبات ہی کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں- حالانکہ صحیح روش یہ ہے کہ انسانی جذبات کو وحیِ خداوندی کے تابع رکھا جائے- ۲۵/۴۳)- ان کی اس غلط روش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پر سعادتوں اور کامرانیوں کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں- اور جس پر' خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے' زندگی کی صحیح راہ اس طرح بند ہو جائے' اسے صحیح راستے پر کون لا سکتا ہے اور کون اس کی مدد کر سکتا ہے-

۳۰ لہذا' صحیح روشِ زندگی یہ ہے کہ تو ان تمام غلط راہوں سے منہ موڑ کر' اپنی تمام توجہات کو

حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۙ ﴿۳۳﴾

اُس نظامِ زندگی پر مرکوز کر دے جو خدا کے تخلیقی قانون کا تقاضا ہے اور جس قانون کے مطابق اس نے خود انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کا یہ قانونِ تخلیق غیر متبدل ہے (اس لئے یہ نظامِ زندگی جو انسانی معاشرہ کے لئے بذریعہ وحی دیا گیا ہے' اسی طرح غیر متبدل ہے)۔ یہی وہ نظامِ زندگی ہے جو نہایت محکم اور تمام نوعِ انسان میں صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

۳۱ یہ نظام کیا ہے؟ یہ کہ سفرِ زندگی میں تمہارا ہر قدم اُس منزل کی طرف اٹھے جو خدا نے تمہارے لئے تجویز کی ہے تم اس کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ اس کے لئے نظامِ صلوٰۃ قائم کرو جس میں ہر فرد بطیب خاطر قوانینِ خداوندی کا اتباع کئے چلا جاتا ہے۔ اس اتباع اور اطاعت میں کسی اور کے قانون اور فیصلے کو شریک نہ کرو۔ اس سے پہلے تو خود تمہارے اندر وحدتِ فکر و عمل پیدا ہو جائے گی اور اس کے بعد پوری نوعِ انسانی' اپنے اختلافات کو چھوڑ کر امتِ واحدہ بن جائے گی (۲/۲۱۳)۔ یہی دین کا مقصود ہے۔

۳۲ لہٰذا' تم بڑی احتیاط برتنا کہ اس طرح توحید کے پیرو بن کر پھر سے مشرک نہ بن جاؤ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' اور اس طرح اُمتِ واحدہ رہنے کے بجائے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ فرقوں میں بٹ جانے کے بعد حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ جس طریقے پر ہم چل رہے ہیں' وہی حق و صداقت کی راہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ میں مگن ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ یاد رکھو۔ فرقہ پرستی اور گروہ بندی شرک ہے۔ تم اس شرک کے مرتکب نہ ہو جانا (۴/۱۰۶؛ ۱۰۰/۶؛ ۵۲/۲۳؛ ۱۴/۴۲)۔

۳۳ اور نہ ہی تم ان لوگوں کی روش اختیار کر لینا جن کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنی تمام توجہات کو خدا کی طرف مرکوز کر کے اُس سے دعائیں مانگتے ہیں' اور جب اس کی طرف سے سامانِ کشائش مل جاتا ہے' تو ان میں سے ایک گروہ اپنے

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ
يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ
يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾
فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾

نشوونما دینے والے (خدا) کے اقتدار واختیار میں دوسروں کو بھی شریک کرنے لگ جاتا ہے۔

۳۴ اور اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے' اسے دبا اور ڈھانپ کر اپنے لئے مختص کرلیں اور اس طرح کفرانِ نعمت کریں۔ سو ایسے لوگوں سے کہہ دو کہ تم اس سازو سامانِ زندگی سے کچھ وقت کے لئے فائدہ اٹھالو۔ اس کے بعد تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری اس غلط روش کا انجام کیا ہوتا ہے!

۳۵ (یاد رکھو! جو لوگ ہمارے قانون اور اقتدار میں دوسروں کو بھی شریک سمجھتے ہیں' وہ یہ کچھ اپنے خود ساختہ تصورات کے مطابق کرتے ہیں) ہم نے کوئی تائید اور سند ایسی نازل نہیں کی جو اُن کے حق میں دلالت کرتی ہو جنہیں یہ خدا کی قوتوں میں شریک قرار دیتے ہیں۔

۳۶ (حقیقت یہ ہے کہ جب لوگ وحی کا دامن چھوڑ دیں تو ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ) جب انہیں سامانِ زندگی کی کشود حاصل ہوتی ہے تو وہ پھولے نہیں سماتے۔ اس پر اتراتے پھرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں' خود ان کے اپنے اعمال کی بدولت' کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خود زندگی کی طرف سے ہی مایوس ہو جاتے ہیں (یعنی ان کی طبیعت میں توازن اور اعتدال رہتا ہی نہیں)۔

۳۷ کیا یہ لوگ کبھی اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ رزق کی کشائش اور تنگی خدا کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ جو اپنے لئے' جس قسم کی راہ اختیار کرتا ہے' اسے اسی قسم کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ اس حقیقت میں' ان لوگوں کے لئے جو قوانین خداوندی کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں' صحیح توازن بدوش راستے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

۳۸ (رزق کی کشائش اور تنگی کا قانون یہ ہے کہ جس معاشرہ میں رزق کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اس سے ہر ضرورتمند کی ضرورت پوری ہوتی رہے' اس معاشرہ میں رزق کی فراوانی رہے گی اور جہاں اس کے خلاف ہوگا' وہاں رزق کی تنگی ہوگی)۔ لہٰذا تم اپنے معاشرہ میں رزق کی

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ

مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

تقسیم اس طرح کرو کہ ہر شخص اس کا اطمینان کر لے کہ اس کے قریب بسنے والوں (یا رشتے داروں) کو اور انہیں جو کسی وجہ سے کمانے سے معذور ہو جائیں۔ نیز اس اجنبی کو جو تمہارے ملک میں آ نکلے اس کی ضرورت کے مطابق رزق مل جائے ـــــ اور یہ رزق انہیں بطور خیرات نہ ملے بلکہ ان کا حق سمجھ کر انہیں دیا جائے۔

یہ روش ان لوگوں کے لئے بہترین نتائج کی حامل ہوگی جو اس راستے پر چلنا چاہتے ہیں جو انہیں خدا کی مقرر کردہ منزل کی طرف لیجائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں پروان چڑھیں گی۔

۳۹ یاد رکھو! جو کچھ تم دوسروں کو اس لئے دو کہ اس کے بدلے میں تمہیں ان کے مال و دولت میں سے، اس سے زیادہ ملے جو تم نے انہیں دیا ہے (تو ہو سکتا ہے کہ اس طرح تمہیں تمہارے حساب کے مطابق کچھ زیادہ مل جائے۔ لیکن) قانون خداوندی کی رو سے، اس سے تمہارے مال و دولت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ (یہ تمہیں اس لئے اضافہ نظر آتا ہے کہ تم انفرادی طور پر حساب کرتے ہو۔ اگر تم پوری انسانیت کو سامنے رکھ کر غور کرو تو تم دیکھ لوگے کہ یہ اضافہ نہیں ہے)۔ اس کے برعکس، جو کچھ تم اس لئے دو کہ اس سے دوسروں کی نشو و نما ہو جائے، اور اس میں تمہیں کسی قسم کے ذاتی معاوضہ کا خیال نہ ہو، بلکہ تم یہ اس لئے کرو کہ اس سے تمہاری زندگی قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ ہو جائے گی، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دیئے ہوئے مال میں فی الحقیقت اضافے ہوتے ہیں۔ (۲/۲۷۵-۲۷۶ ؛ ۳/۱۲۹ ؛ ۷۴/۶)

۴۰ یہ قانون اس خدا کا ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا اور سب کے لئے رزق (سامانِ زیست) مہیا کیا۔ (لہذا، جب رزق سب کے لئے ہے تو اس کی تقسیم بھی اس طرح ہونی چاہیے کہ اس سے سب کی نشو و نما ہوتی جائے)۔ اسی قانون کے مطابق تمہاری موت اور حیات کے بھی فیصلے ہوتے ہیں۔

تم بتاؤ کہ جن ہستیوں کو تم صاحب اقتدار سمجھتے ہو، ان میں سے کوئی بھی ایسی ہے جو نظمِ کائنات سے متعلق ان امور میں سے کچھ بھی کر سکتی ہو؟ تم اس پر غور کرو گے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ خدا اس

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۴۲﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿۴۵﴾

بہت دور اور بلند ہے کہ اس کے اقتدار میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔

۴۱ لیکن جب لوگوں نے غیر خدائی نظریات و تصورات کو قانون خداوندی کا ہمسر بنا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی زندگی کے ہر گوشے میں ناہمواریاں پیدا ہو گئیں۔ یہ ناہمواریاں خود لوگوں کی اپنی پیدا کردہ ہیں ― خدا کی طرف سے نہیں ہیں ― ان کی خود پیدا کردہ ناہمواریوں کے بعض تباہ کن نتائج ان کے سامنے آ چکے ہیں۔ اگر یہ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو یہی نتائج اس امر کے لئے کافی محرک ہو سکتے ہیں کہ یہ اپنے خود ساختہ نظام زندگی سے منہ موڑ کر نظام خداوندی کی طرف رجوع کر لیں۔

۴۲ اگر اس سے بھی ان کی سمجھ میں بات نہیں آتی تو ان سے کہو کہ ذرا دنیا میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو قومیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں' ان کا انجام کیا ہوا؟ ان میں اکثریت ان کی تھی جنہوں نے اپنے خود ساختہ قوانین کو' قوانین خداوندی کا ہمسر بنا رکھا تھا۔ (اور نوع انسان کو ایک عالمگیر برادری خیال کرنے کے بجائے' فرقوں اور پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے' کہ شرک کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ (۳۰/۳۱-۳۲)۔

۴۳ بہرحال' یہ لوگ جو روش بھی اختیار کرتے ہیں انہیں کرنے دو۔ تم اپنی تمام مساعی کو خدا کے محکم نظام کے قیام کے لئے وقف کر دو۔ (۳۰/۳۰) قبل اس کے کہ خدا کے قانون مکافات کی رو سے ظہور نتائج (انقلاب) کی وہ گھڑی سامنے آجائے جو کسی کے لوٹائے لوٹے گی نہیں۔ یہ وہ وقت ہو گا جب یہ دونوں پارٹیاں نکھر کر الگ الگ ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کے مدمقابل آ کھڑی ہوں گی۔

۴۴ جن لوگوں نے قوانین خداوندی سے انکار (کفر) کی راہ اختیار کی ہو گی' اس کا وبال ان پر پڑے گا۔ جن لوگوں نے بگاڑ کی جگہ سنوار پیدا کرنے والے کام کئے ہوں گے' انہیں زندگی کی آسائشیں حاصل ہو جائیں گی۔

۴۵ یہ اس لئے کہ یہ حقیقت ابھر کر سامنے آجائے کہ ایمان اور اعمال صالح کا بدلہ خدا کے فضل

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْکُ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِہِمْ فَجَآءُوْہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اِذَا ہُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْہِمْ مِّنْ قَبْلِہٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

وکرم سے کس قسم کا ملتا ہے۔ اور کفر کی راہ انسان کو کس طرف لیجاتی ہے ——— وہ راہ جو خدا کے ہاں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔

۴۶ قانونِ خداوندی کے مطابق چلنے کے خوشگوار نتائج ایسے ہیں، جیسے خدا ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بارش کی خوشخبری دیتی ہیں، اور وہ بارش تمہارے لئے سامانِ زندگی کا موجب بنتی ہے ——— خشکی میں یہ ہوتا ہے، اور سمندروں میں یہی ہوائیں، قانونِ خداوندی کے مطابق کشتیوں کو چلاتی ہیں، تاکہ تم تلاشِ معاش میں اِدھر اُدھر نکلو، اور اس طرح تمہاری کوششیں بھرپور نتائج کی حامل ہوں۔

۴۷ اسی قسم کے واضح قوانین ہم، تم سے پہلے اپنے رسولوں کی معرفت بھیجتے رہے ہیں۔ وہ ان قوانین کو اپنی قوم کے سامنے پیش کرتے (لیکن وہ ان سے سرکشی برتتی۔ اور آخر الامر) انہیں ان کے جرائم کی وجہ سے پکڑ لیا جاتا۔ اس لئے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان لوگوں کی مدد کریں جو ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں ——— اور اس مدد کا پہلا قدم یہ ہے کہ جو لوگ اس نظامِ حق و صداقت کی مزاحمت کریں انہیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔

۴۸ اس ضمن میں ہواؤں کی مثال کو ایک بار پھر سامنے لاؤ۔ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ سمندر کے ابخرات میں ہیجان پیدا کر کے انہیں اوپر اٹھاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے قانونِ فطرت کے مطابق ان بادلوں کو فضا کی پہنائیوں میں پھیلا دیتا ہے۔ پھر وہ مختلف حصوں میں بٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ ان بادلوں میں سے مینہ برستا ہے۔ اس طرح جب مینہ خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق زمین میں بسنے والوں پر برستا ہے، تو وہ اس سے کس قدر خوش ہوتے ہیں۔

۴۹ حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے اس بارش کی طرف سے بالکل مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔

۵۰ تم ذرا خدا کے اس قانونِ ربوبیت کے نتائج و اثرات پر نگاہ ڈالو اور دیکھو کہ اس کے ذریعے

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وہ کس طرح زمینِ مردہ کو حیاتِ تازہ عطا کر دیتا ہے۔

اسی طرح دُنیا میں مردہ قوموں کو بھی (آسمانی وحی کی بارش کے ذریعے) حیات تو مل سکتی ہے۔ اور سب کچھ خدا کے ان اندازوں اور پیمانوں (قوانین) کے مطابق ہوتا ہے جن پر اسے پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۵۱ خدا کے انہی اندازوں (قوانینِ فطرت) کے مطابق' وہی ہوا چلتی ہے تو بارش لانے کے بجائے' کھیتی کو پکا کر سونے کی طرح زرد کر دیتی ہے (اور اس کے بعد اناج پک کر لوگوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے قانونِ ربوبیت کے مطابق ہوتا ہے تاکہ اس سے تمام انسانوں کی پرورش ہو سکے۔ لیکن یہ لوگ اس کے باوجود) اس قانون سے برابر انکار کئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کی اپنی ہنرمندی سے حاصل ہوتا ہے' اس لئے اس کی تقسیم خدا کی ہدایت کے مطابق کیوں کی جائے۔ (۵۶/۴۲ — ۶۳)۔

۵۲ اب کہو کہ جو لوگ ایسے واضح حقائق کو یوں جھٹلاتے جائیں انہیں راہ راست پر کس طرح لایا جا سکتا ہے؟ تو زندہ انسانوں کو تو بات سنا سکتا ہے' مردوں کو نہیں سنا سکتا (۳۶/۲۲)۔ نہ ہی بہروں کو سنا سکتا ہے جبکہ وہ سننا ہی نہ چاہیں' بلکہ منہ پھیر کر چل دیں۔

۵۳ نہ ہی تو اندھوں کو ان کے غلط راستے سے ہٹا کر سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے (جب وہ صحیح راستے پر چلنا ہی نہ چاہیں)۔ تو صرف انہیں سنا (اور دکھا) سکتا ہے جو عقل و شعور سے کام لے کر ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں اور ان کے تابع زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہوں۔

۵۴ اسی اصول میں قوموں کے عروج و زوال کا راز بھی پنہاں ہے۔ قوموں کی حالت بھی دراصل افراد کی سی ہوتی ہے۔ اس کی مثال بالکل واضح ہے۔ تم جب پیدا ہوتے ہو تو تمہاری حالت بڑی کمزور ہوتی ہے۔ پھر اگر تمہاری پرورش' قانونِ خداوندی کے مطابق ہو' تو وہ کمزوری قوت میں بدلتی جاتی ہے۔ پھر اس قوت کے بعد' تم پر کمزوری اور بڑھاپا چھا جاتا ہے۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ ۙ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

اس کا تخلیقی پروگرام، اس طرح، اُس کے قانونِ مشیت کے مطابق جاری و ساری ہے۔ اور یہ سب کچھ ان قوانین کی رو سے ہوتا ہے جو کبیر علم پر مبنی ہے۔

۵۵ (جو قومیں اپنے ضعف اور کمزوری کے زمانے میں، اپنی زندگی کو خدا کے قانونِ ربوبیت کے قالب میں ڈھال لیں، ان کی نشو و نما شروع ہو جاتی ہے اور وہ قوت و اقتدار کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں پہنچ کر اگر وہ اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کی طرف سے غافل ہو جائیں تو ان پر ضعف و انحطاط چھا جاتا ہے۔ اور پھر) جب ان کے سامنے وہ انقلاب نمودار ہو جاتا ہے جس نے ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے، تو اس وقت یہ لوگ، جن کے اپنے جرائم کی وجہ سے ان پر یہ تباہی آتی ہے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ وقت ہی نہیں ملا جو ہم اپنی اصلاح کر سکتے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ وقت کی کمی کی وجہ سے اس حالت تک نہیں پہنچے، بلکہ اس لئے کہ یہ ہمارے قوانین سے الٹے پھر جاتے تھے۔

۵۶ چنانچہ جن لوگوں کو علم و بصیرت عطا ہوتی ہے اور وہ ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ تمہیں خدا کے قانونِ مکافات نے اس وقت تک مہلت دی جب تک ظہورِ نتائج کی آخری گھڑی نہیں آگئی اور یہ فیصلہ نہیں ہو گیا کہ تمہیں زندگی کے راستے سے اٹھا کر الگ پھینک دیا جائے کیونکہ تم خواہ مخواہ دوسروں کے راستے میں روڑا بن کر اٹک رہے تھے۔ چنانچہ اب وہ وقت آ پہنچا ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے سامنے ہو رہا تھا، لیکن تم اپنی قوت کے نشہ میں اس قدر بدمست تھے کہ تمہیں اس کا علم ہی نہیں ہوا کہ تم کس طرح، آہستہ آہستہ، ہلاکت کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے[1]۔

۵۷ اُس وقت ـــــ جب اعمال کے نتائج سامنے آجائیں گے ـــــ ان لوگوں کے اس قسم کے عذر، جو حقیقتوں پر پردے ڈال لینے کی ناکام کوششوں سے زیادہ کچھ نہیں ـــــ انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ اور نہ ہی ان کا، ہماری چوکھٹ پر گر کر یہ التجا کرنا کہ ہم اپنی نوازشات کو ان کی طرف

[1] اگر ان آیات میں بعث سے مراد "موت کے بعد کی اٹھنا" لیا جائے تو پھر ان کا مفہوم اس کے مطابق متعین کیا جا سکتا ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٠﴾

لوٹا دیں' ان کے کسی کام آسکے گا —— انہوں نے لوگوں پر مظالم کئے تو اس کا نتیجہ ان کے سامنے آ گیا۔ (اگر وہ مہلت کے وقفہ میں اپنی حالت کی اصلاح کرکے اپنے حسنِ عمل سے سابقہ بدعملیوں کا کفارہ ادا کر دیتے تو بات اور تھی۔ ظہورِ نتائج کے وقت اصلاح کا خیال کچھ فائدہ نہیں دے سکتا)۔

۵۸ ہم نے اس طرح اس قرآن میں مختلف طرق واسالیب سے حقائق کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جن لوگوں نے پہلے سے طے کر لیا ہے کہ وہ تمہاری دعوت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے خدا کا کوئی قانون بھی جب ان کے سامنے پیش کیا جائے گا تو وہ یہ کہہ کر اس کی مخالفت کریں گے کہ سب جھوٹ اور فریب کاری ہے۔

۵۹ جو لوگ تعصب کی بنا پر اس قسم کی روش اختیار کر لیتے ہیں' اور علم و بصیرت سے کام نہیں لیتے' ان کے دلوں پر ایسی مہریں لگ جاتی ہیں کہ پھر ان میں حقیقت کے سمجھنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔

۶۰ لہٰذا' جب معاملہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ آپڑے تو پھر اس کے سوا چارہ کار نہیں ہوتا کہ تم ان سے اعراض برت کر اپنے پروگرام پر مستقل مزاجی سے جمے رہو۔ تم اس پر یقین رکھو کہ خدا کا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس لئے تمہاری دعوت آخر الامر کامیاب ہو کر رہے گی۔ لیکن اس سلسلہ میں اتنی احتیاط بڑی ضروری ہے کہ تم سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے تمہارے مخالفین یہ سمجھ لیں کہ تم اپنے دعوے میں ہلکے اور عزائم میں ڈھیلے ہو۔ اس لئے تمہیں' تمہارے مقام سے ہٹا کر اپنے ساتھ ملا لینا چنداں دشوار نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

---

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ اُس ضابطۂ حیات کے قوانین ہیں جو سرتا سر حکمت پر مبنی ہے۔

۳ اس میں ان لوگوں کے لئے جو حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرنے کے متمنی ہوں سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی' اور ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان ہے۔

۴ یعنی ان لوگوں کے لئے جو ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس میں تمام افراد معاشرہ' قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے چلے جائیں۔ اور جو تمام نوعِ انسان کی پرورش کا سامان بہم پہنچائے۔ ایسا نظام وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جنہیں اس حقیقت پر یقین ہو کہ زندگی' اس دنیا کی زندگی نہیں۔ اس سے آگے بھی جاتی ہے۔ اور اُس زندگی میں مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اِس زندگی میں قوانین خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے نوعِ انسان کی پرورش کا انتظام کریں۔ (۲/۴)۔

۵ یہی لوگ ہیں جو خدا کے بتلائے ہوئے صحیح راستے پر چلتے ہیں۔ اور یہی ہیں جن کی کھیتیاں پروان چڑھتی ہیں۔ (۲/۵)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٦﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَ
هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا
مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾

---

۶ ان کے برعکس وہ لوگ ہیں جو زندگی کا کوئی بلند مقصد اپنے سامنے نہیں رکھتے' اور طبیعی زندگی کی عارضی لذتوں اور بے معنی مسرتوں ہی کو مقصودِ حیات سمجھ لیتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں' اور دوسروں کو بھی' بلا علم و دانش صحیح راستے سے بہکاتے رہتے ہیں۔ یہ زندگی کے بلند مقاصد اور ان کی طرف لے جانے والے صحیح راستے کو مذاق سمجھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آخرالامر ذلت آمیز عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

۷ ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے قوانینِ خداوندی پیش کئے جاتے ہیں' تو وہ نہایت متکبرانہ انداز سے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس کے کانوں میں ڈاٹ لگ رہے ہیں' جن کی وجہ سے اس نے سنا ہی نہیں کہ اسے کیا کہا گیا ہے۔ ان لوگوں کو مطلع کر دو کہ ان کی یہ روش انہیں بڑے الم انگیز عذاب میں مبتلا کر دے گی۔

۸ ان کے برعکس' جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں' اور انسانی معاملات کو سنوارنے والے کام کرتے ہیں' ان کے لئے پُرآسائش زندگی ہوگی —— یہاں بھی اور اس کے بعد بھی۔

۹ یہ خدا کا وعدہ ہے جو ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آجائے گا۔ اس لئے کہ خدا بڑی قوتوں کا مالک ہے اور اس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے — اس لئے کسی میں اس کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ اس کی بات پوری نہ ہونے دے یا اس کی تدبیر کو ناکام بنا دے۔

۱۰ اس کی قوتوں اور محکم تدبیروں کا اندازہ لگانا ہو تو کارگہ کائنات پر غور کرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح' فضا کی پہنائیوں میں اس قدر عظیم الجثہ کرّوں کو' بغیر ایسے ستونوں کے جو کسی کو نظر آسکیں' تھام رکھا ہے۔ (یعنی غیر مرئی کششِ ثقل کے ذریعے) اور زمین میں اتنے اتنے بڑے پہاڑ کھڑے کر رکھے ہیں' لیکن اس کے باوجود' وہ اپنی رفتار کے مطابق گھومتی رہتی ہے اور

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

تم اس پر اطمینان سے بیٹھے رہتے ہو (۲۱/۱۵) - اور اس نے سطح زمین پر انواع و اقسام کے ذی حیات پھیلا رکھے ہیں - اور وہ بادلوں سے مینہ برساتا ہے جس کے ذریعے زمین سے قسم قسم کی اعلیٰ درجہ کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں -

۱۱ ان سے کہو کہ یہ تو وہ کائنات ہے جسے خدا نے پیدا کیا ہے - اب اگر (تمہارے زعم باطل کے مطابق) کوئی اور بھی ایسی قوتوں کے مالک ہیں تو مجھے بتاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر نہیں رکھتے وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جسے غلط ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں (خالق کو اس کے اپنے مقام پر رکھو اور مخلوق کو اس کے مقام پر پھر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی) -

۱۲ وحی کی روشنی میں نظام کائنات پر غور و فکر سے صحیح نتائج تک پہنچنے کی یہی دانش نورانی تھی جو ہم نے خصوصیت سے لقمان کو عطا کی تھی تاکہ وہ نعمائے خداوندی کا صحیح سپاس گذار بنے ـــــ خدا کی نعمتوں کی سپاس گزاری یہ ہے کہ انہیں قوانین خداوندی کے مطابق صرف کیا جائے - جو ایسا کرتا ہے اس کی ذات کی صلاحیتیں بھرپور انداز سے نشوونما پاتی ہیں - اور جو شخص اس کے خلاف جاتا ہے اس کا نقصان اسی کو اٹھانا پڑتا ہے - خدا کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا - اس کا قانون اپنی نتیجہ خیزیوں کے لئے کسی کی مدد کا محتاج نہیں - وہ از خود اس حسن و خوبی سے کارفرما رہتا ہے کہ اس کے نتائج ہر دیدۂ بینا سے بے ساختہ خراج تحسین وصول کر لیتے ہیں -

۱۳ لقمان خود بھی احکام خداوندی کا اتباع کرتا تھا اور اپنی اولاد کو بھی ان کے اتباع کی تلقین کرتا رہتا تھا - چنانچہ اس نے اپنے بیٹے سے جسے وہ حکمت کے اصول سمجھاتا تھا کہا کہ اے میرے بیٹے! سب سے پہلے اس بنیادی اصول کو سمجھ لو جس پر انسانی فکر کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے - اور وہ یہ کہ) خدا کے اقتدار و اختیار میں کسی اور کو شریک مت کرو - اطاعت اور محکومیت صرف خدا کی اختیار کرو - یاد رکھو خدائی اختیارات میں کسی اور کو شریک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان خدا کو اس کے مقام بلند سے نیچے اتارتا ہے اور غیر خدائی قوتوں کو ان کے مقام سے اونچا لے جاتا ہے - یہ بہت بڑی بے انصافی ہے (انسان جن قوتوں کو خدا کا درجہ دیدیتا ہے وہ یا تو فطرت کے مظاہر

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

ہیں اور یا خود دوسرے انسان۔ مظاہرِ فطرت سب انسان کے لئے مسخر کئے گئے ہیں۔ اور انسان، انسان ہونے کی جہت سے، سب برابر ہیں۔ اس لئے کسی انسان کا، کسی دوسرے انسان۔ یا مظاہرِ فطرت میں سے کسی کے سامنے جھکنا، اس کے شرفِ انسانیت کی تذلیل ہے۔ تم، بیٹا! ایسا کبھی نہ کرنا)۔

۱۴ (اس سے آگے بڑھو تو انسانوں کے باہمی معاملات کا سوال سامنے آتا ہے۔ تم حیوانات کو دیکھو۔ وہ اپنے بچے کی پرورش کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ لیکن کوئی حیوان بڑا ہو جانے کے بعد اپنے ماں باپ کو پہچانتا تک نہیں۔ انسانوں کی زندگی اس نہج کی نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے) خدا نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں بڑے تاکیدی احکام دیئے ہیں (کہ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ)۔ اس کی ماں نے اس کی ایسی حالت میں (شکم میں) پرورش کی کہ وہ خود کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ اسے دو سال تک دودھ پلاتی رہی۔ (۲/۲۳۳ ؛ ۴۶/۱۵)۔ بنابریں انسان کا وجود جہاں ہماری موہبت کا رہینِ منت ہے، وہاں اس کی نشو و نما میں، اس کے والدین کا بھی کم حصہ نہیں۔ لہٰذا، اسے خدا کا اور اپنے ماں باپ کا سپاس گزار ہونا چاہیئے۔ اگرچہ یہ سب کچھ ہمارے ہی قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ (اسی کے مطابق جنین کی تخلیق ہوتی ہے اور اسی کے مطابق اس کی پرورش۔ لیکن بایں ہمہ جو اس کی نشو و نما کا ذریعہ ہوں، ان کی سپاس گزاری بھی ضروری ہے۔ انسانی تمدن کا یہی تقاضا ہے)۔

۱۵ لیکن ماں باپ سے حسنِ سلوک کی اس قدر تاکید کے ساتھ، ہم نے انسان سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر وہ تم پر زور دیں کہ تم شرک کے مرتکب ہو —— ان کا ایسا کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کائنات میں کوئی ہستی ایسی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے —— تو تم ان کی بات بھی نہ مانو (۲۹/۸)۔ تم بس ان سے دنیاوی معاملات میں، نیک برتاؤ کرتے رہو۔ اور اتباع صرف اس کے راستے کی کرو جس کا ہر قدم خدا کی طرف اٹھتا ہے۔ یاد رکھو! تم اپنے ہر عمل کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہو۔ وہ تمہیں بتا دے گا کہ تمہارے اعمال تمہیں کس مقام پر لے آئے ہیں۔ (تمہارے اعمال کے نتائج، خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

(۲ ع ۱۱)

متعین ہوتے ہیں)۔

۱۶ پھر لقمٰن نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! خدا کا قانونِ مکافات ایسا ہے کہ اگر تمہارا کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر چھپا کر رکھا ہو۔ یا وہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کہیں بھی ہو۔ خدا کا قانونِ مکافات' اسے کھینچ کر سامنے لے آئے گا۔ یاد رکھو! وہ قانون بڑا باریک بیں' اور ہر ایک کی حالت سے باخبر ہے۔

۱۷ لقمٰن نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا کہ تم نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرو۔ جس بات کو وحیِ خداوندی جائز قرار دے اس کا حکم دو۔ جسے وہ معیوب کہے اس سے لوگوں کو روکو۔ اس نظام کے قیام اور بقا کی جدوجہد میں تمہیں جو مشکلات بھی پیش آئیں' ان میں ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ یاد رکھو! مصائب اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا' بڑی ہمت کا کام ہے' اور اس کے لئے بڑے مستحکم ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۸ اور لوگوں سے نخوت اور تکبر کی بنا پر بے رخی مت برتو' اور معاملات میں ایسی روش اختیار نہ کرو جس سے اوچھا پن ظاہر ہو (۲۳)۔ یاد رکھو! قانونِ خداوندی کی رو سے خود پسندی اور اوچھا پن' اچھے خصائل نہیں۔ (۲۳)۔

۱۹ اور اپنی رفتار (و گفتار) میں ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی کو ملحوظ رکھو۔ اور چلا چلا کر نہ بولا کرو۔ نرم اور ہلکی آواز سے بات کیا کرو۔ چیخ کر گدھے بولتے ہیں۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ گدھے کی آواز کس قدر مکروہ ہوتی ہے' اور سننے والوں پر کیسی گراں گزرتی ہے۔

۲۰ یہ تھے وہ حقائق جن تک لقمٰن' ہماری وحی کی روشنی میں عالم النفس و آفاق پر غور و فکر کے بعد پہنچا تھا۔ (اے رسول! تم اپنے مخاطبین سے کہو کہ نظامِ کائنات تمہارے سامنے بھی ایک واضح کتاب کی طرح کھلا ہے) کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا نے کس طرح کائنات

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾

کی ہر شے کو تمہارے فائدے کے لئے' قوانین کی زنجیروں میں جکڑ کر مختلف کاموں میں لگا رکھا ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تمہاری نشو و نما کے لئے جس قدر ساز و سامان کی ضرورت ہے ـــــ خواہ وہ محسوس اور مرئی اشیا ہوں' یا کائنات کے پردوں میں چھپی ہوئی قوتیں ـــــ اسے نہایت کشادگی اور فراوانی سے بہم پہنچائے اور اس طرح تمہاری نشو و نما کی تکمیل ہو جائے۔ (تمہاری نشو و نما صرف مادی سامانِ زیست سے نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے وحی کی راہ نمائی کی بھی ضرورت ہے۔ اس راہ نمائی کو بھی اُس نے اس قرآن میں مکمل شکل میں عطا کر دیا ہے)۔ لیکن لوگوں میں وہ بھی ہیں جن کی حالت یہ ہے کہ وہ کائنات کی معاشی سہولتوں سے تو آگے بڑھ بڑھ کر فائدے اٹھاتے ہیں' لیکن جب ان کے سامنے وحی کی راہ نمائی کو لایا جائے تو اس باب میں جھگڑے بکھیڑے نکالنے لگ جاتے ہیں۔ وہ ایسا کرنے میں نہ علم و بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ نہ ہی اس راہ نمائی سے جو نظام کائنات پر غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی ان کے پاس وحی خداوندی پر مبنی کوئی ضابطہ حیات ہوتا ہے ـــ بس ایک اندھی تقلید ہے جس کی بنا پر وہ وحی کی راہ نمائی کی مخالفت کئے جاتے ہیں۔

۲۱ چنانچہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس ضابطہ ہدایت کا اتباع کرو جسے خدا نے نازل کیا ہے' تو کہہ دیتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہم تو اسی ڈگر پہ چلتے جائیں گے جس پہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا ہے ـــــ خواہ یہ روش شیطان کی وضع کردہ ہو اور وہ انہیں ایسی تباہی کی طرف لیجا رہی ہو جس سے سب کچھ جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے۔

۲۲ (یاد رکھو! زندگی کی صحیح روش یہ نہیں کہ تم آنکھیں بند کئے' اسلاف کی روش پر چلتے جاؤ۔ صحیح راستے پر وہ ہے) جو اپنے تمام رجحانات اور تقاضوں کو قانونِ خداوندی کے تابع رکھتا ہے اور اس طرح حسن کارانہ انداز سے نہایت متوازن زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ وہ ہے جس نے اپنی زندگی میں ایک ایسے محکم سہارے کو تھام لیا جو اسے کبھی دغا نہیں دے گا (۲۵۶/۲)۔ اس لئے کہ کائنات میں ہر کام' قوانین خداوندی کے مطابق ہوتا ہے' (اور اس نے انہی قوانین کو اپنا راہ نما بنایا ہے ـــ اس لئے ہو نہیں سکتا کہ اس کا کوئی کام بگڑ جائے)۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّمَا فِي

---

۲۳ (یہ ہے زندگی کا صحیح راستہ جو اس پر چلتا ہے وہ اپنی منزلِ مقصود تک جا پہنچتا ہے)۔ اور جو اس سے انکار کرتا ہے (وہ اپنا نقصان کرتا ہے) تجھے اُس کی اس روش سے افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ سب ہمارے قانونِ مکافات کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ان کے اعمال کے نتائج اسی قانون کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا ظہورِ نتائج کے وقت انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس قسم کے کام کرتے تھے۔ اللہ کا قانونِ مکافات تو سینے کے اندر چھپے ہوئے خیالات تک سے بھی واقف ہے۔

۲۴ (بات صرف اتنی ہے کہ اس قانون کی رو سے، عمل کے ارتکاب اور اس کے نتیجے کے مرتب ہو کر سامنے آنے میں، مہلت کا وقفہ ہوتا ہے)۔ یہ لوگ، اس مہلت کے وقفہ میں، سازوسامانِ زندگی سے فائدہ اٹھالیں۔ اس کے بعد ہم انہیں کشاں کشاں اس تباہی کی طرف لیجائیں گے جو بڑی ہی شدید ہوگی۔

۲۵ اِن کی کیفیت یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ کہدیں گے کہ اللہ نے۔ (لیکن اگر ان سے کہو کہ جب ساری کائنات خدا کے قوانین کے تابع چلتی ہے تو تم اپنی معاشرتی زندگی میں وہی قانون کیوں رائج نہیں کرتے، تو یہ اس پر کبھی رضامند نہیں ہوں گے۔ ان سے کہو کہ خارجی کائنات ہو یا تمہارا داخلی نظام) ہر جگہ، قابلِ حمد و ستائش صرف خدا کا قانون ہو سکتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ عقل و بصیرت سے کام نہ لینے کی وجہ سے، اس حقیقت سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ ($\frac{۲۹}{۶۱}$)۔

۲۶ ان سے کہو کہ ارض و سمٰوٰت میں سب جگہ خدا کا قانون کارفرما ہے اور کائنات کی ہر شے اُسی کے مقرر کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے مصروفِ سعی و عمل ہے۔ (اس لئے، وہ اگر کہتا ہے کہ تم اپنے معاشرہ کو اس کے قوانین کے تابع رکھو، تو اس لئے نہیں کہ اُس کا کوئی اپنا کام رکا پڑا ہے۔ یہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے)۔ وہ تمہارا محتاج نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ کائنات کی ہر شے کس طرح اُس کے نظامِ ربوبیت کی حمد و ستائش کی زندہ شہادت ہے؟

۲۷ اس کائنات کی وسعتوں، اور قوانینِ خداوندی کی حدود فراموشیوں کا یہ عالم ہے کہ اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں، اور موجودہ سمندر سب روشنائی میں تبدیل ہو جائیں

الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

(۳ ع ۱۱ ۱۲)

—— اور ان کے ساتھ کئی اور سمندر بھی ملا دیئے جائیں —— تو بھی ان قوانین کا احاطہ نہ ہوسکے (۱۰۹/۱۸)۔
وریہ قوانین جہاں اتنی قوت رکھتے ہیں کہ اس قدر عظیم القدر نظام کائنات کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکیں اس کے ساتھ ہی یہ علم وحکمت پر مبنی ہیں۔ یونہی اندھی قوت کی بنا پر نافذ العمل نہیں۔

۲۸ اس کے قانون کی ناپیدا کنار وسعتوں کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب سے انسان کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا ہے' اس وقت سے آخری وقت تک تمام انسانوں کی تخلیق اور ان کی بعثت (دوبارہ اٹھنا) اس کے نزدیک ایسے ہے جیسے کسی ایک متنفس کی تخلیق و بعثت۔ (اور صرف یہی نہیں کہ اس نے انسانوں کو پیدا کردیا' اور کام ختم ہوگیا) وہ ہر ایک کی سننے والا' سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (تم افراد کو الگ الگ دیکھتے ہو' اس کی نگاہ عالمگیر انسانیت پر ہوتی ہے۔ تم اجزا پر نظر رکھتے ہو۔ وہ کل کو بھی دیکھتا ہے)۔

۲۹ جس طرح تمہاری محدود نگاہیں افراد کو دیکھتی ہیں' عالمگیر انسانیت کو نہیں دیکھتیں' اسی طرح تم ہر ایک واقعہ[1] کو الگ الگ دیکھتے ہو' نظام کائنات کو ایک کل[2] کی حیثیت سے سامنے نہیں رکھتے۔ مثلاً تم رات کو ایک الگ وحدت[3] سمجھتے ہو اور دن کو الگ۔ لیکن اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا کا قانونِ گردش کس طرح رات کو دن کے اندر داخل کرتا ہے اور دن کو رات کے اندر۔ (اور اس طرح رات' اور دن ایک ناقابل تقسیم وحدت بن جاتے ہیں)۔ اس نے رات اور دن کی اسی گردش کے لئے' چاند اور سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک' ایک معیار مقررہ تک کے لئے' برابر چلا جا رہا ہے۔ (۱۳/۳۵)۔
اسی طرح' اس کا قانونِ مکافات ہے جو ہر وقت سرگرم عمل ہے اور خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون کیا کرتا ہے۔

۳۰ یہ سب اس لئے ہے کہ خدا خود ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ اس لئے اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بھی

[1] EVENT. [2] SINGLE, INDIVISIBLE WHOLE. [3] UNIT.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ

مبنی برحقیقت ہے اور ٹھوس تعمیری نتائج پیدا کرنے کا موجب۔ اس کے سوا تم جس کو بھی پکارو اور صاحب اختیار و اقتدار سمجھو وہ باطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون اس قدر بلند اور عظیم المرتبت ہے کہ کوئی اور قانون اس تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

۳۱ کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا کے اس قانون کی رو سے کشتیاں (اور بڑے بڑے جہاز) کس طرح اس کے پیدا کردہ سامان زیست کو لئے سینۂ بحر پر رواں دواں چلے جاتے ہیں۔

قوانین خداوندی کی کارفرمائی کائنات کے ہر گوشے میں نظر آسکتی ہے۔ لیکن یہ نظر انہی کو آسکتی ہے جو نہایت مستقل مزاجی سے فطرت کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتے رہیں۔ اس طرح ان کی ان تھک محنت بھرپور نتائج مرتب کرسکتی ہے۔

۳۲ (ایک طرف یہ خارجی کائنات ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ قوانین خداوندی کے مطابق مسلسل اور متواتر ایک نہج پر چلی جارہی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ جب جی چاہے اپنی روش میں تبدیلی پیدا کرلے۔ اگر ایسا ہو تو نظام کائنات ایک دن کے لئے بھی چل نہ سکے۔ اور دوسری طرف انسان ہے جو ایک اصول پر قائم ہی نہیں رہتا۔ ہر آن بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً تم کشتی کی مثال کو لو۔ کشتی تو ایک اصول کے مطابق چلتی رہتی ہے اور اس میں بیٹھنے والوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ) جب کشتی طوفان کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور بڑی بڑی تند و تیز موجیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں تو اس کے مسافر (اس اضطراری حالت میں) اس طرح خدا کو پکارنے لگتے ہیں گویا ان کی تمام اطاعت پذیریاں اسی کے لئے مختص ہیں۔ لیکن جب وہ بخیریت ساحل پر اتر آتے ہیں تو ان میں سے بعض کی کیفیت تو خیر پھر بھی ایسی ہوتی ہے کہ وہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں (لیکن باقی کھلے بندوں ہمارے قانون سے سرکشی برتنے لگتے ہیں — لیکن یہ کچھ وہی لوگ کرتے ہیں جو خشت سے جی چرائیں اور فریب کاری اور دغابازی پر ان کا گذارہ ہو اور اس طرح چاہیں کہ قوانین خداوندی پر پردے پڑے رہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے آنے ہی نہ پائیں۔ (اس لئے کہ ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے میں بڑی دیانتداری اور جفاکشی کی ضرورت ہوتی ہے)۔

۳۳ اے نوع انسانی! (ایسی روش کبھی اختیار نہ کرو۔ تم) قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو

وَّلَدِهٖ ۖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾

۴ ع ۴ ۱۳

اور ہمیشہ اپنے اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت سے ڈرتے رہو' جب حالت یہ ہوگی کہ نہ تو باپ' بیٹے کے کسی کام آسکے گا' اور نہ ہی بیٹا' باپ کا ہاتھ بٹا سکے گا۔ یاد رکھو! خدا کا یہ قانون مکافات اٹل ہے۔ اس لئے طبیعی زندگی کے پیش پا افتادہ مفاد' تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں — دھوکا دینے والے عجیب عجیب طریقوں سے دھوکا دینے کی کوشش کریں گے۔ ان کی چالوں پر کڑی نگاہ رکھنا کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے بہکا نہ دیں۔

۳۴ یہ ظہورِ نتائج کی گھڑی' کب آئے گی' اس کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے' اگرچہ اعمال کے نتائج مرتب ہونے کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے — جس طرح بارش برستی تو ایک وقت پر جا کر ہے' لیکن وہ بنتی شروع ہو گئی ہوتی ہے ایک مدت پہلے سے۔ یا جس طرح بچہ پیدا تو ہوتا ہے ایک وقتِ خاص پر جا کر لیکن وہ رحمِ مادر میں بہت پہلے سے مختلف مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے۔ خدا کو ان تمام مراحل کا علم ہوتا ہے۔

ان امور (یعنی بارش یا جنین کے مختلف مراحل میں سے گزرنے کا علم) تو تم بھی حاصل کر سکتے ہو' لیکن خدا وہ کچھ بھی جانتا ہے جو تم نہیں جان سکتے۔ (مثلاً) کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کل (مستقبل میں) کیا کرے گا۔ اور نہ ہی یہ بتا سکتا ہے کہ اس کی موت کس جگہ واقع ہوگی۔ خدا سب کچھ جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔ (اس لئے خدا کو اس بات کا علم ہے کہ ظہورِ نتائج کی گھڑی کب آئے گی۔ تمہیں اس کا یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ آکر ضرور رہے گی)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ② اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ③ اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا

---

۱ خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ ضابطۂ قوانین جس میں نہ کوئی بات شک و شبہ پیدا کرنے والی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی نفسیاتی الجھن کا موجب، اُس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو تمام اقوامِ عالم (اور کائنات) کا نشو و نما دینے والا ہے۔

۳ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اس (رسول) نے خود گھڑ لیا ہے؟ یہ کتاب سراسر حقیقت پر مبنی ہے اور اٹل، ٹھوس نتائج مرتب کرنے کی ضامن۔ اس قسم کی کتاب کوئی انسان نہیں بنا سکتا۔ یہ تیرے رب کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ تو اس کے ذریعے (سب سے پہلے) اُس قوم کو اس کے غلط اعمال کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے، جس کی طرف تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا۔ (۲۸/۴۶ ؛ ۳۶/۶)۔ تاکہ یہ زندگی کی صحیح روش اختیار کر لیں۔

۴ یہ راہ نمائی اس خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے جس نے جملہ کائنات کو چھ مختلف ادوار و منازل میں سے گزار کر (وہ شکل عطا کی جو تمہارے سامنے ہے)۔ اور اس کے نظام کے مرکزی کنٹرول کو اپنے ہاتھ میں رکھا (۷/۵۴)۔ سو ظاہر ہے کہ جب ساری کائنات میں اقتدار و اختیار اسی کا ہے تو پھر اُس کے سوا تمہارا ہمدم و کارساز اور کون ہو سکتا ہے۔ کیا تم ان شہادات سے اس حقیقت کو

فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ④ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗۤ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑥ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّہِیْنٍ ⑧

اپنے سامنے نہیں لاسکتے (کہ تمہاری زندگی کو بھی اُسی کے قوانین کے تابع رہنا چاہیئے؟)۔

۵ (کائنات کو مختلف ادوار و منازل سے گزار کر پیدا کرنے سے مراد کیا ہے' اسے غور سے سنو! اُس کا طریق تخلیق یہ ہے کہ) اس کے عالمِ مشیّت میں ایک اسکیم سامنے آتی ہے۔ وہ اس اسکیم کا آغاز اُس کے پست ترین نقطہ سے کرتا ہے' اور وہ (کائناتی عناصر کے باہمی تعاون سے نشوونما پاتی ہوئی' ارتقائی منازل طے کرتی جاتی ہے اور) اس طرح' آہستہ آہستہ اس نقطۂ تکمیل کی طرف اُٹھتی اور بڑھتی جاتی ہے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کیا تھا ($\frac{۳۵}{۲}$)۔ ان ارتقائی منازل کی مدّت' تمہارے حساب و شمار کے مطابق' ہزار ہزار سال ($\frac{۲۲}{۴۷}$)۔ (بلکہ بعض اسکیموں کے سلسلہ میں پچاس پچاس ہزار سال $\frac{۷۰}{۴}$ کی ہوتی ہے)۔

۶ یہ سلسلۂ تخلیق و ارتقاء اُس خدا کی طرف سے کارفرما ہے جو ہر شے کی مضمر ممکنات سے بھی واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں سے کیا کچھ مشہود ہو چکا ہے (اور کتنا کچھ ہنوز باقی ہے)۔ یہ سب کچھ اس قانونِ خداوندی کی رو سے ہوتا ہے جو تمام اسکیموں کو مناسب نشوونما دے کر انہیں تکمیل تک پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے۔

۷ اس مقصد کے لئے' اس نے ہر شے کی تخلیق میں بہترین حسن و توازن رکھا ہے۔ اُس کی انہی اسکیموں میں سے ایک اسکیم' انسان کی تخلیق بھی ہے۔ (خدا کے عالمِ امر میں' اس اسکیم کے طے پا جانے کے بعد) اس کا آغاز اُس بے جان مادّہ[1] سے ہوا جو تمہارے سامنے مٹی کی صورت میں بے حس و حرکت پڑا ہے۔

۸ (اس بے جان مادہ کے ساتھ پانی کی آمیزش ہوئی ($\frac{۳۰}{۲۱}$) تو اس میں زندگی کے اوّلین جرثومہ کی نمود[2] ہوئی۔ اس کے بعد یہ کاروانِ حیات' مختلف مراحل طے کرتا ہوا اُس وادی میں آپہنچا جہاں

---

[1] INORGANIC MATTER. [2] LIFE-CELL.

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ وَقَالُوٓا أَءِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَءِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾

افزائش نسل بذریعہ تولید[۱] (یعنی نر اور مادہ کے اختلاط) سے ہوتی ہے۔

۹ پھر خدا کا قانون' اس پیدا ہونے والے بچے میں صحیح صحیح توازن و تناسب قائم کرتا ہے۔ (اس مرحلہ تک یہ طریق تخلیق' حیوانات اور انسانوں میں مشترک چلا آتا ہے۔ اس کے بعد انسان کی صورت میں' ایک انقلابی تبدیلی واقع ہوتی ہے[۲]' جس سے اس کا تخلیقی سلسلہ' حیوانات سے یکسر مختلف ہو جاتا ہے۔ یعنی) خدا' انسان کو اپنی الوہیاتی توانائی[۳] کا ایک شمہ عطا کر دیتا ہے۔ (اسے انسانی ذات[۴] کہا جاتا ہے' جو صاحب اختیار و ارادہ ہوتی ہے)۔

اور دیکھو! اس طرح وہ تمہیں' سماعت و بصارت (یعنی علم بالحواس[۵] کے ذرائع) عطا کر دیتا ہے۔ اور ان کے ساتھ "دل" بھی[۶]۔

لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان قوتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔

۱۰ حیرت ہے کہ جس انسان کو ہم نے اس طرح' بے جان مادہ سے' پیدا کیا ہے' وہی یہ اعتراض کرتا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب' مرنے کے بعد' ہمارے جسمانی اجزا و عناصر خاک میں مل کر ضائع ہو جائیں گے تو ہمیں ایک نئی زندگی ملے گی؟

اصل یہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا کے قانون مکافات کا سامنا نہیں کرنا چاہتے۔ جو اپنے اعمال کی جواب دہی سے بچنا چاہتے ہیں۔

۱۱ ان سے کہو کہ تمہاری کائناتی قوتیں' جن کے تابع تمہارا جسمانی نظام کارفرما ہے' تمہیں آہستہ آہستہ' موت کی طرف لئے جا رہی ہیں۔ اس طرح ایک دن تمہاری طبعی مشین چلنے سے رک جائیگی۔

---

[۱] PROCREATION

[۲] EMERGENT EVOLUTION

[۳] DIVINE ENERGY

[۴] HUMAN PERSONALITY

[۵] PERCEPTUAL KNOWLEDGE

[۶] MIND

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

لیکن اس سے تمہارا جسم ہی ضائع ہوتا ہے۔ انسانی ذات فنا نہیں ہوجاتی' وہ آگے بھی جاتی ہے' اور جو اعمال تم نے دنیا میں کئے تھے' ان کے مطابق اس کا مستقبل مرتب ہوتا ہے۔

۱۲ ان اعمال کے مطابق' جن لوگوں پر تباہی مسلط ہونے والی ہوگی' اگر تم ذرا چشم تصور سے کام لو' تو تم دیکھو گے کہ وہ مجرمین ——— جو یہاں اس طرح اکڑتے ہیں ——— کس طرح' سر جھکائے' خدا کے حضور کھڑے ہوں گے —— خاموش و شرمسار —— اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! اب ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا ہے۔ اب ہمیں تیرے قانون مکافات پر پورا پورا یقین آگیا ہے۔ اب اگر تو ایک بار ان گردشوں کا رخ پچھلی طرف پھیر دے' اور ہمیں سابقہ زندگی کی طرف لوٹا دے' تو دیکھ ہم کس طرح اچھے کام کرتے ہیں۔ (۲۳/۱۰۰--۹۹)۔

۱۳ لیکن انہیں اس کا علم نہیں' کہ اگر اس طرح' عذاب کو سامنے لاکر' انسانوں کو جبراً صحیح راستے پر چلانا مقصود ہوتا تو ہمارے لئے کیا مشکل تھا کہ ہم انہیں پیدا ہی اس طرح کرتے کہ یہ سب خود بخود صحیح راستے پر چلے جاتے۔ ان میں غلط روی کی استطاعت ہی نہ ہوتی۔ لیکن یہ چیز ہمارے اس قانون کے خلاف ہوتی جس کی رو سے ہم نے انسان کو صاحب اختیار و ارادہ پیدا کیا ہے۔ ہم اس کے اختیار کو سلب کرکے اسے صحیح راستے پر چلانا نہیں چاہتے۔ اس طرح مجبوراً صحیح راستے پر چلنے میں کوئی خوبی نہیں۔

ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے ہیں (۷۶/۳)۔ تباہی کا بھی اور سلامتی کا بھی — اور یہ اس پر چھوڑ دیا ہے کہ یہ جونسا راستہ جی چاہے اختیار کرلے۔ لیکن' مہذب دنیا کے رہنے والے ہوں' یا وحشی قبائل' یہ بالعموم غلط راستہ اختیار کرتے ہیں' اور تباہی اور بربادی کے جہنم میں جا گرتے ہیں' یوں ہمارا قانون مکافات ایک حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔

۱۴ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتو۔ تم نے سمجھ رکھا تھا کہ قانونِ مکافات کا ذکر یونہی دھمکی کے طور پر کیا جاتا ہے' اس لئے تم نے ظہور نتائج کے وقت کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

اسے یکسر فراموش کر رکھا تھا۔ اب تمہیں اس عذاب کا مزہ چکھنا ہوگا جو تمہارے اعمال کا لازمی نتیجہ ہے۔ ہم تمہیں اس سے محفوظ نہیں رکھیں گے۔

۱۵ لیکن ان تمام دلائل و براہین کے باوجود یہ لوگ ہمارے قانون پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اسے ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس پر غور و فکر کرنے کے بعد (۲۵/۷۳) اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اور پھر نظامِ خداوندی کو عملاً متشکل کرنے کے لئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں تاکہ اس کے حسین اور خوشگوار نتائج کو دیکھ کر ہر شخص کی زبان سے بے ساختہ نکلے کہ یہ نظام فی الواقعہ ہزار تحسین و آفرین کا مستحق ہے۔ وہ اس جدوجہد میں مسلسل مصروف رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اس سے سرتابی نہیں کرتے۔

۱۶ ان کی مسلسل جدوجہد اور پیہم سعی و عمل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے پہلو بستر سے ناآشنا ہو جاتے ہیں (وہ دن رات اسی فکر میں منہمک رہتے ہیں)۔ وہ معاشرہ میں خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی توقع اور اسے تباہ کن خطرات سے محفوظ رکھنے کے احساس سے ہر مقام پر قانونِ خداوندی کو پکارتے ہیں (تاکہ ان کا کوئی قدم غلط سمت کی طرف نہ اٹھ جائے) اس مقصد کے لئے وہ ہر اس شے کو جو ہم نے انہیں دے رکھی ہے ضرورتمندوں کی پرورش کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ (یوں نظامِ خداوندی عملی شکل اختیار کر لیتا ہے)۔

۱۷ ان کی سعی و عمل کے یہ نتائج تو اسی دنیا میں سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کی زندگی میں جو کچھ انہیں ان کے اعمال کے بدلے میں ملنے والا ہے اس کا نظارہ آج کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان آج انسانی آنکھوں سے مستور ہے۔

۱۸ ان حقائق پر غور کرنے کے بعد بتاؤ کہ کیا وہ جماعت جو خدا کی بتائی ہوئی صحیح راہ پر چلتی رہے اور وہ جو اس راہ کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لے اپنے اعمال کے نتائج کے اعتبار سے برابر ہو سکتی ہیں؟

۱۹ صحیح راستے پر چلنے والے لوگ —— یعنی جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ

اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہیں۔ ان کا مستقر خوشگواریوں کی جنت ہوگی جس میں ان کی عزت اور تواضع ایسی ہوگی جیسی مہمان کی ہوتی ہے۔

۲۰ لیکن جو لوگ غلط راستے پر چلتے ہیں ان کا ٹھکانہ تباہیوں کا جہنم ہوگا۔ وہ ہزار چاہیں گے کہ کسی طرح اس سے نکل بھاگیں، لیکن وہ جب بھی اس کا ارادہ کریں گے انہیں پھر وہیں دھکیل دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم جس عذاب کی تکذیب کیا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

۲۱ ہم انہیں اس بڑے تباہ کن عذاب سے پہلے، چھوٹے چھوٹے عذابوں میں مبتلا کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل کر کے، صحیح راستے کی طرف رجوع کر لیں۔ (لیکن جب ایسا نہیں کریں گے اور اپنی غلط روش میں آگے ہی بڑھتے جائیں گے تو ان پر آخری تباہی آجائے گی جس سے کہیں مفر نہیں ہوگا)۔

۲۲ تم خود سوچو کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے کہ اس کے سامنے خدا کا قانون پیش کیا جائے تو وہ اس سے منہ پھیر لے۔ ہمارا قانون مکافات ان لوگوں کو ان کے غلط اعمال کی سزا دے کر رہے گا۔

۲۳ ہم نے اس سے پہلے موسٰےؑ کو بھی اسی قسم کا ضابطۂ حیات دیا تھا جس کی روشنی میں بنی اسرائیل کو صحیح راستے پر چلنا تھا۔ لیکن ان میں سے بعض نے اس سے سرکشی برتی تو انہیں اس کی سزا ملی۔ لہٰذا (اے مخاطب!) تمہیں اس باب میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ سزا تمہارے سامنے بھی آکر رہے گی۔

۲۴ ان لوگوں کے برعکس ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین محکم رکھتے تھے اور نہایت استقامت سے ان کی پابندی کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہیں دیگر اقوام کی امامت (لیڈرشپ) عطا کی، اور وہ انہیں، ہمارے قانون کے مطابق، زندگی کے صحیح راستے پر چلاتے رہے۔

بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾

---

۲۵ لیکن اس کے بعد انہوں نے ان قوانین میں اختلافات پیدا کرنے شروع کر دیئے (تو ان سے امامتِ اقوام چھن گئی؛ اور ان پر ذلّت اور رسوائی کا عذاب مسلّط ہو گیا) - اب ان کے ان اختلافات کا فیصلہ قیامت میں ہوگا (کیونکہ وہ تو اس دنیا سے چلے گئے۔ البتہ ان کے پس ماندگان جو اس وقت یہاں موجود ہیں؛ ان کے اختلافات کا فیصلہ اس انقلاب میں ہو جائے گا جو قرآن کی رو سے واقع ہونے والا ہے۔

۲۶ (ان دلائل و براہین کے بعد جو پہلے بیان کئے جا چکے ہیں اور ان تاریخی شواہد کے بعد جن کی طرف اب اشارہ کیا گیا ہے) کیا ان پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو (ان کی غلط روشِ زندگی کی پاداش میں) تباہ کر دیا۔ یہ قومیں کہیں دور نہیں تھیں) ان کے اُجڑے ہوئے مکانوں کے کھنڈرات میں یہ لوگ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ صرف اتنی بات پر ہی غور کر لیں تو یہی ان کے لئے؛ ہمارے قوانین کی صداقت کی بیّن شہادت بن سکتی ہے۔
کیا یہ لوگ اس کے بعد بھی صحیح بات پر کان نہیں دھریں گے؟

۲۷ (غلط راستے پر چلنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؛ اسے تو یہ لوگ ان کھنڈرات سے دیکھ لیں۔ اور خدا کے نظامِ ربوبیت کی صحیح روش پر چلنے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؛ اگر اسے سمجھنا چاہیں؛ تو یہ چیز ان کے روزمرہ کے مشاہدہ کی ہے کہ) ہم پانی کو ہانکتے ہوئے اس سرزمین کی طرف لیجاتے ہیں جہاں سرسبزی اور روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ (لیکن زمین میں پیدا وار کی صلاحیت ہوتی ہے تو) اس پانی سے ایسی ہری بھری کھیتی اُگتی ہے جسے یہ خود بھی کھاتے ہیں اور ان کے مویشی بھی۔ ($\frac{۲۰}{۱۴}$)
کیا یہ؛ اس سے بھی اتنی بصیرت حاصل نہیں کرتے (کہ جو معاشرہ خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق متشکل ہوگا؛ وہ کس قسم کے خوشگوار نتائج کا حامل ہوگا)۔

۲۸ (لیکن یہ لوگ ان میں سے کسی بات پر بھی دھیان نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ انہیں ہمارے قانونِ مکافات پر یقین ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ) یہ ہر وقت پوچھتے رہتے ہیں کہ اگر تم

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

(۳ ع ۸ ۱۹)

اپنی باتوں میں سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ فیصلہ کن انقلاب (جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو) کب آئے گا؟

۲۹ (ان سے کہو کہ اس فیصلہ کن انقلاب کے لئے اس قدر جلدی کیوں مچاتے رہتے ہو؟ وہ جب آجائے گا تو اسے دیکھ کر) اگر تم ایمان بھی لانا چاہو گے تو تمہارا اس وقت کا ایمان تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اور نہ ہی تمہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔

۳۰ (بہر حال ان سے جو کچھ کہنا تھا کہا جا چکا)۔ اب تو ان کا خیال چھوڑ کر اپنے پروگرام کی تکمیل کی طرف لگ جا اور پھر اس کے نتائج کا انتظار کر۔ دوسری طرف یہ مخالفین اپنی روش کے نتائج کا انتظار کریں۔ (وہ فیصلہ کن انقلاب خود آکر بتا دے گا کہ کون سچا تھا)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿١﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿٢﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٣﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـىِٕيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ

---

۱ اے ہمارے نبی! تو قوانینِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کر (اور مفاہمت کے خیال سے) ان لوگوں کی بات نہ مان جو اس قانون سے کھلا ہوا انکار کرتے ہیں' یا جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں اور دل سے اسے صحیح نہیں مانتے۔ یقیناً ہمارا قانون مکافات ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ اور ہماری ہر تدبیر حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔

۲ تو اس وحی کا اتباع کئے جا جو تیرے رب کی طرف سے تجھے ملتی ہے۔ (اور اسی کی تلقین اپنے متبعین سے بھی کرتا رہ۔ اور ان سے کہدے کہ) تمہارا خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو!

۳ تو ہمارے ان قوانین کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھ۔ یہ تمہیں کبھی دغا نہیں دیں گے اور تمہاری ہر طرح کی کارسازی کے لئے کافی ہوں گے۔

۴ (منافقین تمہارے معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے کے لئے جس قسم کی باتیں اڑاتے رہتے ہیں ان سے متاثر نہ ہو۔ معاشرتی معاملات میں اس حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ قابلِ مواخذہ وہ بات ہوتی ہے جو دل کے فیصلے کے ساتھ کی جائے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ بھول چوک سے' یا شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر' غصے میں' تمہارے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے' تو ہرچند

أَبْنَآءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ④ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ⑤ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ

یہ حرکت معیوب ہوگی لیکن وہ بات فیصلہ کن قرار نہیں دی جائے گی۔ اس لئے کہ) انسان کے سینے میں ایک ہی دل ہوتا ہے۔ دو نہیں ہوتے۔ (اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ بیک وقت اپنے دل سے دو متضاد فیصلے کرے۔ ایک فیصلہ اُس کے ایک دل کا ہو اور اُسے وہ دل کے اندر رکھے۔ اور دوسرا فیصلہ اس کے دوسرے دل کا ہو اور وہ اس کی زبان پر آجائے۔ لہٰذا اگر کبھی سہواً دل اور زبان میں موافقت نہ رہے تو فیصلہ اُس پر ہوگا جو دل سے کیا گیا ہو۔ نہ اُس پر جو یونہی زبان سے نکل گیا ہو۔ مثلاً) اگر کوئی شخص غصے سے مغلوب ہو کر اپنی بیوی کو ماں کہدے تو اس سے وہ بیوی ماں نہیں بن جاتی (۳۳/۴ ؛ ۵۸/۲)۔ اسی طرح اگر کوئی فرطِ محبت سے کسی بچے کو بیٹا کہہ کر پکارے تو اس سے وہ لڑکا سچ مچ اس کا بیٹا نہیں بن جائے گا۔ یہ باتیں تمہاری زبان سے نکل جاتی ہیں جو فیصلہ کن قرار نہیں پا سکتیں۔ خدا کا قانون ہمیشہ محکم بات کہتا ہے اور تمہارے رواج یا زبانوں پر چڑھی ہوئی باتوں کے تابع نہیں چلتا۔ اس لئے اسی کی راہ نمائی تمہیں صحیح راستے کی طرف لیجا سکتی ہے۔

⑤ جنہیں تم فرطِ محبت سے بیٹا کہہ دیتے ہو بہتر یہی ہے کہ تم انہیں اُن کے باپ کی طرف منسوب کر کے (ابنِ فلاں) کہہ کر بلاؤ۔ یہ بات قانونِ خداوندی کی رو سے زیادہ قرینِ عدل ہے۔ اگر تمہیں اس کے باپ کا علم نہ ہو (مثلاً کوئی گمشدہ بچہ کہیں سے آگیا۔ اور تمہیں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا باپ کون ہے) تو ایسے بچے تمہارے دین کے بھائی ہیں اور دوست۔ اگر تم انہیں اس سے پہلے بیٹا کہہ کر پکار چکے ہو تو (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے) جو بات سہواً ہو جائے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ مؤاخذہ اس بات پر ہوتا ہے جو تم دل کے پورے پورے ارادے کے ساتھ کرو۔ یاد رکھو! قانونِ خداوندی میں اس کی گنجائش رکھ دی گئی ہے کہ بھول چوک پر مؤاخذہ نہ ہو تاکہ ایسی باتیں تمہاری نشوونما کے راستے میں حائل نہ ہوں۔

⑥ (تمہارے معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک تعلق تو وہ ہے جو دین کے رشتے سے استوار ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تعلق بڑا گہرا اور پائیدار ہے لیکن اس کے باوجود نسبی رشتہ داروں کے تعلقات اپنی جگہ پر باقی رہتے ہیں۔ مثلاً معاشرہ کی بلند ترین مرکزی شخصیت یعنی خود رسول کو

أُمَّهٰتُهُمْ ۗ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ
تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ
مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٧﴾ لِيَسْأَلَ
الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

لو) رسول کی پوزیشن یہ ہے کہ جتنا کوئی شخص خود اپنی ذات پر حق رکھتا ہے، رسول کا اُس پر اس سے بھی زیادہ حق ہوتا ہے۔ (اس لئے کہ تم نے اپنے مال اور جانیں خدا کے لئے اس کے ہاتھ بیچی ہوئی ہیں ۹/۱۱۱ ؛ ۴۹/۱)۔ اور رسول کی بیویاں امت کے لئے بمنزلہ ان کی ماؤں کے ہیں (جن کے ساتھ افرادِ اُمت کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ ۳۳/۵۳)۔ بایں ہمہ قانونِ خداوندی کی رُو سے جو حقوق (وراثت وغیرہ) رشتے داروں کے مقرر ہوئے ہیں، ان میں رشتے دار، دوسرے مومنین اور مہاجرین کی نسبت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ تم اپنے دوستوں کے لئے قاعدے کے مطابق کچھ کرنا چاہو تو اس کے لئے بھی کتاب اللہ (قرآن) میں ضروری احکام دیدیئے گئے ہیں۔ (مثلاً وصیت کا حکم، جس کی رو سے جسے مناسب سمجھا جائے، اور جو مناسب سمجھا جائے، دیدیا جائے۔ ۲/۱۸۰ ؛ ۴/۱۱)۔

۷ (نبی کا اپنی جماعت کے افراد کے ساتھ یہ تشریعی تعلق، اس مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے لاینفک ہے جس کے لئے اسے بھیجا جاتا ہے، اور جس کے لئے اس سے عہد لیا جاتا ہے)۔ یہ عہد تمام انبیاء سے لیا گیا ــــ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ ابن مریم سے ــــ اور اسی قسم کا عہد اے رسول! تجھ سے بھی لیا گیا، اور وہی فرائض تم پر بھی عائد کئے گئے۔ یہ فرائض بڑے اہم اور یہ عہد بڑا استوار ہے (۳/۸۱)۔

۸ (تفصیل ان فرائض کی تو طول طویل ہے، لیکن دو لفظوں میں، مقصود ان سے یہ ہے کہ) جو لوگ حق و صداقت کی خاطر جینا اور مرنا چاہیں، اُن کے اس جذبۂ صادقہ کو صحیح مصرف میں لایا جائے، اور جو لوگ صداقت سے انکار کریں اور سرکشی برتیں، انہیں، ان کے اعمال کے نتائج میں، المناک انجام تک پہنچا دیا جائے۔ (یعنی ان انبیاء کا فریضہ یہ تھا کہ وہ ایسا نظام قائم کریں جس میں صحیح اور غلط روشِ زندگی کے ٹھیک ٹھیک نتائج سامنے آتے چلے جائیں)۔

۹ اے جماعتِ مومنین! اس مقصد کے حصول کے لئے بعض اوقات جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔ جیسا کہ تمہارے ساتھ ہوا۔ تمہیں بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ان میں سے جنگِ احزاب کا

إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (۹) إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا (۱۰) هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (۱۱) وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (۱۲) وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا (۱۳) وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا (۱۴)

تذکرہ اس وقت پیش نظر ہے)۔ اس سلسلہ میں تم خدا کی اس نوازش کو سامنے لاؤ کہ جب مخالفین کے لشکر یکبارگی تم پر حملہ آور ہو گئے تھے تو ہم نے ان پر آندھی کا طوفان بھیجا۔ یعنی ان کا سنّاتی تونوں کے لشکروں کو بھیجا جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے اچھی طرح باخبر تھا۔

۱۰ وہ تم پر ایسا سختی کا وقت تھا کہ دشمن کے لشکر چاروں طرف سے امنڈ کر آگئے تھے۔ خوف کے مارے تمہاری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اور دہشت سے تمہارے دل اس طرح دھک دھک کر رہے تھے گویا وہ اچھل کر حلق تک آ پہنچیں گے۔ اور (جو تم میں سے کمزور تھے ان کے دل میں) خدا کے وعدوں کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ (۲/۲۱۴ ؛ ۳/۱۴۱ ؛ ۹/۱۶ ؛ ۲۹/۲)۔

۱۱ اس لرزا دینے والی مصیبت کے وقت، مومنین کا جذبۂ صادقہ ابھر کر سامنے آگیا اور دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ وہ کس پامردی سے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۱۲ ان کے برعکس، منافقین، اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کھوٹ تھا، اعلانیہ کہنے لگ گئے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے ہم سے کئے تھے، وہ سب دھوکا تھا۔

۱۳ ان میں سے ایک گروہ تو یہاں تک کہنے لگ گیا کہ اے مدینہ والو! تمہارے پاؤں کسی صورت میں بھی یہاں ٹک نہیں سکتے۔ تم دشمن کے حملہ کی تاب لا ہی نہیں سکتے۔ اس لئے تم فوراً واپس چلے جاؤ —— اور ان میں ایک پارٹی نے تو رسول سے واپس جانے کی اجازت تک بھی مانگ لی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ فی الحقیقت غیر محفوظ نہیں تھے۔ وہ اس بہانہ سازی سے میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

۱۴ ان بہانہ سازوں کی حالت یہ ہے کہ اگر دشمن چاروں طرف سے شہر میں داخل ہو جاتا اور

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾

ان سے کہتا کہ تم مسلمانوں کے خلاف فساد برپا کرنے کے لئے باہر نکلو تو یہ کبھی اس قسم کا عذر نہ کرتے کہ ہم کس طرح باہر نکلیں' ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں- یہ بلا تامل باہر نکل آتے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے لگ جاتے- (اس لئے' ان کا اب یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اس لئے ہم واپس جانا چاہتے ہیں' محض بہانہ سازی ہے)-

۱۵ یہ اُن لوگوں کی حالت ہے جو لڑائی میں آنے سے پہلے' اللہ سے وعدہ کر چکے تھے کہ ہم میدان سے پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگیں گے- اس وعدہ کے پورا کرنے کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے.

۱۶ چنانچہ ہم نے اپنے رسول سے کہہ دیا تھا کہ ان پر اس حقیقت کو واضح کر دو کہ میدانِ جنگ سے اس طرح بھاگ جانا' تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا- اگر تم موت یا قتل کے ڈر سے' میدانِ جنگ سے بھاگ گئے ہو' تو تم اس طرح بہت تھوڑے وقت کے لئے سامانِ زیست سے بہرہ یاب ہو سکتے ہو- (تم نے ہمیشہ کے لئے تو جینا نہیں- اور جتنا عرصہ جینا ہے اس میں بھی تمہیں سکونِ قلب نصیب نہیں ہو سکتا- اس لئے کہ عہد شکنی' اور اپنی جماعت کے ساتھ غداری کرنے والا' کبھی آسائش کی زندگی بسر نہیں کر سکتا)-

۱۷ ہم نے کہا تھا کہ ان سے یہ بھی کہدو کہ تم نظامِ خداوندی کے ساتھ غداری کرتے ہو تو اتنا سوچ لو کہ اگر یہ نظام تمہیں اس کی سزا دینا چاہے تو وہ کونسی طاقت ہے جو تمہیں اس سے بچا سکیگی- اسی طرح تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اپنے نظام کے ساتھ رہ کر زندگی کی جو خوشگواریاں تمہیں میسر آ سکتی ہیں' کسی کی طاقت نہیں کہ انہیں تم سے چھین لے- یاد رکھو! اس نظام سے کٹ جاؤ گے تو نہ تمہارا کوئی کارساز ہوگا' نہ معین و مددگار-

۱۸ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ان سے کہدو کہ خدا تم میں سے ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو دوسروں کو میدانِ جنگ میں آنے سے روکتے ہیں- یعنی وہ جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آرام چین سے رہو- کیوں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالتے ہو-

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

۱۹ یہ لوگ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی میدانِ جنگ میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں۔ غرضیکہ یہ تمہارے معاملہ میں بڑی ہی تنگ دلی اور خود غرضی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جب کبھی طوعاً و کرہاً میدانِ جنگ میں آتے بھی ہیں تو تو نے دیکھا ہوگا کہ یہ تیری طرف بار بار عجیب انداز سے تکتے ہیں' اور ان کی آنکھیں دہشت اور حیرت سے اس شخص کی طرح گردش کرتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ لیکن جب دشمنوں کا خوف جاتا رہتا ہے' اور تمہیں فتح حاصل ہو جاتی ہے' تو پھر یہ سب سے آگے ہوتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں۔ ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔ اور اپنے کارنامے منانے میں تمہارے خلاف طعن آمیز باتیں کرتے ہیں۔ (کہ یہ تو میدان چھوڑ کر بھاگ ہی چلے تھے۔ ہم نے دشمنوں کو پسپا کیا۔ یہ سب اس لئے کہ) مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت' سب کو پیچھے دھکیل کر انہیں آگے رکھا جائے۔

اس ٹائپ کے لوگ کبھی ایماندار نہیں ہو سکتے۔ میزانِ خداوندی میں ان کے منافقت آمیز اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ ان کا کیا کرایا سب رائگاں جاتا ہے۔ قانونِ خداوندی کے لئے ایسا کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

۲۰ یہ باتیں تو اتنی بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں' لیکن خوف کے مارے ان کی حالت یہ ہے کہ اگرچہ دشمن کی فوجیں شکست کھا کر کبھی کی بھاگ چکی ہیں' لیکن انہیں ابھی تک یہی واہمہ ہے کہ وہ گئی نہیں۔ یہیں کہیں چھپی بیٹھی' حملے کی تیاری کر رہی ہیں۔ اگر وہ کبھی دوبارہ حملہ کر دیں تو یہ منافقین پھر سر پیٹنے لگ جائیں گے کہ اے کاش! یہ بھی صحرا کے بدوؤں کی طرح' کہیں دور دراز مقام پر جنگل میں ہوتے' اور وہیں سے بیٹھے تمہارے متعلق خبریں حاصل کیا کرتے کہ تمہیں فتح ہوئی ہے یا شکست۔ اور اگر یہ تمہارے ساتھ رہتے' تو بھی' ان میں سے بجز معدودے چند کوئی جنگ میں شریک نہ ہوتا۔

۲۱ (بہرحال' یہ تھا نقشہ جنگِ احزاب کے وقت' جب مصائب اور مشکلات' اپنی انتہا تک

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ
قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾
لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

پہنچ چکی تھیں۔ باہر سے دشمن کی مخالفت سیلاب بلا کی طرح اُمنڈ کر آرہی تھی۔ اور اندر سے منافقین کی فریب کاریاں اور حیلہ سازیاں قدم قدم پہ پریشانی کا موجب بن رہی تھیں۔ ناسامدت حالات کی اس شدت میں بڑے بڑے دل کے ثبات و قدم ڈگمگا جاتے ہیں لیکن تم نے دیکھا کہ اس طوفان بلا خیز میں تمہارا رسول کس طرح روشنی کے مینار کی طرح جم کر کھڑا تھا اور اس کے پائے استقامت میں کہیں ذراسی لغزش بھی آنے نہیں پائی تھی۔ رسول کی یہ استقامت تمہارے پریشان قلوب کے لئے وجۂ ہزار سکون واطمینان اور ہر اس شخص کیلئے بہترین نمونہ تھی (اور ہے) جو خدا کے قانون کی ہمہ گیری اور نتیجہ خیزی پر یقین کامل رکھے۔ مستقبل کی زندگی کی خوشگواریوں پر جس کی نگاہ ہو اور جو ہر وقت قانونِ خداوندی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے۔ (۲۹ ۳)۔

۲۲ اسی کا اثر تھا کہ جب مومنین صادقین نے دشمن کے لشکر جرار کو دیکھا تو بجائے اس کے کہ ان پر خوف وہراس طاری ہو وہ پکار اُٹھے کہ ہاں! خدا اور اس کے رسول (نظامِ خداوندی) نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اب ہر شخص دیکھ لے گا کہ وہ کس طرح حرفاً حرفاً سچ ہو کر تمہارے سامنے آتا ہے ——— یعنی وہی لشکر جن سے منافقین پر موت کی غشی طاری ہو رہی تھی، مومنین کے لئے ایمان کے استحکام کا موجب بن گئے اور ان کے جذبات طاعت شعاری میں مزید اضافہ ہو گیا۔

۲۳ یہ مومنین وہ مرد میدان ہیں جو اپنے اس دعوے کو سچ کر دکھلانے ہیں جو انہوں نے اپنے خدا کے ساتھ کیا تھا (۱۱۱ / ۹)۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی جان دے کر ایفائے عہد کر چکے ہیں۔ اور باقی اس انتظار میں ہیں کہ کب حکم ہو اور وہ سرفروشی کے لئے میدان میں جا پہنچیں۔ یہ وہ تمام مخلص بندے ہیں جنہوں نے اپنے عہد و پیمان میں ذراسی تبدیلی بھی نہیں کی۔

۲۴ اس طرح (جیسا کہ ۳۳ میں کہا جا چکا ہے) سچوں کی صداقت نظامِ خداوندی کے قیام اور استحکام کے کام آتی ہے۔ اللہ کا قانونِ مکافات ان کے حسنِ عمل کے پورے پورے

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿۲۵﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿۲۶﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۲۷﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا

(۳) ع (۱۹)

نتائج سامنے لے آئے گا۔ اور منافقین کو ان کے کئے کی سزا دے گا۔ ہاں! اگر یہ لوگ اپنے کئے پر نادم ہوں گے اور آیندہ کے لئے اصلاح کا وعدہ کریں گے' تو ان سے درگزر کیا جا سکے گا۔ اس لئے کہ قانونِ خداوندی میں سزا سے حفاظت اور رحمت کی بھی گنجائش ہے۔

۲۵ چنانچہ اس طرح اللہ نے (جماعتِ مومنین کے ذریعے) کفار کے لشکرِ عظیم کو شکست دی۔ اور وہ اپنے تمام غیظ و غضب کو اپنے سینوں میں دبائے واپس چلے گئے۔ اس حملہ میں' اُن کے لئے کوئی بات بھی نفع مند ثابت نہ ہوئی۔ اور نتائج نے بتا دیا کہ جنگ کے معاملہ میں' مومنین کیلئے قانونِ خداوندی کس قدر کارساز ہے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ قانون کتنی بڑی قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے۔

۲۶ اور اہلِ کتاب (یہودِ مدینہ) میں سے جن لوگوں نے (اپنے معاہدہ کے علی الرغم) کفار کی مدد کی تھی' انہیں ان کے محکم قلعوں سے باہر نکال دیا گیا۔ اور ان کے دل میں تمہارا ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ تمہارے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح سہمے ہوئے کھڑے تھے۔ چنانچہ تم نے ان میں سے بعض کو (جو تمہارے مقابلہ میں میدانِ جنگ میں آ گئے تھے) قتل کر دیا اور باقیوں کو قید کر لیا۔

۲۷ اس طرح اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں کا۔ ان کے گھر بار کا' اور ان کے مال و اسباب کا مالک بنا دیا۔ اسی طرح' خدا تمہیں ایسے ممالک کا بھی مالک بنا دے گا جن پر ابھی تک تمہارے پاؤں بھی نہیں پڑے۔

اس طرح قانونِ خداوندی کی رُو سے ہر بات اُس کے مقرر کردہ اندازوں اور پیمانوں کے مطابق ظہور پذیر ہوتی ہے۔ (اور یوں خدا کے وعدے پورے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ۳۳/۲۲)۔

۲۸ (لیکن جنگ اور فتوحات تو' نظامِ خداوندی کے مخالفین کی مخالفت دور کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مقصود بالذات' افرادِ معاشرہ کی صحیح تعلیم و تربیت ہے جس سے یہ اس قابل ہو سکیں کہ دنیا میں عدل و مساوات قائم کریں۔ اس باب میں' عورتوں کی ذمہ داریاں' مردوں سے کچھ

فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

کم نہیں۔ اس لئے' اے رسول! جہاں تم نے مردوں سے وہ کچھ کہا ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے' وہاں عورتوں کی مناسب تربیت بھی کرنی ہوگی۔ اس تربیت کا آغاز' خود رسول کے اپنے گھر سے ہونا چاہیئے' جسے اس باب میں دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے)۔

اے رسول! تم سب سے پہلے اپنی بیویوں پر اس حقیقت کو واضح کردو کہ اگر تمہیں میری رفاقت میں رہنا ہے تو تمہاری زندگی کا مقصد اس مشن کی تکمیل ہوگا جسے میں لے کر اٹھا ہوں لیکن اگر تمہارے پیش نظر محض طبیعی زندگی کے مفاد' اور دنیاوی زیب و زینت کی زندگی بسر کرنا ہے' تو پھر ہماری زندگی باہمی رفاقت کی نہیں ہوسکتی (رفاقت مقصد کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ اگر مقصد ہی میں اشتراک نہیں' تو پھر رفاقت کیسی؟ یہ' لڑائیوں کی وجہ سے پیدا شدہ ہنگامی حالات میں میرے پاس آئی تھیں۔ اُس وقت' اولیں مقصد' ان کی حفاظت اور پناہ دہی تھا۔ اب جبکہ حالات اعتدال پر آچکے ہیں' انہیں اپنے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کی اجازت ہونی چاہیئے۔ بنا بریں' تم ان سے کہدو کہ میں تمہیں مجبور نہیں کرنا چاہتا کہ تم طوعاً و کرہاً میرے ساتھ رہو۔ اگر تمہاری منشاء الگ ہوجانے کی ہو تو) میں تمہیں ضروری سامان دیئے دیتا ہوں' اور نہایت عمدگی سے رخصت کردیتا ہوں (۴۹/۳۳)۔ (تم یہ نہ سمجھ لینا کہ اب ایک مملکت حاصل ہوگئی ہے اس لئے تمہاری زندگی شاہانہ ٹھاٹھ کی ہوگی۔ مملکت کے ساتھ جو ذمہ داریاں آئی ہیں' ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہوگا کہ اس گھر کا معیار' مملکت کے غریب ترین فرد کی زندگی کا معیار ہو۔ اس لئے مجھے' اور میرے ساتھ میرے متعلقین کو غریبوں کی سی زندگی بسر کرنی ہوگی)۔

۲۹ اگر تم نظامِ خداوندی کے لئے زندگی وقف کردینا چاہو' اور طبیعی زندگی کے قریبی مفاد پر مستقبل کی خوشگواریوں کو ترجیح دو' تو تم میں سے جو بھی اس طرح حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرے گا' خدا کا قانونِ مکافات' اسے اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

۳۰ رسول کے ہاں رہنے کی صورت میں یہ بھی سوچ لو کہ چونکہ تمہاری زندگی کو دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے' اس لئے تمہیں بہت ہی محتاط رہنا ہوگا۔ (مثلاً) تم میں سے اگر کسی سے کوئی نازیبا حرکت سرزد ہوگئی تو اسے دگنی سزا ملیگی — قانونِ خداوندی کی رو سے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ

اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝٣١ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٣٢ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا

تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا

---

۳۱ اسی طرح جس نے تم میں سے خدا اور اس کے رسول (نظام خداوندی) کی پوری پوری فرمانبرداری کی، اور زندگی کو سنوارنے والے کام کئے، تو اُسے اِس کا اجر بھی دُہرا ملے گا۔ اور عزت و توقیر کے ساتھ سامانِ زیست عطا ہوگا۔

۳۲ یہ اس لئے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (جن کے اعمال کا اثر اُن کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔ دوسرے اُن سے متاثر نہیں ہوتے۔ تمہاری زندگی کا اثر تو سارے معاشرہ پر پڑے گا)۔ لہٰذا، تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ (مثلاً) اگر تمہیں کسی غیر محرم سے بات کرنی ہو تو اپنی آواز میں ایسی نرمی اور لوچ نہ پیدا ہونے دو کہ اُس سے ایسے شخص کے دل میں جو بُرے خیالات لئے ہو، غلط آرزوئیں بیدار ہو جائیں۔ اُس سے قاعدے کے مطابق عمدہ انداز سے بات کرو۔

۳۳ اور تم نہایت سنجیدگی اور وقار سے اپنے گھروں میں رہو۔ تم سے کوئی چھچھورے پن کی

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾

(۴ ع ۱)

بات سرزد نہ ہو- اور جب تم باہر جاؤ' تو اپنی زینت کی نمود و نمائش نہ کرو' جیسا کہ قرآن سے پہلے عہدِ جاہلیت میں عورتیں کیا کرتی تھیں- اور کوئی حرکت ایسی نہ کرو جو مردوں کے جذبات میں اضطراب و تلاطم پیدا کرنے کا موجب بنے (۳۰/۲۴ ، ۳۱) تم نظامِ صلوٰۃ کو قائم رکھو' اور تعلیم و تربیت کے ذریعے افرادِ معاشرہ کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان کرو- اس مقصد کے لئے 'نظامِ خداوندی (خدا اور اس کے رسول) کی پوری پوری اطاعت کرو- خدا یہ چاہتا ہے کہ نبی کا گھر' افرادِ معاشرہ کے لئے نمونہ بن جائے- اس لئے' اس گھر کے افراد میں کسی قسم کی قلب و نظر کی آلودگی' اضطراب انگیز شکوک و شبہات' یا دوسری کوئی ایسی چیز نہیں رہنی چاہیئے جو ان کی نشوونما کے راستے میں حائل ہو —— یہ گھر' پاکیزہ اور بلند زندگی کا نمونہ ہونا چاہیئے-

۳۴ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم اُن احکام اور مصالح کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو جو اُن قرآنی آیات میں مذکور ہیں جن کی تلاوت تمہارے ہاں ہوتی رہتی ہے- اور کوئی خفیف سے خفیف حرکت بھی ایسی نہ کرو جو ان احکام کے خلاف جائے' یا اُس غرض و غایت کے منافی ہو جس کے لئے یہ احکام دیئے گئے ہیں- خدا بڑا باریک بین' اور ہر ایک کے حالات سے باخبر ہے-

۳۵ (اے رسول! تمہارے اہلِ خانہ کی اس قسم کی تعلیم و تربیت اس لئے ضروری ہے کہ ان کی زندگی' معاشرہ کی دوسری عورتوں کے لئے نمونہ بن جائے- یاد رکھو! معاشرہ' مردوں اور عورتوں' دونوں پر مشتمل ہوتا ہے' اس لئے سفرِ زندگی میں' ان دونوں کو دوش بدوش چلنا چاہیئے- اگر ان میں سے ایک صنف پیچھے رہ جائے تو' زندگی کی گاڑی آگے نہیں چل سکتی- اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ' ان طبیعی خصوصیات[1] کے علاوہ' جو افزائش و پرورشِ نسل

[1] BIOLOGICAL DIFFERENCES.

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

کے لئے مرد اور عورت میں الگ الگ رکھی گئی ہیں' اِن دونوں کی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہیں)۔ بنا بریں' اسلامی معاشرہ کے مردوں اور عورتوں' دونوں کی خصوصیات یہ ہونی چاہئیں کہ وہ:۔

(۱) قوانین خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوں۔

(۲) ان قوانین کی محض میکانکی طور پر اطاعت نہ کریں' بلکہ دل کی گہرائیوں میں' ان کی صداقت اور نتیجہ خیزی پر ایمان رکھیں۔

(۳) اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کرکے' انہیں صرف وہاں صرف کریں جہاں صرف کرنے کا حکم قوانین خداوندی کی رو سے ملے۔

(۴) وہ عہد جو اُنہوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے ($\frac{9}{111}$)' اسے سچ کر دکھائیں۔

(۵) مشکلات اور مصائب کے مقابلہ میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہیں۔

(۶) نوعِ انسان کی خدمت کے لئے شاخِ ثمردار کی طرح جھکے رہیں۔

(۷) اپنی ہر متاع کو' نظامِ خداوندی پر سے نچھاور کر دینے کے لئے تیار ہوں۔

(۸) قوانین خداوندی نے جہاں جہاں سے رُکنے کا حکم دیا ہے' وہاں سے رکیں۔ ان پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں' ان کا پورا پورا خیال رکھیں۔

(۹) اپنی عفت و عصمت کی پوری پوری حفاظت کریں۔

(۱۰) غرضیکہ زندگی کے ہر قدم پر' قوانین خداوندی کو اپنے سامنے رکھیں۔

یہ ہیں وہ لوگ جنہیں خدا کا قانونِ مکافات' زندگی کی ہر تباہی سے محفوظ رکھیگا اور انہیں' ان کی سعی و عمل کا اجرِ عظیم عطا کرے گا۔ اس باب میں' مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ ($\frac{3}{194}$ ؛ $\frac{4}{124}$)۔

۳۶ (اے رسول! انہیں یہ بھی بتا دو کہ) جب کسی معاملہ میں خدا اور اس کا رسول (نظامِ خداوندی) کوئی فیصلہ دیدے' تو مومن مردوں اور عورتوں کو' اس میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ($\frac{4}{65}$)۔ انہیں بطیبِ خاطر' اُس فیصلہ کا پابند رہنا ہوگا۔ جو اُس کی خلاف ورزی کرے' تو وہ' سیدھا راستہ چھوڑ کر' بہت ہی غلط راستے پر جا پڑے گا۔

۳۷ (لیکن) اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ اطاعت' نظامِ خداوندی کی اطاعت ہے

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

اگرچہ اس نظام کے فیصلے رسول کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔ اس سے رسول کی ذاتی اطاعت مقصود نہیں (۳۳/۳۶)۔ رسول کی ذاتی رائے یا مشورہ سے تمہیں اختلاف کا حق حاصل ہے۔ اس اختلاف کا نام "معصیت خدا و رسول" نہیں ہوگا۔ اس باب میں زید کا واقعہ ایک بیّن مثال ہے جسے اس نکتہ کی وضاحت کے لئے یہاں بیان کیا جاتا ہے)۔

زید پر اللہ کے بھی بہت سے احسانات تھے اور (اے رسول!) تیرے ذاتی احسانات بھی بہت تھے۔ تو اس سے کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اس طرح قانونِ خداوندی کی رو سے تمہارا جو رشتہ قائم ہوا ہے اس کی نگہداشت کرو۔ (اگر تمہیں کوئی چھوٹی موٹی شکایت ہے تو اس سے درگذر کرو۔ اور اگر کوئی گہرا اختلاف ہے تو اسے بیان کرو، اسے دل میں چھپائے رکھنے سے کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم اسے اس وقت چھپا بھی رکھو گے تو (طلاق دینے کی صورت میں) قانونِ خداوندی کی رو سے اسے تمہیں ظاہر کرنا پڑے گا (یونہی طلاق تو نہیں دیدی جائے گی) تم لوگوں سے مت ڈرو (کہ وہ کیا کہیں گے) ڈرنے کا حق تو صرف قانونِ خداوندی سے ہے کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ ہو جائے)۔

لیکن زید نے تیرے مشورے کو نہ مانا اور اپنی بیوی سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کے بعد تم نے قانونِ خداوندی کے مطابق اس کی مطلقہ بیوی سے شادی کر لی (تاکہ اسے اس حادثہ سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے)۔ ہم نے اس باب میں واضح ہدایت نازل کر دی تھی جب کہا تھا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا (۳۳/۴)۔ (نکاح حقیقی بیٹے کی بیوی سے جائز نہیں۔ (۴/۲۳)۔ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ کا یہ عمل قانونِ خداوندی کے عین مطابق تھا۔

(اس واقعہ سے دو باتیں واضح ہو گئیں۔ ایک یہ کہ اطاعت انہی فیصلوں کی لازم ہے جنہیں رسول نظامِ خداوندی کی طرف سے نافذ کرے۔ اس کے ذاتی مشورہ یا رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ادعیاء ——— منہ بولے بیٹے ——— حقیقی بیٹے

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيمًا ﴿٤٠﴾

نہیں بن جاتے)۔

۳۸ جو بات قانونِ خداوندی نے جائز قرار دیدی ہو، اس کے کر لینے میں نبی کے لئے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ یہ قانون اس نبی کے لئے خصوصیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔ قانونِ خداوندی شروع سے ایسا ہی رہا ہے۔ اللہ کا قانون' اس کی مشیت کی رو سے مقرر شدہ پیمانوں کے مطابق' بنتا ہے۔ (ہنگامی حوادث سے متاثر ہو کر نہیں بنا کرتا۔ اسی لئے وہ غیر متبدل اور ابدی ہوتا ہے)۔

۳۹ تم سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں' ان کے لئے بھی اسی قسم کے قوانین خداوندی بھیجے گئے تھے۔ وہ صرف قوانین خداوندی (کی خلاف ورزی کے نتائج) سے ڈرتے تھے۔ لوگوں کی باتوں کا خیال نہیں کرتے تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ہم اپنے اعمال کے لئے صرف خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اور کسی کے سامنے نہیں۔ اور اُسی کو وہ اپنا نگران سمجھتے تھے۔

۴۰ (تم لوگوں کو' جو زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح پر چہ میگوئیاں کرتے ہو' اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ) محمدؐ' تم میں سے کسی لڑکے کا باپ نہیں (اگر کسی کو محبت سے بیٹا کہہ دیا جائے تو وہ بیٹا نہیں بن جایا کرتا۔ نہ ہی یہ رسول اپنے خود ساختہ احکام وضع کرتا ہے) وہ خدا کے احکام تم تک پہنچاتا ہے (اور انہی احکام کی خود اطاعت کرتا ہے۔ یہ احکام ایسے ہیں جن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ نہ اس رسول کی زندگی میں۔ نہ اس کے بعد' کیونکہ اس کے بعد) نبوت (یعنی خدا کی طرف سے وحی ملنے کا سلسلہ) ختم ہو گئی۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے لامحدود علم کی بنا پر ہوا (جو خوب جانتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ کب تک جاری رکھنا چاہیئے تھا' اور کب اُسے ختم کر دینا چاہئے۔ جو کچھ انسانوں کی راہ نمائی کیلئے دیا جانا مقصود تھا' وہ قرآن میں اپنی تکمیل تک پہنچ گیا۔ اور قرآن کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔ اس لئے' اس کے بعد نبوت کی ضرورت ہی نہ رہی)۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

---

۴۱ (نبوت تو ختم ہو گئی۔ باقی رہا فریضۂ "رسالت" یعنی خدا کے احکام کو لوگوں تک پہنچانا اور ان کے مطابق ایک نظام قائم کرنا سو اسے امتِ محمدیہ کے سپرد کر دیا —— (۳/۱۰۹ ; ۳۵/۳۲)۔ سو اے جماعتِ مومنین! تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم قوانین خداوندی کو خود اپنے سامنے بھی رکھو اور ان کا چرچا بھی کرو۔

۴۲ اور ان کی عملی تنفیذ کے لئے دن رات سرگرداں رہو (۴۹/۹)۔

۴۳ اگر تم ایسا کرتے رہے تو قوانین خداوندی کی برکات' اور اس کی کائناتی قوتوں کی تائید و نصرت تمہارے ساتھ رہے گی (۳۳/۵۶)۔ ان کی طرف سے تم پر تبریک و تہنیت کے پھول برسیں گے۔ اس کا عملاً نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہیں زندگی کی ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر' جگمگاتی روشنی میں لے آئے گا (۱۴/۱ ; ۱۴/۵)۔ اور تمہاری تمام صلاحیتوں کی نشو و نما کرتا چلا جائے گا۔ (۲/۱۵۵ — ۱۵۷ ; ۹/۱۰۳)۔

۴۴ (ان مومنین کی موجودہ زندگی بھی درخشندہ و تابناک ہوگی اور) اس کے بعد بھی جب وہ اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کریں گے' حقیقی زندگی اور سلامتی کی جانفزا اور روح پرور دعائیں ہر طرف سے ان کا استقبال کریں گی اور انہیں نہایت باعزت مقام عطا کیا جائیگا۔

۴۵ اے نبی! ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تو' وحیِ خداوندی کے مطابق' ایسا نظام قائم کر دے جو تمام انسانوں (اقوامِ عالم) کے اعمال کی نگرانی کرے (۲/۱۴۳)، اور لوگوں کو بتا دے کہ اس کے مطابق چلنے کا انجام کیسا خوشگوار ہوگا' اور اس کی خلاف ورزی کے عواقب کس قدر تباہ کن ہوں گے۔

۴۶ ہمارا یہ رسول' ہمارے ضابطہ کے مطابق' نوعِ انسان کو نظامِ خداوندی کی طرف دعوت دیتا ہے' اور انسانی زندگی کی تاریک راتوں میں' سورج کی طرح جگمگاتا ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً

---

۴۷ اے رسولؐ! تو اس ضابطۂ ہدایت پر ایمان رکھنے والوں کو خوشخبری دے کہ انہیں خدا کی طرف سے، بڑی خوش حالیاں اور فارغ البالیاں نصیب ہوں گی۔

۴۸ تو اس پیغام کو عام کرتا جا، اور مخالفین —— کافرین اور منافقین —— کی کوئی بات نہ مان۔ (ان سے مفاہمت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں)۔ ان کی طرف سے تجھے جو ایذا پہنچیں ان کی پرواہ نہ کر۔ نظامِ خداوندی کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھ۔ تو دیکھے گا کہ اس نظام پر بھروسہ کس قدر کافی و وافی ثابت ہوتا ہے۔

۴۹ (جیسا کہ کہا جا چکا ہے۔ اس معاشرہ میں، عورتوں نے بھی مردوں کے ساتھ کام کرنا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ عائلی —— مرد اور عورت کی گھریلو —— زندگی کے متعلق نہایت واضح ہدایات اور احکام ان کے سامنے ہوں۔ اس سلسلہ میں بہت سے احکام پہلے بھی دیئے جا چکے ہیں۔ ۲۲۸/۲ —— ۲۴۱ اب اُنہی کے تسلسل میں مزید احکام دیئے جاتے ہیں)۔
اے جماعتِ مومنین! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو۔ اور پھر انہیں (قانون کے مطابق) طلاق دیدو، قبل اس کے کہ تم نے انہیں چھوا ہو، تو تمہارے لئے ضروری نہیں کہ تم ان کی عدت کا شمار کرو جس میں اُن کا نان نفقہ تمہارے ذمہ ہوتا ہے اور جس میں وہ دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتیں۔ تم انہیں مناسب سامان دے کر نہایت خوشگوار انداز سے رخصت کر دو۔ (نکاح ایک معاہدہ ہے۔ جب دیکھا جائے کہ وہ معاہدہ نبھ نہیں سکتا تو قاعدے اور قانون کے مطابق اسے فسخ کر دیا جائے۔ اس میں تلخی پیدا ہونے کی کونسی بات ہے؟ ۲۲۸/۲ —— ۲۳۶؛ ۶۵/۱ —— ۴)۔

۵۰ اے نبی! تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال ہیں جن کے مہر ادا کر کے، تو نے ان سے نکاح کیا ہے۔ نیز وہ عورتیں جو کفار کی طرف سے لوٹ کر تمہاری طرف آئی ہیں (۶۰/۱۰)۔ نیز تیرے

إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿۵۱﴾

چچا کی بیٹیاں - اور پھوپی کی بیٹیاں - اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں' جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے - اور وہ مومن عورت بھی جو بلا مہر طلب کئے' تیرے نکاح میں آجانا چاہے' اور تو بھی اس سے نکاح کرنا پسند کرے - یہ دونوں احکام (کہ عم زادہ وغیرہ کے سلسلہ میں صرف وہ جو ہجرت کرکے آئیں' اور نکاح بلا مہر) صرف تیرے لئے مخصوص ہیں - عام مومنین کے لئے نہیں - عام مومنین کے لئے' ان کی بیویوں' اور لونڈیوں کے ضمن میں جو ان کے معاشرہ میں پہلے سے موجود تھیں' جو احکام دیئے جا چکے ہیں' ان کا ہمیں علم ہے - (وہ قرآن میں' دیگر مقامات پر موجود ہیں) - یہ تیرے لئے خصوصی احکام اس لئے دیئے گئے ہیں' تاکہ تجھے معاملات کے سلجھانے میں دقت نہ ہو —— ضابطہ خداوندی میں اس قسم کے خصوصی احکام کی گنجائش اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ ان سے' معاشرہ کی حفاظت ہو جائے' اور افراد کی نشو ونما میں فرق نہ آئے - یہ خدا کی عین مرحمت ہے -

۵۱ (اس کے ساتھ ہی' اے نبی! تجھ پر کچھ خاص پابندیاں بھی عائد کی جاتی ہیں' جو عام مومنین پر عائد نہیں کی گئیں) -

پہلے کہا جا چکا ہے کہ اب' جبکہ معاشرہ کے ہنگامی حالات باقی نہیں رہے' تو اپنی بیویوں کو اجازت دیدے کہ جو تیرے ساتھ رہ کر' تیرے جیسی عسرت کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں' وہ تیری زوجیت میں رہیں - جو ایسا نہیں چاہتیں' انہیں حسن کارانہ انداز سے الگ کر دے - (۳۳/۲۸) - جب انہیں اسکا اختیار دیا گیا ہے' تو تجھے بھی اس کا اختیار دیا جاتا ہے کہ ان میں سے جس کے متعلق تو سمجھتا ہے کہ وہ تمہاری صحیح رفیقہ حیات بن کر رہ سکتی ہے' اسے رکھ لے - جو ایسا نہیں کر سکتی' اسے الگ کر دے - (یہ' لڑائیوں کی وجہ سے پیدا شدہ ہنگامی حالات میں تیرے ہاں آئی تھیں - اُس وقت اولیں مقصد ان کی حفاظت اور پناہ دہی تھی - اب جبکہ

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ

حالات اعتدال پر آگئے ہیں' ان امور پر نظرِ ثانی کر لینی چاہیئے اور اپنے اپنے حالات کی روشنی میں مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیئے)۔

اگر تو ان میں سے کسی سے الگ ہو جائے اور دیکھے کہ تجھ سے علیحدہ ہونے کے بعد وہ افسردہ خاطر ہو رہی ہے' اور تمہارے ہاں آجانا اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوگا' تو تمہیں اس کی بھی اجازت ہے کہ اسے دوبارہ اپنے حلقۂ زوجیت میں لے آؤ' بشرطیکہ وہ اُن کی رضامند ہوں جو تو انہیں دے (اور انہیں اس کی شکایت نہ ہو کہ نبی کے گھر میں رہ کر ہمیں یہ نہیں ملتا- اور وہ نہیں ملتا)- یہ باتیں اس لئے واضح کر دی گئی ہیں کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا کیا خیالات آسکتے ہیں- اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے اور اس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے-

۵۲ اس کے بعد' تمہارے لئے کسی نئی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں ہوگا- نہ ہی یہ کہ ان بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور عورت سے نکاح کر لے' خواہ اس کی خوبیاں تمہیں کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگیں- اب تیری بیویاں وہی رہیں گی جو تیری بیویاں بن چکیں-

(یہ پابندی خاص تیرے لئے ہے- دوسرے مسلمانوں کے لئے نہیں)- یاد رکھو! خدا کا قانون تمام امور کی نگہداشت کرتا ہے-

۵۳ اسی سلسلہ میں' جماعتِ مومنین کے لئے' معاشرتی آداب سے متعلق کچھ ہدایات بھی ضروری ہیں- پہلی بات یہ کہ تم یونہی بن بلائے اور بغیر اجازت لئے' رسول کے گھر نہ چلے جایا کرو- اِس سے اُس کی پرائیویسی میں خلل آتا ہے- اگر وہ تمہیں کھانے کے لئے بلائے تو اُسکے ہاں جاؤ' لیکن وہ بھی اِس طرح نہیں کہ تم کھانا پکنے سے پہلے ہی وہاں جا بیٹھو' اور

لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَاۗىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

کھانے کا انتظار کرتے رہو۔ جب کھانا تیار ہوجائے' اور وہ تمہیں بلائے' تو پھر اندر جاؤ۔ اور جب کھانا کھاچکو تو وہاں سے چلے آؤ۔ وہیں بیٹھے باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ اگر تم ایسا کروگے تو اُسے تکلیف ہوگی' لیکن وہ تمہیں' شرم کی وجہ سے' کہیگا نہیں۔ لیکن اللہ تو حق بات کہنے سے نہیں شرماتا (اس لئے اُس نے یہ بات صاف صاف کہدی ہے)۔

اور اگر تمہیں نبی کے گھر سے کوئی چیز لینی ہو تو اس کے لئے بھی یونہی بے محابا' اندر نہ چلے جایا کرو۔ قاعدے کے مطابق' پردے کے باہر سے' اسے مانگا کرو۔ یہ تمہارے لئے' اور رسول کے اہل خانہ' دونوں' کے لئے' پاکیزگی قلب کا باعث ہے۔ تمہارے لئے قطعاً جائز نہیں کہ تم کوئی ایسی بات کرو جو رسول کے لئے اذیت رساں ہو۔

پہلے کہا جاچکا ہے کہ رسول کی بیویاں' مومنین کے لئے بمنزلہ ماں کے ہیں (۳۳/۶)۔ یہ یونہی رسمی عزت واحترام کے طور پر نہیں کہا گیا۔ ان سے اسی طرح تمہارا نکاح حرام ہے جس طرح حقیقی ماؤں سے۔ اس لئے' تم' رسول کی وفات کے بعد بھی ان سے نکاح مت کرو۔

معاشرتی امور کی یہ باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہیں' لیکن ان کا اثر بڑا دور رس ہے' اس لئے' قانون خداوندی کی رو سے' ان کی بڑی اہمیت ہے۔

۵۴ (ان معاشرتی آداب میں بھی اس بات کا خیال رکھو کہ ان سے مقصود تمہارے قلب ونگاہ کی تربیت ہے' اس لئے انہیں' یونہی' دکھاوے کے لئے' رسماً ادا نہ کردیا کرو' بلکہ دل کے جھکاؤ کے ساتھ ضبطِ خویش کے لئے ان کی پابندی کرو۔ یاد رکھو) جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' اور جو کچھ تمہارے دل میں ہوتا ہے' اللہ پر سب روشن ہے۔ اس سے کوئی شے چھپی نہیں رہتی۔

۵۵ دوسری طرف' رسول کی بیویوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اُن آداب معاشرت کو ملحوظ رکھیں جن کا حکم انہیں' اور عام مومن عورتوں کو' دیا گیا ہے۔ یعنی وہ اپنی زینت کو

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ

نمایاں نہ کیا کریں- ہاں اگر وہ اپنے باپ- بیٹوں- بھائیوں- بھتیجوں- بھانجوں کے سامنے ایسا کرلیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں- یا اپنے ملازموں کے سامنے — خواہ وہ لڑکے ہوں یا عورتیں- ان کے لئے بہرحال' قوانین خداوندی کی نگہداشت ضروری ہے- انہیں اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ قانون خداوندی کی نگاہ ہر (چھوٹی بڑی) بات پر رہتی ہے- (اس کی مصلحت ۲۴/۳۱ میں بیان کی جاچکی ہے)-

۵۶ (یہ قوانین و ضوابط اس لئے دیئے گئے ہیں کہ تمہارا معاشرہ' مثالی معاشرہ بن جائے' اور نوع انسان کے لئے نمونہ- جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے' ان قوانین کی اطاعت سے' تمہیں خدا کی نصرت اور اس کی کائناتی قوتوں کی تائید حاصل رہے گی- ۳۳/۴۳)- یہی تائید و نصرت' تمہارے نظام کی مرکزی شخصیت' خود رسول' کو بھی حاصل ہے-

لیکن تم اس اطمینان میں نہ رہو کہ جب خدا اور اس کے ملائکہ کی تائید و نصرت تمہارے رسول کے ساتھ شامل ہے' تو تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں- تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے عمل پیہم سے' رسول کے مشن کی تقویت کا موجب اور اس کے دست و بازو بنو- اس کے پروگرام کو تکمیل تک پہنچاؤ- اس کا ایک ہی طریقہ ہے- اور وہ یہ کہ دل کے جھکاؤ کے ساتھ' اس کی پوری پوری اطاعت کرو (۳۳/۴۳؛ ۷/۱۵۷؛ ۴/۶۵)-

۵۷ اس کے برخلاف' جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (یعنی نظام خداوندی) کے لئے کسی تکلیف یا ضعف کا موجب بنتے ہیں' وہ دنیاوی زندگی کی خوشگواریوں سے بھی محروم رہتے ہیں' اور آخرت کی سرفرازیوں سے بھی- وہ ذلت آمیز تباہی کے عذاب میں ماخوذ ہوں گے-

۵۸ اور یہ بات صرف' اس نظام خداوندی کی مرکزی شخصیت تک ہی محدود نہیں- جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے' ایذا رسانی کا موجب بنتے ہیں' اور ان پر ناکردہ گناہوں کا الزام دھرتے ہیں' تو وہ بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں (انہیں بھی اس کی سزا مل کر رہے گی)-

۵۹ اے نبی! تو اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے- اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ

أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾
مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ

وہ باہر نکلیں تو اپنے کپڑوں کے اوپر ایک سادہ سا کپڑا پہن لیا کریں جس سے زینت نمایاں نہ ہو (۲۴/۳۱)۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ وہ پہچانی جا سکیں (کہ شریف بیبیاں جا رہی ہیں) اور کوئی بدقماش انہیں تنگ نہ کرے۔ یہ چیز ان کے لئے قانون خداوندی کی رو سے حفاظت اور تربیت کا موجب بن جائے گی۔

۶۰ تم اتنی احتیاط برتو۔ اگر اس کے بعد بھی منافقین یعنی وہ لوگ جن کے دل میں خباثتیں بھری ہوئی ہیں، اور وہ فتنہ پرور جن کا کام ہی معاشرہ میں شر انگیز خبریں پھیلانا ہے، اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے، تو پھر ان کے خلاف قوت کا استعمال کرنا پڑے گا۔ اس سے یہ لوگ، کچھ عرصہ بعد یہاں سے دور ہو جائیں گے۔

۶۱ اور اُن تمام مراعات سے محروم کر دیئے جائیں گے (جو انہیں اسلامی مملکت کے شہری ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں)۔ اگر یہ اس پر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے تو جہاں کہیں بھی ہوں گے، انہیں گرفتار کیا جائے گا، اور سختی سے قتل کیا جائے گا۔

۶۲ ایسے لوگوں سے اس قسم کا سلوک کوئی نئی بات نہیں۔ خدا کا قانون شروع ہی سے ایسا چلا آ رہا ہے (کہ شریفوں کو تنگ کرنے والے، اور معاشرہ میں فساد برپا کرنیوالے اگر اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہ آئیں، تو انہیں سخت سزا دی جائے)۔ اور تو، خدا کے قانون میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پائے گا۔

۶۳ اس پر یہ منافقین اور فتنہ پرداز) پوچھتے ہیں کہ (جس انقلابی دور کے متعلق تم کہتے ہو کہ اس میں شریر النفس، بدقماش لوگوں کو ایسی سزا ملے گی)، وہ دور کب آئیگا؟ ان سے کہو کہ اس کے ظہور کے ٹھیک وقت کے متعلق خدا ہی جانتا ہے (میں نہیں بتا سکتا)۔

اے پوچھنے والے! تجھے کیا معلوم کہ وہ انقلابی دور، تیرے سر پر ہی کھڑا ہو؟

السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾

ع ۸ ۱۰ ۵

---

۶۴ اس لئے کہ یہ مخالفین' رفتہ رفتہ' اُس مقام تک آپہنچے ہیں جہاں اِنہیں زندگی کی خوشگواریوں سے محروم کردیا جائے۔ ان کے لئے' ان کے اعمال نے' بڑا تباہ کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۶۵ ایسا عذاب جس سے یہ کبھی نکل نہیں سکیں گے (نہ اِس دنیا میں' نہ اس کے بعد)۔ نہ ان کا کوئی کارساز و چارہ کار ہوگا۔ نہ کوئی معین و مددگار۔

۶۶ اُس وقت' ان کی حالت یہ ہوگی کہ یہ اُس تباہی کی آگ میں اوندھے منہ جھونک دیئے جائیں گے' اور یہ' بصد حسرت و یاس کہیں گے کہ اے کاش! ہم بھی اللہ اور رسول (نظامِ خداوندی) کی اطاعت کرتے (تو ہماری آج یہ حالت نہ ہوتی)۔

۶۷ اُس وقت ان کے عوام کہیں گے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہم نے اپنے اِن لیڈروں کی' جو ہم میں بڑے بنے ہوتے تھے' اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں زندگی کے صحیح راستے سے بہکا دیا۔

۶۸ لہذا' اے ہمارے پروردگار! تو انہیں دُہری سزا دے اور انہیں زندگی کی خوشگواریوں سے اس طرح محروم رکھ کہ ان تک کچھ بھی پہنچنے نہ پائے۔ (۱۴/۲۸ ؛ ۱۶/۲۵ ؛ ۳۴/۳۱—۳۳)۔

۶۹ لیکن اے جماعتِ مومنین! (یہ انقلاب اُس صورت میں برپا ہو سکے گا کہ تمہارا معاشرہ صحیح خطوط پر متشکل ہو جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے رسول کی پوری پوری اطاعت کرو' اور) اسے اس طرح تنگ نہ کرو (۳۳/۵۳) جس طرح' بنی اسرائیل قدم قدم پر اپنے رسول (موسیٰؑ) کو تنگ کرتے تھے۔ (اس کی تفاصیل مختلف مقامات پر آچکی ہیں' بالخصوص سورۂ بقرہ میں)۔ نتیجہ اِس کا یہ نکلا کہ' جہاں تک موسیٰؑ کا تعلق تھا' اُس کا تو اِس سے کچھ نہ بگڑا' اِس لئے کہ خدا کے ہاں اُس کا مقام بہت بلند تھا (لیکن بنی اسرائیل سے تمکن

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ ٱللَّهُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتِ وَٱلْمُشْرِكِينَ وَٱلْمُشْرِكَٰتِ وَيَتُوبَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ۗ وَكَانَ

فی الارض کا جو وعدہ کیا گیا تھا' اس کے پورا ہونے کا وقت بہت پیچھے جا پڑا' اور اس تمام مدت میں وہ تباہ حال' حیران و سرگرداں پھرتے رہے (۵/۲۴)۔

۷۰ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو' اور جو بات کرو' محکم اور استوار کرو۔

۷۱ ایسا کرو گے تو وہ تمہارے سب کام سنوار دے گا' اور تمہاری بھول چوک' یا چھوٹی موٹی لغزشوں کے مضر اثرات سے تمہاری حفاظت کرے گا۔ (۵/۳۲ ؛ ۲/۲۵۲ ؛ ۳/۱۴۱)۔ یاد رکھو! جو قوم بھی اللہ اور اس کے رسول (نظامِ خداوندی) کی اطاعت کریگی' اسے عظیم الشان کامرانیاں نصیب ہوں گی۔

(تم بھی جب تک ایسا کرتے رہو گے' کامیابیاں تمہارے پاؤں چومیں گی۔ جب تم اس میں خیانت کرو گے' تو تم سے یہ برکات چھن جائیں گی۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان کی کیفیت' اشیائے کائنات کی سی نہیں ہے)۔

۷۲ تم اشیائے کائنات پر غور کرو۔ یہ بڑے بڑے اجرام سماوی۔ خود تمہارا کرۂ ارضی۔ اور اس پر جمے ہوئے اتنے اتنے بڑے پہاڑ' (وغیرہ) ان کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے ذمے جو فرائض عائد کئے گئے ہیں' یہ سب' ان کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ کوئی اس میں ذرا سی خیانت نہیں کرتا۔ وہ اس کے تصور تک سے ڈرتے ہیں۔ لیکن انسان کی یہ حالت ہے کہ جو فرائض اس کے ذمے عائد کئے جاتے ہیں' یہ ان کی بجا آوری میں خیانت کرتا ہے' حالانکہ ایسا کرنے میں کسی اور کا کچھ نہیں بگڑتا۔ خود اسی کا نقصان ہوتا ہے —— یہ اس کی کتنی بڑی جہالت ہے جس کی وجہ سے یہ خود اپنے آپ پر اس قدر زیادتی کرتا ہے (اگر یہ بھی اشیائے کائنات کی طرح' لیکن بطیب خاطر' وحی کے مقرر کردہ راستے پر چلتا جاتے' تو اسے کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔

۷۳ (یہاں پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ انسان کو بھی' دیگر اشیائے کائنات کی طرح' ایسا کیوں

اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۳﴾

نہ پیدا کر دیا گیا کہ یہ خود بخود وحی کا اتباع کرتا جائے۔ اس کا جواب واضح ہے۔ جیسا کہ متعدد مقامات پر بتایا جا چکا ہے، اگر انسان کو بھی مجبور پیدا کر دیا جاتا تو اس میں اور حیوانات میں کوئی فرق نہ رہتا۔ انسان کو صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے تاکہ یہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ نیکی وہی نیکی ہے جسے انسان اپنے اختیار و ارادہ سے کرے۔ نہ مجبوری کی نیکی، نیکی ہوتی ہے۔ نہ مجبوری کی بدی، بدی۔ اس کے صاحبِ اختیار و ارادہ ہونے میں ہی شرفِ انسانیت کا راز پنہاں ہے۔ اور اسی سے یہ اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ اور یہی وہ ذمہ (داری) ہے جس کی بنا پر منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کو ان کے غلط اعمال کی سزا ملتی ہے، اور مومن مردوں اور عورتوں پر انعاماتِ خداوندی کا سحابِ کرم جھوم کر آتا ہے۔ ہاں! ان سے، اگر سہو و خطا سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو اس کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ان کی ذات کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی چلی جاتی ہے۔ (یہ بات اسی صورت میں ممکن تھی کہ انسان صاحبِ اختیار و ارادہ ہوتا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ

---

۱ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ خدا کے تخلیقی پروگرام میں سرگرم عمل ہے اور حسن و خوبی کے اعتبار سے اس کی حمد و ستائش کا زندہ پیکر۔ اور جب اس پورے سلسلۂ کائنات کے مجموعی پروگرام کے آخری نتائج پر غور کیا جائے تو وہ بھی اس کی حمد و ستائش کا آئینہ دار نظر آئے گا۔ اس لئے کہ اس کی ہر اسکیم حکمت پر مبنی ہے اور جو کچھ یہاں ہو رہا ہے' وہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۲ اُسے اچھی طرح معلوم ہے کہ زمین میں کیا داخل ہوتا ہے' اور اس کے بعد اس میں سے کیا بن کر نکلتا ہے۔ فضا کی بلندیوں سے کیا کچھ نیچے آتا ہے' اور کیا کچھ اوپر چڑھتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ یہاں کی ہر شے کی نشو و نما ہوتی جائے اور وہ تباہ کن عناصر کے اثرات سے محفوظ رہے۔

۳ اس کے باوجود یہ لوگ جو ہمارے قانون مکافات سے انکار کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ جس انقلاب کی تم دھمکی دیتے ہو وہ ہم پر نہیں آئے گا۔ ان سے کہدو کہ وہ آئے گا' اور بالضرور

عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۵﴾ وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَیَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۷﴾

آئے گا۔ اس حقیقت پر میرا وہ پروردگار شاہد ہے جو ہونے والے واقعات تک کا اچھی طرح علم رکھتا ہے۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں کسی کا کوئی عمل ہو ـــــ خواہ وہ ایک ذرّے کے برابر یا اس سے بڑا یا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو ـــــ اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ خدا کے قانون مکافات کے رجسٹر میں، جو ہر دیدۂ بینا کے سامنے کھلا ہے، اس کا اندراج ہو جاتا ہے۔

۴ تاکہ جو لوگ ہمارے قانون کی صداقت پر ایمان لا کر صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ مل جائے ـــــ یعنی تمام تخریبی عناصر کے مضر اثرات سے سامانِ حفاظت، اور آبرومندانہ رزق کی فراوانی۔

۵ ان کے برعکس، جو لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے قوانین کو شکست دے کر ان کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق نتائج مرتب کرلیں (وہ اپنی اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے)۔ یہ اپنی غلط روش کی وجہ سے تباہیوں اور بربادیوں کے ایسے الم انگیز عذاب میں مبتلا ہوں گے، جو ان کے لئے اضطراب پیہم کا موجب ہوگا۔

۶ جو لوگ علم و بصیرت سے کام لیتے ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ ٹھوس تعمیری نتائج کا حامل، اور حقیقت ثابتہ ہے۔ اور کاروانِ انسانیت کی اس منزل کی طرف، راہ نمائی کرتا ہے جو خدائے عزیز و حمید کی متعین کردہ ہے ـــــ یعنی اس خدا کی جو ایک طرف انتہائی غلبا اور قوت کا مالک ہے، اور دوسری طرف، اس کا پروگرام ایسے حسین اور خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے جسے دیکھ کر ہر چشم حقیقت بیں پیکرِ حمد و ستائش بن جاتی ہے۔

۷ لیکن ان کے برعکس، جو لوگ علم و بصیرت سے کام نہیں لیتے اور محض اسلاف کی تقلید

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ⑧ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ⑨ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ⑩

اور تعصب کی بنا پر ہمارے قانونِ مکافات سے انکار کئے جاتے ہیں' ان کی ذہانت کا یہ عالم ہے کہ وہ ازرہِ تمسخر' ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ آؤ! تمہیں ایک ایسا آدمی بتائیں جو یہ کہتا ہے کہ جب مرنے کے بعد تم ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ ہو جاؤ گے' تو تمہیں' پھر نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔

8. اور کہتا ہے کہ یہ کچھ اسے اللہ نے بتایا ہے! ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو یہ شخص' جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے۔ یعنی اپنے جی سے باتیں گھڑتا ہے اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اور یا اس کا دماغ چل گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے' وہ بڑے ہی غلط راستے پر چلتے ہیں' جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ ہو نہیں سکتا۔

9. کیا یہ لوگ' اپنے گرد و پیش' خارجی کائنات پر غور نہیں کرتے (کہ اس میں موت اور حیاتِ نو کا سلسلہ کس طرح جاری و ساری ہے؟ کس طرح' ایک دانہ خاک میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد' حیات تازہ حاصل کرتا اور ایک نیا لبادہ اوڑھ کر' نمودار ہو جاتا ہے۔ یا یہ خود انسان کی زندگی کی تاریخ پر غور کریں اور دیکھیں کہ یہ کس طرح' چاروں طرف سے' تباہ کن عناصر میں گھرے ہوتے ہونے کے باوجود' زندہ اور پایندہ آگے بڑھتا چلا آ رہا ہے' حالانکہ) زمین میں' زلزلے کا ایک مہیب جھٹکا۔ یا آسمان سے شہابِ ثاقب (ٹوٹنے والے تاروں) کا ایک عالمگیر چھینٹا' اس کی نسل کو ختم کر دینے کے لئے کافی تھا۔ ان بصائر میں' ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کی طرف رجوع کرنے کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہوں' صداقت تک پہنچ جانے کی بہت بڑی نشانی ہے۔

10. (جس قسم کی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں' اسی قسم کی باتیں قوم سبا کے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ وہ بھی سامانِ زیست کی فراوانی۔ تجارت کی وسعت اور اپنے جتھے کی کثرت

أَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

بڑے نازاں تھے' اور قانون مکافات کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ اب سنو کہ ان کا انجام کیا ہوا؟
لیکن اس سے پہلے' ان کے ہم عصر پیغمبر داؤدؑ اور سلیمانؑ کا مختصر سا تذکرہ بھی ضروری ہے)۔
ہم نے داؤدؑ کو بڑی قوتوں اور فضیلتوں سے نوازا تھا۔ اس کی مملکت میں بڑے بڑے سرکش سردار' اور قبیلہ طیر کے اکابر تھے جن سے گھوڑوں کے رسالے ترتیب پاتے تھے۔ (۲۱/۷۹ ؛ ۲۷/۱۵—۱۲)۔ ہم نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ سب' داؤدؑ کے ساتھ مل کر' ہمارے قوانین کی اطاعت کریں۔

۱۱ اس نے ہمارے قانون کے مطابق اسلحہ سازی کے کارخانے بنا رکھے تھے' جہاں لوہے کو گلا کر زرہیں تیار کی جاتی تھیں' اور ان کی کڑیاں ٹھیک ٹھیک انداز سے جوڑی جاتی تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے ان تمام لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ یہ سب سامانِ جنگ' انسانوں کے کام سنوارنے کے لئے استعمال میں آنا چاہیئے' نہ کہ دنیا میں فساد برپا کرنے کے لئے۔ انہیں ہم نے اچھی طرح بتا دیا تھا کہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اس پر ہماری نگاہ ہے۔

۱۲ (اسی طرح' اس کے بیٹے سلیمانؑ' کو بھی ہم نے بڑی قوتوں اور فضیلتوں کا مالک بنایا تھا۔ اس کی کشتیاں (بحری بیڑہ) سمندروں میں چلتی تھیں)۔ اس سلسلہ میں اُسے' ہواؤں کے رُخ کا ایسا علم حاصل تھا کہ اُس کی کشتیاں' (ایک دن' بلکہ) دن کے اولیں حصہ میں اتنا سفر طے کر لیتیں' جتنا سفر دوسری کشتیاں مہینہ بھر میں طے کرتیں۔ اور اتنا ہی سفر دن کے دوسرے حصے میں۔ اور ہم نے اُس کے لئے تانبے (معدنیات) کا چشمہ بہا دیا تھا۔ اور وحشی قبائل اس کے تابع فرمان تھے' جو اُس کے نشوونما دینے والے کے قانون کے مطابق' اُس کے زیرِ ہدایت کام کرتے تھے۔ (۲۱/۸۲ ؛ ۳۸/۳۷)۔ ان میں سے اگر کوئی سرکشی اختیار کرتا' تو ہمارے قانون کے مطابق' اسے سخت سزا ملتی تھی۔

۱۳ وہ' اُس کے پروگرام کے مطابق' بڑے بڑے قلعے' محلات اور ہیکل تعمیر کرتے۔ بڑے (نادر) مجسمے تراشتے اور تصاویر بناتے۔ اور اتنے اتنے بڑے لگن تیار کرتے' جیسے حوض ہوں۔ اور زمین میں گڑی ہوئی دیگیں۔

كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ⑭ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ڛ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮

ہم نے آلِ داؤدؑ سے کہہ رکھا تھا کہ ہم نے انہیں حصولِ نعمت کے جس قدر اسباب اور سامان عطا کر رکھے ہیں' ان سے صحیح صحیح فائدہ اٹھاؤ اور انہیں ہمارے قانون کے مطابق صرف میں لاؤ۔ (انہیں اس کی تاکید کرنے کی اس لئے ضرورت پڑی تھی کہ لوگوں میں سے بہت کم ایسے ہیں جنہیں اگر قوت اور سامانِ زیست کی فراوانی حاصل ہو تو وہ ان چیزوں کو صحیح مصرف میں لائیں۔ (چنانچہ سلیمانؑ کے بعد' ایسا ہی ہوا)۔

۱۴ اس کی موت کے بعد اُس کا بیٹا' اس کا جانشین ہوا۔ لیکن وہ اپنے باپ' دادا کی طرح نہ تھا۔ وہ محض ایک انسان نما حیوان تھا۔ بس' آب و گِل کا ایک متحرک پیکر (۳۸/۳۴)۔ چنانچہ اُس کے ہاتھوں' شوکتِ داؤدی اور سطوتِ سلیمانی' سب ختم ہو گئی (بنی اسرائیل کے دس قبائل اُس سے سرکش ہو گئے[1]) چنانچہ جب اُن وحشی قبائل نے' جو سلیمانؑ کے عہد میں اس طرح اطاعت شعار اور فرماں پذیر تھے' اس صورتِ حالات کو دیکھا تو وہ بھی سرکش ہو گئے' اور انہیں افسوس ہوا کہ وہ اپنے پرانے خیال کے مطابق' اتنا عرصہ کیوں یونہی' اِس جسدِ بے جان کی غلامی کرتے رہے۔ اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ اس حکومت کا اب صرف نام ہی باقی ہے' اور اُس کے پیچھے قوت کچھ نہیں رہی' تو وہ اتنا عرصہ اس ذلت آمیز عذاب میں کیوں مبتلا رہتے؟

۱۵ اس تمہیدی تعارف کے بعد' قومِ سبا کی طرف آؤ۔ وہ قوم ایک وادی میں آباد تھی جس کے دونوں طرف زمین اس قدر سرسبز و شاداب تھی گویا دو باغ ہیں جو دائیں' بائیں برابر چلے جا رہے ہیں۔ ان کی آبادی کی یہ نشانی دور دور تک مشہور تھی۔ ان کے شہروں کی آب و ہوا نہایت خوشگوار تھی۔ (پہاڑوں میں بند بنے ہوئے تھے جو پانی کو روک کر آبپاشی کا کام دیتے تھے۔ غرضیکہ

[1] تورات۔ سلاطین (۱)

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿۱۶﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿۱۸﴾

اُس زمانے میں معیشت کے سب سامان انہیں میسر تھے)۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم اس رزق فراواں سے' جو تمہیں فطرت کی طرف سے یوں بلامزد و معاوضہ ملا ہے خوب کھاؤ پیو۔ لیکن ان نعمتوں کو' قوانین خداوندی کے مطابق صرف کرو' یہی ان کی شکرگزاری اور قدرشناسی ہے۔ ایسا کرو گے تو تم تباہیوں سے محفوظ رہو گے۔

۱۶ لیکن انہوں نے اِس بات سے منہ پھیر لیا اور ملک میں فساد برپا کرنا شروع کر دیا تو' اُن کے حالات نے پلٹا لیا۔ چنانچہ وہاں ایسے زور کا سیلاب آیا جس سے وہ بند ٹوٹ گئے جن سے وہ پانی رُکا رہتا تھا۔ بند ٹوٹ جانے سے' وہ بستیاں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں۔ ان کے باغات تباہ و برباد ہو گئے' اور ان کی جگہ' یہاں وہاں' جنگلی جھاڑیاں اُگ آئیں جن میں کڑوے کسیلے پھل لگتے تھے۔ یا کچھ جھاؤ کے درخت اور تھوڑی سی بیریاں — یوں ان کی زندگی کی تمام خوشگواریاں' بدمزگیوں میں بدل گئیں۔ (اگر وہ اپنی معاشی اور معاشرتی زندگی کو قوانین خداوندی کے تابع رکھتے اور معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا نہ کرتے۔ تو اس قسم کے فطری حوادث کا مقابلہ ہمت اور استقامت سے ہو جاتا اور انہیں دوبارہ بسنے میں بھی چنداں دشواری نہ ہوتی۔ قوانین فطرت کو سامنے رکھ کر' حسن انتظام' اور معاشرہ میں عادلانہ نظام سے' طبیعی حوادث کا مقابلہ آسانی سے ہو جاتا ہے)۔

۱۷ لیکن انہوں نے ہمارے قوانین سے یکسر انکار کر رکھا تھا' اس لئے اس کا انہیں یوں بدلہ ملا۔

اور یہ بات کچھ اہل سبا سے ہی مخصوص نہ تھی۔ جو بھی ہمارے قوانین[1] سے انکار کریگا اس کا انجام ایسا ہی ہوگا۔

۱۸ (اس تباہی سے پہلے) اُن کے ملک (یمن) سے لے کر' شام اور فلسطین کے سرسبز و شاداب علاقوں تک' تمام راستے میں بڑے بڑے متموّل اور بارونق' شہر آباد تھے' جو اُنکی

---

[1] قوانین میں' قوانین فطرت اور انسانوں کی معاشرتی زندگی کے متعلق وحی پر مبنی قوانین' دونوں شامل ہیں۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ

۲ ع ۱۲ ۸

تجارت کی منڈیاں تھیں- اور یہاں سے وہاں تک راستے میں پڑاؤ اور سرائیں بنی ہوئی تھیں- اور راستہ اس قدر پرامن اور آباد تھا کہ اس میں قافلے دن رات' نہایت حفاظت سے آتے جاتے رہتے تھے-

۱۹ لیکن انہوں نے ایسی حرکتیں شروع کر دیں جن سے راستے کی بارونق منڈیاں' رفتہ رفتہ' اجڑتی گئیں- ملک کا امن و امان' فتنوں کی نذر ہو گیا- اس قسم کے غلط اور مفسدانہ اقدامات سے انہوں نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا- (اگر سیلاب نے انہیں طبیعی نقصان پہنچایا تھا تو ان کے غلط معاشی اور معاشرتی اقدامات نے' تمدنی نقصان پہنچایا)- نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ان کا شیرازہ بری طرح بکھر گیا اور اس کے بعد' ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں-

اہل سبا کی اس داستان میں' ہر اس قوم کے لئے' جو حوادث کا مقابلہ ہمت اور استقلال سے کرے' اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں اور قوتوں کو صحیح مصرف میں لائے' عبرت اور بصیرت کی ہزار نشانیاں ہیں (جو یہ بتاتی ہیں کہ قوموں کے زندہ رہنے کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں- ایک یہ کہ وہ قوم ملک کے طبیعی اور فطری نظم و نسق کی طرف سے غافل نہ ہو- اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے معاشرہ کو قوانین خداوندی کے تابع رکھے تاکہ اس میں ناہمواریاں پیدا نہ ہوں)-

۲۰ حقیقت یہ ہے کہ ابلیس نے عام انسانوں کے متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ قوانین خداوندی کا اتباع نہیں کریں گے بلکہ اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلا کریں گے (۱۵/۳۸ - ۱۴) تو اس قسم کی قوموں نے اسے بتا دیا کہ وہ اپنے خیال میں سچا تھا- (یعنی ان لوگوں نے اپنی روش سے ابلیس کے خیال کو سچ کر دکھایا)' کیونکہ ان میں سے' سوائے مومنین کے ایک گروہ کے' سب اس کے پیچھے چلے-

۲۱ حقیقت یہ ہے کہ ابلیس کو ایسی قوت حاصل نہ تھی کہ وہ انسان پر غالب آجاتا- جب وہ کائنات کی کسی شے پر غالب نہیں آسکتا تو انسان پر' جو اسی لئے کائنات کو مسخر کر سکتا ہے' کس طرح غالب آسکتا تھا؟ لیکن یہ ہمارے اس پروگرام کا نتیجہ ہے جس کی رو سے ہم نے

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ ۚ حَتّٰٓى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾

انسان کو اشیائے کائنات کی طرح' مجبور پیدا نہیں کیا' بلکہ صاحب اختیار وارادہ پیدا کیا ہے کہ وہ جی چاہے تو وحیٔ خداوندی کا اتباع کرے اور جی چاہے تو اس راستے کو چھوڑ کر اپنے جذبات کے پیچھے لگ جائے۔ جب وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ "ابلیس اس پر غالب آگیا۔" اور انسان کو صاحب ارادہ پیدا کرنے سے مقصد یہ تھا کہ وہ) اپنی مرضی سے حیات آخرت پر ایمان لا کر' ان لوگوں سے متمیز اور ممتاز زندگی بسر کرے جو اس بارے میں شک میں رہتے ہیں۔ (زندگی کی سرفرازیوں اور خوشگواریوں کا راز' خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر ایمان میں پوشیدہ ہے۔ اور اس قانون پر ایمان لایا نہیں جا سکتا جب تک حیاتِ اُخروی پر ایمان نہ ہو)۔

تیرا نشوونما دینے والا' ہر شے پر نگاہ رکھتا ہے تاکہ ہر ایک کا عمل' اس کے قانون کے مطابق' نتیجہ مرتب کرے۔

۲۲ یہ ہے خدا کا قانونِ مکافات۔ اس کے خلاف' یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہیں! یہاں اور ہستیاں بھی ہیں جنہیں اقتدار اور اختیار حاصل ہے' تو (اے رسول!) ان سے کہو کہ ذرا ان ہستیوں کو بلاؤ تو سہی؟ تم دیکھو گے کہ وہ پوری کائنات میں ایک ذرے کے برابر بھی قوت اور اقتدار نہیں رکھتیں۔ نہ ہی وہ خدا کے اختیار و اقتدار میں کسی طرح شریک ہیں۔ اور نہ ہی یہ صورت ہے کہ خدا کو کسی مددگار کی ضرورت ہے' اور یہ ہستیاں اُس کی مددگار ہیں۔

۲۳ اس کے قانونِ مکافات کی نتیجہ خیزی اور محکمیت کا یہ عالم ہے کہ کسی شخص کا کسی دوسرے کے ساتھ مدد کے لئے کھڑے ہو جانا بھی اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا' بجز اس کے کہ اُن کی باہمی رفاقت اور ایک دوسرے کی حمایت بھی' خدا ہی کے قانون کے مطابق ہو۔ جو لوگ اس طرح اس کے قانون کے مطابق' ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں' تو اس جماعتی زندگی کے اندر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے گی۔ اور وہ بجز اطمینان سے' ایک دوسرے سے قانونِ خداوندی کے متعلق دریافت کریں گے تو اُن پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ یہ قانون حق ہے ـــــ نہایت اٹل۔ محکم۔ استوار۔ غیر متبدل اور مخصوص تعمیری نتائج مرتب کرنے کا ضامن

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔــلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

—— اور اس قانون کا دینے والا خدا، بہت بلند و بالا، اور بڑی قوتوں کا مالک ہے۔

۲۴ ان سے پوچھو کہ (تم جو معاشرہ میں رزق کی تقسیم اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے ہو، تو) زمین و آسمان سے جو کچھ تمہیں بطور رزق ملتا ہے، اسے کون عطا کرتا ہے؟ تم ان سے کہدو کہ اسے خدا کے سوا کوئی نہیں دیتا۔ اس کے بعد ان سے کہو کہ بتاؤ! پھر ہم میں سے کون سیدھے راستے پر ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں؟

۲۵ ان سے کہو کہ اتنا کچھ بتا اور سمجھا دینے کے بعد بھی اگر تم صحیح راستے پر نہیں آنا چاہتے، تو تم جانو، تمہارا کام۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں اگر وہ جرم ہے تو اس جرم کے متعلق تم سے کچھ باز پرس نہیں ہوگی (ہم ہی سے ہوگی)۔ اور نہ ہی تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے ہوگی۔ (اس لئے تم اپنا کام کرو۔ ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ خواہ مخواہ جھگڑے نکالنے سے کیا فائدہ؟)۔

۲۶ اور اگر تم اس پر بھی اپنی مخالفت سے باز نہ آئے، تو پھر تمہارا اور ہمارا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا۔ (اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہوگا؟) اور یہ فیصلہ اُسی حق و صداقت کے قانون کے مطابق ہوگا جس کی طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں —— یاد رکھو: خدا کا قانون ہمیشہ سچے فیصلے کرتا ہے کیونکہ اس کی ہر بات علم پر مبنی ہوتی ہے۔

۲۷ ان سے کہو کہ جن ہستیوں کو تم نے خدا کا شریک بنا کر اُس کے ساتھ شامل کر رکھا ہے، ذرا بتاؤ تو سہی کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ ہرگز نہیں بتا سکیں گے! (بتائیں بھی کیا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ) ہر قسم کی قوتیں اور تمام محکم تدبیریں خدا اور صرف خدا کی ہیں۔ ان میں کوئی اور شریک ہو نہیں سکتا۔

۲۸ (جب کائنات کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمامًا و کمالاً خدا کا قانون چلتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے ایک گوشے میں خدا کا قانون نافذ ہو اور دوسرے میں کسی اور کا۔ تو انسانی دنیا میں بھی یہی کیفیت ہونی چاہیئے کہ تمام انسان ایک ہی قانون کے تابع رہیں

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قُل لَّكُم مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ

یہ وجہ ہے کہ) ہم نے 'اے رسول! تمہیں تمام نوع انسان کی طرف اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے' مقصد اس سے یہ ہے کہ تم لوگوں کو بتاؤ کہ قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے نتائج کس قدر خوشگوار ہوں گے' اور ان کی خلاف ورزی کرنے کے عواقب کس قدر الم انگیز' نیز' جو لوگ ان قوانین کی مخالفت میں آگے ہی آگے بڑھتے جائیں انہیں اس سے روکا جائے —— (یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے حق و صداقت کے مسلک کے حاملین کو' مجبوراً' میدان جنگ میں آنا پڑتا ہے۔ ۲۲/۲۶) ۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے (اور اعتراض کر دیتے ہیں کہ انبیاءؑ کرامؑ نے جنگ کیوں کی ؟) ۔

۲۹ اس کے بعد' یہ تم سے پوچھیں گے کہ جس فیصلہ کن ٹکراؤ کی تم دھمکی دیتے ہو (۲۲/۲۶) اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کب واقع ہوگا ؟

۳۰ ان سے کہدو کہ قانونِ خداوندی کی رُو سے' اس کے لئے ایک مہلت کا وقفہ ہے جب وہ وقفہ پورا ہو جائے گا تو اس کے آنے میں ایک ثانیہ کا بھی آگا پیچھا نہیں ہوگا ۔

۳۱ اس وقت ان مخالفین کی ہٹ دھرمی کی یہ حالت ہے کہ یہ نہایت متکبرانہ انداز سے کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس تعلیم کو جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس سے پہلے' خدا کی طرف سے آتی رہی ہے (اور جواب قرآن میں محفوظ کر دی گئی ہے) لیکن اگر تم ذرا چشمِ تصور کو کام میں لاکر' اس منظر کو دیکھو' جب یہ مخالفین گردن جھکائے اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے' اور آپس میں جھگڑ رہے' اور ایک دوسرے کی بات کی تردید کر رہے ہوں گے۔ عوام' جو قوت میں کمزور تھے' اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور اس دعوتِ حق و صداقت کو قبول کر لیتے۔

۳۲ اس کے جواب میں ان کے لیڈر ان سے کہیں گے کہ (تم خواہ مخواہ کی باتیں کیوں بناتے ہو ؟) جب یہ ہدایت تمہارے سامنے آچکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں اس کے قبول کرنے سے

عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ
وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ
مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ
وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾

روکا تھا' یا تم خود ہی مجرم تھے؟

۳۳ اس پر عوام ان لیڈروں سے کہیں گے کہ تم کیا کہہ رہے ہو کہ تم نے ہمیں اس سے نہیں روکا تھا' اور ہم نے خود ہی اس سے انکار کیا تھا! تم رات دن اس قسم کی چالبازیاں اور فریب کاریاں کرتے رہتے تھے جن سے ہم اس صحیح راستے کے قریب تک نہ پھٹک سکیں۔ تم اس قسم کے قانون بناتے رہتے تھے جن سے ہم قوانین خداوندی سے انکار کرنے پر مجبور ہو جائیں اور اس کے احکام کے ساتھ دوسروں کے احکام کو شریک کریں (۳۳/۴۲)۔ (کیا اس کے بعد بھی تم یہی کہو گے کہ تم نے ہمیں اس راستے کی طرف آنے سے نہیں روکا تھا؟)۔

جب یہ لیڈر ایک طرف اپنے سامنے عذاب کو تیار دیکھیں گے اور دوسری طرف اپنے متبعین کی طرف سے اس قسم کی باتیں سنیں گے تو کوشش کریں گے کہ اپنی ندامت کو چھپائیں۔ (لیکن ایسا کر نہیں سکیں گے)۔ ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر انہیں کشاں کشاں عذاب کی طرف لے جایا جائے گا) ——— اور یہ سب کچھ ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہوگا۔

(یہ نقشہ اِس دنیا میں بھی سامنے آئے گا جب یہ متکبرین' جنگ میں شکست خوردہ قیدیوں کی طرح کھڑے ہوں گے۔ اور اُخروی زندگی میں بھی)۔

۳۴ (یہ رَوش کچھ انہی اکابرینِ قریش سے مخصوص نہیں۔ یہ انداز شروع ہی سے چلا آرہا ہے) ہم نے جب بھی کسی قوم کی طرف اپنا پیغامبر بھیجا کہ وہ انہیں' ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے' تو اس قوم کے دولتمند طبقہ نے' جو دوسروں کی کمائی پر عیش و عشرت اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے کا عادی تھا' اُس (پیغامبر) سے صاف کہدیا کہ تم جو کچھ لیکر ہماری طرف آئے ہو' ہم اسے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

۳۵ ہمارے پاس اس قدر مال و دولت ہے۔ ہمارا جتھا ایسا زبردست ہے۔ (جو کچھ ہمارے

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَہُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَہُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَہُوَ یُخْلِفُہٗ وَہُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

جی میں آئے ہم کریں، کس کی مجال ہے جو ہمارا بال تک بھی بیکا کر سکے؟

۳۶ یہی کچھ یہ لوگ بھی کہہ رہے ہیں۔ سو اے رسول! ان سے کہدو کہ تم مال و دولت کی اس فراوانی پر مت اتراؤ۔ رزق کی تنگی اور کشادگی قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتی ہے' لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے (اور سمجھتے ہیں کہ ہم جونسی روش جی میں آئے اختیار کریں' ہمارے رزق میں کمی ہو نہیں سکتی)۔

۳۷ ان سے کہو کہ مال اور اولاد وہ سیڑھیاں نہیں جن پر چڑھ کر تم ہمارے ہاں بلند مراتب حاصل کر سکتے ہو۔ یہ تو اُسی کے حصے میں آسکتے ہیں جو ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے زندگی کو سنوارنے والے کام کرے۔ انہیں ان کے کاموں کا دوہرا اجر ملے گا ——— ایک معاشرہ کی خوشحالیاں۔ اور دوسرے ان کی اپنی ذات کی صلاحیتوں کی نشوونما ——— اس طرح یہ قوم' زندگی کی بھرپور خوشگواریوں کے ساتھ امن و سلامتی سے آگے بڑھتی' اور بلند ہوتی چلی جائے گی۔ (۲۵/۵)

۳۸ اس کے برعکس' جو لوگ اس کی کوشش کریں گے کہ اپنی مخالفت سے ہمارے قوانین کو بے بس کر دیں (تو یہ قوانین تو بے بس ہوں گے نہیں) وہ ضرور تباہ ہو جائیں گے۔

۳۹ ان سے ایک مرتبہ پھر کہہ دو کہ رزق کی تنگی اور کشادگی' خدا کے قانون سے وابستہ ہے۔ جو اُس قانون کا اتباع کرتا ہے' اسے وسعت اور کشادگی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اس سے منہ موڑ لیتا ہے' اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے (۲۰/۱۴)۔

اور وہ قانون یہ ہے کہ جس قدر تم' نوعِ انسان کی عام پرورش اور نشوونما کے لئے کھلا چھوڑ دو گے اسی قدر تمہارے رزق میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوتی جائیگی ——— جو سامانِ رزق دوسروں کی پرورش کے لئے دیدیا جائے' بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ وہ ہاتھ سے گیا۔ لیکن اس کا جانا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے خزاں کے موسم میں درختوں کے پتوں کا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۴۲﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوا مَا هٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا مَا هٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ مُفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۴۳﴾

جھڑ جانا' جس کے بعد ایک ایک پتے کی جگہ متعدد پتے' کونپلیں' اور شگوفے ابھرتے چلے آتے ہیں' اور سارے درخت پر نئی بہار آجاتی ہے (۲۶۱/۲)۔

اس سے تم نے اندازہ لگایا کہ جو رزق' قانونِ خداوندی کے مطابق ملتا ہے' وہ کس قدر بڑھتا ہے؟

۴۰ جس وقت ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا تو ملائکہ سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے (اور تم نے ان سے ایسا کہا تھا ؟)

۴۱ تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو اس سے بہت بلند ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کیا جائے۔ باقی رہا یہ کہ ہم نے ان سے ایسا کہا ہو' تو یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟) ہمارا آقا اور سرپرست' کارساز و کارفرما' تو ہے' نہ کہ یہ۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ ہماری پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ جنوں کی کرتے تھے' اور ان میں سے اکثر انہی کو خدا بنائے ہوئے تھے۔[1]

۴۲ بہرحال اُس وقت تم میں سے کوئی بھی' ایک دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھے گا۔ اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جو ہمارے قوانین سے سرکشی برتتے تھے کہ تم اس تباہی کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۴۳ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ہمارے قوانین پیش کئے جاتے ہیں

---

[1] جہالت کے زمانے میں انسان' فطرت کی غیرمرئی قوتوں کی پرستش کرتا تھا۔ کوئی انہیں فرشتے کہتا۔ کوئی جنات سے تعبیر کرتا۔ انسانی علم نے اس قسم کی توہم پرستیوں کو تو دور کر دیا لیکن ان کی جگہ نئی قسم کی "توہم پرستیاں" آگئیں۔ آج کا مادہ پرست انسان' خدا کو نہیں مانتا اور فطرت کی قوتوں کو اپنا "خدا" بنائے ہوئے ہے۔ نتیجہ اس کا ظاہر ہے۔ فطرت کی قوتوں کو اگر وحی کے قوانین کے تابع رکھا جائے تو وہ "ملائکہ" بن جاتی ہیں جو امن و سلامتی کے پیامبر ہیں۔ اگر انہیں سرکش اور آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ "جنّات" ہو جاتی ہیں جو ہر طرف تباہی پھیلا دیتے ہیں۔ آج دنیا پر انہی "جنات" کا قبضہ ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

جو بالکل واضح ہیں' تو یہ عوام کو یہ کہہ کر بھڑکاتے ہیں کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ تمہیں اس مسلک پر چلنے سے روک دے جس پر تمہارے اسلاف چلتے آئے ہیں۔ (اور کہتا ہے کہ جس راستے کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں' وہ خدا کا مقرر کردہ ہے)۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں' جنہیں یہ شخص اپنے جی سے گھڑ لیتا ہے اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جھوٹ اور باطل ہے۔

۴۴ (ان سے پوچھو کہ تمہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ یہ وحی نہیں' میرا خود ساختہ جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ نہ تم عقل و فکر سے کام لیتے ہو کہ غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہو ——— تم تو اسلاف کی اندھی تقلید کرتے ہو ——— اور) نہ ہی' اس سے پہلے تمہاری طرف کوئی رسول آیا ہے جو خدا کی کتاب تمہیں دے گیا ہو اور تم اسے پڑھ کر اس نتیجہ تک پہنچے ہو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ وحی نہیں۔ وحی کا انداز کچھ اور ہوتا ہے۔ پھر تم کس بنا پر کہتے ہو کہ یہ قرآن منجانب اللہ نہیں)۔

۴۵ (اصل یہ ہے کہ یہ لوگ محض تعصب اور تقلید کی بنا پر اندھا دھند ایسا کہتے چلے جا رہے ہیں)۔ اسی طرح وہ لوگ بھی وحی کی تکذیب کرتے تھے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انہیں سقدر سامانِ زندگی حاصل تھا جس کا عشر عشیر بھی انہیں حاصل نہیں۔ ان سے پوچھو کہ تمہیں معلوم ہے کہ اُن کا انجام کیا ہوا تھا؟ (جب وہ اس قدر سامانِ زیست اور قوت و اقتدار کے باوجود آخر الامر تباہ ہو گئے' تو تم کس طرح بچ جاؤ گے؟)۔

۴۶ (اے رسول!) تم ان سے کہو کہ میں تم سے کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں کرنا چاہتا' نہ ہی کوئی طول طویل لیکچر دینا چاہتا ہوں۔ میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ

تم خدا کے لئے' ایک ایک' دو دو' کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اور پھر سوچو!

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾

اگر تم نے ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا تو تمہیں نظر آجائے گا کہ یہ رسول (جو تمہیں دن رات اس قسم کی نصیحتیں کرتا رہتا ہے) کوئی پاگل نہیں۔ اس کی ہر بات علم و بصیرت پر مبنی ہے۔ اور اسی علم و بصیرت کی روشنی میں وہ تمہیں تمہاری غلط روش کے تباہ کن نتائج سے قبل از وقت متنبہ کر رہا ہے۔

۴۷ (وہ یہ سب کچھ محض تمہاری خیر خواہی کے لئے کر رہا ہے۔ اس میں اس کا اپنا کوئی مقصد پنہاں نہیں) وہ اس کے بدلے میں تم سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتا۔ اس کا معاوضہ اُسے اُسکے خدا کے ہاں سے ملے گا ـــــ وہ خدا جس کی چشم نگراں کے سامنے سب کچھ ہے۔

۴۸ ان سے کہدو کہ میرے پروردگار کا نظام ایسا ہے کہ اس میں حق اور باطل کا باہمی ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے (جس میں 'حق' باطل کا سر توڑ کر فاتح و منصور آگے بڑھ جاتا ہے۔ ۲۱/۱۸)۔ اس لئے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ حق میں کس قدر بے پناہ قوتیں پوشیدہ ہیں۔

۴۹ اب وہی حق نکھر کر میدان میں آگیا ہے۔ تمہاری باطل کی قوتیں اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گی ـــــ وہ پہلے حملے میں بھی شکست کھائیں گی اور اس کے بعد بھی جب لوٹ کر آئیں گی، منہ کی کھائیں گی۔ اب باطل کا دور گیا (۱۷/۸۱)۔

۵۰ حق و باطل کے اس معرکہ میں، اگر مجھے کسی مقام پر کچھ نقصان اٹھانا پڑتا ہے (۳/۱۶۴) تو وہ میری (یا میرے ساتھیوں کی کسی) تدبیری غلطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (یہ نہیں ہوتا کہ اُس وقت باطل حق پر غالب آجاتا ہے)۔ اور جب میں صحیح روش پر چلا جاتا ہوں، تو وہ اس وحی کی رو سے ہوتا ہے جو مجھے میرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے ملتی ہے۔ وہ ہر بات کا سننے والا، اور ہر ایک کے قریب ہے۔[1]

---

[1] اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ کے بالعموم یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ تم سمجھ رہے ہو کہ میں غلط راستے پر چل رہا ہوں، اگر بفرض محال یہ صحیح ہے تو اس کا خمیازہ مجھے ہی بھگتنا پڑے گا۔ تمہیں اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن اس مفہوم سے آیت کے اگلے حصے کے ساتھ کوئی ربط نہیں رہتا کیونکہ اس سے پوری آیت کا مفہوم یوں ہو جاتا ہے کہ

اگر جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو، میں غلط راستے پر ہوں تو اس کا نقصان مجھے ہی اٹھانا پڑیگا۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ ۚۖ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

۵۱ (بہرحال' اگر اتنا کچھ کہنے سننے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے تو پھر وہ فیصلہ کن انقلاب ان کے سامنے آجائے گا)۔ اُس وقت' یہ ہزار مضطرب و بیقرار ہوں' وہ ان سے ٹلیگا نہیں' بلکہ ان کے قریب آکر (خود مکہ کی گلیوں میں) انہیں پکڑ لے گا۔

۵۲ اسوقت یہ کہیں گے کہ ہم قوانین خداوندی پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن' اپنی غلط روش پر اسقدر دور نکل جانے کے بعد — جب اسکے نتائج سامنے آن کھڑے ہوں — ایمان کا پالینا کیسے ممکن ہوگا!

۵۳ اس لئے کہ یہ اس سے پہلے (جب ایمان کارآمد ہوسکتا تھا)' انکار اور مخالفت کی راہ میں بغیر دیکھے بھالے اندھیرے میں تیر چلاتے رہے۔ اور اس طرح صحیح راستے سے دور ہٹتے چلے گئے۔

۵۴ اب ان کے اور ان کے اُن مقاصد کے درمیان' ایک روک حائل ہوجائے گی جن کی خاطر یہ اتنی مخالفت کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ مقاصد انہیں حاصل نہیں ہوسکیں گے۔ اسی طرح' جس طرح ان سے پہلے لوگوں کی صورت میں ہوا۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ' ہمارے قوانین کی صداقت کے متعلق شک و شبہ میں رہے' اور اس طرح ان کا سینہ اضطراب پیہم کی آماجگاہ بنا رہا۔ وہ یقین کی دولت سے مالامال نہ ہوا۔ (انہی کا اب یہ انجام ہے)۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۰۱) تمہارا اس سے کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن اگر میں صحیح راستے پر ہوں تو یہ اس وحی کی بنا پر ہے جو خدا میری طرف بھیجتا ہے۔

علاوہ بریں حضورؐ کا ان لوگوں سے ارشاد یہ تھا کہ تم میرے راستے پر چلو۔ نقصان سے بچ جاؤ گے۔ وہ کہتے تھے کہ تم غلط راستے پر چل رہے ہو' اس لئے ہم تمہارے ساتھ نہیں چلنا چاہتے۔ اب ان سے یہ کہنا کہ اگر میں غلط راستے پر ہوں تو اس سے میرا ہی کچھ نقصان ہوگا' تمہارا اس سے کچھ نہیں بگڑے گا' درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب وہ بھی اُسی غلط راستے پر چلیں گے تو اس سے ان کا بھی تو نقصان ہوگا۔

بنابریں' وہ مفہوم زیادہ قابل قبول نظر آتا ہے جو اوپر (متن میں) بیان کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض عائد ہوسکتا ہے کہ اس سے حضورؐ سے غلطی سرزد ہونے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن حضورؐ کے اس قسم کے معمولی سے تدبیری اسقام کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے (مثلاً ۹/۴۳)۔ اس لئے' اس سے حضورؐ کی شانِ اقدس پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

---

۱ قابل حمد وستائش ہے وہ ذاتِ خداوندی (۱/۱) جو تمام سلسلۂ کائنات کو عدم سے وجود میں لائی ہے۔ اس نے کائناتی قوتوں کو اپنی اسکیموں (تدبیروں) کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان میں سے کئی قوتیں، دو دو، تین تین، چار چار خواص رکھتی ہیں۔ وہ سلسلۂ کائنات کو ایک بار وجود میں لا کر معطل ہو کر نہیں بیٹھ گیا۔ وہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق، کائناتی تخلیق میں نت نئے اضافے کرتا رہتا ہے۔ اس نے ہر شے کے لئے پیمانے (قوانین) مقرر کر دیئے ہیں، جن کے مطابق وہ کام کرتی ہے۔ اسے ان پر پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۲ وہ اپنے اس کائناتی نظام کی رو سے، نوعِ انسان کی ربوبیت (پرورش اور نشوونما) کا بھی سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ اس سامان میں سے جس چیز کا دروازہ کھول دے، تو کوئی قوت ایسی نہیں جو اسے بند کر سکے۔ اور جس چیز کا دروازہ بند کر دے تو کوئی ایسا نہیں جو اس کے بعد اسے انسانوں تک پہنچا سکے۔ وہ بڑی قوت اور غلبہ کا مالک ہے۔ لیکن وہ اپنی قوتوں کو اندھا دھند صرف میں نہیں لاتا۔ اس کی ہر تدبیر حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ۭ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

(۱ ع ۱۴)

۳ سو اے نوعِ انسان! تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد رکھو اور سوچو کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں زمین اور آسمان سے سامانِ رزق عطا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں کسی اور کا قانون اور اقتدار کارفرما نہیں۔ اس لئے اطاعت اور محکومیت اس کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔

ان سے پوچھو کہ تم ایسی واضح حقیقت کو چھوڑ کر کس طرف بھٹکے ہوئے جا رہے ہو؟

۴ لیکن یہ مخالفین، ایسے واضح دلائل کے باوجود تمہاری تکذیب کرتے ہیں، تو تمہیں اس پر افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔ تم سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں ان کی بھی اسی طرح تکذیب ہوتی رہی ہے —— لیکن ان کی تکذیب سے کیا ہوتا ہے؟ یہاں ہر معاملہ کا فیصلہ خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے ہوتا ہے۔

۵ لہٰذا، تم نوعِ انسان کو پکار کر کہہ دو کہ خدا کا قانونِ مکافات ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے اسی طرح واقع ہو کر رہے گا۔ تمہیں طبیعی زندگی کے پیش پا افتادہ مفاد، فریب میں نہ رکھیں۔ اور نہ ہی مفاد پرست گروہ، اس قانون کے بارے میں، اپنی چالبازیوں سے دھوکا دے جائے۔ (تمہارے اپنے جذبات بھی تمہیں یہی کہیں گے کہ کہاں کا خدا، اور کونسا اس کا قانون۔ دنیا کا سلسلہ ایسے ہی چلا آرہا ہے۔ تم، جس طریق سے بھی ہو سکے، اپنے مفاد حاصل کرو۔ اور اس کی تائید دوسرے مفاد پرست لوگ بھی کریں گے)۔

۶ لیکن یاد رکھو! وہ جذبات، جنہیں قانونِ خداوندی کے تابع نہ رکھا جائے اور وہ لوگ جو تمہیں اس طرح مفاد حاصل کرنے کی ترغیب دیں، سب تمہارے دشمن ہیں۔ سو انہیں اپنا دشمن ہی سمجھو۔ یہ وہ شیاطین ہیں جو اپنی پارٹی کو تباہیوں کے جہنم کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔

۷ تم اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرو کہ جو لوگ قوانینِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں،

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ۝

ان کے لئے سخت تباہیاں ہوں گی۔ اور جو لوگ ان قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں گے ان کے لئے سامانِ حفاظت ہوگا' اور ان کی سعی و عمل کا بہت بڑا بدلہ۔

۸ سو جب ہمارا قانون یہ ٹھہرا — اور قانون بھی ایسا محکم جس میں کبھی رد و بدل ہو نہیں ہوسکتا تو بتاؤ کہ غلط راستے پر چلنے والے کو محض اس لئے صحیح راستے پر سمجھ لیا جائے کہ اس کے مفاد پرستانہ جذبات اسے اس کی روش کو نہایت خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں' اور وہ' ان کے فریب میں آکر' یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس کی راہ' فی الواقعہ بڑی حسین راہ ہے۔ (یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ صحیح راستے کا معیار یہ نہیں کہ اس راستے پر چلنے والا اسے' بزعم خویش' صحیح سمجھتا ہے: صحیح اور غلط راہ' ہدایتِ خداوندی نے متمیز کر کے رکھ دی ہے)۔ اب جس کا جی چاہے صحیح راستہ اختیار کر لے' جو چاہے غلط راہ پر چل نکلے۔

(لہٰذا' جب غلط راستے پر چلنے والے اس راہ کو اپنی مرضی سے اختیار کرتے ہیں' بعد اسکے کہ صحیح اور غلط راستے ان کے سامنے نمایاں طور پر آچکے ہوتے ہیں) تو' اے رسول! تم ان لوگوں کی خاطر اپنی جان کیوں گھلاتے ہو جو غلط راستے پر چل کر اپنے لئے تباہیاں مول لیتے ہیں۔ اللہ ان کے ساختہ پرداختہ سے خوب واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ (ان کے خود وضع کردہ نظام سے انہیں زندگی نہیں مل سکتی)۔

۹ (زندگی' خدا کے قانون کے مطابق چلنے ہی سے مل سکتی ہے۔ اس قانون کی کارفرمائیاں تم خارجی کائنات میں ملاحظہ کر سکتے ہو۔ مثلاً تم دیکھو کہ) وہ ہواؤں کو ایک رخ پر چلاتا ہے۔ وہ سمندر کے بخارات کو بادل کی شکل میں اوپر لے جاتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو ان مقامات کی طرف ہانک کر لیجاتے ہیں جن میں زندگی کی نمود نہیں ہوتی۔ وہاں جب بارش ہوتی ہے تو زمینِ مُردہ' از سرِ نو زندہ ہو جاتی ہے۔

انسانوں کو حیاتِ تازہ بھی اسی قانون کے مطابق مل سکتی ہے (یعنی وحی کے سحابِ کرم سے سیراب ہونے کے بعد — اس دنیا میں بھی اور آخروی زندگی میں بھی)۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

---

۱۰ لہٰذا' جو قوم' قوت اور غلبہ' عزت و تکریم کی حیات تازہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہتی ہے' اسے سمجھ رکھنا چاہیے کہ غلبہ اور قوت سب' قوانینِ خداوندی کے اتباع سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عروج اور ارتقا —— بلندیوں کی طرف جانے —— کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں —— ایک تو ایسا تصورِ حیات یا نظریۂ زندگی (آئیڈیالوجی) جس میں بڑھنے' پھولنے' پھلنے اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو۔ اور دوسرے وہ صلاحیت بخش اعمال جو اس نظریہ کو اوپر اٹھائیں۔ (خدا کی طرف سے عطا کردہ نظریۂ زندگی میں اس کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی خارجی سہارے کے' خود بخود بلند ہوتا چلا جائے۔ لیکن اس کی یہ رفتار انسانی حساب وشمار کی رو سے بہت سست ہوتی ہے۔ جب انسانی اعمال' اسے سہارا دیدیتے ہیں تو اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے)۔

اس کے برعکس' جو لوگ غلط نظریۂ حیات اختیار کر کے ایسی تدابیر کرتے رہتے ہیں جن سے انسانی معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہوتی جائیں' ان کی یہ تدبیریں بھی ناکام رہ جاتی ہیں' اور وہ خود بھی تباہی کے جہنم میں جا گرتے ہیں۔

۱۱ صحیح نظریۂ حیات' صلاحیت بخش اعمال کے زور پر کس طرح اوپر کو اٹھتا ہے' اس کی جیتی جاگتی مثال خود تمہاری اپنی زندگی ہے۔ خدا نے' اپنے قانونِ تخلیق کے مطابق' تمہاری پیدائش کی ابتدا' جمادات سے کی۔ پھر وہ' ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی' اس منزل میں جا پہنچی جہاں پیدائش' بذریعہ توالد و تناسل ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک ہی نوع' دو حصوں (نر و مادہ) میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کے امتزاج سے' قانونِ خداوندی کے مطابق رحم میں حمل قرار پاتا ہے' اور اسی کے مطابق جنین کی پیدائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد کون کتنی لمبی عمر تک جیتا ہے' اور کس کی عمر میں کمی ہو جاتی ہے' یہ بھی خدا کے مقرر کردہ قانونِ طبیعی کے مطابق ہوتا ہے۔ (اگر قوانینِ طبیعی کے مطابق زندگی بسر کی جائے تو عمر بڑھ جاتی ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ

ان کی خلاف ورزی کی جائے تو عمر گھٹ جاتی ہے۔ ۴۴/۳)۔

اور یہ سب کچھ بلا دقت ہوتا چلا جاتا ہے۔ (اس لئے کہ خدا کے اس قانونِ ارتقاء رکلمہ) میں بڑھنے اور بلند ہونے کی استعداد ہے اور صلاحیت بخش پروگرام اسے اوپر اٹھائے چلا جاتا ہے)۔

۱۲ ان کی زندگی سے باہر خارجی کائنات میں دیکھو، تو وہاں بھی اسی طرح مختلف شکلیں ایسی کارفرما نظر آئیں گی۔ زمین کے نیچے، پانی کی رویں چلتی ہیں۔ ایک جگہ کنواں کھود دیجئے تو اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار ہوتا ہے۔ دوسرے کنوئیں کا پانی سخت کھاری اور کڑوا ہوتا ہے۔ دونوں کا پانی ایک جیسا نہیں ہوتا۔ (یا میٹھے اور کھارے پانی کے دریا ساتھ ساتھ بہے چلے جاتے ہیں۔ ۵۳/۲۵)۔ انہی میں سے زندہ اور تازہ مچھلیاں نکلتی ہیں جو تمہاری خوراک کا کام دیتی ہیں۔ اور انہی میں سے موتی نکلتے ہیں جنہیں تم زیبائش کے لئے پہنتے ہو۔

پھر تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ کس طرح سینۂ بحر کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں تاکہ تم ان کے ذریعے تلاشِ معاش کر سکو اور تمہاری کوششیں بھرپور نتائج کی حامل ہوں۔

۱۳ پھر تم ذرا دن اور رات کی گردش کو دیکھو کہ کس طرح رات کے پردے سے دن نمودار ہوتا ہے اور دن کے اندر چپکے ہی چپکے رات کی تاریکیاں گھس آتی ہیں۔ اور سورج اور چاند کو دیکھو کہ وہ کس طرح قانونِ خداوندی کی زنجیروں میں جکڑے، ایک مدتِ معیّنہ کے لئے رواں دواں چلے جا رہے ہیں۔

یہ ہے وہ اللہ جس کا قانون و اقتدار تمام کائنات میں کارفرما ہے، اور اس نے تمہارے لئے سامانِ ربوبیت (پرورش کا سامان) عطا کر رکھا ہے۔ تم جن ہستیوں کو اس کے سوا صاحبِ اقتدار و اختیار سمجھتے ہو، وہ ذرہ بھر بھی اختیار و اقتدار نہیں رکھتیں۔

۱۴ وہ پتھر کے بت ہوں یا زمین میں دفن شدہ مُردے۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری

وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿١٥﴾ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى
اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا
قُرْبَىٰ ۗ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى
اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

(۲ ع ۱۴)

پکار کو سن نہیں سکتے۔ اور اگر بفرضِ محال وہ اسے سن بھی لیں، تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔
یہ (زندہ اور مردہ بزرگ، جنہیں تم خدائی اختیارات میں اس کا شریک سمجھتے ہو)۔ قیامت میں صاف
کہدیں گے کہ انہوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ انہیں خدا کا شریک بنا لیا جائے۔
اے رسول! اس قسم کی باتیں تمہیں صرف خدا کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہو سکتی تھیں۔
اس کے علاوہ کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا جو تمہیں ایسی باتیں بتا سکتا۔

۱۵ تم ان لوگوں سے کہدو کہ تم تو اپنی پرورش اور زندگی کے لئے، ایک ایک سانس میں خدا
کی مدد کے محتاج ہو۔ لیکن خدا تمہارا محتاج نہیں۔ اس کا سلسلۂ کائنات، بلا کسی کی مدد کے،
از خود باین حسن و خوبی چلا جا رہا ہے، اور ایسے نتائج مرتب کرتا ہے جنہیں دیکھ کر ہر ایک کی زبان
پر بے ساختہ، زمزمۂ تبریک و تحسین آ جاتے۔

۱۶ اس کا تم لوگوں کا محتاج ہونا تو ایک طرف، اس کی قوتوں، اور تمہاری بے بسی کا یہ عالم
ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارا (پوری نوعِ انسان کا) سلسلہ ختم کر دے، اور تمہاری جگہ یہاں ایک
نئی مخلوق پیدا کر دے۔

۱۷ اور یہ بات اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔

۱۸ (لہذا، تم ہمارے قانونِ مکافات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو، اور اس حقیقت کو اچھی طرح
سمجھ لو کہ جن زندہ اور مردہ انسانوں کو تم اپنا کارساز اور کارفرما سمجھتے ہو، وہ تمہاری کچھ مدد نہیں
کر سکتے۔ ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق) کوئی بوجھ اٹھانے والا، کسی دوسرے کا بوجھ نہیں
اٹھا سکتا۔ اگر کوئی شخص اپنے اعمال کے بوجھ کے نیچے بری طرح دب رہا ہو، اور کسی اور کو بلائے کہ
وہ اس کا کچھ بار بٹا لے، تو کوئی شخص ایسا نہیں کر سکے گا، خواہ وہ اس کا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔
(یہ ہے ہمارا قانونِ مکافات۔ اب تم خود ہی سوچو کہ اگر تم غلط روش پر چلو گے تو تم

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾

اس کے تباہ کن نتائج سے کسی طرح بھی بچ سکو گے ؟)۔

لیکن اس تنذیر سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو قانونِ مکافات کے اُن دیکھے 'نتائج' اور زندگی کی ان غیر مرئی حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہوں جن کی رُو سے اعمال کے نتائج سامنے آتے ہیں —— اس دنیا میں یا اس کے بعد کی زندگی میں —— اور اس طرح اپنے غلط اعمال کے عواقب سے ڈرتے ہیں۔ اس سے بچنے کے لئے وہ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں (اور نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچاتے ہیں' اور یہ جانتے ہیں کہ) جو دوسروں کی نشوونما کرتا ہے اس سے خود اس کی اپنی ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اور ان کے تمام معاملات قانونِ خداوندی کے مطابق طے پاتے' اور تکمیل پذیر ہوتے ہیں' اور وہی ان کی آخری پناہ گاہ ہوتا ہے۔

۱۹ (اب یہ دونوں گروہ تمہارے سامنے آگئے۔ ایک وہ جو وحیِ خداوندی کی روشنی میں زندگی کے صحیح راستے پر چلتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو اپنی مفاد پرستیوں کے لئے غلط راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ دونوں گروہ مآل اور نتائج کے اعتبار سے' برابر ہوں گے ؟ اس کا جواب دینے سے پہلے یہ بتاؤ کہ) کیا اندھا اور آنکھوں والا' دونوں برابر ہوتے ہیں ؟

۲۰ کیا تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہوتی ہے ؟

۲۱ کیا دھوپ اور سایہ یکساں ہوتے ہیں ؟

۲۲ یا' کیا مردہ اور زندہ برابر ہوتے ہیں ؟

اگر یہ برابر نہیں ہوتے (اور کبھی نہیں ہوتے)، تو وہ دونوں گروہ بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ ($\frac{11}{24}$ ؛ $\frac{13}{19}$ — $\frac{}{16}$)۔

(لیکن ایسے واضح دلائل کے بعد بھی یہ لوگ صحیح راستے پر نہیں آئیں گے۔ اس لئے کہ) خدا کا قانون یہ ہے کہ بات اس کو سنائی دیتی ہے جو اسے سننا چاہے۔ تو قبروں کے مردوں کو کسی طرح بھی نہیں سنا سکتا۔

۲۳ تو صرف غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر سکتا ہے۔ (لیکن تمہاری یہ تنبیہ اس کیلئے کارآمد ہوگی جس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہوگی $\frac{36}{70}$)۔ مردے اس سے کیا فائدہ اٹھائیں گے؟)۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

---

۲۴ ہم نے تجھے اس حق و صداقت کی حامل کتاب کے ساتھ بھیجا ہی اس لئے ہے کہ تو لوگوں کو صحیح اور غلط روشِ زندگی کے خوشگوار اور تباہ کن نتائج سے آگاہ کردے ــــ اور یہ بات بھی کوئی نئی نہیں۔ دنیا میں کوئی قوم بھی ایسی نہیں گذری جس میں تمہارے جیسے آگاہ کرنیوالے نہ آئے ہوں۔

۲۵ اور اس کے ساتھ ہی کوئی قوم ایسی بھی نہیں گذری جس نے ان آگاہ کرنے والوں کو جھٹلایا نہ ہو۔ لہٰذا نہ تمہارا ان کی طرف آنا کوئی نئی بات ہے اور نہ ہی ان کا تمہیں جھٹلانا کوئی انوکھا واقعہ۔ اقوامِ سابقہ کے پاس ان کے رسول واضح دلائل۔ اخلاقی صحائف اور روشن اور تابناک قانون و ضوابط لے کر آئے۔ (لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ مانی)۔

۲۶ انہوں نے نہ مانی تو ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں پکڑ لیا ــــ پھر پوچھو تاریخ کے اوراق سے کہ ہماری یہ گرفت کیسی تھی!

۲۷ (سعادتمند اور صحیح الدماغ لوگوں کو اس سے تعجب ہوتا ہے کہ لوگ اس قسم کی منفعت بخش واضح اور بصیرت افروز تعلیم کی مخالفت کیوں کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں)۔ لیکن یہ بات کچھ ایسی تعجب انگیز نہیں۔ لوگوں کی ذہنیتوں اور طبیعتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ اختلاف تمہیں جگہ جگہ نظر آئے گا۔ لیکن وحی کے اتباع سے یہ اختلاف مٹ جاتا ہے)۔

ذرا غور کرو کہ بادلوں سے ایک جیسا پانی برستا ہے لیکن اس سے مختلف انواع و اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ (یہ نہیں ہوتا کہ سب پھل اور فصلیں ایک جیسی ہوں)۔

اور پہاڑوں کو دیکھو کہ ان کا مادۂ تخلیق ایک ہی تھا لیکن ان میں مختلف رنگوں کے خطے ہیں ــــ کوئی سفید۔ کوئی سرخ۔ کوئی کالا بھجنگ۔

۲۸ اسی طرح انسان، دیگر حیوان اور مویشی بھی مختلف قسموں کے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِۦ لَخَبِيرٌۢ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَٰبَ الَّذِينَ

صحیفۂ فطرت کے یہ اوراق' جو قوانینِ خداوندی کی زندہ شہادات ہیں سب کے سامنے کھلے رہتے ہیں' لیکن ان قوانین کی عظمت کے سامنے وہی لوگ جھکتے ہیں جو ان شہادات پر علم و بصیرت سے غور و فکر کرتے ہیں۔ یہی لوگ "علماء" کہلانے کے مستحق ہیں' اور یہی جان سکتے ہیں کہ خدا کا قانون کس قدر غلبہ کا مالک ہے' اور جو اس کے مطابق چلتا ہے' وہ اسے کس قدر سامانِ حفاظت عطا کرتا ہے۔

۲۹ (اشیائے کائنات میں اختلاف' ان چیزوں کا خود پیدا کردہ نہیں۔ نظامِ فطرت کا پیدا کردہ ہے جس کے سامنے وہ اشیاء مجبور ہیں۔ لیکن انسانوں کا اختلاف' ان کا خود پیدا کردہ ہے۔ اس لئے ان پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' اور جو جس روش کو اختیار کرتا ہے' اس کا نتیجہ اس کے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ) جو لوگ قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے ہیں۔ نظامِ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے انہیں عطا کیا ہو —— وہ ان کی مضمر صلاحیتیں ہوں یا محنت کا ماحصل —— اسے نوعِ انسان کی عام ربوبیت (نشوونما) کے لئے کھلا رکھتے ہیں —— سب کے سامنے بھی اور عند المصلحت پوشیدہ بھی —— یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ (۹/۱۱۱ ؛ ۷۱/۱۰ ؛ ۶۲/۱۱)۔

۳۰ اس تجارت میں انہیں' نہ صرف ان کی محنت کا پورا پورا معاوضہ ملتا ہے' بلکہ بالفضلِ ایزدی اس سے زیادہ اور بہت کچھ ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قانونِ خداوندی کا اتباع کرتے ہیں' وہ ہر قسم کی تخریب سے محفوظ بھی رہتے ہیں' اور انہیں ان کی محنت کے بھرپور نتائج بھی ملتے ہیں۔

۳۱ یہ وہ قانون ہے جسے ہم نے تیری طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے۔ یہ سرتاپا حق و صداقت پر مبنی ہے اور اس تمام تعلیم کو عملاً سچ کر دکھانے والا ہے جو اس سے پہلے انبیاء سابقہ کی وساطت سے آتی رہی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ یہ قانون' اس خدا کی طرف سے آیا ہے جو اپنے بندوں کے تمام تقاضوں سے باخبر اور ان کے حالات سے واقف ہے۔

۳۲ (اس کتاب (قرآن) میں وہ سب کچھ آگیا ہے جو انسانوں کی راہ نمائی کے لئے ضروری ہے

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۳۲﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ

اس لئے اب وحی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد کرنا صرف یہ ہوگا کہ انسانی معاشرہ کو اس تعلیم کے مطابق متشکل کیا جائے۔ اس کام کے لئے ایک جماعت (اُمّت) کی ضرورت ہوگی)۔ یہ امت منتخب کر لی گئی ہے (۲/۱۴۳ ؛ ۳/۱۰۹) اور اُس کے سپرد اِس کتاب کو کر دیا گیا ہے۔

لیکن اس اُمت کی یہ حالت ہوگی کہ ان میں سے کچھ تو قرآن کے مطابق عمل کرنے میں آگے بڑھ جائیں گے۔ کچھ میانہ روی اختیار کریں گے۔ اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اسے چھوڑ کر اپنے آپ پر ظلم کریں گے۔ جو آگے بڑھ جائیں گے، وہ بلند مدارج کے مستحق ہوں گے۔

۳۳ وہ ایک ایسا معاشرہ قائم کریں گے جس میں ان کے لئے خوشگواریاں اور سرداریاں ہوں گی۔ ایسی سرداریاں جن کے نشان، سونے اور جواہرات کے کنگن اور حریر و اطلس کے ملبوسات ہوں گے۔ (۲۲/۲۳)۔

۳۴ وہ زندگی کی ان شادابیوں اور سرفرازیوں کو دیکھ کر والہانہ طور پر پکار اٹھیں گے کہ کس قدر درخورِ حمد و ستائش ہے خدا کا یہ نظام جس نے ہماری تمام پریشانیوں اور افسردگیوں کو دور کر دیا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ نظام، تخریبی عناصر سے حفاظت کا سامان بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور محنتوں کے بھرپور نتائج بھی عطا کرتا ہے۔

۳۵ یہ اس نظام کی برکات ہیں کہ ہمیں ایسا معاشرہ نصیب ہو گیا جس میں نہ کوئی جگر پاش مشقت ہے، اور نہ ذہنی کاوش اور نفسیاتی افسردگی۔ (نہ اس میں ضروریاتِ زندگی کے لئے مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں (۲۰/۱۱۸)، اور نہ ہی باہمی معاملات میں ایسا الجھاؤ پیدا ہوتا ہے جس سے انسان خواہ مخواہ پریشان ہو جائے)۔

(یہ کیفیت اس دنیا کے قرآنی معاشرہ میں بھی ہوگی، اور اُخروی زندگی کی جنت میں بھی)۔

۳۶ ان کے برعکس، جو لوگ اس نظام کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے لئے تباہ کن عذاب ہے۔

جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ (۳۶) وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ (۳۷) اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (۳۸) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ

(۴ ع ۱۱ ۱۶)

ایسا عذاب جس میں ان کی حالت یہ ہوگی کہ نہ تو ان کا کام تمام ہوگا کہ وہ مر کر عذاب سے چھٹکارا پاجائیں۔ اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی کہ انہیں کچھ چین مل جائے۔ (۱۲؍۱۴ ; ۷۴؍۲۸ ; ۱۳؍۸۷)۔

اور یہ بات کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں۔ یہ ہمارا غیر متبدل قانون ہے کہ جو قوم بھی غلط راستہ اختیار کرتی ہے، اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔

۳۷ یہ وہاں مدد کے لئے چیخیں چلائیں گے، اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ایک بار یہاں سے نکال دے۔ پھر دیکھ کہ ہم کس طرح اپنی سابقہ روش کے خلاف، تیرے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اچھے کام کرتے ہیں۔

ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں اتنی عمر نہیں دی گئی تھی کہ تم میں سے جو ہمارے قانون کے مطابق، نصیحت حاصل کرنا چاہتا، وہ اس کے لئے کافی ہوجاتی؟ اور پھر تمہارے پاس وہ رسول بھی آگیا تھا جو تمہیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ تمہاری روش تمہیں تباہی کے جہنم کی طرف لیجائیگی۔ لیکن تم نے اس کی ایک نہ مانی۔ سو اب تم اپنے اعمال کے نتائج بھگتو۔ اب کوئی تمہاری مدد نہیں کرسکتا، اس لئے کہ ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا۔

(ان کی یہ حالت اس دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی)۔

۳۸ یہ اس لئے ہوگا کہ خدا کے قانونِ مکافات کی زد سے کوئی چیز باہر نہیں رہ سکتی۔ وہ جس طرح، کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں چھپی ہوئی ہر بات کا علم رکھتا ہے، اسی طرح انسانوں کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ خیالات تک سے بھی واقف ہے۔

۳۹ وہ اسی قانونِ مکافات کی رُو سے، ایک قوم کو دوسری قوم کا جانشین بناتا ہے۔ (جس قوم میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہتی، اسے الگ کردیا جاتا ہے اور اس کی جگہ وہ قوم آجاتی ہے جو عمدہ صلاحیتوں کی مالک ہوتی ہے)۔ سو جو قوم، اس کے قوانین سے انکا

وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾

کر کے اپنی خود ساختہ روش پر چل نکلتی ہے اُسے اس کے تباہ کن نتائج بھگتنے پڑتے ہیں
یاد رکھو! صحیح روش سے انکار کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور ہو نہیں سکتا کہ وہ قوم انعاماتِ خداوندی
سے محروم رہے۔ چنانچہ جوں جوں وہ قوم اس روش میں آگے بڑھتی جاتی ہے، اس کے نقصانات
میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

۴۰ ان غلط روش پر چلنے والوں سے کہو کہ تم لوگ اقتدارِ خداوندی کے ساتھ جن دوسری ہستیوں
کے اقتدار و اختیار کو شریک کرتے ہو، ذرا بتاؤ تو سہی کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں
میں وہ کونسا شعبہ ہے جس میں وہ خدا کے شریک کار ہیں؟ یا کیا ہم نے ان کی طرف کوئی ایسی
کتاب بھیجی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ تم خدا کے ساتھ ان قوتوں کو شریک سمجھو۔

بات ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ حقوقِ انسانیت میں کمی کرنے
والے مفاد پرست لوگ ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں کہ (تم ضابطۂ خداوندی کا خیال چھوڑ
اور اپنی مصلحت کے مطابق کام کرو۔ تم یوں کرو گے تو یہ حاصل ہوگا اور وہ)۔ حالانکہ یہ سب
دھوکا ہی دھوکا ہوتا ہے۔

۴۱ اس لئے کہ جو کچھ ہوتا ہے قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور کسی میں اتنی قوت
نہیں کہ اس کے قوانین کے نتائج میں ذرا سا بھی رد و بدل کر سکے۔ اس کے قوانین کے غلبہ و قدرت
کو دیکھنا ہو تو خارجی کائنات پر نگاہ ڈالو، اور دیکھو کہ اس نے اس قدر عظیم الجثہ اجرام فلکی کو،
جن میں خود زمین بھی شامل ہے، کس طرح اپنے قوانین کی زنجیروں میں یوں جکڑ رکھا ہے
کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے مقام سے بال برابر ادھر اُدھر نہیں ہٹتا۔ اگر ان میں سے کوئی
اپنے مقام سے ہٹ جائے تو کوئی قوت ایسی نہیں جو اسے پھر اس کے اصلی مقام پر لیجائے۔
اتنی بڑی قوتوں کا مالک ہے وہ خدا جو ساری کائنات کی حفاظت کر رہا ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ

---

۴۲ یہ لوگ جو اس وقت، قوانین خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں، بڑھ بڑھ کر خدا کی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر ان کی طرف خدا کا کوئی پیغامبر آجائے تو وہ اس طرح سیدھے راستے پر چل کر دکھائیں جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہ کرسکے — لیکن جب ان کے پاس خدا کا پیامبر آیا تو وہ اس سے دور بھاگنے لگے۔

۴۳ اس لئے نہیں کہ وہ، اس کے دکھائے ہوئے راستے میں کوئی غلطی دیکھتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ انہیں ملک میں جور واستبداد اور سرکشی سے روکتا ہے، اور ایسی تدابیر سے منع کرتا ہے جو معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کریں — اور یہ لوگ، اپنی اس روش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

لیکن انہیں اس کا علم نہیں کہ ناہمواریاں پیدا کرنے والی تدبیریں، خود ان تدبیر کرنیوالوں کو لے کر ڈوبا کرتی ہیں۔ سو اب یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ جیسا کچھ اقوام سابقہ کے ساتھ ہوا تھا، وہی کچھ ان کے ساتھ ہو۔ سو، ایسا ہو کر رہے گا۔ اس لئے کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ نہ اس کی نتیجہ خیزی میں کوئی تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ اور نہ ہی ان نتائج کی سمت بدلا کرتی ہے، کہ کرے کوئی، بھرے کوئی۔

۴۴ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ اقوام سابقہ کی غلط روش کا نتیجہ کیا نکلا تھا؟ وہ قومیں، ان سے کہیں زیادہ طاقتور تھیں۔ لیکن انسان یا انسانوں کی کوئی جماعت تو ایک طرف، کائنات کی کسی شے میں بھی اتنی قوت نہیں کہ وہ خدا کے قانون پر غالب آجائے اور اسے بے بس کر دے کہ وہ غلط روش پر چلنے والوں کی گرفت نہ کرسکے۔ (اس لئے یہ تمہارے مخالفین بھی اس کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟)۔

۴۵ بس اتنی بات ہے کہ عمل اور اس کے نتیجہ کے سامنے آنے میں مہلت کا وقفہ ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا، اور عمل کا نتیجہ فوراً سامنے آجایا کرتا، تو اس وقت، صفحۂ ارض پر ان مخالفین کا

اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

۵ ع ۵ ۱۷

کوئی آدمی بھی باقی نہ رہتا۔ جب وہ مہلت کا وقفہ پورا ہو جائے گا تو ان کی بھی گرفت ہو جائے گی۔ اس تاخیر سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے جرائم خدا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس کی نظروں سے کچھ بھی اوجھل نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔ (۱۶/۶۱)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷

---

۱ اے وہ انسان! (جس کی طرف یہ وحی کی جاتی ہے۔ یعنی اے ہمارے رسول!)۔

۲ (یہ لوگ تم سے، تمہارے اس دعوے کا ثبوت مانگتے ہیں کہ تم خدا کی طرف سے رسول ہو۔ ان سے کہو) خود میرا یہ پیغام یعنی قرآنِ حکیم اس پر شاہد ہے کہ میں خدا کے رسولوں میں سے ہوں۔ میرے دعوے کی صداقت

۳ کا ثبوت خود یہ قرآن ہے۔ اس پر غور و فکر کرو تو تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ

۴ میں اس صحیح اور سیدھے متوازن بدوش راستے پر چل رہا ہوں جو کاروانِ انسانیت کو اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

۵ (اے رسول!) اگر انہوں نے اس قرآن پر غور کیا تو یہ خود انہیں بتا دے گا کہ یہ نہ تیرا خود ساختہ ہے، نہ کسی اور انسان کا وضع کردہ۔ یہ اس خدا کا نازل کردہ ہے جو بڑی قوتوں کا مالک ہے اور تمام کائنات اور نوعِ انسان کی نشوونما کا کفیل۔

۶ یہ قرآن تیری طرف اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ تو (ابتداءً) اس قوم کو اس کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دے جن کے آباء و اجداد کی طرف کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا ($\frac{۳۹}{۴۴}$ ؛ $\frac{۳۲}{۳}$) اس لئے انہیں معلوم نہیں کہ صحیح روشِ زندگی کونسی ہے۔ (اور پھر اپنے دائرۂ تبلیغ کو وسیع کرتے ہوئے رفتہ رفتہ اس پیغام کو مختلف اقوام تک پھیلا دے کیونکہ تجھے عالمگیر انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے ($\frac{۷}{۱۵۸}$)۔

۷ (لیکن ان کی کیفیت یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ غور و فکر سے کام لیتے اور اس قرآن کو

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ﴿١٢﴾

سمجھنے کی کوشش کرتے) انہوں نے یہ کہہ کر اس سے انکار کر دیا (کہ چونکہ یہ اس راستے کی طرف دعوت دیتا ہے جو ہمارے آبا و اجداد کی روش کے خلاف ہے' اس لئے ہم اس کی مخالفت کریں گے- اور یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی روش اختیار کر لیں وہ حق و صداقت کو کبھی تسلیم نہیں کیا کرتے) یہی قاعدہ ان کی صورت میں بھی صحیح ثابت ہو گا-

۸ جو لوگ اندھی تقلید کی روش اختیار کر لیتے ہیں ان کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کسی کی گردن میں ایسا طوق ڈال دیا جائے جس سے اس کا سر اوپر کی طرف اٹھا رہ جائے' اور وہ اپنے سامنے کا راستہ دیکھ ہی نہ سکے-

۹ لہذا' ایسے لوگ نہ دلائل و براہین سے کام لیتے ہیں' کہ آنے والے واقعات کا جائزہ لے کر صحیح راستہ اختیار کر لیں' اور نہ ہی تاریخی شواہد کا مطالعہ کرتے ہیں کہ گذرے ہوئے واقعات ہی سے استنباطِ نتائج کر لیں- ان کے آگے بھی جہالت کی دیوار کھنچ جاتی ہے' اور پیچھے بھی- اس طرح' ان کی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں' اور وہ بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں-

۱۰ جن لوگوں کی یہ حالت ہو جائے' ان کے لئے یکساں ہوتا ہے خواہ تو انہیں ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرے یا نہ کرے- وہ کبھی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے- (۲/۶)-

۱۱ غلط روش کے نتائج سے تنبیہ کا فائدہ تو اسے ہی پہنچ سکتا ہے جو عقل و فکر سے کام لے کر قانونِ خداوندی کا اتباع کرے' اور اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے خائف ہو قبل اس کے کہ وہ نتائج اس کے سامنے آ جائیں- اے رسول! تو ایسے شخص کو صحیح روشِ زندگی کے خوشگوار نتائج کی خوش خبری دے اور اسے بتا دے کہ زندگی کے تمام خطرات سے اس کی حفاظت ہو گی' اور اس کی محنت کا بڑا باعزت بدلہ ملے گا-

۱۲ اس طرح ہم مردہ قوموں کو حیاتِ نو عطا کر دیتے ہیں- پھر جو کچھ وہ اپنے مستقبل کیلئے کرتی ہیں' اسے بھی ہمارا قانونِ مکافات اپنے رجسٹر میں درج کئے جاتا ہے' اور جو نقوش وہ آنے والی

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ قَالُوا مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿١٥﴾ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾ قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوا طَائِرُكُم مَّعَكُمْ أَئِن ذُكِّرْتُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾

نسلوں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں' وہ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح ان کا ہر عمل اس کتاب میں منضبط ہوجاتا ہے جو غلط اور صحیح کے پرکھنے کے لئے ایک واضح معیار کا کام دیتی ہے ---- یعنی وہ ساتھ کے ساتھ' غلط اور صحیح اعمال کو چھانٹ کر الگ کرتی چلی جاتی ہے۔

۱۳ ان لوگوں کو یہ حقیقت ایک مثال کے ذریعے سمجھاؤ۔ ایک بستی تھی جس میں ہم نے اپنے رسول بھیجے۔

۱۴ پہلے ہم نے وہاں دو رسول بھیجے اور ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ پھر ہم نے تیسرا رسول بھیجا کہ وہ پہلے دو رسولوں کی تائید و تقویت کا موجب بنے۔ اس نے بھی ان سے آکر کہا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ میری بات سنو۔

۱۵ لیکن انہوں نے کہہ دیا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو۔ تم خدا کے فرستادہ کس طرح ہوسکتے ہو! تمہاری طرف خدا کی وحی وغیرہ کچھ نہیں آتی۔ تم اپنے دعوے میں بالکل جھوٹے ہو۔

۱۶ وہ رسول کہتے کہ ہمارا پروردگار اس پر شاہد ہے کہ ہم تمہاری طرف اُس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

۱۷ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم تمہاری طرف اس کے واضح پیغامات پہنچا دیں ---- اس سے زیادہ ہم تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

۱۸ وہ لوگ اُن سے کہتے کہ تم بہت ہی منحوس ہو۔ تم صبح شام یہی کہتے رہتے ہو کہ تم تباہ ہو جاؤ گے۔ برباد ہو جاؤ گے۔ تم پر یہ عذاب آئیگا' وہ عذاب آئے گا۔

یاد رکھو! اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں گے (یا سنگسار کر دیں گے)۔ بہرحال' ہم تمہیں اس کی الم انگیز سزا دیں گے۔

۱۹ وہ رسول اُن سے کہتے کہ جس چیز کو تم نحوست کہتے ہو' وہ سب تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تم ہمیں بڑی سخت سزا دو گے' تو کیا یہ سزا ہمارے اس جرم کی

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہو گی کہ ہم تمہیں تباہی سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تم بڑی حد سے گزری ہوئی قوم ہو!

۲۰ انہوں نے تو ان رسولوں کی کوئی بات نہ مانی' لیکن بیرونِ شہر سے (جہاں اکابرین اور معززین بستے تھے) ایک (صاحب ایمان) آدمی بھاگا بھاگا آیا (تاکہ وہ لوگ ان رسولوں کو کوئی اذیت نہ پہنچا دیں) اس نے ان سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان رسولوں کا اتباع کرو۔

۲۱ ان رسولوں کا جو (تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں اور) اس کے بدلے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اتباع کرو۔ یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ سیدھے راستے پر ہیں' اور اسی راستے پر چلنے کی تمہیں تلقین کر رہے ہیں۔

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ إِنِّيٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَٱسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾

۲۲ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کے واضح حقائق کے بعد میرے پاس کونسا عذر باقی رہ جاتا ہے کہ میں اُس خدا کی محکومیت اختیار نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا' اور جس کے قانونِ مکافات کی طرف تمہارا ہر قدم اٹھ رہا ہے —— تم اُس کے احاطہ سے باہر جا نہیں سکتے۔ تم سب کشاں کشاں اسی کی طرف جا رہے ہو' اس سے کسی کو مفر نہیں۔

۲۳ کیا میں ایسے خدا کو چھوڑ کر اور ہستیوں کو اپنا آقا تسلیم کر لوں؟ اُن ہستیوں کو جن کے عجز و ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ اگر خدائے رحمٰن کے قانونِ مکافات کی رُو سے' مجھے' میری کسی غلط روش کے نتیجہ کے طور پر' کوئی نقصان پہنچ رہا ہو' تو ان ہستیوں کا میرے ساتھ ہونا مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ وہ مجھے اس نقصان سے قطعاً نہ بچا سکیں۔

۲۴ سوچو کہ اگر میں' یہ سب کچھ جانتے بوجھتے' ان ہستیوں کو اپنا خدا بنا لوں' تو مجھ سے زیادہ کھلی ہوئی گمراہی میں اور کون ہوگا؟

۲۵ میں تو اس خدا پر ایمان لے آیا ہوں جو تم سب کا نشو و نما دینے والا ہے۔ تم بھی

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ۙ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۷ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝۲۸ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝۲۹ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۰ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۳۱ۭ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۳۲ۧ

میری بات پر کان دھرو اور اسی کو خدا مانو۔

۲۶　اُس نے ' اِدھر ' اس جرأت اور بے باکی سے اپنے ایمان کا اعلان کیا ' اور اُدھر خدا کے قانونِ مکافات نے پکار کر کہہ دیا کہ تیرے لئے جنّت کے دروازے کھل گئے — لیکن اُس کی قوم نے اس کی ایک نہ سنی ' حالانکہ وہ بصد حسرت و یاس ' کہتا رہا کہ

۲۷　اے کاش ! میری قوم سمجھ سکتی کہ اس صحیح روش کے بدلے میں ' جسے میں نے اختیار کیا ہے ' اور جس کی طرف میں انہیں دعوت دے رہا ہوں ' خدا نے کس طرح مجھے تباہیوں سے بچا لیا ہے اور کس قدر بلند مرتبت لوگوں کے زمرے میں میرا شمار ہو گیا ہے۔

۲۸　اُس کی طرف سے اس اتمامِ حجت کے بعد ' اس کی قوم کی تباہی کا وقت آ گیا۔ اس تباہی کے لئے ہمیں ' آسمان سے ' فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں اتارنا پڑا — نہ ہی ہم قوموں کی تباہی کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر اتارا کرتے ہیں۔ اُن کے اعمال خود ان کی تباہی کا موجب بن جاتے ہیں۔

۲۹　اُس قوم پر بس ایک جھپٹ پڑی جس سے کہرام مچ گیا ' اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے۔ ان میں زندگی اور حرارت کی رمق تک باقی نہ رہی۔

۳۰　اُف ! کس قدر تاسف انگیز ہے انسانوں کی حالت کہ جو شخص بھی زندگی اور حرارت کا پیغامِ خداوندی اُن تک پہنچاتا ہے ' یہ اُس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

۳۱　یہ تاریخی شواہد ہیں جنہیں ہم نے ' اس وقت مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ (اے رسول!) کیا یہ (تمہارے مخاطب) اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ ان سے پہلے کتنی قومیں تھیں جنہیں ہم نے تباہ کر دیا ' اس لئے کہ وہ اُن لوگوں کی طرف رجوع نہیں کرتی تھیں جو انہیں قوانینِ خداوندی کی طرف دعوت دیتے تھے ' بلکہ ان کی ہنسی اڑاتی تھیں۔

۳۲　لیکن ' اگر یہ (تمہارے مخاطب) ان حقائق کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تو اس کے یہ

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۖ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

معنی نہیں کہ یہ ہمارے قانونِ مکافات کی گرفت سے بچ جائیں گے۔ یہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ چنانچہ وہ وقت دور نہیں جب یہ سب کے سب صف بستہ حاضر کر دیئے جائیں گے کہ ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق اپنے اعمال کے نتائج اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لیں۔

۳۳ ایسی باتیں سن کر یہ لوگ مذاق کرتے ہیں کہ اس قدر کمزور اور ناتواں لوگوں کی یہ مٹھی بھر جماعت' اور دعویٰ یہ کہ انہیں اس قدر قوت حاصل ہو جائے گی کہ ہم ان کے حضور پابہ زنجیر کھڑے ہوں گے! لیکن' اگر ان کی آنکھیں ہوتیں تو یہ دیکھتے کہ ہمارا قانونِ فطرت کس طرح بے جان اشیاء کو بھرپور زندگی اور شادابی عطا کر دیتا ہے۔ ان کے سامنے ایک بنجر زمین پڑی ہوتی ہے جس میں تازگی اور شگفتگی کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ ہم اسے بارش کے ایک چھینٹے سے' حیاتِ تازہ عطا کر دیتے ہیں۔ اس میں فصلیں اُگتی ہیں جو خود ان کے لئے سامانِ زیست بنتی ہیں۔

۳۴ اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات اُگتے ہیں۔ اس میں سے آبِ رواں کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

۳۵ ان درختوں کے پھل بھی انہیں غذا کا کام دیتے ہیں۔ یہ کچھ' ان کے ہاتھوں کا خود ساختہ پرداختہ نہیں ہوتا۔ ہمارے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

(اسی طرح یہ مٹھی بھر جماعت — جس میں اس وقت' ان لوگوں کو قوت اور اقتدار کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا — ہمارے قوانین کی اطاعت سے' زندگی اور اس کے ثمرات سے اس قدر بہرہ یاب ہو گی کہ اُن کی نفع بخشیوں سے نہ صرف یہ خود ہی متمتع ہو گی بلکہ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہوں گے)۔

ان سے پوچھو کہ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ تمہاری کوششیں اس طرح بار آور ہوں؟ (اگر تم ایسا چاہتے ہو تو تم بھی اس جماعت کی طرح' ہمارے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ جو قوموں کو حیاتِ نو عطا کرتا ہے)۔

۳۶ (اور اس کا یقین رکھو کہ اگر تم نے اس قانون کا اتباع کیا تو اس کے یہ نتائج مرتب ہو کر

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

رہیں گے۔ خدا کے متعلق کبھی ایسا وہم وگمان بھی نہ کرو کہ اُس نے جو کچھ کہا ہے ویسا نہیں ہوگا)۔ وہ اِس سے بہت بلند ہے کہ اس قسم کی باتیں کرے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس کے قانونِ فطرت کی رُو سے کس طرح نباتات میں قسم قسم کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں —— اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے مقرر کردہ قاعدہ اور قانون کے مطابق عمل کرو تو وہی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اور خود تمہاری افزائشِ نسل کا سلسلہ بھی اُس کے قانونِ فطرت کے مطابق جاری وساری ہے۔ علاوہ بریں، اُن چیزوں کی تخلیق کا سلسلہ بھی جو ہنوز تمہارے حیطۂ علم میں نہیں آئیں۔

(۳۷) پھر تم خارجی کائنات پر غور کرو اور دیکھو کہ (مثلاً) ہم کس طرح رات پر پڑے ہوئے دن کے روشن اور تابناک پردے کو کھینچ کر الگ کر دیتے ہیں، اور نیچے سے تاریکی ہی تاریکی نکل آتی ہے، اور یوں ہر جگہ گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے۔

(۳۸) اور اس پر بھی غور کرو کہ سُورج، کس طرح اپنے مستقر کی طرف رواں دواں چلا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اُس خدا کے ٹھہرائے ہوئے اندازوں کے مطابق ہو رہا ہے جو بڑی قوتوں کا مالک ہے اور جس کا ہر قانون علم پر مبنی ہے۔

(۳۹) اور چاند کو دیکھو کہ اُس کے لئے ہم نے کتنی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ (وہ ایک حسین ناخن کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ بڑھتا بڑھتا ماہِ کامل بن جاتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور گھٹتے گھٹتے) اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی سوکھی ہوئی ٹہنی۔

(۴۰) یہ تمام عظیم الجثہ کُرّے، اپنی اپنی جگہ ساکت نہیں کھڑے بلکہ پیہم اور مسلسل حرکت کر رہے ہیں —— لیکن ان کی یہ حرکت اس طرح حساب اور قاعدے کے مطابق ہوتی ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کر کے چاند کو جا پکڑے۔ یا کبھی ایسا ہو کہ جس نقطہ سے رات کا اختتام اور دن کا آغاز ہوتا تھا، رات وہاں سے آگے بڑھ جائے —— یعنی کسی مقام پر سورج اپنے معینہ وقت کے بعد طلوع ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اِن میں سے ہر کُرّہ، اپنے اپنے دائرے میں، اپنی اپنی رفتار سے ٹھیک، اپنے اپنے راستے پر تیرتا چلا جاتا ہے۔

۲۱/۳۳

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾

۴۱ آسمان تو خیر، پھر بھی، دُور کی چیز ہے۔ تم ذرا اس پر غور کرو کہ تم کس بھروسے اور اعتماد سے اپنے بال بچوں — چھوٹے بڑے سب — کو کشتی میں سوار کرا دیتے ہو، اور یہ کشتیاں استقدر وزن لئے ہوئے، کس طرح دریاؤں اور سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں۔

۴۲ اور کشتیوں جیسی اور بہت سی چیزیں ہیں جنہیں ہم نے ان کی سواری کے لئے پیدا کر دیا ہے۔

۴۳ اگر ہمارا قانونِ کائنات، ہر وقت اپنے اندازے کے مطابق، کارفرما نہ ہو، تو کبھی کشتی تیرتی رہے اور کبھی، انہی حالات میں، ڈوب جایا کرے۔ تو اس صورت میں، نہ کوئی کشتی کے ان مسافروں کی داد فریاد کو پہنچ سکے، اور نہ ہی یہ صحیح و سلامت ساحل تک پہنچ سکیں۔

۴۴ لیکن چونکہ، ہم نے ایک مدتِ معینہ تک نظامِ کائنات کو برقرار رکھنا ہے، اس لئے ہم نے جس شے کے لئے جو قانون بنا دیا ہے، وہ ٹھیک اس کے مطابق چلتی رہتی ہے۔ ہمارے قانون میں کبھی ردوبدل نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ محکم اصول ہے جس کی بنا پر تم استقدر اعتماد اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہو۔

۴۵ (جس طرح اشیائے کائنات کے لئے غیر متبدل قوانین مقرر ہیں، اسی طرح خود انسانی زندگی کے لئے بھی ضوابط مقرر ہیں۔ اشیائے کائنات ان قوانین کی اطاعت پر مجبور ہیں لیکن انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے یا ان کے خلاف چلا جائے)۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر ان سے کہا جاتا ہے کہ تم، قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کر کے اپنے حال کو بھی خوشگوار بنانے کی فکر کرو اور مستقبل پر بھی نگاہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری طبیعی زندگی کی نشوونما بھی بطریقِ احسن ہو جائیگی اور انسانی ذات کی بھی — اسی کا نام حال اور مستقبل کا خوشگوار ہونا ہے۔

۴۶ لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ جب کبھی ان کے سامنے اس قسم کا قانونِ خداوندی پیش کیا جاتا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۴۹﴾

ہے تو یہ اس سے منہ پھیر کر ایک طرف کو چل دیتے ہیں۔

۴۷ اور اس ضمن میں عجیب عجیب قسم کے اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ (مثلاً) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو سامانِ زیست تمہیں خدا کے ہاں سے ملا ہے' اسے حاجتمندوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کھلا رکھو' تو جو لوگ خدا کے نظامِ ربوبیت سے انکار کرتے ہیں' وہ ان لوگوں سے' جو اس نظام پر ایمان رکھتے ہیں' کہتے ہیں کہ اگر خدا کا یہی منشا تھا کہ رزق کی تقسیم اس طرح ہو کہ دنیا میں کوئی بھوکا نہ رہے' تو اس نے خود ہی ایسا انتظام کیوں نہ کر دیا؟ انسانوں سے کیوں کہا کہ تم ایسا معاشرہ قائم کرو جس میں ہر ایک کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی رہیں!

انہیں کون بتائے کہ ایسا کہنے میں یہ کس قدر سخت غلطی کرتے ہیں۔ (انسانی معاشرہ میں' خدا اپنے نظام کو انسانی ہاتھوں ہی سے قائم کرایا کرتا ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار و ارادہ کو صحیح طور پر استعمال کرے تاکہ اُس کی ذات کی نشوونما ہوتی جائے۔ ورنہ اُس) (خدا) کے لئے کیا مشکل تھا کہ' جس طرح اس نے اشیائے کائنات کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں' اسی طرح انسانوں کو بھی مجبور پیدا کر دیتا —— یہ کہہ کر کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو ایسا کیوں نہ ہو جاتا' انسان اپنے آپ کو اختیار و ارادہ کے شرف سے محروم کرنا' اور اپنی ذمہ داری سے بچنا چاہتا ہے۔ یہ اس کی بہت بڑی غلط نگہی ہے۔ (۶/۱۴۹ ; ۱۶/۳۵ ; ۴۳/۲۰)۔

۴۸ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم نے صحیح روش اختیار نہ کی تو اس کا نتیجہ تباہی ہوگا' تو یہ کہتے ہیں کہ اگر تم ایسا کہنے میں سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ تباہی ہم پر کب آئے گی؟

۴۹ (ہمارے قانونِ مکافات کی رُو سے' عمل اور اُس کے نتیجہ کے محسوس شکل میں سامنے آنے میں' ایک وقفہ ہوتا ہے۔ اُسی وقفہ کی وجہ سے یہ اس قسم کے استفسارات نما اعتراض کرتے ہیں۔ جب وہ وقفہ پورا ہو جاتا ہے تو پھر وہ نتیجہ) ایک اچانک جھپٹ کی شکل میں سامنے آجاتا ہے جس سے ہر طرف کہرام مچ جاتا ہے۔

انہیں اسی جھپٹ کا انتظار ہے جو انہیں ایسے وقت میں' اچانک آپکڑے گی جب یہ

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَآ إِلٰٓى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾

ایک دوسرے سے جھگڑنے میں مصروف ہوں گے۔

۵۰ اُس وقت انہیں اتنی مہلت بھی نہیں مل سکے گی کہ یہ کوئی وصیت کرسکیں، یا اپنے اہل وعیال تک ہی پہنچ جائیں۔

۵۱ یہ گرفت اسی دنیا تک محدود نہیں ہوگی۔ اس کا سلسلہ اس کے بعد کی زندگی تک بھی جائے گا جب حیاتِ نو کے لئے بگل بجیگا۔ زندگی کو نئے پیکر عطا ہوں گے۔ اور یہ سب اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اپنے نشوونما دینے والے کی عدالت کی طرف جائیں گے۔

۵۲ اور تعجب سے کہیں گے کہ ہماری بدبختی۔ ہمیں کس نے ہماری خوابگاہوں سے اٹھا دیا۔ ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ظہورِ نتائج کی گھڑی ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کیا تھا اور جس کی تصدیق اس کے بھیجے ہوئے پیغامبر کیا کرتے تھے۔

۵۳ یہ وہ کہرام مچا دینے والی جھپٹ ہوگی جس سے یہ سب ہمارے قانونِ مکافات کے سامنے اکٹھے ہو جائیں گے۔

۵۴ ان سے کہا جائے گا کہ آج کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔ خود تمہارے اعمال اپنا نتیجہ آپ بن کر تمہارے سامنے آجائیں گے۔

۵۵ جو لوگ اپنے اعمال کے بدلے میں جنّت کے مستحق ہوں گے، وہ، زندگی کی اس نئی منزل کے پروگرام میں، نہایت جذب وانہماک سے مصروف ہوں گے۔ اور اُن کی یہ مصروفیت ان کے لئے بڑی ہی کیف آور اور نشاط انگیز ہوگی۔

۵۶ وہ، اور اُن کے ساتھی، آسائشوں کے سائے میں، شہ نشینوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۵۷ اُس میں ان کے لئے (ان کے اعمال کے) پھل ہوں گے۔ اس میں وہ سب کچھ ہوگا

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

جو وہ طلب کریں گے۔

۵۸ یہ اس لئے ہوگا کہ اُن کی ذات کی نشوونما اور صلاحیتوں کی تکمیل میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔ نہ ہی انہیں اِن کے چھن جانے کا کوئی خطرہ لاحق ہو۔ یہ سب کچھ اُس خدا کے قانونِ ربوبیت کے مطابق ہوگا جس نے تکمیلِ انسانیت کے لئے اِس قدر سامان مہیا کر رکھا ہے۔

۵۹ اُس زندگی میں معاشرہ مخلوط نہیں رہے گا۔ مجرم اور شریف الگ الگ کر دیئے جائیں گے، کوئی مجرم شریف بن کر دوسروں کو دھوکا نہیں دے سکے گا۔ نہ ہی اہلِ جہنم جنت کی آسائشوں میں شریک ہو سکیں گے۔

۶۰ اِن مجرمین سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہاری طرف یہ حکم نہیں بھیجا تھا کہ تم سرکش قوتوں اور اپنے مفاد پرستانہ بے باک جذبات کا اتباع نہ کرنا۔ اس لئے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ وہ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیں گے۔

۶۱ اور یہ کہ اطاعت صرف ہمارے قوانین کی کرنا۔ یہی وہ توازن بدوش سیدھی راہ ہے جو تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچا سکے گی۔

۶۲ تم سے کہدیا گیا تھا کہ تمہارے مفاد پرستانہ جذبات اور سرکش سرغنے تمہاری بڑی بڑی جماعتوں کو غلط راستے پر ڈال دیں گے۔ اور اس طرح تمہاری اکثریت صحیح راستے سے بہک جائیگی۔ ہم نے یہ سب کچھ واضح طور پر بتا دیا تھا لیکن تم نے ذرا عقل و فکر سے کام نہ لیا۔

۶۳ اس کا نتیجہ یہ جہنم ہے جس سے تمہیں بار بار آگاہ کیا جاتا تھا۔

۶۴ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہی تمہاری زندگی ہوگی۔ پھر سن لو کہ یہ اس لئے ہے کہ تم نے صحیح روش پر چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

۶۵ اُس دن اِس کی بھی ضرورت نہ ہوگی کہ ہم ان کے منہ سے اقبالِ جرم کرائیں۔ انکے

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے۔ اُن کے پاؤں اُن کے جرائم کی شہادت دیں گے۔ ان کے اعمال خود مُنہ سے بول اٹھیں گے۔ انسان اپنے خلاف خود آپ شہادت ہوگا۔ (۱۲/۱۴ - ۱۷/۱۳ : ۱۵/۶۵ - ۱۴)۔

۶۶ (یہ ہے ہمارا قانونِ مکافات جس کے مطابق قوموں کی موت اور حیات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ اِسی قانون کے مطابق' اے رسولؐ! تمہارے اِن مخالفین کا انجام بھی تباہی ہوگا)۔ اگر ہمارا قانونِ مشیت ایسا نہ ہوتا کہ انسان اپنی مرضی سے جس راستے پر چلنا چاہے' اُسے چلنے دیا جائے' تو ہمارے لئے یہ کیا مشکل تھا کہ ہم (ان مخالفینِ نظامِ حق و صداقت) کی بینائی سلب کر لیتے اور یہ راستے کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے لیکن انہیں کچھ دکھائی نہ دیتا۔

۶۷ یا ہم' اِن کی تمام قوتوں کے علی الرغم' انہیں اس قدر کمزور اور ناتوان کر دیتے کہ یہ نہ آگے بڑھ سکتے' نہ پیچھے لوٹ سکتے۔ (اس طرح ہم ان کی مخالفت کو روک سکتے تھے' لیکن ہم ایسا نہیں کرنا چاہتے)۔

۶۸ ہم اِس طرح قوتوں کو سلب نہیں کیا کرتے۔ ہوتا یہ ہے کہ جس طرح عمر کے آخری حصے میں جا کر ایک فرد کی قوتیں' قانونِ طبیعی کے ماتحت' مضمحل ہو جاتی ہیں' اور اس کی طبیعی صلاحیتیں' آگے بڑھنے کے بجائے' اوندھی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اقوام کی حالت ہے۔ وہ' جب زندگی کا صحیح راستہ چھوڑ دیتی ہیں تو اُن کی ہیئت تو ویسی ہی رہتی ہے' لیکن اُن کی صلاحیتیں مضمحل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اُن کی ترقی روبہ تنزل ہو جاتی ہے۔

کیا یہ لوگ ان حقائق پر غور نہیں کرتے!

۶۹ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اگرچہ تشبیہات و استعارات کے انداز میں کہہ رہے ہیں' لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ ہم یونہی شاعری کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنے رسول کو شاعری نہیں سکھائی۔ نہ ہی شاعری ایسے شخص کے شایانِ شان ہے جو ایک انقلاب انگیز پیغامِ حیات لے کر آیا ہو۔ لہٰذا' یہ شاعری نہیں (۲۶/۲۲۴)۔ یہ تو تاریخی حقائق ہیں اور ایک واضح اور محکم ضابطۂ حیات۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝

---

۷۰ اور یہ ضابطۂ حیات تجھے' اے رسول! دیا اس لئے گیا ہے' تاکہ تو اس کے ذریعے' اُس قوم کو جس میں زندگی کی حرارت باقی ہو اور وہ زندہ رہنا چاہے' غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کردے۔ پھر اگر وہ قوم صحیح روش پر چلنے سے انکار کردے تو وہ دیکھ لے کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا وہ کس طرح حقیقت ثابتہ تھا۔ شاعری نہیں تھا۔

۷۱ (زندہ قوموں کے مقابلہ میں مُردہ قوموں کی کیفیت وہی ہوتی ہے جو انسان کے مقابلہ میں حیوانات کی۔ حیوانات کی زندگی کا اپنا مقصد کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے مالک کی خدمت گزاری کے لئے جیتے ہیں اور اُسی کی خاطر مرتے ہیں۔ وہ اس کے مقاصد کے بروئے کار لانے کا ذریعہ ہوتے ہیں)

کیا یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ جو مویشی ہم نے پیدا کئے ہیں' یہ لوگ ان پر کس قدر قدرت اور تسلط رکھتے ہیں۔

۷۲ ان سے سواری کا کام لیتے ہیں۔ انہیں ذبح کرکے ان کا گوشت کھاتے ہیں۔

۷۳ ان کا دودھ پیتے ہیں۔ اور ان سے سینکڑوں قسم کے اور فائدے اٹھاتے ہیں۔ (یہ سب حیوانات ان کے لئے جیتے اور انہی کے لئے مرتے ہیں۔ یہی حالت مردہ قوموں کی ہوتی ہے' وہ طاقتور قوموں کی خدمت کے لئے زندہ رکھی جاتی ہیں)۔

اتنا کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی یہ لوگ صحیح روشِ زندگی اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے؟

۷۴ اور خدا کو چھوڑ کر اور ہستیوں کو اختیار و اقتدار کا مالک تصور کرتے ہیں' تاکہ وہ اِن کی مدد کریں۔

۷۵ اِن سے کہدو کہ یہ ہستیاں قطعاً اس کی قدرت نہیں رکھتیں کہ ان کی کسی قسم کی مدد کرسکیں۔ ان کی مدد کرنا تو ایک طرف۔ یہ خود اپنی حفاظت تک نہیں کرسکتیں۔ اِن کی حفاظت کے لئے اِن کے پجاریوں اور مریدوں کے لشکر کو ہر وقت موجود رہنا پڑتا ہے اور

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾

تصادم کے وقت یہی لشکر فریق مقابل کے ہاتھوں گرفتار ہوتا ہے۔

۷۶ لہٰذا، یہ لوگ جس قسم کی باتیں کرتے ہیں، اے رسول! تو ان سے افسردہ خاطر مت ہو۔ جو کچھ یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے دل میں ہے، ہم اس سے خوب واقف ہیں۔

۷۷ (انسان کی تو کچھ حالت ہی ایسی ہے کہ یہ اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے اور اپنے جذبات کی رو میں سرکشی اختیار کر لیتا ہے)۔ وہ اس پر غور نہیں کرتا کہ ہم نے اس کی تخلیق نطفۂ آب سے کی (جس پر اسے کوئی مقدرت نہ تھی) اور یہ پھر ہمارے ہی خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

۷۸ اور ہمارے متعلق طرح طرح کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے اور اپنی پیدائش کو قطعاً بھول جاتا ہے۔ نیز یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ خدا جو یہ کہتا ہے کہ تم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ گے، تو یہ سب غلط ہے۔ جب انسان کی ہڈیاں گل سڑ کر بوسیدہ ہو جائیں گی تو بھلا انہیں کون زندہ کرے گا؟ (۳۴/۱۴ : ۶۳/۳)۔

۷۹ ان سے کہو کہ انہیں وہی خدا زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ بنایا تھا۔ وہ خدا اپنی تمام مخلوق سے واقف ہے (کہ اسے کس کس منزل سے گزرنا ہے۔ اور ان مراحل کو کس طرح طے کرنا ہے)۔

۸۰ جس خدا کے قانونِ مشیّت کی یہ کیفیت ہے کہ وہ درختوں کی سبز ٹہنیوں کی رگوں کے اندر رطوبت اور حرارت کو یکجا (یعنی رگِ خس میں شعلے کو پنہاں کر کے) رکھ سکتا ہے اور اس حرارت کا مشاہدہ تم اپنی آنکھوں سے کر لیتے ہو جب اس ٹہنی کو جلاتے ہو۔ (کیا وہ زندگی کی حرارت کو اسی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتا؟)۔

۸۱ کیا وہ خدا جس نے اس سلسلۂ کائنات کو پیدا کر دیا (درآنحالیکہ پہلے کچھ بھی نہ تھا) وہ اس پر قادر نہیں کہ (موت کے بعد انسانوں کی) مثل پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! وہ خدا ہر قسم کی تخلیق۔

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحَٰنَ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَىْءٍ وَإِلَيْهِ

قادر ہے۔ اور ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

۸۲ اُسے تخلیق کے لئے' کہیں سے کوئی مسالہ مانگ کر لانا نہیں پڑتا۔ اُس کا قانونِ تخلیق یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے' تو اس ارادہ کے ساتھ ہی اس شے کی تخلیق کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

۸۳ لہٰذا' وہ خدا جس کے قبضۂ قدرت میں تمام اشیائے کائنات کی حکمرانی ہے' اس تصوّر سے کس قدر دور اور بلند ہے کہ وہ انسان کی موت کے بعد زندگی کو جاری رکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

یاد رکھو! جس طرح خدا کا اقتدار و اختیار تمام اشیائے کائنات کو محیط ہے' اسی طرح اس کا قانونِ مکافات انسان کے اعمال کو بھی ہمہین رگھیرے ہوئے) ہے۔ اور تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے ـــــ اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی ـــ تمہارا کوئی عمل بلا نتیجہ نہیں رہ سکتا۔ خواہ وہ نتیجہ اس زندگی میں سامنے آئے یا اس کے بعد حیاتِ اُخروی میں۔ یہی دین کی اصل ہے۔
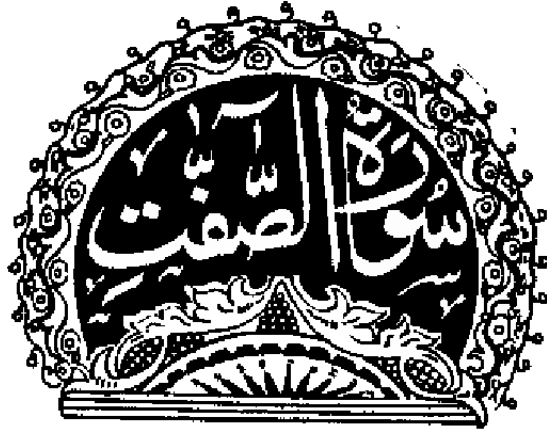
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰہَکُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَۃِ ۣالۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾

۱ مجاہدین کی جماعتیں جو نظام خداوندی کی حفاظت کے لئے صف بستہ کھڑی رہتی ہیں۔

۲ اور حکومت خداوندی کے ارباب حل وعقد (صاحبان امر) جو مفسدین کو قانون شکنی سے روکتے ہیں۔

۳ اور عام مومنین جو قرآنی تعلیم کی پیروی کرتے ہیں۔

۴ ان سب کا وجود اس حقیقتِ کبریٰ کی عملی شہادت ہے کہ اقتدار و اختیار صرف ایک خدا کا ہے اور کسی کا نہیں۔ انسانوں کو صرف اُس کے قوانین کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اور کسی کی نہیں۔

۵ اس خدا کے قوانین کی اطاعت جس کا نظام ربوبیت تمام کائنات میں جاری وساری ہے (نیز) اس کی ربوبیت صرف طبیعی نشوونما ہی کی کفیل نہیں بلکہ انسانی راہ نمائی کے لئے ہر قسم کی روشنی (انسانی علوم اور وحی) کے سرچشمے بھی اُسی سے متعلق ہیں۔

۶ لیکن [جیسا کہ $\frac{15}{16}$ ۱۸ — میں بتایا جا چکا ہے] ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جس قسم کی باتیں رسول (منجانب اللہ) کرتا ہے، اس قسم کی باتیں ہمارے کاہن اور نجومی بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ علم النجوم کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ فضا کی یہ بلندی جو تمہیں قریب تر نظر آتی ہے،

وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴿٩﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾

اس میں مختلف کرتے ہیں جو اپنی چمک کی وجہ سے تمہیں نہایت خوشنما دکھائی دیتے ہیں۔

۷ اور ہم نے انہیں ہر قسم کے تخریبی عناصر سے محفوظ رکھا ہے (یہ ہے ان ستاروں کی حقیقت جن کے متعلق ان کا دعوٰے ہے کہ انسانی تقدیر ان کے مطابق بنتی اور بگڑتی ہے' اور ان کے ذریعے' کاہن اور نجومی انسانی تصورات کے متعلق پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ لہذا' ان کے علم اور رسول کی وحی کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یہ غلط ہے)۔

۸ ان کے کاہن اور نجومی محض انکلیں دوڑاتے ہیں۔ وہ عالم ' جہاں اشیائے کائنات کی تقدیرات (پیمانے - قوانین) بنتی ہیں' وہاں تک ان کی قطعاً رسائی نہیں ہو سکتی۔ انسانی

۹ قیاس آرائیوں کو وہاں ہر طرف سے دھکے پڑتے ہیں۔ وہ مقام' سرحد عقل انسانی سے ماوراء ہے۔ جو لوگ اس قسم کی توہم پرستیوں میں مبتلا رہتے ہیں' وہ زندگی کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ان کے لئے ذلت و پستی کا مستقل عذاب ہوتا ہے۔ (۱۵/۱۸ ؛ ۲۶/۲۱۲ ؛ ۶۶/۵ ؛ ۷۲/۸-۹)۔

۱۰ رہا یہ کہ ان (نجومیوں) کی بتائی ہوئی باتیں' بعض اوقات' سچی بھی ثابت ہو جاتی ہیں تو یہ محض اتفاقی امر اور قیافہ کی رو سے ہوتا ہے۔ یہ باتیں' اُس زمانے میں تو ان کی "روحانی قوت" کی دلیل بن سکتی تھیں جب دنیا ہنوز علم کی روشنی سے محروم تھی۔ لیکن نزولِ قرآن کے بعد' اس کی گنجائش نہیں رہے گی۔ اب ہر ظن و تخمین کے پیچھے علم کا ایک چمکتا ہوا شعلہ موجود رہے گا جو اسے کہیں ٹکنے نہیں دے گا اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کر دیگا۔

۱۱ یہ جو کہتے ہیں کہ انسانی تقدیر' ان ستاروں کے تابع ہوتی ہے' ان سے پوچھو کہ تخلیق کے اعتبار سے یہ جامد کرّے (جنہیں کوئی اختیار و ارادہ حاصل نہیں) زیادہ قوتوں کے مالک ہو سکتے ہیں' یا وہ مخلوق (انسان) جسے ہم نے صاحب عقل و ارادہ بنایا ہے۔ ان کرّوں کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ جامد مادہ کے ذرات ہیں جو ایک دوسرے سے پیوست ہیں! اور انسانی زندگی' مادی تخلیق کے اس دور سے' سینکڑوں منازل آگے بڑھ چکی ہے۔ (۳۲/۷)۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۶﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿۱۸﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿۲۰﴾ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۱﴾

۱ — ۲۱ — ۵

۱۲ تجھے اِن کی اِس حماقت پر حیرت ہوتی ہے (کہ یہ انسان زندہ ہو کر اپنے آپ کو تابع ستارہ سمجھتے ہیں اور کاہنوں اور نجومیوں کے اوہام پر ایمان رکھتے ہیں)۔ اور یہ تمہاری اِن باتوں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ (لہذا، علم و بصیرت کی یہ باتیں انہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں؟)۔

۱۳ یہی وجہ ہے کہ تو جب ان کے سامنے قرآن پیش کرتا ہے (جو سرتاپا علم و بصیرت ہے) تو یہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔

۱۴ بلکہ اس کی کسی ایک آیت کو لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ۔ اس کا تمسخر اڑائیں۔

۱۵ (اور جب تو ان سے کہتا ہے کہ یاد رکھو! زندگی اِس دنیا کی زندگی نہیں۔ اس کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا، تو) یہ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ صاف جھوٹ۔

۱۶ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم مرجائیں، اور ہمارا گوشت پوست مٹی ہو جائے، اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچا باقی رہ جائے، تو اس کے بعد ہم پھر زندہ کئے جائیں —— ہم بھی

۱۷ اور ہمارے آبار و اجداد بھی، (جنہیں مرے ہوئے صدیاں گذر گئیں)۔ (۳۶/۷۸؛ ۵۶/۴۷)۔

۱۸ ان سے کہو کہ ہاں! بالکل ایسے ہی ہوگا۔ (لیکن تمہیں، اپنے اعمال کے نتائج دیکھنے کے لئے مرنے کے بعد، دوسری زندگی کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔ ظہورِ نتائج کا یہ سلسلہ یہیں سے شروع ہو جائے گا)۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ (حق کی مخالفت کر کے)، تم کس طرح ذلیل و خوار ہوتے ہو۔

۱۹ اس کے لئے ایک ہی یورش کافی ہوگی جو ان کی بڑھتی ہوئی سرکشی کو روک دیگی، اور وہ اسے دیکھ کر سٹ پٹا جائیں گے۔

۲۰ اور کہیں گے کہ ہماری تباہی آگئی۔ یہی ظہورِ نتائج کا وہ وقت ہے جس کے متعلق ہم سے کہا جاتا تھا۔

۲۱ ان سے کہا جائے گا کہ ہاں! یہی وہ دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اس دن

احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾

سب باتوں کے فیصلے ہوجائیں گے۔

۲۲ تم ان سب لوگوں کو اکٹھا کر کے (مقابلہ میں) لے آؤ جو ظلم اور زیادتی کیا کرتے تھے۔ انہیں، اور ان کے تمام ساتھیوں (اور حمایتیوں) کو بھی۔ نیز، انہیں بھی جن کی یہ خدا کو چھوڑ کر، اطاعت کیا کرتے تھے، اور انہیں اپنا آقا اور حاکم تسلیم کرتے تھے۔

۲۳ ان سب کو اکٹھا کر کے، تباہی اور بربادی کے جہنم کی طرف لیجاؤ۔

۲۴ لیکن انہیں ذرا ٹھہراؤ، تاکہ ان سے کچھ باتیں پوچھ لی جائیں۔

۲۵ ان سے پوچھا جائے گا کہ (تم باتیں تو اس قدر بڑھ چڑھ کر کیا کرتے تھے، لیکن اب کیا ہو گیا کہ) تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

۲۶ وہ اس سوال کا کچھ جواب نہیں دے سکیں گے۔ ان سب کی نظریں نیچی اور گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

۲۷ البتہ وہ، ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر، آپس میں سوال جواب کریں گے۔

۲۸ ان میں سے متبعین (عوام) اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں، راہ راست سے روکنے کے لئے، بڑے بڑے زبردست اسباب و ذرائع کے ساتھ آیا کرتے تھے۔

۲۹ وہ ان سے کہیں گے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ تم خود ہی سچی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

۳۰ ہمارا تم پر کیا غلبہ و اختیار تھا جو ہم تمہیں مجبور کر کے، راہ راست سے باز رکھتے۔ حق و صداقت سے سرکشی تم خود اختیار کرنا چاہتے تھے (اور اب الزام ہمارے سر دھر رہے ہو؟

۳۱ ہمارا اتنا ہی قصور ہے کہ ہم نے جب دیکھا کہ تم راہ راست کو چھوڑ کر غلط راستے پر چلنا

۳۲ چاہتے ہو تو ہم نے تمہیں آواز دے کر اپنی طرف بلا لیا، کیونکہ ہم خود غلط راستے پر جا رہے تھے

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۳۴﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۷﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۴۰﴾

(اور چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے ساتھ ہولیں)۔ یوں ہم تمہیں غلط راستے پر لے گئے۔

اب ہم سب کے لئے خدا کا قانونِ مکافات زندہ حقیقت بن کر سامنے آگیا ہے۔ ہمیں اس عذاب کا مزہ چکھنا ہی ہوگا۔ (اس سے نہ ہمیں مفر ہے۔ نہ تمہیں)۔

۳۳ چنانچہ اس وقت، متبعین اور ان کے لیڈرز سب اس عذاب میں مشترکہ طور پر شریک ہوں گے۔ (۱۴/۲۱ ؛ ۳۳/۶۷ ؛ ۳۴/۳۲ ؛ ۴۰/۴۷)۔

۳۴ اور یہ بات کچھ انہی تک محدود نہیں۔ ہمارا قانونِ مکافات، تمام مجرمین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتا ہے۔

۳۵ یعنی ان لوگوں کے ساتھ کہ جن سے جب کہا جاتا کہ اقتدار و اختیار صرف ایک خدا کا ہے۔ اس کے سوا کسی کی اطاعت و محکومیت جائز نہیں۔ تو وہ نہایت متکبرانہ انداز سے کہتے کہ—

۳۶ واہ! کیا ہم اپنے لیڈروں اور معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟ (یہی کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں)۔

۳۷ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ رسول نہ شاعر ہے نہ دیوانہ۔ وہ خدا کی طرف سے ایک محکم ضابطۂ حیات لے کر آیا ہے جو سراسر حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اور ان تمام باتوں کو سچ کر کے دکھانے والا ہے جو اس سے پہلے خدا کے رسول اپنے اپنے وقت میں کہا کرتے تھے۔ یہ اُن کی سچی تعلیم کی تصدیق کرتا ہے۔

۳۸ ان سے کہدو کہ تم ایک الم انگیز عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔

۳۹ اور یہ عذاب تم پر کہیں خارج سے عائد نہیں کیا جارہا۔ یہ تمہارے اپنے اعمال کا فطری نتیجہ ہے۔

۴۰ ان کے برعکس، ہمارے وہ بندے ہوں گے، جو ہمارے قانون کے مطابق زندگی

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾
يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾
وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾
قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾

بسر کرنے کے لئے' ان سے کٹ کر الگ ہو گئے تھے۔

۴۱ ان کے لئے زندگی کی وہ خوشگواریاں اور آسائشیں ہوں گی جن کا ذکر قرآن میں جابجا کیا گیا ہے۔

۴۲ یہ سب' ان کی محنت کے میٹھے پھل ہیں — یہ لوگ بڑے ہی صاحب عزت و تکریم ہوں گے۔

۴۳ وہ خوشگواریوں کے باغات میں' ایک دوسرے کے سامنے تخت نشینوں پر بیٹھے

۴۴ ہوں گے۔ وہاں کسی قسم کی اونچ نیچ نہیں ہوگی۔

۴۵ ان کی مجلسوں میں ایسے پیالوں کا دور چلے گا جن میں ٹھنڈے اور جاری چشموں کا نہایت خوشگوار پانی ہوگا۔ (یعنی ایسا سامانِ حیات جسے روک کر نہ رکھا جائے بلکہ وہ سب کے لئے بلا روک ٹوک جاری ہو)۔

۴۶ ایسا مشروب جو دیکھنے میں برف کا سا سفید۔ اور پینے میں بجید لذیذ۔

۴۷ اور تاثیر ایسی کہ نہ تو اس سے ہلاکت و سرگرانی ہو' اور نہ ہی مدہوشی و بدمستی۔ نہ ہی اس کے کیف و سرور اور لذّت میں کمی ہوگی۔ (۵۶/۱۹)۔

۴۸ یہ زندگی مردوں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہوگی' عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک

۴۹ ہوں گی — بڑی خوبصورت آنکھوں والی۔ لیکن ایسی آنکھیں جنہوں نے کبھی کسی غیر کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا ہو۔ یعنی طبعی حسن کے ساتھ عفّت و پاکیزگی کی مجسّمات اور شرم و حیا کی پیکر۔ یہ ہوگا وہ جنّتی معاشرہ جس کی یہ لوگ تشکیل کریں گے۔

۵۰ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہمی باتیں کریں گے۔

۵۱ ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی ہوا کرتا تھا۔

۵۲ وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں کی باتوں کو سچا مانتا ہے جو کہتے ہیں کہ:-

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

---

۵۳ جب ہم مرجائیں گے اور ہمارا جسم مٹی میں مل جائے گا اور ہم ہڈیوں کا ڈھانچا رہ جائینگے تو اس کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں۔

۵۴ دوسرا اس سے کہے گا کہ تم ذرا ادھر جھانک کر دیکھو۔

۵۵ وہ اس طرف جھانکے گا تو دیکھے گا کہ اس کا وہی ساتھی جہنم کے درمیان عذاب میں ماخوذ ہے۔

۵۶ وہ اس سے کہے گا کہ خدا کی قسم! تو نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی کہ مجھے بھی (اپنے ساتھ) تباہ کردیتا۔

۵۷ اگر مجھ پر خدا کا فضل نہ ہوتا اور میں سیدھی راہ اختیار نہ کرلیتا تو میں بھی آج انہی میں ہوتا جو جہنم کے عذاب میں ماخوذ ہیں۔

۵۸ اللہ کا شکر ہے کہ اب ہمیں مرنا نہیں ہوگا۔ جو موت آنی تھی وہ آچکی۔ اور نہ ہی اب

۵۹ عذاب دیا جائے گا۔

۶۰ یہ بہت بڑی کامیابی ہے جو ہمیں حاصل ہوگئی۔ ہمیں ہماری مراد مل گئی۔

۶۱ (اے رسول! ان لوگوں سے کہدو کہ) یہ ہیں وہ کامیابیاں اور کامرانیاں جنہیں حاصل کرنے کے لئے ہر کام کرنے والے کو کام کرنا چاہیئے۔

۶۲ ان سے پوچھو کہ اس قسم کا باعزت رزق اچھا ہے یا شجرۃ الزّقوم —— یعنی ظلم و استبداد سے حاصل کردہ مال و دولت جو آخرکار ان کے لئے وبالِ جان بن جائے۔ (۱۷/۱۶ ؛ ۴۴/۴۴ ؛ ۵۶/۴۵)۔

۶۳ یاد رکھو! ظلم و استبداد سے حاصل کردہ رزق، انسان کے لئے عذاب بن جایا کرتا ہے۔

۶۴ جو اس شجرِ خبیث کی طرح ہوتا ہے جس میں کبھی پھل نہیں لگتا۔ جو جہنم (جحیم) کی جڑ میں سے اُگتا ہے۔ (یعنی اس کے کھانے سے تمام انسانی صلاحیتیں جل کر راکھ کا ڈھیر

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾

اور ارتقار کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں)۔

۶۵ اس کا خوشہ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے ناگ پھن کا سر (جس میں زہر ہی زہر بھرا ہوتا ہے)۔ یا بڑے بڑے مستبد اور سرکش لوگوں کے سر (جن میں تکبر و نخوت کے سوا کچھ نہیں ہوتا)۔

۶۶ اس کے کھانے سے پیٹ تو بھر جاتا ہے (یعنی انسان کی طبیعی ضرورت پوری ہو جاتی ہے لیکن انسانی ذات کی نشو و نما رک جاتی ہے۔ ۲۰/۲۰)۔

۶۷ اس کے اوپر سے انہیں گرم آمیزہ دیا جائے گا (یعنی پانی ایسا گرم جس سے پیاس بجھنے کے بجائے اور بھڑک اٹھے۔ اور وہ بھی مصفا نہیں بلکہ کثافتوں سے بھرا ہوا پُر فریب زندگی کی کثافتیں)۔

۶۸ ان کی تمام سعی و عمل (فریب و استبداد سے بھری ہوئی زندگی) کا مآل یہ ہوتا ہے کہ ان کی ذات کی نشو و نما رک جاتی ہے۔ اور وہ سخت عذاب میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

۶۹ یہ ہے اُن لوگوں کی رَوش جو حق و صداقت کی مخالفت کرتے ہیں — اور طرفہ تماشا یہ کہ اس رَوش کو بھی اُنہوں نے خود سوچ سمجھ کر اختیار نہیں کیا۔ جس راستے پر اپنے آبا رو اجداد کو چلتے دیکھا، اسی پر خود چل پڑے۔

۷۰ چنانچہ اب یہ اُنہی کے نقوش قدم پر آنکھیں بند کئے، دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ (اتنا بھی نہیں کرتے کہ کسی مقام پر رُک کر دیکھ لیں کہ ہم جا کدھر رہے ہیں)۔

۷۱ ان کی یہ رَوش کچھ نئی روش نہیں۔ اِن سے پہلے بھی بہت سی قومیں اسی طرح غلط راستے اختیار کرتی رہی ہیں۔

۷۲ ہم نے اُن کی طرف بھی اپنے فرستادگان کو بھیجا جو انہیں، اُن کی غلط رَوش کے تباہ کُن نتائج سے آگاہ کرتے تھے۔

۷۳ سو تم دیکھو کہ ان لوگوں کا، جنہیں اس طرح متنبہ کیا گیا تھا (لیکن انہوں نے اس

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾

تنبیہ پر کان نہ دھرا) کیا انجام ہوا؟

۷۴ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھو کہ ہمارے جو مخلص بندے ' ان سے الگ رہ کر صحیح راستے پر چلتے رہے' ان کا مآل کیسا خوشگوار تھا۔

۷۵ مثلاً نوحؑ کا واقعہ لو۔ اس نے (سرکش قوموں کے ظلم و استبداد کے خلاف) ہمیں پکارا' تو دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم نے کس طرح اس کی پکار کا جواب دیا!

۷۶ ہم نے اُسے' اور اس کے ساتھیوں کو اُس جانکاہ حادثہ سے محفوظ رکھا (جس نے باقی قوم کو غرق کر دیا تھا)۔

۷۷ اس کے مخالفین سب تباہ ہو گئے اور نوحؑ کی ذریت باقی رہی۔

۷۸ اور آنے والی نسلوں میں' اس کا تذکرہ حسن و خوبی اور خیر و برکت سے جاری رہا۔

۷۹ اور (اس طرح) نوحؑ کو اقوام عالم میں' امن و سلامتی کا پیامبر ہونے کا مقام حاصل ہوا۔

۸۰ اور یہ بات صرف نوحؑ ہی سے مخصوص نہیں۔ ہم ہر اس شخص کو جو ہمارے قوانین کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرے' ایسا ہی مقام عطا کرتے ہیں۔ یہ اُس کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۸۱ پھر سن لو کہ نوحؑ اس لئے امن و سلامتی میں رہا کہ وہ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتا تھا۔

۸۲ اور اس کے مخالفین اس لئے غرق ہو گئے کہ وہ اُسے جھٹلاتے تھے اور اس کی کسی بات کو سچا نہیں سمجھتے تھے (ورنہ وہ ان کے سامنے کشتی بنا رہا تھا۔ اگر وہ اس کی باتوں کو قابلِ اعتنا خیال کرتے تو وہ بآسانی سمجھ سکتے تھے کہ کوئی ایسا حادثہ رونما ہونے والا ہے جس سے محفوظ رہنے کے لئے اس قسم کے اسباب و ذرائع کی ضرورت پڑے گی۔ لیکن وہ اس کی ہر بات پر مذاق کرتے تھے)۔

۸۳ اور نوحؑ کی روش پر چلنے والوں میں ابراہیمؑ بھی تھا۔

إِذْ جَآءَ رَبَّهُۥ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾ أَئِفْكًا ءَالِهَةً دُونَ ٱللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى ٱلنُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّى سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا۟ عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰٓ ءَالِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِٱلْيَمِينِ ﴿٩٣﴾

۸۴ وہ اپنے ماحول اور خاندان کے اثرات سے یکسر الگ رہتے ہوئے اپنے نشوونما دینے والے کی طرف قلب سلیم لیکر آیا — ایسا قلب جو حق وصداقت کے سامنے بلا تامل جھک جائے۔

۸۵ اس نے (ان کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر) اپنے باپ اور ساری قوم سے برملا کہہ دیا کہ یہ بُت اور اجرام سماوی جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ (حتیٰ کہ تمہارا بادشاہ جس کی تم اس طرح محکومیت اختیار کئے ہو) ان کی حقیقت کیا ہے؟

۸۶ یہ تمہارے خانہ ساز معبود ہیں جنہیں تم اپنا خدا سمجھ رہے ہو۔ اور حقیقی خدا کو چھوڑ کر ان کے سامنے جھکتے ہو۔

۸۷ اس سے تم نے اُس خدا کے متعلق کس قدر غلط اندازہ لگایا ہے جو تمام اقوامِ عالم کا نشوونما دینے والا ہے۔

۸۸ وہ قوم ستاروں کی بھی پرستش کرتی تھی۔ ابراہیمؑ نے ستاروں کی ماہیت پر غور و فکر کیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ ان میں کیا کیا نقائص ہیں جن کی وجہ سے وہ معبود بن سکنے کے قابل نہیں۔

۸۹ اُس نے ان سے کہا کہ بھلا بتاؤ کہ میں انہیں کس طرح معبود مان سکتا ہوں؟ میں تمہاری روش سے سخت بیزار ہوں (۶/۷۶ ؛ ۲۱/۵۷)۔

۹۰ وہ لوگ ابراہیمؑ کے دلائل کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنے معبودوں کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس لئے وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیتے۔

۹۱ وہ (اُن کے غلط عقائد کو بے نقاب کرنے کے لئے ایک اور انداز اختیار کرتا۔ وہ) اُن کے سامنے، ان کے بتوں سے تعریضاً کہتا کہ انہوں نے کھانے پینے کی اتنی چیزیں تمہارے سامنے لا رکھی ہیں، تم انہیں کھاتے کیوں نہیں؟

۹۲ اور یہ تم سے اپنی مرادیں مانگتے، اور تمہارے حضور التجائیں کرتے ہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان سے بات تک نہیں کرتے!

۹۳ ایک دفعہ اس نے موقع پاکر، ان کے بتوں پر بھرپور وار کیا اور انہیں توڑ ڈالا۔ (۲۱/۵۸)۔

فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَیۡہِ یَزِفُّوۡنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابۡنُوۡا لَہٗ بُنۡیَانًا فَاَلۡقُوۡہُ فِی الۡجَحِیۡمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوۡا بِہٖ کَیۡدًا فَجَعَلۡنٰہُمُ الۡاَسۡفَلِیۡنَ ﴿۹۸﴾ وَ قَالَ اِنِّیۡ ذَاہِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرۡنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعۡیَ قَالَ

۹۴ جب انہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو غصّے سے بھرے ہوئے اس کی طرف لپکے۔

۹۵ اس نے اُن کے غصّے سے متاثر ہوئے بغیر نہایت اطمینان اور سکون سے اُن سے کہا کہ ذرا سوچو کہ تم ان بتوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو!

۹۶ ان کے برعکس خدائے حقیقی وہ ہے جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور ان پتھروں کو بھی جنہیں تراش کر تم یہ بت بناتے ہو۔

۹۷ اُن کے پاس اُس کے ان دلائل کا جواب کچھ نہ تھا۔ اس لئے وہ اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے۔ (انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ اس "فتنہ" کو ختم کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ) ایک عمارت بناؤ اور اس کے اندر اسے آگ میں ڈال کر جلا دو۔ (لیکن یہ کچھ کھلے بندوں مت کرو۔ خفیہ تدبیر کے مطابق کرو)۔

۹۸ المختصر، اُنہوں نے اُس کے خلاف اس قسم کی چال چلنی چاہی۔ لیکن ہم نے اُن کی چال کو ناکام بنا کر انہیں نیچا دکھا دیا۔

۹۹ چنانچہ اُس نے وہاں سے یہ کہتے ہوئے ہجرت اختیار کرلی کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً میری راہ نمائی ایسے ماحول کی طرف کر دے گا جو اس کے نظام کے قیام کے لئے سازگار ہو۔ (ہر نبی کی ہجرت اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے اور یہی مفہوم ہوتا ہے اس کے یہ کہنے کا کہ "میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں" ۲۹/۲۶)۔

۱۰۰ (چنانچہ ابراہیمؑ وہاں سے ہجرت کر کے شام کی طرف چلا گیا جہاں اس کے مشن کو بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ لیکن اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ چنانچہ) اس نے دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو شرفِ انسانیت کی صلاحیتیں لئے ہو۔

۱۰۱ سو ہم نے اسے ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دی جو (علاوہ دیگر خوبیوں کے بڑا متحمل مزاج اور بھرپور توانائیوں کا مالک تھا۔

۱۰۲ جب وہ بیٹا بڑا ہوا اور باپ کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گیا تو ایک دن باپ نے اُس سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ سو تم اس پر غور کر کے مجھے بتاؤ

يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِينِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِينُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ﴿۱۰۸﴾

کہ تمہاری اس باب میں کیا رائے ہے۔

بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ کو ہر حکم خداوندی کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے تو مجھے ذبح کر دیجئے۔ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔ اس لئے کہ جب خدا ایسا چاہتا ہے تو پھر اس میں تذبذب و تامل کا کیا سوال ہے؟

(۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (ابراہیمؑ اپنے خواب کے متعلق یہی سمجھے ہوئے تھا کہ وہ خدا کا حکم ہے' اس لئے وہ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گیا)۔ چنانچہ جب باپ اور بیٹے' دونوں نے (اس خواب کو خدا کا حکم سمجھ کر) اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیا' اور باپ نے بیٹے کو' ایک اونچی جگہ' کن پٹی کے بل لٹا دیا' تو ہم نے اُس وقت' اس خیال کو اس کے دل سے دور کر دیا اور اس سے کہا کہ ابراہیمؑ! تم نے اپنے خواب کو حقیقت سمجھ کر اپنے بیٹے کو سچ مچ ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا! یہ ہمارا حکم نہیں تھا۔ یونہی تمہارا خواب تھا۔ اس لئے ہم نے تمہیں' اور تمہارے بیٹے کو اس سے بچا لیا۔ اس لئے کہ جو لوگ ہمارے قوانین کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں' ہم انہیں اس قسم کے نقصانات سے بچا لیا کرتے ہیں۔

(۱۰۶) یہ خدا کی طرف سے ایک واضح انعام تھا جو ابراہیمؑ پر کیا گیا۔

(۱۰۷) باقی رہا وہ بیٹا۔ سو اُسے ہم نے' ایک بہت بڑی قربانی کے لئے بچا لیا۔ (یہ "عظیم قربانی" یہ تھی کہ ملک شام کی سرداری کے بجائے ہم اس کے سپرد اپنے اس گھر کی پاسبانی کرنے والے تھے جو عرب کی بے برگ و گیاہ زمین میں واقع تھا۔ اور جسے دنیا بھر کے توحید پرستوں کا مرکز بننا تھا۔ (۲/۱۲۵)۔

(۱۰۸) جو قربانی ابراہیمؑ دینا چاہتا تھا وہ تو اس کے بیٹے (اسمٰعیلؑ) کی ذات تک محدود تھی۔ لیکن جس "قربانی" کے لئے ہم نے اُسے زندہ رکھا' (یعنی تولیت کعبہ) اس کا سلسلہ اس کی نسل میں بھی جاری رہے گا' جو' اسمٰعیلؑ کے بعد' اس گھر کی نگران و پاسبان رہے گی۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

---

۱۰۹ اس طرح ابراہیمؑ کو زندگی کے ہر مرحلے میں سلامتی نصیب ہوتی رہی۔

۱۱۰ اس لئے کہ وہ ہمارے قوانین کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور جو بھی اس انداز سے زندگی بسر کرے' اس کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

۱۱۱ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو ہمارے قوانین کی صداقت پر محکم یقین رکھتے ہیں۔

۱۱۲ اور ہم نے اُسے (اس کے دوسرے بیٹے) اسحٰقؑ نبی کی بھی خوشخبری دی جو صالحین کے زمرے میں سے تھا۔

۱۱۳ اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ کو اپنی برکات سے نوازا۔ اور ان کی نسل (یعنی ابراہیمؑ کے مختلف بیٹوں کی اولاد) کو آگے بڑھایا۔ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے جو ہمارے قوانین کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے تھے' اور ایسے بھی جو کھلے بندوں اپنے آپ پر زیادتی کرتے تھے۔

۱۱۴ اور بنی اسرائیل میں سے ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی اپنی نعمتوں سے نوازا (اور انہیں نبوت عطا کی)

۱۱۵ اور انہیں' اور ان کی قوم کو ایک جانکاہ مصیبت سے نجات دلائی۔

۱۱۶ انہیں ہم نے مدد دی اور وہ فرعون کی قوم پر غالب آگئے۔

۱۱۷ اور ان دونوں (موسیٰؑ اور ہارونؑ) کو ہم نے واضح کتاب دی۔

۱۱۸ اور زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ کی طرف' ان کی راہ نمائی کی۔

۱۱۹ ان کی داستانِ حیات کو بھی ہم نے آنیوالوں کے لئے موعظت کا باعث بنایا۔

۱۲۰ موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام ہو۔

۱۲۱ ہم اسی طرح ہر اس شخص کو امن و سلامتی کا مقام عطا کر دیتے ہیں جو ہمارے قوانین کے مطابق حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۲۲ وہ دونوں ہمارے مومن بندے تھے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿۱۲۵﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۴﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِاللَّيْلِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۳۸﴾

(۴) (ع) (۸)

---

۱۲۳ اور یہ حقیقت ہے کہ الیاسؑ بھی ہمارے فرستادگان میں سے تھا۔

۱۲۴ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم غلط روش زندگی کی تباہیوں سے بچنا نہیں چاہتے؟

۱۲۵ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم بعل (دیوتا) کی پرستش کرتے ہو' اور اس خدا کو چھوڑ رہے ہو جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

۱۲۶ یعنی اس خدا کو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی۔

۱۲۷ (اس نے اپنی قوم کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دی) لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا' اور اپنی غلط روش کے نتیجہ میں' عذاب میں ماخوذ ہو گئے۔

۱۲۸ ان میں سے وہ لوگ محفوظ رکھے گئے' جو ان سے الگ ہو کر' الیاسؑ کی دعوت کے پیرو ہو گئے تھے۔

۱۲۹ الیاس کے تذکرہ کو بھی ہم نے آنیوالوں کے لئے موجب عبرت و موعظت بنایا۔

۱۳۰ وہ بھی امن و سلامتی کا پیامبر تھا۔

۱۳۱ ہم اسی طرح ان لوگوں کو ان کے حسن عمل کا بدلہ دیا کرتے ہیں جو ہمارے قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں۔

۱۳۲ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں۔

۱۳۳ اسی طرح' لوطؑ بھی ہمارے فرستادگان میں سے تھا۔

۱۳۴ ہم نے اسے' اور اس کے ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا (جس میں اس کی قوم ماخوذ ہونیوالی تھی)۔

۱۳۵ باقی قوم تباہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ اس کی بیوی بھی جو اس پارٹی سے متعلق تھی جو لوطؑ کے ساتھ چلی

۱۳۶ بلکہ پیچھے رہ گئی۔

۱۳۷ ۱۳۸ تم' صبح شام' ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات پر سے گذرتے ہو۔ کیا تم ان سے بھی

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا

عقل و فکر سے کام نہیں لیتے اور نہیں سوچتے کہ قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتنے کا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے۔

۱۳۹ اور یونسؑ بھی ہمارے فرستادگان میں سے تھا۔

۱۴۰ (لیکن اس سے ذرا سی اجتہادی غلطی ہوگئی۔ وہ قوم کی مخالفت سے سخت گھبرا گیا' اور پیشتر اس کے کہ اسے خدا کی طرف سے ہجرت کرنے کا حکم ملتا) وہ اپنے فرائضِ منصبی کو چھوڑ کر' وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور دریا پار کرنے کے لئے' دوسری سواریوں کے ساتھ' ایک کشتی میں بیٹھ گیا۔ (۴۸/۲۱)۔

۱۴۱ (یہ اُس کی طرف سے ہمارے قانون کے خلاف دانستہ سرکشی نہیں تھی۔ لیکن) بہرحال تھا تو ہمارے قانون کے خلاف۔ یوں اس سے یہ لغزش سرزد ہوگئی۔

۱۴۲ کشتی میں بوجھ زیادہ تھا۔ وہ ڈوب گئی۔ اور یونسؑ کو ایک بہت بڑی مچھلی نے منہ میں دبوچ لیا۔ وہ اس مصیبت کو دیکھ کر اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا (کہ وہ جو خدا کی اجازت کے بغیر قوم کو چھوڑ آیا ہے' یہ اس کی سزا ہے)۔

۱۴۳ لیکن اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ انتہائی جدوجہد کی اور مچھلی کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔

۱۴۴ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور بہت اچھا تیراک نہ ہوتا' تو مچھلی اسے نگل لیتی اور پھر وہ قیامت تک باہر نہ آسکتا۔ (یعنی کبھی باہر نہ آسکتا)۔

۱۴۵ ہم نے اسے' دریا کے کنارے' کھلے میدان میں ڈال دیا (۶۸/۴۹)۔ لیکن اس کشمکش اور دہشت کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہوگیا تھا۔

۱۴۶ اس نے ایک بڑے بڑے پتوں والے پودے کے سائے میں جا کر آرام کیا تو اس کی حالت سنبھلی۔

۱۴۷ اور ہم نے اسے پھر اس کی قوم کی طرف بھیج دیا۔ (وہ بہت بڑی قوم تھی) جس کی تعداد ایک لاکھ' بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔

۱۴۸ وہ لوگ ہمارے قانون پر ایمان لے آئے تو ہم نے اُسے' ایک مدتِ معینہ تک' زندگی کے

فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ

ساز و سامان سے نوازا۔ (اس قوم نے ایمان لے آنا تھا۔ یونسؑ نے جلد بازی سے کام لیا جو ان سے مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم اس وقت ملا کرتا ہے جب اس قوم میں حق و صداقت کی قبولیت کا امکان باقی نہ رہے۔ اس سے پہلے وہاں سے چلے جانا گویا اپنے فرض منصبی کو چھوڑ دینا ہے۔ یہی یونسؑ کی اجتہادی غلطی تھی)۔

۱۴۹ ان قوموں کے انجام اور مآل کو اس طرح واضح کرنے کے بعد (اے رسول!) تم اپنی قوم سے پوچھو کہ کیا تم بھی انہی توہم پرستیوں میں مبتلا رہنا چاہتے ہو جن میں سابقہ زمانے کے لوگ مبتلا تھے؛ یعنی کیا تم بھی اس قسم کے عقائد رکھنا چاہتے ہو کہ یہ دیویاں خدا کی بیٹیاں ہیں —— علاوہ اس کے کہ خدا کی اولاد کا عقیدہ ہی کس قدر جہالت پر مبنی ہے، ذرا اس ستم ظریفی کو ملاحظہ کرو کہ یہ لوگ خدا کے ہاں اولاد بھی بتاتے ہیں تو بیٹیاں، حالانکہ خود اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں؛ اور اگر انہیں اپنے ہاں بیٹی پیدا ہونے کی اطلاع مل جائے تو شرم اور غصے کے مارے ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ ($\frac{۱۶}{۵۸}$)۔

۱۵۰ یا یہ عقیدہ کہ ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنا لیا ہے —— ان سے پوچھو کہ کیا تم اس وقت سامنے موجود تھے جب ہم فرشتوں کو بنا رہے تھے!

۱۵۱ انہیں پتہ تو کچھ ہے نہیں۔ بس یونہی اپنے دل سے باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ اور وہی ان کے عقائد بن جاتے ہیں۔

۱۵۲ اس سے بڑا جھوٹ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی اولاد بھی ہے۔

۱۵۳ اور پھر جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، اس نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ہے۔

۱۵۴ کس قدر لغو ہیں یہ عقائد! ان سے پوچھو کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو اس قسم کے فیصلے کرتے رہتے ہو!

۱۵۵ کیا تم اس قدر واضح دلائل کے بعد بھی سوچتے سمجھتے نہیں؟

۱۵۶ یا تمہارے پاس ان بیہودہ عقائد کے لئے کوئی واضح سند ہے؟

۱۵۷ اگر ہے تو لاؤ۔ دکھاؤ وہ کونسی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کو

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ثابت کر کے دکھاؤ۔

۱۵۸ اور یہ لوگ خدا میں اور کائنات کی ان قوتوں میں جو ان کی آنکھوں سے اوجھل ہیں رشتے جوڑتے ہیں۔ (کبھی آسمانوں کی بجلی کو دیوی قرار دے کر اس کی بیوی بناتے ہیں، کبھی بادل کو دیوتا سمجھ کر اس کا ناطہ خدا سے جوڑتے ہیں۔ کبھی فرشتوں کو اس کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں)۔ حالانکہ یہ تمام کائناتی قوتیں خوب جانتی ہیں کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں تعمیلِ ارشاد کے لئے حاضر رہتی ہیں، اور اس کے قوانین کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں۔

۱۵۹ بہرحال، خدا کی ذات ان توہم پرستیوں سے بہت دور، اور بلند ہے، جو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱۶۰ ہاں! جو خدا کے مخلص بندے ہیں وہ اس قسم کے لغو اعتقادات نہیں رکھتے۔

۱۶۱-۱۶۲ سو اے جماعتِ مخالفین! تم سن رکھو کہ تم، اور تمہارے یہ معبود، ان مخلص بندوں کو، خدا کی راہ سے منحرف نہیں کر سکتے۔

۱۶۳ اس راہ سے منحرف وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو جہنم میں لے جانا چاہے۔

۱۶۴ ہمارے مخلص بندے اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کے اعمال کے مطابق وہ مقام ہے جو قرآن کی رو سے متعین و معلوم ہے۔

۱۶۵ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے لئے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ ہم نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے ہمیشہ صف بستہ کھڑے رہیں گے۔

۱۶۶ اور عمر بھر اس کے لئے سرگرمِ عمل رہیں گے —— اس کے لئے پوری تگ و تاز کریں گے۔

۱۶۷-۱۶۹ اور یہ مخالفین اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر ہماری طرف بھی، اقوامِ سابقہ کی طرح کوئی کتاب آتی تو ہم بھی خدا کے مخلص بندے بن جاتے۔

۱۷۰ لیکن جب وہ کتاب آئی تو اسے ماننے سے انکار کر دیا —— سو اس کا نتیجہ بہت جلد

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾

ان کے سامنے آجائے گا۔

۱۷۱ اور ہم نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے —— یہ ہمارا قانون ہے —— کہ

۱۷۲ ہمارے مرسلین، جو ہمارا پیغام دوسروں تک پہنچائیں گے، انہیں ضرور ہماری تائید حاصل ہوگی۔

۱۷۳ اور وہ جماعتیں جو ہمارے دین کی حفاظت کریں گی اور اس کی تنفیذ کے لئے سینہ سپر ہوں گی، اپنے مخالفین پر غالب آکر رہیں گی۔

۱۷۴ سو، اے رسول! تو اس مہلت کے عرصہ میں، ان مخالفین کی طرف سے اعراض برت (اور اپنی جماعت کی تنظیم و تربیت کرتا رہ)۔

۱۷۵ اس کے ساتھ ہی ان مخالفین کے احوال و کوائف پر بھی نگاہ رکھ (کہ یہ کیا کرتے ہیں)۔ یہ اپنی مخالفت کا انجام بہت جلد اپنے سامنے دیکھ لیں گے۔

۱۷۶ یہ لوگ، اس آخری تباہی کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔

۱۷۷ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس کا اندازہ ہی نہیں کہ وہ تباہی کس قسم کی ہوگی۔ جس دن وہ تباہی ان کے صحن میں آ اترے گی، تو، ان لوگوں کے لئے جنہیں اس وقت اس سے آگاہ کیا جاتا ہے اور یہ اس پر کان نہیں دھرتے، وہ صبح بڑی ہی سخت ہوگی۔

۱۷۸ لہذا، تو اُس وقت تک ان سے اعراض برت۔ لیکن ان پر کڑی نگاہ رکھ کہ یہ کیا

۱۷۹ کرتے ہیں۔ انہیں بہت جلد اپنی مخالفت کا انجام نظر آجائے گا۔

۱۸۰ اُس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ خدا جو ہر قسم کے غلبہ و اقتدار کا مالک ہے، ان کے بیہودہ اعتقادات سے (جن کی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے) کس قدر دور اور بلند ہے۔

۱۸۱ اور اس کے فرستادگان، جو دوسروں تک اس کا پیغام پہنچاتے ہیں، کس طرح امن و سلامتی میں رہتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

۱۸۲ اور ساری دنیا کس طرح اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے کہ خدا کا وہ نظام جو تمام اقوامِ عالم کی نشو و نما کا ضامن ہے، کس طرح سرتاپا سزاوارِ حمد و ستائش ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِى الذِّكۡرِؕ ۝۱ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴

۱، ۲ اس بات کی صداقت پر، یہ عالی مرتبت قرآن، جو شرفِ انسانیت کا ضامن ہے، گواہ ہے —— اس کی بلند پایہ تعلیم اس پر شاہد ہے —— کہ یہ لوگ جو اس کی مخالفت کرتے ہیں، علم و بصیرت یا دلائل و براہین کی رو سے ایسا نہیں کرتے، بلکہ محض اپنی جھوٹی عزت، ضد، تکبر اور نخوت کی بنا پر کرتے ہیں۔ اگر یہ ضد اور تعصب کو چھوڑ کر اس کی طرف آئیں تو انہیں صاف نظر آجائے کہ اس کی تعلیم کس قدر حق و صداقت پر مبنی ہے۔

۳ یہ اس اندھی مخالفت میں اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ہم نے، اپنے قانونِ مکافات کی رُو سے، ان سے پہلے کتنی قوموں کو تباہ کر دیا۔ اُن کی حالت یہ تھی کہ وہ اندھا دھند مخالفت کرتے چلے جاتے تھے، لیکن جب تباہی ان کے سر پر آجاتی تھی تو پھر ہمیں پکارتے تھے۔ لیکن اُس وقت اُن کا ہمیں پکارنا، ان کے کسی کام نہیں آسکتا تھا۔ اُس وقت انہیں اس تباہی سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی۔

۴ اسی جھوٹی عزت کا نتیجہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ انہیں زندگی کی غلط

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾ وَانطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ أَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّن ذِكْرِي ۖ بَل لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿٨﴾

روش سے آگاہ کرنے والا اور تباہیوں سے ڈرانے والا' انہی میں سے (انہی جیسا) ایک شخص کیسے ہوگیا؟ (انہیں اس بات کا حسد مارے جا رہا ہے کہ کل تک یہ شخص انہی میں سے ایک تھا اور آج' ان سے بڑا بن کر ان سے کہتا ہے کہ تم بڑی غلط روش پر چل رہے ہو- اس سے باز آجاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے- ان کے پاس' تمہاری بات کی تردید کے لئے دلیل تو کوئی ہے نہیں بس) یہ یونہی شور مچائے چلے جاتے ہیں کہ یہ شخص بڑا جھوٹا ہے- باطل پرست ہے- خدا پر افترا باندھتا ہے- (اس کی بات کبھی نہ ماننا)-

۵ یہ (ازراہِ تمسخر) کہتے ہیں کہ ذرا اس شخص کی طرف دیکھنا! یہ کہتا ہے کہ یہ سب دیوی' دیوتا جن کی ہم پرستش کرتے ہیں' باطل ہیں- اور الٰہ صرف ایک ہی ہے- اُس کے سوا کسی کو کوئی اقتدار اور اختیار حاصل نہیں- یہ کتنی اچنبھے کی بات ہے کہ ہمارے سب معبود' ختم ہو جائیں' اور اس کا پیش کردہ ایک معبود باقی رہ جائے! (کبھی کوئی ایک ہستی اس قدر مختلف قوتوں کی حامل ہو سکتی ہے؟)-

۶ یہ کہہ کر ان کے بڑے بڑے لیڈر اٹھ کر چل دیتے ہیں اور اپنے متبعین سے کہتے ہیں کہ تم اپنے معبودوں کی پرستش پر ثابت قدمی سے جمے رہو (اور اس شخص کی بات مت سنو) - ایسا نظر آتا ہے کہ اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ یہ اپنی بات منوا کر رہے گا- اس میں اس کی کوئی بہت بڑی غرض مضمر نظر آتی ہے-

۷ جو باتیں یہ پیش کرتا ہے' ہم نے انہیں اپنے اسلاف کے مسلک میں کہیں دیکھا سنا نہیں- یہ ایک بالکل نیا دین ہے جسے اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے- (۲۶/۲)-

۸ بھلا دیکھو تو سہی! اس شخص میں وہ کونسی خصوصیت تھی جس کی بنا پر' ہم سب میں سے' اسی کو وحی کے لئے چن لیا گیا- اور کسی کو اس کے قابل سمجھا ہی نہیں گیا؟ (ان کے یہ کچھ کہنے کا جذبہ محرکہ بھی وہی جھوٹی عزت کا احساس ہے)-

(اے رسول! تم ان کی باتوں سے افسردہ خاطر مت ہو- ان کی باتوں سے بظاہر یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں- لیکن حقیقت یہ نہیں- یہ تجھے جھوٹا نہیں سمجھتے بلکہ) ہمارے اس ضابطہ قوانین کے متعلق شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں- اور یہ اس لئے کہ جس آنے والی تباہی کے

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴿٩﴾ أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿١٢﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾

متعلق انہیں آگاہ کیا گیا ہے' وہ ابھی تک ان کے سامنے آئی نہیں۔

۹ ان سے پوچھو کہ تم نے جو اس طرح خدا کا مقابلہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے تو کیا سامانِ زیست (رزق کے سرچشمے) جو تیرے نشوونما دینے والے نے اپنے غلبہ و اقتدار کی بنا پر اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور جنہیں اُس نے تمام نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے بلا مزد و معاوضہ عطا کیا ہے' اُن سب پر تمہارا قبضہ و اقتدار ہو چکا ہے؟

۱۰ یا کیا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں انہی کی حکومت ہے؟ اگر یہ لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں تو ان سے کہدو کہ بہت اچھا! تم ان وسائل و ذرائع کو اور آگے بڑھا لو۔ جتنا جی چاہے انہیں زیادہ کر لو۔ اور ان کے سہارے بلند سے بلند تر ہوتے جاؤ۔

۱۱ لیکن اس کے باوجود' تم آخر الامر دیکھو گے کہ یہ محض شکست خوردہ لوگوں کی بھیڑ ہے جو اُسی طرح تباہ ہونے والے ہیں جس طرح' ان سے پہلے (اسی قسم کے لوگ) تباہ و برباد ہوئے تھے۔

۱۲ ان سے پہلے' قومِ نوح اور عاد' اور فرعون نے —— جس کے کھونٹے دُور دُور تک گڑے ہوئے تھے —— ہمارے قوانین کو جھٹلا کر (اور یوں ہمارا مقابلہ کر کے) دیکھ لیا۔

۱۳ نیز قومِ ثمود۔ قومِ لوط اور اصحاب الایکہ (اہل مدین) نے بھی — ان کا بڑا لاؤ لشکر تھا۔

۱۴ ان سب نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور ان کے اعمال کے نتائج' حقیقتِ ثابتہ بن کر تباہی کی شکل میں' اُن کے سامنے آ گئے۔

۱۵ اب یہ لوگ بھی ایک ایسی آواز کے منتظر ہیں جو کہرام مچا دے گی۔ وہ تباہی مسلسل آتی چلی جائے گی اور بیچ میں دم تک نہ لے گی۔

۱۶ اور یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ تم ظہورِ نتائج کی جس گھڑی سے ہمیں ڈراتے رہتے ہو' ہم سے اُس کا اس قدر انتظار نہیں ہو سکتا۔ اگر تم سچے ہو تو اپنے ربّ سے کہو کہ وہ ہمارا حساب

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

جلد چکا دے اور ہمارے حصّے کا عذاب ابھی لے آئے۔

۱۷ (اے رسول!) ان کی یہ باتیں بڑی جگر خراش ہیں لیکن تو ان کی پرواہ مت کر اور اپنے پروگرام پر ثابت قدمی سے جما رہ۔ اور اس باب میں انبیائے سابقہ کے احوال و کوائف اپنے سامنے رکھ۔ مثلاً) ہمارے بندے داؤدؑ کی سرگزشت۔ اسے ہم نے بڑی قوت عطا کی تھی اور وہ ہمارے قوانین کی اطاعت میں بڑا ہی تیز خرام تھا۔

۱۸ اُس کی قوتوں کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سرکش پہاڑی قبائل اس کے محکوم تھے جو دن رات اس کے پروگرام کی تکمیل میں، اُس کے ساتھ سرگرمِ عمل رہتے تھے۔

۱۹ اور قبیلۂ طیر کے خانہ بدوش منتشر افراد سب اس کے ہاں جمع کر دیئے گئے تھے، جن سے اس کے لشکر کا رسالہ مرتب ہوتا تھا، اور وہ سب اُس کے زیرِ فرمان تھے۔ (۲۱/۷۹ ; ۲۷/۱۹ ; ۳۴/۱۰)۔

۲۰ اور اس طرح ہم نے اس کی مملکت کو بڑا محکم بنا دیا اور اسے وحی کی دانش نورانی عطا کی۔ نیز معاملات میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے کا فہم۔ (۲/۲۵۱ ; ۳۴/۴۴)۔

۲۱ (اُس کی قوم بڑی جاہل اور وحشی تھی — ایسی جاہل کہ عام آدابِ معاشرت تک سے بھی واقف نہیں تھی۔ وہ اپنے معاملات اُس کے سامنے پیش کرنے کے لئے آتے تو نہ وقت دیکھتے نہ راستہ۔ جب اور جدھر سے جی چاہا آ گھستے۔ وہ اس پر کبھی برافروختہ نہ ہوتا اور ان سے منہ نہ موڑتا بلکہ نہایت سکون و ثبات سے ان کی اصلاح کی فکر کرتا رہتا۔ ایک مصلح کا یہی انداز ہونا چاہیے۔ مثلاً) ایک دفعہ وہ اپنے گھر کے اندر کسی کام میں مصروف تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو آدمی دیوار پھاند کر اندر گھس آئے ہیں۔

۲۲ وہ گھبرا گیا کہ نہ معلوم ان کی نیت کیا ہے جو یہ اس طرح دیوار پھاند کر اچانک اس کے مکان کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہم ایک

إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿۲۴﴾

مقدمہ کے دو فریق ہیں۔ ہم میں باہمی جھگڑا ہوگیا ہے اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتا ہے۔ سو ہم میں حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کردے۔ دیکھنا! تم ناانصافی نہ کرنا۔ ہمیں عدل وانصاف کی راہ پر لگا دینا۔

۲۳ (کوئی اور ہوتا تو انہیں ڈانٹ کر باہر نکال دیتا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ انہوں نے بربنائے جہالت ایسا کیا ہے۔ اس لئے اس نے انہیں آرام سے سمجھایا۔ اور پھر کہا کہ اچھا! اب تم اپنا واقعہ بیان کرو۔ اس پر مستغیث نے کہا کہ لو سنو)۔ یہ میرا بھائی ہے۔ (اب دیکھو کہ یہ بھائی ہو کر مجھ سے برتاؤ کیا کرتا ہے!) اس کے پاس ننانوے (۹۹) دنبیاں ہیں۔ اس لئے بڑا خوش حال ہے۔ اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے جو میری معاش کا واحد سہارا ہے۔ (اب بجائے اس کے کہ یہ اپنے غریب بھائی کی کچھ مدد کرے) مجھ سے کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی مجھے دیدے۔ (چونکہ امیر آدمی ہے اور صاحب اثر۔ اس لئے) باتوں میں مجھے دبا لیتا ہے (اور دوسرے لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں —— یہ ہے میرے اس بھائی کا رویہ! اب بتاؤ کہ اس کا یہ مطالبہ جائز ہے یا ناجائز)۔

۲۴ داؤدؑ نے کہا کہ اس شخص کا یہ مطالبہ کہ اپنی ننانویں دنبیوں کو سو بنا لے اور تیرے پاس ایک دنبی بھی نہ رہنے دے، سراسر ظلم اور زیادتی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ جب بھی مل جل کر رہتے یا باہمی شراکت سے کاروبار کرتے ہیں، تو ان میں سے اکثر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کچھ وہ لوگ نہیں کرتے جو قوانین خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں اور معاشرہ کو سنوارنے والے کام کرتے ہیں —— لیکن ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

(داؤدؑ نے جب اس معاملہ کی گہرائی پر غور کیا تو یہ حقیقت اس کی سمجھ میں آگئی کہ معاملہ صرف ان دنبیوں کا نہیں۔ یہ اس غلط معاشی نظام کا سوال ہے جس میں بڑا سرمایہ، چھوٹے سرمایہ کو اپنی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امیر، امیر تر، اور غریب، غریب تر ہوتا جاتا ہے اور دن بدن، معاشرہ کے ان دو طبقات میں بُعد زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۚ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۖ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

چنانچہ اس نے محسوس کیا کہ یہ اُس کا فریضہ ہے کہ اس غلط معاشی نظام کو صحیح خطوط پر منتشکل کرے۔ یہ بڑا مشکل کام تھا۔ اس کے لئے اس نے اپنے رب سے سامانِ حفاظت طلب کیا —— ایسی بلند ہمت جس سے وہ تمام مخالفتوں کا مقابلہ کر سکے —— اور اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ قوانین خداوندی کے مطابق معاشرہ کی اصلاح کر کے رہے گا۔

۲۵ ہم نے اُس کے لئے سامانِ حفاظت بہم پہنچا دیا —— وہ ہر معاملہ میں ہمارے قوانین سے قریب تر رہتا تھا اس لئے اس کے تمام معاملات کا مآل نہایت حسین اور خوشگوار ہوتا تھا۔

۲۶ چنانچہ ہم نے اس سے کہدیا کہ (تم بالکل اطمینان اور بے خوفی سے معاشرہ کی اصلاح کرو)۔ ہم نے تمہیں ملک میں حکومت عطا ہی اس لئے کی ہے کہ تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے حق کے ساتھ کرو —— یعنی قوانین خداوندی کی رو سے، عدل و انصاف کے مطابق —— اور کسی کے خیالات اور جذبات کا اتباع (اور رعایت) مت کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ لوگ تمہیں صحیح راستے سے بہکا دیں گے — یاد رکھو! لوگ صحیح راستے سے اس لئے بہک جاتے ہیں کہ وہ ہمارے قانونِ مکافات کو فراموش یا نظرانداز کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سخت تباہی ہوتا ہے۔

۲۷ قانونِ مکافات سے انکار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ (یہ سمجھ لیا جائے کہ) ہم نے اس کائنات کو یونہی بیکار پیدا کر دیا ہے، حالانکہ یہ سلسلۂ کائنات، مکافاتِ عمل کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ (۲۱/۱۶ ؛ ۲۳/۱۱۵ ؛ ۴۴/۳۸ ؛ ۴۶/۳) —— ایسا وہی لوگ خیال کرتے ہیں جو ہمارے قوانین کی صداقت سے انکار کرتے ہیں۔ اس نظریہ کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۸ کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں، ان لوگوں کو جو معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں، ان کے برابر کر دیں گے جو ہمارے قوانین پر ایمان رکھتے اور معاشرہ کو سنوارنے اور ہمواریاں پیدا کرنے کے کام کرتے ہیں؟ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قوانین کی نگہداشت کرنے والے

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾
اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾
رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

اور انہیں توڑنے والے ایک جیسے ہو جائیں گے؟

۲۹ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمارے قانونِ کائنات کے خلاف ہے۔ اور اسی قانون کو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ یہ بڑی بابرکت کتاب ہے۔ اس کے اتباع سے بڑی سرفرازیاں اور خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ انہی کو حاصل ہو سکتی ہیں جو اس کے احکام پر غور و فکر کریں۔ عقل و فکر سے کام لیں۔ اور اس طرح، اس کے مضامین کو اچھی طرح سے سمجھیں۔

۳۰ اور ہم نے داؤدؑ کو ایک بیٹا بھی عطا کیا تھا ——— سلیمانؑ ——— وہ بھی بڑا اطاعت گزار بندہ تھا۔ ہر معاملہ میں ہمارے قوانین کی طرف رجوع کرتا تھا، اور حسنِ عمل میں بڑا تیز خرام تھا۔

۳۱ اس کے ہاں بھی عمدہ عمدہ سبک رفتار گھوڑے تھے۔ وہ پچھلے پہر ان کا معائنہ کیا کرتا تھا۔

۳۲ ایک دفعہ وہ، اسی طرح اُن گھوڑوں کا معائنہ کر رہا تھا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں ان گھوڑوں سے اس قدر محبت کیوں کرتا ہوں؟ محض اس لئے کہ یہ نظامِ خداوندی کی مُدافعت کے لئے (جہاد میں) کام دیتے ہیں ——— وہ اپنے ساتھیوں سے اسی قسم کے حقائق بیان کرتا جاتا تھا اور ساتھ ہی گھوڑوں کا معائنہ بھی کرتا جاتا تھا، تاآنکہ وہ ایک ایک کر کے آگے بڑھتے اور اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے گئے۔

۳۳ (لیکن جہاد سے متعلق گفتگو، اور ان گھوڑوں کے محافظِ آئینِ خداوندی ہونے کے جذبہ نے اس کے دل میں ایسا اثر پیدا کیا کہ) اس نے حکم دیا کہ انہیں پھر سے اُس کے سامنے لایا جائے۔ جب وہ اُس کے سامنے آتے تو اُس نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کی پنڈلیوں اور گردن سے گرد و غبار جھاڑنا شروع کر دیا۔ (یہ جہاد فی سبیل اللہ سے عشق تھا جس کا مظاہرہ سلیمانؑ نے اس وارفتگی سے کیا، حالانکہ گھوڑوں کے سائیس یہ کام کرتے ہی تھے)۔

۳۴ سلیمانؑ اِن خصوصیات کا حامل تھا۔ لیکن اُسے اپنے بیٹے کی طرف سے، جو اُس کا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾

هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

جانشین ہونے والا تھا' بڑی کوفت تھی —— وہ ایک جسد تھا بے روح۔ ۳۴/۱۴ - اور ان صفات کا مالک نہیں تھا جو اس مملکت کے انتظام کے لئے ضروری تھیں[1]۔ لیکن' بجائے اس کے کہ وہ اس سے دل برداشتہ ہو جاتا' وہ قوانین خداوندی کی طرف اور شدت سے رجوع کرتا تاکہ وہ نظام مملکت کو اور مستحکم کر دے)۔

۳۵ اُس کی دعا یہ ہوتی تھی کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! تو مجھے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھ- اور مجھے ایسی مملکت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے (تاکہ میں زیادہ سے زیادہ وسیع حدود تک تیرے قوانین کو نافذ کر سکوں)- تو سب کچھ عطا کر دینے کی قوت رکھتا ہے۔

۳۶ اور ہم نے سلیمانؑ کو سمندر میں چلنے والی ہواؤں کا' اور بادبانوں کے ذریعے اُن سے کام لینے کا علم بھی دے رکھا تھا- اِسی بنا پر اُس نے اپنا بحری بیڑہ ایسا بنا لیا تھا کہ وہ جس طرف جانے کا ارادہ کرتا' موافق ہوائیں اسے بخیر و خوبی اُس طرف لیجاتیں- (۳۴/۱۲)۔

۳۷ اور بڑے بڑے قوی ہیکل سرکش قبائل کے لوگ اُس کے تابع فرمان تھے- کوئی ان میں سے معماروں کا کام کرتا تھا- کوئی غوطہ خوروں کا- (۲۱/۸۲ ؛ ۳۴/۱۲)-

۳۸ ان کے علاوہ اور بھی کئی سرکش قبائل تھے جو اس کے احکام کی زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے- وہ ان سب سے مناسب کام لیتا تھا-

۳۹ ہم نے سلیمانؑ سے کہہ دیا تھا کہ جو قوت و اقتدار تمہیں حاصل ہے' وہ ہماری طرف سے بے بہا عطیہ ہے- اس کے بل بوتے پر تم نے ان وحشی قبائل کو اپنا تابع فرمان بنا لیا ہے لیکن اس سے مقصد یہ نہیں کہ انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جائے- ان کی مناسب تربیت کرو- پھر جو ان میں سے پر امن شہری کی حیثیت سے رہنے کے قابل ہو جائے' اُسے بلا معاوضہ رہا کر دو- جو ایسا نہ ہو' اُسے روک رکھو- (اس طرح یہ وحشی قبائل آہستہ آہستہ' پر امن اور مفید عنصر بنتے جائیں گے' اور جو تو ے سرکشی نہیں چھوڑیں گے' معاشرہ ان کے مفسدات سے

---

[1] اس زمانے میں' حکومت' آلِ یعقوب (بنی اسرائیل) میں متوارث چلی آرہی تھی-

وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾

۳ ۲۳ ۱۲

محفوظ رہے گا)۔

۴۰ سلیمانؑ اپنے آپ کو ہمارے قوانین کے بہت قریب رکھتا تھا اور ہر معاملہ میں انہی کی طرف رجوع کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے ہر کام کا مآل نہایت حسین اور خوشگوار ہوتا تھا۔

۴۱ اور ہمارے بندے ایوبؑ کی سرگزشت کو بھی سامنے رکھو (۲۱/۸۳-۸۴)۔ وہ ایک سفر میں بڑی جانکاہ مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ساتھی اس سے بچھڑ گئے۔ پانی ختم ہو گیا۔ وہ سفر کی تکان اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس پر اُسے سانپ نے ڈس لیا۔ اس طرح اسے مصائب و تکالیف کے ہجوم نے گھیر لیا۔ (لیکن اس نے بڑے استقلال سے ان سب کا مقابلہ کیا)۔

۴۲ ہم نے اس کی راہ نمائی ایک ایسے مقام کی طرف کر دی جہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ تھا۔ وہ وہاں پہنچا۔ پانی پیا۔ نہایا۔ مارگزیدہ پاؤں کو پانی میں رکھ کر ہلاتا رہا جس سے حدّت رفع ہوئی۔

۴۳ پھر اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ آ ملے۔ بلکہ ان کے ساتھ اتنی تعداد میں ایک اور جماعت بھی (ایمان لے آئی)۔ یہ سب کچھ ہماری طرف سے سامانِ رحمت و ربوبیت تھا۔ اس واقعہ میں صاحبانِ عقل و بصیرت کے لئے سامانِ موعظت ہے۔

۴۴ (سانپ کاٹے کے علاج کے لئے اُس سے لوگ کہتے رہے کہ وہ اُس زمانے کی عام توہم پرستی کے مطابق 'جھاڑ پھونک' جنتر منتر کرائے' لیکن چونکہ ان باتوں میں شرک کا شائبہ پایا جاتا تھا اس لئے وہ) ان کی طرف قطعاً مائل نہ ہوا' بلکہ جڑی بوٹیوں سے اپنا علاج کرتا رہا۔ اس طرح اسے شفا ہو گئی۔

اس نے اس تکلیف کو بڑی پامردی سے برداشت کیا اور کہیں بھی ہمارے قانون کی خلاف ورزی نہ کی۔ ہر معاملہ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا رہا۔ (یوں اس نے توہم پرستی کی جڑ کاٹ دی جس میں لوگ مبتلا تھے)۔

۴۵ اسی طرح ہمارے بندے ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ بھی تھے۔ ان کی داستانِ حیات کو

إِنَّا أَخْلَصْنٰهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾

بھی اپنے سامنے رکھو۔ انہیں ہم نے قوت و اقتدار بھی عطا کیا تھا اور علم و بصیرت بھی۔

۴۶ ان کی خصوصیتِ کبریٰ یہ تھی کہ وہ ہر معاملہ میں مستقبل کی زندگی کو پیشِ نظر رکھتے تھے (اس لئے کبھی قوانینِ خداوندی سے الگ ہٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے) اسی خصوصیت کی بنا پر ہم نے انہیں، باقی لوگوں سے الگ کر کے، ایک خاص جماعت بنا دیا تھا۔

۴۷ وہ ہمارے نزدیک، منتخب افرادِ انسانیہ تھے جو بھلائی کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

۴۸ اسی طرح اسمٰعیلؑ الیسعؑ۔ اور ذی الکفلؑ کی داستانِ حیات کو اپنے سامنے رکھو۔ یہ بھی دیگر انبیاءؑ کی طرح، نوعِ انسان کی منفعت بخشیوں میں سب سے آگے رہتے تھے۔

۴۹ یہ تاریخی یادداشتیں ہیں ان لوگوں (انبیاء) کی (جنہوں نے اس سے پہلے قوانینِ خداوندی کی اطاعت اور نفاذ میں بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔ ان کی سرگزشت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ) جو لوگ قوانینِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں، انہیں شروع میں کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ اٹھانی پڑیں، آخر الامر انہیں نہایت خوشگوار ٹھکانے مل جاتے ہیں۔ ان کا انجام بڑا حسین ہوتا ہے۔

۵۰ یعنی اس زندگی میں بھی جنتی معاشرہ، اور آخرت میں بھی جنتِ دوام، جس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۵۱ (ایسا ہی جنتی معاشرہ تمہاری جماعت کے لئے ہوگا جو نظامِ خداوندی کی تشکیل کیلئے مصروفِ جدوجہد ہے) یہ لوگ آسائشوں کی جنت میں تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کی طلب پر، ہر جگہ سے بہترین پھل اور مشروبات ان کے لئے چلے آئیں گے۔

۵۲ (یہ جنتی آسائشیں صرف مردوں کے لئے ہی نہیں ہوں گی)۔ ان کے ساتھ ان کی ہم جنس، یعنی انہی جیسی خصوصیات کی پیکر، عورتیں بھی ہوں گی ـــــ حیا کے مجسمے جن کی نگاہیں کبھی بیباک نہ ہوں۔

۵۳ یہ ہوگا نقشہ اس معاشرہ کا جو تمہارے اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت مرتب ہوگا۔

إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُو النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا هَٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

---

۵۴ یہ ہمارا عطا کردہ سامانِ زیست ایسا ہوگا جس میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

۵۵ ایک طرف تو یہ ہوگا۔ اور دوسری طرف' ان لوگوں کے لئے جو ہمارے قوانین سے سرکشی برتتے ہیں' بہت برا ٹھکانہ ہوگا۔

۵۶ یعنی جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے اور جلتے بھنتے رہیں گے۔ وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہوگا۔

۵۷ یہ نتیجہ ہوگا ان کے اپنے اعمال کا —— وہاں سامانِ زیست تو ہوگا لیکن ایسا جس سے تسکین ہونے کے بجائے' اور اضطراب بڑھ جائے۔ جس سے نشو و نما نہ ہو سکے۔ (مثلاً) پانی ہوگا' لیکن یا تو کھولتا ہوا اور یا یخ بستہ۔ اِن دونوں سے کھیتی جل جاتی ہے۔ (۲۲/۱۹)۔

۵۸ اور اسی قسم کے دیگر انواع و اقسام کے عذاب۔

۵۹ اِن کے لیڈروں سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے متبعین کی فوج ہے جو تمہارے ساتھ جہنم میں داخل ہو رہی ہے۔ (اِس لئے کہ یہ اندھا دھند تمہارے پیچھے چلا کرتی تھی)۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ انہیں ذرا سی کشاد اور آسائش نہیں ملنی چاہیئے۔ انہیں ہمیشہ جہنم میں جلتے بھنتے رہنا چاہیئے۔ (انہی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تو ہم بھی اس قدر سرکش ہو گئے تھے)۔

۶۰ وہ متبعین کہیں گے کہ آج تم ہمیں موردِ الزام ٹھہراتے ہو حالانکہ تم نے خود ہی سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس لئے تمہارے لئے بھی کوئی آسائش اور کشاد نہیں ہونی چاہیئے۔ تم ہی نے تو یہ جہنم ہمارے لئے تیار کرایا ہے۔ سو اب دیکھو کہ یہ کیسی بُری جگہ ہے رہنے کی! (۱۴/۲۱ ؛ ۳۳/۴۶ ؛ ۳۴/۳۲ ؛ ۳۷/۲۹ ؛ ۴۰/۴۷)۔

۶۱ پھر وہ خدا کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ کمبخت جو ہمارے لئے یہ مصیبت لائے ہیں' تو اُن کے لئے عذاب جہنم کو دُگنا کر دے۔ (ایک ان کے اپنے جرائم کے بدلے میں' اور دوسرا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا تھا)۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ

(۴) (۴۰) (۱۲)

۶۲ پھر وہ اپنے لیڈروں سے (طنزاً) کہیں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم یہاں' جہنم میں' ان لوگوں کو نہیں دیکھتے (یعنی مومنین کو) جنہیں ہم' (تمہارے کہنے کے مطابق) بڑے مفسد اور شرارتی تصور کیا کرتے تھے؟

۶۳ اور انہیں ذلیل و خوار سمجھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔
اُن لوگوں کو کیا ہو گیا وہ کہاں گئے؟ کیا وہ یہاں' جہنم میں' فی الواقعہ نہیں ہیں' یا ہماری نگاہیں اُچٹ جاتی ہیں اور وہ ہمیں دکھائی نہیں دیتے!

۶۴ جہنم والوں کے اس قسم کے باہمی جھگڑے ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

۶۵ (اے رسول!) ان سے کہدو کہ میں تمہیں اس آنے والی تباہی سے آگاہ کر رہا ہوں اور تم سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ کائنات میں خدائے واحد القہّار کے علاوہ' اور کسی کا غلبہ و اقتدار نہیں۔ وہ اکیلا تمام قوتوں کا مالک ہے۔

۶۶ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' وہی ان سب کا آقا اور پروردگار ہے۔ وہ بڑے غلبہ کا مالک ہے۔ اور صرف اسی کے قانون کی رو سے انسان کو تمام خطرات سے سامان حفاظت مل سکتا ہے۔

۶۷ ان سے کہو کہ وہ آنے والا انقلاب جس کی میں تمہیں خبر دے رہا ہوں' ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔

۶۸ تم اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے اور اس سے یونہی رُوگردانی کر رہے ہو۔ اس کا انجام بہت برا ہو گا۔

۶۹ (تم کہتے ہو کہ میں اس قسم کی باتیں اپنی طرف سے بنا کر کہتا ہوں۔ تم اس پر غور کرو کہ مستقبل کے متعلق تو تم کہہ سکتے ہو کہ نہ معلوم یہ وحی ہے یا میری خود ساختہ باتیں' لیکن ماضی کے جو واقعات میں بیان کرتا ہوں) ان کا تو مجھے اس سے پہلے کچھ علم نہیں تھا۔ وہ باتیں میں از خود کیسے بنا سکتا ہوں۔ مثلاً انبیائے سابقہ کے واقعات' اور ان کے مخالفین میں سے بڑے بڑے سرداروں کے باہمی جھگڑے اور بحث و تمحیص[لہ]۔

لہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۶۴ پر دیکھئے۔

يَخْتَصِمُونَ ﴿۶۹﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۷۰﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿۷۱﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۷۳﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۷۵﴾

۷۰ سو جس وحی سے مجھے ماضی کی یہ باتیں معلوم ہوئیں وہی وحی مجھے یہ بتاتی ہے کہ تمہاری اس غلط رَوِش کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوگا۔ اس سے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔

۷۱ (اسی وحی نے مجھے اس قسم کے عظیم حقائق بھی بتائے ہیں کہ انسان کی ممکنات کیا ہیں اور اس کی نفسیاتی کشمکش کیا۔ یہ حقائق مجھ پر قصۂ آدم کے تمثیلی انداز میں منکشف کئے گئے ہیں جیسے اس سے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے اور جسے مختصر الفاظ میں پھر دہرایا جاتا ہے ——— اس کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے) کہ جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں انسان کی تخلیق کی ابتدا جامد مادہ سے کرنے والا ہوں۔ (۱۵/۲۶ — ۳۹)۔

۷۲ سو جب ایسا ہو کہ وہ زندگی کی مختلف ارتقائی منازل طے کر کے اس مقام تک پہنچ جائے جہاں اس میں ٹھیک ٹھیک تناسب اور توازن قائم ہو جائے اور میں اس میں اپنی توانائی کا ایک شمہ ڈال دوں اور یوں وہ صاحبِ اختیار و ارادہ انسانی ذات کا حامل بشر بن جائے، تو تم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا

۷۳ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق تمام کائناتی قوتیں انسان کے سامنے جھک گئیں۔

۷۴ لیکن اس کے سرکش جذبات اس کے سامنے نہ جھکے۔ انہوں نے اس سے بغاوت کی اور جھکنے سے انکار کر دیا۔ (۲/۳۴)۔

۷۵ خدا نے ابلیس (انسان کے سرکش جذبات) سے پوچھا کہ تم اس کے سامنے کیوں نہیں جھکے (۷/۱۲)۔ تم نے کیوں سرکشی اختیار کر لی! تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے اسے کس حسن و خوبی

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۶۳) لہ ہم نے (۳۷/۸) میں اَلْمَلَإِ الْاَعْلٰی سے مفہوم خدا کا امر لیا ہے جہاں کائناتی معاملات طے پاتے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اس کے ساتھ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ آیا ہے جس کی وجہ سے وہ مفہوم لینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ عالمِ امر میں "باہمی جھگڑوں" کا کیا کام! اس لئے ہم نے یہاں اس سے مراد وہ بڑے بڑے سردار لئے ہیں جو انبیائے کرام کی مخالفت کرتے تھے اور باہمدگر جھگڑتے تھے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس اختصام (باہمی جھگڑنے) کا اشارہ تخلیقِ آدم کے وقت ملائکہ کا استفسار ہے (جس کا ذکر ۲/۳۰ میں آچکا ہے)، لیکن اسے بھی اختصام نہیں کہا جا سکتا۔

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٦﴾

سے پیدا کیا۔ اور کس قدر صاحبِ اختیار بنایا ہے۔ کیا تو اس سے بڑا بننا چاہتا ہے یا اپنے آپ کو ملائکہ سے بھی اونچا سمجھتا ہے۔

(۷۶) اس نے کہا کہ میں اپنے آپ کو آدم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تو نے مجھے نار سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ (انسان کا طبیعی جسم' اس کے تند و تیز جذبات کے تابع رہتا ہے۔ اسے غصہ آتا ہے تو اس کا ہاتھ خود بخود اٹھ کر فریقِ مقابل کے سینے میں خنجر گھونپ دیتا ہے)۔

(۷۷) خدا نے کہا کہ تو اس حالت سے نکل جا۔ تو ہر قسم کی سعادت سے محروم ہو گیا۔ (اگر انسان اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے اور انہیں قوانینِ خداوندی کے تابع نہ رکھے تو یہ زندگی کی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے)۔

(۷۸) اور تیری یہ محرومی 'یَوْمِ الدِّیْنِ' تک ہوگی جب ظہورِ نتائج کا دور آئے گا۔

(۷۹) اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے یوم البعث تک مہلت دیدے (۱۵/۳۶)۔

(۸۰) خدا نے کہا کہ ہاں' تجھے اُس وقت تک کے لئے مہلت دیجاتی ہے۔ یعنی ایک

(۸۱) "وقتِ معلوم" تک۔ (۱۵/۳۷ — ۳۸)۔

(۸۲) اس نے کہا کہ تیرے غلبہ و تسلط کی قسم۔ تو دیکھ کہ میں ان انسانوں کو کس طرح تیرے صحیح راستے سے بہکاتا ہوں۔

(۸۳) بجز تیرے ان بندوں کے جو اس ہجوم سے الگ ہٹ کر تیرے قانون کا اتباع کریں۔

(۸۴) خدا نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے۔ اور جو میں کہتا ہوں وہ بھی حقیقت ہے۔

(۸۵) یعنی یہ کہ میں تجھ سے' اور جو تیرا اتباع کریں گے ان سب سے' جہنم کو بھر دوں گا۔

(۸۶) اے رسول! ان سے کہہ دو کہ یہ ہے تباہی کا وہ راستہ جس کی طرف جانے سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ اور اس کے بدلے میں تم سے کچھ مانگتا نہیں۔ نہ ہی یہ کچھ محض دکھاوے کے لئے کر رہا ہوں' (میرا دل تمہاری تباہی کے تصور سے کڑھتا ہے' اور تمہاری ہمدردی کو

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

۵
۴۲
۱۴

بہی خواہی کا تقاضا ہے کہ میں تمہیں حتی الامکان اس تباہی سے بچاؤں)۔

(لیکن اگر تم میری تنذیر پر کان نہیں دھروگے تو اس سے خدا کے اس ضابطۂ قوانین کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں)۔ یہ تو تمام اقوامِ عالم کے لئے راہ نمائی کا ضابطہ ہے۔ (جو قوم بھی اسے اپنالے گی' زندگی کی خوشگواریوں سے ہم کنار ہو جائے گی)۔

اس کے اس دعوے کو تم ایک وقت کے بعد خود جان لو گے (جب تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے سامنے آئیں گے ۔۔۔ یا مستقبل کی تاریخ بتادے گی کہ اس کے تمام دعاوی کس قدر حقیقت پر مبنی ہیں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝١ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝٢ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝٣

---

۱ یہ ضابطۂ قوانین اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو ہر شے پر غالب ہے اور تمام سلسلۂ کائنات کو اپنی تدبیر کے مطابق چلائے جا رہا ہے۔

۲ ہم نے (اے رسول!) اس ضابطۂ قوانین کو تیری طرف ٹھیک ٹھیک انداز سے نازل کیا ہے۔ اس سے صحیح تعمیری نتائج مرتب ہوں گے۔ اب کرنے کا کام یہ ہے کہ تم ' ہر طرف سے منہ موڑ کر' نہایت شد و مد سے اس کی اطاعت کئے جاؤ۔

۳ اور اس امر کا عام اعلان کر دو کہ اطاعت صرف قوانین خداوندی کی ہونی چاہئے۔ جو لوگ' خدا کے علاوہ' اوروں کو اپنا کارساز و کارفرما قرار دیتے ہیں' ان کا کہنا یہ ہے کہ وہ ان کی اطاعت (پرستش) اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ان کا وسیلہ بن کر انہیں خدا کا مقرب بنا دیں۔ (یہ ان کی سخت بھول ہے۔ خدا کا مقرب بننے کے لئے کسی وسیلہ اور ذریعہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا طریق فقط یہ ہے کہ خدا کے اس ضابطہ قوانین کی اطاعت کی جائے۔ ۵/۳۵ ؛ ۱۷/۵۷)

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

بہرحال' اس باب میں یہ لوگ الگ الگ مسلک اختیار کرتے ہیں۔ اب اللہ (اس قرآن کے ذریعے) ان تمام اختلافی امور کا فیصلہ کر دے گا اور یہ بتا دے گا کہ) جو شخص ہماری طرف کسی قسم کی جھوٹی بات منسوب کرے' یا جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے اس پر پردے ڈالے' وہ کبھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا۔

۴ (خدا تک پہنچنے کے لئے انسانی وسیلہ کے باطل عقیدہ نے یہ خیال خام پیدا کر دیا کہ خدا کی اولاد بھی ہے۔ اس لئے اُس تک پہنچنے کے لئے' اس کی اولاد سے بڑھ کر اور کونسا ذریعہ محکم تر ہو سکتا ہے۔ عیسائیوں کا ابنیتِ مسیح کا عقیدہ اسی تصور کا پیدا کردہ ہے)۔ ان سے کہو کہ اگر اللہ نے اپنا بیٹا ہی بنانا ہوتا (تو اسے اس تکلف کی کیا ضرورت تھی کہ اسے کسی عورت کے بطن سے پیدا کرتا)۔ وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا' براہِ راست' اپنا بیٹا چن لیتا۔ لیکن خدا اس سے بہت بلند ہے کہ اسے اولاد کی احتیاج ہو۔ وہ خدائے واحد ہے۔ اور تمام قوتوں کا مالک

۵ اس نے اس تمام سلسلۂ کائنات کو' ٹھیک ٹھیک انداز سے' تعمیری نتائج مرتب کرنے کے لئے' پیدا کیا ہے۔ اس نے زمین کی گردش کو اس انداز سے متعین کیا ہے کہ رات کو' دن کے اوپر لپیٹا جاتا ہے' اور دن کو رات کے اوپر۔ (گویا' دن اور رات زمانہ کی پگڑی کے پیچ ہیں جنہیں وہ مسلسل لپیٹتا چلا جا رہا ہے)۔ اور اس نے سورج اور چاند کو اپنے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ ان اجرامِ فلکی میں سے ہر ایک' ایک مدتِ معینہ تک کے لئے' اپنے اپنے راستے پر چلا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اُس خدا کے قوانین کے مطابق ہو رہا ہے جو پورے پورے غلبہ کا مالک ہے اور ہر شے کی حفاظت کا سامان رکھتا ہے۔ (اس لئے اسے اولاد کی کیا احتیاج ہے؟)

۶ اس نے تمہاری تخلیق کی ابتدا' ایک جرثومۂ حیات سے کی (۴/۱)۔ پھر اسی ایک جرثومہ کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم کر دیا کہ اس میں سے ایک حصہ نر بن گیا اور دوسرا مادہ۔ اور اس نے تمہارے لئے مویشیوں کی آٹھ قسمیں بنائیں (یعنی اونٹ' گائے' بھیڑ' بکری

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ

کے نر اور مادہ جوڑے - ~~۱۴۴~~ ۱۴۶)- جب تم رحمِ مادر میں ہوتے ہو تو وہ عجیب انداز سے تم میں تخلیقی تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے ―― کبھی ایک حالت - پھر اس کے بعد دوسری حالت ―― اور یہ سب کچھ (ایک دو نہیں بلکہ) تین تین پردوں کے اندر ہوتا رہتا ہے[1]۔

یہ ہے تمہارا اللہ جس کے نظامِ ربوبیت کے مطابق تمہاری اس طرح نشوونما ہوتی رہتی ہے - کائنات میں تمام اقتدار و اختیار اُسی کا ہے - اس کے سوا کسی اور کو کوئی اقتدار حاصل نہیں۔

سو بتاؤ کہ تم (خدا کے قوانین سے منہ موڑ کر) کس طرف جا رہے ہو؟ (کوئی اور سمت جانے کی ہے بھی!)۔

۷ (ان حقائق کے پیشِ نظر، عقل و بصیرت کا تقاضا تو یہی ہونا چاہیئے کہ تم قوانینِ خداوندی ہی کی اطاعت کرو لیکن اگر تم ان قوانین سے سرکشی برتو گے تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا - وہ تمہاری اطاعتوں سے مستغنی ہے - اگر تم اس کے قوانین سے انکار کر کے اپنے خود ساختہ قوانین کے مطابق زندگی بسر کرو گے تو یہ روش وہ ہوگی جو اس نے انسانیت کی نشوونما کے لئے تجویز نہیں کی - اگر تم اس کے قوانین کے مطابق چلو گے تو یہ وہ طریق ہوگا جسے اس نے تمہاری نشوونما کے لئے تجویز کیا ہے - (لہٰذا اُس کے قوانین کا ماننا' نہ ماننا' تمہارے اپنے فائدے اور نقصان کے لئے ہے - اور اسے بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے قانونِ مکافات کی رُو سے) ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج خود بھگتتا ہے - کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا - تمہارا ہر قدم' اس کے قانونِ مکافات کی طرف اُٹھ رہا ہے - تم اس کے دائرہ سے باہر کہیں جا نہیں سکتے - اسلئے تمہارے ایک ایک عمل کا نتیجہ تمہارے سامنے آکر رہے گا ―― صرف انہی اعمال کا نہیں جو محسوس طور پر نظر آتے ہیں - تمہارے اُن خیالات اور ارادوں تک کا بھی جو تمہارے دل میں گذرتے ہیں۔

۸ لیکن انسان کی حالت عجیب ہے - جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے

[1] یعنی پیٹ - رحم اور وہ جھلی جس کے اندر جنین ہوتا ہے ― ویسے' اس جھلی کی بھی دو تہیں ہوتی ہیں - اس اعتبار سے یہ دو جھلیاں اور رحم کی دیوار' تین پردے بن جاتے ہیں۔

عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾

پروردگار کو دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ پکارتا ہے۔ لیکن جب اس کے بعد اسے آسائش مل جاتی ہے تو وہ اپنی اس تمام گریہ وزاری کو بھول جاتا ہے جس کے ساتھ وہ خدا کو پکارتا تھا' اور کہنے لگتا ہے کہ یہ مصیبت تو فلاں کی وجہ سے دور ہوئی۔ اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے گمراہ کرتا ہے۔

تم ان سے کہدو کہ تم' قوانین خداوندی سے انکار و سرکشی کر کے' جس قدر مفاد حاصل کرنا چاہتے ہو' کچھ وقت کے لئے حاصل کر لو۔ پھر آخر الامر یہ سب کچھ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔

۹ (ایک شخص وہ ہے جو اس قسم کی زندگی بسر کرتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس' دوسرا شخص ہے) جو قوانین خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرتا ہے۔ اپنی جملہ صلاحیتوں کو نظام خداوندی کے لئے وقف کئے ہے (دن کی بھرپور مصروفیتوں میں تو ایک طرف۔ وہ عند الضرورت) راتوں کو بھی کھڑے اور جھکے ہوئے اس کی اطاعت کوشی میں مصروف رہتا ہے۔ اور یہ سب اس لئے کہ اس کی نگاہ صرف مفادِ عاجلہ پر نہیں۔ وہ مستقبل پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور بہت محتاط رہتا ہے کہ اس میں کوئی خرابی واقع نہ ہو جائے۔ وہ چاہتا یہ ہے کہ خدا کی رحمت و ربوبیت کا نظام عام ہو جائے۔

ان سے پوچھو کہ کیا یہ دونوں شخص کبھی ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا وہ جو اس حقیقت کا علم رکھتے ہیں (کہ انسانی زندگی کا مقصود و منتہیٰ کیا ہے) اور وہ جو اس سے بے خبر ہیں' برابر ہو سکتے ہیں؟

لیکن ان تنبیہات سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل و خرد سے کام لیں۔ (نہ وہ جو محض اپنے جذبات کے پیچھے لگے رہیں)۔

۱۰ ان سے کہو کہ (خدا کہتا ہے کہ) اے وہ لوگو جو ان حقائق پر یقین رکھتے ہو' تم اپنے

قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ ٱللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِى ﴿١٤﴾ فَٱعْبُدُوا۟ مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِۦ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْخَٰسِرِينَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٥﴾

نشوونما دینے والے کے قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو- یاد رکھو! جو لوگ ان قوانین کے مطابق، حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے لئے اس زندگی میں بھی خوشگواریاں ہیں اور آخرت میں بھی سرفرازیاں — لہٰذا تم اُس کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ اگر اس کے لئے کوئی ایک خطۂ زمین راس نہیں آتا تو کسی دوسری جگہ سازگار فضا تلاش کر لو) خدا کی زمین بڑی وسیع ہے۔ (یونہی ہمت ہار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ استقامت سے کام لو) - خدا تمہاری اس استقامت کا اجر اس انداز سے دے گا جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔

۱۱ ان سے کہدو کہ (تم اپنے لئے جو فیصلہ جی چاہے کرو) مجھے تو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں قوانینِ خداوندی کی اطاعت اس طرح سے کروں کہ اس میں کسی اور کی اطاعت اور محکومیت پذیری کا شائبہ تک نہ ہو۔

۱۲ اور اس طرح، اس جماعت کا پہلا فرد بن جاؤں جس نے ان قوانین کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا ہے۔ (یعنی میرا کام صرف دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا ہی نہیں۔ میرا کام یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے خود ان قوانین کی اطاعت کروں۔ اور اس کے بعد دوسروں کو اس کی دعوت دوں اور ایسے لوگوں کی ایک جماعت تیار کروں)۔

۱۳ ان سے کہدو کہ خدا کا قانونِ مکافات ایسا ہے کہ (اس کے نتائج میں کسی کی ذرہ برابر رعایت نہیں کی جاتی۔ اور تو اور) اگر میں بھی اس کے قوانین کی خلاف ورزی کروں، تو مجھے ڈر ہے کہ ظہورِ نتائج کے وقت اس کے عذاب سے کبھی نہ بچ سکوں۔ (اور جب میری اپنی حالت یہ ہے تو تم سوچو کہ میں کسی اور کو ان کے نتائج سے کیسے بچا سکتا ہوں۔ اس باب میں کسی کی کچھ نہیں چل سکتی)۔

۱۴ اس لئے، میں قوانینِ خداوندی کی اطاعت اس طرح کرتا ہوں کہ اس میں کسی اور کی اطاعت کا شائبہ تک نہ ہو۔ (تم بھی ایسا ہی کرو)۔

۱۵ میرا مسلک تو یہ ہے۔ تم اگر خدا کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنا چاہتے ہو، تو تمہاری

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

مرضی۔ تم جس کی جی چاہے اطاعت اختیار کرو۔ اس کا نقصان تم خود اٹھاؤ گے۔ یاد رکھو! اصل نقصان میں وہی لوگ رہیں گے جنہوں نے مستقبل کی زندگی میں' اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو نقصان میں رکھا۔ یہ ایسا نقصان ہے جس کے فی الواقعہ نقصان ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔

۱۶ اُس نقصان زدہ زندگی کی صورت یوں سمجھو کہ اوپر سے بھی' خاکستر کر دینے والے شعلے برسیں گے اور نیچے سے بھی ایسے ہی شعلے۔ یہ ہے وہ ہمہ گیر تباہی جس سے اللہ اپنے بندوں کو آگاہ کرتا ہے۔ اور ان سے کہتا ہے کہ تم اس سے بچنے کے لئے میرے قوانین کی پناہ میں آجاؤ۔

۱۷ یاد رکھو! جو لوگ غیر خداوندی قوتوں کی اطاعت سے محترز رہتے ہیں اور زندگی کے ہر قدم پر قوانینِ خداوندی کی طرف رجوع کرتے ہیں' ان کے لئے زندگی کی خوشگواریوں کی خوشخبری ہے۔

۱۸ یہ خوشخبری اُن لوگوں کے لئے ہے جو اس قرآن کو نہایت غور و خوض سے سنتے (اور سمجھتے) ہیں۔ اور پھر دیکھتے ہیں کہ جو معاملہ زیرِ نظر ہے' اُس کے لئے اس کا کونسا حکم سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔ اس حکم کا اتباع کرتے ہیں۔ (اسی کو تدبر فی القرآن کہا جاتا ہے۔ ۲۹/۳۸ ؛ ۲۴/۴۷)۔ یہ ہیں وہ لوگ جو خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں' انہی کو صحیح معنوں میں صاحبانِ عقل و بصیرت کہا جا سکتا ہے۔ (یعنی قرآن پر غور و فکر کرنے والے اور اس کی روشنی میں اپنی عقل سے کام لینے والے)۔

۱۹ جو شخص اس روش کے خلاف چلتا ہے' اس کا انجام' قانونِ خداوندی کے مطابق' تباہی ہے۔ ایسے شخص کو' اس تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

۲۰ لیکن جو لوگ اپنے نشو و نما دینے والے کے قانونِ ربوبیت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں' ان کے لئے زندگی کی کشادگیاں اور فراوانیاں۔ بلندیاں اور سرفرازیاں

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

(۲، ۱۲، ۱۶)

ہیں۔ وہ جوں جوں ارتقائی منازل طے کرتے چلے جاتے ہیں، ان فراوانیوں اور سرفرازیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی زندگی کی عمارت بڑی محکم بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ ان کے حسنِ عمل کی شادابیوں میں کبھی کمی اور افسردگی نہیں آتی۔ یہ خدا کے قانونِ ربوبیت کا حتمی اور اٹل نتیجہ ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا۔

۲۱ (اس کا مشاہدہ کہ خدا کا قانونِ ربوبیت کس طرح اپنے نتائج مرتب کرتا ہے، تم ہر روز کرتے رہتے ہو۔ مثلاً) تم دیکھتے ہو کہ اللہ بادلوں سے مینہ برساتا ہے اور اس سے زمین میں (ندی۔ نالے اور) چشمے بہتے ہیں۔ اس پانی سے رنگارنگ کی کھیتیاں اُگتی ہیں۔ پھر فصلیں پک کر خشک ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہیں (اور اس طرح اناج الگ ہو جاتا ہے اور بھوسہ الگ)۔

ربوبیت کے اس کائناتی نظام میں صاحبانِ عقل و بصیرت کے لئے سوچنے اور سمجھنے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں

۲۲ (ان امور پر غور کرنے سے انسان کا دل، خدا کے قانون کو قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے) سو جس کا دل، اس طرح 'اسلام کے لئے کھل جائے' اور وہ اپنے نشوونما دینے والے کی عطا کردہ روشنی (وحی) میں سفرِ زندگی طے کرے (کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا) جس کا دل قانونِ خداوندی کی قبولیت کے لئے پتھر جیسا سخت اور جامد ہو جائے۔ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، اور ان کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔

۲۳ اللہ نے اس وحی کو اس انداز سے نازل کیا ہے کہ یہ اپنے حسنِ توازن میں کمال تک پہنچ گئی ہے۔ اس کی ہر ایک شق دوسری سے ملتی ہے۔ کہیں کوئی اختلاف نہیں۔ تضاد نہیں۔ پھر اس کے مطالب کی وضاحت متضاد چیزوں کو سامنے لا کر کی گئی ہے — مثلاً نور کے مقابلہ میں ظلمات۔ حیات کے مقابلہ میں ممات وغیرہ۔ اس تقابل سے بات بڑی واضح ہو جاتی ہے۔

ربّھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ ذٰلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد ﴿۲۳﴾ افمن یتقی بوجھہ سوء العذاب یوم القیٰمۃ وقیل للظٰلمین ذوقوا ما کنتم تکسبون ﴿۲۴﴾ کذب الذین من قبلھم فاتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون ﴿۲۵﴾ فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ﴿۲۶﴾

—— نیز (تصریف) آیات ربات کو دہرانے) سے بھی اس کے مطالب کو واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح، یہ کتاب، اپنی تفسیر آپ کر دیتی ہے۔ (ﷺ)۔

جو لوگ قرآن پر اس طرح غور و فکر کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اس کی خلاف ورزی کے نتائج کس قدر تباہ کن ہیں، تو اس احساس سے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے —— لیکن اس سے ان کے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ ان کے دل، قوانین خداوندی کی اطاعت کے لئے اور نرم ہو جاتے ہیں۔

یہ ہے وہ ضابطۂ ہدایت جس سے وہ ہر اس شخص کی صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کر دیتا ہے جو اس سے راہ نمائی حاصل کرنا چاہے۔ لیکن جو شخص کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جسے یہ وحی غلط قرار دیتی ہے، تو اسے منزلِ مقصود تک کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ (یاد رکھو —— غلط راستہ کبھی صحیح منزل تک نہیں پہنچایا کرتا)۔

۲۴ ذرا سوچو کہ جو شخص (قانونِ خداوندی کو سپر بنانے کے بجائے) خود اپنے آپ کو سپر بنائے اور اس طرح تباہی کے عذاب سے بچنا چاہے (وہ کبھی اس عذاب سے بچ سکتا ہے؟ یہ اس کی بھول ہے)۔ اُس وقت (ظہورِ نتائج کے وقت) اِن لوگوں سے جنہوں نے قانونِ خداوندی سے سرکشی برتی ہوگی، کہا جائے گا کہ تم اپنے اعمال کے نتائج کا مزہ چکھو۔ اس عذاب سے (ان میں سے) کوئی نہیں بچ سکے گا۔

۲۵ اِن سے پہلے بھی کئی قوموں نے قوانینِ خداوندی کو جھٹلایا تھا۔ سو اُن پر اُن اُن راستوں سے تباہی آئی جو اُن کے عقل و شعور میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔

۲۶ اُنہیں اِس دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی نصیب ہوئی —— باقی رہا آخری زندگی کا عذاب سو وہ اس سے کہیں بڑا ہوگا۔

اے کاش! یہ لوگ اس بات کو سمجھ لیتے (کہ جو کچھ اقوامِ سابقہ کے ساتھ ہوا، وہی کچھ

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴿٣٠﴾

ان کے ساتھ بھی ہوگا)۔

۲۷ ہم اس قرآن میں مختلف مثالوں، اور اقوام سابقہ کی تاریخی یادداشتوں سے مطالب کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔

۲۸ اسی مقصد کے لئے ہم نے اس قرآن کو صاف اور غیر مبہم زبان (عربی) میں نازل کیا ہے۔ اس میں کسی قسم کا پیچ وخم نہیں۔ ابہام اور ایہام نہیں۔ تاکہ یہ لوگ (اسے سمجھ کر) زندگی کے خطرات سے بچ کر چلیں۔

(ایک خدا کے احکام وقوانین کی اطاعت سے کس قدر سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے) اس کا اندازہ ایک مثال سے لگاؤ۔

۲۹ ایک شخص بہت سے لوگوں کا مشترکہ ملازم ہے۔ اُس کے وہ آقا بڑے تنگ نظر بھی ہیں، اور تند خوئی کی وجہ سے جھگڑنے والے بھی —— (ذرا سوچو کہ ایسے آقاؤں کی ملازمت میں اس شخص کی حالت کیا ہوگی؟) اس کے برعکس، دوسرا شخص ہے جو صرف ایک ہی مالک کا ملازم ہے۔

کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوگی؟ کبھی نہیں ہو سکتی (اس سے اندازہ لگاؤ کہ جو شخص دنیا میں مختلف قوتوں کے احکام، یا خود اپنے جذبات کے تابع چلے جن میں ہر وقت کشمکش جاری رہتی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک ایسا شخص جو صرف ضابطۂ خداوندی کا اتباع کرے، جس میں کوئی ریب وتشکیک نہیں۔ کوئی نفسیاتی کشمکش یا اضطراب انگیز بات نہیں، —— کہو کہ ان میں سے کون اطمینان کی زندگی بسر کرے گا! (۱۲/۳۹)۔

یہ ہے خدا کا ضابطۂ قوانین —— سو کس قدر درخور حمد وستائش ہے اس قسم کا ضابطہ جس کی اطاعت میں زندگی کے ہر قسم کے تضادات خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ (عقل وخرد سے کام نہیں لیتے اور) اس حقیقت کو نہیں سمجھتے (کہ حقیقی راحت وسکون ایک خدا کے قوانین کی اطاعت ہی سے مل سکتا ہے)۔

۳۰ بہر حال ان لوگوں سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو نے بھی مرنا ہے انہوں نے

ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۳۱﴾

بھی مرنا ہے۔

۳۱ اس کے بعد ظہور نتائج کے وقت' یہ تمام معاملات' سامنے آجائیں گے۔ وہاں ان تمام جھگڑوں کے فیصلے ہو جائیں گے۔ اعمال کے نتائج خود بتا دیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ (کسی دعوے کے غلط یا صحیح ہونے کا ثبوت اس کے نتائج سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے[a]؟)

[a] PRAGMATIC TEST.
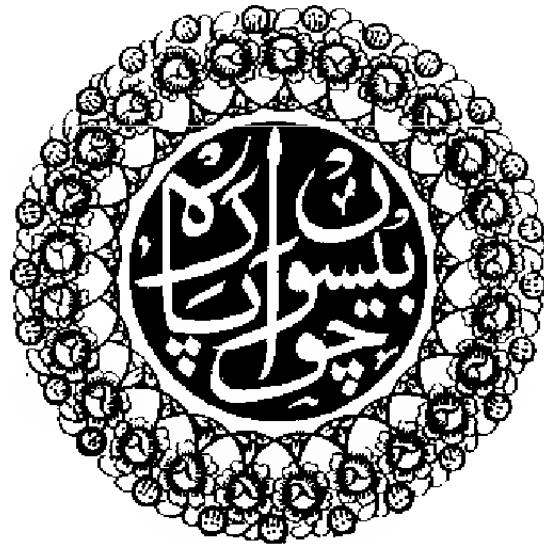
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۲ وہاں یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہ تھا جس نے اپنی طرف سے بات بنا کر اسے خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ اور نہ ہی اس سے زیادہ جس نے سچائی کو جھٹلایا جب وہ اُس کے سامنے آئی۔ وہاں یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ قوانینِ خداوندی سے انکار کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

۳۳ اس کے برعکس جس شخص نے سچائی کو پیش کیا' اور جس نے اُس سچائی کی تصدیق کی تو یہی لوگ ہیں جو غلط روش کے تباہ کن نتائج سے محفوظ رہیں گے

۳۴ وہ جو کچھ چاہیں گے انہیں اپنے نشوونما دینے والے کے قانونِ مکافات کی رو سے ملیگا — یہ ظاہر ہے کہ وہ چاہیں گے ہی وہی جو قوانینِ خداوندی کے مطابق ہوگا — جو لوگ بھی حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں گے ان کے اعمال کا ایسا ہی نتیجہ ہوگا۔

۳۵ ان کا حسنِ عمل' ان ناہمواریوں کو بھی دور کر دیتا ہے جو ان سے سہو و خطا کی

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾

بناپر) سرزد ہوجاتی ہیں اور مثبت طور پر ان کے لئے بہترین نتائج کا حامل بھی ہوتا ہے۔

۳۶ یہ لوگ تجھے ڈراتے ہیں کہ تو ان کے جن دیوتاؤں، مذہبی پیشواؤں یا سرغنوں کی مخالفت کرتا ہے وہ تجھے نقصان پہنچائیں گے۔ ان سے کہو کہ مجھے ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ اپنے بندے کے لئے کافی محافظ ہے۔

دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ عقل و فکر سے کام نہیں لینا چاہتے۔ بلکہ اپنی مفاد پرستی کا اتباع، یا آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرنا چاہتے ہیں اور خدا کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی روش اختیار کرلیں، اور ضد اور تعصب کو چھوڑنا نہ چاہیں، ان کے سامنے زندگی کا صحیح راستہ آنہیں سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ) جو اس طرح غلط راستے پر چلا جائے اسے صحیح راستہ کون دکھا سکتا ہے؟

۳۷ اس کے برعکس، جو شخص اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر ضابطہ خداوندی کا بتایا ہوا صحیح راستہ اختیار کرلے اسے کوئی غلط راستے پر نہیں لگا سکتا۔

(یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ اُس خدا کا قانون ہے جو) بڑی قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے، اور اس کی یہ قوت اور غلبہ اس مقصد کے لئے ہے کہ ہر ایک، اپنے اعمال کا صحیح صحیح بدلہ پا سکے۔

۳۸ اگر تو ان سے پوچھے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ اقرار کریں گے کہ انہیں اللہ ہی نے پیدا کیا ہے (۲۹/۶۱)۔ اِن سے کہو کہ جب ساری کائنات کا خالق اور مالک وہ ہے، تو پھر جن ہستیوں کو تم، اس کے سوا، پکارتے ہو، ان میں اس قسم کی قوت کیسے ہوسکتی ہے کہ اگر خدا (اپنے قانونِ مکافات کے مطابق) مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ اُس نقصان کو دور کردیں۔ یا (اسی قانون کے مطابق) وہ مجھ پر اپنی رحمت کی نوازش کرنا چاہے تو یہ اُسے روک لیں۔

ان سے کہو کہ جب واقعہ یہ ہے تو میرا یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے کہ میری حفاظت کیلئے

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

ع ۴ ۱

میرا خدا کافی ہے۔ (مجھے اُس کے قانونِ مکافات کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ ہے) اور ہر بھروسہ کرنے والا' اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔

(۳۹-۴۰) اِن سے کہدو کہ (یہ دیکھنے کے لئے کہ خدا کا قانونِ مکافات کس طرح اپنے نتائج مرتب کرتا ہے) تم اپنی جگہ' اپنے پروگرام کے مطابق' کام کرتے جاؤ۔ میں' اپنی جگہ' اپنے پروگرام کے مطابق' کام کرتا ہوں۔ نتائج خود بتا دیں گے کہ کون ذلیل و خوار ہوتا ہے اور کس پر وہ تباہی آتی ہے' جو آکر' پھر جایا نہیں کرتی —— یعنی ہلاکت انگیز تباہی —— (۶/۱۳۶ ; ۱۱/۹۳—۱۲۱ ; ۲۰/۱۳۵ ; ۳۹/۳۹)۔

(۴۱) (تو انہیں یہ چیلنج پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ دیدے۔ اس لئے کہ) ہم نے تیری طرف جو یہ ضابطۂ حیات نازل کیا ہے' اس کا ہر دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے' اور اس کا مقصد نوعِ انسان کی بھلائی ہے۔ جو شخص اس کے مطابق زندگی بسر کرے گا' اس کا فائدہ خود اُسی کو ہوگا۔ اور جو اسے چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرے گا' تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا۔ (اب یہ ان کے اپنے فیصلہ پر منحصر ہے کہ یہ کونسا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں)' تو ان پر داروغہ مقرر نہیں کیا گیا (کہ انہیں زبردستی سیدھی راہ پر چلائے)۔

(۴۲) (لیکن اختیار و ارادہ بھی تو اُسی کا روبہ عمل آسکتا ہے جو اپنے شعور سے کام لے۔ شعور کے معطل یا سلب ہو جانے کی حالت میں' انسان اپنے اختیار و ارادہ سے کام ہی نہیں لے سکتا۔ اس کا مشاہدہ تم اپنی طبیعی زندگی میں ہر روز کرتے ہو۔ مثلاً) نیند کی حالت میں' یا موت کی صورت میں انسانی شعور باقی نہیں رہتا — نیند کے بعد جب انسان بیدار ہو جاتا ہے تو اس کا شعور واپس آجاتا ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اِس انسان کا شعور کچھ وقت کے لئے معطل ہو گیا تھا)۔ لیکن موت کی صورت میں' وہ شعور اُس کے طبیعی جسم کی طرف لوٹ کر نہیں آتا۔ (یعنی جہاں تک اُس کی اِس دنیا کی زندگی کا تعلق ہے' وہ سلب ہو جاتا ہے)۔ اِن دونوں حالتوں میں' جب شعور کار فرما نہیں ہوتا' انسان اپنے اختیار و ارادہ کو کام میں نہیں لا سکتا۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾

(یہی شکل انسان کی اخلاقی دنیا میں بھی ہے۔ جب اُس پر اس کے جذبات غالب آجائیں۔ یا اس نے اندھی تقلید کی روش اختیار کر رکھی ہو' تو اس کا شعور بیکار ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں' اگر وہ ضد اور تعصب سے کام نہیں لیتا' تو اس کے شعور کے کارفرما ہونے کا امکان ہوتا ہے جس سے وہ صحیح راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اگر وہ ضد اور تعصب میں آگے ہی آگے بڑھتا جائے' تو اس کی شعوری صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں اور ان کی بازیابی کا امکان ہی نہیں رہتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں پر مہریں لگ جاتی ہیں۔ ۲/۷)۔

ان حقائق میں' ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیں' حقیقت تک پہنچنے کی واضح نشانیاں ہیں۔

۴۳ ان تصریحات کی روشنی میں سوچو کہ جن لوگوں کی جہالت اور توہم پرستی کا یہ عالم ہو کہ وہ خدا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مٹی کی مورتیوں' یا اپنے قیاسات کے تراشیدہ دیوی دیوتاؤں کو اپنے مددگار اور مصیبتوں میں ساتھ کھڑے ہو جانے والے خیال کریں' حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ انہیں نہ کسی قسم کی کوئی قوت حاصل ہے' اور نہ ہی وہ عقل و خرد کے مالک ہیں' (انہیں کس طرح صاحب فکر و شعور کہا جا سکتا ہے؟)

۴۴ اِن سے کہو کہ یہ تمام خصوصیات' کہ وہ آڑے وقت میں انسان کے کام آئے اور مشکلات میں اس کے ساتھ کھڑا ہو' صرف قانونِ خداوندی کو حاصل ہیں —— اُس خدا کے قانون کو جس کے کنٹرول میں تمام کائنات کا نظم و نسق ہے۔ کوئی انسان اُس کے قانونِ مکافات کے احاطہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ ہر ایک کا قدم اُسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ ہر ایک کشاں کشاں اس کی طرف جا رہا ہے۔

۴۵ لیکن جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات اور حیاتِ اُخروی پر یقین نہیں رکھتے' جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جملہ اقتدار و اختیار صرف خدا کو حاصل ہے' اس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں' تو انہیں یہ بات سخت ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن جب ان کے سامنے ان کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں وہ خدا کے سوا اپنا کارساز سمجھتے ہیں' تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل جاتی

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ہیں (۱۴/۴۴ ؛ ۶/۵۵ ؛ ۱۲/۴۲)۔

۴۶ تو ان کی اس مخالفت اور نفرت کے علی الرغم اپنی اس پکار کو دہرائے چلا جا کہ اے اللہ! تو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تجھے حاضر و غائب (مشہود و نامشہود) سب کا علم ہے۔ اور جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں، تو ان کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔ (اس لئے کہ انسانوں کا علم محدود ہوتا ہے اور تیرا علم لامحدود ہے)۔

۴۷ (تو اپنی اس دعوت کو عام کرتا جا اور اس کی فکر نہ کر کہ اس کے خلاف، ان لوگوں کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ جب ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا تو یہ لوگ اُس تباہی سے بچنے کے لئے، جو ان کے اعمال کا نتیجہ ہوگی، اگر (فرض کیجئے) ساری دنیا کی دولت، بلکہ اس کے ساتھ اتنی ہی اور، بطور فدیہ دینا چاہیں گے تو بھی اس تباہی سے چھٹکارا نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے وہ کچھ ان کے سامنے آئے گا جس کا انہیں سان گمان بھی نہ تھا۔

یعنی، ان کے اپنے اعمال کی پیدا کردہ ناہمواریاں اُبھر کر ان کے سامنے آجائیں گی، اور جس تباہی کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی۔ (۴۴/۹)۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ اور جب ہم اسے کسی نعمت سے نوازتے ہیں تو کہنے لگ جاتا ہے کہ یہ سب کچھ میری اپنی ہنرمندی کا نتیجہ ہے۔ (کہاں کا خدا، اور کونسا اُس کا قانون؟)۔ حالانکہ یہ اس کی کھلی ہوئی حماقت اور گمراہی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے (کہ جو کچھ انسان کو ملتا ہے اس میں کچھ حصہ اس کی محنت کا ہوتا ہے اور بہت سا ان اسباب و ذرائع کا جو خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملتے ہیں۔ انسانوں کے خود ساختہ نظام زندگی کی بنیاد اس غلط تصور پر ہے کہ انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ خالصۃً اس کی اپنی ہنرمندی کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال اور تصرف میں، خدا کے

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾

ضابطہ کو کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے)۔

۵۰ (یہ کوئی نئی بات نہیں جو اس وقت پہلی بار کہی گئی ہو)۔ اس قسم کی باتیں وہ لوگ بھی کیا کرتے تھے جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ (ہر دور کے سرمایہ پرست اپنے نظام کے جواز میں یہی دلیل دیا کرتے تھے ۲۸/۷۸)۔ لیکن جب ان کے غلط نظریہ کی پیدا کردہ تباہیاں ان کے سامنے آئیں تو ان کا کسب و ہنر ان کے کسی کام نہ آیا۔

۵۱ اُن کی غلط روش کی پیدا کردہ ناہمواریاں اُن کے سامنے آگئیں۔ (سو جو کچھ ان پہلے لوگوں کے ساتھ ہوا) وہی کچھ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہوں نے اِس وقت ظلم اور زیادتی کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ ان کے اعمال کے تباہ کن نتائج بھی ان کے سامنے آکر رہیں گے۔ یہ ہمارے قانون مکافات کو شکست نہیں دے سکیں گے کہ اس سے بچ کر نکل جائیں۔

۵۲ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ رزق کی صحیح بست و کشاد خدا کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ جو اس قانون کے مطابق چلے اس کا رزق کشادہ ہو جاتا ہے۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ (۲۹/۶۲)۔ اس بات میں بھی حقیقت تک پہنچنے کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ لیکن ان نشانیوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس کی صداقت کو تسلیم کریں۔

۵۳ لہذا، جو لوگ ہمارے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھے ہیں، ان سے کہدو کہ ان کے لئے مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ان کے جو حالات ہمارے قوانین کے خلاف چلنے سے بگڑ گئے ہیں، وہ ہمارے قانون کے مطابق چلنے سے پھر سے سنور سکتے ہیں۔ یہ قانون ایسا ہے کہ اس کے اتباع سے سابقہ لغزشوں کے پیدا شدہ نقصانات کی تلافی بھی ہو جاتی ہے، اور مزید نشو و نما کا سامان بھی مل جاتا ہے — اس سے تخریبی عناصر سے حفاظت اور تعمیر خویش کے مواقع دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔

لہذا، تم خدا کے قانون کی طرف رجوع کرو اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردو۔ لیکن ایسا

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾

دیر مت کرو۔ اس لئے کہ جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو گیا اور ظہورِ نتائج کا وقت آ گیا تو پھر تمہیں اس تباہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

۵۵ لہٰذا، قبل اس کے کہ وہ آنے والی تباہی دفعتہً تمہارے سامنے نمودار ہو جائے' درآنحالیکہ تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو' اس ضابطۂ خداوندی کا اتباع کرو۔ اس طرح کہ جو معاملہ سامنے آئے' یہ دیکھو کہ اُس پر اس کے کون سے حکم کا ٹھیک ٹھیک اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرو۔ (۳۹/۱۸)۔

۵۶ ہم اس تنذیر کو بار بار اس لئے دہرا رہے ہیں کہ اُس وقت کوئی یہ نہ کہے کہ کس قدر افسوس ہے کہ میں نے (بے خبری کے عالم میں) خدا کے قانونِ مکافات کے متعلق صحیح اندازہ لگانے میں کوتاہی کی' اور میں اسے یونہی مذاق سمجھتا رہا۔

۵۷ یا یہ کہے کہ اگر مجھے اللہ کی طرف سے راہ نمائی مل جاتی تو میں بھی متقین کی جماعت میں شامل ہو جاتا۔

۵۸ یا اُس تباہی کو دیکھ کر کہے کہ اگر زندگی کا دھارا ایک مرتبہ پیچھے کو لوٹ جائے' تو میں بڑے اچھے کام کر کے دکھاؤں۔

۵۹ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ہم اس تنذیر کو بار بار اس لئے دہرا رہے ہیں کہ) اُس وقت ان سے کہا جا سکے کہ ہاں! تمہارے سامنے ہمارے قوانین پیش کئے جاتے رہے لیکن تم نے ان کی تکذیب کی۔ ان سے سرکشی برتی۔ اور ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔

۶۰ ظہورِ نتائج کے وقت تو دیکھے گا کہ جو لوگ خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے تھے انہیں کس قدر ذلت اور روسیاہی نصیب ہوتی ہے۔ ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

۶۱ اور جن لوگوں نے قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کی تھی' انہیں وہ' بڑی

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

کامیابی اور کامرانی کے ساتھ' اس ذلت و رسوائی کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ غمگین اور افسردہ خاطر ہوں گے۔ (یعنی نہ صرف یہ کہ انہیں ذلت و رسوائی کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا —— کہ یہ تو محض منفی پہلو ہے —— بلکہ ایجابی طور پر کامیابیاں اور کامرانیاں بھی ان کے حصے میں آئیں گی $\frac{۳}{۱۴۴}$)۔

۶۲ (یہ سب کچھ خدا کے قانونِ تخلیق و ارتقاء کے مطابق ہو گا۔ اس لئے کہ) وہ ہر شے کا خالق ہے (فلہٰذا جانتا ہے کہ اُس میں کیا کچھ بننے کے امکانات ہیں) اور اس کا کفیل بھی کہ جو کچھ اس شے نے بننا ہے وہ' وہ کچھ بن جائے۔ اسی لئے وہ ہر شے کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

۶۳ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں' تمام اختیارات و اقتدارات اس کے قبضے میں ہیں۔ لہٰذا' جو لوگ اس کے قوانین کے خلاف چلیں گے' وہ نقصان اٹھائیں گے۔ (یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان اُس کے قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنے لئے خوشگوار نتائج پیدا کر لے۔ یہ تو خدا کو شکست دیدینے کے مترادف ہو گا' جو ناممکن ہے)۔

۶۴ ان سے پوچھو کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے خدا کے قانون کی اطاعت چھوڑ کر اوروں کی اطاعت کروں؟ تم بڑے ہی نادان ہو (جو مجھ سے ایسا مطالبہ کرتے' یا توقع رکھتے ہو)۔

۶۵ ہم شروع سے ہر رسول کی معرفت یہ پیغام بھیجتے رہے ہیں۔ اور اسی کے مطابق اب تمہاری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ (اور تو اور) اگر تو بھی خدا کے ساتھ کسی اور کی اطاعت کرے گا تو تیرے تمام اعمال رائگاں چلے جائیں گے اور تو سخت نقصان اٹھائے گا۔ ($\frac{۶}{۸۹}$ ؛ $\frac{۵}{۱۵}$)۔

۶۶ اس لئے تو صرف ایک خدا کے قوانین کی اطاعت کر۔ اس طرح تیرے اعمال بھرپور نتائج کے حامل ہوں گے۔

۶۷ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا کے متعلق صحیح صحیح اندازہ ہی نہیں لگایا اور سمجھا ہی نہیں

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۶۹

کہ اُس کا مقام کیا ہے۔ (۶/۹۲ : ۲۲/۴۵) (اسی لئے یہ سمجھتے ہیں کہ خارجی کائنات میں تو خدا کا قانون کارفرما رہنا چاہیے لیکن انسانی معاشرہ' ان کے خودساختہ قوانین کے مطابق متشکل ہونا چاہیئے۔ یہی وہ عملی شرک ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن، قرآن کے انقلابی دور[1] میں یہ صورت نہیں ہوگی۔ اس میں 'خارجی کائنات اور انسانی معاشرہ کی ثنویت باقی نہیں رہے گی۔ دونوں میں خدا ہی کے قوانین کارفرما ہوں گے —— اس کے ایک ہاتھ میں زمین ہوگی دوسرے میں آسمان —— اور یوں وہ عملی شرک ختم ہوجائے گا جس سے خدا بہت دور اور بلند ہے۔ (۲۱/۲۳-۲۰ : ۳۳/۴۸)۔

۶۸ جب اس انقلاب کے لئے پہلا بگل بجے گا' تو پستیوں اور بلندیوں (ارض و سما) میں سب حواس باختہ ہوجائیں گے' سوائے اُن کے جو خدا کے قانون مشیت کے مطابق اپنے اوسان خطا نہ ہونے دیں[2]۔ (۲۷/۸۷)۔

اس کے بعد' جب پھر بگل بجے گا' تو اُس وقت سب اپنے پاؤں پر کھڑے ہوجائیں گے اور خدا کی ربوبیت عامہ کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لیں گے۔ (۲۰/۳۷)۔

۶۹ اُس وقت' زمین (انسانی معاشرہ) خدا کی عالمگیر ربوبیت کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور بجالله

---

[1] مرنے کے بعد کی زندگی۔ قیامت۔ جنت۔ جہنم ایسی حقیقتیں ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے۔ اس ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ لیکن قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ مکافات عمل کی ابتدا اسی دنیا سے ہوجاتی ہے۔ اور جو معاشرہ خدا کے قوانین کے مطابق متشکل ہو' اس کا نقشہ اُسی قسم کا ہوتا ہے جیسا مرنے کے بعد کی قیامت کا —— یعنی ہر بات کا فیصلہ عدل کے مطابق۔ ہر عمل کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ۔ اعمال حسنہ کے خوشگوار نتائج۔ غلط اعمال کے تباہ کن عواقب۔ اس حقیقت کے پیش نظر آیت (۳۹/۹۴) سے آخر سورت تک جو کچھ کہا گیا ہے اُس سے اِس دنیا میں قرآنی انقلاب بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور مرنے کے بعد کی قیامت بھی۔ ہم نے اول الذکر مفہوم لیا ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ آیت (۳۹/۷۴) میں وراثت ارض کا ذکر ہے' اِس سے اِس دنیا کی فتوحات مراد لینا زیادہ صحیح ہے۔

[2] اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سے مراد بلا استثنار بھی ہوسکتا ہے' لیکن آیت (۲۷/۸۹) میں قرآن نے جو استثنار خود کی ہے اس کے پیش نظر اِس مفہوم کو ترجیح دی گئی ہے۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۷۳﴾

خدا کے ضابطہ قوانین کے مطابق طے ہوگا۔ اس طرح زندگی کا وہ نقشہ مرتب اور مکمل ہو کر سامنے آجائیگا جس کے لئے انبیاء آتے رہے اور جماعتِ مومنین جس کی شہادت دیتی رہی۔ اس دور میں لوگوں کے تمام معاملات کے فیصلے حق کے ساتھ ہوں گے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔ نہ ہی کسی کے حق میں کوئی کمی کی جائے گی۔

۷۰ ہر شخص کو اس کے کام کا پورا پورا صلہ ملے گا۔ کسی کا کوئی کام نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے پائے گا۔

۷۱ قوانین خداوندی سے انکار و سرکشی برتنے والوں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف لے جایا جائیگا حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اس کے محافظ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس خدا کے رسول نہیں آتے تھے' جو تم میں سے ہی تھے اور تمہارے سامنے خدا کے قوانین پیش کرتے تھے' اور تم سے کہتے تھے کہ یاد رکھو! تمہیں ایک دن اپنے ان اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ وہ نتائج تمہارے سامنے آکر رہیں گے ——— وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ سب کچھ ہوا تھا۔ ($\frac{6}{131}$)۔

اس طرح' خدا کا وہ قانون جس کے مطابق' انسانوں پر ان کے اعمال کے بدلے میں تباہی آتی ہے ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آجائے گا' اور جو لوگ اس سے انکار کیا کرتے تھے' وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

۷۲ ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' اور خود دیکھ لو کہ قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے والوں کا ٹھکانہ کیسا بُرا ہے۔

۷۳ ان کے برعکس جو لوگ قوانین خداوندی کے مطابق' زندگی بسر کریں گے' انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ چنانچہ جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

جائیں گے' اور اس کے محافظ ان سے کہیں گے کہ تم پر ہر طرح کی سلامتی ہے۔ تم اس میں خوشگواریوں کی زندگی بسر کرو۔

۷۴ وہ اپنے اعمال کے ان درخشندہ نتائج کو دیکھ کر پکار اٹھیں گے کہ فی الحقیقت ہزار حمد و ستائش ہے خدا کا قانونِ مکافات جس کے مطابق خدا کے تمام وعدے پورے ہوئے' اور ہمیں دنیا میں مملکت اور حکومت عطا ہو گئی (۲۴ : ۵۵ ؛ ۲۱ : ۱۰۵)۔ اور ہمیں اس میں ایسی آزادی مل گئی کہ ہم اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں۔

کام کرنے والوں کا یہ کیسا اچھا صلہ ہے!

۷۵ اور جملہ کائناتی قوتیں' اور مدبراتِ امورِ الہٰیہ خدا کے تختِ اجلال کے گرد احاطہ کئے ہوں گے؛ اور اس کے نظامِ ربوبیت کو درخورِ حمد و ستائش بنانے کے لئے نہایت مستعدی سے سرگرمِ عمل۔ اُس وقت تمام انسانی امور کے فیصلے حق کے ساتھ ہوں گے۔ اور خدا کی ربوبیتِ عالمینی اس حسن و خوبی سے آشکارا ہو گی کہ ہر ایک کی زبان اُس کی حمد و ستائش میں زمزمہ بار اور نغمہ سنج ہو گی۔
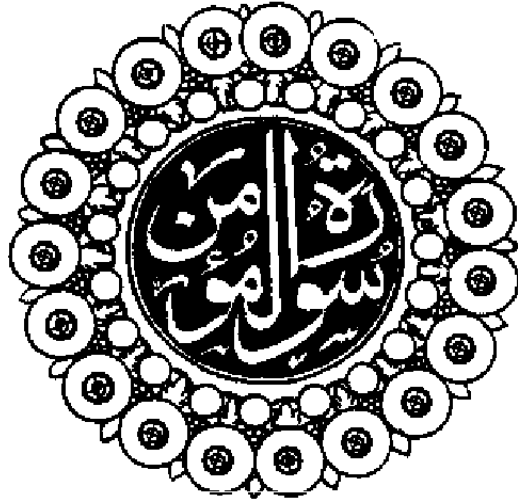
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ

۱ خدائے حکیم و علیم کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ ضابطۂ قوانین اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو بڑے غلبہ و اقتدار کا مالک اور ہر بات کا علم رکھتا ہے۔

۳ اس ضابطہ پر چلنے والوں سے اگر کہیں سہو و خطا ہو جائے تو یہ ایسا طریق بھی بتاتا ہے جس سے وہ اس لغزش کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں (۴/۱۱۱)۔ اگر کسی دور ابتلا میں ان کا قدم غلط سمت کی طرف اٹھ جائے اور وہ اپنی غلطی کو محسوس کرکے پلٹ آئیں' تو انہیں باز آفرینی کا موقع دیتا ہے۔ دوسری طرف' جو لوگ اس ضابطہ سے عمداً سرکشی برتیں ان کی سخت گرفت کرتا ہے۔ اس کا قانونِ مکافات بڑی قوتوں کا مالک ہے اس لئے اس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ کائنات میں' اس کے سوا کسی کا اختیار و اقتدار نہیں' اور ہر عمل کا نتیجہ اسی کے قانون کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔

اس کے قوانین کی صداقت کے بارے میں وہی لوگ جھگڑے بکھیڑے نکالتے ہیں' جو پہلے ہی

فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ۖ
وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَ
يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۖ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ
وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٧﴾

یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم نے انہیں ماننا ہی نہیں - ان لوگوں کو اس وقت 'بستیوں اور شہروں میں تصرف حاصل ہے) اور اسی کی بنا پر انہوں نے اس قسم کی دھاندلی کی روش اختیار کر رکھی ہے) - لیکن یہ بات تمہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دے - (ان کا انجام تباہی اور بربادی ہوگا - اس کا ثبوت اقوام سابقہ کی سرگزشتوں سے مل سکتا ہے) -

۵ (مثلاً) ان سے پہلے 'قوم نوح نے' اور اس کے بعد اور مختلف جماعتوں اور گروہوں نے' ان قوانین کی تکذیب کی - یہاں تک کہ انہوں نے اس کا ارادہ بھی کر لیا کہ اُن رسولوں پر جو یہ پیغام اُن تک پہنچاتے تھے' ہاتھ ڈال دیں - وہ اس مقصد کے لئے جھوٹے جھگڑے پیدا کرتے - (غلط پروپیگنڈا کرتے - تہمت تراشیوں سے کام لیتے) تاکہ اس طرح حق کو اس کے مقام سے پھسلا کر اُسے نیچا دکھا دیں' لیکن آخرالامر ہوا کیا ؟ ہمارے قانون مکافات نے ان سب کو پکڑ لیا - اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جس کا تعاقب ہمارا قانون کرتا ہے اس کا انجام کیا ہوا کرتا ہے ؟

۶ اس طرح تیرے رب کی وہ بات جو ان سے کہی جاتی تھی (کہ ان قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوگا) حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آگئی - اور ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئیں (یہی کچھ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا) -

۷ ان کے برعکس' دوسرے لوگ وہ ہیں جو قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے ہیں - خدا کی کائناتی قوتیں —— جو مدبرات امور الٰہیہ ہیں —— ان کی تائید و نصرت کا باعث بنتی ہیں (۴۱/۳۰) - یہ وہ قوتیں ہیں جو کائنات میں خدا کے مرکزی کنٹرول اور اس کے تضمنات کو بروئے کار لانے کے پروگرام کی تکمیل کے لئے مامور ہیں تاکہ خدا کا نظام ربوبیت جو سراپا درخور حمد و ستائش ہے' حسن و خوبی کار فرما رہے - اس پر ان کا ایمان ہے - وہ قوتیں جماعت مومنین کی تقویت کا موجب بھی بنتی ہیں' اور تباہ کن خطرات سے ان کی حفاظت بھی طلب کرتی

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝

ہیں۔ وہ زبانِ حال سے کہتی ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! جس طرح تیرا نظامِ ربوبیت جملہ کائنات کو محیط ہے اور تو خوب جانتا ہے کہ مختلف اشیائے کائنات کی مضمر صلاحیتیں کیا ہیں اور وہ کس طرح نشو و نما پا سکتی ہیں؛ اسی طرح انسانی دنیا میں بھی ہونا چاہیئے۔ یہ جماعتِ مومنین اس مقصد کو لے کر اٹھی ہے۔ اس لئے ان سے اگر کہیں بھول چوک ہو جائے؛ اور وہ اپنی غلطی کو محسوس کر کے اس کی تلافی کرنا چاہیں تو تو ایسا انتظام کر دے کہ اُس غلط روش کے مضر اثرات سے ان کی حفاظت ہو جائے؛ اور یہ تیرے راستے پر سیدھے چلتے جائیں۔ تو انہیں تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رکھ۔

۸ اور انہیں زندگی کی وہ شادابیاں عطا کر دے جن کی بہار پر کبھی خزاں نہ آئے۔ یہ وہ زندگی ہے جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اس جنتی معاشرہ میں یہ خود بھی داخل ہو جائیں؛ اور ان کے ساتھ؛ ان کے آباء و اجداد۔ ازواج۔ اور اولاد میں سے وہ جن میں ایسے معاشرہ میں رہنے کی صلاحیت ہو۔

یہ سب تیرے قانونِ مکافات کے مطابق ہوگا جو بڑے ہی غلبہ کا مالک ہے۔ لیکن ایسا غلبہ جو سراسر حکمت پر مبنی ہے —— دھاندلی پر نہیں۔

۹ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! تو ان کے معاشرہ کو زندگی کی ناہمواریوں سے محفوظ رکھ۔ اس لئے کہ جو معاشرہ ناہمواریوں سے بچ گیا وہی تیری رحمت و ربوبیت سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے —— اور یہ بہت بڑی کامیابی و کامرانی ہے؛ جسے نصیب ہو جائے۔

۱۰ ظہورِ نتائج کے وقت؛ ان لوگوں سے؛ جو ان قوانین سے انکار کرتے تھے؛ پکار کر کہا جائے گا کہ تمہیں اس طرزِ زندگی کو اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم اس سے انکار اور سرکشی برتتے تھے۔ آج تم اپنی اُس روش کا نتیجہ اپنے سامنے دیکھ لو۔ آج تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اپنی جان تک سے بیزار ہو —— اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے والے قانونِ خداوندی کی تم سے بیزاری؛ اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۱ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو مرتبہ زندگی عطا فرمائی ——

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے ہم مردہ تھے۔ تو نے زندگی عطا کی۔ پھر ہمیں موت آئی تو اس کے بعد اب دوبارہ زندہ ہوئے۔ (۲/۲۸ ; ۲۶/۵۸ ; ۴۴/۵۶) —— لیکن یہ جہنم کی زندگی ایسی ہے جو موت سے بھی بدتر ہے (۱۴/۱۷ ; ۲۰/۷۴ ; ۳۵/۳۶ ; ۸۷/۱۳) —— ہم اپنے جرائم کا اقرار کرتے ہیں۔ تو کیا اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بھی ہے تاکہ ہم بھی حقیقی زندگی کی لذتوں سے بہرہ یاب ہو سکیں؟

ان سے کہا جائے گا کہ جب تمہیں خدائے واحد کے قوانین کی اطاعت کی طرف دعوت دی جاتی تھی تو تم اس سے انکار کرتے تھے۔ اور جب اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کیا جاتا تھا تو تم اس روش کو جھٹ اختیار کر لیتے تھے (۳۹/۴۵)۔ سو آج تم نے دیکھ لیا کہ تمام فیصلے خدا' اور صرف خدا کے قوانین کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس میں کسی اور کا قانون شریک نہیں ہوتا۔ وہ بڑی کبریائی کا مالک اور سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

(اے رسول! تم اپنے ان مخاطبین کے سامنے یہ حقائق پیش کرو اور ان سے کہو کہ یہ دعوت اس خدا کی طرف سے دی جا رہی ہے جو انفس و آفاق میں تمہیں اپنے قانون کی کارفرمائیاں دکھائے چلا جاتا ہے تاکہ تم ان پر غور کر کے صحیح راستہ اختیار کر لو۔ مثلاً) وہ بادلوں سے مینہ برساتا ہے جو تمہارے لئے رزق پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ (تم اسی ایک چیز پر غور کرو تو بیسیوں حقیقتیں تمہارے سامنے آجائیں)۔ لیکن یہ سامنے اسی کے آسکتی ہیں جو اس کی طرف متوجہ ہو۔

بہرحال صحیح روش زندگی یہی ہے کہ تم اطاعت و فرماں پذیری خالصۃً قوانین خداوندی کی اختیار کرو۔ (اس میں کسی اور کو شریک مت کرو)۔ خواہ یہ بات ان لوگوں پر کتنی ہی گراں کیوں نہ گزرے جو ان قوانین کی صداقت سے انکار کرتے ہیں۔

یہ قوانین اس خدا کے ہیں جو بڑے بلند مراتب کا مالک ہے۔ اور وہ اس مقام تک بتدریج نہیں پہنچا۔ اسے یہ مرتبہ ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد نہیں ملا۔ وہ اس مقام پر مستولی ہے۔ اور جو لوگ اس کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں' انہیں بلند مراتب عطا کرتا ہے۔ کائنات کا

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

مرکزی کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے ان قوانین کو انسانوں کی راہ نمائی کے لئے بذریعہ وحی نازل کرتا ہے۔ اس کے لئے اس کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس منصب کے لئے منتخب کر لیتا ہے اور اس کی طرف وحی بھیجتا ہے[1]۔ وہ رسول ان قوانین کو دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے اور اس طرح انہیں اس حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہے کہ ان کے ہر عمل کا نتیجہ ان کے سامنے آکر رہے گا۔

۱۶ ان کے ہر عمل کا نتیجہ مرتب تو عمل کے ساتھ ہی ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ نمودار کچھ وقت کے بعد جا کر ہوتا ہے۔ انسان کا کوئی عمل خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ ہر ایک کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

جس دن ان کے اعمال کے نتائج نمودار ہو کر سامنے آئیں گے اُس دن ان سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ کہ اقتدارات اور اختیاراتِ کلی کا مالک کون ہے؟ وہ زبانِ حال سے پکار رہے ہوں گے کہ سب اختیارات صرف خدائے واحد کے لئے ہیں جو ہر بات پر غلبہ رکھتا ہے۔ (یہ ہماری جہالت تھی جو ہم اس کے ساتھ اوروں کو بھی صاحبِ اقتدار مانا کرتے تھے)۔

۱۷ اس وقت ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہو گی۔ اللہ کا قانونِ مکافات ہر ایک کے عمل کا بڑی تیزی سے حساب کر دیتا ہے۔ (یعنی جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے انسان کے ہر عمل کا نتیجہ اس کے ساتھ ہی مرتب ہونا شروع ہو جاتا ہے)۔

۱۸ اے رسول! تو ان لوگوں کو اس وحی کے ذریعے ان کے اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت سے آگاہ کرتا رہ جو زیادہ دور نہیں۔ اس وقت ان نتائج کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کی حالت یہ ہو جائے گی کہ ان کے دل اچھل کر حلق تک آ جائیں گے اور باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہوں گے۔ ان کی جان پر بنی ہو گی۔ اس وقت ان ظلم و استبداد کرنے والوں کا کوئی دوست اور غمخوار نہیں ہو گا۔ نہ کوئی ایسا رفیق و یاور جس کی بات مانی جا سکے۔

۱۹ اُس وقت تمام اعمال کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہو کر سامنے

[1] نبی اکرمؐ کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب خدا کے یہ قوانین قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

آجائیں گے ـــــ اُس خدا کے قانون کے مطابق جو (ظاہرا اعمال تو ایک طرف) نگاہ کی خیانتوں اور دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے۔

۲۰ وہ خدا ہر معاملہ کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک 'حق کے مطابق' کرتا ہے۔ اور یہ لوگ جن ہستیوں کا اختیار تسلیم کرتے ہیں' ان میں کسی معاملہ کے فیصلہ کرنے کی قوت نہیں ـــــ فیصلہ کرنے کی قوت کے معنی یہ ہیں کہ ہر معاملہ کا نتیجہ خدا کے متعین کردہ قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔ اس کے سوا' کائنات میں 'کسی کا قانون' کارفرما نہیں ـــــ اور وہ خدا ایسا ہے جو ہر بات کا دیکھنے والا' اور سب کچھ سننے والا ہے۔ اس لئے کسی کا کوئی عمل اس کے قانون کے لحاظ سے باہر نہیں رہ سکتا۔

۲۱ خدا کے یہ فیصلے کس طرح ٹھیک ٹھیک طور پر ہوتے ہیں' اور اس کا قانونِ مکافات کس طرح نتائج مرتب کرتا ہے' اس کی شہادت تاریخی شواہد سے مل سکتی ہے) کیا یہ لوگ ملک میں اِدھر اُدھر چلے پھرے نہیں جو انہیں نظر آجاتا کہ ان سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ قوت میں بھی ان سے بڑھ چڑھ کر تھیں' اور انہوں نے زمین سے پیدا ہونے والے سامانِ زیست پر بھی ان سے کہیں زیادہ تصرف کر رکھا تھا (۳۰/۹)۔ لیکن جب انہوں نے غلط روش اختیار کی تو خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں پکڑ لیا۔ اور پھر کوئی ایسا نہ ہوا جو انہیں اس کی گرفت سے بچا لیتا۔

۲۲ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح قوانین لے کر آئے' لیکن انہوں نے' ان کے ماننے سے انکار کیا۔ اس پر خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں پکڑ لیا ـــــ حقیقت یہ ہے کہ خدا کا قانون بڑی قوتوں والا' اور مجرمین کا پیچھا کرنے میں بڑا ہی سخت واقع ہوا ہے۔

۲۳-۲۴ (ان تاریخی شواہد میں سے 'مثلاً' قومِ فرعون کا ماجرا سامنے لاؤ)۔ ہم نے موسٰی کو اپنے قوانین اور واضح دلائل کے ساتھ (استبداد و ملوکیت کے مجسمے) فرعون' اور (مذہبی پیشواؤں کے سرغنہ) ہامان' اور (نظامِ سرمایہ داری کے نمائندہ) قارون کی طرف بھیجا۔ (جو قوانین' موسٰیؑ لے کر گئے تھے'

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي
الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَ
قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان کی زد براہ راست ان تینوں پر پڑتی تھی) اس لئے انہوں نے کہدیا کہ یہ جھوٹا اور باطل پرست ہے۔

۲۵ حالانکہ (جیسا کہ اوپر کہا جاچکا ہے) وہ ان کی طرف حق لے کر آیا تھا۔ (ان کے پاس اس کی باتوں کا کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ اس لئے وہ انہی حربوں پر اتر آئے جو قوت کے نشے میں بدمست لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ یعنی انہوں نے فیصلہ کیا کہ) جو لوگ موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لائیں اور اس کے رفقاء کی جماعت میں شامل ہو جائیں' ان کے معزز افراد کو ذلیل و خوار کر دو اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ جوہر مردانگی سے عاری ہوں' انہیں اپنے مکرم و مقرب بناؤ (اور ان حربوں سے ان کی اجتماعی قوت کو توڑ ڈالو۔ ۲/۴۹؛ ۷/۱۲۷)۔ لیکن (آخرالامر دنیا نے دیکھ لیا کہ) ان کا کوئی حربہ کارگر نہ ہوا۔

۲۶ (فرعون نے جب اپنے تمام حربے آزما دیکھے تو آخرالامر اپنے درباریوں سے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰؑ کو قتل کر ڈالوں۔ پھر یہ اپنے رب کو پکار کر دیکھ لے کہ وہ اسے کس طرح بچا سکتا ہے؛ مجھے ڈر ہے کہ یہ تمہارے نظام حکومت کی جگہ ایک دوسرا نظام لے آئے گا۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیگا تو کم از کم) موجودہ نظام کو تہس نہس کر کے ملک میں فساد ضرور برپا کر دیگا۔

۲۷ اس پر موسیٰؑ نے کہا کہ میں ہر اس سرکش و متکبر کی دست درازیوں سے' جو خدا کے قانون مکافات پر ایمان نہیں رکھتا' اس خدا کی پناہ میں جاتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔

۲۸ (جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو) قوم فرعون کا ایک مرد مومن' جو اس وقت تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا' اٹھا' اور اس نے بھرے دربار میں' کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس جرم کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا نشوونما دینے والا اللہ ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہے (وہ اپنے

لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

دعوے کو علم و بصیرت کی بنا پر پیش کرتا اور عقل و برہان سے منواتا ہے۔ اور تم' اس کے مقابلہ میں' دھاندلی سے کام لے کر اسے مار ڈالنا چاہتے ہو)۔ بات بالکل واضح ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ رسالت میں جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو یاد رکھو! جن تباہیوں کے متعلق وہ تمہیں آگاہ کر رہا ہے' وہ تم پر آکر رہیں گی۔ تم خدا کے اس اصول کو یاد رکھو کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو جھوٹے دعوے کرے' اور قانون خداوندی سے سرکشی برتے' کبھی کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا۔

۲۹ اے میری قوم کے لوگو! بیشک آج اس سرزمین پر تمہاری بادشاہت ہے اور ہر طرف تمہارا ہی غلبہ ہے۔ لیکن (یہ بتاؤ کہ) اگر ہم پر خدا کا عذاب آگیا تو اس سے ہمیں کون بچا سکے گا۔

فرعون نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ میں نے جس بات کو صحیح سمجھا اسے تمہارے سامنے پیش کر دیا۔ میرے نزدیک تو وہی طریق کار (یعنی موسیٰؑ کو قتل کر دینا) تمہارے لئے بہتر ہے۔ یاد رکھو! میں تمہیں ہمیشہ وہی راہ بتایا کرتا ہوں جو تمہارے بھلے کی ہوتی ہے۔

۳۰ (اس مرد مومن نے فرعون کی بات کو ان سنی کر دیا اور اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اے میری قوم کے لوگو! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے ساتھ بھی وہی کچھ نہ ہو جو پہلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔

۳۱ یعنی تمہاری حالت بھی وہی نہ ہو جائے جو قوم نوحؑ۔ عاد اور ثمود کی۔ یا جو قومیں ان کے بعد آئی تھیں' ان کی ہو چکی ہے۔ (ان کی تباہی ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوئی تھی)۔ اللہ اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کیا کرتا۔

۳۲ (اس نے کہا کہ) اے میری قوم کے لوگو! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر ایسا وقت آجائے (جب خدا کا عذاب تمہیں ہر طرف سے گھیر لے۔ اور ایسی بھاگڑ مچ جائے کہ) تم ایک دوسرے کو مدد کے لئے آوازیں دو (اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی آواز نہ سنے)۔

۳۳ جب تم اس تباہی سے بچنے کے لئے منہ پھیر کر بھاگ نکلو (لیکن وہ تباہی اس پر

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُم بِهِۦ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ ٱللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ ٱللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿٣٤﴾ ٱلَّذِينَ يُجَٰدِلُونَ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَٰهَٰمَٰنُ ٱبْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّيٓ أَبْلُغُ ٱلْأَسْبَٰبَ ﴿٣٦﴾ أَسْبَٰبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبًا ۚ وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ وَصُدَّ عَنِ ٱلسَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ﴿٣٧﴾

بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑے)۔ اور تمہیں کہیں پناہ نہ مل سکے۔ (اور یہ حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آجائے کہ) جو لوگ خدا کا بتایا ہوا صحیح راستہ چھوڑ دیتے ہیں انہیں کوئی کامیابی کی راہ نہیں دکھا سکتا۔

۳۴ اور دیکھو! اس سے پہلے یوسفؑ بھی تمہاری طرف خدا کے واضح قوانین لے کر آیا تھا۔ لیکن تم نے اُن قوانین کے بارے میں بھی شک کرنا نہ چھوڑا۔ چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا، تو تم خوش ہو گئے کہ چلو! یہ قصہ ختم ہوا، اب اس کے بعد اللہ کسی رسول کو ہماری طرف نہیں بھیجے گا (اور کوئی ہمیں روکنے ٹوکنے والا نہیں ہوگا)۔ یاد رکھو! جو لوگ حد شکنی کرتے ہیں اور قوانینِ خداوندی کے بارے میں یوں شکوک و شبہات میں پڑے رہتے ہیں، وہ قانونِ خداوندی کے مطابق، غلط راہوں پر چلتے ہیں۔

۳۵ یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ قوانینِ خداوندی کے خلاف برسرِ پیکار رہتے ہیں ——— حالانکہ انسان کو اس کی قدرت ہی حاصل نہیں کہ وہ قوانینِ خداوندی کے خلاف جنگ کر کے کامیاب ہو سکے ——— ([illegible])۔ ان کی یہ روش قانونِ خداوندی کے نزدیک، اور خود ان لوگوں کے نزدیک جو اس قانون پر یقین رکھتے ہیں، بڑی بیزاری کی روش ہوتی ہے۔ یہ وہ روش ہے جس کی بدولت، خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے، ان لوگوں کے دلوں پر مہریں لگ جاتی ہیں جو تکبر و استبداد سے کام لیتے ہیں (اور پھر ان میں صحیح بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ [illegible])

۳۶-۳۷ فرعون نے (اس مردِ مومن کی ان باتوں کو ہنسی میں اڑا دینا چاہا۔ اور استہزاءً) ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بہت بلند عمارت بنواؤ جہاں سے میں آسمانوں کے ان راستوں پر جا پہنچوں جو موسیٰ کے خدا کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر اس خدا کو ذرا جھانک کر دیکھوں!

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾

میں اس شخص (موسٰیؑ) کو اس کے دعوے میں بالکل جھوٹا خیال کرتا ہوں۔

یہ تھی اس کی وہ ذہنیت جس کی وجہ سے فرعون کو ہر بری بات 'بھلی بن کر دکھائی دیتی تھی۔ اور اسے صحیح راستے کی طرف آنے ہی نہیں دیتی تھی۔

(چنانچہ فرعون نے موسٰیؑ کے خلاف کئی حربے استعمال کئے لیکن) ان کا نتیجہ سوائے اس کی اپنی تباہی اور بربادی کے کچھ نہ نکلا۔

۳۸ اس مردِ مومن نے (پھر فرعون کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور) قوم کے لوگوں سے کہا کہ بھائیو! تم فرعون کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو کچھ تمہیں میں کہتا ہوں' اس کے مطابق عمل کرو۔ میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاتا ہوں۔ (یہ تمہیں تباہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے)۔

۳۹ میرے بھائیو! (اس میں شبہ نہیں کہ دنیاوی سامانِ زیست بھی بڑی چیز ہے۔ لیکن جب اس قریبی مفاد اور مستقبل کی زندگی کے کسی مفاد میں تصادم ہو تو پھر اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیئے کہ) اس دنیا کا مفاد وقتی ہوتا ہے' اور مستقبل کی زندگی کا مفاد مستحکم اور پائیدار۔ اس لئے کہ دنیا راہ گزار ہے اور انسان کا حقیقی مستقر حیاتِ اُخروی ہے۔

۴۰ (ان معاملات کے فیصلے کسی دنیاوی بادشاہ کے قوانین کے مطابق نہیں ہوتے۔ ان کے فیصلے خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے ہوتے ہیں۔ اور وہ قانون یہ ہے کہ) جو شخص برے کام کرتا ہے' اسے ان کے مطابق بدلہ ملتا ہے۔ اس کے برعکس' جو شخص اس کے ضابطۂ قوانین کے مطابق صلاحیت بخش کام کرتا ہے ——— وہ مرد ہو یا عورت، کسے باشد۔ جو بھی اُن قوانین کی صداقت پر ایمان رکھ کر صلاحیت بخش کام کرتا ہے ——— اس کا مقام جنت ہوگا جس میں سامانِ زیست کی فراوانیاں ہی فراوانیاں ہوں گی۔ اُسے بے حد و حساب نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں گی۔

۴۱ اے میرے بھائیو! میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے! میں تمہیں ایسے راستے کی طرف

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

دعوت دیتا ہوں جو تمہیں ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھے گا۔ اور تم اس کے مقابلہ میں مجھے اس راستے کی طرف بلاتے ہو جو تباہی کے جہنم کی طرف لیجاتا ہے۔

(۴۲) یعنی تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے قانون سے منکر ہو جاؤں اور اس کے ساتھ ان ہستیوں کو بھی صاحبِ اقتدار تسلیم کروں جن کے اقتدار و اختیار کے ثبوت میں میرے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں۔ اور میں، اس کے برعکس، تمہیں اس خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں جو ہر قسم کے غلبہ اور قوت کا مالک ہے۔ اور جو اس کی راہ پر چلتا ہے وہ اُسے راستے کے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۴۳) اس میں قطعاً کلام نہیں کہ تم مجھے جس بات کی دعوت دیتے ہو، وہ نہ اس دنیاوی زندگی پر امن و سکون کی دعوت ہے اور نہ ہی حیاتِ آخرت میں خوشگواریوں کی دعوت۔ (یہ بات تو ہے نہیں کہ ہم جس دعوت کو بھی فلاح و بہبود کی دعوت سمجھ لیں وہ فلاح و بہبود کی دعوت ہو جائے)۔ ہمارے تمام معاملات کے فیصلے خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا صحیح دعوت وہی ہے جو خوشگواریوں کے راستے کی طرف لے جائے۔ جو لوگ بھی اس راہ سے سرکشی اختیار کریں گے ان کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

(۴۴) عزیزانِ من! میں نے جو کچھ تم سے کہنا تھا، کہہ چکا۔ تم آج میری باتوں پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ تم ان باتوں کو یاد کرو گے۔ (میں جانتا ہوں کہ تم میں سے اکثر پر میری باتیں بڑی ناگوار گذری ہوں گی۔ لیکن میں حق کہنے میں کسی کی ناگواری کی کوئی پرواہ نہیں کرتا)۔ میں اپنے تمام معاملات خدا کے سپرد کرتا ہوں —— اُس خدا کے سپرد جو اپنے بندوں کے تمام احوال و کوائف سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۴۵) (فرعون اور اس کے ہم نوا اس حق گوئی کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے؟ انہوں نے اس مردِ مومن کو، مخالفین کے ساتھ مل کر سازش کرنے والا قرار دے دیا اور اس کے درپے آزار ہو گئے۔ لیکن) اللہ نے اُسے ان کے داؤ پیچ سے محفوظ رکھا۔ اس کے برعکس خود قومِ فرعون کو

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ

سخت تباہی کے عذاب نے آگھیرا

۴۶ وہ اس دنیا میں بھی تباہی اور بربادی کے عذاب میں مبتلا ہے، جو ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ اور قیامت کے دن بھی، ان کے متعلق حکم دیا جائے گا کہ انہیں سخت عذاب میں مبتلا کر دو۔ (۴/۱۴۴ ; ۲۸/۴۲)۔

۴۷ اُس جہنم میں لوگ ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ وہ کمزور لوگ (عوام) جنہیں بڑے بڑے لیڈروں نے اپنے پیچھے لگا رکھا تھا، ان سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے۔ کیا تم اس عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور نہیں کر سکتے؟ (۱۴/۲۱ ; ۳۳/۶۷ ; ۳۴/۳۲ ; ۳۷/۲۷—۲۹ ; ۳۸/۶۰)۔

۴۸ اُن کے لیڈر اُن سے کہیں گے کہ ہم سب کے سب، اس عذاب میں مبتلا ہیں۔ یہ انسانوں کے اعمال کے متعلق خدا کا فیصلہ ہے۔ (اس میں رد و بدل کرنے کی کس کو مجال ہے؟ ہماری بڑائیاں سب ختم ہو چکی ہیں)۔

۴۹ اور اہلِ جہنم، اس کے محافظوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں عذاب میں کچھ وقت کے لئے، ذرا کمی کر دے۔

۵۰ وہ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس، تمہارے رسول، واضح دلائل لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! آتے تھے۔ وہ ان سے کہیں گے کہ (جب تم نے دیدہ و دانستہ، خدا کے قوانین سے اعراض برتا تھا تو ہم تمہارے لئے خدا سے ایسی درخواست کس طرح کریں)۔ تم خود ہی اپنے لئے خدا سے درخواست کرو —— لیکن ظاہر ہے کہ جو لوگ خدا کے قوانین سے سرکشی برتیں، اُن کی اس قسم کی درخواستیں انہیں کیا فائدہ دے سکتی ہیں؟

۵۱ (اے رسول! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ) ہماری مدد، ہمارے رسولوں کے شاملِ حال ہوتی ہے، اور ان لوگوں کے شاملِ حال جو ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں —— ہم

الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾

اُن کی' اِس دُنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں' اور اُس وقت بھی ان کی مدد ہوگی جب تمام اعمال کے نتائج مشہود ہو کر سامنے آجائیں گے۔

۵۲ اُس دن' اُن لوگوں کی معذرت' جنہوں نے ہمارے قوانین سے سرکشی برتی تھی' ان کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ وہ زندگی کی تمام خوشگواریوں سے محروم رہیں گے۔ ان کا ٹھکانا بہت بُرا ہوگا۔

۵۳ (بہرحال' یہ تھی اہلِ فرعون کی داستان جن کی طرف ہم نے موسیٰؑ کو بھیجا تھا' اور اُسے ایک ضابطۂ ہدایت دیا تھا جس کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا تھا۔

۵۴ اُس ضابطہ قوانین میں' عقل و بصیرت سے کام لینے والوں کے لئے سامانِ ہدایت و موعظت تھا۔

۵۵ (موسیٰؑ نے' اس کشمکش میں بڑی استقامت سے کام لیا تھا۔ اسی طرح' اے رسول!) تو بھی اپنے مشن میں' نہایت استقامت اور استقلال سے مصروفِ عمل رہ۔ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے ویسا ہو کر رہے گا۔ تیرے مخالفین' جو جو باتیں تیرے خلاف کرتے' اور جو جو تہمتیں تیرے پیچھے لگاتے ہیں[1]' تو ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے' قانونِ خداوندی سے سامانِ حفاظت طلب کرتا رہ۔ اِس کا طریق یہ ہے کہ تو خدا کے نظامِ ربوبیت کو عملاً متشکل کرنے کے لئے دن رات سرگرمِ عمل رہ' تاکہ اس کے خوشگوار نتائج کو سامنے دیکھ کر' ہر ایک کی زبان پر کلماتِ حمد و ستائش زمزمہ بار ہوں۔ (۴۶/۱۹ ؛ ۳۸/۲)۔

۵۶ یہ تیرے مخالفین' جو قوانینِ خداوندی سے برسرِ پیکار رہتے ہیں ـــــ حالانکہ اُن کو

---

[1] اس سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی کوتاہیاں بھی ہوسکتی ہیں جو خدائی پروگرام کی تکمیل کے سلسلہ میں سرزد ہوں۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ

اس کی قدرت ہی حاصل نہیں کہ وہ ان قوانین کے خلاف جنگ کرکے کامیابی حاصل کرسکے۔ ۵۸/۴)۔ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں ملک میں اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہو جائے۔ لیکن انہیں اس طرح وہ اقتدار حاصل ہو نہیں سکتا۔ (وہ تو قوانینِ خداوندی کے اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ بڑا بننے کی خواہش ان سے یہ سب کچھ کرا رہی ہے لیکن بڑائی حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ (۱۶/۴۹)۔

(تم اے رسول! ان مخالفین کی ان باتوں کی پرواہ مت کرو۔ تم ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے) قوانینِ خداوندی کی سپر کے پیچھے پناہ لو۔ یہ اس خدا کے قوانین ہیں جو سب کچھ دیکھنے والا سننے والا ہے۔

۵۷ (ان لوگوں کا خیال ہے کہ کائناتی نظام تو خدا کے قوانین کے تابع چلتا ہے، لیکن انسان کے اوپر کسی کا اقتدار نہیں۔ یہ جس طرح جی چاہے کرے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے) حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق کے مقابلہ میں کائنات کی تخلیق بہت بڑی بات ہے (اس لئے جب کائناتی نظام قوانینِ خداوندی کے تابع ہے تو انسان اس کے قانونِ مکافات کی گرفت سے باہر کس طرح رہ سکتا ہے؟)۔ لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ (۲۹/۹۱)

۵۸ (انسانی اعمال کے فیصلے بھی خدا کے قانون ہی کی رو سے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس قانون کی رو سے ایک اندھا اور آنکھوں والا ایک جیسے نہیں ہوسکتے، اسی قانون کے مطابق یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ جو لوگ زندگی کی مستقل اقدار پر یقین رکھ کر ایسے کام کریں جو ان کی ذات اور معاشرہ کو سنوارنے والے ہوں، وہ ان لوگوں جیسے ہو جائیں جو معاشرہ میں ناہمواریاں اور بگاڑ پیدا کریں۔ حیرت ہے کہ تم ایسی کھلی ہوئی حقیقت پر بھی غور و فکر نہیں کرتے!

۵۹ یاد رکھو! یہ انقلاب (جس سے یہ حقیقت نمایاں ہو جائے گی کہ مذکورہ بالا دونوں گروہ برابر نہیں ہوسکتے) واقع ہو کر رہے گا۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اکثر لوگ ایسی بدیہی بات کو تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

۶۰ اس (انقلاب) کے لئے پروگرام یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر دوراہے پر اپنی راہ نمائی کے لئے

لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ
لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ
يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَ
صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٤﴾

قانونِ خداوندی کو آواز دو۔ وہ قانون تمہاری پکار کا جواب دے گا اور تمہاری راہ نمائی کرے گا۔ (قانونِ خداوندی کو آواز دینے سے مطلب یہ ہے کہ تم معلوم کرو کہ پیش نظر معاملہ میں خدا کا قانون کیا ہے۔ پھر اس قانون کی اطاعت کرو۔ یاد رکھو) جو لوگ قانونِ خداوندی کی اطاعت سے سرکشی برتتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر تباہ کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ($\frac{۲}{۱۸۶}$)۔

۶۱ خدا وہ ہے جس نے تمہاری طبیعی نشو و نما کے لئے یہ انتظام کر دیا ہے کہ تم دن کی روشنی میں کاروبار کرو، اور رات کے وقت آرام کرو (تاکہ تمہارے اعصاب سکون حاصل کر سکیں اور اس دن کی تگ و تاز میں صرف شدہ توانائی کی بازیافت ہو جائے)۔ خدا نے انسانی جد و جہد کے لئے اس قدر آسانیاں بہم پہنچائی ہیں، لیکن اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے اور ان سے صحیح انداز سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

۶۲ یہ ہے وہ اللہ جس نے تمہاری نشو و نما کے لئے ایسا عمدہ انتظام کر رکھا ہے۔ وہی ہر شے کا خالق ہے اس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار و اختیار نہیں۔ (حیرت ہے کہ تم اس خدا کی طرف آنے کے بجائے) کسی اور ہی طرف الٹے پھر جاتے ہو! ($\frac{۲۹}{۶۱}$)۔

۶۳ جس طرح تم قوانینِ خداوندی کو چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کر رہے ہو، اسی طرح (تم سے پہلے) ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان قوانین کے خلاف خواہ مخواہ جھگڑے بکھیڑے نکالتے تھے۔ (ان کا جو انجام ہوا، اس کا تمہیں علم ہی ہے۔ وہی انجام تمہارا ہوگا)۔

۶۴ یہ اسکے نظامِ ربوبیت ہی کا کرشمہ ہے کہ اس نے اس کرۂ ارض کو (جو کسی زمانے میں ایک آتشیں گولہ تھا۔ آہستہ آہستہ) تمہارے رہنے کے قابل بنا دیا۔ اور اس کے اوپر ایسی فضا محیط کر دی جو تمہیں، اوپر سے گرنے والے اجرام سے محفوظ رکھے۔ ($\frac{۲۱}{۳۲}$)۔ پھر تمہیں اس نے زندگی کا پیکر عطا کیا تو ایسا جو بہترین حسن و تناسب کا مظہر ہے۔ اور تمہاری نشو و نما کے لئے

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶۵﴾ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۶۷﴾

نہایت خوشگوار سامانِ زیست بہم کیا۔

یہ ہے تمہارا وہ اللہ جو تمہاری نشو و نما کرتا ہے —— صرف تمہاری ہی نشو و نما نہیں بلکہ وہ تمام کائنات' اور جملہ اقوامِ عالم کی نشو و نما کرتا ہے۔ وہ کسی خاص قوم' خاص گروہ' خاص جماعت کا رب نہیں۔ وہ رب العالمین ہے۔

سو تم سوچو کہ کس قدر بابرکت ہے وہ ذات جو ربوبیتِ عالمینی کی ذمہ دار ہے!

۶۵ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات ہے' اور ہر ایک کو اس سے زندگی ملتی ہے۔ اس کے سوا کائنات میں کسی کا اقتدار و اختیار نہیں۔ لہٰذا' تم خالصتاً اسی کے قوانین کی اطاعت کرو۔ اس طرح' تمہارے معاشرہ میں وہ عالمگیر نظامِ ربوبیت قائم ہو جائے گا جسے دیکھ کر ہر شخص پکار اٹھے گا کہ فی الواقعہ وہ ذات' جس کے قوانین ایسے خوشگوار نتائج مرتب کرتے ہیں' درخورِ ہزار توصیف و ستائش ہے۔

۶۶ اے رسول! تم ان سے کہدو کہ میرے پاس اس نظامِ ربوبیت کا واضح ضابطہ آچکا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس خدا کے قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دوں جو ربوبیتِ عالمینی کا ذمہ دار ہے۔ اس کے سوا تم جن ہستیوں کے اقتدار و اختیار کو تسلیم کرتے ہو' ان کی اطاعت سے مجھے روک دیا گیا ہے۔

۶۷ (اس خدا کے نظامِ ربوبیت کی زندہ شہادت تو خود تمہارا اپنا وجود ہے)۔ اس نے تمہاری تخلیق کی ابتدا بے جان مادہ سے کی۔ (پھر زندگی کو مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے' اسے اس منزل میں لے آیا) جہاں پیدائش' نطفہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پھر اس نطفہ کو (رحمِ مادر میں) ایک جونک کی قسم کا لوتھڑا بنایا۔ پھر وہ تمہیں انسانی بچے کی شکل میں' دنیا میں لے آیا۔ پھر تم اپنی جوانی کی عمر تک پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔ تم میں سے بعض بچپن میں ہی وفات

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

پا جاتے ہیں۔ اور بعض اس عمر (سن شعور) تک پہنچتے ہیں جہاں انسان عقل و فکر سے کام لینے کے قابل ہوتا ہے۔

۶۸ اللہ وہ ہے جس کے قانون کے مطابق زندگی ملتی ہے۔ اور اسی کے قانون کے مطابق موت واقع ہوتی ہے۔ اس کی ہمہ گیر قوتوں کا یہ عالم ہے کہ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ (اپنی ابتدائی صورت میں) وجود میں آجاتی ہے۔ (پھر وہ' اس کے قانونِ ربوبیت کے مطابق' نشوونما حاصل کرتی اپنی آخری شکل تک پہنچ جاتی ہے)۔

۶۹ یہ ہے خدا کا قانون جس کے حتمی اور یقینی ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن تو نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو قوانین خداوندی کے بارے میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ (ذرا ان سے پوچھو کہ) یہ لوگ' خدا کے قانون کو چھوڑ کر' کونسا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

۷۰ یہ وہ لوگ ہیں جو اس ضابطۂ حیات (قرآن) کو جھٹلاتے ہیں۔ (اور چونکہ قرآن' اس تمام تعلیم کا مہیمن ہے جو انبیائے سابقہ کی وساطت سے بھیجی گئی تھی' اس لئے قرآن کو جھٹلانے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ، اس تمام تعلیم کو جھٹلا رہے ہیں جسے ہم رسولوں کی معرفت وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں۔

(لیکن ان کی اس تکذیب سے اس تعلیم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ نقصان خود ان کا اپنا ہی ہوتا ہے)۔ سو یہ بہت جلد دیکھ لیں گے کہ اس تکذیب و انکار کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

۷۱-۷۲ جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے' اور یہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے کشاں کشاں' جہنم کے کھولتے ہوئے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ اور پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

۷۳-۷۴ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک خدائی سمجھا کرتے تھے' اور خدا کو

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

۸ ۴۰ ۱۳

چھوڑ کر ان کی معبودیت اختیار کرتے تھے۔ (انہیں اپنی مدد کے لئے بلاؤ)۔ وہ کہیں گے کہ وہ تو ہم سے ایسے گم ہوئے کہ اب کہیں دکھائی ہی نہیں دیتے۔ ہم پر اب یہ راز کھلا ہے کہ ہم جنہیں اپنا معبود سمجھ کر پکارا کرتے تھے ان کی اصل و حقیقت ہی کچھ نہ تھی۔

اس طرح (خدا کا قانونِ مکافات) حق و صداقت سے انکار کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

۷۵ (ان سے کہا جائے گا کہ تمہارا یہ حشر اس لئے ہو رہا ہے کہ تم بغیر کوئی تعمیری کام کئے یونہی اتراتے تھے اور اپنی قوت کے نشہ میں اکڑتے پھرتے تھے۔ (اور یوں بڑائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ۱۶/۸۳)۔

۷۶ اب تم مختلف دروازوں سے جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اسی میں رہو —— ناحق تکبر کرنے والوں کا یہ ٹھکانہ کس قدر برا ہے!

۷۷ (اے رسول! تم ان سے یہ سب کچھ واضح طور پر کہہ دو۔ اور اس کے بعد) اپنے پروگرام پر نہایت مستقل مزاجی سے جمے رہو۔ خدا کے سب وعدے سچے ہیں۔ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے وہ اسی طرح ہو کر رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض باتیں تمہاری زندگی میں سامنے آ جائیں یا تمہاری وفات کے بعد ظہور میں آئیں۔ (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ تمہارا کام اس آواز کو عام کئے جانا ہے۔ یہ دیکھنا ہمارا کام ہے کہ اس کے نتائج کب سامنے آتے ہیں۔ ۴۲/۴۳ ؛ ۹۵/۲۳ ؛ ۴۶/۱)۔ ہمارا قانونِ مکافات ہر وقت سرگرمِ عمل رہتا ہے اور ان لوگوں کا ہر ایک قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ یہ اس کے احاطے سے باہر جا نہیں سکتے۔

۷۸ (ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس موعودہ عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور تجھ سے کہتے ہیں کہ انہیں حتمی طور پر بتایا جائے کہ وہ کب واقع ہو گا اور اس کی علامات کیا ہوں گی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں)۔ ہم نے تجھ سے پہلے بھی کئی رسول مختلف اقوام کی طرف بھیجے تھے —— ان میں سے بعض کے

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

حالات' ہم نے تجھ سے بیان کر دیئے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے۔ ان میں سے کسی کو بھی اس کا اختیار نہیں تھا کہ وہ اس تباہی کو جس سے ان کے مخالفین کو آگاہ کیا جاتا تھا' اپنی مرضی کے مطابق سامنے لے آتا۔ یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مکافات اور مہلت کے مطابق ہوتا تھا۔ جب' اس قانون کے مطابق ظہورِ نتائج کا وقت آجاتا تھا تو پھر ہر معاملہ کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ سامنے آجاتا تھا۔ اور جو لوگ تخریبی کوششیں کیا کرتے تھے' تباہ و برباد ہو جاتے تھے۔

(جس طرح پہلے ہوتا رہا ہے' اسی طرح اب بھی ہوگا)۔

۷۹ (باقی رہا ان کا یہ تقاضا کہ خدا کی طرف سے کوئی محسوس نشانی ان کے سامنے آنی چاہیئے سو خدا کی ہزاروں نشانیاں ان کے سامنے چلتی پھرتی موجود ہیں۔ لیکن جو انہیں دیکھنا ہی نہ چاہے اس کا کیا علاج؟ ان سے کہو کہ) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور بعض کا گوشت کھاتے ہو۔

۸۰ اور ان میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ نیز تم ان پر سامان وغیرہ لاد کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہو۔

ان جانوروں کے علاوہ' تم کشتیوں پر سوار ہو کر بھی سفر کرتے ہو۔

۸۱ یہ سب خدا کی نشانیاں ہیں جو تمہارے سامنے چلتی پھرتی ہیں۔ تم اس کی کس کس نشانی سے انکار کرو گے؟

۸۲ (اور اگر یہ لوگ اس امر کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ غلط اعمال کس طرح قوموں کو تباہ کیا کرتے ہیں' تو ان سے کہو کہ) ذرا دنیا میں ادھر اُدھر چلو پھرو' اور پھر دیکھو کہ جو قومیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں' ان کا انجام کیا ہوا۔ وہ تعداد میں بھی ان سے زیادہ تھے اور قوت میں بھی ان سے بڑھ چڑھ کر۔ انہوں نے زمین سے پیدا ہونے والے سامانِ زیست پر بھی ان سے کہیں زیادہ تصرف حاصل کر رکھا تھا۔ لیکن ان کا مال و دولت اور کسب و ہنر انہیں' اُن کے غلط

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ

عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اعمال کے تباہ کن نتائج سے بالکل نہ بچا سکا۔ یہ سب دھرے کا دھرا رہ گیا۔

۸۳ جب ان کے پاس ان کے رسول واضح احکام خداوندی لے کر آئے (تو انہوں نے ان قوانین کی تکذیب کی اور) اپنے علم و ہنر پر نازاں رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے' اس نے انہیں آ دبوچا۔

۸۴ جب انہوں نے اس تباہی کو اپنے سامنے کھڑے دیکھا تو چلا اٹھے اور لگے کہنے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لاتے ہیں' اور جن ہستیوں کو ہم اس کے ساتھ شریک سمجھتے تھے' ان سے انکار کرتے ہیں۔

۸۵ لیکن اس ایمان نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا جسے وہ عذاب کو سامنے دیکھ کر لائے تھے (ایمان وہی نفع بخش ہو سکتا ہے جو ظہور نتائج سے پہلے لایا جائے کیونکہ اس صورت میں ہنوز وقت ہوتا ہے کہ انسان صحیح اعمال سے سابقہ غلط اعمال کے مضر اثرات کا ازالہ کر سکے)۔

یہ خدا کا وہ اٹل قانون ہے جو انسانی دنیا میں شروع سے چلا آ رہا ہے۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ قوانین خداوندی کے مطابق چلنے سے انکار کرتے ہیں' وہ ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں اور آخر الامر تباہ ہو جاتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ

---

۱ خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ ضابطۂ قوانین اس خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بلا مزد و معاوضہ تمام کائنات کو سامانِ نشو و نما بہم پہنچاتا ہے (اور چونکہ انسانی ذات کی نشو و نما کے لئے وحی کی راہ نمائی کی ضرورت تھی اس لئے اس راہ نمائی کو بھی وہبی طور پر عطا کر دیا)۔

۳ اور ایک ایسی کتاب نازل کر دی جس کے احکام الگ الگ نکھار کر بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان میں کسی قسم کا ابہام اور التباس نہ رہے۔ اس کی زبان بھی بڑی واضح اور صاف ہے تاکہ جو لوگ علم و بصیرت سے کام لے کر اسے سمجھنا چاہیں' ان کے سامنے اس کے مطالب واضح طور پر آجائیں۔

۴ اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے نتائج کس قدر خوشگوار ہوتے ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی کرنے سے کیسی تباہیاں آتی ہیں۔
لیکن۔ اے رسول! جن لوگوں کے سامنے تو' اس قرآن کو پیش کر رہا ہے، ان میں سے اکثر کی حالت یہ ہے کہ وہ اسے سنتے تک نہیں۔ اور یونہی منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

۵ اور کہتے ہیں کہ تو ہمیں جس بات کی طرف بلاتا ہے' اس کی طرف سے ہمارے دل پردوں میں

أَذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عٰمِلُونَ ۝۵ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوٓا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝۶ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ۝۷

لپٹے ہوئے ہیں (اس لئے ان پر تمہاری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا)۔ اور ہمارے کانوں میں ثقل ہے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ (ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہے جو پاٹی ہی نہیں جا سکتی۔ اس لئے تم ہمیں نصیحتیں کر کے کیوں اپنا مغز تھکاتے ہو)۔ تم کچھ اور کام کرو۔ ہم جن کاموں میں لگے ہوئے ہیں' انہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

۶ ان سے کہو (کہ تم ذرا میری پوزیشن کو سمجھ لو۔ سب سے پہلے تو یہ) کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں (اس لئے میرے طبعی تقاضے کچھ تم سے مختلف نہیں)۔ تم میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے یہ وحی آئی ہے کہ تمہارے لئے اقتدار و اختیار صرف خدائے واحد کا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ہستی ایسی نہیں جس کی اطاعت اور محکومیت اختیار کی جائے۔ (دوسرے یہ کہ جس پر خدا کی طرف سے وحی آئے اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس وحی کو دوسروں تک پہنچائے۔ یہ وجہ ہے کہ تمہارے اعراض و انکار کے باوجود میں اس پیغام کو تم تک پہنچاتا ہوں۔ اور پہنچاتا رہوں گا' خواہ تمہارا ردعمل کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ میرا پیغام یہ ہے کہ) تم تمام راستوں کو چھوڑ کر صرف خدا کی طرف لے جانے والی راہ اختیار کرو۔ وہ راہ بڑی سیدھی اور متوازن ہے۔ وہ تمہیں غلط روشِ زندگی کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھے گی۔ یاد رکھو! جو لوگ خدائی اقتدار و اختیار میں دوسروں کو بھی شریک سمجھتے ہیں' وہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ (شرک انسانیت کے لئے وجہ تذلیل ہے' اور شرفِ انسانیت سے محرومی سے بڑھ کر اور کونسی تباہی ہو سکتی ہے!)۔

۷ جو لوگ خدا کی تجویز کردہ راہ کو چھوڑ کر اور راہیں اختیار کر لیتے ہیں' ان کی عملاً کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ (سب کچھ اپنے لئے ہی سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور) نوع انسان کی نشوونما کی فکر نہیں کرتے۔ وہ درحقیقت مستقبل کی زندگی (حیاتِ اُخروی) سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ (یاد رکھو! اپنی محنت کی کمائی کو نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے وہی وقف کر سکتا ہے جسے اس کا یقین ہو کہ اس سے اس کی ذات نشوونما پا کر زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ کوئی جذبہ محرکہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٨﴾ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾

ایسا نہیں جس سے انسان اپنی کمائی کو دوسروں کے لئے کھلا چھوڑ دے)۔

۸ ان کے برعکس، جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں، اور ہمارے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے اعمال کا نتیجہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور یہ نتیجہ انہیں بطور احسان نہیں ملتا بلکہ بطور استحقاق ملتا ہے۔

۹ ان سے پوچھو کہ کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو، اور اس کے ہمسر اوروں کو ٹھہراتے ہو جس کی قوتوں کا یہ عالم ہے کہ اس نے زمین کو دو مراحل میں سے گزار کر (موجودہ شکل میں) پیدا کیا۔ (پہلا مرحلہ وہ تھا جس میں یہ آتش سیال کا ایک گولہ تھا جس پر زندگی ناممکن تھی اور دوسرا مرحلہ وہ آیا جس سے یہ اس قابل ہوگئی کہ تم اس میں رہ سکو اور اس سے سامانِ زیست حاصل کر سکو)۔
یہ ہے وہ اللہ جس نے تمام کائنات اور جملہ نوعِ انسان کی نشو و نما کا انتظام کر رکھا ہے۔

۱۰ اس مقصد کے لئے اس نے زمین میں، سطح کے اوپر پہاڑ بنا دیئے (جن سے آب رسانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے)۔ اور اس میں مختلف چیزوں کے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھ دی۔ اور چار موسموں کی تبدیلی سے اس کی فصلوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ مقرر کر دیا جس سے یہاں کے رہنے والوں کو خوراک مل جائے۔
زمین کی یہ پیداوار، ہر ضرورتمند کے لئے، اس کی ضرورت کے مطابق، یکساں طور پر کھلی رہنی چاہئے۔ کسی پر اس کے دروازے بند نہیں ہونے چاہئیں۔ (۲۹/۴ ؛ ۵۶/۶۳–۷۳)۔

۱۱ اسی طرح خدا نے اپنی توجہ دیگر اجرامِ فلکی کی طرف منعطف کی —— اس وقت وہ بالکل دھوئیں۔ گیس (NABULAE) کی شکل میں تھے۔ سو ہم نے انہیں، اور زمین کو کہا کہ تم ہمارے قوانین کے تابع چلو —— طوعاً یا کرہاً —— انہوں نے کہا کرہاً کیوں؟ ہم بطیب خاطر ان قوانین کی اطاعت کریں[1] گے۔ (۳/۸۳ ؛ ۱۳/۱۵)۔

[1] طوعاً و کرہاً کے الفاظ ۳/۸۳ ؛ ۱۳/۱۵ میں بھی آئے ہیں لیکن وہاں لفظ مَنْ آیا ہے جس میں انسان بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اس اعتبار
(باقی صفحہ ۱۱۱۱ پر)

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾

۱۲ (جیسا کہ [illegible] میں کہا جا چکا ہے) خدا نے مختلف اجرامِ فلکی کو جیسا کہ انہیں ہونا چاہیئے تھا، دو مراحل میں بنا دیا۔ اور جس قانون کے مطابق انہوں نے چلنا تھا، اُس کی وحی ان کی طرف کردی (یعنی اس قانون کو خود ان کی ساخت کے اندر رکھ دیا)۔ اور جو فضا تمہیں سب سے قریب نظر آتی ہے، اس میں اس قسم کے اجرام بکھیر دیئے جو تمہیں جگمگاتے چراغوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اور انہیں ایسا محفوظ بنا دیا کہ یہ نہ آپس میں ٹکرائیں، نہ تمہارے اوپر گریں۔

یہ سب کچھ اُس خدا کے مقرر کردہ اندازوں کے مطابق طے پایا جو تمام قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے، اور اس کے ساتھ ہی ہر شے کا علم بھی رکھتا ہے۔

۱۳ (جس طرح خدا نے خارجی کائنات کی ہر شے کے لئے وہ قانون مقرر کر دیا جس کے مطابق اس نے زندگی بسر کرنی تھی، اسی طرح اُس نے انسانوں کے لئے بھی قانونِ حیات مقرر کر دیا، اور اسے وحی کے ذریعے ان تک پہنچا دیا ہے)۔ اگر یہ لوگ اس قانون سے اعراض برتتے ہیں تو ان سے کہدو کہ میں تمہیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ اس کا نتیجہ تمہاری تباہی اور بربادی ہوگی۔

(بقیہ فٹ نوٹ ۱۱۱۰)

سے ہم نے (دیکھ) میں مفہوم واضح کیا ہے۔ اسے ایک نظر دیکھ لیا جائے۔ لیکن یہاں صرف سماء اور ارض کا ذکر آیا ہے یعنی طبیعی کائنات کا۔ یہاں طوعًا سے بعض فلاسفرز نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ مادہ میں بھی قوتِ ارادی (WILL) موجود ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ طوعًا او کرھًا کے الفاظ محاورہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں جیسے اطاع النخل کے معنی ہوتے ہیں کھجوریں پک گئیں اور اس قابل ہو گئیں کہ انہیں توڑ لیا جائے۔ یعنی فطرت نے انہیں جس مقصد کے لئے بنایا تھا وہ وہاں تک پہنچ گئیں۔ اس اعتبار سے ارض و سما کا یہ کہنا کہ ہم طوعًا اس طرف آتے ہیں یہ بتانے کے لئے ہے کہ انہیں بنایا ہی اس طرح گیا ہے کہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت ان کی جبلت میں داخل ہے۔ یہ نہیں کہ وہ ان قوانین کی اطاعت اپنے ارادے سے کرتے ہیں اور انہیں اس کا بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ ان کی اطاعت نہ کریں۔ قرآن کریم نے "روحِ خداوندی" (اختیار و ارادہ کی قوت) کا حامل صرف انسان کو کہا ہے اور کائناتی قوتوں کے متعلق واضح طور پر بتایا ہے کہ وہ قانونِ خداوندی سے سرتابی اختیار کر ہی نہیں سکتیں (یفعلون ما یؤمرون۔ وھم لا یستکبرون وغیرہ اس پر شاہد ہیں)۔

إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ
رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَ
كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ
فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا

——— اس قسم کی تباہی اور بربادی جیسی اقوام سابقہ عاد، ثمود پر آئی تھی ———

۱۴ جب ان کی طرف' اُن کے آگے اور پیچھے سے اللہ کے رسول آئے' اور انہوں نے ان سے کہا کہ خدا کے سوا کسی اور کی اطاعت اختیار نہ کرو' تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر اللہ (ہماری طرف اپنی وحی بھیجنا) چاہتا تو وہ آسمان سے فرشتے نازل کرتا (جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے۔ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو' اس لئے) ہم تمہارے ان پیغامات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

۱۵ قوم عاد کی یہ حالت تھی کہ انہوں نے ناحق تکبر اور سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ انہیں اس کا زعم تھا کہ ان سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں (اس لئے وہ جو جی میں آئے کر سکتے ہیں۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں)۔ انہوں نے اس پر غور ہی نہ کیا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' ان سے کہیں زیادہ قوتوں کا مالک ہے۔ ان کے اس عدم تدبر کا نتیجہ تھا کہ وہ قوانین خداوندی کا انکار کرتے تھے۔

۱۶ سو جب ان کی تباہی کا وقت آیا ——— جو ظاہر ہے کہ ان کے لئے بڑا ہی نامبارک تھا ——— تو ہم نے ان پر ایسی زور کی آندھی چلائی جس نے انہیں آتش خاموش کی طرح ختم کر کے رکھ دیا (۶۹/۷)۔ اس طرح انہیں اس دنیا کی زندگی ہی میں ذلت آمیز عذاب مل گیا۔ اور آخرت کی زندگی کا عذاب اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہوگا۔ انہیں اُس عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

۱۷ دوسری قوم ثمود تھی۔ ہم نے انہیں صحیح راستہ دکھایا' لیکن انہوں نے آنکھیں کھول کر

يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾

صحیح راستے پر چلنے کے بجائے اندھوں کی طرح آنکھیں بند کر کے غلط روش پر چلے جانے کو اپنے لئے زیادہ پسند کیا۔ سو ان کے اعمال کے نتیجہ میں ان پر زلزلہ کا ایسا عذاب آیا جس نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا۔

۱۸ (ان کے رسول نے انہیں آنے والے زلزلہ سے قبل از وقت آگاہ کر دیا تھا، لیکن چونکہ وہ اس کی ہر بات کو جھٹلایا کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی تنبیہ کو بھی مذاق میں اڑا دیا۔ اور تباہ ہو گئے)۔ لیکن جو لوگ اس کی باتوں کو سچا مانا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان خطرات سے محفوظ رہیں وہ قبل از وقت وہاں سے نکل گئے اور اس طرح اس تباہی سے بچ گئے۔

۱۹ (جو حشر ان اقوام سابقہ کا ہوا، وہی تمہارے ان مخالفین کا ہوگا)۔ جس دن ان دشمنانِ نظام خداوندی کو تباہی کے عذاب کے لئے اکٹھا کیا جائے گا، اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا جائے گا۔

۲۰ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، اس کی شہادت کے لئے کہیں باہر سے گواہ بلانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ان کے کان۔ ان کی آنکھیں۔ غرضیکہ ان کا پورا جسم، ان اعمال کی گواہی دے گا۔ ان کی ذات خود ان کے اعمال کا ریکارڈ ہو گی۔

۲۱ وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ وہ کہیں گے کہ جس خدا نے ہر شے کو قوتِ گویائی عطا کی تھی، اسی نے ہمیں بھی بولنے کی طاقت دیدی۔ سو ہم نے سچی سچی گواہی دیدی۔ (انسان اپنے اعمال کا آپ محاسب اور اپنے خلاف خود آپ شہادت ہے۔ ۱۷/۱۴ ؛ ۷۵/۱۴)۔

(وہ ان سے کہیں گے کہ) جس خدا نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا، اسی کے قانون مکافات کے مطابق تمہارے اعمال نے یہ نتائج مرتب کئے ہیں۔ تمہارا کوئی عمل اس قانون کے احاطہ سے باہر رہ نہیں سکتا تھا۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

۲۲ ان مجرمین سے کہا جائے گا کہ تم غلط کام کرتے وقت، اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لیا کرتے تھے، لیکن) تم اپنے کانوں، آنکھوں اور دیگر اعضاء سے پردہ کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے کیونکہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ چیزیں بھی تمہارے خلاف شہادت دے سکتی ہیں (اپنے اعمال کو سوسائٹی کی نظروں سے چھپا لینے کے بعد تم مطمئن ہو جاتے تھے کہ ان کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ گویا) تمہاری دانست میں ان اعمال کا علم خدا کو بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

۲۳ یہ وہ غلط خیال تھا جو تم نے خدا کے متعلق قائم کیا —— سو اسی غلط خیال نے تمہیں تباہ کر دیا اور تمہیں اس قدر نقصان پہنچ گیا۔

۲۴ سو اگر یہ لوگ اس عذاب کو خاموشی سے برداشت کریں، تو بھی یہ عذاب ان پر مسلط رہے گا اور اگر یہ اس کی کوشش کریں کہ ان باتوں کو دور کر دیں جن کی وجہ سے یہ عذاب آیا تھا اور یوں خدا کی رضامندی حاصل کر لیں، تو ایسا نہیں ہو سکے گا —— (اس لئے کہ مہلت کا وقفہ ختم ہو جانے کے بعد باز آفرینی کا موقعہ نہیں رہتا) یہ عذاب بہرحال ان پر مسلط رہے گا۔ اس سے چھٹکارا نہیں ہو سکے گا۔ (۱۶/۸۴)۔

۲۵ (ان لوگوں کی سرکشی اور گمراہی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ) ان کے کچھ ساتھی ہیں جو ان کے تمام اعمال کو، جو انہوں نے پہلے کئے تھے یا اب کرتے ہیں، انہیں نہایت خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں۔ (ان کے یہ مصاحب، ان کی ہر حرکت پر مرحبا اور سبحان اللہ کہتے ہیں اور اس طرح انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا رکھتے ہیں۔ ۴۳/۳۶)۔

یوں، ان لوگوں پر عذاب خداوندی کی بات ثبت ہو گئی، جس طرح ان سے پہلی قوموں پر عذاب ثبت ہوا تھا —— خواہ وہ مہذب شہری آبادیاں تھیں یا صحرائی لوگ —— وہ سب نقصان اٹھانے والے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

---

۲۶ اور جو لوگ قانونِ خداوندی سے انکار و سرکشی برتتے ہیں' وہ اپنے لوگوں کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ دیکھنا! تم کہیں قرآن کو سُن لینا (اس سے تمہارے عقائد خراب ہو جائیں گے) بلکہ جہاں دیکھو کہ کوئی شخص قرآن کی بات پیش کرتا ہے' وہاں شور مچا دو۔ کائیں کائیں کرنے لگ جاؤ۔ اس طرح کچھ امید ہو سکتی ہے کہ تم ان لوگوں پر غالب آسکو۔ (ورنہ یہ ناممکن ہے کہ لوگ قرآن کی باتیں سنیں اور اس سے متاثر نہ ہوں)۔

۲۷ (چنانچہ یہ قرآن کے پیغام کے خلاف اس قسم کے تمام حربے استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ قرآنی انقلاب غالب آکر رہے گا) اور ہم ان لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کریں گے —— اور یہ ان کی اپنی بداعمالیوں ہی کا بدلہ ہوگا۔

۲۸ (اور یہ چیز' کچھ انہی سے مختص نہیں) جو لوگ بھی نظامِ خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں ان کا انجام' تباہی اور بربادی کا جہنم ہوتا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہتے ہیں۔ یہ فطری نتیجہ ہے قوانینِ خداوندی سے انکار و سرکشی کا (جس طرح سنکھیا کھانے کا فطری نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے)۔

۲۹ اور اس وقت وہ لوگ' جنہوں نے ہمارے قوانین سے انکار کیا تھا کہیں گے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! اپنوں اور بیگانوں میں سے' جن لوگوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈالا تھا' انہیں ہمیں دکھا' تاکہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روندیں اور وہ سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہوں۔ (اس طرح ہمارے انتقام کی آگ کچھ تو ٹھنڈی ہو)۔

۳۰ (یہ تو رہی حق و صداقت سے انکار کرنے والوں کی بات۔ ان کے برعکس) جو لوگ اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا نشوونما دینے والا' اللہ ہے۔ اور پھر اپنے اس اقرار اور ایمان پر جم کر کھڑے ہو جاتے ہیں' اور دنیا کی کوئی قوت ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کرتی۔ تو ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے (خدا کی کائناتی قوتیں ان کا ساتھ دیتی ہیں اور

اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۴﴾

ان کے لئے باعثِ تقویت بنتی ہیں ۳۲ / ۳۳) اور اس طرح ان سے کہتی ہیں کہ تم کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ نہ ہی افسردہ خاطر ہو۔ تمہارے لئے اس جنتی معاشرہ کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔
(۱۲۵—۱۲۴/۳ ؛ ۱۲—۱۰/۴۱ ؛ ۴۶/۱۳)۔

۳۱ ہم اِس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق ہوں گے۔ (اس لئے تمہیں یہ جنتی زندگی اس دنیا میں بھی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی)۔ اس جنتی زندگی میں وہ سب کچھ ہوگا جسے تمہارا جی چاہے گا اور وہ سب کچھ ملے گا جسے تم طلب کرو گے۔ (جو چاہو گے ہوگا۔ جو مانگو گے ملیگا۔ یہ ہوگا نتیجہ تمہارے یقینِ محکم اور عملِ پیہم کا)۔

۳۲ اور یہ سب کچھ ایسی عزت و توقیر کے ساتھ ملے گا جیسے میزبان، اپنے مہمان کی تواضع کرتا ہے۔ اس میں خدا کی طرف سے، زندگی کے خطرات سے حفاظت کا سامان بھی ہوگا، اور سامانِ نشوونما بھی۔

۳۳ اس کے بعد بتاؤ کہ اُس شخص کی بات سے زیادہ حسین اور جاذب بات اور کس کی ہو سکتی ہے، جو لوگوں کو قانونِ خداوندی کی طرف دعوت دیتا ہے اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور (اس طرح اپنی عملی زندگی سے ثابت کر دیتا ہے کہ) وہ ان میں سے ہے جو قوانین خداوندی کے اطاعت گزار ہیں۔

۳۴ یاد رکھو! معاشرہ، اور انسانی ذات میں حسن پیدا کرنے والے کام، اور ایسے کام جن سے بگاڑ پیدا ہو، نتیجہ کے اعتبار سے کبھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اگر معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہو جائیں تو ان کے ازالہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ حسن پیدا

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

کرنے والے کام کئے جائیں- (اس سے غلط کاموں کے مضر اثرات کا ازالہ بھی ہو جائے گا اور آیندہ کے لئے بگاڑ بھی رک جائے گا- نیز اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ) وہ شخص جس کی طرف سے بگاڑ پیدا کرنے والی حرکت سرزد ہوئی تھی' اس میں اور تم میں اگر سخت عداوت ہو گی' تو وہ تمہارا گرمجوش دوست بن جائے گا-

(برائی کو بھلائی سے روکنے کا یہ طریقہ ہے- لیکن یہ طریق انہی کی صورت میں کارگر ہو سکتا ہے جن میں اصلاح کا امکان ہو- جو مخالفت کی آخری حد تک پہنچ چکے ہوں ان کے علاج کے لئے سختی کی ضرورت پڑے گی)-

۳۵ لیکن یہ طریق کار ہے بڑا مشکل' اور اس پر عمل پیرا وہی ہو سکتا ہے جو نہایت مستقل مزاج ہو- بایں ہمہ' یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جس شخص کو اس طریق کار کی توفیق نصیب ہو جائے تو وہ بڑی کامیابیوں اور کامرانیوں کا مالک ہو گا-

۳۶ یہ کام دشوار اس لئے ہے کہ سرکش قوتیں' اور خود تمہارے سطحی مفاد پر مبنی جذبات' اس کی کوشش کریں گے کہ تمہاری اس روش میں بگاڑ کی صورت پیدا کر دیں- ایسی صورت میں اس کا علاج یہ ہے کہ تم اور شدت سے قوانین خداوندی کی پیروی کرنے لگ جاؤ- اس سے تمہیں ان تخریبی عناصر کی فساد انگیزیوں سے پناہ مل جائے گی- یاد رکھو! خدا ہر بات کا سننے والا اور جاننے والا ہے-

۳۷ اگر تم یہ سمجھنا چاہو کہ قوانین خداوندی کی اطاعت' اور اس اطاعت میں استقامت' زندگی میں کس طرح حسن اور استواری پیدا کر دیتی ہے' تو ذرا اجرام فلکی کو دیکھو' اور غور کرو کہ چاند اور سورج کس طرح ایک مستقل روش کے مطابق گردش کرتے ہیں اور رات اور دن کس طرح' ایک لگے بندھے قاعدے کے مطابق' ایک دوسرے کے بعد آتے رہتے ہیں- (تم دیکھو گے کہ کائناتی نظام میں کہیں بگاڑ اور ناہمواری نہیں- یہ نتیجہ ہے قوانین خداوندی کی اطاعت کا)-

فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۩ ﴿٣٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ چاند یا سورج میں از خود کوئی ایسی قوت نہیں جس سے انسان انہیں دیوتا سمجھ کر سجدے کرنے لگ جائے۔ (یہ محض انسانوں کی توہم پرستی ہے)۔ چاند اور سورج کو خدا نے پیدا کیا ہے اور یہ اسی کے قوانین کی اطاعت کرتے ہیں' اس لئے تمہیں بھی خدا ہی کے قوانین کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

۳۸ اگر یہ لوگ قوانین خداوندی سے سرکشی برتتے ہیں' تو اس سے خدا کے نظامِ کائنات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کائنات کی تمام قوتیں' دن رات' اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل رہتی ہیں' اور اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں کبھی غفلت نہیں برتتیں۔

۳۹ اگر تم یہ دیکھنا چاہو کہ قوانین خداوندی سے ہم آہنگی کس قدر حیات آفریں نتائج پیدا کرتی ہے' تو زمین کی طرف دیکھو۔ وہ کس قدر خشک اور مُردہ سی ہوتی ہے۔ پھر ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور اس میں سے زندگی ابھرنے لگتی ہے۔

لہٰذا' وہ خدا جو اپنے کائناتی قانون کی رُو سے' زمین مردہ کو حیاتِ تازہ عطا کر دیتا ہے' اسی طرح اپنے قانونِ ربوبیت سے مُردہ اقوام کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس کے قانون میں زندگی اور موت کے پیمانے موجود ہیں۔ اور وہ ان سب پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔

۴۰ (ہم نظامِ کائنات کی مثال تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس لئے کہ تم اس سے سبق سیکھو اور اپنے معاشرہ کو بھی ہمارے قوانین کے مطابق متشکل کرو۔ لیکن) اگر کوئی شخص (یا قوم) نظامِ کائنات (طبیعی دنیا) میں غور و فکر ہی کو مقصود بالذات سمجھ لے' اور اس میں اس حد تک جذب ہو کر رہ جائے کہ وہ انسانیت کی بلند و بالا زندگی کی طرف سے غافل ہو جائے تو اس کی یہ روش کبھی صحیح نتائج مرتب نہیں کر سکتی۔ (صحیح روش' افراط و تفریط کی نہیں' اعتدال کی ہے۔ طبیعی زندگی اور اس کے نظم و نسق پر غور و فکر سے کائناتی قوتوں کو مسخر کرو' اور ان قوتوں کے ماحصل کو قوانین خداوندی کے مطابق صرف کرو۔ یہ ہے اعتدال کی راہ۔ افراط و تفریط کی راہ ہمارے

الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞۴۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۞۴۱ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۞۴۲ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۞۴۳

قانونِ مکافات کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا انجام انسانیت کی تباہی ہے)۔

ان سے پوچھو کہ جو شخص تباہ کر دینے والے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو ظہورِ نتائج کے وقت ان تباہیوں سے محفوظ اور مامون رہے؟ اس فرق کو سامنے رکھو اور پھر جو کچھ تمہارے جی میں آئے کرو۔ (جونسی روش جی چاہے اختیار کر لو۔ تم پر کوئی زبردستی نہیں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ خدا کا قانونِ مکافات تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ تم جونسی روش اختیار کرو گے اس کے مطابق نتیجہ مرتب ہو جائے گا۔

صحیح اور غلط راستے کو متمیز کر دینا ہمارا کام ہے۔ پھر اپنے لئے غلط یا صحیح راستے کا انتخاب تمہارے اپنے اختیار کی بات ہے۔ اس کے بعد جو روش تم اختیار کرو اس کے مطابق نتیجہ مرتب کرنا ہمارے قانونِ مکافات کے ذمے ہے۔ اس پر تمہارا کوئی اختیار و اقتدار نہیں)۔

۴۱ جو لوگ اس قرآن سے انکار کریں جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جائے (یعنی صحیح راستہ اختیار کرنے سے انکار کریں) تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کے اس انکار سے قرآن کے قوانین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے کہ آخر الامر اسی کو غالب آنا ہے۔

۴۲ باطل کی تخریبی قوتیں اس کے آگے یا پیچھے سے آئیں (اس سے براہِ راست ٹکراؤ پیدا کریں یا درپردہ سازشیں کریں) اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ باطل اس پر کسی سمت سے حملہ کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو بہترین تدابیر کا مالک ہے اور ہر قسم کی حمد و ستائش کا حامل (۱/۲)۔

۴۳ ہماری وحی کے متعلق جو کچھ یہ لوگ تجھ سے کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہی کچھ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی کہا جاتا تھا۔ تیرا نشوونما دینے والا ان کی مخالفت سے تیری حفاظت کرے گا۔ اور انہیں ان کے انکار و سرکشی کے نتیجہ میں الم انگیز عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

---

۴۴ (ہم نے اس قرآن کو انہی کی زبان میں نازل کیا تاکہ اس کی ہر بات واضح طور پر سمجھ میں آجائے۔ لیکن انہیں اس پر اعتراض ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ انسان کا کلام نہیں خدا کا ہے تو اسے جنتر منتر کی سی مبہم زبان میں ہونا چاہئے تھا جس طرح ان کے کاہن بولتے ہیں۔ لیکن) اگر یہ قرآن مبہم زبان میں ہوتا تو یہ اعتراض کر دیتے کہ یہ واضح اور نکھری ہوئی زبان میں کیوں نہیں نازل ہوا؟ (حقیقت یہ ہے کہ خوئے بدرا بہانۂ بسیار)۔ سوال اس قرآن کی زبان کا نہیں۔ (چونکہ ان کی نیت خراب ہے اس لئے انہیں اس قرآن میں ہزار نقص دکھائی دیتے ہیں)۔

ان سے کہدو کہ یہ قرآن، ان لوگوں کے لئے، جو اس کے منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں، صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کا ذریعہ ہے اور زندگی کی تمام بیماریوں کے لئے شفا۔ لیکن جو لوگ اس کی بنیادی صداقت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے کانوں میں (تعصب کی وجہ سے) ڈاٹ لگ جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے الفاظ (جو خود ان کی اپنی زبان کے فصیح الفاظ ہیں) انہیں اس طرح مبہم اور غیر واضح معلوم ہوتے ہیں جیسے کوئی دور کی آواز سن رہا ہو، اور یہ واضح نہ ہو سکے کہ کہنے والا کیا کہتا ہے۔

۴۵ ہم نے اس سے پہلے، موسٰیؑ کو بھی اسی قسم کی کتاب دی تھی (جو بنی اسرائیل کی زبان میں تھی اور اس پر وہ ایمان بھی لائے تھے۔ لیکن اس کے بعد) وہ اس میں اختلاف کرنے لگ گئے (اس لئے نہیں کہ اس کی زبان ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی بلکہ اس لئے کہ ان کی نیتوں میں فتور آگیا تھا۔ اسی طرح، ان مخالفین عرب کی مخالفت بھی ان کی نیت کی خرابی کی وجہ سے ہے)۔ ان کا طرزِ عمل ایسا ہے کہ اس کے نتائج ان کے سامنے فوراً آجاتے۔ لیکن خدا نے ظہورِ نتائج کے لئے مہلت کا قانون مقرر کر رکھا ہے ——— اور یہی چیز ان کے لئے ریب و شکوک کا باعث بن رہی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

(۴۶) بہرحال تو ان سے کہدے کہ جو شخص بھی اعمالِ صالح کرتا ہے، اس کا فائدہ خود اس کی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ اور جو بگاڑ پیدا کرنے والے کام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ بھی وہ خود ہی بھگتتا ہے۔ تیرا نشوونما دینے والا نہ کسی کے اجر میں کمی کرتا ہے۔ نہ کسی پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے۔ (اس نے اپنے بندوں پر زیادتی کرکے کیا لینا ہے؟)۔

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ‌ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ‌ؕ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِيۡدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ‌ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿۴۸﴾

---

۴۷ یہ انقلاب یعنی ظہورِ نتائج کا وقت کب آئے گا' اور اس کے لئے مہلت کا وقفہ کسقدر ہے' اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ یہ معاملات اُس کے قانونِ مکافات کے مطابق طے پاتے ہیں۔ ترتیب و ظہورِ نتائج کا یہ وہی قانون ہے جس کی رُو سے درختوں کے پھل' اپنے غلافوں کے اندر پرورش پاتے اور پکتے ہیں۔ اور جس کے مطابق استقرار و وضعِ حمل ہوتا ہے۔ (جس طرح اِن امور میں ایک وقفہ ہوتا ہے' اسی طرح انسانی اعمال اور اُن کے نتائج کے محسوس شکل میں سامنے آنے میں بھی ایک وقفہ ہوتا ہے)۔

اس طرح یہ انقلاب' اپنے وقت پر آئے گا جس میں ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ وہ قوتیں کہاں ہیں جنہیں تم خدا کا شریک سمجھا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم تیرے حضور اس کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اُنہیں نہیں دیکھ رہا۔ معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہو گئے۔

۴۸ یعنی اس انقلاب کے وقت' وہ سب جنہیں وہ (اپنی مدد کے لئے) پکارا کرتے تھے'

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

ان سے غائب ہو جائیں گے۔ اُس وقت انہیں احساس ہوگا کہ خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے بچ کر بھاگ جانے کا کوئی بھی مقام نہیں۔

۴۹ انسان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے لئے مال و دولت وغیرہ کی طلب سے کبھی تھکتا ہی نہیں ([illegible] ؛ [illegible])۔ لیکن جب اسے ذرا سا نقصان پہنچ جائے تو سخت شکستہ خاطر اور نا امید ہو جاتا ہے۔

۵۰ اور اگر نقصان کے بعد ہم اسے پھر فراوانیٔ رزق عطا کر دیتے ہیں (جس کے متعلق اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب اس کے حصول کی کوئی امید نہیں) تو وہ کہنے لگ جاتا ہے کہ یہ سب کچھ میری اپنی تدبیر اور علم و ہنر کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اس پر میرا اکیلے کا حق ہے۔ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ (میں اسے دوسروں کی پرورش کے لئے کیوں کھلا رکھوں؟ وہ درحقیقت قانونِ مکافات کو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ) میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کا انقلاب کبھی آئے گا۔ اور اگر بفرضِ محال ایسا ہوا بھی' اور مجھے خدا کے سامنے جانا بھی پڑا تو وہاں بھی میرے لئے خوشگواریاں ہی خوشگواریاں ہوں گی۔ (اس لئے کہ اگر میں خدا کی نگاہوں میں ایسا ہی بُرا ہوتا تو مجھے دنیا میں یہ کچھ کیوں ملتا؟)۔ ([illegible])۔

ان سے کہہ دو کہ جو لوگ ہمارے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں (اُن کے اس انکار سے' وہ قانون کالعدم نہیں ہو جاتا۔ وہ بدستور کارفرما رہتا ہے۔ اس لئے) ہم ان کے اعمال کے نتائج ان کے سامنے ضرور لائیں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

۵۱ (بیشک انسان جب وحی کی راہ نمائی میں نہیں چلتا تو اس کی حالت یہی ہوتی ہے کہ) جب اسے زندگی کی آسائشیں نصیب ہوتی ہیں تو وہ راہ راست سے روگردانی اختیار کر لیتا اور اپنا رُخ ہی بدل لیتا ہے۔ اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگ جاتا ہے۔ ([illegible])۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِۦ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۳﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌۢ ﴿۵۴﴾

(۶ ع ۲۰ ۱)

۵۲ بہرحال، اے رسول! تو ان لوگوں سے، جو اس قرآن کی صداقت سے انکار کرتے ہیں جو انہیں خدا کے قانونِ مکافات سے متنبہ کرتا ہے، کہدے کہ کیا تم نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے ہو (جیسے یہ فی الواقعہ ہے) اور تم اس سے انکار کرتے رہو، اور اس کی مخالفت میں اتنی دور تک نکل جاؤ، تو تم سے زیادہ راہ گم کردہ اور تباہ حال اور کون ہوگا؟

۵۳ (یہ لوگ قرآن کی صداقت سے اس وقت انکار کرتے ہیں تو کرنے دو) ہم ایسے حالات پیدا کرتے جائیں گے کہ ان لوگوں کو خود اپنی قوم میں، اور اپنے گرد و پیش کی اقوام میں، (جب یہ نظام مرکزِ عرب سے آگے بڑھ کر اور علاقوں میں پھیل جائے گا) ہمارے قانون کی صداقت کی محسوس نشانیاں نظر آجائیں گی، حتیٰ کہ یہ حقیقت ان کے سامنے نکھر کر آجائے گی کہ قرآن نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ حق پر مبنی تھا، اور ٹھیک اسی طرح واقع ہو کر رہا۔

(اور یہ چیز صرف اُس زمانے کے مخاطبینِ عرب تک ہی محدود نہیں۔ جوں جوں علمِ انسانی بڑھتا جائے گا اور دنیا پر نئے نئے حقائق منکشف ہوتے جائیں گے ——— وہ انسان کی داخلی دنیا سے متعلق ہوں، یا خارجی کائنات سے ——— وہ سب قرآن کے دعاوی کی زندہ شہادتیں بنتے جائیں گے اور یوں دنیا رفتہ رفتہ دیکھ لے گی کہ قرآن کی ہر بات حقیقت پر مبنی ہے)۔

یہ اس لئے کہ یہ کتاب اُس خدا کی طرف سے ہے جو کائنات کی ہر شے پر نگران ہے۔ اس لئے اُسے خوب معلوم ہے کہ یہاں کیا ہونے والا ہے۔ لہٰذا، اُس کا ایسا ہمہ گیر علم ہی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ حقیقت ثابتہ ہے۔

۵۴ لیکن اس کے باوجود، ذرا ان لوگوں کی حالت پر غور کرو جو خدا کے قانونِ مکافات کا سامنا کرنے کے متعلق شک کرتے ہیں ——— اُس خدا کے قانون کے متعلق جو کائنات کی ہر شے کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اُس کے اِس گھیرے سے نکل کون سکتا ہے؟ (یہ لوگ حقیقت سے کتنی دور ہیں!)۔
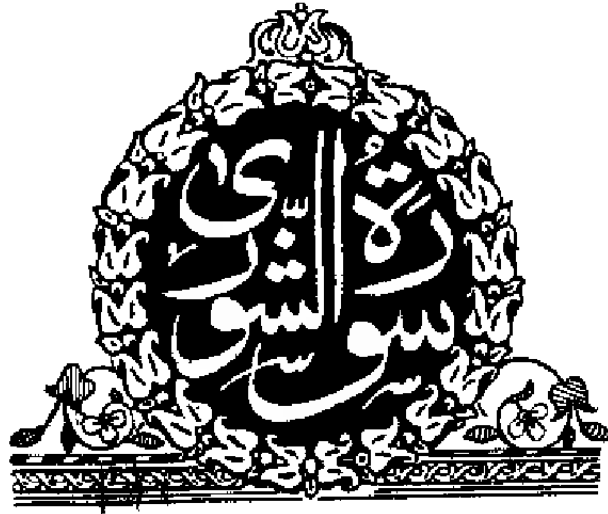
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

۱ ۲ خدائے حمید و مجید۔ اور علیم و سمیع و قدیر کا ارشاد ہے کہ

۳ یہ ہے وہ طریق جس کے مطابق وہ تیری طرف اس کتاب کو بذریعہ وحی نازل کر رہا ہے۔ اسی طرح' اس نے' انبیائے سابقہ کی طرف وحی نازل کی تھی —— اُس خدا نے جو حکمت اور حکومت کا مالک ہے۔ وہ بڑا صاحب غلبہ و تسلط ہے۔ لیکن اس کا غلبہ یکسر حکمت پر مبنی ہے۔ (دھاندلی کا تسلط نہیں)۔

۴ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ ہر طرح کی عظمت اور بلندی اس کے لئے ہے۔

۵ (اس کے برعکس' انسانوں نے اپنے معاشرہ کا' جو ان کے خود وضع کردہ آئین و دستور کے مطابق متشکل ہوتا اور چلتا ہے' ایسا حشر کر رکھا ہے اور اسے اس طرح فساد انگیزیوں اور خوں ریزیوں کی آماجگاہ بنا رکھا ہے کہ) بعید نہ تھا کہ ان پر آسمان پھٹ پڑتا (۱۹/۹۰)۔ (لیکن انسان یہ تباہی اپنی دنیا میں ہی مچا سکتا ہے۔ کائناتی نظام اس کی دستبرد سے باہر ہے۔ وہ

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ٘ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝

اس کے حیطۂ اقتدار میں نہیں۔ اس لئے وہ محفوظ ہے۔ وہاں خدا کی کائناتی قوتیں اس کے نظامِ ربوبیت کو موجب حمد و ستائش بنانے میں، ہر وقت سرگرمِ عمل رہتی ہیں اور یوں اہلِ زمین کو قدرت کی طرف سے سامانِ حفاظت مل جاتا ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خدا کا پروگرام ہے جس کی رو سے انسان یوں تباہیوں سے محفوظ ہے اور اسے سامانِ نشو و نما مل رہا ہے۔ (ورنہ یہ تو اپنے آپ کو ختم کر کے چھوڑتا)۔

۶ (یہ سب اس لئے ہے کہ کائنات میں صرف ایک خدا کا اختیار و اقتدار ہے)۔ جو لوگ اس کے علاوہ، اوروں کو اپنا کارساز و کارفرما سمجھتے ہیں، وہ اس کی نگاہوں میں ہیں۔ ان سے خدا کا قانونِ مکافات خود نبٹ لے گا۔ (اے رسول!) ان کا معاملہ تیرے سپرد نہیں کیا گیا۔

۷ تیری طرف یہ صاف اور واضح ضابطۂ قوانین اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ تو، اس کے ذریعے، سب سے پہلے، اس مرکزی بستی (مکہ) اور اس کے اردگرد کی آبادیوں کو ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج و عواقب سے آگاہ کر دے۔ اور انہیں متنبہ کر دے کہ (اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہ آئے، تو اس کشمکش کے آخری فیصلہ کے لئے، تمام لشکر میدان میں جمع ہوں گے۔ پھر ایک گروہ (فاتح و منصور حیثیت سے) جنتی معاشرہ میں داخل ہوگا۔ اور دوسرا فریق (خاسر و نامراد) تباہیوں کے جہنم میں جا گرے گا۔ ان سے کہدو کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں (یہ اس دنیا میں بھی ہوگا اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی)۔

۸ یہ ٹھیک ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ایسی ہوتی تو وہ تمام انسانوں کو پیدا ہی اس طرح کرتا کہ وہ سب کے سب (حیوانات کی طرح) ایک ہی راستے پر چلنے پر مجبور ہوتے (اس لئے نہ ان میں اختلاف کی استعداد ہوتی نہ حق و باطل کی یہ کشمکش ہوتی۔ لیکن اس کی مشیت اس سے مختلف تھی۔ اس نے انسانوں کو صاحبِ اختیار و ارادہ بنایا ہے، اور اس بات کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے جو چاہے صحیح راستہ اختیار کر کے، اپنے آپ کو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

مستحق بنالے (اور جو چاہے اس سے سرکشی اختیار کرلے۔ لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لے) کہ اسطرح سرکشی اختیار کرنے والوں کا انجام تباہی اور بربادی ہوگا' اور ان کا کوئی کارساز اور مددگار نہیں ہوگا جو انہیں اس تباہی سے بچالے۔

۹ (ان سے پوچھو کہ انہوں نے' جو) خدا کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا کارساز قرار دے رکھا ہے (تو یہ کس دلیل وحجت کی رُو سے ہے؟)۔ کارساز صرف خدا ہی ہوسکتا ہے۔ وہی مُردوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اس نے تمام چیزوں کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں جن پر اسے پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۱۰ یہ ٹھیک ہے کہ طبائع کے اختلاف' اور مختلف رجحانات ومیلانات کی وجہ سے تم میں' مختلف امور میں' باہمی اختلاف ہوگا۔ ان اختلافات کے مٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر معاملہ کا فیصلہ خدا کے قانون کی رو سے کیا جائے (جو سب کے لئے حکم اور آخری سند ہے۔ (۴۴/۵)۔

یہ ہے وہ اللہ جو میرا نشو ونما دینے والا ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور میں ہر معاملہ میں اسی کے قانون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۱۱ اسی نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ تمہارے لئے' تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے ہیں جو ایک دوسرے کے رفیق بنتے ہیں۔ اسی طرح مویشیوں کے بھی جوڑے ہیں۔ اس طرح اس نے تمہاری نسل کو پھیلانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ خدا کی مانند کوئی اور نہیں ہوسکتا جو یہ کچھ کرسکے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ (تم اس کی صفات کو تو سمجھ سکتے ہو' اس کی ذات کی کنہ و حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ کسی مثال سے بھی نہیں سمجھائی جاسکتی۔ اس لئے کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں) وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

۱۲ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں تمام اختیارات واقتدارات اسی کے ہیں۔ تمام خزانوں کی کنجیاں اسی کے قبضہ میں ہیں۔ یہاں کے تمام انتظامات اسی کے مقرر کردہ قوانین کے

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۴﴾

مطابق سرانجام پاتے ہیں۔ انہی قوانین کے مطابق) جو قوم چاہے اُسے رزق فراواں مل سکتا ہے۔ اور جو ایسا نہ چاہے (اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرے) اسے نپا تُلا ملتا ہے۔ اُسے خوب علم ہے (کہ کون کس قسم کی کوشش کرتا ہے' اس لئے اُسے کیا کچھ ملنا چاہیئے)۔

۱۳ (جس طرح خارجی کائنات میں اُس کے قوانین کارفرما ہیں' اسی طرح اس نے انسانی زندگی کے لئے بھی قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ قوانین' انبیاء کی وساطت سے بذریعہ وحی دیئے گئے ہیں' اور شروع سے اسی طرح چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ) اس نے جو نظامِ زندگی تمہارے لئے تجویز کیا ہے وہی ہے جسے اس نے نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےٰؑ۔ عیسےٰؑ (اور دیگر انبیاءؑ) کی طرف وحی کیا تھا۔ ان سب سے یہی کہا گیا تھا کہ وہ خدا کے تجویز کردہ نظام کو عملاً قائم کریں' اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کریں (کیونکہ نظامِ خداوندی سے مقصود یہ ہے کہ نوعِ انسانی' اپنے اختلافات اور تفرقات کو مٹا کر ایک عالمگیر برادری بن جائے۔ ۳/۱۰۴ ; ۶/۱۶۰ ; ۳۰/۳۲ ; ۴۵/۱۶—۱۸)۔

جو لوگ مختلف قوتوں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں' اور قوانینِ خداوندی کے ساتھ اپنے خود ساختہ قوانین بھی ملاتے ہیں' انہیں تمہاری یہ دعوت (جو صرف ایک خدا کے قوانین کی اطاعت' اور مختلف گروہوں اور فرقوں کو مٹا کر' وحدتِ انسانیت کی دعوت ہے) بہت ناگوار گذرتی ہے۔ (لہٰذا انہیں صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کیسے مل سکتی ہے۔ باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ منصبِ نبوت کے لئے اسی رسول کو منتخب کیوں کیا گیا' سوان سے کہدو کہ) اس مقصدِ عظیم کے لئے خدا جسے موزوں سمجھتا ہے' چن لیتا ہے۔ یہ انتخاب تمہارے معیاروں کے مطابق نہیں ہوتا۔ تمہارا کام نبی کی وساطت سے دی ہوئی وحی سے راہ نمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ راہ نمائی ہر اُس شخص کو مل سکتی ہے جو برضا و رغبت اسے حاصل کرنا چاہے۔ جو اس کی طرف رجوع نہیں کرتا اُسے یہ راہ نمائی نہیں مل سکتی۔

۱۴ (اب رہا یہ سوال کہ جب دین شروع سے ایک ہی تھا تو پھر مختلف مذاہب کیسے وجود میں آگئے

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

اور لوگوں میں اس قدر اختلافات کیسے رونما ہو گئے ؟ یہ اس لئے نہیں ہوا کہ خدا نے مختلف لوگوں کو مختلف مذاہب دیئے تھے' یا اس کی طرف سے نازل شدہ وحی ایسی تھی کہ اس سے اختلافات پیدا ہو سکتے تھے۔ بات یہ نہیں تھی ۔ بات یہ تھی کہ) ایک نبی' خدا کی وحی کی روشنی میں اختلافات مٹا کر چلا جاتا' تو اس کے بعد اُس کے پیرو' محض نفسانیت' اور باہمی ضد اور عداوت کی وجہ سے تفرقہ پیدا کر لیتے' اور یوں ایک ہی دین کے نام لیوا' مختلف فرقوں میں بٹ جاتے۔

اگر خدا چاہتا تو ان لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ فوراً ہو جایا کرتا' لیکن اس نے پہلے سے ہی یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ عمل اور اس کے نتیجہ میں ایک وقفہ ہو گا۔ لہٰذا' یہ سب کچھ اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ (اب یہ کتاب انہی اختلافات کو مٹانے کے لئے آئی ہے)۔ جن لوگوں کی طرف اسے نازل کیا گیا ہے' (اگر وہ خلوص نیت سے اس پر غور و تدبر کرتے تو بآسانی اپنے اختلافات مٹا کر وحدت پیدا کر لیتے۔ لیکن ان کی ضد اور تعصب اور ذاتی مفادات' ان کے آڑے آ رہے ہیں جن کی وجہ سے) وہ اس کتاب کے متعلق شکوک و شبہات میں پڑے ہیں۔ اور یہ شکوک انہیں کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتے۔

۱۵ (لیکن ان لوگوں کی اس روش سے نہ گھبرانے کی ضرورت ہے' نہ افسردہ خاطر ہونے کی۔ تمہارا کام یہ ہے کہ) تم اس دعوت کو عام کرتے جاؤ' اور جس طرح تم سے کہا جاتا ہے' غیر متزلزل عزم کے ساتھ' اسی کے مطابق عمل کئے جاؤ۔ اور اس باب میں' ان لوگوں کے خیالات اور خواہشات کا اتباع مت کرو۔ اور انہیں واضح طور پر بتا دو کہ مجھ پر اللہ نے جو ضابطۂ قوانین نازل کیا ہے' میں اس کی صداقت پر یقینِ محکم رکھتا ہوں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (میں تمہاری مخالفت کے باوجود) تم میں ہمیشہ عدل کروں۔ اس لئے کہ (تم جو جی چاہے مانو۔ میرا ایمان یہی ہے' کہ) تمہارا اور میرا نشوونما دینے والا' وہی ایک خدا ہے۔ (اور میرا فریضہ یہ ہے کہ اس کے نظامِ ربوبیت کو' بلا تفریق عام کئے جاؤں۔ اگر تم اس کی مخالفت کرو گے' اور سرکشی کی راہ اختیار کرو گے تو) تمہاری روش کے نتائج تمہارے لئے ہوں گے۔ اور ہماری روش کے نتائج ہمارے لئے (۴۱/۱۰)۔ تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں (بات بالکل صاف اور واضح ہے — تم اپنے

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِيْزَانَ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

طریق کے مطابق کام کئے جاؤ۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے جائیں گے)۔ اگر تم اس کے باوجود جنگ پر اتر آؤ گے تو ہمیں بھی، لامحالہ، تمہارے مقابلہ کے لئے باہر نکلنا پڑے گا۔ اور ان تمام معاملات کا آخری فیصلہ، خدا کے قانون کے مطابق، سامنے آجائے گا۔

۱۶ (جن لوگوں کا فیصلہ میدانِ جنگ میں ہوگا، یہ) وہ ہوں گے جو نظامِ خداوندی کے بارے میں برابر جھگڑتے چلے جائیں گے، حالانکہ بہت سے لوگ اسے علیٰ وجہ البصیرت قبول کر چکے ہوں گے (اور یہ اس قدر وضاحت سے سامنے آچکا ہوگا کہ اس میں جھگڑے کی گنجائش ہی نہیں ہوگی)۔ ان کا یہ جھگڑا قانونِ خداوندی کی رُو سے بالکل باطل اور بیکار رہوگا۔ ان کی مخالفانہ کوششیں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں گی۔ اور انہیں سخت ترین تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۱۷ اس لئے کہ خدا نے اس ضابطۂ قوانین کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس میزان (عملی نظام) کو جس میں ہر عمل ٹھیک ٹھیک تلتا اور اس کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔ (لہٰذا، یہ مخالفین خود دیکھ لیں گے کہ ان کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟) تجھے کیا خبر کہ نتائج سامنے آنے کا وقت، قریب ہی ہو!

۱۸ جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات پر ایمان نہیں رکھتے، شور مچاتے ہیں کہ وہ انقلاب (جس میں نتائج سامنے آجائیں گے) جلدی کیوں نہیں آجاتا۔ لیکن جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس انقلاب کا آنا ایک حقیقت ہے۔ لیکن، اس کے ساتھ ہی، وہ اس کا بھی احساس رکھتے ہیں کہ اس میں کس قدر صبر آزما مراحل میں سے گزرنا پڑے گا۔ اس لئے وہ اس سے خائف رہتے ہیں۔

یاد رکھو! جو لوگ اس کے واقع ہونے میں ذرا سا بھی شک و تردد رکھتے ہیں، وہ صحیح راستے سے بہت دور چلے جاتے ہیں۔ (صحیح راستے کا مدار ہی، قانونِ مکافاتِ عمل کے ایمان پر ہے)۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

---

۱۹ (بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ مخالفین غلط راستے پر چل رہے ہیں تو انہیں اس قدر سامانِ زیست اور مال و دولت کیوں مل رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک رزق کا معاملہ ہے) خدا اپنے بندوں سے نرمی برتتا ہے (اس نے حصولِ رزق کے لئے قاعدے مقرر کر رکھے ہیں) جو لوگ بھی اس کے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق کوشش کرتے ہیں، انہیں ان کی کوششوں کا پھل مل جاتا ہے۔ اس کا یہ قانون اس قدر محکم اور زبردست ہے کہ کسی کے جذبات و عواطف اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

۲۰ حصولِ رزق کے لئے کوشش کرنے والوں میں دو گروہ ہوں گے۔ ایک وہ جو دنیا اور آخرت، دونوں کی خوشگواریاں چاہتے ہیں۔ ہم ان کی کوششوں کے نتائج بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ انکا حال اور مستقبل دونوں روشن ہو جاتے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کی نگاہ صرف اس دنیا کی طبیعی زندگی کے مفادات پر رہتی ہے۔ ہم انہیں، ان کی کوششوں کے نتیجہ میں، حال کی خوشگواریاں عطا کر دیتے ہیں لیکن مستقبل کی زندگی کی خوشگواریوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ (یہ وجہ ہے کہ ان مخالفین کو سامانِ زیست فراوانی سے ملتا جا رہا ہے۔ یہ اس کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس کے ثمرات سے متمتع ہوتے ہیں۔ لیکن مستقبل کی زندگی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ ۱۷/۲۱ — ۱۹)۔

۲۱ اِن لوگوں نے زندگی کا جو راستہ اپنے لئے اختیار کر رکھا ہے، اسے خدا نے مقرر نہیں کیا۔ انہوں نے اور ہستیوں (اپنے مذہبی راہ نماؤں) کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے جو ان کے لئے دین (نظامِ زندگی) میں مختلف راہیں (شریعتیں) وضع کرتے رہتے ہیں —— ایسی راہیں (شریعتیں) جن کی، قوانین خداوندی کی رو سے، کبھی اجازت نہیں ہوتی۔ (خدا کا حکم کچھ ہوتا ہے اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی شریعت، کچھ اور کہتی ہے۔ یہ شرکِ عظیم ہے)۔

اگر خدا کا قانونِ مہلت کارفرما نہ ہوتا، تو زندگی کی ان غلط راہوں کے نتائج ان کے

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

سامنے فوراً آجاتے' اور قصہ طے ہوجاتا۔ لیکن ظہورِ نتائج کا وقت مہلت کے بعد آتا ہے۔ اُس وقت ان ظالمین کے لئے دردانگیز عذاب ہوگا۔

۲۲ اُس وقت تو ان مجرمین کو دیکھے گا کہ اپنے اعمال کے نتائج سامنے دیکھکر کس قدر لرزہ براندام ہوتے ہیں (اے کاش! انہیں ابھی اس کا یقین ہوجاتا کہ) ایسا ہوکر رہے گا (تو یہ اپنی غلط روش سے باز آجاتے)۔

ان کے برعکس' جو لوگ' خدا کے قانون مکافات پر یقین رکھتے ہیں' اور اس کے مقرر کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہیں' وہ جنتی معاشرہ کے باغات میں ہوں گے (۱۵/۳۵)۔ وہ جو کچھ چاہیں گے' ان کا نشوونما دینے والا' انہیں دے گا۔ یہ بہت بڑی بات ہے (کہ انسان جو کچھ چاہے وہ اسے مل جائے)۔ اس سے بڑا خدا کا فضل اور کیا ہوگا؟

۲۳ یہ ہیں وہ خوشگواریاں اور مرفہ الحالیاں جن کی خوشخبری' خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جو اس کے قانون کی صداقتوں پر ایمان رکھتے' اور سنوارنے والے کام کرتے ہیں۔

اے رسول! تو اس ضمن میں' ان مخالفین سے یہ بھی کہہ دے کہ میں جو تمہیں تباہیوں سے بچا کر بھلائیوں کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہوں تو اس میں میرا ذاتی فائدہ کچھ نہیں میں اس کے بدلے میں' تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ لیکن تم اپنی مخالفت میں اس حد تک تو نہ بڑھ جاؤ کہ عام رشتوں ناطوں کے تعلقات کی بنا پر جو باہمی مودت ہوتی ہے اسے بھی نظرانداز کرکے اس قدر ظلم اور زیادتی پر اتر آؤ[1] (۹/۲ ؛ ۲۵/۵۷ ؛ ۴۲/۴۴)۔ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو شخص معاشرہ میں

---

[1] اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم' کم از کم آپس میں' ایک دوسرے کے ساتھ' رشتہ داری کے تعلقات اور صلہ رحمی کے تقاضوں کو تو نظرانداز نہ کرو۔ اس وقت تمہاری حالت یہ ہے کہ تم انفرادی مفاد کی خاطر رشتہ داری کے تعلقات تک کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ایسا تو نہ کرو (۲/۲۶ ؛ ۳/۱۰۳)۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرتا ہے' ہم اس کے لئے' خوشگواریاں زیادہ کرتے جاتے ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو دیکھو گے کہ خدا کس طرح تمہیں نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے اور تمہاری کوششیں کس طرح بھرپور نتائج پیدا کرتی ہیں۔

۲۴ اس قسم کے ضابطہ قوانین کے متعلق بھی (جس میں اے رسول! تیرے ذاتی مفاد کا شائبہ تک نہیں) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے خود وضع کر لیا گیا ہے اور خدا کی طرف یونہی منسوب کر دیا گیا ہے۔

اگر یہ قرآن خدا کی مشیت کے مطابق نازل نہ ہوتا' تو اللہ تیرے دل پر ایسی مہر لگا دیتا کہ اس کا کوئی خیال تک بھی اس میں گذرنے نہ پاتا۔ لیکن اس بات کا ثبوت (کہ یہ خدا ہی کی طرف سے ہے) یہ ہے کہ باطل نظریات زندگی' اور ان پر قائم کردہ نظام کبھی باقی نہیں رہا کرتے مٹ جایا کرتے ہیں۔ اور حق پر متفرع نظام قائم رہتا ہے (۱۳/۱۷ ؛ ۳۴/۴۹)۔ لہذا' کچھ وقت کے بعد نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ یہ نظام' جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں' حق پر مبنی ہے یا باطل پر۔ اور خدا کا قانونِ مکافات' دلوں کے حالات تک سے واقف ہوتا ہے' اس لئے نہ اسے کوئی دھوکا دے سکتا ہے' اور نہ ہی وہ نتائج مرتب کرنے میں غلطی کر سکتا ہے۔

۲۵ (ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اب بھی' جبکہ دلائل واضح طور پر تمہارے سامنے آچکے ہیں' اپنی غلط روش کو چھوڑ کر' صحیح روش اختیار کر لو تو' تمہاری غلط روش سے جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں' خدا کا قانونِ مکافات ان کے مضر اثرات کو مٹا دے گا' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم نے اس وقت تک کیا کیا ہے' اور اب کیا کرتے ہو' اور اس کے نتائج و عواقب کیا ہیں۔

۲۶ (اس کا قانون یہ ہے کہ غلط راستوں پر چلنے والے لوگ' جب بھی)' اس کے قوانین کی صداقت پر ایمان لے آئیں اور اس کے بعد' اس کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں' تو وہ ان کی کوششوں کو ثمربار کرتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے انہیں

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

بڑی فراوانیاں عطا کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ ان قوانین سے بدستور انکار کئے جاتے ہیں اور اپنی غلط روش سے باز نہیں آتے' تو انہیں سخت تباہ کاریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲۷ (یہ بھی خدا کا انتظام ہے کہ انسان اخلاقی اقدار سے تو سرکشی اختیار کرسکتا ہے لیکن خدا کے کائناتی قانون کو نہیں توڑ سکتا۔ اگر یہ ایسا کرسکتا تو سوچئے کہ یہ کیا کچھ نہ کر گذرتا۔ مثلاً) اُس کا کائناتی قانون یہ ہے کہ زمین سے پیداوار ایک اندازے کے مطابق باہر آتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا' اور زمین سے رزق بغیر اندازے اور پیمانے کے نکلتا چلا آتا' تو جو لوگ رزق کے سرچشموں پر قابض ہو جاتے وہ اس بے پایاں اور غیر مختتم فراوانی' سے دنیا میں اودھم مچا دیتے ——— حقیقت یہ ہے کہ خدا' بندوں کی ہر بات سے باخبر ہے اور ان پر پوری پوری نگاہ رکھتا ہے (اس لئے اس نے انسان کے اختیارات کی بھی حدود قائم کر رکھی ہیں)۔

۲۸ اسی قانون کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ خشک سالی ہو جاتی ہے تو لوگ پیداوار سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ہوتی ہے تو اس سے سامانِ رزق بکھیر دیا جاتا ہے۔ اس طرح خدا کی وہ کارسازی بروئے کار آتی ہے جو ہر طرح در خور حمد و ستائش ہے۔

۲۹ (خدا کے قوانینِ فطرت' اسی زمین تک محدود نہیں۔ یہ ساری کائنات میں جاری و ساری ہیں۔ اسی لئے) زمین اور اجرامِ فلکی کی پیدائش' خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ نیز وہ ذی حیات (چلنے پھرنے والی آبادیاں) جو اس نے اِن میں (زمین اور آسمانی کرّوں میں) پھیلا رکھی ہیں۔ یہ آبادیاں' اِس وقت تو الگ الگ ہیں۔ لیکن وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں اکٹھا کر دے۔ (یعنی زمین اور اُن کرّوں میں بسنے والی آبادیاں' باہمی ربط پیدا کرلیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں[1] ۴۹/۴۲)۔

---

[1] اس آیت سے مترشح ہوتا ہے کہ بعض آسمانی کرّوں میں زندگی موجود ہے۔ اب انسان نے جس انداز سے اجرامِ فلکی سے سلسلۂ مواصلات شروع کیا ہے اُس سے اس کا امکان پیدا ہو گیا ہے کہ کسی کرّے کی آبادی ہیں اور ہم میں ربط پیدا ہو جائے اور یوں یہ آبادیاں اکٹھی ہو جائیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾

۳۰ (یہ ہے خدا کا نظامِ ربوبیت جو ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر ذی حیات کی پرورش اور نشوونما ہوتی رہے)۔ یہ جو تم دیکھتے ہو کہ تم پر مصیبتیں آتی ہیں' تو یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہیں ——— انفرادی غلطیوں کی وجہ سے' یا غلط اجتماعی نظام کی وجہ سے۔ (۴/۷۹) ——— (ورنہ خدا' خواہ مخواہ کسی پر مصیبتیں نہیں بھیجا کرتا۔ بلکہ اس کا قانون تو یہ ہے کہ اگر غلطی کی اصلاح کرلی جائے تو اس غلطی کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابیوں میں سے بھی) اکثر کی تلافی ہو جاتی ہے۔

۳۱ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم قوانینِ خداوندی کو توڑتے چلے جاؤ' اور پھر اپنے ان اعمال کے تباہ کن عواقب سے بچ جاؤ۔ تم خدا کے قانونِ مکافات کو شکست نہیں دے سکتے ——— یاد رکھو! تمہارے لئے اُس کے قانون کی پشت پناہی کے علاوہ' نہ کسی کی کارسازی کام آسکتی ہے' نہ یاوری اور مددگاری۔

۳۲ پھر' اُس کے نظامِ ربوبیت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے سمندروں کو ایسا بنا دیا کہ اس میں پہاڑوں جیسی بڑی بڑی کشتیاں' ہوا کے زور سے' بتری چلی جاتی ہیں۔

۳۳ اگر وہ چاہتا تو ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ ہوائیں چلا نہ کریں۔ ساکن رہا کریں۔ تو پھر یہ کشتیاں (جو بادبانوں سے چلتی ہیں) سطحِ آب پر ایک جگہ کھڑی رہ جاتیں۔
(یہ سارا نظامِ کائنات تمہیں کس نتیجہ پر پہنچاتا ہے؟ کیا اسی پر نہیں کہ خدا نے تمہیں پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی تمہاری ربوبیت کا ایسا عمدہ انتظام بھی کر دیا۔ لیکن انسانی دنیا میں اس نظامِ ربوبیت سے وہی قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے جو) نہایت استقامت سے کام لے' اور ہر شے کو ٹھیک ٹھیک اس مقصد کے لئے کام میں لائے جس کے لئے اُسے بنایا گیا ہے۔

۳۴ جو لوگ ایسا نہیں کرتے' وہ اپنی غلط روش کی وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں ——— اگرچہ ان کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے اکثر درگذر کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر کے صحیح راستے

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾

اختیار کرلیں۔

۳۵ اس سے ان لوگوں کو جو ہمارے قوانین کے برسرِحق ہونے کے بارے میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں اور ان سے سرکشی برتتے ہیں' آخرالامر پتہ چل جاتا ہے کہ ان کے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں —— خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

۳۶ یہ اُس نظامِ ربوبیت کا ذکر ہے جس کا تعلق انسان کی طبیعی زندگی سے ہے۔ اسی طرح خدا کا وہ نظام بھی ہے جس سے انسان کی "انسانی زندگی" کی نشوونما ہوتی ہے (یہ نظام وحی کے ذریعے دیا گیا ہے)۔ طبیعی زندگی کی نشوونما کا سلسلہ موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے' لیکن انسان کی "انسانی زندگی" کی نشوونما کا سلسلہ جو طبیعی نشوونما سے کہیں بہتر ہے' آگے چلتا اور باقی رہتا ہے۔ اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے وہی لوگ بہرہ یاب ہوتے ہیں جو خدا کی عطا کردہ مستقل اقدار پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی محکمیت پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

۳۷ یہ وہ لوگ ہیں جو ایسے جرائم سے مجتنب رہتے ہیں جن سے انسانی ذات میں ضعف اور اضمحلال پیدا ہو جائے۔ یا جن سے طبیعت میں بخل اور بے حیائی کے انسانیت سوز رجحانات بیدار ہو جائیں۔ (ہاں! کبھی بھول چوک سے کوئی چھوٹی موٹی لغزش ہو جائے' جس پر وہ بعد میں خود نادم ہوں' تو اور بات ہے۔ ۳۲/۵۳ ؛ ۳۱/۴)۔ اور جب آپس میں کسی سے سہواً ایسی بات ہو جائے جس سے طبیعت میں طیش آجائے' تو اُس شخص سے درگذر کر دیتے ہیں۔ اُسے نقصان نہیں پہنچاتے۔

۳۸ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اُس کے قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ نظامِ صلوٰۃ پر کاربند رہتے ہیں جو انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام امور کے فیصلے' قوانین خداوندی کی حدود میں رہتے ہوئے' باہمی مشاورت سے ہونے چاہئیں۔ اور جو سامانِ زیست انہیں حاصل ہو' (اس میں سے بقدر اپنی ضروریات

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

(۴ ع ۱۴ ۵)

کے رکھ کر باقی) نوعِ انسان کی ربوبیتِ عامہ کیلئے کھلا رہنا چاہیئے۔

۳۹ یہ لوگ اس طرح ایک برادری کے افراد بن کر زندگی بسر کرتے ہیں کہ جب ان پر کسی کی طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو یہ سب مل کر اپنے بچاؤ کا انتظام کرتے ہیں اور زیادتی کرنیوالے سے بدلہ لیتے ہیں۔

۴۰ لیکن اس بدلہ لینے میں بھی اس اصول کو پیشِ نظر رکھتے ہیں کہ سزا' جرم کے مطابق ہو۔ اس سے بڑھ نہ جائے۔ لیکن اگر وہ دیکھتے ہیں کہ زیادتی کرنے والا اپنے کیے پر نادم ہے اور اگر اسے معاف کر دیا جائے تو اس کی اصلاح ہو سکتی ہے' تو اس سے درگذر کرتے ہیں۔ ان کی یہ روش قانونِ خداوندی کے مطابق بہترین نتائج پیدا کرتی ہے۔

وہ کسی پر ظلم اور زیادتی کسی حال میں بھی نہیں کرتے۔ اس لئے کہ وہ قوانین خداوندی کا اتباع کرتے ہیں' اور ظلم اور زیادتی قانونِ خداوندی کی رو سے بڑی ناپسندیدہ بات ہے۔

۴۱ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) وہ ظلم اور زیادتی کا بدلہ لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قانونِ عمل کے مطابق ایسا کرنا کوئی جرم نہیں۔ (بلکہ اس سے جرائم کی روک تھام ہوتی ہے)۔

۴۲ جرم یہ ہے کہ دوسروں پر ظلم اور زیادتی کی جائے' اور (قوت کے نشے میں بدمست ہو کر) ناحق ملک میں ادھم مچا دیا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو الم انگیز سزا کے مستحق ہیں۔

۴۳ لیکن جو لوگ (قوت و اقتدار حاصل ہو جانے کے باوجود' جادۂ حق و انصاف پر استقامت سے جمے رہیں' اور کمزوروں پر ظلم اور زیادتی کرنے کے بجائے' انہیں اپنی حفاظت میں لے آئیں' تو یہ بڑی ہمت اور عزیمت کے کام' اور بلند سیرت و کردار کے آئینہ دار ہیں۔

۴۴ لیکن جو شخص' قانونِ خداوندی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کر لے' تو اس کے اس فیصلہ کے بعد اس کا کوئی کارساز اور سرپرست نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کی سرکشی

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا
كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ

اِختیار کرنے والوں کا حال یہ ہوگا کہ جب وہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو چلا اٹھیں گے کہ
کیا اس کے واپس چلے جانے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟

۴۵ جب وہ اُس عذاب کے روبرو لائے جائیں گے تو اُس وقت ان کی سرکشی اور رعونت
سب ختم ہو چکی ہوگی۔ وہ نہایت عاجزی اختیار کئے ہوں گے اور کنکھیوں سے اِدھر اُدھر
دیکھیں گے کہ کیا ان پر کوئی ترس کھاتا ہے؟
اور ایمان والے اُن سے کہیں گے کہ تم نے دیکھ لیا کہ آخر الامر نقصان میں وہی لوگ رہے،
جنہوں نے پیش پا افتادہ مفاد پر نگاہ رکھی اور مستقبل کی زندگی کو نظر انداز کر دیا' اور اس طرح
خود بھی تباہ ہوئے' اور اپنے ساتھ اپنے ہم نوا متعلقین کو بھی لے ڈوبے۔
یہ لوگ ایک مستقل عذاب میں رہیں گے۔

۴۶ اُس وقت کوئی سرپرست ایسا نہ ہوگا جو ان کی کچھ بھی مدد کر سکے۔ اس لئے کہ سرپرست
اور کارساز تو صرف خدا کا قانون ہو سکتا تھا جسے انہوں نے چھوڑ رکھا تھا۔ اور یہ حقیقت
ہے کہ جو خدا کے قانون کو چھوڑ کر' غلط راستے اختیار کر لے' اسے فلاح و بہبود کا راستہ مل ہی
نہیں سکتا۔

۴۷ (لہٰذا' اے رسول! تم ان سے کہدو کہ) تم اپنے خدا کی اس دعوت پر لبیک کہو اور اس کے
احکام و قوانین کی اطاعت کرو' قبل اس کے کہ خدا کی طرف سے وہ انقلاب آجائے جو آکر واپس
نہیں جایا کرتا۔ اُس وقت نہ تو تمہیں کہیں پناہ مل سکے گی' اور نہ ہی تم اپنے جرائم سے انکار
کر کے بچ سکو گے۔

۴۸ اگر یہ سب کچھ واضح کر دینے کے بعد بھی یہ لوگ اس دعوت سے اعراض کریں تو پھر
اے رسول! تمہارے ذمے اور کچھ نہیں)، ہم نے تمہیں ان پر داروغہ مقرر نہیں کیا (کہ تو انہیں

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

مار مار کر سیدھے راستے پر چلائے)۔ تیرے ذمے فقط یہ ہے کہ تو اس ضابطۂ ہدایت کو ان تک پہنچا دے (ان کا یہ اعراض و انکار اس لئے ہے کہ انہیں اس وقت سامانِ زیست کی فراوانیاں حاصل ہیں۔ اور) انسان کی کیفیت یہ ہے کہ جب اسے زندگی کی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں تو یہ اکڑنے اور اترانے لگ جاتا ہے۔ اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کا سارا الزام خدا پر دھرتا ہے' حالانکہ وہ مصیبت خود اس کے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا واقع ہوا ہے۔

۴۹ (ان کے اس اعراض و انکار سے خدا کا کیا بگڑتا ہے) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں سارا اقتدار و اختیار اسی کا ہے۔ اور کائنات کا تمام نظم و نسق اسی کے قوانین کے تابع چلتا ہے حتیٰ کہ انسان کی طبیعی زندگی بھی اس کے قوانین کے احاطہ سے باہر نہیں۔ اس کے قوانین کے مطابق تخلیق کا یہ محیر العقول سلسلہ جاری ہے۔ اس میں خود انسانی تخلیق بھی شامل ہے' جس کی رُو سے کسی کے ہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور کسی کے ہاں صرف لڑکے۔

۵۰ اور کسی کے ہاں لڑکیاں اور لڑکے' دونوں۔ اور کسی کے ہاں اولاد ہی نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہوتا ہے جن کی بنیاد علمِ خداوندی پر ہے۔

۵۱ (یہ قانونِ فطرت' جو کائنات میں اس طرح کارفرما ہے' انسانی معاشرہ کیلئے وحی کی رو سے ملتا ہے جو انبیاء کرامؑ کی وساطت سے بھیجی جاتی ہے۔ ہر فرد کی طرف انفرادی طور پر نہیں بھیجی جاتی۔ خدا ہر انسان سے براہ راست ہم کلام نہیں ہوتا)۔ اس کی ہم کلامی کے تین طریقے ہیں ——— دو طریقے انبیاءؑ سے مخصوص ہیں اور تیسرا طریق عام انسانوں کے لئے۔ انبیاء سے خدا کی ہم کلامی کا طریق یہ ہے کہ کبھی خدا کی بات نبی کے دل میں ڈال دی جاتی ہے (۲۶/۱۹۴) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پسِ پردہ خدا کی باتیں ان کے کان تک پہنچ جاتی ہیں (جیسے موسےٰ کے ساتھ ہوا۔ ۲/۲۵۳ ; ۴/۱۶۴)۔ یہ دونوں طریقے انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۱۴۰ پر دیکھئے)

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

باقی رہے غیر از انبیاء (عام انسان) سو ان کی طرف رسول بھیجا جاتا ہے جو ان تک وہ وحی پہنچاتا ہے جسے خدا اپنے قانون مشیت کے مطابق اس رسول کو دیتا ہے۔ (کوئی غیر از نبی خدا سے براہ راست ہم کلام نہیں ہوسکتا)۔

یہ انتظام اُس خدا کی طرف سے ہوتا ہے جو علم کی انتہائی بلندیوں کا مالک ہے اور جسکا ہر فیصلہ اور انتظام حکمت پر مبنی ہے۔

۵۲ اسی طرح' اے رسول! ہم نے اس قرآن کو تیری طرف وحی کیا ہے۔ یہ ہمارے عالم امر سے بڑی توانائیاں ساتھ لئے' تیری طرف نازل ہوا ہے۔ (اسے تم نے اپنی محنت اور کسب و ہنر سے حاصل نہیں کیا۔ کسب و ہنر سے حاصل کرنا تو ایک طرف رہا) تجھے تو اس سے پہلے اس کا بھی علم نہیں تھا کہ خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب کیسی ہوتی ہے اور ایمان کسے کہتے ہیں! ہم نے اس قرآن کو جگمگاتا ہؤا نور بنا دیا ہے جس سے ہم اپنے بندوں کو اپنے قانونِ مشیت کے مطابق' زندگی کا صحیح راستہ دکھاتے ہیں۔ اور وہ قانونِ مشیت یہ ہے کہ جو شخص عقل و فکر سے کام لے کر اس کی طرف رجوع کرے وہ اس سے راہ نمائی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طریق کے مطابق اے رسول! تو بھی لوگوں کو زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

۵۳ اُس خدا کی طرف لیجانے والی راہ' کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اُسکے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اور تمام امور اُسی کے قانون کے مطابق سرانجام پاتے ہیں۔

له (گزشتہ صفحہ کا فٹ نوٹ) وحی کی کنہ و حقیقت اور ماہیت کو کوئی غیر از نبی جان نہیں سکتا۔ اس لئے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قلب نبوی پر اس کا القاء کیسے ہوتا تھا۔ جبریل امین اسے کس طرح لاتا تھا۔ یا جسے (حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں) "تکلم" سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی صورت کیا تھی۔ جہانتک غیر از انبیاء کا تعلق ہے' ان کی طرف وحی' رسولوں کی وساطت سے پہنچتی ہے۔ وہ خود براہ راست خدا سے ہم کلام نہیں ہوسکتے۔ ختم نبوت کے بعد "خدا سے ہمکلامی" کا ذریعہ صرف قرآن کریم ہے۔ یعنی جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو خدا' ہم سے ہم کلام ہوتا ہے کیونکہ قرآن' خدا کا کلام ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص کسی طرح خدا سے ہم کلام نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہتا ہے وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔
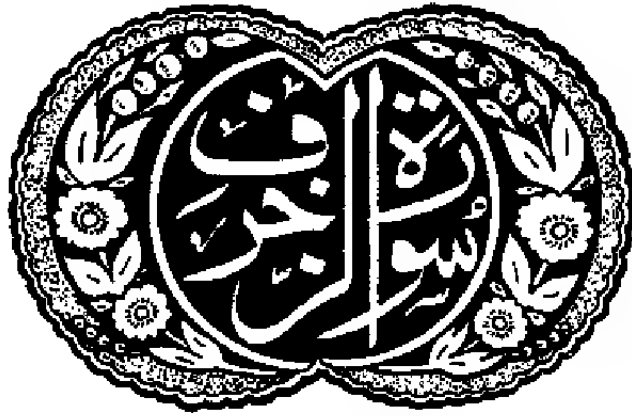
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ ﴿٤﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

---

۱ خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ

۲ اس کتاب مبین کے قوانین و حقائق خود اس پر شاہد ہیں کہ ہم نے اسے کس قدر واضح اور غیر مبہم

۳ قرآن بنایا ہے تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر اسے سمجھ سکو۔

۴ اس کا سرچشمہ ہمارا وہ علم ہے جو ہر قانون کی اصل و بنیاد ہے۔ وہ بڑا ہی بلند مرتبہ اور مبنی بر حکمت ہے۔

۵ (ان مخالفین سے پوچھو کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ) تم حدود فراموش اور سرکش واقع ہوئے ہو، اس لئے ہم تم سے ڈر جائیں گے اور اس قرآن کے قوانین کو روک رکھیں گے۔ یا تمہاری خاطر تاریخی یادداشتوں کو تبدیل کر دیں گے (اور جو کچھ امم سابقہ کے ساتھ ہوا ہے، تمہارے ساتھ نہیں ہوگا؟)۔

۶ (وہ تاریخی یادداشتیں یہ ہیں کہ) ہم نے ان سے پہلی قوموں میں بھی کتنے ہی نبی بھیجے۔

۷ اور کوئی نبی ایسا نہ تھا جس کے ساتھ اس کی قوم نے استہزاء نہ کیا ہو۔

۸ سو ہمارے قانون مکافات نے اُن قوموں کو تباہ کر دیا، حالانکہ ان کے آہنی پنجوں کی گرفت اِن (مخاطبین) سے کہیں زیادہ مضبوط تھی۔ جو کچھ ان کے ساتھ ہوا، وہی ان کے ساتھ

الْأَوَّلِيْنَ ۞ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۞ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۞ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۞ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۞ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۞

ہوگا۔

۹ اگر تو ان سے پوچھے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ یقیناً یہی کہیں گے کہ انہیں اس خدا نے پیدا کیا ہے جو غلبہ و اقتدار کا مالک اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ (یہ اس خدا کے تو قائل ہیں جس نے کائنات کو پیدا کیا' لیکن اس خدا کے قائل نہیں ہونا چاہتے جس کے قوانین کے مطابق انسانی معاشرہ متشکل ہونا چاہیئے۔ ۲۹/۹)

۱۰ (یہ ٹھیک ہے۔ کائنات کو اسی خدا نے پیدا کیا ہے) جس نے اس زمین کو تمہارے لئے آرامگاہ بنایا ہے۔ اور اس میں تمہارے لئے مختلف راستے رکھ دیئے ہیں تاکہ تم اپنی اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جایا کرو۔

۱۱ وہ خدا جو بادلوں سے ایک معینہ اندازے کے مطابق بارش برساتا ہے۔ پھر اس سے زمینِ مردہ کو زندگی عطا کرتا ہے۔

اسی طرح خدا نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس قرآن کے ذریعے تمہیں حیاتِ نو عطا کر دے۔

۱۲ وہ خدا جس نے زمین میں انواع و اقسام کی چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور تمہارے لئے کشتیاں اور مویشی پیدا کر دیئے ہیں تاکہ تم ان پر سوار ہو کر (سفر کی منزلیں طے کر سکو)۔

۱۳ اور جب تم سواری کے لئے ان کی پشت پر جم کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے نشوونما دینے والے کی نعمتوں کو اپنی نگاہوں کے سامنے لاؤ اور بیساختہ پکار اٹھو کہ فی الواقعہ خدا کی ذات ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے جس نے ان تمام چیزوں کو ہمارے تابع فرمان کر دیا' ورنہ (وہ اگر انہیں ایسا نہ بناتا تو) یہ ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ ہم انہیں اس طرح مسخر کر لیتے۔

۱۴ اس کے بعد تمہاری روش یہ ہونی چاہیئے کہ تمہارا ہر قدم خدا کے بتائے ہوئے راستے کی طرف اٹھے۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾

۱۵ لیکن ان لوگوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف اس کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ساری کائنات خدا ہی کی پیدا کردہ ہے اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ خدا کی اولاد بھی ہے حالانکہ علاوہ دیگر اعتراضات' یہ بنیادی حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ جب بھی پیدائش بہ سلسلۂ تولید ہوگی تو والد کا ایک حصہ اولاد میں منتقل ہو کر آجائے گا جس سے والد ناقص رہ جائے گا۔ اور خدا اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ ناقص رہ جائے[1]۔

تم دیکھو کہ انسان کس طرح کھلی ہوئی حقیقتوں پر پردے ڈالتا اور ان سے انکار کرتا ہے۔

۱۶ اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ دیویاں اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ (یعنی اول تو خدا کی اولاد کا عقیدہ ہی باطل تھا۔ پھر اولاد بھی اس قسم کی جسے یہ خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔ یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس نے اپنے لئے بیٹیاں منتخب کی ہیں اور ان کے لئے بیٹے ۱۶/۸۰ کی)

۱۷ (حالانکہ بیٹیوں کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ وہ بڑی حقیر اور ذلیل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کی حالت یہ ہے کہ) جب ان میں سے کسی کو اطلاع ملتی ہے کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کے چہرے کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے اور وہ غم میں ڈوب جاتا ہے —— یہ ہے بیٹیوں کے متعلق ان کا تصور جنہیں یہ خدا کی اولاد قرار دیتے ہیں۔

۱۸ یعنی یہ ایک ایسی مخلوق کو خدا کی اولاد قرار دیتے ہیں جس کی حالت یہ ہے کہ وہ زیورات میں پرورش پاتی ہے۔ اپنی آرائش و زیبائش کے خیالات میں مستغرق رہتی ہے۔ اور شدتِ جذبات اور جہالت سے اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ خود اپنے معاملہ کو صاف اور واضح طور پر

---

[1] یہی وجہ ہے کہ خدا کا طریقِ پیدائش تخلیق (CREATION) ہے۔ تولید (PROCREATION) نہیں۔ یہی اعتراض اس عقیدہ پر بھی وارد ہوتا ہے جس کی رو سے کہا جاتا ہے کہ انسانی روح' روحِ خداوندی کا جزو ہے جو اپنی اصل سے الگ ہو کر مادہ کی دلدل میں پھنس گئی ہے' اور اس کا منتہیٰ یہ ہے کہ یہ پھر اپنی اصل سے مل جائے — (سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ)۔ انسانی ذات' ذاتِ خداوندی کا جزو نہیں۔ اس کی عطا کردہ ہے۔ ذات (PERSONALITY) ناقابلِ تقسیم وحدت ہوتی ہے۔ یہ حصوں میں بٹ ہی نہیں سکتی۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔــلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

بیان نہیں کرسکتی[1]۔ (اس مخلوق کو یہ خدا کی اولاد قرار دیتے ہیں تاکہ وہ نظم و نسق کائنات میں اُس کا ہاتھ بٹا سکے)۔

۱۹ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ملائکہ' جو خدا کی فرمانبردار مخلوق ہیں' مؤنث (دیویاں) ہیں۔ ان سے پوچھو کہ جب ہم نے ملائکہ کو بنایا ہے تو کیا یہ اُس وقت وہاں موجود تھے جو انہیں اس کا علم ہو گیا کہ وہ طبقۂ اناث سے تعلق رکھتے ہیں؟

بہرحال' ہم نے ان کی یہ بات بھی ان کے نامۂ اعمال میں لکھ لی ہے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ ان کے پاس اپنے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے؟

۲۰ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان چیزوں کی پرستش کیوں کرتے ہو' تو یہ تقدیر کا بہانہ بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہاں سب کچھ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ انسان مجبور محض ہے)۔ اگر خدا کی مرضی ایسی نہ ہوتی تو ہم کبھی ان کی پرستش نہ کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس کا علم ہی نہیں کہ تقدیر کسے کہتے ہیں اور خدا کی مشیت کا مفہوم کیا ہے۔ یہ یونہی قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ (اگر انہیں حقیقت کا علم ہوتا تو یہ کبھی یہ نہ کہتے کہ سب کچھ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہمارا اس میں کوئی اختیار نہیں۔ خدا نے انسان کو صاحبِ اختیار پیدا کیا ہے۔ یہ اپنے ہر عمل کا آپ ذمہ دار ہے۔ $\frac{7}{149}$ ؛ $\frac{36}{47}$)۔

۲۱ (ان کے پاس' اپنے اس دعوے کی نہ کوئی علمی اور عقلی دلیل ہے۔ اور نہ ہی یہ بات ہے کہ) ہم نے اس سے پہلے ان کی طرف کوئی ایسی کتاب بھیجی تھی جس میں یہ کچھ لکھا تھا۔ اور اب یہ اُس کتاب کے مطابق اپنے اس عقیدہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ (لہذا' تقدیر کا یہ عقیدہ' انسانی علم و دانش' اور آسمانی وحی' دونوں کے خلاف ہے)۔

۲۲ ان کے پاس اپنے اس عقیدہ کی سند اور دلیل ہے تو بس اتنی کہ "ہم نے اپنے اسلاف کو

---

[1] قرآن کریم نے یہ زمانہ جاہلیت کی غیر تربیت یافتہ عورت کے متعلق کہا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس کے نزدیک عورت کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے۔ جنتی معاشرہ کی تربیت یافتہ عورت کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے (دیکھئے $\frac{56}{34}$ ، $\frac{35}{}$)۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَاۗءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾

(۲ ع ۱۰ ۸)

اس روش پر چلتے دیکھا ہے' اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہیں"۔ (یعنی یہ عقائد ہم نے اپنے اسلاف سے وراثت میں پائے ہیں اس لئے ہم انہیں صحیح سمجھتے ہیں! کس قدر کمزور ہے یہ دلیل' اور کس قدر باطل ہے یہ مسلک!)۔

۲۳ لیکن یہ "دلیل" کچھ انہی کی طرف سے پیش نہیں کی جا رہی۔ ہم نے تجھ سے پہلے' جس قوم کی طرف بھی کوئی رسول بھیجا' جو انہیں اُن کی غلط روش کے تباہ کن عواقب سے متنبہ کرتا تھا' تو وہاں کے سہل انگار اور آسودہ حال لوگوں نے (جو نہ علمی دنیا میں تحقیق و تدقیق سے کام لینا چاہتے تھے' اور نہ ہی اپنی محنت سے کما کر کھانے کے عادی تھے۔ وہ دوسروں کی کمائی پر عیش کرتے تھے۔ ان لوگوں نے) ہمیشہ یہ کہہ کر ان رسولوں کی مخالفت کی کہ ہم نے جس مسلک پر اپنے آباء و اجداد کو دیکھا ہے' ہم اس پر چلتے جائیں گے۔ اُسے کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (ان کی "پیشوائیت" کا راز ہی اس میں تھا کہ لوگ عقل و فکر سے کام نہ لیں بلکہ جس راستے پر چلتے آ رہے ہیں' آنکھیں بند کر کے اس راستے پر چلتے جائیں)۔

۲۴ اس کے جواب میں ان کے رسول ان سے کہتے کہ جو تعلیم ہم پیش کرتے ہیں' اگر وہ تمہارے اسلاف کے مسلک سے زیادہ بہتر اور صحیح راستے پر لیجانے والی ہو' تو کیا تم پھر بھی اس کے مقابلے میں' اپنے اسی مسلک کو ترجیح دو گے؟

اس کے جواب میں وہ کہتے کہ ہم کچھ سننے کے لئے تیار نہیں۔ تم جو کچھ بھی کہتے ہو ہم اس سے انکار کرتے ہیں (ہم اپنے اسلاف کے مسلک کے خلاف نہ کچھ سننا چاہتے ہیں' اور نہ ہی اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہیں)۔

۲۵ ان کی یہ روش عقل و علم اور وحیِ خداوندی دونوں کے خلاف تھی۔ لہٰذا ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں پکڑ لیا۔ سو تم تاریخ کے اوراق سے پوچھو کہ ان تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟

۲۶ (ان تاریخی یادداشتوں میں ابراہیمؑ اور اس کی قوم کا واقعہ ایسا ہے جس سے یہ لوگ

إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾

اچھی طرح واقف ہیں کیونکہ یہ اسی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ کیا ابراہیمؑ نے بھی یہی کیا تھا کہ جو کچھ اس کے آبار واجداد کرتے چلے آرہے تھے وہ اسی روش پر چلتا رہا تھا؟) اس نے تو علانیہ اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہدیا تھا کہ تم جن چیزوں کی پرستش اور اطاعت کرتے ہو میں ان سے متنفر اور بیزار ہوں۔ میرا ان سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں۔

۲۷ میں صرف اُس خدا کو اپنا حاکم اور معبود تسلیم کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ اسی کا بتایا ہوا راستہ وہ ہے جو مجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔

۲۸ (وہ خود بھی آبار کی تقلید کو چھوڑ کر خدا کے راستے پر چلا) اور اسی مسلک کو اپنی اولاد کے لئے چھوڑ گیا تاکہ وہ غلط راستوں سے منہ موڑ کر اس راستے کی طرف رجوع کریں۔

۲۹ (ابراہیمؑ نے انہیں یہ تعلیم دی۔ اور) ہم نے انہیں، اور ان کے آبار واجداد کو، سامانِ زیست فراوانی سے عطا کیا۔ (لیکن انہوں نے ابراہیمؑ کی صحیح اور سچی تعلیم کو پسِ پشت ڈال دیا) تاآنکہ اب ان کی طرف، ہمارا یہ رسول واضح حقائق لے کر آگیا۔

۳۰ لیکن جب اس طرح حق ان کی طرف آیا، تو یہ کہنے لگے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

۳۱ (اس کے خلاف ان کا اعتراض کیا ہے؟ یہ کہ) یہ قرآن ہماری دو بستیوں (مکہ یا طائف) کے کسی بڑے آدمی کی طرف کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے بڑے بڑے سرداروں اور دولتمندوں کو چھوڑ کر منصبِ رسالت کے لئے ایک غریب اور یتیم کو چن لیا گیا ہو! ہم ایسے شخص کی اطاعت کیسے کرسکتے ہیں؟)۔

۳۲ اچھا! تو گویا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نبوت جیسی چیز بھی، جو خالصتہً خدا کی رحمت اور موہبت ہے، ان کے معیار کے مطابق بانٹی جایا کرے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نبوت تو بہت بڑی چیز ہے

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

(۳ ع ۱۰ ۹)

دنیاوی زندگی کی معیشت بھی ان کے معیاروں کے مطابق تقسیم نہیں ہوتی. اکتساب رزق کی بنیادی استعداد اور صلاحیت، مختلف افراد میں مختلف ہوتی ہے. اور اسی لئے ہر ایک کی کمائی میں فرق ہوتا ہے. استعدادوں کا یہ فرق اس لئے رکھا گیا ہے کہ معاشرہ میں مختلف کام ہوتے ہیں جن کے لئے مختلف قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے. انسانی زندگی کا اجتماعی کاروبار اسی طریق سے چلتا ہے۔ (۱۶/۷۱ ؛ ۴۳/۳۲)۔ لیکن اس سے تکریم انسانیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سو جب اکتساب رزق کی بنیادی صلاحیت و استعداد کی یہ کیفیت ہے کہ وہ افراد کی اپنی پیدا کردہ نہیں ہوتی، خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے، تو نبوت جیسی موہبت عظمیٰ، جو دنیاوی مال و متاع سے کہیں زیادہ بلند مرتبت ہے، لوگوں کے معیار کے مطابق کس طرح مل سکتی ہے؟ یہ خدا کی موہبت ہے، جس کے لئے وہ اپنی مشیت کے پروگرام کے مطابق مناسب شخصیت کا انتخاب کرتا ہے۔

۳۳ اگر ہمارے پروگرام میں یہ نہ ہوتا کہ تمام نوع انسان کو آخر الامر ایک عالمگیر برادری بننا ہے (۱۰/۱۹ ؛ ۲/۲۱۳)۔ تو ہم ان لوگوں کو جو ہمارے نظام ربوبیت سے انکار کر کے سب کچھ اپنے لئے سمیٹ لینا چاہتے ہیں ایسا بے لگام چھوڑ دیتے کہ وہ بے حد حساب دولت جمع کر لیتے جس سے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں تک چاندی کی ہو جائیں۔

۳۴ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر یہ بیٹھتے ہیں، سونے کے ہو جاتے۔ (لیکن طبقات

۳۵ میں اس قدر تفاوت سے نوع انسان ایک برادری نہ بن سکتی۔ اس لئے ہم اس قسم کی تعلیم بھیجتے رہتے اور ایسی جماعتیں پیدا کرتے رہتے ہیں جو دولت کی اس غلط تقسیم کے خلاف آواز بلند کرتی ہیں اور اس حقیقت کو عام کرتی ہیں کہ) انسانی زندگی کا مقصود و منتہیٰ صرف اسی دنیا کی آسائش و آرائش نہیں. اس کی مستقبل کی زندگی کی فلاح و بہبود بھی ہے۔ یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ انسانی معاشرہ قوانین خداوندی کے تابع رہے۔ یہ ہے وہ طریق جس سے اکتساب رزق کی استعداد میں تفاوت کے باوجود نوع انسان ایک عالمگیر برادری کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔

۳۶ (لیکن اکثر لوگ اس بنیادی اصول حیات سے روگردانی کرتے ہیں۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ)

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾

جونہی کسی نے نظامِ ربوبیت کے تصور سے منہ موڑا' اُسی جیسے اور سرکش لوگ جھٹ سے اس کے ساتھ آملے اور اس پر بری طرح سے مسلط ہو گئے (۴۳/۳۶)۔

۳۷ یہ ساتھی' ایسے لوگوں کو' صحیح راستے کی طرف آنے سے روکتے ہیں (اور فریب انگیزیوں کا ایسا جال بچھاتے ہیں کہ انہیں محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ صحیح راستے سے ہٹ چکے ہیں) وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم بالکل سیدھی راہ پر چل رہے ہیں۔

۳۸ تا آنکہ' ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ کفِ حسرت مل کر کہتے ہیں کہ اے کاش! ہم میں' اور ہمارے ان ساتھیوں میں بُعد المشرقین ہوتا — یہ ساتھی کس قدر برے تھے جو' اپنے ساتھ' ہمیں بھی لے ڈوبے۔

۳۹ اُن سے کہا جائے گا کہ اب یہ باتیں تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں' اس لئے کہ تم سب مل کر ظلم اور زیادتی کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس تباہی اور بربادی کے عذاب میں تم سب برابر کے شریک ہو گے۔

۴۰ (یہ ہے ان لوگوں کی حالت؛ یہ خود بھی محض طبیعی زندگی کے مفاد کو مقصودِ حیات سمجھتے ہیں اور پھر انہیں ساتھی بھی ایسے مل جاتے ہیں جو' انہیں' انہی مفاد پرستیوں کے لئے اُکساتے رہتے ہیں)۔ لہٰذا' اے رسول! کیا تو ان جیسے بہروں کو سنا سکتا ہے۔ اور ان جیسے اندھوں کو راستہ دکھا سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اس قسم کی کھلی ہوئی گمراہی میں رکھنا چاہیں اور اس پر مصر ہوں' انہیں کون راستہ دکھا سکتا ہے؟

۴۱ (یہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ تو دنیا سے جلدی رخصت ہو جائے تو یہ امن میں رہیں۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے۔ ان کی تباہی' جس سے تو انہیں متنبہ کرتا رہتا ہے' ان کے اعمال کا فطری نتیجہ ہو گی۔ اس کا تیری موت اور حیات سے کیا تعلق ہے؟) لہٰذا' اگر تو دنیا سے جلدی بھی چلا جائے' تو بھی یہ تباہی ان کے سامنے آکر رہے گی۔

اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۴۴ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ۝۴۵ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۴۶ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۴۸

(۴ ع ۱۰)

---

۴۲ اور اگر یہ تیرے سامنے ہی واقع ہو جائے (تو بھی وہ ان کے اعمال ہی کا نتیجہ ہوگی)۔ یہ ہمارے قانونِ مکافات کی رو سے سامنے آئے گی - اور وہ قانون' اپنی نتیجہ خیزی کے لئے پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۱۰/۴۶ ؛ ۱۳/۴۰ ؛ ۲۳/۹۵ ؛ ۴۰/۷۷)۔

۴۳ اس لئے' تو ان کی کسی بات کی پرواہ نہ کر اور جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے' اس کا اتباع کئے جا - تو بالکل سیدھے راستے پر جا رہا ہے۔ (اس لئے تو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ کر رہیگا)

۴۴ یہ قرآن' جس کے متعین کردہ راستے پر تو چل رہا ہے' تیرے' اور تیری قوم (متبعین) کے لئے بڑے شرف اور عظمت کا موجب ہے (۲۱/۱۰ ؛ ۴۳/۴۴)۔ (تم اپنے مخالفین سے کہدو کہ) تم سے عنقریب پوچھا جائے گا (کہ تم نے اس قسم کے عزّ و شرف کے حامل ضابطہ حیات سے کس بنا پر انکار کیا تھا؟ ان لوگوں کی عزّ و شرف سے محرومی خود یہ سوال بن جائیگی)۔

۴۵ ان لوگوں نے جو خدائے رحمان کے علاوہ اور ہستیوں کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے' تو یہ چیز کسی رسول کی تعلیم میں نہیں تھی - ان اہلِ کتاب کا یہ دعوےٰ' غلط ہے کہ ان کے رسولوں نے انہیں اس قسم کی تعلیم دی تھی - کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کا کوئی رسول' شرک کی تعلیم دیتا؟ رسول تو خالص توحید کی تعلیم دینے کے لئے آتے تھے۔

۴۶ (مثلاً) ہم نے موسیٰؑ کو' اپنے قوانین دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ اس نے اُن سے کہا کہ مجھے خدائے رب العالمین نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

۴۷ جب اس نے ان کے سامنے قوانینِ خداوندی کو پیش کیا تو وہ ان کا مذاق اڑانے لگے۔

۴۸ اور ہم انہیں مختلف قسموں کے عذاب میں بھی مبتلا کرتے رہے تاکہ وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں۔ (۷/۱۳۰) یہ عذاب' پے در پے' مختلف شکلوں میں ان پر اس طرح آتا رہا کہ بعد میں آنے والا

وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾

عذاب' پہلے سے بھی زیادہ سخت ہوتا۔

۴۹ جب ان پر عذاب آتا تو وہ موسٰی سے کہتے کہ ہم تجھے بہت بڑا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں تیرے رب نے جو تجھ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم اگر صحیح راستہ اختیار کرلیں تو ہم سے عذاب ٹل جائے گا' تو تو اپنے رب سے دعا کر کہ یہ عذاب ہم سے ٹل جائے۔ اگر یہ ٹل گیا تو ہم ضرور سیدھی راہ اختیار کرلیں گے۔

۵۰ اور جب ان سے عذاب ٹل جاتا' تو وہ پھر عہد شکنی کرنے لگ جاتے۔

۵۱ (فرعون' اس انقلابی تحریک کے بڑھتے ہوئے اثرات سے اس قدر خائف تھا کہ) وہ ملک میں اس قسم کے اعلانات کرتا رہتا تھا کہ اے میری قوم! کیا میں مملکتِ مصر کا مالک نہیں ہوں؟ کیا یہ نہریں' جو میرے انتظام کے ماتحت جاری ہیں' اور جن پر تمہاری معیشت کا دار و مدار ہے' میری نہیں ہیں؟ کیا تم ان باتوں پر غور نہیں کرتے؟

۵۲ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ میں اس شخص کے مقابلہ میں کس قدر بہتر اور برتر ہوں جو ہماری محکوم قوم کا ایک فرد ہے' اس لئے نہایت پست اور کمزور۔ پھر یہ ایسا دہقانی اور گنوار ہے کہ اسے کھل کر بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں آتا۔

۵۳ اگر اس کے خدا نے اسے اتنے بڑے اقتدار کا مالک بنانا تھا تو اسے' سرداری کے امتیازی نشان کے طور پر سونے کے کنگن کیوں نہ دیئے گئے۔ یا اس کے جلو میں صف در صف فرشتے کیوں نہ بھیجے گئے۔

۵۴ چنانچہ وہ اس قسم کے پراپیگنڈہ سے اپنی قوم کو فریب میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتا رہا تاکہ وہ سمجھ سوچ سے کام نہ لے سکیں بلکہ اندھا دھند اس کی اطاعت کرتے رہیں — لیکن حق بات تو یہ ہے کہ وہ قوم خود ہی غلط راستوں پر چلنا چاہتی تھی۔ (ورنہ اگر قوم صحیح راستے پر چلنا چاہے تو مستبد قوتوں کی طرف سے اس قسم کا پراپیگنڈہ اسے متاثر نہیں کر سکتا)۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾

---

۵۵ سو جب ان کی سرکشی انتہا تک پہنچ گئی' اور ان کی تباہی کا وقت آ گیا' تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

۵۶ اور وہ ایک زندہ قوم کے بجائے' داستانِ پارینہ بن گئے' جو آنے والوں کے لئے ایک عبرتناک نظیر کے طور پر بیان ہوتی ہے۔

۵۷ اور جب تو عیسٰیؑ ابن مریم کا ذکر عزت و تعظیم سے کرتا ہے تو تیری قوم چلا اٹھتی ہے اور کہتی ہے

۵۸ کہ جب تو شرک کی مخالفت کرتا ہے اور توحید کی تعلیم دیتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ ہمارے معبودوں کی اس قدر مخالفت کی جاتی ہے' اور عیسائیوں کے معبود کی تعریف کی جاتی ہے؟ ان کا معبود' ہمارے معبودوں سے کس طرح بہتر ہے؟

لیکن ان کا یہ اعتراض محض جھگڑے کی خاطر ہے' بات کو بالوضاحت سمجھنے کے لئے نہیں۔ یہ لوگ ہیں ہی بڑے جھگڑالو۔ (ورنہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تو عیسائیوں کے شرک کی بھی اسی طرح مذمت کرتا ہے جس طرح ان کے شرک کی۔ اور تعظیم' خدا کے رسول' عیسٰیؑ کی کرتا ہے جس نے توحید کی تعلیم دی تھی)۔

۵۹ عیسٰیؑ ہمارا ایسا بندہ تھا جسے ہم نے وحی کی نعمت سے نوازا تھا' اور اسے' بنی اسرائیل کے لئے سیرت و کردار کا مثالی نمونہ بنایا تھا۔

۶۰ (لیکن' مشرکینِ عرب کے اس اعتراض سے قطع نظر' عیسٰیؑ کے متعلق خود اس کے متبعین نے بھی تو کچھ کم قابلِ اعتراض اعتقادات وضع نہیں کر رکھے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت میں وہی شخص جا سکتا ہے جو فرشتوں کی طرح معصوم ہو۔ لیکن اپنے اعمال کے ذریعے کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ انسان مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے۔ اس ایمان سے' انسان کے سب گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی طرح معصوم ہو جاتا ہے[1]۔ ان سے

---

[1] یہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ عہدنامۂ جدید میں سینٹ پال کے خطوط۔

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

کیونکہ اگر انسانوں کو اس طرح "فرشتے" بنانا مقصود ہوتا تو، ہم تمہاری جگہ زمین پر فرشتے ہی کیوں نہ بسا دیتے!

۶۱ (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، عیسٰی خدا کا پیغمبر تھا اور) اس انقلابِ عظیم کی نشانی (کہ اب سلسلۂ نبوت، شاخِ اسرائیل سے منقطع ہو کر شاخِ اسمٰعیل کی طرف منتقل ہو جائے گا۔[1] جس میں خدا کا آخری نبی، اس کا آخری پیغام لے کر آئے گا۔ چنانچہ وہ انقلاب اب آ گیا ہے لہٰذا، تم بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ) تم اس کی بابت کسی قسم کا شک و شبہ مت کرو۔ اور میرا اتباع کرو۔ یہی زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ ہے۔

۶۲ دیکھنا! کہیں تمہاری مفاد پرستیوں کے غلط جذبات اور مذہبی پیشوا، تمہیں اس راستے سے نہ روک دیں۔ یہ تمہارے سب سے بڑے اور کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

۶۳ جب عیسٰی آیا تھا تو وہ خدا کے قوانین اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس نے (بنی اسرائیل سے) کہا تھا کہ میں تمہاری طرف وہ ضابطہ ہدایت لایا ہوں جو سرتاسر علم و حکمت پر مبنی ہے بمقصد اس سے یہ ہے کہ دین کی جن باتوں میں تم باہمی اختلاف کرتے ہو، وہ تم پر ظاہر ہو جائیں۔ لہٰذا، تم قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور میرے پیچھے پیچھے چلو۔ (میں بھی انہی قوانین کی اطاعت کرتا ہوں۔ تم بھی ایسا ہی کرو)۔

۶۴ یاد رکھو! میرا اور تمہارا نشو و نما دینے والا، اللہ ہے۔ لہٰذا، تم صرف اس کی محکومیت اختیار کرو۔ یہی زندگی کا سیدھا اور توازن بدوش راستہ ہے۔

۶۵ (یہ تھی توحید کی وہ تعلیم جسے عیسٰی نے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اس کے بعد، اس کے متبعین کے) مختلف فرقوں نے باہمی اختلاف کیا (اور مختلف عقائد کو عیسٰی

---

[1] انجیل میں، حضرت عیسٰیؑ کی یہ شہادت موجود ہے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾

(٦) ع ١١ (١٢)

کی طرف منسوب کرکے شرک میں مبتلا ہوگئے)۔ سو جن لوگوں نے اس باب میں اس قسم کی زیادتی سے کام لیا ہے' ان کے لئے الم انگیز عذاب کی تباہی ہے۔

۶۶ (یہ ہے ان کے اس اعتراض کی حقیقت کہ ان کے معبودوں کی مخالفت تو کی جاتی ہے اور عیسیٰ کی مخالفت نہیں کی جاتی؛ لیکن یہ لوگ دلائل و براہین سے ماننے والے نہیں) یہ تو اُس آنے والے انقلاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ ان پر اس طرح اچانک آجائے گا کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی کہ وہ کیسے آگیا۔

۶۷ اُس وقت تمام رشتے منقطع ہوجائیں گے۔ دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔ البتہ متقین کے باہمی تعلقات بدستور رہیں گے' اس لئے کہ ان کے تعلقات کی بنیاد' ایمان (آئیڈیالوجی) کے اشتراک پر تھی' اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر حقیقی رشتے کی عمارت استوار ہوتی ہے۔

۶۸ ان (متقین) سے کہا جائے گا کہ تم اس انقلاب سے مت گھبراؤ۔ تمہارے لئے کسی قسم کا خوف و حزن نہیں۔

۶۹ یعنی ان لوگوں سے جو ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان لائے' اور ان کی پوری پوری اطاعت کی۔

۷۰ ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے ساتھی' جنت میں داخل ہوجاؤ' جہاں تم خوشگواریوں کی زندگی بسر کروگے اور نعمات حیات آور سے لطف اندوز ہوگے۔ (۳۰/۱۵)

۷۱ وہاں' سونے کی طشتریوں اور پیالوں میں' کھانے پینے کی چیزیں ان کے گرد گردش میں ہونگی۔ اس میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوگی' اور جو ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا موجب ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس میں رہو گے۔

۷۲ اس لئے کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم' اپنے اعمال کے نتیجے میں' مالک بنائے گئے ہو۔ لہٰذا' اس کے چھن جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۷۳﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ
فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم
مَّاكِثُونَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿۷۸﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿۷۹﴾ أَمْ
يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۰﴾ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا

---

۷۳ اس میں تمہارے کھانے کے لئے بکثرت پھل موجود ہیں۔

۷۴ ان کے برعکس مجرمین جہنم کے عذاب میں ماخوذ ہوں گے۔

۷۵ اس عذاب کی شدت میں قطعاً تخفیف نہیں ہوگی۔ اور ان پر یکسر مایوسی چھا جائے گی۔ (یہ عذاب کی شدید ترین صورت ہے)۔

۷۶ یاد رہے کہ اس میں اُن پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔ یہ اُس ظلم اور زیادتی کا نتیجہ ہوگا جو انہوں نے خود اپنے اوپر کی تھی۔

۷۷ وہ عذاب کی شدت سے چلائیں گے اور جہنم کے نگہبان (مالک) سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ ہمارا کام تمام کر دے تاکہ اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے۔ لیکن ان سے کہا جائے گا کہ یہاں موت نہیں آسکتی۔ تمہیں یہیں رہنا ہوگا اور اسی طرح عذاب بھگتنا ہوگا۔

۷۸ (خدا ان سے کہے گا کہ) ہم نے تمہاری طرف اِس ضابطۂ حیات کو بھیجا جو یکسر حق و صداقت پر مبنی تھا' لیکن تم میں سے اکثر نے اس حق کو ناپسند کیا اور اس کی مخالفت کی۔ یہ عذاب اسی کا فطری نتیجہ ہے)۔

۷۹ (اے رسول! ان مخالفین نے) تمہاری مخالفت کی تمام تدبیروں کو اپنی طاقت کے مطابق' بہت مستحکم کر لیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے بھی اپنی تدبیروں کو مستحکم بنا رکھا ہے۔

۸۰ ان کا خیال ہے کہ یہ جو خفیہ سازشیں کرتے ہیں' ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں۔ ہم ان کے پوشیدہ مشوروں کو سن نہیں سکتے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ ہمارے فرستادہ ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں' اور ان کی مسل مرتب کرتے جاتے ہیں۔ (۱۰/۲۱)۔

۸۱ ان سے کہہ دو کہ اگر (جیسا کہ ان کا خیال ہے) خدائے رحمٰن ایسا بھی ہو سکتا ہے جس کے

اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

بیٹے (بیٹیاں) ہوں (تو تم ایسے خدا کو خدا مان سکتے ہو)۔ میں تو سب سے پہلا شخص ہوں گا جو ایسے خدا سے بیزاری اور نفرت کا اعلان کرے۔

۸۲ میں جس ہستی کو خدا مانتا ہوں وہ اس قسم کے باطل تصورات سے بہت دور ہے۔ وہ تمام کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کا رب اور آقا ہے۔ وہ ان سب کی نشوونما کرتا ہے۔ اور سب کا مرکزی کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے۔

۸۳ (بہرحال ان لوگوں کو اچھی طرح سے سمجھایا جا چکا ہے۔ اگر یہ اب بھی اپنے باطل خیالات سے باز نہیں آتے) تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ اپنی اس قسم کی لغو باتوں اور بے معنی حرکتوں میں الجھے رہیں تا آنکہ ظہور نتائج کا وہ وقت ان کے سامنے آجائے جس سے انہیں متنبہ کیا جاتا ہے۔

۸۴ یہ انتباہ اس خدا کی طرف سے ہے جس کا قانون خارجی کائنات میں بھی کارفرما ہے اور خود انسانی دنیا میں بھی۔ ساری کائنات کی زمام اقتدار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ تمام نظم و نسق علم و حکمت کی بنا پر سرانجام پا رہا ہے۔

۸۵ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس میں کامل اقتدار و اختیار ایک خدا کا کارفرما ہے۔ کائنات کی ہر شئے اس کے نظام ربوبیت کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ وہ عظیم انقلاب کب واقع ہوگا (جس میں یہ عالمگیر ربوبیت انسانی دنیا میں بھی جاری و ساری ہو جائے گی) اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔

۸۶ یہ لوگ خدا کے سوا جن ہستیوں کو صاحب قوت و اقتدار مانتے ہیں اور اپنی مدد کے لئے انہیں پکارتے ہیں انہیں اس کی استطاعت ہی نہیں کہ وہ ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہو سکیں۔ عدالت خداوندی میں کوئی کسی کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکے گا بجز

اس کے جو حق کے ساتھ شہادت دینے کے لئے آئے' اور اُسے خدا اس کی اجازت دیدے (۲۰ : ۱۰۹)۔

۸۷ (پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ) اگر تم ان سے پوچھو کہ اس کائنات کو' اور خود انہیں' کس نے پیدا کیا ہے' تو یہ اقرار کریں گے کہ ایسا خدا ہی نے (۴۳ : ۹)۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر تم کدھر اُلٹے جا رہے ہو؟ (اُسی خدا کے قوانین کی طرف کیوں نہیں آتے؟)۔

۸۸ (اور جس طرح خدا کو اس بات کا علم ہے کہ یہ لوگ اُس آنے والے انقلاب میں تباہ و برباد ہو جائیں گے' اُسی طرح اُسے اس کا بھی علم ہے کہ) یہ رسول' کس درد بھری آواز سے کہتا ہے کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! یہ لوگ ان صداقتوں پر ایمان لا کر اس عذاب سے کیوں نہیں بچ جاتے۔ (۲۶ : ۳ ؛ ۱۸ : ۶)۔

۸۹ (لیکن جو' دیدہ و دانستہ' خود کشی پر تُلا بیٹھا ہو' اس کی حالت پر غم کھانے سے کیا حاصل؟ اس لئے' اے رسول!) تو ان کا خیال چھوڑ دے اور ان سے کہدے کہ میں جو کچھ کہتا اور کرتا ہوں' اس سے تمہاری سلامتی مقصود ہے۔

لیکن اگر یہ اس کے باوجود' صحیح راستہ اختیار نہ کریں' تو یہ عنقریب دیکھ لیں گے کہ ان کی غلط روش کا نتیجہ کیا نکلا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿٣﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿٤﴾
أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

---

۱ خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ کتاب مبین، یہ واضح ضابطۂ حیات، اپنی صداقت پر آپ شاہد ہے۔

۳ اس کا آغازِ نزول (رمضان کی) ایک ایسی رات میں ہوا، جو ساری دنیا کے لئے صد ہزار برکات و سعادت کا موجب بن گئی (اور جس میں دنیا کو حق و باطل کے ماپنے کے پیمانے مل گئے۔ ۲/۱۸۵ ؛ ۹۷/۱)۔ یہ ہمارے اُسی پروگرام کے مطابق نازل ہوئی جس کی رُو سے ہم، شروع ہی سے انسانو کو ان کی غلط رَوش کے نتائج سے آگاہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ (یہ اسی سلسلۂ رشد و ہدایت کی آخری کڑی ہے)۔

۴ اس میں ان تمام امور کو جو آسمانی حکمت پر مبنی ہیں (غلط امور سے) الگ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

۵ یہ کتاب، ہماری طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے۔ (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے) ہم شروع سے اس وحی کو دیکر اپنے رسولوں کو بھیجتے رہے ہیں۔

۶ یہ خدا کی رحمت ہے (جو اس نے انسانوں کی راہ نمائی کے لئے وحی کا سلسلہ جاری کیا)۔ وہ سب کی سنتا ہے اور جانتا ہے (کہ انسان راہ نمائی کیلئے کس کس بات کی ضرورت ہے)۔

۷ یہ اُس خدا کے نظام ربوبیت کی ایک کڑی ہے جو کائنات کی ہر شے کی نشو و نما اس

وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ۞ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۞ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۞ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۞ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۞ رَّبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۞ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۞

حسن و خوبی سے کر رہا ہے۔ (وہ جانتا ہے کہ جہاں تک انسان کا تعلق ہے، اس کی نشو و نما کے لئے طبیعی سامانِ زیست کے علاوہ، وحی کی راہ نمائی کی بھی ضرورت ہے جس کے بغیر اس کی ذات کی نشو و نما نہیں ہو سکتی)۔ اگر تم عقل و بصیرت سے کام لو گے تو تمہیں اس حقیقت کا یقین آجائے گا (کہ انسان کو واقعی وحی کی راہ نمائی کی ضرورت ہے)۔

۸ اس لئے کہ نشو و نما ہمیشہ ایک لگے بندھے قانون کے مطابق ہو سکتی ہے۔ اور کائنات میں خدا کے علاوہ اور کسی کا قانون کارفرما نہیں۔ حتیٰ کہ اشیائے کائنات، اور افراد کی طرح، قوموں کی موت اور حیات بھی اُسی کے قانون سے وابستہ ہے۔

یہ ہے وہ خدا جو تمہاری نشو و نما کا بھی اسی طرح کفیل ہے جس طرح تمہارے آباؤ اجداد کی نشو و نما کا کفیل تھا۔ اور اسی لئے، جس طرح اس نے تمہارے آباء و اجداد — سابقہ اقوام — کی راہ نمائی کے لئے اپنی وحی بھیجی تھی، تمہاری راہ نمائی کے لئے بھی وحی بھیجی ہے۔

۹ لیکن یہ لوگ ایسی عظیم حقیقت کے متعلق شک و شبہ میں پڑے ہیں، اور زندگی کو محض ایک کھیل تماشہ سمجھ رہے ہیں۔

۱۰ (جب یہ لوگ اس قدر واضح دلائل کے باوجود صداقت کو تسلیم نہیں کرتے اور اس دعوت کی برابر مخالفت کئے جا رہے ہیں تو اس کے بعد اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے کہ) تو اُس آنے والے انقلاب کا انتظار کرے جب ساری فضا میں گرد و غبار پھیل جائے گا۔ جب مصائب و آلام عام ہو جائیں گے۔ جب مصیبتوں کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا۔

۱۱ یہ مشکلات و مصائب لوگوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گی۔ وہ عذاب بڑا ہی دردناک اور الم انگیز ہوگا۔

۱۲ اُس وقت یہ لوگ پکار اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تو اس تباہی کو ہم سے دور کر دے۔ ہم تیرے قوانین پر ایمان لاتے ہیں۔

۱۳ اُس وقت نصیحت حاصل کرنا انہیں کیا فائدہ دے گا؟ ان کے پاس ہمارا رسول واضح

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ
الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ
رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۸﴾ وَأَن لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۱۹﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ ﴿۲۰﴾

دلائل و احکام لے کر آیا تھا۔

۱۴ انہوں نے اُس سے رُوگردانی کی۔ کسی نے کہا کہ اِسے کوئی شخص یہ باتیں سکھا جاتا ہے اور یہ پھر اُنہیں وحی خداوندی کہہ کر ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ کوئی بولا کہ یہ پاگل ہے اس کی باتیں مت سنو۔

۱۵ لہٰذا اب اس عذاب کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہم بفرضِ محال اسے تھوڑی دیر کے لئے ہٹا بھی دیں، تو یہ پھر وہی کچھ کرنے لگ جائیں گے۔

۱۶ اس لئے اُس وقت ہماری گرفت بڑی سخت ہوگی۔ ہمارا قانونِ مکافات انہیں ان کے کئے کا بدلہ دے کر رہے گا۔

۱۷ ان سے پہلے قومِ فرعون کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو گزرا ہے۔ (ان پر ان کی سرکشی کی بنا پر، چھوٹی چھوٹی تباہیاں آتی رہیں۔ اس پر وہ ہر بار کہتے تھے کہ اگر اس تباہی سے نجات مل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس کے بعد وہ پھر ویسی حرکتیں کرنے لگ جاتے۔ بات یوں ہوئی تھی کہ) ان کی طرف ہمارا ایک معزز رسول آیا۔

۱۸ اور ان سے کہا کہ تم ان اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو (تاکہ میں انہیں آزادی کی فضا کی طرف لے جاؤں)۔ یہ خدا کا پیغام ہے جو میں تمہاری طرف پہنچا رہا ہوں۔ (اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا)۔ میں اس امانت (بنی اسرائیل) کا امین مقرر کیا گیا ہوں۔ مجھ پر اعتماد کرو اور یہ امانت میرے حوالے کر دو۔ اس سے ہر ایک کو امن نصیب ہو جائے گا۔

۱۹ میں تمہارے پاس خدا کی واضح سند (وحی پر مبنی دلائل) لے کر آیا ہوں۔ تم خدا کے احکام کے خلاف سرکشی مت اختیار کرو۔

۲۰ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو کہ مجھے سنگسار کر دو گے۔ میں اس کے لئے اُس خدا سے سامانِ حفاظت طلب کروں گا جو تمہاری اور میری، دونوں کی نشوونما کا کفیل اور آقا ہے۔

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾

۲۱ (تم اگر ان احکامِ خداوندی پر ایمان لے آتے تو اس میں تمہاری بہتری تھی۔ لیکن، اگر تم انہیں نہیں مانتے تو خیر تمہاری مرضی۔ لیکن میں جو بنی اسرائیل کو یہاں سے لیجانا چاہتا ہوں تو تم میرا راستہ نہ روکو۔ اس باب میں مزاحمت نہ کرو۔

۲۲ (لیکن وہ لوگ نہ وحیٔ خداوندی پر ایمان لائے۔ اور نہ ہی اس پر راضی ہوئے کہ بنی اسرائیل کو وہاں سے جانے دیں)۔ اس پر موسیٰؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ یہ لوگ تو بڑی ہی زیادتی پر اتر آئے ہیں۔ (ان مجرمین کا کیا علاج کیا جائے؟۔ اور بنی اسرائیل کو ان کے چنگل سے کس طرح چھڑایا جائے؟)۔

۲۳ اس پر ہم نے موسیٰؑ سے کہا کہ یوں کرو کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتوں رات یہاں سے نکلجاؤ۔ یہ لوگ تمہارا تعاقب ضرور کریں گے۔ (لیکن اس سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں)۔

۲۴ جب تم سمندر (یا دریا) کے کنارے پہنچو گے تو اس کا پانی پیچھے ہٹا ہو گا۔ تم ساکن سمندر (یا دریا) کے خشک حصے سے پار چلے جانا۔ فرعون اور اس کے لشکر غرق ہو جائیں گے۔ (۲۶/۶۳ ؛ ۲۰/۷۷)۔

۲۵ (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو دیکھو) اہلِ فرعون نے کس قدر باغات اور چشمے۔

۲۶ اور فصلیں اور رفیع الشان محلات۔

۲۷ اور گوناگوں سامانِ آسائش جس میں وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے، پیچھے چھوڑے۔

۲۸ اس طرح وہ اپنا ساز و یراق چھوڑ کر تباہ ہو گئے، اور ہم نے دوسرے لوگوں کو اس کا وارث بنا دیا۔

۲۹ سو ان کی اس تباہی پر نہ آسمان رویا، نہ زمین۔ اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی (کیونکہ ظہورِ نتائج کے وقت مہلت نہیں ملا کرتی)۔

۳۰ اور اس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ذلت آمیز عذاب سے نجات دلائی۔

مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿۳۴﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿۳۵﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۶﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾

---

۳۱ وہ بڑا ہی سرکش اور حدود شکن ہو چکا تھا۔ (اور یہی چیز اس کی تباہی کا موجب تھی)۔

۳۲ اس کے بعد جب بنی اسرائیل نے ہماری وحی (علم) کا اتباع کیا، تو ہم نے انہیں انکی ہم عصر اقوام پر برگزیدگی عطا کی۔

۳۳ اور ہم نے انہیں اس قسم کا ضابطۂ قوانین عطا کیا جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ انعامات خداوندی کے مستحق قرار پا گئے۔ (سب سے پہلا انعام تو خود فرعون کے پنجۂ استبداد سے رستگاری تھا)۔

۳۴ یہ لوگ (مخالفینِ عرب) بھی اہلِ فرعون کی طرح، اسی نشہ میں بدمست ہیں کہ قانونِ

۳۵ مکافاتِ عمل کوئی شے نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے جس کا خاتمہ موت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کس کا دوبارہ زندہ ہونا اور اعمال کی سزا بھگتنا؟

۳۶ (یہ کہتے ہیں کہ اگر مُردوں کو پھر سے زندگی مل جاتی ہے تو) ہمارے آباؤ اجداد کو ذرا زندہ کر کے دکھاؤ۔ پھر ہم مانیں گے کہ تم اپنے دعوے میں واقعی سچے ہو۔

۳۷ ان سے کہو کہ ذرا سوچو کہ کیا تم لوگ قوت و حشمت کے زیادہ مالک ہو یا وہ اقوام جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں —— قومِ عاد و ثمود، بالخصوص قومِ تبع، جو تم سے بہت قریب تھی۔ انہوں نے جب اس قسم کی قانون شکنی کی روش اختیار کی تو ہمارے قانونِ مکافات نے انہیں تباہ کر دیا۔ (جب اتنی اتنی بڑی قوت کی مالک قومیں اس قانون کی گرفت سے نہ بچ سکیں تو تم اس کی رُو سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہو؟

۳۸ ہم نے اس عظیم القدر کارگۂ کائنات کو یونہی ہنسی مذاق کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ یہ اس لئے سرگرمِ عمل ہے کہ ہر کام کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب ہو جائے (۲۱/۱۶ ؛ ۴۵/۲۲)۔

۳۹ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ اسے نہیں جانتے (اور سمجھتے ہیں کہ زندگی محض کھیل تماشا ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے)۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۱﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۲﴾ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۴۹﴾

(ع ۲) (۱۳) (۱۵)

---

۴۰ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ محض کھیل تماشا نہیں۔ یہ بالحق پیدا کی گئی ہے۔ انسان کا ہر عمل اپنا نتیجہ مرتب کرکے رہتا ہے۔ اور ان نتائج کے ظہور کا وقت معین ہے۔

۴۰ اُس وقت اِن نتائج سے بچنے کے لئے' نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آسکے گا' اور نہ ہی ان لوگوں کو کسی قسم کی مدد پہنچ سکے گی۔

۴۲ ہاں؛ جن لوگوں کی نشو و نمات قانونِ خداوندی کے مطابق ہوئی ہو گی' انہیں اُس دن کوئی خوف و حزن نہیں ہوگا۔ خدا کا قانونِ ربوبیت بڑے غلبہ کا مالک ہے (۲۱/۱۰۲ ; ۲۷/۸۹)

۴۳ جن لوگوں کی نشو و نمارک گئی ہے (کیونکہ وہ قانونِ ربوبیت کے خلاف زندگی بسر

۴۴ کرتے ہیں تو) وہ جو کچھ ہڑپ کرکے نگلتے جاتے ہیں' اس سے ان کی ذات مضمحل ہو کر رہ جاتی ہے (۱۷/۶۰ ; ۶۵ ―۳۷― ۶۲)۔

۴۵ (یوں سمجھو کہ) ان کی غذا' بجائے اس کے کہ ان کا جزوِ بدن بنے' اِن کے معدے میں پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتی رہتی ہے۔

۴۶ اور پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی' جس سے پیاس بجھنے کے بجائے اور زیادہ بھڑک اٹھے۔ (اِسی دنیا کے مفاد کو مقصودِ زندگی سمجھنے والوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ جس قدر مال و دولت جمع کرتے ہیں' ان کی ہوس زراتنی ہی اور بڑھتی جاتی ہے۔ ۱۰۲/۲―۱)۔

۴۷ یہ بے پناہ ہوس' اس قسم کے انسان کو' کشاں کشاں' جہنم کے عین وسط میں لے جاتی ہے (۱۰۴/۹―۱)۔

۴۸ وہاں اس کے سر پر' جسے وہ اس طرح اٹھا کر چلتا تھا' کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا' جس سے ساری سرکشی پگھل کر نکل جائے گی۔

۴۹ اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنے آپ کو بڑا واجب التکریم اور صاحب غلبۂ اقتدار سمجھا کرتا تھا۔ اب اپنے اعمال کا مزہ چکھ۔ (۵۶/۵۲)۔

إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ
مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ
آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن
رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم

---

۵۰ یہ ہے اُس قانونِ مکافات کا نتیجہ جس کے متعلق تم شک و شبہ میں رہتے تھے' اور جھگڑا کیا کرتے تھے۔

۵۱ ان کے برعکس' جو لوگ قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں' وہ نہایت پُرامن مقام میں ہوں گے۔

۵۲ سرسبز و شاداب باغات' اور ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے خوشگوار چشمے۔

۵۳ اُس جنتی زندگی میں' دنیا بھر کی آرائش و آسائش کا سامان ہوگا۔ دبیز اور باریک ریشم کے ملبوسات۔ نہایت خوش و خرم' ایک دوسرے کے آمنے سامنے مساواتی حیثیت سے (بھائیوں کی طرح بیٹھے)۔

۵۴ اور ان کے ساتھی۔ سب کے سب' پاکیزہ عقل و فراست کے مالک' جس میں فریب کاری کی طرف میلان کا شائبہ تک نہ ہو۔

۵۵ کامل امن و اطمینان کی زندگی۔ مسرت بخش سامانِ زیست کی فراوانی۔

۵۶ اس موت کے بعد جو ان کے طبعی جسم پر دنیا میں واقع ہوئی تھی۔ انہیں پھر موت نہیں آئے گی۔ انہیں حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔ اور ان تمام موانعات سے محفوظ رکھا جائے گا جو انسانی ذات کی نشو و نما کے راستے میں رک بن جاتے ہیں۔ (۲/۲۵ ; ۴۲/۱۱)۔

۵۷ یہ سب کچھ خدا کے نظامِ ربوبیت کی رُو سے ہوگا جس میں نشو و نما کی سہولتیں اس طرح مل جاتی ہیں۔ یہ زندگی کی بہت بڑی کامرانی ہے۔

۵۸ ہم نے ایسے اہم حقائق' اور بسیط کوائف کو (تشبیہات و استعارات کی) ایسی زبان میں بیان کر دیا ہے جسے یہ لوگ آسانی سے سمجھ سکیں اور یاد رکھیں۔

۵۹ (اب رہا یہ کہ اعمال کے یہ نتائج کب مرتب ہو کر سامنے آئیں گے۔ سو اس کے لئے)

مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

تم بھی انتظار کرو' اور یہ بھی انتظار کریں۔ (تھوڑے ہی عرصہ میں یہ سب کچھ سامنے آجائے گا)۔
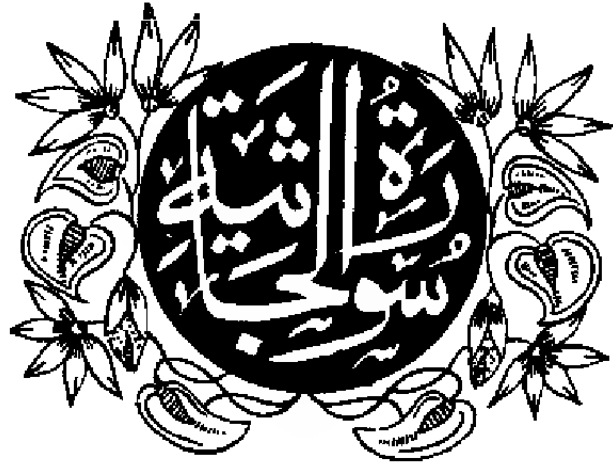
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

۱ خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ

۲ یہ ضابطۂ ہدایت اُس خدا کی طرف سے نازل ہو رہا ہے جو بڑے ہی غلبہ و اقتدار کا مالک اور اس کے ساتھ بڑا ہی صاحبِ حکمت و تدابیر ہے۔

۳ اس کے غلبہ و حکمت کی نشانیاں صحنِ کائنات میں ہر طرف بکھری پڑی ہیں۔ لیکن یہ انہی کو نظر آسکتی ہیں جو اس کے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھیں۔

۴ (خارجی کائنات میں ہی نہیں۔ خود) تمہاری پیدائش میں' اور دیگر ذی حیات میں جو چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں' اُس کی نشانیاں ہیں۔ لیکن صرف انہی کے لئے جو اس کے قوانین پر یقین رکھتے ہیں۔

۵ اور' دن اور رات کی گردش میں۔ اور اس بارش میں جو بادلوں سے برستی ہے' اور زمینِ مردہ کو از سرِ نو زندگی عطا کر دیتی ہے۔ اور ہوائیں جو مقررہ اوقات پر اپنی سمت

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾
يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا
اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٩﴾ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾

بدلتی رہتی ہیں۔ ان سب میں خدا کے قوانین کی صداقت کی نشانیاں ہیں۔ لیکن صرف انہی کے لئے جو عقل و فکر سے کام لیں۔

۶ جس خدا کے قوانین، خارجی کائنات میں اس حسن و خوبی سے کارفرما ہیں، اُسی نے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے اس کتاب میں قوانین دیئے ہیں جو تم پر بالحق نازل کئے جاتے ہیں۔
ان سے پوچھو کہ اگر وہ خدا کی طرف سے دیئے ہوئے اِن قوانین، اور اُس کی ان نشانیوں پر جو کائنات میں بکھری پڑی ہیں، غور و فکر کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے، تو پھر وہ کونسی ایسی بات ہوگی جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

۷ (اس ضابطہ ہدایت کے اتباع سے کامرانیاں اور کامیابیاں نصیب ہوں گی۔ اس کے برعکس) اس شخص کے لئے تباہی اور بربادی ہوگی جو اسے اِس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کی رُو سے جد و جہد کی زندگی بسر کرنی پڑے گی، اور اس کی مفاد پرستیوں نے اس میں سہل انگاری اور اضمحلال پیدا کر رکھا ہے۔ اس کے انکار کی اصلی وجہ تو یہ ہے لیکن وہ اسے مختلف دروغ بافیوں اور مکاریوں کے پردے میں چھپاتا ہے۔ (۲۶/۲۲۲)۔

۸ چنانچہ جب اس کے سامنے ان قوانین کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ انہیں سننے کے بعد محض ضد کی بنا پر، اس طرح متکبرانہ انداز سے مُنہ پھیر کر چل دیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ سو اس کے اس انکار و سرکشی کا نتیجہ الم انگیز تباہی ہے۔

۹ اسی غرور کا نتیجہ ہے کہ جب ہمارے قوانین میں سے کوئی بات اس تک پہنچتی ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ سو جس طرح یہ لوگ قوانین خداوندی کے ساتھ اہانت اور ذلت کا سلوک کرتے ہیں، اسی طرح انہیں ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۰ جہنم کے شعلے ان کے سامنے بھڑک رہے ہیں۔ (اے کاش! یہ انہیں اس وقت دیکھ سکتے۔ ۳۹/۲۴ ؛ ۷۹/۳۶ ؛ ۸۳/۱۴)۔ اُس وقت اِن کا مال و دولت اِن کے کسی کام نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ⑪ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ
فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ⑫ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ⑬ قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ⑮

وہ لوگ ان کی کوئی مدد کر سکیں گے جنہیں انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنا کارساز و سرپرست بنا رکھا ہے۔ ان کے لئے بہت بڑی تباہی ہوگی۔

۱۱ یہ قرآن زندگی کی خوشگواریوں کے راستے سامنے لاتا ہے۔ سو جو لوگ اس قسم کے قوانینِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں' ان کے لئے الم انگیز تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

۱۲ خدا کے قوانینِ زندگی کی خوشگواریوں کے راستے کس طرح سامنے لاتے ہیں' اس کا کچھ اندازہ اُس کے کائناتی قوانین پر غور و فکر سے لگ سکتا ہے۔ (مثلاً) تم دیکھو کہ اس نے اس قدر پُرخروش اور بے پایاں سمندر کو کس طرح تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے کہ اس میں' اُس کے قانون کے مطابق' کشتیاں چلتی رہتی ہیں' تاکہ تم سامانِ معیشت کی تلاش میں' اِدھر اُدھر نکل سکو' اور اس طرح تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔

۱۳ ایک سمندر ہی پر کیا موقوف ہے۔ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' اس نے سب کو تمہارے لئے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں (اِس بات کی کہ جو لوگ ان قوانین کا علم حاصل کر لیں گے جن کے مطابق یہ کارگۂ کائنات سرگرمِ عمل ہے' وہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے' انہیں اپنے کام میں لا سکیں گے)۔

۱۴ اے جماعتِ مومنین' تم اپنی طرف سے کوشش کرتے رہو کہ یہ لوگ جو اُس خدائی انقلاب سے جس میں ہر قوم کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا' یوں بے فکر ہو رہے ہیں' آنے والی تباہی سے کسی طرح بچ جائیں۔

۱۵ تمہارے ذمے صرف اس کی کوشش کرنا ہے۔ تم اِن کے اعمال کے نتائج کو بدل نہیں سکتے۔ ہمارا قانونِ مکافات یہ ہے کہ جو شخص صلاحیت بخش کام کرتا ہے' ان سے خود اسی کی ذات کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور جو غلط روش پر چلتا ہے' اس کا وبال خود اس پر پڑتا ہے۔ تم اِس قانون کے دائرے سے باہر نہیں رہ سکتے۔ تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ (خود

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

امم سابقہ کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے)۔

۱۶ (چنانچہ) ہم نے اس سے پہلے بنی اسرائیل کو ضابطۂ ہدایت اور حکومت عطا کی۔ اور کتنے ہی پیغمبر ان میں پیدا کئے۔ (۲۰/۵ ; ۹/۶)۔ انہیں خوشگوار سامان زیست ملتا رہا' اور وہ اپنی ہمعصر اقوام میں بڑے ممتاز اور سربلند رہے۔

۱۷ جو ضابطہ قوانین انہیں دیا گیا تھا وہ بڑا واضح تھا' لیکن انہوں نے اس قسم کا علم (وحی) مل جانے کے بعد' محض باہمی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپس میں اختلافات پیدا کر لئے۔ (یعنی ان کے باہمی اختلافات اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں جو تعلیم وحی کی رُو سے دی گئی تھی' اس میں کچھ ابہام اور التباس تھا۔ وہ تو بڑی واضح تھی۔ یہ اختلافات باہمی ضد' اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کے جذبہ کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے)۔ اُن کے ان اختلافات کا فیصلہ دورِ قیامت میں ہو گا۔

۱۸ اِن کے بعد' اب ہم نے (اے رسول!) تمہیں اپنی وحی کے واضح راستے پر چلایا ہے (۱۲/۴۲)۔ تو اس کی پیروی کئے جا' اور ان لوگوں کے خیالات کا اتباع مت کر جنہیں حقیقت کا علم نہیں۔

۱۹ یہ لوگ' قانونِ خداوندی کے مقابلہ میں' تیرے کچھ کام نہیں آسکیں گے۔ (یہ لوگ تمہارے خلاف جتھہ بندیاں بھی کرتے ہیں' اس لئے کہ) قانونِ خداوندی سے سرکشی برتنے والے' حق کی مخالفت میں' سب ایک دوسرے کے دوست اور رفیق بن جاتے ہیں۔ (لیکن تمہیں ان سے خائف ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ) جو لوگ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں' ان کا کارساز اور سرپرست خود خدا ہو جاتا ہے۔

۲۰ یہ ضابطہ قوانین جو تمہیں دیا گیا ہے' تمام نوعِ انسان کے لئے' علم و بصیرت کی شمع نورانی ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جو اس کی صداقت پر یقین رکھیں' زندگی کی صحیح منزل کی طرف راہ نمائی'

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

اور انسانیت کی نشوونما کا ذریعہ۔

۲۱ جو لوگ غلط روش پر چلتے اور زندگی میں ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اُن لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ہمارے قانون کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان دونوں گروہوں کی زندگی اور موت کو ایک جیسا بنا دیں گے؟ کیسا غلط خیال ہے جو یہ لوگ اپنے دل میں لئے بیٹھے ہیں!

۲۲ انہیں یہ معلوم نہیں کہ خدا نے اس تمام کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے (یونہی بیکار اور تخریبی نتائج مرتب کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ) ہر شخص کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ برآمد ہو جائے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ (یہ تمام کارگہ کائنات اس لئے سرگرم عمل ہے کہ انسان کا ہر عمل ٹھیک ٹھیک نتیجہ پیدا کرے)۔

۲۳ (یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب انسان کو عقل و فہم دے دیا گیا تو پھر اسے وحی کی راہ نمائی کی کیا ضرورت ہے)۔ لیکن کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے جذبات ہی کو اپنا معبود بنا لیتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو اس کی خواہشات کا تقاضا ہوتا ہے۔ تم نے دیکھا کہ وہ علم و عقل رکھنے کے باوجود کس طرح غلط راستوں پر چلے جاتا ہے۔ اس پر جذبات اس بری طرح غالب آجاتے ہیں کہ یوں نظر آتا ہے گویا اس کے کانوں پر اور دل پر مہریں لگ چکی ہیں۔ اور اس کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں۔ اسے نہ کچھ سنائی دیتا ہے۔ نہ دکھائی دیتا ہے۔ اور نہ ہی اس کی سمجھ بوجھ کچھ کام کرتی ہے۔ (۲۵/۴۳)۔

ذرا سوچو کہ جو شخص اس طرح اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے، تو وحی خداوندی کے علاوہ وہ کونسی طاقت ہے جو اس کی راہ نمائی صحیح راستے کی طرف کر سکتی ہے؟ (انسان کے پاس سب سے بڑی قوت عقل ہی کی ہے۔ لیکن جب اس پر جذبات غالب آجائیں تو عقل خود ان جذبات کی لونڈی بن جاتی ہے، اور ان کے بروئے کار آنے کے لئے سامان و ذرائع

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۲۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾

(۳ ع ۵ ۱۹)

بہم پہنچاتی' اوران کے جواز کے لئے فریب آمیز دلیلیں وضع کرتی ہے۔ ان حالات میں کوئی ایسی قوت ہی اس کی راہ نمائی کر سکتی ہے جو عقل اور اس کے سطحی جذبات سے بلند ہو۔ اور یہ قوت' وحیِ خداوندی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی)۔

کیا تم اس حقیقت پر غور نہیں کرتے؟

۲۴ یہ لوگ (جو وحی کا انکار کرتے' اور اپنے جذبات کو اپنا الٰہ بنا لیتے ہیں) خیال کرتے ہیں کہ زندگی بس اس دنیا کی زندگی ہے۔ اسی دنیا میں مرنے والے مر جاتے ہیں' اور نئے بچے نئی زندگی لے کر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ زمانے کا چکر ہے جو یونہی چلتا رہتا ہے۔ (بچہ پیدا ہوتا ہے۔ طبیعی زندگی جیتا ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے قویٰ مضمحل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور بالآخر وہ مر جاتا ہے۔ زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ طبیعی زندگی کے علاوہ' انسان کی کوئی' اور زندگی نہیں)۔

ان لوگوں کو انسان کی اصل و حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ بس سطحی سی معلومات ہیں جن کی بنا پر یہ اس قسم کی قیاسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ (انسان صرف اس کے طبیعی جسم سے عبارت نہیں' جس کے ختم ہو جانے سے خود انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ محض حیوانی سطح زندگی ہے۔ $\frac{۲۳}{۱۲}$ انسان میں ایک اور شے بھی ہے جسے اس کی "ذات" کہتے ہیں۔ یہ جسم کی موت کے ساتھ فنا نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد بھی زندہ رہتی ہے۔ جس طرح جسم کی نشو و نما کے لئے طبیعی قوانین کی ضرورت ہے اسی طرح انسانی ذات کی نشو و نما کے لئے' وحی پر مبنی قوانین کی ضرورت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں وحی کی ضرورت پڑتی ہے)۔

۲۵ ان لوگوں کے سامنے (جو زندگی کو اسی دنیا تک محدود سمجھتے ہیں) جب وحی پر مبنی حقائق و قوانین پیش کئے جاتے ہیں' تو ان کے پاس اس کی مخالفت کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں ہوتی۔ صرف ان کی کٹ حجتی ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر مُردوں کو فی الواقعہ زندگی مل سکتی ہے' تو ہمارے اسلاف کو' جو مر چکے ہیں' پھر سے واپس لا کر دکھاؤ۔ تب ہم جانیں گے کہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

۲۶ ان سے کہو کہ زندگی اور موت قانونِ خداوندی کے مطابق ملتی ہے۔ اور وہ قانون یہ ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِىْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

کہ موت کے بعد انسان اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ اُسے اگلی دنیا میں جاکر زندگی ملتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن اکثر لوگ اسے نہیں سمجھتے۔

۲۷ یہ سب کچھ اس خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے جس کا اقتدار تمام کائنات کو محیط ہے۔ جب وہ انقلابِ عظیم واقع ہوگا' تو یہ لوگ جو باطل کی روش پر چل رہے ہیں' سخت نقصان اٹھائیں گے۔

۲۸ اُس وقت' ہر مخالف قوم کی قوت ٹوٹ چکی ہوگی۔ اور تو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی۔ ہر قوم کو بلایا جائے گا کہ وہ اپنے اعمال نامہ کو دیکھ لے۔ اُس وقت ہر قوم کے اعمال کے نتائج اس کے سامنے آجائیں گے اور اسے ان کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملے گا۔ (۱۹/۴۶)۔

۲۹ (ان سے کہا جائے گا کہ) جو کچھ تم کیا کرتے تھے وہ سب اس رجسٹر میں لکھ لیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ جو کچھ کہے گا ٹھیک ٹھیک کہے گا —— نہ کم' نہ زیادہ۔ بالکل صحیح۔

۳۰ (اعمال نامہ کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ ہوگا) جو لوگ ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' ان کا نشوونما دینے والا' انہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں جگہ دے گا۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

۳۱ اور جو لوگ ان قوانین سے انکار کرتے ہیں' ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے سامنے میرے قوانین پیش کئے جاتے تھے' لیکن تم ان سے سرکشی برتتے تھے' اور ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔

۳۲ اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ یاد رکھو! خدا کا وعدہ حق ہے۔ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے' اسی طرح واقع ہو کر رہے گا۔ اور یہ انقلاب آکر رہے گا۔ اس میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ انقلاب کیا ہے۔ ہم اسے محض ایک واہمہ

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

سمجھتے ہیں۔ ہم اس پر یقین کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔

۳۳ اُس وقت اُن کی بدعملیوں کے نتائج کھل کر ان کے سامنے آجائیں گے۔ اور جن باتوں کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے' وہ انہیں ہر طرف سے گھیر لیں گی۔

۳۴ اور ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم اِس وقت کے سامنے آنے کی کوئی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے' آج تمہاری بھی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ (جس طرح تم نے اس خیال کو پس پشت ڈال رکھا تھا کہ تمہارے اعمال نے ایک دن تمہارے سامنے آنا ہے' اسی طرح تمہیں بھی آج زندگی کی آسائشوں سے پیچھے دھکیل کر ان سے محروم کر دیا جائے گا)۔ تمہارا انجام تباہی اور بربادی کا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس عذاب سے چھڑا لے۔

۳۵ یہ اس لئے کہ تم نے خدا کے قوانین کو مذاق سمجھ رکھا تھا' اور طبیعی زندگی کے مفاد نے تمہیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا۔ سو اب نہ تم اس تباہی اور بربادی کے عذاب سے نکل سکتے ہو' اور نہ ہی تمہاری گریہ وزاری ہماری نوازشات کو تمہاری طرف لوٹا سکتی ہے۔ (کیونکہ ہماری نوازشات' تمہارے اعمال کے بدلے ہی میں مل سکتی تھیں۔ ۱۱/۳۵)۔

۳۶ اُس وقت زندگی کا وہ نقشہ مرتب ہوگا جس میں خدا کی وہ ربوبیت جو کائنات میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے' عالمِ انسانیت میں بھی اُسی طرح جلوہ بار ہوگی' اور ہر ایک کی زبان سے بیساختہ دادِ تحسین لے لیگی۔ (۱/۱ ؛ ۳۹/۷۵)۔

۳۷ اور ہر ایک اس کا اعتراف کرے گا کہ فی الحقیقت ساری کائنات میں اقتدار و اختیار صرف ایک خدا کا ہے۔ ہر شے پر اُسی کا غلبہ ہے' اور یہ غلبہ' حکمت پر مبنی ہے۔

سُورَةُ الاحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ

---

(۱) خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ

(۲) یہ ضابطۂ قوانین اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کائنات کی ہر شے پر غالب ہے لیکن اس کا غلبہ دھاندلی کا نہیں۔ عین حکمت پر مبنی ہے۔

(۳) اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس کارگہ کائنات (ارض و سمٰوٰت اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب) کو ایک وقت معینہ تک چلنے کے لئے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (اور اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر عمل اپنا ٹھیک ٹھیک نتیجہ پیدا کرے۔ ۴۵/۲۲)۔ لیکن جو لوگ حقیقت سے انکار کرتے ہیں ان سے جب کہا جاتا ہے کہ تمہاری غلط روش کی وجہ سے تم پر تباہی آجائے گی تو وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

(۴) ان لوگوں سے کہو کہ جن ہستیوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو کیا تم نے کبھی ان کے

بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵) وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً
وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ (۶) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۷) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا
تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۸) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ

متعلق غور بھی کیا ہے' کیا تم بتا سکتے ہو کہ انہوں نے زمین میں کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا کائناتی نظم ونسق میں ان کا کیا دخل ہے۔ اگر تم اپنے اس عقیدہ میں سچے ہو تو اس کی تائید میں کسی سابقہ آسمانی کتاب کی سند لاؤ۔ یا کوئی علمی دلیل پیش کرو۔

(۵) (ان سے کہو کہ) اُس سے زیادہ راہ گم کردہ اور کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر' اُن ہستیوں کو پکارے جو قیامت تک ان کی پکار کا جواب نہ دے سکیں۔ حتیٰ کہ انہیں اس کا بھی علم نہ ہو کہ انہیں کوئی پکار رہا ہے۔

(۶) اور جب ظہور نتائج کے وقت' وہ ان کے سامنے آئیں تو (دوست کی حیثیت سے نہیں بلکہ) ان کے دشمن کی حیثیت سے آئیں اور صاف کہدیں کہ ہم نے ان سے کبھی نہیں کہا تھا کہ ہماری پرستش کرو۔

(۷) جب ان منکرین حق کے سامنے ہمارے واضح قوانین پیش کئے جاتے ہیں' تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

(۸) بلکہ یہاں تک کہدیتے ہیں کہ اس (رسول) نے اسے خود ہی وضع کر لیا ہے اور اسے وحی کہہ کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ان سے کہو کہ اگر میں واقعی ایسا کرتا ہوں تو اس جرم کی پاداش میں خدا کی طرف سے جو وبال مجھ پر پڑے گا' تم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ مجھے اُس سے بچا سکے (اصل یہ ہے کہ تم اپنی مفاد پرستیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور) اس قسم کی لغو اور دور از کار باتیں بناتے رہتے ہو۔ خدا پر یہ حقیقت اچھی طرح سے روشن ہے۔ وہ میرے دعوائے نبوت' اور تمہاری مخالفت اور انکار کے معاملہ میں' سب سے بڑا شاہد ہے۔ وہی سب کو حفاظت اور نشوونما کا سامان مرحمت کرتا ہے۔

(۹) ان سے کہدو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں۔ رسالت کی طرح میں نے نہیں ڈالی۔

أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ⑨ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑩ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ⑪

نہ ہی میں تم سے کوئی انوکھی بات کہہ رہا ہوں۔ (سلسلۂ رسالت شروع سے چلا آرہا ہے' اور ہر قوم میں خدا کے رسول آچکے ہیں۔ میں بھی انہی جیسا ایک رسول ہوں اور وہی پیغام لایا ہوں جو انبیائے سابقہ لاتے رہے ہیں۔ مجھے اس کا تو یقین ہے کہ جو نظام حق و صداقت میں پیش کر رہا ہوں' وہ باطل پر ضرور غالب آئے گا' لیکن) میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس تصادم اور ٹکراؤ میں' جو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہا ہے' میرا ذاتی انجام کیا ہوگا' اور تمہارے ساتھ کیا بیتے گی۔ نہ ہی مجھے اس سے کچھ سروکار ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ میں اُس وحی کا اتباع کئے جاؤں جو میری طرف نازل ہوتی ہے۔ اور تمہیں' تمہاری غلط روش کے انجام و عواقب سے آگاہ کرتا رہوں۔ (میری ان کوششوں کے نتائج' خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق' اپنے وقت پر سامنے آئیں گے)۔

۱۰ ان مخالفت کرنے والوں (بالخصوص یہودیوں) سے کہو کہ کیا تم نے اس پر کبھی غور کیا ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں' اگر وہ خدا کی طرف سے ہو' اور تم اس سے انکار کرتے رہو' تو تمہاری اس روش کا انجام کیا ہوگا؟ حیرت ہے کہ تم اس سے انکار کرتے ہو حالانکہ (وں تو تمام انبیائے بنی اسرائیل اسی قسم کی تعلیم پیش کرتے رہے ہیں لیکن) ان میں سے ایک ——— موسیٰؑ ——— کے متعلق تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اُس کی انقلابی دعوت' اِس رسول کی دعوت کی مثل تھی' اور اس نے اس آنے والے کی گواہی بھی دی تھی[1] (۱۵/۲۴)۔ تو کیا تم نے اپنے آپ کو اپنے پیغمبر سے بھی بڑا سمجھتے ہو کہ وہ تو اس حقیقت پر ایمان لایا تھا۔ اور تم اس سے سرکشی برت رہے ہو! غور کرو کہ جو لوگ اس طرح غلط راستے اختیار کرلیں' انہیں زندگی کے صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کس طرح مل سکے گی؟

۱۱ اور یہ لوگ (یہود)' جو اس قرآن کی صداقت سے انکار کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ اگر

---

[1] تورات (کتاب استثناء) میں' حضرت موسیٰؑ کی یہ شہادت اب تک موجود ہے۔ اس میں خدا نے اُن سے کہا تھا کہ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کروں گا"۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ
وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ
حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ

ہم اس میں کوئی بہتر بات پاتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ عرب کے یہ اُمّی تو اس پر ایمان لے آتے اور ہم ان سے پیچھے رہ جاتے! (علم و فضل کا کونسا میدان ہے جس میں یہ لوگ ہم سے آگے ہیں!) لہٰذا، اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کوئی ایسی بلند اور بہتر تعلیم نہیں پیش کرتا جس پر ہم ایمان لائیں — لیکن اصل بات یہ ہے کہ) چونکہ یہ لوگ، اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے قرآن سے ہدایت یاب نہیں ہو سکے اس لئے، اب محض اپنی بات کی پچ کیلئے کہتے ہیں کہ، یہ تو اسی قسم کا جھوٹ ہے جسے، اس سے پہلے بھی، لوگ یونہی تراشتے تھے (۲۴/۵)۔

۱۲ حالانکہ (جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے) ہم نے، اس سے پہلے، موسیٰؑ کی طرف جو کتاب نازل کی تھی، وہ بھی، اسی طرح، صحیح راہ نمائی کا ضابطہ تھی، اور انسانوں کی نشو و نما کا موجب۔ (لیکن وہ اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہی)۔ اب یہ کتاب، انہی دعاوی کو سچ کر کے دکھانے کے لئے بھیجی گئی ہے جو اُس کتاب میں پیش کئے گئے تھے۔ اس کتاب کو نہایت واضح زبان (عربی) میں نازل کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے، ان لوگوں کو، جو حق و صداقت کی راہ چھوڑ کر ظلم و استبداد کا راستہ اختیار کر لیں، ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کیا جائے، اور حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کرنے والوں کو ان کے اعمال کے خوشگوار نتائج کی بشارت دی جائے۔

۱۳ یعنی ان لوگوں کو جو اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا رب صرف (ایک) اللہ ہے، اور پھر اس ایمان پر نہایت استقامت سے جم کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہوگا۔ (۳۰/۴۱)۔

۱۴ یہ لوگ جنت کی زندگی بسر کریں گے جو ان کے اعمال کا نتیجہ ہوگی۔

۱۵ (یہ جنتی معاشرہ اس دنیا میں بھی قائم ہوگا۔ اس معاشرہ میں گھر کے بزرگ اور خورد سب قوانین خداوندی کے رنگ میں رنگے ہوں گے، اور حیوانی سطح سے بلند ہو کر

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ

انسانی سطح پر زندگی بسر کریں گے۔ یہ انسانی سطح پر زندگی بسر کرنے کا تقاضا ہے جو) ہم نے انسان سے تاکیداً کہا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ (حیوانات میں ماں باپ بچے کی پرورش تو کرتے ہیں لیکن بچہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو پہچانتا تک نہیں۔ اسی لئے انسان سے یہ کہنا پڑا کہ وہ حیوانی سطح سے بلند ہو کر انسانی سطح پر زندگی بسر کرے جس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنے ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آئے)۔ اس کی ماں نے حمل اور پھر وضع حمل کی تکلیف کو برداشت کیا اور اسے پالنے کے سلسلے میں دن کا چین اور رات کی نیند اپنے اوپر حرام کرلی۔ اور یہ کوئی ایک آدھ دن کی بات نہیں تھی)۔ حمل اور دودھ پلانے کا عرصہ کم از کم تیس ماہ میں جاکر پورا ہوتا ہے[1] (۲/۲۳۳ ; ۳۱/۱۴)۔

(اس جنتی گھرانے کا بچہ) جب اس طرح پرورش پاکر سن بلوغت کو پہنچ جاتا ہے اور پھر عقل اور تجربہ کی پختگی کے بعد چالیس برس کا ہو جاتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے میرے نشوونما دینے والے! تو مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں اپنے آپ پر ایسا ضبط اور کنٹرول رکھوں کہ جن نعمتوں سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا ہے، میں انہیں صحیح مصرف میں استعمال کروں۔ اور تیرے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق صلاحیت بخش کام کروں۔ اور میں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرسکوں جس سے وہ بھی صلاحیت بخش کام کرسکنے کے قابل ہو جائے میں ہر معاملہ کے فیصلے کے لئے تیرے قوانین کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جو فیصلہ وہاں سے ملے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔

۱۶ یہ ہے وہ گھرانا جس کے افراد کی حسن کارانہ جدوجہد کو ہم شرفِ قبولیت عطا کرتے ہیں اور ان سے اگر کوئی سہو و خطا ہو جاتی ہے تو اس کے مضر اثرات سے انہیں محفوظ رکھتے ہیں

---

[1] قانونی مقاصد کے لئے قرآن کریم نے رضاعت کی مدت دو سال مقرر کی ہے۔ (۲/۲۳۳ ; ۳۱/۱۴) لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حکم خداوندی ہے کہ نہ دو سال سے کم عمر میں بچے کا دودھ چھڑایا جائے اور نہ ہی اسے دو سال سے زائد عمر تک دودھ پلایا جائے۔ باقی رہا حمل۔ سو عمومی طور پر اس کی مدت نو ماہ ہوتی ہے اگرچہ یہ مدت کم و بیش بھی ہو جاتی ہے۔ ابتدائی دو تین ماہ تک حمل خفیف ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس کا بوجھ تکلیف دہ ہونا شروع ہوتا ہے (۷/۱۸۹) اس اعتبار سے بھی دیکھا دیکھا جائے تو چھ ماہ حملِ ثقیل اور دو سال رضاعت کے ملا کر تیس ماہ ہوتے ہیں۔

أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾

یہ ہیں جنتی معاشرہ کے افراد۔ ان کی آرام و آسائش کی یہ زندگی ان وعدوں کے عین مطابق ہوتی ہے جو اس قرآن میں ان سے کئے گئے ہیں۔ یعنی ان کے اعمال کا یہ نتیجہ، خدا کے مقرر کردہ قانون مکافاتِ عمل کے مطابق ہوتا ہے۔

۱۷ (یہ سعادتمند اولاد کی کیفیت کا تذکرہ تھا۔ اس کے برعکس وہ اولاد ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ سے کہتی ہے کہ تف ہے تم پر جو مجھے اس قسم کی تعلیم دیتے ہو کہ انسان مرنے کے بعد بھی زندہ ہوگا، حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے پہلے کتنی ہی نسلیں مر مرا چکی ہیں (ان میں سے کسی کو زندہ ہوتے میں نے نہیں دیکھا)۔ وہ بیچارے، کبھی اللہ سے فریاد کرتے ہیں (کہ تو اسے صحیح راستے پر آنے کی توفیق عطا فرما۔ اور کبھی) اس سے کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو کیوں تباہی میں ڈال رہا ہے۔ خدا کے قانونِ مکافات' اور حیاتِ آخرت پر ایمان رکھ۔ یاد رکھ! جو کچھ خدا نے کہا ہے وہ حرفاً حرفاً سچ ہے۔ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ (مجھے سب معلوم ہے) یہ پہلے لوگوں کے گھڑے ہوئے افسانے ہیں (جو تم تک متوارث پہنچے ہیں۔ مرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں ہوتا)۔

۱۸ اس قسم کے ناخلف ہوتے ہیں جن کے حق میں خدا کے عذاب کی بات' حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح' جس طرح ان سے پہلے اس قسم کی روش پر چلنے والے لوگوں کے حق میں اس کی بات پوری ہو کر رہی —— اس میں مہذب اور غیر مہذب لوگوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ بڑی بڑی مہذب قومیں بھی حیاتِ آخرت سے انکار کر کے غلط روش زندگی پر چلتی رہی ہیں —— یہ سب تباہ و برباد ہو گئے۔

۱۹ اس حقیقت کو یاد رکھو کہ خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اور ہر ایک کے مدارج' اس کے اعمال کے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۲﴾

مطابق متعین ہوتے ہیں۔ اس میں نہ کسی سے رعایت برتی جاتی ہے۔ نہ زیادتی کی جاتی ہے۔
یہ ہے خدا کا قانونِ مکافات۔

۲۰ ان لوگوں کو (جو ہمارے قانونِ مکافات سے انکار کرتے ہیں) جب تباہی کے جہنم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے صرف دنیا کی طبیعی زندگی کی آسائشوں کو اپنا نصب العین بنایا۔ وہ تمہاری طبیعی موت کے ساتھ ختم ہو گئیں۔ تم انہی آسائشوں (مال و دولت) کے بل بوتے پر اکڑے پھرتے تھے اور چاہتے تھے کہ تم کام تو ایسے نہ کرو جو حق و انصاف کے مطابق ہوں، لیکن بڑائی تمہارے حصے میں آجائے۔ اسی لئے تم نے ہمارا تجویز کردہ سیدھا راستہ چھوڑ کر اور راہیں اختیار کر لی تھیں۔ سو اس کا نتیجہ یہ رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب ہے جس کے سامنے تم کھڑے ہو۔

۲۱ جن قوموں نے اس قسم کی روش اختیار کی تھی (اے رسول! تو) ان میں سے قوم عاد کی سرگذشت انہیں سنا جن کی طرف، ان کے بھائی بندوں میں سے، ہود کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا —— وہ کوئی نیا پیغمبر نہیں تھا۔ اس سے پہلے، مختلف قوموں کی طرف، اور پیغمبر بھی آچکے تھے۔ اور اس کے بعد بھی آتے رہے۔ (اس وقت بالخصوص اس کا تذکرہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ تمہارے مخالفین کی روش اس قوم سے ملتی جلتی ہے۔ بہرحال) وہ احقاف کے علاقہ میں رہنے والوں کو، ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کے سوا کسی اور کی اطاعت مت کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ جو روش تم نے اختیار کر رکھی ہے اس کا نتیجہ بہت بڑی تباہی ہوگا۔

۲۲ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ کیا تو ہماری طرف اس لئے آیا ہے کہ ہم اپنے معبودوں سے روگردانی کر لیں؟ اگر تو اپنی اس بات میں سچا ہے کہ ہماری روش کا نتیجہ تباہی ہے، تو

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳

اس تباہی کو لے آ۔ اس میں دیر کیوں کر رہا ہے؟

۲۳ اس نے کہا کہ اس کا علم میرے خدا ہی کو ہے کہ وہ عذاب کب اور کس شکل میں آئے گا۔ میرا فریضہ صرف اتنا ہے کہ مجھے جو پیغامات دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے انہیں تم تک پہنچا دوں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑی ہی بیوقوف قوم ہو (کہ میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں، تم اس پر غور و فکر کرتے نہیں، اور اس پر اصرار کئے جا رہے ہو کہ جس تباہی سے تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے وہ جلدی کیوں نہیں آتی)۔

۲۴ (اس وقت طویل خشک سالی کی وجہ سے انہیں بارش کی بہت ضرورت تھی) انہوں نے دیکھا کہ کالی گھٹا اٹھی ہے جو ان کی وادیوں کی طرف بڑھے چلی آ رہی ہے۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ گھٹا ایسی بارش برسائے گی جس سے ہماری زمینیں سیراب ہو جائیں گی۔ لیکن وہ بارش برسانے والا بادل نہیں تھا۔ وہ اس آندھی کا جھکڑ تھا جو ان کی اس تباہی کے لئے بڑھے چلا آ رہا تھا جس کے لئے وہ جلدی مچاتے تھے۔

۲۵ اس نے قانون خداوندی کے مطابق، ہر شے اکھاڑ پھینکی، اور چاروں طرف تباہی مچا دی۔ چنانچہ اس بستی کی حالت یہ ہو گئی کہ اس کے مکانوں کے کھنڈرات باقی رہ گئے، اور مکین سب ہلاک ہو گئے۔

اس طرح ہم مجرمین کو ان کے غلط اعمال کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (ان سے کہہ دو کہ اگر تم نے بھی اپنی غلط روش کو نہ چھوڑا، تو تمہارا انجام بھی ویسا ہی ہوگا)۔

۲۶ (اور وہ کوئی ایسی ویسی قوم نہیں تھی)۔ جس قدر جاہ و جلال اور غلبہ و اقتدار انہیں حاصل تھا، ویسا تمہیں بھی حاصل نہیں۔ نیز، وہ غیر مہذب اور وحشی قوم بھی نہیں تھی۔ انہیں علم و دانش کے تمام ذرائع —— سماعت، بصارت اور قلب —— حاصل تھے لیکن

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

چونکہ ان پر مفاد پرستی کے جذبات غالب تھے جس کی وجہ سے وہ قوانین خداوندی کی مخالفت کرتے تھے' اس لئے ان کی عقل و دانش اور فہم و فراست' ان کے کسی کام نہ آئے (۴۵/۲۳)۔ اور جن نتائج کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے انہوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا (جب عقل انسانی' وحی کی روشنی میں کام کرے تو اس کے نتائج بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ لیکن جب انسان اپنے جذبات سے مغلوب ہو جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی عقل و دانش ماؤف ہو جاتی ہے' جس طرح نشے کی حالت میں وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے)۔

۲۷ (اور ایک قوم عاد ہی پر کیا موقوف ہے)۔ ہم نے تمہارے ملک (عرب) کے گرد و نواح کی بہت سی بستیوں کو اسی طرح تباہ و برباد کر دیا۔ ہم ان تاریخی یادداشتوں کو اس لئے بار بار دہراتے ہیں تاکہ یہ لوگ صحیح راستے کی طرف رجوع کریں۔

۲۸ (ان سے پوچھو کہ) ان قوموں کو' ان کے معبودوں نے تباہی سے کیوں نہ بچا لیا جنہیں' انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اس لئے معبود بنا رکھا تھا کہ وہ انہیں بلند مدارج عطا کر دیں گے اور خدا کا مقرب بنا دیں گے۔ جب ان پر تباہی آئی تو وہ معبود کہیں دکھائی ہی نہیں دیتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ ان کے ذہن کا تراشیدہ اور یکسر باطل تھا۔ اس کی حقیقت ہی کچھ نہ تھی۔

۲۹ (اے رسول! اگر یہ شہری آبادیاں تمہاری دعوت کی مخالفت کرتی ہیں' تو اس سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ۳۴/۲۸ - جن میں شہری اور دیہاتی۔ مہذب اور غیر مہذب' صحرا نشین سب شامل ہیں۔ دیہاتی اور صحرا نشین بدو اس کی طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں تمہیں یاد ہو گا کہ) ہم نے تمہاری طرف' صحرا نشینوں کی ایک جماعت کو متوجہ کیا تھا تاکہ وہ قرآن کو سنیں (۷۲/۱)۔ چنانچہ جب وہ تمہاری مجلس میں' جہاں قرآن کا بیان ہو رہا تھا' آئے' تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ وہ اسے نہایت خاموشی سے سنیں۔ جب وہ بیان ختم ہو گیا تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تاکہ انہیں ان کی غلط روش کے نتائج سے آگاہ کریں۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

۳۰ انہوں نے جا کر اپنی قوم سے کہا کہ ہم ایک ایسی کتاب سن کر آئے ہیں جو موسٰےؑ کے بعد (محمدؐ پر) نازل ہوئی ہے۔ وہ ان تمام باتوں کو سچ کر دکھانے والی ہے جو کتابِ موسٰےؑ میں بیان ہوئی تھیں۔ وہ حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور انسان کو وہ راستہ دکھا دیتی ہے جو اسے سیدھا، اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔

۳۱ (انہوں نے کہا کہ) اے ہماری قوم کے لوگو! تم اس داعی الی الحق کی دعوت کو قبول کر لو اور (جس طرح وہ کہتا ہے اس کے مطابق) خدا پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہاری لغزشوں کے مضر اثرات سے تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہیں الم انگیز تباہی سے بچا لے گا۔

۳۲ یاد رکھو! جو شخص اس کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا' (اور غلط راستے پر چلتا رہیگا' خدا کے قانونِ مکافات کی رو سے' اس کا انجام تباہی اور بربادی ہوگا)۔ روئے زمین پر کوئی قوت ایسی نہیں جو خدا کے قانون کو شکست دے سکے۔ (اس لئے اس کا ایسا انجام ہو کر رہے گا)۔ ایسے شخص کا' خدا کے سوا کوئی' کارساز اور سرپرست نہیں ہوگا۔ جو لوگ اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

۳۳ (یہ بات' اس وحشی قبیلہ کے افراد کی سمجھ میں تو آگئی۔ لیکن یہ مکہ کے مہذب ترین قبیلہ قریش کے افراد ہیں کہ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی)۔ کیا انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے کائنات کے اس قدر محیّر العقول سلسلہ کو پیدا کیا ——— اور اس سے وہ ذرا بھی تھکا نہیں[1]۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر سکے (۲۲/۵۰)۔ بیشک وہ

---

[1] اس سے بائبل کے اس باطل عقیدہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور پھر ساتویں دن آرام کیا کیونکہ وہ اس کام سے تھک گیا تھا۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

اس پر قادر ہے۔ اس نے ہر بات کے لئے محکم قوانین مقرر کر رکھے ہیں جن پر اسے پورا پورا کنٹرول ہے۔ انہی قوانین کے مطابق مردوں کو زندگی مل جاتی ہے۔

۳۴ یہ لوگ جو اس قانونِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں، جب انہیں تباہی کے جہنم کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! جو کچھ تم سے کہا جاتا تھا، وہ مبنی بر حقیقت تھا یا نہیں؛ وہ کہیں گے کہ ہاں! ہمارا نشوونما دینے والا اس پر شاہد ہے کہ وہ سب کچھ حقیقتِ ثابتہ بن کر ہمارے سامنے آگیا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ پھر تم اس عذاب کا مزہ چکھو جس سے تم انکار کیا کرتے تھے۔

۳۵ (بہرحال۔ اے رسول! تم ان لوگوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو، بلکہ) اپنے پروگرام پر نہایت ثبات و استقامت سے جمے رہو، اُسی طرح جس طرح ہمارے دوسرے رسول جو بڑی ہمت اور عزیمت کے مالک تھے، اپنے پروگرام پر استقامت سے جمے رہے تھے۔ تم ان (مخالفین) کے انجام کے متعلق جلدی مت کرو۔ (یہ مہلت کا عرصہ زیادہ نہیں ہوگا) جس دن یہ اُس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے، تو یہ محسوس کریں گے کہ یہ مہلت کا عرصہ ایک دن بھی نہیں، بلکہ دن کی ایک گھڑی کے برابر تھا۔

تم ان تک ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ جو لوگ بھی خدا کی راہ چھوڑ کر، دوسری طرف نکل جائیں وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں —— اور جو ایسا نہ کریں، وہ تباہ نہیں ہوتے۔ لہٰذا، اگر وہ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ خدا کا تجویز کردہ راستہ اختیار کرلیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

---

۱ جن لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ خود بھی نظامِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں' اور دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف آنے سے روکتے ہیں' ان کی تمام کوششیں رائگاں جائیں گی (اور یہ نظام متشکل ہو کر رہے گا)۔

۲ ان کے برعکس' جو لوگ اس نظام کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی وہ اُس ضابطہ زندگی (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے' اور جو ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے حقیقت ثابتہ ہے۔ اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان کے اس یقینِ محکم اور عملِ پیہم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے معاشرہ کی ناہمواریاں دور ہو جائیں گی' اور ان کی صلاحیتیں نشوونما پا کر ان کی حالت سنوار دیں گی۔

۳ یہ اسلئے کہ جو لوگ اس نظام کی مخالفت کرتے ہیں وہ باطل کے تخریبی پروگرام کے پیچھے چلتے ہیں اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے نشوونما دینے والے کے اُس پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾

جو حق پر مبنی اور ٹھوس تعمیری نتائج کا حامل ہے۔

اس طرح اللہ لوگوں سے ان کے احوال و کوائف بیان کرتا ہے۔

۴ (یہ لوگ اپنی مخالفت میں اس درجہ آگے بڑھ رہے ہیں کہ ان سے تصادم ناگزیر نظر آتا ہے)۔ سو جب میدانِ جنگ میں ان سے آمنا سامنا ہو تو تم بھی انہیں قتل کرو۔ جب اُن کی قوت ٹوٹ جائے اور تم غالب آجاؤ تو بقیۃ السیف کو مضبوطی سے باندھ کر جنگی قیدی بنالو (۴۷/۴)۔ پھر (جیسے حالات کا تقاضا ہو اس کے مطابق) انہیں یا تو معاوضہ لے کر رہا کردو (یعنی زرِ فدیہ لے کر یا اپنے قیدیوں کے مبادلہ کے طور پر) اور یا محض احسان رکھ کر[1] (۴۷/۴)۔ تا آنکہ خود لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی ملک میں ہر طرح کا امن و امان ہو جائے۔ اسی مقصد کے لئے تمہیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے)۔

یہ بھی یاد رکھو کہ اگر اللہ چاہتا تو ان مخالفین کو اور طرح سے بھی سزا دے سکتا تھا۔ لیکن وہ چاہتا یہ ہے کہ اس طرح باہمی مقابلہ سے یہ بات ابھر کر تمہارے سامنے آجائے کہ تم میں زندہ رہنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کی کس قدر صلاحیت پیدا ہو چکی ہے۔ باقی رہے تم میں سے وہ جو اس جنگ و قتال میں دشمن کے ہاتھوں مارے جائیں، سو یاد رکھو! ان کے اعمال ضائع نہیں جائیں گے۔ (زندگی ایک جوئے رواں ہے جس کا خاتمہ موت سے نہیں ہو جاتا اس لئے)

۵ اللہ انہیں ان کی منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ ان کی حالت سنور جائے گی۔ **۶** وہ انہیں جنتی زندگی عطا کر دے گا جسے نہایت خوشگوار بنایا گیا ہے اور جس کا تعارف (اس قرآن کے ذریعے پہلے ہی سے) کرا دیا گیا ہے۔

---

[1] عرب جنگ کے قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا کرتے تھے۔ قرآن نے یہ حکم دے کر غلامی کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿١١﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾

---

۷ ان حقائق کی روشنی میں، اے جماعتِ مومنین! تم اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم نے نظامِ خداوندی کے قیام میں مدد کی، تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی وہ تمہارے پاؤں جما دے گا۔ (تمہاری اس ثابت قدمی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ)۔

۸ تمہارے مخالفین کو ایسی شکست ملے گی کہ وہ اٹھ نہیں سکیں گے، اور ان کی تمام کوششیں رائگاں چلی جائیں گی۔

۹ یہ اس لئے کہ یہ اس نظام کو ناپسند کرتے ہیں جسے اللہ نے (نوعِ انسان کی بہبود کے لئے متعین فرما کر قرآن میں) نازل کیا ہے۔ لہٰذا، ان کے کام اکارت جائیں گے۔ (دنیا میں وہی کام ثمربار ہو سکتے ہیں جو نوعِ انسان کی منفعت کے لئے ہوں۔ ۱۳/۱۷۔ جن کاموں سے انسانیت کی تخریب ہوتی ہو وہ برومند نہیں ہو سکتے۔

۱۰ یہ وہ اٹل اصول ہے جس کی شہادت اقوامِ سابقہ کی سرگزشت سے مل سکتی ہے)۔ اگر یہ لوگ زمین میں ادھر اُدھر چلتے پھرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان اقوام کا حشر کیا ہوا تھا جو ان سے پہلے ہو گزری ہیں۔ انہوں نے خدا کی متعین کردہ صحیح روش پر چلنے سے انکار کیا تو تباہ و برباد ہو گئیں۔ لہٰذا، جو قوم بھی اس قسم کی روش اختیار کرے گی، تباہ و برباد ہو جائے گی۔ (تخریبی روش کا انجام ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایک جیسا ہوتا ہے۔ اسی کو وحدتِ کائنات کا قانون کہتے ہیں)۔

۱۱ یہ اس لئے کہ جو لوگ خدا کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں، خدا ان کا رفیق ہوتا ہے۔ اس کے قوانین ان لوگوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ان سے انکار کرتے ہیں، ان کا رفیق اور پشت پناہ کوئی نہیں ہوتا۔

۱۲ خدا کی اس رفاقت اور پشت پناہی کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں کے ایمان اور

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

اعمالِ صالح کے نتیجہ میں انہیں ایسی جنتی زندگی نصیب ہوجاتی ہے جس کی شادابیوں میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ لیکن جو لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں (اور سمجھتے ہیں کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے، تو ان کی زندگی اور حیوانات کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ انہی کی طرح کھاتے پیتے' سامانِ زیست سے فائدہ اٹھاتے (اور مرجاتے ہیں)۔ اس تصورِ زندگی کا نتیجہ (شرفِ انسانیت کی) تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا —— حیوانوں کی طرح جیے حیوانوں کی طرح مرگئے۔ انسانی سطحِ زندگی ان کے نصیب میں ہی نہ ہوئی۔

۱۳ (اس قسم کی حیوانی سطح پر زندگی بسر کرنے والی) کتنی ہی قومیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کردیا اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس ہلاکت اور تباہی سے نہ بچاسکی۔ وہ قومیں' تیری اس قوم کے مقابلہ میں' جس نے تجھے (اے رسول!) گھرتک سے نکال دیا ہے' قوت وحشمت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔ (جب وہ تباہ ہوگئیں' تو یہ قوم کس طرح محفوظ رہ سکے گی!)۔

۱۴ (بات بڑی صاف اور سیدھی ہے)۔ ایک شخص' خدا کی عطاکردہ بصیرت کی روشنی میں' زندگی کے صاف اور سیدھے راستے پر آنکھیں کھول کر چلا جارہا ہے۔ دوسرا شخص' محض اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے جس سے اس کی سوجھ بوجھ کی قوتیں اس طرح ماؤف ہوجاتی ہیں کہ وہ بھلے اور برے میں تمیز ہی نہیں کرسکتا' حتیٰ کہ ہر برائی اُسے بھلائی بن کر دکھائی دیتی ہے۔
—— کیا یہ دونوں شخص کبھی برابر ہوسکتے ہیں؟

۱۵ (یہ تو رہی راستے کی مثال۔ اب ان کی منزل کی طرف آؤ)۔ ایک شخص کا مقام وہ جنت ہے جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔ اس جنت کی مثال یوں سمجھو کہ اس میں ایسے صاف اور شیریں پانی کی ندیاں رواں ہیں جس میں کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا (پانی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کے بند رکھنے سے۔ اور جنتی معاشرہ میں' سامانِ حیات روک کر نہیں رکھا جاتا۔ سب کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اس لئے اس میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔ ۲۶:۱)۔ نیز' اس میں ایسے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا- اور فشردہ انگور کی نہریں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذّت ہے (لیکن جس میں نشہ سرگرانی یا خمار نہیں- ۵۲/۲۳ ؛ ۵۶/۱۹)- اور مصفا شہد کی ندیاں - نیز ہر طرح کے پھل- اس قسم کا سامان نشوونما اور اس کے ساتھ ہر خطرہ سے حفاظت ـــ یہ ہے اس جنت کا تمثیلی بیان ـــ

اس کے برعکس، دوسرا شخص ہے جو اس جہنم میں زندگی بسر کرتا ہے جس میں پانی ملتا ہے تو کھولتا ہوا جو (نشوونما کا ذریعہ بننے کے بجائے، الٹا) ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے (۱۴/۱۶)-

کہو کہ ان دونوں کی حالت کبھی یکساں ہوسکتی ہے؟

۱۶ ان مخالفین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں (جو تمہاری مجلس میں آکر بیٹھتے ہیں، اور ایسا نظر آتا ہے کہ یہ) بڑے غور وخوض سے تمہاری باتیں سن رہے ہیں (۲۰/۱۹ ؛ ۱/۴۲)- لیکن جب وہ مجلس سے باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں کتاب اللہ کی سمجھ بوجھ ہوتی ہے پوچھتے ہیں کہ اس (رسول) نے ابھی ابھی کیا کہا تھا- (یہ اس لئے نہیں کہ قرآن کی باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں- بلکہ اس لئے کہ یہ قرآن کی باتیں سننا اور ان پر عمل کرنا چاہتے ہی نہیں) یہ محض اپنے مفاد اور خواہشات کا اتباع کرتے ہیں- (اور جن لوگوں کی یہ حالت ہو، ان کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ) ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی (۴/۱۵ ؛ ۱/۴۲ ؛ ۱۲/۱۰۹ ؛ ۱۷/۴۵ ؛ ۴۶/۴۴ ؛ ۹۳/۱۴)۔

۱۷ ان کے برعکس، جو لوگ قوانین خداوندی سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں، تو اللہ اُن کی ہدایت حاصل کرنے کی استعداد کو اور بڑھاتا ہے جس سے وہ اس قابل ہوجاتے ہیں کہ وہ ان قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرسکیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کرسکیں-

۱۸ (سو یہ لوگ جو تمہاری مخالفت میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ تمہیں تمہارے وطن تک سے نکال دیا ہے- اور اس کے بعد بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتے) تو انہیں اب صرف اس کا انتظار ہے کہ وہ آنے والا انقلاب اچانک ان کے سامنے آجائے- اس انقلاب کی

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾

ابتدائی علامات تو نمودار ہو چکی ہیں۔ (لہٰذا' اب اسے آنے ہی والا سمجھو)۔ جب وہ انقلاب آجائیگا' تو اُس وقت ان کا سمجھ بوجھ سے کام لینا' انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکیگا۔

۱۹ تم اس حقیقت پر یقین رکھو کہ کائنات میں خدا کے سوا کسی کا غلبہ و اقتدار نہیں۔ اس لئے تمہارے مخالفین' خود تیرے اور جماعت مومنین کے مردوں اور عورتوں کے خلاف جو تہمتیں تراشتے اور بہتان باندھتے ہیں' تم ان سے افسردہ خاطر نہ ہو' بلکہ ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے' قانونِ خداوندی سے حفاظت طلب کرتے رہو (ذنبؔ[1] ۴۸ : ۲)۔ وہ جانتا ہے کہ اس وقت تمہاری نقل و حرکت (مکہ سے مدینہ کی طرف) کس طرح ہو رہی ہے' اور بالآخر اسے کہاں جا کر ٹھیرنا ہے۔

۲۰ (اُس وقت حالات اس درجہ صبر آزما ہو رہے تھے کہ) جماعتِ مومنین کے دل میں بار بار یہ سوال اٹھتا تھا کہ خدا کی طرف سے' جنگ کی اجازت دینے والے احکام کیوں نازل نہیں ہوتے؟ بالآخر انہیں جنگ کی اجازت دی گئی (اس سے سچے مومنین کے دلوں میں نئے ولولے بیدار ہو گئے۔ لیکن) جن لوگوں کے دل میں منافقت کا مرض ہے' وہ تیری طرف یوں دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو رہی ہو —— دیکھو! کہ یہ کس عذاب میں گرفتار ہیں؟

۲۱ (جونہی جہاد کا حکم آیا تھا' ان کی زبان پر بیساختہ آجانا چاہئے تھا کہ) ہم اطاعت کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اس کے بعد انہیں چاہیئے تھا کہ اس نظام کے منظور کردہ پروگرام کی باتیں کرتے اور جب جنگ کے متعلق آخری فیصلہ ہو جاتا' تو اس میں شریک ہو کر اپنے دعوٴے ایمان کو سچ کر دکھاتے۔

[1] اس سے مراد وہ چھوٹی موٹی کوتاہیاں بھی ہو سکتی ہیں جو نظام خداوندی کے متشکل کرنے کے سلسلہ میں سرزد ہوں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ

یہ تھی وہ مناسب روش جو انہیں اختیار کرلی چاہیئے تھی! (لیکن ان کے دل کا روگ انہیں ایسی روش کس طرح اختیار کرنے دیتا؟)۔

۲۲ (ان سے کہو کہ) اگر تم اِس وقت اپنے عہد سے پھر گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم بھی (کفّار کے ساتھ مل کر) ملک میں فساد برپا کرتے پھروگے' اور قطع رحم کروگے (کیونکہ تمہاری رشتہ داریاں تو زیادہ تر مسلمانوں کے ساتھ ہیں)۔

۲۳ (کس قدر تاسف انگیز ہے یہ تلخ حقیقت کہ) یہ لوگ' اپنی اس روش کی وجہ سے اُن سعادت سے محروم رہ گئے جو انہیں جہاد میں شریک ہونے سے حاصل ہوئی تھی۔ ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔ اب انہیں نہ کچھ سنائی دیتا ہے نہ دکھائی۔

۲۴ حیرت ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر کیوں نہیں کرتے؟ ان کے دلوں پر کیوں ایسے تالے پڑ گئے کہ ان میں عقل و بصیرت کی کوئی بات جاتی ہی نہیں؟ (۴۴)۔

۲۵ اصل یہ ہے کہ جو لوگ قرآنی راہ نمائی کے واضح طور پر سامنے آجانے کے بعد' اُس سے یوں پھر جائیں' تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے جذبات انہیں ان کی مفاد پرستیوں کو بڑا خوشنما بنا کر دکھاتے' اور انہیں طرح طرح کی فریب انگیز امیدیں دلاتے ہیں۔ (یوں یہ لوگ اپنے انفرادی مفاد عاجلہ کو نوعِ انسانی کے مفاد کلی پر ترجیح دے کر' قرآن کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں)۔

۲۶ اور اس کے بعد' یہ' خفیہ طور پر ان لوگوں سے مل جاتے ہیں' جو احکامِ خداوندی کو سخت ناپسند کرتے ہیں' اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے۔
ان سے کہدو کہ خدا تمہارے خفیہ منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

۲۷ (اِس وقت تو یہ لوگ اس قسم کی سازشیں کرکے بہت خوش ہوتے ہیں لیکن) اُس وقت ان کی حالت کیا ہوگی جب موت ان کے سامنے آکھڑی ہوگی اور ان کی غلط روش کے تباہ کن

نتائج' عذاب بن کر ان پر مسلط ہو جائیں گے اور ان کا کچومر نکال دیں گے۔

۲۸ یہ اس لئے کہ یہ لوگ ان راستوں پر چلتے ہیں جو قوانین خداوندی کے خلاف ہیں' اور ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنا انہیں سخت ناگوار گزرتا ہے۔ (لیکن اس سے انہیں کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی)۔ ان کا کیا کرایا سب اکارت جائے گا۔

۲۹ جن لوگوں کے دل میں منافقت کا روگ ہے کیا وہ یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ خدا ان کے دل میں چھپے ہوئے کینے کو ظاہر نہیں کرے گا۔ (اور یہ ہمیشہ منافقت کے نقاب میں چھپ کر زندگی بسر کئے جائیں گے؟)۔

۳۰ اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں کو ایک ایک کر کے' تمہارے سامنے لے آئیں اور تو ان کی اچھی طرح شناخت کرلے۔ (لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ یہ ہماری اس ہمہ گیر اسکیم کے خلاف ہے جس کی رُو سے ہم انسانی معاملات میں کسی خلاف عادت بات کو دخل انداز نہیں ہونے دینا چاہتے۔ البتہ) تو انہیں' اپنی فہم و فراست کی رُو سے' ان کے طرز کلام سے پہچان سکتا ہے۔ جہاں تک تمہارے (اور ان کے اعمال) کا تعلق ہے' وہ ہمارے قانونِ مکافات کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے نتائج سامنے آکر رہیں گے۔

۳۱ (اگر ہم نے خلافِ عادت طریق سے کام لینا ہوتا تو اس کشمکش کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن) ہم چاہتے ہیں کہ تمہارا ان سے ٹکراؤ ہو تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ تم میں مجاہدین کون ہیں اور وہ کس حد تک مستقل مزاج ہیں۔ یعنی وہ کون ہیں جو اس نظام کے قیام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں اور اس راہ میں آنے والی تمام مشکلات کا مقابلہ نہایت استقلال اور استقامت سے کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کے احوال و کوائف کھلے کھلے طور پر لوگوں کے سامنے آجائیں (اور دنیا دیکھ لے کہ ایمان کی وجہ سے تمہارے اندر کس قسم کی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے' اور تم کیا سے کیا بن گئے ہو)۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَضُرُّوا
اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا
أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوا وَ
تَدْعُوٓا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۚ وَ
إِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

---

۳۲ یاد رکھو! جو لوگ قوانینِ خداوندی کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس طرف آنے سے روکتے ہیں، اور اس کے بعد کہ صحیح راستہ ان کے سامنے نکھر کر آچکا ہے، رسول کی بدستور مخالفت کئے چلے جارہے ہیں (ان سے کہدو کہ) وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ ان کی تمام مخالفانہ جدوجہد کو بے نتیجہ کر کے رکھدے گا۔

۳۳ (لیکن، اے جماعتِ مومنین، تم یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ سب کچھ خدا خود ہی کر دے گا اور تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ) تم اس نظامِ خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرو جسے رسول نے متشکل کیا ہے۔ اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے تمہارا کیا کرایا ضائع چلا جائے۔

۳۴ جو لوگ قوانینِ خداوندی سے انکار کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اس طرف آنے سے روکتے ہیں، اگر وہ اپنی روش کو نہ بدلیں، اور اسی حالت میں مر جائیں، تو وہ اپنے غلط اعمال کے تباہ کن نتائج سے کبھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ (اس لئے اگر ان میں سے کسی کے سامنے یہ تباہی اس دنیا میں نہیں آتی تو، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مکافاتِ عمل سے بچ گیا۔ یہ نتائج، مرنے کے بعد اس کے سامنے آجائیں گے)۔

۳۵ (اے جماعتِ مومنین!) اب جو ان مخالفین کے ساتھ جنگ تک کی نوبت آگئی ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم (ان منافقین کی اس قسم کی حرکات سے) افسردہ خاطر ہو کر اپنی جدوجہد میں سست ہو جاؤ۔ یا اس خیال سے کہ تم کمزور ہو، ان سے دب کر صلح کی درخواست کرو۔ یقین رکھو! تم ان پر ضرور غالب آؤ گے۔ اس لئے کہ خدا کے قانون کی تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری کوششوں کے نتائج میں کبھی کمی نہیں کرے گا۔ وہ تمہیں گھاٹے میں نہیں رکھے گا۔

۳۶ (پھر اس حقیقت پر بھی نگاہ رکھو کہ) تمہارا منتہا و مقصود محض اس دنیا کے مفاد کا حصول

إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾

نہیں ہونا چاہیئے۔ تمہاری نگاہ، زندگی کی بلند مستقل اقدار پر رہنی چاہئے۔ ان کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی اور اس کے لوازمات کھیل تماشے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر تم اس بات پر یقین محکم رکھو گے اور (دنیاوی مفاد اور کسی مستقل قدر میں تصادم کی صورت میں) مستقل قدر کی نگہداشت کرو گے تو خدا کا قانونِ مکافات، تمہیں تمہاری محنتوں کا پورا پورا معاوضہ دیگا اور اس کے بدلے میں تم سے کچھ نہیں مانگے گا۔ (اس لئے، اِس وقت تم اس نظام کے قیام کے لئے جو کچھ بن پڑے دے ڈالو۔ یہ سب تمہیں، دگنا چوگنا ہو کر واپس مل جائے گا)۔

۳۷ تم مالی قربانی سے اس صورت میں ہچکچا سکتے ہو کہ یہ نظام تم سے اپنے لئے کچھ زبردستی مانگے۔ بھکاریوں کی طرح، ننگے پاؤں، تمہارے پیچھے پیچھے پھرے اور تمہیں اس سے جان چھڑانی مشکل ہو جائے اور تم تنگ آ کر وہ کچھ اگل دو جو تمہارے سینے میں ہے۔ (یہ نظام، یہ کچھ نہیں کرتا۔ وہ جو کچھ مانگتا ہے، تمہارے لئے ہی مانگتا ہے۔ اس لئے تم برضا و رغبت، دو)۔

۳۸ لیکن تم میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس نظامِ خداوندی کے قیام کے لئے، اپنا مال کھلا رکھیں، تو وہ بخل کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص اس معاملہ میں بخل سے کام لیتا ہے، تو وہ بخل خود اس کی اپنی ذات کے خلاف جاتا ہے۔ اللہ تمہارا محتاج نہیں (کہ تم اسے نہ دو گے تو اس کی ضرورت رکی رہ جائے گی)۔ تم اپنی نشوونما کے لئے اس کے نظام کے محتاج ہو۔ اگر تم اس نظام سے روگردانی کرو گے، اور اپنے عہد سے پھر جاؤ گے، تو وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا جو تمہارے جیسی نہیں ہوگی۔ (اس لئے کہ قوموں کی موت و حیات، اور استخلاف و استبدال کا قانون یہ ہے کہ جو قوم صحیح نظامِ زندگی کی حامل ہو وہ باقی رہتی ہے۔ جو غلط نظام رائج کرے، وہ تباہ ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ وہ قوم لے لیتی ہے جو بہتر نظام کی حامل ہو۔ قوموں کی موت و حیات کے فیصلے زندگی کے متعلق اُن کے نظریات، اور عملی نظام کی رو سے ہوتے ہیں)۔
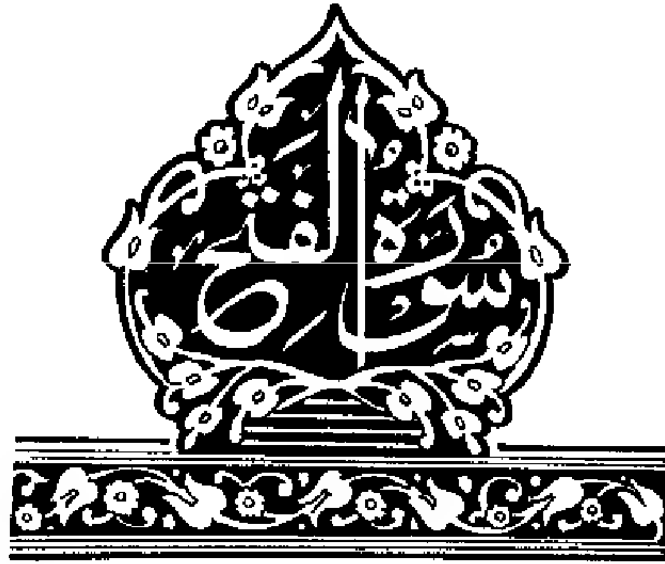
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ② وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ③ هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَانًا مَّعَ

---

۱ ہم نے (اے رسول!) تیرے لئے کامیابی وکامرانی کی واضح راہ کشادہ کردی ہے، اور ایک فیصلہ کن انقلاب عنقریب آنے والا ہے۔

۲ اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ مخالفین تیرے خلاف جس قدر الزامات تراشتے، بہتان باندھتے اور غلط باتیں تیری طرف منسوب کرتے ہیں (یا اس کے بعد کریں) ان کے مضر اثرات سے تیری حفاظت کا سامان ہوجائے۔ (یہ کامیابیاں تیرے دعوے کی صداقت کی زندہ شہادت بن جائیں گی اور اس طرح ان کے سامنے ان تمام باتوں کا حتمی جواب آجائیگا جو یہ اس وقت تیرے خلاف کرتے ہیں[1]۔ ۵۵/۴۰ ؛ ۱۹/۴۷)۔ اسی سے خدا کی ان نعمتوں کا اتمام ہوگا جن کا اس نے وعدہ کر رکھا ہے (۵/۳) اور یوں تو اپنے قافلے سمیت زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ پر گامزن رہے گا۔

۳ یعنی خدا تجھے بڑا زبردست غلبہ عطا کردیگا۔ (اور اس طرح یہ سب دیکھ لیں گے کہ بالآخر حق غالب آتا ہے اور باطل مغلوب ہوجاتا ہے۔

۴ یہ اعلان اس خدا کی طرف سے ہے جس نے جماعت مومنین کے دلوں میں اطمینان اور

---

[1] اس سے مراد وہ چھوٹی موٹی نادانستہ کوتاہیاں بھی ہوسکتی ہیں جو نظام خداوندی کے متشکل کرنے کے سلسلہ میں سرزد ہوں۔

إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٤﴾ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٦﴾ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٧﴾

سکون پیدا کر دیا تاکہ اس سے اُن کے ایمان میں مزید تقویت آجائے۔ یہ سب کچھ ان کائناتی قوتوں کے ذریعے ہوتا ہے جو اُس کے پروگرام کی تکمیل میں سرگرم عمل رہتی ہیں (۹/۲۶) تاکہ انسان کے ہر عمل کا نتیجہ ٹھیک ٹھیک مرتب ہو (۴۵/۲۲ ؛ ۵۳/۳۱)۔ اور یہ سب کچھ خدا کے علم و حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

۵ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ جماعتِ مومنین کو اُن کے ایمان و اعمالِ صالح کے نتیجے کے طور پر وہ جنتی معاشرہ عطا کر دے جس کی خوشگواریوں میں کبھی فرق نہیں آتا۔ اور ان کی معاشرتی ناہمواریوں کو دور کر دے (۱۱/۱۱۵)۔ اور یہ قانونِ خداوندی کی رُو سے بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

۶ حق کے غلبہ کا لازمی نتیجہ باطل کی شکست ہوگی۔ لہٰذا نظامِ خداوندی کے قیام کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان مخالفین —— مشرکین اور منافقین —— کو، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے کئے کی سزا مل جائے۔ یہ لوگ نظامِ خداوندی کے بارے میں بڑی بدگمانی سے کام لیتے رہے ہیں۔ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ تنہا خدا کا قانون کافی نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ اور قوتوں کا قانون بھی شامل ہونا چاہیئے۔ اور منافقین ڈھلمل یقین تھے —— نہ اِدھر نہ اُدھر —— اور ہمیشہ دو رُخی چالیں چلتے تھے۔ اب یہ اپنے ہاتھوں لائی ہوئی مصیبتوں کے چکر میں پھنسیں گے۔ یہ زندگی کی ان خوشگواریوں سے محروم رہ جائیں گے جو ایمان و اعمالِ صالح کا لازمی نتیجہ ہیں۔ ان کی مخالفانہ جدوجہد کی کھیتیاں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں گی اور تباہیوں اور بربادیوں کا جہنم ان کے لئے تیار رہوگا۔ ان کا ٹھکانہ بہت برا ہوگا۔

(جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) یہ سب کچھ ان کائناتی قوتوں کی تائید و نصرت سے ہوگا جو قوانینِ مکافات کو ایک زندہ حقیقت بنانے کے لئے سرگرم عمل رہتی ہیں (۴۵/۲۲)۔ اور اس طرح

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

یہ واضح ہوجائے گا کہ خدا کا قانون کس قدر غلبہ اور حکمت کا مالک ہے۔

۸ (لیکن یہ عمل میں آئے گا تیرے اور تیری جماعت کے ہاتھوں سے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے ایک واضح پروگرام تمہارے سامنے رکھ دیا ہے جس پر تم عمل پیرا ہو۔ اس پروگرام کی رُو سے تیرا فریضہ یہ ہے کہ) تو اپنی جماعت کے افراد کے اعمال کی نگرانی کرتا رہے (۲۲/۱۴۳)۔ انہیں بتاتا رہے کہ صحیح اعمال کا نتیجہ کس قدر خوشگوار ہوتا ہے اور غلط روش کس طرح انسان کو تباہیوں کی طرف لیجاتی ہے۔

۹ اور جماعتِ مومنین، اس نظامِ خداوندی کی محکمیت پر یقین کامل رکھے جو اس کے رسول کی وساطت سے متشکل ہو رہا ہے۔ اور اس کے قیام و استحکام کے لئے اس (رسول) کی مدد کرے اور اس کی عظمت و توقیر کو بلند کرے (۷/۱۵۷)۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے، ہر وقت کوشاں اور سرگرداں رہے۔ (۴۲-۴۱/۳۳)۔

۱۰ (اس نظام کی صورت یہ ہے کہ یہ تجویز کردہ ہے خود خدا کا، جس نے اس کی وضاحت اپنی کتاب میں کر دی ہے، لیکن یہ عملی شکل اختیار کرتا ہے اس کے رسول کے ہاتھوں سے۔ رسول کے بعد اس کے جانشین یہی فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ لہٰذا، اس میں، جماعتِ مومنین، جو معاہدات خدا سے کرتی ہے وہ عملاً رسول کے ساتھ کئے جاتے ہیں، اور جو ذمہ داریاں خدا اپنے اوپر لیتا ہے، وہ بھی عملاً اس نظام کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں۔ مثلاً جماعتِ مومنین نے خدا سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ اپنی جان اور مال اس کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ (۹/۱۱۱) اس کی عملی شکل یہ ہے کہ یہ لوگ یہ معاہدہ تیرے ساتھ کرتے ہیں۔ اور تیرے ساتھ کیا ہوا معاہدہ، خدا کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ، اس عہد و پیمان کے وقت، ان کے ہاتھ کے اوپر تیرا ہاتھ نہیں ہوتا۔ یوں سمجھو کہ وہ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ ہے اس نظام کی عملی شکل۔

اس کے بعد جو شخص اس معاہدہ کو توڑتا ہے تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا (کیونکہ اس کے اس عہد کو توڑنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو معاہدہ اس کے ساتھ خدا نے کیا تھا، وہ بھی

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

ٹوٹ جائے گا اور یہ ان ثمرات سے محروم رہ جائے گا۔ جو نظام خداوندی کی طرف سے اسے حاصل ہونے تھے) لیکن جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اس طرح اللہ سے کیا ہے، تو اللہ اُسے اجر عظیم عطا کرے گا۔ (یہ اجر عظیم اس دنیا اور اگلی دنیا میں جنت کی وہ زندگی ہے جو اس معاہدہ کا دوسرا جزو ہے۔ $\frac{9}{111}$)۔

۱۱ (اس تمہیدی وضاحت کے بعد، اس مہم کی طرف آؤ جو تمہارے پیش نظر ہے۔ اس جنگ میں) جو بدو تمہارے ساتھ شریک نہیں ہوں گے ـــــ پیچھے رہ جائیں گے ـــــ وہ کہیں گے کہ یہ اس لئے ہوا کہ ہم اپنے مال مویشی، اور گھر بار والوں کے متعلق ضروری انتظامات میں مصروف رہے، اس لئے شریک جہاد نہیں ہو سکے۔ لہٰذا، اسے ہمارے خلاف جرم قرار نہ دیا جائے۔ لیکن یہ ان کی محض بہانہ سازیاں ہیں۔ ان کی نیت کچھ اور تھی۔ ان سے کہدو کہ تمہارے متعلق خدا کا قانون ہی کچھ فیصلہ کرے گا۔ اگر اس کی رو سے تمہیں کچھ فائدہ یا نقصان پہنچنا ہوگا تو کسی کو اس کا اختیار نہیں کہ اس کے خلاف کچھ کر سکے۔ خدا تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اسی کے قانون کی رُو سے تمہارا فیصلہ ہوگا (اس میں میری یا کسی اور کی ذاتی مرضی کا کوئی سوال نہیں)۔

۱۲ (ان سے کہدو کہ) تمہارا خیال تھا کہ رسول، اور اس کے ساتھ اس کی جماعت سب اس جنگ میں ختم ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی بھی اپنے گھروں کو لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اس خیال سے تم بہت خوش ہوئے (اور یہ فیصلہ کر لیا کہ ہمیں ان کے ساتھ جنگ میں نہیں جانا چاہیئے) حالانکہ یہ خیال بہت ہی برا تھا جو تمہارے دل میں پیدا ہوا۔ اور انہی باتوں نے تمہیں تباہ کر دیا۔

۱۳ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس بات پر یقین نہیں رکھے گا کہ یہ نظام خداوندی کامیاب ہوگا، وہ اسی قسم کی حرکات کرے گا۔ اور جو اس قسم کی حرکتیں کرے گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا، کیونکہ اس نظام نے تو کامیاب ہونا ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ

---

۱۴ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ساری کائنات میں اختیار و اقتدار خدا کا ہے۔ (اس لئے ہو نہیں سکتا کہ جو نظام، خدا کے اقتدار کو قائم کرنے کے لئے عمل میں لایا جا رہا ہو، وہ کامیاب نہ ہو)۔ جو شخص اس نظام کی حفاظت میں آجانا چاہے، اسے حفاظت مل جاتی ہے۔ اور جو اس کے خلاف چل کر تباہ ہونا چاہے، وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ خدا کا قانون ہمیشہ تمہاری حفاظت اور ربوبیت چاہتا ہے۔ یہ اس کی خلاف ورزی ہے جس سے تباہی آتی ہے۔

۱۵ ان اعراب (بدوؤں) کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں یقین ہوگا کہ تم کسی ایسی جنگ کیلئے نکل رہے ہو جہاں سے مال غنیمت ضرور ملے گا تو یہ تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ بالفاظ دیگر، خدا نے جو ان کے متعلق فیصلہ دیا ہے کہ یہ ان خوشگواریوں سے محروم رہیں گے جو نظام خداوندی کا لازمی نتیجہ ہیں، تو یہ چاہیں گے کہ اس فیصلے کو بدل دیا جائے۔ ان سے کہو کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ خدا نے پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے، تم ہمارے ساتھ بالکل نہیں جا سکو گے۔

اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو، اس لئے ایسا کہتے ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے (ورنہ بات کچھ ایسی مشکل نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔ بات یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں وہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو نظام حق و صداقت کے قیام کی خاطر ہر قسم کی کوشش کریں، بلا لحاظ اس امر کے اس میں انہیں کوئی دنیاوی مفاد حاصل ہوتے ہیں یا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کی ذہنیت یہ ہو کہ جب کوئی فائدہ نظر آئے تو تمہارے ساتھ ہو لیں، اور جونہی کسی نقصان کا احتمال ہو، بہانہ سازیاں شروع کر دیں، وہ تمہارے ساتھ چلنے کے قابل نہیں قرار پا سکتے۔ اس میں حسد کی کونسی بات ہے؟)۔

۱۶ ان پیچھے رہ جانے والے اعراب سے کہو کہ تمہارے خلوص کا امتحان اس طرح ہو سکتا ہے

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً

(۳ ع ۱۰)

کہ تمہیں کسی ایسی قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا جائے جو بڑی طاقتور اور جنگجو ہو۔ اور تم سے کہا جائے کہ تم ان سے جنگ مسلسل جاری رکھو تا آنکہ وہ اپنے ہتھیار رکھدیں۔

اگر تم نے اس حکم کی اطاعت کر لی تو سمجھا جائے گا کہ تم اپنے دعوے میں واقعی مخلص ہو۔ اس کا اجر تمہیں خدا کی طرف سے بڑا خوشگوار ملے گا۔ لیکن اگر تم اس سے پھر جاؤ گے جیسا کہ تم نے پہلے کیا تھا، تو تمہیں الم انگیز سزا ملے گی۔

۱۷ لیکن اس حکم سے اندھے۔ لنگڑے اور مریض مستثنیٰ ہیں۔ وہ جنگ میں شریک ہونے کے لئے مکلّف نہیں۔ (۹/۹۱)۔

اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی دل کے خلوص سے نظام خداوندی کی اطاعت کرے گا۔ اللہ اسے اس جنتی معاشرہ میں داخل کرے گا جس کی خوشگواریاں سدا بہار ہیں۔ اور جو کوئی اس سے روگردانی کرے گا، وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔

۱۸ اس اصول کے مطابق، جب جماعت مومنین، مخالفین کے بے پناہ ہجوم، اور خطرات کے خوفناک سیلاب کے علی الرغم، اس درخت کے نیچے، تجھ سے عہد اطاعت کر رہے تھے (۴۸/۱۰)۔ تو ان کا یہ عمل قانونِ خداوندی کے عین مطابق تھا۔ وہ ٹھیک ٹھیک وہی کچھ کر رہے تھے، جو ایسے حالات میں قانونِ خداوندی کا تقاضا تھا۔ اور ان کا یہ عمل، محض رسمی یا میکانکی طور پر نہ تھا بلکہ دل کی پوری پوری رضامندی سے تھا جسے خدا اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ انہیں ایسے مہیب خطرات سامنے دکھائی دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں پورا پورا اطمینان حاصل تھا۔ چنانچہ خدا نے ان کے لئے مستقبل قریب میں، فتح و کامرانی کی راہیں کھول دیں۔

۱۹ اور بہت سا مالِ غنیمت بھی ان کے ہاتھ لگا —— خدا کا قانونِ مکافات بڑے ہی غلبہ اور حکمت کا مالک ہے۔

۲۰ (اے جماعت مومنین! تمہارے حسن عمل کے نتیجہ میں) تمہیں بہت کچھ حاصل

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

ہونے والا ہے۔ یہ جو کچھ تمہیں فوری طور پر مل گیا ہے (یہ اس کا قلیل سا حصہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ) سرکش قوتوں کے ہاتھ تمہاری مخالفت سے رک گئے ہیں۔ (اور اس جنگ و قتال سے مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ نظامِ عدل و احسان کے قیام میں تمہاری مخالفت نہ کریں۔ مالِ غنیمت تو یونہی رستے میں ہاتھ آجاتا ہے)۔

اس قسم کی فتوحات، جماعتِ مومنین کے لیے اس امر کی نشانی بن جاتی ہیں کہ خدا کا یہ وعدہ کہ تمہارا نظام غالب آکر رہے گا، واقعی حقیقت پر مبنی ہے اور جس راستے پر وہ انہیں چلا رہا ہے، وہ صحیح منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

۲۱ اس قریبی کامیابی کے علاوہ، اور بھی بہت سی فتوحات ہیں جن پر تم نے ابھی مقدرت حاصل نہیں کی لیکن خدا کے قانونِ مکافات نے انہیں اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ ان کا وقوع بعد میں ہوگا۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے ہر شے کے اندازے (قوانین) مقرر کر رکھے ہیں، اور ہر بات اُن اندازوں کے مطابق واقع ہوتی ہے۔

۲۲ اگر یہ مخالفین تم سے جنگ کرتے تو شکست کھا کر بھاگ جاتے۔ پھر ان کا نہ کوئی حمایتی ہوتا نہ سرپرست۔

۲۳ یہ کچھ محض ہنگامی یا اتفاقی طور پر نہیں ہو رہا۔ خدا کے ان قوانین کے مطابق ہو رہا ہے جو شروع سے اسی طرح چلے آرہے ہیں اور وہ اٹل اور غیر متبدل ہیں۔ ان میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۲۴ اور یہ اُس اللہ کے قانون کے مطابق ہوا جس نے تمہارے مخالفین کو روک دیا کہ وہ تمہارے خلاف ہاتھ اٹھائیں اور تمہیں روک دیا کہ تم ان کے خلاف ہاتھ اٹھاؤ۔ اور اس طرح وادیٔ مکہ کشت و خون سے محفوظ رہی، حالانکہ تمہیں اُن پر کھلا ہوا غلبہ حاصل تھا۔ اللہ تم سب کے کاروبار پر نگاہ رکھتا ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

۲۵ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری ہر بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور تمہیں کعبہ کا حج کرنے سے بھی روک دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے تمہارے حج کے تحائف (جانور وغیرہ) کو بھی ان کی منزلِ مقصود (کعبہ) تک نہ جانے دیا۔ (لیکن اس کے باوجود، خدا نے تمہیں روک دیا کہ تم ان کے خلاف جنگ نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ) مکہ میں ایسے مومن مرد اور مومنہ عورتیں تھیں جن کے متعلق تمہیں معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں کہاں ہیں۔ اگر تم شہر پر حملہ کرتے تو یہ مظلوم، ان مخالفین کے ساتھ ناحق روندے جاتے۔ یہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا جو تمہیں لاعلمی کی وجہ سے پہنچ جاتا (اس لئے ہم نے تمہیں لڑائی سے روک دیا اور امن کی ایسی صورت پیدا کر دی کہ) اہلِ مکہ میں سے جو چاہے تمہارے نظامِ رحمت و ربوبیت میں داخل ہو جائے۔ ورنہ اگر مکہ میں ایسی صورت ہوتی کہ وہاں کے مومن مرد اور عورتیں، ان کفار سے الگ ہو چکے ہوتے، تو پھر ہم ان مخالفین کو تمہارے ہاتھوں دردناک سزا کا مزہ چکھاتے۔

۲۶ (ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ) ان مخالفین نے تمہارے خلاف، اپنے دل میں اس قسم کے سخت جذبات تعصب و نفرت بھڑکا رکھے تھے، جس طرح سخت جاہل اور وحشی لوگ اپنے دل میں نفرت و عداوت، اور ضد اور تعصب کے جذبات کی پرورش کرتے رہتے ہیں اگر تم بھی پہلے کی طرح ہوتے تو تمہارے دل میں اس کا ردعمل سخت اضطراب اور ہیجان کی شکل میں ابھرتا۔ لیکن ایمان نے تمہارے اندر ایک عجیب نفسیاتی تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ اس لئے) اللہ نے اپنے رسول اور جماعت مومنین کے دلوں میں تسکین و طمانیت کی ٹھنڈک پیدا کر دی اور انہیں قانونِ خداوندی کی نگہداشت میں اور بھی زیادہ محکم کر دیا —— حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کے اہل اور مستحق تھے۔ (جہلا کی طرح، جذباتِ ضد اور تعصب کا مشتعل رہنا ان کے شایانِ شان ہی نہ تھا)۔ خدا کا ہر فیصلہ علم پر مبنی ہوتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

۲۷ (اے رسول! تولیت کعبہ کے لئے تمہاری شدت آرزو (۲/۱۴۴) کا نتیجہ تھا کہ تم نے خواب میں دیکھا کہ تم مکہ میں فاتح و منصور داخل ہو رہے ہو۔ (۱۲/۴۸)۔ چونکہ تمہاری یہ آرزوئیں ہمارے وعدے کے مطابق تھیں، اس لئے ہم تمہارے خواب کو ضرور سچا کر دکھائیں گے[لہ] اور تم کشت و خون کے بغیر امن و عافیت سے کعبہ میں داخل ہو گے اور پورے سکون کے ساتھ حج کے مناسک ادا کرو گے —— سر منڈوانا۔ بال ترشوانا وغیرہ —— اور کسی کا خوف تم پر غالب نہیں ہوگا۔ خدا ان باتوں کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ اس کے علاوہ، وہ تمہیں عنقریب ایک اور فتح بھی عطا کرے گا۔

۲۸ یہ اس لئے کہ اللہ نے اپنے رسول کو یہ ضابطۂ ہدایت، یعنی حق پر مبنی نظام، دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ یہ دنیا کے تمام خودساختہ نظامہائے زندگی پر غالب آ کر رہے۔ (اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس جماعت کو اتنی قوت اور مقدرت حاصل ہو کہ یہ باطل کا نظام مٹا کر اپنا نظام قائم کر سکے)۔ اور خدا اس بات کی نگرانی کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایسا ہو کر رہے۔

۲۹ اور یہ ہوگا محمد رسول اللہ اور اس کے رفقاء کار کی جماعت کے ہاتھوں۔ یہ جماعت بھی کیا عجیب و غریب جماعت ہے! ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ حق کے مخالفین کے مقابلہ میں چٹان کی طرح سخت ہیں، لیکن باہمدگر بڑے ہی نرم دل اور ہمدرد (۵/۵۴)۔ تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے جھک جاتے ہیں، اور قوانین خداوندی کے سامنے پیکر تسلیم و رضا بن جاتے ہیں۔ (لیکن یہ تارک الدنیا راہبوں کی جماعت نہیں)، یہ قانون خداوندی کے مطابق، سامان زیست کی تلاش میں مصروف تگ و تاز رہتے ہیں۔ اور

لہ "لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ" میں ہم نے ماضی بمعنی مضارع لئے ہیں۔ اس کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں (۱۶/۱)۔ لیکن اگر آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب مکہ فتح ہو گیا تھا تو اس کے معنی ہوں گے کہ "لو! اللہ نے تمہارا خواب سچ کر دکھایا"۔

مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ (۲۹)

اس کے ساتھ ہی اس کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا ہر عمل قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ اور ان کی سیرت صفاتِ خداوندی سے یکرنگ ہو جائے۔ اس سے انہیں جو سکونِ قلب اور حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے اس کے اثرات ان کے چہروں سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کی یہ علامات سابقہ کتبِ آسمانی — تورات و انجیل — میں بھی مذکور تھیں۔

انہوں نے اس نظامِ خداوندی کو جس طرح قائم کیا اور پروان چڑھایا ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ جب عمدہ بیج سے شگوفہ پھوٹتا ہے تو اس کی پہلی کونپل بڑی نرم و نازک ہوتی ہے۔ پھر جوں جوں اس کی جڑ مضبوط ہوتی جاتی ہے اس کی نال موٹی ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے سہارے آپ محکم اور استوار طریق پر قائم ہو جاتی ہے۔ (اس میں خوشے لگتے ہیں اور خوشوں میں دانے پڑ کر سخت اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ یوں وہ ننھا سا بیج پکی ہوئی فصل میں تبدیل ہو جاتا ہے) جب کاشتکار اپنی محنت کو اس طرح ثمر بار ہوتے دیکھتا ہے تو وجد و مسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ لیکن یہی چیز اس کے مخالفین کے سینے پر سانپ بن کر لوٹنے لگ جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ ہر اس جماعت کو جو اس کے توانین کی صداقت پر ایمان لا کر اس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا ہوتی ہے اس امر کا وعدہ دیتا ہے (یعنی یہ اس کا قانون ہے) کہ ان کی کوششوں کا ننھا سا بیج تمام خطرات سے محفوظ رہے گا اور ان کی کھیتی پک کر بہترین ثمرات کی حامل ہو جائے گی۔ (۵۵–۲۴) لیکن اس کے لئے اس قسم کی محنت اور استقامت کی ضرورت ہوگی جس قسم کی محنت اور استقامت کا ثبوت کسان دیتا ہے — تخمِ صالح۔ توانینِ فطرت سے مطابقت۔ مسلسل محنت اور استقلال و استقامت۔ کھیتی کی برومندی کے لئے یہ تمام شرائط لاینفک ہیں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②

۱ اے جماعت مومنین! (تم جس عالمگیر انقلاب کی داعی بن کر اٹھی ہو، اس کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ تم اپنی داخلی زندگی میں پورا نظم و ضبط رکھو۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھو کہ جب تک کسی معاملہ کے متعلق مرکزِ نظامِ خداوندی کی طرف سے فیصلہ نہ ہو جائے، اس وقت تک، اس میں، از خود کوئی قدم نہ اٹھاؤ۔ ہمیشہ انتظار کرو کہ وہاں سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ ہر حال میں قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یاد رکھو! اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے (اس لئے، اس کے قانون کی رو سے جو فیصلہ ہوگا، وہی بہترین ہو سکتا ہے)۔

۲ اور اپنی رائے کو ہمیشہ اس مرکز کے فیصلے کے تابع رکھو (اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ جانے دو)۔ اور نہ ہی مشاورت کے وقت ایسا کرو کہ یونہی شور غل مچا کر اپنی بات منوالی جائے، جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنے میں کرتے ہو۔ اس طرح کرنے سے تمہارے تمام اعمال رائگاں چلے جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہونے پائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم
مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ أَنَّهُمْ
صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ⑥ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ

(یعنی تمہاری اس روش کا غیر شعوری طور پر یہ نتیجہ نکلے گا)۔

③ یقیناً جو لوگ اپنی آراء کو مرکز کے فیصلوں کے تابع رکھتے ہیں، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا اپنے قوانین کی اطاعت کے لئے پاکیزہ اور خالص کر دیتا ہے۔ (وہ بخلوصِ قلب ان کی اطاعت کرتے ہیں) اور ان کے لئے تباہیوں سے بچنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے اور انہیں اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔

④ اور بعض اس قسم کے نادان بھی آجاتے ہیں کہ وہ اجتماعی نظم و ضبط تو ایک طرف، عام آدابِ معاشرت تک کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔ مثلاً (وہ) تجھے، تیرے مکان کے باہر ہی سے چلّا چلّا کر پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔

⑤ انہیں چاہئے کہ انتظار کریں تاآنکہ تو گھر سے باہر آجائے (پھر جو بات کرنی ہے، آدابِ محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے کریں)۔ یہ طرزِ عمل ان کے حق میں بہتر ہے۔ بہرحال (چونکہ یہ لوگ ایسا کچھ محض نادانی اور جہالت سے کرتے ہیں، اس لئے) اللہ ان سے درگزر کرکے، ان کے لئے ایسے سامان پیدا کرتا ہے جن سے ان کی حفاظت بھی ہو جاتے اور نشوونما بھی۔

- اے رسول! اپنی جماعت سے یہ بھی کہہ دو کہ جب کوئی مفسدہ پرداز تمہارے پاس کسی معاملہ کی خبر لائے تو فوراً اس کے پیچھے نہ لگ جایا کرو۔ بلکہ پہلے اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بلاتحقیق کوئی ایسا قدم اٹھالو جس سے کسی پارٹی کو محض تمہاری جہالت کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جائے، اور اس کے بعد تمہیں اپنے کئے پر خود ہی پچھتانا پڑے۔

⑦ (یاد رکھو! تم اب، پہلے کی طرح 'انتشار' اور لاقانونیت کی زندگی بسر نہیں کر رہے۔ اجتماعی نظم و نسق کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اب تمہارا ایک نظام ہے اور) اس نظام کا مرکز (خدا کا رسول) تمہارے اندر موجود ہے۔ تم ہر معاملہ میں اس کی طرف رجوع کرو، اور جو فیصلہ وہاں سے ملے اس کے مطابق عمل کرو۔ یہ نہ چاہو کہ وہ تمہاری ہر بات مان لیا کرے۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰

(۱ ع ۱۰ ۱۳)

اگر وہ ایسا کرنے لگے (یعنی تم میں سے ہر شخص کی بات ماننے لگ جائے تو اس سے ایسا انتشار واقع ہو) جس سے تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ اللہ تمہارے لئے یہی پسند کرتا ہے کہ تم ایمان پر جمے رہو اور تمہارے دل اسی سے مزیّن ہوں (اسکا عملی ثبوت یہ ہوگا کہ تم اپنے خیالات و آراء کو احکامِ خداوندی کے تابع رکھو اور ان کی اطاعت بطیبِ خاطر کرو) وہ تمہارے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ تم ان قوانین سے انکار کرو۔ یا اپنے لئے کوئی الگ راہ تجویز کرو' اور اپنے نظام سے سرکشی اختیار کرلو۔ یاد رکھو! جو لوگ' ایمان اور اطاعت کی راہ اختیار کرتے' اور کفر و عصیان کی راہ سے مجتنب رہتے ہیں' تو یہ ہیں جو سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

۸ اس کا نتیجہ' ہر قسم کی خوش حالیاں اور آسائشیں ہیں۔ یاد رکھو! خدا کا ہر فرمان علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

۹ اور اگر کبھی (سوءِ اتفاق سے) ایسا ہو کہ مومنین کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں فوراً صلح کرا دو۔ اگر اس کے بعد' ایک فریق' دوسرے پر زیادتی کرے' تو (یہ نہیں کہ تم بیٹھے تماشا دیکھتے رہو)۔ تم سب' مل کر' اس زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف اٹھ کھڑے ہو' تا آنکہ وہ اس فیصلہ کی طرف پلٹ آئے جو قانونِ خداوندی کی رو سے کیا گیا تھا۔ سو اگر وہ لوگ' اس فیصلہ کی طرف پلٹ آئیں' تو ان میں عدل اور انصاف کے مطابق صلح کرا دو۔ اور ہمیشہ انصاف کو ملحوظ رکھو۔ یہ چیز قانونِ خداوندی کی رو سے بڑی مستحسن ہے۔

۱۰ (یاد رکھو! ایسے حالات میں تم یہ نہ سمجھ لو کہ تم کسی دشمن کے ساتھ معاملہ کر رہے ہو۔ اگر یہ فریق' غلطی سے ایک دوسرے کے ساتھ الجھ پڑے ہیں' تو یہ ایسے ہی ہے جیسے دو بھائیوں میں کبھی کسی بات پر اختلاف ہو جائے)۔ اس لئے تم انہیں بھائی بھائی تصور کرو ——— یاد رکھو! مومن سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں ——— اور ان میں صلح کراتے وقت بھی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

اس حقیقت کو فراموش نہ کرو کہ یہ دونوں تمہارے بھائی ہیں۔ تمہارا فیصلہ بلا کسی رو رعایت کے قانونِ خداوندی کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس سے تمہاری جماعت مرحمتِ خداوندی کی مستحق رہے گی۔

۱۱ (باہمی اختلاف کی صورت میں، ہوتا یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف، نفرت اور حقارت کے جذبات مشتعل ہونے لگتے ہیں جن کا اظہار بڑی ناپسندیدہ حرکات سے کیا جاتا ہے۔ یاد رکھو! تم ایسے اتفاقی اختلاف کے وقت، اس قسم کی حرکتیں نہ کرنے لگ جانا۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ) تم میں کا ایک فریق، دوسرے فریق کا مذاق اڑانے لگ جائے، اور اسے ذلیل اور حقیر کرنے کی کوشش کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ، تمہاری پارٹی کے لوگوں سے بہتر ہوں ——— نہ تمہارے مرد یہ کچھ کریں۔ نہ عورتیں۔ نہ ہی تم ایک دوسرے کے خلاف عیب لگاؤ۔ نہ طعن و تشنیع کرو۔ نہ ایک دوسرے کے اُلٹے پلٹے نام رکھو۔ جب تم ایمان لا کر، بلند اخلاق کے حامل بننے کا تہیہ کر چکے ہو، تو پھر آپس میں ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے کیا مطلب؟ یہ بڑی بری بات ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے ایسا کیا ہے تو اسے اپنے کئے پر نادم ہو کر، فوراً اس روش کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ قانونِ خداوندی کی نگاہ میں مجرم قرار پائے گا۔

۱۲ (جب باہمی اختلاف ہو جائے تو اس سے فتنہ پرور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور فریقین میں لگائی بجھائی کی باتیں کرتے ہیں۔ تم اس باب میں بڑے محتاط رہو۔ تم، ایک دوسرے کے متعلق ہمیشہ حسنِ ظن سے کام لو اور) بدگمانی سے اجتناب کرو۔ بعض بدگمانی تو ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے متعلق خیر سگالی کے تمام جذبات مضمحل کر دیتی ہے (حالانکہ وہ محض بدگمانی ہوتی ہے، وہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا)، نہ ہی تم خواہ مخواہ ایک دوسرے کے راز کی باتوں کی ٹوہ لگاؤ۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم اسے پسند کرو گے کہ تم، اپنے مردہ بھائی کا

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۚ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

گوشت کھاؤ۔ اس سے تو تمہیں سخت گھن آئے گی۔ (سو غیبت کی بھی ایسی ہی مثال ہے)۔

المختصر تم ہر معاملہ میں قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور اگر کہیں غلطی کر بیٹھے ہو تو اس سے نادم ہو کر اپنی اصلاح کر لو۔ اس طرح قانون خداوندی تمہاری لغزش سے درگذر کرے گا اور تمہاری نشوونما میں کمی نہیں آنے دیگا۔

۱۳ (جن معاشرتی برائیوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کا جذبۂ محرکہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور دوسرے کو حقیر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی جذبہ انسانی زندگی کے اور گوشوں میں بھی کارفرما ہوتا ہے۔ مثلاً مردوں نے یہ فرض کر رکھا ہے کہ وہ عورتوں سے افضل ہیں۔ یا بعض خاندان نسبی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے معزز تصور کرتے ہیں یہ دونوں تصورات غلط ہیں)۔ ہم نے انسانوں کو مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا کیا ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر انسانی بچے میں ــــــ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ــــــ کچھ حصہ مرد کا ہوتا ہے اور کچھ عورت کا۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں، یا عورتیں مردوں سے الگ ہیں)۔ باقی رہے مختلف خاندان یا قبیلے تو اس سے مقصود صرف اس قدر ہے کہ تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو۔ ورنہ نہ کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے سے افضل ہے۔ نہ کوئی خاندان کسی دوسرے خاندان سے معزز۔ میزان خداوندی کی رو سے عزت اور تکریم کا صرف ایک معیار ہے اور وہ یہ کہ تم میں سے کس کی زندگی قوانین خداوندی سے زیادہ مطابق ہے۔ کون ان کی زیادہ اطاعت کرتا ہے۔ جس کی زندگی زیادہ سے زیادہ اس معیار پر پوری اترتی ہے، وہی سب سے زیادہ واجب التکریم ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یا کسی خاندان یا کسی قبیلے میں پیدا ہوا ہو۔ یہاں معیار فضیلت، حسب و نسب نہیں۔ ذاتی جوہر اور سیرت و کردار کی بلندی ہے۔ یہ بات وہ خدا کہہ رہا ہے جو اچھی طرح جانتا ہے کہ فضیلت کسے کہتے ہیں اور وہ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

۱۴ (خود اسلامی نظام میں داخل ہونے والوں کے مدارج کا تعین بھی اسی معیار کے مطابق ہوگا۔ مثلاً) یہ صحرا نشین بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اس لئے ہم مومنین کے زمرہ میں

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

شمار ہوں گے' ان سے کہو کہ تم ابھی مومن کے درجے پر نہیں پہنچے۔ تم نے صرف اسلامی حکومت کی فرماں پذیری اختیار کی ہے' اور مومن وہ ہے جس کے دل کی گہرائیوں میں اس نظامِ خداوندی کی صداقت اتر جائے۔ تمہاری ابھی یہ حالت نہیں ہوئی۔ تم نے محض اس نظام کا غلبہ دیکھ کر اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ (لیکن اس سے تمہارے اعمال کے بدلے میں کچھ فرق نہیں آئے گا) اگر تم اس نظام کی اطاعت کرتے رہو گے جو اللہ کے قوانین کے مطابق اس کے رسول کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے' تو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تمہیں ملتا جائے گا۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو گی۔ اور تمہیں بھی اس نظام کی طرف سے حفاظت اور ربوبیت کا سامان اسی طرح ملتا جائے گا جس طرح دوسروں کو ملتا ہے۔

۱۵ مومن انہیں کہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر (علیٰ وجہ البصیرت) ایمان لائیں۔ اس طرح کا ایمان کہ اس کے بعد ان کے دل میں ذرا سا بھی اضطراب اور شک باقی نہ رہے۔ اور وہ پھر اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں' اور اس کے لئے اپنا مال بھی خرچ کریں' اور ضرورت پڑے تو جان تک بھی دیدیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دعوئے ایمان میں سچے ہیں۔

۱۶ (ایمان کی صداقت کا معیار ان کے اعمال ہیں۔ جو لوگ عمل نہیں کرتے' محض باتیں بناتے ہیں) ان سے کہو کہ کیا تم ان باتوں سے خدا پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ تم بڑے اطاعت گذار اور پکے دیندار ہو؟ یاد رکھو! کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' اللہ کو سب کا علم ہے۔ اسے ہر بات کی خبر ہوتی ہے۔

۱۷ پھر' یہ لوگ (اے رسول!) تجھ پر احسان دھرتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ ان سے کہو کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ دھرو۔ بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی راہ دکھا دی ہے۔ لہٰذا' اگر تم واقعی اپنے دعوئے ایمان میں سچے ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے

إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَٱللَّهُ بَصِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

کہ تم خدا کے ممنونِ احسان ہو۔ نہ یہ کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان دھرو۔

۱۸ ان سے کہو کہ تمہارے کہنے اور جتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب اللہ پر تمام کائنات کی پوشیدہ باتیں روشن ہیں، تو تمہارے اعمال اس سے کس طرح چھپے رہ سکتے ہیں۔ وہ ان سب کو دیکھتا ہے۔ ہر عمل کا نتیجہ اس کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ ۞ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا شَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ۞

ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰ لِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ۞ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ

---

۱ ذرا رکو (قف) اور جو کچھ کہا جاتا ہے اسے بغور سنو۔
اس قرآن کی تعلیم خود اس حقیقت پر شاہد ہے کہ یہ کتاب کس قدر بڑی عظمتوں کی حامل ہے۔

۲ لیکن یہ لوگ (بجائے اس کے کہ قرآن کی تعلیم سے اس کا اندازہ لگائیں کہ یہ خدا کا کلام ہے یا کسی انسان کی تصنیف) اس پر متعجب ہیں کہ اس قرآن کا لانے والا' انہی میں سے' انہی جیسا انسان کیوں ہے۔ وحی سے انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جس پر وحی نازل ہو' وہ بھی ہمارے جیسا ایک انسان ہو۔ (ان کے خیال میں اُسے فوق البشر ہونا چاہیئے)۔

۳ (پھر انہیں' قرآن کے اس ارشاد پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ زندگی اس دنیا کی زندگی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ) کیا جب ہم مر جائیں گے اور گل سڑ کر' مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں گے' تو پھر زندہ ہوں گے؟ یہ تو بڑی بعید از عقل بات ہے کہ مردہ' زندہ ہو جائے!

۴ ان سے کہو کہ انسان کی جس چیز کو زمین کم کر دیتی ہے اس کا ہمیں علم ہے۔ یہ صرف انسانی جسم کو منتشر کرتی ہے۔ اس کی ذات پر اسے کچھ تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ اور چونکہ اعمال کا

حَفِيظٌ ﴿٤﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ﴿٥﴾ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ﴿٦﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٧﴾ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ﴿٨﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ﴿٩﴾

تعلق' انسانی ذات سے ہے' نہ کہ جسم سے' اس لئے اس کی ذات کے محفوظ رہنے کا نتیجہ یہ ہے کہ) اس کے اعمال سب ہمارے ہاں محفوظ رہتے ہیں۔ (اسی سلسلہ کے آگے چلنے کا نام حیاتِ اُخروی ہے)۔

۵ یہی —— مکافاتِ عمل —— وہ حقیقتِ ثابتہ ہے جس کی یہ تکذیب کرتے ہیں' ان کا جی ہی نہیں چاہتا کہ یہ تسلیم کریں کہ ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جو) انہیں اس طرح کشمکشِ پیہم اور اضطرابِ مسلسل میں مبتلا رکھتا ہے' اور یہ ہر وقت ایک عجیب قسم کے الجھاؤ میں پڑے رہتے ہیں۔

۶ ان سے کہو کہ (یہ اگر حیات بعد الممات' اور قانونِ مکافاتِ عمل جیسے غیر محسوس حقائق پر براہ راست غور نہیں کر سکتے تو اس محسوس کائنات پر غور و فکر کریں اور دیکھیں کہ یہ محیر العقول سلسلہ کس طرح خدا کے متعین قوانین کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔ یہاں کس طرح ہر گوشے میں قانون کی کارفرمائی ہے)۔ یہ اپنے اوپر ناپیدا کنار فضائے سماوی' اور اس میں تیرنے والے اجرامِ فلکی کو دیکھیں کہ ہم نے انہیں کس طرح بنایا ہے' اور اس "چھت" پر کیسی حسین مینا کاری کر رکھی ہے۔ اس میں یہ کہیں' کسی قسم کا خلل نہیں پائیں گے (۶۷/۳)۔

۷ اور پھر زمین کو دیکھیں کہ اسے ہم نے (گول ہونے کے باوجود) کس طرح پھیلا رکھا ہے۔ اور اس میں کتنے کتنے بڑے پہاڑ پیدا کر دیئے ہیں (جو' علاوہ دیگر فوائد کے' نظامِ آب رسانی کی عجیب کڑی ہیں جس سے) زمین میں قسم قسم کی خوشنما چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۸ یہ چیزیں' ہر اس شخص کی آنکھیں کھولنے' اور فراموش کردہ حقیقتوں کو سامنے لانے کے لئے کافی ہیں جو ان پر غور و فکر سے توجہ کرے۔

۹ اور ہم بادلوں سے مینہہ برساتے ہیں جو ہزار برکات اپنے آغوش میں رکھتا ہے۔ اس سے باغات میں پھل پیدا ہوتے ہیں اور کھیتوں میں فصلیں۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝١٣ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝١٤ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٥ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝١٦

(۱) (ع ۱۵) (۱۵)

۱۰ اور بڑے بڑے اونچے کھجوروں کے درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔

۱۱ یہ سب کچھ ہم نے انسانوں کے لئے بطور سامانِ زیست پیدا کیا ہے۔

خدا کے جس قانون کی رو سے بارش کے ذریعے زمینِ مردہ میں زندگی کی نمود ہو جاتی ہے اُسی قسم کے قانون کے مطابق مُردوں کو زندگی عطا ہو جائے گی۔ (خدا کے لئے اس میں مشکل کیا ہے؟)۔

۱۲ (قانونِ مکافاتِ عمل سے جی چرانے کا جو جذبہ ان لوگوں کو حیاتِ اُخروی سے انکار پر آمادہ کر رہا ہے اُسی جذبہ کے ماتحت) ان سے پہلے مختلف اقوام نے بھی اس حقیقت کی تکذیب کی تھی۔ مثلاً قوم نوح۔ اصحاب الرس (۲۵/۳۸)۔ قوم ثمود۔

۱۳ قوم عاد۔ قوم فرعون۔ قوم لوط۔ اصحاب الایکہ (بن کے رہنے والے)۔ قوم تبع۔ ان سب نے

۱۴ ہمارے رسولوں کی تکذیب کی۔ (لیکن ان کی تکذیب سے ہمارے قانونِ مکافات پر کچھ اثر نہ پڑا۔ اس کی رو سے ان سب کے اعمال کے نتائج مرتب ہو کر رہے۔ انہیں تباہی نے آگھیرا۔ اور یوں) ہمارا قانون ایک حقیقتِ ثابتہ بن کر ان کے سامنے آگیا۔

۱۵ ان سے پوچھو کہ یہ جو مرنے کے بعد حیاتِ نو کے متعلق شبہ میں پڑے ہیں، تو کیا ان کا خیال ہے کہ) ہم پہلی بار کائنات اور انسان کو بنا کر تھک گئے ہیں (جو دوبارہ پیدا کرنے کی ہم میں سکت نہیں رہی؟ ۴۶/۳۳)۔

۱۶ (یا یہ سمجھتے ہیں کہ انسان جو کچھ چوری چھپے کرتا ہے اس کا ہمیں علم نہیں ہو سکتا اس لئے ایسے اعمال کا مؤاخذہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے)۔ ہم انسان کے خالق ہیں (اور ظاہر ہے کہ خالق سے اپنی مخلوق کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کے ظاہری اعمال تو ایک طرف) ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے دل کی گہرائیوں میں کیا کیا خیالات اور وساوس گذرتے ہیں۔ (پھر یہ بھی نہیں کہ خالق اپنی مخلوق سے کہیں

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿۲۰﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ﴿۲۱﴾ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴿۲۳﴾

الگ ہوکر بیٹھ گیا ہو) ہم انسان سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (اس لئے ہم سے اس کا کیا چھپا رہ سکتا ہے)۔

۱۷ ہمارا انتظام یہ ہے کہ یہ دائیں جائے یا بائیں' اس کے اعمال کو محفوظ رکھنے والی قوتیں ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔

۱۸ ادھر اس کی زبان سے کوئی لفظ نکلا' اور اُدھر ایک محافظ اور نگہبان نے اسے ریکارڈ کرلیا۔

۱۹ اور موت کی غشی تو وہ ہے جو ایک حقیقت بن کر تمہارے سامنے آجاتی ہے' حالانکہ موت وہ ہے جس سے ہر شخص کنارہ کش رہنا چاہتا ہے۔

۲۰ (اس طرح تمہاری آنکھوں کے سامنے موت واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے اسے تم دیکھ نہیں سکتے۔ اس کے لئے تمہیں یقین کرنا ہوگا کہ) جب انسانی پیکروں کو ازسرِنو توانائی عطا کی جائے گی' تو یہ' وہ اُخروی زندگی کا دور ہوگا جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

۲۱ اُس وقت' ہر شخص' اپنے اعمال کا نتیجہ سننے کے لئے اس طرح حاضرِ عدالت ہوگا کہ (اس کے اعمال کے محافظ اس کے ساتھ ہوں گے) ایک اسے پیچھے سے ہانک رہا ہوگا اور دوسرا اس کی نگرانی کر رہا ہوگا۔

۲۲ اس سے کہا جائے گا کہ تو اس زندگی کے متعلق غفلت میں پڑا رہا۔ سو آج ہم نے تیری آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھا دیئے ہیں' اور تیری نگاہ اس قدر تیز کردی گئی ہے (کہ وہ محسوسات کی تمام دیواروں کو چیر کر' سابقہ زندگی کے اعمال کے غیر محسوس اور غیر مرئی نتائج تک' بلا روک ٹوک پہنچ رہی ہے۔ وہ سب تیرے سامنے بے نقاب ہیں)۔

۲۳ اس کا ریکارڈ کیپر جو اس کے ساتھ آرہا تھا (یعنی خود نفسِ انسانی) کہے گا کہ یہ ہے

أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿۲۵﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ
الشَّدِيدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ
قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ

میرے پاس اس کا ریکارڈ، جو بالکل تیار اور ہر لحاظ سے مکمل ہے۔

(۲۴) چنانچہ اس ریکارڈ کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ ہوگا۔ اور جو لوگ ضد اور تعصّب کی بنا پر، قوانین خداوندی سے انکار کرتے اور سرکشی برتتے تھے انہیں جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔

(۲۵) یعنی اُن لوگوں کو جو مال و دولت کو روک کر رکھتے تھے (اور اسے نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے عام نہیں کرتے تھے)۔ جو نظامِ خداوندی سے سرکشی برتتے تھے اور قانونِ مکافات کے بارے میں شک اور اضطراب میں پڑے رہتے تھے۔

(۲۶) اور جو خدا کے اقتدار اور اختیار کے ساتھ اور قوتوں کا اختیار و اقتدار تسلیم کرتے اور ان کی محکومیت اور اطاعت اختیار کرتے تھے۔

ان سب کے متعلق فیصلہ ہوگا کہ انہیں جہنم کے سخت تباہ کن عذاب میں مبتلا کر دو۔

(۲۷) (اور یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے سر الزام دھریں گے کہ انہیں، انہوں نے غلط راستے پر ڈالا تھا۔ لیکن) ہر ایک کا ساتھی برملا کہدے گا کہ اے میرے نشوونما دینے والے! یہ غلط کہتا ہے۔ میں نے اسے تیرے قانون سے سرکشی اختیار کرنے کو نہیں کہا تھا۔ یہ خود ہی غلط راستے پر بہت دور نکل گیا تھا۔

(۲۸) خدا کہے گا کہ اس جھگڑے سے کچھ حاصل نہیں۔ جب تم تک سچی بات پہنچ چکی تھی جب راستہ واضح طور پر سامنے آگیا تھا۔ (تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ تم خود غلط راستے پر چلے یا کسی اور نے تمہیں بہکا دیا)۔

(۲۹) ہمارا قانون غیر متبدل ہے۔ سب فیصلے اس کے مطابق ہوتے ہیں۔ (لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم کسی مستبد حاکم کی طرح سختی برت رہے ہیں۔ بالکل نہیں)۔ ہم اپنے بندوں پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں کرتے۔ (ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ٹھیک ٹھیک دیتے ہیں)۔

(۳۰) (یوں، ہر غلط راستے پر چلنے والا، جہنم میں جا پہنچے گا ——— اور جہنم کی وسعتوں کا کیا ٹھکانہ!) اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو مجرموں سے بھر گئی ہے، تو جواب ملے گا کہ نہیں!

هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

ابھی بہت سی گنجائش ہے۔ (ہر جہنم میں جانے والا اپنا جہنم خود ہی تیار کرتا اور اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے)۔

۳۱ دوسری طرف جنّت کو متقیوں کے بالکل قریب کر دیا جائے گا —— وہ ان سے دور نہیں رہے گی۔ (ہر ایک کی جنت اس کے اپنے اندر ہوتی ہے۔ اُس وقت اُس کا شعور نمایاں ہو جائے گا)۔

۳۲ ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ جنّت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا —— یعنی ہر اُس شخص سے جو تمام معاملات میں ہمارے قانون کی طرف رجوع کرے اور اس کے خلاف چلنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ اور اس حقیقت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے۔

۳۳ جو خدا کے نظام رحمت و ربوبیت (کی صداقت پر یقین رکھے اور اس) کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے ڈرے۔ اور دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ اس کی طرف آجائے۔

۳۴ ان سے کہا جائے گا کہ تم امن و سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ جنتی زندگی کا دور ہے۔

۳۵ ان کے لئے اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی وہ آرزو کریں گے —— بلکہ ان کی آرزوؤں سے بھی کہیں زیادہ۔ (انسانی آرزوئیں اس کے موجودہ شعور کے مطابق ہوتی ہیں۔ وہ زندگی کی اگلی ارتقائی منزل کا شعور نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کے متعلق کوئی متعین آرزو اس کے سینے میں بیدار نہیں ہو سکتی۔ خدا کا علم لامحدود ہے۔ اس لئے وہ جانتا ہے کہ زندگی کے ارتقائی سفر کی ہر منزل میں انسان کی ضروریات کیا ہوں گی)۔

۳۶ (اے رسول! ان مخاطبین سے کہو کہ یہ ہے خدا کا قانون مکافات۔ لیکن اس کے لئے 'مرنے کے بعد کی زندگی' کا انتظار ضروری نہیں۔ قوموں کے اجتماعی اعمال کے نتائج تو اس دنیا میں بھی سامنے آجاتے ہیں۔ اس کے مطابق) ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾

کر دیا جن کی قوت اور گرفت اِن سے کہیں بڑھ کر تھی۔

(جب اِن کے سامنے تباہی آئی تو) انہوں نے کئی شہروں کو چھان مارا کہ کہیں پناہ مل جائے۔ لیکن) انہیں اس سے کہیں بھی پناہ نہ مل سکی۔

۳۷ ان تاریخی شواہد میں ہر اس شخص کے لئے سامانِ عبرت ہے جس کے سینے میں زندہ دل ہے (یعنی جو حقائق پر از خود غور کرنے سے صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے)۔ یا جو کم از کم دوسرے کی بات کو غور سے سنتا ہے اور پھر اس کی نگرانی کرتا ہے۔

۳۸ (ان لوگوں سے کہو کہ وہ اس عظیم حقیقت پر غور کریں کہ) خدا نے کس طرح اس محیر العقول کارگہ کائنات کو پیدا کیا۔ اور پھر اسے چھ مختلف مراحل میں سے گذار کر اس مقام تک لے آیا۔ اور اس سے اُسے ذرا سی تکان بھی محسوس نہ ہوئی۔ (اس لئے انسانی زندگی کو مزید ارتقائی مراحل سے گذارنے کے لئے اسے کونسی دقت ہو گی؟)۔

۳۹ ۴۰ بہرحال۔ یہ لوگ جو کچھ تمہارے خلاف کہتے ہیں' اس سے تم دل برداشتہ نہ ہو بلکہ نہایت استقامت سے اپنے پروگرام پر جمے رہو۔ اور اپنے نشو و نما دینے والے کے نظام ربوبیت کو پیکر حمد و ستائش ثابت کرنے (یعنی اسے عملاً متشکل کرنے) کے لئے مسلسل جد و جہد کرتے رہو ——— صبح۔ شام۔ رات کی تنہائیوں میں' اور وقتِ سحرگاہی (۵۲/۴۸)۔

۴۱ (اس کے بعد ان مخالفین سے ٹکراؤ ہوگا) جس دن جنگ کے لئے آواز دینے والا بہت قریب سے آواز دے گا (یعنی یہ لوگ حملہ کرنے کے لئے مدینہ کے قریب آ پہنچیں گے)۔

۴۲ اُس دن جنگ کے لئے پکارنے والے بگل کی آوازیں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی۔ اُس وقت ہر ایک کو باہر نکل کر میدان میں آجانا ہوگا۔

۴۳ پھر میدانِ جنگ میں' موت اور حیات کا فیصلہ ہمارے قانونِ صلاحیت کے مطابق ہوگا (یعنی وہی گروہ زندہ رہے گا جس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہوگی۔ ۲/۴۳)۔ اور اس تصادم کا

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿۴۵﴾

آخری نتیجہ بھی کشمکش حق و باطل کے قانون کے مطابق نکلے گا۔

(۴۴) اُس وقت زمین، ان کے سامنے سے بڑی تیزی سے پھٹتی جائے گی۔ (یعنی وہ آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ پیچھے ہٹتے جائیں گے)۔
ان لشکروں کو میدان جنگ میں اکٹھا کر دینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔

(۴۵) (لہٰذا "تو" ان کی باتوں کی طرف نہ جا) ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ تو ان پر مستبد حاکم بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ انہیں زبردستی غلط راستے سے روک دے۔ تو ان کے سامنے قرآن پیش کرتا جا۔ اس سے وہ شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ہمارے قانونِ مکافات کی کارفرمائی سے ڈرتا ہے (یعنی اُس قانون سے جس کے مطابق ہر غلط روش کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوتا ہے)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ

۱ تا ۴ وہ جماعتیں جو پیغام خداوندی کی نشر و اشاعت کرتی ہیں۔ اور نظام خداوندی کے قیام کی ذمہ داری کے عظیم بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے' آہستہ آہستہ آگے بڑھے چلی جا رہی ہیں' اور یوں اس خدائی پروگرام کو عالم انسانیت میں تقسیم کر رہی ہیں[له]۔

۵ و ۶ یہ سب اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جو کچھ ان مخالفین سے کہا جا رہا ہے' وہ بالکل سچ ہے۔ انہیں ان کے اعمال کی سزا مل کر رہے گی (اور انہی مومنین کی جماعتوں کے ہاتھ سے ملے گی)۔

له ان آیات کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔

وہ ہوائیں جو پھولوں کے مادۂ تولید کے خفیف ذرات (STAMEN & PISTIL) کو ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف منتقل کر کے سلسلۂ تخلیق کو آگے بڑھاتی ہیں۔ اور وہ ہوائیں جو بادلوں کے مشکیزوں کو اپنے کندھے پر لئے لئے اڑتی ہیں تاکہ بارش سے سامان رزق پیدا ہو۔ اور وہ ہوائیں جو ایک خاص موسم میں ایک طرف چلتی ہیں اور دوسرے میں دوسری سمت تاکہ ان سے کشتیاں آسانی سے ادھر ادھر چلتی رہیں۔ اور صرف ہوائیں ہی نہیں بلکہ تمام کائناتی قوتیں جو خدا کے تخلیقی پروگرام کے مختلف اجزا کو کائنات میں حسب ضرورت تقسیم کرتی ہیں۔ یہ سب تخلیقی نظام اس حقیقت کی زندہ شہادت ہے کہ دنیا میں ہر عمل اپنا نتیجہ پیدا کر کے رہتا ہے۔ (۵۱/۴۴)

إِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۝٦ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۝٩ قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ ۝١٠ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۝١١ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۝١٣ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝١٤

۷ پھر تم انسانی دنیا سے نکل کر ذرا اس فضائے سماوی پر غور کرو اور دیکھو کہ اس میں مختلف اجرام، اپنے اولیں ہیولیٰ سے ٹوٹ کر، کس طرح اپنے اپنے راستوں میں نہایت محکم طور پر مصروفِ گردش ہیں۔ یہ سب قانون کی زنجیر میں بندھے ہوئے، ایک منزل کی طرف رواں دواں جارہے ہیں۔ (اس طرح اس حد دو فراموش فضا میں ان اجرام کا ایک جال بچھا ہوا ہے جو ایک متعین پروگرام کے مطابق مصروفِ عمل ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی حرکت کا رخ ایک ہی منزل کی طرف ہے)۔

۸ لیکن تم ہو کہ تمہارے خیالات بھی الگ الگ ہیں اور منزلیں بھی جدا جدا۔

۹ (یہ نہیں کہ تمہیں پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ تم مختلف راستوں پر چلنے کے لئے مجبور ہو۔ بالکل نہیں۔ تمہیں اپنے لئے آپ راستہ منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے)۔ جو تم میں سے صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے، اسے وہ راستہ اختیار کرنے دیا جاتا ہے۔ نہ کسی کو زبردستی صحیح راستے پر چلایا جاتا ہے اور نہ ہی اسے زبردستی غلط راستے پر ڈالا جاتا ہے۔ (کائناتی نظام میں اور انسانوں میں یہی بنیادی فرق ہے)۔

۱۰ یہ بھی نہیں کہ غلط راستہ اختیار کرنے والوں کے پاس کوئی محکم علمی دلیل اور سند ہوتی ہے۔ وہ محض اٹکلیں دوڑاتے، اور قیاسات کی بنا پر فیصلے کر لیتے ہیں۔

۱۱ ان کے یہ فیصلے، جہالت پر مبنی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو حقیقت سے بے خبر رکھتے ہیں، حالانکہ حقیقت کا علم حاصل کرنے کے ان کے پاس ذرائع ہوتے ہیں (یعنی عقل کی آنکھ اور وحی کی روشنی)، لیکن وہ کبھی سنجیدگی سے اس طرف آتے ہی نہیں۔

۱۲ (چنانچہ ان لوگوں کی اسی ذہنیت اور روش کا نتیجہ ہے کہ جب تو ان سے مکافاتِ عمل کی بات کرتا ہے تو بجائے اس کے کہ یہ اس اصول اور قانون کی صداقت کو تسلیم کریں، طنزاً) پوچھتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا جب انہیں، ان کے اعمال کی سزا ملے گی؟

۱۳ یعنی وہ دن جب یہ اس عذاب میں ماخوذ ہوں گے جو انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیگا۔

۱۴ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو فتنے تم برپا کیا کرتے تھے، ان کے نتائج بھگتو۔ یہ ہے وہ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۵﴾ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿۱۶﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۸﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾

عذاب جس کی بابت تم اس قدر جلدی مچایا کرتے تھے۔

۱۵ ان کے برعکس، وہ لوگ جو قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، باغ و بہار کی زندگی بسر کریں گے۔

۱۶ اور خدا کی ربوبیتِ عامّہ کی تمام نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اس سے پہلے نہایت حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کی تھی۔ یہ اُسی کا پھل ہوگا۔

۱۷ ان کی کیفیت یہ تھی کہ (یہ دن بھر خدائی پروگرام کی تکمیل میں سرگرم عمل رہتے تھے اور پھر) راتوں کو اس کے مختلف پہلوؤں پر باہمی مشاورت سے غور و خوض کرتے تھے، اس لئے بہت کم سوتے تھے۔

۱۸ اور اس کے بعد جب صبح کو اپنے پروگرام کی ابتدا کرتے تھے تو اس آرزو کے ساتھ کہ وہ ہر تخریبی قوت کی شر انگیزی سے محفوظ رہیں۔

۱۹ اور ان کی عملی زندگی یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی محنت کی کمائی کو صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس میں ہر اس شخص کا حق ہوتا تھا جس کے پاس اس کی ضرورت سے کم ہو یا جو بالکل کما سکنے کے قابل نہ ہو۔

۲۰ ۲۱ ۲۲ (اور انہوں نے یہ روش کسی اندھی عقیدت کی بنا پر اختیار نہیں کی تھی۔ وہ علم و بصیرت اور غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے ـــــ اور ہر وہ شخص جو غور و فکر سے کام لے گا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ مثلاً وہ زمین پر غور کرے گا تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ، وہ ذریعۂ رزق ہے جو خالق کائنات کی طرف سے، بلا مزد و معاوضہ ملا ہے، اور اس سے غرض یہ ہے کہ تمام نوعِ انسان کی نشو و نما ہوتی رہے)۔ اسی طرح، جب وہ اُس بارش پر غور کرے گا جو رزق کی پیدائش کا دوسرا ذریعہ ہے (تو اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ انتظام، عالمگیر ربوبیت کے لئے ہے)۔ پھر جب وہ، خود اپنے جسم کی مشینری پر غور کرے گا تو اسے نظر آجائیگا کہ جس طرح انسان جو کچھ کھاتا ہے، اس میں سے، اس کے ہر حصّۂ جسم کو ضرورت کے مطابق از خود مل جاتا ہے، اسی طرح انسانی برادری میں بھی رزق کی تقسیم کا انتظام ایسا ہونا چاہیے

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾

جس سے ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق سامانِ زیست ملتا جائے)۔

اس غور و فکر کے بعد وہ علیٰ وجہ البصیرت اس یقین تک پہنچ جاتا ہے کہ اس نظامِ زندگی کے جن خوشگوار نتائج کا خدا نے وعدہ کیا ہے وہ بالضرور مرتب ہوں گے۔

۲۳ یوں وہ کائناتی نظام میں خدا کی ربوبیت کبریٰ کے مشاہدہ کے بعد پورے حتم و یقین سے پکار اٹھتا ہے کہ زبانِ وحی سے جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ ایک حقیقت ہے —— ایسی حقیقت جیسے (اس کے متعلق) ہم خود بات کر رہے ہوں۔

۲۴ (اگر یہ لوگ ان کائناتی دلائل و شواہد سے بھی مطمئن نہیں ہوتے، تو ان کے سامنے تاریخی واقعات پیش کرو اور انہیں بتاؤ کہ امم سابقہ کی غلط روش کے کس قدر تباہ کن نتائج برآمد ہوتے تھے۔ مثلاً قومِ لوط کا ماجرا جس کی ابتدا) ان معزز مہمانوں کے تذکرہ سے ہوتی ہے جو ابراہیمؑ کے پاس آئے تھے۔

۲۵ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے سلام کیا۔ اس نے بھی سلام کا جواب سلام سے دیا لیکن وہ اس کی پہچان میں نہ آئے کہ کون لوگ ہیں۔ وہ اسے کچھ اوپرے سے معلوم ہوئے۔

۲۶ (لیکن وہ اوپرے ہی کیوں نہ ہوں، تھے تو مہمان۔ اس لئے مہمانوں کی تواضع ضروری تھی۔ چنانچہ) ابراہیمؑ گھر میں گیا اور ایک عمدہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت مہمانوں کے لئے لے آیا (۱۱/۶۹)۔

۲۷ اور ان کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔ اس نے ان سے کہا کہ آپ کھاتے کیوں نہیں؟

۲۸ (اس پر بھی وہ کھانے کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو) ابراہیمؑ کو کچھ گھبراہٹ سی ہوئی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ ہم سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (ہم دشمن نہیں۔ دوست ہیں۔ ہم خدا کے رسول ہیں، اور اس کی طرف سے) تمہیں ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جو بڑا صاحبِ علم ہوگا۔

۲۹ ابراہیمؑ کی بیوی نے یہ سنا تو انتہائی تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ کیا خوب!

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۳۰

ایک بڑھیا بانجھ' جس کے ہاں جوانی کے زمانے میں اولاد نہ ہوئی' اب اس عمر میں' اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا!

۳۰ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا۔ یہ تیرے رب کا پیغام تھا جو ہم نے تم تک پہنچایا ہے۔ اور جب یہ خدا کا فیصلہ ہے' تو یقیناً ایسا ہو کر رہے گا۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تمہارے ہاں پہلے اولاد کیوں نہیں ہوئی تھی' اور اب تم میں یہ صلاحیت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾

---

۳۱ (اب ابراہیمؑ سمجھ گیا کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور کسی خاص مہم کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے) اس نے اُن سے پوچھا کہ وہ مشن کیا ہے جس کے لئے تم مامور ہو کر آئے ہو؟

۳۲ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ (وہ اپنی بد مستیوں میں اسقدر مدہوش ہیں کہ انہیں اس کا بھی احساس نہیں کہ ان کے سر پر کوہ آتش فشاں مرگ مفاجات کی طرح کھڑا ہے۔ اپنے لئے اس سے حفاظت کا کوئی سامان کر لیں! اگر وہ اسی طرح حدود فراموش رہے تو)

۳۳-۳۴ ان پر عذاب خداوندی ان پتھروں کی شکل میں وارد ہو گا جن پر ان کی موت کا پیغام کندہ ہے۔ جو قوم بھی قانون شکنی میں حدود فراموش ہو جائے اس کی تباہی لازمی ہوتی ہے۔

۳۵-۳۶ (چنانچہ وہ ابراہیمؑ سے رخصت ہو کر قوم لوطؑ کی طرف گئے)۔ وہاں لوطؑ کے گھر کے سوا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس نے قوانین خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہو۔ ہماری ہدایت کے مطابق اس گھرانے کے افراد (سوائے لوط کی بیوی کے) وہاں سے نکل کر بحفاظت دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور باقی سب

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا

تباہ ہو گئے۔

۳۷ اس واقعہ میں جو اس بستی کے کھنڈرات پر منقوش چلا آرہا ہے' ان لوگوں کے لئے عبرت و موعظت کا سامان ہے جو غلط روشِ زندگی کے الم انگیز انجام سے ڈرتے ہیں۔

۳۸ اور اسی طرح موسیٰؑ کے قصہ میں بھی (اربابِ بصیرت کے لئے حقیقت بینی کی) نشانیاں ہیں۔ جب ہم نے اسے فرعون کی طرف' واضح دلائل و قوانین دے کر بھیجا۔

۳۹ فرعون نے' اپنی قوت کے زعم میں' ان قوانین سے روگردانی کی' اور موسیٰؑ کے متعلق کہا کہ وہ یا تو بڑا چالاک اور جھوٹا ہے' اور یا پاگل ہو گیا ہے۔

۴۰ سو ہمارے قانونِ مکافات نے' اسے اور اس کے لاؤ لشکر کو' اُن کے جرم کی پاداش میں' پکڑا۔ اور ان کا بیڑہ خود ان کے اپنے ہاتھوں غرق ہو گیا۔ وہ تھے ہی اسی کے مستحق۔

۴۱ اور اسی طرح قصہ قوم عاد میں بھی (ہمارے قانونِ مکافات کی نشانیاں ہیں) جب ہم نے ان پر ہلاکت انگیز آندھی کا عذاب بھیجا۔

۴۲ اس کی شدت کا عالم یہ تھا کہ جو چیز اس کی زد میں آتی تھی' چورا چورا ہو کر رہ جاتی تھی۔ وہ کسی کو صحیح و سالم چھوڑتی ہی نہیں تھی۔

۴۳ اور قوم ثمود کے واقعہ میں بھی (اسی طرح ہمارے قانونِ مکافات کی نشانیاں ہیں)۔ ہم نے انہیں مہلت دی اور کہا کہ اس مدت میں وہ سامانِ زیست سے اچھی طرح فائدہ اٹھا لیں۔

۴۴ لیکن انہوں نے مہلت کے اس وقفے سے فائدہ نہ اٹھایا اور قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر لی۔ چنانچہ

۴۵ (ظہورِ نتائج کا وقت آیا تو) دیکھتے ہی دیکھتے اُنہیں ایک ہولناک زلزلے نے آ پکڑا۔ (ان کے متکبرانہ دعوے سب خاک میں مل گئے) اور ان میں اتنی سکت بھی نہ رہی کہ گرنے کے بعد

مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾
وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ﴿٤٨﴾ وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي
لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥١﴾ كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم
مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٥٢﴾

ایک بار پھر اُٹھ کھڑے ہوتے۔ یا اپنی مدد کے لئے کسی کو بلا سکتے ــــ خدا کے قانونِ مکافات کے خلاف مدد کون دے سکتا ہے؟

۴۶ اور ان سب سے پہلے قوم نوحؑ تھی۔ اس نے بھی غلط روش اختیار کر رکھی تھی (جس کے نتیجے میں وہ تباہ و برباد ہو گئی)۔

۴۷ (یہ ہے ہمارا قانونِ مکافات جس کی رُو سے اقوامِ سابقہ کا یہ انجام ہوا۔ یہ تمام سلسلہ کائنات اسی قانون کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس سماوی کائنات کو، جو فضا کی بلندیوں میں پھیلی ہوئی ہے، اپنی قوت و اقتدار سے بنایا ہے ــــ اور ہماری قوت کی وسعت حدود نا آشنا ہے۔

۴۸ اور زمین کو ہم نے (اس کے گول ہونے کے باوجود اس طرح) بچھا دیا ہے کہ وہ مخلوق کے لئے وجۂ آسائش بنے ــــ اور دیکھو! ہم کیسی لطیف و نفیس آسائشیں پیدا کرنے والے ہیں!

۴۹ اور ہم نے ہر شے کے ساتھ، دوسری شے اس طرح پیدا کی ہے کہ وہ دونوں مل کر ایک دوسرے کی تکمیل کا باعث بنتی ہیں۔

۵۰ ہم نے ان امور کا بیان اس لئے کیا ہے کہ تم خدا کے اقتدار کی ہمہ گیری پر غور کر سکو۔ اور تمام غلط راستوں کو چھوڑ کر اُس کے راستے کی طرف تیزی سے چل نکلو۔

۵۱ میرا فریضۂ زندگی یہ ہے کہ میں تمہیں غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرتا رہوں۔ اور تم کسی اور قوت کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ۔ اس کے سوا، کائنات میں کسی کا اختیار و اقتدار نہیں۔

میں اُسی خدا کی طرف سے، اس بات کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں تمہاری غلط روش کے نتائج سے آگاہ کرتا رہوں۔

۵۲ (اس کے جواب میں یہ لوگ تمہارے خلاف طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں لیکن

أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ﴿۵۴﴾ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿۵۷﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿۵۸﴾

جس طرح تو کوئی انوکھا رسول نہیں، اسی طرح ان مخالفین کی یہ روش بھی نرالی نہیں)۔ ان سے پہلے بھی، جن اقوام کی طرف رسول بھیجے گئے انہوں نے یہی کہا تھا کہ وہ جھوٹے مکار ہیں، یا دیوانے۔

۵۳ ان باتوں سے بظاہر ایسا نظر آتا ہے جیسے ہر جانے والی قوم، آنے والی قوم کو وصیت کر جاتی ہے کہ تم اس قسم کی دعوتِ انقلاب کا جواب ان باتوں سے دینا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ) ان لوگوں کی مفاد پرستیاں انہیں قانونِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہیں۔ (اور چونکہ ذہنیت ایک جیسی ہوتی ہے اس لئے اس کا مظاہرہ بھی ملتی جلتی صورتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اس دعوتِ انقلاب کے خلاف ردِ عمل ایک جیسا ہوتا چلا آرہا ہے)

۵۴ لہٰذا 'تم' ان کی اس قسم کی باتوں سے دل گرفتہ نہ ہو۔ اور ان سے الگ ہٹ کر اپنے پروگرام کی تکمیل میں منہمک رہو۔ اس سے تم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ (کیونکہ تم نے فریضۂ تبلیغ ادا کر دیا)۔

۵۵ اور ان قوانین کو جماعتِ مومنین کے سامنے پیہم اور مسلسل لائے جا۔ اس سے ان کے عزم و کردار میں پختگی پیدا ہو جائے گی اور یوں یہ طریق کار ان کے لئے بڑا نفع بخش ثابت ہوگا۔

۵۶ اور اس حقیقت کو یاد رکھو کہ انسان ——— خواہ وہ مہذب شہری ہوں، یا صحرا کے خانہ بدوش غیر مہذب قبائل ——— ان کی تخلیق کی غرض و غایت اسی صورت میں پوری ہو سکے گی کہ یہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت سے اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کریں، اور انہیں نوعِ انسان کی پرورش عامہ کے لئے وقف کر کے عالمگیر نظامِ ربوبیت متشکل کر دیں)۔

۵۷ اس نظام کی تشکیل سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارا ہی فائدہ ہے۔ خدا بندوں سے کچھ نہیں چاہتا۔ نہ اسبابِ زیست اور نہ سامانِ خورد و نوش۔

۵۸ وہ بندوں سے کیا چاہے گا؟ وہ تو خود ساری مخلوق کے لئے سامانِ رزق مہیا کرتا ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

۳ ۲۱ ۲

اور بڑی محکم قوتوں کا مالک ہے (اسی طرح، جو نظام ربوبیت، اُس کے قوانین کے مطابق متشکل ہوگا، وہ بھی کسی سے اپنے فائدے کے لئے کچھ نہیں مانگے گا۔ اس سے نوع انسان ہی کا فائدہ مقصود و مطلوب ہوگا)۔

۵۹ (لیکن اگر یہ لوگ اپنی تخلیق کے اس مقصد کو پورا نہیں کرتے بلکہ) اس سے سرکشی برتتے ہیں تو ان کا انجام بھی ان ہی لوگوں جیسا ہوگا جنہوں نے ان سے پہلے اس قسم کی روش اختیار کی تھی۔

لیکن یہ بات اپنے وقت پر سامنے آئے گی۔ یہ لوگ اس کے لئے جلدی نہ مچائیں۔ ان کا ڈول (پیمانہ) بھر رہا ہے۔ جونہی وہ لبریز ہوا، یہ تباہ ہوگئے۔

۶۰ سو، جو لوگ اعمال کے ظہور نتائج کے وقت سے انکار کرتے ہیں اور خدا کے قانونِ مکافات پر یقین نہیں رکھتے، ان کے لئے کس قدر تباہی اور بربادی ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾

---

۱ ، ۲ ، ۳ آسمانی رشد و ہدایت کا سلسلہ، جس کی نمود کبھی طورِ سینا پر ہوئی (اور کبھی کوہِ زیتون پر $\frac{95}{1-3}$)۔ اور یہ کتاب (قرآن)، جو تمہارے سامنے نرم جھلی پر لکھی ہوئی موجود ہے اور جس کی نشر و اشاعت دُور دُور تک ہو رہی ہے۔

۴ اور یہ خدا کا آباد گھر (خانہ کعبہ) جو اُس نظامِ خداوندی کا مرکز ہے جس کا ضابطہ یہ کتاب ہے۔

۵ اور اس کے ساتھ ہی (اربابِ فکر و نظر کے لئے) یہ آفاقی کائنات، اور فضائے بسیط جو تا بحدِ نگاہ، بلندیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

۶ اور نیچے، یہ بھرپور سمندر، جو اپنی پوری وسعتوں اور گہرائیوں کے ساتھ، ایک دوسرے سے ملے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

۷ ، ۸ یہ سلسلۂ رشد و ہدایت، اور عظیم کارگۂ کائنات، اس پر شاہد ہیں کہ خدا کا قانونِ مکافات (جس کی رُو سے ہر عمل ایک متعین نتیجہ پیدا کرتا ہے $\frac{45}{22}$)۔ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ اس کی رُو سے، ان مخالفین کی غلط روشِ زندگی ان کے لئے تباہ کن نتائج پیدا کر کے رہے گی۔ اور دنیا

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝٩ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝١٠ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٤ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝١٥ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝١٧

کی کوئی قوت اسے ٹلا نہیں سکے گی۔

۹، ۱۰ جب اس تباہی کا وقت آئے گا، تو یہ بڑے بڑے سرکش سردار، اس کی اضطراب انگیزی سے یوں پس جائیں گے جیسے پاؤں تلے روندا ہوا راستہ۔ اور یہ پہاڑوں جیسے اٹل اور محکم اکابر و جبابرہ سب اپنے اپنے مقام سے ہٹ جائیں گے۔[1]

۱۱ اس وقت ان لوگوں کے لئے تباہی اور بربادی ہوگی جو خدا کے قانونِ مکافات کو جھٹلاتے ہیں۔

۱۲ یعنی جو زندگی کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے بلکہ اس سے کھیل کھیل رہے ہیں۔ ان کی تمام سعی و کاوش پیشِ پا افتادہ طبیعی مفاد کے حصول کے لئے ہے اور اسی میں وہ منہمک رہتے ہیں (حالانکہ طبیعی مفاد کا حصول مقصود بالذات نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسے بلند انسانی اقدار کے تحفظ کا ذریعہ بننا چاہیئے)۔

۱۳، ۱۴ جس دن ان سب کو گھیر کر تباہی کے جہنم کی طرف لایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ تباہ کر دینے والا عذاب جس کے متعلق تم کہا کرتے تھے کہ یونہی جھوٹی باتیں ہیں۔

۱۵ اب بتاؤ کہ کیا یہ جھوٹی بات تھی یا فی الواقعہ تمہارے سامنے موجود ہے؟ کیا یہ تباہی تمہیں اب بھی دکھائی دیتی ہے یا نہیں؟

۱۶ چلو اب اس تباہی کے اندر۔ اسے ہمت سے برداشت کرو یا واویلا مچاؤ، اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ یاد رکھو! یہ کوئی باہر سے لائی ہوئی آگ نہیں۔ یہ خود تمہارے اپنے اعمال ہیں جو تم پر تباہی بن کر چھا رہے ہیں۔ یہ تباہی ان اعمال کے اندر پوشیدہ تھی۔

۱۷ ان کے برعکس متقین جنتی معاشرہ میں ہوں گے جہاں انہیں ہر قسم کی خوشگواریاں اور

---

[1] نفسِ مضمون کے پیشِ نظر سماء اور جبال کا مجازی مفہوم لیا گیا ہے۔ ان کے حقیقی معنی "آسمان" اور "پہاڑ" ہیں۔

فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾

آسائشیں نصیب ہوں گی۔

۱۸ ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے جو سامان ربوبیت انہیں ملے گا' وہ اس سے بہت خوش ہوں گے۔ وہ اس تباہی سے محفوظ رہیں گے جو انسانی ذات کی نشوونما کے راستے میں روک بن جاتی ہے اور اس سے وہ اپنے ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل نہیں رہتی۔

۱۹ ان سے کہا جائے گا کہ تم نہایت خوشگواری سے کھاؤ پیو۔ (سامان زیست سے متمتع ہو)۔ یہ سب تمہاری اپنی ہی محنتوں کا ثمرہ ہے۔

۲۰ تمہارے لئے جاہ و مناصب کا سامان موجود ہے ——— برابر برابر بچھے ہوئے تخت جن پر تم متمکن ہو ——— اس جنتی زندگی میں تمہارے رفقاء وہ ہیں جو صاف اور پاکیزہ عقل و خرد کے مالک ہیں۔ ان کے دماغ میں حیلہ جوئی اور فریب کاری کا شائبہ تک نہیں۔

۲۱ یہ سلسلہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جو ہمارے قانون کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی اولاد میں سے بھی جو ان کی ایمانی روش پر کاربند ہوں گے' وہ ان خوشگواریوں اور خوش حالیوں میں ان کے شریک ہوں گے (محض اُن کی اولاد ہونے کی حیثیت سے جنت میں داخل نہیں ہو جائیں گے بلکہ اپنی ایمانی روش کی بنا پر اس کے مستحق قرار پائیں گے)۔ اور ان کے اعمال کے اثرات میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ ہر شخص کی حالت کو اس کے اعمال متعین کرتے ہیں۔ جیسے اعمال ویسی اس کی حالت۔ (لہٰذا' اعمال میں کمی بیشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ مل جاتا ہے۔ ۴۲/۳۸)۔

۲۲ ان کے لئے کھانے پینے کا سامان ——— لذیذ پھل' نہایت عمدہ گوشت ——— بافراط موجود ہوگا۔ جس چیز کو ان کا جی چاہے' وہ مل جائے گی۔

۲۳ وہ ایک دوسرے سے (انسانی صلاحیتوں میں توانائی پیدا کرنے والی) مئے حیات بخش کے ایسے ساغر لپک جھپک کریں گے جن کا اثر خمر کا سا نہیں ہوگا جس میں انسان بے معنی

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾

باتیں کرتا ہے اور اس کے خمار سے اضمحلال اور افسردگی پیدا ہوتی ہے۔ (وہاں کی ہر شے زندگی اور توانائی میں اضافہ کرنے کا موجب ہوگی)۔

۲۴ اور (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے — ۵۲/۲۱)۔ ان کے لڑکے انکے گرد پیش پھرتے ہوں گے — نفاست اور نظافت کے اعتبار سے ایسے گویا غلافوں میں لپٹے ہوئے موتی۔ (۵۶/۲۳؛ ۵۲/۲۱؛ ۷۶/۱۹)۔

۲۵ یہ لوگ آگے بڑھ کر (نہایت خندہ پیشانی سے) ایک دوسرے کا استقبال اور مزاج پرسی کریں گے۔

۲۶ اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے رفقاء اور متعلقین کے ساتھ بڑی ہمدردی کا سلوک کیا کرتے تھے۔

۲۷ سو اس کی وجہ سے اللہ نے ہم پر یہ نوازشات ارزاں فرمائی ہیں اور ہمیں اس عذاب سے بچا لیا ہے جو تمام محنتوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتا ہے۔

۲۸ ہم اس سے پہلے ہر معاملہ کا فیصلہ کرنے کے لئے قانونِ خداوندی کو پکارا کرتے تھے (اُس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے)، سو اس کی وجہ سے اس نے ہمیں اس قدر کشائش اور فراخی عطا فرمائی ہے اور اپنی رحمتوں سے نوازا ہے۔

۲۹ (اے رسول! جس نظامِ خداوندی کی تشکیل کے لئے تم اس قدر جدوجہد کر رہے ہو، اس کا یہ نتیجہ مرتب ہو کر رہے گا — اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی) سو تو اس قرآن کی تعلیم کو ان کے سامنے برابر پیش کئے جا۔ (اور جو کچھ یہ تیرے خلاف کہتے ہیں، اس سے قطعاً افسردہ خاطر نہ ہو)۔ تو نہ تو کاہنوں کی طرح اٹکل کے تیر چلاتا ہے اور نہ ہی دیوانہ ہو گیا ہے۔ (تو خدا کی وحی پیش کرتا ہے جس کی ہر بات یقینی اور علم و بصیرت پر مبنی ہے)۔

۳۰ یہ لوگ تجھے کاہن اور مجنون ہی نہیں کہتے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ تھوڑا سا انتظار کرو، زمانے کی گردشیں اسے خود بخود ختم کر دیں گی۔ (شاعری جذبات پر مبنی ہوتی ہے،

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۳۵﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿۳۷﴾

اور جذبات حقائق کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے شاعر کی بساط ہی کیا ہوتی ہے؟)۔

۳۱ ان سے کہو کہ بہت اچھا۔ تم بھی انتظار کرو' اور تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ (نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ میں کیا ہوں' اور جو کچھ کہتا ہوں اس کی اصل و حقیقت کیا ہے۔ ($\frac{۴}{۱۳۶}$)۔

۳۲ یہ لوگ جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں' تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی عقل و فکر کا پیمانہ ہی اتنا ہے کہ یہ قرآنی تعلیم کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ سمجھ سکتے ہیں لیکن ان کی مفاد پرستیوں کے جذبات ان پر ایسے غالب آچکے ہیں کہ وہ انہیں سمجھنے سوچنے کی طرف آنے ہی نہیں دیتے۔ اس لئے یہ سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔

۳۳ یہ لوگ یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ (اس شخص پر وحی وغیرہ کچھ نہیں آتی) یہ سب کچھ اپنے جی سے گھڑ لیتا ہے اور پھر اُسے خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ ان کا جی ہی نہیں چاہتا (کہ اپنی مفاد پرستیوں کو چھوڑ کر) اس پر ایمان لے آئیں۔

۳۴ (ان سے کہو کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ یہ قرآن میرا خود ساختہ ہے' اور میں اسے یونہی خدا کی طرف منسوب کر رہا ہوں۔ یا یہ محض شاعری اور کہانت ہے' تو اس کا فیصلہ بہت آسان ہے) تم بھی اس جیسا کوئی قانون بنا کر لے آؤ۔ بات صاف ہو جائے گی (تمہارے ہاں شاعر بھی ہیں اور کاہن بھی۔ ان سب کو اپنے ساتھ ملا لو اور قرآن کی مثل کوئی ضابطۂ حیات مرتب کر کے دکھاؤ۔ $\frac{۲}{۲۳}$ ؛ $\frac{۱۰}{۳۸}$ ؛ $\frac{۱۱}{۱۳}$ ؛ $\frac{۱۷}{۸۸}$)۔

۳۵ (ان سے پوچھو کہ اگر تمہیں وحی بھیجنے والے خدا کا انکار ہے تو یہ بتاؤ کہ) کیا تم یونہی از خود پیدا ہو گئے ہو یا تم اپنے خالق آپ ہو۔

۳۶ یا تم نے' اس کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو پیدا کیا ہے!
حقیقت یہ ہے کہ ان کی کوئی بات بھی علم و بصیرت پر مبنی نہیں۔ یہ اپنے جذبات کی رَو میں بہے جا رہے ہیں اس لئے قرآن کے پیش کردہ حقائق پر یقین نہیں رکھتے۔

۳۷ کیا ان کے پاس' تیرے نشو و نما دینے والے کے خزانے ہیں یا یہ کارگہ کائنات پر

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾

داروغہ مقرر کئے گئے ہیں کہ یہاں کا نظام ان کی مرضی کے مطابق چلتا ہے اور کوئی اور اس میں دخل نہیں دے سکتا؟

۳۸ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ آسمان کی باتیں براہِ راست سن لیتے ہیں؟[له] (اگر ان کا یہ دعویٰ ہے تو ان سے کہو کہ) یہ اس کے ثبوت میں کوئی سند اور حجت پیش کریں۔ بلا دلیل کوئی دعوے مانا نہیں جاسکتا۔ (جو کچھ اے رسول! تم پیش کر رہے ہو اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل تمہارا یہ چیلنج ہے کہ اس کی مثل کوئی انسان بنا نہیں سکتا۔ اگر انہیں بھی اس قسم کا کوئی دعویٰ ہے تو اس دعوے کا ثبوت پیش کریں)۔

۳۹ (دعوے تو ان کے یہ ہیں کہ یہ آسمان کی باتیں براہِ راست سن لیتے ہیں، اور عقل و فکر کا یہ عالم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد بھی ہے، اور) اولاد بھی بیٹیاں —— حالانکہ یہ اپنے لئے کبھی بیٹیاں پسند نہیں کرتے بیٹے ہی چاہتے ہیں۔

۴۰ یا یہ تمہاری بات اس لئے نہیں مانتے کہ تو ان سے (اپنی اس تبلیغ کا) کوئی معاوضہ مانگتا ہے اور وہ اسے جرمانہ کا بارِ گراں سمجھ کر تجھ سے کنارہ کش رہنا چاہتے ہیں؟ (۶۸/۴۶)

۴۱ یا انہیں آنے والی باتوں کا پہلے ہی علم ہو چکا ہے، اس لئے یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تو ان سے کہتا ہے وہ کبھی واقع نہیں ہوگا، اس لئے یہ اس پر ایمان نہیں لاتے!

۴۲ (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ تیری اس دعوتِ انقلاب کی زد ان کے مفاد پر پڑتی ہے اس لئے یہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور اتنی جرأت ان میں ہے نہیں کہ آپ سے علانیہ کہیں۔ یہ بظاہر اس قسم کی باتیں بنا رہے ہیں اور اندر ہی اندر) تمہارے خلاف تدبیروں کا

له وحی کی خصوصیت یہ ہے کہ کوئی انسان کسی اپنے ذریعہ سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ خدا کی طرف سے انسان پر نازل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ارباب تصوف کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے کسب و ہنر سے جب چاہیں علم خداوندی حاصل کر سکتے ہیں۔ (اسے وہ کشف والہام سے تعبیر کرتے ہیں)۔ یہ دعویٰ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کسی انسان کے پاس کوئی ایسی "سیڑھی" نہیں جس کے ذریعے وہ علم خداوندی تک پہنچ سکے۔ وہ علم خدا جس پر چاہے نازل کرتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ رسول اللہ کے بعد ختم ہو گیا۔

أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۳﴾ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾

چال بچھا رہے ہیں۔ سو انہیں ایسا کرنے دو۔ ان کی تدبیروں کا وبال خود انہی پر پڑے گا۔ تیرا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔

۴۳ یہ سمجھتے ہیں کہ اس باب میں ان کے معبودانِ باطل (دیوی۔ دیوتا۔ پیر۔ فقیر) ان کی مدد کریں گے۔ یہ ان کے اوہام اور وساوس ہیں۔ کائنات میں، خدا کے سوا کسی کا اقتدار واختیار نہیں۔ وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریکِ خدائی کیا جائے۔

۴۴ (ان کی اسی توہم پرستی اور خوش فہمی یا خود فریبی کا نتیجہ ہے کہ تباہیاں ان کے چاروں طرف منڈلا رہی ہیں اور یہ ان کا قطعاً احساس نہیں کرتے۔ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان کے "خدا" ان تباہیوں کو بھی خوش حالیوں میں بدل دیں گے۔ اس خوش اعتقادی نے ان کی آنکھوں پر اس قدر گہرے پردے ڈال رکھے ہیں کہ) اگر (مثلاً) یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ فضا میں کوئی بہت بڑا ٹکڑا ہے جو ان پر گرا چاہتا ہے، تو یہ، یہ کہہ کر مطمئن ہو جائیں کہ یہ ہماری تباہی کے لئے نہیں آرہا۔ یہ تو ابرِ باراں ہے جو ہماری کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے آرہا ہے!

۴۵ (سو جن لوگوں کی ذہنیت یہاں تک مسخ ہو چکی ہو کہ انہیں عذاب بھی راحت بن کر دکھائی دے، ان کے راہِ راست پر آنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ تو نے تبلیغ کا فریضہ پوری طرح ادا کر دیا۔ اب) انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو تا آنکہ ان کی ہلاکت برقِ خاطف بن کر ان پر آگرے۔

۴۶ اس وقت ان کی کوئی تدبیر ان کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ اور نہ کوئی انکی مدد کر سکے گا۔

۴۷ یہ عذاب تو اس دنیا میں واقع ہوگا۔ اس کے علاوہ، ان کے لئے اُخروی زندگی میں، ایک اور عذاب ہوگا۔ لیکن یہ اس سے بالکل بے خبر ہیں۔

۴۸ (انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اور) نظامِ خداوندی کے قیام اور استحکام کے لئے نہایت

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

ثابت قدمی سے مصروفِ جدّ و جہد رہو۔ تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ ہم تمہارے نگران ہیں۔

تم صبح۔ شام۔ دن، رات۔ تاروں کے ڈوبنے کے وقت ـــــ گویا مسلسل اور پیہم ـــــ اس نظامِ ربوبیّت کو پیکرِ حمد و ستائش بنانے میں سرگرمِ عمل رہو۔ (۱۰۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾

---

۱ (ان لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ وحی کی جس راہ نمائی کی طرف انہیں دعوت دی جا رہی ہے' وہ کس حد تک قابلِ اعتماد ہے؟ وہ سفرِ زندگی میں کہیں دھوکا تو نہیں دے جائے گی؟ وہ غلط راستے پر تو نہیں ڈال دے گی؟ وہ کسی مقام پر جا کر ساتھ تو نہیں چھوڑ دے گی؟ ان سے کہو کہ تم جب راتوں کو صحرا میں سفر کرتے ہو' جہاں کوئی پختہ راستے یا نشاناتِ راہ نہیں ہوتے' تو تم اپنی راہ نمائی کہاں سے حاصل کرتے ہو؟ تم ستاروں کو دیکھ کر اپنا رُخ متعین کرتے ہو۔ تم بتاؤ کہ ان کی راہ نمائی کے متعلق تمہارا تجربہ کیا ہے؟ کیا ان کی راہ نمائی قابلِ اعتماد ہے یا یہ اپنی رَوِش بدل کر دھوکا بھی دیدیتے ہیں؟ کیا یہ مستقلاً تمہاری راہبری کرتے ہیں یا کبھی ساتھ بھی چھوڑ دیتے ہیں؟ تمہارا جو جواب ستاروں کے متعلق ہے وہی جواب وحی کی راہ نمائی کے متعلق سمجھ لو' اس لئے کہ اس رسول کو وحی بھی وہیں سے ملتی ہے جہاں سے ستاروں کو اپنی محکم رَوِش پر چلے جانے کی وحی ملتی ہے۔ ۱۶/۹۰ ؛ ۴۱/۱۲ ؛ لہٰذا) ستارہ جو ایک خاص مقام سے طلوع ہو کر' اور خاص راستہ طے کر کے' ایک خاص مقام پر غروب ہو جاتا ہے (اور ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے) اس حقیقت پر شاہد ہے کہ

۲ تمہارا یہ رفیقِ سفر' جو شاہراہِ حیات پر تمہاری راہ نمائی کے لئے مامور کیا گیا ہے' نہ تو

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾

راستے کی تلاش میں سرگرداں پھرتا ہے اور نہ ہی راستہ پا جانے کے بعد بھٹک گیا ہے۔ (اسے اپنی منزل کا بھی علم ہے اور اس کی طرف لے جانیوالے راستے کا بھی پتہ)۔

۳-۴ اس لئے کہ وہ جو کچھ تم سے بہ حیثیت رسول کہتا ہے' اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ وہ صرف اس وحی کو بیان کرتا ہے جو اسے خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ قرآن' وحیِ خداوندی کا مجموعہ ہے' اس میں رسول کے ذاتی خیالات اور جذبات کا کوئی دخل نہیں۔ (انسان کے ذاتی خیالات او جذبات اس کی افتادِ طبیعت اور ماحول کے پیدا کردہ' فلہذا تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن وحی' جو اسے خارج سے ملتی ہے' ان اثرات سے منزّہ اور تغیرات سے ماورا ہوتی ہے)۔

۵ یہ اسے' اس خدا کی طرف سے ملتی ہے جو بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ (اس کی قوتوں کا کچھ اندازہ تو تم' نظامِ کائنات' بالخصوص ستاروں کی دنیا سے کرسکتے ہو کہ یہ عظیم الجثہ آسمانی کرّے اس کے قوانین میں جکڑے ہوئے' کس نظم و ضبط سے اپنی اپنی راہ پر چلے جارہے ہیں۔ اسی طرح' اس نے جو قوانینِ وحی کے ذریعے' انسانی راہ نمائی کے لئے دیئے ہیں' وہ بھی اپنی نتیجہ خیزی میں سرِمو ادھر ادھر نہیں ہوتے)۔

۶ وہ خدا صرف لامحدود قوتوں کا مالک ہی نہیں۔ وہ زندگی کی مختلف گذرگاہوں سے بھی اچھی طرح واقف' فلہذا' اس قابل ہے کہ ایسی ہمہ گیر راہ نمائی دے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی معاملات کے تمام شعبوں کو محیط ہو۔

(ظاہر ہے کہ جس شخصیت (رسول) کو اس قسم کی وحی کا حامل ہونا ہو' اسے حسنِ سیرت کی کن رعنائیوں اور علم کی کن بلندیوں کا پیکر ہونا چاہیئے؟ چنانچہ اس رسول کی ذات میں پورا پورا توازن پیدا ہوا اور پاکیزگیٔ سیرت اپنی انتہا تک پہنچ گئی۔

۷ اس کے ساتھ ہی وہ (وحی کی رو سے) علم کی ان بلندیوں پر بھی جا پہنچا جہاں عقلِ انسانی کی رسائی ناممکن ہے۔ (۱۸/۲۹)۔

۸ وہاں پہنچ کر وہ حقائقِ کائنات سے قریب تر اور قوانینِ خداوندی کی گہرائیوں میں ڈوب کر ان سے ہم رنگ ہو گیا۔

۹ قوانینِ خداوندی سے اس درجہ ہم آہنگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انسانی دنیا میں' خدا کے پروگرام کی تکمیل کے لئے خدا کا رفیق بن گیا (۴۸/۱۰)۔ جس طرح تم باہمی رفاقت اور معاہدہ کی

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ⑩ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮

پختگی کے لیے دو کمانوں کو اس طرح ملاتے ہو کہ وہ ایک ہی قاب رہیں، والی بن جاتی ہیں، اور دونوں مل کر اکٹھا تیر چلاتے ہو، خدا کے ساتھ رسول کے عہد رفاقت کی یہی مثال ہے۔ بلکہ اس کی رفاقت اس سے بھی زیادہ محکم اور گہری ہوتی ہے۔

۱۰ اس طرح خدا نے اپنے بندے (رسول) کی طرف وہ کچھ وحی کر دیا، جسے انسانی راہ نمائی کے لیے دینا مقصود تھا۔

۱۱ جو علم اسے وحی کے ذریعے دیا جاتا ہے، اس کی کیفیت یہ نہیں ہوتی کہ آنکھیں جو کچھ دیکھیں دل کو اس کا یقین نہ ہو کہ وہ حقیقت ہے یا فریب نگاہ۔ نبی کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں اس کا دل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ (اسی لئے 'نبی' سب سے پہلے، اپنی وحی کی صداقت پر ایمان لاتا ہے۔ ۲/۲۸۵؛ ۱۲/۱۰۸)۔

۱۲ اب بتاؤ کہ تم وحی کے حقائق کے متعلق رسول سے کس طرح جھگڑ سکتے ہو جبکہ صورت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے آنکھوں دیکھا کہتا ہے، اور تم اس مقام کی کیفیت تک سے ناآشنا ہو۔

۱۳ (پھر وحی کی کیفیت خواب کی سی نہیں ——— خواب کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ اس میں ایک بار دیکھا جاتا ہے، اسے انہی تفاصیل، جزئیات، ربط اور تسلسل کے ساتھ انسان کبھی دوبارہ نہیں دیکھ سکتا)۔ لیکن نبی کی آنکھ نے جن حقائق کو ایک بار دیکھا ہے، وہ اسی طرح ان کا مشاہدہ بار دگر بھی کرتی ہے۔ (اس لئے اس کا حقائق کو دیکھنا، خواب دیکھنا نہیں۔ وحی، خواب نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت کا یقینی مشاہدہ ہوتا ہے)۔

۱۴ وحی کا سرچشمہ، علم الٰہی ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں عقل انسانی کے لئے حیرت اور تحیر حیرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ (وحی انسانی فکر کی بڑھی ہوئی شکل کا نام نہیں۔ یہ اور کی تخلیق نہیں۔ اس کا سرچشمہ عقل انسانی کی سرحد سے ماورا ہے۔ وہ مقام، عقل کے لئے انتہائی تحیر کا ہوتا ہے)۔

۱۵ (لیکن عقل انسانی، اگر مقام نبوت کی کیفیت اور ماہیت کو سمجھ نہیں سکتی، تو اس کے معنی نہیں کہ وہ وحی سے مستفید بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ وحی کی رو سے عطا شدہ قوانین کو سمجھ کر ان پر ایمان لا سکتی ہے۔ اور پھر ان کے مطابق عمل سے انسان کو حقیقی اطمینان و سکون کی جنتی زندگی مل سکتی ہے۔ (یعنی انسانی عقل اگر نبوت کی ماہیت کو سمجھنے کی کوشش کرے

اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾
اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾

تو اس کے حصے میں حیرت کے سوا کچھ نہیں آسکتا۔ لیکن جب وہ وحی کی راہ نمائی میں سفرِ زندگی طے کرے، تو سیدھی جنت تک پہنچ سکتی ہے۔ جنت اُس مقامِ تحیر کے قریب ہی واقع ہے)۔

۱۶-۱۷ (عام انسانوں کے مقابلہ میں) نبی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جب، ان تحیر کی وادیوں میں علمِ الٰہی ہر طرف سے چھایا ہوا ہوتا ہے، تو اُس مقام پر بھی اس کی آنکھ ذرا اِدھر اُدھر نہیں مڑتی کبھی غلطی نہیں کرتی۔ کہیں نہیں بھٹکتی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اس حد سے آگے بھی نہیں بڑھ سکتی جس حد تک مشیتِ خداوندی اسے رکھنا چاہتی ہے۔ (علمِ خداوندی اور علمِ نبوی میں یہ نمایاں فرق ہے: علمِ خداوندی لامحدود ہوتا ہے لیکن نبی کو جو علم وحی کی رُو سے عطا ہوتا ہے، وہ محدود ہوتا ہے۔ وہ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اسے خدا دینا چاہتا ہے۔ یوں کہئے کہ وہ علمِ الٰہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ کُل نہیں ہوتا۔ لہٰذا، جہاں وحی کی رو سے عطا شدہ علم، عقلِ انسانی کے مقابلہ میں، بہت آگے ہوتا ہے، علمِ خداوندی کے مقابلہ میں وہ بہر حال محدود ہوتا ہے۔ نبی کی آنکھ اُس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی)۔

۱۸ اس طرح، اس رسول نے، اپنے نشوونما دینے والے کی انقلاب انگیز نشانیوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ انسانی معاشرہ میں کیسا عظیم آسمانی انقلاب آنیوالا ہے، جس میں ملوکیت، سرمایہ داری، اور مذہبی پیشوائیت (دنیا کے ہر فرعون- قارون- اور ہامان) کی مستبد قوت، سرنگوں ہو جائے گی، اور انسان کو ان تمام زنجیروں سے حقیقی آزادی حاصل ہو جائے گی۔ (۲۴-۲۲:۲۰ ؛ ۲۸/۱ :۱۵۶)۔

۱۹-۲۰ (ان سے کہو کہ ایک طرف یہ دین ہے جو اُس خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے جس کا علم لامحدود ہے، اور اسے اس کا وہ رسول پیش کر رہا ہے جو شرفِ انسانیت کے بلند ترین مقام پہ فائز ہے۔ اور دوسری طرف تمہارا مسلک ہے جس کی رو سے تم اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ، پتھر کے بتوں کے سامنے جھکتے ہو؟) کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ یہ لات اور عُزّیٰ، اور ان کا تیسرا ساتھی منات۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟

۲۱ (پھر کیا تم نے اپنے اس عقیدہ پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ یہ دیویاں خدا کی بیٹیاں ہیں۔ ذرا سوچو کہ اوّل تو خدا کی اولاد کا عقیدہ ہی کس قدر باطل ہے، اس پر طرّہ یہ کہ) خدا کے ہاں اولاد بھی

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن
سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ
مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن

بیٹیاں ہیں اور تمہارے ہاں بیٹے!

۲۲ غور کرو کہ یہ تقسیم بجائے خویش کس قدر بھونڈی اور جہالت پر مبنی ہے۔

۲۳ یاد رکھو! ان دیوی دیوتاؤں اور بتوں کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے رکھ چھوڑے ہیں (۲۸)۔ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی۔ (نہ ہی انہیں علم و بصیرت کی رو سے) ان عقائد کے جواز میں کوئی دلیل مل سکتی ہے)۔ یہ لوگ محض اپنے قیاسات کی پیروی کرتے ہیں اور مقصد اس سے اپنے جذبات کی تسکین ہے۔ اس کے مقابلہ میں (جو کچھ اے رسول! تم پیش کرتے ہو) وہ ان کے نشوونما دینے والے کی طرف سے ایسا ضابطہ ہدایت ہے (جو سرتاپا علم و حقیقت پر مبنی ہے)۔

۲۴-۲۵ (تم میں سے ہر شخص اپنی اپنی مرادیں لے کر ان بتوں کے پاس آتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی ہر مراد پوری ہو جائے گی۔ ذرا سوچو تو سہی کہ) کیا یہ کسی طرح ممکن ہے کہ ہر شخص کی ہر مراد پوری ہو جائے (مثلاً جب دو شخص ایسی مرادیں لے کر آئیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوں تو ان دونوں کی مرادیں کس طرح پوری ہو جائیں گی! انفرادی زندگی میں ہمیشہ یہی ہوگا۔ افراد کے مفاد ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے۔ اس کے برعکس، خدا کا عطا کردہ نظام ایسی اجتماعی زندگی کا تصور دیتا ہے جس میں ہر فرد کے پیش نظر نوع انسانی کا کلی مفاد ہوتا ہے، اس لئے اس میں انفرادی مفاد کا تصادم ہوتا ہی نہیں۔ اس اجتماعی نظام کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں انسان کو) قریبی مفاد بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور اس کا مستقبل بھی روشن اور تابناک ہو جاتا ہے۔

(انسانیت کا مفاد کلی اور حال اور مستقبل دونوں کی درخشندگی ——— یہ ہے دینِ خداوندی کی بنیادی خصوصیت۔ "انفرادی مذہب" کی رو سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا)

۲۶ ان لوگوں نے کائنات کی مختلف قوتوں ——— ہوا۔ پانی۔ آگ۔ بادل۔ بجلی۔ کڑک وغیرہ ——— کو بھی اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ ان کا معبود بنا لینا انہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اگر یہ اپنے خیال میں یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ سب دیوی، دیوتا، ان کے ساتھ ہیں،

بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

تو بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کا کسی کے ساتھ ہونا اسی صورت مفید ہو سکتا ہے کہ ان سے خدا کے قانونِ فطرت کے مطابق کام لیا جائے اور انہیں مشیت کے کلی پروگرام سے ہم آہنگ رکھا جائے۔

۲۷ (یہ وہ مسلک ہے جو علم و حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کے برعکس یہ لوگ ہیں کہ) ان مظاہرِ فطرت کو اپنا معبود بنا کر ان کے عورتوں جیسے نام رکھ لیتے ہیں۔ ایسا کچھ وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا کے قانونِ مکافات اور مستقبل کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ (قانونِ علت و معلول پر یقین رکھنے والا اس قسم کے توہمات میں مبتلا ہو نہیں سکتا)۔

۲۸ ان کا یہ مسلک علم و حقیقت پر مبنی نہیں۔ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حقیقت کے مقابلہ میں ظن و قیاس کچھ کام نہیں دے سکتے۔ (۱۰/۳۶)۔ ظن و قیاس، جہالت کے زمانے میں تو چل سکتے ہیں۔ لیکن جونہی انہیں علم و حقیقت کا سامنا کرنا پڑے ان کا اثر و تسلط ختم ہو جاتا ہے۔

۲۹ سو جو لوگ طبیعی زندگی کے مفاد سے بلند کوئی نصب العین ہی اپنے سامنے نہ رکھیں اور اس لئے ہمارے اس ضابطۂ حیات سے روگردانی کریں، (اے رسول!) تو ان سے پہلو تہی کر لے (اور اپنے پروگرام کی تکمیل میں سرگرمِ عمل رہ)۔

۳۰ جن لوگوں کے علم کی آخری حد یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کی تراشیدہ پتھر کی مورتیوں کو اپنا خدا سمجھتے ہیں اور کائنات کی قوتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، وہ اس دین کی صداقت کے معترف کیسے ہو جائیں گے جو سراسر علم و حقیقت پر مبنی ہے اور انسان کو کائنات میں بلند ترین مقام عطا کرتا ہے۔ تو ان کے اس طرزِ عمل سے افسردہ خاطر نہ ہو) تیرا نشو و نما دینے والا اچھی طرح جانتا ہے کہ کون راہ راست پر چلتا ہے اور کون اس راہ کو چھوڑ کر غلط راستے اختیار کر لیتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ

اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

۳۱ (جو شخص جونسا راستہ اختیار کرے گا' اسی کے مطابق' اس کے اعمال کے نتائج مرتب ہوں گے)۔ اس لئے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کی ساری مشینری' اس مقصد کے لئے سرگرم عمل ہے کہ جو لوگ زندگی میں ناہمواریاں پیدا کرتے ہیں' ان کے اعمال کا اس کے مطابق نتیجہ مرتب کرے' اور جو لوگ حسن کارانہ انداز سے زندگی بسر کریں' ان کے اعمال خوشگوار نتائج پیدا کریں۔ (۱۱/۴ : ۴۵/۲۲)۔

۳۲ یہ (آخرالذکر) وہ لوگ ہیں جو تمام ایسے بڑے بڑے جرائم سے بچتے ہیں جن سے انسانی ذات میں اضمحلال پیدا ہو جائے یا جن سے فواحش پھیلیں۔ ہاں البتہ اگر کبھی کسی کے دل میں یونہی کوئی غلط خیال گذرے لیکن وہ اس کی فوری اصلاح کرلے (۷/۲۰۱) یا اس سے نادانستہ کوئی معمولی سی لغزش ہو جائے (اور اس کے بعد وہ اس کی اصلاح کرلے) تو ایسی باتیں قابلِ گرفت نہیں ہوتیں۔ قابلِ گرفت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کے حسنِ عمل کے نتائج ایسے وزنی ہوتے ہیں کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی لغزشوں کے نقصان رساں نتائج سے انسان کی حفاظت کردیتے ہیں یہ خدا کے قانونِ مکافات کی کشادہ نگہی اور وسیع الظرفی ہے— (۴/۳۱ : ۴۲/۳۷)۔ یہ اس لئے کہ یہ اس خدا کا قانون ہے جو انسان کی کمزوریوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے' اور اس کی امکانی صلاحیتوں سے بھی پوری طرح باخبر۔ وہ جانتا ہے کہ زندگی' بے جان مادہ سے لے کر سیکرانسانیت تک پہنچنے میں کن کن منازل سے گذری۔ اور رحمِ مادر میں' انسانی بچہ کس کس قسم کی کیفیات کا حامل بنا۔ اس لئے اسے معلوم ہے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن سے انسانی ذات کی نشوونما رک جاتی ہے' اور وہ کون سے اعمال ہیں جن سے اس کی صلاحیتیں برومند ہوتی ہیں یہی وہ معیار خداوندی ہے جس کے مطابق یہ جانچنا چاہیئے کہ انسان کس حد تک تقویٰ شعار ہو چکا ہے۔ اسے اپنے خودساختہ معیاروں کے مطابق نہیں جانچنا چاہیئے (ان امور کے جانچنے اور ماپنے کا معیار اور پیمانہ' صرف خدا کی کتاب ہے نہ کہ انسانوں کے اپنے خودساختہ

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿۳۳﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿۳۴﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿۳۵﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿۳۷﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿۳۸﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿۳۹﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿۴۰﴾

پیمانے ۔ (۱۰ ـ ۷ : ۹۱ ؛ ۱۷ ـ ۱۸ : ۹۲)

۳۳-۳۴ (یہ جانچنے کے لئے کہ انسانی ذات کی کس حد تک نشوونما ہو چکی ہے' بنیادی پیمانہ یہ ہے کہ انسان دوسروں کی نشوونما کے لئے کس قدر دیتا ہے. لیکن) تم ایسے لوگوں کو بھی دیکھو گے کہ وہ خدا کے اس وضع کردہ معیار سے روگردانی کرتے ہیں. وہ نوعِ انسان کی ربوبیتِ عامہ کے لئے تھوڑا سا دیتے ہیں اور پھر پتھر کی طرح سخت ہو جاتے ہیں- وہ 'روش' تو اس قسم کی اختیار کرتے ہیں' اور اپنے اعمال کو خود ساختہ معیاروں کے مطابق ماپ کر' بزعمِ خویش سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے "اللہ والے" بن چکے ہیں.

۳۵ کیا ایسے لوگوں کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جس سے انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ ان کا اختیار کردہ پیمانہ ہی صحیح پیمانہ ہے؟

۳۶ کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ جو پیمانہ ہم نے اس قرآن میں دیا ہے' وہ وہی پیمانہ ہے جو مختلف انبیاؑ کی وساطت سے' شروع ہی سے انسانوں کو ملتا چلا آیا ہے ——— یہی کچھ اس کتاب میں بیان ہوا تھا جو موسیٰؑ کو ملی تھی- اور

۳۷ اس صحیفہ میں بھی جو اس سے پہلے ابراہیمؑ کو عطا ہوا تھا ——— اُس ابراہیمؑ کو جو وفا کا پتلا اور اطاعت کا پیکر تھا. جس نے اپنے ہر قول کو پورا کر کے دکھا دیا تھا-

۳۸ یہ اصول اور پیمانے کیا تھے جو انبیائے سابقہ کو دیئے گئے اور جنہیں اب قرآن میں دہرایا جا رہا ہے- یہ کہ

(i) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا- ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے. اور انسانی ذات کی نشوونما اس کے اپنے اعمال ہی سے ہو سکتی ہے-

۳۹ (ii) انسان کو وہی نتائج مل سکیں گے جن کے لئے اس نے محنت اور کوشش کی ہو گی- جیسی جدوجہد' اسی قسم کے اس کے نتائج ——— خدائی پیمانہ کے مطابق معاوضہ صرف محنت کا ہو گا.

۴۰ (iii) کسی کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی- اس کا نتیجہ یقیناً سامنے آ کر رہے گا-

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾

۴۱ (IV) کسی کی محنت کے ثمرہ میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

۴۲ (V) انسانی زندگی کا منتہیٰ و مقصود یہ ہے کہ اجتماعی طور پر نظام ربوبیت کا قیام ہو جائے اور انفرادی طور پر ہر فرد کی ذات میں صفات خداوندی کی نمود (علیٰ حد بشریت) ہوتی جائے۔ اور زندگی کے ہر معاملہ کا فیصلہ قوانین خداوندی کے مطابق ہو۔ ($\frac{۶۹}{۴۴}$)۔

۴۳ یہی وہ بنیادی اصول ہیں جن کے مطابق ایک قوم، زندگی کی قہقہہ بار فضاؤں میں مسرتوں کے جھولے جھولتی ہے، اور دوسری قوم، زوال و انحطاط کے ماتم کدہ میں سوگوار حیات بن کر خون کے آنسو روتی ہے۔

۴۴ یعنی قوموں کی موت اور حیات انہی محکم قوانین سے وابستہ ہے۔ جو قوم ان قوانین کے مطابق عمل کرتی ہے زندہ رہتی ہے۔ جو ان کی خلاف ورزی کرتی ہے تباہ ہو جاتی ہے۔

۴۵-۴۶ (اقوام کی موت اور حیات، اسی طرح قانونِ خداوندی کے تابع ہے جس طرح افراد کی پیدائش، پرورش اور موت)۔ اس قانون کے مطابق انسان کی پیدائش مادۂ تولید کے امتزاج سے ہوتی ہے —— اسی سے نر پیدا ہوتا ہے، اسی سے مادہ۔

۴۷ پیدائش کے اس مرحلہ تک حیوان اور انسان، سب مشترک ہیں۔ لیکن اس کے بعد وہ انسان کی اٹھان ایک اور ہی انداز سے اٹھاتا ہے۔ (وہ اس میں اپنی توانائی کا ایک شمہ ڈالتا ہے جس سے یہ صاحب اختیار و ارادہ ہستی بن جاتا ہے)۔

۴۸ اس کے بعد خدا کا نظامِ ربوبیت انسان کی جملہ ضروریات پوری کرنے کا انتظام اس طرح کرتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا، اور اسے وہ کچھ دیتا ہے جس سے اسے سکون اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

۴۹ اس حد تک سامانِ پرورش میں، حیوان اور انسان سب مشترک ہیں۔ لیکن انسان کو عقل و شعور عطا کیا گیا ہے۔ یہ بھی خدا ہی کی ربوبیت کا کرشمہ ہے[1]۔

---

[1] شعریٰ ایک ستارہ کا نام بھی ہے جس کی پرستش عربوں کا ایک قبیلہ کرتا تھا۔ لیکن اگر اسے شَعَرَ سے مصدر مانا جائے تو اس کے معنی عقل و شعور کے ہوں گے۔ ہم نے انہی معانی کو ترجیح دی ہے۔

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾

۵۰ (یہی وہ عقل و شعور ہے جس کی بنا پر انسان، اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار قرار پاتا ہے، اور انہی کے نتائج کے مطابق، اس کی انسانی زندگی ترتیب پاتی ہے ——— افراد کی بھی اور اقوام کی بھی)۔ چنانچہ، اسی قانونِ مکافات کے مطابق، اس نے عادِ اوّل کو تباہ کر دیا۔

۵۱ اور قومِ ثمود کو بھی ——— ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

۵۲ اور ان سے بھی پہلے قومِ نوح کو ——— یہ اقوام، اس لئے تباہ ہو گئیں کہ وہ قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتتی اور کمزوروں پر ظلم و ستم روا رکھتی تھیں۔

۵۳ جن اقوام نے بھی اس قسم کی روش اختیار کی، وہ بُری طرح تباہ ہو گئیں، اور ان کی بستیاں ویران ہو گئیں۔

۵۴ یہ تباہی اس طرح ہوئی کہ ان کے اعمال کے نتائج، ان پر چاروں طرف سے چھا گئے اور انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

۵۵ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں ان لوگوں سے پوچھو کہ تم قوانینِ خداوندی کی کون کونسی قوت کے متعلق جھگڑا کرو گے اور ان میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے!

۵۶ یہی ہیں تمہارے اعمال کے وہ تباہ کن نتائج جن سے یہ رسول تمہیں آگاہ کرتا ہے۔ اسی طرح آگاہ کرتا ہے جس طرح، اقوامِ سابقہ کے رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو آگاہ کیا تھا۔ (انہوں نے، اپنے رسولوں کی تنذیر کی پرواہ نہ کی، تو وہ ہلاک ہو گئیں۔ یہ پرواہ نہیں کریں گے تو یہ بھی اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے)۔

۵۷ "ہلاک ہو جائیں گے" کیا؟ ان کی ہلاکت کی گھڑی تو ان کے سر پر آ پہنچی ہے۔

۵۸ اب اسے دنیا کی کوئی طاقت دور نہیں کر سکتی ——— ہاں! اگر یہ اب بھی قانونِ خداوندی کا اتباع کر لیں، تو یہ ان سے ٹل سکتی ہے۔

۵۹ ان سے پوچھو کہ کیا تم، اب بھی، ان باتوں پر جو تم سے کہی جا رہی ہیں، تعجب کرتے ہو، اور اس پر یقین نہیں کرتے کہ ایسا ہو کر رہے گا!

۶۰ اور ان پر ہنستے ہو ——— حالانکہ اگر ذرا بہ نظرِ تعمق دیکھو تو تم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

کہ یہ مقام ہنسنے کا نہیں بلکہ رونے کا ہے۔ لیکن تم اس سوال پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے۔

۶۱ یہی وجہ ہے کہ تم بدستور سرکشی اختیار کئے جا رہے ہو اور اپنی روش میں تبدیلی نہیں کرتے۔ تم نے زندگی کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔

۶۲ ایسا نہ کرو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم قوانین خداوندی کے سامنے جھک جاؤ۔ ان کی اطاعت اختیار کرو۔ (اس سے تم آنے والی تباہی سے بچ جاؤ گے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَ
اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌ

---

۱ وہ انقلاب کی گھڑی (جس کے متعلق ان سے اتنی مدت سے کہا جا رہا تھا) بالکل قریب آپہنچی ہے۔ اب ان مخالفینِ عرب کی قوت و شوکت ختم ہو جائے گی اور ان کا یہ پرچم (جس پر قمر کا نشان ہے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

۲ اس آنے والے انقلاب کی کئی ایک علامات ان کے سامنے آچکی ہیں۔ لیکن ان کی سرکشی اور مدہوشی کا یہ عالم ہے کہ یہ ان پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے بلکہ الٹے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ یہ سب وہی جھوٹے افسانے ہیں جنہیں ہم ایک عرصہ سے سنتے چلے آرہے ہیں (۳۶/۱۱)۔

۳ یہ اس انقلاب سے متعلق ہر بات کو جھٹلاتے ہیں اور بدستور اپنی مفاد پرستیوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ (اور جب ان سے ذرا زور سے کہتے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جس تباہی کے متعلق یوں دھمکیاں دی جا رہی ہیں' اسے لے کیوں نہیں آتے۔ انہیں معلوم نہیں کہ) اعمال کے نتائج' اپنے وقت پر محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں۔

۴ ۵ (اس مہلت کے وقفے میں انہیں' اس آنے والی تباہی کا یقین دلانے کی ایک ہی صورت

بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ

مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿۱۰﴾

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

تھی کہ انہیں تاریخی شواہد سے بتایا جاتا۔ سو اس مقصد کے لئے) اقوامِ سابقہ کے متعدد واقعات ان کے سامنے لائے جا چکے ہیں جن میں سے ہر واقعہ ایسا ہے کہ اگر اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو بات سیدھی دل تک اتر جائے' اور اس طرح یہ اپنی غلط روش سے رک جائیں۔ لیکن یہ عقل و فکر کی باتیں ان کے کسی کام نہ آئیں۔ نہ ہی انہوں نے ان تنذیرات سے کچھ فائدہ اٹھایا اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا۔

۶ لہٰذا اب تو ان کا خیال چھوڑ دے۔ اب ان کا فیصلہ اس دن ہوگا جب ایک بلانے والا انہیں ایک سخت مہیب (جنگ کے بعد قیدیوں کی حیثیت سے) بلاتے گا۔

۷-۸ اس بلاوے پر یہ اپنے ٹھکانوں سے اس طرح نکلیں گے گویا ایک ٹڈی دل تھا جسے منتشر کر دیا گیا اور یہ ان میں سے باقی رہ گئے۔ ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ یہ مجرموں کی طرح' جھکی ہوئی نگاہوں سے' اس بلانے والے کی طرف' تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے' جائیں گے۔

یہ لوگ' جو اس وقت' اس انقلاب سے انکار پر انکار کئے جا رہے ہیں' اُس وقت تسلیم کریں گے کہ یہ دن واقعی بڑی سختی اور مصیبت کا دن ہے۔

۹ لیکن ان کی یہ روش کوئی نئی بات نہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں' یہی کچھ' ان سے پہلے اقوامِ گذشتہ نے کیا تھا۔ (مثلاً) جب ہمارے بندے' نوح نے اپنی قوم کو ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے متنبہ کیا' تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے۔ دیوانہ ہے۔ (وغیرہ وغیرہ)۔ وہ اسے جھڑکیاں دے کر اپنی مجلس سے نکال دیا کرتے تھے!

۱۰ اس پر نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ یہ سرکش لوگ مجھ پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ سو تو ان سے (مظلوموں کو ناحق ستانے کا) بدلہ لے۔

۱۱-۱۲ چنانچہ ہم نے موسلا دھار بارش کے لئے' بادلوں کے لئے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین سے چشمے ابلنے لگے۔ اور اس طرح' زمین اور آسمان کا پانی' اُس مقصد کے لئے' جس کا ہمارے

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾

قانونِ مکافات کے مطابق' اندازہ ہو چکا تھا' ایک جا جمع ہو کر سیلاب کی شکل اختیار کر گیا۔

۱۳ ہم نے نوحؑ (اور اس کے ساتھیوں کو) اس کشتی پر سوار کرا دیا' جو بڑے بڑے تختوں' لوہے کی میخوں (اور رسّوں) سے باندھ کر تیار کی گئی تھی۔

۱۴ وہ اس طوفانِ بلاخیز میں' ہماری زیرِ نگرانی' بحفاظت تیرتی چلی جا رہی تھی۔ (چنانچہ وہ بچ گئے اور ان کے مخالفین ڈوب کر مر گئے)۔ یہ نتیجہ تھا اس بات کا کہ انہوں نے نوحؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ (وہ انہیں اس طوفان سے آگاہ کر رہا تھا اور یہ اسے مذاق سمجھ رہے تھے — حتیٰ کہ وہ ان کے سامنے کشتی بنا رہا تھا اور یہ اس پر بھی اس کی ہنسی اڑاتے تھے۔ جو لوگ سب کچھ دیکھتے بھالتے اپنی حفاظت کا سامان نہ کریں' وہ تباہ نہ ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟)۔

۱۵ اس واقعہ کو ہم نے عبرت و موعظت کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ سو کوئی ہے جو اس سے عبرت حاصل کرے' اور جان لے کہ ہماری طرف سے دی ہوئی تنذیرات کس طرح سچی ہوتی ہیں'

۱۶ اور ہمارا عذاب کس طرح حقیقت ثابت ہو کر سامنے آجایا کرتا ہے۔

۱۷ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے بڑا آسان بنا دیا ہے۔ سو ہے کوئی جو اس پر غور و فکر کر کے اس سے نصیحت حاصل کر لے؟

۱۸ اسی طرح قوم عاد نے بھی ہمارے قانونِ مکافات کو جھٹلایا۔ لیکن اس کے بعد دیکھ لیا کہ ہماری تنبیہ کس طرح سچی ہو کر رہتی ہے اور ہمارا عذاب کس طرح آیا کرتا ہے۔

۱۹ ہم نے ان پر تند و تیز آندھی کا عذاب بھیجا۔ سو وہ ان کے لئے کس قدر تباہی اور بربادی کا دن تھا؛ ایسی تباہی کا دن جو انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر گئی۔ (۴۱/۱۶)۔

۲۰ وہ آندھی لوگوں کو اس طرح پاؤں سے اکھیڑ کر دور دور پھینکتی تھی گویا وہ ایسی کھجوروں کے تنے ہیں جو اپنی مضبوط ترین جڑوں سے اکھڑ کر ادھر ادھر گرے پڑے ہیں (۶۹/۷)۔

۲۱ سو غور کرو کہ ہماری تنذیر کس قدر سچی اور ہمارا عذاب کیسا سخت تھا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾

۲۲ (ان تاریخی شواہد کو سامنے لاکر) ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس قدر آسان بنا دیا ہے۔ سو ہے کوئی جو غور و فکر کے بعد اس سے نصیحت حاصل کرے؟

۲۳ اسی طرح قوم ثمود نے بھی ہماری تنبیہات کو جھٹلایا۔

۲۴ اور کہا کہ کیا ہم ایسے آدمی کے پیچھے لگ جائیں جو بالکل تنہا ہے اور کوئی جتھ اس کے ساتھ نہیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا اور اپنا جتھ چھوڑ کر اس کے پیچھے لگ گئے' تو یہ خواہ مخواہ تباہی اور بربادی کا مول لینا ہوگا) ایسا کام تو وہی کرے گا جسے سلامتی کی کوئی راہ سجھائی نہ دیتی ہو اور وہ اندھا بن کر کنوئیں میں جا گرے ۔ یا وہ جو بالکل پاگل ہو' اور اپنا نفع نقصان ہی نہ پہچانے!

۲۵ بھلا سوچو' کہ ہم سب' اتنے اتنے بڑے آدمی بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور خدا نے اپنی وحی کے لئے اسے (صالحؑ کو) چن لیا! یہ تو ہمیں بالکل جھوٹا اور خود پسند نظر آتا ہے (جو بڑا بننے کے لئے اپنے آپ کو' خدا کا رسول کہتا ہے)۔

۲۶ (ہم نے صالحؑ سے کہا کہ تو ان کی ان جگر پاش باتوں سے افسردہ خاطر نہ ہو) کل ہی انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور خود پسند کون ہے!

۲۷ تم ذرا ہمت سے کام لو' اور تھوڑا سا انتظار کرو۔ یہ اونٹنی' جس کے متعلق انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اسے اپنی باری پر پانی پینے اور چراگاہ میں چرنے دیں گے' ان کا جھوٹ اور سچ نکھار کر رکھ دے گی' اور جب یہ عہد شکنی کریں گے تو ان کی تباہی کا موجب بن جائے گی۔

۲۸ تم انہیں واضح طور پر بتا دو کہ اس معاہدہ کی رو سے طے یہ پایا ہے کہ ہر ایک کے مویشی' اپنی اپنی باری پر پانی پیا کریں گے۔ اور اسی طرح یہ اونٹنی بھی اپنی باری پر گھاٹ پر آیا کرے گی۔

۲۹ انہوں نے جا کر اپنے رفیق (قبیلہ کے سردار) کو ماجرا سنایا۔ (وہ سخت غصے میں آگیا اور کہا کہ ہیں! اس کی اونٹنی' ہمارے مویشیوں کے برابر ہو گئی ؟)۔ اس نے بڑی جسارت سے اپنا ہاتھ بڑھایا' اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾

---

۳۰ (یہ آخری علامت تھی اس بات کی کہ وہ اپنی سرکشی میں انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ان کی تباہی کا وقت آ گیا' اور انہوں نے دیکھ لیا کہ) ہماری تنذیر کس قدر سچی اور ہمارا عذاب کیسا تباہ کن ہوتا ہے۔

۳۱ ہم نے ان پر سخت زلزلہ کا عذاب بھیجا جس سے وہ اس طرح ملیا میٹ ہو گئے جس طرح بوسیدہ باڑ ہوا کے تیز جھونکوں سے چورا چورا ہو جاتی ہے۔ (باڑ کا کام' کمزور کھیتی کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن جب باڑ اتنی بوسیدہ ہو جائے کہ وہ ہوا کے تیز جھونکوں سے ریزہ ریزہ ہو جائے تو دوسروں کی حفاظت کرنا تو ایک طرف' وہ خود اپنے پاؤں پر بھی کھڑی نہیں رہ سکتی۔ غلط روش زندگی اختیار کرنے والی قوموں کی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ وہ بظاہر زندہ نظر آتی ہیں لیکن اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہوتی ہیں' اور نامساعد حالات کا ایک دھچکا انہیں چورا چورا کر دیتا ہے)۔

۳۲ ہم نے ان تاریخی شواہد کو قرآن میں بیان کر کے' بات کا سمجھنا بہت آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی ہے جو اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو صحیح راستے پر لے آئے؟

۳۳ اسی طرح قوم لوط نے بھی ہمارے مرسلین کی تکذیب کی جو انہیں' ان کی غلط روش کے تباہ کن عواقب سے آگاہ کرتے تھے۔

۳۴ اس پر ہم نے' اُن پر آتش فشاں پہاڑ سے پتھراؤ کیا تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچا' بجز لوطؑ اور اس کے ساتھیوں کے' جنہیں ہم' صبح سویرے بچا کر وہاں سے لے گئے تھے۔ (۴۲-۱۵/۴۳)

۳۵ یہ چیز (لوطؑ کے رفقاء کے لئے) ہماری طرف سے نعمت تھی۔ لیکن یہ نعمت یونہی مفت نہیں مل گئی تھی۔ یہ نتیجہ تھی ان کی اس روش کا جس کی رُو سے انہوں نے حق کو مانا اور اس طرح ہماری راہ نمائی کی قدرشناسی کی۔ جو لوگ بھی یہ روش اختیار کرتے ہیں' انہیں اسی قسم کا بدلہ ملا کرتا ہے۔ وہ تمام آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

۳۶ لوطؑ نے اپنی قوم کو بار بار تنبیہ کی تھی کہ خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے ڈرو۔ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور سمجھے کہ وہ یونہی خالی دھمکیاں دیتا ہے' اس لئے اُس سے الٹا جھگڑنے لگے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾

۳۷ جب لوطؑ کے پاس اس کے مہمان آئے تو وہ (قوم لوطؑ کے لوگ) اس کے مہمانوں کی طرف بری نیت سے آئے۔ وہ اپنے حیوانی جذبات کے جوش میں بالکل اندھے ہو رہے تھے (اور لوطؑ کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ سو ہم نے ان سے کہدیا کہ بہت اچھا!) تم اب اپنے اعمال کے نتائج کا مزہ چکھو اور دیکھو کہ جس بات سے تمہیں متنبہ کیا جاتا تھا' اور تم اسے جھوٹ سمجھتے تھے' وہ کس طرح واقع ہو کر رہتی ہے۔

۳۸ چنانچہ علی الصبح' انہیں ایک ایسے عذاب نے آلیا جو آکر وہیں رہ جانے والا تھا۔

۳۹ (اور ان سے کہا گیا کہ لو) اب میرے عذاب کا مزہ چکھو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ میری تنذیرات کس طرح صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

۴۰ ہم نے ان واقعات کو قرآن میں بیان کرکے' بات کا سمجھنا بہت آسان کر دیا ہے۔ تو کیا کوئی ہے جو اس پر غور و فکر کرکے نصیحت حاصل کرے؟

۴۱ اسی طرح قوم فرعون کے پاس بھی ہمارے مرسلین پہنچے جو انہیں ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے متنبہ کرتے تھے۔

۴۲ انہوں نے ہمارے احکام کو ایک ایک کرکے جھٹلایا۔ اس پر ہمارے قانون مکافات کے آہنی پنجہ نے ان پر ایسی گرفت کی' جیسے کسی غالب' قوت والے ہاتھ کی گرفت ہوتی ہے۔

۴۳ (اے رسول! اقوامِ سابقہ کی ان داستانوں کو دہرا کر) تم اپنے زمانے کے منکرین اور مخالفین سے پوچھو کہ کیا تم قوت اور شوکت میں ان اقوام سے بڑھ چڑھ کر ہو جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے (کہ وہ تو تباہ ہوگئے اور تم محفوظ رہ جاؤ گے!) یا تمہارے لئے ہمارے صحیفوں میں معافی نامہ لکھا ہوا ہے!

۴۴ انہیں یہ زعم ہے کہ ان کے تمام قبائل' تمہاری مخالفت میں' ایک دوسرے کی مدد کے لئے اکٹھے ہو جائیں گے (اور اس طرح ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا)۔

۴۵ ان سے کہو کہ تم سب مل کر میرے مقابلہ میں متحدہ محاذ بنا لو اور میدان میں آجاؤ' پھر

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾

دیکھو کہ تمہیں کس طرح شکست فاش ملتی ہے اور تم کیسے پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہو۔

۴۶ (ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق) اس فیصلہ کن انقلاب کے محسوس طور پر سامنے آنے کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ یہ ان پر اچانک اور حیرت انگیز طریق سے آئے گا اور ان کے لئے بڑا ہی تلخ ہوگا۔

۴۷ یہ مجرمین اس وقت سخت ہلاکت اور مصیبت میں ہوں گے، جب انہیں اُس

۴۸ تباہ کن عذاب میں مُنہ کے بل گھسیٹا جلئے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کا مزہ چکھو۔

۴۹ اس کے یوں سامنے آنے میں اتنی دیر اس لئے لگی ہے کہ ہم نے ہر شے کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں، اس لئے ہر عمل کو نتیجہ خیز ہونے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ ہمارے قانونِ مکافات کا یہی انداز ہے۔

۵۰ ورنہ ہمارا فیصلہ تو ایک ہی بار ہو چکا ہوتا ہے اور اس کے نافذ کرنے میں آنکھ جھپکنے کا وقت بھی نہیں لگتا۔

۵۱ ان سے پھر کہدو کہ (اس فیصلہ کے مطابق) ہم تمہارے جیسے کئی سرکشوں اور مستبدوں کو اس سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں۔ تو کیا تم میں کوئی ہے جو ان حقائق پر غور کر کے اس سے نصیحت حاصل کرلے؛

۵۲ یہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، ہم اسے اپنے قانونِ مکافات کے رجسٹر میں محفوظ کئے جا رہے ہیں۔

۵۳ اس میں ہر چھوٹی اور بڑی بات درج ہوتی رہتی ہے۔

۵۴ (اسی کے مطابق، صحیح اور غلط رَوش پر چلنے والوں کے فیصلے ہوں گے۔ غلط روش پر چلنے والے تباہی اور بربادی کے جہنم میں۔ اور) صحیح روش پر چلنے والے متقین، سدا بہار فراخیوں اور خوش حالیوں کی جنت میں۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

۵۵ یہ وہ مقام ہے جس میں زندگی کی تمام خوشگواریاں موجود ہیں اور جس کی ممکنات بے کراں ہیں' اس لئے کہ یہ اس خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے جو تمام اختیارات اور اقتدار کا مالک ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵

۱ یہ قرآن کسی انسانی ذہن کی تخلیق نہیں بلکہ اسے اس خدا نے تعلیم کیا ہے جس نے نوع **۲** انسان کی ربوبیت (نشوونما) کا سامان عطا فرمایا۔ (اور چونکہ انسانی ربوبیت جسم کی پرورش تک محدود نہیں' اس لئے اس کے لئے طبیعی ضروریات کے علاوہ ارتقائے ذات کے سامان کی بھی ضرورت تھی۔ قرآن' ان دونوں کے لئے راہ نمائی دیتا ہے)۔

۳ یہ اس خدا کی طرف سے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اظہار خیالات (قوت گویائی) **۴** عطا کی جو کسی اور نوع کو حاصل نہیں (اس لئے اس کی راہ نمائی کے لئے وحی کا وہ ذریعہ اختیار کیا گیا جس میں ایک فرد کو خدا کی طرف سے راہ نمائی ملتی ہے اور وہ اسے دوسرے افراد تک پہنچا تا ہے۔ رسالت[1] انسان ہی کے لئے مختص ہے۔

۵ اس قرآن میں' انسانی زندگی کی راہ نمائی کے لئے ویسے ہی اٹل قوانین ہیں جیسے قوانین خارجی کائنات میں کارفرما ہیں' اور جن کی رو سے (مثلاً) سورج اور چاند جیسے عظیم کرے' ایک

---

[1] COMMUNICABILITY

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

مقررہ حساب اور اندازے کے مطابق چل رہے ہیں۔

۶ اور زمین پر بڑے بڑے تناور درخت ہوں' یا چھوٹے چھوٹے پودے' سب اُس کے قوانین کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

۷ اُس قانون کے سامنے جس کی رُو سے اس نے تمام اجرامِ فلکی کو' فضا کی پہنائیوں میں' اس انداز سے رکھا ہے کہ ان کے باہمی ربط و ضبط کے لئے جس توازن کی ضرورت ہے اس میں ذرہ برابر فرق نہیں پیدا ہونے پاتا۔

۸ یہ قرآن' انسانوں کو بھی اسی غرض کے لئے دیا گیا ہے کہ ان کے معاشرے میں باہمی ربط و ضبط کے لئے جس توازن کی ضرورت ہے' وہ بگڑنے نہ پائے۔

۹ یعنی تم اس توازن کو عدل و انصاف کے ساتھ قائم رکھ سکو' اور کسی کے حقوق و فرائض میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو۔

۱۰ اس میزانِ عدل کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انسانی پرورش کے لئے جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے — یعنی زمینی پیداوار' مثلاً لذیذ پھل۔ خوشوں کے پردوں میں **۱۱** لپٹی ہوئی کھجوریں۔ بالوں کے اندر اناج۔ رنگا رنگ کے خوشبو دار پھول — انہیں ہم نے **۱۲** ہر فرد کے لئے الگ الگ نہیں رکھا۔ اسے تمام مخلوق کے فائدے کے لئے مشترکہ طور پر دیا ہے۔ اس کی تقسیم کے لئے قرآن کی میزان دیدی گئی تاکہ ہر فرد کو اس کی ضروریات کے مطابق رزق ملتا رہے۔ (اگر مشترکہ سامانِ زیست کی تقسیم اور صرف کے لئے' خدا کی طرف سے مستقل اصول و قوانین نہ دیئے جاتے' اور اسے لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ جس طرح چاہیں اسے صرف میں لائیں' تو طاقتور انسان سب کچھ سمیٹ کر بیٹھ جاتے اور کمزور انسانوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ملتا — جیسا کہ ان قوانین کو نظر انداز کر دینے سے دنیا میں ہو رہا ہے)۔

۱۳ (یہ ہے خدا کا نظامِ ربوبیت جس کی رو سے اس نے تمام نوعِ انسان کے لئے سامانِ زیست بھی دیا اور اس کی تقسیم کے لئے راہ نمائی بھی۔ سو اے گروہ جن و انس' یعنی شہری اور

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾

صحرائی آبادی کے لوگو!) تم سوچو کہ تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلا کر اپنی معاشی اور تمدنی زندگی کو غیر خدائی قوانین کے تابع رکھو گے؟)۔

۱۴ اس کی قدرتوں کا اندازہ کرنا ہو تو خود انسان کی تخلیق پر غور کرو۔ اس کی پیدائش کی ابتدا ایسی مٹی سے ہوئی جو سوکھ کر بجنے لگتی ہے۔ یعنی بے جان مادہ سے، جس میں کہیں زندگی کی نمود نہیں ہوتی۔

۱۵ اور انسانوں سے پہلے اس زمین پر ایسی مخلوق تھی جس میں حرارت برداشت کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ تھی کیونکہ زمین کی جو حالت اُس زمانے میں تھی، اس میں اسی قسم کی مخلوق زندہ رہ سکتی تھی۔ وہ مخلوق اب ناپید ہو چکی ہے اور اس کی جگہ انسانوں نے لے لی ہے۔ (۱۵/۲۷—۲۶)۔

۱۶ سو غور کرو کہ تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

۱۷ اس کے قانون کے مطابق سورج اور زمین کی گردش اس طرح متعین ہے کہ سورج کے مقامات طلوع و غروب کے ساتھ، موسم بدلتے رہتے ہیں۔ اور وہ طلوع و غروب کے دو انتہائی نقطوں (مشرقین و مغربین) کے درمیان پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس تمام نظام پر خدا کا کنٹرول ہے اور مقصد اس سے ربوبیت عامہ۔

۱۸ کس قدر قوت والا ہے وہ قانون جس نے ایسے ایسے عظیم کرّوں کو اس طرح پابند ضوابط بنا رکھا ہے۔ سو تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلا سکتے ہو!

۱۹ اب تم فضا کی پہنائیوں سے نیچے اتر کر، سطح زمین کی طرف آؤ اور ذرا، اس پر بہنے والے
۲۰ دریاؤں کو دیکھو۔ بعض مقامات پر، دو مختلف پانیوں کے دریا، اکٹھے بہے چلے جاتے ہیں۔ (اور کہیں سمندر کے اندر ایک الگ رَو ندی کی طرح رواں دواں چلی جاتی ہے)۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ان کے پانی آپس میں مل جائیں۔ ان کے درمیان ایک غیر مرئی آڑ ہوتی ہے جو انہیں الگ الگ رکھتی ہے (۲۵/۵۳ : ۳۵/۱۲)۔ لیکن مفاد پرست انسان، اپنی اپنی راہ چلنے کے بجائے، دوسروں کے حقوق میں دست اندازی کرتے رہتے ہیں۔ اسی کو روکنے کے لئے قرآنی

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾
وَ لَهُ الۡجَوَارِ الۡمُنۡشَـٰٔتُ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾
وَّ یَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسۡـَٔلُهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ
الۡاَرۡضِ ؕ کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

ضوابط دیئے گئے ہیں)۔

۲۱ سو غور کرو کہ تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

۲۲ ان دریاؤں (یا سمندر) کی تہ سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ اور ان کی سطح پر پہاڑوں
۲۳ جیسے بڑے بڑے جہاز ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر تیرتے پھرتے ہیں۔ (یہ سب قانونِ خداوندی
۲۴ کی اطاعت کا نتیجہ ہے)۔

۲۵ سوچو کہ تم خدا کے قانونِ ربوبیت کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

۲۶ یہ تمام نظم و نسق کسی ایسی کائنات سے متعلق نہیں جو ایک دفعہ بنا دی گئی ہو اور پھر اس
میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی ہو۔ کائنات کی ہر شے میں ہر آن تغیر واقع ہوتا رہتا ہے لیکن ان تغیرات
۲۷ کا خدا کے قوانین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ یہ قوانین اس خدا کے ہیں جو تغیرات سے ماوراء
ہے اور ہر قسم کی عظمت و تکریم کا مالک۔

اسی سے یہ بھی واضح ہے کہ ذہنِ انسانی کا وضع کردہ ہر نظام اور اس کی طرف جانیوالا
راستہ تغیر پذیر ہے، لیکن وحی کا متعین کردہ راستہ جو خدا کی ربوبیتِ اعلیٰ کی طرف لے جاتا ہے
تغیر پذیر نہیں ہوتا۔ (۲۸/۲۷)۔

۲۸ سو تم اس خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

۲۹ اس پر بھی غور کرو کہ کائنات کی ہر شے (انسانوں سمیت) اپنی نشو و نما کے لئے خدا کی
ربوبیت کی محتاج ہے۔ اور ان کی ربوبیت کے تقاضے ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔ ہر دور میں
ہی نہیں، بلکہ مختلف حالات اور مختلف مراحل میں، ہر شے کی نشو و نما کے تقاضے مختلف ہوتے
ہیں۔ خدا کا نظامِ ربوبیت یہ ہے کہ ہر شے کو اس کی حالت کے مطابق سامانِ نشو و نما ملتا رہتا
ہے۔ (۳۵/۱۵؛ ۴۴/۴۴)۔

۳۰ سو تم سوچو کہ تم قانونِ خداوندی کی کس کس شق کو جھٹلاؤ گے اور اپنی زندگی غیر خداوندی

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

قوانین کے تابع رکھ کر کس طرح نشوونما حاصل کر سکو گے؟

۳۱ خدا کا یہی قانون جو کائنات میں اس طرح کارفرما ہے، اب (اس قرآن کی رو سے) نوعِ انسانی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ اس میں بدوی اور حضری۔ شہری اور صحرائی۔ مہذب اور غیر مہذب، سب شامل ہیں۔

۳۲ سو غور کرو کہ تم قانونِ خداوندی کی کس کس قوت سے انکار کرو گے؟

۳۳ تم ان تمام انسانوں سے کہدو کہ خدا کے قانونِ مکافات کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ وہ ساری کائنات کو محیط ہے۔ اگر تم اس کی گرفت سے بچ جانے کا خیال کرو تو یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم کائنات کی حدوں سے باہر نکل جاؤ ——— اگر تمہیں اس کا گمان ہے کہ تم ایسا کر سکتے ہو تو ذرا کوشش کر کے دیکھو! لیکن تم کبھی ایسا نہیں کر سکو گے۔ کائنات کی حدوں سے باہر جانے کے لئے خدا کے پروانۂ راہداری کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ کسی کو مل نہیں سکتا۔ اس لئے تمہیں کائنات کے اندر ہی رہنا ہوگا۔ اور چونکہ کائنات میں ہر جگہ خدا کا قانونِ مکافات حاوی ہے، اس لئے تم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے[1]۔

۳۴ اس کے بعد سوچو کہ تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

۳۵ اگر تم نے خدا کے نظامِ ربوبیت کی مخالفت کی تو تم پر تباہیوں کی آگ کے شعلے اور دھوئیں کا غبار اس طرح چھا جائے گا کہ تم اس مصیبت سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکو گے۔

۳۶ اس کے بعد سوچو کہ تم خدا کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

---

[1] اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ انسانی زندگی کی ممکنات (یعنی اس کی ذات کی ارتقائی وسعتوں) کا یہ عالم ہے کہ بشرطِ استطاعت، یہ مادی کائنات کی حدود سے آگے نکل سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے ایک خاص قوت کی ضرورت ہے، جس سے انسانی ذات کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو جائے۔ یہ قوت، قوانینِ خداوندی کے اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان قوانین کے اتباع سے انسانی ذات حیاتِ جاوید حاصل کر سکتی ہے ——— یعنی جنتِ اُخروی کی زندگی۔ یہی اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آگے نکل جانا ہے۔ لیکن ہم نے، اگلی آیات کے مضمون کے پیشِ نظر، مذکورہ صدر مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۲﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۳﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿۴۶﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۷﴾

(۳ ع ۱۲)

---

۳۷ اُس تباہی کی آتش فشانیوں کا یہ عالم ہوگا کہ فضا کی بلندیوں سے پھٹنے والی چیزیں یوں گریں گی جیسے سُرخ پگھلا ہوا تانبا- یا تیل کی تلچھٹ- جو چمٹ کر چھوٹ ہی نہ سکے اور یوں ہر شے کو جلا اور پگھلا کر تباہ کر دے- (۸۹)-

۳۸ سوچتا ؤ کہ تم خدا کی کس کس قوت سے انکار کرو گے؟

۳۹-۴۵ اُس دن اس کی ضرورت ہی نہیں ہوگی کہ کسی سے اس کے جرائم کے متعلق سوالات کئے جائیں- وہ شہری ہوں یا صحرائی- صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک کا جرم اس کے ماتھے پر لکھا ہوا مل جائے گا- ہر مجرم اپنی پیشانی سے پہچانا جائے گا- اس کی نفسیاتی کیفیت اس کے چہرے سے عیاں ہوگی- اور ان کا' ایڑی سے چوٹی تک' بند بند گرفت میں ہوگا- ان مجرمین سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جسے تم جھٹلایا کرتے تھے —— ایک طرف آگ کا ایسا عذاب- دوسری طرف کھولتا ہوا پانی- ان دونوں کے درمیان' ان کی کشتِ عمل جھلس رہی ہوگی-

ان حقائق پر غور کرو اور بتاؤ کہ تم خدا کے قانونِ مکافات کی کون کونسی قوت کو جھٹلاؤ گے

۴۶ یہ انجام ان کا ہوگا جو قوانین خداوندی سے سرکشی برتیں گے- ان کے برعکس' جن لوگوں کو اس کا احساس ہے کہ ہمارے ہر عمل کے متعلق ہم سے باز پرس ہوگی —— انسان کا کوئی عمل بلا نتیجہ نہیں رہے گا —— (اور یوں وہ خطرناک گھاٹیوں سے بچتے ہوئے زندگی بسر کریں گے) ان کے لئے دو جنتیں ہوں گی —— ایک جنت اِس دنیا میں؛ اور دوسری جنت' آخرت میں-

۴۷ یہ آسائشیں اور نعمتیں بھی اس کی قدرت کے کرشمے ہیں- سوچتا ؤ کہ تم ان میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

۴۸ تا ۵۵

ان کا یہ جنتی معاشرہ (یہاں اور وہاں) مختلف علوم وفنون کا مرکز ہوگا۔ ان دونوں میں فیض کے چشمے جاری ہوں گے رزق کی فراوانیاں اور وہ بہتے پانی کی طرح ہر ایک کی ضروریات پورا کرنے کے لئے عام۔ انواع و اقسام کے پھل۔ وہاں کے رہنے والے اعلیٰ درجہ کے فرشوں پر ایسے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے (ابرے تو ایک طرف) استر تک میں بھی دبیز ریشم لگا ہوگا۔

یاد رکھو! ان کی حال کی زندگی اور مستقبل کی زندگی (یہاں اور وہاں کی زندگی) میں کوئی بُعد اور فاصلہ نہیں ہوگا۔ دونوں کے ثمرات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں گے۔ زندگی ایک جوئے رواں ہے جو یہاں سے وہاں تک مسلسل جاتی ہے۔ اس لئے اس کے حال اور مستقبل میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا۔ نشوونما یافتہ ذات یہاں بھی سکون و اطمینان سے رہتی ہے اور اس کی یہی کیفیت وہاں ہوگی۔ اس قسم کے افراد کی اجتماعی زندگی یہاں بھی آسائشوں اور فراوانیوں کی ہوگی اور وہاں بھی۔ یہاں کی جنت کے گوشے مسلسل وہاں کی جنت سے جاملتے ہیں)۔

ان حقائق کی روشنی میں تم غور کرو اور بتاؤ کہ تم خدا کے قانون مکافات کی کون کونسی نعمتوں اور قدرتوں کی تکذیب کرو گے!

۵۶ تا ۵۹

یہ معاشرہ مردوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہوگا۔ عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک ہوں گی۔ ایسی عفت و عصمت کی مجسمہ عورتیں، جنہیں شادی سے قبل اپنوں یا بیگانوں میں سے کسی نے ناپاک ہاتھوں سے چھوا تک نہیں ہوگا اور نہ ہی انہوں نے کسی غیر مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا ہوگا۔ (۳۷/۴۸؛ ۳۸/۵۲؛ ۵۵/۷۲)۔ وہ عورتیں کیا ہوں گی؟ اپنی عفت کی آب و تاب اور پاکیزگیٔ سیرت و کردار کے اعتبار سے، یوں سمجھو جیسے یاقوت و مرجان ہوں —— صاف، شفاف،

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

محفوظ گوہر آبدار۔

غور کرو کہ تم اپنے نشو و نما دینے والے کی کون کونسی نعمت اور قدرت کو جھٹلاؤ گے؟

۶۰–۶۱ اس زندگی میں افراد کے باہمی تعاون کا یہ عالم ہوگا کہ جس میں کسی وجہ سے کسی قسم کی کمی آجائے گی اور یوں اس کا توازن بگڑ جائے گا، دوسرے اُس کی اس کمی کو پورا کر کے اس کا توازن برقرار کر دیں گے اور اس طرح اس کی ذات اور معاشرہ کا حسن قائم رہے گا۔ کوئی شخص اس کے لئے کسی قسم کا معاوضہ نہیں مانگے گا ——— جو حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب حسن پیدا ہو جاتا ہے تو یہی چیز اس کی کوششوں کا صلہ بن جاتی ہے (۵۵/۲۶ ؛ ۳۲/۱۶ ؛ ۹/۴۶)۔

سو بتاؤ کہ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۶۲ تا ۶۹ یہ ان کے لئے ہوگا جو اس نظام کے قیام میں "السابقون الاوّلون" کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کے مدارج یقیناً بلند ہیں (۵۶/۱۰ ؛ ۹/۱۰۰)۔ ان کے علاوہ اُن کے لئے بھی جنتی معاشرہ ہوں گے جو اس نظام میں ان کے بعد شامل ہوں گے۔ یہ معاشرے بھی بڑے سرسبز و شاداب ہوں گے۔ ان میں بھی ایسے چشمے ہوں گے جو اپنے زور دروں سے اوپر کی طرف اٹھ رہے ہوں گے (۱۵/۳۴)۔ ان میں تر و تازہ پھل۔ کھجوریں۔ انار۔ (یعنی ہر قسم کا تر و تازہ سامانِ زیست بافراط) ہوگا۔

سو تم سوچو اور بتاؤ کہ تم اپنے نشو و نما دینے والے کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۷۰ تا ۷۶ ان میں بھی مرد اور عورتیں، سب ہوں گے ——— ایسی عورتیں جو حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں سے مزیّن ہوں۔ وہ ایسی فہم و فراست کی مالک ہوں گی جو انسان کو

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ﴿۷۸﴾

کبھی فریب کاری کی طرف نہ لے جائے۔ نہ ہی ان کے مزاج میں آوارگی ہو گی۔ وہ عفت و عصمت کا پیکر ہوں گی۔ (صحیح اسلامی معاشرہ کی عورتیں انہی خصوصیات کی پیکر ہوں گی)۔

اس معاشرہ کے رہنے والے بھی سبز مسندوں اور نادر فرشوں پر متمکن ہوں گے۔ یعنی انہیں زندگی کی حسین اور جمیل آسائشیں میسر ہوں گی۔

۷۷ سو بتاؤ کہ تم اپنے نشوونما دینے والے کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۷۸ یہ ہے اس نظامِ ربوبیت کے خوشگوار اور حیات بخش نتائج کی ایک ہلکی سی جھلک جو تمہارے نشوونما دینے والے کے قوانین کے اتباع سے متشکل ہو گا ——— اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ وہ نشوونما دینے والا جس کی ربوبیت بڑی بلند پایہ اور ہر قسم کی خوش حالیوں کی ضامن ہے۔

خدائے رحمٰن نے اس قرآن کو اسی مقصد کے لئے نازل کیا ہے۔ (۵۵/۱-۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝٧

۱ ۲ جب وہ واقع ہونے والا انقلاب جس کے وقوع پذیر ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں، ظہور میں آئے گا۔

۳ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنہیں آج پست اور کمزور سمجھا جاتا ہے، وہ بلند اور قوی ہو جائیں گے۔ اور جو آج اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں، وہ پست ہو جائیں گے۔

۴ تا ۶ یعنی اُس وقت، نیچے کے طبقے کے لوگ (عوام)، جنہیں مستبد قوتوں نے اپنے پاؤں تلے روند رکھا ہے، حرکت میں آکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اوپر کے طبقہ کے بڑے بڑے لوگ یوں منتشر اور پریشان ہو جائیں گے جیسے تیز آندھی میں گرد و غبار اڑ رہا ہو۔ (۲۵/۲۰ ; ۱۰/۴۴ ; ۲۰/۴۰ ; ۳/۵۱)۔

۷ اُس وقت تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

لہ ہم نے ان آیات (اور انہی جیسی دیگر آیات) میں ارض اور جبال وغیرہ الفاظ کو مجازی معنوں میں لیا ہے اگر انہیں حقیقی معنوں میں لیا جائے تو اس سے کوئی طبیعی تبدیلی مراد لی جائے گی جو کرۂ ارض میں واقع ہوگی۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝۹ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰
اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰي سُرُرٍ
مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَ
كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹

۸ ایک گروہ 'نام یمن وسعادت کامالک ہوگا۔ ان کی زندگی کیسی بابرکت ہوگی! (۵۶/۲)۔

۹ دوسرا گروہ سوختہ بخت انسانوں پر مشتمل ہوگا۔ ان کی حالت کیسی ناگفتہ بہ ہوگی! (۵۶/۳)۔

۱۰ تا ۱۲ تیسرا گروہ ان کا ہوگا جو مصاف زندگی میں سب سے آگے آگے تھے۔ وہ سب سے زیادہ صفات خداوندی کے رنگ میں رنگے ہوتے ہوں گے۔ (ان کی زندگی' قوانین خداوندی سے بہت زیادہ ہم آہنگ تھی۔ اس لئے ان کے مدارج بھی' سب سے بلند ہوں گے)۔ یہ لوگ آسائشوں اور سرفرازیوں کی جنت کے مالک ہوں گے۔ (۱/۲ ؛ ۵۷/۱۰ ؛ ۵۵/۴۶)۔

۱۳ – ۱۴ اس تیسرے گروہ میں' بیشتر وہ لوگ ہوں گے جو شروع ہی میں (ہجرت سے پہلے) اس نظام میں شامل ہوگئے تھے۔ اور بہت تھوڑے سے لوگ وہ' جو (ہجرت کے بعد) اس میں داخل ہوئے تھے۔ (تعین مدارج کے لئے' یہی اصول بعد میں بھی کارفرما رہے گا۔ یعنی جو لوگ' سختیوں اور مصیبتوں کے زمانے میں' نظام خداوندی کی تشکیل اور استحکام کے لئے سرگرم عمل رہیں گے' ان کا رتبہ بلند ہوگا' اس لئے کہ یہ لوگ اس نظام کے ان دیکھے نتائج پر ایمان لاکر' اس کی خاطر ہر قسم کی صعوبات برداشت کرتے رہے۔ ۹/۱۰۰)۔

۱۵ – ۱۶ یہ زرنگار' مرصع تختوں پر متمکن ہوں گے' تکیہ لگائے' ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے۔ (ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوگی)۔

۱۷ ان کے بچے بھی' زیورات سے مزیّن' ان کے اردگرد پھرتے ہوں گے (اس دنیا میں سب۔ اور اُس دنیا میں وہ جو ایمان وعمل کی رُو سے اس کے مستحق ہوں گے (۱۳/۲۳ ؛ ۵۲/۲۱ ؛ ۵۲/۲۴ ؛ ۷۶/۱۹)۔

۱۸ وہ' عندالضرورت' آبخورے اور صراحیاں اور پیالے پیش کریں گے' جو نہایت عمدہ مشروبات سے بھرے ہوں گے' اور ہر ایک کے لئے یکساں طور پر موجود رہیں گے۔

۱۹ ان مشروبات کے پینے سے' نہ تو سرگرانی ہوگی' نہ ہی کسی قسم کا نشہ۔ نہ ہی ان کی لذت و سرور میں کمی ہوگی۔ (۳۷/۴۷)۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾

۲۰ ۲۱ کھانے کے لئے منتخب پھل۔ اوران کے حسب پسند پرندوں کا گوشت۔

۲۲ ۲۳ یہ معاشرہ مردوں تک ہی محدود نہیں ہوگا۔ مومن عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک ہوں گی۔ نہایت پاکیزہ سیرت اور صاحب عقل و فراست۔ لیکن ایسی عقل و فراست نہیں جو انسان کو فریب کاری کی طرف لے جائے۔ ان کی پاکدامنی کی مثال یوں سمجھئے جیسے درمکنون (محفوظ موتی) ہوں۔

۲۴ یہ سب آسائشیں اور سرفرازیاں' ان لوگوں کے اپنے اعمال کے نتائج ہوں گے۔

۲۵ اس معاشرہ میں' نہ تو کسی قسم کی کوئی لغویات ہوگی اور نہ ہی ایسا کام جس سے انسانی صلاحیتیں مضمحل ہو جائیں۔

۲۶ اس کے برعکس' وہ فضا ایسی ہوگی جس میں ہر طرف سے سلامتی کی آوازیں آئیں گی۔ اس میں ہر فرد دوسرے کی سلامتی اور تکمیل ذات کا متمنی ہوگا —— اس میں صحیح سکون و اطمینان اور امن و سلامتی نصیب ہوگی۔

۲۷ ۲۸ یہ کیفیت ہوگی السابقون الاولون کی۔ اب رہے اصحاب الیمین (۳۸/۵۶)۔ سو وہ بھی ایسے جنتی معاشرہ میں ہوں گے جس میں پھلوں سے لدے ہوئے بے خار درخت ہوں گے۔ (یعنی ایسی آسائشیں جن میں نہ کسی قسم کی خلش ہو نہ کانٹا)

۲۹ تا ۳۳ عمدہ قسم کے کیلے جو تہ بہ تہ لٹکے ہوں گے۔ (یعنی فراواں لذتیں)۔ اور وسیع گھنیرے درختوں کے سائے۔ نہایت صاف اور شفاف آب رواں' جسے کھود کر نکالنا نہ پڑے (یعنی ایسا سامان زندگی جسے حاصل کرنے کے لئے جگر پاش مشقتیں نہ اٹھانی پڑیں۔ ۱۱۷/۲۰)۔ اور بکثرت ایسے پھل کہ نہ تو ان کا موسم ختم ہو (۳۵/۱۳) اور نہ ہی انہیں کوئی روک کر رکھے (۷/۵۰)۔ یعنی اس معاشرہ میں ہر ایک کو سامان زیست بلا روک ٹوک فراوانی سے ملے گا۔

۳۴ تا ۳۶ اور عورتیں' عالی مرتبت بیگمات کی طرح ہوں گی۔ ان کی تعلیم و تربیت اس انداز سے ہوئی

عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾

ہو گی جس سے وہ کچھ سے کچھ بن جائیں گی

۳۷ وہ (عہد جاہلیت کی عورتوں کی طرح) ایسی گونگی نہیں ہوں گی کہ اپنی بات بھی واضح طور پر بیان نہ کرسکیں۔ (۴۳/۱۸)۔ وہ صحیح تعلیم و تربیت سے نہایت (فصیح البیان ہوں گی۔ نیز ان میں باہمی حسد اور رقابت کے جذبات نہیں ہوں گے۔ وہ ہم مزاج ہوں گی۔ ایک دوسرے سے مماثل اور یک رنگ ——— وہاں میاں بیوی کے تعلقات بھی ہم آہنگی اور یک رنگی پر استوار ہوں گے۔ گویا دونوں ایک ہی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ (۲۳/۳۳)۔

۳۸ ۳۹ ۴۰ یہ ہوگا معاشرہ اصحاب الیمین کا۔ ان میں متقدمین کی بھی اچھی خاصی جماعت ہوگی اور متاخرین کی بھی ——— یعنی السابقون الاولون کا گروہ تو وہ ہوگا جو نظام خداوندی کی تشکیل کے زمانے میں مصروف سعی و عمل ہوگا۔ ان کا مقام سب سے بلند ہوگا' اس کے بعد جب یہ نظام متشکل ہو جائے گا تو پوری جماعت اصحاب الیمین پر مشتمل ہوگی۔ اس میں متقدمین بھی ہوں گے اور متاخرین بھی۔

۴۱ اب رہے وہ سوختہ بخت لوگ جنہیں اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) کہا گیا ہے۔ تو ان کی حالت بڑی خراب ہوگی۔ (۵۶/۹)۔

۴۲ تا ۴۴ ان کے لئے جھلسا دینے والی لُو' کھولتا ہوا پانی۔ اور سیاہ دھویں کے سائے ہوں گے۔ نہ ان کے لئے ٹھنڈک ہوگی نہ عزت۔ (نہ ہی طبیعی زندگی کی آسائشیں اور نہ ہی عزت و توقیر)۔

۴۵ ان کی یہ حالت کیوں ہوگی؟ اس لئے کہ وہ اس سے پہلے' دوسروں کی کمائی پر عیش پرستی اور تن آسانی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

۴۶ اور اگرچہ انہیں بار بار سمجھایا جاتا تھا لیکن وہ اس مجرمانہ روش زندگی پر بڑے اصرار سے جمے رہتے تھے۔ اسے کسی طرح بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔

۴۷ ۴۸ (جب ان سے کہا جاتا کہ زندگی اسی دنیا کی زندگی نہیں' جو تم سمجھ لو کہ اگر ہم نے یہاں

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿۵۱﴾ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿۵۳﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿۵۴﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿۵۵﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿۵۶﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿۵۷﴾

خوش حالی کی زندگی بسر کرلی' خواہ وہ خوش حالی کسی طریق سے ہی حاصل کیوں نہ کی گئی ہو' تو ہم کامیاب وکامران ہوگئے۔ زندگی' اس کے بعد بھی مسلسل آگے چلے گی' اور وہاں کی خوش حالی اس کے حصے میں آئے گی جو یہاں قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرے گا' تو اس کے جواب میں) وہ کہا کرتے تھے کہ' تم نے کیا کہا؟ جب ہم مرجائیں گے' اور مٹی کے ساتھ مل کر مٹی ہو جائیں گے اور صرف ہماری ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ جائے گا' تو کیا اس کے بعد ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ——— ہم بھی اور ہمارے آباء واجداد بھی (جو مدت ہوئی مر مٹ چکے ہیں!)۔

(۴۹) (۵۰) (ہم اپنے رسولوں سے کہتے تھے کہ تم ان سے) کہدو کہ ہاں! پہلے اور پچھلے سب دوبارہ زندہ ہوں گے اور ایک مقررہ دن کے متعینہ وقت پر سب اکٹھے ہوں گے۔ (یہاں سے اپنے اپنے وقت پر جانے والے' وہاں والوں سے ملتے جائیں گے)۔

(۵۱) (۵۲) پھر اے غلط راستہ پر چلنے والو' اور صحیح روشِ زندگی سے انکار کرنے والو! شجرۃ الزقوم تمہارا رزق ہوگا۔ (۳۷/۶۲ ؛ ۴۴/۴۴)۔

(۵۳) (۵۵) تم اپنا پیٹ اس سے بھرو گے۔ پھر اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ (اس سے تمہاری پیاس اور بھڑک اٹھے گی تو) تم اسے اندر انڈیلتے جاؤ گے جس طرح وہ اونٹ پانی پیئے چلا جاتا ہے جسے جھوٹی پیاس کا مرض لاحق ہوگیا ہو۔ (وہ پانی پیئے جاتا ہے لیکن اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں۔ (۲۶/۲۲۵)۔ ہوسِ زرپرستی سے مترفین کی یہی حالت ہوجاتی ہے۔ ۱۰۲/۱-۲)۔

(۵۶) ظہورِ نتائج کے وقت ان کی اس طرح "خاطر تواضع" ہوگی۔ (یعنی خود ان کے اعمال ان کی سزا بن کر ان کے سامنے آجائیں گے)۔

(۵۷) (ان سے' اے رسول! کہو کہ یہ بات کہ تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے' تم سے) وہ خدا کہہ رہا ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تمہیں اپنی پہلی بار کی پیدائش پر تعجب کیوں نہیں آتا' جو دوسری بار کی پیدائش کو ممکن تصور نہیں کرتے' اور اسے جھٹلا رہے ہو۔

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ ٱلْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰٓ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَٰلَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِى مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾

---

۵۸ ، ۵۹ تم ذرا اس پر غور کرو کہ مرد اور عورت کے جنسی اختلاط سے، جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ کس کے قانونِ تخلیق کے مطابق پیدا ہوتا ہے؟ وہ ہمارے ہی تخلیقی پروگرام کے مطابق پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے نہیں۔

۶۰ پھر ہم اس بچے کو مختلف مراحل میں سے گذار کر بڑا کرتے ہیں۔ اسی قانونِ تخلیق و زندگی کے مطابق ہم نے تمہاری موت کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں۔

۶۱ لہٰذا ہم قطعاً اس سے عاجز نہیں کہ تمہارے ان پیکروں کو بدل کر، تمہیں ایک ایسی نئی شکل میں پیدا کر دیں جس کا تمہیں آج علم ہی نہیں۔

۶۲ ذرا سوچو کہ جب تم اپنی موجودہ زندگی کا یقینی علم رکھتے ہو ــــــ تمہیں اپنے زندہ اور موجود ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ــــــ تو تم اپنی دوسری زندگی کے متعلق یقین کیوں نہیں کرتے؟ (ہم جانتے ہیں کہ تمہیں اُس زندگی کے تصور سے گھبراہٹ کیوں ہو رہی ہے۔ ہم تمہیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ زندگی کس طرح ایسی حسین بن سکتی ہے کہ تم اس سے بھاگنے کی بجائے، اسے لپک کر گلے سے لگا لو۔ اسے غور سے سنو)۔

۶۳ ، ۶۴ (اس مقصد کے لئے) تم ذرا اس نظام پر غور کرو جس کے مطابق تمہاری پرورش اور نشو و نما ہوتی ہے اور سوچو کہ کیا یہ سب کچھ خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے یا تمہارے وضع کردہ قوانین کے مطابق۔ مثلاً، تم جو کھیتی باڑی کرتے ہو، تو غور کرو کہ اس میں تمہارا عمل دخل کتنا ہوتا ہے اور ہمارا قانون کیا کچھ کرتا ہے۔ تم زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈال دیتے ہو۔ اب بتاؤ کہ اس بیج سے فصل کون اُگاتا ہے؟ کیا یہ تم کرتے ہو یا ہمارے قانون کی رو سے ایسا ہوتا ہے۔ (۳۹:۲۱؛ ۳۰:۲۵)۔

۶۵ تا ۶۷ پھر کھیتی کے اُگنے کے بعد اس کی حفاظت کون کرتا ہے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی آفت آ جائے جس سے اُگی ہوئی کھیتی تہس نہس ہو کر رہ جائے ــــــ اِس طرح تہس نہس

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ

الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

۲ ع ۱۵

کہ تم سر پکڑ کر بیٹھ جاؤ اور ایک دوسرے سے کہنے لگو کہ ہم بالکل تباہ ہو گئے۔ ہم یکسر محروم اور بے نصیب رہ گئے۔ اس کھیتی سے غلہ ملنا تو ایک طرف، ہماری محنت اور بیج بھی بیکار ہی گئے۔

(۶۸) پھر تم ذرا اس پانی پر غور کرو جس پر تمہاری کھیتی ہی کا نہیں، بلکہ خود تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔

(۶۹) کیا اسے بادلوں سے تم برساتے ہو یا ہمارا قانونِ ربوبیت ایسا کرتا ہے؟

(۷۰) (یہ بادل سمندر کے پانی سے ترتیب پاتے ہیں جو اس قدر کھاری ہوتا ہے کہ نہ پینے کے کام آسکتا ہے نہ کھیتی باڑی کے) ذرا سوچو کہ اگر بادلوں کا پانی (بارش) ویسے کا ویسا کھاری رہتا تو تم کیا کرتے؟ حیرت ہے کہ تم اس قدر صاف اور سیدھے معاملہ پر اس نہج سے غور کر کے صحیح نتیجے تک کیوں نہیں پہنچتے اور نشوونما کے متعلق خدا کے نظام کی قدر شناسی کیوں نہیں کرتے!

(۷۱) اسی طرح تم اس آگ پر غور کرو جسے تم روشن کر کے اس سے اتنے کام لیتے ہو؟ کہو کہ سبز

(۷۲) درختوں کی شاخوں میں حرارت کو یوں سمٹا کر رکھ دینا —— رگ جس میں شعلے کو نہاں کر دینا۔ تمہاری کاریگری سے ہے یا ہمارا قانون ایسا کرتا ہے؟

(۷۳) (رزق پیدا کرنے کی اس تمام کائناتی مشینری پر غور کرو اور سوچو کہ یہ کس کے قانون کی کارفرمائی ہے۔ پھر اس پر بھی غور کرو کہ اس تمام پروگرام میں تمہارا حصہ کس قدر ہے اور نظامِ خداوندی کا کس قدر؟ تم کسی نہج سے بھی غور کرو، بہرحال اسی نتیجہ پر پہنچو گے کہ اس کاوش میں تم صرف محنت کرتے ہو۔ باقی سب کچھ خدا کا نظام کرتا ہے۔ لہذا اس کے ماحصل (سامانِ زیست) میں بھی تمہارا حصہ بقدرِ تمہاری محنت کے ہو سکتا ہے۔ تم پورے کے پورے مالک نہیں بن سکتے)۔ یہ تمام ذرائع پیداوار از خود موجود رہتے ہیں —— یہ نہ تمہارے بنائے ہوتے ہیں نہ خریدے ہوئے۔ یہ تمہیں اس حقیقت کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ انہیں خدا نے بھوکوں کے لئے سامانِ زندگی بنایا ہے۔ (۴۱/۱۰)۔

(۷۴) لہذا صحیح روشِ زندگی یہ ہے کہ تم اس سامانِ نشوونما کو اپنے حلقوں اور گروہوں میں محدود کر دینے کے بجائے اسے نوعِ انسانی کی عالمگیر ربوبیت کے لئے کھلا رکھو اور یوں

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (۷۵) وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (۷۶) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (۷۷) فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (۷۸)
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۷۹) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۸۰) اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ (۸۱)
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (۸۲)

دنیا میں) خدا کی ربوبیتِ عظمیٰ کے قیام کے لئے سرگرمِ عمل رہو۔ (یہ وہ طریق ہے جس سے تمہاری ذات کی نشو و نما ہو جائے گی اور تمہاری اگلی زندگی جس کے تصور سے تمہیں اس وقت اس قدر گھبراہٹ ہو رہی ہے اور اس لئے تم اس سے انکار کر رہے ہو، بڑی حسین بن جائے گی)۔

۷۵ ۷۶ (قرآن اسی نظامِ ربوبیت کا ضابطہ ہے جس میں زندگی کے محکم اور غیر متبدل اصول دیئے گئے ہیں)۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہم ستاروں کے طلوع و غروب کے مقامات کو بطورِ شہادت پیش کرتے ہیں۔ ($\frac{۵۳}{۱}$ ؛ $\frac{۸۱}{۱۵-۱۰}$) ——— اور اگر تمہیں رموز و اسرارِ کائنات کا علم ہو، تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ شہادت کس قدر عظیم ہے۔

۷۷ ستاروں کی گذرگاہوں کی یہ شہادت تم پر واضح کر دے گی کہ یہ قرآن نوعِ انسان کے لئے کس قدر منفعت بخش، اور زندگی کی خوش حالیوں اور فراوانیوں کا کیسا محکم کفیل ہے۔ یہ ضابطہ

۸۰ ایک محفوظ کتاب کے اندر رکھ دیا گیا ہے ($\frac{۸۵}{۲۲-۲۱}$)۔ لیکن اس کے حقائق سے وہی لوگ صحیح معنوں میں مطلع ہو سکتے ہیں جنہیں قلب و دماغ کی پاکیزگی نصیب ہو۔ (اس سے بہرہ یاب ہونے کے لئے تطہیرِ فکر و نظر ضروری ہے۔ یعنی اگر انسان پہلے سے کچھ خیالات ذہن میں رکھ کر یا جذبات سے مغلوب ہو کر قرآن کا مطالعہ کرے تو وہ اس سے مستفیض نہیں ہو سکے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خالی الذہن ہو کر اور جذبات سے الگ ہٹ کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے)۔ یہ آئین اس خدا کی طرف سے بتدریج نازل ہوا ہے جو تمام نوعِ انسان کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (اسلئے اس کا مقصود بھی نوعِ انسان کی نشو و نما ہے)۔

۸۱ ۸۲ کیا تم ایسے ضابطۂ قوانین میں خیانت کرتے ہو؟ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اس کی صحیح تعلیم میں کمی بیشی کرتے ہو! کیا تم اپنے خود ساختہ خیالات کو اس کتاب کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو صحیح مقام سے پھسلانا چاہتے ہو؟ اور یہ سب اس لئے کرتے ہو کہ تمہاری روٹی کا سامان بہم پہنچتا رہے۔ تم اس کی تکذیب کو اپنے لئے ذریعۂ معاش بناتے ہو؟ کتنی بُری ہے یہ روش، اور کیسا پست ہے وہ مقصد جس کے لئے تم یہ سب کچھ کرتے ہو؟ اگر تم اس کے بجائے، اس کے پیش کردہ نظامِ ربوبیت کو قائم کرو، تو تمہیں اس دنیا میں بھی عزت کی روٹی ملے اور تمہاری اُخروی زندگی

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ

بھی درخشندہ ہوجائے)۔

۸۳-۸۴ (تم اس نخوت اور تکبّر کی وجہ سے قرآن کے سامنے نہیں جھکتے کہ ہم کسی دوسرے کے قانون کی اطاعت کیوں کریں خواہ وہ خدا ہی کا قانون کیوں نہ ہو۔ لیکن تم اس پر کبھی غور نہیں کرتے کہ تم تو زندگی کے ہر سانس میں قانونِ خداوندی کی اطاعت پر مجبور ہو۔ تم اپنے آپ کو اس کے احاطہ سے باہر لے جا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً) یہ تمہارا روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہوتا ہے اور اس کی سانس اس کے حلق میں اٹک جاتی ہے' تو تم بے بس ہوکر اس مرنے والے کو' اور ایک دوسرے کو تک رہے ہوتے ہو۔

۸۵ اس وقت' ہمارا قانونِ موت و حیات' تم سب کے مقابلہ میں' اُس مرنے والے کے قریب ہوتا ہے۔ یعنی اس پر اس قانون کی گرفت محکم ہوتی ہے اور تم سب بے بس ہوتے ہو۔ اس وقت

۸۶-۸۷ تمہاری نگاہ کبھی اس طرف نہیں جاتی کہ اگر تم فی الواقعہ خدا کے قانون کے تابع زندگی نہیں بسر کر رہے اور خود مختار ہو' تو تم مرنے والے کی زندگی کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچّے ہو کہ تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو' تو تمہاری یہ بیچارگی اور بے بسی کیوں ہوتی ہے؟

۸۸-۸۹ (یہ طبیعی قوانین' اپنے نتائج محسوس شکل میں سامنے لے آتے ہیں اس لئے انسان ان کے بارے میں شک و شبہ نہیں کرتا۔ لیکن خدا کا قانونِ مکافات چونکہ غیر مرئی' اور غیر محسوس طور پر کام کرتا ہے' اس لئے وہ اس کے متعلق یقین نہیں کرتا۔ حالانکہ اس کا قانونِ مکافات' اسی طرح برحق ہے' جس طرح طبیعی قانون۔ حقیقت یہ ہے کہ طبیعی قانون بھی تو قانونِ مکافات ہی کی ایک شکل ہے ـــــ اس میں بھی ہر عمل ایک متعین نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ یہی صورت اس قانونِ مکافات کی ہے جس کی رُو سے انسان کی انسانی زندگی کے اعمال کے نتائج مرتب ہوتے ہیں)۔ چنانچہ اگر یہ مرنے والا' اپنے اعمال کے لحاظ سے' خدا کے ہاں بلند مراتب کا مستحق ہوتا ہے تو اس کیلئے ہر طرح کی آسائش و راحت اور آسودگی و خوش حالی کی زندگی ہوتی ہے۔ (۵۶/۱۰-۱۱)۔

۹۰-۹۱ اور اگر وہ' دوسرے درجے پر اصحاب الیمین میں سے ہوتا ہے (۵۶/۲۷)۔ تو اس کے لئے بھی

الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

سلامتی اور عافیت ہوتی ہے۔

۹۲ لیکن اگر وہ ان میں سے ہوتا ہے جو غلط روش پر چلتے اور صحیح راستے کو جھٹلاتے ہیں۔

۹۳ ۹۴ تو اس کی تواضع کھولتے ہوئے پانی اور جھلسا دینے والی آگ سے ہوتی ہے۔ جس سے انسانی صلاحیتوں کی نشوونما رک جاتی ہے۔

۹۵ یہ سب کچھ (جسے اس وقت تمثیلی انداز میں بیان کیا جا رہا ہے) ایک حقیقت ہے جو واقع ہو کر رہے گی۔

۹۶ (سو جب واقعہ یہ ہے کہ) تو پھر تمہارے لئے اس کے سوا اور کونسی روش زندگی ہو سکتی ہے کہ تم اپنے نشوونما دینے والے کے ربوبیت عامّہ کے پروگرام کو مشہود طور پر مستحق حمد و ستائش بنانے کے لئے، سرگرم عمل رہو۔ یعنی اسے اس انداز سے متشکل کرو کہ ساری دنیا پکار اٹھے کہ فی الواقعہ قابل صد ہزار حمد و ستائش ہے وہ ذات جس کا نظام ایسے خوشگوار اور انسانیت ساز نتائج پیدا کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣﴾

---

۱ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے، سب خدا کے متعین فرمودہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے۔ وہ بڑے ہی غلبہ کا مالک ہے۔ لیکن اس کا غلبہ اندھی قوت نہیں۔ وہ سراسر حکمت پر مبنی ہے۔

۲ ساری کائنات میں صرف اسی کا قانون نافذ العمل ہے۔ یہاں اور کسی کی حکومت نہیں۔ حتیٰ کہ زندگی اور موت بھی اسی کے قانون کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس نے ہر شے کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں۔ (انہی اندازوں کو اس کا قانون کہا جاتا ہے) اور ان پر اسے پورا پورا کنٹرول ہے۔

۳ اُس کی ذات، زمان و مکان کی نسبتوں سے ماوراء ہے۔ سب سے اوّل بھی وہی ہے اور سب سے آخر بھی وہی۔ اس کے لئے نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔ وہ ہر شے پر غالب ہے لیکن اس کا غلبہ غیر مرئی اور غیر محسوس طور پر کام کرتا ہے (قانون ہوتا ہی غیر مرئی اور غیر محسوس ہے' لیکن اس کے نتائج محسوس اور مرئی ہوتے ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ جملہ کائنات' اس کی صفتِ خالقیت و ربوبیت کی مظہر اور اس کی ہستی کی زندہ شہادت ہے' لیکن اس کی ذات' انسانی نگاہوں سے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۤءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

پنہاں او مستور ہے۔ اس اعتبار سے وہ باہمہ بھی ہے اور بے ہمہ بھی[1]۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

۴ اس نے کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو، چھ مختلف ادوار میں، متنوع منازل سے گذار کر پیدا کیا، اور اس کا مرکزی کنٹرول اپنے دست قدرت میں رکھا۔ جو کچھ زمین سے نکلتا اور جو کچھ اس کے اندر داخل ہوتا ہے۔ جو کچھ فضا کی بلندیوں سے نیچے اترتا اور جو کچھ اوپر چڑھتا ہے۔ وہ ان سب کا علم رکھتا ہے۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، سب اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔

۵ کائنات میں سارا اقتدار و اختیار اسی کا ہے۔ ہر معاملہ اسی کے قانون کے گرد گردش کرتا ہے۔ ہر بات کا فیصلہ، اسی کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ کوئی اس کے احاطہ سے باہر نہیں جا سکتا۔

۶ یہ اسی کا قانون ہے جس کی رُو سے رات، آگے بڑھتی بڑھتی، دن کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور دن، سرکتا سرکتا، رات کے آغوش میں جا چھپتا ہے۔ وہ صرف خارجی کائنات کے رموز و اسرار سے ہی واقف نہیں، وہ انسانوں کے دل میں گذرنے والے خیالات تک سے باخبر ہے۔

۷ لہٰذا، تم اس خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے اس رسول پر، جس کی وساطت سے اس نے اپنا قانون انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔ (اس ایمان کا عملی مظاہرہ یہ ہے کہ) تم رزق کے سرچشموں کو، جو دوسروں کی جانشینی سے اب تمہاری تحویل میں آئے ہیں، نوع انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھو۔

---

[1] الٰہیات کی اصطلاح میں یوں کہا جائے گا کہ وہ (TRANSCENDENT) بھی ہے اور (IMMANENT) بھی۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۰﴾

یاد رکھو! تم میں سے جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور اپنے مال اور رزق کے سرچشموں کو ربوبیت عامہ کے لئے کھلا رکھیں گے' تو ان کے لئے اس کے نتائج بڑے بلند اور ذی شان ہوں گے۔

۸ ان تصریحات کے بعد' تم بتاؤ کہ وہ کونسی چیز ہے جو تمہیں خدا کے اس نظام پر ایمان لانے سے روکتی ہے' درانحالیکہ یہ نظام محض نظری حیثیت نہیں رکھتا بلکہ خدا کا رسول تمہیں اس کی طرف عملی دعوت دے رہا ہے۔ اور وہ تم سے اس کا پختہ عہد بھی لے چکا ہے۔ سو جب تم اس پر ایمان بھی لا چکے ہو' اور اس کا عہد بھی کر چکے ہو' تو اب اس کی عملی تشکیل میں کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟

۹ تمہیں معلوم ہے کہ رسول کی اس دعوت کا مقصد کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ تمہیں موت کی تاریکیوں سے نکال کر زندگی کی تابناک روشنی میں لے آئے۔ اس مقصد کے لئے خدا نے اس کی طرف یہ ضابطہ قوانین نازل کیا ہے۔ وہ چاہتا یہ ہے کہ تمہاری پوری پوری نشو و نما ہو جائے۔ (اس نے تمہاری طبیعی نشو و نما کے لئے' زمین کے دسترخوان پر رزق بکھیر دیا۔ اور تمہاری ذات کی نشو و نما کے لئے یہ ضابطہ ہدایت نازل کر دیا)۔

۱۰ تم سوچو کہ جب حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' سب خدا کی ملکیت ہے' تو تمہارے لئے یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ تم رزق کے سرچشموں کو اپنی ملکیت سمجھ لو اور انہیں ربوبیت عامہ کے لئے کھلا نہ رکھو؟

یہ بھی یاد رکھو کہ (جو لوگ نظام خداوندی کے ان دیکھے نتائج پر یقین کر کے' اس کے قیام کے لئے عملی کوشش کرتے ہیں اور اس مقصد کے لئے) اپنا مال بھی کھلا رکھتے ہیں' اور عند الضرورت سربکف میدان جنگ میں بھی آجاتے ہیں' وہ السابقون الاولون ہوتے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ⑬

ہیں۔ ان کے مدارج 'یقیناً' اُن لوگوں سے بلند ہوتے ہیں جو اس نظام کے قیام کے بعد آسکے نتائج کو سامنے دیکھ کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔ بنابریں 'تم میں سے جن لوگوں نے اپنے مال و دولت کو اس نظام کے غلبہ (سلسلۂ فتوحات) سے پہلے' اس مقصد کے لئے وام کر رکھا تھا' اور جو اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے' مخالفین کے مقابلے کے لئے میدانِ جنگ میں نکل آتے تھے' ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے' جنہوں نے اس کے بعد ایسا کیا۔ اوّل الذکر کے درجات بہت بلند ہیں۔ اگرچہ ان سب کے لئے خدا نے خوشگواریوں اور کامرانیوں کے وعدے کر رکھے ہیں (اور نظامِ خداوندی کے ثمرات میں ان سب کا حصہ ہے)۔ یہ اس لئے کہ خدا' ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے' (اور اس کے ہاں مدارج کا تعین' اعمال کی نسبت سے ہوتا ہے۔ ۵۵/۶۲؛ ۵۶/۸—۱۲)۔

۱۱ نظامِ خداوندی کے قیام اور استحکام کے لئے جو شخص بھی اپنی دولت' حسن کارانہ انداز سے اس نظام کے حوالے کرے گا' تو اس کا دیا ہوا مال' دوگنا چوگنا ہو کر اس کی طرف واپس آجائیگا۔ یعنی اس سے ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں ہر طرح کی فراوانیاں اور خوشگواریاں ہونگی۔ اور اس کی اپنی ذات کی بھی ایسی نشو و نما ہو جائے گی جس سے وہ بڑی عزت و تکریم کی حامل ہو جائیگی۔ (اس طرح' اس کا حال اور مستقبل —— دنیا اور آخرت —— دونوں روشن ہو جائیں گے)۔

۱۲ ایسے روشن کر تو دیکھے گا کہ مومن مردوں اور عورتوں کی پیشانیوں کا نور' ان کے آگے آگے (دائیں بائیں) چل رہا ہوگا تاکہ ان کی زندگی کی تمام راہیں جگمگا اٹھیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے اس جنتی معاشرہ کی بشارتیں ہیں جس کی بہاروں پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ جس کی شادابیاں ہمیشہ تر و تازہ رہیں گی —— اور یہ زندگی کی بہت بڑی کامرانی ہے' جس کے حصے میں آجائے۔

۱۳ اور یہ لوگ جو آج تمہارے ساتھ منافقت برت رہے ہیں —— یعنی بظاہر تمہارے ساتھ

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ
جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ
مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

چل رہے ہیں لیکن درحقیقت تم سے الگ ہیں ——— اُس وقت مومنین سے کہیں گے کہ ذرا
ٹھہرو! ہم بھی تمہاری اس روشنی سے اکتسابِ ضیا کرلیں (کچھ فائدہ اٹھالیں)- تو ان سے
کہا جائے گا کہ (یہ روشنی دوسروں سے مانگے نہیں ملا کرتی- یہ شمع اپنے اپنے اعمال کے تیل سے
روشن ہوا کرتی ہے اس لئے تم اگر جا سکتے ہو تو) پچھلی زندگی کی طرف لوٹ جاؤ اور وہیں سے
اس روشنی کو تلاش کرو- (اس لئے کہ یہ روشنی ان اعمال کا نتیجہ ہے جو دنیاوی زندگی میں سرزد
ہوئے تھے- اور چونکہ دنیاوی زندگی کی طرف کوئی لوٹ نہیں سکتا اس لئے انہیں کہیں سے
روشنی نہیں مل سکے گی ——— جس کا دیا اس زندگی میں بجھ گیا وہ اُس زندگی میں بھی تاریکیوں
ہی میں رہے گا- (۵۷/۱۲) - ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی (۵۷/۱۳)-
جس میں ایک دروازہ ہوگا- اس کے اندر کی طرف (جہاں خلوص قلب والے مومن ہوں گے) رحمت
ہی رحمت ہوگی- اور باہر کی طرف (جہاں منافقین ہوں گے) عذاب ہی عذاب ہوگا- (ایمان
اور منافقت میں ظاہری بُعد تو ایک اوٹ ہی کا ہوتا ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے وہ ایک
دوسرے کی ضد ہوتے ہیں)-

۱۴ وہ منافقین ان مومنین کو آواز دے کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں ہوا کرتے
تھے؟ (اس لئے اب تم ہم سے الگ کیوں ہو رہے ہو!) - وہ کہیں گے کہ یہ ٹھیک ہے کہ تم (ظاہراً)
ہمارے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو دھوکے میں رکھا تھا- تم ہمیشہ کنارے
پر کھڑے اس انتظار میں رہتے تھے کہ دیکھیں! پلڑا کس طرف جھکتا ہے تاکہ اُسی طرف تم بھی ہو لو-
تم نظام خداوندی کی صداقت کے بارے میں ہمیشہ شک اور اضطراب میں رہتے تھے- تمہاری
انفرادی مفاد پرستیاں تمہیں طرح طرح کا فریب دیا کرتی تھیں- تم اسی کشمکش اور دھوکے
میں رہے تاآنکہ قانونِ خداوندی کی رُو سے فیصلہ کن انقلاب آگیا- (لہٰذا تم کس طرح کہہ سکتے ہو
کہ تم ہمارے ساتھ ہوا کرتے تھے!)-

۱۵ (پھر تم نے اپنے آپ کو اس فریب میں بھی رکھا کہ اگر خدا کے ہاں گرفت ہوئی تو ہم کچھ
دے دلا کر چھوٹ جائیں گے)- اب تم دیکھو گے کہ اس عذاب سے فدیہ دے کر نہ تم ہی چھوٹ سکو گے

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱۶﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۱۸﴾

اور نہ ہی وہ لوگ جو کھلے بندوں، قانونِ خداوندی سے انکار اور سرکشی اختیار کرتے تھے۔ (تم دونوں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہو)۔ لہٰذا، تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہی تمہارا کارساز و رفیق ہے۔ ——— اب تم دیکھ لوگے کہ تمہارا انجام کس قدر بُرا ہے۔

۱۶ یہ لوگ جو جماعتِ مومنین میں داخل ہو چکے ہیں لیکن ان میں ہنوز ایمان کی کمزوری ہے، (۴۸/۱۴) کیا ان کے لئے (حقائق کے اس طرح بے نقاب ہو جانے کے بعد بھی) پختگیٔ ایمان کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل، قوانینِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں ——— یعنی اس قانون کے سامنے جو ایک حقیقتِ ثابتہ کی طرح نازل ہوا ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے، آسمانی کتابیں دی گئی تھیں لیکن، جب اس پر ایک لمبا عرصہ گذر گیا، تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے اکثر، صحیح راستہ چھوڑ کر، دوسرے راستوں پر چل نکلے۔

۱۷ (ان لوگوں کے لئے جن کے ایمان میں ابھی تک پختگی پیدا نہیں ہوئی، مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ انہیں زندگی کا صحیح راستہ مل سکتا ہے ؟) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ خدا کا قانون زمین مردہ کو پھر سے زندگی عطا کر دیتا ہے ؟ اسی طرح، اس ضابطۂ خداوندی کی رو سے، انہیں بھی حیاتِ نو مل سکتی ہے۔

ہم نے تم سے، اپنی باتیں واضح طور پر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم عقل و فکر سے کام لے کر، صحیح نتیجہ تک پہنچ سکو۔

۱۸ یاد رکھو! جو لوگ ——— مرد ہوں یا عورتیں ——— اپنے دعوۓ ایمان کو، اپنے اعمال سے سچا کر کے دکھاتے ہیں۔ یعنی حسنِ کارانہ انداز سے، اپنی دولت کو نظامِ خداوندی کے لئے "قرض" دیتے ہیں تو ان کا دیا ہوا، انہیں، بڑھ چڑھ کر واپس مل جاتا ہے، اور اس کے ساتھ انہیں نہایت عزت و تکریم کی زندگی عطا ہو جاتی ہے (اس دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی)۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۹ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰

(۳) (۲۹) (۱۸)

۱۹ جو لوگ اس طرح خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جو اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہوتے ہیں اور اپنی عملی جدوجہد سے نظام ربوبیت کے شاہد (نگران) بن جاتے ہیں۔ (۴۹/۱۵)۔ ان کے لئے بلند مدارج ہیں اور وہ روشنی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے (۵۷/۱۲)۔ ان کے برعکس، جو لوگ اس ضابطۂ حیات سے انکار کرتے ہیں اور ہمارے قوانین کو جھٹلاتے ہیں، تو یہ وہ لوگ ہیں (جن کی زندگی کی راہیں تاریک رہتی ہیں اور وہ) آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ اہل جہنم ہیں۔

۲۰ (ان کی نگاہیں صرف طبیعی زندگی کے پیش پا افتادہ مفاد پر ہوتی ہیں، حالانکہ قرآن کے دیئے ہوئے بلند تصور کے مقابلہ میں، طبیعی مفاد، کی حیثیت محض) کھیل تماشے کی سی ہوتی ہے جس سے کچھ وقت کے لئے دل بہلا لیا جائے۔ یا زیبائش و آرائش کر لی جائے۔ یا اس پر فخر کیا جائے کہ میرے پاس دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ساز و سامان ہے۔ یا مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی دوڑ لگائی جائے۔ (یہ چیزیں بھی ضروری ہیں بشرطیکہ انہیں زندگی کے بلند مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھا جائے۔ لیکن اگر انہیں مقصود بالذات سمجھ لیا جائے تو یہ تصور باطل ہے۔ اس طرح ان سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کی) مثال ایسی کھیتی کی سی ہے جو بارش کے ایک چھینٹے سے اُگ کھڑی ہو اور اسے دیکھ کر کسان بہت خوش ہو جائے۔ لیکن ایسی کھیتی دوسرے ہی دن خشک ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ذرا سی دھوپ سے زرد پڑ جاتی ہے اور پھر چُور چُور ہو کر مرجھا جاتی ہے۔ اور مآل کار اُس کسان کے لئے انتہائی مصیبت کا باعث بن جاتی ہے۔ ان تباہیوں سے بچنے کی صورت ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اپنی تمام جدوجہد کو قوانین خداوندی سے ہم آہنگ رکھے۔
پھر سمجھ لو کہ محض طبیعی زندگی کو مقصود حیات سمجھ لینے سے سامانِ زیست تو ضرور

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

مل جاتا ہے لیکن وہ متاع بڑی ناپائیدار اور کم قیمت کی ہوتی ہے اور اس سے انسان دھوکا کھا جاتا ہے (۱۶/۹۲ ; ۸۳/۲۶ ; ۱۰۲/۱)۔

۲۱ (تفاخر و تکاثر یعنی ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا جذبہ بیشک انسانوں میں ہوتا ہے[1]۔ لیکن تم نے اس جذبہ کی تسکین کے لئے میدان غلط منتخب کیا ہے۔ اس کے لئے صحیح میدان یہ ہے کہ) تم قوانین خداوندی کے اتباع سے تخریبی قوتوں سے حفاظت طلب کرو۔ اور اُس جنت کو حاصل کرو جس کی آسائشیں اور مسرتیں ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ـــــ وہ کسی خاص مقام میں محدود نہیں۔ اس کی وسعت ' زمین و آسمان کو محیط ہے (۳/۱۳۲)۔ ـــــ وہ تیار رکھی ہے اُن کے لئے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں۔ یہ آسائشیں اور خوش حالیاں ' ہر اس شخص کو مل سکتی ہیں جو انہیں ' قوانین خداوندی کے مطابق حاصل کرنا چاہے۔ خدا بڑی آسائشوں اور خوش حالیوں کا عطا کرنے والا ہے۔

ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہو تو اس میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

۲۲ (ہم نے قانون یہ بتایا ہے کہ معاشی خوش حالیاں اسے حاصل ہوتی ہیں جو انہیں خود حاصل کرنا چاہے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ رزق کمانے کی استعداد ' مختلف افراد میں ' پیدائشی طور پر مختلف ہوتی ہے۔ نیز ' بعض خارجی حوادث کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک شخص میں کمائی کی استعداد کم ہو جاتی ' یا بالکل ہی جاتی رہے۔ تو ' مندرجہ بالا قانون کے مطابق ایسے لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے۔ یہ تمام امور ہماری نگاہ میں ہیں ' اس لئے) ہم نے ان

---

[1] تحفظ خویش (PRESERVATION OF SELF) زندگی کا تقاضا ہے جو ہر جاندار کے اندر جبلی طور پر (BY- INSTINCT) موجود ہے۔ دوسروں سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ اسی تقاضے کا پیدا کردہ ہے۔ اگر انسان اس جذبہ کی تسکین اس طرح کرے کہ اس کی ذات کی نشوونما دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو جائے ' تو یہ چیز حیوانی سطح سے بلند ہو کر انسانی سطح کا تقاضا بن جائے گی۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝۲۳ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۴ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا

داخلی یا خارجی حوادث کے رونما ہونے سے پہلے ہی اپنے ضابطہ قوانین میں اس کی تلافی کا سامان رکھ دیا ہے۔ ہمارے نظام ربوبیت میں اس قسم کی شق کا رکھا جانا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

۲۳ اس نظام میں تمام افراد کی محنت کا ما حصل تمام انسانوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو اکتساب رزق کی استعداد کم ملی ہے۔ یا وہ کسی وجہ سے کم یا سلب ہو گئی ہے تو اس سے اس کی ضروریات پوری ہونے میں کچھ کمی نہیں واقع ہوتی۔ لہٰذا اس کی اکتسابی قوت میں کمی اس کے لئے ذرا بھی باعث تاسف یا وجۂ غم نہیں بنتی۔ دوسری طرف اس سے یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو زیادہ استعداد حاصل ہوتی ہے وہ اسے اپنی ذاتی ہنرمندی سمجھ کر اس پر اتراتے نہیں کیونکہ وہ اس کی رُو سے حاصل شدہ فراواں رزق کو اپنی انفرادی ملکیت نہیں سمجھتے۔ وہ جانتے ہیں کہ ایسے لوگ جو خود پسند ہوں اور ایسی باتوں کی وجہ سے بڑا بننے کی کوشش کریں جو ان کی اپنی پیدا کردہ نہیں، قوانین خداوندی کی نگاہوں میں پسندیدہ نہیں قرار پاتے۔

۲۴ یعنی ایسے لوگ جو سب کچھ سمیٹ کر اپنے لئے مخصوص کر لیتے ہیں ـــــ حالانکہ اس میں بیشتر حصہ ان اسباب و ذرائع کا ہوتا ہے جو ان کے اپنے پیدا کردہ نہیں ہوتے ـــــ اور اس خیال سے کہ ان کی یہ روش قابل اعتراض قرار نہ پائے، ایسا معاشرہ قائم کرتے ہیں اور اس میں ایسے قوانین نافذ کرتے ہیں جن کی رُو سے اس قسم کی روش معیوب ہی نہ سمجھی جائے۔ یہ لوگ قوانین خداوندی سے علانیہ سرکشی اختیار نہیں کرتے (کہ علانیہ ایسا کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہوتی، بلکہ) اس سے گریز کی راہیں نکالتے رہتے ہیں۔

ان سے کہدو کہ اللہ کا نظام ان سے مستغنی ہے۔ وہ اپنے بروئے کار آنے کے لئے ان کی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے آپ کو قابل حمد و ستائش بنانے کے لئے اپنے اندر کافی قوت رکھتا ہے۔

۲۵ اس مقصد کے لئے خدا نے ایسا انتظام کیا ہے کہ وہ، مختلف اقوام کی طرف، اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجتا ہے۔ اور ہر رسول اپنے ساتھ ضابطہ قوانین بھی لاتا ہے۔ وہ اس

الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾

ضابطۂ قوانین کی رُو سے ایسا معاشرہ قائم کرتے ہیں جس میں ہر شخص کا عمل ٹھیک ٹھیک نتیجہ مرتب کرے اور یوں لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ اس معاشرہ کے استحکام کے لئے اس نے ضابطۂ قوانین کے ساتھ' شمشیر خارہ شگاف (فولاد) بھی نازل کی ہے جس میں بڑی سختی ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ سختی عدل و انصاف کے نظام کے قیام' اور مظلوموں کی حفاظت کے کام آتی ہے اس لئے یہ نوع انسان کے لئے' مضرت رساں ہونے کے بجائے' بڑی منفعت بخش ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کون سے وفاشعار بندے ہیں جو اس نظام خداوندی کی مدد کرتے ہیں جو اس کے رسولوں کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے' حالانکہ اس کے درخشندہ نتائج ہنوز مرئی شکل میں' ان کے سامنے نہیں آئے ہوتے' اور وہ اپنے یقین محکم کی بنا پر اس کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہیں۔ یوں خدا کا وہ نظام' جو اپنے اندر غلبہ اور قوت رکھتا ہے' ان لوگوں کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے۔

۲۶ یہ تھا وہ مقصد عظیم جس کے لئے ہم نے مختلف انبیاء کو بھیجا تھا ـــــ مثلاً نوح اور ابراہیم کو بھیجا' اور ان کی نسل میں کتاب اور نبوت کو جاری رکھا ـــــ ان کی نسل میں سے کچھ لوگ تو راہ راست پر آگئے اور بہت سے غلط راستوں پر چلتے رہے۔

۲۷ پھر ہم نے' ان کے بعد انہی کے نہج پر اور رسول بھی بھیجے۔ اور (سلسلۂ بنی اسرائیل میں) سب سے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی۔ جو لوگ اس کی پیروی کرتے تھے' ان کے دل میں خلق خدا کے لئے شفقت' اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا کر دیئے (یعنی عیسیٰ کی تعلیم کا یہ نتیجہ تھا)۔ باقی رہا مسلک رہبانیت (خانقاہیت) جسے تم ان

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

ان کے ہاں مروّج دیکھتے ہو تو اسے انہوں نے از خود وضع کرلیا تھا۔ ہم نے ان کے لئے اسے مقرر نہیں کیا تھا (دین رہبانیت سکھانے کے لئے آتا ہی نہیں)۔ انہوں نے اسے بزعم خویش اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کیا تھا۔ لیکن اسے بھی جیسا نباہنا چاہئے تھا نباہ نہ سکے۔ (یعنی ایک تو وہ مسلک ہی ان کا خود وضع کردہ تھا۔ خدا کا مقرر کردہ نہیں تھا۔ پھر اپنے وضع کردہ مسلک کو بھی نباہ نہ سکے ——— وہ مسلک ایسا تھا ہی نہیں جسے نباہا جاسکے)۔

سو ان میں سے جو لوگ اب (قرآن پر) ایمان لاچکے ہیں ہم انہیں ان کا اجر عطا کردیں گے لیکن ان میں سے اکثر غلط راہوں پر چل رہے ہیں۔

۲۸ (یہ ہے ہمارا وہ نظام جو شروع سے چلا آرہا ہے۔ لہٰذا) اے جماعت مومنین! تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور جو کچھ تم سے تمہارا رسول وحی کی رُو سے کہتا ہے اس پر یقین رکھو اور اس کی اطاعت کرو۔ اس طرح وہ تمہیں سامان رحمت و ربوبیت کے دوھرے دوھرے حصے دے گا (ایک حصہ اس دنیا میں اور دوسرا آخرت میں)۔ اور تمہیں (قرآنی بصیرت کی) ایسی شمع نورانی عطا کردے گا کہ تم زندگی کی جن راہوں پر بھی چلو گے وہ روشن ہوتی جائیں گی۔ اور اس طرح تم ہر قسم کی تباہی اور بربادی سے محفوظ رہو گے۔ یاد رکھو! اللہ کے نظام میں تباہیوں سے حفاظت اور زندگی کی نشو و نما کا سامان دونوں موجود ہیں۔

تم نے یہ روش اختیار کی تو اس کا نتیجہ ہو گا کہ یہ اہل کتاب (یہود جو اس وقت اس دعوت کی اس طرح مخالفت کر رہے ہیں اور اپنی دولتمندی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ رزق کے خزانوں کی کنجیاں انہی کے ہاتھ میں ہیں) اچھی طرح جان لیں گے کہ خدا کی طرف سے ملنے والے سامان زیست پر انہی کی اجارہ داری نہیں۔ اسے قرآن پر ایمان رکھنے والے بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ رزق کی بست و کشاد قانون خداوندی سے وابستہ ہے۔ جو چاہے اسے اس کے قانون کے مطابق حاصل کرسکتا ہے۔ وہ صاحب فضل عظیم ہے۔ وہ کسی ایک نسل (بنی اسرائیل) کا خدا نہیں۔ عالمگیر انسانیت کا نشو و نما دینے والا ہے۔ (۲/۱)۔

سورۃ المجادلۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ

اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ

اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗىِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

---

۱ اللہ نے اس عورت کی بات سُن لی ہے۔ جو تجھ سے (اے رسولؐ!) اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی' اور اپنی مظلومیت کے متعلق خدا سے فریاد کر رہی تھی (اس نے عدالت خداوندی میں استغاثہ دائر کیا تھا)۔ اللہ تم دونوں کے سوال و جواب کو سُن رہا تھا۔ وہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (اب اِس بارے میں خدا کا فیصلہ سُن لو)۔

۲ بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو (جہالت کی وجہ سے غصّہ میں آکر) ماں کہہ دیں' وہ اس سے ان کی سچ مچ کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ (اس لئے محض ایسا کہہ دینے سے انہیں ان پر حرام نہیں ہو جانا چاہیئے)۔ ان کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے (۳۳/۴)۔ جو لوگ غصّہ میں آکر اس قسم کی بات کہہ دیتے ہیں' تو یہ بیہودگی اور لغویت ہوتی ہے' اور حقیقت کے بالکل خلاف۔ سو خدا کا قانون یہ ہے کہ اس قسم کی لغو بات سے درگذر کیا جائے (اسے حقیقت پر محمول کر کے

لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ؕ

بیوی کو اس پر حرام نہ قرار دیدیا جائے)۔ اور اس طرح' اس لغویت کے تباہ کن نتائج سے انہیں محفوظ رکھا جائے۔

۳ (لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ معاشرہ میں اس قسم کی لغویتوں کو عام ہونے دیا جائے سنجیدہ لوگوں کا معاشرہ ایسا نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا) جو لوگ اپنی بیوی کو ماں (یا ایسے ہی کوئی اور الفاظ) کہہ بیٹھیں' اور اس کے بعد پشیمان ہو کر اپنی اس بیہودہ بات کو واپس لینا چاہیں' (تو انہیں کچھ جرمانہ ادا کرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے آپ پر قابو رکھنا سیکھیں اور یونہی جو جی میں آئے منہ سے نکال دیا کریں۔ وہ جرمانہ یہ ہے کہ) قبل اس کے کہ وہ بحیثیت میاں بیوی ایک دوسرے کے پاس جائیں' ایک غلام آزاد کریں۔ یہ اس لئے ہے کہ تم آئندہ کے لئے نصیحت پکڑو۔ اور اللہ تمہارے تمام معاملات سے باخبر ہے۔

۴ جس کے پاس غلام نہ ہو' یا غلام آزاد کرانے کی استطاعت نہ ہو (یا اس زمانے کے غلاموں کے ختم ہو جانے کے بعد جب غلام باقی ہی نہ رہیں تو) اس صورت میں' وہ تعلقات زناشوئی سے پہلے دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ ہو' تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلائے۔ یہ اس لئے کہ تم اس نظام خداوندی کی صداقت پر یقین محکم رکھو جو اس کے رسولؐ کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے۔

یہ خدا کی مقرر کردہ حدود ہیں جن کے اندر رہنا ضروری ہے۔ (اگر اس باب میں سہواً غلطی ہو جائے' تو اس کے ازالہ کی شکل وہ کفارہ ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لیکن جو لوگ سرے سے ان حدود ہی کا انکار کریں' تو وہ کافر ہیں) اور کافروں کے لئے الم انگیز تباہی ہے۔

۵ جو لوگ اس طرح' نظام خداوندی سے انکاراً اور اس کی مخالفت کرتے ہیں' وہ آخر الامر ذلیل و خوار ہوں گے' جس طرح وہ لوگ ذلیل و خوار ہوتے جو ان سے پہلے اسی طرح حق کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ ہم نے اپنے قوانین واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ ان کی مخالفت کرنے والوں کیلئے

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ
وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٦﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ
اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ﴿٧﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ

ذلت آمیز تباہی ہے۔

۶ جس دن خدا ان سب کو اٹھا کھڑا کرے گا' تو انہیں ان کے اعمال (کے نتائج) سے آگاہ کرے گا۔ لوگ تو بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا تھا' لیکن خدا کا قانونِ مکافات ہر بات کو محفوظ رکھتا ہے۔ سب کچھ اس کے سامنے رہتا ہے۔

۷ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے' خدا کو اس کا علم ہے۔ اگر کہیں کوئی تین آدمی خفیہ مشورہ کرتے ہیں تو ان میں چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں پانچ آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہوتی ہے تو ان میں چھٹا خدا ہوتا ہے۔ (یہ اعداد تو محض مثالاً بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ) ان سے کم ہوں یا زیادہ۔ جہاں کہیں' اور جتنے بھی وہ ہوں' خدا ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر وہ' ان اعمال کے نتائج کے ظہور کے وقت' انہیں ان سے باخبر کر دیتا ہے۔ یقیناً خدا کو ہر بات کا علم ہوتا ہے۔

۸ کیا تو نے ان لوگوں کے متعلق غور نہیں کیا جنہیں خفیہ مشوروں سے روکا گیا تھا' لیکن وہ پھر وہی کچھ کرتے ہیں۔ یعنی وہ مختلف قسم کے جرائم کے ارتکاب کے لئے خفیہ مشورے کرتے رہتے ہیں۔ ان میں ایسے جرائم بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق ان کی ذات تک محدود ہوتا ہے' اور وہ بھی جن کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے' حتیٰ کہ وہ نظامِ خداوندی کے خلاف بھی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ (یہ سب کچھ منافقت سے کرتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب تیرے پاس آتے ہیں تو (ہلکی آواز میں' مبہم طور پر) ایسے الفاظ میں تجھ سے دعا سلام کرتے ہیں' جو الفاظ' سلام اور دُعا کے لئے خدا نے تجویز نہیں کئے۔ پھر اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر اللہ سب کچھ جانتا ہے تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں' اس پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ (انہیں کیا معلوم کہ خدا نے ان کے لئے) جو جہنم تیار کر رکھا ہے وہ ان کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ وہ اس میں داخل کئے جائیں گے (اور دیکھیں گے

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۖ وَإِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ
وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـًٔـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کہ) وہ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے۔

۹ اے جماعتِ مومنین! جب تم نے باہمی مشورے کرنے ہوں' تو جرائم کے ارتکاب اور نظامِ خداوندی کے خلاف سرکشی کے مشورے مت کرو۔ ہمیشہ بھلائی اور تقوے (قوانین خداوندی کی نگہداشت) سے متعلق امور میں مشورے کرو۔ مختصراً یہ کہ تم ہر معاملہ میں قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو' اس لئے کہ وہی تمہاری تمام سعی وعمل کا مرکز اور تگ وتاز کا منتہی ہے۔ تمہاری گردش اسی محور کے گرد ہونی چاہیئے۔

۱۰ یاد رکھو! منافقین کے مشوروں کے محرک' ان کے مفاد پرستانہ جذبات ہوتے ہیں جو انہیں سرکشی پر اُبھارتے رہتے ہیں۔ مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ اس سے جماعتِ مومنین افسردہ خاطر اور دل شکستہ ہو جائے۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں کہ وہ انہیں (جماعتِ مومنین کو) کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے کہ نفع یا نقصان قانونِ خداوندی کے مطابق ہوتا ہے اور جماعتِ مومنین ان قوانین کا پورا پورا خیال رکھتی ہے' اس لئے اس قسم کی حرکات ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ انہیں قوانین خداوندی کی محکمیت پر کامل اعتماد ہے۔

۱۱ (اے جماعتِ مومنین! یہ منافقین جب تمہاری مجلس میں آتے ہیں تو باہمی سرگوشیوں کے لئے' ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر بیٹھتے ہیں۔ لہذا) جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کشادہ ہو کر بیٹھو' تو فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو کر بیٹھ جایا کرو۔ (اس طرح انہیں بھی ایک دوسرے سے ہٹ کر بیٹھنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں' خود تمہاری جماعت میں بھی کسی کو یہ شبہ پیدا نہیں ہوگا کہ اس کے خلاف کوئی سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ مجلس میں بیٹھنے کا عام انداز ایسا ہی ہونا چاہیئے) اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کی راہیں کھول دے گا۔ اور جب کہا جائے کہ مجلس برخاست ہوتی ہے اس لئے تم اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ (یہ باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی سی ہیں' لیکن ان کے اثرات بڑے دُوررس ہوتے ہیں' اس لئے ان کی پابندی سے) اللہ اُن کے درجات بلند کرے گا

اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ع ۲

جو دل سے ان باتوں کو صحیح اور سچا مانتے ہیں اور ان کی حکمت و غایت کا علم رکھتے ہیں۔ یاد رکھو! خدا کا قانونِ مکافات تمہارے تمام اعمال سے باخبر رہتا ہے۔

۱۲ اے جماعتِ مومنین! اگر تم نے رسولؐ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنی ہو تو پہلے اپنی استطاعت کے مطابق منفعتِ عامہ کے لئے کچھ عطیہ دے دیا کرو۔ یہ چیز تمہارے لئے بڑی مفید رہے گی اور اس سے کئی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔ (اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یہ منافقین جو گھڑی گھڑی رسولؐ اللہ سے علیحدگی میں بات کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اس سے رُک جائیں گے) لیکن اگر تمہارے پاس کسی وقت کچھ دینے کے لئے نہ ہو تو خیر۔ (تم رسولؐ سے یہ بات کہہ دیا کرو)۔ اللہ کے قانون میں ایسے مواقع کے لئے رعایت رکھ دی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے مقصد تمہاری حفاظت اور تربیت ہے (تم پر سختی کرنا مقصود نہیں)۔

۱۳ تمہیں اس حکم سے کہ رسولؐ کے ساتھ علیحدگی میں بات کرنے سے پہلے کچھ عطیہ دے دیا کرو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ (اس سے تمہارے رسولؐ کا بہت سا قیمتی وقت جسے لوگ فضول باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں بچ جائے گا۔ باقی رہے وہ لوگ جن میں کچھ ادا کرنے کی استطاعت نہیں تو) ان کے لئے اس حکم میں پہلے ہی رعایت رکھ دی گئی ہے۔ ویسے بھی اس قسم کی تدابیر کی ضرورت تنظیم کے ابتدائی مراحل میں پڑتی ہے۔ تم نظامِ صلوٰۃ قائم کرنے کے لئے پوری پوری جدوجہد کرو ——— اس نظام میں باہمی مشوروں کا انداز ہی اور ہوتا ہے (۴۲/۳۸)۔ اور انسانیت کی نشوونما بہم پہنچانے کا اہتمام کرو۔ اس مقصد کے لئے تم نظامِ خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرو۔ پھر اس قسم کی احتیاطی تدابیر کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یاد رکھو! خدا تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا
أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُ
هُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ
لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾

---

۱۴ (اس وقت ان تدابیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ تمہارے اندر منافقین آگھسے ہیں جو تمہارے نظام کے لئے بڑے خطرے کا موجب ہیں) ان کی حالت یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی کے رشتے جوڑتے ہیں، جو نظامِ خداوندی کی مخالفت اور سرکشی کی وجہ سے مجرم اور سزا کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔ یہ نہ تو نیک نیتی سے تمہارے ساتھ شامل ہوتے ہیں، اور نہ ہی کھل کر تمہارے مخالفین کے ساتھ۔ وہ جھوٹی قسمیں کھا کھا کر تمہیں اپنے اخلاص اور صداقت کا یقین دلاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ دیدہ و دانستہ کرتے ہیں۔

۱۵ ان کے لئے قانونِ خداوندی کی رُو سے سخت سزا مقرر ہے۔ اس لئے کہ ان کی یہ رَوِش نہایت مذموم ہے۔

۱۶ یہ اپنی جھوٹی قسموں کو سپر بناتے ہیں، اور ان کے پیچھے پناہ لے کر، لوگوں کو نظامِ خداوندی کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ ان کے لئے ذلت آمیز سزا ہوگی۔

۱۷ یہ جس مال و دولت کے گھمنڈ، اور جن افرادِ خاندان کے برتے پر یہ کچھ کرتے ہیں، خدا کے قانونِ مکافات کے مقابلہ میں، یہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ تباہی اور بربادی کے جہنم میں داخل ہوں گے اور اسی میں رہیں گے۔

۱۸ جس دن اللہ، ان سب کو سامنے لا کر (بے نقاب) کھڑا کر دے گا، تو اس وقت بھی یہ، اس کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح آج تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ قسمیں ان کا اعتماد قائم رکھتی ہیں اور وہ اپنی فریب دہی میں بڑے کامیاب ہیں۔ (لیکن خدا کے سامنے یہ بات کیسے چل سکے گی۔ اس کا قانونِ مکافات دلوں کے راز تک سے واقف ہوتا ہے)۔ یاد رکھو! یہ لوگ اوّل درجے کے جھوٹے ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

---

۱۹ بات یہ ہے کہ مفاد پرستیوں کے سرکش جذبات ان پر بری طرح مسلط ہو چکے ہیں۔ وہ انہیں ہانکتے چلے جاتے ہیں' اور یہ اُن کے ڈنڈے کے زور پر اس روش پر چلے جا رہے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے ضابطہ خداوندی کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یہ لوگ شیطانی پارٹی کے افراد ہیں —— اور اسے اچھی طرح سمجھ رکھو کہ شیطانی پارٹی ہمیشہ خاسر و نامراد رہتی ہے۔

۲۰ سوچو تو سہی' کہ جو لوگ اس قسم کے نظام خداوندی کی مخالفت کریں جو نوع انسان کی بہبود کے لئے قائم ہو رہا ہو' وہ کبھی کامیاب ہو سکتے ہیں؟ وہ آخر الامر سخت ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔

۲۱ خدا کا فیصلہ (قانون) یہ ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں' حق غالب آئے گا اور اس کے علمبردار' یعنی خدا کے رسولؐ آخر الامر' مظفر و منصور ہوں گے۔ یہ اُس خدا کا فیصلہ ہے جو ہر قسم کی قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے۔ اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے قانون کو شکست دے سکے۔

۲۲ (لہذا' جب حقیقت یہ ہے کہ حق اور باطل ایک دوسرے کی ضد اور باہم دگر متخالف ہیں' تو) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ خدا کے قانون اور مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھیں وہ ان لوگوں سے دوستداری کے تعلقات استوار کریں جو نظام خداوندی کے مخالف ہوں' خواہ وہ ان کے (ماں) باپ' یا بیٹے (بیٹیاں)' یا بھائی (بہن) یا اُن کے خاندان کے دیگر افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳/۱۱۷ ؛ ۴/۱۴۴)۔ یہ (افراد مومنین) وہ لوگ ہیں کہ ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں راسخ ہو چکا ہے اور خدا کی وحی (قرآن) ان کی تائید و نصرت کا موجب بن رہی ہے۔ یہ (اس زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی) اُس جنتی معاشرہ میں داخل ہوں گے جس کی شادابیوں میں کبھی فرق نہیں آئے گا۔ جب انہوں نے اپنی زندگی کو قوانین خداوندی سے ہم آہنگ کر لیا تو قوانین خداوندی کے ثمرات و برکات یقیناً ان کے شامل حال

رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾

رہیں گے۔

یہ ہے (شیطان کی پارٹی کے مقابلہ میں) خدا کی پارٹی —— یاد رکھو! آخر الامر کامیابی اور کامرانی' خدا کی پارٹی کے حصے میں ہی آتی ہے۔ حق غالب آکر رہتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ

حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ

---

۱ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے —— اس خدا کے پروگرام کی تکمیل کے لئے جو بڑی قوتوں اور غلبہ کا مالک ہے۔ لیکن اس کی قوت "اندھی فطرت" کی قوت نہیں۔ وہ یکسر حکمت پر مبنی ہے۔

۲ اس کے قانونِ مکافات کی قوت اور غلبہ کے آثار میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو ان اہلِ کتاب (یہود) کے ساتھ پیش آیا ہے۔ ان لوگوں نے نظامِ خداوندی کے خلاف سرکشی اختیار کی اور جنگ تک کی نوبت آگئی۔ (انہیں اپنی قوت پر بڑا ناز تھا، لیکن ہوا یہ کہ) ابھی پہلا ہی لشکر ان کے مقابلہ کے لئے گیا تھا کہ انہوں نے میدان چھوڑ دیا۔ (اس پر انہیں ایک اور موقعہ دیا گیا کہ وہ فتنہ و فساد سے باز آکر اپنی اصلاح کرلیں۔ چنانچہ ان کے خلاف اور کوئی کارروائی نہ کی گئی، بجز اس کے کہ بطور حفظ ماتقدم) انہیں اُن کی اُس بستی سے نکال کر دوسری جگہ آباد کردیا گیا۔

تمہیں اس کا خیال تک بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ اس آسانی سے اپنے گھروں کو چھوڑ

بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ ۝٢ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝٣ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٤ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦

دیں گے۔ خود انہیں بھی اپنے قلعوں کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ قلعے تمہارے حملہ سے اُن کی حفاظت کریں گے لیکن خدا کا قانون مکافات اُن پر اُن راہوں سے آگیا جن کا انہیں سان گمان بھی نہ تھا۔ چنانچہ اُن کے دل میں تمہارا ایسا رُعب طاری ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر ویران کرنے لگ گئے' اور (جنہوں نے کچھ مزاحمت کی) اُن کی خانہ ویرانی تمہارے ہاتھوں سے عمل میں آگئی۔

اے صاحبانِ عقل و بصیرت! تمہارے لئے اس واقعہ میں ہزار سامانِ عبرت ہے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حق کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے۔

۳ اگر ان کے لئے اس جلاوطنی کا فیصلہ نہ کیا جاتا' تو انہیں بڑی ہی سخت سزا دی جاتی۔ یہ سزا انہیں اسی دنیا میں مل جاتی۔ باقی رہی اُخروی زندگی' سو اس میں ان کے لئے بڑا تباہ کن عذاب ہوگا۔

۴ یہ اس لئے کہ انہوں نے اُس نظامِ خداوندی کے خلاف سرکشی اختیار کی جسے (نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے) اس کا رسول قائم کر رہا تھا۔ (ہر ایک کو سن رکھنا چاہیئے کہ) جو شخص بھی اس نظامِ حق و انصاف کے خلاف سرکشی اختیار کرے گا' خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ یہ قانون مجرمین کا پیچھا نہیں چھوڑا کرتا۔

۵ تم نے (محاصرہ کے وقت جنگی ضروریات کے تحت) ان کے جن کھجور کے درختوں کو کاٹ ڈالا یا جنہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا' تو تم نے یہ سب کچھ قانونِ خداوندی کے مطابق کیا جس کی رُو سے اُس نے تمہیں ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی ہے (۲۲/۳۹)۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ جو لوگ غلط راہوں پر چلیں وہ دیکھ لیں کہ اس طرح انہیں کس قدر ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔

۶ اور اس لشکر کشائی میں' مخالفین کا جو ساز و سامان تمہارے ہاتھ آیا ہے' تو یہ بغیر

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸

جنگ کئے تمہارے قبضے میں آگیا ہے۔ اس کے لئے نہ تمہیں گھوڑے دوڑانے پڑے نہ اونٹ — اللہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق' اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے' اس طرح بھی مخالفین پر غلبہ و تسلط عطا کر دیا کرتا ہے۔ اللہ نے ہر شے کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں' اور ان پر اسے پورا پورا کنٹرول حاصل ہے۔

۷ دشمن کا جو مال و اسباب' اس طرح' بغیر جنگ کئے' ہاتھ آجائے' اس کی نوعیت عام مالِ غنیمت سے مختلف ہوتی ہے (۴۱/۸)۔ یہ مال' سب کا سب' نظامِ خداوندی کی تحویل میں رہنا چاہیئے تاکہ اسے ضرورتمندوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے صرف کیا جائے — مثلاً (جنگ میں شریک ہونے' اور کام آجانے والوں کے) اقرباء کے لئے' یتیموں اور معاشرہ میں بے یار و مددگار' تنہا رہ جانے والوں کے لئے' ان کے لئے جن کا چلتا ہوا کاروبار رک گیا ہو یا جو کسی وجہ سے کام کاج کے قابل نہ رہے ہوں' نیز ان مسافروں کے لئے جو مدد کے محتاج ہوں۔ اسے اس طرح نہیں بانٹنا چاہیئے کہ یہ دولتمندوں کے طبقہ میں ہی گردش کرتا رہے (اور محتاج اور غریب' اپنی ضروریاتِ زندگی تک سے بھی محروم رہ جائیں)۔ لہذا' اس کی تقسیم میں' جو کچھ تمہیں رسولؐ (مرکزِ نظامِ خداوندی) دے' اسے بطیبِ خاطر قبول کرو' اور جس مال سے تمہیں روکے' اس سے برضا و رغبت رک جاؤ (۹/۵۹)۔ تم ہر حال میں' قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو' اور اس حقیقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ ان قوانین کی خلاف ورزی پر سخت مواخذہ ہوتا ہے۔

۸ اس مال میں ان نادار مہاجرین کا بھی حصہ ہے جنہیں' ان کے گھروں سے نکال باہر کیا گیا اور جن کا مال و متاع اور ساز و سامان سب چھین لیا گیا۔ انہیں معاشی سہولتوں کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے دل میں' قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ رہنے اور نظامِ خداوندی کی ہر ممکن مدد کرنے کی آرزو بھی موجزن ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

دعوے ایمان کو، اپنی قربانیوں سے سچ کر دکھایا۔ (اور اسی "جرم" کی پاداش میں، مخالفین نے ان پر اس قدر سختیاں کیں) (۲۲/۳۹)۔

۹ دوسری طرف، وہ لوگ بھی اپنے دعوےِ ایمان میں اسی طرح سچے ہیں جنہوں نے ان لوگوں کی ہجرت سے پہلے ہی، اپنے ایمان کو مستحکم کر لیا تھا اور اپنے گھروں میں ان کے لئے جگہ بنا رکھی تھی۔ ان (انصارِ مدینہ) کی کیفیت یہ ہے کہ جو مومن بھی ہجرت کر کے ان کے پاس آتا ہے، یہ اس سے بڑی محبت سے پیش آتے ہیں، اور انہیں (مہاجرین کو) جو کچھ بھی دیا جائے، اس کے متعلق ان کے دل میں کبھی خیال تک بھی نہیں گذرتا کہ یہ انہیں ملنا چاہیئے تھا۔ یہ ہمیشہ ان آنے والوں کی ضروریات کو، اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انہیں خود تنگی ہی سے گذارہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ (یہی سچے مومنین کا شعار ہے)۔

یاد رکھو! جو لوگ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر لیں کہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے دوسروں کو دھکا دے کر خود آگے نہ بڑھیں، بلکہ اگر دیکھیں کہ اُن کی پیاس کی شدت زیادہ ہے تو خود پیچھے ہٹ جائیں اور انہیں آگے بڑھ کر پیاس بجھا لینے دیں، تو یہی لوگ ہیں جن کی کھیتیاں سرسبز ہوں گی۔

۱۰ (اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ ایسے نامساعد حالات میں ہجرت کر کے آئے تھے، ان کے درجات بہت بلند ہیں۔ لیکن) جو لوگ ان کے بعد آئے ہیں، (ان کا ایمان بھی بڑا محکم ہے) انکی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! تو ہمارے لئے بھی سامانِ حفاظت عطا فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے بھی، جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے ہیں۔ اور ہمارے دل میں کسی مومن کے لئے، ذرہ بھر کدورت نہ پیدا ہونے دے۔ تو سب کے لئے حالات میں نرمی پیدا کرنے والا، اور سامانِ نشوونما عطا کرنے والا ہے۔

۱۱ (یہ تو سچے مومنین کی حالت ہے۔ ان کے برعکس) تو نے منافقین کی حالت پر بھی غور کیا ہے؟ وہ اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کو، جنہوں نے نظامِ خداوندی سے انکار اور سرکشی

نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا
نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا
لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾
لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا
اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۗ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۗ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۗ

اختیار کر رکھی ہے' اور جن کے ساتھ انہوں نے رشتۂ اخوت استوار کر رکھا ہے' کہتے ہیں کہ اگر تمہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا' تو ہم بھی تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے' اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کے حکم اور فیصلہ کی پروا نہیں کریں گے۔ اور تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

اور اللہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ اپنی اِن باتوں میں بھی جھوٹے ہیں۔ (اگر یہ اپنے دعوائے ایمان میں مخلص نہیں' تو تمہارے مخالفین کے ساتھ دوستداری کے جن تعلقات کا اظہار کرتے ہیں' ان میں بھی سچے نہیں)۔

۱۲ اگر ان اہل کتاب کو گھروں سے نکالا گیا تو یہ کبھی اپنے گھروں کو چھوڑ کر ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ اور اگر ان کے ساتھ تمہاری جنگ ہوئی' تو یہ کبھی ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر طوعاً و کرہاً ان کی مدد کے لئے جائیں گے بھی' تو عین لڑائی کے وقت' میدان سے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا' یہ اُن کی مدد نہیں ہوگی (اُلٹی مخالفت ہوگی)۔

۱۳ ان (مخالفین' یہود) کو اتنے عرصہ تک خدا کے قانونِ مکافات سے ڈرایا گیا لیکن ان کے دل میں اُس سے اتنا ڈر نہیں پیدا ہوا تھا جتنا ڈر اب (تمہاری جمعیت اور لشکر کو دیکھ کر) پیدا ہوا ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ (صرف محسوس اور مرئی قوت سے مرعوب ہوتے ہیں) قانون کی قوت کو نہیں سمجھتے۔

۱۴ (ان کے دل میں تمہارا رعب اس قدر ہے کہ) اگر یہ سب کے سب متحدہ محاذ بنا کر بھی تمہارے مقابلے کے لئے نکل کھڑے ہوں' تو بھی کھلے میدان میں تمہارے سامنے آکر مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر پائیں گے۔ یہ' یا تو اپنی بستیوں کے قلعوں میں بیٹھ کر' یا شہر کی فصیل کی اوٹ میں' لڑائی کریں گے۔ یہ اس لئے بھی کہ ان کی باہمی مخالفت بڑی سخت ہے۔ یہ اگرچہ سب اکٹھے دکھائی دیتے ہیں (اور معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بڑا اتحاد اور یگانگت ہے) لیکن ان کے دل

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ

(ع ۲)

ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اگر یہ ذرا بھی عقل سے کام لیں (تو اس حقیقت کو بآسانی سمجھ لیں کہ اس قسم کا نمائشی اتحاد کبھی کامیابی کی راہ نہیں دکھایا کرتا۔ حقیقی اتحاد دلوں کا اتحاد ہے اور وہ صرف ایمان ـــــ نصب العین کی وحدت ـــــ سے پیدا ہو سکتا ہے اور اسی میں حقیقی قوت کا راز مضمر ہوتا ہے)۔

۱۵ ان کی کیفیت بھی انہی (یہود) کی سی ہے جنہیں ابھی ابھی ان کے کئے کی سزا ملی ہے (۵۹/۲)۔ سو جس طرح انہیں الم انگیز عذاب میں مبتلا ہونا پڑا تھا اسی طرح ان کا بھی حشر ہوگا۔

۱۶ (باقی رہے ان کے یہ حمایتی یعنی منافقین جو ان سے مدد کرنے کے دعوے کر رہے ہیں تو) ان کی حالت اس شیطان کی سی ہے جو پہلے تو انسان سے کہہ دیتا ہے کہ حق کی مخالفت کرو اور جب وہ اس کی مخالفت کرتا ہے اور (اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو) وہ الگ جا کھڑا ہوتا ہے اور صاف کہہ دیتا ہے کہ جو کچھ تم نے کیا ہے میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ میں تو اپنے اللہ رب العٰلمین سے ڈرتا ہوں۔ (منافقین کے وعدوں پر بھروسہ کرنے والوں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے)۔

۱۷ سو ان دونوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ جھلس دینے والے عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی ظلم اور زیادتی کرتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے۔

۱۸ اے جماعتِ مومنین! (دیکھنا کہیں تمہاری حالت بھی ایسی ہی نہ ہو جائے) تم ہر حالت میں قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو اور (انفرادی مفادِ عاجلہ سے صرفِ نظر کر کے) ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ تم نے مستقبل کی خوشگواریوں کے لئے کیا کیا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکے گا کہ تم ہر حال میں قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یاد رکھو! خدا کا قانونِ مکافات تمہارے ہر کام سے باخبر ہے۔ (وہ کبھی کسی کے عمل کو رائیگاں نہیں جانے دیتا)۔

۱۹ (تم اس حقیقت کو یاد رکھو کہ مقصودِ حیات صرف انسان کی طبیعی زندگی کی پرورش نہیں اس

الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲

کی ذات کا ارتقاء اور بالیدگی بھی مقصود ہے۔ بلکہ بنیادی مقصد یہی ہے۔ طبیعی زندگی تو اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہ مقصد قوانینِ خداوندی کے اتباع ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا) تم کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے قوانینِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال دیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود ان کی اپنی ذات ہی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اور ان کی زندگی، حیوانی سطح کی زندگی بن کر رہ گئی۔ وہ "میں" کو بھلا بیٹھے اور ان کا منتہائے مقصود "میرا" رہ گیا۔ یہی لوگ ہیں جو صحیح راستے سے ہٹ کر غلط راہوں پر جا پڑتے ہیں۔ خدا کو بھلا دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خود اپنی حقیقت سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔ خدا فراموشی اور خود فراموشی لازم و ملزوم ہیں۔

۲۰ یاد رکھو! تربیت و استحکامِ ذات کا نام جنت کی زندگی ہے اور اسے فراموش کر دینا، جہنم ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنت میں رہنے والے اور جہنمی کبھی ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ کامیابیاں اور کامرانیاں صرف اہلِ جنت کے حصے میں آتی ہیں۔

۲۱ (اور یہ جنت اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ قرآن تمہارے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ اس قرآن کی اثر انگیزیوں کا یہ عالم ہے کہ اگر مثال کے طور پر) ہم اسے قلبِ کوہ کے اندر رکھ دیتے (اور اسے احساس عطا کر دیتے) تو تو دیکھتا کہ اس کی خلاف ورزی کے حساب سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور ذمہ داریوں کے خیال سے اس کا جگر شق ہو جاتا۔ اس قسم کی مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ لوگ عقل و فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ یہ قرآن کن عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی خلاف ورزی کے نتائج کیا ہوتے ہیں؟

۲۲ اور یہ ان عظمتوں کا مالک ہو کیوں نہ؟ یہ اس خدا کی کتاب ہے جس کے سوا کائنات میں کسی اور کا اختیار اور اقتدار نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ حاضر و غائب سب کا علم بھی رکھتا ہے۔ (وہ ہر شے کے متعلق جانتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت کیا ہے اور اس کے مضمر ممکنات کیا کیا؟ وہ کیا کچھ بننے کی صلاحیتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ یاد رکھو! یہ "غیب و شہادت" کا امتیاز، انسانی نقطۂ نگاہ سے ہے۔ ورنہ خدا کے نزدیک سب مشہود ہی مشہود ہے) ان صلاحیتوں کی برومندی

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾

کے لئے جس قدر سامانِ نشوونما کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ ملتا ہے۔

۲۳ ہاں! اس خدا کی طرف سے جس کے سوا کائنات میں کسی اور کا اقتدار و اختیار نہیں ساری کائنات اسی کی مملکت ہے۔ اس میں اسکے سوا کسی کا قانون کارفرما نہیں۔ اسکے اقتدار اور علم کی وسعتیں لا انتہا ہیں۔ اسکی ذات مکمل ترین اور ہر نقص سے پاک ہے اور وہ ہر ایک کو تکمیلِ ذات کے سامان عطا کرتا ہے۔ وہ کائنات کو تخریبی قوتوں کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اور کوئی شے اس کی نگہبانی کے دائرے سے باہر نہیں۔ اسے ہر قسم کا غلبہ اور تسلط حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے پروگرام کو تکمیل تک پہنچانے کی قوت رکھتا ہے اس نے ہر شے کو اس طرح اپنے قانون کی جبائر (کھپچوں)[1] میں باندھ رکھا ہے کہ وہ اپنے مقام سے ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتیں اور اس طرح نظامِ کائنات میں ذرا خلل واقع نہیں ہوتا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں عظمت و کبریائی سب اُسی کے لئے ہے۔ وہ اس سے بہت دُور ہے کہ اسکے ساتھ کسی اور کی قوت و اقتدار کو بھی شریک سمجھا جائے۔

۲۴ وہ خدا ہر شے کا خالق ہے۔ اس کے عملِ تخلیق کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی پیدائش اسکے نقطۂ آغاز سے کرتا ہے۔ پھر اسے مختلف ارتقائی مراحل سے اس طرح گزارتا ہے کہ غیر ضروری عناصر اس سے چھٹ کر الگ ہوتے جاتے ہیں تا آنکہ وہ ایک خاص صورت (FORM) اختیار کر لیتی ہے جو اسے دیگر اشیاء سے متمیز کر دیتی ہے (اس مرحلہ پر تم کہتے ہو کہ وہ شے وجود میں آگئی)۔

یہ چند ایک صفات ہیں ذاتِ خداوندی کی جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ تمام بلند صفات اپنی حسین ترین اور مکمل ترین شکل میں اس کی ذات میں مجتمع ہیں۔ پھر اس کا نظام ایسا ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب اس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے — وہ ہر قسم کے غلبہ کا مالک ہے، لیکن اس کا غلبہ سراسر حکمت پر مبنی ہے۔

(یہ ہے وہ خدا، جس کی کتاب قرآن کریم ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خدا ان صفات کا مالک ہو اس کی کتاب کن عظمتوں کی حامل ہو گی۔ اور جو قوم اس کتاب پر عمل کرے گی اس میں یہ صفاتِ خداوندی علیٰ حدِّ بشریت کس حسن و زیبائی سے جلوہ فرما ہوں گی۔ اور وہ نوعِ انسانی کے لئے کس درجہ امن و سلامتی کی ضامن ہو گی!)

[1] (SPLINTS) جن سے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو باندھا جاتا ہے تاکہ وہ جُڑ جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَآءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ

١ اے جماعتِ مومنین! تم نظامِ خداوندی کے دشمنوں کو، جو خود تمہارے بھی دشمن ہیں، کبھی دوست نہ بناؤ۔ (۳/۱۱۷)۔ یعنی ایسا کبھی نہ کرو کہ تم ان سے محبت اور یگانگت کے تعلقات قائم کرو، درآنحالیکہ وہ اُس ضابطۂ دین کی مخالفت کر رہے ہیں جو تمہارے پاس خدا کی طرف سے آیا ہے۔ (تمہارے لئے معیارِ تعلقات دین ہونا چاہیئے نہ کہ ذاتی رجحانات یا رشتہ داریاں (۱۳ ؛ ۹/۲۰ ؛ ۱۴۴)۔ ان کی دشمنی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے تمہیں اور تمہارے رسول کو اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا، محض اس جرم کی بنا پر کہ تم اپنے نشو و نما دینے والے — اللہ — پر ایمان کیوں لاتے ہو! تم سوچو کہ کیا یہ دو باتیں کبھی یکجا ہو سکتی ہیں کہ تم ایک طرف تو میرے قانون کا اتباع کرتے ہوئے، اس نظام کے قیام کے لئے جہاد کرنے کو نکلو، اور دوسری طرف، ان دشمنوں سے درپردہ، دوستی کے تعلقات بھی استوار کرو؟ یاد رکھو! تم جو کچھ چھپاؤ یا ظاہر کرو، وہ سب ہماری

اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا

لگا دیں ہے۔ سو تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا وہ زندگی کی سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا

۲ اگر یہ لوگ تم پر کبھی قابو پالیں تو پھر دیکھو کہ ان کی دشمنی کا کیا عالم ہے اور یہ تمہیں اپنی زبانوں سے اور ہاتھوں سے کس کس قسم کی اذیت پہنچاتے ہیں۔ ان کی دلی تمنا یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اس دین سے منحرف کرکے، پھر سے اپنے جیسا بنالیں۔

۳ یہ ٹھیک ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ تمہارے خون کے رشتے ہیں لیکن یاد رکھو! اعمال کے ظہورِ نتائج کے وقت تمہارے رشتے دار حتیٰ کہ تمہاری اولاد تک بھی تمہارے کسی کام نہیں آسکے گی۔ اُس وقت تم میں اور ان میں نمایاں بُعد ہوگا۔ تمہارے کام صرف تمہارے اعمال آئیں گے جنہیں خدا اچھی طرح دیکھتا ہے۔

۴ یہ بات سمجھنے کے لئے (کہ دینِ خداوندی کے مقابلہ میں رشتہ داری کے تعلقات کی حیثیت کیا رہ جایا کرتی ہے) تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء کا طرزِ عمل نہایت عمدہ نمونہ ہے جو تمہارے دلوں کی کشمکش دُور کرکے ان میں سکون اور اطمینان پیدا کردے گا۔ (۴۳/۲۶)۔ انہوں نے اپنی قوم سے (جن سے ان کے خون کے رشتے تھے) علانیہ کہہ دیا کہ ہم تم سے، اور جن کی تم نے خدا کو چھوڑ کر معبودیت اختیار کر رکھی ہے ان سے سخت بیزار ہیں (۳۷/۸۵-۸۶) ہم تمہارے غلط مسلک کا یکسر انکار کرتے ہیں۔ ہم اسے باطل سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر تم میں اور ہم میں ہمیشہ کے لئے دشمنی اور عداوت رہے گی، تا آنکہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔ (اس صورت میں تم ہمارے دینی بھائی ہوجاؤ گے (۹/۱۱ ؛ ۵۸/۲۲)۔ ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے یہ ضرور کہا تھا کہ میں خدا سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں ایمان عطا کرکے تمہاری حفاظت کا سامان فراہم کردے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اس کی وضاحت بھی کردی تھی کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو میں خدا کے قانونِ مکافات کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گا کیونکہ مجھے یا کسی اور کو اس کی مقدرت ہی نہیں۔ (چنانچہ جب وہ ایمان نہ لایا تو ابراہیمؑ نے اسے بھی چھوڑ دیا (۹/۱۱۴ ؛ ۱۴/۴۱ ؛ ۱۹/۴۷)۔

بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ
الْمَصِيرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۵﴾
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ
هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ

(ع ۱)

ان لوگوں نے، اپنی قوم کی قوت وسطوت کی پروا نہ کرتے ہوئے، ان سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اپنے نشو ونما دینے والے (اللہ) سے کہہ دیا کہ تیرے قانون کی صداقت اور محکمیت پر ہمارا پورا پورا بھروسہ ہے۔ ہم ان سب سے منہ موڑ کر، خالصتًہ تیرے قوانین کا اتباع کرتے ہیں اور سفرِ زندگی میں ہمارا ہر قدم تیری ہی طرف اُٹھے گا۔ یہی ہمارا منتہیٰ ہے۔

۵ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے نشو ونما دینے والے سے یہ درخواست بھی کی کہ ایسا نہ ہو جائے کہ ہم ان لوگوں کا تختۂ مشق بن جائیں جو تیرے دین کا انکار کر رہے ہیں۔ اس لئے تو ہمیں سامانِ حفاظت عطا فرما۔ تو ہر ایک پر غالب اور بڑی حکمتوں کا مالک ہے۔

۶ یہ تھا ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں کا وہ طرزِ عمل جس میں ہر اس شخص کے لئے پیروی کا عمدہ نمونہ ہے جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو۔ جو شخص اِس طرزِ عمل سے رُوگردانی اختیار کرے گا تو اس سے اس کا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ اس سے بے نیاز ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ وہ اپنی ذات میں جملہ ستودہ صفات کا مالک ہے۔

۷ تم جلدی نہ کرو۔ وہ ایسے حالات پیدا کر رہا ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ اس وقت تمہاری دشمنی ہے، ان میں اور تم میں محبت اور یگانگت کے تعلقات پیدا ہو جائیں۔ (یعنی وہ ایمان لے آئیں اور اس طرح تمہارے دینی بھائی بن جائیں)۔ یہ سب کچھ خدا کے مقرر کئے ہوئے اندازوں (قوانین) کے مطابق ہوتا ہے۔ انہی اندازوں کے مطابق تمہیں سامانِ حفاظت اور متاعِ نشو ونما ملتی ہے۔

۸ (اتنا اور واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ) خدا تمہیں اس بات سے ہرگز نہیں روکتا کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ، دین کے معاملہ میں، جنگ نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے تمہیں تمہارے

تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ
وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۹)
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ
عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ
اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

گھروں سے نکالا ہے، تم ان سے (محض اس بنا پر کہ وہ مسلمان نہیں ہوتے) کشادہ ظرفی کا سلوک کرو اور عدل و انصاف سے پیش آؤ۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے (۸) عدل و انصاف تو ان دشمنوں تک سے بھی کیا جائے گا جو تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکل آئیں۔ اس لئے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (باقی رہے وہ جنہوں نے تمہارے خلاف جنگ نہیں کی، تو ان سے عدل و انصاف سے آگے بڑھ کر، حسن سلوک سے بھی پیش آؤ)۔

۹ قانونِ خداوندی تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے خلاف دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے، یا جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے، یا ایسا کرنے والوں کی مدد کی ہے، تم ان لوگوں سے محبت اور یگانگت کے تعلقات مت قائم کرو۔ جو لوگ ان سے دوستانہ تعلقات قائم کریں گے، وہ مجرم قرار پائیں گے۔

۱۰ اب ایک اور شق کی طرف آؤ۔ اس وقت بہت سی مسلمان عورتیں، مکہ سے ہجرت کرکے تمہاری طرف آ رہی ہیں۔ جب یہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے حالات کی تحقیق کر لیا کرو۔ اللہ تو جانتا ہے کہ ان میں سے کون کون سچے ایمان کے ساتھ تمہاری طرف آ رہی ہیں، لیکن تم تو تحقیقات کے بغیر صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے اسے محض اللہ پر نہ چھوڑ دو، خود بھی تحقیق کر لو۔ اس تحقیق کے بعد اگر تم دیکھو کہ وہ واقعی ایمان کی پختگی کے ساتھ آئی ہیں تو پھر انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ اس لئے کہ یہ اسلام لے آئی ہیں اور ان کے شوہر کافر ہیں۔ اور ایک مومن عورت کافر مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، جس طرح ایک مومن مرد کا نکاح کافر عورت سے نہیں ہو سکتا۔ لہذا، نہ یہ عورتیں، ان کفار شوہروں کے لئے حلال ہیں، اور نہ ہی وہ کفار شوہر ان مومن عورتوں کے لئے حلال۔ اس لئے انہیں واپس کر دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو کچھ ان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے سلسلہ میں خرچ کیا ہو، وہ انہیں لوٹا دیا جائے۔ اس کے بعد اس میں کوئی حرج نہیں

وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

کہ تم ان عورتوں سے' ان کا مہر ادا کرنے کے بعد نکاح کرلو۔ (۴/۲۴)۔

اسی طرح تمہاری عورتوں میں سے جو اسلام نہیں لائیں' انہیں اپنے عقدِ نکاح میں مت روکے رکھو۔ ان کے ساتھ تمہارا ازدواجی رشتہ ختم ہوگیا۔ اس معاملہ کو یوں طے کرو کہ جو کچھ تم نے ان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے سلسلہ میں خرچ کیا تھا' اس کا مطالبہ کفار سے کرلو۔ اور اُنکی جو عورتیں تمہاری طرف آگئی ہیں' ان کے سلسلہ میں جو کچھ واجب الادا ہو' وہ انہیں دے دو۔

یہ تمہارے لئے خدا کا فیصلہ ہے ـــــ اختلافی معاملات کا فیصلہ اُسی کے احکام کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس کے فیصلے علم اور حکمت پر مبنی ہوتے ہیں (اور جو فیصلے تم خود کرتے ہو ان میں تمہارے جذبات کی آمیزش کا بھی امکان ہوتا ہے)۔

۱۱ اگر ایسا ہو کہ تم میں سے جن لوگوں کی بیویاں کفار کے ہاں رہ گئی ہیں' وہ کفار' ان کے سلسلہ میں واجب الادا رقم ادا نہ کریں' یا اس میں سے کچھ رکھ لیں۔ (تو اس کا حساب رکھو) پھر جب تمہاری باری آئے' تو جو رقم تمہارے ذمے واجب الادا ہو' اس میں سے وہ بقایا رقم وضع کرکے ان عورتوں کے سابقہ (مسلمان) خاوندوں کو دے دو۔ اور اس طرح حساب صاف کرلو۔ (یاد رکھو! یہ کچھ انفرادی طور پر نہیں ہوگا بلکہ ایک اجتماعی نظام کے تابع ہوگا)۔

بہرحال' کفار کچھ ہی کیوں نہ کریں' تم ہمیشہ اُس خدا کے قوانین کی نگہداشت کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ (یہی تو ایک کافر اور مومن میں فرق ہے۔ مومن' کسی حالت میں بھی قوانینِ خداوندی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا)۔

۱۲ اے نبی! جب مومن عورتیں ہجرت کرکے تمہارے پاس آئیں' تو تم (بہ حیثیت مرکزِ نظامِ خداوندی) ان سے اطاعت کا عہد لیا کرو۔ اور وہ یہ کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی (اطاعت صرف احکامِ خداوندی کی کریں گی)۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا کی مرتکب نہیں

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

ہوں گی؛ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، (۳۱-۶۰)؛ اور کسی پر کوئی ایسا بہتان نہیں باندھیں گی جسے انہوں نے جان بوجھ کر اپنے جی سے گھڑ لیا ہو۔ اور قانونی معاملات میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی (یعنی تیری ذاتی رائے کی پابندی ان پر لازم نہیں ہوگی بلکہ جو احکام تیری طرف سے، بہ حیثیت مرکزِ نظامِ خداوندی نافذ ہوں گے ان کی اطاعت لازمی ہوگی)۔

تم ان امور کا ان سے عہد لے لیا کرو؛ اور پھر نظامِ خداوندی کی طرف سے ان کی حفاظت کا انتظام کرو۔ تمام افرادِ معاشرہ کی حفاظت اور نشوونما اس کے ذمے ہے۔

۱۳ اے جماعتِ مؤمنین! کفار کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ہم نے اپنے احکام کی وضاحت کر دی ہے۔ لہٰذا جو لوگ نظامِ خداوندی سے مخالفت کی بنا پر مجرم قرار پا چکے ہیں، ان سے دوستداری کے تعلقات مت قائم کرو —— کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی کہ تمہارے نظام کی نگاہ میں وہ مغضوب اور معتوب ہوں، اور تم ان سے دوستانہ تعلقات رکھو! یاد رکھو! کفر اور ایمان کا بنیادی خطِ امتیاز، خدا کا قانونِ مکافات اور حیاتِ آخرت کا تصور ہے۔ یہ لوگ ان بنیادی تصورات سے اسی طرح منکر ہو چکے ہیں جس طرح وہ کفار منکر ہو چکے تھے جو اسی حالت میں مر کھپ کر قبروں میں پہنچ چکے ہیں۔ (دین کے بنیادی تقاضوں سے ان کا یہی انکار ہے جس کی وجہ سے ان سے دوستداری کے تعلقات منقطع کرنے کی تاکید کی گئی ہے)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۱ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ

---

۱ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کیلئے سرگرم عمل ہے۔ اُس کا قانون بڑے غلبہ و تسلط کا مالک ہے لیکن اس کا غلبہ بلند ترین حکمت پر مبنی ہے۔ قانون کا غلبہ ہوتا ہی پُرحکمت ہے۔

۲ اے جماعتِ مومنین! (جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس پر غور کرو اور دیکھو کہ کائنات کا یہ کارگہ عظیم تمہیں کس نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ کیا اس نتیجہ پر نہیں کہ اس میں ہر شے اپنے اپنے عمل سے بتاتی ہے کہ اس کے فرائض کیا ہیں لہذا تم بھی اپنے دعوائے ایمان کا ثبوت اپنے عمل سے پیش کرو۔ ایسا کبھی نہ کرو کہ) زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے رہو اور انہیں عملاً پورا کر کے نہ دکھاؤ۔ جو کچھ زبان سے کہو اسے عمل سے پورا کر کے دکھاؤ۔ قول و فعل میں ہم آہنگی دعوائے ایمان کی صداقت کا ثبوت ہے۔

۳ قانون خداوندی کی رُو سے یہ بات بڑی مذموم اور قابلِ گرفت ہے کہ ایسی باتیں کی جائیں جنہیں کر کے نہ دکھایا جائے۔

۴ خدا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خالی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ انہیں پسند کرتا ہے جو (عند الضرورت) نظامِ خداوندی کے قیام و استحکام کے لئے سربکف میدانِ جنگ میں نکل آتے

بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝۴ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝۵ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۶

ہیں اور پھر اس طرح صفوں میں جم کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک ایسی دیوار ہیں جسے سیسہ پلا کر مستحکم کر دیا گیا ہو۔

۵ (یہ حالت تو قوم موسیٰ کی تھی جو باتیں بہت بناتی تھی اور عمل کے وقت بہانہ سازیاں شروع کر دیتی تھی۔ اور اس طرح اپنے رسول کے لئے مصیبت بن جاتی تھی۔ چنانچہ یہی وہ حالات تھے جن میں) موسیٰ ان سے کہا کرتا تھا کہ تم میرے لئے مصیبت اور اذیت کا باعث کیوں بنے رہتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں (اس لئے میں تمہیں جس راستے پر چلاتا ہوں وہ خدا کا تجویز کردہ ہے اور تمہارے ہی فائدے کا ہے)۔ لیکن وہ اس کے باوجود اپنی غلط روش سے باز نہ آئے۔ چنانچہ جب وہ ٹیڑھے چلتے رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ان کی سمجھ بوجھ ہی ٹیڑھی ہو گئی (۱۴/۹)۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر غلط راہوں کی طرف نکل جائیں، وہ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ (تم نے دیکھا کہ جب یہ کہا جائے کہ "خدا نے ان کے دل پھیر دیئے" تو اس سے مطلب کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ یہ نتیجہ ہوتا ہے ان کے اعمال اور روش کا۔ جیسی روش، ویسا قانونِ خداوندی کے مطابق نتیجہ۔ اسی کو خدا کی مشیت کہتے ہیں)۔

۶ یہی وہ قوم بنی اسرائیل تھی جس سے ان کے آخری نبی عیسیٰ ابنِ مریم نے کہا تھا کہ میں تمہاری طرف خدا کا فرستادہ ہوں، اور جو کچھ تمہارے پاس تورات (کتبِ سابقہ) ہیں آیا تھا، اسے سچ کر دکھانے کے لئے آیا ہوں۔ اور میں تمہیں اللہ کے ایک اور رسولؐ کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمدؐ ہوگا۔ (لیکن جو بنی اسرائیل خود موسیٰ کے لئے باعث مصیبت بنے رہے اور جنہوں نے عیسیٰ کے ساتھ وہ کچھ کیا جس کا ہر ایک کو علم ہے، وہ آنے والے رسولؐ پر کس طرح آسانی سے ایمان لے آتے) چنانچہ اب جبکہ وہ آنے والا رسولؐ ان کے پاس آچکا ہے اور اپنے ساتھ واضح قوانین لایا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ (یہ خدا کی وحی نہیں) کھلا ہوا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾

جھوٹ ہے (جسے اس نے خود ہی تراش لیا ہے)۔

۷ (اس رسولؐ کا ذکر خود ان کی کتابوں میں موجود ہے لیکن یہ اسے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے' ان کتابوں میں تحریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے یوں نہیں کہا تھا' یوں کہا تھا اس لئے یہ وہ رسولؐ نہیں ہو سکتا جس کی بشارت عیسٰیؑ نے دی تھی)۔ ان سے کہو کہ تمہاری یہ حرکت کہ تم خود اپنے جی سے کچھ باتیں وضع کرتے ہو اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہو' عدالت خداوندی میں سنگین ترین جرم ہے (ذرا سوچو کہ تم جو اس رسولؐ کی اس طرح تکذیب کرتے ہو تو کس لئے؟ یہ تمہیں کون سی غلط بات کہتا ہے۔ یہ) تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے — یعنی اُس دین کی طرف جسے انبیاء بنی اسرائیلؑ پیش کرتے رہے لیکن جواب تمہارے پاس اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں رہا۔

یاد رکھو! جن لوگوں کی روش یہ ہو کہ وہ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رہنے ہی نہ دیں' انکے سامنے زندگی کی صحیح راہ کبھی کشادہ نہیں ہوا کرتی۔

۸ تم سمجھتے ہو کہ تم اپنی ان حرکتوں سے' اس قندیلِ آسمانی (قرآن) کی روشنی کو بجھا دو گے؟ تم اپنے اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ (ذرا سوچو کہ کسی کے پھونکیں مارنے سے سورج کا چراغ بھی گل ہو سکتا ہے)۔ خدا اپنے اس نور کو مکمل کر کے' ہر طرف پھیلا کر چھوڑے گا خواہ یہ بات (شپرہ چشم) کفار پر کتنی ہی گراں کیوں نہ گزرے۔ ($\frac{9}{۳۲}$)۔

۹ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ضابطہ ہدایت دے کر بھیجا ہے یعنی اُس نظام زندگی کو دے کر جو یکسر حقیقت پر مبنی ہے تاکہ یہ نظام' دنیا کے تمام باطل نظاموں پر غالب آئے' خواہ یہ بات ان لوگوں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے جو ایک خدا کے قوانین کی اطاعت کے بجائے مختلف خداؤں کے احکام کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ($\frac{9}{۳۳}$)

۱۰ اے جماعتِ مومنین! آؤ تمہیں زندگی کا ایک بلند اصول بتائیں۔

(دنیا میں ہر شخص ایسا کاروبار کرنا چاہتا ہے جس میں اسے فائدہ ہو۔ کوئی شخص اپنے

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬

مفاد کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جو شخص اپنے نفع نقصان کا خیال نہ رکھے اُسے پاگل کہتے ہیں۔ ہوشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنے نفع کا خیال رکھے۔ یہ اچھی بات ہے۔ یہ انسان کے تحفظِ خویش کے جذبہ کا تقاضا ہے۔ لیکن تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ انسان کئی سودے ایسے کر بیٹھتا ہے جس میں اُسے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ اُس کاروبار کے متعلق وہ صحیح اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ اب سوچو کہ اگر تمہیں کسی ایسے کاروبار کا پتہ چل جائے جس میں کبھی نقصان نہ ہو تو یہ کتنی عمدہ بات ہو گی)۔ آؤ ہم تمہیں (ایک) ایسا کاروبار بتائیں جس میں کبھی نقصان کا احتمال نہ ہو اور اس طرح وہ تمہیں اس الم انگیز عذاب سے بچالے جو کاروبار کے نقصان کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۱۱ وہ کاروبار یہ ہے کہ تم اُس نظامِ خداوندی کی صداقت اور محکمیت پر پورا پورا یقین رکھو جو اس کے رسولؐ کے ہاتھوں متشکل ہو رہا ہے۔ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے پوری پوری جدوجہد کرو۔ اس کے لئے اپنا مال و دولت بھی صرف کرو اور ضرورت پڑنے پر اپنی جانیں تک بھی لڑا دو۔ اگر تم علم و بصیرت سے کام لے کر غور کرو گے تو تمہیں نظر آجائے گا کہ اس کاروبار میں کس قدر منافع ہے ($\frac{9}{11}$)۔

۱۲ یہ نظام تمہارے لئے ایسا سامان مہیا کر دے گا جس سے تم ان تباہیوں سے بچ جاؤ گے جو تمہارے پیچھے لگی رہتی ہیں۔ اور تمہیں (اس دُنیا اور حیاتِ اُخروی میں) ایسی جنتی زندگی عطا کر دے گا جس کی تر و تازگی میں کبھی کمی واقع نہیں ہو گی — (تمثیلاً) سدا بہار باغات کے اندر نہایت خوشگوار رہنے کے گھر۔ یہ بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے، جسے نصیب ہو جائے۔

۱۳ ان کے علاوہ، ایک اور چیز بھی جسے تم بہت پسند کرتے ہو (یعنی دیارِ عرب ہی میں نہیں بلکہ اس سے باہر دیگر مقامات میں بھی تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔ ($\frac{33}{24}$)۔ اس کے لئے، تمہیں قانونِ خداوندی کی پوری پوری تائید و نصرت حاصل ہو گی جس سے کامیابی کی راہیں یکے بعد دیگرے تمہارے سامنے کھلتی جائیں گی۔

اے رسولؐ! تم اپنے رفقاء (جماعتِ مومنین) کو یہ مژدۂ جاں فزا سنا دو۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

۱۴ لیکن، یہ کچھ خدا خود بخود نہیں کر دے گا۔ انسانوں کی دنیا میں اُس کا پروگرام خود انسانوں کی رفاقت سے انہی کے ہاتھوں پورا ہوتا ہے۔ اس لئے، اے جماعتِ مومنین! تم اس نظام کے قیام کے لئے خدا کے دست وبازو بن جاؤ —— اور یہ کوئی نیا مطالبہ نہیں جو تم سے کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی جہاں جہاں ایسی کوششیں ہوئی ہیں، انسانوں کے ہاتھوں ہی سے ہوئی ہیں۔ مثلاً، عیسٰیؑ ابن مریم نے بھی اپنے مخلص رفقاء سے یہی کہا تھا کہ تم بتاؤ کہ تم میں کون ہے جو نظامِ خداوندی کے قیام میں میرا معاون و مددگار بنتا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے بیک زبان کہا تھا کہ ہم اس مقصد کے لئے خدا کے رفیق اور مددگار بنتے ہیں۔ ان کی ان کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ اس نظام کی صداقت پر ایمان لے آیا۔ لیکن دوسرا گروہ اس کا مخالف ہو گیا۔ (ان دونوں میں کشمکش ہوئی تو) ہم نے ان لوگوں کو جو اس دین پر ایمان لائے تھے ان کے دشمنوں کے خلاف مدد دی۔ اور وہ ان پر غالب آ گئے۔

(یہی اُس وقت ہوا تھا۔ یہی اب ہوگا۔ خود اس قوم مخالفین کے اندر سے ایک ایسی جماعت نکل آئے گی جو اس دین کے مخالفین کا مقابلہ کر کے خدا کے پروگرام کو کامیاب بنائے گی۔ قانونِ خداوندی کی تائید و نصرت اس جماعت کے ساتھ ہوگی)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ②

---

① کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے، سب خدا کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل ہے ——— اُس خدا کے پروگرام کی تکمیل کے لئے جس کے اقتدار و اختیار کی وسعتیں لاانتہا ہیں۔ جسے ہر شے پر پورا پورا غلبہ حاصل ہے۔ اور یہ غلبہ یکسر حکمت پر مبنی ہے۔

② (جس قسم کا نظام کائنات میں چل رہا ہے ——— یعنی ہر شے کا قانونِ خداوندی کے مطابق سرگرمِ عمل رہنا ——— اسی قسم کا نظام انسانی دنیا میں قائم کرنے کے لئے، اس نے آسمانی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا)۔ اسی سلسلہ کی آخری کڑی یہ رسولؐ ہے جو اُن لوگوں کی طرف آیا ہے جنہیں اس سے پہلے آسمانی کتاب نہیں ملی تھی۔ یہ رسولؐ ان کے سامنے قوانینِ خداوندی کو پیش کرتا ہے۔ پھر انہیں سمجھاتا ہے کہ ان قوانین کی غرض و غایت کیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی وہ ایسا عملی پروگرام دیتا ہے جس سے ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے۔ چنانچہ اس رسولؐ کی تبلیغ و تعلیم و تربیت سے، وہ قوم جو اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھی (زندگی

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤

کے صحیح راستے پر گامزن ہو گئی)۔

۳ (اس رسولؐ کی رسالت اس کی اوّلین مخاطب قوم تک محدود نہیں)۔ یہ اُن کی طرف بھی اسی طرح رسول ہے جو ان لوگوں کے بعد آنے والے ہیں ــــ یعنی عالمگیر انسانیت کی طرف رسول، اور موجودہ اور آئندہ تمام نسلوں کے لئے رسول۔ (یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے اس قرآن کو ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس رسولؐ کا سلسلۂ رسالت، اس کی امت کی وساطت سے قرآن کے ذریعے ابد تک باقی رہے گا)۔ یہ سب کچھ خدا کے غلبہ اور حکمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔

۴ خدا کی طرف سے وحی کا ملنا، اس کی موہبت ہے۔ اس منصب جلیل کے لئے خدا، اپنی مشیت کے مطابق جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ، یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وحی کے ذریعے لوگوں کو رشد و ہدایت کا مل جانا بھی خدا کی عنایات میں سے ہے۔ اس کا دروازہ ہر اُس شخص کے لئے کھُلا ہے جو اسے لینا چاہے (یعنی خدا کی طرف سے وحی تو صرف انبیاءؑ کو ملتی تھی لیکن اُس وحی کی رُو سے راہ نمائی ہر شخص حاصل کر سکتا تھا اور کر سکتا ہے) یہ خدا کی کتنی بڑی کرم گستری ہے کہ اُس نے (انسان کی طبیعی زندگی کی ضروریات کے لئے سامانِ رزق اس طرح فراہم کر دیا اور اس کی انسانی زندگی کی نشوونما کے لئے وحی کا سلسلہ یوں قائم کر دیا)۔ وہ واقعی صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔

۵ (لیکن خدا کی اس کتاب سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اسے سمجھ سوچ کر پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ کتاب کو مقدس غلافوں میں لپیٹ کر اٹھائے اٹھائے پھرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بنی اسرائیل نے خدا کی کتابوں کے ساتھ یہی کچھ کیا تھا سو ان کی حالت تمہارے سامنے ہے)۔ انہیں تورات دی گئی اور ان سے کہا گیا کہ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس پر عمل کریں لیکن انہوں نے (کتاب کو تو اپنے سر آنکھوں پر اُٹھا لیا لیکن)، اس کی عاید کردہ ذمہ داریوں کو نہ اٹھایا۔ ان کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی گدھے پر بڑی بڑی کتابیں لاد دی جائیں اور وہ انہیں اُٹھائے اُٹھائے پھرے۔ (ظاہر ہے کہ اس سے اُس گدھے کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا)۔ یہی مثال اس قوم کی ہے جو قوانین خداوندی کی صداقت کا زبان سے اقرار کرے لیکن عملاً اس کی تکذیب کرے۔ اس قوم کی حالت جس قدر زبوں ہو سکتی ہے، ظاہر ہے۔ ایسے لوگوں کو، جو خدا کی کتاب کے ساتھ اس قسم

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾

کا سلوک کریں، کبھی راہنمائی نہیں مل سکتی۔ (کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک گدھا محض اس لئے صحیح راستے پر چلا جائے کہ جو کتاب اس کی پیٹھ پر لدی ہے اس میں صحیح اور غلط راستے کو متمیز کر کے دکھایا گیا ہے؟)۔

۶ (حالت تو ان بنی اسرائیل کی یہ تھی کہ خدا کی کتاب سے راہ نمائی حاصل کرنے کے بجائے، اسے محض اٹھائے اٹھائے پھرتے تھے۔ لیکن زعم باطل یہ کہ ساری خدائی میں صرف ہم ہی خدا کے پیارے ہیں)۔ ان سے کہو کہ اگر تم واقعی خدا کے عزیز ترین دوست ہو، تو اس کی راہ میں مرنے کی تمنا کرو۔ یہی تمہارے دعوے کی صداقت کی دلیل ہوگی۔ (۲/۹۴)۔

۷ لیکن تم دیکھو گے کہ یہ کبھی مرنے کی تمنا نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے اعمال کیسے ہیں جن کا نتیجہ انہیں مرنے کے بعد بھگتنا پڑے گا۔ اللہ اس قسم کے مجرمین کے دل کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے۔

۸ ان سے کہو کہ وہ موت جس سے تم اس طرح بھاگ رہے ہو، ایک نہ ایک دن آ کر رہے گی۔ اور تمہیں، خدا کے قانونِ مکافات کی طرف لوٹنا ہوگا —— اس خدا کے قانونِ مکافات کی طرف جو مخفی اور ظاہر سب کا پورا پورا علم رکھتا ہے —— وہ بتائے گا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اس کا نتیجہ کیا ہے؟

۹ (یہودیوں کی ایسی حالت کیوں ہو گئی؟ اس لئے کہ انہوں نے دینِ خداوندی کو مذہب میں تبدیل کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی اجتماعیت ختم ہو گئی اور دین نام رہ گیا خدا اور بندے کے درمیان پرائیویٹ تعلق کا۔ اے جماعتِ مومنین! تم کہیں ایسا نہ کرنا۔ اپنی جماعتی زندگی کو زندہ و پائندہ رکھنا، کہ یہی دین کا تقاضا ہے۔ اس کے لئے، مثلاً) جب تمہیں ملی اجتماعِ صلوٰۃ کے لئے آواز دی جائے، تو سب کام کاج چھوڑ کر، اس کی طرف لپک کر آجایا کرو تاکہ تم اپنے

وَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

ع ۲ | ۳ | ۱۲

کانوں سے سن لو کہ وہ قوانین و ہدایات خداوندی کیا ہیں جن کے لئے تمہیں بلایا گیا ہے' اور جن کے مطابق تمہیں کام کرنا ہے۔ اگر تم ذرا بھی علم و بصیرت سے کام لو گے تو یہ حقیقت تمہارے سامنے آجائے گی کہ یہ اجتماعات تمہارے لئے کس قدر منفعت بخش ہیں۔

۱۰ جب یہ اجتماعِ صلوٰۃ ختم ہو جائے تو پھر جہاں جی چاہے جاؤ اور تلاشِ معاش میں لگ جاؤ۔ لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ قوانینِ خداوندی کا دائرہ صرف اُس اجتماع تک محدود تھا۔ یہ قوانین تمہیں سُنائے اور بتائے ہی اس لئے گئے تھے کہ تم اپنی عملی زندگی کے ہر گوشے میں ان پر کاربند رہو۔ لہذا، اب جو تم کاروبار کے لئے نکلے ہو' تو ان قوانین کو ہر وقت اپنے پیشِ نظر رکھو۔ اسی میں تمہاری کامیابی کا راز مضمر ہے۔ (دوسرے لوگ اپنی کامیابی کے لئے جو طریق چاہیں اختیار کریں' لیکن تم اپنی کامیابی کے لئے' ہمیشہ قوانین خداوندی کا اتباع کرو۔ یہی کامیابی حقیقی کامیابی کہلا سکتی ہے)۔

۱۱ چونکہ یہ لوگ (جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں' ہنوز تربیت میں ناپختہ ہیں' اس لئے ان کی حالت یہ ہے کہ) جب دیکھتے ہیں کہ کسی اچھے کاروبار کا موقعہ ہے' یا کوئی کھیل تماشہ ہے' تو (اے رسولؐ!) تجھے کھڑے کا کھڑا چھوڑ کر اُس طرف اُٹھ دوڑتے ہیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ تمہیں جو کچھ قوانین خداوندی کی رُو سے ملے گا وہ اس تمام کاروبار سے زیادہ نفع بخش اور کھیل تماشے سے زیادہ جاذب ہے۔ یاد رکھو! جو سامانِ زیست' قوانینِ خداوندی کے مطابق ملتا ہے وہ بڑا ہی خوشگوار اور منفعت بخش ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾

۱ اے رسولؐ! جب یہ منافق تیرے پاس آتے ہیں تو قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو بے شک خدا کا رسول ہے۔ اللہ اس حقیقت سے باخبر ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن وہ یہ بتا دینا چاہتا ہے کہ یہ لوگ محض زبان سے یہ بات کہتے ہیں' دل سے تجھے رسُول نہیں مانتے۔ لہٰذا یہ جھوٹے ہیں۔ (جب کسی کا دل اور زبان ہم آہنگ نہ ہوں' تو وہ شخص اپنے قول میں جھوٹا ہوتا ہے' خواہ' جو بات وہ کہہ رہا ہے وہ واقعہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کی رُو سے کذب اسے کہتے ہیں جس میں دل اور زبان میں ہم آہنگی نہ ہو۔ اسی کا دوسرا نام منافقت ہے)۔

۲ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے لئے دھوکے کی ٹٹی بنا رکھا ہے' اس لئے یہ لوگوں کو نظام خداوندی کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ (ان کے حق میں) بہت بُرا ہے۔

۳ ان کی اس حالت کو ہم اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر تو اپنے آپ کو مؤمن کرتے ہیں لیکن جب بھی موقعہ پاتے ہیں کفر کا شیوہ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ درحقیقت' دل سے ایمان لاتے ہی نہیں۔ اس منافقانہ طرزِ عمل کا نفسیاتی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر اس طرح مُہریں لگ گئی

وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ ؕ کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْہِمْ ؕ ہُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْہُمْ ؕ قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَہُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَہُمْ وَرَاَیْتَہُمْ یَصُدُّوْنَ وَہُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَہُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۶﴾ ہُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ

ہیں کہ اب ان میں سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔

۴ جب تو انہیں دیکھتا ہے تو ان کی ظاہری وضع قطع بڑی خوش آئند نظر آتی ہے اور وہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے اور جب یہ باتیں کرتے ہیں تو ایسے معصومانہ انداز سے کہ ہر شخص انہیں کان لگا کر سنے اور سچ باور کرے لیکن ان کی اندرونی حالت ایسی ہے جیسے گھُن کھائی ہوئی لکڑیاں جنہیں دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا ہو۔ نہ خود اعتمادی، نہ زندگی کی توانائی —— بظاہر بڑے محکم اور پائیدار، بباطن بالکل کھوکھلے اور بے جان —— بزدل ایسے کہ کہیں ذرا سا کھٹکا ہو تو ان کی جان نکل جائے کہ ہم پر کوئی آفت آ گئی۔ دل میں ہر وقت دغدغا کہ کہیں ہمارے خلاف کوئی سازش تو نہیں ہو رہی؟

یہ تمہارے دشمن ہیں سو تم ان سے بہت محتاط رہو۔ ان پر خدا کی مار۔ انہوں نے کس قسم کی اُلٹی روش اختیار کر رکھی ہے؟

۵ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم آؤ (اور اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کا اقرار کرو) تاکہ خدا کا رسولؐ تمہارے لئے 'نظامِ خداوندی سے سامانِ حفاظت طلب کرے' تو وہ اس سے اعراض برتتے ہیں۔ ذرا رُکتے ہیں اور پھر متکبرانہ انداز سے چل دیتے ہیں۔

۶ اے رسولؐ! (ہم جانتے ہیں کہ تیرا دلِ دردمند چاہتا ہے کہ یہ کسی طرح تباہی اور بربادی سے بچ جائیں —— لیکن) تیری آرزوئیں انہیں اس تباہی سے بچا نہیں سکتیں۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ تو ان کے لئے ایسی آرزو کرے یا نہ کرے۔ یہ اپنی غلط روش میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق یہ تباہ ہو کر رہیں گے۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو لوگ صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راستے اختیار کر لیں (اور اپنی روش بدلنا نہ چاہیں) انہیں سلامتی کی راہیں کبھی نہیں کھلتیں۔

۷ ان کی حالت یہ ہے کہ (خود نظامِ خداوندی کی مدد کرنا تو ایک طرف) یہ دوسرے لوگوں

لَا يَفْقَهُونَ ﴿٧﴾ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا

أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم

مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ

الصَّالِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾

سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ جو لوگ اس رسولؐ کے ساتھ ہیں، تم انہیں کوئی مالی مدد نہ دو۔ اس طرح (جب یہ بھوکے مریں گے تو) خود ہی اس کا ساتھ چھوڑ کر تتر بتر ہو جائیں گے اور اس طرح اس کا مشن ناکام رہ جائے گا۔

ان سے کہو کہ خدا کے ہاں، کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں، رزق کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ اسے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ منافق اس بات کو کیا جانیں!

(۸) یہ کہتے ہیں کہ ہمیں مدینہ واپس پہنچ لینے دو، پھر دیکھنا کہ وہاں کے زور آور لوگ، ان کمزور اور ذلیل انسانوں کو کس طرح وہاں سے نکال باہر نہیں کرتے؟

انہیں کیا معلوم کہ عزت اور غلبہ، سب کا سب نظامِ خداوندی کے ساتھ وابستگی میں ہے۔ اس لئے وہ مومنین کے لئے مختص ہے۔ لیکن یہ منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

(۹) (بہرحال یہ ہے ان منافقین کی حالت اور یہ ہیں ان کے عزائم۔ سو) اے جماعتِ مومنین! دیکھنا۔ تم ان کی باتوں میں نہ آجانا، جس سے تمہاری کیفیت یہ ہو جائے کہ (ان کی طرح) مال و دولت اور اولاد کی محبت تمہیں قوانینِ خداوندی کے اتباع سے غافل کر دے۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ یاد رکھیں کہ اس سے انہیں سخت نقصان پہنچے گا۔

(۱۰) جو کچھ تمہیں اللہ نے دیا ہے اُسے اس کے نظام کے قیام کیلئے کھلا رکھو، قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو اور وہ حسرت و یاس سے کہے کہ اے میرے نشو و نما دینے والے! اگر تو مجھے تھوڑی سی مہلت بھی دے دیتا تو میں اپنے دعوائے ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھاتا اور اس طرح ان لوگوں میں شامل ہو جاتا جو تیرے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام کی تکمیل میں سرگرم عمل رہتے ہیں، اور یوں انسانیت کو اور خود اپنی ذات کو سنوارتے ہیں۔

(۱۱) لیکن خدا کا اٹل قانون یہ ہے کہ جب کسی کی موت آجائے تو پھر اُسے مہلت نہیں ملا کرتی (اس لئے جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس میں تاخیر مت کرو)۔ اللہ تمہارے ہر کام سے باخبر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

---

۱ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب خدا کے متعین فرمودہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ جلال اور جمال، قوت اور حمد، دونوں کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے۔ اسی کے مطابق اُس نے ہر شے کے پیمانے (قوانین) مقرر کر رکھے ہیں جن پر اُسے پورا پورا کنٹرول ہے۔
(۷/۳۱—۳۶ ؛ ۱۴/۱—۲ ؛ ۱۶/۵—۶ ؛ ۱۸/۷ ؛ ۶۶/۱—۵)

۲ اس نے تمہیں انسانی پیکر عطا کیا (جس کی خصوصیتِ کبریٰ یہ ہے کہ تمہیں اختیار و ارادہ کی استعداد حاصل ہے۔ انسان کی اس استعداد کا نتیجہ یہ ہے کہ) تم میں سے بعض کافر (قوانینِ خداوندی کو تسلیم نہ کرنے والے) اور بعض مومن (ان قوانین کو ماننے والے) ہو جاتے ہیں۔ (کائنات میں کسی اور مخلوق کو اس کا اختیار نہیں کہ وہ چاہے تو قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرے اور چاہے ان سے انکار کر دے۔ یہ خصوصیت انسان ہی کے لئے ہے اور اسی سے یہ اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار پاتا ہے (۱۸/۲۹)۔ (پھر اس کا اختیار تو انسان کو دیا گیا ہے کہ یہ چاہے تو صحیح راستہ اختیار کر لے اور چاہے غلط راستے پر چل پڑے لیکن اسے اس کا اختیار نہیں کہ چلے تو غلط راستے پر اور نتائج برآمد ہوں صحیح راستے کے)۔ اس کے اعمال کے نتائج خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مرتب ہوتے ہیں جو سب کچھ دیکھتا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

---

۳ اس نے کائنات کے اس عظیم کارگہ کو حقیقت کے طور پر پیدا کیا ہے۔ (یہ حلقۂ دام خیال یا سراب یا مایا، یا خواب نہیں)۔ اس کائنات میں اس نے تمہیں ایک ایسا پیکر عطا کیا ہے جس میں حسن ذات کے امکانات سمٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ ان امکانات کو مشہود کرنے اور یہ دیکھنے کے لئے کہ ایسا ہو رہا ہے، ایک خارجی معیار کی ضرورت ہے۔ یہ معیار، ذاتِ خداوندی ہے جو حسین ترین اور مکمل ترین صفات کی حامل ہے۔ تم اس معیار کو اپنے سامنے رکھو اور صفاتِ خداوندی کو (بحدِ بشریت) اپنی ذات میں منعکس کرتے جاؤ۔ یہی اس دُنیا میں زندگی کا منتہا ہے۔

۴ جو کچھ خارجی کائنات میں ہے خدا اس سے بھی واقف ہے، اور جو کچھ تمہاری داخلی دُنیا میں ہوتا ہے اور جو کچھ تم سے ظہور میں آتا ہے، وہ اس سے بھی باخبر ہے۔ وہ تمہارے دل کے اندر گزرنے والے خیالات تک کا علم رکھتا ہے (اسلئے یہ ہو نہیں سکتا کہ تمہارا کوئی عمل صحیح نتیجہ مرتب کئے بغیر رہ جائے۔ لیکن دُنیا میں یہ کچھ اجتماعی نظام کے تابع ہو گا)۔

۵ اِس کی شہادت تمہیں اقوامِ سابقہ کی سرگذشت میں بھی مل سکتی ہے۔ ان میں سے جن قوموں نے قوانینِ خداوندی کی صداقت سے انکار کیا اور غلط بنیادوں پر اپنا نظام قائم کیا، اس کا نتیجہ ان کے سامنے آگیا۔ یعنی وہ قومیں تباہی اور بربادی کے الم انگیز عذاب میں مبتلا ہو گئیں۔

۶ ان کی طرف، خدا کے رسول، واضح دلائل اور قوانین لے کر آئے لیکن انہوں نے نہایت حقارت سے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ کیا ہم (اپنے جیسے) انسانوں کی لیڈرشپ قبول کرلیں؟ (حالانکہ سوال یہ نہیں ہونا چاہئیے تھا کہ اس بات کو پیش کرنے والا انہی جیسا انسان ہے، دیکھنے کی بات یہ تھی کہ جو کچھ وہ پیش کر رہا ہے وہ کیسا ہے؟ لیکن انہوں نے اس پر غور کئے بغیر، محض نخوت اور تکبر کی بنا پر) اس سے انکار کر دیا اور مُنہ پھیر کر دوسری طرف چل دیئے۔ (تو اس سے انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا، اللہ کا کچھ نہ بگاڑا)۔ اللہ اس کا محتاج نہیں کہ لوگ

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اُس کی اطاعت کریں تو اس کے کام سنوریں۔ اُس کے سب کام دوسروں کی مدد کے بغیر سنورے ہوئے ہیں۔

۷ یہ لوگ جو اس ضابطۂ ہدایت سے انکار اور سرکشی اختیار کر رہے ہیں (اپنے پیشروؤں کی طرح) اِس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ یہ بڑی قوتوں کے مالک ہیں' اس لئے انہیں راستے سے ہٹایا ہی نہیں جا سکتا۔ ان سے کہہ دو کہ تم اس بھول میں مت رہو۔ تم خدا کے نظامِ ربوبیت کے راستے میں یوں سنگِ گراں بن کر بیٹھے نہیں رہ سکتے۔ تمہیں راستے سے ہٹایا جائے گا تاکہ انسانیت آگے بڑھ سکے۔ اُس وقت تمہیں نظر آجائے گا کہ تمہارے اعمال نے کیا نتائج برآمد کئے —— اور اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اُس کے قانونِ مکافات کی رُو سے یہ کچھ آسانی سے ہو جائے گا۔

۸ (ان سے کہہ دو کہ تم اس تباہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ابھی وقت ہے)۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ یعنی اُس ضابطۂ قوانین (قرآن) پر جسے اللہ نے تمہاری عقل کی راہ نمائی کے لئے اسی طرح روشنی بنا کر بھیجا ہے (جس طرح تمہاری آنکھ کے لئے سورج کی روشنی پیدا کی ہے)۔ تمہارے تمام کام خدا کے قانونِ مکافات کی نگاہ میں رہتے ہیں۔

۹ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اس کشمکش کا آخری فیصلہ میدانِ جنگ میں ہوگا جس میں تم جمع ہو جاؤ گے۔ وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ اس تصادم سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ کس میں کس قدر کمی رہ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ ہار گیا۔ وہ جماعت جو قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان رکھتی ہے اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہے' انہیں جو تھوڑی بہت کمزوریاں رہ گئی ہوں گی' ان کے حسنِ عمل کی قوتوں سے ان کی مدافعت ہو جائے گی۔ اور اس طرح (وہ اپنے مخالفین پر کامیابی حاصل کر کے) ایسا جنتی معاشرہ قائم کر لیں گے جس کی شادابیوں میں کبھی کمی واقع نہیں ہوگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (یعنی جب تک

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳

(ع ۱۰ / ۱۵)

وہ مُعاشرہ قائم رہے گا انہیں جنّت کی سی زندگی میسّر رہے گی) اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (یہی کیفیت اُخروی زندگی میں بھی ہوگی)۔

۱۰ ان کے برعکس، جو لوگ اس نظام کی صداقت سے انکار کرتے اور ہمارے قوانین کو جھٹلاتے ہیں' ان کے حصّے میں تباہیاں اور بربادیاں ہوں گی —— زندگی کا یہ مآل کتنا بُرا ہے!

۱۱ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کائنات میں جو واقعہ بھی رُونما ہوتا ہے' خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ (یہاں کوئی بات یونہی اَلل ٹپ نہیں ہو جاتی۔ قاعدے اور قانون کے مطابق ہوتی ہے)۔ اور یہ اس لئے کہ خدا کو ہر شے کا علم ہے۔

جو شخص ان قوانین کی صداقت پر یقین رکھتا ہے' اس کی عقل و فہم کو اس قسم کی روشنی مِل جاتی ہے جس سے وہ ان اسباب و عِلل کو سمجھ لیتا ہے جن کے مطابق حوادثِ کائنات رُونما ہوتے ہیں۔ (اب ظاہر ہے کہ جس قوم کو معلوم ہو جائے کہ کائنات میں مختلف حوادث کن قوانین کے مطابق واقع ہوتے ہیں' اور ان کی نفع بخشیوں سے بہرہ یاب ہونے اور ان کی مضرت رسانیوں سے محفوظ رہنے کے کیا طریقے ہیں' وہ قوم کس قدر کامیاب ہوگی)۔

۱۲ (اگر تم بھی اپنے اندر یہ کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ) تم اس نظامِ خداوندی کی اطاعت کرو جو اس کے رسولؐ کے ہاتھوں متشکل ہو رہا ہے۔ اگر تم اس سے رُوگردانی کروگے تو (اس سے نہ خدا کا کچھ بگڑے گا نہ اس کے رسولؐ کا۔ اس سے تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا۔ اور اس نقصان کی ذمہ داری بھی تمہارے ہی اوپر ہوگی۔ اس لئے کہ) ہمارے رسولؐ کی ذمہ داری تو بس یہیں تک ہے کہ وہ ان قوانین کو واضح طور پر تم تک پہنچا دے۔ ان کے مطابق عمل کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

۱۳ (یاد رکھو! تم اس نظام سے رُوگردانی کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ) کائنات میں صرف اللہ کا قانون کارفرما ہے۔ اُس کے سوا کسی اور کا کوئی اقتدار اور اختیار نہیں۔ اور یہ نظام' خدا کے قوانین پر مبنی ہے —— جو لوگ اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں انہیں ان قوانین کی محکمیت پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا۟ وَتَصْفَحُوا۟ وَتَغْفِرُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَٱللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ وَٱسْمَعُوا۟ وَأَطِيعُوا۟ وَأَنفِقُوا۟ خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾

---

۱۴ (اے جماعتِ مومنین! تم جو اس نظامِ ربوبیت کے قیام کے لئے کوشاں ہو' تو اس سلسلہ میں ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ اس نظام کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ تم پوری پوری محنت کرو لیکن اس محنت کی کمائی سے جو کچھ حاصل ہو' اس میں سے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کے بقدر لے کر' باقی سب نوعِ انسانی کی ربوبیتِ عامہ کے لئے وقف کردو۔ اگر تمہارے بیوی بچوں میں یہ اندازِ نگاہ پیدا نہیں ہوا' تو ان کی تنگ نظری اس تصور کو قبول نہیں کرے گی اور اس طرح وہ تمہارے راستے میں حائل ہو جائیں گے)۔ یوں بعض بیوی بچے انسان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ تم اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ اگر تم ان کی تنگ نگہی سے آگے بڑھ گئے اور ربوبیتِ عالمینی کے تصور کو' اپنے گھر کی چار دیواری سے آگے بڑھا کر پوری انسانیت پر پھیلا دیا' تو اس سے وہ نظام قائم ہو جائے گا جس میں' خود ان کی (یعنی تمہارے بیوی بچوں کی) اور دوسروں کی حفاظت اور نشوونما کا سامان بڑی فراوانی سے بہم پہنچتا رہے گا۔

۱۵ بنابریں' تمہارے بیوی بچے' اور مال و دولت' وہ کٹھالی ہیں جس سے تم کندن بن کر بھی نکل سکتے ہو اور راکھ کا ڈھیر بھی ہو سکتے ہو۔ کندن اس طرح بن سکتے ہو کہ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کرو کہ تمہاری محنت کا وہی معاوضہ حقیقی اور نتیجہ خیز ہے جو تمہیں قوانینِ خداوندی کے مطابق ملے۔

(باقی رہا یہ کہ گھر کی زندگی میں اس قسم کی کشمکش کو دور کس طرح کیا جاسکتا ہے' تو اس کے لئے تمہیں ہدایات دی جا چکی ہیں۔ اور وہ یہ کہ اپنے رفیقِ حیات کے انتخاب کے وقت اس کا خیال رکھو کہ تم دونوں میں نظریات اور خیالات کی ہم آہنگی ہو اور پھر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس نہج سے کرو کہ وہ بھی انہی تصورات کی حامل بن کر پروان چڑھے۔ اس قسم کے گھر میں یہ کشمکش پیدا نہیں ہوگی۔ (۲/۲۲۱)۔

۱۶ لہٰذا' تم امکان بھر قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرو۔ نظامِ خداوندی کے احکام کو اچھی طرح سے سنو اور ان کی اطاعت کرو' اور اپنی کمائی کو ربوبیتِ عامہ کے لئے کھلا رکھو۔ اسی میں

إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

(۳) ع (۱۶)

تمہاری بھلائی ہے۔ اس سے تمہاری نگاہ میں ایسی کشادہ پیدا ہو جائے گی جس سے تم اس کوشش میں نہیں لگے رہو گے کہ دوسروں کو پیچھے دھکیل کر خود آگے بڑھ جاؤ' اور اس طرح سب کچھ اپنے لئے سمیٹ لو ـــــ مفادِ خویش کی تنگ نظری انسان کو یہی سکھاتی ہے کہ کھیتی اسی کی سرسبز ہوتی ہے جو' دوسروں کی پرواہ کئے بغیر' اپنے کھیت کو سیراب کرے۔ اور ہمارا قانونِ ربوبیت یہ ہے کہ کھیتیاں انہی کی پروان چڑھتی ہیں جو دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیں (۵۹/۹)۔

۱۷ وہی قانون تمہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ جو کچھ تم دوسروں کی نشو و نما کے لئے دیتے ہو' وہ درحقیقت قرض ہے جو تم خدا کو دیتے ہو۔ اگر تم اس قسم کا قرضِ حسن کارانہ انداز سے نظامِ خداوندی کو دو گے' تو وہ تمہیں اس سے کئی گنا زیادہ واپس دے گا' اور تمہارے لئے نقصانات سے بچنے کا سامان بھی پیدا کر دے گا۔

خدا' ہر ایک کو اس کی محنت کا بھرپور معاوضہ دیتا ہے اور اس کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں سے درگزر کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بڑا بردبار اور وسیع الظرف واقع ہوا ہے۔ یونہی ذرا ذرا سی بات پر بھڑک نہیں اٹھتا۔

۱۸ وہ غائب اور حاضر' پوشیدہ اور ظاہر ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ اور اپنے قوانین پر اسے پورا پورا غلبہ حاصل ہے۔ وہ غلبہ جو حکمت پر مبنی ہے' دھاندلی پر نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ
لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ

---

۱ اے رسولؐ! جب تم طلاق کے مقدمات کا فیصلہ کرو تو لوگوں سے کہہ دو کہ اس کے بعد عدت کا سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے ضرور پورا کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اس کا حساب رکھو، اور اس طرح اپنے نشوونما دینے والے کے احکام کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ (۲۲۸—۲۲۷؍۲؛ ۴۹؍۳۳) اور اس دوران میں، ان مطلقہ بیویوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو (۶؍۶۵)۔ (عدت کے دوران یہ گھر ہنوز ان کے اپنے گھر ہیں۔ اس لئے نہ تم انہیں ان گھروں سے نکالو) نہ وہ خود ہی (بلا عذر) وہاں سے نکلیں۔ ہاں، اگر وہ کسی کھلی ہوئی بے حیائی کی مرتکب ہوں (تو پھر انہیں گھر سے نکالا جا سکتا ہے) یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود (قوانین) ہیں جو شخص اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے تو (اس سے جو نقصان دوسروں کو پہنچتا ہے، وہ تو ایک طرف رہا) وہ خود اپنے آپ پر بھی زیادتی کرتا ہے۔

انہیں (عدت کے دوران) انہی گھروں میں رکھنا، اور ان کا وہیں رہنا اس لئے قرینِ مصلحت ہے کہ اگرچہ وہ زمانۂ عدت میں میاں بیوی نہیں رہتے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس

أَمْرًا ① فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَّأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ② وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

مفارقت کے عملی تجربہ سے ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ ان میں باہمی موافقت کی شکل نکل آئے (بشرطیکہ طلاق ایسی ہو جس میں پھر موافقت کی گنجائش ہوتی ہے)۔

۲ جب عدت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے تو اُس وقت اس معاملہ پر پھر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ اگر نباہ کی صورت ممکن دکھائی دے تو خواہ مخواہ علیحدگی کیوں اختیار کرو۔ قاعدے اور قانون کے مطابق میاں بیوی کی زندگی بسر کرو۔ لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہ رہے تو پھر قاعدے اور قانون کے مطابق علیحدہ ہو جاؤ۔ اور اس آخری فیصلہ پر اپنے میں سے دو گواہ مقرر کر لو جو کسی کی رُو رعایت نہ کریں، اور اسے فریضۂ خداوندی سمجھ کر گواہی پر حق و انصاف سے قائم رہیں۔ یہ تاکید اس شخص سے کی جا رہی ہے جو قوانین خداوندی اور مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ان احکام کی پابندی میں تمہیں کوئی مشکل پیش آئے۔ لیکن اسے ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ قانون کی پابندی کی وجہ سے اگر کوئی مشکل پیش آتی ہو، تو نظامِ خداوندی اس مشکل کا کوئی نہ کوئی حل تجویز کر دے گا۔

۳ اس میں معاشی مشکلات بھی پیش آسکتی ہیں، لیکن نظامِ خداوندی اس کا انتظام بھی ایسے طریق سے کر دے گا جس کی تمہیں توقع تک نہ ہو۔ یاد رکھو! جو شخص بھی نظامِ خداوندی پر بھروسہ کرتا ہے، تو وہ نظام اس کے اس بھروسے کو پوری طرح نباہتا ہے۔ اسے یونہی لٹکتا نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ آخر تک اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے ہر بات کے لئے پیمانے اور اندازے (قوانین و ضوابط) مقرر کر رکھے ہیں (اور جو کام قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق ہوں، ان میں نہ عدم یقین ہو سکتا ہے، نہ دشواری)۔

(طلاق کا فیصلہ دینے والی عدالت کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام متعلقہ امور کو پیشِ نظر رکھے اور اس فیصلہ سے پیدا ہونے والی دشواریوں اور پیچیدگیوں کا مناسب حل تجویز کر دے)۔

وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ
لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴
ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ
حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ
حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ
فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ۝۶

---

۴ (جیسا کہ (۲۲۸/۲) میں بتایا جا چکا ہے، عدت کی مدت عام حالات میں، تین حیض کا زمانہ ہے۔ لیکن) جن عورتوں کو حیض آنا بند ہو چکا ہو' اور اس وجہ سے یہ دشواری لاحق ہو کہ انکی عدت کا شمار کس طرح کیا جائے' تو ان کے لئے تین حیض کے بجائے' تین مہینے' عدت کے شمار کرو۔ یہی عدت اُن عورتوں کے ضمن میں شمار کرو جنہیں کسی عارضہ کی وجہ سے' حیض نہ آسکا ہو۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے ـــــ (بعض طبائع کو شاید عدت کی یہ مدت لمبی معلوم ہو کیونکہ اس مدت میں انہیں مطلقہ بیوی کے اخراجات کا تحمل ہونا پڑے گا۔ لیکن اس میں خائف ہونے کی کوئی بات نہیں)۔ جو شخص بھی قانون خداوندی کی نگہداشت کرے گا' نظام خداوندی اس کے لئے آسانیاں پیدا کر دے گا۔ (متعلقہ عدالت کو ایسی شکلیں بھی سامنے رکھنی چاہئیں اور ان کا حل تجویز کرنا چاہیئے)۔

۵ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ اور جو شخص قانون خداوندی کی نگہداشت کرتا ہے تو نظام خداوندی اس کی وہ دشواریاں دُور کر دیتا ہے جو اس قسم کی عائلی ناہمواریوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اُس کے اِس عمل کا (کہ اس نے قانونِ خداوندی کی اطاعت میں کچھ دقتیں اٹھائیں) بہت بڑا اجر دیتا ہے۔

۶ تم اِن مطلقہ عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو' اور اسی طرح رکھو جس طرح تم خود رہتے ہو۔ اور انہیں تنگ کرنے کی غرض سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اگر وہ حمل سے ہیں تو وضع حمل تک تمہیں ان کا خرچ بہرحال برداشت کرنا ہے' اگر وضع حمل کے بعد وہ تمہاری خاطر بچے کو دودھ پلائیں (یعنی تم کوئی اور انتظام نہ کرو اور باہمی رضامندی سے یہ

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ

(۱ ع ۱۵)

طے پاجائے کہ وہی بچے کو دودھ پلائیں۔ تو) انہیں ان کی دُودھ پلائی کی اُجرت دو۔ ان امور کی تفاصیل کو باہمی مشورے سے قاعدے قانون کے مطابق' طے کرلیا کرو۔ اور اگر تم میں سے کسی پر یہ انتظام گراں گزرے' تو تم کسی دوسری عورت کا انتظام کرلو جو بچے کو دودھ پلائے۔

(۷) مطلّقہ کا خرچ' یا دُودھ پلانے کی اُجرت کا معاملہ طے کرنے کے سلسلہ میں اس بات کو مدِنظر رکھو کہ صاحبِ وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ دے' اور جس کا ہاتھ تنگ ہو' تو جو کچھ اللہ نے اسے دے رکھا ہے وہ اس کے مطابق دے۔ یاد رکھو! خدا کا قانون کسی پر اس کی حیثیت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اگر اس فالتو خرچ سے اس پر کچھ تنگی آجائے تو قانونِ خداوندی کی رُو سے اس کی اس تنگی کو آسانی سے بدلا جاسکتا ہے۔ (عدالتِ مجاز اس بات کا بھی خیال رکھے)۔

(۸) (یہ قوانین تمہاری عائلی زندگی سے متعلق ہیں۔ نظر بظاہر ایسا دکھائی دے گا کہ یہ شخصی قوانین ہیں جن کا تعلق افرادِ معاشرہ کی پرائیویٹ زندگی سے ہے۔ قوم کی اجتماعی زندگی پر ان کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ یہی وہ سطحی نگاہ ہے جس کی رُو سے سیکولر حکومتیں' شخصی قوانین (پرسنل لاز) کو تمدنی قوانین (پبلک لاز) سے الگ رکھتی ہیں۔ لیکن یہ بڑی بھول ہے (زندگی ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے جسے شخصی اور تمدّنی دوائر میں اس طرح تقسیم نہیں کیا جاسکتا کہ ایک دائرے کا اثر دوسرے دائرے پر نہ پڑے) ان معاملات کا قوموں کی تمدّنی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں کہ کتنی ہی قومیں ایسی تھیں کہ اُنہوں نے خدا کے (اس قسم کے) قوانین سے سرکشی برتی' اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی' تو ہمارے قانونِ مکافات نے ان کا سخت محاسبہ کیا' اور ان پر' انہی کی وجہ سے تباہیاں اور بربادیاں آگئیں۔

(۹) چنانچہ انہوں نے اپنے خودساختہ قوانین وضوابط کے تباہ کن نتائج کا مزہ چکھا — اور یہ ظاہر ہے کہ جب انسان' قوانینِ خداوندی کو چھوڑ کر' ان کی جگہ اپنے قوانین وضع کرنے لگ جائے' تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

(۱۰) چنانچہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق' ایسی قوموں پر سخت تباہی آجاتی ہے۔ لہٰذا' اے عقل وخرد سے کام لینے والو! یعنی وہ لوگو جو ایمان لائے ہو' تم ہمیشہ خدا کے

لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

(۲) ع (۵) (۱۹)

قوانین کی نگہداشت کرو۔ اس مقصد کے لئے خدا نے تمہاری طرف یہ ضابطہ قوانین نازل کیا ہے ؛

۱۱ اس رسولؐ کی وساطت سے جو تمہارے سامنے ان قوانینِ خداوندی کو پیش کرتا ہے جو اپنے مطالب میں بالکل واضح ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو ان قوانین کی صداقت پر ایمان لائیں اور خدا کے مقرر کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں ' زندگی کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

یاد رکھو! جو شخص بھی قوانینِ خداوندی کی صداقت پر یقین رکھ کر اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتا ہے خدا کا قانونِ مکافات اسے ایسے جنتی معاشرہ میں داخل کرتا ہے جس کی شادابیوں میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اس کے لئے خدا حسن کارانہ انداز سے سامانِ زیست مہیا کر دے گا۔ (اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

۱۲ یہ انتظامِ ربوبیت اس خدا کی طرف سے ہوتا ہے جس نے کائنات کی فضاؤں میں متعدد بلندیوں کو پیدا کیا اور ہر بلندی کے مقابلہ میں اس جیسی پستی کو[1] وہ ان تمام اجرام فلکی میں اپنے پروگرام کو نافذ کرتا رہتا ہے (اور یہ اسی کے مطابق سرگرم عمل رہتے ہیں)۔

(اس نے ان تمام امور کو اس لئے بیان کیا ہے) تاکہ تم سمجھ لو کہ کائنات میں ہر شے اس کے مقرر کردہ اندازے اور پیمانے (قانون) کے مطابق چل رہی ہے اور یہ کہ کائنات کی کوئی شے علم خداوندی کے احاطہ سے باہر نہیں۔

[1] بلندی اور پستی اضافی (RELATIVE) جہتیں ہیں۔ اگر تین چیزیں اوپر نیچے رکھی ہوں تو سب سے اوپر والی کے مقابلہ میں درمیان والی چیز نیچے ہوگی اور سب سے نیچے والی کے مقابلہ میں وہی درمیان والی اوپر ہوگی۔ اس طرح ہر پستی کی ایک بلندی ہوتی ہے اور ہر بلندی کی ایک پستی۔ یہی صورت فضا میں بکھرے ہوئے اجرام فلکی (کرّوں) کی ہے۔ ہر کرّہ اپنے سے نیچے والے کے مقابلہ میں بلند اور اپنے سے اوپر والے کے مقابلہ میں پست ہے۔ یہ مطلب ہے ہر "سماء" کے مقابلہ میں اس جیسی ایک "ارض" کا۔ سماء بلندی اور ارض پستی۔ سماء اوپر والا کرہ۔ اور ارض اس سے نچلا کرہ۔
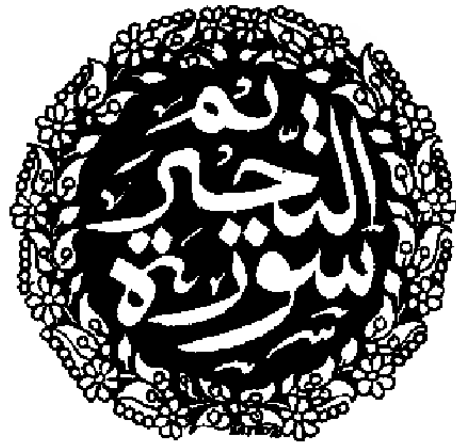
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا

---

۱ اے نبیؐ! جس چیز کو خدا نے تیرے لئے حلال قرار دیا ہے، تو اُسے اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اپنے اوپر حرام کیوں قرار دیتا ہے؟ (یہ تنبیہ اس لئے کی گئی ہے کہ) تم پر خدا کی طرف سے سامانِ حفاظت و ربوبیت کی کمی نہ ہو (جو حلال چیزوں کو حرام قرار دے لینے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اسکی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ تیرے کسی عمل کا اثر تیری اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا۔ تم کسی چیز کو محض طبیعت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے چھوڑ دو، اور تیرے متبعین یہ سمجھ لیں کہ یہ چیز فی ذاتہٖ بُری ہے اسلئے وہ بھی اسے اپنے اوپر حرام قرار دے لیں۔ تمہیں اسلئے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے)۔

۲ (اگر تم نے اس بارے میں کوئی قسم کھالی ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں) قانونِ خداوندی نے اس قسم کی قسموں کو توڑ دینے کے لئے کفارہ مقرر کر رکھا ہے۔ (۲/۲۲۵ ؛ ۵/۸۹)۔ اللہ تمہارا کارساز ہے (اس لئے اس نے اپنے قانون میں اس کی گنجائش رکھی ہے کہ جو باتیں سہو و خطا کی وجہ سے سرزد ہو جائیں ان کا تدارک آسانی سے ہو سکے۔ وہ انسان کی طبیعت کی کمزوریوں سے واقف ہے، اس لئے اس نے اپنے قانون کو حکمت پر مبنی رکھا ہے۔

۳ (یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ) ہمارے نبیؐ نے کوئی بات، اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کہی تھی، (میاں بیوی میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں)۔ اُس کی بیوی نے، اُس بات کا کسی

نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَاؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَاۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

اور عورت سے ذکر کر دیا (حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا)۔ خدا نے اس بات کو (اس عورت کے ذریعے[۱]) نبیؐ پر ظاہر کر دیا' تو اُس نے اُس میں سے کچھ حصہ اپنی اُس بیوی کو جتا دیا اور کچھ حصہ سے اعراض برتا۔ (یعنی بات بتا دی اور یہ نہیں بتایا کہ اُسے کس سے معلوم ہوئی ہے) چنانچہ اس پر اُس بیوی نے نبیؐ سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ بات اس (عورت نے) بتائی ہے جس پر تو نے اس راز کو افشا کیا تھا۔ اور وہ اس طرح اس سے باخبر ہو گئی تھی[۲]۔

۴ اس پر خدا نے حکم دیا کہ اگر تم دونوں عورتیں (جو اس راز میں شریک ہو) خدا سے معافی مانگ لو تو اچھی بات ہے' اس لئے کہ اس سے تمہارے دل جادۂ اعتدال سے ذراہٹ سے گئے تھے۔ لیکن اگر تم ایک دوسرے کی حلیف بن کر نبیؐ کی مخالفت کرو گی تو یاد رکھو! (تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی۔ وہ چونکہ حق پر ہے اس لئے) خدا' اس کا قانون جو جبریل کی وساطت سے نازل ہوتا ہے' مومنین صالحین کی جماعت' اور ملائکہ' اس کے ساتھ ہیں یہ سب اس کے مددگار ہوں گے۔

۵ (میاں بیوی کی زندگی' کامل ہم آہنگی' مودت اور سکون کی زندگی ہونی چاہیئے۔ اگر اس رشتہ میں یہ کیفیت باقی نہ رہے تو پھر انہیں علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔ لہذا' اگر تم نے اس کی مخالفت جاری رکھی تو اس کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں ہوگا کہ وہ تمہیں علیحدہ کر دے۔ اس صورت میں تم اس بات کو پیش نظر رکھو کہ) اُسے' خدا' تم سے بہتر بیویاں دے دیگا —— بہتر اس لحاظ سے کہ وہ ایسی عورتیں ہوں گی جو قوانین خداوندی کے سامنے جھک جائیں۔ ان کی صداقت پر پورا

---

[۱] جو باتیں انسان کو عام طور پر معلوم ہو جاتی ہیں' یا جن کا علم وہ عام طریق کے مطابق حاصل کر سکتا ہے' انہیں بھی بعض اوقات خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ مثلاً (۵/۴) میں دیکھئے۔ شکاری کتوں کو سدھانے کے طریق کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ عام علم انسانی کی چیز ہے جسے ہر شخص اس سے سیکھ سکتا ہے جو اس فن کا ماہر ہو (نیز ۲/۲۸۲ ؛ ۹۶/۴-۵ ؛ ۵۵/۴)۔

[۲] اگر العلیم الخبیر سے مراد اللہ تعالیٰ لیا جائے تو اس کا مطلب وہ ہوگا جسے حاشیہ ۱ میں بیان کیا گیا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ

پورا یقین رکھیں۔ اپنی جملہ صلاحیتوں کو اس مقصد کے لئے وقف کر دیں۔ اگر کبھی بھول چوک سے کوئی قدم غلط اُٹھ جائے تو اس کی فوراً اصلاح کر لیں۔ جو ہر حال میں قوانینِ خداوندی کی اطاعت کریں' اور نبیؐ کے ساتھ سفر اور جہاد میں جائیں۔ (۹/۱۱۲)

ان خصوصیات کی حامل عورتیں اس کے عقد میں آنے کے لئے تیار ہوں گی۔ خواہ وہ مطلقہ یا بیوہ ہوں' اور خواہ نا کتخدا۔

۶　(اے جماعتِ مومنین! عائلی زندگی سے متعلق یہ امور اس لئے بیان کئے جا رہے ہیں کہ) تم خود بھی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے بچ جاؤ اور اپنے متعلقین کو بھی اس سے بچا سکو — اُس جہنم کے عذاب سے جس کا ایندھن خود وہ انسان ہوتے ہیں جو اس میں داخل ہوتے ہیں' کیونکہ وہ اپنی کے اعمال سے شعلہ خیز ہوتا ہے۔ یہ انسان نہیں' پتھر ہوتے ہیں کیونکہ یہ اپنی نشوونما کی صلاحیتیں ضائع کر دیتے ہیں[1] — یہ تباہی کبھی جنگ کی شکل میں سامنے آتی ہے اور کبھی غلط نظام کے تباہ کن نتائج کی صورت میں (۴/۴)۔ اس جہنم کی نگہداشت کے لئے بڑی بڑی شدید کائناتی قوتیں مقرر ہیں۔ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس سے ذرا بھی سرتابی نہیں برتتیں۔ وہ فوراً اس پر عمل کرتی ہیں۔

۷　(ظہورِ نتائج کے وقت) ان لوگوں سے' جو اس وقت صحیح روشِ زندگی پر چلنے سے انکار کرتے ہیں' کہا جائے گا کہ اب نقاب پوشیوں اور عذر تراشیوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اب تمہارے اعمال' خود ہی اپنا بدلہ بن کر تمہارے سامنے آ جائیں گے۔

۸　اے جماعتِ مومنین! تم بھی اس کی احتیاط رکھو کہ اگر سفرِ زندگی میں تمہارا کوئی قدم سہواً غلط سمت کی طرف اُٹھ جائے تو اس روش سے ہٹ کر فوراً صحیح راستے کی طرف آ جاؤ۔ اور پھر اس طرح اس راستے کے ساتھ متمسک ہو جاؤ کہ تمہارا قدم دوبارہ غلط سمت کی طرف نہ اٹھے۔ اس طرح خدا کا قانونِ مکافات تمہاری غلط روش کے مضر اثرات کو دُور کر دے گا' اور تمہیں ایسی جنتی زندگی عطا کر دے گا جس کی شادابیوں میں کبھی فرق نہ آئے۔ اُس وقت نبیؐ اور اسکے

[1] اس کے معنی "مدبر لیڈر" اور عوام بھی ہو سکتے ہیں۔

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ

رفقاء کی جماعت کو کہیں بھی نیچا نہیں دیکھنا پڑے گا —— انہیں ہر قسم کی سرفرازیاں اور سربلندیاں نصیب ہوں گی۔ ان کا نورِ بصیرت ان کے آگے آگے اور دائیں (بائیں) چلتا ہوگا۔ اس طرح ان کی زندگی کی تمام راہیں روشن ہوتی جائیں گی اور وہ آگے ہی آگے بڑھتے جائیں گے۔ ان کی آرزو یہ ہوگی کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہمارے نورِ بصیرت کو مکمل کر دے اور زندگی کے ہر قسم کے خطرات سے ہمیں محفوظ رکھ۔ بیشک یہاں ہر بات تیرے مقرر کردہ پیمانوں (قوانین) کے مطابق واقع ہوتی ہے۔

۹ لیکن اے نبیؐ! انہیں بتادے کہ تمہاری ان آرزوؤں کے برآنے کا طریق یہ ہے کہ تم منافقین کی ریشہ دوانیوں اور کفار کی مزاحمتوں کے خلاف مصروفِ جدوجہد رہو اور ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو چٹان کی طرح مضبوط رکھو۔ ان پر پوری شدت سے غلبہ حاصل کرو۔ اس طرح یہ مخالفین تباہیوں کے جہنم میں پہنچ جائیں گے اور ان کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔

۱۰ (قانونِ مکافات کے اٹل ہونے کے سلسلہ میں) اللہ ان لوگوں کے لئے جو ان قوانین سے انکار کرتے ہیں، نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے نہایت صالح بندوں کے نکاح میں تھیں لیکن انہوں نے اُن سے خیانت کی (یعنی ایمان میں ان کا ساتھ نہ دیا) تو ان کے شوہر، خدا کے قانونِ مکافات کے مقابلہ میں ان کے کسی کام نہ آسکے، اور وہ عورتیں، تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہو گئیں۔ (یعنی خاوند کا حسنِ عمل، بیوی کے بھی کام نہ آسکا، حالانکہ ان دونوں کا رشتہ بڑا ہی قریب کا ہوتا ہے)۔

۱۱ ان کے برعکس، اللہ، مومنین کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتی تھی کہ اے میرے نشوونما دینے والے! تو اپنی طرف سے میرے لئے جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون، اور اس کے غلط اعمال سے نجات دے۔ بلکہ اس پوری

عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

(۲) (۵) (۷۰)

کی پوری قوم سے جس نے اس طرح ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ (اس مثال میں خاوند کے بُرے اعمال بیوی کے ایمان پر اثر انداز نہیں ہوتے)۔

۱۲ اور تیسری مثال عمران کی بیٹی مریمؑ کی ہے۔ اس نے خانقاہیت کے اُس گھناؤنے ماحول میں، جہاں ہر گرگ کو برّہ معصوم کی تلاش رہتی ہے، اپنی عصمت کو محفوظ رکھا اور اپنے چاکِ گریبان تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچنے دیا۔ (اُس نے خانقاہیت کی خود تراشیدہ شریعت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا کے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق عائلی زندگی اختیار کی۔ اسے حمل قرار پایا)۔ پیدا ہونے والے بچے میں ہم نے اپنی توانائیوں کا شمہ ڈالا (جیسا کہ ہر انسانی بچے کی صورت میں ہوتا ہے)۔ اس طرح اس نے اپنے خدا کے احکام و ارشادات کی، یعنی اُس کی طرف سے بھیجے ہوئے قوانین کے برحق ہونے کی تصدیق کی۔ وہ خدا کے نہایت فرماں بردار بندوں میں سے تھی۔

(اِن مثالوں سے ظاہر ہے کہ رشتہ داری کی بندھنیں یا ماحول کے اثرات، انسان کے ایمان کے راستے میں روک بن کر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ انسان کو آہنی زبردست قوتِ ارادی دی گئی ہے کہ یہ ان تمام موانعات اور موثرات پر قابو پا سکتا ہے۔ اسی لئے خدا نے ابلیس سے کہا تھا کہ میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکے گا۔ (۱۷/۶۵ ؛ ۱۵/۴۲)۔

اٹھائیسواں پارہ
ختم ہوا

ضروری وضاحت

قرآن کریم کے سابقہ پاروں میں بالعموم' اور آخری پاروں میں بالخصوص' ایک عظیم انقلاب کا ذکر آتا ہے۔ قرآن نے خود متعین طور پر نہیں بتایا کہ اس سے کونسا انقلاب مقصود ہے لیکن متعلقہ آیات پر غور و تدبر سے' ذہن تین قسم کے انقلابات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ایک خارجی کائنات میں انقلاب جس میں ایسے طبیعی حوادث ظہور میں آئیں گے جن سے یہ سارا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ دوسرا انقلاب وہ ہے جو قوموں کی زندگی میں رونما ہوتا ہے۔ یہ انقلاب' خود عہد رسالتمآبؐ میں رونما ہوا اور اس کے بعد ہر اس دور میں رونما ہو سکتا ہے جس میں باطل کے نظام کی جگہ قرآنی نظام قائم کیا جائے۔ اس سے قوموں کی تمدنی' سیاسی' معاشی' معاشرتی زندگی کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اور تیسرا انقلاب وہ ہے جس کا تعلق موت کے بعد کی زندگی سے ہے۔ اُس زندگی میں' انسانی شعور کی سطح بدل جائے گی اور زمان و مکان کا تصور اور سے اور ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں جو الفاظ آئے ہیں اگر ان کے لغوی معانی لئے جائیں تو ان کا اطلاق خارجی کائنات سے متعلق انقلاب پر ہوتا ہے' لیکن اگر ان کے مجازی معانی لئے جائیں تو ان سے قوموں کے داخلی انقلاب یا حیاتِ اُخروی کے کوائف کا تصور سامنے آتا ہے۔ مفہوم القرآن میں ان الفاظ کے مجازی معانی لئے گئے ہیں اور انہی کی روشنی میں متعلقہ آیات کے مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ اگر کوئی صاحب ان الفاظ کے لغوی معانی لینا چاہیں تو وہ قرآن مجید کا کوئی سا مروجہ ترجمہ سامنے رکھ لیں یا میری "لغات القرآن" دیکھ لیں جس میں الفاظِ قرآن کے لغوی اور مجازی دونوں معانی دیئے

گئے ہیں، اور اس طرح ان آیات کا مفہوم خود متعین کریں۔

۲ —— قرآن کریم کی ترتیب کا انداز نصابی کتب کا سا ہے۔ ابتدائی پاروں میں حقائق کو بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ پھر جوں جوں طالب علم آگے بڑھتا ہے حقائق زیادہ اور تفصیل کم ہوتی جاتی ہے تاآنکہ آخری پاروں (بالخصوص تیسویں پارہ) میں حقائق یوں اختصار میں سمٹ گئے ہیں جیسے آنکھ کے تل میں آسمان۔ دو دو تین تین لفظوں کی آیات لیکن گنجینۂ معانی۔ یہ ارتکاز ان الفاظ کے مجازی معانی ہی سے کھل کر سامنے آسکتا ہے۔ مفہوم القرآن میں یہی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

پرویز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ

---

۱ وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات کا اقتدار ہے کس قدر فراوانیوں اور خوشگواریوں کی مالک اور ثبات و استحکام اور نشو و ارتقا عطا کرنے کی ضامن ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہر شے کے اندازے اور پیمانے (قوانین) مقرر کر رکھے ہیں جن پر اسے پورا پورا کنٹرول ہے۔ (دنیا میں جو نظام اس کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے قائم ہوگا اس کی خصوصیت بھی یہ ہوگی کہ اس کا اقتدار نوعِ انسانی کے لئے موجب خیر و برکت ہوگا۔ اور اس اقتدار کا نفاذ قوانین کی رُو سے ہوگا)۔

۲ اس نے کائنات کے ارتقاء کے لئے متضاد عناصر میں کشمکش کا اصول مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہی قانون، خود انسانی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ جو فرد یا قوم کشمکشِ حیات میں تعمیری پہلوؤں کو غالب رکھتی ہے، وہ زندہ رہتی اور آگے بڑھتی ہے، جو اس کے خلاف چلتی ہے اس کی زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کی صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں اور آخر الامر اس پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ خود انسان کی طبیعی موت بھی اس کی ذات کی صلاحیتوں کے پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ (اگر اسکی ذات کی نشو و نما ہو چکی ہے تو وہ زندگی کی اگلی ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہے۔ اسے جنت کی زندگی کہتے ہیں۔ اگر اس کی نشو و نما نہیں ہوئی تو وہ آگے بڑھنے کے قابل نہیں ہوا، یہ جہنم کی زندگی ہے۔ لہٰذا مومن کے لئے موت مزید ترقی کے راستے کا دروازہ ہے نہ کہ کوئی ڈرنے کی چیز) یہ ہے وہ خدا جو اپنے تمام پروگرام پر غالب ہے اور اُسے ہر قسم کی تخریب سے محفوظ رکھتا ہے۔ (۱۸ : ۱۱)

(اگر تم دیکھنا چاہو کہ اُس کا پروگرام کس حسن و خوبی سے چل رہا ہے اور اس کی صفات

طِبَاقًا ۖ مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ﴿٣﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ
كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا
رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴿٥﴾ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ﴿٦﴾ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ

رحمت و قدرت کس حسن و خوبی سے بیک زمان کارفرما ہیں تو کائنات کی اس عظیم القدر مشینری پر غور کرو)۔ اس نے فضا کی پہنائیوں میں مختلف کروں کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ (ان میں باہمی تصادم نہیں ہوتا)۔

تم یہاں سے وہاں تک دیکھ جاؤ۔ تمہیں خدائے رحمٰن کی تخلیق کردہ کائنات میں کہیں بے ترتیبی یا عدم تناسب نظر نہیں آئے گا۔ تم ایک بار نہیں بار بار نگاہ کو لوٹا کر دیکھو، خوب جانچ پڑتال کر کے غور کرو، تمہیں کہیں کوئی دراڑ یا درز دکھائی نہیں دے گی۔ کوئی شے بے جوڑ یا اَنمل نہیں ہو گی۔

(۴) تم طائرِ نگاہ کو فضا کی پہنائیوں میں بار بار اذنِ بال کشائی دو اور اس سے کہو کہ وہ خوب اچھی طرح سے دیکھے کہ کائنات میں کہیں کوئی اختلال ہے۔ وہ ہر بار، واماندہ و درماندہ، کاشانۂ چشم میں لوٹ آئے گا، اور اسے کہیں اختلال و فطور دکھائی نہیں دے گا۔ (یہ ہے اس کائنات کا نقشہ جس میں ہر شے ہمارے قوانین کے مطابق سرگرمِ عمل ہے۔ اب تم خود سوچ لو کہ اگر تم بھی اپنی دنیا میں ہمارا نظام قائم کرو تو تمہارے معاشرہ میں کس طرح فساد کی جگہ اصلاح، اور اختلاف کی جگہ باہمی موافقت پیدا ہو جائے گی)۔

(۵) اور ہم نے اس فضا کو، جو تمہیں قریب تر نظر آ رہی ہے، درخشندہ ستاروں سے مزین کر رکھا ہے۔ (یہ بھی تمہاری زمین کی طرح مختلف اجرام ہیں۔ لیکن) جو لوگ ہمارے قوانین کا علم نہیں رکھتے اور توہمات کی تاریکیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، وہ ان ستاروں سے قیاس آرائیاں کر کے غیب کے حالات معلوم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن اب جو نزولِ قرآن کے بعد علم و تحقیق کا دور آ گیا ہے، تو یہ کاہن اور نجومی رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔ ان کی اٹکلیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی۔ اور ان کا انجام بڑا ہلاکت آمیز ہو گا۔ (۱۲/۱۵ ؛ ۳۷/۶-۹ ؛ ۷۲/۸)۔

(۶) اور ایک انہی پر موقوف نہیں۔ جو لوگ بھی زندگی کے کسی گوشے میں، قوانینِ خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کا انجام تباہی اور بربادی ہوتا ہے، اور یہ بہت بُرا انجام ہے۔

(۷) جب یہ لوگ تباہیوں کے جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس سے چیخ و پکار کی کرب انگیز

فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ⑨ وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑪ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑫ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

آوازیں سنائی دیں گی۔ اور وہ (جہنم) بڑا پرجوش اور طوفان انگیز ہوگا۔

۸ ایسا طوفان انگیز کہ یوں دکھائی دے گا گویا وہ جوشِ غضب سے پھٹ جائے گا۔ جب کوئی قوم اس میں ڈالی جاتی ہے تو اُس سے جہنم کے چوکیدار پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نہیں آیا تھا جو تمہیں تمہاری غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرتا؟

۹ وہ کہتے ہیں کہ ہاں! ہمارے پاس ایسا آگاہ کرنے والا آیا تھا لیکن (ہماری بدبختی کہ ہم نے اس کی بات کو سچ نہ مانا)۔ اس سے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تیری طرف خدا نے کوئی وحی وغیرہ نہیں بھیجی۔ (اور جو لوگ اس کا اتباع کرتے تھے انہیں الٹا طعون کیا کہ) تم بڑی گمراہی میں پڑے ہو (ہم بالکل ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں)۔

۱۰ اصل یہ ہے کہ ہم نے عقل و فکر سے کام ہی نہ لیا۔ یونہی تعصب، ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کی بنا پر اُن کی مخالفت کرتے رہے۔ اگر ہم بگوشِ ہوش ان کی بات سنتے اور عقل و فکر سے کام لیتے، تو آج اس جہنم میں کیوں ہوتے؟ (جہنم میں جاتا ہی وہ ہے جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتا۔ (۷/۱۷۹)

۱۱ وہ اس طرح عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر، اپنے جرائم کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اس سے کیا حاصل؟ جو شخص (مہلت کا وقفہ ختم ہو جانے کے بعد) اپنے اعمال کے نتائج کے اعتبار سے دوزخ میں چلا گیا وہ زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہ گیا۔

۱۲ ان کے برعکس، جو لوگ خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے اپنے اعمال کے اَن دیکھے نتائج کو اپنی نگاہوں میں رکھتے ہیں، اور غلط اعمال کے عواقب سے خائف رہتے ہیں، ان کے لئے ہر قسم کی تباہیوں سے بچنے کا سامان ہے، اور ان کی محنتوں کے نہایت شاندار نتائج ہیں۔

۱۳ لیکن یہ چیز اس طرح حاصل نہیں ہو سکتی کہ تم زبان سے ان قوانین کا اقرار کرتے رہو

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿۱۵﴾ أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿۱۶﴾ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اور دل میں ان کے خلاف پروگرام بناتے رہو۔ اس طرح تم خدا کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ تم اپنے ارادوں کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو خدا کے نزدیک یکساں ہے۔ وہ تو دل کی گہرائیوں میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے۔

۱۴ ذرا سوچو کہ جس خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے اگر وہ بھی تمہارے دل کی باتوں سے واقف نہیں تو اور کون واقف ہوگا؟ اس کی نگاہ بڑی باریک بین ہے اور وہ ہر بات سے باخبر ہے۔

۱۵ (اُس خدا نے تمہاری نشو و نما کے لئے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ رزق کے سرچشموں (زمین) کو تمہارے تابع تسخیر بنا دیا ہے۔ سو تم اس کے حصول کے مختلف راستے تلاش کرو' اور اس طرح اس کے عطا کردہ رزق کو اپنے استعمال میں لاؤ۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لو کہ تم ان رزق کے سرچشموں کے واحد مالک ہو اس لئے انہیں جس طرح جی چاہے اپنے تصرف میں رکھ سکتے ہو۔ یہ امانتاً تمہاری تحویل میں دیئے گئے ہیں اس لئے تمہیں ہر وقت اس کا خیال رہنا چاہیئے کہ تمہیں خدا کو ان کا حساب دینا ہے (یہی وہ انداز نگاہ ہے جس سے انسانیت کا شجر خزاں دیدہ از سر نو بہار سے ہمکنار ہو سکتا ہے)۔

۱۶ (تم جو رزق کے سرچشموں کے واحد مالک بن جاتے ہو اور جس مقصد کے لئے خدا نے انہیں پیدا کیا ہے' اسے نظر انداز کر دیتے ہو تو) کیا تم خدا کے قانون مکافات سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہو؟ ذرا سوچو کہ اگر وہ ان معاشی سہولتوں کو ختم کر دے۔ زمین گرد و غبار (بنجر) بن کر رہ جائے۔ (۱۸/۸ ; ۲۰/۱۰۶ ; ۵۶/۶)۔ یا خود تمہیں زلزلہ کے جھٹکے سے زمین میں دھنسا دے' تو تم کیا کر لو؟

۱۷ یا سوچو کہ اگر اوپر کے کسی کرے میں ایسا اختلال واقع ہو جائے کہ وہاں سے پتھر برسنے شروع ہو جائیں' تو تم اس تباہی سے کس طرح بچ سکو؟

اس وقت تم ان باتوں کو یونہی مذاق سمجھ رہے ہو لیکن تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہماری ان تنبیہات کا مطلب کیا تھا؟ (قوموں کی تباہیاں طبیعی حوادث ہی سے نہیں ہوا کرتیں۔ یہ غلط نظام تمدن کا نتیجہ بھی ہوتی ہیں)۔

۱۸ تم سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح ہماری تنبیہات کو جھوٹا سمجھا تھا۔ سو تم تاریخ کے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ

صفحات سے پوچھو کہ ان کی اس تکذیب کا نتیجہ کس طرح تباہی اور بربادی کی شکل میں سامنے آیا۔

۱۹ (تمہیں خدا کے کائناتی قانون کا اندازہ ہی نہیں کہ وہ کس قدر عظیم قوتوں کا مالک ہے۔ اس کے لئے بڑے وسیع علم اور تجربے کی ضرورت ہے لیکن اس کا سرسری سا اندازہ لگانا ہو تو) ذرا فضا کی پہنائیوں میں اڑنے والے پرندوں کو دیکھو۔ (اتنے وزن کی چیز ہوا میں معلق نہیں ٹھہر سکتی لیکن وہ ہیں کہ) اس میں اس تیزی سے اڑے چلے جاتے ہیں۔ سوچو کہ قانون خداوندی کے علاوہ کوئی اور شے بھی ایسی ہو سکتی ہے جو انہیں اس طرح فضا میں تھامے رکھے اور گرنے نہ دے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کا قانون نشوونما ہر شے کی ضروریات اور تقاضوں پر نگاہ رکھتا ہے۔

۲۰ تم بتاؤ کہ اگر خدا کے قانون کی تکذیب اور مخالفت سے تم پر تباہی آجائے تو وہ کون سا لشکر ہے جو اس کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جو قانون خداوندی سے اس طرح انکار کرتے اور سرکشی برتتے ہیں، دھوکے اور خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ اس کے قانون کو کوئی قوت شکست نہیں دے سکتی۔

۲۱ ان سے پوچھو کہ اگر خدا، زمین کی اس صلاحیت کو سلب کر لے جس کی رُو سے اس میں سے خوراک پیدا ہوتی ہے، تو وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے؟

لیکن ان کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آسکتیں، اس لئے کہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت کے جذبات کی طغیانیوں میں، موج در موج، بہے چلے جا رہے ہیں۔ (اور سمجھنے سوچنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان جذبات میں غرق نہ ہو)۔

۲۲ ان سے پوچھو کہ جو شخص اوندھی ڈال کر، عقل و فکر سے کام لئے بغیر، جذبات کی رَو میں بہے چلا جا رہا ہو، وہ کبھی اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو زندگی کے توازن بدوش راستے پر سیدھا چل رہا ہو؟

۲۳ ان سے کہو کہ خدا نے تمہیں پیدا کیا تھا تو (جانوروں کی طرح نہیں بنا دیا تھا۔ اس نے

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٩﴾

تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے سوچنے کی استعداد دی تھی تاکہ تم اس سے کام لے کر انسانوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ لیکن تم سوچو کہ ان قوتوں کو تم کس حد تک ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے ہو؟

۲۴ اس خدا نے تمہیں زمین میں ہر طرف پھیلا دیا ہے (اور سامانِ معیشت فراوانی سے عطا کر دیا ہے۔ لیکن اس پھیلاؤ سے یہ مطلب نہیں کہ تم اس کے قانون کے دائرے سے باہر نکل گئے ہو۔ بالکل نہیں) تم ہر طرف سے ہنکا کر اس کے قانونِ مکافات کی طرف لائے جا رہے ہو۔ (تمہارا ہر قدم اسی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ ۲۳/۱۴)۔

۲۵ (ان کے سامنے جب بھی قانونِ مکافات کا ذکر آتا ہے تو) یہ کہتے ہیں کہ اگر تم واقعی سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ تباہی جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو کب آئے گی؟

۲۶ ان سے کہو کہ اس بات کا علم تو خدا ہی کو ہے کہ وہ تباہی کب آئے گی۔ لیکن میں تمہیں اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ بڑا ہی تباہ کن ہوگا اور یہ تباہی آکر رہے گی۔

۲۷ (اس وقت تو یہ اس تباہی کے لئے اس قدر جلدی مچا رہے ہیں۔ لیکن) جب یہ اُسے اپنے قریب آتا دیکھیں گے، تو غم کے مارے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ تباہی جسے تم آوازیں دے دے کر بلایا کرتے تھے۔

۲۸ تم ان سے کہو کہ اس سوال کو چھوڑو کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا انجام کیا ہوگا؟ ہم تباہ ہو جائیں گے یا خدا کی رحمت اور ربوبیت ہمارے شاملِ حال رہے گی۔ تم یہ بتاؤ کہ جب تمہارے انکار اور سرکشی کی وجہ سے تم پر تباہی آئے گی تو تمہیں اس سے کون پناہ دے گا؟ (تم ہماری فکر چھوڑو، اپنا خیال کرو)۔

۲۹ ان سے کہو کہ ہم جس خدا پر ایمان لائے ہیں وہ خدائے رحمٰن ہے۔ یعنی وہ جس نے کائنات کی نشوونما کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اس کے قانونِ نشوونما پر ہمارا پورا پورا بھروسہ ہے

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ ﴿۳۰﴾

(اس لئے ہم پر کبھی تباہی نہیں آسکتی)، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون کھلی ہوئی گمراہی میں ہے (اور کون صحیح راستے پر چل رہا ہے)۔

۳۰ (بات چلی تھی اس سے کہ ہم نے جو رزق کے سرچشمے تمام انسانوں کی نشو و نما کے لئے عطا کئے ہیں، انہیں اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر نہ بیٹھ جاؤ۔ اس سلسلہ میں آخر میں (انہیں پھر ایک بات سمجھاؤ)۔ ان سے پوچھو کہ اس وقت خدا کے قانونِ کائنات کے مطابق، پانی زمین سے اُبل کر چشموں کے ذریعے اوپر کو آتا ہے۔ اگر اس کا قانون یہ ہو جائے کہ پانی، اوپر کی طرف آنے کے بجائے زمین میں نیچے ہی نیچے چلا جائے تو بتاؤ کہ یہ آبِ رواں (جس پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے) تمہیں کون دے سکے گا؟ (۵۶/۶۳–۴۷)۔

(سوچنے والے کے لئے اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ رزق، خدا کی موہبت ہے، اس لئے اسے خدا ہی کے قانون کے مطابق تقسیم ہونا چاہیئے)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾

۱ اے رسولؐ! یہ مخالفین کہتے ہیں کہ تو دیوانہ ہے۔
ان سے کہو کہ ذرا دوات اور قلم[1] اور جو کچھ اس سے لکھا جاتا ہے (یعنی علم کی بارگاہ) سے پوچھو کہ کیا دیوانے اسی قسم کے ہوتے ہیں اور ایسی ہی تعلیم پیش کیا کرتے ہیں جیسی تو اس کتابِ عظیم میں پیش کر رہا ہے؟

۲، ۳ تو خدا کے فضل و کرم سے بیش بہا نعمت (نبوت اور مملکت) سے نوازا گیا ہے۔ اس لئے تیری سعی و کاوش کا صلہ ایسا ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

۴ اگر یہ لوگ ذرا عقل و ہوش سے کام لیتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ جس شخص کا مزاج اس قدر اعتدال پر ہو، جس کی سیرت اس قدر بلند ہو، جو حسنِ اخلاق کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہا ہو وہ کبھی دیوانہ نہیں ہو سکتا۔ (اور جب علم اور تلوار کے ساتھ حسنِ اخلاق بھی شامل

---

[1] نٓ کے معنی تلوار بھی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے "نٓ والقلم" سے مراد "شمشیر اور قرآن" بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی قانونِ خداوندی اور قوتِ نافذہ۔ یہی دو چیزیں ہیں جن سے اسلامی نظامِ مملکت قائم ہوتا ہے۔ قانونِ خداوندی، مملکت کی قوت کی نگرانی کرنے والا کہ وہ بے جا صرف نہ کی جائے۔ اور قوت، قانونِ خداوندی کی نگرانی کرنے والی کہ وہ محض "وعظ" بن کر نہ رہ جائے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾

ہوجائے تو معاشرہ کا نقشہ کیا ہوجائے گا ؟)

۵ ۶ یہ تو رہی نظری شہادت۔ اس کی عملی شہادت کے لئے تھوڑا سا انتظار کرو۔ تمہارے قائم کردہ نظام کے درخشندہ نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ تم دونوں میں کون دیوانہ اور فریب خوردہ ہے!

۷ اس لئے کہ تیرے خدا پر اچھی طرح روشن ہے کہ کون صحیح راستے پر چل رہا ہے اور کون اس راستے سے بھٹک چکا ہے۔ (دونوں کو دن بھر چلنے دو شام کے وقت جب سفر ختم ہوجائے گا تو واضح ہوجائے گا کہ کون منزل پر پہنچ گیا اور کون راستے میں کھو گیا)۔

۸ ۹ یہ لوگ ان حربوں پر اس لئے اُتر آئے ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ تو اس قسم کے طعن و تشنیع سے تنگ آکر مفاہمت پر آمادہ ہوجائے۔ یعنی کچھ تو اپنے مقام سے ہٹے کچھ یہ نرم پڑیں اور اس طرح تم دونوں میں مفاہمت[1] کی شکل پیدا ہوجائے۔ لیکن تم ان کی بات بالکل نہ ماننا (اس لئے کہ جو شخص حق پر ہو اس کے لئے اپنے مقام سے ذرا سا ہٹ جانا بھی اس کی شکست ہے۔ حق اپنے مقام سے ہٹا تو باطل ہوگیا۔ اس کے برعکس باطل کوئی بھی مقام اختیار کرلے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ پہلے بھی باطل تھا پھر بھی باطل رہے گا۔ صحیح جواب ایک اور صرف ایک ہوتا ہے۔ غلط سینکڑوں ہو سکتے ہیں۔ $\frac{1}{15}$ ؛ $\frac{11}{113}$ ؛ $\frac{14}{44}$)۔

۱۰ (اے رسولؐ!) جماعتِ مخالفین کے اس نمائندہ کی (جو مفاہمت کی پیش کش لے کر آیا ہے) یہ حالت ہے کہ یہ بزار دنی الطبع، پست ذہنیت کا مالک اور سخت جھوٹا ہے۔ اسی لئے اپنی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے۔

۱۱ یہ چاہتا ہے کہ اپنی دسیسہ کاریوں اور وسوسہ انگیزیوں سے تمہاری جماعت میں تفرقہ پیدا کردے۔ اس کی نگاہ کا زاویہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اسے کہیں بھی حسن اور خیر نظر نہیں آتا۔ ہر جگہ شر، نقص اور خرابی دکھائی دیتی ہے۔ ہر وقت لگائی بجھائی میں مصروف رہتا ہے۔ اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر کرتا پھرتا ہے اور اپنی باتوں میں جھوٹ سچ ملا کر ہر جگہ فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

[1] COMPROMISE.

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ

۱۲ خود بھی کوئی بھلے کا کام نہیں کرتا اور لوگوں کو بھی بھلائی کے کاموں سے روکتا رہتا ہے۔ انسانیت کے صحیح قانونِ حیات سے سرکشی برتنے میں سب سے آگے اور منفعت بخش تعمیری کاموں میں سب سے پیچھے رہتا ہے۔

۱۳ شقی القلب، بے درد، سخت گیر، جھگڑالو، ہر وقت نیت یہ کہ لوگوں کا سب کچھ سمیٹ کر ہڑپ کر جائے۔ یہ زندگی کی سرسبزی اور شادابی سے یکسر محروم ہے، اس لئے بڑا ہی ذلیل اور کمینہ ہے۔

۱۴ یہ اس قسم کی سیرت و کردار کے باوجود، لوگوں کا لیڈر اس لئے بنا ہوا ہے کہ یہ سرمایہ دار ہے، اور اس کے قبیلے (افرادِ خاندان) کا جتھہ بہت بڑا ہے۔

۱۵ دولت اور قوت کا یہی نشہ ہے جس سے اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے ہمارے قوانین پیش کئے جاتے ہیں تو یہ نہایت نفرت و حقارت اور غرور و تکبر سے کہتا ہے کہ یہ سب پہلے لوگوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔ یہ محض افسانے ہیں۔

۱۶ تم عنقریب دیکھو گے کہ اس کا یہ زعمِ باطل کس طرح ٹوٹتا ہے، اور یہ جو اتنی بڑی "ناک" لئے پھرتا ہے، وہ کس طرح بیچ چوراہے کے کٹتی ہے۔

۱۷ ہم اسے ایسا پلٹا دیں گے جیسا (مشہور مثال میں) باغ والوں کو پلٹا دیا تھا[1]۔ ان کا بہت بڑا باغ تھا جس کے درخت پھلوں سے لدے ہوتے تھے۔ انہوں نے بڑے وثوق سے کہا کہ ہم صبح ہوتے ہی ان کا پھل توڑ لیں گے۔

۱۸ انہوں نے اس میں سے محتاجوں اور مسکینوں کے لئے ذرا سا حصہ بھی الگ کرنے کا ارادہ نہ کیا تھا۔

۱۹ تو ہوا یہ کہ وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ ایک ایسی بلائے ناگہانی (مثلاً ٹڈی دل) آئی کہ وہ ساری فصل چٹ کر گئی۔

۲۰ اور وہاں سرسبز و شاداب باغ (اور کھیتیوں) کی جگہ چٹیل میدان رہ گیا۔

---

[1] اسی قسم کی مثال (۱۸/۳۲–۴۴) میں بھی آئی ہے۔

كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ

۲۱-۲۲ صبح اٹھ کر انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ اٹھو، چلو سویرے سویرے پھل توڑ کر فارغ ہو جائیں۔

۲۳-۲۴ چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے اپنے گھروں سے روانہ ہو گئے۔ وہ چلتے جاتے تھے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے، کہ دیکھنا! آج کوئی محتاج اور مسکین تمہارے پاس پھٹکنے نہ پائے۔

۲۵ چنانچہ وہ اس طرح باغ کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے ایسا انتظام کر لیا کہ کوئی محتاج وہاں تک نہ آنے پائے۔

۲۶ جب وہ وہاں پہنچے تو (باغ اور کھیتوں کو دیکھ کر) کہنے لگے کہ ہم آج کہیں راستہ تو نہیں بھول گئے؟ یہ تو ہمارے باغات اور کھیت معلوم نہیں ہوتے۔

۲۷ (پھر جب ذرا آنکھیں مل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہی باغات اور کھیتوں کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس پر) وہ سر پیٹ کر بیٹھ گئے اور چلا اٹھے کہ ہائے ہم مارے گئے۔ ہمارا سب کچھ لٹ گیا۔ ہم تباہ و برباد ہو گئے، ہماری قسمت پھوٹ گئی۔

۲۸ ان میں سے ایک شخص نے جس نے اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا، کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اپنی تمام جد و جہد کو خدا کے قانون کے تابع رکھو۔ تم نے میری بات نہ مانی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

۲۹ انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے مسکینوں اور غریبوں کے حقوق کا قطعاً خیال نہیں رکھا تھا۔ یہ ظلم تھا۔ اور ظلم کا نتیجہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ (ورنہ خدا کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کی محنت کو یونہی ضائع کر دے)۔

۳۰-۳۱ پھر وہ ایک دوسرے کو لگے لعنت ملامت کرنے، کہ تم نے ہی ایسی پٹی پڑھائی تھی جس سے ہم قانون خداوندی سے سرکش ہو گئے۔

۳۲ اب ہم قانون خداوندی کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ خدا ہمیں اس سے

رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ ؕ مَا لَکُمْ ٝ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۙ اِنَّ لَکُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۚ اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۙ اِنَّ لَکُمْ لَمَا تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ ۚ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِکَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ ۚ اَمْ لَهُمْ شُرَکَآءُ ۚۛ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَکَآئِهِمْ

بہتر سامانِ رزق عطا کرے گا

۳۳ اے رسولؐ! تم ان مخالفت کرنے والوں کو بتا دو کہ قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتنے والوں پر اس طرح اس دنیا میں تباہی آیا کرتی ہے اور آخرت کی تباہی اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہوگی۔ اے کاش! یہ اس بات کو سمجھ لیتے۔

۳۴ اس کے برعکس، جو لوگ ہمارے قانونِ ربوبیت کی نگہداشت کرتے ہیں (اور اپنی کمائی میں محتاجوں اور مسکینوں کا حق سب سے پہلے سمجھتے ہیں)، انہیں ایسی جنتی زندگی نصیب ہوگی جس میں ہر قسم کی آسائشیں ہوں گی۔

۳۵ یہ اس لئے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ جو لوگ ہمارے قوانین کی اطاعت کریں، وہ ان لوگوں جیسے ہو جائیں جو ان سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ (جب ان کے راستے مختلف سمتوں کو جاتے ہیں تو ان کی منزل ایک کیسے ہو سکتی ہے؟)

۳۶ (یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو جی میں آئے کرتے رہیں، ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں) ان سے کہو کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اس قسم کے فیصلے کرتے ہو؟

۳۷-۳۸ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا نوشتۂ خداوندی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ تم جو روش چاہو اختیار کر لو، نتائج تمہارے حسبِ پسند نکلتے آئیں گے؟

۳۹ یا تم نے خدا سے اس قسم کا کوئی عہد لے رکھا ہے کہ تم زندگی کے معاملات کے متعلق جس قسم کے فیصلے تمہارا جی چاہے کرتے جاؤ، تمہیں ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ ہوگا — چت بھی تمہاری ہوگی اور پٹ بھی تمہاری — اور یہ خدا نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ وہ قیامت تک اپنے اس عہد کو پورا کرتا رہے گا!

۴۰ ان سے پوچھو کہ تم میں وہ کون ہے جو چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں نے خدا سے اس قسم کا عہد لے رکھا ہے اور اس کے پورا کرانے کا میں ذمہ دار ہوں۔

۴۱ یا اس معاملہ میں ان کے کوئی اور شریک ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان سے کہو کہ وہ ان

إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾

شرکار کو سامنے لائیں اور اس طرح اپنے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت دیں۔

۴۲ (یہ سب ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ خدا کا قانونِ مکافات اٹل ہے۔ اس قانون کی رو سے ـــ گندم از گندم بروید جو ز جو ـــ لہٰذا) اب وہ وقت بہت قریب آرہا ہے جب ان کی اس غلط روش کے تباہ کن نتائج ان کے سامنے آجائیں گے۔ بڑے گھمسان کا رن پڑے گا۔ چاروں طرف سے شدت کی سختیاں امنڈ کر آجائیں گی۔ اُس وقت ان میں سے بعض انہیں مشورہ دیں گے کہ وہ قانونِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں لیکن اس کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اُس وقت یہ بات اُن کے بس کی نہیں رہے گی کہ کسی طرح اس تباہی سے بچ جائیں۔ (ظہورِ نتائج کے وقت مہلت کا عرصہ ختم ہوجاتا ہے)۔

۴۳ اس وقت ذلت سے ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی اور رسوائی کی سیاہی ان کے چہروں پر ملی ہوگی۔ اس سے پہلے مہلت کے عرصہ کے دوران انہیں کہا جاتا تھا کہ وہ قانونِ خداوندی کے سامنے جھک جائیں۔ اُس وقت یہ بات ان کے بس میں تھی کہ اپنے آپ کو اس تباہی سے بچا لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اب یہ تباہی سے کیسے بچ سکتے ہیں!

۴۴ (سو اے رسولؐ! تم اپنے پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ عمل رہو) اور ان لوگوں کو جو ہمارے قانونِ مکافات کی صداقت کو جھٹلاتے ہیں ہمارے حوالے کردو۔ ہم انہیں بتدریج آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں اس مقام تک پہنچا دیں گے جہاں انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ تباہی آ کہاں سے گئی!

۴۵ ہم انہیں اس وقت مہلت دے رہے ہیں۔ ہماری تدبیر بڑی محکم اور مضبوط ہوتی ہے اس لئے یہ اس کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتے۔

۴۶ ذرا سوچو کہ یہ جو تجھ سے اس طرح گھبرا کر بھاگ جانا چاہتے ہیں تو کیا تو ان سے کچھ معاوضہ مانگ رہا ہے جسے یہ اپنے لئے ناقابلِ برداشت جرمانہ سمجھ رہے ہیں؟ (۵۲/۴۰)۔

۴۷ یا انہیں غیب سے پتہ چل گیا ہے (کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ کبھی واقع نہیں ہوگا) اور انہوں

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

(۲) (۴۷) (۳)

نے اس غیب کی خبر کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ (اور اس لئے ان کی جرأتیں بیباک ہو رہی ہیں)

۴۸ تو ان کی کسی بات کی پرواہ نہ کر' اور اپنے نشو ونما دینے والے کے تجویز کردہ پروگرام کی تکمیل میں ثابت قدم رہ۔ اور مچھلی والے پیغمبر (یونسؑ) کی طرح جلدبازی نہ کر (وہ اپنی قوم کی مخالفت سے گھبرا کر وقت سے پہلے ان سے ہجرت کر کے چلا گیا تھا۔ ۲۱/۸۷ ؛ ۳۷/۱۳۹)۔ اس سے وہ خود مشکل میں پھنس گیا' اور غم والم کی اس حالت میں اس نے ہمیں مضطربانہ پکارا۔

۴۹ اگر اُسے' اس کے نشو ونما دینے والے کی طرف سے سامانِ آسائش میسر نہ آجاتا' تو وہ لبِ ساحل' چٹیل میدان میں پڑا رہ جاتا اور اس کی حالت بڑی خراب ہو جاتی۔ وہ وہاں سے نکل ہی نہ سکتا ۳۷/۱۴۶)۔

۵۰ (لیکن یہ ایک عارضی مصیبت تھی جو اس پر اس کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے آگئی۔ ورنہ) وہ خدا کے برگزیدہ اور صالح بندوں میں سے تھا' اور خدا کی نظروں میں ویسا ہی رہا۔ (لہٰذا' تم' اے رسولؐ! جلدبازی نہ کرنا' استقامت سے اپنے پروگرام پہ جمے رہنا اور اسی کے مطابق ہر قدم اٹھانا۔ اس سے تم ہر خطرہ سے محفوظ رہو گے)۔

۵۱ ان کفار کی کوشش یہ رہتی ہے کہ جب وہ تم سے قرآن سنیں تو تمہیں (کبھی) دیوانہ کہہ دیں' (اور کبھی ساحر اور شاعر) اور تمہاری طرف گھور گھور کر دیکھیں' تاکہ تم ان سے زچ پڑ جاؤ' اور اس طرح اپنے مقام سے پھسل جاؤ۔

۵۲ (لیکن تم اس سے مت گھبراؤ۔ اگر تمہاری یہ قوم' اس ضابطۂ زندگی کو اختیار نہیں کرتی تو نہ کرے' یہ صرف اسی قوم کیلئے نہیں آیا) - یہ تو تمام اقوام عالم کے لئے ضابطۂ حیات ہے (یہ قوم اسے تسلیم نہیں کرے گی تو کوئی اور تسلیم کر لے گی اور اس سے صاحب شرف ومجد ہو جائے گی یہ تکریم انسانیت اسی ضابطۂ حیات سے وابستہ ہونے سے حاصل ہو گی۔ جو قوم بھی چاہے اسے حاصل کر لے)۔
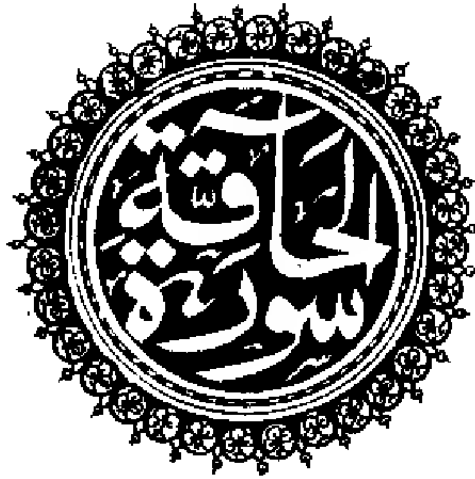
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَآقَّۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ﴿ؕ۳﴾ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ ﴿۵﴾ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ﴿۷﴾

---

(۱) ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آجانے والی تباہی۔

(۲، ۳) یہ تباہی کیا ہے؟ اس کے متعلق تجھے خدا سے بہتر سمجھانے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ (اسلئے ہم بتاتے ہیں کہ یہ واقع ہو کر رہنے والی تباہی کیا ہے؛ اور وہ کیوں آئے گی)۔

(۴) یہ اسی قسم کی تباہی ہے جو ہمارے قانونِ مکافاتِ عمل کی رو سے' اقوامِ سابقہ پر بھی آتی رہی (مثلاً) عاد اور ثمود کو تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر وہ اپنی غلط روش سے باز نہیں آئیں گے تو ان پر کھڑکھڑا دینے والی تباہی آجائے گی۔ انہوں نے اس تنذیر کو جھٹلایا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

(۵) شدید کڑک کے ساتھ ایک ہیبت ناک زلزلہ آیا جس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔

(۶) اور عاد کو بے پناہ آندھی کے جھکڑ نے ختم کر دیا۔

(۷) وہ آندھی' ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔ اس نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ تو اگر وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ وہ کس طرح اوندھے منہ گرے پڑے ہیں۔ یوں جیسے کھجور کے تناور درخت جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دیئے گئے ہوں۔ (۵۴/۲۰)۔

فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ﴿١٠﴾ إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ

---

۸ کیا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے؟ وہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئے۔

۹ اسی طرح فرعون کا بھی حشر ہوا، اور اُن دیگر اقوام کا بھی جو اس سے پہلے ہو گزری تھیں۔ اور (قوم لوطؑ کے) خطاکاروں کا، جن کی بستیاں اُلٹ گئی تھیں۔

۱۰ انہوں نے اپنے نشو و نما دینے والے خدا کے رسولوں کی نافرمانی کی تو اس کے قانونِ مکافات نے انہیں سختی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔

۱۱ (رسولوںؑ کی معصیت کرنے والے تو اس طرح تباہ و برباد ہو گئے لیکن جن لوگوں نے اُن (رسولوںؑ) کا ساتھ دیا، انہیں ہم نے تباہیوں سے محفوظ رکھا۔ مثلاً جب طوفانِ نوحؑ کے وقت) پانی کی طغیانیاں حد سے بڑھ گئیں تو ہم نے (اے جماعت مومنین!) ان لوگوں کو جو تمہارے جیسا مسلک رکھتے تھے) کشتی میں سوار کرا لیا۔

۱۲ (ہم نے اقوامِ سابقہ کے یہ واقعات اس لئے بیان کئے ہیں) کہ یہ تمہارے لئے قانونِ مکافات کی تاریخی شہادتوں کا کام دیں۔ اور گوشِ نصیحت نیوش (معقول بات سننے والے) انہیں اچھی طرح سے یاد رکھیں۔ ($\frac{12}{111}$)

اسی طرح کی تباہی ان مخالفین پر بھی آنے والی ہے۔

۱۳ ۱۴ جب اعلانِ جنگ کا بگل پہلی بار بجایا جائے گا، اور بڑے بڑے لیڈر اور ان کا لاؤ لشکر سب تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اور ایک ہی حملہ میں (سردارانِ قوم) کی سرکشی اور تکبر کا کچومر نکال کر رکھ دیا جائے گا۔

۱۵ اُس دن یہ آنے والی تباہی آئے گی۔

۱۶ اُس وقت ہر سربلند، متکبر کی قوت پاش پاش ہو جائے گی، اور ہر مستبد کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔

۱۷ اور کائناتی قوتیں اسے ہر طرف سے گھیرے ہوں گی۔ اور خدا کے نظامِ ربوبیت کا مرکزی کنٹرول آٹھ شعبوں میں بٹا ہوگا۔[1]

---

[1] فٹ نوٹ اگلے صفحے پر دیکھیئے۔

عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنٰى عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾

۱۸ اُس دن تم سب نکھر کر سامنے آجاؤ گے۔ تمام راز فاش ہو جائیں گے۔ اور تمہاری کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔

۱۹ سو جس کے اعمال کا رجسٹر یمن و سعادت کے ہاتھوں میں ہوگا' وہ ہر ایک سے خوشی خوشی کہے گا کہ لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔

۲۰ (وہ یہ بھی کہے گا کہ) میں نے اس کا خیال رکھا تھا کہ جو کچھ میں کرتا ہوں' اس کا حساب ضرور ہوگا —— (اس احتیاط کا نتیجہ تھا کہ میں غلط روش سے بچتا رہا)۔

۲۱ سو اس کی زندگی حسبِ منشا خوشگواریوں کی ہوگی۔

۲۲-۲۳ ایک بلند جنتی معاشرہ میں' جس کے پھل ہر وقت اُن کی دسترس میں ہوں گے۔

۲۴ اُن سے کہا جائے گا کہ تم نہایت اطمینان سے کھاؤ پیو۔ یہ سب ان اعمال کا نتیجہ ہے جو تم نے سابقہ ایام میں کئے تھے۔

۲۵ لیکن جس کا اعمالنامہ' نامساعدت (کے بائیں ہاتھ) میں دیا جائے گا' وہ (بصد حسرت و یاس) کہے گا کہ اے کاش! مجھے یہ رجسٹر نہ دیا جاتا۔

۲۶ اور نہ ہی مجھے معلوم ہوتا کہ میرے اعمال کا حساب کیا ہے۔

۲۷ اے کاش! کسی طرح موت میرا قصہ تمام کر دیتی۔

۲۸ افسوس کہ وہ مال (جس پر میں اس قدر اتراتا تھا) میرے کسی کام نہ آیا۔

(گذشتہ صفحہ کا فٹ نوٹ لہ) ان تمام آیات میں "الفاظ" کے مجازی معانی لے کر انہیں اس تباہی پر منطبق کیا گیا ہے جو مخالفین قریش پر جماعتِ مومنین کے ہاتھوں آئی تھی۔ یہ اس لئے کہ اس سے پہلے جن اقوامِ سابقہ کا ذکر کیا گیا ہے ان سب پر تباہی اسی دنیا میں آگئی تھی۔ (لہذا) ان آیات میں' قریش کی بھی اسی تباہی کا ذکر ہونا چاہیئے جو ان پر اس دنیا میں آئی تھی) لیکن اگر ان الفاظ کے حقیقی معانی لئے جائیں تو ان آیات میں کسی ایسے کائناتی انقلاب کا ذکر ہے جسے ہم اس وقت نہیں سمجھ سکتے کہ اس کی شکل کیا ہوگی۔ اس سلسلہ میں' پارہ کے شروع میں درج کردہ "وضاحت" کو پیشِ نظر رکھئے۔

هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿٣٢﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ﴿٣٥﴾ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾

(١) (ع) (٥)

---

۲۹ اور میرا وہ غلبہ اور اقتدار (جس کے بل بوتے پر میں نے اس قدر سرکشی اختیار کر رکھی تھی) غت ربود ہو گیا۔

۳۰ کہا جائے گا کہ اسے پکڑو اور اس کی گردن میں طوق ڈالو۔

۳۱ پھر اسے دوزخ میں دھکیل دو۔

۳۲ اور وہاں اسے ایک لمبی زنجیر سے جکڑ دو۔

۳۳ یہ وہ ہے جو خدائے عظیم کے قانونِ مکافات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔

۳۴ اور اسی لئے اس کی کیفیت یہ تھی کہ یہ لوگوں کو اس کی ترغیب نہیں دیتا تھا کہ ایسا نظام قائم ہو جائے جس میں ہر اس شخص کو سامانِ رزق ملتا رہے جس میں کمانے کی سکت نہ رہی ہو۔

۳۵ (اس کی یہ کیفیت اس لئے تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ میرے پاس اس قدر مال و دولت ہے کہ مجھے کسی کی محتاجی نہیں ہوگی۔ اس لئے مجھے کسی ایسے نظام کی کیا ضرورت ہے جس میں ہر شخص دوسرے کا رفیق و دمساز ہوتا ہے۔ لیکن اُس وقت وہ خود دیکھ لے گا کہ انسان کو رفیق و غمخوار دوست کی کتنی ضرورت ہوتی ہے لیکن) اُس وقت اس کا کوئی دوست اور غمخوار نہیں ہوگا۔

۳۶ اور کھولتے ہوئے پانی کے سوا (جس سے پیاس اور بھڑک اٹھے) کچھ پینے کو نہیں ملے گا — یہ اُس کے اپنے ہی آنسوؤں کے گھونٹ ہوں گے۔

۳۷ یہ غذا صرف خطاکاروں کی ہوتی ہے۔

۳۸ **۳۹** (اے رسولؐ! تم ان سے کہدو کہ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے قیاسات نہیں۔ یہ اٹل حقائق ہیں جن کے) وہ واقعات جو محسوس شکل میں تمہارے سامنے آچکے ہیں اور وہ جو ابھی تک پردہ خفا میں ہیں شاہد ہیں۔

۴۰ ان باتوں کا کہنے والا (یعنی جس کی زبان سے یہ تم تک پہنچ رہی ہیں) ہمارا معزز پیغامبر ہے۔

۴۱ **۴۲** یہ ہمارے ہی ارشادات ہیں جنہیں یہ تم تک پہنچا رہا ہے۔ یہ کسی شاعر کے تخیلات نہیں، نہ ہی کسی کاہن کے قیاسات ہیں۔ (یہ خدا کی وحی ہے)۔

تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

۲ ع ۱۵ ۱

لیکن بہت تھوڑے ہیں جو عقل و بصیرت سے کام لے کر ان حقائق پر غور کرتے اور اس طرح ان کی صداقت پر ایمان لا کر انہیں بطور ضابطۂ حیات اپنے سامنے رکھتے ہیں۔

۴۳ یہ اُس خدا کی طرف سے بھیجا ہوا قرآن ہے جو تمام اقوامِ عالم کا نشوونما دینے والا ہے (اور اس سے مقصد یہ ہے کہ لوگ ان قوانین کا اتباع کریں تا کہ ان کی ذات کی نشوونما ہو جائے)۔

۴۴-۴۶ اس وحیِ خداوندی میں انسانی خیالات کی ذرہ بھر آمیزش نہیں۔ اگر یہ رسولؐ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر اسے ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اسے داہنے ہاتھ کی محکم گرفت سے پکڑتے۔ اس کے پروگرام کو کبھی آگے نہ بڑھنے دیتے اور اس کے ثبات و استحکام کی قوتوں کو بے کار کر کے رکھ دیتے۔ اس کی اسکیموں کو بے جان کر دیتے۔

۴۷ اور تم میں کوئی ایسا نہ ہوتا جو ہمیں ایسا کرنے سے روک سکتا۔ (باطل پر مبنی پروگرام آخر الامر ناکام ہو کر رہتا ہے)۔

۴۸ (اس قدر واضح حقائق کے بعد بھی تم لوگ ان قوانین کی صداقت پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ اس لئے کہ) ان باتوں سے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جو زندگی کی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔

۴۹ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں (جہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو غور و فکر کے بعد اس قرآن پر ایمان لے آئیں، وہاں) ایسے بھی ہیں جو اسے جھٹلائیں گے۔

۵۰ (لیکن تمہارے جھٹلانے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ آنے والا انقلاب آ کر رہے گا) اور جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں، وہ ان کے دل میں سوزِ حسرت بن کر انہیں جلاتا رہے گا۔

۵۱ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے، جو سامنے آ کر رہے گی۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے، ظن و قیاس نہیں —— یہ الحاقۃ ہے —— یعنی ٹھوس حقیقت۔

۵۲ اسلئے (اے رسولؐ! تم ان لوگوں کی اس قسم کی باتوں کی پرواہ نہ کرو۔ اور) اپنے خدا کی ربوبیتِ عظمیٰ کے پروگرام کو تکمیل تک پہنچانے کیلئے سرگرمِ عمل رہو۔ (اسکے نتائج بتا دیں گے کہ تمہارا یہ دعویٰ کس طرح حقیقت پر مبنی ہے)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الۡمَعَارِجِ ﴿ؕ۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ۚ﴿۴﴾

---

۱ (اے رسولؐ!) تمہارے مخالفین، جو حق و صداقت کا انکار کرتے ہیں، بار بار تقاضا کرتے ہیں کہ جس عذاب کی انہیں دھمکی دی جاتی ہے، وہ آتا کیوں نہیں؟ ان سے کہو کہ تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ تم جس چیز کے لئے یوں تقاضا پر تقاضا کر رہے ہو، وہ کوئی خوش آئند بات نہیں۔ وہ ایک آفت ہے جو تم پر آنے والی ہے۔

۲ اور جب وہ آئے گی تو دنیا کی کوئی طاقت اسے ہٹا نہیں سکے گی۔

۳ اس کے آنے میں وقت اس لئے لگ رہا ہے کہ اُسے اُس خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق واقع ہونا ہے جو اپنی ہر اسکیم کو ارتقائی مدارج (کی سیڑھیاں) چڑھا کر تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ وہ اُسے اُس کے نقطۂ آغاز سے تکمیل تک یک لخت نہیں لے جاتا۔ بتدریج ایسا کرتا ہے۔

۴ اُس کا انداز یہ ہے کہ وہ اپنی اسکیم کا آغاز اُس کے پست ترین نقطہ سے کرتا ہے۔ پھر کائناتی قوتیں، (جو عالمِ خلق میں کارفرما ہیں) اور اُلوہیاتی توانائی (جو عالمِ امر میں رُو بعمل ہے) اُس اسکیم کو تکمیل تک لے جانے کے لئے اوپر اٹھتی ہیں۔ اور اس طرح اسے ارتقائی مدارج طے کراتی ہوئی، آگے بڑھاتی ہیں۔ یہ مراحل بڑے طویل المیعاد وقفوں

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ﴿٦﴾ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ﴿٧﴾ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾

میں طے ہوتے ہیں جن کی مدت ہزار ہزار' بلکہ پچاس پچاس ہزار سال کی ہوتی ہے۔ (۲۲/۴۷ ؛ ۳۲/۵ ؛ ۳۵/۱۰ ؛ [illegible] ؛ ۷۰/۴)۔

٥ (لہذا' تمہیں اِن کے اِن تقاضوں سے مضطرب نہیں ہونا چاہیئے) تم اپنے پروگرام پر حسن کارانہ انداز سے ثابت قدم رہو۔ یہ اپنے وقت پر تکمیل تک پہنچے گا۔

٦ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تباہی کہیں بہت دُور ہے۔

٧ لیکن ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔

٨ اُس وقت اِن بڑے بڑے' فلک نشین سرداروں کی قوتیں پگھل کر پانی ہو جائینگی۔ تمام سرفرازیاں اور سربلندیاں پست ہو جائیں گی۔ ان کی محکم گرفتیں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ ([illegible])۔

٩ اور یہ جو اِس وقت پہاڑ کی طرح جمے ہوئے نظر آتے ہیں' (دُھنی ہوئی) اُون کی طرح فضا میں اڑتے دکھائی دیں گے۔ ([illegible]) اور شاخِ شکستہ کی طرح خمیدہ ہو جائیں گے۔ [illegible]

١٠ اور نفسا نفسی کا یہ عالم ہوگا کہ عزیز سے عزیز دوست بھی ایک دوسرے کو نہیں پوچھیں گے (کہ ان پر کیا بیت رہی ہے)۔

١١ حالانکہ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ وہ کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اور مجرمین اپنے ان دوستوں کو دیکھ رہے ہوں گے کہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کرتے۔

١٢ ١٣ ان میں سے ہر مجرم چاہے گا کہ وہ کسی اور کو اپنی جگہ فدیہ کے طور پر دے کر خود اُس عذاب سے چھوٹ جائے ــــــ اپنے بیٹے' بیوی' بھائی یا دیگر خویش قبیلے کے لوگوں کو جن کی خاطر اُس نے دیانت و امانت کے سب اصول بالائے طاق رکھ دیئے تھے اور وہ اس کی پشت پناہ بننے کے مدعی تھے۔

١٤ حتّٰی کہ وہ ساری دنیا کا مال و دولت دے کر اس عذاب سے چھوٹ جانے کی خواہش کرے گا۔

١٥ لیکن وہ اُس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے بچ نہیں سکے گا۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ⑱ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ⑲ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ⑳ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ㉑ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ㉒ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ㉓ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ㉔ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ㉕

---

۱۶ وہ انسان کی تمام قوتوں کو کھینچ کر نکال باہر کرے گی اور اس طرح اُسے عضو معطل بنا کر رکھ دے گی۔

۱۷ وہ کچھ دُور نہیں۔ وہ تو آوازیں دے دیکر بلا رہی ہے ہر اس شخص کو جو اس نظام کی طرف سے منہ موڑ کر بھاگتا اور گریز کی راہیں نکالتا ہے۔

۱۸ یعنی جو مال و دولت کو ربوبیتِ عامہ کے لئے کھلا نہیں رکھتا بلکہ اسے تھیلی میں جمع کرتا ہے اور پھر اس کا منہ اوپر سے کس کر باندھ دیتا ہے (۱۰۴/۲)۔ تجوریاں بھرتا چلا جاتا ہے۔

۱۹ (ذرا غور کرو کہ انسان جب وحی کی راہ نمائی کو چھوڑ کر حیوانی سطح پر زندگی بسر کرتا ہے تو) وہ کس قدر تنگ دل۔ بھوکا اور بے صبرا ہو جاتا ہے۔

۲۰ بے صبری کا یہ عالم کہ ذرا سی تکلیف پہنچے تو واویلا مچانا شروع کر دیتا ہے۔ تنگدل ایسا کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی "ہے نہیں۔ ہے نہیں" کی رٹ لگاتا رہتا ہے۔

۲۱ اور نیت کا بھوکا ایسا کہ جب مال و دولت ہاتھ آجائے، تو وہ اس کی ضرورت سے کتنا ہی وافر کیوں نہ ہو، اس میں سے ایک پائی بھی کسی ضرورت مند کو نہیں دیتا۔

۲۲ البتہ وہ لوگ ایسا نہیں کرتے جو مصلّی ہیں۔

۲۳ یعنی وہ لوگ جو اپنے انفرادی مفاد کے پیچھے چلنے کے بجائے، خدا کے نظامِ ربوبیت کے پیچھے چلتے ہیں، اور اس روش پر نہایت ہمت اور استقلال اور التزام اور مداومت سے قائم رہتے ہیں۔

۲۴ اور اس طرح اپنی تنگدلی کو کشادہ ظرفی سے بدل کر اس حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں کہ اُن کا مال صرف اُن کے انفرادی مفاد کے لئے نہیں۔

۲۵ بلکہ اس میں ان لوگوں کا، جن کی ضروریات ان کی کمائی سے پوری نہ ہوتی ہوں، یا جو کمانے کے قابل نہ رہیں اور اس طرح اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم رہ جائیں، حق ہے۔ اور حق بھی ایسا جس کا سب کو علم ہے۔ اس لئے وہ ان کا حق انہیں لوٹا دیتے ہیں، اور اپنی ضروریات سے زائد اپنے پاس کچھ رکھتے ہی نہیں۔ (۲/۲۱۹)

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿۲۷﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿۲۹﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿۳۲﴾

۲۶ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کے قانونِ مکافات پر محکم یقین رکھتے ہیں۔ اور اپنے اس ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھاتے ہیں۔

۲۷ اور اس کی خلاف ورزی کے تباہ کن نتائج سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔

۲۸ یہ نتائج فی الواقعہ ایسے ہوتے ہیں جن سے کسی انسان کو کبھی نڈر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ان سے کسی کو کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اس قسم کا معاشرہ جس کا نظام مندرجہ بالا خطوط پر متشکل نہ ہو تباہ ہو کر رہتا ہے۔

۲۹ اس کے علاوہ اِن لوگوں کی اور خصوصیات بھی ہیں۔ (مثلاً) یہ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ مرد، عورت، دونوں یکساں طور پر۔

۳۰ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ تجرّد کی راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ جنسی تعلقات کو حدودِ خداوندی کے اندر رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اپنی منکوحہ بیویوں کے پاس جاتے ہیں؛ یا ان لونڈیوں کے پاس جو اس سے پہلے (عرب کی عام معاشرت کے مطابق) ان کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اور جنہیں اب بیویوں کا درجہ دے کر اُن سے جنسی تعلقات کو قانوناً جائز قرار دیدیا گیا ہے (۴/۲۵)۔ البتہ اس کے بعد اس طرح لونڈیاں حاصل کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (۴/۴۷)۔

۳۱ جو شخص، اس کے علاوہ، جنسی تعلق کی کوئی اور صورت تلاش کرے تو وہ حدود شکنی ہے۔ (اسے اس جرم کی سزا ملے گی)۔

(اگرچہ مومن عورتیں بھی اپنے قلب و نگاہ کی عفت کو محفوظ رکھیں گی لیکن جب مرد مندرجہ بالا پابندیوں کو ملحوظ رکھیں گے تو عورتوں کی عصمت خود بخود محفوظ ہو جائے گی۔ اسی لئے حفاظتِ عصمت کے لئے مردوں کو بالخصوص مخاطب کیا گیا ہے، برعکس غلط معاشرہ کے جس میں تحفظِ عصمت کی تاکید ہمیشہ عورتوں کو کی جاتی ہے اور انہی کی عصمت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے)۔

۳۲ (پھر ان لوگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ) یہ اپنی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے وعدوں کا پورا پورا پاس رکھتے ہیں۔ (امانت میں ہر وہ چیز داخل ہے جسے انسان دوسرے کو سونپ کر اپنے آپ کو امن میں محسوس کرے۔ اور وعدوں میں انفرادی وعدوں سے لے کر

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾

بین الاقوامی معاہدات تک سب شامل ہیں۔ اور تمام ذمہ داریاں بھی)۔

۳۳ اور جب کبھی کسی معاملہ میں شہادت دیتے ہیں تو ہمیشہ حق و انصاف پر قائم رہتے ہیں۔ (ان شہادات کا دائرہ عدالت تک محدود نہیں۔ زندگی کے ہر گوشے میں انسانی شہادت سامنے آسکتی ہے)۔

۳۴ مختصراً یہ کہ یہ لوگ خدا کے متعین کردہ نظامِ صلوٰۃ کے محافظ ہوتے ہیں (خود اس پر التزاماً قائم رہتے ہیں اور اسے قائم اور مستحکم رکھنے کے لئے کوشاں و سرگرداں)۔

۳۵ یہ لوگ ہیں جو باعزت جنتی معاشرہ کے مستحق ہیں۔ (۲۳/۱۱-۱) (اس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی)۔

۳۶-۳۷ (یہ بات ہو رہی تھی مومنین کے متعلق۔ لیکن جب ان کفار نے اسے سنا تو یوں سمجھ بیٹھے گویا جنت مفت بٹ رہی ہے چلو ہم بھی اس لوٹ کے مال میں سے کچھ حصہ لے لیں۔ چنانچہ وہ اس خیال کے ماتحت) گروہ در گروہ، دائیں بائیں سے لپک کر تیری طرف چلے آرہے ہیں۔

۳۸ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جن آسائشوں اور خوشگواریوں کا اہلِ جنت کے لئے ذکر کیا جاتا ہے، وہ اسے مل جائیں۔ یعنی وہ اپنی روش میں تو کوئی تبدیلی پیدا نہ کریں اور ویسے ہی چاہیں کہ انہیں وہ ثمار حاصل ہو جائیں۔

۳۹ لیکن یہ ظاہر ہے کہ وہ جنتی زندگی اس طرح نہیں مل سکتی۔ انہیں اس کا اچھی طرح سے علم ہے کہ ان کی خلقت سے مقصود یہ تھا کہ یہ قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر کریں (۵۱/۵۶)۔ سو جب یہ اس کے برعکس ان قوانین سے سرکشی اختیار کریں تو پھر زندگی کی خوشگواریوں کے امیدوار کیسے ہو سکتے ہیں؟ (یعنی یہ لوگ جنتی معاشرہ متشکل کرنے والے نظام کے قیام کی راہ میں تو سنگِ گراں بن کر حائل ہوں اور توقع یہ رکھیں کہ اس کے آسائش بخش برگ و باران کی جھولیوں میں آ پڑیں — یہ بھلا کیسے ممکن ہے)۔

خدا کی ربوبیتِ عامہ جو اس کائنات کے مشارق و مغارب میں اس نظم و ضبط کے

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾

(۲) (ع) (۸)

ساتھ پھیلی ہوئی ہے، اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جو لوگ انسانی معاشرہ میں اس نظامِ ربوبیت کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو جائیں، ہم اس پر قادر ہیں کہ ہم ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئیں جو ان سے بہتر ہوں —— یہ مخالفین، نہ تو ہمارے حیطۂ اقتدار سے باہر جا سکتے ہیں، اور نہ ہی ہماری اسکیموں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔

۴۲ سو تو ان کی پرواہ مت کر۔ انہیں ان کی بے معنی منصوبہ بندیوں اور بے مقصد کوششوں، بے منزل سفر اور نظری مباحثوں، بیکار گفتگوؤں اور کھیل تماشوں میں مشغول رہنے دے؛ یہاں تک کہ وہ انقلاب ان کے سامنے آکھڑا ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے زندگی کو مذاق اور کاروانِ انسانیت کو بے منزل سمجھ رکھا ہے۔ اس روش اور ذہنیت کا نتیجہ تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

۴۳ اُس وقت یہ اپنے اپنے ٹھکانوں سے اس تیزی سے نکل کھڑے ہوں گے جس طرح تیر اپنے نشانے کی طرف سیدھا جاتا ہے۔ اور یوں یہ کشاں کشاں اپنے تباہی کے مقام پر جمع ہو جائیں گے۔ (جو قوم کوئی نصب العین متعین طور پر اپنے سامنے نہیں رکھتی اس کی کوششیں مختلف سمتوں میں بکھر کر رائگاں چلی جاتی ہیں۔ لیکن اس کارواں کے بکھرے ہوئے افراد بالآخر اپنی تباہی کے گھاٹ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں)۔

۴۴ لیکن تاسف و ندامت سے اُس وقت اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نگاہیں زمین میں گڑی ہوئیں، اور ذلت و خواری کی کالک چہروں پر جمی ہوئی۔ یہ اُس انقلاب کا دن ہو گا جس کے متعلق ان سے بار بار کہا جاتا ہے کہ وہ آنے والا ہے۔ (اور جس کی بابت یہ تقاضے پر تقاضا کر رہے ہیں کہ وہ جلدی کیوں نہیں آتا۔ (۷۰/۱))۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ① قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ② أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ③ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

---

۱ ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ انہیں، ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دے، قبل اس کے کہ دردناک تباہی کا عذاب ان کے سر پر آکھڑا ہو۔

۲ چنانچہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں کھلے کھلے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری موجودہ روش تمہیں تباہی کی طرف لئے جارہی ہے۔

۳ اگر تم اس تباہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تم قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کرو۔ اس کے احکام کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ اس کا عملی طریق یہ ہے کہ تم اس نظام کی اطاعت کرو جسے میں، اُن قوانین کے نفاذ کے لئے متشکل کر رہا ہوں۔ (اور جس کا اوّلین سربراہ میں ہوں)۔

۴ اگر تم نے ایسا کر لیا تو خدا تمہاری سابقہ روش کے مضر نتائج سے تمہاری حفاظت کا سامان مہیا کر دے گا۔ اور یوں ایک مدت تک تم سامانِ زیست سے متمتع ہوتے رہو گے یعنی جب تک تم صحیح راستے پر چلتے رہو گے، تباہی سے محفوظ رہو گے۔ لیکن اگر تم نے ایسا

إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾

نہ کیا اور وہ عذاب تمہارے سر پہ آگیا تو پھر اسے کوئی نہیں ٹال سکے گا۔ اے کاش! تم خدا کے اس قانونِ مکافات کو سمجھ سکتے۔

۵ (نوحؑ نے اپنی قوم کی اصلاح کی پوری پوری کوشش کی لیکن انہوں نے اس کی ایک نہ مانی۔ بالآخر) اس نے اپنے نشو و نما دینے والے سے کہا کہ میں اس قوم کو دن رات تیرے راستے کی طرف دعوت دیتا رہا۔

۶ لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ میں جوں جوں انہیں اس طرف بلاتا ہوں یہ اس سے اور دُور بھاگتے ہیں۔

۷ میں انہیں امن و سلامتی کی طرف دعوت دیتا ہوں تاکہ یہ تباہی سے بچ جائیں لیکن ان کی کیفیت یہ ہے کہ اوّل تو یہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ یہ میری بات سنیں ہی نہیں۔ اور اگر کبھی میری بات سنتے بھی ہیں تو بالکل منافقانہ انداز سے۔ بظاہر بات پر کان دھرے ہوئے لیکن دل کو یوں لپیٹے ہوئے کہ اس تک ایک لفظ بھی نہ پہنچنے پائے (۱۱/۵)۔ (انہیں ہزار سمجھاؤ) لیکن یہ اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں اور شدید سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

۸ ۹ (نوحؑ نے کہا) میں نے ان کے عام مجمعوں سے بھی خطاب کیا (اور الگ الگ مجلسوں سے بھی)۔ انہیں اعلانیہ سمجھانے کی بھی کوشش کی اور علیحدگی میں بھی۔ (غرضیکہ میں نے نصیحت کرنے کا کوئی طریق نہیں چھوڑا۔ لیکن یہ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے)۔

۱۰ میں نے ان سے بار بار کہا کہ تمہاری غلط روش بڑے تباہ کن نتائج پیدا کرے گی۔ تم قوانینِ خداوندی کی اطاعت کے ذریعے اس تباہی سے بچنے کا سامان پیدا کرو۔ خدا کا قانون تمہیں اس سے بچا لے گا۔

۱۱ (اور علاوہ اُخروی زندگی کی سرفرازیوں کے) وہ تمہیں اس دنیا کی زندگی میں بھی خوش حالیاں اور خوش گواریاں عطا کرے گا)۔ وہ ایسی بابرکت بارش برسائے گا جس

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

سے تمہاری بنجر زمینیں سیراب ہو جائیں۔

۱۲ اس طرح وہ تمہارے مال و دولت میں اضافہ کرے گا۔ تمہارے افرادِ خاندان میں کثرت ہوگی۔ تمہارے ہاں سرسبز باغات اگیں گے اور ان کی سیرابی کے لئے پانی کی ندیاں رواں ہوں گی۔ (جب معاشرہ صحیح خطوط پر متشکل ہو جائے تو اس کا حسنِ نظم و نسق ہر قسم کی فراوانیاں پیدا کر دیتا ہے)۔

۱۳ (میں حیران ہوں کہ) تمہیں کیا ہو گیا ہے جو اس قسم کی باوقار زندگی کی آرزو نہیں کرتے جو قوانینِ خداوندی کے اتباع سے مل سکتی ہے۔ یعنی ایسی زندگی جس میں ٹھہراؤ ہو، استحکام ہو، بخود خزیدن ہو، اپنے پاؤں پر جم کر کھڑے ہو جانا ہو، محکمیت ہو، ثبات ہو، توازن ہو، یونہی ایک جھٹکے سے بکھر یا پھسل جانا نہ ہو۔

(اور اس سے تمہاری ذات میں بھی ایسا استحکام پیدا ہو جائے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی میں بھی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے قابل ہو جائے)

۱۴ یہ زندگی کیسے حاصل ہوگی؛ اس کے لئے تم خدا کے قانونِ تخلیق کی کارفرمائی پر غور کرو جس کے مطابق تم مختلف تخلیقی مراحل طے کرتے ہوئے، انسانی پیکر تک پہنچے ہو۔ (ان تخلیقی مراحل میں تمہارا ہر قدم آگے کی طرف بڑھتا گیا، اور تم اوپر کی طرف اٹھتے گئے۔ یہ سب تمہارے اختیار و ارادہ کے بغیر ہوتا رہا۔ لیکن جونہی بات تمہارے اختیار تک پہنچی، تم نے غلط راستے اختیار کر لئے، جس سے تم پستی کی طرف گرتے چلے گئے)۔

۱۵ (تم ذرا غور کرو کہ قوانینِ خداوندی کے مطابق چلنے سے زندگی کا انداز کیسا متوازن اور حسین ہو جاتا ہے) تم دیکھو کہ اللہ نے فضا کی پہنائیوں میں ان مختلف کروں کو پیدا کیا ہے تو وہ کس طرح باہدگر کامل موافقت اور ہم آہنگی سے چلتے رہتے ہیں۔ وہ اس قدر تیز گردش کے باوجود اپنے اپنے مقام پر محکم اور قائم رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ انفرادی زندگی بسر نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک کی کشش دوسرے کے ثبات کا موجب بنتی ہے اور اس طرح یہ سارا نظامِ فلکی بغیر کسی تصادم کے مصروفِ عمل رہتا ہے۔ ان کے برعکس تم اپنی زندگی کو دیکھو کہ اس میں قدم قدم پر ایک دوسرے سے تصادم ہوتا ہے)۔

۱۶ پھر دیکھو کہ اس نے (انہی کروں میں سے) چاند کو کس طرح نورانی قندیل

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ

اور سورج کو جگمگاتا چراغ بنا دیا ہے (لیکن تم اپنی زندگی کو دیکھو کہ وہ کیسی بھیانک تاریکیوں میں گزر رہی ہے۔ اگر تم بھی قوانینِ خداوندی کا اتباع کرو تو نہ صرف یہ کہ تمہاری اپنی زندگی کی راہیں روشن ہو جائیں، تم دوسروں کے لئے بھی قندیلِ راہ بن جاؤ)۔

۱۷ (تمہارا باہمی ٹکراؤ اس لئے ہوتا ہے کہ تم سب اپنے آپ کو ایک دوسرے سے الگ سمجھتے ہو۔ انفرادی مفاد پرستی کی پکڑوں نے تمہیں جدا جدا کر رکھا ہے۔ (۲/۲۱۳)۔ حالانکہ) خدا نے تمہاری تخلیق نباتات کی طرح کی ہے (کہ زمین سے ایک تنا اوپر کو ابھرتا ہے لیکن آگے جا کر اس کی بے شمار شاخیں ادھر اُدھر پھیل جاتی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا باہمی تعلق اس قدر گہرا ہوتا ہے کہ جڑ زمین سے جو خوراک حاصل کرتی ہے وہ اسے اپنے لئے سمیٹ کر نہیں رکھ لیتی۔ وہ اسے پتی پتی تک بقدرِ ضرورت پہنچاتی ہے۔ اور اگر ٹہنیاں ہوا سے نمی اور حرارت جذب کرتی ہیں تو وہ انہیں درخت کی رگ رگ تک پہنچا دیتی ہیں۔ یوں پورے کا پورا درخت سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ پوری نوعِ انسانی کی تخلیق بھی ایک شجرِ طیّب کی طرح ہوئی ہے۔ اس کی سرسبزی و برومندی کا راز باہمی ربط و ضبط اور اشتراک و تعاون میں ہے۔ یہی ہے وہ نظام جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں)۔

۱۸ یوں بھی انسان کی تخلیق کی ابتداء (نباتات کی طرح) بے جان مادہ سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد زندگی مختلف مراحل میں سے گزرتی، گردشیں کرتی، انسانی پیکر تک آئی ہے۔ زندگی کا یہی ارتقائی پروگرام موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

۱۹ (اس نے تمہیں دنیا میں پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی تمہاری زیست کے عجیب و غریب سامان بھی پیدا کر دیئے۔

۲۰ سب سے پہلے تو اس کرۂ ارض پر غور کرو کہ اس نے اسے، گول ہونے کے باوجود) ایسا بسیط قطعہ بنا دیا کہ تم اس کے کشادہ راستوں میں جہاں جی چاہے چل پھر سکتے ہو۔

۲۱ (غرضیکہ نوحؑ نے انہیں مختلف انداز سے مثالیں دے دے کر سمجھایا لیکن انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ آخر اس نے اپنے رب سے فریاد کی اور کہا کہ) اے میرے نشوونما دینے والے! تو دیکھتا ہے کہ میری تمام کوششوں کے باوجود یہ لوگ برابر میری مخالفت کئے جا رہے ہیں اور اس شخص کے پیچھے چل رہے ہیں جس میں اس کے سوا کوئی خصوصیت

إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾

نہیں کہ اس کے پاس بہت سی دولت ہے اور افراد خاندان کی کثرت —— حالانکہ انہی چیزوں نے اُسے صحیح راستے کی طرف آنے سے روک رکھا ہے اور اس طرح یہ، اس کے (اور اس کے متبعین) کے حق میں تباہی کا موجب بن رہی ہیں۔

۲۲ یہ (میری اس دعوت کے خلاف) بڑی بڑی سازشیں کر رہے ہیں۔

۲۳ اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے معبودوں کو بالکل نہ چھوڑنا —— نہ وَدّ کو نہ سواع کو، نہ یغوث و یعوق کو اور نہ ہی نسر کو —— (یہ مٹی اور پتھر کے تراشے ہوئے بت، درحقیقت ان غیر محسوس بتوں کے محسوس پیکر ہیں جو ان کے قلب و دماغ کے بُت کدوں میں نصب ہیں)۔

۲۴ انہوں نے اس طرح ساری قوم کو غلط راستے پر ڈال رکھا ہے۔ اب تُو ان سرکشوں اور ظالموں کی ہلاکت اور بربادی کی رفتار کو تیز تر کر دے۔

۲۵ چنانچہ وہ اپنی غلط کاریوں اور خطا کوشیوں کی وجہ سے غرق ہو گئے، اور پھر جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ سو انہوں نے دیکھ لیا کہ خدا کے سوا اُن کا کوئی مددگار نہیں تھا۔ (وہ جن بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے، نہ تو وہ ہی ان کی مدد کو پہنچے، اور نہ ہی وہ لیڈر جن کا وہ اتباع کرتے تھے)۔

۲۶ (وہ پوری کی پوری قوم اس حد تک سرکشی میں آگے بڑھ چکی تھی، اور ان کے جرائم ایسے متعدی ہو رہے تھے، کہ دوسرے انسانوں کو ان کے اثرات سے بچانا نہایت ضروری تھا۔ اس مقصد کے پیش نظر) نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان سرکشوں میں سے کسی ایک گھرانے کو بھی ملک میں بسنے کے لئے باقی نہ چھوڑ۔

۲۷ اس نے کہا کہ اگر تو نے انہیں باقی چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو بُری طرح گمراہ کریں گے، اور پھر ان کی اولاد بھی ان کے زیر تربیت پرورش پا کر انہی جیسی سرکش اور نافرماں بردار ہوگی۔ لہٰذا، ان کا سلسلہ ہی ختم کر دے تو اچھا ہے (تاکہ ان کی جگہ ان سے کوئی بہتر

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

(۲ ع ۹ ۱۰)

قوم لے لے۔ جس مریض کا مرض لاعلاج اور متعدی ہو اور اس کے جراثیم اس کی اولاد تک میں منتقل ہونے شروع ہو جائیں تو اس کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے)۔

۲۸ نوحؑ نے کہا۔ اے میرے نشوونما دینے والے! تو ان سرکشوں کی دراز دستی سے میری حفاظت فرما —— میری بھی اور میرے ماں باپ کی بھی (جو مومن ہیں) اور میرے اہلِ خانہ میں سے جو ایمان لائے اس کی بھی۔ اور دیگر مومن مردوں اور عورتوں کی بھی۔ باقی رہے یہ ظالم اور سرکش، تو، ان کی تباہیوں اور بربادیوں میں اور اضافہ کئے جا۔ (یہی ایک طریق ہے جس سے انسانیت ان کے متعدی جرائم سے محفوظ رہ سکے گی)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵

---

۱ (اے رسولؐ!) ان سے کہہ دو کہ مجھے بذریعہ وحی بتایا گیا ہے کہ ایک غیر مانوس بادیہ نشین، قبیلہ کی ایک جماعت نے دوسروں سے چھپ کر قرآن سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب و غریب چیز سنی ہے (۴۶/۲۹)۔

۲ جو کچھ ہم نے سنا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ بالکل سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔

۳ ہمارے نشو و نما دینے والے کی شان بہت بلند ہے۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے نہ اولاد۔ (ہمارے یہ عقاید توہم پرستی پر مبنی تھے جن سے ہم تائب ہوتے ہیں)۔

۴ یہ جہالت آمیز عقاید ہم میں سے کچھ بیوقوف لوگوں نے اپنے ذہن سے وضع کئے اور پھر انہیں خدا کی طرف منسوب کر دیا۔

۵ حالانکہ ہم (سادہ لوح) یہ خیال کیا کرتے تھے کہ انسان خواہ شہری ہوں یا

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

صحرائی' کم از کم خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

۶ لیکن ہوتا یہ رہا کہ شہری آبادی کے لوگ ہمارے پاس آکر رہتے اور لوگوں کو اس قسم کی جہالت آمیز باتیں سکھاتے (یوں ان توہم پرستیوں کا ہم میں بھی رواج ہو گیا۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا' ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا)۔

۷ (وہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ) یہ جو تمہارا عقیدہ ہے کہ اس علاقہ (عرب) میں کوئی رسول وغیرہ نہیں آئے گا' درست ہے۔ ہمارا خود یہی عقیدہ ہے۔ (اس لئے ہمارے کاہن ہی ہمارے مذہبی پیشوا ہو سکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کہیں' اسے سچ ماننا چاہیئے)۔

۸ (اس قسم کے عقاید کی رُو سے ہم سمجھا کرتے تھے کہ ہم یعنی ہمارے کاہن' پروہت اور منتری اپنی کہانت اور نجوم کے ذریعے) آسمانوں کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ لیکن (اس قرآن کے سامنے آجانے کے بعد ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آسمان کی خبریں لانا انسان کے بس کی بات نہیں)۔ وہاں بڑے بڑے پہرے دار ہاتھوں میں آتشیں کوڑے لئے بیٹھے ہیں (۱۵/۱۸-۱۷)۔

۹ اس سے پہلے ہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم گھات میں بیٹھ کر آسمانی باتیں سن لیتے ہیں۔ لیکن اب جو کوئی سننے کی کوشش کرتا ہے' اپنے سامنے (علم و برہان کے) شعلے دیکھتا ہے۔ (لہذا' اب کہانت کا دور ختم ہو گیا۔ قرآن نے یوں ہمارے عقاید بدل دیئے ہیں۔ (۳۷/۶-۹ ؛ ۶۷/۵)۔

۱۰ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس انقلاب کا جس کا پیامبر قرآن ہے' ردّ عمل کیا ہو گا۔ کیا لوگ اس کی مخالفت کر کے' تباہ و برباد ہوں گے' یا یہ صحیح راستے پر آکر' خیر و برکت سے ہم کنار ہوں گے۔

۱۱ ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ سب لوگ ایک ہی خیال اور طریق کے نہیں —— بعض ہم سے نیک ہیں اور بعض دوسرے انداز کے ہیں۔ مختلف لوگ مختلف طریقوں پر چلتے ہیں' اس لئے ان کا ردّ عمل بھی مختلف ہو گا۔ (اس سے باہمی تصادم کا بھی امکان ہے جس کا

وَّأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ

نتیجہ خوں ریزی ہوگا)۔

۱۲ (ہم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ خدا کا اقتدار اس قدر زبردست ہے کہ) ہم، نہ تو اسے اپنے ملک میں شکست دے سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے بھاگ کر کسی ایسی جگہ جا سکتے ہیں جو اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہو۔ اس کا قانونِ مکافات ہر جگہ موجود ہے۔

۱۳ یہ وجہ تھی کہ ہم نے جب اس ہدایت (قرآنی) کو سنا تو ہم اس کی صداقت پر ایمان لے آئے —— اور ہمیں یقین ہے کہ جو کوئی بھی خدا پر ایمان لے آتا ہے، اسے نہ اپنے حقوق میں کمی یا سلب ونہب کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی ذلت و رسوائی کا خوف۔ اسے اس کے اعمال کا پورا پورا نتیجہ ملے گا، اور وہ عزت و سربلندی کی زندگی بسر کرے گا۔

۱۴ چنانچہ اب ہم میں سے بعض تو اس قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کر چکے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو ابھی تک بے انصافی کی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ جو لوگ اس کے سامنے جھکتے ہیں، تو یہی ہیں جو رشد و ہدایت کے حصول کے لئے عزیمت مندانہ قصد کرتے ہیں۔

۱۵ لیکن جو اس سے روگردانی کر کے، ظلم و سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں، وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

۱۶ (یہ تھا جو ان بادیہ نشینوں نے جا کر اپنی قوم سے کہا تھا)۔ اس کے بعد (اے رسولؐ! تو اپنے مخاطبین سے کہہ دے کہ) اگر تم لوگ خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر استقامت سے چلتے رہے تو خدا انہیں وسعت اور فراوانیوں کی سرسبز و شاداب زندگی عطا کرے گا۔

۱۷ یہ ہے وہ کھلا ہوا معیار جس کے مطابق یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کے راستے پر چلنے والے کون ہیں۔ اس کے برعکس، جو شخص اپنے خدا کے قانونِ ربوبیت سے روگردانی کرتا ہے، وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۲۰/۱۲۴)۔

۱۸ (ان سے واضح طور پر کہہ دو کہ دین کی اصل و بنیاد یہ ہے کہ) اطاعت و فرماں پذیری صرف قوانینِ خداوندی کی ہو سکتی ہے۔ جھکنا صرف انہی قوانین کے سامنے چاہیے۔

اس کے ساتھ کسی اور کے قانون کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔ کسی اور کی اطاعت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ (۹/۷)۔

۱۹ (ہونا تو یہ چاہیے۔ لیکن ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ خود خدا کے قوانین کے سامنے جھکنا تو ایک طرف) جب خدا کا ایک بندہ (رسول اللہ) اس دعوت کو لے کر اٹھا تو یہ لوگ مخالفتوں کے ہجوم کے ساتھ اس پر یوں امنڈ پڑے گویا اسے کچل ہی ڈالیں گے۔ (۲۲/۲)

۲۰ ان سے کہہ دو کہ میرا "جرم" اس کے سوا کیا ہے کہ میں خود بھی خالص قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتا ہوں اور تمہیں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں، اور اس میں کسی دوسرے کے قانون اور فیصلے کو شریک نہیں کرتا۔

۲۱ (انسان اطاعت اسی کی اختیار کرتا ہے جس کے متعلق خیال ہو کہ وہ اسے نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے۔ اور یہاں یہ عالم ہے کہ اور تو اور میں خود بھی کوئی اختیار اور اقتدار نہیں رکھتا کہ تمہیں کسی قسم کا نفع یا نقصان پہنچا سکوں۔ (یہ سب خدا کے قانون کے مطابق ہوتا ہے)۔

۲۲ (کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا تو ایک طرف، اگر میں خود بھی خدا کے قانون کی خلاف ورزی کروں تو) نہ تو دنیا میں کوئی قوت ایسی ہے جو مجھے اس کے خلاف پناہ دے سکے اور نہ ہی میں اپنی کوشش سے کوئی پناہ گاہ تلاش کر سکوں گا۔ اگر مجھے پناہ مل سکتی ہے تو صرف خدا کے قانون کے سائے میں مل سکتی ہے۔

۲۳ (لہٰذا میرا یہ دعوےٰ نہیں کہ میں کسی قسم کی قوت اور اختیار رکھتا ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ) میں قوانینِ خداوندی کو ——— یعنی ان قوانین و احکام کو جو اس نے مجھے دیئے ہیں ——— تم تک پہنچا دوں۔ (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ تم انہیں مانو یا ان کی مخالفت کرو۔ لیکن اتنا سن رکھو کہ) جو شخص بھی خدا کے اس نظام کی مخالفت کرے گا (جسے اس کا رسول اس کے قوانین کے مطابق متشکل کرتا ہے تو) اس کے لئے جہنم

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

۲ ع ۱۴

کا عذاب ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

۲۴ (اس وقت یہ مخالفین اس زعم میں ہیں کہ ان کا جتھہ بہت بڑا ہے اور اُن کے مقابلہ میں جماعتِ مومنین کی تعداد بھی کم ہے اور ان کے حمایتی بھی کمزور سے ہیں) لیکن جب وہ تباہی، جس کے متعلق اوپر کہا گیا ہے، ان کے سامنے آجائے گی تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ کس کے حمایتی کمزور ہیں اور کس کی جماعت کی تعداد کم ہے؟

۲۵ (یہ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ عذاب ان پر آئے گا کب؟) ان سے کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب جلدی آئے گا یا میرا نشوونما دینے والا اس کی مدت کو لمبا کردے گا (اور وہ دیر میں واقع ہوگا)۔

۲۶ مستقبل کا علم صرف خدا کو ہوتا ہے۔ وہ اس کے متعلق کسی کو خبر نہیں دیتا۔

۲۷ البتہ وہ جس شخص کو رسالت کے لئے منتخب کرتا ہے، اسے مستقبل کے متعلق جس قدر بتانا مقصود ہوتا ہے، وحی کے ذریعے بتا دیتا ہے۔ اور اس کی وحی کی حفاظت کے لئے اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کردیتا ہے۔ (یہ وحی قرآن کے اندر ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔ ۱۵/۹)۔

۲۸ یہ محافظ اس لئے مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ واضح ہوجائے کہ ان رسولوںؑ نے خدا کے پیغامات بحفاظت لوگوں تک پہنچا دیئے ہیں۔ (رسولوںؑ کی ذمہ داری اتنی ہی ہے۔ اس کے بعد اسے لوگوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں یا اس سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ وہ جونسا راستہ اختیار کریں گے اس کے مطابق نتیجہ مرتب ہوجائے گا)۔ اس کا قانونِ مکافات لوگوں کے تمام اعمال کو محیط ہے، اور اس نے ہر شے کو اچھی طرح سے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ (اس لئے کسی کا کوئی عمل اس کے قانونِ مکافات کے دائرے سے باہر نہیں رہ سکتا)۔

[یوں عرب کے صحرانشینوں تک نے قرآن کو سمجھا اور اس پر عمل کیا تھا]۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝۴ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝۵

---

۱ اے رسولؐ! فریضۂ رسالت کی عظیم ذمّہ داری کا بوجھ اٹھانے کے بعد تیرے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ تو ایسے رفقائے سفر تیار کرے جن میں کامل ہم آہنگی اور یک رنگی ہو (تاکہ یہ کارواں شاداں و فرحاں منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھاتا چلا جائے۔ اس قسم کا عملِ تزمیل سالارِ کارواں کا اولیں فریضہ ہوتا ہے)۔

۲ اس کے لئے ان کی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ (دن میں تجھے فرصت کم ہوگی' اس لئے) اس مقصد کے لئے رات کو بھی جاگنا ہوگا۔ (۱۷/۹ و ۴۶/۲۶)

۳ لیکن ساری رات نہیں۔ آدھی رات تک' یا اس سے کچھ کم یا ذرا زیادہ۔

۴ راتوں کی ان مجالس میں تو انہیں قرآن کو اس طرح سمجھا کہ اس کا حسنِ ترتیب اور نظم و ربط' ابھر کر ان کے سامنے آجائے۔ پھر اسی ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ اسے عمل میں لاتے چلے جاؤ۔ (ہم نے قرآن کو جس حسنِ ترتیب و تناسب کے ساتھ مربوط کیا ہے (۲۵/۳۲) اسی حسنِ نظم و ترتیب کے ساتھ تم اس پر عمل کرتے جاؤ)۔

۵ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اب ہم تجھ پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد کرنے والے

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝٦ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝٧ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝٨ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝٩ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ

ہیں۔ (اب قرآن کے ذریعے معاشرہ میں انقلاب برپا کر کے نظامِ خداوندی کی عملی تشکیل کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ یہ بڑا ہمت طلب اور صبر آزما مرحلہ ہے)۔

٦ (ہم نے جو کہا ہے کہ اپنے رفقاء کی تعلیم و تربیت کا کام رات کے وقت کیا کرو تو اس کی کئی وجوہات ہیں)۔ ایک تو یہ کہ رات کے قیام سے انسان سہل انگاری کے جذبات پر قابو پا لیتا ہے اور اس طرح اس کی قوتِ عمل میں پختگی آجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ رات کے سکوت میں انسانی معاملات پر غور و فکر بھی اچھی طرح ہو سکتا ہے اور بات ابھر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

٧ پھر یہ بھی کہ دن میں تجھے مخالفتوں کے ہجوم کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں تیرے سامنے اتنے کام ہوتے ہیں کہ تجھے سارا سارا دن سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ (لہٰذا جن امور کے لئے قدرے سکون کی ضرورت ہو ان کے لئے دن میں وقت ہی نہیں مل سکتا)۔

٨ اس طرح دن رات اپنے نشو و نما دینے والے کی صفات کو اپنے سامنے رکھ (کہ انہی صفات کو معاشرہ میں عملاً نافذ کرنا مقصود ہے)۔ اور اپنی تمام توجہات کو دوسری اطراف سے ہٹا کر اسی ایک نقطہ پر مرکوز کر دے اور نہایت حسن کارانہ انداز سے اس مقصد کے حصول کے لئے مصروفِ عمل رہ۔

٩ تیرے سامنے ایک عالمگیر انقلاب کا پروگرام ہے ——— اور وہ انقلاب یہ ہے کہ ہر غیر خداوندی اقتدار و اختیار کو ختم کر کے اس کی جگہ ایک خدا کی حکومت قائم کر دی جائے۔ انسان قوانینِ خداوندی کے علاوہ کسی کا محکوم اور اطاعت گزار نہ ہو۔ اس کے لئے تو قانونِ خداوندی پر پورا پورا بھروسہ کر کے آگے بڑھتا چلا جا۔ (یہ نظام خطۂ عرب سے آگے بڑھ کر اس کے مشرق و مغرب ——— ایران و روم ——— تک پھیل جائے گا۔ اور آخر الامر عالمگیر ہو جائے گا)۔

١٠ اور اپنے مخالفین کی کسی بات سے اثر پذیر مت ہو بلکہ ان کی طرف سے صرفِ نظر کر کے اپنے پروگرام پر ثبات اور استقامت سے جمے رہو۔ اور اپنے دامن کو ان خار دار جھاڑیوں سے حسن کارانہ انداز سے بچاتے جاؤ۔ اور اس طرح ان لوگوں سے الگ ہٹتے چلے جاؤ جو

هَجْرًا جَمِيلًا ⑩ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ⑪ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ⑫ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ⑬ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ⑭ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ⑮ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

بات تک سننے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ (۳۱/۱۳ : ۵۸/۱۵)۔

۱۱ یہ لوگ جو اپنی دولت کے نشے میں بدمست اندھا دھند ہمارے قوانین کی تکذیب کرتے چلے جاتے ہیں، انہیں ہمارے قانونِ مکافات کے حوالے کردو۔ اور تھوڑی سی مہلت دے دو۔ ہمارا قانون ان سرمایہ داروں سے خود نپٹ لے گا۔

۱۲ ان کے لئے ہم نے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں تیار کر رکھی ہیں، جو ان کی بدلگامیوں کے لئے روک بن جائیں گی۔

۱۳ اور ایسا کھانا جو حلق میں جا کر اٹک جائے —— یعنی نہایت دردناک سزا —— (نظامِ سرمایہ داری کا انجام یہی ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی خود اپنی دولت انکے لئے عذاب بن جاتی ہے اور اس طرح ان کا نوالہ، جو دوسروں کی کمائی کو غصب کر کے حاصل کیا گیا تھا، حلق میں اٹک کر ان کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد میں تباہی کی صورت مضمر ہوتی ہے)۔

۱۴ اُس وقت، یہ تمام بڑے بڑے سردار اور ان کے متبع عوام (تمہاری قوت کے سامنے) کانپ اٹھیں گے۔ ان کے سرغنوں کی —— جو اس وقت پہاڑ کی طرح محکم نظر آ رہے ہیں —— بالخصوص یہ حالت ہوگی گویا ریت کے تودے ہیں جو خود بخود پھسلتے چلے جا رہے ہیں۔

۱۵ اے رسولؐ! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ نہ یہ مقصد جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے کوئی نیا مقصد ہے، اور نہ ہی مخالفین کا ایسا انجام، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، کوئی نرالا انجام۔ اسی قسم کی انقلاب آفرینی کے لئے سابقہ انبیاء کرامؑ آتے رہے، اور اسی قسم کا انجام ان کے مخالفین کا ہوا۔ ان میں، موسیٰؑ کے ہاتھوں لایا ہوا انقلاب، اور فرعون کا انجام، بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ہم نے، اسی مقصد کے لئے تمہیں ان لوگوں کی طرف بھیجا ہے تاکہ تو ان کے اعمال کی نگرانی کرے، اور دیکھے کہ یہ کونسی روش اختیار کرتے ہیں۔

۱۶ فرعون نے موسیٰؑ کے پیش کردہ قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتی تو ہمارے قانونِ مکافات نے اسے ایسی سختی سے پکڑا کہ وہ اس کی گرفت سے نکل نہ سکا۔

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ
بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ
تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن
لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ
فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَ

---

۱۷ ان سے کہو کہ (جب فرعون جیسا صاحبِ قوت و جبروت مستبد حکمران) ہماری گرفت سے نہ بچ سکا، تو تم ہمارے قوانین سے انکار اور سرکشی برت کر کیسے بچ جاؤ گے؟ تم پر وہ تباہی آئے گی جس کی شدت اور سختی، بچوں کو بوڑھا کر دیا کرتی ہے۔ (نامِ قانون کی رُو سے بچپن مائل بہ عروج ہو کر شباب تک پہنچتا ہے اور پھر زوال شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس انقلاب کی رُو سے، غلط نظام فوراً مائل بہ زوال ہو جائے گا۔ یہ جوان ہونے ہی نہیں پائے گا کہ اس پر بڑھاپا چھا جائے گا)۔

۱۸ ایسی سختی، جس سے آسمان پھٹ پڑے۔ یہ تباہی اٹل ہے، واقع ہو کر رہے گی۔

۱۹ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں ایک تاریخی حقیقت اور واضح بیان ہے جو عبرت و موعظت کے ہزار سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کا جی چاہے اس سے عبرت حاصل کر کے، خدا کے نظامِ ربوبیت کی طرف جانے والا راستہ اختیار کر لے۔

۲۰ (جہاں سے بات چلی تھی، ہم تیری توجہ پھر اسی نکتہ کی طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ) تیرا نشوونما دینے والا جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات گئے تک اس پروگرام میں مشغول رہتا ہے، کبھی آدھی رات تک۔ اور کبھی ایک تہائی شب تک۔ اور تیرے رفقاء کی ایک جماعت بھی تیرے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن اللہ نے رات اور دن کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ رات کے وقت آرام کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ (۱۱/۹)۔ وہ جانتا ہے کہ (تمہاری بیتابیٔ تمنا اور وفورِ شوق کا تقاضا ہے کہ یہ پروگرام جلد سے جلد تکمیل تک پہنچ جائے، اس لئے تم اپنی نیند اور آرام کا قطعاً خیال نہیں کرتے۔ لیکن) تم لوگ اس روش کو زیادہ دیر تک نباہ نہیں سکو گے، اس لئے وہ اس قدر ناقابلِ برداشت محنت اور مشقت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہنگامی حالات کی بات اور ہے۔ ان میں زیادہ وقت

أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ ۲ ع ۱۴

بھی دیا جاسکتا ہے لیکن عام حالات میں حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے' لہذا تم قرآنی تعلیم کے جتنے حصے کی اپنی جماعت کے قلب کی زمین میں بآسانی تخم ریزی کرکے' اسے قابلِ نشوونما بنا سکو' اتنے ہی پر اکتفا کرو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے بعض کی صحت کمزور ہے اس لئے وہ اس طرح جلدی بیمار پڑ جائیں گے۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہیں تلاشِ معاش کی خاطر دوسرے مقامات کی طرف سفر کرنا پڑتا ہے۔ اور انہی میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں اس نظام کی حفاظت کے لئے میدانِ جنگ میں بھی جانا ہوگا جس کے لئے عمدہ صحت اور تنومندی نہایت ضروری ہے۔ اس لئے تم قرآن کے اتنے ہی حصہ کو اسطرح دل نشین کراؤ جتنا آسانی سے ہو سکے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ نظامِ صلوٰۃ کو قائم کرتے جاؤ اور نوعِ انسانی کی نشوونما کا انتظام کرو۔ اور ان مقاصد کے حصول کے لئے' اپنی دولت اس نظام کو بطور قرض دے دو' جو تمہیں کئی گنا ہو کر واپس مل جائے گا۔ مختصراً یوں سمجھو کہ (اس پروگرام کے ابتدائی دور میں) جو اچھا کام بھی تم کرو گے' اسے ہم تمہارے کھاتے میں جمع کرتے جائیں گے۔ آخرالامر وہ سب کا سب تمہیں واپس مل جائے گا' اور اس کا اجرِ عظیم الگ ہوگا۔ (یہ نظام تمہاری پائی پائی واپس دے دیگا۔ اور تمہاری ذات کی نشوونما اس پر مستزاد ہوگی)۔ یہ ہے وہ طریق جس سے تم' اپنے خدا سے' ان مخالفین کی طرف سے پیدا کردہ خطرات سے حفاظت کا سامان طلب کرتے رہو۔ وہ تمہیں ان خطرات سے محفوظ بھی رکھے گا' اور تمہاری نشوونما کے فراواں اسباب بھی عطا فرمائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶

۱ اے وہ کہ جس کے ذمے عالمِ انسانیت کو سنوار کر ایک جہانِ نو کو وجود میں لانے اور اس طرح حق کے نظام کو ہر نظامِ باطل پر غالب کرنے کا انقلابی پروگرام ہے۔

۲ اُٹھ! اور خود فراموش انسانوں کو ان کی غلط روش زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر۔

۳ اور خدا کے نظامِ ربوبیت کو اس طرح متمکن کر دے کہ کبریائی صرف اسی کے لئے ہو۔ (اس سے خود تمہیں بھی دنیا میں بڑائی حاصل ہو جائے گی۔ ۲/۱۵۲)۔

۴ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی سیرت و کردار (شخصیت) کو نہایت پاکیزہ بنایا جائے اور اس دعوت و تحریک کو ہر قسم کے ناپسندیدہ عناصر سے پاک صاف رکھا جائے۔ (اس لئے کہ یہ کوئی ایسا میکانکی نظام نہیں کہ جس نے چاہا اسے چلا لیا۔ اس کے لئے خود اس دعوت کا صاف اور شفاف رہنا، اور اس میں شامل ہونے والوں کے قلب و نگاہ کا پاکیزہ ہونا بنیادی شرط ہے)۔

۵ اس قسم کے رفقاء کو اپنے ساتھ لے (۲۲/۴۳) اور ان کی ایسی تربیت کر کہ ان کی سیرت میں پختگی پیدا ہو جائے، جس سے وہ اس بارِ عظیم کو آسانی سے اُٹھا سکیں اور ان کے پائے استقلال میں کہیں لغزش نہ آنے پائے۔ وہ اس بوجھ کو لے کر اٹھیں تو ان کی ٹانگیں لڑکھڑا نہ جائیں۔

۶ اپنے رفقاء کو یہ بھی سمجھا دے کہ اس نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تم اپنی محنت کے

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝۸ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝۹ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝۱۰ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝۱۱ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۝۱۲ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝۱۳ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ۝۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ

ما حصل کو دوسروں کی نشوونما کے لئے کھلا رکھو اور ضرورت مندوں کی امداد کرو تو اس نیت سے نہیں کہ یہ ان پر احسان ہے جس کے بدلے میں وہ تمہیں اس سے زیادہ لوٹا کر دیں گے۔ (۷۶/۹)۔

۷ یہ ہے وہ نظامِ ربوبیت' جس کے قیام اور استحکام کے لئے تمہیں نہایت ثبات و استقامت سے سرگرمِ عمل رہنا' اور اس سکون و طمانیت سے آمادہ بمنزل ہونا ہے کہ تمہاری کشتی کہیں ڈگمگائے نہیں۔

۸ (انہیں یہ بھی بتا دو کہ یہ دعوت' پھولوں کی سیج نہیں' کانٹوں بھری راہ ہے۔ ہر طرف سے اس کی مخالفت ہوگی ——— اور سخت مخالفت) حتیٰ کہ اس میں ایسا وقت بھی آئے گا۔ دشمن ہر طرف سے تمہیں ٹھونگیں ماریں گے۔ لڑائی کا بگل بجے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں آنا پڑے گا۔

۹-۱۰ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دو کہ اگرچہ اس تصادم میں سخت مشکلات کا سامنا ہوگا لیکن تمہارے لئے آخر الامر تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی اور سختی تمہارے مخالفین ہی کے لئے ہوگی۔ تم کامیاب ہوگے اور انہیں شکست ہوگی۔

۱۱ (اس دوران میں تمہارے مخالفین کی پوری پوری کوشش یہ ہوگی کہ وہ تمہیں اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھائے رکھیں' اور اس طرح تمہیں اپنے تعمیری پروگرام میں آگے نہ بڑھنے دیں۔ لیکن تم ان سے اُلجھے بغیر اپنی راہ چلتے جانا) ان سے ہمارا قانونِ مکافات خود نپٹ لے گا۔ ان مفاد پرست' مخالفین کا سرغنہ وہ ہے جسے ہم نے بے سروسامان تنہا پیدا کیا تھا یعنی یہ پیدائش ہی سے اپنے ساتھ وہ دولت اور قوت نہیں لایا تھا جس کے بل بوتے پر اس قدر سرکشی برت رہا ہے۔

۱۲ پھر ہم نے اسے بڑی کثرت سے مال و دولت عطا کیا۔ (۴۳/۱۱)۔

۱۳ اور وہ بیٹے دیئے جو اب ہماری مخالفت میں اپنا سارا زور لگا رہے ہیں۔ (ان امیرزادوں کی حالت یہ ہے کہ یہ کام کاج کے لئے کہیں باہر نہیں جاتے۔ ہر وقت گھر میں بیکار بیٹھے اس قسم کی سازشیں کرتے رہتے ہیں)۔

۱۴ غرضیکہ ہم نے اسکے لئے زندگی کے راستے ہموار کر دیئے۔ اسے ہر طرح کا سامانِ آسائش عطا کیا۔

۱۵ لیکن اس پر بھی اس کی ہوس پوری نہ ہوئی۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اسے اور زیادہ قوت

أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾

اور دولت دیتے جائیں (اور وہ ان کے بل بوتے پر حق کی مخالفت میں آگے ہی آگے بڑھتا جائے)۔

۱۶ لیکن اب ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ یہ ہمارے قوانین سے سرکشی برت رہا ہے۔

۱۷ (اب اُس انقلاب کا زمانہ آ رہا ہے جس میں) اسے سخت مشکلات کا سامنا کرنا اور مصائب کی گھاٹی چڑھنا ہو گا۔

۱۸ (جب یہ تمہارے پاس آیا تو تم نے اسے اس کا نفع نقصان اچھی طرح سمجھا دیا۔ اسے بتا دیا کہ اس کی غلط روش کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہو گا۔ اور قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کس قدر خوشگواریاں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ) اس نے اس پر غور کیا۔ دونوں رستوں کا باہمی مقابلہ کیا اور پھر اس بات کا اندازہ لگایا کہ کون سی راہ اس کے لئے فائدہ مند ہے۔

۱۹-۲۰ لیکن یہ غارت ہو! اس نے اپنے لئے کس قدر غلط اندازہ لگایا؟ ایسا غلط اندازہ جس سے تباہیوں اور بربادیوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

۲۱ اس نے بار دگر اس دعوت پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔

۲۲ (اس کے سینے کی کشمکش کے آثار اس کے چہرے پر نمودار ہو گئے)۔ اس نے تیوری چڑھائی، منہ بسورا۔

۲۳ اور نہایت سرکشی اور تکبر کے ساتھ منہ موڑ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ

۲۴ یہ غلط ہے (کہ یہ آسمانی وحی اور خدائی فیصلے ہیں)۔ یہ پرانے زمانے کی دقیانوسی باتیں ہیں۔ یہ وہی جھوٹ ہے جو صدیوں سے اسی طرح متواتر چلا آ رہا ہے۔

۲۵ یہ سب باتیں اس شخص کی اپنی وضع کردہ ہیں (جنہیں یہ خدا کی وحی کہہ کر پیش کرتا ہے)۔

۲۶ (مفاد پرست گروہ کا یہ سرغنہ یہ کچھ کہہ کر چلا گیا۔ اور اس کے پیچھے خدا کے قانونِ مکافات نے پکار کر کہا کہ تم دیکھو گے کہ) عنقریب اس کی دولت و حشمت کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اسے جھلسا دینے والی آگ میں جھونک دیا جائے گا جو اس کی ساری سختی کو پگھلا کر رکھ دے گی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

۲۷ تم جانتے ہو کہ وہ جھلسا اور پگھلا دینے والی آگ کیا ہوتی ہے اور کیا کر دیا کرتی ہے؟

۲۸ وہ راکھ کا ڈھیر بنا دیا کرتی ہے۔ وہ کسی چیز کو نہیں چھوڑتی۔ اور جس تک پہنچ جائے اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیا کرتی۔ وہ نام و نشان تک مٹا دیا کرتی ہے۔

۲۹ وہ اس طرح حلیہ بگاڑ دیتی ہے کہ اس کے بعد ان کا پہچانا تک نہیں جاتا۔ (وہ ساری بساط الٹ کر نقشہ بدل دیا کرتی ہے)۔

۳۰ اور یہ ایک ہی تباہی نہیں جسے بیان کیا گیا ہے۔ اس قسم کی بیسیوں تباہیاں ہیں (ایک یہ، اور انیس اس پر مستزاد)۔

۳۱ یہ تباہیاں ہماری متعین کردہ قوتیں ہی لاتی ہیں۔ اب رہا ان کی تعداد کا معاملہ تو ایسا محض تمثیلاً کہا گیا ہے۔ جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اس تمثیلی بیان کو حقیقت پر محمول کر کے اس پر اعتراضات کریں گے اور طرح طرح کی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لیکن جن لوگوں کو قرآن کا پختہ اور گہرا علم حاصل ہے، وہ سمجھ لیں گے کہ اس قسم کے تمثیلی بیانات سے خدا کا مقصود کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا، انہیں اس سے یقین حاصل ہوگا (۳/۷) حتیٰ کہ جماعت مومنین کے وہ افراد جن کی علمی سطح ابھی بلند نہیں، اس سے ان کا بھی ایمان بڑھ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تمثیلی بیانات سے، قرآن کا پختہ علم رکھنے والوں، یا عام مومنین کے دل میں کبھی شک اور اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں، یا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا کھلے بندوں انکار کرتے ہیں، وہ جھٹ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ اس قسم کی مثالوں سے بالآخر خدا کا مقصود کیا ہے؟ (۲/۲۶)

اس طرح، جو شخص اپنے اندر کج نگہی پیدا کر لیتا ہے، اور وہ یا خدا کے قانون

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾

مکافات کے مطابق اپنے اعمال کی وجہ سے غلط راستے پر چل نکلتا ہے۔ اس کے سامنے صحیح راستہ آ نہیں سکتا۔ اور جو چاہتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر چلے اس کی راہ نمائی صحیح راستے کی طرف ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں کس کس قسم کی قوتیں کارفرما ہیں اور ان کے لشکر کس کس انداز سے اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں' اس کا پورا پورا علم خدا ہی کو ہے۔ ان امور کا تمثیلی بیان اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ انسان غور و تدبر سے کام لے اور قوانینِ خداوندی کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے۔

(یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خدا کا قانونِ مکافات کوئی شے نہیں۔ اور جس انقلاب سے انہیں متنبہ کیا جاتا ہے وہ محض دھمکی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ وہ انقلاب ایک حقیقت ہے جو واقع ہو کر رہے گا۔ ان سے کہو کہ یہ ذرا کارگہ کائنات کے نظم و نسق پر' اور جس قانونِ خداوندی کے ماتحت مظاہرِ فطرت مصروفِ نقل و حرکت ہیں' اس پر غور کریں اور پھر سوچیں کہ جس خدا کی لامحدود قوت یہ کچھ کر رہی ہے اس کے لئے اس قسم کا انقلاب لانا کیا مشکل ہے؟) چاند کا اپنے وقت پر نمودار ہونا اور پھر مختلف منازل سے گزرنا' رات کی تاریکی کا صبح کی سپیدی میں تبدیل ہونا اور پھر روزِ روشن کا سامنے آجانا ——— یہ تمام تغیرات' خدا کے قانونِ قدرت کی زندہ شہادات ہیں۔ اُس کے اسی قانونِ قدرت کے مطابق' یہ انقلاب آئے گا' جو تاریخِ انسانی کے عظیم واقعات میں سے ہے۔ (یہ چاند کی طرح بتدریج بڑھے گا۔ اس کی ضو فشانیوں سے باطل کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور حق کی سحرِ درخشندہ نمودار ہو جائے گی)۔

ہم انہیں مطلع کئے دیتے ہیں کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ ہر شخص کو اس سے آگاہ رہنا چاہیئے۔

یہاں ہر فیصلہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ہوتا ہے۔ قوموں کی موت و حیات' افراد کا آگے بڑھنا اور پیچھے رہ جانا' سب اُن کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سو جس کا جی چاہے آگے بڑھ جائے اور جس کا جی چاہے پیچھے رہ جائے۔ (اس تمام رشد و ہدایت اور کشمکشِ حق و باطل سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص چاہے اپنی کوشش سے زندگی کے ارتقائی منازل میں آگے بڑھ جائے' جو پیچھے رہنا چاہے پیچھے رہ جائے)۔ یاد رکھو! ہر شخص اپنے ہی

إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ ٱلتَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍۭ ﴿٥١﴾

اعمال کے شکنجے میں جکڑا ہوتا ہے اور انہی کی وجہ سے اس پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اسی طرح یہ غلط کار لوگ بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوں گے۔

۳۹ لیکن اصحٰب یمین وسعادت مصیبتوں میں گرفتار نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے اعمالِ صالح کے بدلے جنت کی خوشگواریوں میں رہیں گے۔

۴۰-۴۲ وہ ان مجرمین سے، جو تباہیوں کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، پوچھیں گے کہ کونسی چیز تمہیں اس جہنم میں کھینچ لائی ہے۔ وہ تمہارے کون سے جرائم تھے جن کی یہ سزا ہے۔

۴۳ وہ کہیں گے کہ ہمارا جرم یہ تھا کہ ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوئے جنہوں نے نظامِ صلوٰۃ قائم کیا۔

۴۴ اور ہم ان لوگوں کے رزق کا سامان نہیں کرتے تھے جو کمائی کرنے کے قابل نہیں رہتے تھے۔

۴۵ (اس کے برعکس) ہم ان لوگوں میں شامل تھے جو باتیں بڑی بڑی بناتے تھے لیکن عملاً کچھ نہیں کرتے تھے)۔

۴۶ اور یوں ہم خدا کے قانونِ مکافات کی تکذیب کرتے تھے اور اس بات کو جھٹلاتے تھے کہ ایک دن ہمارے اعمال کے نتائج تباہی بن کر ہمارے سامنے آئیں گے۔

۴۷ ہم اسی روش پر قائم رہے تاآنکہ یہ تباہی حقیقت بن کر ہمارے سامنے آگئی۔

۴۸ اس وقت (نہ خود اُن کی کوئی پیش جائے گی۔ اور) نہ ہی ان کے حمایتیوں کی حمایت ان کے کسی کام آئے گی۔

۴۹ معلوم نہیں کہ جب یہ تمام حقائق اس طرح واضح طور پر ان کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں تو پھر انہیں کیا ہو جاتا ہے کہ یہ اس سے یوں روگردانی کرتے ہیں؟

۵۰-۵۱ روگردانی ہی نہیں کرتے بلکہ اس طرح خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں جس طرح بدکے

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ

الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

(۲) (۱۴) (۱۴)

ہوئے گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ (کہ وہ کہیں انہیں کھا نہ جائے)۔

۵۲ (بات یہ نہیں کہ یہ حقائق ان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ سمجھ میں تو آجاتے ہیں لیکن ان کی انفرادی مفاد پرستیاں انہیں اس طرف آنے سے روکتی ہیں۔ نظامِ خداوندی اجتماعی زندگی چاہتا ہے جس میں تمام افراد کے مفاد مشترک ہوں۔ لیکن) ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی مفاد پرستی کا کاروباری پروگرام الگ الگ پھیلا ہوا ہو۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ معاشرہ کسی اجتماعی نظم و نسق کے ماتحت نہ چلے، بلکہ جس کا جی چاہے اپنی من مانی کرتا جائے، اور اجتماعی مفادات انسانیت کے بجائے ہر شخص اپنے اپنے انفرادی مفاد کے پیچھے لگا رہے[له]۔

۵۳ یہ اس لئے کہ ان کی نگاہ صرف مفاد عاجلہ پر ہے۔ یہ نہ مستقبل کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی تباہیوں سے خوف کھاتے ہیں۔

۵۴ (لیکن اب ایسا نہیں ہو سکے گا) یہ قرآن ایک کھلی ہوئی نصیحت اور تاریخی حقیقت ہے۔

۵۵ سو جس کا جی چاہے اسے اپنے سامنے رکھ کر اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔

۵۶ لیکن اسے اپنے سامنے وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو اپنے مقاصد اور ارادوں کو قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ کر لیں۔ یعنی جو اسی چیز کو اپنا مطلوب و مقصود قرار دیں جو خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہو۔ یہی لوگ ہیں جو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، اور یہی ہیں جو تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ (۴۷/۳۰ : ۸۱/۲۹)۔

- له نظام سرمایہ داری کی بنیاد ہی (INDIVIDUAL ENTERPRISE) اور (LAISSEZ - FAIRE) پر ہوتی ہے۔ یعنی اس میں افراد کو کھلی چھٹی ہوتی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اور جس قدر چاہیں دولت سمیٹتے جائیں، اجتماعی نظام حکومت ان کے کاروبار میں دخل انداز نہیں ہوگا۔ آیات بالا میں اسی نظام کی طرف اشارہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾

---

۱ اے وہ کہ جس کے ذمے عالمِ انسانیت کو سنوار کر' ایک جہانِ نو کو وجود میں لانے' اور اس طرح حق کے نظام کو ہر نظامِ باطل پر غالب کرنے کا انقلابی پروگرام ہے۔

۲ اُٹھ! اور خود فراموش انسانوں کو ان کی غلط روش زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر۔

۳ اور خدا کے نظامِ ربوبیت کو اس طرح متمکن کر دے کہ کبریائی صرف اسی کے لئے ہو۔ (اس سے خود تمہیں بھی دنیا میں بڑائی حاصل ہو جائے گی۔ ۲/۱۵۲)۔

۴ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی سیرت و کردار (شخصیت) کو نہایت پاکیزہ بنایا جائے' اور اس دعوت و تحریک کو ہر قسم کے ناپسندیدہ عناصر سے پاک و صاف رکھا جائے۔ (اس لئے کہ یہ کوئی ایسا میکانکی نظام نہیں کہ جس نے چاہا اسے چلا لیا۔ اس کے لئے خود اس دعوت کا صاف اور شفاف رہنا' اور اس میں شامل ہونے والوں کے قلب و نگاہ کا پاکیزہ ہونا بنیادی شرط ہے)۔

۵ اس قسم کے رفقاء کو اپنے ساتھ لے (۴۳/۶)' اور ان کی ایسی تربیت کر کہ ان کی سیرت میں پختگی پیدا ہو جائے' جس سے وہ اس بارِ عظیم کو آسانی سے اُٹھا سکیں اور ان کے پائے استقلال میں کہیں لغزش نہ آنے پائے۔ وہ اس بوجھ کو لے کر اٹھیں تو ان کی ٹانگیں لڑکھڑا نہ جائیں۔

۶ اپنے رفقاء کو یہ بھی سمجھا دے کہ اس نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تم اپنی محنت کے

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۞ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۞ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۞ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۞ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۞ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۞ وَبَنِينَ شُهُودًا ۞ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۞ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ

ما حصل کو دوسروں کی نشوونما کے لئے کھلا رکھو اور ضرورت مندوں کی امداد کرو تو اس نیت سے نہیں کہ یہ ان پر احسان ہے جس کے بدلے میں وہ تمہیں اس سے زیادہ لوٹا کر دیں گے۔ (۷۶ : ۹)۔

۷ یہ ہے وہ نظامِ ربوبیت، جس کے قیام اور استحکام کے لئے تمہیں نہایت ثبات و استقامت سے سرگرمِ عمل رہنا اور اس سکون و طمانیت سے آمادہ بمنزل ہونا ہے کہ تمہاری کشتی کہیں ڈگمگائے نہیں۔

۸ (انہیں یہ بھی بتا دو کہ یہ دعوت، پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں بھری راہ ہے۔ ہر طرف سے اس کی مخالفت ہوگی ——— اور سخت مخالفت) حتیٰ کہ اس میں ایسا وقت بھی آئے گا جب دشمن ہر طرف سے تمہیں ٹھونگیں ماریں گے۔ لڑائی کا بگل بجے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں آنا پڑے گا۔

۹-۱۰ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دو کہ اگرچہ اس تصادم میں سخت مشکلات کا سامنا ہوگا لیکن تمہارے لئے آخر الامر تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی اور سختی تمہارے مخالفین ہی کے لئے ہوگی۔ تم کامیاب ہوگے اور انہیں شکست ہوگی۔

۱۱ (اس دوران میں تمہارے مخالفین کی پوری پوری کوشش یہ ہوگی کہ وہ تمہیں اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھائے رکھیں، اور اس طرح تمہیں اپنے تعمیری پروگرام میں آگے نہ بڑھنے دیں۔ لیکن تم ان سے اُلجھے بغیر اپنی راہ چلتے جانا) ان سے ہمارا قانونِ مکافات خود نپٹ لے گا۔ ان مفاد پرست، مخالفین کا سرغنہ وہ ہے جسے ہم نے بے سروسامان تنہا پیدا کیا تھا یعنی یہ پیدائش ہی سے اپنے ساتھ وہ دولت اور قوت نہیں لایا تھا جس کے بل بوتے پر اس قدر سرکشی برت رہا ہے۔

۱۲ پھر ہم نے اسے بڑی کثرت سے مال و دولت عطا کیا۔ (۴۳ : ۱۱)۔

۱۳ اور وہ بیٹے دیئے جو اب ہماری مخالفت میں اپنا سارا زور لگا رہے ہیں۔ (ان امیرزادوں کی حالت یہ ہے کہ یہ کام کاج کے لئے کہیں باہر نہیں جاتے۔ ہر وقت گھر میں بیکار بیٹھے اس قسم کی سازشیں کرتے رہتے ہیں)۔

۱۴ غرضیکہ ہم نے اسکے لئے زندگی کے راستے ہموار کر دیئے۔ اسے ہر طرح کا سامانِ آسائش عطا کیا۔

۱۵ لیکن اس پر بھی اس کی ہوس پوری نہ ہوئی۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اسے اور زیادہ قوت

أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾

اور دولت دیتے جائیں (اور وہ ان کے بل بوتے پر حق کی مخالفت میں آگے ہی آگے بڑھتا جائے)۔

۱۶ لیکن اب ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ یہ ہمارے قوانین سے سرکشی برت رہا ہے۔

۱۷ (اب اُس انقلاب کا زمانہ آرہا ہے جس میں) اسے سخت مشکلات کا سامنا کرنا اور مصائب کی گھاٹی چڑھنا ہوگا۔

۱۸ (جب یہ تمہارے پاس آیا تو تم نے اسے اس کا نفع نقصان اچھی طرح سمجھا دیا۔ اسے بتادیا کہ اس کی غلط روش کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوگا۔ اور قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے کس قدر خوشگواریاں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ) اس نے اس پر غور کیا۔ دونوں راستوں کا باہمی مقابلہ کیا اور پھر اس بات کا اندازہ لگایا کہ کون سی راہ اس کے لئے فائدہ مند ہے۔

۱۹-۲۰ لیکن یہ غارت ہو! اس نے اپنے لئے کس قدر غلط اندازہ لگایا؟ ایسا غلط اندازہ جس سے تباہیوں اور بربادیوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

۲۱ اس نے بار دگر اس دعوت پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔

۲۲ (اس کے سینے کی کشمکش کے آثار اس کے چہرے پر نمودار ہو گئے)۔ اس نے تیوری چڑھائی منہ بسورا۔

۲۳ اور نہایت سرکشی اور تکبر کے ساتھ منہ موڑ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ

۲۴ یہ غلط ہے (کہ یہ آسمانی وحی اور خدائی فیصلے ہیں)۔ یہ پرانے زمانے کی دقیانوسی باتیں ہیں۔ یہ وہی جھوٹ ہے جو صدیوں سے اسی طرح متواتر چلا آرہا ہے۔

۲۵ یہ سب باتیں اس شخص کی اپنی وضع کردہ ہیں (جنہیں یہ خدا کی وحی کہہ کر پیش کرتا ہے)۔

۲۶ (مفاد پرست گروہ کا یہ سرغنہ یہ کچھ کہہ کر چلا گیا۔ اور اس کے پیچھے خدا کے قانونِ مکافات نے پکار کر کہا کہ تم دیکھو گے کہ) عنقریب اس کی دولت و حشمت کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اسے جھلسا دینے والی آگ میں جھونک دیا جائے گا جو اس کی ساری سختی کو پگھلا کر رکھ دے گی۔

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِيمٰنًا ۙ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

۲۷ تم جانتے ہو کہ وہ جھلسا اور پگھلا دینے والی آگ کیا ہوتی ہے اور کیا کر دیا کرتی ہے؟

۲۸ وہ راکھ کا ڈھیر بنا دیا کرتی ہے۔ وہ کسی چیز کو نہیں چھوڑتی۔ اور جس تک پہنچ جائے اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیا کرتی۔ وہ نام ونشان تک مٹا دیا کرتی ہے۔

۲۹ وہ اس طرح حلیہ بگاڑ دیتی ہے کہ اس کے بعد ان سے پہچانا تک نہیں جاتا۔ (وہ ساری بساط الٹ کر نقشہ بدل دیا کرتی ہے)۔

۳۰ اور یہ ایک ہی تباہی نہیں جسے بیان کیا گیا ہے۔ اس قسم کی بیسیوں تباھیاں ہیں (ایک یہ' اور انیس اس پر مستزاد)۔

۳۱ یہ تباہیاں ہماری متعین کردہ قوتیں ہی لاتی ہیں۔ اب رہا ان کی تعداد کا معاملہ تو ایسا محض تمثیلاً کہا گیا ہے۔ جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے' وہ اس تمثیلی بیان کو حقیقت پر محمول کر کے اس پر اعتراضات کریں گے اور طرح طرح کی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لیکن جن لوگوں کو قرآن کا پختہ اور گہرا علم حاصل ہے' وہ سمجھ لیں گے کہ اس قسم کے تمثیلی بیانات سے خدا کا مقصود کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا' انہیں اس سے یقین حاصل ہوگا ($\frac{۳}{۷}$) حتیٰ کہ جماعت مومنین کے وہ افراد جن کی علمی سطح ابھی بلند نہیں' اس سے ان کا بھی ایمان بڑھ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تمثیلی بیانات سے' قرآن کا پختہ علم رکھنے والوں' یا عام مومنین کے دل میں کبھی شک اور اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں' یا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا کھلے بندوں انکار کرتے ہیں' وہ جھٹ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ اس قسم کی مثالوں سے بالآخر خدا کا مقصود کیا ہے؟ ($\frac{۲}{۲۶}$)

اس طرح' جو شخص اپنے اندر کج نگہی پیدا کر لیتا ہے' اور یوں خدا کے قانون

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾

مکافات کے مطابق اپنے اعمال کی وجہ سے غلط راستے پر چل نکلتا ہے۔ اس کے سامنے صحیح راستہ آ نہیں سکتا۔ اور جو چاہتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر چلے اس کی راہ نمائی صحیح راستے کی طرف ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں کس کس قسم کی قوتیں کار فرما ہیں اور ان کے لشکر کس کس انداز سے اس کے متعین کردہ پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں، اس کا پورا پورا علم خدا ہی کو ہے۔ ان امور کا تمثیلی بیان اس لئے کر دیا جاتا ہے کہ انسان غور و تدبر سے کام لے اور قوانین خداوندی کو نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے۔

(یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خدا کا قانونِ مکافات کوئی شے نہیں۔ اور جس انقلاب سے انہیں متنبہ کیا جاتا ہے وہ محض دھمکی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ وہ انقلاب ایک حقیقت ہے جو واقع ہو کر رہے گا۔ ان سے کہو کہ یہ ذرا کارگہ کائنات کے نظم و نسق پر، اور جس قانونِ خداوندی کے ماتحت مظاہر فطرت مصروف نقل و حرکت ہیں، اس پر غور کریں اور پھر سوچیں کہ جس خدا کی لامحدود قوت یہ کچھ کر رہی ہے اس کے لئے اس قسم کا انقلاب لانا کیا مشکل ہے؟) چاند کا اپنے وقت پر نمودار ہونا اور پھر مختلف منازل سے گزرنا، رات کی تاریکی کا صبح کی سپیدی میں تبدیل ہونا اور پھر روز روشن کا سامنے آجانا — یہ تمام تغیرات، خدا کے قانونِ قدرت کی زندہ شہادات ہیں۔ اس کے اسی قانونِ قدرت کے مطابق "یہ انقلاب آئے گا" جو تاریخ انسانی کے عظیم واقعات میں سے ہے۔ (یہ چاند کی طرح بتدریج بڑھے گا۔ اس کی ضو فشانیوں سے باطل کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور حق کی سحر درخشندہ نمودار ہو جائے گی)۔

ہم انہیں مطلع کئے دیتے ہیں کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ ہر شخص کو اس سے آگاہ رہنا چاہیئے۔

یہاں ہر فیصلہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ہوتا ہے۔ قوموں کی موت و حیات، افراد کا آگے بڑھنا اور پیچھے رہ جانا سب اُن کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سو جس کا جی چاہے آگے بڑھ جائے اور جس کا جی چاہے پیچھے رہ جائے۔ (اس تمام رشد و ہدایت اور کشمکش حق و باطل سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص چاہے اپنی کوشش سے زندگی کے ارتقائی منازل میں آگے بڑھ جائے، جو پیچھے رہنا چاہے پیچھے رہ جائے)۔ یاد رکھو! ہر شخص اپنے ہی

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿۳۹﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۶﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۴۹﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾

اعمال کے شکنجے میں جکڑا ہوتا ہے اور انہی کی وجہ سے اس پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اسی طرح یہ غلط کار لوگ بھی مصیبتوں میں گرفتار ہوں گے۔

۳۹ لیکن اصحٰب یمین وسعادت مصیبتوں میں گرفتار نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے اعمالِ صالح کے بدلے جنت کی خوشگواریوں میں رہیں گے۔

۴۰-۴۲ وہ ان مجرمین سے، جو تباہیوں کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، پوچھیں گے کہ کونسی چیز تمہیں اس جہنم میں کھینچ لائی ہے۔ وہ تمہارے کون سے جرائم تھے جن کی یہ سزا ہے۔

۴۳ وہ کہیں گے کہ ہمارا جرم یہ تھا کہ ہم ان لوگوں میں شامل نہ ہوئے جنہوں نے نظامِ صلوٰۃ قائم کیا۔

۴۴ اور ہم ان لوگوں کے رزق کا سامان نہیں کرتے تھے جو کمائی کرنے کے قابل نہیں رہتے تھے۔

۴۵ (اس کے برعکس) ہم ان لوگوں میں شامل تھے جو باتیں بڑی بڑی بناتے تھے لیکن عملاً کچھ نہیں کرتے تھے)۔

۴۶ اور یوں ہم خدا کے قانونِ مکافات کی تکذیب کرتے تھے اور اس بات کو جھٹلاتے تھے کہ ایک دن ہمارے اعمال کے نتائج تباہی بن کر ہمارے سامنے آئیں گے۔

۴۷ ہم اسی روش پر قائم رہے تاآنکہ یہ تباہی حقیقت بن کر ہمارے سامنے آگئی۔

۴۸ اس وقت (نہ خود اُن کی کوئی پیش جائے گی۔ اور) نہ ہی ان کے حمایتیوں کی حمایت ان کے کسی کام آئے گی۔

۴۹ معلوم نہیں کہ جب یہ تمام حقائق اس طرح واضح طور پر ان کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں تو پھر انہیں کیا ہو جاتا ہے کہ یہ اس سے یوں روگردانی کرتے ہیں؟

۵۰-۵۱ روگردانی ہی نہیں کرتے بلکہ اس طرح خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں جس طرح بدکے

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ

الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

(۲) (۲۰) (۱۶)

ہوئے گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ (کہ وہ کہیں انہیں کھا نہ جائے)۔

۵۲ (بات یہ نہیں کہ یہ حقائق ان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ سمجھ میں تو آجاتے ہیں لیکن ان کی انفرادی مفاد پرستیاں انہیں اس طرف آنے سے روکتی ہیں۔ نظامِ خداوندی اجتماعی زندگی چاہتا ہے جس میں تمام افراد کے مفاد مشترک ہوں۔ لیکن) ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی مفاد پرستی کا کاروباری پروگرام الگ الگ پھیلا ہوا ہو۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ معاشرہ کسی اجتماعی نظم و نسق کے ماتحت نہ چلے، بلکہ جس کا جی چاہے اپنی من مانی کرتا جائے، اور اجتماعی مفادات انسانیت کے بجائے ہر شخص اپنے اپنے انفرادی مفاد کے پیچھے لگا رہے[1]۔

۵۳ یہ اس لئے کہ ان کی نگاہ صرف مفادِ عاجلہ پر ہے۔ یہ نہ مستقبل کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی تباہیوں سے خوف کھاتے ہیں۔

۵۴ (لیکن اب ایسا نہیں ہو سکے گا) یہ قرآن ایک کھلی ہوئی نصیحت اور تاریخی حقیقت ہے۔

۵۵ سو جس کا جی چاہے اسے اپنے سامنے رکھ کر اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔

۵۶ لیکن اسے اپنے سامنے وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو اپنے مقاصد اور ارادوں کو قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ کر لیں۔ یعنی جو اسی چیز کو اپنا مطلوب و مقصود قرار دیں جو خدا کے قانونِ مشیت کے مطابق ہو۔ یہی لوگ ہیں جو قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، اور یہی ہیں جو تباہیوں اور بربادیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ (۷۶/۳۰ ؛ ۸۱/۲۹)۔

[1] نظامِ سرمایہ داری کی بنیاد ہی (INDIVIDUAL ENTERPRISE) اور (LAISSEZ – FAIRE) پر ہوتی ہے۔ یعنی اس میں افراد کو کھلی چھٹی ہوتی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اور جس قدر چاہیں دولت سمیٹتے جائیں، اجتماعی نظامِ حکومت ان کے کاروبار میں دخل انداز نہیں ہوگا۔ آیاتِ بالا میں اسی نظام کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾

۱ ان سے کہو کہ نہیں' بات یوں نہیں جیسے تم خیال کئے بیٹھے ہو (کہ ہم جس طرح جی میں آئے کریں' ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں)۔ میں دورِ قیامت کو شہادت میں پیش کرتا ہوں (جب اعمال کے ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا)۔

۲ اور اس شخص کو اس پر شاہد ٹھہراتا ہوں جو اپنی غلطی کے احساس سے نادم ہو[1]۔ (۱۲/۵۳) — کہ خدا کا قانونِ مکافات ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ برآمد کرتا ہے' خواہ وہ اس دنیا میں اس کے سامنے آجائے' خواہ مرنے کے بعد۔

۳ کیا انسان اپنے دل میں یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ جب وہ مر مرا کر ختم ہو جائے گا تو دوبارہ زندہ نہیں ہوگا؟ (۳۶/۷۸ و ۳۴/۱۴)۔ (اور اس طرح وہ اپنے غلط اعمال کی پاداش سے بچ جائیگا)۔

---

[1] یہ جو کہا جاتا ہے کہ انسان کے اندر ایک قوت ہے جو حق اور باطل کی تمیز کر دیتی ہے (اسے ضمیر کی آواز کہتے ہیں)' یہ غلط ہے۔ انسان کے اندر کوئی ایسی قوت نہیں جو مطلق حق اور باطل میں از خود تمیز کر دے۔ مطلق حق اور باطل کی تمیز وحیٔ خداوندی کی رُو سے ہوتی ہے۔ جب کسی شخص سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب ہو جائے جو اُس بات کے خلاف ہو جسے وہ حق سمجھتا ہے تو اس سے اسے احساسِ ندامت ہوتا ہے۔ اسے آپ ضمیر کی آواز کہہ سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جسے وہ حق سمجھتا ہے وہ فی الواقعہ حق ہو اور جسے باطل سمجھتا ہے' فی الواقعہ باطل۔ (نیز دیکھئے ۵۳/۱)

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾

کیا وہ سمجھتا ہے کہ جس بنیاد پر زندگی کی عمارت استوار ہوتی ہے، وہ موت سے منتشر ہو جاتی ہے اور پھر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یہ اس کا خیال خام ہے۔

۴ ہمارے لئے ایسا کرنا کیا دشوار ہے؟ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے ان تمام قویٰ کو درست اور مکمل کر دیں جن سے اس کی زندگی قیام پذیر ہوتی ہے، اور اسے دوسری چیزوں کے تصرف پر گرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

۵ اصل یہ ہے کہ انسان حیاتِ اُخروی سے اس لئے انکار نہیں کرتا کہ وہ اسے ناممکن سمجھتا ہے۔ حیاتِ اُخروی پر یقین کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنا ایک ایک قدم احتیاط سے اٹھائے۔ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کوئی غلط کام نہ کرے لیکن انسان ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے جی چراتا ہے۔ وہ چاہتا یہ ہے کہ جس طرح اس کی سابقہ زندگی (یعنی جتنی زندگی وہ گزار چکا ہے) غیر ذمہ دارانہ گزری ہے، اسی طرح باقی زندگی بھی بے راہ روی میں گزر جائے۔ اپنے غلط اعمال کے نتائج سے فرار کی خواہش لاشعوری طور پر حیاتِ اُخروی کے تصور اور امکان کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔

۶ اسی لئے جب اس سے قیامت کے متعلق کہا جاتا ہے تو اس کے دل میں جھٹ اعتراضات اُبھرنے لگتے ہیں، اور وہ پوچھتا ہے کہ یہ بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی؟

(یہ کس قدر خود فریبی ہے؟ کیا انسان اپنے اعمال کے نتائج سے اس لئے بچ جائیگا کہ وہ خدا کے قانونِ مکافات پر ایمان نہیں رکھتا؟ وہ ایمان رکھے یا نہ رکھے، وہ قانون اپنا کام کرتا جائے گا۔ مرنے کے بعد زندگی ہوگی اور اس کے اعمال کے نتائج اسکے سامنے آکر رہیں گے، خواہ یہ اس حقیقت سے کتنا ہی انکار کیوں نہ کرے)۔

۷ (باقی رہا یہ کہ قیامت کب آئے گی، تو اس کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔ لیکن) جب وہ آئے گی تو حالت یہ ہوگی کہ مارے حیرت کے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

(یاد رہے کہ ایک قیامت اس دنیا میں بھی سامنے آجاتی ہے جب اعمال کے نتائج کا ظہور یہاں ہوتا ہے۔ اور ایک قیامت مرنے کے بعد واقع ہوتی ہے جس میں وہاں ظہورِ نتائج ہوتا ہے۔ یہاں کی قیامت بالعموم قوموں (یا مختلف نظامہائے حیات) کے باہمی تصادم کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ جب یہ تصادم یہاں ہوگا تو ان مخالفین کی نگاہیں خیرہ ہو جائینگی اور)

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿۱۶﴾

۸ چاند تاریک ہوجائے گا۔ (جاہلیت عرب کا اقتدار ختم ہوجائے گا)۔

۹ چاند اور سورج اکٹھے ہوجائیں گے۔ (عرب اور ایران کی قومیں مل کر ایک ہوجائیں گی)[1]۔

۱۰ (ظہور نتائج کے وقت خواہ وہ اس دنیا میں ہو یا آخرت میں) انسان انتہائی پریشانی کے عالم میں کہے گا کہ اب میں کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں؟

۱۱ اُس وقت کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں بھاگ کر پناہ لی جاسکے۔

۱۲ اُس وقت انسان کا ٹھکانہ صرف عدالتِ خداوندی ہوگا۔ اس کے کٹہرے سے بھاگ کر انسان کہیں نہیں جاسکے گا۔

۱۳ اُس دن انسان کے اگلے پچھلے تمام اعمال کے نتائج اس کے سامنے آجائیں گے۔

۱۴ اس کے لئے نہ کسی خارجی گواہ کی حاجت ہوگی، نہ بیرونی ثبوت کی ضرورت۔ انسان اپنے خلاف خود آپ دلیل ہوگا۔ (اس کی ذات، جس پر اس کے ہر عمل کا اثر منقوش ہوتا چلا جاتا ہے، اس کا اعمال نامہ ہوگی)۔

۱۵ اِس وقت تو اس کی عقل بہانہ ساز، اس کے غلط اعمال کے جواز میں ہزار دلائل پیش کردیتی، اور اس طرح حقیقت پر پردے ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ لیکن اُس وقت اُس کے تمام اعمال بے نقاب ہوکر سامنے آجائیں گے اور کسی قسم کا کوئی بہانہ کام نہ دے گا۔

۱۶ اس قسم کی بہانہ سازی کرنے والے سے کہہ دیا جائے گا کہ قینچی کی طرح زبان چلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اِس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تو چاہتا ہے کہ اس تیز کلامی سے معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ اس طرح ختم نہیں ہوجائیگا۔[2]

---

[1] جاہلیت عرب کے جھنڈے کا نشان قمر تھا اور ایرانی سلطنت کے جھنڈے کا نشان شمس۔ ان آیات میں اگر اس دنیا کی قیامتِ صغریٰ کی طرف اشارہ ہے تو اس سے مراد وہ انقلاب ہے جو ظہور اسلام سے عرب جاہلیت اور ایران کی سیاسی زندگی میں آنے والا تھا۔

[2] آیات ۹-۱۶ کو اگر سابقہ آیات کے ساتھ مسلسل لیا جائے تو مفہوم وہی ہوگا جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ سمجھا جائے کہ آیت ۱۶ سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے تو ان آیات کا مفہوم حسب ذیل ہوگا۔

(بقیہ فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿۱۷﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

۱۷ یہ کام خود ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے کہ انسان کے اگلے پچھلے تمام اعمال کو اکٹھا کیا جائے اور پھر انہیں نہایت حفاظت سے رکھا جائے۔

۱۸ سو (اے انسان) جب ہم نے تیرے اعمال کو اس طرح جمع و ثبت کر رکھا ہے تو تجھے اس طرح جمع شدہ کے پیچھے پیچھے چلنا ہو گا۔ یعنی جس طرف تمہارے اعمال کے نتائج لے جائیں تمہیں اُسی طرف جانا ہو گا۔

۱۹ اس طرح ہم تمہارے اعمال کے نتائج کو ظاہر کر کے تمہارے سامنے لے آئیں گے۔

۲۰ تم جو حیاتِ اُخروی سے اس طرح بدکتے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم صرف مفادِ عاجلہ پر نگاہ رکھتے ہو۔ تم اسی دنیا کی طبیعی یا حیوانی زندگی کے مفاد حاصل کرنے کو مقصودِ حیات قرار دیے ہوتے ہو۔

۲۱ اور مستقبل کی زندگی کا تمہیں کوئی خیال نہیں۔

۲۲ حالانکہ مستقبل کی خوشگواریاں' مفادِ عاجلہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ شگفتہ و شاداب ہیں۔ جن لوگوں کو وہ حاصل ہوں گی ان کے چہرے ہشاش بشاش اور تر و تازہ ہوں گے۔

۲۳ اور وہ اپنے نشو و نما دینے والے کی فیض گستری اور کرم فرمائی کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔

۲۴ ان کے برعکس جن لوگوں کو یہ کچھ میسر نہ ہو گا ان کے چہرے افسردہ اور پژمردہ ہوں گے۔

۲۵ اس لئے کہ انہیں یہ دھڑکا لگا ہو گا کہ اب وہ مصیبت آنے والی ہے جو ان کی کمر توڑ کر رکھ دیگی۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ فٹ نوٹ)

"اے رسولؐ! تم کسی معاملہ کے متعلق عملی قدم اٹھانے میں عجلت سے کام نہ لو۔ اس وقت تک انتظار کرو جب تک اس معاملہ کے متعلق پورا پورا پروگرام بذریعہ وحی نہ دے دیا جاتے (۲۰/۱۱۴)۔ اگرچہ یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو رہا ہے لیکن تمہیں اس کے متعلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا جمع کرنا اور بحفاظت رکھنا ہمارے ذمے ہے۔ تمہارے ذمے اس کے احکام و قوانین کا اتباع کرنا ہے۔ اتباع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مطالب نہایت وضاحت سے سامنے آ جائیں۔ اس کا ذمہ بھی ہم نے خود ہی لے رکھا ہے۔ ہم ایک مضمون کو مختلف آیات میں بار بار لاتے ہیں اور اس طرح پوری پوری وضاحت کر دیتے ہیں۔ یہ ہے قرآن کے سمجھنے کا طریقہ"

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿۳۱﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿۳۳﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿۳۵﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾

(۱ ع ۳۰ ۱۴)

۲۶ (لہٰذا انہیں مستقبل کی زندگی کے متعلق ہرگز شک و شبہ نہیں کرنا چاہیئے)۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت انسان سکراتِ موت کی ہچکیاں لیتا ہے اور سانس گلے میں اٹک جاتی ہے۔

۲۷ اور ہر کہنے والا یہی کہتا ہے کہ اس وقت جو کچھ بھی بن پڑے کر لینا چاہیئے۔ (اگر دوا دارو سے فائدہ نہیں ہوتا تو) کسی جھاڑ پھونک والے کو بلا لو' شاید وہی اس کی جان بچا لے۔

۲۸ اس سے مرنے والا سمجھ لیتا ہے کہ اب اس کا آخری وقت آپہنچا ہے۔

۲۹ اس وقت' اس کی' اور اس کے پسماندگان کی سختیاں اور مصیبتیں تو بر تو جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ (ایک پر دوسری مصیبت چلی آتی ہے)۔

۳۰ اس وقت' انسان کو ہر طرف سے ہٹا سمٹا کر' عدالتِ خداوندی کی طرف ہانک کر لایا جاتا ہے۔

۳۱ (ان حقائق کی روشنی میں' تم اس شخص سے کہو) جو ہمارے قانونِ مکافات کی تصدیق نہیں کرتا' اور سیدھے راستے پر نہیں چلتا۔

۳۲ بلکہ اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس سے گریز کی راہیں نکالتا ہے۔

۳۳ اور اپنی اس روش پر اتراتا ہوا اپنے رفقاء کی طرف جاتا ہے۔

۳۴ کہ اے بدنصیب! تیرے لئے کس قدر بہتر تھا کہ تو قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتا۔

۳۵ اے کاش! یہ بات تیری سمجھ میں آجاتی کہ وہ روش تیرے حق میں کس قدر مفید تھی۔

۳۶ انسان کی سب سے بڑی بھول یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ نہ انسانی زندگی کا کوئی مقصد ہے' نہ اس کے سفر کی کوئی متعین منزل۔ نہ مقررہ راستہ ہے نہ اس راستے پر چلنے کے قواعد و ضوابط۔ اسے شترِ بے مہار کی طرح چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جس طرح جی میں آئے کرے اور جس طرف جی چاہے منہ اٹھا کر چل دے۔ اس تصورِ حیات کا نتیجہ ہے کہ وہ طبیعی زندگی کی مفاد پرستیوں کا تانا تنتا رہتا ہے اور اس میں انسانی ذات کی نشوونما کا بانا نہیں ڈالتا۔ اس طرح اس کی ساری زندگی بلامقصد دوڑ دھوپ میں ضائع ہو جاتی ہے۔ (حالانکہ زندگی' مفادِ عاجلہ کے تانے اور مستقبل کے بانے سے کپڑا بننے کا نام ہے۔ یا یوں کہیئے کہ زندگی عبارت ہے دنیا کے تانے میں دین کا بانا ڈالنے

اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ﴿۳۷﴾ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ﴿۳۹﴾ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾

(۲ ع ۱۸)

ہے۔ اگر دین اور دنیا، روح اور مادہ، مستقل اقدار اور امورِ تمدن و سیاست کا اس طرح امتزاج نہ ہو تو انسانی زندگی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآنی تعلیم انہی کا امتزاج سکھاتی ہے اور یوں انسانی کوششوں کو نتیجہ خیز بنا دیتی ہے)۔

۳۷ اسے سوچنا چاہیئے کہ حیاتِ انسانی کتنے ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد انسانی پیکر تک پہنچی ہے۔ وہ ایک قطرۂ آب تھا جو رحم میں گرایا گیا۔

۳۸ پھر اس نے رحمِ مادر میں ایک معلق شے کی سی شکل اختیار کی۔ پھر اس میں قسم قسم کے ترکیبی امتزاجات ہوئے۔ اور ازاں بعد اس میں ٹھیک ٹھیک تناسب پیدا ہوا۔

۳۹ اور اس میں جنسی تفریق سے مرد اور عورت کے جوڑے بنے۔

۴۰ کیا وہ خدا جو یہ کچھ کرتا ہے، اس پر قادر نہیں کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکے؟ (جب مرنے کے بعد کی زندگی کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر قانونِ مکافات اور وحی کے پروگرام پر ایمان لانا مشکل نہیں ہوتا۔ یہ اس تمام پروگرام کی بنیادی اینٹ ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

---

① یہ حقیقت ہے کہ انسان (جو اس وقت پیکرِ بشریت میں موجود ہے) اس پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب یہ کوئی ایسی شے نہ تھا جو از خود موجود ہوتی۔ (پھر ہم اسے مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے آہستہ آہستہ اس مقام تک لے آئے)۔

② ان مراحل میں ایک مرحلہ وہ تھا جب اسے نطفہ سے پیدا کیا جو (دیکھنے میں تو ذرا سا قطرۂ آب تھا' لیکن درحقیقت) گوناگوں مخلوط ممکنات کا مجموعہ تھا۔ ہم نے ایسا انتظام کیا کہ ان مضمر صلاحیتوں کی رفتہ رفتہ نمود ہوتی جائے۔ اس کے لئے رحمِ مادر میں' اس کے مختلف پہلو بدلے گئے' تاآنکہ یہ صاحبِ بصیرت و سماعت انسان بن گیا۔

③ (اس کے اسی صاحبِ بصیرت و سماعت (سوچنے سمجھنے کے قابل) ہونے کا نتیجہ ہے کہ اسے دیگر کائنات کی طرح ایک خاص راستے پر چلنے کے لئے مجبور نہیں پیدا کیا گیا' بلکہ اسے زندگی کے مختلف راستوں میں سے کسی ایک کے منتخب کر لینے کا اختیار دیا گیا ہے]۔ اس کی سماعت و بصارت اس کا فیصلہ تو کر سکتی ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرے لیکن صحیح راستے کا تعین ان کے بس کی بات نہیں۔ یہ صرف وحیِ خداوندی کر سکتی ہے۔ چنانچہ خدا نے

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا۟ وَأَغْلَٰلًا وَسَعِيرًا ④ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ⑤ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ⑥ يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ⑦ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧ -

---

اسے وحی کے ذریعے صحیح راستہ بتا دیا' اور پھر اسے آزاد چھوڑ دیا کہ یہ چاہے تو اس صحیح راستے کو اختیار کرلے' اور چاہے اس سے انکار کرکے اپنے لئے دوسرا راستہ منتخب کرلے۔ اسی سے یہ اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار پاتا ہے اور مستوجب جزا و سزا۔

④ غلط راستے میں اس کے لئے قدم قدم پر طوق و سلاسل اور تباہیاں اور بربادیاں ہیں۔ (اندھی تقلید کی زنجیریں اور غیر اللہ کی محکومیت کے طوق' جنہیں دور کرنے کے لئے یہ رسولؐ آیا ہے۔ ۱۵۷/۷)۔

⑤ اس کے برعکس' صحیح راستے پر چلنے کا نتیجہ وسعت اور کشاد ہوگا۔ یہ خصوصیت اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنے جلد مشتعل ہوجانے والے جذبات کو وحی کے تابع رکھ کر' ان میں برودت (ٹھنڈک) اور سکون پیدا کرے۔ (مومن کی زندگی حدت اور برودت کے معتدلانہ امتزاج کا نام ہے)۔

⑥ یہ شروب اس چشمے سے ملتا ہے جسے خدا کے بندے' خود اپنے دل کی گہرائیوں سے نکال کر لاتے ہیں' اور یہ ان کے اختیار میں ہوتا ہے کہ اس چشمے کی نالیوں کا رخ جدھر جی چاہے کر دیں (یعنی ان صلاحیتوں کو اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کریں)۔

⑦ یہ لوگ' نوعِ انسانی کی عالمگیر ربوبیت کی ذمہ داری' برضا و رغبت اپنے سر پر لیتے ہیں' اور پھر اسے نہایت خندہ پیشانی سے پورا کرتے ہیں۔ انہیں ہر وقت اس کا احساس رہتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو معاشرہ ایسی شکل اختیار کرلے گا جس میں چاروں طرف شر پھیل جائے گا۔ (ہر طرف فساد ہی فساد رونما ہو جائے گا۔ ساری فضا اس سے متاثر ہوجائے گی۔ اس کی چنگاریاں اڑ کر دور دور تک پہنچ جائیں گی)۔

⑧ وہ اس عالمگیر فساد کو روکنے کے لئے' خدا کے نظامِ ربوبیت کو عام کر دیتے ہیں یعنی ایسا انتظام کرتے ہیں کہ جو لوگ کام کاج کے قابل نہ رہیں' یا جو معاشرہ میں تنہا (بے یار و مددگار) رہ جائیں' یا جو کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوجائیں۔ انہیں سامانِ رزق بہم پہنچا رہے' حالانکہ انفرادی مفاد پرستی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان سب کچھ سمیٹ کر اپنے ہی لئے رکھ لے۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿۹﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿۱۱﴾ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿۱۴﴾

وہ ان جذبات کے علی الرغم دوسروں کی پرورش کی فکر کرتے ہیں۔

۹ وہ جن کے لئے یہ کچھ کرتے ہیں ان سے کہہ دیتے ہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ ایسا کرنے سے ہم تمہارے سر پر "احسان" دھرتے ہیں۔ قطعاً نہیں۔ ہم اس کے بدلے میں تم سے کچھ نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ ہم شکریہ تک کے بھی متمنی نہیں۔ ہم اسے اپنا فریضہ سمجھتے ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ اس میں خود ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ اس سے ہماری ذات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس میں صفات خداوندی کی نمود ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور یہی انسانی زندگی کا مقصود ہے۔

۱۰ (اور جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) ہم یہ انتظام اس لئے کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ایسی فضا پیدا ہو جائے گی جس میں زندگی کی شادابیاں جھلس کر رہ جائیں گی اور شجر حیات افسردہ و پژمردہ ہو جائے گا' اور ہر طرف ایسی مصیبتیں اور پریشانیاں پھیل جائیں گی جن سے لوگوں کے ماتھے پر شکنیں پڑ جائیں۔ اطمینان و مسرت کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

۱۱ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کا قانونِ ربوبیت انہیں اس قسم کے دور کی ہلاکت سامانیوں سے بچا لیتا ہے' اور مسرتیں اور بشاشتیں انہیں گلے لگا لیتی ہیں۔

۱۲ یہ جنتی فضائیں' ان کے استقلال و استقامت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس میں وہ بڑی آسائش و توانائی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ شادابیوں کے باغات اور حرارت بخش و حریت افزا فضائیں۔

۱۳ اس میں وہ' اقتدار و اختیار کی مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں نہ سخت گرمی ہو گی نہ سخت سردی۔ (ہمیشہ بہار کا موسم رہے گا)۔

۱۴ چاروں طرف سے گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوں گی۔ سامانِ زیست و راحت کی کوئی شے ان کی دسترس سے باہر نہیں ہو گی۔ اسے حاصل کرنے کے لئے انہیں جاں کاہ مشقتیں نہیں اٹھانی پڑیں گی' بلکہ وہ خود ان کی طرف جھک کر آ جائیں گی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

۱۵ چاندی کے برتنوں میں کھانے بلوریں آبخوروں میں مشروبات۔ یہ سب کچھ ان کے گرد گردش کریں گے۔

۱۶ خود چاندی کی چمک بلور جیسی ہوگی اور یہ سب برتن اور آبخورے ٹھیک ٹھیک اندازے اور پیمانے کے مطابق بنائے گئے ہوں گے۔

۱۷ وہاں انہیں ایسا کچھ پینے کو ملے گا جو زندگی بخش توانائیوں اور حرارتوں سے بھرپور ہوگا۔ اس سے وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اوپر چڑھتے اور آگے بڑھتے جائیں۔ (۲۳/۷۶)۔ (یعنی ایک طرف یہ کیفیت کہ جذبات میں ذرا سا اشتعال پیدا ہونے لگے تو وحیِ خداوندی کی پابندی ان میں ٹھنڈک پیدا کر کے مزاج کو اعتدال پر لے آئے (۷۶/۵) اور دوسری طرف یہ حالت کہ حرکت و عمل میں ذرا سی سستی آنے لگے تو بھرپور حرارت و توانائی مل جائے)۔

۱۸ یہ زندگی بخش مشروب ایک ایسے چشمے سے ملے گا جو اپنا راستہ دریافت کرتا ہوا پیچھے سے چلا آتا ہے اور اسی طرح آگے بہے چلا جائے گا (۳۳/۱۴)۔ (یعنی اس سے انسان علمی تحقیقات کے بعد زندگی کی نئی نئی راہیں تراشنے کے قابل ہو جائے گا اور اس طرح زندگی کی کشتی نئے نئے انکشافات و ایجادات کی ندیوں میں تیرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جائے گی)۔

۱۹ ان کے بچے بھی زیورات سے مزین، ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے (۵۲/۲۴) ایسے ہشاش بشاش، تر و تازہ، تندرست و توانا، گویا موتیوں کے دانے ہیں جو بکھرے پڑے ہیں۔ یعنی ان کی صحت بھی قابلِ رشک ہوگی اور صحیح تعلیم و تربیت سے ان کی سیرت بھی گہر آبدار کی طرح پاکیزہ۔ لیکن انہیں صدف میں بند نہیں رکھا جائے گا بلکہ معاشرہ میں منتشر کر دیا جائے گا اور اس کے باوجود وہ اپنی پاکیزگی کو ملوث نہیں ہونے دیں گے۔

۲۰ تو اس معاشرہ پر جب اور جدھر سے بھی نگاہ ڈالے گا، اس میں آسودگی اور آسائش بھی دکھائی دے گی اور قوت و اقتدار بھی۔ یہ معاشرہ جلال و جمال کا حسین ترین مجموعہ ہوگا۔ (جلال و جمال کا امتزاج انسانی ذات کو بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے)۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

(۱ ع ۱۹)

---

۲۱ آسائشوں کی طرف جائیے تو وہ باریک اور دبیز ریشمی پارچات میں ملبوس ہوں گے۔ اور اقتدار کی طرف دیکھئے تو ان کے ہاتھوں میں سرداریوں کے کنگن ہوں گے۔ لیکن ان میں نہ تو اُن آسائشوں سے عیش پرستی کی خباثتیں پیدا ہوں گی' اور نہ ہی جاہ واقتدار سے نشۂ قوت کی بدمستیاں۔ انہیں' ان کا نشوونما دینے والا' وہ کچھ پینے کو دے گا جس سے ان کے قلب ونگاہ میں پاکیزگی پیدا ہو (یعنی وحی کی راہ نمائی)۔

۲۲ ان سے کہا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمہاری اپنی جد وجہد کا نتیجہ ہے جو اَب ثمربار ہو کر تمہارے سامنے آگیا ہے۔ تم نے دیکھا کہ تمہاری محنت کس طرح ٹھکانے لگی ہے؟

۲۳ (یہ ہے اے رسولؐ! وہ جنتی معاشرہ جس کی تشکیل کیلئے) ہم نے تجھ پر یہ ضابطۂ حیات بتدریج نازل کیا ہے تاکہ اس پر ساتھ کے ساتھ عمل ہوتا رہے۔

۲۴ لہٰذا' تو اس خدائی پروگرام پر نہایت استقامت سے گامزن رہ' اور ان میں سے کسی ایسے شخص کی بات نہ مان جو اس کے خلاف راستے پر گامزن ہو۔ ذاتی مفاد پرستی کے غلط راستے پر چلنے سے انسان کی قوتِ عمل مضمحل ہو جاتی ہے' یا اس کی صلاحیتیں دبی کی دبی رہ جاتی ہیں۔ جو شخص ایسے لوگوں کی بات پر کان دھرے گا' اس کی بھی یہی حالت ہو جائے گی (کہ یا تو اس کی انسانی صلاحیتوں کی نمو ہی نہیں ہو سکے گی' اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو وہ انہیں تخریبی کاموں میں ضائع کر کے' مضمحل ہو جائے گا' اور یوں کاروانِ انسانیت سے پیچھے رہ جائے گا)۔

۲۵ اس سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ تو' صبح وشام' ہر وقت' خدا کی صفتِ ربوبیت کو اپنے سامنے رکھ اور اس کی روشنی میں نظامِ ربوبیت کی تشکیل میں سرگرمِ عمل رہ۔

۲۶ دن ہو یا رات' ہمیشہ' اسی کے قوانین کے سامنے جھک اور اپنے پروگرام کی تکمیل کی فکر میں' اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ منہمک رہ۔ (۲/۷۳-۱)

۲۷ جو لوگ تیری مخالفت کر رہے ہیں' وہ اپنے اپنے پیش پا افتادہ مفاد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصود ومنتہیٰ ہی طبیعی زندگی کے مفاد ہیں' اس لئے وہ

يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَنْ يَشَآءَ اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَآءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

(۲ / ۴۹ / ۳۰)

ایسے عظیم الشان انقلاب کو نظر انداز کر رہے ہیں (جو حال اور مستقبل دونوں کی خوشگواریوں کا ضامن ہے)۔ (۴۵/۲۰)

۲۸ (انہیں اس پر بڑا ناز ہے کہ وہ بڑے صاحبِ قوت اور مضبوط لوگ ہیں۔ لیکن یہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ) ہم ہی نے انہیں پیدا کیا ہے اور ان کے پیکروں کا یہ استحکام اور مضبوطی بھی ہماری ہی عطا کردہ ہے۔ لہٰذا اگر یہ ہمارے قوانین کی مخالفت کریں گے تو ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ ہم اپنے مشیت کے پروگرام کے مطابق ان کی جگہ کوئی دوسری قوم لے آئیں۔

۲۹ یہ ایک واضح حقیقت ہے جسے ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ سو جس کا جی چاہے اس سے عبرت حاصل کر کے وہ راستہ اختیار کرلے جو اسے خدا کے نظامِ ربوبیت کی طرف لیجائے۔

۳۰ ان سے کہدو کہ یہ اسی صورت میں ہو سکے گا کہ تم اپنے اختیار و ارادہ کو قانونِ خداوندی سے ہم آہنگ کرلو (تم ویسا ہی چاہو جیسا قانونِ خداوندی کا منشاء ہے) اس لئے کہ خدا کا قانون علم و حکمت پر مبنی ہے۔ (۸۱/۲۹ ؛ ۴۷/۵۶)

۳۱ تم ایسا چاہو گے تو خدا تمہیں اپنی رحمتوں کے سائے تلے لے آئے گا۔ لیکن اگر تم نے وہ کچھ نہ چاہا جو قانونِ خداوندی کا منشاء ہے تو یہ ظلم و سرکشی ہوگی۔ اور (یاد رکھو!) جو لوگ ظلم و سرکشی کا شیوہ اختیار کرلیتے ہیں، ان کے لئے ہمارے قانونِ مکافات نے تباہیوں اور بربادیوں کا الم انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾

اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

۱ وہ کائناتی قوتیں جنہیں پیہم اور متواتر بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ

۲ اِن نظریات، تصوّرات اور نظامہائے زندگی کو جن میں بڑھنے اور پھولنے پھلنے کی صلاحیت نہ ہو، خس و خاشاک کی طرح اُڑا کر رزمگاہِ حیات سے دُور پھینک دیں، اور یوں دانے کو بھوسے (حق کو باطل) سے الگ کر دیں،

۳ اور جس زمین (نظامِ زندگی) میں نشو و نما کی صلاحیت ہے اس میں سرسبزی و شادابی کا سامان پیدا کر کے اسے دُور دُور تک پھیلا دیں (کہ دنیا میں وہی نظام باقی رہ سکتا ہے جو تمام نوعِ انسان کے لئے منفعت بخش ہو۔ ۱۳/۱۷)۔

۴ اور اس طرح تخریبی اور تعمیری نتائج پیدا کرنے والے عناصر کو ایک دوسرے سے الگ کرتی جائیں،

۵ اور ان ٹھوس حقائق کو تاریخی شواہد کی حیثیت سے پیش کرتی جائیں، تاکہ نظامِ کائنات میں

۶ منفی اور مثبت قوتوں کی اس کارفرمائی کو دیکھ کر، اور یوں اتمامِ حجت ہو جانے کے بعد

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾
لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ
الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾

جو مٹنا چاہیے مٹ جائے اور جو خطرات سے آگاہ ہو کر ان سے بچنا چاہے بچ جائے۔

۷ تدابیر الٰہیہ کا یہ تمام نظم و نسق اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جس انقلاب کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا (اور عام حالات میں جو کچھ کائناتی قوتیں تنہا کرتی ہیں اور اس طرح صدیوں میں جا کر کہیں ایک ارتقائی مرحلہ طے ہوتا ہے، جماعتِ مومنین کی رفاقت سے وہ مراحل دنوں میں طے ہو جائیں)

۸ اُس وقت مخالفین کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی قوت ماند پڑ جائے گی۔

۹ اور بڑی بڑی بلندیوں کے حامل سرداروں کی رفعت و شوکت کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

۱۰ اور پہاڑوں جیسی محکم جماعتیں پر کاہ کی طرح اُڑ جائیں گی۔ یوں سمجھو گویا انہیں چھلنی میں چھان اور چھاج میں پھٹک دیا جائے گا۔ جو باقی رہنے کے قابل ہوگی وہ باقی رہ جائے گی۔ دوسری سب ضائع ہو جائیں گی۔ (۱۳/۱۷ ؛ ۲۰/۱۰۵)۔

۱۱ جب تمام پیغام پہنچانے والوں کا وقت (پروگرام) مقرر کر دیا جائے گا (کہ ان میں سے کس نے کب اور کیا کام کرنا ہے)۔

۱۲ یہ انقلاب کس وقت تک کے لئے ملتوی کیا گیا ہے؟

۱۳ اُس وقت تک جب ہر معاملہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ہر شے نکھر کر الگ الگ ہو جائے گی۔ یہ یوم الفصل ہوگا۔

۱۴ وحیٔ خداوندی سے بڑھ کر تجھے کون بتا سکے گا کہ "یوم الفصل" کیا ہوگا۔

۱۵ اُس دن (یعنی اس دور میں) ان لوگوں کے لئے تباہی ہوگی جو خدا کے قانونِ مکافات کی تکذیب کرتے ہیں۔

۱۶ (ان تکذیب کرنے والوں سے پوچھو کہ) کیا ہم نے اُن سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو، جنہوں نے اس طرح ہمارے قوانین کی تکذیب کی تھی، تباہ نہیں کیا۔

۱۷ پھر ان کے بعد دوسری قومیں آئیں (اور جب انہوں نے بھی ویسا ہی طرزِ عمل اختیار کیا تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہوا)۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

---

۱۸ (یہ بات نہ کسی خاص قوم سے متعلق ہے، نہ تاریخ کے کسی خاص دور تک محدود) ہم تمام مجرمین کے ساتھ یہی کچھ کرتے ہیں۔ (ہمارا قانونِ مکافات ہر مجرم قوم کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتا ہے)۔

۱۹ لہٰذا' اِس دور میں بھی ان لوگوں کے لئے تباہی ہوگی جو ہمارے قوانین کی تکذیب کریں گے۔

۲۰ (ان سے کہو کہ) ذرا تم اپنی پیدائش کے سلسلہ پر غور کرو اور دیکھو کہ تم کن کن تخلیقی مراحل میں سے گذرے ہو؟ ہم نے تمہیں اس مادہ تولید سے پیدا کیا جو بڑا حقیر سا تھا۔

۲۱ پھر اس مادہ تولید کو رحم کے اندر ٹھہرایا۔ جو وہاں مادہ کے بیضہ میں قرار گیر ہو گیا۔ (۲۳/۱۴)۔

۲۲ اور وہاں ایک مقررہ پیمانے کے مطابق نشوونما پاتا رہا۔

۲۳ اس طرح ہم نے تمام امور کے اندازے اور پیمانے مقرر کر رکھے ہیں' اور ہمارے مقرر کردہ پیمانے نہایت عمدگی سے اپنے نتائج مرتب کرتے رہتے ہیں۔

۲۴ انہی پیمانوں کے مطابق انسانی اعمال بھی اپنے نتائج مرتب کرتے ہیں۔ لہٰذا جب اعمال کے ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا' تو یہ لوگ' جو ہمارے قوانین کی تکذیب کرتے ہیں' دیکھ لیں گے کہ ان کے لئے کس قدر تباہی ہے۔

۲۵-۲۶ (پھر' ان سے کہو کہ اپنے آپ سے ہٹ کر' ذرا خارجی کائنات پر غور کریں اور دیکھیں کہ ہم نے' مثلاً) زمین کو کس طرح ایسا بنا دیا ہے کہ وہ جاندار اور بے جان اشیاء کو سمیٹے ہوئے کس تیزی سے چلی جارہی ہے؟ (یہ زمین کی کششِ ثقل ہے جس سے ہر شے' اس کی اس قدر تیز گردش کے باوجود' اس سے الگ نہیں ہوتی)۔

۲۷ پھر' اس میں ایک طرف اتنے اتنے اونچے پہاڑ ہیں جو اپنے اپنے مقام پر محکم کھڑے ہیں۔ دوسری طرف' انہی میں سے پانی کے شیریں اور خوشگوار چشمے نکال دیئے ہیں جو مسلسل بہتے رہتے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾

۲۸ دیکھو! یہ سب کچھ کس طرح ہمارے لگے بندھے قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ اسی طرح مکافاتِ عمل کا قانون بھی ہے۔ جو لوگ اس قانون کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے لئے تباہی ہے۔

۲۹ جب ظہورِ نتائج کا وقت آئے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اُس تباہی کی طرف چلو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۳۰ یعنی آتشیں دھوئیں کے اس سائبان کی طرف چلو جس کی تین بڑی بڑی شاخیں ہیں۔ (ایک شاخ سر کے اوپر چھائی ہوئی اور دو انسان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے)۔

۳۱ وہ سائبان تو ہے لیکن ایسا نہیں جو دھوپ یا شعلوں کی تپش سے بچا سکے۔

۳۲ شعلوں کی تپش سے بچانا تو ایک طرف، وہ خود، بڑے بڑے گٹھوں جیسے شعلے پھینکتا ہے

۳۳ ایسا نظر آتا ہے گویا وہ شعلے نہیں، بڑے بڑے زرد اونٹ ہیں۔

۳۴ سوچو کہ اس دن ان تکذیب کرنے والوں کے لئے کس قدر تباہی ہوگی۔

۳۵ اس دن اس کی بھی ضرورت نہیں ہوگی کہ ملزم اپنی زبان سے اقرارِ جرم کرے تو اسے مجرم قرار دیا جائے۔ (اس وقت جرائم اور ان کے نتائج خود بخود بے نقاب ہو کر سامنے آجائیں گے)۔

۳۶ اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت ہوگی کہ وہ کوئی عذر پیش کر سکیں (اس لئے کہ نتائج اس خدا کے قانونِ مکافات کی رُو سے مرتب ہوں گے جو جانتا ہے کہ کسی جرم کے متعلق کس کی ذمہ داری کس حد تک ہے۔ اسی کے مطابق نتیجہ مرتب ہوتا ہے)۔

۳۷ اُس دن ان تکذیب کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی ہوگی۔

۳۸ (ان سے کہا جائے گا کہ) یہ وہ فیصلہ کا دن ہے جس کے لئے ہم نے تم سب (اولین و آخرین) کو اکٹھا کیا ہے۔

۳۹ تم ہمارے پروگرام کے خلاف بڑی بڑی تدبیریں کیا کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی تدبیر باقی ہے تو اسے بھی آزما دیکھو! (لیکن تدبیر باقی کہاں ہوگی؟)۔

۴۰ اس دن مکذّبین کے لئے بڑی تباہی ہوگی۔

(۴۱) ان کے برعکس، وہ لوگ جو قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے تھے، ایسے باغات کے سائے میں ہوں گے جن کے نیچے چشمے رواں ہوں گے۔

(۴۲) اور ان کے حسب پسند میوے۔

(۴۳) ان سے کہا جائے گا کہ یہ سب تمہارے اعمال کے ثمرات ہیں۔ انہیں نہایت خوشگواری سے کھاؤ۔

(۴۴) ہم ان لوگوں کو، جو حسن کارانہ انداز سے متوازن زندگی بسر کریں، ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

(۴۵) (ان کے لئے کسی قسم کی تباہی نہیں ہوگی)۔ تباہی ہوگی ان کے لئے جو ہمارے قوانین کو جھٹلاتے تھے۔

(۴۶) ان سے کہو کہ (تم طبیعی زندگی کے مفاد کے پیچھے پڑے ہوا ور اسی کو منتہیٰ و مقصود سمجھ رہے ہو، سو) تم کچھ وقت کے لئے کھا پی لو، اور سامانِ زیست سے فائدہ اٹھالو۔ لیکن چونکہ تم ہمارے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہو (اس لئے تمہارا انجام بڑا خراب ہوگا — طبیعی زندگی کو منتہیٰ و مقصود سمجھنے والے حیوانی سطح پر زندگی بسر کرتے ہیں جس میں کھانے پینے کے سوا کوئی مقصدِ حیات ہی نہیں ہوتا۔ $\frac{47}{12}$)۔

(۴۷) جو بھی ہمارے قوانین کی تکذیب کرتے ہیں ان کا انجام خراب ہوتا ہے۔

(۴۸) ان سے جب کہا جاتا ہے کہ تم ہمارے قوانین کے سامنے جھک جاؤ، تو یہ ان کے سامنے کبھی نہیں جھکتے۔

(۴۹) بلکہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ تباہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

(۵۰) ہم نے تمام امور نہایت وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تو ان سے پوچھو کہ، اس کے بعد، وہ کونسی بات ہوگی جس سے یہ ہمارے قوانین کی صداقت پر ایمان لائیں گے؟

انتیسواں پارہ ختم ہوا

سُورَةُ النَّبَإ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶

۱ (اے رسولؐ! تمہیں معلوم ہے کہ) یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے متعلق دریافت کرتے ہیں؟

۲-۳ یہ دریافت کرتے ہیں اُس عظیم واقعہ کے متعلق جس کی بابت اُن کے خیالات مختلف ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔

۴ لیکن ان کی یہ تذبذب اور اختلاف کی کیفیت زیادہ عرصہ تک نہیں رہے گی۔ انہیں اس کے متعلق جلد معلوم ہو جائے گا۔

۵ پھر سُن لیجئے کہ یہ حتمی اور یقینی بات ہے کہ انہیں اس کے متعلق جلد معلوم ہو جائے گا۔

۶ ان سے کہو کہ (اُس آنے والے انقلاب کو سمجھنے کے لئے ذرا نظام کائنات پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس میں ہمارا قانون کس حسن و خوبی سے کارفرما ہے۔ سب سے پہلے یہ ذرا) اس زمین پر نگاہ ڈالیں جس میں یہ بستے ہیں۔ (یہ گول ہے اور نہایت تیزی سے گھوم رہی ہے لیکن اس کے باوجود)

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷

ہم نے اسے اُن کے لئے گہوارۂ آسائش بنا دیا ہے۔

۷ اور پہاڑوں کو اس قدر محکم گویا وہ میخیں گڑی ہوئی ہیں۔

۸ (پھر ان سے کہو کہ تم اس خارجی کائنات سے ہٹ کر خود اپنی دنیا کی طرف آؤ اور دیکھو کہ) ہم نے تمہیں کس طرح جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے۔ یعنی نر اور مادہ، جن سے تمہاری نسل کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ اور ایک سے دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے۔

۹-۱۱ پھر رات اور دن کے تغیرات پر غور کرو۔ دن میں تم تلاشِ معاش (کاروبار) کرتے ہو۔ اس سے تھک جاتے ہو، تو رات کی تاریکی ایک بسیط چادر بن کر فضا پر چھا جاتی ہے، اور تم اس میں چین کی نیند سوتے ہو۔ اِس طرح تمہاری صَرف شدہ توانائیاں لوٹ آتی ہیں اور تم دوسرے دن پھر کام کاج کرنے کے قابل ہو جاتے ہو۔

۱۲ اور تمہارے سر پر فضا کی پہنائیوں میں کیسے محکم اور مضبوط کُرّے پھیلا دیئے ہیں۔

۱۳ ان میں ذرا اُس جگمگاتے چراغ کو دیکھو جسے سورج کہا جاتا ہے۔ اسے ہم نے کس طرح بیک وقت روشنی اور حرارت کا سرچشمہ بنا دیا ہے۔

۱۴ اور بادلوں کو دیکھو۔ ہم ان سے کس طرح موسلا دھار بارش برساتے ہیں۔

۱۵ تاکہ اس سے مختلف قسم کی فصلیں پیدا ہوں ——— اناج کی فصلیں اور سبزیاں، ترکاریاں۔

۱۶ نیز گھنے باغات۔

۱۷ (جب تم دیکھ رہے ہو کہ خارجی کائنات میں ہمارے قوانین کس طرح ٹھیک ٹھیک کام کر رہے ہیں، اور کس طرح گیہوں سے گیہوں، اور جَو سے جَو پیدا ہوتا ہے تو اس سے تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ خود تمہاری دنیا میں بھی ہمارا قانونِ مکافات اسی طرح کارفرما ہے۔ لہٰذا) یہ یقینی بات ہے کہ وہ انقلاب، جو کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر دے گا ——— واقع ہو کر رہے گا۔ تم اسے اپنے اعمال کی فصل کاٹنے کا دن سمجھو۔ پھر جس طرح فصل کے پکنے کا ایک وقت معین ہوتا ہے، اسی طرح اس کی بھی ایک مدت مقرر ہے۔ وہ اپنے وقت پر ضرور آئیگا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿۲۲﴾ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿۲۶﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿۲۹﴾

---

۱۸ جس دن (جنگ کا) بگل بجے گا- اور تم فوج در فوج میدانِ کارزار میں آ و گے[۱]۔

۱۹ اور ان جاہ و حشمت کی مالک جماعتوں کی سربلندیاں' کھلے ہوئے پھاٹک کی طرح چوپٹ ہو جائیں گی- (یا فضائی کرّے پھٹ جائیں گے)۔

۲۰ اور پہاڑوں جیسے مستحکم سردارانِ قوم کے پاؤں اکھڑ جائیں گے' اور وہ بالکل بے حقیقت ہو کر رہ جائیں گے- (یا پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے) (۲۰/۱۰۵ ; ۵۶/۵ ; ۶۹/۱۴ ; ۸۱/۳)-

۲۱ ۲۲ اور جہنم ان سرکشوں کی گھات میں ہے- وہی ان کا ٹھکانا ہوگا-

۲۳ وہ اس میں زمانۂ دراز تک رہیں گے-

۲۴ وہ اس میں' راحت و آرام نہیں پائیں گے- حتیٰ کہ پینے کی بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملیگی جس سے سکون حاصل ہو-

۲۵ اس کے بجائے' انہیں یا تو کھولتا ہوا پانی ملے گا جو پیاس بجھانے کے بجائے' اسے اور بھڑکا دے' اور یا ایسا یخ بستہ' جس کی ٹھنڈک سُن کر دے- (یہ دونوں' انسانی امیدوں کی کھیتی کو جھلسا دیں گے- ۳۸/۵۷)-

۲۶ اور یہ سب ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہوگا ——— ٹھیک ٹھیک بدلہ-

۲۷ یہ لوگ ہمارے قانونِ مکافات پر یقین نہیں رکھتے تھے- انہیں توقع ہی نہیں تھی کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں' انہیں اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا-

۲۸ اسی لئے وہ ہمارے قوانین کو بُری طرح جھٹلاتے تھے-

۲۹ لیکن ہم ان کے ہر عمل کو محفوظ کئے جاتے تھے- (اور انہیں واضح طور پر متنبہ کر دیا گیا تھا

---

[۱] یہاں سے آخر تک وہ انقلاب بھی مراد ہو سکتا ہے جسے رسول اللہؐ کے مخالفین نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا' اور وہ بھی جو مرنے کے بعد انسان کے سامنے آئے گا یا جب خارجی کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا- اس سلسلہ میں تیسویں پارہ کی ابتدائی "وضاحت" دیکھئے-

کہ ان اعمال کے نتائج ان کے سامنے آکر رہیں گے)۔

۳۰ اس لئے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم آج اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ یہ عذاب کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی چلا جائے گا۔

۳۱ ان کے برعکس، جو لوگ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرتے ہیں، ان کے لئے ہر قسم کی کامیابی و کامرانی ہے۔

۳۲ باغات رہنے کو۔ انگوروں (جیسے پھل) کھانے کو۔

۳۳ اور خواتین، تندرست و توانا، شرف و مجد کی پیکر؛ ان میں حسد اور رقابت کے جذبات نہیں ہوں گے۔ وہ سب ہم مزاج اور ہم رنگ ہوں گی۔ اس معاشرہ میں، میاں بیوی کے تعلقات بھی کامل ہم آہنگی اور یک رنگی کے ہوں گے۔ (۵۶/۳۷)۔

۳۴ اور (حیات بخش توانائیوں کا) پاک اور صاف، لبالب، چھلکتا ہوا پیالہ (جو بھرپور اور پاکیزہ زندگی کا ضامن ہوگا)۔

۳۵ اس میں نہ کوئی بے معنی بات ہوگی، نہ غلط اور جھوٹی گفتگو۔

۳۶ یہ سب، تیرے نشو و نما دینے والے کی طرف سے، ان کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ اور ان کی ہر ضرورت کے لئے کافی۔

۳۷ اس نشو و نما دینے والے کی طرف سے، جس نے کائنات کی ہر شے کے لئے سامانِ زیست عطا کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ صاحبِ اقتدار ایسا ہے کہ کائنات کی کسی شے کو اس کی مجال نہیں کہ وہ اس کے کسی کام میں دخل دے سکے، یا اس سے باز پرس کر سکے۔

۳۸ اس دور میں (یعنی ظہور نتائج کے وقت) الوہیاتی توانائی (جو عالمِ امر میں کارفرما ہے)، اور کائناتی قوتیں (جو عالمِ خلق میں سرگرمِ عمل ہیں) صف بستہ کھڑی ہوں گی (تاکہ وہ انسانی اعمال کے نتائج سامنے لائیں) اور کسی کو یارائے تکلم نہ ہوگا (بات کرنے کی مجال نہیں ہوگی) بجز اس کے جو خدائے رحمٰن کے مقرر کردہ قاعدے کے مطابق درست بات کہے۔

۳۹ یہ دَور ایک حقیقتِ ثابتہ ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لہذا (ابھی وقت ہے کہ) جس کا جی چاہے خدا کے نظامِ ربوبیت کو اپنا نصب العین قرار دے کر اس کی طرف قدم بڑھائے۔

۴۰ ہم تمہیں آگاہ کئے دیتے ہیں کہ (اگر تم نے یہ راہ اختیار نہ کی تو) تم پر بہت جلد تباہی آجائے گی۔ اُس وقت انسان اپنے اعمال کے نتائج اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لے گا۔ اور جو شخص اِس وقت اُس کے واقع ہونے سے انکار کرتا ہے، وہ (اس تباہی کو دیکھ کر) بیتابانہ چیخ اٹھے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں، زندگی اور شعور، احساس اور ذمہ داری کا حامل انسان ہونے کے بجائے مٹی کا تودہ ہوتا (تو اس عذاب سے بچ جاتا۔ لیکن اُس وقت اِس چیخ و پکار سے کیا ہوگا؟)
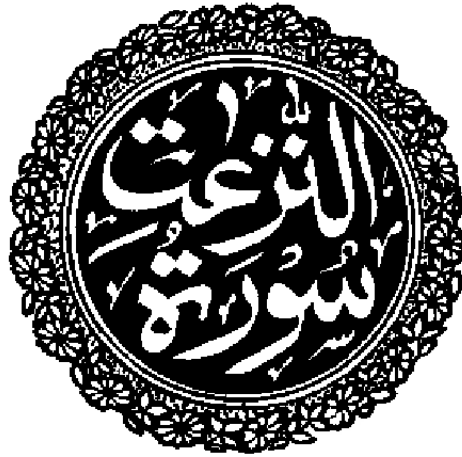
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾

---

۱ مستبد قوتیں، زبردست طبقہ کو اس قدر کچلتی ہیں کہ ان کی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں دب کر رہ جاتی ہیں اور وہ بالکل بنجر زمین کی طرح نظر آتے ہیں جس میں زندگی کی کوئی علامت باقی نہ رہے۔ لیکن قوانینِ خداوندی کی اطاعت سے ایسی انقلابی جماعت پیدا ہو جاتی ہے جو اس مظلوم و مقہور طبقہ کی دبی ہوئی صلاحیتوں کو پورے زور سے کھینچ کر اوپر لے آتی ہے۔

۲ اور مستبد طبقہ نے، ان کی راہ میں جس قدر رکاوٹیں ڈال رکھی ہوتی ہیں، وہ جماعت ان سب کو راستے سے ہٹا کر، کمزور طبقہ کی غلامی کی گرہیں کھول دیتی ہے کہ وہ آزادانہ سرگرمِ عمل ہوں۔

۳-۴ اس طرح، وہ (کمزور طبقہ) حرکت و عمل کے سمندر میں تیزی سے تیرتا ہوا، آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی۔

۵ تاآنکہ زمامِ اقتدار مستبد قوتوں سے چھن کر، ان کمزوروں کے ہاتھ میں آجاتی ہے، اور وہ اپنے تمام معاملات کی تدبیر قوانین خداوندی کی روشنی میں، خود آپ کرتے ہیں۔

۶-۷ یہ انقلاب آفریں جماعتِ مومنین، جو زیر دستوں کو ابھار کر اوپر لا رہی ہے، اس حقیقت پر شاہد ہے کہ یہ آنے والا انقلاب آکر رہے گا۔ اس انقلاب میں جھٹکے پر جھٹکا آئے گا، اور ہر جھٹکے

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

سے، نیچے کا طبقہ ابھر کر اوپر آجائے گا، اور اوپر والا طبقہ نیچے چلا جائے گا۔

۸ اس دن، ان سرکش اکابرین کے دل تیزی سے دھڑک رہے ہوں گے۔ یہ سخت اضطراب میں مبتلا ہوں گے۔

۹ اور (شکست و نامرادی کے احساس سے) ان کی نگاہیں ندامت سے جھکی ہوئی ہوں گی۔

۱۰ (اس وقت ان کے غرور کا یہ عالم ہے کہ جب ان سے قانونِ مکافات کا ذکر کیا جاتا ہے، تو یہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور نہایت طنز آمیز انداز سے کہتے ہیں کہ ذرا ان کی سنیئے! یہ کہہ رہے ہیں کہ) یہ تمام قوت و دولت اور جاہ و حشمت، جسے تم نے کمزوروں سے چھین رکھا ہے سلب کر لی جائے گی اور تم پھر اُسی حالت میں پہنچ جاؤ گے جہاں تم اس جاہ و حشمت سے پہلے تھے۔

۱۱ اور تم کھوکھلی ہڈیاں رہ جاؤ گے[1]

۱۲ کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہو گیا، اور ہم پھر پہلی حالت کو پہنچ گئے، تو یہ گردش بہت بُری ہوگی، اس میں تو ہم سراسر نقصان میں رہیں گے۔ (وہ ایسی باتیں طنزاً کرتے ہیں)۔

۱۳ ان سے کہو کہ ایسا کرنا ہمارے لئے ذرا بھی مشکل نہیں۔ وہ ایک سخت آواز ہوگی اور اس کے

۱۴ بعد سب میدان میں ہوں گے۔ (اُسی میدانِ جنگ میں یہ سب فیصلے ہو جائیں گے)۔

۱۵ (یہ انقلاب کوئی نیا انقلاب نہیں ہوگا۔ یہ سلسلہ تو شروع سے چلا آرہا ہے، مستبد قوتیں کمزوروں کو دباتی رہی ہیں، اور انبیاء کرامؑ اور ان کے رفقاء کی جماعتیں، ان کمزوروں اور ناتوانوں کو ابھار کر اوپر لاتی رہی ہیں۔ مثلاً) موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کو لو۔ اور

۱۶ اس داستان کا آغاز وہاں سے کرو جب موسیٰؑ، اس مقام میں پہنچ چکا تھا جہاں عقل کے

[1] ان آیات میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ لیکن چونکہ آیت نمبر۱۵ سے اس انقلاب کا ذکر شروع ہوتا ہے جو حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش کی صورت میں رونما ہوا تھا، اس لئے ہم نے اسی دنیا میں سامنے آنیوالے انقلاب کے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی ﴿۱۷﴾ فَقُلۡ هَلۡ لَّكَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَكّٰی ﴿۱۸﴾ وَ اَهۡدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخۡشٰی ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الۡاٰیَةَ الۡكُبۡرٰی ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَ عَصٰی ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدۡبَرَ یَسۡعٰی ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾

تجرباتی طریق کی لمبی مسافتوں کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا' اور اس پر وحی کے ذریعے براہِ راست انکشافِ حقائق کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ (۲۰/۱۲)۔ یعنی جب موسیٰ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اُس وقت اس کے نشوونما دینے والے نے اسے پکارا' اور کہا کہ)

۱۷ تم فرعون کی طرف جاؤ۔ اس نے دھاندلی مچا رکھی ہے۔ وہ بڑا ہی سرکش ہوگیا ہے۔ اُس نے کمزوروں کو بری طرح دبا رکھا ہے۔

۱۸ اس کی طرف جاؤ اور اس سے کہو کہ (تم نے دولت اور قوت تو بہت جمع کر رکھی ہے لیکن اپنے مقامِ انسانیت کے متعلق تم نے کبھی کچھ سوچا ہی نہیں) کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے شرفِ انسانیت کی بھی نشوونما ہو جائے؟

اور میں تجھے وہ راستہ بتاؤں جو تمہیں خدا کی ربوبیت عامہ کی طرف لے جائے —— اُس سے یہ کچھ کہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے اس کا احساس بیدار ہو جائے اور وہ اپنی موجودہ رَوش سے' جو اسے تباہیوں کے جہنم کی طرف لئے جا رہی ہے' رُک جائے۔ (اس سے کم از کم اتمامِ حجت ہی ہو جائے گا)۔

۲۰ موسیٰؑ اس کی طرف گیا اور قوانینِ خداوندی کا وہ ضابطہ اس کے سامنے پیش کیا جس سے اس قسم کا انقلاب برپا ہونا تھا۔ (۲۰/۲۳)۔

۲۱ لیکن فرعون نے اس کی تکذیب کی اور بدستور اپنی سرکشی پر اڑا رہا۔

۲۲ اور موسیٰؑ کی طرف سے مُنہ پھیر کر الٹا اس کوشش میں لگ گیا کہ اُسے کسی طرح شکست دیدی جائے۔

۲۳ چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے اپنی مملکت کے عمائد و اراکین کو جمع کیا۔

۲۴ اور ان سے کہا کہ تمہاری پرورش میں کرتا ہوں (کھانے پینے کو میں دیتا ہوں۔ میں ہی تمہارا "ان داتا" ہوں) اس لئے تمہارا سب سے بڑا رب میں ہی ہوں۔ (یہ جو موسیٰؑ کہتا ہے کہ تمہارا نشوونما دینے والا خدا ہے' یہ غلط ہے)۔

۲۵ (جب اس نے اس طرح اپنی سرکشی میں انتہا کر دی تو خدا کے قانونِ مکافات نے اسے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢٦﴾ ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ﴿٢٨﴾ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿٢٩﴾ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ﴿٣٠﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾

اس طرح پکڑا کہ اس کا حال بھی تباہ ہوگیا اور مستقبل بھی برباد ——— یہ نتیجہ تھا اس کے ان جرائم کا جو اس نے موسٰیؑ کی آمد سے پہلے کئے تھے اور جن کا مرتکب وہ اس کی آمد کے بعد بھی ہوتا رہا۔

۲۶ موسٰیؑ اور فرعون کی کشمکش کے اس تاریخی نوشتے میں ہر اس شخص اور قوم کے لئے سامانِ عبرت ہے جو خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت سے ڈرے۔

۲۷ (اے رسولؐ! تم اپنی قوم کے سامنے یہ تاریخی شہادتیں پیش کرنے کے بعد ایک دفعہ ان سے پھر کہو کہ تم سلسلۂ کائنات اور خود اپنی پیدائش پر غور کرو۔ اور بتاؤ کہ) پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت اور مستحکم ہو یا یہ فضائی کرّے جنہیں ہم نے بنایا ہے۔

۲۸ خدا نے ان عظیم کرّوں کو فضا کی بلندیوں میں پیدا کیا۔ اور پھر ان میں ایسا اعتدال و توازن رکھ دیا کہ وہ اپنے اپنے مقام میں نہایت استحکام کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں۔

۲۹ پھر اسی فضا میں رات کو تاریک بنایا اور دن کے وقت اس کی روشنی کو نمودار کیا۔

۳۰ پھر اس زمین کو دیکھو۔ یہ اور دیگر اجرام پہلے ایک ہی ہیولیٰ تھے۔ اس نے اس ہیولیٰ سے ارض (زمین) کو الگ کر کے یوں دور پھینک دیا جس طرح گوپیے سے پتھر پھینکا جاتا ہے[1] (۲/۲۱)۔

۳۱ اس کے بعد اس میں سے پانی کشید کر کے سمندروں کو الگ کیا (اور خشکی کے قطعات کو الگ)۔ پھر ان قطعات میں نباتات کی نمود ہوئی۔

۳۲ اور انہی میں بڑے بڑے محکم پہاڑوں کو ابھارا۔

۳۳ اور اس تمام سلسلہ کو اس انداز سے استوار کیا کہ یہ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامانِ زیست پیدا کرے۔ (زمین، رزق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے تمتع یعنی فائدہ

---

[1] آیت (۳۰) میں ثُمَّ ترتیب کے لئے نہیں۔ اجرامِ فلکی کی تخلیقی ترتیب یہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے۔ عصرِ حاضر کا علمی انکشاف یہ ہے کہ اولین ہیولیٰ (NEBULA) کی تیز گردش سے جو چھینٹے اڑے وہ ان کرّوں کی شکل میں گردش کر رہے ہیں۔ اس سے قرآنی مثال کا مفہوم سمجھ میں آسکتا ہے۔ یعنی اس ہیولیٰ سے کرۂ ارض یوں اڑ کر الگ ہوا جس طرح تیزی سے گھومنے والے گوپیے سے نکل کر پتھر دور چلا جاتا اور گھومتا رہتا ہے۔

وَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾

حاصل کیا جاسکتا ہے' ملکیت نہیں بنائی جاسکتی)۔

۳۴ (لیکن اگر ایسا غلط معاشرہ قائم ہو جائے کہ اس میں زمین کی پیداوار' انسانوں کے لئے زیست کا سامان بننے کے بجائے' کمزوروں اور ناتوانوں کو' بالادستوں کے پنجۂ استبداد میں جکڑنے کا ذریعہ بن جائے' تو) پھر وہ انقلابِ عظیم آجائے گا (جس کا ذکر شروع کی آیات میں کیا گیا ہے)۔

۳۵ اس انقلاب سے ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی محنت کو غصب نہیں کر سکے گا۔ ہر شخص اپنی سعی و عمل کا ماحصل اپنے سامنے دیکھ لے گا۔ اس میں کسی کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ (۵۳/۳۹ ؛ ۵۶/۶۳ — ۶۲)۔

۳۶ اُس وقت جہنم اُبھر کر سامنے آجائے گا۔ لیکن صرف دیدۂ بینا کے لئے۔ یعنی اُس کے لئے جس میں حقائق کے مشاہدہ کی صلاحیت ہو۔ (جہنم تو آج بھی موجود ہے لیکن غیر مرئی ہے۔ اُس وقت وہ ابھر کر سامنے آجائے گا)۔ (۲۹/۵۴ ؛ ۳۹/۴۸ ؛ ۴۲/۱۶)۔

۳۷ یاد رکھو! جو شخص ہمارے قوانینِ ربوبیت سے سرکشی برتتا ہے۔

۳۸ اور طبیعی زندگی کے پیشِ پا افتادہ مفاد کو مستقبل کی خوشگواریوں پر ترجیح دیتا ہے۔

۳۹ تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا —— وہ مقام جس میں انسانیت کی نشو و نما رُک جاتی ہے۔

۴۰ لیکن جو شخص اس بات کا احساس رکھتا ہے کہ اس نے ایک دن عدالتِ خداوندی میں کھڑے ہونا ہے۔ یعنی اس کے اعمال کے نتائج اس کے سامنے آنے ہیں' اور اس احساس کے ماتحت' وہ اپنے ان جذبات اور خواہشات کو بیباک ہونے سے روکتا ہے جو قوانینِ خداوندی کے خلاف جائیں'

۴۱ تو یہ وہ ہے جس کا مقام جنت ہے —— اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۴۲ (اس انقلاب کے متعلق' یہ کچھ سننے کے بعد) یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ انقلاب بالآخر آئے گا کب؟

۴۳ اے رسولؐ! ان سے کہہ دو کہ یہ میرے حیطۂ علم کی بات نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کب واقع ہوگا۔ (۷/۱۸۷ ؛ ۳۳/۶۳ ؛ ۴۲/۱۷)۔

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾

۲ ع ۴

۴۴ اس کے وقت کا تعین صرف خدا سے متعلق ہے۔ اُسی کو اس کا علم ہے۔ یہ تمام باتیں انجام کار اُسی کے قانون مشیت کے مطابق طے ہوں گی۔ ($\frac{۵۳}{۴۲}$)۔

۴۵ میرا فریضہ صرف یہ ہے کہ جو شخص خدا کے قانون مکافات کا احساس رکھتا ہے اور زندگی کی تباہیوں سے ڈرتا ہے، اسے بتا دوں کہ غلط روش کا نتیجہ کیا ہوگا۔

۴۶ اس وقت یہ اُس انقلاب کے لئے اس قدر جلدی مچا رہے ہیں لیکن جب وہ سر پر آ گیا تو یہ آہ و پکار کریں گے کہ ہمیں مہلت کا وقفہ بہت کم ملا —— یونہی ایک صبح یا ایک شام جتنا۔ (اگر زیادہ وقت ملتا تو ہم اپنی روش بدل لیتے! لیکن اُس وقت اس شکایت یا تأسف سے کیا حاصل ہوگا؟)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾

۱-۲ (نظامِ خداوندی کے قیام کے سلسلہ میں جس جماعتی تشکیل کے متعلق پہلے کہا گیا ہے' اس سلسلہ میں ایک اصول کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ اس میں شامل ہونے والے کس قدر دنیاوی وجاہت و مناصب کے مالک ہیں۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ اس کے لئے کس کے دل میں سچی تڑپ ہے۔ لہذا' اس نظام کی طرف دعوت دینے والا بھلا) کیوں تیوری چڑھائے اور مُنہ موڑے اس بات پر کہ اس کے پاس ایک غریب اور معذور اندھا' ہدایت حاصل کرنے کے لئے آگیا ہے؟ (۶/۵۲؛ ۶/۹۲—۹۴؛ ۱۱/۲۷؛ ۱۸/۲۸؛ ۲۶/۱۱۱—۱۱۴)

۳ تجھے کیا خبر کہ یہی اندھا' تمہاری تعلیم سے کس قدر پاکیزہ اخلاق کا حامل بن جائے اور اس طرح اس کی ذات کی اعلیٰ نشوونما ہو جائے۔

۴ یا وہ اس تعلیم کو سمجھ لے تو کم از کم اس سے بتدریج فائدہ حاصل کرتا چلا جائے۔

۵ اس کے برعکس' ایسا شخص جو اپنے آپ کو رشد و ہدایت سے مستغنی سمجھتا ہے — جو

۶ کہتا ہے کہ اسے اس قسم کی تعلیم کی نہ ضرورت ہے نہ پرواہ۔ تو تجھے کیا پڑی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے اپنی جان کھپاتا پھرے۔

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيْلَ

۷ اگر ایسے شخص کی اصلاح نہ ہوسکے تو تجھ پر اس سے کچھ الزام نہیں آسکتا۔

۸-۱۰ الزام اس سے آتا ہے کہ ایک شخص' قرآن سمجھنے کے لئے' بھاگتا ہوا تیرے پاس آئے' اور اسے غلط روش زندگی کے تباہ کن نتائج کا خوف بھی ہو —— وہ ان سے بچنا چاہے۔ اور تو اُس سے بے رُخی برتے۔ (۲/۴)۔

۱۱ (قرآن کے متعلق اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ) یہ ایک واضح صحیفہ اور کھلی ہوئی کتاب ہدایت ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کو شرف و مجد حاصل ہوسکتا ہے۔
لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو اپنے دل کی مرضی سے اس کی طرف آئے۔
یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے چھپا کر نہیں رکھا' بلکہ نہایت باعزت اوراق میں لکھوا کر دے دیا ہے (کہ جس کا جی چاہے پڑھ لے اور اس سے فائدہ حاصل کرلے)۔

۱۴ اس میں بلندیٔ فکر اور پاکیزگیٔ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔

۱۵-۱۶ اس کے لکھنے والے' اور آگے پھیلانے والے' بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل اور صداقت و شرافت کے بلند ترین معیار پر پورے اُترنے والے ہیں —— کریم النفس اور کشادہ ظرف۔

۱۷ اب سوچیئے کہ جو شخص اس قسم کی بلند اور پاکیزہ تعلیم کو ماننے سے انکار کرے —— اور انکار کرے اس لئے کہ اس کے پاس بڑی دولت اور قوت ہے اس لئے اُسے کسی کی پروا نہیں ہوسکتی —— اس سے زیادہ تباہ و برباد ہونے والا اور کون ہوسکتا ہے؟

۱۸ (اسے اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنی زندگی پر ہی غور کرنا چاہیئے کہ وہ کن کن مراحل میں سے گزرتی ہے اور ہم اس کے لئے کس کس قسم کا سامانِ زیست مہیا کرتے ہیں) —— وہ دیکھے کہ اس کی تخلیق کا آغاز کس چیز سے ہوا۔

۱۹ ایک قطرۂ آب (مادہ تولید) سے۔ اس آغاز کے بعد' ہم نے خاص انداز سے اور پیمانے کے مطابق اس کی تشکیل کی۔

۲۰ (پھر اسے ذرائع علم —— بصارت و سماعت وغیرہ عطا کئے۔ نیز' اس کے لئے سامان

يَسَّرَهُ (٢٠) ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (٢١) ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ (٢٢) كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ (٢٣) فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ (٢٤) أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (٢٥) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (٢٦) فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا (٢٧) وَعِنَبًا وَقَضْبًا (٢٨) وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا (٢٩) وَحَدَائِقَ غُلْبًا (٣٠) وَفَاكِهَةً وَأَبًّا (٣١) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (٣٢)

زیست مہیا کیا تاکہ) اُس پر زندگی کی راہیں آسان ہو جائیں۔

۲۱ لیکن ان میں سے اکثر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بصارت و سماعت وغیرہ سے کام ہی نہیں لیتے اور مُردوں کی طرح قبرستانوں میں پڑے رہتے ہیں۔

۲۲ لیکن بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو قانونِ خداوندی کی راہ اختیار کر کے، زندگی کی توانائیاں حاصل کر لیتے ہیں اور ان قبرستانوں سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ (اسی طرح، ان کی طبیعی موت اور موت کے بعد حیاتِ آخرت ہے)۔

۲۳ (اول الذکر گروہ —— یعنی مُردوں کی سی زندگی بسر کرنے والوں) کی حالت یہ ہے کہ انہیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے، وہ اسے کبھی پورا نہیں کرتے۔ (وہ اپنی انفرادی مفاد پرستیوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں، اور عالمگیر انسانیت کی ربوبیت کے متعلق کبھی سوچتے تک نہیں)۔

۲۴ حالانکہ وہ اگر (کم از کم) اپنی خوراک پر ہی غور کر لیں (تو اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ یہ سامانِ زیست تمام انسانوں کے لئے خدا کی طرف سے بے مزد و معاوضہ ملتا ہے۔ اس لئے اس میں حسبِ ضرورت سب کا حصہ ہے۔ وہ ذرا سوچیں کہ)

۲۵ بارش، جس پر پیداوار کا بنیادی انحصار ہے، انسان کی اپنی ہنرمندی سے نہیں برستی۔ ہمارے قانون کے مطابق برستی ہے (۵۶/۶۳-۶۴ ؛ ۳۰/۴۶)

۲۶ (انسان، زمین میں بیج ضرور ڈالتا ہے۔ لیکن) زمین کو پھاڑ کر اس میں سے کونپل ہمارے ہی قانون کے مطابق پھوٹتی ہے۔ (یہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ دانے کو کونپل میں تبدیل کر دے)۔

۲۷-۳۱ پھر یہ بھی ہمارے قانون کے مطابق ہوتا ہے کہ اناج والی فصل سے اناج پیدا ہو، اور دوسری فصلوں سے دوسری چیزیں۔ (مثلاً) انگور اور ترکاریاں —— زیتون اور کھجوریں۔ گھنے باغات —— اور دیگر قسم قسم کے پھل اور مویشیوں کے لئے چارہ۔

۳۲ یہ سب تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامانِ زیست کا کام دیتا ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

(اسے اسی مصرف کے لئے رہنا چاہیئے)۔

۳۳ (لیکن جو لوگ خدا کی اس موہبت کو ذاتی ملکیت بنا کر نوعِ انسان کو اس کی پرورش سے محروم کر دیں؛ اور سمجھانے سے سمجھیں ہی نہیں، تو ان کے ساتھ تصادم اور ٹکراؤ ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ) جب وہ تصادم کا وقت آئے گا تو اسلحہ کی جھنکار سے کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔

۳۴ اُس وقت ان کی نفسا نفسی کا یہ عالم ہوگا کہ بھائی بھائی کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

۳۵-۳۶ اولاد ماں باپ کو چھوڑ جائے گی۔ میاں اپنی بیوی تک کو بھول جائے گا اور ماں باپ اولاد کو چھوڑ جائیں گے۔

۳۷ غرضیکہ اس وقت ہر شخص اپنی اپنی فکر میں اس قدر غلطاں و پیچاں ہوگا کہ اُسے کسی دوسرے کی طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ہوگی۔

۳۸ جب اس تصادم کا فیصلہ ہوگا تو ایک گروہ (جس نے قوانینِ خداوندی کے مطابق روش

۳۹ اختیار کی تھی) کامیابی و کامرانی کی وجہ سے نہایت خوش و خرم ہوگا۔ ان کے چہرے شگفتگی و شادابی سے چمک رہے ہوں گے۔

۴۰ اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کے چہروں پر ذلت کا گرد و غبار اور رسوائیوں

۴۱ کی سیاہیاں چھا رہی ہوں گی۔ (۱۰/۲۶)۔

۴۲ یہ ہوگا ان لوگوں کا انجام جو اس وقت خدا کے دیئے ہوئے سامانِ رزق پر (اپنی مفاد پرستیوں کے) پردے ڈال لیتے ہیں، اور یوں خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس سے انسان طبقات میں بٹ جاتے ہیں اور نوعِ انسانی میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے جو عدالتِ خداوندی میں بہت بڑا جرم ہے (ہم چاہتے یہ ہیں کہ تمام انسان ایک عالمگیر برادری کی حیثیت سے رہیں۔ ان میں پھوٹ نہ پڑے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ وَاِذَا

① (کسی آنیوالے دور میں جب انسانوں کے خودساختہ نظامِ تمدّن ومعاشرت کی جگہ قرآنی نظام لے لیگا تو اُس وقت کی انقلابی کیفیات کے متعلق یوں سمجھو کہ) ملوکیت کا نظام لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا[1]۔

② اور ان کے اہالی موالی (چھوٹی چھوٹی ریاستیں) سب جھڑ کر نیچے گر جائیں گے۔ ان کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ان کی قوت ماند پڑ جائے گی۔

③ اور پہاڑوں جیسے محکم امراء اور رؤسا اپنی اپنی جگہ سے ہل جائیں گے۔ (۲۰/۱۰۵ ؛ ۵۶/۵ ؛ ۷۸/۲۰)۔

④ اور جن ذرائع رسل ورسائل (مثلاً اونٹوں) کو اس وقت اتنی اہمیت دی جارہی ہے

---

[1] نزولِ قرآن کے وقت ملوکیت کی سب سے بڑی نمائندہ اور عربوں سے قریب تر مملکت ایران کی تھی جس کے جھنڈے کا نشان "شمس" تھا۔ (جس طرح قبل از اسلام عربوں کے جھنڈے کا نشان "قمر" تھا) اس آیت میں نام تو 'شمس' کا لیا گیا ہے لیکن اس سے مراد ملوکیت کا نظام ہے جسے مٹانے کے لئے قرآن آیا تھا۔ اس نظام کو نبی اکرمؐ اور آپؐ کے رفقاءؓ نے مٹایا۔ لیکن وہ پھر قائم ہوگیا۔ ان آیات میں کسی ایسے آنے والے دَور کا ذکر ہے جب ملوکیت کا نظام پھر مٹے گا۔ اس دَور کی جو دوسری نشانیاں بتائی گئی ہیں اس سے ایسا مترشح ہوتا ہے جیسے یہ ہمارے ہی زمانے کا ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عصرِ حاضر کی بے پناہ تبدیلیاں قرآنی نظام کے قیام کا پیش خیمہ ہوں۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾

وہ سب بیکار ہو جائیں گے

۵ اور وحشی اور نامانوس قومیں بھی اجتماعی زندگی کی طرف آتی جائیں گی۔

۶ اور سمندروں میں آمد و رفت کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جائے گا کہ ہر وقت بھرے بھرے دکھائی دیں گے۔ اور ان کے کناروں کی بستیاں بھی بڑی آباد ہو جائیں گی۔

۷ اور اطراف و اکناف عالم کی آبادیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جائیں گی۔

۸ جب اُن لڑکیوں کے متعلق، جنہیں معاشرہ زندہ درگور کر دیتا ہے اور ان بیچاریوں

۹ کا پُرسانِ حال کوئی نہیں ہوتا، پوچھا جائے گا کہ انہیں بالآخر کس جرم کی پاداش میں ذبح کیا جاتا رہا ہے؟ (یعنی جب عورتوں کو ان کے حقوق دلائے جائیں گے)۔

۱۰ اور اخبارات و رسائل جگہ جگہ پھیل جائیں گے۔

۱ اور اجرام فلکی پر پڑے ہوئے پردے، ایک ایک کر کے اٹھتے چلے جائیں گے۔ (اُن کے حالات دریافت کئے جائیں گے)۔

۱۲ (تو اُس وقت خدا کے قانونِ مکافات کا عمل بھی تیز تر ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس وقت آخر الامر وہ نظام متشکل ہو جائے گا جس میں ہر معاملہ انصاف اور قانون کے مطابق طے پائے گا۔ لہٰذا، اس کی رُو سے) مجرمین کے لئے جہنم کے شعلے زیادہ تیزی سے بھڑک اٹھیں گے۔

۱۳ اور اُس نظام کی پابندی کرنے والوں کے لئے جنتی معاشرہ قریب تر لایا جائے گا۔

۱۴ یعنی اُس وقت ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے نتائج اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لے گا۔

۱۵ (ہم یہ باتیں یونہی نہیں کر رہے۔ اس حقیقت پر سارا نظامِ کائنات شاہد ہے) اس پر شاہد ہیں وہ ستارے جو طلوع ہونے کے بعد دبے پاؤں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے رہتے ہیں۔

۱۶ اور تیز خرام ستارے جو اپنی اپنی منزل طے کر کے چھپ جاتے ہیں۔ (۵۳/۱ ؛ ۵۶/۷۵)۔

۱۷ اور رات، جو خاموشی سے آتی اور خاموشی سے چلی جاتی ہے۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

۱۸ اور صبح، جب وہ نئی زندگی کا پیغام لے کر نمودار ہوتی ہے۔

۱۹ یہ سب مظاہرِ فطرت اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جو شخص یہ باتیں تم سے کہہ رہا ہے وہ ہمارا بھیجا ہوا پیغامبر ہے' اور نہایت معزز پیغامبر۔

۲۰ اسے اُس خدا کی طرف سے وحی کی تائید و قوت حاصل ہے جو کائنات کے مرکزی کنٹرول کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ (یعنی جس طرح وہ قوانین جو خارجی کائنات میں کارفرما ہیں' اشیائے کائنات کے خود ساختہ نہیں' خدا کے وضع کردہ ہیں' اسی طرح' انسانی زندگی سے متعلق جو قوانین یہ رسولؐ پیش کر رہا ہے' یہ بھی اس کے اپنے وضع کردہ نہیں۔ خدا کے متعین فرمودہ ہیں)۔

۲۱ یہ رسولؐ بڑا قابلِ اعتماد ہے۔ وہ اس پیغام کے پہنچانے میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتا۔ پھر وہ صرف پیغام کو پہنچاتا ہی نہیں' اس کی عملی تشکیل کے لئے ایک نظام قائم کرتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جو لوگ اس نظام کی صداقت پر یقین رکھیں' وہ اس کی بات مانیں اور اس کے فیصلوں کی اطاعت کریں۔ (اس کے بغیر کوئی نظام قائم ہی نہیں رہ سکتا)۔

۲۲ یاد رکھو! تمہارا یہ رفیق پاگل پن کی باتیں نہیں کرتا۔ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے' وہ ہو کر رہیگا۔

۲۳ اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو علم کے اس بلند ترین اور وسیع ترین مقام پر فائز پایا ہے جہاں انسان کو خدا کی طرف سے وحی ملتی ہے۔ (اس طرح یہ رسولؐ جو کچھ کہتا ہے' گویا آنکھوں دیکھا حال کہتا ہے۔ (۵۳/۲-۱)۔

۲۴ پھر جو کچھ اسے وحی کے ذریعے ملتا ہے' اسے اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتا۔ وہ اسے نہایت کشادہ ظرفی سے دوسروں تک بھی پہنچاتا ہے۔ سب کو اس میں شریک کرتا ہے۔

۲۵ یہ کسی کے سرکش جذبات کی باتیں نہیں جو محض قیاسات پر مبنی اور حقیقت سے بہت دُور ہوتی ہیں۔

۲۶ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بتاؤ کہ تم اس قسم کے ضابطۂ قوانین کو چھوڑ کر کدھر چلے جا رہے ہو؟

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۲۷﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿۲۹﴾

۲۷ لیکن اگر تم اس سے بے رُخی برتتے رہو گے تو اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس لئے کہ یہ کسی خاص قوم یا خاص ملک کے لئے ضابطۂ حیات نہیں۔ یہ تمام اقوامِ عالم کے لئے قوانین کا ضابطہ ہے۔

۲۸ اس لئے نوعِ انسان میں سے جو قوم بھی چاہے اس کے ذریعے زندگی کی متوازن اور سیدھی راہ پر چل سکتی ہے۔ (۱/۵)۔

۲۹ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے ذاتی رجحانات اور انفرادی مفادات کو ایک طرف رکھ کر وہی کچھ چاہو جو اُس خدا کے قانون کا تقاضا ہے جس نے تمام اقوامِ عالم کی نشو و نما کا ذمہ لے رکھا ہے (لہٰذا) اس سے وہی قوم مستفید ہو سکتی ہے جو تمام نوعِ انسانی کے لئے عالمگیر نظامِ ربوبیت قائم کرنے کا تہیہ کرے اور اس طرح اپنی منشاء کو خدا کی مشیت کے ساتھ ہم آہنگ کر دے۔ (۷۶/۳۰ ؛ ۴۲/۵۶)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ خَلَقَكَ

---

۱ (جس انقلاب کا ذکر پیچھے سے چلا آرہا ہے اس میں کیفیت یہ ہوگی کہ) فضا میں پھیلی ہوئی توانائیاں پھٹ جائیں گی۔

۲ اور ستارے منتشر ہو جائیں گے (یا چھوٹی چھوٹی جماعتیں بکھر جائیں گی اور صرف بڑی بڑی طاقتیں باقی رہ جائیں گی)۔

۳ اور سمندر (یا دریا) بہ نکلیں گے۔ یعنی ان میں آمد و رفت تیز تر ہو جائے گی۔

۴ اور زمین کے دفائن کو کھود کھود کر باہر نکالا جائے گا۔ (۹۹/۲)

۵ اُس وقت (انسان کی تمدّنی دنیا میں بھی ایسا نظام متشکل ہو جائے گا جس میں) ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کے نتائج اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لے گا۔

۶ اے انسان! (تو جو خدا کے قانون سے اس طرح سرکشی اختیار کر رہا ہے تو) وہ کونسی چیز ہے جو تجھے خدا کی بھرپور دا جب التکریم ربوبیت کے متعلق دھوکے میں رکھ رہی ہے اور اس کی خلاف ورزی کی جرأت دلا رہی ہے؟

۷ وہ خدا، جس نے (اپنے قانونِ تخلیق کے مطابق) تمہیں مختلف تخلیقی مراحل سے

فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَاۗىِٕبِيْنَ ۝۱۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـــًٔا ۭ

گذارا۔ ایک کے بعد دوسری گردش دے دیکر حشو و زوائد کو الگ کیا۔ اور تمہاری اخلاط و عناصر میں نہایت عمدہ توازن اور اعتدال پیدا کر دیا۔ (۹۵/۴)۔

۸ اور اس کے بعد اپنے قانونِ مشیت کے مطابق، تمہیں مناسب پیکر عطا کر دیا۔ (۵۹/۲۴)۔

۹ سوچو کہ تم اس خدا کے قانونِ مکافات کو جھٹلاتے ہو؟ (لیکن تمہارے جھٹلانے سے کیا ہوتا ہے؟)۔

۱۰-۱۲ اس نے تم پر محافظ مقرر کر رکھے ہیں —— نہایت معزز اور امین —— جو کچھ تم کرتے ہو انہیں اس سب کا علم ہوتا ہے۔ وہ اسے ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ (اسے خدا کا قانونِ مکافاتِ عمل کہا جاتا ہے)۔

۱۳ اس قانون کے مطابق، جو لوگ انسانی زندگی میں وسعت اور کشادگی پیدا کرتے ہیں، آسائشوں میں رہیں گے۔

۱۴ اور جو عالمِ انسانیت اور خود اپنی ذات میں انتشار پیدا کرتے ہیں ان کی نشوونما رک چکی ہوگی۔ (۲۰/۷۶)۔

۱۵ اور وہ ظہورِ نتائج کے دن اپنے آپ کو جہنم میں پڑا دیکھیں گے۔

۱۶ یاد رکھو! وہ اب بھی جہنم کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ (۲۹/۵۴ ، ۹/۴۹)۔

۱۷ (جہنم انہیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہے۔ اس وقت وہ بھی جہنم کو دیکھ لیں گے۔ یہ کچھ ہوگا یوم الدین میں۔ یعنی ظہورِ نتائج کے دور میں)۔ تجھے خدا کے سوا کون بتا سکتا ہے کہ یوم الدین (ظہورِ نتائج کا دور) کیسا ہوگا؟

۱۸ یقیناً خدا کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس دور کی کیفیت کیا ہوگی۔

۱۹ یہ وہ دور ہوگا جس میں ہر انسان اپنے اپنے اعمال کو اپنے سامنے دیکھے گا۔ کوئی کسی دوسرے کے لئے کچھ نہیں کر سکے گا۔ نہ ہی کسی انسان کو کسی دوسرے انسان

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

کسی قسم کا اختیار واقتدار ہوگا۔ اختیارات تمام کے تمام قوانینِ خداوندی کے لئے مختص ہو نگے۔ حکومت صرف اُن قوانین کی ہوگی کسی اور کی نہیں ہوگی۔ (یعنی وہ دَور جس میں نہ کوئی انسان کسی دوسرے کا محکوم ہوگا نہ محتاج۔ اور نہ ہی کوئی کسی مجرم کو اس کے جرم کی پاداش سے چھڑا سکے گا۔ یہ ہوگا یوم الدین۔ $\frac{1}{4}$)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴

۱ ۲ ۳ تاجرانہ ذہنیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس ذہنیت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دوسروں سے اپنے واجبات پورے پورے لئے جائیں لیکن جب اُن کے واجبات دینے کا وقت آئے تو ترازو میں ڈنڈی مار دی جائے۔ دوسروں سے کام پورا لیا جائے لیکن اس کا معاوضہ کبھی پورا نہ دیا جائے۔ محنت کرنے والوں کو کم از کم دیا جائے اور خود زیادہ سے زیادہ کمایا جائے۔ چیزوں ہی کی نہیں، بلکہ خود انسانوں کی قیمت متعین کرتے وقت بھی یہی خیال رہے، اور کوشش یہ کی جائے کہ ان کی صلاحیتیں دبی، سہمی، سکڑی اور بندھی رہ جائیں۔ انہیں پوری جولانی کا موقعہ ہی نہ ملنے پائے۔ انہیں اتنا ہی اُبھرنے دیا جائے جتنا 'سرمایہ لگانے والے کے لئے' مفید ہو۔ انہیں اس سے زیادہ آزادی دی ہی نہ جائے۔

۴ کیا یہ لوگ اس زعم باطل میں مبتلا اور اس خیال خام میں مدہوش ہیں کہ یہ نظام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہے گا۔ اس کو کوئی بدل نہیں سکے گا؟ ان کا یہ فریب نفس ہے۔ وہ وقت آئے گا کہ جن لوگوں کو انہوں نے یوں اقتصادی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے وہ انہیں راستے سے ہٹا کر آزادی حاصل کر لیں گے۔

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝٦ كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝٧ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّينٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝٩ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝١٠ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِۦٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ ءَايٰتُنَا قَالَ أَسٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى

---

۵ ۶ اور اس طرح وہ انقلاب عظیم واقع ہوگا جس میں عالمگیر انسانیت خدا کا نظامِ ربوبیت قائم کرنے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوگی۔ (۹۹/۱۳۹ ؛ ۳۶/۱۴۵–۳۹ ؛ ۸/۴۲–۹ ؛ ۲۲/۹۰–۱۹)۔

۷ اُس وقت، اُن لوگوں کا اعمال نامہ، جنہوں نے انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے، خود انہیں جکڑ باندھ کر رکھ دے گا (اور یوں ان کا اپنا وضع کردہ نظام خود ان کی تباہی کا موجب بن جائے گا)۔

۸ (تم یقیناً یہ معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہو گے کہ اُن کی یہ جکڑ بندیاں کس قسم کی ہوں گی۔ تمہیں خدا کے سوا اس حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں کر سکتا۔ سنئے

۹ یہ اُس قانونِ مکافات کے مطابق ہوں گی جو (ہر ایک کے مآل اور انجام کی) نشاندہی کئے جا رہا ہے۔

۱۰ ۱۱ یہ تباہی ان لوگوں کے لئے ہوگی جو اس قانونِ مکافات کی تکذیب کرتے ہیں۔

۱۲ اور یہ ظاہر ہے کہ اس قانون کی تکذیب وہی شخص کر سکتا ہے جو ہر قسم کے جرائم نہایت جرأت اور بے باکی سے کرتا چلا جائے —— ایسے جرائم بھی جن کا اثر اس کی اپنی ذات تک محدود ہو اور ایسے بھی جو متعدی ہوں۔ وہ جرائم بھی جو سرکشی کے جذبات ابھاریں اور وہ بھی جن کا نتیجہ افسردگی اور اضمحلال ہو۔ (ایسا شخص یہ کہہ کر اپنے آپ کو فریب دے لیتا ہے کہ ایسا کوئی قانون نہیں جس کی رُو سے مجھے میرے جرائم کی سزا مل سکے۔ یہی کیفیت غاصب اقوام کی ہوتی ہے)۔

۱۳ جب اس کے سامنے وہ تاریخی حقائق پیش کئے جائیں جن میں بتایا گیا ہو کہ سابقہ اقوام میں سے جنہوں نے اس قسم کے جرائم کئے وہ تباہ و برباد ہو گئیں، تو وہ، بجائے اسکے کہ ان شواہد سے عبرت حاصل کرے، یہ کہہ کر اپنے آپ کو فریب دے لیتا ہے کہ یہ محض عہدِ پارینہ کی داستانیں ہیں۔ (مجھ سے ان کا کیا تعلق ؟)۔

۱۴ (ان سے کہو کہ) بات یہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ ان کے غلط اعمال اس طرح زنگ بن کر ان کے دلوں پر جم گئے ہیں کہ ان میں اب سمجھنے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔

(بقیہ)

قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۷﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾

---

۱۵ یہ لوگ (اُس دور میں جب عالمگیر انسانیت خدا کی ربوبیت عامہ کے قیام کے لئے اُٹھ کھڑی ہوگی) اس کے ثمرات سے محروم رہ جائیں گے۔ ان کی مزرعِ ہستی زمینِ شور کی طرح بے برگ و گیاہ رہ جائے گی (اس دنیا میں بھی ان کی یہی حالت رہے گی اور اُخروی زندگی میں بھی)۔

۱۶ یعنی اُن کی نشوونما رک جائے گی (کیونکہ انسانی ذات کی نشوونما تو دوسروں کی ربوبیت سے ہوتی ہے' نہ کہ ان کے حقوق تلف اور ان کی محنت سلب کر لینے سے)۔ یوں وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

۱۷ وہاں ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے ہمارے اُس قانونِ مکافات کی رُو سے تمہارے اعمال کا نتیجہ' جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۱۸ ان کے برعکس ان لوگوں کا مقام' جو زندگی میں وسعت اور کشاد پیدا کرتے ہیں' بلندیوں پر ہوگا۔ وہ زندگی کے ارتقا کی اگلی منزل میں ہوں گے۔

۱۹ تجھے خدا سے بہتر کون بتا سکے گا کہ یہ بلندیاں (ارتقائی منازل) کیا ہیں؟

۲۰ یہ بھی ہمارے اس قانونِ مکافات کے مطابق ہوگا جو ہر ایک کے اعمال کی نشان دہی کئے جا رہا ہے۔

۲۱ اور جسے یہ مقربین اپنے سامنے کھلا ہوا پائیں گے ـــــ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے اندر صفاتِ خداوندی کو زیادہ سے زیادہ منعکس کر لیا ہوگا۔

۲۲ یہ ابرار ـــــ یعنی وسعتوں کے مالک ـــــ زندگی کی راحتوں اور آسائشوں سے بہرہ یاب ہوں گے۔

۲۳ اختیارات و اقتدارات کے تختوں پر متمکن ـــــ ہر بات کو اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ـــــ یعنی جہاں بانی' اور جہاں بینی' دونوں خصوصیات کے مالک۔

۲۴ ان آسائشوں اور طمانیتوں کی پیدا کردہ شگفتگی و شادابی کے آثار' ان کے چہروں سے نمایاں ہوں گے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

۲۵ انہیں (زندگی کی توانائیوں کے لئے) بادۂ خالص پینے کو ملے گا جو ہر قسم کی آلائش و آمیزش سے پاک ہوگا۔ یعنی سربمہر آبگینوں میں بند۔

۲۶ ان آبگینوں کی مہریں بھی تقویت بخش عناصر (مشک) سے مرکب ہوں گی۔
یہ ہیں زندگی اور توانائی کو بڑھانے والے اسباب و عناصر جن کے حصول کے لئے تمہیں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک دوسرے سے مسابقت کا جذبہ ہر انسان کے اندر ہے۔ لیکن کوتاہ بیں انسان، اس کے لئے میدان غلط منتخب کرتا ہے۔ وہ محض طبیعی زندگی کے مفاد کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اس جذبہ کی تسکین کے لئے صحیح میدان یہ ہے کہ تم نوعِ انسان کی ربوبیت کی جدوجہد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اس سے تمہیں زندگی بخش "بادۂ رحیق" ملے گا۔ (۲/۱۴۸؛ ۵۷/۲۱)۔

۲۷ اس "بادۂ رحیق" میں اس چشمے کا آبِ خنک و شیریں ملایا جائے گا جو شرفِ انسانیت کے بلند ترین مقام سے پھوٹ کر نکلتا ہے۔ اور انسانی صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما میں ممد و معاون ہوتا ہے (۷۶/۱۷)۔

۲۸ یہ وہ چشمہ ہے جس سے، وہ لوگ جو اپنے اندر صفاتِ خداوندی کو (علیٰ حدِ بشریت) منعکس کر لیں، زندگی اور اس کی توانائیاں حاصل کرتے ہیں۔

۲۹ جب وہ لوگ، جو دوسروں کی محنت کے پھل نوچ کھسوٹ کر اپنے ہاں لے آتے ہیں، ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو خدا کے نظامِ ربوبیت کی صداقت پر یقین رکھنے، اور اس کے قیام کے لئے کوشاں رہتے ہیں، تو ان پر ہنستے ہیں (کہ ان بیوقوفوں کو دیکھو جو جان مار کر محنت کرتے ہیں اور اس کے ماحصل میں سے بقدرِ اپنی ضروریات کے لے کر، باقی سب "حق کا بول بالا" اور دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دیدیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا فائدے کا سودا ہے!)

۳۰ یہ لوگ جب اِن (مومنین) کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے کو کنکھیوں

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ

سے اشارے کرتے ہیں (کہ یہ ہیں وہ جن کی عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں)۔

۳۱ اس کے بعد جب یہ لوٹ کر اپنے ہم خیال ٹولے کی طرف جاتے ہیں تو عجیب انداز سے اتراتے ہیں اور جماعت مومنین پر پھبتیاں کستے ہیں۔

۳۲ غرضیکہ وہ جب بھی اس جماعت کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ لوگ کس غلط راستے پر چلے جا رہے ہیں؟ یہ بالکل بہک گئے ہیں۔

۳۳ حالانکہ انہیں ان (مومنین) پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا (کہ یہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں)۔

۳۴ (اس وقت جب یہ انقلابی پروگرام اپنے ابتدائی مراحل میں سے گزر رہا ہے ظاہر بیں نگاہوں کو ایسا ہی نظر آتا ہے کہ یہ دیوانوں کی جماعت ہے جسے اپنے نفع نقصان کا کوئی خیال نہیں۔ اور یہی وجہ ہے جو یہ ان پر ہنستے ہیں۔ لیکن) جب یہ پروگرام اپنی تکمیل تک پہنچ جائے گا تو یہی ایمان والے ان لوگوں پر ہنسیں گے جو ہمارے قانونِ ربوبیت سے انکار کرتے ہیں۔

۳۵ یہ اختیارات واقتدارات کی مسندوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے (کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہو رہا ہے جو ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے)۔

۳۶ ان کی یہ حالت خود ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کا عمل لوٹ کر اس کی طرف آ جاتا ہے (اسی سے اس کی جنت اور جہنم مرتب ہوتی ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶

---

۱ - ۲ جب فضا میں پھیلی ہوئی توانائیاں پھٹ جائیں گی —— اور یہ کچھ اس خدا کے قانون کے مطابق ہوگا جو تمام کائنات کو نشوونما دیتا ہے —— اسی کے قوانین کے تابع یہ تمام سلسلۂ کائنات سرگرمِ عمل ہے۔ اُس نے اسے بنایا ہی اس انداز سے ہے کہ ہر حادثہ اس کے پروگرام میں بالکل فٹ بیٹھتا ہے۔

۳ - ۵ اور زمین بھی دُور دُور تک آبادیاں پھیل جائیں گی۔ اور وہ اپنی معدنیات اور دیگر ذخائر اُگل دے گی، اور اندر سے خالی ہوتی جائے گی۔ یہ بھی خدا کے قانون ہی کے مطابق ہوگا جس کی اطاعت ان اشیائے فطرت کا فریضہ ہے۔ وہ بنائی ہی اس طرح گئی ہیں۔

۶ اے انسان! اس میں شبہ نہیں کہ تو اپنے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر بھی آخرالامر اُس نظامِ خداوندی تک پہنچ جائے گا جو عالمگیر انسانیت کی ربوبیت کا ضامن ہے لیکن ایسا بڑی جاں کاہ مشقتوں اور استخواں شکن ٹھوکروں کے بعد ہوگا۔ (اس کے برعکس، وحی کی راہ نمائی میں اس منزل تک بلا مشقت اور بڑے کم وقت میں پہنچا جا سکتا ہے۔ وحی کی روشنی ناکام تجارب کی تلخ کامیوں سے بھی محفوظ رکھتی ہے اور وقت کی طنابیں

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾

بھی کھینچ دیتی ہے)۔

۷-۸ حقیقت یہ ہے کہ وحی کا اتباع کرنے والے کے اعمال یمن و سعادت کے حامل ہوتے ہیں اور اس کی زندگی کے معاملات بڑی آسانی سے طے پا جاتے ہیں۔

۹ اور وہ اپنے رفقا کی طرف خوشی خوشی لوٹ کر آتا ہے (اسے اپنے ہم فکر و ہم آہنگ افراد کے ساتھ مل جانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ یہ سب ایک دوسرے سے شاداں و فرحاں ملتے ہیں' اور یوں ایک حسین و شاداب عالمگیر برادری وجود میں آجاتی ہے)۔

۱۰-۱۲ لیکن جو شخص اسلاف پرستی کی اندھی تقلید کی روش اختیار کرتا ہے' جس سے اسے اپنا پچھلا راستہ (ماضی) تو روشن دکھائی دیتا ہے اور سامنے کا راستہ (مستقبل) تاریک' تو وہ تباہیوں کو بلا بلا کر اپنا گھر دکھاتا ہے اور یوں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۳ وہ اس سے پہلے اپنے ہم خیال لوگوں میں خوش خوش رہتا تھا' اور اسے اس کا وہم و گمان تک بھی نہ تھا کہ اس کی حالت میں تبدیلی آئے گی۔ **۱۴** وہ سمجھتا تھا کہ اسی طرح اپنی من مانی کرتا رہے گا۔ اس کی قوت و شوکت میں کبھی کمی واقع نہیں ہوگی۔

۱۵ لیکن اُسے معلوم نہ تھا کہ خدا کا قانونِ مکافات اُس کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے اور اُس کا مستقبل اس کے اعمال کے نتائج کی رُو سے مرتب ہوگا (غلط روش پر چلنے والے کو کچھ وقت کے لئے تو مفاد عاجلہ حاصل ہو جاتے ہیں' لیکن اس کا مستقبل تاریک ہوتا ہے)۔

۱۶ اس حقیقت پر تمام نظامِ کائنات شاہد ہے۔ مثلاً تم غور کرو کہ سورج غروب ہو جاتا ہے تو (اس طرف بسنے والوں کی نگاہوں سے اس کی روشنی اوجھل ہو جاتی ہے لیکن) شفق کی سرخی کچھ دیر تک باقی رہتی ہے۔

۱۷ پھر رفتہ رفتہ یہ سرخی بھی ختم ہو جاتی ہے اور رات کی تاریکی کی چادر فضا پر چھا جاتی ہے جس کے اندر تمام چیزیں سمٹ کر آجاتی ہیں (اسی تاریکی کی چادر سے روشن ستارے اور چمکتا ہوا چاند نمودار ہو جاتے ہیں)۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (۱۸) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۱۹) فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۰) وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (۲۱) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ (۲۲) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ (۲۳) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۲۴) إِلَّا

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۲۵)

۱۸ اور چاند آہستہ آہستہ اپنی منازل طے کرتا ہے' کامل بن جاتا ہے۔

۱۹ یہ کائناتی مظاہر اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ تم بھی زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے' یوں بلندیوں کی طرف اٹھتے جاؤ گے کہ جب اس کی ایک منزل کے ساتھ مطابقت حاصل کرلو گے تو اس سے اگلی منزل میں پہنچنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ یوں تم منزل بمنزل آگے بڑھتے اور اوپر اٹھتے چلے جاؤ گے۔ (اور یہ سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا)۔

۲۰ حیرت ہے کہ اس قدر واضح دلائل وشواہد کے باوجود' یہ لوگ نہ خدا کے قانونِ مکافات پر ایمان لاتے ہیں' نہ حیاتِ اُخروی پر' جو زندگی کی مزید ارتقائی منازل کا دوسرا نام ہے۔

۲۱ اور جب ان کے سامنے قرآن پیش کیا جاتا ہے تو اس کے آگے اپنا سرِ تسلیم خم نہیں کرتے'

۲۲ بلکہ اس کی صداقتوں سے انکار کرتے اور اس کے قوانین کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۳ (اور یہ سب اس لئے کہ اس سے ان کے انفرادی مفادات پر زد پڑتی ہے۔ لیکن) یہ بات خدا پر خوب روشن ہے کہ یہ لوگ کیا جمع کرتے' اور پھر کس طرح اُسے صرف اپنی ذات پر صَرف کرنے کے لئے تجوریوں میں بند رکھتے ہیں۔ (۱۰۴/۲)۔ (۹ — ۱۴/۱)

۲۴ (اے رسولؐ!) انہیں متنبہ کردے کہ اس روشِ زندگی کا نتیجہ بڑا الم انگیز ہوتا ہے۔ (۹/۳۴ — ۳۵)۔

۲۵ اس تباہی سے وہی لوگ بچ سکیں گے جو خدا کے قوانین کی صداقت پر یقین رکھ کر عالمگیر انسانیت' اور خود اپنی ذات' کو سنوارنے والے کام کریں گے۔ اس طرزِ زندگی کا نتیجہ ایسی آسائشیں اور راحتیں ہوں گی' جن کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوگا (۱۱/۱۰۸؛ ۳/۳۴؛ ۱۴ — ۲۵/۲۴)۔ اور یہ کچھ انہیں بطورِ "احسان" (خیرات کے طور پر) نہیں ملے گا' بلکہ وہ اسے بطور اپنے حق کے حاصل کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝١ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝٢ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝٣ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝٤

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝٥ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝٦ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝٧ وَمَا نَقَمُوْا

---

۱ اس حقیقت پر شاہد ہیں
فضا کی بلندیوں میں نمایاں ہونے والے ستاروں کے مواقع اور منازل۔

۲ اور وہ انقلاب جس کے آنے کا وعدہ (قرآن میں) بار بار مذکور ہے۔

۳ اور یہ رسولؐ جو اس انقلاب کی آمد کی شہادت دیتا ہے' اور خود وہ نظام جس کے قیام واستحکام کی شہادت دی جاتی ہے۔

۴ کہ یہ لوگ جو اس نظام کی اس قدر مخالفت کرتے ہیں کہ اسے مٹانے کے لئے جنگ تک کی

۵ تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اپنی تدبیروں کی خندقیں کھودتے اور ان میں فتنوں کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔

۶ اور اپنے اس پروگرام پر جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

۷ اور جو کچھ دوسرے لوگ جماعتِ مومنین کے خلاف کرتے ہیں' یہ اسے بھی تماشا سمجھ کر دیکھتے رہتے ہیں۔
یہ تمام امور اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ مخالفین بالآخر تباہ ہو کر رہیں گے۔

۸ یہ لوگ جماعتِ مومنین سے محض اس بات کا انتقام لینا چاہتے ہیں کہ وہ خدا کے

مِنْهُمْ إِلَّآ أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶

حمید و عزیز پر ایمان کیوں لے آئے ہیں۔ (۵/۵۹ ; ۲۲/۴۰)۔

۹ اُس خدا پر ایمان کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں سب اقتدار اور اختیار اُسی کا ہے۔ اور ہر شے اُسی کی نگرانی کے اندر ہے۔

۱۰ (ان سے کہدو کہ) جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو اس طرح ایذا دیتے ہیں اور اپنی اس روش سے باز نہیں آتے' ان کے لئے سوزناک عذاب ہوگا —— یعنی وہ عذاب جو ان کا سب کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔

۱۱ ان کے برعکس' جو لوگ قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان لاکر' اُس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' ان کے لئے (دنیا اور آخرت میں) اُس جنت کی زندگی ہے جس کی تازگی اور شادابی میں کبھی کمی نہیں آئے گی —— یہ بہت بڑی کامیابی و کامرانی ہے۔

۱۲ (ان مخالفین سے کہدو کہ تم مچلو نہیں) خدا کے قانونِ مکافات کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔

۱۳ وہ ہر شے کو' اس کے نقطۂ آغاز سے پیدا کرتا اور پھر اسے گردشیں دیتا ہوا' مختلف ارتقائی مراحل میں سے گزار کر نقطۂ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔

۱۴ اسکے لئے وہ تخریبی عناصر سے اشیائے کائنات کی حفاظت کرتا ہے' کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ بننا ہے' بن جائیں (وہ اپنے پروگرام کو تکمیل تک پہنچاتا ہے)۔

۱۵ اس مقصد کے لئے اس نے کائنات کے مرکزی کنٹرول کو' جو بڑی قوتوں اور عظمتوں کا حامل ہے' اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

۱۶ جملہ کائنات میں صرف اسی کا اختیار و ارادہ کارفرما ہے۔ اور اس کا یہی وہ اختیار

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

ارادہ ہے جس کے مطابق وہ اشیائے کائنات کے لئے ضروری قوانین مرتب کرتا ہے۔ اس میں کوئی اور دخل نہیں دے سکتا۔ کس چیز کے لئے کونسا قانون ہونا چاہیئے' اس کا فیصلہ وہ خود ہی کرتا ہے۔ (ان غیر متبدل قوانین کو جنہیں خدا' عالمِ امر میں' اپنے اختیار مطلق سے وضع کرتا ہے' خدا کی مشیت کہا جاتا ہے)۔

۱۷　(اُسی کا قانون انسانی دنیا میں' مکافاتِ عمل کی شکل میں کارفرما ہے۔ اس کی شہادت کے لئے قرآن میں) ان لوگوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ' قوانین خداوندی کی مخالفت کے لئے ہجوم کر کے آئے تھے۔

۱۸　یعنی قوم فرعون' اور قوم ثمود کے لوگ ——— (ان کا جو انجام ہوا وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے)۔

۱۹　(لہٰذا' اے رسولؐ) یہ لوگ جو اس وقت' ہمارے قوانین سے سرکشی برتتے اور اسے جھٹلاتے ہیں' ان سے کہہ دو کہ

۲۰　خدا کا وہی قانون انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۲۱　انہیں معلوم نہیں کہ یہ جس ضابطۂ خداوندی (قرآن) کی مخالفت کر رہے ہیں' وہ کتنے بڑے شرف و مجد کا حامل ہے۔

۲۲　وہ ہر قسم کے خارجی اثرات سے محفوظ رہنے والی تختی پر کندہ ہے (وہ صحیفۂ کائنات میں بھی محفوظ ہے اور قرآن کے اوراق میں بھی۔ اس لئے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا)۔ ($\frac{۵۶}{۷۸}$)۔ (خدا کے غیر متبدل قوانین' خواہ وہ نظامِ فطرت سے متعلق ہوں اور خواہ انسان کی تمدنی دنیا سے' کبھی مٹ نہیں سکتے۔ اول الذکر کو قوانینِ فطرت کہا جاتا ہے اور ثانی الذکر کو قرآن کا ضابطۂ حیات۔ وہ بھی محفوظ ہیں اور یہ بھی محفوظ۔ $\frac{۱۵}{۹}$)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾

---

۱ فضا کی بلندیاں اور "طارق" ایک عظیم حقیقت پر شاہد ہیں۔

۲ ۳ تجھے خدا کے سوا کون بتا سکتا ہے کہ "طارق" کی شہادت سے کیا مقصود ہے۔ یعنی اس نہایت روشن ستارے کی شہادت سے جو رات کی تاریکیوں میں قندیلِ نورانی بن کر آتا ہے۔

(وہ نظر تو آتا ہے رات ہی کو۔ لیکن دن کے وقت بھی وہ مٹ نہیں جاتا' موجود رہتا ہے۔ صرف اس کی روشنی ہماری نظروں سے پنہاں ہوتی ہے)۔

۴ (یہی کیفیت انسانی اعمال کی ہے۔ انسان اپنے آپ کو فریب دینے کے لئے سمجھتا ہے کہ اس کے جو اعمال دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں' ان کا وجود باقی نہیں رہتا' اس لئے ان پر گرفت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ خیال خام ہے۔ اعمال' خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ' ہمیشہ موجود رہتے ہیں)۔ ہم نے ہر فرد کے اعمال کو محفوظ رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے۔

۵ (وہ اسی طرح کبھی پنہاں ہوتے ہیں اور کبھی ظاہر' جس طرح زندگی' کبھی مضمر ہوتی ہے کبھی مشہود۔ اگر انسان اس ایک نکتہ پر غور کرے' تو اس کے لئے بات کا سمجھنا چنداں

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾

مشکل نہ رہے۔ مثلاً) وہ دیکھے کہ اس کی پیدائش کس طرح سے ہوئی ہے؟

۶ اس کی ابتدا' اس مادۂ تولید سے ہوئی ہے جو اچھل کر رحم میں گرتا ہے۔

۷ یہ مادہ' اپنے مقامِ تولید سے سیدھا عورت کے رحم میں نہیں جا گرتا۔ وہ مرد کی پیٹھ اور پیڑو کی ہڈیوں کے درمیان سے گذرتا ہوا خارج ہوتا اور اپنے مستقر میں پہنچتا ہے۔ (اس مادۂ تولید میں زندگی مضمر شکل میں ہوتی ہے۔ اور پھر رحمِ مادر میں' مختلف منازل سے گذر کر' وہ مشہود شکل میں سامنے آجاتی ہے)۔

۸ (جو لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا' ان سے پوچھو کہ اس میں ناممکن بات کون سی ہے؟ اس دنیا میں زندگی مشہود ہوتی ہے طبیعی موت سے اتنا ہی فرق پڑتا ہے کہ وہ پھر مضمر ہو جاتی ہے تو کیا وہ خدا جس نے اسے' اس سے پہلے مضمر سے مشہود بنایا تھا) اس پر قادر نہیں کہ ایک بار پھر مضمر کو مشہود کر دے؟ یقیناً وہ اس پر قادر ہے۔

۹ اُس وقت' جس طرح زندگی مضمر سے مشہود ہو جائے گی' اسی طرح انسانی اعمال کے پوشیدہ نتائج بھی بے نقاب ہو کر سامنے آجائیں گے۔

۱۰ اُس وقت کوئی قوت ایسی نہیں ہوگی جو ان مخفی نتائج کو بے نقاب ہونے سے باز رکھ سکے۔ اور نہ ہی انسان کا کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے ان نتائج کی تباہیوں سے بچا سکے۔

۱۱ (یہ تو رہا اُخروی زندگی کا ماجرا۔ اس سے پہلے' یہاں بھی ایک عظیم انقلاب برپا ہونے والا ہے اس کے لئے) اجرامِ فلکی کے نئے نئے پہلو جو ان کی گردش کی وجہ سے سامنے آتے ہیں'

۱۲ اور وہ زمین جو بیج کو پھاڑ کر اس میں سے کونپل نکالتی (اور اس طرح' بیج کے اندر مضمر زندگی کو مشہود بنانے کا ذریعہ بنتی ہے)

۱۳ غرضیکہ یہ تمام مظاہرِ فطرت جن میں تخریب و تعمیر کا یہ عمل' مسلسل جاری و ساری ہے'

ᵃ SACRUM AND PELVIC BONES-

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ انسان کی تمدنی زندگی میں بھی اس انقلاب کا آجانا جس کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے) ایک طے شدہ بات ہے۔ (اس وقت اس کا پہلا تخریبی مرحلہ سامنے ہے۔ اس کے بعد یہ دانہ پھوٹ کر ایک نئے پودے کی شکل اختیار کرے گا اور وہ اپنے وقت پر لہلہاتی کھیتی بن جائے گی۔ ()

یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ کوئی لغو دعویٰ یا دیوانے کی بڑ نہیں۔

یہ مخالفین اس کو روکنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ (کہ وہ واقعہ نہ ہونے پائے)۔

لیکن ہمارا قانون بھی اس سے غافل نہیں۔ وہ بھی اپنی تدابیر میں مصروف ہے۔

بات صرف مہلت کے وقفہ کی ہے (یعنی وہ وقفہ جو بیج کے فصل بننے تک کے لیے ناگزیر ہوتا ہے)۔ سو تو ان مخالفین کو سردست ان کے حال پر چھوڑ دے۔ ہمارے قانونِ مکافات کے مطابق انہیں تھوڑی سی مہلت مل رہی ہے۔ اس کے بعد ان کی گرفت ہوگی۔ اور وہ انقلاب آجائے گا۔
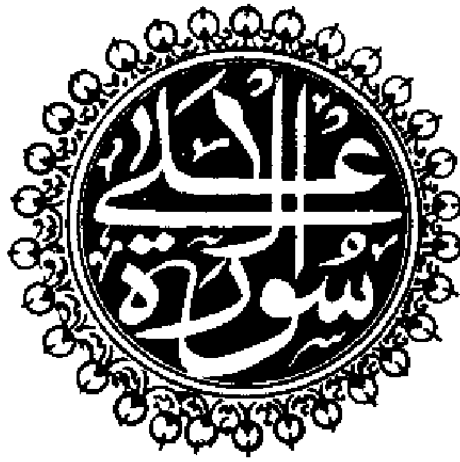
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِىْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤

---

۱ (اے رسولؐ!) تو اپنے نشوونما دینے والے کے بلند و بالا نظامِ ربوبیت کو متشکل کرنے کے لئے سرگرمِ عمل رہ۔ (۹۶/۳۴)۔

۲ اُس خدا کے نظامِ ربوبیت کو متشکل کرنے کے لئے جو—

۳ (i) ہر شے کو مختلف امتزاجات اور تراکیب سے ایک ہیئت عطا کرتا ہے۔

(ii) پھر اس کے حشو و زوائد کو دور کر کے اس میں خاص تناسب اور اعتدال پیدا کر دیتا ہے۔

(iii) پھر اس میں ایک خاص انداز اور پیمانے کے مطابق ایک حد تک بڑھنے، پھولنے، پھلنے کی صلاحیت رکھ دیتا ہے۔ (اسے اس شے کی تقدیر کہتے ہیں)۔

(iv) اس کے بعد اُسے وہ راستہ دکھا دیتا ہے جس پر چلنے سے وہ شے اپنی تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔ (یہ راہنمائی کائنات کی ہر شے کے اندر رکھ دی جاتی ہے۔ اسے اس شے کی فطرت یا جبلت کہا جاتا ہے)۔

اس طرح کائنات کی ہر شے خدا کے قانون کے مطابق اپنے نقطۂ آغاز سے منزل بمنزل اپنی تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی کو نظامِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔

۴ (مثلاً) زمین میں تخم ریزی کی جاتی ہے، تو وہ دانہ، خدا کے قانونِ تخلیق کے مطابق ہرے بھرے چارہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس سے مویشیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ لیکن

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠

۵ یہی چارہ، جب حیات بخش عناصر سے اپنا رشتہ منقطع کرلیتا ہے یا اُس چارے کی آخری حد تک پہنچ جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا تو وہ خشک ہو کر خس و خاشاک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (اس کی یہ زندگی، نمو، اور پھر موت، سب خدا کے قانون کے مطابق واقع ہوتی ہے جسے ہر شے کے اندر رکھ دیا گیا ہے)۔

۶ (زندگی، نشو و نما اور موت کا یہی قانون خود انسانی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ لیکن اس قانون کا علم (اشیائے فطرت کی طرح) انسان کے اندر نہیں رکھ دیا گیا۔ یہ راہنمائی اُسے اس وحی کے ذریعے ملتی ہے جو انبیاءؑ کی وساطت سے انسانوں تک پہنچتی ہے۔ یہ وحی اے رسولؐ! ہم نے اس اہتمام سے تجھے دی ہے کہ) تو اس میں سے نہ کچھ بھول سکتا ہے، نہ ترک کر سکتا ہے۔

۷ اگر خدا کی مشیت ہوتی تو، تُو اس میں سے کچھ بھول سکتا (اور ترک کر سکتا) تھا۔ لیکن (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے (۸۶/۱۷)۔ اس کی مشیت ایسی نہیں تھی۔ اس لئے تو اس میں سے کچھ بھی ترک یا فراموش نہیں کر سکتا۔ یہ حتمی بات ہے۔

یہ وحی اس خدا کی طرف سے دی گئی ہے جو جانتا ہے کہ انسان میں کیا کیا ممکنات زندگی مضمر ہیں، اور ان میں سے کس کس جوہر کی نمود کس انداز سے ہو سکتی ہے۔ (اس لئے ہماری یہ وحی، ہر طرح سے مکمل، اور اس مقصد کے لئے کافی ہے جس کے لئے دی گئی ہے، یعنی انسانی ذات کی نشو و نما کے لئے)۔

۸ یہی نہیں کہ تجھے وحی بھولے گی نہیں، اس کے مطابق ایک معاشرہ متشکل کرنے کے لئے ہم تیرے لئے آسانیاں بھی پیدا کر دیں گے۔ اور یوں تو، آہستہ آہستہ، اس نظام کو تکمیل تک پہنچائے گا۔

۹ سو تو اس وحی کو لوگوں کے سامنے پیش کئے جا۔ لیکن جب تو دیکھے کہ جس شخص یا گروہ کو تو نصیحت کر رہا ہے وہ اس سے مستفید ہونا ہی نہیں چاہتا، تو اُسے چھوڑ دے (اور یہی وقت اور توانائی ایسی جگہ صرف کر جہاں تیری تعلیم نتیجہ خیز ہو۔ (۵۵/۱۵) ؛ (۴۳/۱۰)۔

۱۰ اس لئے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو عاقبت اندیش ہوگا۔ جسے اپنے نفع نقصان کا خیال ہوگا۔ جو غلط روش کے تباہ کن نتائج سے بچنا چاہے گا۔ (۲/۲)۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

۱۱ جو شخص اس سے کنارہ کش رہے گا وہ تیرا یا کسی اور کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ وہ خود ہی زندگی کی خوشگواریوں سے محروم رہے گا' اور یوں بڑا بدقسمت ہوگا۔

۱۲ وہ تباہیوں کے اس جہنم میں داخل ہو گا جو سب کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتا ہے۔

۱۳ اس میں انسان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نہ تو وہ مرتا ہی ہے (کہ یوں اس عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو جائے) اور نہ ہی اس کا شمار زندوں میں ہوتا ہے۔ (۱۴/۱۷ ؛ ۲۰/۷۴)۔

۱۴ (یاد رکھو!) کھیتی اسی کی پروان چڑھتی ہے جو (اپنے جسم کی پرورش ہی کو نصب العین حیات قرار نہ دے بلکہ اس کے ساتھ) اپنی ذات کی نشوونما بھی کرے۔

۱۵ اور ذات کی نشوونما اُس کی ہوتی ہے جو خدا کی صفتِ ربوبیت کو عملاً متشکل کرتا' اور زندگی کے ہر گوشے میں اس کے قانون کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

۱۶ (ان مخالفین سے کہو کہ' اس کے برعکس تمہاری یہ حالت ہے کہ) تم طبیعی زندگی کے

۱۷ مفاد کو ترجیح دیتے ہو' حالانکہ مستقبل کے مفاد ان سے کہیں بہتر بھی ہیں اور غیر متبدل بھی۔ (یعنی جب جسم کے تقاضوں اور مستقل اقدار میں تصادم ہو' تو صحیح روش یہ ہے کہ مستقل اقدار کے تحفظ کے لئے جسم کے تقاضوں کو قربان کر دیا جائے۔ اس سے انسانی ذات کی نشوونما ہوتی ہے' اور آخروی زندگی کامیاب)۔

۱۸ یہ وہ حقیقت ہے جسے (قرآن میں) پہلی بار بیان نہیں کیا گیا' سابقہ آسمانی

۱۹ کتابوں میں بھی یہی پیغام دیا گیا تھا۔ (مثلاً) جو کتاب ابراہیمؑ کو دی گئی تھی اس میں بھی یہی تعلیم تھی۔ اور جو موسٰیؑ پر نازل ہوئی تھی اُس میں بھی یہی کچھ کہا گیا تھا۔ (۵۳/۳۶ — ۳۷)۔ (دین کی اصل و بنیاد شروع سے ایک ہی چلی آرہی ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶

---

۱ ہم تمہیں اُس عالمگیر انقلاب کے متعلق کچھ بتانا چاہتے ہیں جو ان تمام لوگوں پر چھا جائیگا (جو اسے ناکام بنانے کی تدبیریں کر رہے ہیں)۔

۲ اُس وقت لوگوں کے دو گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ ان کا جن پر افسردگی اور شرمندگی چھائی ہوئی ہو گی ـــــ ذلیل و خوار محجوب و شرمسار۔

۳ ان کی محنت و مشقت کا ماحصل سوائے تکان اور اضمحلال کے کچھ نہ ہوگا۔ (اس لئے کہ انہوں نے غلط راستہ اختیار کیا تھا' اور غلط راستے پر چلنے والے کے حصے میں تکان اور اضمحلال کے سوا کچھ نہیں آسکتا۔ وہ تھکتا ہے لیکن منزل تک نہیں پہنچتا)۔

۴ ان کی غلط روش انہیں تباہیوں کے جہنم میں لے جائے گی جس کے شعلے تیزی سے بھڑک رہے ہوں گے۔

۵ اس جہنمی زندگی میں انہیں پینے کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ملے گا جس سے پیاس بجھنے کے بجائے' اور بھڑک اٹھے۔

۶ اور کھانے کو وہ بدبودار جھاڑیاں جنہیں سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ (یعنی بڑی بڑی قوموں کا پس خوردہ جنہیں وہ بھیک کے ٹکڑوں کی طرح پس ماندہ اقوام کی طرف

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

پھینک دیتی ہیں۔ ایسی ذلت کی روٹی ؟)۔

۷ جس سے جسم کا نشوونما حاصل کرنا تو ایک طرف' بھوک بھی نہ مٹے۔

۸ ان کے برعکس' دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہیں زندگی کی آسائشیں حاصل ہوں گی۔

۹ اور ان کی جدوجہد کے نتائج ان کی منشاء کے عین مطابق ہوں گے۔

۱۰ وہ ایک ایسے جنتی معاشرہ میں ہوں گے جو ان کے مقام بلند کا آئینہ دار ہوگا۔ اس میں انہیں' آسائشوں کے ساتھ' ہر قسم کی سربلندیاں اور سرفرازیاں بھی حاصل ہوں گی۔

۱۱ اس میں وہ کوئی لغوبات سننے نہیں پائیں گے۔

۱۲ انہیں' زندگی کی جوئے رواں سے' آب حیات پینے کو ملے گا۔ ($\frac{46}{16 \text{———} 16}$)۔

۱۳ وہ اختیارات و اقتدارات کے بلند و بالا تختوں پر متمکن ہوں گے۔

۱۴-۱۶ پینے کے لئے نہایت عمدہ گلاس' قرینے سے رکھے ہوئے۔

بیٹھنے کے لئے اعلیٰ درجہ کے قالین' اور ان پر قطار در قطار تکیئے۔

۱۷ (یہ بات' کہ جو معاشرہ قوانین خداوندی کے مطابق متشکل ہوگا وہ کس حسن و خوبی سے اپنے زندگی بخش نتائج پیدا کرتا جائے گا' اس کی سمجھ میں آسکتی ہے جو یہ دیکھے کہ نظام کائنات ——— جو قوانین خداوندی کے مطابق سرگرم عمل ہے ——— کس عمدگی سے چل رہا ہے اور کیسے ٹھیک ٹھیک نتائج پیدا کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے) انہیں چاہیئے کہ دیکھیں کہ

(i) یہ پانی سے بھرے ہوتے بادل کس طرح ترکیب پاتے ہیں ؟ سمندر کا تلخ پانی کس طرح' صاف' شفاف' میٹھے پانی کے مشکیزوں میں تبدیل ہو جاتا ہے جو دوش ہوا پر سوار اِدھر اُدھر تیرتے پھرتے ہیں' اور وجہ سیرابی عالم بنتے ہیں۔

۱۸ (ii) یہ عظیم الجثہ' اجرام فلکی' کس طرح فضا کی بلندیوں میں معلق اور مصروف گردش ہیں۔

۱۹ (iii) یہ اتنے اتنے بڑے پہاڑ کیسے مستحکم کھڑے ہیں (حالانکہ زمین اس تیزی سے گردش کر رہی ہے)۔

۲۰ (iv) اور خود یہ زمین کس حسن و خوبی سے بچھا دی گئی ہے (کہ تمہیں اس کے گول اور

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

متحرک ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا)۔

۲۱ (ان مظاہر فطرت کی طرف توجہ دلانے کے بعد) تُو ان کے سامنے قرآن کی تعلیم پیش کر۔ اس لئے کہ تیرا منصب اس تعلیم کو پیش کرنا ہے؛

۲۲ اسے ان سے زبردستی منوانا نہیں۔ تو ان پر داروغہ مقرر کر کے نہیں بھیجا گیا!

۲۳ تو اس قرآن کو ان کے سامنے پیش کر دے۔ اس کے بعد جو شخص اس سے اعراض برتے گا اور اس کے مطابق چلنے سے انکار کرے گا؛

۲۴ تو وہ (خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق) بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔

۲۵ (یہ اس قانون سے انکار کر دینے سے اُس کی زد سے بچ نہیں سکتے)۔ ان کا ہر قدم اُسی کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ یہ کسی دوسری طرف جا ہی نہیں سکتے۔

۲۶ لہٰذا، ان کے تمام اعمال کا حساب اُسی قانون کے مطابق ہوگا۔ اور ایسا ہو کر رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ﴿۴﴾ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ﴿۵﴾

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ﴿۶﴾

---

۱ ۲ ۳ ۴ (حج کا اجتماع' نوع انسان کے الجھے ہوئے معاملات کو سنوارنے کے لئے' ایک عظیم تقریب کے طور پر تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن اِن لوگوں (عرب جاہلیہ) کو دیکھو کہ انہوں نے اس تقریب کو کیا سے کیا بنا دیا ہے)۔ انہوں نے' اس اجتماع کی ابتدائی دس راتوں کو رنگ رلیاں منانے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان میں ہر قسم کی بدمستیاں کرتے ہیں' ہر طرف جوئے کا بازار گرم ہوتا ہے' جو طاق اور جفت (پانسوں) سے کھیلا جاتا ہے۔ آخری رات ان کی عیش پرستیاں انتہا تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور پھر' صبح کو اٹھ کر جس طریق سے یہ حج کی تقریب مناتے ہیں' وہ بھی اُنکی بدمستی اور فحاشی کی چلتی پھرتی تصویر ہوتی ہے۔ قریش کے سرمایہ دار تاجر' اور کعبہ کے متولی' یہ سب کچھ دولت اور قوت کے نشے میں بدمست ہو کر کرتے ہیں۔ (یہ دولت کو اس طرح لٹاتے ہیں' اور ان کے اردگرد' غریب' روٹی کے ٹکڑے تک کو ترستے ہیں)۔

۵ جو شخص ذرا بھی عقل و فکر سے کام لے گا' وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ ان لوگوں کا انجام بھی ویسا ہی ہونے والا ہے جیسا انجام انہی جیسی اقوامِ سابقہ کا ہوا تھا۔

۶ (مثلاً) قومِ عاد کا جو ارم کی اولاد میں سے تھے۔

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

---

۷ انہیں قابلِ اعتماد سامانِ زیست بڑی فراوانی سے حاصل تھا۔ (۲۶/۱۴۴ — ۱۴۲)۔ وہ بڑی بڑی عمارات بناتے اور اپنی بلند یادگاریں تعمیر کرتے تھے۔ (۲۶/۱۲۸)۔

۸ انہیں اپنی ہم عصر اقوام میں 'بے نظیر مقام حاصل تھا۔

۹ اور قومِ ثمود کا' جو پہاڑوں کے گوشوں میں مستحکم قلعے بناتی تھی۔ (۷/۷۴ ؛ ۱۵/۸۲)۔

۱۰ اور بڑی محکم قوتوں کے مالک' فرعون کا انجام' جس کے مملکت میں کھونٹے گڑے ہوئے تھے۔

۱۱-۱۲ ان لوگوں نے ملک میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی' اور فساد انگیزی میں حدود فراموش ہوگئے تھے۔

۱۳ تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ تیرے نشوونما دینے والے کا قانونِ مکافات' ان پر طرح طرح کے عذاب لایا' اور وہ سب تباہ و برباد ہوگئے۔

۱۴ اس لئے کہ اس کا قانونِ مکافات' ہر ایک کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ کسی کا کوئی عمل' اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ (لہٰذا' جو انجام اُن لوگوں کا ہوا تھا' وہی ان سردارانِ عرب کا ہوگا جو اپنی بدمستیوں میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں)۔

۱۵ (اصل یہ ہے کہ جب انسان وحی کی روشنی سے منہ موڑ لیتا' اور عقل و فکر سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے' تو قانون کا تصور ہی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے ——— قانون کے تصور سے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ اس کے کسی نہ کسی انفرادی یا اجتماعی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے ——— جس کے سامنے یہ حقیقت نہ ہو وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے یونہی اتفاقی طور پر واقع ہوجاتا ہے۔ اس کی اس غلط نگہی کا نتیجہ ہے کہ مثلاً) جب کسی کی زندگی خوشگوار پہلو بدلتی ہے تو وہ' یہ نہیں دیکھتا کہ یہ خوشگواریاں کن اسباب کا نتیجہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت اور آسائش عطا کر دیتا ہے۔" (یعنی اس کے ہاں کوئی قاعدہ قانون مقرر نہیں)۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲

۱۶ اور جب اس کی زندگی دوسرا پہلو بدلتی ہے اور اس پر رزق کی تنگی ہو جاتی ہے تو وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ اس کی کس غلط روش کا نتیجہ ہے۔ وہ چیخنے چلانے لگ جاتا ہے کہ خدا نے مجھے خواہ مخواہ ناحق' بلا سبب ذلیل وخوار کر دیا۔

۱۷ ایسا سمجھنے والوں سے کہو کہ یہ غلط ہے۔ خدا کسی کو یونہی بلاوجہ ذلیل وخوار نہیں کیا کرتا۔ تم جو یوں ذلیل ہوئے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ایسا معاشرہ قائم کر رکھا تھا جس میں ان لوگوں کی عزت و توقیر نہیں ہوتی تھی جو بے سہارا رہ جائیں۔ وہی قابلِ عزت سمجھا جاتا تھا جس کی پارٹی زیادہ مضبوط ہو جس کا جتھہ طاقتور ہو۔

۱۸ اور اس معاشرہ میں یہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ جس کی چلتی گاڑی کسی حادثہ کی وجہ سے رک جائے' وہ سامانِ زیست سے محروم نہ رہنے پائے۔ صاحبِ استطاعت لوگ' نہ خود اس کی مدد کرتے تھے' نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دلاتے تھے۔

۱۹ اس کے برعکس' تم کرتے یہ تھے کہ جو کچھ تمہارے باپ دادا سے تمہارے قبضے میں آ جاتا' اسے بھی سمیٹ کر کھا جاتے۔

۲۰ اور اس کے ساتھ ایسی تدابیر کرتے رہتے کہ دوسروں کا مال بھی' ادھر ادھر سے سمٹ کر' اس طرح تمہاری طرف کھنچ کر چلا آئے' جس طرح وادی کا تمام پانی نشیب زمین کی طرف بہ کر آ جاتا ہے۔ (یعنی ایسا نظامِ سرمایہ داری جس میں چھوٹے چھوٹے سرمائے' بڑے سرمایہ کے اندر جذب ہوتے چلے جائیں اور اس طرح دولت چند افراد کے پاس مرتکز ہو کر رہ جائے۔ اس قسم کا نظام کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ وجہ ہے کہ تم اس قدر ذلیل وخوار ہو گئے ہو۔ ہمارے ہاں سے عزت و تکریم نہ یونہی اندھا دھند ملتی ہے' نہ اندھا دھند چھنتی ہے۔ وہ بھی اور ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے' اور یہ بھی' اس کی اپنی کرتوتوں کا انجام)۔

۲۱ (لہٰذا' ان سردارانِ قریش سے کہہ دو کہ تمہارا یہ نظام کبھی ہمیشہ ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا۔ وہ دور آئے گا' جب اس اونچ نیچ کو مٹا کر معاشی ناہمواریاں پیدا کر دی جائیں گی۔

۲۲ اور تیرے خدا کا نظامِ ربوبیت' کائناتی قوتوں کو صف در صف' اپنے جلوس میں لئے

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ؕ۝۲۳ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۚ۝۲۴ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۙ۝۲۵ وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ؕ۝۲۶ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۗۖ۝۲۷ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ۝۲۸ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ۝۲۹

زمین پر متمکن ہو جائے گا۔ (یعنی اس نظام میں فطرت کی قوتوں کا ماحصل کسی خاص گروہ یا خاص قوم کی قوت اور دولت میں اضافہ کرنے کے بجائے عالمگیر انسانیت کی نشوونما کے لئے وقف ہوگا)۔

۲۳ اور وہ جہنم جو غلط معاشی نظام کا فطری نتیجہ ہے اور جسے انہوں نے اِس وقت اپنی فریب کاریوں اور فہرہ بازیوں سے عوام کی نگاہوں سے اوجھل کر رکھا ہے ابھر کر سامنے آجائے گا۔ (یعنی اِس وقت صورت یہ ہے کہ عوام ان کی سلگائی ہوئی آگ میں تو جل رہے ہیں لیکن یہ لوگ انہیں معلوم نہیں ہونے دیتے کہ یہ آگ لگائی ہوئی کس کی ہے۔ اُس وقت اِن کا یہ فریب بے نقاب ہو جائے گا)۔ اُس وقت یہ لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے چاہیں گے کہ اپنی روش میں تبدیلی کر کے اس عذاب سے بچ جائیں۔ لیکن ان کی یہ آرزو انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔ جب نتائج محسوس شکل میں سامنے آجائیں تو پھر عبرت لاحاصل ہو جاتی ہے۔

۲۴ اُس وقت انسان بصد حسرت و یاس پکار اُٹھے گا کہ اے کاش! میں نے بھی اس سے پہلے وہ کچھ کیا ہوتا جو مجھے آج حقیقی زندگی عطا کر دیتا۔

۲۵ اُس دن اُسے خدا کی طرف سے ایسی سزا ملے گی جس کی مثل کوئی سزا نہیں۔

۲۶ اور اُس کی طرف سے ایسی گرفت ہوگی جس کی نظیر کوئی گرفت نہیں۔

۲۷ اس کے برعکس، وہ شخص جس نے قانونِ خداوندی کے اتباع سے سکونِ گہر کی طرح دل کا صحیح اطمینان حاصل کر لیا ہوگا (۱۳/۲۸) یعنی جس کی ذات میں صحیح نشوونما سے پورا پورا توازن پیدا ہو چکا ہوگا (۹۱/۷)۔ اُس سے کہا جائے گا کہ

۲۸ تیرا طریقِ زندگی قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگ تھا اس لئے تیری زندگی پسندیدہ خوشگواریوں کی حامل ہوگی۔ تجھے تیرے نشوونما دینے والے کی طرف سے حسبِ منشا آسائشیں حاصل ہوں گی۔

۲۹ (لیکن اے رسولؐ! انہیں متنبہ کر دو کہ یہ چیز انفرادی طور پر حاصل نہیں ہو سکتی اجتماعی زندگی سے ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ) تم ان لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ

وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿۳۰﴾

جنہوں نے خدا کی محکومیت اختیار کر رکھی ہے —— یعنی جماعتِ مومنین میں؛
اور اس طرح اس جنتی معاشرہ میں داخل ہو جاؤ جو اس کے قانون کے مطابق متشکل ہوا ہے۔ ($\frac{9}{119}$)۔ (اس دنیا میں بھی جنتی زندگی اور آخرت میں بھی جنتی زندگی)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿٤﴾ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿٥﴾

---

۱ **۲** اے رسولؐ! تو ان مخالفین سے' جو تجھے اس شہر مکہ میں اس قدر تکالیف پہنچا رہے ہیں' اور اس کی حرمت کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے' کہدے کہ (تم جو میرے' اور اس نظام کے متعلق خیال کئے بیٹھے ہو کہ یہ ناکام رہے گا) ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

۳ میں خود اس شہر مکہ کی حرمت کو شہادت میں پیش کرتا ہوں۔ اور اس قانونِ تولید کو جس کی رُو سے' پرانی زندگی (باپ) سے ایک نئی زندگی (بیٹے) کی نمود ہوتی رہتی ہے' کہ یہی شہر' آخرالامر' تمہارے باطل نظام کی جگہ صحیح نظام خداوندی کا مرکز بن کر رہے گا۔

۴ بات یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا اس لئے کیا تھا کہ وہ (وحی کے تابع رہ کر) ایک متوازن زندگی بسر کرے اور اس طرح اپنی ذات میں توازن و تناسب پیدا کرے۔ (لیکن اس میں چونکہ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے)

۵ اس لئے وہ بجائے اس کے کہ وحی کی عائد کردہ پابندیاں اپنے اوپر عائد کرے' اس زعم باطل میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی قوت ہے ہی نہیں جس کے قوانین کی اطاعت اُسے کرنی چاہیئے۔ وہ اپنے آپ کو اقتدارِ اعلیٰ کا مالک سمجھ لیتا ہے۔

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾

---

۶ (وہ اس فریبِ نفس میں مبتلا رہتا ہے اور ہمارے نظام کی مخالفت میں اپنی دولت صرف کرتا رہتا ہے۔ لیکن) آخر الامر دیکھ لیتا ہے کہ اُس کی تدبیریں کس طرح ناکام رہ گئیں۔ وہ اُس وقت کفِ افسوس ملتا ہوا کہتا ہے کہ میں نے خواہ مخواہ اس قدر مال ضائع کر دیا۔

۷ کیا ایسا انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے' اس پر کسی کی نگاہ ہی نہیں؟ کوئی اُس سے پوچھنے والا ہی نہیں؟

۸ یہ اس کی غلط نگہی ہے۔ ہم نے اُسے ذرائع علم عطا کئے ہیں ---- دو آنکھیں'

۹ زبان اور دو ہونٹ۔ کہ وہ دنیا جہان کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور بات چیت سے اپنے شکوک و شبہات رفع کر کے' صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرے۔

۱۰ اس کے ساتھ ہی ہم نے اسے وحی کے ذریعے' صحیح اور غلط راستے' ابھار او نکھار کر بتا دیئے ہیں۔ (انسانی ذرائع علم اور وحی کی روشنی ---- دونوں)۔

اس سے' اس پر' اس کے اعمال کی ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے۔ اور یہی مطلب ہے' یہ کہنے کا کہ اسے کوئی دیکھنے والا بھی ہے' اور اس پر کسی کو قدرت بھی حاصل ہے۔

۱۱ ان دو راستوں میں سے ایک راستہ ذاتی مفاد پرستی کا ہے۔ یعنی جس طریق سے بھی ہو سکے' دوسروں کی محنت کا ماحصل غصب کر لینا اور یوں تن آسانی اور عیش پرستی کی زندگی بسر کرنا ---- انسان کی عقلِ حیلہ جو اس سے کہتی ہے کہ یہ راستہ بڑا آسان ہے۔ اُسے اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرا راستہ بڑا محنت طلب اور صبر آزما ہے۔ یوں سمجھو گویا یہ پہاڑ کی گھاٹی پر چڑھنا ہے جس میں قدم قدم پر انسان کی سانس پھول جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میں ہر قدم' انسان کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔

۱۲ یہ پہاڑ کی گھاٹی کا سا راستہ کیا ہے؟ اسے تمہیں خدا سے بہتر کون سمجھا سکتا ہے۔ سنو!

۱۳ یہ راستہ یہ ہے کہ انسان صرف اپنی فکر ہی نہ کرے' بلکہ جہاں دیکھے کہ کوئی انسانی گردن کسی دوسرے کے شکنجے میں جکڑی ہوتی ہے' اُسے اس سے آزاد کرائے۔ یعنی سب سے پہلا کرنے کا کام یہ ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں کوئی انسان کسی دوسرے کا محکوم

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

مطیع اور زیردست نہ رہے۔ ہر ایک گردن اٹھا کر چلے۔ ہر ایک کو جسمانی، ذہنی اور قلبی آزادی حاصل ہو۔ (اس پر قوانینِ خداوندی کے سوا کسی کی پابندی نہ ہو)۔

۱۴-۱۶ دوسرے یہ کہ جس دور میں مستبد قوتیں، رزق کے سرچشموں کو اپنی ملکیت میں لے کر عوام کے لئے بھوک اور درماندگی کو عام کردیں، وہ نظام اُن لوگوں کے رزق کی فکر کرے جو معاشرہ میں، ہزارہا انسانوں کے قریب رہتے ہوئے بھی، اپنے آپ کو تنہا اور بے یار و مددگار پائیں۔ یا ان لوگوں کے رزق کی، جنہیں اس حالت تک پہنچا دیا گیا ہو کہ وہ محض روٹی کی خاطر مٹی میں رُلتے رہیں (یعنی سرمایہ داروں کے محتاج رہ کر اُن کے لئے محنت و مشقت کے کام کرتے رہیں)۔

۱۷ یہ راستہ بڑا دشوار گذار اور یہ منزل بڑی کٹھن ہے۔ لیکن اس پر چل کر انسان اُن لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جو خدا کے نظامِ ربوبیت پر یقین رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ وہ اس باب میں ثابت قدم رہیں اور خدا کے عطا کردہ سامانِ نشو و نما میں دوسروں کو بھی شریک کریں۔

۱۸ یہ اُن لوگوں کا گروہ ہے جو صاحبِ یُمن و سعادت ہیں۔ انہیں ہر قسم کی برکات حاصل ہوں گی۔

۱۹ ان کے برعکس، جو لوگ ہمارے قوانین سے انکار کر کے، تن آسانی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اُن کے حصے میں ناکامیاں اور محرومیاں آتی ہیں۔

۲۰ یہ اس جہنمی معاشرہ میں رہتے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔ (اس دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ
وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸

---

۱ اس حقیقت پر شاہد ہے۔
آفتاب جہاں تاب اور اس کی ضیا باریاں۔

۲ چاند' اور اس کا روشنی مستعار لینے کے لئے سورج کے پیچھے پیچھے پھرنا۔

۳ دن' اور اس کی جلوہ فروشیاں۔

۴ رات' اور اس کی ظلمت انگیزیاں' جو ہر شے کو اپنی تاریکی کی چادر میں لپیٹ لیتی ہیں۔

۵ فضا کی بلندیوں میں اجرامِ فلکی اور جس انداز سے انہیں بنایا گیا ہے۔

۶ زمین' اور گول ہونے کے باوجود' اس کا اس طرح پھیلا ہوا اور کشادہ ہونا۔

۷ اور (خارجی کائنات سے نیچے اُتر کر) خود انسانی ذات' اور جس انداز سے اسے متوازن بنایا گیا ہے۔

۸ پھر اس کے اندر' جس انداز سے اس امر کی صلاحیت رکھ دی گئی ہے کہ یہ چاہے تو (غلط روش پر چل کر) اپنے اندر انتشار[له] پیدا کر لے اور چاہے اس انتشار سے محفوظ رہ کر مستحکم

[له] DISINTEGRATION OF HUMAN PERSONALITY.

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ إِذِ انْۢبَعَثَ أَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۵﴾

سے مستحکم تر ہوتی چلی جائے۔

۹ (انفس و آفاق میں کارفرما یہ تمام پروگرام اس حقیقت پر شاہد ہے کہ) جس نے اپنی ذات کی نشوونما کرلی' وہ کامیاب و کامران ہوگیا۔ اس کی کھیتی پروان چڑھ گئی۔ اسے زندگی کا مقصد حاصل ہوگیا۔

۱۰ لیکن جس نے اسے مفاد پرستیوں کے بوجھ تلے دبائے رکھا اور اُبھرنے نہ دیا' اس کی کشتِ حیات ویران ہوگئی۔ اس کا شعلۂ زندگی افسردہ ہوگیا۔ اس کی انسانی صلاحیتیں خوابیدہ کی خوابیدہ رہ گئیں۔ وہ اس چقماق کی طرح ہوگیا جس میں آتش افروزی کی صلاحیت تو ہو لیکن اس کی چنگاری کی نمود نہ ہوسکے' اور اس طرح وہ پتھر کا پتھر رہ جائے۔

۱۱ (اس حقیقت پر تاریخی واقعات بھی شاہد ہیں۔ مثلاً) قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اس قانون کو جھٹلایا۔

۱۲ اور اس کی مخالفت کے لئے وہ شخص' ان کے لیڈر کی حیثیت سے سامنے آیا' جو ان میں سب سے زیادہ شقی القلب اور بدبخت تھا۔

۱۳ اُن کے رسول نے ان سے کہا تھا کہ خدا کے عطا کردہ رزق کے سرچشموں کو 'ربوبیتِ عامہ' کے لئے کھلا رہنے دو ——— اس کی نشانی یہ ہے کہ اس اونٹنی کو ——— جس کے متعلق یوں سمجھو کہ یہ کسی فرد کی اونٹنی نہیں کہ اس کے مالک کی حیثیت سے اس کی حیثیت متعین کی جائے۔ یہ ——— "خدا کی زمین پر خدا کی اونٹنی ہے" ——— اسے اس کی باری پر پانی پینے دو۔ (۲۶/۱۵۵)؛ (۷/۷۳)۔

۱۴ انہوں نے اس بات کا وعدہ تو کرلیا لیکن پھر اپنے قول اقرار سے پھر گئے۔ اور اُس اونٹنی کو ہلاک کردیا۔ (اور یوں ثابت کردیا کہ وہ خدا کے نظامِ ربوبیت کی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے)۔

۱۵ تو ان کی اس روش کے نتیجہ میں' خدا کے قانونِ مکافات کا دمدمہ آیا اور انہیں تہس نہس کرکے زمین کے ساتھ ہموار کرکے رکھ دیا۔ (انہیں پیس کر خاکِ راہ گذر بنادیا)۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

۱۶ اور ایسا کرتے وقت وہ اس بات کے احساس سے قطعاً نہیں گھبرایا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس لئے کہ یہ بات ظلم اور ناانصافی کی نہیں تھی بلکہ ان کے اعمال کا فطری نتیجہ تھا جو ان کے سامنے آگیا (لہذا قانونِ خداوندی کے لئے اس میں تذبذب، اضطراب یا تاسف کی کوئی بات نہیں تھی۔ قانونِ عدل اس قسم کے جذبات سے بلند ہوتا ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا

---

۱ تم سلسلۂ کائنات پر غور کرو۔ بادی النظر میں یہ تمہیں متضاد عناصر کا مجموعہ نظر آئیگا۔ مثلاً ایک طرف رات ہے کہ اس کی تاریکی ہر شے پر پردے ڈال دیتی ہے۔ تو

۲ دوسری طرف دن ہے جس کا اُجالا ہر شے کو اُبھار کر سامنے لے آتا ہے۔

۳ جانداروں میں ایک طرف نر ہیں تو دوسری طرف مادہ جن کے طبیعی وظائف زندگی مختلف ہیں۔

۴ یہ سب تضاد تقسیمِ عمل کے لئے ہے۔ اسی تقسیمِ عمل کا نتیجہ ہے کہ تمہاری تمدنی زندگی میں تمہاری سعی و عمل کا رُخ بھی مختلف سمتوں کی طرف ہوتا ہے۔ اسی سے یہ مشینری بایں حسن و خوبی سرگرمِ کار رہتی ہے۔

(لیکن اگر تم یہ سمجھ لو کہ اس تقسیمِ عمل سے خود انسانیت مختلف طبقات میں بٹ جاتی ہے اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہیں رہتا تو یہ تمہاری نگاہ کا فریب ہے۔ اگر رات اور دن کے اختلاف اور نر اور مادہ کے امتیاز کو سطحی نظر سے دیکھو تو یہ الگ الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔ لیکن اگر تم سطح سے ذرا نیچے اُتر کر مشاہدہ کرو تو تمہیں صاف نظر آجائے گا کہ یہ سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں ــــ یہ ایک ہی اصل کی شاخیں اور ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ اسی طرح تقسیمِ عمل کے باوجود تمام نوعِ انسان ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے)۔

مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡیُسۡرٰی ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی ﴿۸﴾
وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰی ﴿۱۰﴾ وَ مَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡهُدٰی ﴿۱۲﴾
وَ اِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَۃَ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۱۳﴾ فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾

۵ لہٰذا' یاد رکھو۔ جو شخص تمام نوعِ انسان کو ایک وحدت سمجھ کر یہ روش اختیار کرتا ہے کہ اپنی محنت کے ماحصل کو دوسروں کی نشو و نما کے لئے دے' اور اس طرح معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کرنے سے محتاط رہے۔ (۹۲/۱۹ — ۱۸)۔

۶ اور اس کے توازن کو حسن کارانہ انداز سے قائم رکھ کر اپنے اس دعوے کو عملاً سچ کر دکھائے (کہ تمام انسان اصل کے اعتبار سے ایک ہیں)۔

۷ تو ہمارا قانونِ ربوبیت' اُسے زندگی کے مراحل نہایت آسانی سے طے کرائے جاتا ہے۔

۸ لیکن' اس کے برعکس' جو شخص سب کچھ سمیٹ کر اپنے ہی لئے رکھ لیتا ہے' اور یہ خیال کر لیتا ہے کہ میں خود مکتفی اور دوسروں سے بے نیاز ہوں ۔ مجھے کسی کی کیا پرواہ ہے۔ (۹۶/۷)۔

۹ اور اس طرح' معاشرہ کے توازن کی عملاً تکذیب کر کے اُسے بگاڑتا ہے۔

۱۰ تو ہمارا قانونِ مکافات' زندگی کی آسان راہوں کو اس کے لئے دشوار بنا دیتا ہے۔

۱۱ اور جب وہ اس طرح' تباہیوں کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ مال و دولت' جس کے بل بوتے پر اس نے اپنے آپ کو دوسروں سے مستغنی سمجھ رکھا تھا' اس کے کسی کام نہیں آتا۔ (۶۹/۲۸ ؛ ۱۱۱/۲)۔

۱۲ (اس نے یہ راستہ تنہا عقل کی رو سے اختیار کیا تھا' لیکن عقل انسانی اسے پیش پا افتادہ انفرادی مفاد کا حصول اور تحفظ سکھاتی ہے۔ اس سے آگے وہ جا ہی نہیں سکتی)۔ اس باب میں صحیح راہ نمائی صرف وحی کی رُو سے مل سکتی ہے۔

۱۳ اس لئے کہ وحی کے سامنے' انسان کے پیش پا افتادہ مفاد عاجلہ بھی ہوتے ہیں' اور مستقبل کی خوشگواریاں بھی۔ (۹۳/۴)۔

۱۴ لہٰذا' جو لوگ ہماری وحی کی راہ نمائی قبول نہیں کرتے (اے رسولؐ !) تو انہیں آگاہ کر دے کہ ان کی رَوش انہیں ایسی تباہی کی طرف لئے جا رہی ہے جس کی شعلہ سامانیاں سب کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گی۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

۱۵ اس تباہی کے جہنم میں وہی گرتا ہے جو ہمارے قوانین سے سرکشی اختیار کرتا ہے۔

۱۶ یعنی جو اِن کی تکذیب کر کے گریز کی راہیں نکالتا رہتا ہے۔

۱۷ لیکن جو ہمارے قوانین کی نگہداشت کرتا ہے وہ اس تباہی سے دُور رکھا جاتا ہے۔

۱۸ یعنی وہ جو عند الضرورت اپنا سب کچھ (ما-لہٗ) نوعِ انسان کی نشوونما کے لئے دیدیتا ہے اور اس طرح خود اس کی اپنی ذات کی بھی نشوونما ہو جاتی ہے۔ (۹/۱۱۱)۔

۱۹ وہ جو کچھ دوسروں کے لئے دیتا ہے تو اس لئے نہیں کہ اس پر کسی کا احسان تھا اور وہ اب اس احسان کا بدلہ اتار رہا ہے۔ بالکل نہیں۔ (۷۶/۹)۔

۲۰ وہ اسے صرف خدا کے متعین کردہ عالمگیر نظامِ ربوبیت کے قیام و استحکام کے لئے صرف کرتا ہے۔

۲۱ اس سے اس کی محنت اور کوشش صحیح نتائج سے ہم آغوش ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہی اس کا بہترین صلہ ہے جس سے اُسے حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾

۱-۳ (اس انقلاب کی آخری کامیابی میں جو تاخیر ہو رہی ہے تو اس سے' اے رسولؐ! تیرے دل میں اس قسم کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں کہ مجھ سے شاید کوئی ایسی بات سرزد ہو گئی ہے جس کی وجہ سے میرے نشوونما دینے والے نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور مجھ سے ناراض ہو گیا ہے- یہ بات بالکل نہیں) کیا تو نہیں دیکھتا کہ دن کی روشنی نمودار ہونے سے پہلے رات کی تاریکی کس طرح ہر شے کو اپنے دامن میں لپیٹ کر فضا کو ساکن و صامت کر دیتی ہے- اور سکوت و ظلمت کا یہ عرصہ کتنا طویل ہوتا ہے؟ یہ حقائق اس پر شاہد ہیں کہ:-

۴ تیرے پروگرام کے ابتدائی مراحل دشوار گذار اور ہمت طلب ہوں گے- لیکن آخر الامر یہ تیرے لئے ہر قسم کے خیر و برکت کا موجب ثابت ہو گا-

۵ اور زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ تیرے نشوونما دینے والے کا قانون ربوبیت تجھے اتنا کچھ دے گا جس سے تیری تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں گی-

۶ اس ضمن میں 'تم' اے رسولؐ! ذرا خود اپنی زندگی پر غور کرو- کیا یہ واقعہ نہیں کہ تو بے یار و مددگار اور تنہا رہ گیا تھا' تو خدا نے تیرے لئے حفاظت اور پناہ کا سامان پیدا کر دیا؟

۷ پھر کیا یہ بھی واقعہ نہیں کہ تو تلاش حقیقت میں حیران و سرگرداں پھر رہا تھا' تو اس نے

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿۸﴾ فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

بذریعہ وحی زندگی کے صحیح راستے کی طرف تیری راہ نمائی کردی؟

۸ اور کیا یہ بھی واقعہ نہیں کہ خدا نے تجھے ضرورت مند پایا تو اتنا کچھ دیا جس سے تو کسی کی مدد کا محتاج نہ رہا۔

۹ (تم نے دیکھا کہ تمہاری زندگی میں ہر مشکل مرحلے کے بعد کس طرح کشادگی کا پہلو سامنے آجاتا رہا؟ یہی کچھ، تمہاری اس دعوتِ انقلاب کے ساتھ بھی ہوگا۔ لہٰذا، تم ثبات و استقلال کے ساتھ اس پروگرام پر چلتے جاؤ تاکہ معاشرہ میں ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ) جو فرد بے یار و مددگار تنہا رہ جائے، اسے کوئی دبا اور دھتکار نہ سکے۔

۱۰ اور نہ ہی کوئی ضرورت مند ایسا حقیر سمجھا جائے کہ اربابِ ثروت کی جھڑکیاں اسے قابلِ نفرت مقام تک پہنچا دیں۔ (ان کے اس حقارت آمیز سلوک سے، اسے خود اپنی ذات سے نفرت پیدا ہو جائے)۔

۱۱ اس مقصد کے لئے کہ معاشرہ میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے، تم اس بات کا عام چرچا کرتے چلے جاؤ کہ خدا نے زندگی کی جو آسائشیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں، وہ اس لئے نہیں کہ ان پر ایک گروہ قابض ہو کر بیٹھ جائے اور عام انسانیت ان سے محروم رہ جائے۔ ان کے دروازے ہر ضرورت مند کے لئے یکساں طور پر کھلے رہنے چاہئیں۔ (۴۱/۱۰)۔

(یہ اس پروگرام کی پہلی اور نہایت اہم کڑی ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ

---

۱ (اے رسولؐ! اس نظام کے قیام میں جن مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے' اور اس کی آخری کامیابی میں جو تاخیر واقع ہو رہی ہے' اس سے اثر پذیر اور ملولِ خاطر ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ تم ذرا سوچو کہ نبوت ملنے سے پہلے' اور اس کے بعد کے ابتدائی مراحل میں تمہاری پریشانیوں اور تفکرات کا کیا عالم تھا۔ پہلے تم تلاشِ حقیقت میں سرگردان و پریشاں پھرتے تھے۔ تمہیں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی' اور کشاد کی کوئی راہ تمہارے سامنے نہیں کھلتی تھی) اس مقام پر ہم نے تمہیں وحی عطا کی جس سے زندگی کی تمام راہیں روشن ہو گئیں۔ تمہارے سینے میں اس قدر کشادہ پیدا ہو گئی کہ جو مہم پہلے ناقابلِ تسخیر نظر آتی تھی اس کا سر کرنا ممکن دکھائی دینے لگا۔ تمہاری ہمت بلند اور حوصلے وسیع ہو گئے۔ (۲۵/۲۰)۔

۲-۳ (پھر اس پروگرام کے ابتدائی مراحل میں' سختیٔ منزل اور تنہائی سفر کے احساس اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے تمہاری کمر ٹوٹ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ خدا نے تمہارے رفقا کی ایک جماعت پیدا کر دی اور اس طرح تمہارا وہ بوجھ بھی ہلکا ہو گیا۔

۴ (شروع شروع میں کیفیت یہ تھی کہ' کوئی شخص سنجیدگی سے تمہاری بات سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تھا' اور ہر طرف سے طعن و تشنیع کی دل خراش آوازیں سوہانِ روح ہوتی تھیں۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ) تیرا نام بڑی عزت و تکریم سے لیا جانے لگا۔ تیرا چرچا

ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾

(۱ ع ۱۹)

دُور دُور تک پھیل گیا۔ تو شرف و مجد انسانیہ کی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گیا۔ قرآن کا پیغام بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔

(۵) مکہ کی زندگی میں ابتدائی مشکلات کے بعد ہجرت کا پروگرام سامنے آیا۔ اس سے ان مشکلات میں آسانیاں پیدا ہو گئیں جن کا سامنا مکی زندگی میں کرنا پڑا تھا۔

(۶) اب مخالفین نے جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے جس سے نئی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ان مشکلات کے بعد بھی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی —— زندگی کا اصول یہ ہے کہ جو شخص مشکلات کو ہمت اور استقامت سے برداشت کر لیتا ہے، اس کے لئے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۷) لیکن ایک بات ابھی سے سن رکھو۔ تم یہ نہ سمجھ لو کہ جب تمہارا نظام یہاں قائم ہو جائیگا اور اس طرح موجودہ مشکلات کا دور ختم ہو جائے گا، تو تم اپنے فرائض سے فارغ ہو جاؤ گے ۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ایک نئی مہم شروع ہو گی۔ اس انقلاب کو قومی سے بین الاقوامی بننا ہے۔ اس لئے اس میں ساری دنیا کے ساتھ مقابلہ ہوگا۔ اس کے لئے بھی تمہیں جم کر کھڑا ہونا پڑے گا۔

(۸) لہٰذا، جب تم پچھلی مہم سے فارغ ہو جاؤ تو پھر خدا کے نظامِ ربوبیت کو مزید وسعت دینے کے لئے ایک تازہ مہم کے لئے تیار ہو جاؤ۔

لیکن اس سارے پروگرام میں ایک بلند حقیقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔ اور وہ یہ کہ ایسا نہ ہو کہ کامیابیوں کے بعد تمہاری توجہ کسی اور طرف منعطف ہو جائے۔ (عام ریفارمر یہی کیا کرتے ہیں۔ جب وہ اپنی دعوت کو لے کر اٹھتے ہیں تو بڑے بلند آہنگ اصول پیش کرتے ہیں، لیکن جب انہیں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے تو ان اصولوں کو بالائے طاق رکھ کسی اور ہی طرف چل نکلتے ہیں۔ یہ بہت بڑی فریب دہی ہے)۔ مشکلات ہوں یا کامیابیاں، تمہارا ہر قدم خدا کے متعین کردہ پروگرام کی طرف اٹھنا چاہیئے۔ اس راستے سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹنا چاہیئے۔ (۳ / ۱)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ﴿۵﴾

۱-۳ (حق و باطل کی یہ کشمکش، جو اے رسولؐ! تجھے اس وقت درپیش ہے، کوئی نئی بات نہیں۔ —— شروع سے یہی کچھ ہوتا رہا ہے اور یہی کچھ ہوتا رہے گا۔ انقلابِ خداوندی کی آواز جہاں، اور جب بھی اٹھی، مفاد پرست قوتوں —— مستبد حکمرانوں، سرمایہ داروں اور مذہبی پیشواؤں —— نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ) جب یہی آواز، نوحؑ کی زبان سے، کوہِ تین سے بلند ہوئی، تو اس کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔ اور جب اسی آواز کو، کوہِ زیتون سے مسیحؑ نے پیش کیا تو وہاں بھی یہی کچھ پیش آیا۔ جب اس انقلاب کو طور کی وادیوں میں موسیٰؑ لے کر اٹھا تو اس کے ساتھ بھی یہی گذری۔ اور اب، جب یہی دعوت اس بلدِ امین (یعنی امن و سلامتی کا مرکز بننے والے، مکہ- ۲/۱۲۶) سے اٹھی ہے، تو اس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔

۴ یہ کشمکش اس لئے ہوتی ہے کہ ہم نے انسان میں اس امر کی صلاحیت رکھ دی ہے کہ یہ اپنی ذات کی نشو و نما کر کے حسن کارانہ انداز سے بہترین توازن کی زندگی بسر کرے۔

۵ لیکن اس کی انفرادی مفاد پرستیاں اسے حیوانی زندگی کی پست ترین سطح پر لے جاتی ہیں۔ (آسمانی انقلاب اسے اُس پستی سے اٹھا کر انسانیت کی بلند سطح پر لانا چاہتا ہے لیکن

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

یہ بات مفاد پرستوں کی مصلحتوں کے خلاف جاتی ہے اس لئے ان دونوں میں تصادم ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ اس انقلاب کی رُو سے انسانوں کی ایک جماعت شرفِ انسانیت کے بلند ترین مقام پر پہنچ جاتی ہے' لیکن' ان کے بعد ان کی نسلیں' آہستہ آہستہ' دین میں آمیزش کرنے لگ جاتی ہیں اور اس طرح پھر سے حیوانیت کی اسی پست ترین سطح پر پہنچ جاتی ہیں —— یہی کیفیت اُس وقت ان مخاطبینِ عرب کی ہے)۔

۶ حیوانی زندگی کے اس پست مقام سے' انسانیت کی بلند سطح پر آنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان قوانینِ خداوندی کی صداقت پر ایمان لائے' اور اس کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہو۔ جب تک کوئی قوم اس پروگرام پر عمل پیرا رہے گی' وہ اس کے انسانیت ساز نتائج سے بہرہ مند ہوتی رہے گی۔ اور یہ کچھ انہیں بطور ان کے حق کے ملے گا۔ خیرات کے طور پر نہیں ملے گا۔ (۱۱ : ۱۰۸؛ ۸ : ۴۱)۔

۷ ان ابدی حقائق اور تاریخی شواہد کے بعد' وہ کون سی دلیل ہے جس کی بنا پر کوئی' ہمارے قانونِ مکافات کے بارے میں' تجھے جھٹلا سکتا ہے؟

۸ اور یہ قانونِ مکافات اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ آخری فیصلہ اسی کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ (اس لئے قرآنی نظام سے مراد ایسا مملکتی نظام ہے جس میں اقتدارِ مطلق (SOVEREIGNTY) قوانینِ خداوندی —— قرآن کریم —— کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی سے شرفِ انسانیت قائم رہتا اور انسان' حیوانیت کی پست سطح پر گرنے سے بچ سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ

۱ اے رسولؐ! تو اُس خدا کی صفتِ ربوبیت کا عام اعلان کردے' جو تمام اشیائے کائنات کا خالق ہے —— یہ اعلان کردے کہ جس خدا نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اسی نے سامانِ نشوونما کی بھی تخلیق کردی ہے۔

۲ لیکن اشیائے کائنات میں سے' انسان کی کیفیت سب سے الگ ہے۔ ایک طرف اس کی حالت یہ ہے کہ یہ مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ یعنی اس نے ایک دوسرے کے ساتھ مل جُل کر رہنا ہے۔ دوسری طرف اس کا یہ عالم ہے کہ (اگر یہ وحی کی راہ نمائی اختیار نہ کرے تو ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ) وہ سامانِ رزق کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ جائے' اور دوسروں کا خون چوستا رہے (۱۰۴/۱ ؛ ۱۹/۸۹)۔

۳ اس کشمکش کو دُور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام انسانوں کو اس نقطہ پر جمع کیا جائے کہ خدا نے اس قدر فراوانی سے سامانِ زیست پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس سے تمام افراد کی نشوونما ہو سکے۔ اس لئے تمہارا تمدنی اور معاشی نظام ایسا ہونا چاہیئے جو اس مقصد کو پورا کرے۔

۴ اس مقصد کے لئے خدا نے انسان کو اس کی استعداد بھی دی ہے کہ یہ تحریر کے ذریعے اپنے خیالات دُور دُور تک پہنچا کر' بُعدِ مکانی و زمانی کے باوجود' ایک دوسرے سے قریب

بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ﴿۶﴾ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ﴿۷﴾ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ﴿۸﴾ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿۹﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿۱۰﴾ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿۱۱﴾ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿۱۲﴾ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۱۳﴾ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾

ہوتا جائے اور اس طرح وحدتِ انسانیت کے لئے راستے ہموار کرتا چلا جائے۔

۵ پھر اُس نے اسے (وحی کے ذریعے) اُن حقائق کا علم بھی دیا ہے جنہیں یہ نہیں جانتا تھا۔

۶-۷ لیکن انسان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو وحی کی راہ نمائی سے مستغنی سمجھ کر' انفرادی مفاد پرستیوں کا نظام وضع کر لیتا ہے' جس میں' ہر وہ فرد جو کسی طرح زیادہ سمیٹ لیتا ہے' اپنے آپ کو دوسروں سے مستغنی سمجھنے لگ جاتا ہے' اور اس طرح وہ نوعِ انسان کی عالمگیر ربوبیت کے تصور سے سرکشی اختیار کر لیتا ہے۔

۸ لیکن وہ کتنی ہی سرکشی اختیار کیوں نہ کرے' اسے آخر الامر اس نظام کی طرف آنا پڑے گا۔ اس لئے کہ اس کے سوا اس کی مشکلات کا کوئی حل نہیں۔

۹ کیا تو نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ جو انسان وحی سے سرکشی اختیار کر لیتا ہے' اس کی **۱۰** کیفیت کیا ہو جاتی ہے؟ وہ نہ صرف' خود قوانینِ خداوندی سے بے راہ روی اختیار کرتا ہے بلکہ جو شخص اُن قوانین کے پیچھے چلتا ہے' اس کے راستے میں سنگِ گراں بن کر حائل ہو جاتا ہے۔

۱۱-۱۲ ذرا سوچو کہ اگر ایک شخص راہِ راست پر چل رہا ہے' اور دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ وہ قوانینِ خداوندی کی نگہداشت کریں (اور اس طرح عدل و احسان کا نظام قائم کریں) تو کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ اُسے اس سے روکے

۱۳ اور لوگوں سے کہے کہ اس شخص کا' عالمگیر ربوبیت کا' دعوٰے بالکل جھوٹا ہے۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے' نہ ہو سکتا ہے ـــــ لوگوں میں اس قسم کا پروپیگنڈہ کرے' اور انسانیت کی ترقی کی راہیں مسدود کر کے' انہیں رجعت پسندانہ مسلک اختیار کرنے کی تلقین کرے۔

۱۴ کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ خدا کا قانونِ مکافات اس کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے!

۱۵ (کیا وہ یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ وہ اسی طرح کرتا چلا جائے گا اور کوئی اسے روکنے والا ہی

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿۱۹﴾

(۱ ع ۱۹ ۲۱)

نہیں ہوگا؟) ہرگز نہیں! ــــ اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہ آیا تو خواہ وہ کیسا ہی صاحبِ قوت کیوں نہ ہو، ہم اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے اس طرح پکڑیں گے کہ وہ ہِل نہیں سکے گا۔

۱۶ یہ جھوٹ بولنے والا ــــ نظامِ ربوبیت کے تصور کو جھٹلانے والا ــــ ہمارے قوانین سے سرکشی اختیار کرنے والا، خطاکار مجرم ۔ یہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رہا ہے۔

۱۷ اس سے کہو کہ وہ (میدان میں آئے۔ اور اپنے ساتھ) اپنے حمائیتیوں کو بھی بلا لے۔

۱۸ دوسری طرف، ہم بھی اُنہیں آواز دیں گے جو حق و صداقت کی مدافعت کے لئے ہر مخالفت کا مقابلہ کرنے کو تیار بیٹھے ہیں تاکہ وہ، اِن مخالفین کو، دھکیل کر پیچھے ہٹا دیں۔

۱۹ لہٰذا، اے رسولؐ! تجھے اس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ تو ان لوگوں سے کسی قسم کی مفاہمت کرے۔ (متضاد نظریاتِ زندگی میں مفاہمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تیرے لئے کرنے کا کام یہی ہے کہ) تو قوانینِ خداوندی کی زیادہ سے زیادہ اطاعت کئے جا۔ اس طرح تیرا ہر قدم تجھے منزلِ مقصود سے قریب تر کرتا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④

۱ — ہم نے اس قرآن کو' اُس وقت جبکہ ساری دنیا وحی کی روشنی سے محروم ہو کر' تیرہ وتار ہو چکی تھی' نئی اقدار اور نئے پیمانے دے کر' نازل کیا۔ لہذا' جس رات میں اس کے نزول کا آغاز ہوا' وہ ایک جہانِ نَو کے نمود کی رات تھی۔ (۲/۱۸۵ ; ۱۴/۱ ; ۴۴/۳-۱ ; ۹۷/۱-۸/۱۹)۔

۲ — تجھے خدا سے بڑھ کر اور کون بتا سکتا ہے کہ یہ نئی اقدار اور نئے پیمانوں کی شب' جس میں یہ نازل ہوا ہے' کس قدر باعظمت ہے۔

۳ — یہ ایک رات' اُس زمانے کے ہزار ہا مہینوں سے بہتر اور افضل ہے' جس میں دنیا وحی کی روشنی سے محروم تھی۔

۴ — یہ رات درحقیقت نقیب اور طائرِ پیش رس ہے اُس دَور کی جو نزولِ قرآن کے بعد آنے والا ہے۔ اُس دَور کی خصوصیت یہ ہوگی کہ رفتہ رفتہ' آہستہ آہستہ' بتدریج' قانونِ خداوندی کے مطابق' کائناتی قوتیں (فطرت کی قوتیں) اور وحیِ خداوندی[1] ہم آہنگ ہوتی چلی جائیں گی۔

[1] الرّوح وہ الوہیاتی توانائی ہے جو عالمِ امر میں تدبیرِ امور کرتی ہے۔ یہی الوہیاتی توانائی' قلبِ نبوی پر وحی کا نزول کرتی تھی' اس اعتبار سے خود وحی کو بھی الرّوح کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے' نفسِ مضمون کے پیشِ نظر' کسی جگہ الرّوح سے الوہیاتی توانائی مراد لی ہے اور کسی جگہ خود وحیِ خداوندی۔ (دیکھئے۔ ۱۶/۲ ; ۴۲/۵۲ ; ۸۵-۱۶/۸۴ ; ۹۷-۲/۸۷ ; ۳۲/۱۹۳ ; ۲۶/۴ ; ۳۸/۴۸)۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

انسان فطرت کی قوتوں کو مسخر کرتا جائے گا' اور رفتہ رفتہ ان کا استعمال' وحی خداوندی کی روشنی میں' انسانیت کی ربوبیت عامہ کے لئے ہونے لگے گا ——— اور اس طرح' فساد انگیزیوں اور خوں ریزیوں کی جگہ' زندگی کے ہر گوشے میں' امن وسلامتی کی فضا عام ہوتی جائے گی۔

۵ یوں' دنیا سے ہر قسم کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور آخر الامر" زمین اپنے نشو ونما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔" (۳۹/۶۹ ؛ ۶/۸۳)۔
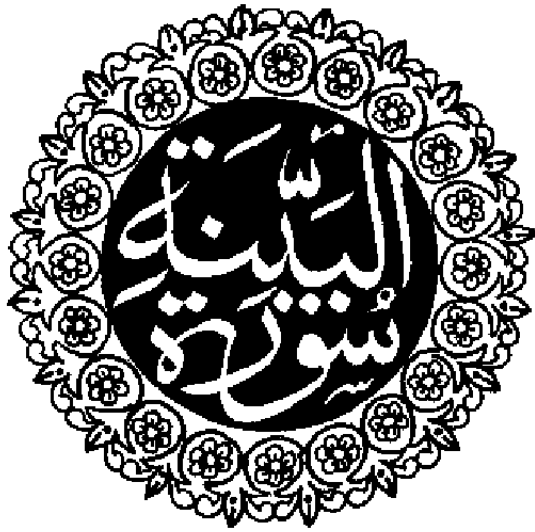
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً ۝۲ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

---

۱ یہ لوگ جو اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں، لیکن درحقیقت خدا کے دین کے منکر (اور اپنے خود ساختہ مذہب کے پیرو) ہیں۔ اور یہ مشرکین عرب جو کسی آسمانی کتاب کے مدعی ہی نہیں، ان زنجیروں سے کبھی آزادی حاصل نہیں کر سکتے تھے جن میں یہ جکڑے چلے آرہے تھے، جب تک ان کی طرف واضح طور پر وحیِ خداوندی نہ آجاتی۔ (یہ وحی اب قرآن کی شکل میں آگئی ہے اور اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ انہیں ان زنجیروں سے آزاد کرا دے جن میں انہوں نے اپنے آپ کو جکڑ رکھا ہے۔)۔ ($\frac{۷}{۱۵۷}$)۔

۲ انہیں یہ وحی اس رسولؐ کی وساطت سے ملی ہے جو اُن صحائف (قرآنی آیات و سُوَر) کو، جو ہر طرح کے نقائص اور عیوب سے پاک ہیں، لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

۳ یعنی اس قرآن کو جس میں خدا کے غیر متبدل قوانین اور محکم اور مستقل اقدارِ زندگی درج ہیں۔

۴ لیکن ان اہلِ کتاب کی حالت یہ ہے کہ (بجائے اسکے کہ یہ) ایسے واضح حقائق کے آجانے کے بعد (قرآن پر ایمان لاکر وحدتِ انسانیہ کی راہیں ہموار کرتے) انہوں نے اُلٹی تفرقہ

مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ رَبَّهٗ ۝

کی راہ اختیار کر لی۔

۵ حالانکہ قرآن میں اس کے سوا اور کیا تعلیم پیش کی گئی ہے کہ لوگ اطاعت اور محکومیت صرف قوانینِ خداوندی کی اختیار کریں۔ اس کے سوا کسی اور کو اپنا حاکم تسلیم نہ کریں۔ اور ہر طرف سے ہٹ کر اس ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں۔ نظامِ صلوٰۃ قائم کریں اور نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچائیں۔ بس یہی وہ محکم نظامِ زندگی ہے جو انسانیت کے قیام کا ضامن ہو سکتا ہے۔

۶ لیکن اہلِ کتاب نے اس باب میں، مختلف راستے اختیار کر لئے۔ بعض نے اس دین کو قبول کر لیا، اور دوسروں نے اس سے انکار کر دیا۔ یہی صورت مشرکین نے بھی اختیار کی۔ سو ان میں سے جنہوں نے اس نظام کی صداقت سے انکار کیا ہے، ان کا انجام ایسی تباہی ہوگا جس میں سب کچھ جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (یعنی اس تباہی کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا)۔

یہ زندگی بدترین خلائق کی زندگی ہے۔

۷ ان کے برعکس، جو لوگ اس نظام کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور خدا کے متعین کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہیں، ان کی زندگی بہترین خلائق کی زندگی ہے۔

۸ ان کے حسنِ عمل کے نتائج، خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق، ان کے سامنے آجائیں گے۔ وہ ایسے جنتی معاشرہ میں رہیں گے جس کی شادابیوں میں کبھی کمی واقع نہیں ہوگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کیونکہ اس کا سلسلہ موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جائے گا) یہ اس لئے کہ انہوں نے قوانینِ خداوندی سے ہم آہنگی اختیار کر لی تو ان کے اعمال کے نتائج ان وعدوں کے مطابق مرتب ہو گئے جو ان سے خدا نے ان سے کئے تھے۔

اور یہ سب اس لئے ہوا کہ یہ لوگ بڑے عاقبت اندیش تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر انہوں نے قوانینِ خداوندی کے مطابق زندگی بسر نہ کی تو اس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ⑦

---

۱ جب وہ انقلابِ عظیم آئے گا جس میں انسان کا موجودہ غلط تمدّنی نظام تہ و بالا ہو جائے گا۔

۲ وہ مستبد قوتیں جو اس وقت زمین کی چھاتی پر سنگِ گراں بن کر بیٹھی ہیں نکال باہر کی جائیں گی۔

۳ اور وہ انسان جس کے تصوّر میں بھی اس قسم کا انقلاب نہیں آسکتا اور وہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ ایسے صاحبِ قوت و ثروت مستبد لوگوں اور قوموں کا ایسا حشر ہو سکتا ہے' حیران و ششدر رہ جائے گا کہ ایسا تغیر کس طرح واقع ہو گیا!

۴ اس وقت تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی۔ اقوامِ سابقہ کی سرگذشتیں' زندہ حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی۔

۵ اور یہ سب کچھ خدا کے قانون کے عین مطابق ہوگا۔

۶ اس وقت ایک نئے نظامِ عدل کی بساط بچھے گی۔ مجرم اور شریف انسان الگ الگ ہو جائیں گے۔ (۳۶/۵۹)۔ اور ہر گروہ کے اعمال کے نتائج نمایاں طور پر سامنے آجائیں گے۔

۷ جو ذرّہ برابر بھی قانونِ خداوندی کا اتباع کرے گا' اس کے حسنِ عمل کا خوشگوار نتیجہ

وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝۸

اس کے سامنے آجائے گا۔

۸ اور جو ذرہ برابر قانون کی خلاف ورزی کرے گا، اس کی سزا پائے گا۔

یہ سب کچھ اس دنیا میں بھی ہوگا جب قرآنی نظام قائم ہوگا (جیسا کہ نبی اکرمؐ کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہوگا)۔ اور آخرت میں بھی، جب انسان کا ہر عمل نتیجہ بن کر سامنے آجائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴

۱ ذرا ان لوٹ مار کرنے والے ڈاکوؤں اور قزاقوں کو دیکھو۔ لوگ اطمینان سے گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں کہ یہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

۲ گھوڑوں کو اس تیزی سے دوڑاتے ہیں کہ ان کے سموں سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔

۳ معلوم نہیں یہ کتنی دُور سے آتے ہیں لیکن عین صبح کے وقت جب سونے والوں پر نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے یہ لُوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لئے آ پہنچتے ہیں۔

۴ اور ایسا گرد و غبار اڑاتے ہیں کہ اس سے وحشت طاری ہو جائے اور کوئی چیز صاف دکھائی نہ دے۔

(نوٹ) اس سورۃ کی پہلی پانچ آیات میں قرآن کریم نے اس کی تصریح نہیں کی کہ ان میں کن جماعتوں کا ذکر ہے۔ ہم نے آیت ۶ اور اس کے بعد کی آیات کے مضمون کی نسبت سے ان سے مراد وہ جماعتیں لی ہیں جو لوٹ مار کرنے کے لئے یورش کیا کرتی تھیں ـــــــ اور یہ جاہلیت عرب کے معاشرہ کا عام معمول تھا۔ لیکن اگر ان سے مراد مجاہدین کی جماعتیں ہوں جو مفسدین کی سرکوبی کے لئے یورشیں کرتی تھیں تو یہ آیات ان کی تگ و تاز کی تحسین کے لئے ہوں گی۔ اور آیاتِ مابعد سے ان کا ربط یوں ہوگا کہ انہیں یہ کچھ اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ انسان کو اگر علی حالہٖ بے باک چھوڑ دیا جائے تو وہ سب کچھ اپنے لئے سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے جس سے کمزور لوگ نانِ شبینہ تک کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ انہیں اس غلط روش سے روکنے کے لئے آخری

(بقیہ نوٹ اگلے صفحے پر دیکھئے)

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝

(۵) اور اس طرح ان سونے والوں کی جمعیت کے اندر گھس کر طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

(۶-۸) انسانوں کی لوٹ مار کی یہ عادت کس بات کی شہادت دیتی ہے؟ اس بات کی کہ یہ مال و دولت کی ہوس میں دیوانہ ہو کر انسانیت کے تمام آئین و ضوابط کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ یہ بجائے اس کے کہ اپنی قوتِ تخلیق سے سامانِ رزق میں اضافہ کرے، دوسروں کی محنت کی کمائی لوٹ کر سب کچھ اپنے لئے سمیٹ لینا چاہتا ہے اور اس طرح خدا کے نظامِ ربوبیت کی ناقدر شناسی کرتا ہے —— پھر تماشہ یہ کہ یہ اپنی اس ذہنیت کا کبھی اعتراف نہیں کرتا بلکہ اپنی لوٹ مار اور سلب و نہب کو اس رنگ میں پیش کرتا ہے گویا یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔ حالانکہ اس کی زندگی خود اس کی شہادت دیتی ہے کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ وہ ہوسِ زر کے لئے ایسا کرتا ہے —— وہ ہوس جس کی کوئی حد اور کنارہ ہی نہیں۔ ($\frac{۱۰۲}{۱}$)۔

(۹-۱۰) کیا اُسے اس کا علم نہیں کہ ہمارا قانونِ مکافات ہر چھپی ہوئی بات کو کرید کر نکال لیتا ہے۔ وہ انسان کے دل میں گزرنے والے خیالات تک کو پوست کندہ شکل میں سامنے لے آتا ہے۔ انسان لاکھ کہے کہ وہ یہ کچھ مال کی محبت کی وجہ سے نہیں کرتا تھا، بلکہ اس کا مقصد کچھ اور تھا، لیکن ہمارا قانونِ مکافات اس کے ہر مخفی ارادے کو بے نقاب کر دے گا۔

(۱۱) یہ مخفی ارادے بے نقاب تو ہوں گے نتائجِ اعمال کے ظہور کے وقت، لیکن خدا کو ان کا آج بھی علم ہے۔ وہ اس وقت بھی جانتا ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہوتا ہے اور وہ ظاہر کیا کرتا ہے —— (کوئی زرپرست اس کا اعتراف نہیں کرے گا کہ وہ ہوس و حرص کی وجہ سے دولت اکٹھی کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے ہزار خوش آیند وجوہِ جواز پیش کرے گا۔ لیکن یہ سب فریبِ نفس ہے۔ وہ وقت آئے گا جب یہ لوگ اپنے عزائم کو چھپا نہیں سکیں گے۔ دنیا ان سے اچھی طرح واقف ہو جائے گی)۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ نوٹ) صورت یہی ہے کہ جہاد (قتال) کے ذریعے ان کی قوت کو توڑا جائے۔ مجاہدین کی جماعتیں، اور ان کے وفا کیش گھوڑے اسی مقصد کے لئے یورشیں کرتے اور اپنی جان تک لڑا دیتے ہیں —— گھوڑے "اپنے رزق دینے والے آقا" کے اس قدر وفا شعار! اور انسان اس قدر ناشکر گزار! یا للعجب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ

---

۱ ہاں! وہ کھڑکھڑا دینے والا انقلاب، وہ ہنگامہ خیز تصادم (جو عنقریب رونما ہونے والا ہے)۔

۲ کس قسم کا لرزہ انگیز ہوگا وہ انقلاب؟ (۶۹/۱)

۳ اس کے متعلق تمہیں خدا سے بہتر اور کون بتا سکے گا کہ اس انقلاب میں کیا ہوگا۔

۴ اُس وقت عوام کی تو یہ حالت ہوگی جیسے منتشر پروانے۔

۵ اور اُن کے بڑے بڑے لیڈروں کا یہ عالم گویا وہ دُھنی ہوئی اُون یا روئی کے گالے ہیں جو فضا میں اُڑ رہے ہیں۔

۶-۷ لیکن یہ انقلاب محض ایک ہنگامہ یا فساد نہیں ہوگا۔ یہ موجودہ باطل کے نظام کی جگہ عدل و انصاف کا نظام قائم کرے گا جس میں ہر شخص کا مقام اس کے اعمال کے مطابق متعین ہوگا۔ جس شخص کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا، اس کی زندگی اس کی حسین آرزوؤں کے مطابق خوش آئند ہوگی۔

۸-۹ لیکن جس کا وہ پلڑا ہلکا ہوگا، وہ ذلت کی پستیوں میں گر جائے گا، جہاں اسکی

خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا هِيَهۡ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

یہ حالت ہوگی کہ اس کا دل و دماغ کچھ کام نہیں دے گا اور وہ پریشاں حال مارا مارا پھرے گا۔
یہ ذلت کی پستیاں کیا ہوں گی ؟

بس یوں سمجھو کہ شعلہ خیز آگ جو متاعِ انسانیت کو راکھ کا ڈھیر بنا کر رکھ دے۔ انسان کے سرکش اور بیباک جذبات، جو وحی کے تابع نہ رہیں، ایسا ہی نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ﴿۲﴾ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ﴿۶﴾

---

۱ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو تمہیں انسانیت کی صحیح منزلِ مقصود کی طرف سے یکسر غافل کر دیتی ہے؟ وہ چیز ہے مال و دولت اور جاہ و منصب میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی ہوس۔ (۵۷/۲۰ ؛ ۳۴/۳۴)۔

۲ اگر تم اپنی طلب کو، اپنی ضروریات پورا کرنے تک محدود رکھو تو اس کی ایک حد ہوگی۔ لیکن جب جذبۂ محرکہ ایک دوسرے سے آگے نکل جانا ہو، تو اس کی کوئی حد ہی نہیں ہو سکتی۔ اس جذبہ کے ماتحت کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ جتنا حاصل کرتے جاؤ اتنی ہی ہوس بڑھتی جاتی ہے۔ حتّٰی کہ انسان قبر کے گڑھے تک جا پہنچتا ہے۔

۳ یہ بات ایسی نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔ اگر جذبات سے ہٹ کر ذرا عقل و فہم سے کام لو، تو تم بہت جلد جان لو کہ یہ روش کس قدر تباہ کن ہے۔

۴ ہاں! تم اس طرح بہت جلد جان سکتے ہو کہ اس روش کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

۵-۶ اور اگر تم ذرا اور گہرائی میں اتر کر غور کرو تو تم، اُس جہنم کو جس کی طرف انسان کی یہ روش لے جاتی ہے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ سکتے ہو۔ (۲۹/۵۴ ؛ ۴۹/۳۶ ؛ ۴۲/۱۲)۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

۷ لیکن تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم غور و فکر سے کام نہیں لو گے بلکہ اندھا دھند اپنی موجودہ روش پر چلتے جاؤ گے تا آنکہ تم اس جہنم کے اندر جا گرو اور اس طرح اُسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو۔

۸ اُس وقت تم سے پوچھا جائے گا کہ خدا کی ان نعمتوں کو جنہیں اس نے تمام نوعِ انسان کی پرورش کے لئے عطا کیا تھا، تم محض اپنی ہوس کی تسکین کی خاطر سمیٹتے کیوں چلے جاتے تھے! تم سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے قصرِ تعیش کی رنگینیوں میں کس کس کے خون کی سُرخی شامل تھی۔ جو کچھ تم نے سمیٹا تھا، وہ کس کی محنت کا ماحصل تھا اور تمہیں اسے غصب کر لینے کا کیا حق حاصل تھا۔ (۱۴/۲۱)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا

---

۱ ۲ زمانہ — یعنی انسانیت کی تاریخ — اس حقیقت پر شاہد ہے کہ انسان کی کوششیں ہمیشہ ناکام رہی ہیں۔ اس کی محنت اکارت گئی ہے۔ وہ ہر مقام پر خاسر و نامراد رہا ہے۔ وہ اپنے مقصد کو کبھی نہیں پا سکا۔

۳ لیکن اس میں ایک استثنا ہے' یعنی ایسے لوگ بھی ہیں جو کامیاب و کامران رہے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟

وہ لوگ جو خدا کی طرف سے عطا کردہ مستقل اقدار اور غیر متبدل اصولِ حیات کی محکمیت پر یقین رکھتے ہیں۔

لیکن صرف یقین ہی نہیں رکھتے — محض یقین رکھنا تو کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا — ان پر یقین رکھتے ہیں اور پھر ان کے مطابق ایسے کام کرتے ہیں جو انسانوں کے الجھے ہوئے معاملات کو سنوار دیں' اور معاشرہ میں ہمواریاں پیدا کر دیں۔ جس سے تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہو جائے۔

لیکن یہ کام انفرادی طور پر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اجتماعی طور پر ہی سرانجام پا سکتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ جماعتی زندگی بسر کرتے ہیں جس میں ہر فرد اپنا فریضہ اتنا ہی نہیں سمجھتا کہ جو کام اس کے ذمے لگا دیا گیا تھا' اس نے اسے پورا کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے بھی کہتا

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ہے کہ وہ بھی اپنا حق ادا کریں اور جس قدر مشکلات ان کے راستے میں آئیں' ان کا مقابلہ ثبات اور استقامت کے ساتھ کریں۔ ان کی ایک دوسرے کو حق اور استقامت کی تلقین' خود ان میں باہمی ربط و ضبط کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ وہ مسلسل و متواتر اس روش پر گامزن رہتے ہیں' اور اس طرح' آنے والی نسلوں کے لئے' زمانہ کی ریگ رواں پر اپنے نقوش قدم ثبت کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہی وہ جماعت ہے جو کامیاب و کامران زندگی بسر کرتی ہے۔ دوسرے انسانوں کی زندگی ناکامیوں اور نامرادیوں کی حسرت انگیز داستانوں کے سوا کچھ نہیں۔ تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں۔
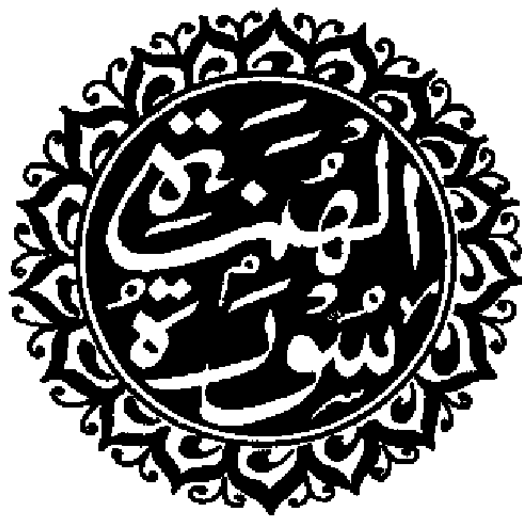
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ① الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ② يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ③ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ

فِي الْحُطَمَةِ ④ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ⑥ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ⑦

۱-۲ (اے رسولؐ! تم ان لوگوں سے برملا کہہ دو کہ) وہ شخص تباہ و برباد ہو کر رہے گا جس کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہو کہ دولت اکٹھی کرتا رہے اور پھر گنتا رہے کہ اب کتنا روپیہ جمع ہو گیا اور اب کتنا — یعنی وہ ننانوے کے پھیر میں پڑ جائے (۱۸/۱۰)۔ ایسے شخص کی ذہنیت یہ ہو جاتی ہے کہ اگر قوم میں کوئی مصلح پیدا ہو جو سرمایہ داری کے نظام کے خلاف کچھ کہے تو یہ اس میں ہزار عیب نکالے گا' نکتہ چینی کرے گا' طعن و تشنیع تک اتر آئے گا' کوشش کرے گا کہ اس کے ساتھیوں میں پھوٹ پیدا کر دے۔

۳ اس سے پوچھو کہ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ مصیبتوں سے بچاتا رہے گا!

۴ اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کا زعم باطل ہے۔ اس کے اس مال کو' ناکارہ شے کی طرح' اس تباہی کے جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی اور یوں وہ کسی کام کا نہیں رہے گا۔ (۹/۳۵)۔

۵ تجھے خدا سے بڑھ کر اور کون بتا سکتا ہے کہ یہ تباہی کا جہنم کیا ہے؟

۶-۷ یہ خدا کے قانونِ مکافات کی بھڑکائی ہوئی وہ آگ ہے جس کے شعلے دلوں کو

إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

۸-۹ یہ آگ ان بڑے بڑے ستونوں میں بند کر کے رکھی ہوئی ہے جنہیں یہ لوگ (اپنی غلط نگہی اور خود فریبی سے) زندگی کے سہارے اور حیاتِ جاوید کے آسرے سمجھے بیٹھے ہیں۔ (یعنی ان کا مال و دولت، جس پر انہیں اس قدر بھروسہ ہے، خود ہی وہ آگ ہے جو ان کی متاعِ حیات کو جلا کر راکھ بنا دے گی۔ آسمانی انقلاب میں سرمایہ داروں کی تباہی ان کے اپنے مال و دولت کی وجہ سے ہو جاتی ہے جسے وہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی آگ میں آپ جل کر بھسم ہو جاتے ہیں)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ۝۱ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍ ۝۲ وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ۝۳ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ۝۵

(۱) (ع) (۳۰)

۱ (اگر یہ مخالفین اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کی اتنی بڑی قوت کو کون شکست دے سکتا ہے' تو ان سے کہو کہ) کیا تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا کہ تمہارے نشوونما دینے والے نے اس لشکر کا کیا حشر کر دیا تھا جو تم پر ہاتھی لے کر حملہ آور ہوا تھا؟

۲ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ خدا نے ان کی خفیہ تدبیر کو کس طرح ناکام بنا کر رکھ دیا تھا۔

۳ (انہوں نے پہاڑ کے دوسری طرف ایک غیر مانوس خفیہ راستہ اختیار کیا تھا تاکہ وہ تم پر اچانک حملہ کر دیں۔ لیکن) چیلوں اور گدھوں کے جھنڈ (جو عام طور پر لشکر کے ساتھ ساتھ اڑتے چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں فطری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت سی لاشیں کھانے کو ملیں گی) ان کے سر پر منڈلاتے ہوئے آ گئے اور اس طرح تم نے دور سے بھانپ لیا کہ پہاڑ کے پیچھے کوئی لشکر آ رہا ہے (یوں ان کی خفیہ تدبیر طشت از بام ہو گئی)۔

۵-۴ چنانچہ تم نے پہاڑ پر چڑھ کر ان پر سخت پتھراؤ کیا اور اس طرح اس لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔ (یعنی ان کا کچومر نکال دیا)۔

(یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ جب اتنے بڑے لشکر کو یوں شکست مل گئی تھی تو تم کس گنتی شمار میں ہو۔ تمہاری خفیہ تدابیر بھی ناکام رہ جائیں گی)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ڏ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

(۱) (۲) (۳۱)

۱-۲ قریش کعبے کے متولّی ہیں' اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی عزت وعظمت ہے۔ اسی عظمت و احترام کا نتیجہ ہے کہ ہمسایہ قبائل اور ممالک نے ان سے عہد و پیمان کر رکھے ہیں کہ ان کے قافلوں کو کوئی نہیں لوٹے گا۔ چنانچہ یہ سردی اور گرمی' سال بھر اپنے تجارتی قافلے مسلسل اِدھر اُدھر بھیجتے رہتے ہیں' اور وہ ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

۳-۴ کعبے کے متولّی ہونے کی وجہ سے قریش کو اس قدر فوائد حاصل ہیں لیکن جس مقصد کے لئے انہیں اس کا متولّی بنایا گیا تھا' انہوں نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ انہیں خدا نے بھوک اور خوف سے نجات دلائی تھی' تاکہ یہ اس طرح مامون اور مطمئن ہو کر کعبے کو نظام خداوندی کا مرکز بنائیں —— (لیکن انہوں نے اسے یاترا کا تیرتھ بنا کر رکھ دیا اور خود اس کے مہنت بن گئے)۔

یہ غلط ہے۔ انہیں چاہیئے کہ یہ اُس گھر کے مالک (یعنی خدا) کے قوانین کی اطاعت کریں' جس گھر کے ساتھ نسبت نے انہیں یہ مقام عطا کر رکھا ہے۔ (یہ کام اب اس جماعت کے ہاتھوں سرانجام پائے گا جو اس مقصد کے لئے متشکل کی جا رہی ہے)۔

—— ربط باہمی ——

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝۳ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝۴

---

۱ کیا تم نے اس شخص کی حالت پر بھی غور کیا جو زبان سے تو اسلام کا اقرار کرتا ہے لیکن عملاً دین کی تکذیب کرتا ہے۔ یعنی اس کا طرزِ عمل اس امر کی دلیل ہے کہ اگر دین داری یہی ہے جس کا مظاہرہ اس کے اعمال سے ہوتا ہے' تو پھر دین کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے۔ (۲۳/۴۳ ؛ ۹۵/۷ ؛ ۴۵/۳۲—۳۳)۔

۲-۳ (دین کا مقصد یہ تھا کہ معاشرہ میں جو شخص بے یار و مددگار رہ جاتے اسے محسوس تک نہ ہونے پائے کہ وہ تنہا اور بے کس ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے' کسی کی کوئی ضرورت رُک جائے تو اُسے فوراً پورا کر دیا جائے۔ لیکن) اس دیندار کی حالت یہ ہے کہ جو شخص بے یار و مددگار رہ جائے' یہ اُسے دھکے دیتا ہے' اور محتاجوں کی مدد نہ خود کرتا ہے' نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ (۸۹/۱۰ ؛ ۶۹/۳۴)۔

۴ کام تو ایسے کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو "دیندار" ظاہر کرنے کے لئے نمازیں بہت پڑھتا ہے۔ اسی قسم کے نمازی ہیں جن کی نمازیں ان کی تباہی کا باعث بن جاتی ہیں' اس لئے کہ یہ نمازیں پڑھ کر اپنے آپ کو فریب دے لیتے ہیں (یا دوسروں کو فریب دیتے ہیں)

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

کہ یہ بڑے متقی پرہیزگار ہیں۔

۶-۵ انہیں اس کا پتہ ہی نہیں کہ صلوٰۃ کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد تھا ایک ایسے معاشرہ کا قیام جس میں تمام افراد، قوانین خداوندی کا اتباع کریں اور عالمگیر انسانیت کو سامان نشوونما بہم پہنچیار ہے۔ یہ اس کی اس غرض وغایت سے تو غافل رہتے ہیں اور اسکے محسوس ارکان (قیام، رکوع، سجود وغیرہ) کی ادائیگی کے بعد سمجھ لیتے ہیں کہ ہم فریضۂ خداوندی سے سبکدوش ہوگئے (۹/۴۸)۔

۷ ان کی اس خود فریبی کا نتیجہ ہے کہ یہ ایک طرف نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور دوسری طرف رزق کے اُن سرچشموں پر، جنہیں بہتے پانی کی طرح ہر ایک کی ضروریات کے لئے کھلا رہنا چاہیئے، بند لگا کر ان پر اپنا قبضہ جما لیتے ہیں اور اس طرح ضرورتمندوں کو سامانِ زیست سے محروم کر دیتے ہیں۔ (یوں یہ تکذیب دین کرتے اور ننگ اسلام بنتے ہیں)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ②

۱ اے رسولؐ! ہم نے تجھے قرآن جیسی نعمت عطا کی ہے جو سرچشمہ ہے دنیا بھر کی بھلائیوں اور خوشگواریوں کا۔ اس میں حکمت اور بھلائی کی لامتناہی باتیں ہیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ ابھرتی اور سامنے آتی چلی جائیں گی۔ اس خیرِ کثیر میں کبھی کمی واقع نہیں ہوگی۔ (۱۴/۲۴—۲۵)؛ (۱۳/۳۵)۔

۲ اب تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اس کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔ اس کے لئے تو اپنے پروگرام کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہ۔ خدا کے نظامِ ربوبیت کے قیام کے لئے اپنے فرائض منصبی کو پوری طرح ادا کر۔ ان پر علم و عقل، اور تجربہ اور مشاہدہ سے پوری طرح حاوی ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی جماعت کے لوگوں کے کھانے پینے کا بھی انتظام کر[1]۔

---

[1] نحر اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں کھانے پینے کا بہترین سامان یہی تھا۔ اس میں ایک اور نکتہ بھی پوشیدہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں اونٹ حرام تھا۔ (جس طرح ہندوؤں کے ہاں گائے حرام ہے)۔ مدینہ میں یہودیوں کا بڑا زور تھا اور انہیں خیال تھا کہ مسلمان چونکہ سے اس طرح کمزور حالت میں نکل کر آرہے ہیں ان کے دبیل بن کر رہیں گے۔ مسلمانوں کو شروع ہی میں کہہ دیا گیا کہ تمہیں یہودیوں سے دبنے کی ضرورت نہیں۔ "اونٹ ذبح کرنا" اس کی علامت ہوگی کہ تمہاری روش زندگی یہودیوں سے الگ بلکہ ان کے علی الرغم ہے اور تم ان کی خاطر اپنی روش میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ حق باطل سے مفاہمت کر ہی نہیں سکتا۔

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾

۳ اِس وقت تو حالت یہ ہے کہ تیری جماعت کمزور سی ہے؛ اور مخالفین بڑی قوت اور کثرت کے مالک۔ لیکن آخر الامر تو دیکھے گا کہ جو لوگ تیرے نظام کی مخالفت کر رہے ہیں' ان کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اور یہی نظام' جو خیر کثیر کا سرچشمہ ہے' آگے چلے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾

---

۱ (اے رسولؐ) تم نے ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کافی وقت صرف کر دیا۔ تم نے ہر ممکن کوشش کر دیکھی کہ یہ تباہی سے بچ جائیں۔ لیکن اب کوئی امید باقی نہیں کہ یہ اس طرح صحیح راستہ اختیار کر لیں گے۔ یہ ابھی تک اپنے دل میں یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ یا تو تم ہار تھک کر اپنی دعوت کو ختم کر دو گے' یا اُن سے مفاہمت کر لو گے۔ اس لئے یہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ لہذا' اب وقت آگیا ہے کہ ان سے دو ٹوک بات کر لی جائے (تو ان لوگوں سے' جو تمہاری دعوت کی اس طرح مخالفت کر رہے ہیں' برملا کہہ دے کہ:

۲-۳ تمہاری اور میری منزل بھی الگ الگ ہے اور راستے بھی جدا جدا مقصود بھی الگ ہے اور اسے حاصل کرنے کے ذرائع بھی الگ۔ تمہارے معبود الگ ہیں' میرا معبود الگ۔ تم "عبادت" سے کچھ اور مفہوم لیتے ہو' میں کچھ اور۔ تمہارے معبود تمہارے ذہن کے تراشیدہ ہیں' میرا معبود خالق کائنات ہے۔ تم اپنے معبودوں کی پرستش کرتے ہو' میں اپنے معبود کے احکام و قوانین کی اطاعت کو اس کی عبادت سمجھتا ہوں۔ لہذا' ہم دونوں ایک نقطہ پر جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ اس میں مفاہمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ بھی مت خیال کرو کہ ہمارا اور تمہارا اختلاف کوئی ہنگامی اور وقتی اختلاف ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦

کچھ عرصہ کے بعد یہ خود بخود مٹ جائے گا۔ قطعاً نہیں۔ یہ اختلاف بنیادی اور اصولی ہے۔ یہ نہ اِس وقت مٹ سکتا ہے' نہ اس کے بعد کبھی مٹے گا۔ تمہارے معبود الگ رہیں گے' میرا معبود الگ۔ تمہاری عبادت' ان معبودوں کی پرستش ہوگی' میری عبادت خدا کے قوانین کی اطاعت اور محکومیت ———— لہذا' یہ اختلاف اٹمٹ ہے۔

۶ اس لئے تمہارا پروگرام الگ ہے' میرا پروگرام الگ۔ تم اپنے پروگرام پر عمل پیرا رہو' مجھے اپنے پروگرام پر چلنے دو۔ نتائج خود بخود بتا دیں گے کہ آخر الامر کامیابی کس کے حصے میں آتی ہے۔ (۶/۱۳۶ ; ۱۰/۱۴ ; ۴۲/۱۵ ; ۶۰/۴ ; ۱۵/۸۵ ; ۶۳/۱۰)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ

---

۱ (اس اعلان کے بعد جس کا ذکر سابقہ سورۃ میں کیا گیا ہے تم ان سے الگ ہو جاؤ اور اپنے پروگرام کے اگلے حصے پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اس کے بعد تم دیکھو گے کہ اس کے نتائج کتنی جلدی سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن اس باب میں ایک بنیادی نقطہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اور وہ یہ کہ) جب قانونِ خداوندی کے مطابق، تجھے غلبہ و نصرت حاصل ہو جائے، اور ان لوگوں کی مخالفت ختم ہو کر دین کے دروازے ہر طرف سے کھل جائیں۔

۲ اور تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ لوگ کس طرح جوق در جوق اس نظام میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ($\frac{19}{99}$)۔

۳ (تو اس وقت یہ نہ سمجھ لینا کہ بس اب کام ختم ہو گیا۔ مقصد حاصل ہو گیا بالکل نہیں۔ اس سے تمہاری ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جائیں گی۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہو گا کہ تم) اپنے نشوونما دینے والے کے نظامِ ربوبیت کو وجہ حمد و ستائش بنانے کے لئے اور بھی شدت سے سرگرمِ عمل رہو۔ ($\frac{94}{8}$ ــــ ۲)۔ اُس وقت تخریبی قوتیں اس نظام میں خرابیاں پیدا کرنے کے لئے، بڑی بڑی سازشیں کریں گی۔ تمہیں، ان کی مدافعت کے لئے خدا سے

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

ساماں حفاظت طلب کرنا ہوگا۔ تم یہ کرو گے تو خدا کی تائید و نصرت، اور تیزی سے آگے بڑھ کر تمہاری طرف آئے گی۔

(یہ پیغام، تمہاری وساطت سے، تمہاری ساری امت کے لئے ہے —— موجودہ کے لئے بھی اور بعد میں آنے والی کے لئے بھی —— ان سے کہہ دو کہ انہیں اس پروگرام پر التزاماً کاربند رہنا پڑے گا۔ اگر اسے چھوڑ دیا، یا اس میں تساہل برتا، تو ان کی جگہ کوئی اور قوم لے لیگی جو ان جیسی نہیں ہوگی۔ ان سے بہتر ہوگی۔ جبھی تو وہ اِن کی جگہ لے گی۔ $\frac{۴۷}{۳۸}$)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿۲﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾

---

۱ وہ دیکھو! جماعتِ مخالفین کا سب سے بڑا نمایندہ - قریش کی معاشرتی اور اقتصادی خرابیوں کا سب سے بڑا ذمہ دار — کعبہ کا متولی — اِن کے غلط نظام کا سب سے بڑا حامی — ابولہب — اِس نظامِ خداوندی کے مقابلہ سے عاجز آگیا اور بُری طرح تباہ ہوگیا - (یہ تباہی کسی فرد کی تباہی نہیں - یہ درحقیقت اس نظامِ معاشرت و تمدّن کی شکست ہے جس کا یہ نمایندہ ہے) -

۲ اور اس کا وہ مال و دولت' اور ساز و یراق' جس کے بل بوتے پر وہ آتنی سخت مخالفت کرتا تھا' اس کے کسی کام نہ آیا - (وہ اُسے' اِس تباہی سے نہ بچا سکا - غلط نظام' دولت کے سہارے کبھی قائم نہیں رہ سکتا - اس کی بنیاد میں خرابی کی صورت مضمر ہوتی ہے (۶۹/۲۸—۲۷ ؛ ۹۲/۱۱ ؛ ۹۶/۷) -

۳ تم دیکھو گے کہ وہ کس طرح جہنم کی اُس آگ میں جا گرتا ہے جس کے شعلے بڑے تباہ کن ہیں -

۴ اور اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی بھی (جو اس کی سازشوں میں اس کی برابر کی شریک

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

تھی) اور جگہ جگہ 'لگائی بجھائی کرکے' اس جہنم کے ایندھن کو اپنی پشت پر لادے لادے پھرتی تھی۔

۵ تم دیکھو گے کہ اس کی وہ سرکش گردن، جو کسی کے سامنے نہیں جھکتی تھی، کس طرح ذلت و رسوائیوں کی رسیوں میں جکڑی جاتی ہے۔

(یوں باطل کے اس نظام کو شکست ہو گی اور تمہارا نظام غالب آجائے گا)۔
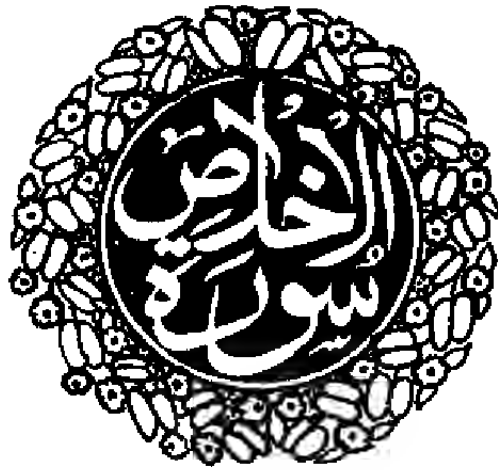
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳

۱ (اس سلسلہ میں خود اپنے لوگوں پر بھی اس بنیادی حقیقت کو واضح کر دینا چاہیئے کہ تمہاری یہ فتح اور کامرانی محض فوجی طاقت کے بل بوتے پر نہیں۔ یہ کامیابی درحقیقت اس تعلیم کا نتیجہ ہے جسے تم علم و بصیرت کی روشنی میں پیش کرتے اور دلائل و براہین کی رو سے منواتے ہو۔ اس تعلیم میں بنیادی نکتہ خدا کے تصور کا ہے۔ خدا کے جس تصور کو تم پیش کرتے ہو، ہو نہیں سکتا کہ انسان اس پر عقل و فکر سے غور کرے، اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ وہ تصور یہ ہے کہ)

(i) خدائے واحد اپنی ذات اور صفات میں یگانہ[1] ہے۔ ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ ساری کائنات میں اُسی ایک کا قانون کارفرما ہے، اور اُسی ایک کے قانون کے تابع تمام انسانوں کو بھی رہنا چاہیئے۔ اس طرح ان میں بھی وحدت پیدا ہو جائے گی۔ (وحدتِ خالق کے تصور کا لازمی نتیجہ وحدتِ قانون اور وحدتِ انسانیت ہے)۔

۲ (ii) وہ (خدا) خود مکتفی ہے اور باقی سب، اپنی زندگی، بقا، نشوونما اور تکمیل کے لئے اس کے محتاج ہیں۔ وہ ایک بلند و بالا مستحکم چٹان کی طرح ہے جو خود ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہوتی ہے، اور سیلاب سے بچنے کے لئے ہر ایک اسی کی طرف پناہ کے لئے جاتا ہے۔

۳ اس نے تمام ذی حیات کو عملِ تخلیق[2] سے پیدا کیا ہے نہ کہ تولید کے ذریعے[3] (عملِ تولید

[1] UNIQUE. [2] CREATION. [3] PROCREATION.

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

میں، پیدا کرنے والے کا ایک حصہ مولود میں آجاتا ہے' اور اس طرح والد — پیدا کرنے والا — خود ناقص رہ جاتا ہے۔ تخلیق میں ایسا نہیں ہوتا) - نہ اس نے اس طرح کسی کو پیدا کیا ہے' نہ وہ خود کسی کے عمل تولید کا نتیجہ ہے - اور

(iii) اُس کا ہمسر' مثیل اور نظیر کوئی نہیں - اس جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

(دنیا میں چند دہریوں کو چھوڑ کر' باقی سب خدا کو ماننے کے مدعی ہیں۔ لیکن خدا کوئی محسوس شے نہیں کہ اسے دیکھ کر ہر ایک' ایک جیسا مانے۔ وہ غیر مرئی' غیر محسوس' ادراک و شعور سے بلند ذات ہے - اس لئے خدا کو ماننے سے مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کے متعلق تصور کیا رکھتے ہو۔ ایک تصور کے مطابق اسے مانو' تو وہ خدا پر ایمان کہلائے گا - دوسرے تصور کے مطابق مانو تو وہ خدا پر ایمان کے دعوے کے باوجود' اس سے انکار ہوگا۔ خدا کا تصور وہی صحیح ہو سکتا ہے جسے خود خدا نے اپنے متعلق دیا ہو۔ اور یہ تصور قرآن کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ لہذا' خدا کو اس تصور کے مطابق ماننا جو قرآن پیش کرتا ہے' خدا پر ایمان کہلائے گا - خدا کا یہی تصور ہے جو نہایت مختصر لیکن کمال جامع شکل میں یہاں پیش کیا گیا ہے - تم علم کی بارگاہ سے پوچھو کہ خدا کا اس قسم کا منزہ اور بلند تصور کہیں اور سے بھی مل سکتا ہے؟ اس خدا پر ایمان تمہاری کامیابی کا راز ہے۔ اسلئے کہ اس پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے اندر (علیٰ حدِ بشریت) اس جیسی صفات پیدا کرو - جو قوم اس قسم کی صفاتِ عالیہ کی حامل ہوگی' دنیا کی کونسی قوم اس کا مقابلہ کر سکے گی؟)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤

---

۱ (یہ انقلاب جس نئے مرحلہ میں داخل ہو رہا ہے ـــــ یعنی جس مرحلہ میں اب مخالف قوتوں سے تصادم ہوگا ـــــ اس میں تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اسطرح محتاط رہنے کی جس طرح ایک نوزائیدہ بچے کو ہر وقت اپنی ماں کے ساتھ ساتھ رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا، تم اپنی جماعت سے کہہ دو کہ) میں اپنے نشوونما دینے والے کے اُس نظامِ ربوبیت کے آغوشِ حفاظت میں پناہ لیتا ہوں جس کا قانونِ تخلیق و ارتقاء یہ ہے کہ تخریبی اور تعمیری قوتوں کے تصادم سے، ایک نئی چیز کی نمود ہوتی ہے۔ دانہ پھٹتا ہے تو اس میں سے کونپل نکلتی ہے۔ (۶/۹۶)

۲ اُس نے کائنات میں جو کچھ پیدا کیا ہے اُسے اس کی متعیّن کردہ مستقل اقدار کے مطابق صَرف میں لایا جائے تو وہ خیر ہی خیر ہے۔ لیکن اگر اس کا استعمال غلط طریق سے کیا جائے تو اس سے شر پیدا ہوتا ہے۔ لہذا، ہمیں اس طرح کے شر سے محتاط رہنے کی بڑی ضرورت ہے۔ یعنی اس احتیاط کی سخت ضرورت ہے کہ کائناتی قوتوں کا استعمال غلط (وحی کے خلاف) طریق سے نہ ہونے پائے۔

۳ نیز ہمیں ان چیزوں کے متعلق بھی خاص احتیاط برتنے کی ضرورت ہے جن کے نہ ہونے سے نشوونما رک جاتی ہے۔ (جیسے پانی کے معدوم ہو جانے سے پودے کی نشوونما رک جاتی ہے)۔

۴ اس نظام کی مخالف جماعتیں یہ بھی کریں گی کہ پروپیگنڈہ کی مہم شروع کر دیں، تاکہ اس

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

نفسیاتی اثرات سے ہمارے پختہ ارادوں میں کمزوری پیدا ہوجائے' ہماری ہمتیں پست ہوجائیں' ہمارے دلوں میں ایسے شکوک وشبہات پیدا ہوجائیں جن سے ہمارے یقینِ محکم میں تزلزل واقع ہوجائے۔ ہمیں ایسی جماعتوں اور ان کی اس قسم کی حرکات سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہوگی۔

۵ پھر ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ہماری کامیابیوں سے جل بُھن جائیں اور ہم سے حسد کرنے لگیں۔ ہمیں ان حاسدوں سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

(یہ ہیں وہ تخریبی قوتیں جن سے ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس کی شکل یہ ہوگی کہ ہم زیادہ سے زیادہ قوانین خداوندی کی اطاعت کریں' اور اس طرح اس کی حفاظت کے آغوش میں آجائیں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵

۱ (اس مقصد کے لئے جس کا ذکر سابقہ سورۃ میں کیا گیا ہے) ہمیں اس خدا کے قانون سے اور زیادہ قریب ہو جانا چاہیئے جس کے پیش نظر کسی خاص گروہ، قبیلہ، جماعت، یا قوم کی نہیں بلکہ پوری کی پوری انسانیت کی نشوونما ہے۔ وہ ربّ النّاس ہے۔ (+)۔

۲ یعنی اس خدا کے قانون سے قریب تر جس کے سوا کسی کو حق حاصل نہیں کہ انسانوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ ساری کائنات میں غلبہ و اقتدار اُسی کا ہے اور اُسی کے قوانین کی حکومت انسان کو اختیار کرنی چاہیئے۔ وہ ملکُ النّاس ہے۔

۳ اور وہی ہے جس کا قانونِ حفاظت تمام نوع انسان کو پناہ دے سکتا ہے۔ اسی سے انسانیت تمام خطرات سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ وہ الٰہ النّاس ہے۔

۴-۵ اس خدا کے قوانین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ متمسک رہ کر، ہمیں محتاط رہنا ہوگا ان لوگوں کی وسوسہ انگیزیوں سے جو دبے پاؤں آتے ہیں اور چپکے ہی چپکے کانوں میں کچھ پھونک کر پچھلے پاؤں لوٹ جاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں وساوس پیدا کر کے ان کے عزم راسخ کو کمزور کر دیتے ہیں۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞

۶ یہ کچھ جانے پہچانے لوگوں کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کی طرف سے بھی، جو اجنبی اور بیگانے ہوتے ہیں۔ نیز ایسی مخفی قوتوں (غیر محسوس پراپیگنڈے کے نفسیاتی اشارات) کے ذریعے بھی جو بظاہر نظر نہیں آتیں۔

(اس نئی منزل میں داخل ہوتے وقت ان تمام تخریبی قوتوں کی شرانگیزیوں سے محتاط رہنا ہوگا۔ یہ احتیاط اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرو)۔

لِلّٰہِ الحَمدُ

کہ مفہوم القرآن کی طباعت واشاعت کا سلسلۂ دراز' بہ حسن وخوبی تکمیل تک پہنچ گیا۔ میں خدائے بزرگ وبرتر کے اس کرم بے پایاں پر اس کی بارگاہِ صمدیت میں جس قدر سجدہ ہائے نیاز بھی پیش کروں' کم ہیں۔ قرآنی فکر کی نشر واشاعت میری زندگی کا مشن ہے' اور اس پروگرام میں' مفہوم القرآن کی حیثیت کعبۂ مقصود کی سی ہے۔ میں نے گذشتہ چالیس سال سے قرآن کریم پر جس قدر غور وفکر کیا' اور اس ضمن میں جو کچھ سمجھا اور سمجھایا' مفہوم القرآن کو اس کا ماحصل سمجھنا چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں (اور جن حضرات نے اس کا مطالعہ کیا ہے' وہ اس کی تائید کرتے ہیں) کہ اگر لُغات القرآن کو سامنے رکھ کر' مفہوم القرآن کا بغائر مطالعہ کیا جائے' تو قرآن کریم کے سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی۔ اگر میری اس عمر بھر کی محنت سے' کسی ایک صاحب نے بھی قرآنی مطالب کو صحیح طور پر سمجھ لیا' تو مجھے میری کوہ کنی اور خارہ شگافی کا صلہ مل جائے گا۔ اور اگر (کبھی) ہماری قسمت نے یاوری کی' اور مفہوم القرآن' ہمارے کالجوں کی اعلیٰ کلاسوں میں بطور نصاب پڑھایا جانے لگا' تو ہمارے نوجوان طالب علموں کے قلب ودماغ میں ایسی تبدیلی پیدا ہوجائے گی جس سے وہ حق اور باطل (کھرے اور کھوٹے) کے پہچاننے میں کوئی دقت محسوس نہیں کریں گے' اور اس طرح وہ نہ صرف کاروانِ انسانیت کے باشرف شرکا بن سکنے کے قابل ہوجائیں گے بلکہ ان میں' خود سالارِ کارواں بننے کی صلاحیت بھی پیدا ہوجائے گی ——— خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

۲ — آخر میں' میں اتنا گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ (میری دیگر تصانیف کی طرح)' مفہوم القرآن بھی قرآنی مطالب کے سمجھنے اور سمجھانے کی ایک انسانی کوشش ہے جس میں (ہر انسانی کوشش کی طرح) سہو وخطا کا امکان' اور اصلاح وتصحیح کی گنجائش ہے۔ اگر احباب مجھے' میری فروگذاشتوں سے مطلع فرمائیں گے تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

۳ — اور آخری دُعا یہ ہے کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (۲/۱۲۷)

(غلام احمد) پرویز

۲۵/بی - گلبرگ ۲ - لاہور
اکتوبر ۱۹۶۱ء

محررہ سید احمد خوشنویس